فقۂ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

بہارِ شریعت

تخریج شدہ

جلد سوم (3)

حصہ 14 تا 20

صدر الشریعہ بدر الطریقہ
حضرت علامہ مولانا مفتی **محمد امجد علی اعظمی** علیہ رحمۃ اللہ القوی

مزارِ صدر الشریعہ

مکتبۃ المدینہ
(دعوتِ اسلامی)
SC1286

پیشکش
مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)
شعبہ تخریج

مدنی چینل دیکھتے رہیے

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سید المرسلین

اما بعد فاعوذ باللہ من الشیطن الرجیم بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ علی احسانہ۔

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی کاوشوں سے حنفی مذہب کی فقہی مسائل پر اردو زبان میں عظیم ترین کتاب بہار شریعت کی تکمیل ہوگئی اور اس کی تیسری اور آخری جلد بھی یکم ربیع الغوث ۱۴۳۲ھ کو طبع ہو کر آگئی ہے۔ میں مجلس المدینۃ العلمیۃ کے جملہ اراکین کو قلب کی اتھاہ گہرائیوں سے اس کی مبارکباد پیش کرتا ہوں اور اس تیسری جلد کا پہلا نسخہ المدینۃ العلمیۃ کے ناظم محمد آصف خان مدنی سلمہ الغنی کو نذر کرتا ہوں۔

۱ ربیع الغوث ۱۴۳۲ھ

مضاربت، اجارہ، اکراہ، حظر واباحت، قصاص، دیت، وصیت، میراث وغیرہ کا بیان

بہارِ شریعت

جلد سوم (3)

(......تسہیل وتخریج شدہ......)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللّٰہ الغنی

پیشکش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

شعبہ تخریج

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

نام کتاب	:	بہارِ شریعت جلد سوم (3)
مصنف	:	صدر الشریعہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی
ترتیب، تسہیل و تخریج	:	**مجلس المدینۃ العلمیۃ** (دعوتِ اسلامی) (شعبہ تخریج)
طباعتِ اوّل	:	۲۵ صفر المظفر ۱۴۳۲ھ، مطابق 30 جنوری 2011ء — تعداد 3000
طباعتِ دوم	:	صفر المظفر ۱۴۳۳ھ، مطابق جنوری 2012ء — تعداد 5000
طباعتِ سوم	:	جمادی الاخریٰ ۱۴۳۳ھ، مطابق مئی 2012ء — تعداد 5000
ناشر	:	مکتبۃ المدینہ فیضان مدینہ محلّہ سوداگران پرانی سبزی منڈی باب المدینہ، کراچی

مکتبۃ المدینہ کی شاخیں

- **کراچی**: شہید مسجد، کھارادر، باب المدینہ کراچی — فون: 021-32203311
- **لاهور**: داتا دربار مارکیٹ، گنج بخش روڈ — فون: 042-37311679
- **سردار آباد**: (فیصل آباد) امین پور بازار — فون: 041-2632625
- **کشمیر**: چوک شہیداں، میر پور — فون: 058274-37212
- **حیدر آباد**: فیضانِ مدینہ، آفندی ٹاؤن — فون: 022-2620122
- **ملتان**: نزد پیپل والی مسجد، اندرون بوہڑ گیٹ — فون: 061-4511192
- **اوکاڑہ**: کالج روڈ بالمقابل غوثیہ مسجد، نزد تحصیل کونسل ہال — فون: 044-2550767
- **راولپنڈی**: فضل داد پلازہ، کمیٹی چوک، اقبال روڈ — فون: 051-5553765
- **خان پور**: دُرانی چوک، نہر کنارہ — فون: 068-5571686
- **نواب شاہ**: چکرا بازار، نزد MCB — فون: 0244-4362145
- **سکھر**: فیضانِ مدینہ، بیراج روڈ — فون: 071-5619195
- **گوجرانواله**: فیضانِ مدینہ، شیخوپورہ موڑ، گوجرانوالہ — فون: 055-4225653
- **پشاور**: فیضانِ مدینہ، گلبرگ نمبر 1، النور سٹریٹ، صدر

E.mail: ilmia@dawateislami.net

www.dawateislami.net

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ

اجمالی فہرست

حضرت سیِّدنا عبداللّٰہ بن عَمْرو رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ سرکار مدینہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم نے ارشادفرمایا: ''جس نے نیند سے بیدار ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰہِ، سُبْحَانَ اللّٰہ، اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَکَفَرْتُ بِالْجِبْتِ وَالطَّاغُوْتِ دس دس مرتبہ پڑھا تو ہر اُس گناہ سے بچالیا جائے گا جس کا اسے خوف ہو اور کوئی گناہ اس تک نہ پہنچ سکے گا۔'' (مجمع الزوائد، کتاب الأذکار، باب إذا تعارّ من اللیل، الحدیث: ١٧٠٦٠ ج ١٠، ص ١٧٤)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ
اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؕ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ

''عالم بنانے والی کتاب'' کے 17 حروف کی نسبت سے ''بہارِ شریعت'' کو پڑھنے کی 17 نیّتیں

از: شیخِ طریقت امیرِ اہلسنّت بانیِ دعوتِ اسلامی حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس عطار** قادری رضوی دامت برکاتہم العالیہ

فرمانِ مصطفےٰ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وَسَلَّم: **نِيَّةُ الْمُؤْمِنِ خَيْرٌ مِّنْ عَمَلِهٖ۔** ترجمہ: ''مسلمان کی نیّت اس کے عمل سے بہتر ہے۔''

(المعجم الكبير للطبراني، الحديث: ٥٩٤٢، ج٦، ص١٨٥)

دو مدنی پھول: (۱) بغیر اچھی نیت کے کسی بھی عملِ خیر کا ثواب نہیں ملتا۔ (۲) جتنی اچھی نیتیں زیادہ، اتنا ثواب بھی زیادہ۔

۱. اِخلاص کے ساتھ مسائل سیکھ کر رِضائے الٰہی عَزَّوَجَلَّ کا حقدار بنوں گا۔
۲. حتَّی الوَسع اِس کا باوُضو اور
۳. قبلہ رُو مطالعہ کروں گا۔
۴. اِس کے مطالعے کے ذریعے فرض علوم سیکھوں گا۔
۵. عمل کی نیّت سے شرعی مسائل سیکھوں گا۔
۶. جو مسئلہ سمجھ میں نہیں آئے گا اس کے لیے آیتِ کریمہ {فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۟ۙ} (النحل: ٤٣)
ترجمۂ کنزالایمان: ''تو اے لوگو علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں'' پر عمل کرتے ہوئے علماء سے رجوع کروں گا۔
۷. (اپنے ذاتی نسخے پر) عند الضرورت خاص خاص مقامات پر انڈر لائن کروں گا۔
۸. (ذاتی نسخے کے) یادداشت والے صفحہ پر ضروری نکات لکھوں گا۔
۹. جس مسئلے میں دشواری ہوگی اُس کو بار بار پڑھوں گا۔
۱۰. زندگی بھر عمل کرتا رہوں گا۔
۱۱. جو نہیں جانتے انھیں سکھاؤں گا۔
۱۲. جو علم میں برابر ہوگا اس سے مسائل میں تکرار کروں گا۔
۱۳. یہ پڑھ کر عُلمائے حقّہ سے نہیں اُلجھوں گا۔
۱۴. دوسروں کو یہ کتاب پڑھنے کی ترغیب دلاؤں گا۔
۱۵. (کم از کم ۱۲ عدد یا حسبِ توفیق) یہ کتاب خرید کر دوسروں کو تحفۃً دوں گا۔
۱۶. اس کتاب کے مُطالعہ کا ثواب ساری امّت کو اِیصال کروں گا۔
۱۷. کتابت وغیرہ میں شرعی غلطی ملی تو ناشِرین کو مطلع کروں گا۔

طالبِ غمِ مدینہ و بقیع و مغفرت و بے حساب جنّت الفردوس میں آقا کا پڑوس

٦ ربيع الغوث ١٤٢٧ ھ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

المدینۃ العلمیۃ

از: شیخِ طریقت، امیرِ اہلسنّت، بانیٔ دعوتِ اسلامی حضرت علّامہ مولانا ابوبلال **محمد الیاس عطّار** قادری رضوی ضیائی دامت برکاتہم العالیہ

الحمد للّٰہ علٰی اِحۡسَانِہٖ وَ بِفَضۡلِ رَسُوۡلِہٖ صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم تبلیغِ قرآن وسنّت کی عالمگیر غیر سیاسی تحریک **''دعوتِ اسلامی''** نیکی کی دعوت، اِحیائے سنّت اور اشاعتِ علمِ شریعت کو دنیا بھر میں عام کرنے کا عزمِ مُصمّم رکھتی ہے، اِن تمام اُمور کو بحسنِ خوبی سر انجام دینے کے لئے متعدّد مجالس کا قیامِ عمل میں لایا گیا ہے جن میں سے ایک مجلس **''المدینۃ العلمیۃ''** بھی ہے جو دعوتِ اسلامی کے عُلَماء و مُفتیانِ کرام کَثَّرَ ھُمُ اللّٰہُ تعالٰی پر مشتمل ہے، جس نے خالص علمی، تحقیقی اور اشاعتی کام کا بیڑا اٹھایا ہے۔ اس کے مندرجہ ذیل چھ شعبے ہیں:

(۱) شعبۂ کتُبِ اعلیٰحضرت (۲) شعبۂ تراجمِ کتب (۳) شعبۂ درسی کُتُب

(۴) شعبۂ اصلاحی کُتُب (۵) شعبۂ تفتیشِ کُتُب (۶) شعبۂ تخریج

''المدینۃ العلمیۃ'' کی اوّلین ترجیح سرکارِ اعلیٰحضرت اِمامِ اَہلسنّت، عظیم البَرکت، عظیم المرتبت، پروانۂ شمعِ رِسالت، مُجدِّدِ دین ومِلّت، حامیٔ سنّت، ماحیٔ بِدعت، عالِمِ شَرِیْعَت، پیرِ طریقت، باعثِ خَیْر و بَرَکت، حضرتِ علّامہ مولٰینا الحاج الحافِظ القاری شاہ امام اَحمد رَضا خان عَلَیْہِ رَحْمَۃُ الرَّحْمٰن کی گراں مایہ تصانیف کو عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق حتَّی الْوَسعَ سَہْل اُسلُوب میں پیش کرنا ہے۔ تمام اسلامی بھائی اور اسلامی بہنیں اِس عِلمی، تحقیقی اور اشاعتی مدنی کام میں ہر ممکن تعاون فرمائیں اور مجلس کی طرف سے شائع ہونے والی کُتُب کا خود بھی مطالَعہ فرمائیں اور دوسروں کو بھی اِس کی ترغیب دلائیں۔

اللّٰہ عزوجل **''دعوتِ اسلامی''** کی تمام مجالس بَشُمُول **''المدینۃ العلمیۃ''** کو دن گیارہویں اور رات بارہویں ترقّی عطا فرمائے اور ہمارے ہر عملِ خیر کو زیورِ اِخلاص سے آراستہ فرما کر دونوں جہاں کی بھلائی کا سبب بنائے۔ ہمیں زیرِ گنبدِ خضرا شہادت، جنّت البقیع میں مدفن اور جنّت الفردوس میں جگہ نصیب فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم

رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ

پہلے اسے پڑھ لیجئے!

الحمدللہ عَزَّوَجَلَّ **!صدرالشریعہ بدرالطریقہ مفتی محمد امجد علی اعظمی** علیہ رحمۃ اللہ القوی کے تاریخ ساز کارنامے اور فقہ حنفی کے عظیم علمی خزانے **''بہارِ شریعت''** کی تخریج جمیل وتسہیل قلیل اور حواشی کا آغاز ۱۴۲۵ھ میں دعوتِ اسلامی کی علمی وتحقیقی **مجلس المدینۃ العلمیۃ** کے علمائے کرام نے شیخ طریقت امیرِاہلسنّت حضرت علامہ مولانا محمد الیاس عطّار قادری مدظلہ العالی کی خواہش پر کیا تھا۔ یہ کام **عظیم ترین** ہونے کے ساتھ ساتھ **مشکل ترین** بھی تھا مگر ''مشکلیں مجھ پر پڑیں اتنی کہ آساں ہوگئیں'' کے مصداق **بہارِ شریعت** کے مکمل 20 حصے 3 جلدوں کی صورت میں **اللہ** عَزَّوَجَلَّ کی رحمت سے تقریباً 7 سال میں بحسن وخوبی مکمل ہوئے۔ **1360** صفحات پر مشتمل جلد اول اور 1304 صفحات پر مشتمل جلد دوم زیورِطبع سے آراستہ ہوکر اہلِ محبت کی آنکھوں کی ٹھنڈک کا سامان کرچکی ہیں۔ پاک وہند کے بہت سے مفتیانِ عظام وعلمائے کرام رَحِمَھُمُ اللہُ السّلام نے حوصلہ افزائی فرمائی بلکہ بعض نے تو تحریری تأثرات سے بھی نوازا جن میں سے کچھ جلد اول اور جلد دوم کے پیش لفظ میں شائع بھی ہوچکے ہیں، مزید تأثرات کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے، چنانچہ

{1} **تلمیذ شارحِ بخاری، اُستاذ العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا افتخار احمد قادری مصباحی** دامت برکاتہم العالیہ (شیخ الحدیث دارالعلوم قادریہ غریب نواز، لیڈی اسمتھ ساؤتھ افریقہ) لکھتے ہیں: عظیم عالمی تحریک **دعوتِ اسلامی** کے لیے یہ بڑا اشرف ہے کہ ذمہ دارانہ **تصحیح** کے بعد اس نے اس (یعنی بہارِ شریعت) کی اشاعت کا حق ادا کیا۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ **بہارِ شریعت** کے اب تک جتنے ایڈیشن طبع ہوئے ہیں ان میں سب سے عمدہ، وقیع اور ممتاز **دعوتِ اسلامی** کا شائع کردہ یہ ایڈیشن ہے۔ رب تعالیٰ دعوتِ اسلامی کو مزید فروغ واستحکام عطا فرمائے اور اس کی خدمات کو عام سے عام تر فرمائے، اِس کے بانی وامیر (یعنی حضرت علامہ مولانا **محمد الیاس عطار قادری** مدظلہ العالی) اور دیگر ارکان اور دُعاۃ ومبلغین کو مزید جہاد کی توفیق ارزانی فرمائے اور ان کی مساعی وجہود کو مقبول فرمائے اور سعادتِ دارین سے بہرہ ور فرمائے۔ {2} **شہیدِ اہلسنّت حضرتِ علامہ ابوطفیل عبد العظیم خان قادری** قدس سرہ (جامعہ جُنیدیہ غفوریہ پشاور خیبر پختون خواہ) لکھتے ہیں: بلا مبالغہ وتردد مجھے بہارِ شریعت کے نسخوں کی ورق گردانی سے دلی سکون اور اطمینان حاصل ہوگیا، اراکینِ دعوتِ اسلامی بڑے ہی مخلص اور دیانتدار ہیں، مجلس المدینۃ العلمیۃ کا قیام ایک نہایت ہی مفید اقدام ہے جس سے علماء کرام کو بھی احسن طریقے سے اپنے ساتھ لے کر چلنا سہل ہوجائے گا۔ {3} **یادگارِ اسلاف مفتی فتح محمد باروزئی** دامت برکاتہم العالیہ (مہتمم مدرسہ جامعہ فیض العلوم نقشبندیہ سبی، بلوچستان) لکھتے ہیں: **بہارِ شریعت** کا حاشیہ انتہائی نفع بخش اور مفید ہے، بہرحال سب کچھ امیرِ دعوتِ اسلامی (حضرت علامہ **مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری**) مدظلہ العالی کے مسلک حقہ اہل سنت سے صادق وابستگی اور دین متین کی ترقی کے جذبے کی بناء پر کیا جارہا ہے۔ {4} **استاذ العلماء حضرتِ مولانا ابوالبیان محمد صابر امجدی** دامت برکاتہم العالیہ (مدرس دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ باب المدینہ کراچی) لکھتے ہیں: میں نے چیدہ چیدہ مقامات سے (بہارِ شریعت کا) ضرور مطالعہ کیا، **ماشاء اللہ** بہت خوب پایا۔ {5} **تلمیذ محدث اعظم پاکستان حضرتِ مولانا محمد رفیق قادری** دامت برکاتہم العالیہ (خطیب مرکزی جامع مسجد عالمگیری مٹھیاں، کھاریاں، ضلع گجرات) لکھتے ہیں: ''مجلس المدینۃ العلمیہ'' کا **بہارِ شریعت** کی تخریج وتسہیل، جدالممتار علیٰ ردالمحتار کی از سرِ نو تدوین، تخریج، تحقیق وغیرہ کا کام قابلِ صد تحسین ہے۔ **دعوتِ اسلامی** نے بہت قلیل عرصے میں اتنا عظیم کام کر دکھایا ہے۔ یہ سب مجلس المدینۃ العلمیہ کے خلوص، انتھک محنت، دین سے لگن اور اتفاق واتحاد کا نتیجہ اور امیرِ اہلسنّت حضرتِ **علامہ مولانا محمد الیاس عطار قادری** دامت برکاتہم العالیہ کا فیض ہے۔ {6} **استاذ العلماء حضرتِ مولانا مفتی محمد ولایت اقبال نقشبندی** دامت برکاتہم العالیہ (مہتمم جامعہ حنفیہ، خطیب مرکزی جامع مسجد مدینہ ساہیوال، پنجاب) لکھتے ہیں: از حد خوشی ہوئی ہے کہ ہماری عالمگیر مذہبی تحریک **دعوتِ اسلامی** نے تبلیغ کے محاذ کے علاوہ تحقیق وتدقیق، تخریج واستنباط کا کام بھی بڑے منظم ومربوط انداز میں شروع کررکھا ہے۔ {7} **مفتی محمد وزیر القادری** دامت برکاتہم العالیہ (مہتمم اعلی

مدرسہ عربیہ اسلامیہ غوثیہ سلطانیہ ڈھاڈر، سبی، بلوچستان) لکھتے ہیں: **دعوت اسلامی** کے اشاعتی ادارے مکتبۃ المدینہ اور تحقیقی و علمی شعبے المدینۃ العلمیہ کی طرف سے **''بہارِ شریعت''** کی اشاعت بمع تخریج و تسہیل عظیم کارنامہ ہے۔ **اللہ** تعالیٰ دعوت اسلامی کے بانی حضرت علامہ **مولانا ابو بلال محمد الیاس عطار قادری** اور ان کے تحت چلنے والی عالمگیر تحریک **دعوت اسلامی** کو ہر لمحہ ترقی عطا فرمائے اور اسکے اشاعتی ادارے **المدینۃ العلمیہ** کو دن دگنی رات چگنی ترقی عطا فرمائے۔ {8} **مؤلف کتب کثیرہ حضرت مولانا سید صابر حسین شاہ بخاری قادری** دامت برکاتہم العالیہ (ادارہ فروغ افکارِ رضا، امام اہل سنت لائبریری برہان شریف ضلع اٹک) لکھتے ہیں: **بہارِ شریعت** کی تخریج وقت کی اہم ضرورت تھی جس کو **المدینۃ العلمیہ** پورا کر رہی ہے۔ {9} شہزادہ خلیفۂ محدث اعظم پاکستان **حضرتِ مولانا مفتی محمد محمود احمد** دامت برکاتہم العالیہ (مہتمم جامعہ اسلامیہ جی ٹی روڈ تھلیہ کھاریاں گجرات پاکستان) لکھتے ہیں: **دعوتِ اسلامی** کے ذیلی ادارہ مکتبہ المدینہ کی طرف سے دو جلدوں میں شائع شدہ، صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرتِ علامہ مولنا **مفتی محمد امجد علی اعظمی** علیہ رحمۃ الباری کی گرانقدر علمی تالیف، فقہ اسلامی کے انسائیکلوپیڈیا **''بہارِ شریعت''** کو دیکھ کر دل باغ باغ ہوگیا اور آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں۔ مجلس **''المدینۃ العلمیہ''** کے باصلاحیت اور ذی استعداد قابلِ عزت و تکریم علمائے کرام شَکَرَ اللّٰہُ سَعْیَھُم نے جس محنت و جانفشانی سے یہ علمی کارنامہ سرانجام دیا ہے اس پر وہ جملہ عوام و خواصِ اہلسنّت کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں، کیونکہ بہارِ شریعت کی تسہیل و تخریج کر کے انہوں نے عوام اہلسنّت پر احسانِ عظیم فرمایا ہے، جزاھم اللّٰہ تعالٰی احسن الجزاء فی الدین والدنیا والاخرۃ۔ اللّٰہ تعالٰی تمام اہلسنّت بالخصوص فخر ملت پیر طریقت حضرتِ مولانا **محمد الیاس قادری** رضوی حفظہ اللّٰہ اور ان کے خدام کو مسلکِ اہلسنت کی مزید خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ {10} **شیخ الحدیث حضرت مولانا ڈاکٹر محمد مظہر فرید شاہ** دامت برکاتہم العالیہ (نائب مہتمم جامعہ فریدیہ ساہیوال پنجاب) لکھتے ہیں: **''بہارِ شریعت''** کی کامل تخریج دعوتِ اسلامی کا نمایاں کارنامہ ہے، تخریج کے بعد بہارِ شریعت کو حوالہ کے لیے بھی پیش کیا جاسکے گا۔ رب قدوس اس مؤقر تنظیم **دعوت اسلامی** کو مزید فروغ عطا فرمائے۔ {11} **محسنِ اہلسنّت مولانا حافظ محمد عطاء الرحمٰن قادری** رضوی دامت برکاتہم العالیہ (مرکز الاولیاء لاہور) لکھتے ہیں: **دعوتِ اسلامی** کی مجلس ''المدینۃ العلمیہ'' نے **بہارِ شریعت** کی تخریج و تسہیل کے ساتھ درست طباعت کا ذمہ لیا اور حق یہ ہے کہ حق ادا کر دیا۔ دُعا گو ہوں، احباب بھی دعا کریں مولائے کریم ارا کینِ المدینۃ العلمیہ کے علم و عمل اور جذبۂ خدمتِ دین میں مزید برکتیں عطا فرمائے اور مسلکِ اہلِ سنّت کی خوب اِشاعت کرنے کی توفیق دے۔ {12} **حضرت مولانا عبد الغفور نقشبندی** دامت برکاتہم العالیہ (مہتمم دار العلوم عربیہ اسلامیہ بمقام ڈیرہ الھیار بلوچستان) لکھتے ہیں: بہارِ شریعت جیسی ضخیم زرین کتاب کی تالیف و ترتیب پر تمام حضرات زِیدَ مَجْدُھُم (شعبہ تخریج کتب والمدینۃ العلمیہ ومکتبۃ المدینہ دعوت اسلامی) ہدیہ تبریک و تحسین کے مستحق ہیں۔

الحمدللّٰہ عَزَّوَجَلَّ اب سات حصوں (14 تا 20) پر مشتمل تیسری جلد پیشِ خدمت ہے جس میں مضاربت، ودیعت، ہبہ، اجارہ، اکراہ، قربانی، عقیقہ، حظر و اباحت، قصاص، دیت، وصیت، میراث وغیرہ کے مسائل کا تفصیلی بیان ہے۔ اس جلد میں تقریباً **193** آیات، **1144** احادیث اور **3666** مسائل کا ذکر ہے، جبکہ مکمل بہارِ شریعت میں تقریباً **541** آیاتِ قرآنی، **2628** احادیث مبارکہ اور **11613** مسائل ہیں، جو مسائل ضمناً مذکور ہوئے وہ اس کے علاوہ ہیں۔ حسبِ سابق **اس جلد پر بھی دعوتِ اسلامی کی مجلس ''المدینۃ العلمیۃ''** کے **''شعبہ تخریج''** کے مَدَنی علماء نے انتھک کوششیں کی ہیں، جس کا اندازہ کام کی اس تفصیل سے لگایا جاسکتا ہے، چنانچہ ❁ احادیث اور مسائل فقہیہ کے حوالہ جات کی اصل عربی کتب سے مقدور بھر تخریج کی گئی ہے۔ ❁ آیاتِ قرآنیہ کو منقش بریکٹ ﴿ ﴾، کتابوں کے نام اور دیگر اہم عبارات کو Inverted Commas '' '' سے واضح کیا گیا ہے۔ ❁ مصنف رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ کے رسم الخط کو حتَّی الامکان برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، صفحہ نمبر **13,14** پر بہارِ شریعت جلد سوم (3) میں آنے والے مختلف الفاظ کے قدیم و جدید رسم الخط کو آمنے سامنے لکھ دیا گیا ہے۔ ❁ جہاں جہاں نبی اَکرم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے اسمِ گرامی

کے ساتھ ''صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم ''اور **اللّٰہ** عزوجل کے نام کے ساتھ ''عزوجل'' لکھا ہوا نہیں تھا وہاں بریکٹ میں اس انداز میں (عزوجل)، (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) لکھنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ ❁ ہر حدیث ومسئلہ نئی سطر سے شروع کرنے کا التزام کیا گیا ہے اور عوام وخواص کی سہولت کے لئے ہر مسئلے پر نمبر لگانے کا بھی اہتمام کیا گیا ہے۔ ❁ پڑھنے والوں کی آسانی کے لئے اسی جلد کے شروع میں حروف تہجی کے اعتبار سے حلِ لغت کی ایک فہرست کا اہتمام کیا گیا ہے جسے تیار کرنے کے لئے لغت کی مختلف کتب کا سہارا لیا گیا ہے اور اس بات کو پیشِ نظر رکھا گیا ہے کہ اگر لفظ کا تعلق براہِ راست قرآنِ پاک سے تھا تو اس کو مختلف تفاسیر کی روشنی میں حل کرنے کی کوشش کی گئی، براہِ راست حدیثِ پاک کے ساتھ تعلق ہونے کی صورت میں حتَّی الامکان احادیث کی شروحات کو مدنظر رکھا گیا اور فقہ کے ساتھ تعلق کی بنا پر حتَّی المقدور فقہ کی کتب سے اِستِفادہ کیا گیا ہے۔ چند مقامات پر عبارت کی تسہیل (یعنی آسانی) کے لئے مشکل الفاظ کے معانی حاشیے میں بھی لکھ دیئے گئے ہیں تاکہ صحیح مسئلہ ذِہن نشین ہوجائے اور کسی قسم کی اُلجھن باقی نہ رہے۔ پھر بھی اگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئے تو علماءِ کرام دامَتْ فُیُوضُہُم سے **رابطہ کیجئے**۔ ❁ جہاں جہاں فقہی اصطلاحات استعمال ہوئی ہیں، ان کو حروف تہجی کے اعتبار سے ایک جگہ اکٹھا بیان کر دیا گیا ہے۔ اس سلسلے میں حتَّی المقدور کوشش کی گئی ہے کہ اگر اس اصطلاح کی وضاحت مصنف رحمۃُ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے خود اسی جگہ یا بہارِ شریعت کے کسی دوسرے مقام پر کی ہو تو اسی کو آسان الفاظ میں ذکر کیا گیا ہے اور اگر کسی اصطلاح کی تعریف بہارِ شریعت میں نہیں ملی تو دوسری معتبر کتابوں سے عام فہم اور باحوالہ اصطلاحات کی وضاحتیں ذکر کر دی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں اس حصہ میں جو مشکل اَعلام (مختلف چیزوں کے نام) مذکور ہیں لغت کی مختلف کُتب سے تلاش کر کے ان کو بھی آسان اَنداز میں اصطلاحات کے آخر میں ذکر کر دیا گیا ہے۔ ❁ علمائے کرام سے مشورے کے بعد صفحہ نمبر:

599,590,583,563,543,528,515,504,471,438,359,356,349,341,311,310,308,241,65,47
912,908,831,777,775,771,752,750,747,746,686,685,679,678,671,666,654,651,603,
1082,1079,1078,1073,1069,1064,1062,1061,1060,1047,1044,1043,1030,971,928,
1145,1144,1114,108,1104,1103,1101,1099,1098,1096,1095,1093,1087,1086,

پر مسائل کی تصحیح، تَرجیح، تَوضیح اور تطبیق کی غرض سے حاشیہ بھی دیا گیا ہے اور اس کے آخر میں **عِلْمِیہ** لکھ دیا گیا ہے۔ ❁ مصنف کے حواشی وغیرہ کو اسی صفحہ پر نقل کر دیا اور حسبِ سابق ۱۲ منہ بھی لکھ دیا ہے۔ ❁ مکرر پروف ریڈنگ کی گئی ہے، مکتبہ رضویہ آرام باغ، باب المدینہ کراچی کے مطبوعہ نسخہ کو معیار بنا کر مذکورہ خدمات سرانجام دی گئی ہیں، جو درحقیقت ہندوستان سے طبع شدہ قدیم نسخہ کا عکس ہے لیکن صرف اسی پر انحصار نہیں کیا گیا بلکہ دیگر شائع کردہ نسخوں سے بھی مدد لی گئی ہے۔ ❁ آخر میں مآخذ ومراجع کی فہرست، مصنفین ومؤلفین کے ناموں، ان کی سنِ وَفات اور مطابع کے ساتھ ذکر کر دی گئی ہے۔

عرضِ حال

بہارِ شریعت پر اس طرز سے کام کرنے میں جہاں تقریباً 16 مَدَنی علماء دامت برکاتہم العالیہ کی توانائیاں خرچ ہوئیں وہیں کُتُب، کمپیوٹرز اور تنخواہوں اور دیگر اخراجات کی مدّ میں **دعوتِ اسلامی** کا زرِ کثیر بھی خرچ ہوا۔ **اِن تمام تر کوششوں کے باجود ہمیں دعوئ کمال نہیں** لہٰذا ہمارے کام میں جو خوبی نظر آئے وہ **اللّٰہ ورسول** عَزَّوَجَلَّ وصلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کی عطا ہے اور جو خامیاں نظر آئیں وہاں ہماری غیر ارادی **کوتاہی** کو دخل ہے۔ مَدَنی التجا ہے کہ جہاں جہاں ضرورت محسوس کریں بذریعہ مکتوب یا ای میل ہماری رہنمائی فرمائیں۔ **اللّٰہ** تعالٰی **دعوتِ اسلامی** کی تمام مجالس بشمول **مجلس ''المدینۃ العلمیۃ''** کو دن پچیسویں رات چھبیسویں ترقی عطا فرمائے۔ **اٰمِین بِجاہِ النَّبِیِّ الْاَمین** صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی) شعبہ تخریج

25 صفر المظفر 1432ھ، بمطابق 30 جنوری 2011ء

ایک نظر اِدھر بھی!

قدیم الفاظ	مستعملہ جدید الفاظ	قدیم الفاظ	مستعملہ جدید الفاظ
اِدہر	اِدھر	اودہر	اُدھر
اوتار	اُتار	اوتارا	اُتارا
اوتارنا	اُتارنا	اوترتا	اُترتا
اوترنا	اُترنا	اوتاریں	اُتاریں
اوتنا	اُتنا	اوتنی	اُتنی
اوتنے	اُتنے	اوٹھ	اُٹھ
اوٹھا	اُٹھا	اوٹھانا	اُٹھانا
اوٹھائی	اُٹھائی	اوٹھائے	اُٹھائے
اوٹھایا	اُٹھایا	اوچھلا	اُچھلا
اوچھلنے	اُچھلنے	اودھر	اُدھر
اوڑ	اُڑ	اوڑا	اُڑا
اوڑنا	اُڑنا	اوڑائیں	اُڑائیں
اوڑی	اُڑی	اوس	اُس
اوسکا	اُس کا	اوسکی	اُس کا
اوسی	اُسی	اوسے	اُسے
اوگ	اُگ	اوگا	اُگا
اوگنے	اُگنے	اوگی	اُگی
اوگے	اُگے	اولٹ	اُلٹ
اولٹی	اُلٹی	اون	اُن
اونتیس	اُنتیس	اونہی	اُنہی

اونہیں	اُنہیں	آدھ	آدھا
آگن	آنگن	بارہ	بارے
بَر	بھڑ	بڑہا	بڑھا
بڑہے	بڑھے	بندا	بند
بی بیاں	بیبیاں	پاپندی	پابندی
پان پانسو	پانچ پانچ سو	پانسو	پانچ سو
پرند	پرندہ	پروس	پڑوس
پروسی	پڑوسی	پودہ	پودا
تربز	تربوز	تُھنیاں	تُھونیاں
ٹھیرا	ٹھہرا	ٹھیرے	ٹھہرے
جدہر	جدھر	چھوڑانا	چھڑانا
چھوڑانے	چھڑانے	چورا	چُرا
چورانا	چرانا	خربزہ	خربوزہ
دہنی	داہنی	سپید	سفید
سمجھ وال	سمجھدار	سونار	سُنار
طیار	تیار	طیاری	تیاری
کلپ	کلف	کھات	کھاد
کوآں	کنواں	کوآری	کنواری
کوئیں	کنویں	کوٹھری	کوٹھڑی
گالی گلوج	گالی گلوچ	گپھا	گچھا
لنبا	لمبا	لنبی	لمبی
منھ	منہ	مونھ	منہ
یوہیں	یونہی	مونھ نال	مُنہال
نوکرنی	نوکرانی		

اعلام

الف

1	اَبری	کتاب کی جلد پر چڑھانے کا رنگین منقش کاغذ۔
2	اَچکن	ایک قسم کا مردانہ لباس، شیروانی۔
3	اَروی	ایک قسم کی ترکاری۔
4	اَسوج	بکرمی سال کا مہینہ جو 15 ستمبر سے 15 اکتوبر تک ہوتا ہے۔
5	اَفیُون	افیم، ایک نشہ آور چیز جو پوست کے رس کو منجمد کر کے بنائی جاتی ہے، خشخاش کے ڈوڈے کا جما ہوا رس۔
6	اَلسی	چھوٹی چھوٹی نازک پتیوں والا ایک پودا اور اس کے بیج جن سے تیل نکالا جاتا ہے۔
7	امرتی	ایک مٹھائی جو ماش کے آٹے کی بنائی جاتی ہے اور شکل میں جلیبی کی طرح ہوتی ہے۔
8	اندرائن	خربوزے کی شکل کا ایک پھل جو دیکھنے میں خوبصورت اور ذائقے میں بہت کڑوا ہوتا ہے۔
9	انگرکھا	ایک قسم کا لمبا مردانہ لباس جس کے دو حصے ہوتے ہیں چولی اور دامن۔
10	ایلوا	ایک درخت کا جما ہوا انتہائی کڑوا نچوڑ، مصَبّر
11	ایلیاء	بیت المقدس۔

آ

12	آبنوس	ایک درخت کا نام جس کی لکڑی سخت، وزنی اور سیاہ ہوتی ہے۔
13	آتش کدہ	مجوسیوں کا عبادت خانہ جس میں وہ آگ کو پوجتے ہیں۔
14	آرسی	ایک زیور جو عورتیں ہاتھ کے انگوٹھے میں پہنتی ہیں اس میں نگینے کے بجائے شیشہ جڑا ہوتا ہے۔
15	آریا	ایک قدیم قوم جس کی نسل کے لوگ پاک و ہند، ایران اور یورپ میں آباد ہیں، ہندوؤں کا ایک مذہبی فرقہ۔
16	آکلہ	ایک قسم کی بیماری جو متاثرہ عضو (جسم کے حصے) کو کھاتی اور گلاتی ہے۔

ب

17	بافتہ	ایک قسم کا ریشمی کپڑا جس کا شمار اعلیٰ درجے کے کپڑوں میں ہوتا ہے۔

18	بِجُّو	بلی سے ذرا چھوٹا مردار کھانے والا ایک جانور جو عموماً قبرستانوں میں رہتا ہے۔
19	برج اسد	آسمانی دائرے کے بارہ حصوں میں سے وہ حصہ جس میں چند ستارے مل کر شیر کی شکل میں رہتے ہیں۔
20	بَرچھی	چھوٹا نیزہ۔
21	برص	ایک مرض کا نام جس میں فسادِ خون کی وجہ سے جسم پر سفید دھبے پڑ جاتے ہیں۔
22	بریلی	انڈیا کے صوبے اتر پردیش میں ایک ضلع کا صدر مقام ہے۔
23	بطحان	مدینہ منورہ کی ایک وادی۔
24	بلخ	خراسان کا ایک مشہور شہر۔
25	بَہری	ایک شکاری پرندہ۔
26	بید	ایک قسم کا درخت جس کی شاخیں نہایت لچکدار ہوتی ہیں، اس کی لکڑی سے ٹوکریاں اور فرنیچر بنایا جاتا ہے
27	بیسن	چنے کا آٹا۔
28	بیل گاڑی	وہ گاڑی جس کے آگے بیل جوتے جاتے ہیں۔
29	بیلا	ایک قسم کا سفید خوشبودار پھول جو چنبیلی کے پھول سے بڑا اور موتیا کے پھول سے ملتا جلتا ہوتا ہے نیز اس کا پودا۔

بھ

30	بھاگلپور	ہندوستان (انڈیا) میں ایک علاقے کا نام ہے۔
31	بھنگ	ایک قسم کا نشہ آور پتوں والا پودا، نیز اس کے پتوں کو گھوٹ کر تیار کیا ہوا نشہ آور مشروب۔
32	بھینسا	بھینس کا نر۔

پ

33	پَچِّیسی	چوسر کے ایک کھیل کا نام جو پانسوں کی جگہ سات کوڑیوں سے کھیلا جاتا ہے۔
34	پرتلا	وہ پٹی یا چوڑا تسمہ جس میں تلوار لٹکی رہتی ہے۔
35	پن چکی	پانی سے چلنے والی چکی جو آٹا وغیرہ پیستی ہے۔
36	پوت	شیشے کا سوراخ دار چھوٹا دانہ جو موتی کی مانند ہوتا ہے۔
37	پوستین	کھال کا کوٹ، چمڑے کا چُغہ۔

پھ

38	پھُندنا	تاگے یا ریشم کا پھول یا گچھا جو تسبیح ،ٹوپی، کپڑے وغیرہ میں زینت کے لئے لگایا جاتا ہے، جھالر۔

ت

39	تانگہ، تانگا	گھوڑا گاڑی جس میں آگے پیچھے چھ سواریاں بیٹھ سکتی ہیں۔
40	تپِ دِق	ایک بیماری جو بدن میں سرایت کرکے بدن کی رطوبت کو سکھا دیتی ہے۔
41	تکلا	چرخے کی وہ آہنی سلاخ جس پر کاتتے وقت کُکڑی (کچے سُوت کی لچھی) بنتی جاتی ہے۔
42	تُونبا	اندر سے خالی اور خشک کیا ہوا کدو۔

تھ

43	تھُنیاں	تھونیاں، وہ لکڑی جو چھپر کے نیچے سہارا دینے کے لیے لگاتے ہیں۔

ٹ

44	ٹٹو	چھوٹے قد کا گھوڑا۔
45	ٹٹیاں	ٹٹی کی جمع، بانس یا سرکنڈوں کا بنا ہوا چھپر جو دروازوں یا کھڑکیوں پر لگاتے ہیں۔
46	ٹسر	ایک قسم کا ادنی درجے کا ریشم۔
47	ٹسری	ایک قسم کا ریشمی کپڑا۔

ج

48	جب الحزن	یہ جہنم میں ایک وادی ہے کہ جہنم بھی ہر روز چار سو مرتبہ اس سے پناہ مانگتا ہے۔
49	جذام	کوڑھ، فساد خون کی ایک موذی بیماری۔
50	جرّاح	سرجن، زخموں کا Operation کرنے والا، زخم وغیرہ کا علاج کرنے والا۔
51	جَسْت	ایک مرکب دھات جو تانبے اور سیسے کو ملا کر تیار کی جاتی ہے۔
52	جواسا	ایک خاردار خودرو (خوداُگا ہوا) پودا جو خشک اور ریتلی زمین میں ہوتا ہے۔لوگ موسم گرما میں لُو سے بچنے کے لیے اس کے سائبان، ٹٹیاں بناتے ہیں۔

53	جَوْزُ الطِّیب	ایک قسم کا خوشبودار پھل۔
54	جوہی	چنبیلی جیسے خوشبودار پھول جو اُس سے ذرا چھوٹے ہوتے ہیں نیز ان کا پودا۔
55	جَیحُوْن	ایران میں ایک دریا کا نام جو ماوراء النہر اور خراسان کے درمیان اور بلخ کے نزدیک ہے، دریائے آمو۔

چ

56	چَانڈو	افیون کا ایک نشہ جس میں افیون کو پانی میں پکا کر حقے کی طرح پیا جاتا ہے۔
57	چَرَس	ایک نشہ جو بھنگ کے پتوں سے تیار کیا جاتا ہے اسے تمبا کو کی طرح پیتے ہیں۔
58	چرسا	کنویں سے پانی نکالنے کا چمڑے کا بڑا ڈول۔
59	چُقَنْدر	ایک ترکاری جو شلجم سے مشابہ اور نہایت سرخ ہوتی ہے۔
60	چکن	وہ کپڑا جس پر کشیدہ کاری کے ساتھ بیل بوٹے کاڑھے ہوتے ہیں۔
61	چمبیلی ،چنبیلی	چنبیلی کا پودا، ایک مشہور خوشبودار پھول جو سفید اور زرد رنگ کا ہوتا ہے
62	چوسر	ایک قسم کا کھیل جس کی بساط سولی کی طرح ہوتی ہے، اس کے ہر حصے میں مربع شکل کے ۲۴ خانے بنے ہوتے ہیں اور اس کا درمیانی حصہ ملا کر ۲۵ ہو جاتے ہیں، پچیسی۔ بساط سے مراد کپڑا یا تختہ ہے۔
63	چیناسلک	چین کا بنا ہوا ریشمی کپڑا۔

ح

64	حبرہ	ایک قسم کی دھاری دار یمنی چادر۔
65	حَضَرَمَوْت	ملکِ یمن میں ایک علاقے کا نام ہے۔
66	حفیا	یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے چند میل کے فاصلے پر ہے۔
67	حلقوم	وہ نلی جس میں سے سانس آتی جاتی ہے۔

خ

68	خس	ایک قسم کی خوشبودار گھاس کی جڑ جو گرمی کے موسم میں ٹٹیاں بنانے کے کام آتی ہے۔
69	خَلوق	ایک خوشبو جو عنبر، مشک اور کافور کی آمیزش (ملاوٹ) سے بنتی ہے۔

د

70	دَجْلہ	عراق میں ایک دریا کا نام جو بغداد کے قریب ہے۔
71	دُریا	کانوں کی لو میں پہننے کا چھوٹا سا زیور جس میں عام طور پر صرف ایک موتی ہوتی ہے۔
72	دُمچی	وہ تسمہ جو زین کے پچھلے حصے سے جڑا ہوتا ہے، دُم کے نیچے سے گزرتا اور زین کو آگے کی طرف جانے سے روکتا ہے۔
73	دوتارا	ایک قسم کی چھوٹی سارنگی جس میں دو تار ہوتے ہیں۔

ر

74	رام بانس	ایک قیمتی کپڑا۔
75	رَامپور	یہ مسلمانوں کی ایک قدیم ریاست تھی جسے انگریزوں کی حکومت کے بعد انڈیا کے صوبے اتر پردیش میں ضم (شامل) کر دیا گیا جو بریلی سے مغرب کی سمت واقع ہے۔
76	رہٹ	وہ چرخ جس کے ذریعے کنویں سے پانی نکالتے ہیں۔

ز

77	زبرجد	ایک سبز رنگ کا زردی مائل قیمتی پتھر، زُمُرُّد کی ایک قسم۔
78	زرہ	فولاد کا جالی دار لباس جو جنگ کے دوران پہنتے تھے۔
79	زعفران	ایک قسم کا نہایت خوشبودار زرد رنگ کا پھول، ایک پودا جس کے پھول زرد اور جڑ پیاز کی مانند ہوتی ہے۔
80	زُمُرُّد	سبز رنگ کا قیمتی پتھر جو زیورات میں استعمال ہوتا ہے۔
81	زنبیل	کھجوروں کے پتوں سے بنی ٹوکری۔

س

82	سارنگی	ایک قسم کا ساز جس میں تار لگے ہوتے ہیں اسے چھاتی سے لگا کر گز سے بجایا جاتا ہے۔
83	سانچا	اینٹیں بنانے کا آلہ، قالب۔
84	سانڈ	بیل یا گھوڑا جسے نسل کی افزائش کے لیے تیار کیا جاتا ہے۔
85	سائبان	بارش اور دھوپ سے بچانے کے لئے آہنی چادروں کا چھجہ، چھپر۔
86	سِتار	ایک قسم کا ساز جسے گز سے بجایا جاتا ہے اس میں پہلے تین تار ہوتے تھے اب پانچ سے سات تک ہوتے ہیں۔
87	سقہ	پانی بھر کر لانے کا کام کرنے والا۔
88	سلع	مدینہ منورہ میں ایک پہاڑی کا نام ہے۔
89	سلیم شاہی	ایک قسم کی نازک خوبصورت انی دار جوتیاں جو دلی میں بنائی جاتی تھیں۔
90	سمُّور	ایک نہایت نرم اور باریک پشم (بالوں) والا برفانی جانور، نیز اس کی کھال۔
91	سَن	ایک مشہور پودا جس کے ریشوں سے رسی اور بوریاں وغیرہ بناتے ہیں۔
92	سَنجاب	ترکستان کا ایک جانور جو چوہے سے بڑا ہوتا ہے جس کی ملائم پشم دار کھال سے پوستین بناتے ہیں۔
93	سَنکھ	ایک قسم کا باجا جو قدیم زمانے سے مندروں میں پوجا پاٹ کے وقت یا اس کے اعلان کے لئے بجایا جاتا ہے۔
94	سویا	ایک خوشبودار ساگ۔
95	سَیحُوْن	وسطی ایشیا کا ایک بڑا دریا۔
96	سینٹھا	نرکل (ایک قسم کی گھاس) جس سے قلم وغیرہ بناتے ہیں، سرکنڈا۔

ش

97	شام	لکڑی یا چھڑی وغیرہ کے سروں پر چڑھایا جانے والا کسی دھات کا چھلے کی طرح کا خول۔

98	شاہجہانپور	ہندوستان (انڈیا) میں ایک علاقے کا نام ہے۔
99	شطرنج	ایک قسم کا کھیل جو ۶۴ چکور خانوں کی بساط پر دو رنگ کے ۳۲ مہروں (گوٹوں) سے کھیلا جاتا ہے۔
100	شفتالو	ایک قسم کا بڑا آڑو جسے چکیا آڑو بھی کہتے ہیں۔
101	شکرا	ایک شکاری پرندہ۔

ص

102	صدری	واسکٹ۔
103	صلیب	عیسائیوں کا ایک مقدس نشان جو کراس (+) کی شکل کا ہوتا ہے۔

ط

104	طاعون	ایک مہلک اور متعدی وبائی بیماری جس میں چھاتی، بغل یا خصیے کے نیچے گلٹیاں (رسولیاں) نکلتی ہیں اور تیز بخار ہوتا ہے۔
105	طنبورہ	ستار کی طرح کا ایک ساز جس میں تین یا چار تار لگے ہوتے ہیں۔

ع

106	عَرْج	ایک گاؤں کا نام جو مدینہ سے کئی منزل کے فاصلے پر ہے۔
107	عقرب	آسمان کے بارہ برجوں میں سے ایک برج کا نام، آٹھواں بُرج۔
108	عقیق	ایک سرخ رنگ کا قیمتی پتھر یہ سیاہ، زرد، نیلا اور سفید بھی ہوتا ہے۔
109	عقیق	ایک مشہور وادی جو مدینہ منورہ کے عین مغرب کی جانب واقع ہے۔
110	علَم	شہدائے کربلا کے نام کا جھنڈا جس پر پنجے کی شکل بنی ہوتی ہے۔
111	علوی	حضرت علی کرم اللہ وجھہ الکریم کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بطن مبارک سے نہ ہو۔

غ

112	غابہ	مدینہ منورہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔

ف

113	فالج	ایک بیماری جوجسم کے جس حصے کولگ جائے اسے بیکار کردیتی ہے۔
114	فُرات	عراق میں ایک دریا ہے جوکوفے کے قریب بہتا ہے اسی کے کنارے کربلا واقع ہے۔
115	فیروزہ	ایک مشہور قیمتی پتھر جوسبز،آسمانی،نیلگوں رنگ کا ہوتا ہے۔

ق

116	قلعی	سفید رنگ کی ملائم دھات جوچاندی سے مشابہت رکھتی ہے۔
117	قندیل	ایک قسم کا فانوس جس میں چراغ جلا کر لٹکاتے ہیں۔

ک

118	کتم	ایک قسم کی گھاس جس کومہندی میں ملا کر وسمہ اوراس کی جڑ پکا کر سیاہ روشنائی بناتے ہیں۔
119	کُسُم	ایک پھول جس کو بھگونے سے گہرا سرخ رنگ نکلتا ہے اور کپڑے رنگے جاتے ہیں۔
120	کِلّی	چِچڑی،چھوٹا سا خون پینے والا ایک کیڑا جوعموماً کتے بکری وغیرہ کی کھال سے چپٹا رہتا ہے۔
121	کمخواب	ایک قسم کا قیمتی ریشمی کپڑا۔
122	کنڈیا	پھل وغیرہ رکھنے کی ٹوکری۔
123	کنوتی	گھوڑے اور ہرن وغیرہ کے کان۔
124	کوبہ	ایک قسم کا مشہور باجا۔
125	کولو	تیل یارس بیلنے (نکالنے) کا آلہ۔

126	کونڈا	مٹی وغیرہ کا بنا ہوا ایک برتن جو تھال نما ہوتا ہے، مٹی کی پرات۔

کھ

127	کَھپَّچی	بانس کا چِرا ہوا ٹکڑا۔
128	کَھپرَیل	مٹی کے ٹھیکروں سے بنی ہوئی چھت۔

گ

129	گانجا	بھنگ کی قسم کا ایک پودا جس کے پتے اور بیج نشہ آور ہوتے ہیں، چلم میں رکھ کر پیئے جاتے ہیں۔
130	گچ	چونا یا سیمنٹ کا مَسالا جو اینٹوں کو جوڑنے یا پلستر کرنے میں استعمال ہوتا ہے۔
131	گرجا	عیسائیوں کا عبادت خانہ۔
132	گزی	ایک ادنیٰ (گھٹیا) قسم کا سوتی دیسی کپڑا۔
133	گنجِفہ	ایک کھیل کا نام جو تاش کی طرح کھیلا جاتا ہے، اس میں 96 پتے اور آٹھ رنگ ہوتے ہیں اور تین کھلاڑی کھیلتے ہیں، اس کا پتا گول گتے کی شکل کا ہوتا ہے۔
134	گنگا	ہندوستان (انڈیا) کا ایک مشہور دریا۔
135	گورخر	جنگلی گدھا جو عام گدھے سے بڑا اور گھوڑے سے چھوٹا ہوتا ہے۔
136	گوٹا	سونے، چاندی اور ریشم کے تاروں سے بنا ہوا فیتا یا زری کی تیار کی ہوئی گوٹ، یا کناری جو عموماً عورتوں کے لباس پر زینت کے لیے ٹانکی جاتی ہے۔
137	گوہ	چھپکلی کی شکل کا ایک رینگنے والا جانور جو اس سے بہت بڑا ہوتا ہے اس کی دو زبانیں ہوتی ہیں۔

گھ

138	گھاگرا	ہندوستان (انڈیا) کا ایک دریا۔
139	گھنٹہ	کسی دھات کا بنا ہوا تو اجسے موگری (لکڑی کی ہتھوڑی) سے بجاتے ہیں، بڑی گھنٹی۔

140	گھونس	چوہے کی طرح کا ایک جانور جو چوہے سے ذرا بڑا ہوتا ہے۔
141	گھنگھرو	ایک قسم کا بجنے والا زیور۔
142	گھینسا	پتلا لمبا زمینی کیڑا۔
		ل
143	لٹھا	ایک قسم کا سوتی کپڑا عموماً اس سے مردے کو کفن دیا جاتا ہے۔
144	لچکا	زری کی تیار کی ہوئی گوٹ جو دو انگل سے چار انگل تک چوڑی ہوتی ہے۔
145	لئی	گھلا ہوا آٹا جو لیس دار ہوتا ہے اور کاغذ وغیرہ جوڑنے کے کام آتا ہے۔

م

146	مارکین	امریکہ کا بنا ہوا ایسا موٹا کپڑا جس کا عرض بڑا ہوتا ہے۔
147	مارواڑ	جودھ پور (بھارت کا ایک علاقہ)
148	مخمل	ایک نہایت نرم، ملائم، روئیں دار ریشمی کپڑا۔
149	مرّالظہران	مکۂ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام ہے۔
150	مُرّی	یہ وہ نلی ہے جس سے کھانا پانی اُترتا ہے۔
151	ململ	ایک قسم کا باریک سوتی کپڑا۔
152	موچنا	بال اُکھیڑنے کا آلہ، اوزار۔
153	مَہُوا	ایک درخت جس کے پتے سرخ، زردی مائل اور پھول خوشبودار کھانے میں لذیذ ہوتے ہیں اس کا پھل گول چھوہارے کی مانند ہوتا ہے اور اس کے پھولوں سے شراب بھی بناتے ہیں۔
154	مَہوکا	کوے سے ملتا جلتا کتھئی رنگ کا ایک پرندہ۔

ن

155	ناقوس	سَنکھ (ایک قسم کا باجا) جو ہندو یا دوسرے غیر مسلم پوجا کے وقت بجاتے ہیں۔
156	نرد	شطرنج کے کھیل کا پیادہ جو صرف آگے چلتا ہے پیچھے نہیں چلتا۔
157	نقیع	مدینہ منورہ سے دور ایک علاقہ۔
158	نوبت	نقّارہ، ڈھول۔
159	نوروز، نَیرِوز	ایرانی شمسی سال کا پہلا دن، یہ ایرانیوں کی عید کا دن ہے۔
160	نہائی	سندان، لوہار جس پر لوہا کوٹتے ہیں۔
161	نِیل	مصر میں ایک دریا کا نام، اللّٰہ تعالٰی نے فرعون اور اس کی قوم کو اسی دریا میں غرق کیا تھا۔
162	نیم	ایک چھتاور (گھنا) درخت جس کے پتے، چھال اور پھل بہت کڑوے ہوتے ہیں اور طبی خواص رکھتے ہیں۔

و

163	وَدجَین	حلقوم اور مُری کے آس پاس کی دو رگیں ہیں جن میں خون کی روانی ہوتی ہے۔

ہ

164	ہارمونیم	ایک قسم کا صندوق نما انگریزی باجا۔

ی، ے

165	یاقوت	ایک قیمتی پتھر جو سرخ، نیلا، زرد یا سفید ہوتا ہے۔
166	یشب	ایک قیمتی پتھر کا نام جو مائل بہ سبزی ہوتا ہے۔
167	یکتارا	ایک قسم کا ساز جس میں ایک تار لگا ہوتا ہے۔
168	یکہ	ایک قسم کی گھوڑا گاڑی۔

جلد سوم (3) کی اصطلاحات باعتبار حروف تہجی

الف

1	اِبضاع	تجارتِ مضارَبت میں اگر کل نفع رب المال (مال دینے والے) ہی کے لیے دینا قرار پایا ہو تو اس کو ابضاع کہتے ہیں۔ (بہار شریعت، ج ۳، حصہ ۱۴، ص ۱)
2	اِجارہ	کسی شے کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کر دینا اجارہ ہے۔ (ایضاً ص ۱۰۷)
3	اِجارۂ فاسد	عقد فاسد (اجارۂ فاسد) وہ ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے موافق شرع (شریعت کے مطابق) ہے مگر اس میں کوئی وصف ایسا ہے جس کی وجہ سے نامشروع ہے۔ (ایضاً ص ۱۴۰)
4	اِجارۂ باطل	وہ اجارہ جو اپنی اصل ہی کے لحاظ سے خلاف شرع ہو۔ (ایضاً)
5	اُجرتِ مثل	کسی شخص کو کسی کام کی وہ اُجرت (مزدوری) دینا جو اس کام کے کرنے والے کو عام طور پر دی جاتی ہے۔ (ردالمحتار، ج ۹، ص ۷۵)
6	اَجیر	اُجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں، ملازم، مزدور، نوکر۔ (بہار شریعت، ج ۳، حصہ ۱۴، ص ۱۰۷)
7	اَجیرِ مُشتَرک	وہ اجیر جو ایک سے زائد لوگوں کا کام کرتا ہو، مثلاً دھوبی۔
8	اِحتِکار	کھانے کی چیز کو اس لیے روکنا (اسٹاک کرنا) کہ گراں (یعنی مہنگی) ہونے پر فروخت کرے گا۔ (بہار شریعت، ج ۳، حصہ ۱۶، ص ۴۸۲)
9	اَخیافی	ماں شریک بہن بھائی یعنی جن کی ماں ایک ہو اور باپ الگ الگ ہوں۔
10	اَدِلّۂ اَربعہ	وہ چار اصول جن پر علم فقہ کی بنیاد ہے یعنی کتاب اللّٰہ، سنت رسول، اجماع امت، قیاس۔
11	اَرش	وہ مال جو مادون النفس (قتل کے علاوہ) میں لازم ہوتا ہے اور کبھی اَرش اور دیت کو بطور مترادف بھی بولتے ہیں۔ (بہار شریعت، ج ۳، حصہ ۱۸، ص ۸۳۰)
12	اِستِحسَان	ایک دلیل کا نام ہے جو قیاس کے مخالف ہوتا ہے۔ جب یہ قیاس سے اقوی ہو تو اسی پر عمل کیا جاتا ہے۔ اس کو استحسان اسی لیے کہتے ہیں کہ عموماً یہ قیاس سے اقوی ہوتا ہے۔ (التعریفات، باب الالف، ص ۱۷)

13	اِستِدانہ	کوئی چیز اُدھار خریدی اور مال مضارَبَت میں اس ثمن کی جنس سے (جو ربُّ المال نے دیا ہے) کچھ باقی نہیں ہے۔ (بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۱۴، ص ۷)
14	اِستِصناع	کاریگر کو فرمائش دے کر چیز بنوانا، آرڈر پر چیز بنوانا۔ (بہارشریعت، ج ۲، حصہ ۱۱، ص ۸۰۷)
15	اَصحاب فرائض	اس سے مراد وہ لوگ ہیں جن کا حصہ میراث میں قرآن وحدیث اور اجماعِ امت کی رو سے معین کر دیا گیا ہے۔ انھیں ذوی الفروض بھی کہتے ہیں۔ (الشریفیة شرح السراجی، ص۸)
16	اُضحِیہ	مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بہ نیت تقرب (ثواب کی نیت سے) ذبح کرنا قربانی ہے اور کبھی اس جانور کو بھی اضحیہ اور قربانی کہتے ہیں جو ذبح کیا جاتا ہے۔ (بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۱۵، ص ۳۲۷)
17	اِعتِکاف	مسجد میں اللہ عزوجل کے لیے (اعتکاف کی) نیت کے ساتھ ٹھہرنا۔ (بہارشریعت، ج ۱، حصہ ۵، ص ۱۰۲۰)
18	اِقالہ	دو شخصوں کے مابین جو عقد ہوا اس کے اُٹھادینے (ختم کردینے) کو اقالہ کہتے ہیں، اقالہ میں دوسرے کا قبول کرنا ضروری ہے تنہا ایک شخص اقالہ نہیں کرسکتا ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج ۲، حصہ ۱۱، ص ۷۳۴)
19	اِکراہ شرعی	کسی کے ساتھ ناحق ایسا فعل کرنا کہ وہ شخص ایسا کام کرے جس کو وہ کرنا نہیں چاہتا اور کبھی مکرِہ (مجبور کرنے والے) کی جانب سے کوئی ایسا فعل نہیں کیا جاتا جس کی وجہ سے مکرَہ (مجبور کیا ہوا) اپنی مرضی کے خلاف کرے مگر مکرَہ جانتا ہے کہ یہ شخص ظالم ہے اگر میں نے نہ کیا تو جو کچھ کہتا ہے کر گزرے گا اس صورت میں بھی اکراہ ہے اسے لوگ جبر کرنا بھی کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۱۵، ص ۱۸۸)
20	اِکراہ تام	مار ڈالنے یا عضو کاٹنے یا ضرب شدید (جس سے جان یا عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو) کی دھمکی دی جائے مثلاً کوئی کسی سے کہتا ہے کہ یہ کام کر، ورنہ تجھے مارتے مارتے بیکار کردوں گا۔ اس کو اکراہ ملجی بھی کہتے ہیں۔ (ایضاً، ص ۱۸۹)
21	اِکراہ ناقِص	جس میں اس (مار ڈالنے یا عضو کاٹنے یا ضرب شدید) سے کم کی دھمکی ہو مثلاً پانچ جوتے ماروں گا یا پانچ کوڑے ماروں گا یا مکان میں بند کردوں گا یا ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دوں گا اس کو اکراہ غیر ملجی بھی کہتے ہیں۔ (ایضاً)
22	اُمِّ ولد	وہ لونڈی جس کے ہاں بچہ پیدا ہوا اور مولیٰ (مالک) نے اقرار کیا کہ یہ میرا بچہ ہے۔ (بہارشریعت، ج ۲، حصہ ۹، ص ۲۹۴)
23	امانت	(۱) دوسرے شخص کو اپنے مال کی حفاظت پر مقرر کردینے کو ایداع کہتے ہیں اور اُس مال کو ودیعت کہتے ہیں جس کو عام طور پر امانت کہا جاتا ہے۔ (بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۱۴، ص ۳۱) (۲) امانت اُسے کہتے ہیں جس میں تلف پر (ضائع ہونے پر) ضمان نہیں ہوتا ہے عاریت اور کرایہ کی چیز کو بھی امانت کہتے ہیں مگر ودیعت خاص اُس کا نام ہے جو حفاظت کے لیے دی جاتی ہے۔ (حاشیہ ایضاً)

نمبر	اصطلاح	تعریف
24	اَمرَد	(خوبصورت لڑکا) وہ جس کی داڑھی نہ اگی ہو اور نہ ہی اس عمر کو پہنچا ہو جس میں عموماً داڑھی اگتی ہے۔ (الموسوعة الفقهية، ج٦، ص ٢٥٢) جن کی داڑھی نکل کر جب تک پورے چہرے پر خوب نمایاں نہیں ہو جاتی وہ (اکثر 22 سال کی عمر تک) عُموماً اَمرَد ہوتے ہیں، بعضوں کے پورے چہرے پر داڑھی نہیں آتی تو وہ 25 سال یا اس سے بھی زائد عمر تک اَمرَد رہتے ہیں۔ اَمرَد کے علاوہ ہر وہ مرد بھی امرد ہی کے حکم میں ہے جسے دیکھ کر شہوت آتی ہو اور لذّت کے ساتھ بار بار اُس کی طرف نظر اٹھتی ہو، لہٰذا شہوت آنے کی صورت میں وہ مرد چاہے بڑھا ہو اُسے قصداً دیکھنا حرام ہے۔ (امرد پسندی کی تباہ کاریاں مع برباد جوانی، ص۱۰، از امیر اہلسنت دامت برکاتہم العالیہ)
25	اَیامِ تَشرِیق	دس ذوالحجہ کے بعد کے تین دن (۱۱، ۱۲، ۱۳) کو ایامِ تشریق کہتے ہیں۔ (ردالمحتار، ج٣، ص ٧١)
26	اَیامِ مَنهِیّه	عیدالفطر، عیدالاضحیٰ اور گیارہ، بارہ، تیرہ ذی الحجہ کے دن کہ ان میں روزہ رکھنا منع ہے اسی وجہ سے انھیں ایامِ منہیہ کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۱، حصہ۵، ص۹۶۷)
27	اَیامِ نَحر	قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوعِ صبح صادق سے بارہویں کے غروبِ آفتاب تک ہے یعنی تین دن دو راتیں اور ان دنوں کو ایامِ نحر کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۵، ص۳۳۶)
28	اِیجاب وقبول	نکاح (عقد) کرنے والوں میں سے پہلے کا کلام ایجاب اور دوسرے کا قبول کہلاتا ہے۔ (ردالمحتار، ج٤، ص ٧٨)
29	اِیداع	دوسرے شخص کو اپنے مال کی حفاظت پر مقرر کر دینے کو ایداع کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳ حصہ۱۴، ص۳۱)
30	اِیلا	شوہر کا یہ قسم کھانا کہ بیوی سے جماع نہ کرے گا یا چار مہینے جماع نہ کرے گا۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۸، ص۱۸۲)
31	اِیلائے مُؤبّد	ایسا ایلا جس میں چار مہینے کی قید نہ ہو۔ (ایضاً ص۱۸۳، ماخوذاً)
32	اِیلائے مُؤقّت	ایسا اِیلا جس میں چار مہینے کی قید ہو۔ (ایضاً، ماخوذاً)

آ

نمبر	اصطلاح	تعریف
33	آجر	(عقد اجارہ میں) مالک کو آجر کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۴، ص۱۰۷)
34	آمّه	وہ زخم جو دماغ کی جھلی تک پہنچ جائے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۸، ص۸۴۲)

ب

نمبر	اصطلاح	تعریف
35	باضِعه	وہ زخم جس میں سر کی جلد کٹ جائے۔ (ایضاً)

36	بائِع	چیز بیچنے والے کو بائع کہتے ہیں۔
37	بِدعت	وہ اِعتِقاد یا وہ اَعمال جو کہ حضور علیہ الصلاۃ والسلام کے زمانہ حیات ظاہری میں نہ ہوں بعد میں ایجاد ہوئے۔ (جاء الحق، ص۲۲۱)
38	بدعت سیئہ	جو بدعت اسلام کے خلاف ہو یا کسی سنت کو مٹانے والی ہو وہ بدعت سیئہ ہے، اسے بدعت مذمومہ بھی کہتے ہیں۔ (ایضاً، ص۲۲۶)
39	بدعت مَکروھَہ	وہ نیا کام جس سے کوئی سنت چھوٹ جاوے اگر سنت غیر مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تنزیہی ہے اور اگر سنت مؤکدہ چھوٹی تو یہ بدعت مکروہ تحریمی ہے۔ (ایضاً، ص۲۲۸)
40	بدعت حَرام	وہ نیا کام جس سے کوئی واجب چھوٹ جاوے، یعنی واجب کو مٹانے والی ہو۔ (ایضاً)
41	بدعت مُستَحَبّہ	وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور اس کو عام مسلمان کارِ ثواب جانتے ہوں یا کوئی شخص اس کو نیت خیر سے کرے، جیسے محفل میلاد وغیرہ۔ (ایضاً، ص ۲۲۶)
42	بدعت جائِز	ہر وہ نیا کام جو شریعت میں منع نہ ہو اور بغیر کسی نیتِ خیر کے کیا جاوے جیسے مختلف قسم کے کھانے کھانا وغیرہ، اسے بدعت مباح بھی کہتے ہیں۔ (ایضاً)
43	بدعت واجِب	وہ نیا کام جو شرعاً منع نہ ہو اور اس کے چھوڑنے سے دین میں حرج واقع ہو، جیسے کہ قرآن کے اعراب اور دینی مدارس اور علمِ نحو وغیرہ پڑھنا۔ (ایضاً، ص۲۲۸)
44	بضاعت	وہ تجارتِ مضارَبت جس میں کل نفع رب المال (مال دینے والے) کے لیے ہو۔
45	بِکْر، باکِرہ	کنواری، بِکْر وہ عورت ہے جس سے نکاح کے ساتھ وطی نہ کی گئی ہو اگرچہ زنا سے یا کسی اور وجہ سے بکارت زائل ہوگئی ہو تب بھی کنواری ہی کہلائے گی۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۲، حصہ۷، ص۵۰)
46	بوھُرا	معتوہ، جس کی عقل ٹھیک نہ ہو۔ دیکھئے مَعتوہ۔
47	بیت المال	اسلامی حکومت کا خزانہ جو مسلمانوں کی فلاح و بہبود میں خرچ کیا جاتا ہے۔ (ماخوذ من الموسوعة الفقهية، ج۸، ص ۲۴۲)

48	بَیع	دو شخصوں کا باہم مال کو مال سے ایک مخصوص صورت کے ساتھ تبادلہ کرنا۔ (بہارشریعت، ج۲،حصہ۱۱،ص۶۱۵)
49	بَیع باطل	جس صورت میں بیع کا کوئی رکن نہ پایا جائے یا وہ چیز خرید وفروخت کے قابل ہی نہ ہو وہ بیع باطل ہے۔ (ایضاً،ص۶۹۶)
50	بَیع سلم	وہ بیع جس میں ثمن (قیمت) فوراً ادا کرنا ضروری ہو اور مبیع (فروخت شدہ چیز) کو بعد میں خریدار کے حوالے کرنا بیچنے والے پر لازم ہو۔ (ایضاً،ص۷۹۵)
51	بیع صَرف	ثمن کو ثمن کے عوض بیچنا،ثمن سے مراد عام ہے چاہے ثمن خلقی ہو جیسے سونا چاندی یا غیر خلقی جیسے پیسہ،نوٹ وغیرہ۔ (الدر المختار، ج۷،ص۵۵۲) و(بہارشریعت،ج۲،حصہ۱۱،ص۷۹۴،۸۲۰)

ت

52	تاوِیل	لفظ کو اپنے ظاہری معنی سے اُس کے احتمالی معنی کی طرف پھیرنا جبکہ یہ احتمال قرآن وسنت کے موافق ہو۔ (التعریفات،باب التاء،ص۳۸)
53	تَحرِّی	جب کسی موقع پر حقیقت معلوم کرنا دشوار ہو جائے تو سوچے اور جس جانب گمان غالب ہو عمل کرے اس سوچنے کا نام تحری ہے۔ (بہارشریعت،ج۳،حصہ۱۷،ص۶۶۱)
54	تَحِیَّۃُ الْمَسْجِد	کسی شخص کا مسجد میں داخل ہو کر بیٹھنے سے پہلے دو یا چار رکعت نماز پڑھنا۔ (ماخوذ از بہارشریعت،ج۱،حصہ۴،ص۶۷۴)
55	تحیّۃُ الْوضوء	وضو کے بعد اعضاء خشک ہونے سے پہلے دو رکعت نماز پڑھنا۔ (ایضاً،ص۶۷۵)
56	تخارُج	(1) ایک وارث بالمقطع (یعنی کل حصہ کے بدلے) اپنا کچھ حصہ لے کر ترکہ (میراث) سے نکل جاتا ہے کہ اب وہ کچھ نہیں لے گا اس کو تخارج کہتے ہیں۔ (بہارشریعت،ج۲،حصہ۱۳،ص۱۱۵۰) (2) وارثوں میں کوئی یا قرض خواہوں میں سے کوئی تقسیم ترکہ سے پہلے میت کے مال میں سے کسی معین چیز کو لینا چاہے اور اس کے عوض اپنے حق سے دستبردار ہو جائے خواہ وہ حق اس چیز سے زائد ہو یا کم اور اس پر تمام ورثہ یا قرض خواہ متفق ہو جائیں تو اس کا نام فقہ کی اصطلاح میں ''تخارج'' یا ''تصالح'' ہے۔ (بہارشریعت،ج۳،حصہ۲۰،ص۱۱۵۱)
57	تر کہ	وہ مال وجائداد جو مرنے والا دوسرے کے حق سے خالی چھوڑ کر مرجائے۔(الموسوعة الفقهية،ج۱۱،ص۲۰۶)
58	تزْکیه	گواہوں کا عادل اور معتبر ہونا۔ (المرجع السابق،ص۲۳۹)

59	تعریض	ایسا کلام جس کی مراد سننے والا بغیر صراحت کے نہ سمجھ سکے۔ (التعریفات، باب التاء، ص ٤٥)
60	تَعْزِیر	وہ سزا جو کسی گناہ پر بغرض تادیب دی جاتی ہے۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۹، ص۴۰۳)
61	تکبیرات تشریق	عرفہ یعنی نویں ذوالحجہ کی فجر سے تیرہویں کی عصر تک ہر فرض نماز کے بعد بلند آواز کے ساتھ ایک بار اَللّٰہُ اکبر اللّٰہ اکبر لا الٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر اللّٰہ اکبر ولِلّٰہ الْحَمْد پڑھنا۔ (تنویرالأبصار والدرالمختار، ج٣، ص٧١ وتبیین الحقائق، ج١، ص٥٤٤)
62	توریہ	ایسا لفظ یا فعل جس کے ظاہری معنی کو چھوڑ کر دوسرا معنی مراد لیا جائے جو صحیح ہے۔ مثلاً کسی کو کھانے کے لیے بلایا وہ کہتا ہے میں نے کھانا کھالیا۔ اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس وقت کا کھانا کھالیا ہے مگر وہ یہ مراد لیتا ہے کہ کل کھایا ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۶، ص۵۱۸)
63	تولیہ	چیز جتنی قیمت میں پڑی اتنی ہی قیمت کی بیچ دینا نفع کچھ نہ لینا۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۱، ص۷۳۹)

ث

64	ثمن	خریدار اور بیچنے والا آپس میں شے کی جو قیمت مقرر کریں اُسے ثمن کہتے ہیں۔ (ردالمحتار، ج٧، ص١١٧) و(ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج۱۰، ص۱۸۴)

ج

65	جارِح	زخمی کرنے والا۔
66	جارِ ملاصق	وہ پڑوسی جس کے مکان کا پچھلا حصہ دوسرے کے مکان میں ہو۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۵، ص۲۳۵)
67	جانی	جنایت کرنے والا یعنی جان یا اعضاء کو نقصان پہنچانے والا۔
68	جائِفہ	وہ زخم جو جوف تک پہنچے اور یہ زخم پیٹھ، پیٹ اور سینے میں ہوتا ہے۔ اور اگر گلے کا زخم غذائی نالی تک پہنچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۸، ص۸۴۲)
69	جَدِّ صحیح	اس دادا کو کہتے ہیں جس کی میت کی طرف نسبت میں مونث کا واسطہ بیچ میں نہ آئے۔ جیسے باپ کا باپ اور دادا کا باپ۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۲۰، ص۱۱۱۵)

70	جد فاسِد	اس دادا کو کہتے ہیں جس کی میت کی طرف نسبت میں مونث کا واسطہ آئے جیسے ماں کا باپ۔ **(بہارشریعت، ج۳، حصہ۲۰، ص۱۱۱۵)**
71	جَدَّۂِ صحیحہ	وہ دادی جس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں جد فاسد کا واسطہ نہ آئے جیسے باپ کی ماں اور ماں کی ماں۔ **(بہارشریعت، ج۳، حصہ۲۰، ص۱۱۱۵)**
72	جَدَّۂِ فاسِدہ	وہ دادی یا نانی جس کی میت کی طرف نسبت میں جد فاسد آجائے۔ جیسے نانا کی ماں اور دادی کے باپ کی ماں۔ **(بہارشریعت، ج۳، حصہ۲۰، ص۱۱۱۵)**
73	جریب	جریب کی مقدار انگریزی گز سے ۳۵ گز طول (لمبائی) اور ۳۵ گز عرض (چوڑائی) ہے۔ **(فتاوی رضویہ، ج۱۰، ص۲۳۹)**
74	جِزْیَہ	وہ شرعی محصول جو اسلامی حکومت کفار سے ان کی جان ومال کے تحفظ کے بدلے میں وصول کرے۔ (ماخوذ من الموسوعة الفقهية، ج۱۵، ص۱۵۰)
75	جِنَایَت	(۱) اس سے مراد وہ فعل (کام کرنا) ہے جو حَرم یا اِحْرام کی وجہ سے منع ہو۔ جیسے احرام کی حالت میں شکار کرنا، حرم میں کسی جانور کو قتل کرنا۔ (ماخوذ من الدر المختار، ج۳، ص۶۵۰) (۲) اس سے مراد وہ فعل ہے جس سے جان یا اعضاء کو نقصان پہنچایا جائے۔ **(بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۷، ص۵۱۷)**
76	جنون	عقل میں ایسے خلل کا ہونا جس کی وجہ سے آدمی کے اقوال وافعال معمول کے مطابق نہ رہیں، چاہے یہ خلل پیدائشی وفطری طور پر ہو یا بعد میں کسی مرض وغیرہ کی وجہ سے پیدا ہو جائے۔ (التعريفات، ص۵۸ وردالمحتار، ج۴، ص۴۳۷)
77	جنون مُطْبِق	وہ جنون (پاگل پن) جو کم از کم ایک ماہ تک مسلسل رہے۔ **(بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۹، ص۹۹۶)**
78	جنین	وہ بچہ جو ماں کے پیٹ میں ہو۔ (الموسوعة الفقهية، ج۱۶، ص۱۱۷)

ح

79	حاجِب	وہ شخص ہے جس کی موجودگی کی وجہ سے کسی وارث (میت کی میراث پانے والے) کا حصہ کم ہو جائے یا بالکل ہی ختم ہو جائے۔ **(ماخوذ از بہارشریعت، ج۳، حصہ۲۰، ص۱۱۳۳)**

80	حارِصہ	جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں جلد پر خراش پڑ جائے مگر خون نہ چھلکے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۳، حصہ ۱۸، ص ۸۴۲)
81	حج	احرام باندھ کر نویں ذی الحجہ کو عرفات میں ٹھہرنے اور کعبہ معظّمہ کے طواف کا نام حج ہے اور اس کے لئے ایک خاص وقت مقرر ہے کہ اس میں یہ افعال کئے جائیں تو حج ہے۔ (بہارشریعت، ج۱، حصہ ۶، ص ۱۰۳۵)
82	حجِ بدل	نیابۃً (نائب بن کر) دوسرے کی طرف سے حج فرض ادا کرنا کہ اس پر سے فرض کو ساقط کرے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج۱۰، ص ۶۵۹)
83	حَجْب	وارث کا حصہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے یا تو کم ہو جائے یا بالکل ہی ختم ہو جائے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ ۲۰، ص ۱۱۳۳)
84	حَجْبِ نقصان	وارث کے حصہ کا کسی دوسرے وارث کی وجہ سے کم ہو جانا۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ ۲۰، ص ۱۱۳۳)
85	حَجْبِ حِرْمان	کسی وارث کا دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے میراث پانے سے محروم ہو جانا۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ ۲۰، ص ۱۱۳۴)
86	حَجْر	کسی شخص کے تصرفات قولیہ (زبانی کلامی معاملات) روک دینے کو حجر کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ ۱۵، ص ۱۹۹)
87	حربی	وہ کافر جس نے مسلمانوں سے جزیہ کے عوض عقد ذمّہ (یعنی اپنی جان و مال کی حفاظت کا عہد) نہ کیا ہو۔ (الموسوعة الفقهية، ج۷، ص ۱۰٤)
88	حسد	کسی شخص میں خوبی دیکھی اس کو اچھی حالت میں پایا اس کے دل میں یہ آرزو ہے کہ یہ نعمت اس سے جاتی رہے اور مجھے مل جائے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ ۱۶، ص ۵۴۲)
89	حکومتِ عدل	جنایات مادون النفس (یعنی قتل کے علاوہ) میں سے جن میں قصاص نہیں اور شارع نے کوئی اَرش بھی معین نہیں کیا ہے ان میں جو تاوان لازم آتا ہے اس کو حکومت عدل کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ ۱۸، ص ۸۳۰)
90	حَوالہ	دَین (قرض) کو اپنے ذمہ سے دوسرے کے ذمہ کی طرف منتقل کر دینے کو حوالہ کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ ۱۲، ص ۸۷۴)

91	حیض	بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے جو خون عادی طور پر نکلتا ہے اور بیماری یا بچہ پیدا ہونے کے سبب سے نہ ہو تو اسے حیض کہتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۱، حصہ۲،ص۱۷۶)

خ

92	خَرَاج	(غیر مسلم) پیداوار کا کوئی آدھا حصہ یا تہائی یا چوتھائی وغیرہا جو مقرر ہو (وہ اسلامی ملک کو ادا کریں)۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج۱۰،ص۲۳۷)
93	خَمر	خمر انگور کی شراب یعنی انگور کا کچا پانی جس میں جوش آجائے اور شدت پیدا ہوجائے، کبھی ہر شراب کو مجازاً خمر کہہ دیتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۳، حصہ۱۷،ص۱۷۶)
94	خُنثیٰ مشکل	جس میں مرد و عورت دونوں کی علامتیں پائی جائیں اور یہ ثابت نہ ہو کہ مرد ہے یا عورت۔ (بہارِ شریعت، ج۲، حصہ۷،ص۴)
95	خِیارِ بلوغ	وہ اختیار جو نابالغ کو بالغ ہونے پر حاصل ہوتا ہے کہ وہ بلوغت سے پہلے کئے ہوئے نکاح کو فسخ کرے یا قائم رکھے۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت، ج۲، حصہ۷،ص۸۷)
96	خیارِ رؤیت	بغیر دیکھے کوئی چیز خریدنا اور دیکھنے کے بعد اس چیز کے پسند نہ آنے پر چاہے تو خریدار بیع کو فسخ (ختم) کر دے اس اختیار کو خیارِ رؤیت کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت، ج۲، حصہ۱۱،ص۶۶۱)
97	خیارِ شرط	بائع اور مشتری کو یہ حق حاصل ہے کہ عقد میں یہ شرط کر دیں کہ اگر منظور نہ ہوا تو بیع باقی نہ رہے گی اسے خیارِ شرط کہتے ہیں مگر یہ اختیار تین دن سے زیادہ کا نہیں ہوسکتا۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت، ج۲، حصہ۱۱،ص۶۴۷، ۶۴۸)
98	خیارِ عیب	بائع کا مبیع کو عیب بیان کئے بغیر بیچنا یا مشتری کا ثمن میں عیب بیان کیے بغیر چیز خریدنا اور عیب پر مطلع ہونے کے بعد اس چیز کے واپس کر دینے کے اختیار کو خیارِ عیب کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت، ج۲، حصہ۱۱،ص۶۷۳)

د

99	دارُ الِاسلام	وہ ملک ہے کہ فی الحال اس میں اسلامی سلطنت ہو یا اب نہیں تو پہلے تھی اور غیر مسلم بادشاہ نے اس میں شعائرِ اسلام مثل جمعہ و عیدین و اذان و اقامت و جماعت باقی رکھے (تو بھی دار الاسلام ہے)۔ (فتاوی رضویہ، ج۱۷،ص۳۶۷)

100	دارُالحَرْب	وہ دار(ملک) جہاں کبھی سلطنت اسلامی نہ ہوئی یا ہوئی اور پھرایسی غیرقوم کا تسلُّط ہوگیا جس نے شعائرِاسلام مثل جمعہ وعیدین واذان واقامت وجماعت یک لخت اٹھادیئے اور شعائرِکُفر جاری کردیئے اور کوئی شخص اَمان اول پر باقی نہ رہا اور وہ جگہ چاروں طرف سے دارالاسلام میں گِھری ہوئی نہیں تو وہ دارالحرب ہے۔ (ماخوذازازفتاوی رضویہ،ج۱۷،ص۳۶۷)
101	دامِعه	سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون چھنک آئے مگر بہے نہیں۔(بہارشریعت،ج۳،حصہ۱۸،ص۸۴۲)
102	دامِيه	سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون بہہ جائے۔ (ایضاً)
103	دائِن	وہ شخص جس کا کسی پر دَین ہو،قرض،ادھار دینے والا۔
104	دِیانات	اس سے مراد وہی چیزیں ہیں جن کا تعلق بندہ اور رب کے مابین ہے۔ (بہارشریعت،ج۳،حصہ۱۶،ص۴۰۰)
105	دِیَت	دیت اس مال کو کہتے ہیں جو نفس(جان) کے بدلے میں لازم ہوتا ہے۔(بہارشریعت،ج۳،حصہ۱۸،ص۸۳۰)
106	دَیْن	جو چیز واجب فی الذمہ ہو کسی عقد مثلاً بیع یا اجارہ کی وجہ سے یا کسی چیز کے ہلاک کرنے سے اسکے ذمہ تاوان ہو یا قرض کی وجہ سے واجب ہو،ان سب کو دَین کہتے ہیں۔ (حاشیہ بہارشریعت،ج۲،حصہ۱۱،ص۷۵۲)
107	دَینِ مؤَجَّل	وہ دین جس کے لیے کوئی میعاد مقرر ہو۔ (ماخوذازبہارشریعت،ج۲،حصہ۷،ص۷۵)
108	دَینِ میعادی	وہ دین جس کے لیے کوئی میعاد مقرر ہو۔ (ایضاً)

ذ

109	ذِمی	ذمی اس کافر کو کہتے ہیں جس کے جان ومال کی حفاظت کا بادشاہ اسلام نے جزیہ کے بدلے ذمہ لیا ہو۔ (ماخوذمن الموسوعة الفقهية،ج۷،ص۱۰٤)و(فتاوی فیض الرسول،ج۱،ص۵۰۱)
110	ذَوِی الْاَرْحام	قریبی رشتہ دار،علم فرائض کی اصطلاح میں اس سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جو نہ تو اصحاب فرائض میں سے ہیں اور نہ ہی عصبات میں سے ہیں انھیں ذی رحم محرم بھی کہتے ہیں۔ (بہارشریعت،ج۳،حصہ۲۰،ص۱۱۶۰)

ر

111	راھن	جو شخص اپنی چیز کسی کے پاس گروی رکھتا ہے اسے راہن کہتے ہیں۔ (بہارشریعت،ج۳،حصہ۱۷،ص۶۹۶)
112	رافضی	تفصیل دیکھئے بہارشریعت،جلداوّل،حصہ اوّل،صفحہ۲۰۵۔

113	رَبُّ السَّلَم	بیع سلم میں خریدار کو رب السلم کہتے ہیں۔ (ردالمحتار، ج۷، ص۴۷۹)
114	رَبُّ الْمال	مضاربت (تجارت کی ایک خاص قسم) میں (تجارت کے لیے) مال دینے والے کو رب المال کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳حصہ۱۴، ص۱)
115	رَجعت	جس عورت کو رجعی طلاق دی ہو عدت کے اندر اسے اسی پہلے نکاح پر باقی رکھنا۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۸، ص۱۷۰)
116	رَضاعت	وہ بچہ جس کی عمر ڈھائی سال سے کم ہو اس کا کسی عورت کا دودھ پینا رضاعت کہلاتا ہے۔ (ماخوذ من الدرالمختار، ج٤، ص٣٨٦)
117	رقبٰی	کسی کو اس شرط پر چیز دینا کہ اگر میں تجھ سے پہلے مرگیا تو یہ تیری۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۴، ص۹۹)
118	رُکن	وہ چیز جس کے ساتھ شے کا قائم ہونا درست ہو جیسے نماز میں رکوع وغیرہ۔ (ماخوذ من التعریفات، ص٨٢)
119	رَهْنْ	دوسرے کے مال کو اپنے حق میں اپنے پاس اس لیے روک رکھنا کہ اس کے ذریعے سے اپنے حق کو کلًا یا جزاً حاصل کرنا ممکن ہو، کبھی اس چیز کو بھی رہن کہتے ہیں جو رکھی گئی ہے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۷، ص۶۹۶)
120	ریا و سمعه	ریا یعنی دکھاوے کے لیے کام کرنا اور سمعہ یعنی اس لیے کام کرنا کہ لوگ سنیں گے اور اچھا جانیں گے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۶، ص۶۲۹)
121	رَاْسُ الْمال	وہ مال جو رب المال (سرمایہ دار) نے تجارت کے لیے دیا ہو۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۴، ص۱)

س

122	سجدۂ تحِیَّت	یعنی ملاقات کے وقت بطورِ اکرام کسی کو سجدہ کرنا، یہ حرام ہے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۶، ص۴۷۳)
123	سَدْل	کپڑے کو کندھے یا سر کے اوپر سے اس طرح لٹکانا کہ اس کے دونوں کنارے لٹکتے رہیں۔ (بحرالرائق، ج٢، ص٤٢، ٤٣)
124	سِمْحَاق	وہ زخم جو سر کی ہڈی کے اوپر کی جھلی (باریک کھال) تک پہنچ جائے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۸، ص۸۴۲)
125	سَوت	ایک خاوند کی دو یا دو سے زیادہ بیویاں آپس میں سوت (سوکن) کہلاتی ہیں۔
126	سوگ	عورت کا ایامِ عدت میں زیب وزینت کو ترک کردینا۔ (الدرالمختار وردالمحتار، ج٥، ص٢٢٠)

ش

127	شِجَاج	سر اور چہرے کے زخموں کو شجاج کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۸، ص۸۴۲)
128	شراب	لغت میں پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور اصطلاح فقہاء میں شراب اُسے کہتے ہیں جس سے نشہ ہوتا ہے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۷، ص۶۷۱)
129	شِرْب	کھیت کی آبپاشی یا جانوروں کو پانی پلانے کے لیے جو باری مقرر کرلی جاتی ہے اُس کو شرب کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳ حصہ۱۷، ص۶۶۶)
130	شَرْط	وہ شے جو حقیقت شے میں داخل نہ ہو لیکن اس کے بغیر شے موجود نہ ہو، جیسے نماز کے لیے وضو وغیرہ۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج۱۰، ص۷۸۶)
131	شِرک	اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات وصفات میں کسی دوسرے کو شریک کرنا شرک کہلاتا ہے۔ (وقارالفتاوی، ج۱، ص۲۷۰)
132	شکار	شکار اُس وحشی جانور کو کہتے ہیں جو آدمیوں سے بھاگتا ہو اور بغیر حیلہ نہ پکڑا جاسکتا ہو اور کبھی فعل یعنی اس جانور کے پکڑنے کو بھی شکار کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۷، ص۶۷۹)
133	شرکت	شرکت ایسے معاملہ کا نام ہے جس میں دو افراد سرمایہ اور نفع میں شریک رہنا طے کریں۔ (الدرالمختار، ج ٦، ص٤٥٩)
134	شرکتِ عَقْد	دو شخص باہم کسی چیز میں شرکت کا عقد کریں مثلاً ایک کہے میں تیرا شریک ہوں دوسرا کہے مجھے منظور ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۰، ص۴۸۹)
135	شرکتِ عِنان	دو شخص کسی خاص نوع کی تجارت، یا ہر قسم کی تجارت میں شرکت کریں مگر ہر ایک، دوسرے کا ضامن نہ ہو، صرف دونوں شریک آپس میں ایک دوسرے کے وکیل ہوں گے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۰، ص۴۹۸)
136	شرکتِ مُفاوَضہ	جس شرکت میں ہر ایک شخص دوسرے کا وکیل وکفیل ہو یعنی ہر ایک کا مطالبہ دوسرا وصول کرسکتا ہے اور ہر ایک پر جو مطالبہ ہوگا دوسرا اُسکی طرف سے ضامن ہے اور شرکتِ مفاوضہ میں یہ ضرور ہے کہ دونوں کے مال برابر ہوں اور نفع میں دونوں برابر کے شریک ہوں اور تصرف ودَین میں بھی مساوات ہو، لہٰذا آزاد وغلام میں اور نابالغ وبالغ میں اور مسلمان وکافر میں اور عاقل ومجنون میں اور دو نابالغوں میں اور دو غلاموں میں شرکت مفاوضہ نہیں ہوسکتی۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۰، ص۴۹۱)

137	شُفعه	غیر مَنْقُول جائیداد کوکسی شخص نے جتنے میں خریدا اُتنے ہی میں اس جائیداد کے مالک ہونے کا حق جودوسرے شخص کو حاصل ہوجاتا ہےاس کوشفعہ کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج ۳،حصہ۱۵،ص۲۳۳)
138	شَفِيع	وہ شخص (پڑوسی) جسے شفعہ کا حق حاصل ہو۔ (بہارشریعت، ج ۳،حصہ۱۵،ص۲۳۳)
139	شَهادت	کسی حق کے ثابت کرنے کے لیے مجلس قاضی میں (یعنی قاضی کے سامنے) لفظ شہادت کے ساتھ سچی خبر دینے کوشہادت یا گواہی کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۲،حصہ۱۲،ص۹۳۰)
140	شَيْخَيْن	صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں شیخین سے مراد حضرت ابوبکر صدیق اورحضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ہیں۔ محدثین کی اصطلاح میں شیخین سے مراد امام بخاری وامام مسلم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما ہیں۔ اصطلاحِ فقہا میں اس سے مراد امام ابوحنیفہ اورامام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما ہیں۔

ص

141	صاحِبَیْن	اصطلاحِ فقہا میں اس سے مراد امام ابویوسف وامام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما ہیں۔
142	صِهْرِيج	بعض جگہ مکانوں میں حوض بنا رکھتے ہیں برساتی پانی اُس میں جمع کر لیتے ہیں اوراپنے استعمال میں لاتے ہیں عربی میں ایسے حوض کوصہریج کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳،حصہ۱۷،ص۶۶۸)
143	صَحِيْحَيْن	حدیث کی دومشہور کتابیں صحیح بخاری وصحیح مسلم۔
144	صُلْح	نزاع دور کرنے کے لیے جوعقد کیا جائے اُس کوصلح کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۲،حصہ۱۳،ص۱۱۳۲)

ط

145	طَرَفَيْن	(کسی بھی معاملے کے دوفریق) خرید وفروخت میں طرفین سے مراد بائع اورمشتری ہیں۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۲،حصہ۱۱،ص۶۱۶)
146	طَرَفَيْن	اصطلاحِ فقہا میں اس سے مراد امام ابوحنیفہ اورامام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما ہیں۔
147	طلاق	نکاح سے عورت شوہر کی پابند ہوجاتی ہے اس پابندی کے اٹھادینے کوطلاق کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۲،حصہ۸،ص۱۱۰)
148	طلاق بائن	وہ طلاق جس کی وجہ سے عورت، مرد کے نکاح سے فوراً نکل جاتی ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۲،حصہ۸،ص۱۱۰)

149	طلاق رَجعی	وہ طلاق جس میں عورت عدت کے گزرنے پر نکاح سے باہر ہو۔ (ماخوذ از بہار شریعت، ج۲، حصہ ۸، ص۱۱۰)
150	طلاق مُغَلَّظه	مرد کا اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دینا۔ (ماخوذ من الموسوعة الفقهية، ج۲۹، ص ۳۰)
151	طلبِ مُوَاثَبه	جو شخص شفعہ کرنا چاہتا ہے جیسے ہی اس کو اُس جائداد کے فروخت ہونے کا علم ہو فوراً اُسی وقت یہ ظاہر کردے کہ میں طالبِ شفعہ ہوں۔ (بہار شریعت، ج۳، حصہ ۱۵، ص۲۴۰)
152	طلبِ تقریر طلب اِشهاد	شفیع (شفعہ کرنے والا) بائع یا مشتری یا جائداد مبیعہ (فروخت شدہ جائیداد) کے پاس جا کر گواہوں کے سامنے یہ کہے کہ فلاں شخص نے یہ جائداد خریدی ہے اور میں اس کا شفیع ہوں اور اس سے پہلے میں طلب شفعہ کر چکا ہوں اور اب پھر طلب کرتا ہوں تم لوگ اس کے گواہ رہو۔ (بہار شریعت، ج۳، حصہ ۱۵، ص۲۴۲-۲۴۳)
153	طلبِ تملیک	شفعہ کرنے والا قاضی کے پاس جا کر یہ کہے کہ فلاں شخص نے فلاں جائداد خریدی ہے اور فلاں جائداد کے ذریعہ سے میں اُس کا شفیع ہوں وہ جائداد مجھے دلا دی جائے۔ (بہار شریعت، ج ۳، حصہ ۱۵، ص۲۴۴)

ظ

154	ظِهار	اپنی زوجہ یا اس کے کسی جز وشائع یا ایسے جز کو جو کُل سے تعبیر کیا جاتا ہو ایسی عورت سے تَشْبِیْـہ دینا جو اس پر ہمیشہ کے لیے حرام ہو یا اس کے کسی ایسے عضو سے تشبیہ دینا جس کی طرف دیکھنا حرام ہو مثلاً کہا تو مجھ پر میری ماں کی مثل ہے یا تیرا سر یا تیری گردن یا تیرا نصف میری ماں کی پیٹھ کی مثل ہے۔ (بہار شریعت، ج۲، حصہ ۸، ص۲۰۵)

ع

155	عاریت	دوسرے شخص کو کسی چیز کی مَنْفَعت کا بغیر عوض مالک کر دینا عاریت ہے۔ (بہار شریعت، ج ۳، حصہ ۱۴، ص۵۴)
156	عَاقِد	عقد کرنے والا۔
157	عَاقِله	عاقلہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو قتل خطاء یا (قتلِ) شبہ عمد میں ایسے قاتل کی طرف سے دیت ادا کرتے ہیں جو ان کے متعلقین میں سے ہے اور یہ دیت اصالۃً واجب ہوئی ہو۔ (بہار شریعت، ج ۳، حصہ ۱۸، ص۹۱۳)

158	عَبْدِ ماذون	وہ غلام جس کے آقا نے اسے خرید وفروخت کی اجازت دے دی ہو۔ (بہارشریعت، ج۲،حصہ۱۱،ص۷۴۷)
159	عِدّت	نکاح زائل ہونے یاشبۂ نکاح کے بعد عورت کا نکاح سے ممنوع ہونا اور ایک زمانہ تک انتظار کرنا عدت ہے۔ (بہارشریعت، ج۲،حصہ۸،ص۲۳۴)
160	عُشْر	زرعی زمین کی پیداوار سے جو زکوٰۃ ادا کی جاتی ہے (یعنی پیداوار کا دسواں حصہ) اسے عشر کہتے ہیں (اگر بیسواں حصہ ادا کرنا لازم ہو تو اسے نصف عشر کہتے ہیں)۔ (الموسوعة الفقهية، ج۳۰،ص۱۰۱)
161	عُشْری زمین	وہ زمین جس کی پیداوار سے عشر ادا کیا جاتا ہے۔
162	عَصَبات	عصبہ کی جمع یعنی وہ لوگ جن کے حصے (میراث میں) مقرر شدہ نہیں البتہ اصحاب فرائض سے جو بچتا ہے انھیں ملتا ہے اور اگر اصحاب فرائض نہ ہوں تو تمام مال (ترکہ) انہی میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ (بہارشریعت، ج۳،حصہ۲۰،ص۱۱۳۰)
163	عَصَبہ نسبی	وہ رشتہ دار ہیں جن کے مقررہ حصے نہیں ہیں بلکہ اصحاب فرائض سے اگر کچھ بچتا ہے تو انہیں ملتا ہے۔ (بہارشریعت، ج۳،حصہ۲۰،ص۱۱۳۰)
164	عَصَبہ سببی	اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے کوئی غلام آزاد کیا ہو اور وہ غلام مر گیا ہو اور غلام کا کوئی رشتہ دار نہ ہو صرف اس کو آزاد کرنے والا شخص ہو اب اس کا آقا اس کو آزاد کرنے کے سبب اس کی میراث کا مستحق ہوگا۔ ان کو مولی العتاقہ بھی کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳،حصہ۲۰،ص۱۱۳۲-۱۱۳۳)
165	عَصَبہ بنفسہٖ	اس سے مراد وہ مرد ہے کہ جب اس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کوئی عورت نہ آئے، مثلاً بھتیجا وغیرہ۔ (بہارشریعت، ج۳حصہ۲۰،ص۱۱۳۰)
166	عَصَبہ بغَیْرِہٖ	عصبہ بغیرہ یہ وہ چار عورتیں ہیں جن کا مقررہ حصہ نصف یا دو تہائی ہے یہ عورتیں اپنے بھائیوں کی موجودگی میں عصبہ بن جائیں گی۔ (بہارشریعت، ج۳حصہ۲۰،ص۱۱۳۱)
167	عَصَبہ مَعْ غَیْرِہٖ	عصبہ مع غیرہ سے مراد وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے جیسے حقیقی بہن یا باپ شریک بہن، بیٹی کے ہوتے ہوئے عصبہ بن جاتی ہے۔ (بہارشریعت، ج۳حصہ۲۰،ص۱۱۳۲)

168	عَقْد	عاقدین (نکاح اور خرید و فروخت وغیرہ کرنے والوں) میں سے ایک کا کلام دوسرے کے ساتھ ازروئے شرع کے اس طرح متعلق ہونا کہ اس کا اثر محل (معقود علیہ) میں ظاہر ہو۔ (الفقه الا سلامی وادلته، ج٤، ص٢٩١٨)
169	عقیقه	بچہ پیدا ہونے کے شکریہ میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اس کو عقیقہ کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۵، ص۳۵۵)
170	عَلّاتی	باپ شریک بہن، بھائی یعنی جن کا باپ ایک ہو اور مائیں الگ الگ ہوں۔
171	علم الفرائض	وہ علم جس کے ذریعے میراث کے مسائل معلوم کیے جاتے ہیں۔
172	عُمْریٰ	عمر بھر کے لیے کسی کو کوئی چیز دے دینا کہ وہ مر گیا تو واپس لے لوں گا۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۴، ص۹۹)
173	عِنّین	عنین اس شخص کو کہتے ہیں کہ اس کا عضوِ مخصوص تو ہو مگر اپنی بیوی سے آگے کے مقام میں دخول نہ کر سکے، نامرد۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۸، ص۲۲۸)
174	عَوْل	عول سے مراد اصطلاح فرائض میں یہ ہے کہ مخرجِ مسئلہ جب ورثاء کے حصوں پر پورا نہ ہوتا ہو یعنی حصّے زائد ہوں اور مخرج کا عدد حصوں کے مجموعی اعداد سے کم ہو تو مخرج مسئلہ کے عدد میں اضافہ کر دیا جاتا ہے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۲۰، ص۱۱۳۸)
175	عیب	عیب وہ ہے جس سے تاجروں کی نظر میں چیز کی قیمت کم ہو جائے۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۱، ص۶۷۳)

غ

176	غاصِب	غصب کرنے والا یعنی ناجائز قبضہ کرنے والا۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۵، ص۲۰۹)
177	غِبطه	کسی شخص میں خوبی دیکھی اس کو اچھی حالت میں پایا اس کے دل میں یہ تمنا ہے کہ میں بھی ویسا ہو جاؤں مجھے بھی وہ نعمت مل جائے یہ حسد نہیں اس کو غبطہ کہتے ہیں جس کو لوگ رشک کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۶، ص۵۴۲)
178	غَبْن فاحِش	سخت قسم کی خیانت، مراد ایسی قیمت سے خرید و فروخت کرنا جو قیمت لگانے والوں کے اندازہ سے باہر ہو مثلاً کوئی چیز دس روپے میں خریدی لیکن اس کی قیمت چھ، سات روپے لگائی جاتی ہے، کوئی شخص اس کی قیمت دس روپے نہیں لگاتا تو یہ غبن فاحش ہے۔ (ماخوذ من الدرالمختار وردالمحتار، ج۷، ص۳۷٦)

179	غَبْن یسیر	ایسی قیمت سے خرید وفروخت کرنا جو قیمت لگانے والوں کے اندازہ سے باہر نہ ہومثلاً کوئی چیز دس روپے میں خریدی، کوئی شخص اس کی قیمت آٹھ بتاتا ہے کوئی نو تو کوئی دس تو یہ غبن یسیر ہے۔ (ماخوذ من الدرالمختار و ردالمحتار، ج۷، ص۳۷۶)
180	غُرّہ	حمل کی دیت کو غُرہ کہتے ہیں اور یہ پانچ سو درہم ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۸، ص۸۴۶)
181	غَصْبُ	مال متقوم، مُحترَم، منقول یعنی ایسا مال جو شرعی لحاظ سے قابل قیمت اور اس کا لینا حرام ہو نیز ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکے اس سے جائز قبضہ کو ہٹا کرنا جائز قبضہ کرنا غصب کہلاتا ہے جبکہ یہ قبضہ خفیۃً نہ ہو۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۵، ص۲۳)
182	غلام ماذون	وہ غلام جس کے آقا نے اسے خرید وفروخت کی اجازت دے دی ہو۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۱، ص۷۳۷)
183	غنیمت	وہ مال جو جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعے بزورِ قوّت (حربی) کافروں سے حاصل کیا جاتا ہے۔ (التعریفات، ص۱۱٦)
184	غِیْبَتْ	کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو (جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۶، ص۵۳۲)
185	غیر مُستامِن	وہ شخص ہے جو دوسرے ملک میں (جس میں غیر قوم کی سلطنت ہو) امان لیے بغیر گیا ہو یعنی حربی دارالاسلام میں یا مسلمان دارالکفر میں امان لیے بغیر گیا ہو۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۲، حصہ۹، ص۴۴۳)

ف

186	فرضِ کفایہ	فرض کفایہ وہ ہوتا ہے جو کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے سب کی جانب سے ادا ہو جاتا ہے (یعنی سب بریُ الذمہ ہو جاتے ہیں) اور کوئی بھی ادا نہ کرے تو سب گناہ گار ہوتے ہیں۔ جیسے نماز جنازہ وغیرہ۔ (ماخوذ از وقار الفتاوی، ج۲، ص۵۷)
187	فقیر	وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ ہو مگر نہ اتنا کہ نصاب کو پہنچ جائے یا نصاب کی مقدار ہو تو اس کی حاجت اصلیہ میں مستغرق ہو۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۱، حصہ۵، ص۹۲۴)

ق

188	قادیانی	مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکار کو قادیانی کہتے ہیں تفصیل کیلئے دیکھئے بہارشریعت، ج۱، حصہ۱، ص۱۹۰

189	قَتلِ عَمد	کسی دھار دار آلے سے قصداً قتل کرنا قتلِ عمد کہلاتا ہے مثلاً چھری، خنجر، تیر، نیزہ وغیرہ سے کسی کو قصداً قتل کرنا۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۸، ص۷۷۶)
190	قَتل شِبْہِ عَمَد	کسی کو قصداً قتل کرے مگر اسلحہ یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہیں ان سے قتل نہ کرے مثلاً لاٹھی سے مار ڈالے۔ (ایضاً، ص۷۷۸)
191	قَتلِ خطا	ایسا قتل جو خطاً سرزد ہو جائے، خطا چاہے فعل میں ہو یا گمان میں جیسے شکار کو گولی ماری اور کسی انسان کو جا لگی یا مرتد سمجھ کر قتل کیا لیکن وہ مسلمان تھا۔ (ایضاً، ماخوذاً)
192	قتل قائم مقام خطا (شِبْہِ خطا)	(ایسا قتل جس میں قاتل کے فعل اختیاری کو دخل نہ ہو) جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور وہ مر گیا یا چھت سے کسی انسان پر گرا اور وہ مر گیا۔ (ایضاً، ص۷۷۹)
193	قتل بِالسَّبب	(ایسا قتل جس کا سبب قاتل کا فعل ہو مثلاً) کسی شخص نے دوسرے کی مِلک میں کنواں کھودا یا پتھر رکھ دیا یا راستہ میں لکڑی رکھ دی اور کوئی شخص کنویں میں گر کر یا پتھر اور لکڑی سے ٹھوکر کھا کر مر گیا۔ (ایضاً، ص۷۷۹-۷۸۰)
194	قرض	دَین کی ایک خاص صورت کا نام قرض ہے، جس کو لوگ دستگرداں کہتے ہیں۔ (حاشیہ بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۱، ص۷۵۲)
195	قَسامَت	قسامت کا مطلب یہ ہے کہ کسی جگہ مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو اور اولیائے مقتول اہل محلّہ پر قتل عمد یا قتل خطا کا دعویٰ کریں اور اہل محلّہ انکار کریں تو اس محلے کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۸، ص۸۹۹)
196	قصاص	فاعل (یعنی ظالم) کے ساتھ ویسا ہی سلوک کرنا جیسا اس نے (دوسرے کے ساتھ) کیا مثلاً ہاتھ کاٹا تو اس کا بھی ہاتھ ہی کاٹا جائے۔ (التعریفات، ص۱۲٤)
197	قِیراط	قیراط اصل میں نصف دانق (یعنی درہم کا بارھواں حصہ) ہے۔ (عمدة القاری، ج١٤، ص٤٨٣)
198	قیمت	کسی چیز کے دام جو اس کے معیار کے مطابق ہوں اور ان میں کمی بیشی نہ کی جائے۔ (ردالمحتار، ج۷، ص۱۱۷)
199	قِیَمِی	ہر وہ چیز جس کی مثل بازار میں نہ پائی جائے۔ (الدرالمختار، ج۹، ص۳۱۱)

ک

200	کفّارہ	وہ سزا جو کسی گناہ کی تلافی کے لیے شرعاً مقرر ہوتی ہے۔ جیسے روزوں کا کفارہ۔

201	کفَّارہ یمین	وہ سزا جو قسم توڑنے پر شرعاً مقرر ہوتی ہے۔
202	کفَّارہ قتل خطا	خطا سے کسی کو قتل کرنے سے جو کفارہ لازم ہوتا ہے اس کو کفارہ قتل خطا کہتے ہیں۔
203	کفالت	ایک شخص اپنے ذمہ کو دوسرے کے ذمہ کے ساتھ مطالبہ میں ضم کردے یعنی دوسرے کے مطالبے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لے۔ (بہارشریعت، ج۲،حصہ۱۲،ص۸۳۶)
204	کفیل	(ضامن) وہ شخص جو دوسرے کے مطالبے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لے لیتا ہے۔ (ماخوذاز بہارشریعت، ج۲،حصہ۱۲،ص۸۳۶)
205	کَلالہ	وہ شخص جس کے مرنے کے وقت کوئی اولاد نہ ہو اور ماں باپ بھی نہ ہوں۔ (ماخوذازتفسیر نعیمی، ج۶،ص۱۵۲)
206	کِنایہ	ایسا کلام جس کا مرادی معنی چاہے حقیقی ہو یا مجازی ظاہر نہ ہو اگرچہ لغوی معنی ظاہر ہو۔ (التعریفات،ص ۱۳۱)

گ

207	گواھی	شہادت کو گواہی بھی کہتے ہیں۔

ل

208	لَحن	اصطلاح قراء میں لحن سے مراد تجوید کے خلاف پڑھنا ہے۔ (نصاب التجوید،ص۶۴)
209	لُقطَہ	اُس مال کو کہتے ہیں جو پڑا ہوا کہیں مل جائے۔ (بہارشریعت، ج۲،حصہ۱۰،ص۴۷۳)
210	لَقیط	لقیط اُس بچے کو کہتے ہیں جس کو اُس کے گھر والے نے اپنی تنگدستی یا بدنامی کے خوف سے پھینک دیا ہو۔ (بہارشریعت، ج۲،حصہ۱۰،ص۴۶۷)

م

211	مالِ مُتقَوَّم	وہ مال جو جمع کیا جاسکتا ہو اور شرعاً اس سے نفع اٹھانا مباح ہو۔ (ردالمحتار، ج۷،ص۸)
212	مباح	اصطلاح شرع میں مباح اس کو کہتے ہیں جس کے کرنے اور چھوڑنے دونوں کی اجازت ہو۔ (بہارشریعت، ج۳،حصہ۱۶،ص۳۵۸وج۱،حصہ۲،ص۲۸۳)

213	مَبِیْع	فروخت شدہ چیز، وہ چیز جو بیچی جارہی ہو۔
214	مُتَرَدِّیَه	وہ جانور جو کنویں میں یا پہاڑ سے گر کر مرا ہو۔ (ردالمحتار، ج۱۰،ص۶۷)
215	مُتَلاحِمَه	وہ زخم جس میں سر کا گوشت بھی پھٹ جائے۔ **(بہارشریعت، ج۳،حصہ۱۸،ص۸۴۲)**
216	مُثَلَّث	انگور کا شیرہ جو اس قدر پکایا جائے کہ دو تہائی خشک ہوجائے اور ایک تہائی باقی رہ جائے۔ (الدرالمختار، ج۱۰،ص۴۰)
217	مِثلی	ہروہ چیز جس کی مثل بازار میں قابل شمار تفاوت کے بغیر پائی جائے۔ (الدرالمختار، ج۹،ص۳۱۰)
218	مجنون	جس کی عقل زائل ہوگئی ہو بلاوجہ لوگوں کو مارے گالیاں دے شریعت نے اس میں کوئی اپنی اصطلاح جدید مقرر نہیں فرمائی (مجنوں) وہی ہے جسے فارسی میں دیوانہ، اردو میں پاگل کہتے ہیں۔ **(فتاوی رضویہ، ج۱۹،ص۶۳۵)** و(ردالمحتار، ج۴،۴۳۷)
219	مَحْجُوب	ایسا وارث جس کا حصہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے کم ہوجائے یا بالکل ختم ہوجائے تو اسے محجوب کہتے ہیں۔ **(بہارشریت، ج۳،حصہ۲۰،ص۱۱۳۳)**
220	مُحرِم	وہ شخص جس نے حج یا عمرے کی نیت سے احرام باندھا ہو۔
221	مَحرَم	وہ رشتہ دار جس سے قرابت، رضاعت، یا سسرالی رشتہ کی وجہ سے نکاح کرنا ہمیشہ حرام ہو۔ (الموسوعة الفقهية، ج۳۶،ص۲۰۰)
222	محروم	اس سے مراد وہ وارث ہے جو میراث سے کسی سبب کی وجہ سے شرعاً محروم ہوجاتا ہے مثلاً غلام ہونے کی وجہ سے یا مورث کا قاتل ہونے کی وجہ سے۔ **(بہارشریعت، ج۳،حصہ۲۰،ص۱۱۱۲)**
223	مَخرَج	اصطلاح فرائض میں مخرج سے مراد وہ چھوٹے سے چھوٹا عدد ہے جس میں سے تمام ورثہ کو بلا کسران کے حصے تقسیم کئے جاسکیں۔ **(بہارشریت، ج۳،حصہ۲۰،ص۱۱۳۵)**
224	مُدَبَّر	وہ غلام جس کی نسبت مولیٰ (مالک) نے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد آزاد ہے یا ایسے الفاظ کہے ہوں جن سے مولیٰ کے مرنے کے بعد اس کا آزاد ہونا ثابت ہوتا ہو۔ **(بہارشریعت، ج۲،حصہ۹،ص۲۹۰)**
225	مدبَّرہ	ایسی لونڈی جسے مالک نے یہ کہا ہو کہ میرے مرنے کے بعد تو آزاد ہے یا ایسے الفاظ کہے ہوں جن سے مولیٰ کے مرنے کے بعد اس کا آزاد ہونا ثابت ہوتا ہو۔ **(ماخوذ از بہارشریعت، ج۲،حصہ۹،ص۲۹۰)**

226	مُدَّعِی	دعوی کرنے والا۔
227	مُدَّعیٰ علیہ	جس پر دعوی کیا جائے۔
228	مدیون	جس کے ذمے کسی کا واجب الاداحق (دَین) ہو، مقروض۔
229	مُرابَحہ	کوئی چیز خریدی اور اس پر کچھ اخراجات کیے پھر قیمت اور اخراجات کو ظاہر کر کے اس پر نفع کی ایک مقدار بڑھا کر اس کو فروخت کر دینا اسے مرابحہ کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۱، ص۷۳۹)
230	مُراھِق	وہ لڑکا کہ ہنوز بالغ نہ ہوا، مگر اس کے ہم عمر بالغ ہو گئے ہوں، اس کی مقدار بارہ برس کی عمر ہے۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۷، ص۲۵)
231	مُرتد	وہ شخص ہے کہ اسلام کے بعد کسی ایسے امر کا انکار کرے جو ضروریات دین سے ہو یعنی زبان سے کلمۂ کفر بکے جس میں تاویل صحیح کی گنجائش نہ ہو۔ یونہی بعض افعال بھی ایسے ہیں جن کے کرنے سے کافر ہو جاتا ہے مثلاً بت کو سجدہ کرنا، مصحف شریف کو نجاست کی جگہ پھینک دینا، (نعوذ باللہ)۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۹، ص۴۵۵)
232	مُرتھن	جس شخص کے پاس کوئی چیز رہن رکھی جائے وہ مرتہن کہلاتا ہے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۷، ص۶۹۶)
233	مَرَضُ الْموت	کسی مرض کے مرض الموت ہونے کے لیے دو باتیں شرط ہیں۔ ایک یہ کہ اس مرض میں خوفِ ہلاک واندیشۂ موت قوت وغلبہ کے ساتھ ہو، دوم یہ کہ اس غلبۂ خوف کی حالت میں اس کے ساتھ موت متصل ہو اگرچہ اس مرض سے نہ مرے، موت کا سبب کوئی اور ہو جائے۔ (ماخوذ از فتاوی رضویہ، ج۲۵، ص۴۵۷)
234	مرھون	اس چیز کو کہتے ہیں جو گروی رکھی گئی۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۷، ص۶۹۶)
235	مُزارَعت	کسی کو اپنی زمین اس طور پر کاشت کے لیے دینا کہ جو کچھ پیداوار ہوگی دونوں میں مثلاً نصف نصف یا ایک تہائی دو تہائیاں تقسیم ہو جائے گی اس کو مزارعت کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۵، ص۲۸۷)
236	مُسابَقت	چند شخص آپس میں یہ طے کریں کہ کون آگے بڑھ جاتا ہے جو سبقت لے جائے اس کو یہ دیا جائے گا۔ (بہارشریعت، ج۳ حصہ۱۶، ص۶۰۷)

237	مُسَاقاة	باغ یادرخت کسی کواس لیے دینا کہ اس کی خدمت کرے اور جو کچھ اس سے پیداوار ہوگی اس کا ایک حصہ کام کرنے والے کو اور ایک حصہ مالک کو دیا جائے گا اس کا دوسرا نام معاملہ بھی ہے۔ (بہارشریعت، ج۳ حصہ۱۵،ص۳۰۲)
238	مُستَاْجِر	کرایہ دار کو مستاجر کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۴،ص۱۰۷)
239	مُستَاْمِن	وہ شخص ہے جو دوسرے ملک میں (جس میں غیر قوم کی سلطنت ہو) امان لیکر گیا یعنی حربی دارالاسلام میں یا مسلمان دارالکفر میں امان لیکر گیا تو مستامن ہے۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۹،ص۴۴۳)
240	مُستَعار	(عاریت دی ہوئی) چیز کو مستعار کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳ حصہ۱۴،ص۵۴)
241	مُستَعِير	جس کو چیز دی گئی وہ مستعیر ہے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۴،ص۵۴)
242	مَستُور الُحال	وہ شخص جس کی عدالت اور فسق (یعنی نیک بد ہونا) لوگوں پر ظاہر نہ ہو۔ (التعریفات، ص ١٤٨)
243	مِسکين	وہ شخص ہے جس کے پاس کچھ نہ ہو یہاں تک کہ کھانے اور بدن چھپانے کے لیے اس کا محتاج ہے کہ لوگوں سے سوال کرے۔ (بہارشریعت، ج۱، حصہ۵،ص۹۲۴)
244	مُسلَم اِلَيه	بیع سلم میں چیز بیچنے والے کو مسلم الیہ کہتے ہیں۔ (ماخوذ من الدرالمختار، ج۷، ص٤٧٩)
245	مُسلَم فيه	جس چیز پر عقد سلم ہو اس کو مسلم فیہ کہتے ہیں، مبیع۔ (ماخوذ من الدرالمختار، ج۷، ص٤٧٩)
246	مُشاع	اس چیز کو کہتے ہیں جس کے ایک جز و غیر معین کا یہ مالک ہو اور دوسرا بھی اس میں شریک ہو اور دونوں کے حصوں میں امتیاز نہ ہو۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۰،ص۵۳۸)
247	مُشترِى	خریدار کو مشتری کہتے ہیں۔
248	مُشْتَهاة	قابل شہوت لڑکی جو نو برس سے کم عمر کی نہ ہو۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۷،ص۲۴)
249	مُضارِب	مضاربت میں کام کرنے والا۔
250	مُضارَبت	یہ تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۴،ص۱)

251	مضاربَت مُطلَقه	ایسی مضاربت جس میں زمان ومکان اور قسمِ تجارت کی تعیین نہیں ہوتی۔ (بہارِ شریعت، ج۳، حصہ۱۴، ص۶)
252	مُطلَّقه رَجعِیه	وہ عورت جسے رجعی طلاق دی گئی ہو۔
253	مَعتوه	(بوہرہ، بوہرا) جس کی عقل ٹھیک نہ ہو تدبیر مختل (یعنی ہوش وحواس میں خرابی) ہو کبھی عاقلوں کی سی بات کرے کبھی پاگلوں کی (سی) مگر مجنوں کی طرح لوگوں کو محض بے وجہ مارتا گالیاں دیتا اینٹیں پھینکتا نہ ہو۔ (فتاوی رضویہ، ج۲، ص۵۲۹) و(ردالمحتار، ج ٤، ص ٤٣٨)
254	مُعِیر	جس کی چیز ہے اسے مُعِیر کہتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۳، حصہ۱۴، ص۵۴)
255	مَغصوب	جس چیز پر ناجائز قبضہ ہوا۔ (بہارِ شریعت، ج۳، حصہ۱۵، ص۲۰۹)
256	مَغصوب منه	(غصب شدہ چیز کا) مالک۔ (بہارِ شریعت، ج۳، حصہ۱۵، ص۲۰۹)
257	مَفقُودُ الْخَبَر	وہ شخص جس کا کوئی پتا نہ ہو اور یہ بھی معلوم نہ ہو کہ زندہ ہے یا مر گیا ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۲، حصہ۱۰، ص۴۸۵)
258	مُفلِس	مفلس وہ ہے کہ نہ اس کے پاس روپیہ ہے نہ متاع (سامان وغیرہ)۔ (بہارِ شریعت، ج۳، حصہ۱۶، ص۵۴۴)
259	مکروہ تحریمی	جس کی ممانعت دلیل ظنی سے لزوماً ثابت ہو، یہ واجب کا مقابل ہے۔ (رکن دین، ص۴، و بہارِ شریعت ج۱، حصہ۲، ص۲۸۳)
260	مکروہ تنزیهی	وہ عمل جسے شریعت ناپسند رکھے مگر اس عمل پر شریعت کی طرف سے عذاب کی وعید نہ ہو، یہ سنّتِ غیر مؤکدہ کے مقابل ہے۔ (ماخوذ از بہارِ شریعت، ج۱، حصہ۲، ص۲۸۴)
261	مُکرِه	مجبور کرنے والا۔
262	مُکرَه	جسے مجبور کیا جائے۔
263	مَکْفُوْل بِهٖ	جس چیز کی کفالت کی، وہ مکفول بہ ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۲، حصہ۱۲، ص۸۳۶)
264	مکفول عَنْهُ	جس پر مطالبہ ہے (یعنی مقروض) وہ اصیل و مکفول عنہ ہے۔ (بہارِ شریعت، ج۲، حصہ۱۲، ص۸۳۶)
265	مکفول لَهٗ	جس کا مطالبہ ہے اس کو طالب و مکفول لہ (دائن) کہتے ہیں۔ (بہارِ شریعت، ج۲، حصہ۱۲، ص۸۳۶)

266	مَکیل	ناپ سے بکنے والی اشیاء۔
267	مُلتَقِط	گری پڑی چیز یا لقیط کے اُٹھانے والے کو ملتقط کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۲،حصہ۱۰،ص۴۶۹)
268	مُناسَخہ	علم فرائض کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ میت کے ترکہ کی تقسیم سے قبل ہی اگر کسی وارث کا انتقال ہو جائے تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کی طرف منتقل کر دیا جائے۔ (بہارشریعت، ج۳،حصہ۲۰،ص۱۱۵۷)
269	مندوب	ایسا فعل جس کا کرنا باعث ثواب ہو اور ترک کرنا (یعنی چھوڑنا) اساءت (برا) نہ ہو۔ (ردالمحتار، ج۱،ص۲۳۰)
270	مُنَقِّلہ	وہ زخم جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ کر ہٹ جائے۔ (بہارشریعت، ج۳،حصہ۱۸،ص۸۴۲)
271	مَنِیحہ	اُس جانور کو کہتے ہیں جو دوسرے نے اسے اس لیے دیا ہے کہ یہ کچھ دنوں اُس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھائے پھر مالک کو واپس کر دے۔ (بہارشریعت، ج۳ حصہ۱۵،ص۳۳۰)
272	مَوات	وہ زمین جو آبادی سے فاصلہ پر ہو، نہ کسی کی ملک ہو اور نہ کسی کی حق خاص ہو۔ (بہارشریعت، ج۳،حصہ۱۷،ص۶۶۴)
273	موجِر	آجر کو موجر بھی کہتے ہیں۔
274	مودِع	جس شخص نے حفاظت کے لئے کوئی چیز کسی کے پاس رکھ دی جس کی چیز ہے اسے مُودِع کہتے ہیں۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۳،حصہ۱۴،ص۳۱)
275	مودَع	جس کی حفاظت میں (ودیعت شدہ چیز) دی گئی اسے مودَع کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج۳ حصہ۱۴،ص۳۱)
276	موزون	وزن سے بکنے والی اشیاء۔
277	مُوصِی	وصیت کرنے والا یعنی جو کسی شخص کو اپنی وصیت پوری کرنے کے لئے مقرر کرے۔ (بہارشریعت، ج۳،حصہ۱۹،ص۶۹۳)
278	موصٰی بہٖ	جس چیز کی وصیّت کی جائے وہ موصٰی بہ کہلاتی ہے۔ (بہارشریعت، ج۳،حصہ۱۹،ص۶۹۳)
279	موصٰی لَہٗ	جس کے لئے مال وغیرہ دینے کی وصیت کی جائے اُس کو موصٰی لہ کہتے ہیں۔
280	مُوضِحہ	وہ زخم جس میں سر کی ہڈی نظر آجائے۔ (بہارشریعت، ج۳،حصہ۱۸،ص۸۴۲)
281	مَوقُوذہ	وہ جانور جو چوٹ کھانے سے مرا ہو۔ (ردالمحتار، ج۱۰،ص۶۷)

282	مُؤَکِّل	وکیل کرنے والا۔
283	مَولٰی الْموالاۃ	ایک شخص عاقل بالغ کسی کے ہاتھ پرمشرف باسلام ہوا اس نومسلم نے اُس سے یا کسی دوسرے سے موالاۃ کی یعنی یہ کہا کہ اگرمیں مرجاؤں تو میرا وارث تُو ہے اور مجھ سے کوئی جنایت ہو تو دیت تجھے دینی ہوگی اُس نے قبول کرلیا یہ موالاۃ صحیح ہے اسکا نام مولٰی الموالاۃ ہے۔(بہارشریعت،ج۳،حصہ۱۴،ص۴۸۵)
284	مولٰی الْعِتاقہ	اسے عصبہ سببی بھی کہتے ہیں۔
285	مَوھُوب	وہ چیز جو ہبہ(تحفہ) میں دی جائے۔ (بہارشریعت،ج۳،حصہ۱۴،ص۶۸)
286	موھوب لَہٗ	جس کو ہبہ دیا جائے اسے موہوب لہ کہتے ہیں۔ (بہارشریعت،ج۳،حصہ۱۴،ص۶۸)

ن

287	نَجَش	کوئی شخص مبیع (بیچی جانے والی چیز) کی قیمت بڑھائے اور خود خریدنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو اس سے مقصود یہ ہوتا ہے کہ دوسرے گاہک کو رغبت پیدا ہو اور قیمت سے زیادہ دے کر خرید لے اور یہ حقیقۃً خریدار کو دھوکا دینا ہے۔ (بہارشریعت،ج۲،حصہ۱۱،ص۷۲۳)
288	نَحْر	(اونٹ کے)حلق کے آخری حصہ میں نیزہ وغیرہ بھونک کر(داخل کرکے)رگیں کاٹ دینا۔ (بہارشریعت،ج۳،حصہ۱۵،ص۳۱۲)
289	نذر	نذر اصطلاح شرع میں وہ عبادت مقصودہ ہے جو جنس واجب سے ہو اور وہ خود بندہ پر واجب نہ ہو،مگر بندہ نے اپنے قول سے اسے اپنے ذمہ واجب کرلیا ہو مثلاً یہ کہا کہ میرا یہ کام ہوجائے تو دس رکعت نفل ادا کروں گا اسے نذر شرعی کہتے ہیں۔ (ماخوذ از فتاوی امجدیہ،حصہ۲،ص۳۱۲)
290	نذرِعرفی	اولیاء اللّٰہ کے نام کی جو نذر مانی جاتی ہے اسے نذرِ(عرفی اور)لغوی کہتے ہیں اس کا معنی نذرانہ ہے جیسے کوئی شاگرد اپنے استاد سے کہے کہ یہ آپ کی نذر ہے یہ بالکل جائز ہے یہ بندوں کی ہوسکتی ہے مگر اس کا پورا کرنا شرعاً واجب نہیں مثلاً گیارہویں شریف کی نذر اور فاتحہ بزرگان دین وغیرہ۔ (ماخوذ از جاء الحق،ص۳۱۴)
291	نذر لغوی	نذرعرفی کو نذر لغوی بھی کہتے ہیں۔

292	نسبتِ تبایُن	اگر دو مختلف عدد اس قسم کے ہوں کہ نہ تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو کاٹیں (تقسیم کریں) اور نہ ہی کوئی تیسرا ان کو کاٹے تو ان میں نسبت تباین ہے جیسے ۹ اور ۱۰۔ (بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۲۰، ص ۱۱۴۰)
293	نسبتِ تداخُل	دو مختلف عددوں میں چھوٹا عدد اگر بڑے کو کاٹ دے یعنی بڑا چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہوجائے تو ان دونوں میں نسبت تداخل ہے جیسے ۱۶، اور ۴۔ (بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۲۰، ص ۱۱۴۰)
294	نسبتِ تماثُل	اگر دو عدد آپس میں برابر ہیں تو ان میں نسبتِ تماثل ہے جیسے ۴=۴۔ (بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۲۰، ص ۱۱۴۰)
295	نسبتِ توافُق	دو مختلف عددوں میں سے اگر چھوٹا بڑے کو نہ کاٹے بلکہ ایک تیسرا عدد دونوں کو کاٹے تو ان دونوں میں نسبت توافق ہوگی جیسے ۸، اور ۲۰ کہ انہیں ۴ کاٹتا ہے۔ (بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۲۰، ص ۱۱۴۰)
296	نَطِیْحَه	وہ جانور جو کسی جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے مرگیا ہو۔ (ردالمحتار، ج ۱۰، ص ۶۷)
297	نِفاس	وہ خون جو بالغہ عورت کے آگے کے مقام سے بچہ پیدا ہونے کے بعد نکلتا ہے۔ (بہارشریعت، ج ۱، حصہ ۲، ص ۳۷۱)
298	نَفَقَه	نفقہ سے مراد کھانا، کپڑا اور رہنے کا مکان ہے۔ (بہارشریعت، ج ۲، حصہ ۸، ص ۲۶۰)

و

299	ودیعت	جو مال کسی کے پاس حفاظت کے لیے رکھا جائے اس مال کو ''ودیعت'' اور ''امانت'' کہتے ہیں۔ (ماخوذ از حاشیہ بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۱۴، ص ۳۱)
300	وصی	وصی اس شخص کو کہتے ہیں جس کو وصیت کرنے والا (موصی) اپنی وصیت پوری کرنے کے لئے مقرر کرے۔ (بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۱۹، ص ۹۹۳)
301	وصِیَّت	بطورِ احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنادینا۔ (بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۱۹، ص ۹۳۶)
302	وصیّت واجِبه	زکوٰۃ کی وصیّت اور کفارات واجبہ کی وصیّت اور صدقہ، صیام وصلوٰۃ کی وصیّت کو وصیت واجبہ کہتے ہیں۔ (بہارشریعت، ج ۳، حصہ ۱۹، ص ۹۳۷)

303	وصیّت مَکروهه	جیسے اہل فسق ومعصیت کے لیے وصیت جب یہ گمان غالب ہو کہ وہ مالِ وصیّت گناہ میں صرف کریں گے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۹، ص۹۳۷)
304	وصیّت مباحه	جیسے اغنیاء یعنی مالداروں کے لیے وصیّت کرنا۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۹، ص۹۳۷)
305	وصیّت مُستَحَبّه	وصیت واجبہ، مکروہہ اور مباحہ کے علاوہ کوئی اور وصیّت کرنا وصیّت مستحبہ کہلاتا ہے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۹، ص۹۳۷)
306	وَطی بالشبهه	شبہ کے ساتھ وطی کرنا، یعنی عورت سے وطی حلال نہ ہو مگر اسے کسی وجہ سے حلال سمجھ کر وطی کرنا جیسے عورت طلاق مغلظہ کی عدت میں ہو اور حلال سمجھ کر اس سے وطی کرلے یہ وطی بالشبہہ ہے۔ (ماخوذ از بہارشریعت، ج۲، حصہ۸، ص۳۷۶)
307	وَقْف	کسی شے (چیز) کو اپنی ملک سے خارج کر کے خالص اللہ عزوجل کی مِلک کر دینا اس طرح کہ اُس کا نفع بندگانِ خدا میں سے جس کو چاہے ملتا رہے۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۰، ص۵۲۳)
308	ولی	ولی وہ ہے جس کا حکم دوسرے پر چلتا ہو دوسرا چاہے یا نہ چاہے۔ (بہارشریعت، ج۲، حصہ۷، ص۴۲)

ہ

309	هاشِمه	وہ زخم جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ جائے۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۸، ص۸۴۲)
310	هِبَّه	تحفہ دینا، کسی شخص کو عوض کے بغیر کسی چیز کا مالک بنادینا۔ (بہارشریعت، ج۳، حصہ۱۴، ص۶۴)

ی

311	یَمین	قسم، ایسا عقد جس کے ذریعے قسم کھانے والا کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا پختہ ارادہ کرتا ہے۔ (الدرالمختار، ج۵، ص۴۸۸)

حل لغات باعتبار حروف تہجی

الف

الفاظ	معانی	الفاظ	معانی
اِنْبساط	خوشی، کشادگی	اندرونِ مدت	مدت کے اندر
اَقْرِبا، اقارِب	قریبی رشتے دار	اِحْتِمال	شک، شبہ
اِذْن	اجازت	اِعَانَت	مدد
اَجِیْر	اجرت پر کام کرنے والا، ملازم، مزدور	اِضَافَت	نسبت
اَحْباب	دوست	اِسْتِیْفَا	پورا کرنا، پورا ہونا
اِحْتِراز	بچنا، پرہیز کرنا	اَغْنِیَا	امیرلوگ، مالدارلوگ
اُخْرَوی	آخرت سے متعلق	اِنْسِداد	روک تھام
اَمْر	بات، حکم، معاملہ	اِسْتِھْزا	مذاق اڑانا
اولیاء	شرعی یا قانونی سرپرست	اِختیارِ فسخ	کسی معاملے کوختم کرنے کا اختیار
اَصْطَبل	گھوڑے باندھنے کی جگہ	اَدْنٰی درجہ	کم درجہ، گھٹیا
اِجْتِناب	کنارہ کشی کرنا، پرہیز کرنا	اِنْتِفَاع	نفع حاصل کرنا، فائدہ اٹھانا
اِبرا	بری کردینا، اپنا حق چھوڑ دینا	اَصَح	زیادہ صحیح
امتیاز	فرق، شناخت	اِسْقَاط	ساقط کرنا، ساقط ہونا، حق معاف کردینا
اِجْتِماع	اکٹھا ہونا، جمع ہونا	اَشْرَفی	سونے کا سکہ
اِشْتِغال	مشغول ہونا، مصروف ہونا	اِلْحاح	منت سماجت کرنا
امین	امانت دار	اَٹْکَل پچو	بے جانے بوجھے، اوٹ پٹانگ
اَبْر	بادل	اِشْھاد	گواہ بنانا
اِجابت	قبول کرنا، رفعِ حاجت	اِسْتِحْقاق	قانونی یا اخلاقی حق حاصل ہونا مستحق ہونا

اناڑی	ناتجربہ کار، ان جان، ناواقف	اُچکّا	اُچک لینے والا، چور
اِستِعداد	قابلیت، قدرتی صلاحیت	اِسرَاف	فضول خرچی
اَبرا، اَبرہ	دوہرے کپڑے کی اوپری تہ	اَستر	دوہرے کپڑے کی نچلی تہ
اِفراط وتفریط	کمی بیشی، غیر معتدل حالت	اُدھیڑنا	کھولنا
اَفلاس	تنگ دستی	اِختِراع	من گھڑت، نو ایجاد
اِزَاله	زائل کرنا، دور کرنا، مٹانا	اَوْرام	ورم کی جمع، سوجن
اَعرَج	لنگڑا	اَعمٰی	اندھا
اَعمَش	کمزور نگاہ والا، جس کی آنکھوں سے پانی بہتا ہو	اِکرام	عزت واحترام
اَحوَل	بھینگا، ٹیڑھی آنکھ والا	اَعَاجِم	عجمی لوگ، غیر عربی لوگ
اُلفت	محبت	اِستِغَاثه	فریاد
اِبہام	پوشیدہ معنی، وضاحت نہ ہونا	اکھاڑا	کُشتی کا میدان
اِنہِدام	گرانا، مسمار کرنا	اِژدھام	ہجوم، بھیڑ
اَندَیشه	گمان، شک، خطرہ	اَپاہَج	لولا لنگڑا، ہاتھ پاؤں سے معذور
اِیصا	وصیت کرنا	اَبعَد	زیادہ دور، بعید تر
اَقرَب	قریبی رشتہ دار	اَن گِنَت	بے شمار
اِرتِداد	مرتد ہونا، اسلام چھوڑ دینا	اَکہری	یکطرفہ
اِستِقراء	تلاش، جستجو، غور وفکر		

آ

آفت	مصیبت	آڑھتی	کمیشن لیکر مال بیچنے والا
آلام	الم کی جمع، رنج، غم، دکھ	آب پاشی	زمین کو پانی دینا، سیراب کرنا
آفتاب	سورج	آفتِ سماویه	قدرتی آفت
آمیزِش	ملاوٹ	آبرو	عصمت، عزت

آثارِ رُجُولِیَّت	مرد ہونے کی نشانیاں	آسودہ	جس کی بھوک مٹ چکی ہو، سیر شدہ

ب

بلا ضرورت	بغیر کسی ضرورت کے	بَیع وشِراء	خرید وفروخت
بشرط العوض	عوض (بدلے) کی شرط کے ساتھ	بائع	فروخت کرنے والا
بُلُوغ	بالغ ہونا	بدخُلق	بُرے اخلاق والا
بلاقَصد	ارادہ کے بغیر، بلاارادہ	بلا مُعاوَضہ	معاوضے کے بغیر، بلااجرت
بدونِ دعوٰی	دعوٰی کے بغیر	بیت مُعَیَّن	مخصوص کمرہ
بداَثرات	برے اثرات	بَدِیْہِی بات	واضح بات
باعِثِ ذِلَّت	رسوائی کا سبب	بُھنائی	اناج بھوننے کی اجرت
بے وقعتی	بے قدری	باعثِ نزاع	جھگڑے کا سبب
باربرداری	بوجھ اٹھا کرلے جانا، بوجھ اٹھانے کی اجرت	باھَم	آپس میں
بِلامِیعاد	مدت کے بغیر، مدت مقرر نہ کرنا	بے جا	بے موقع، فضول، نامناسب
بَٹوارا	تقسیم	بَیباک	بے پروا، آوارہ، بے خوف، اوباش
بھونکنا	گھونپنا	بَناوٹ	کاریگری، ساخت
بَیباق	ادا کردینا، چکادینا	بے محل	بے موقع
بقدرِ حاجت	ضرورت کے مطابق	بَخُور کرنا	دھونی لینا، خوشبودار چیزیں سلگانا
بَھیس	وضع قطع، طور طریقہ، روپ	بَھَید	راز، پوشیدہ بات
باوْلا	پاگل	بے دَست وپا	ہاتھ پاؤں سے معذور
بَیش قیمت	مہنگا، قیمتی	بلا تَقدیم وتاخیر	آگے پیچھے کیے بغیر، مقدم ومؤخر کیے بغیر

پ

پَیشتر	پہلے	پَچھیت	مکان کی پچھلی دیوار
پَہلُوتہی	کِنارہ کشی، احتراز	پَیڑ	درخت

پارسائی	پاکدامنی	پچھاڑنا	زمین پر پٹخ دینا، زمین پر دے مارنا
پَلاؤ	پالا ہوا، گھریلو جانور		

ت

تردید	کسی بات کورد کرنا	تَملِیک	مالک بنانا
تَبْعاً	تابع ہوکر، ضمناً	تَلَف	ضائع
تَصَرُّف	عمل دخل، استعمال کرنا، خرچ کرنا	تَکْذِیب	جھٹلانا
تَصَدُّق	صدقہ دینا	تُرُش روئی	بدمزاجی، چڑچڑاپن
تَمامِیَّت	مکمل ہونا، تمام ہونا	تعمیم	عام کرنا، ہرایک کوشامل کرنا، عام ہونا
تبَرُّع	احسان، بخشش، اپنے طور پر کام کرنا	تصریح	واضح کرنا، صاف طور پر بیان کرنا
تُجَّار	تاجرلوگ	تَغَیُّر	تبدیلی
تَعَدِّی	زیادتی، بے جاتصرف	تَراضی	باہمی رضامندی
تَرَدُّد	شک وشبہ	تہائی	تیسرا حصہ
تَعَفُّن	بدبو	تسلیم	سپرد کرنا، حوالے کرنا
تَفاوُت	فرق	تَغْیِیر	بدل دینا
تَقَرُّب	نزدیکی، قرب، بذریعہ عبادت اللہ کاقرب ڈھونڈنا	تقسیم کُنِندگان	تقسیم کرنے والے
تسکین	اطمینان، تسلی	تَکَلُّفات	نمائش، ظاہرداری
ترکیب	مختلف اجزاء کو جوڑ کر ایک کر دینا، تدبیر	تَشَبُّہ	یعنی مشابہت اختیار کرنا
تَحَرِّی	غوروفکر	تھرَکنا	اعضا کوحرکت دینا
تغافُل	بے توجہی، بے پرواہی	تادِیب	ادب سکھانا، اخلاقی تربیت
تَمَکُّن	قدرت، قبضہ، ممکن ہونا	تام	مکمل

ٹ

ٹھگنا	دھوکے سے کچھ لے لینا، دھوکا دینا		

ث

ثُلث	تیسرا حصہ	ثانی	دوسرا
ثبوتِ مِلک	ملکیت کا ثبوت	ثالث	پنچ، فیصلہ کرنے والا

ج

جَہالَت	بے علمی	جملہ مَصارِف	تمام اخراجات
جنس	قِسم	جَبْراً	زبردستی، مجبور کرکے
جاڑا	سردی	جائدادِ مبیعہ	بیچی ہوئی جائداد
جار	پڑوسی	جَسارَت	جرأت
جَبر	زبردستی	جوتنا	ہل چلانا، زمین کو کاشت کے قابل بنانا
جارِح	زخمی کرنے والا	جُزدان	وہ بستہ جس میں قرآن مجید رکھتے ہیں
جُستُجو	تلاش	جِنسِ ارض	زمین کی قسم
جھلی	باریک کھال		

چ

چلن	رائج، رواج	چاند ماری	نشانہ بازی
چِت	پیٹھ کے بل	چھلا	دھات کا بنا ہوا حلقہ، ایک قسم کی انگوٹھی
چھاتی	پستان	چٹکائے	چٹخائے
چُغہ، چُغا	جبہ، کھال کا کوٹ	چَرسا	چمڑے کا بڑا ڈول
چاہ	کنواں	چَندلا	گنجا، جس کے کہیں کہیں پیدائشی بال نہ ہوں
چھُٹپن	بچپن		

ح

حق تَلَفی	کسی کا حق مار لینا، ناانصافی	حَلْف	قسم
حُرمت	حرام ہونا، عزت	حَمَّال	بوجھ لادنے والا، بوجھ اٹھانے والا

حَمّام	غسل خانہ، نہانے کی جگہ	حِفظ	حفاظت، محافظت، نگہبانی
حَبس مدید	طویل قید، لمبی مدت کی قید	حقِ فسخ	منسوخ کرنے کا حق
حیات	زندگی	حِلَّت	حلال ہونا، مباح ہونا
حمولہ	بوجھ	حُسام	تیز تلوار
حقِ جِوار	ہمسائیگی کا حق	حقِ قرابت	رشتہ داری کا حق
حِلم	بردباری	حائِل	آڑ، رکاوٹ
حَلق	گلا، مونڈنا، مونڈوانا	حالِق	بال مونڈنے والا
حُر	آزاد	حِرمان	محرومی

خ

خِیار	اختیار	خسارہ	نقصان
خُروج	باہر نکلنا، برآمد ہونا	خُفیَةً	چھپا کر، پوشیدہ طور پر
خیانت	امانت میں ناجائز تصرُّف	خُصُومت	جھگڑا، مقدمہ
خَلط کرنا	آپس میں ملادینا، مکس کردینا	خائب و خاسر	محروم اور نقصان اُٹھانے والا
خریف	موسم خزاں	خودرَو	قدرتی پیدا ہونے والا، قدرتی اگنے والا
خِرمن	اناج کا ڈھیر لگانے کی جگہ	خَلُوق	ایک خوشبو جو عنبر، مشک، کافور کی ملاوٹ سے بنتی ہے
خارِشتی	جسے خارش کی بیماری ہو	خارِشی	جسے خارش کی بیماری ہو
خودستائی	اپنی تعریف آپ کرنا	خِلقت	بناوٹ، پیدائش
خِلقَةً	قدرتی طور پر، پیدائشی طور پر		

د

دانستہ	جان بوجھ کر	دام	روپے پیسے، نقدی، قیمت
دَین	قرض، ادھار	دَینِ میعادی	وہ دَین جس کی ادیگی کا وقت معین ہو
دلاّل	کمیشن لیکر مال بیچنے والا، آڑھتی	دفینہ	دفن کیا ہوا مال، خزانہ

دست گرداں	ایسا قرض جو کم مدت کے لئے دیا جائے	دعوٰی	مطالبہ، درخواست، مقدمہ
دلاّلی	کمیشن کے پیسے، اجرت	دواوین	دیوان کی جمع، شاعری کی کتابیں
دستاویز	کسی معاملہ کا تحریری ثبوت	دَیندار	مقروض
دائیں چلانا	کھلیان پر بیلوں کو چلانا	دقت	دشواری، مشکل
دوچند	دگنا	دعوات ماثورہ	قرآن وحدیث سے منقول دُعائیں
دِنائَت	کمینگی، کم ظرفی، کمینہ پن	دائِن	قرض دینے والا، قرض خواہ
دُونا	دُگنا	دَم ساز	رازدار، ہمدرد
دردِ زہ	بچہ پیدا ہونے کا درد	دوہری	دوطرفہ

ڈ

ڈھیلا	مٹی کا ٹکڑا، پتھر کا ٹکڑا، اینٹ کا ٹکڑا		

ذ

ذی عزت	معزز، محترم	ذِی الْیَد	قابض، قبضہ والا
ذی وَجاھت	صاحبِ مرتبہ، معزز، محترم	ذابِح	ذبح کرنے والا
ذَکَر	آلۂ تناسل	ذھابِ بَصَر	نظر کا ختم ہوجانا
ذَوق علمی	علم حاصل کرنے کا شوق		

ر

رَھن	گروی	رَاھِن	گروی رکھوانے والا
رِبَوی	سودی	رَبِیع	موسم بہار
رُشْد	ہوشمندی	ریا	دکھاوا
رائِج	لاگو، دستور کے مطابق، نافذ، جاری، چلتا	رُوحُ الْقُدُس	جبریل امین علیہ السلام
رائیگاں	ضائع	رُفَقا	رفیق کی جمع، دوست

ز

زائِل ھونا	ختم ہونا	زَوْجَیْن	میاں بیوی
زوالِ ملک	ملکیت کا ختم ہونا	زینت	بناؤسنگار
زَوْج	خاوند	زَوْجه	بیوی
زَنُخَنُوْں	ہیجڑے، عورتوں کی چال ڈھال والے	زائِر	زیارت کرنے والا
زدوکوب	مار پیٹ	زَخْم خُورْدَہ	زخمی

س

سَرایت	اثر کرنا، جذب ہونا	سَوْخْتَنی	جلانے کے قابل
سکونت	رہائش، اقامت گاہ	سِھام	حصے
سَفِیه	احمق، بے وقوف	سِیْنک	خلال، وہ تیلی جس سے خلال کرتے ہیں
سُکُوت	خاموشی	سزاوار	مناسب، مستحق، لائق
سُوت	روئی یا اون سے کاتا ہوا دھاگا	سدِّذرائع	ایسی باتوں کو روکنا جن کے ذریعے برائی کا خطرہ ہو
سونے کا پتّر	سونے کا چوڑا ٹکڑا	سِیُنچ	آب پاشی
سابِق	آگے بڑھنے والا	سَھْل	آسان
سِن	عمر	سِقایَه	پانی کی سبیل

ش

شُتَر	اونٹ	شِکَسْت ورَیْخت	ٹوٹ پھوٹ، نقصان
شِکَم	پیٹ	شَیْوَہ	طور طریقہ، عادت
شَوْرْزمین	کھاری زمین	شرم گاہ	انسان کے پیشاب و پاخانہ کا مقام
شارِعِ عام	عام راستہ	شِصّ	مچھلی پکڑنے کا کانٹا
شَغَف	دلچسپی، ذوق، لگاؤ	شَم	سونگھنے کی قوت
شَاھِدَیْن	دوگواہ	شَھْتِیر	بڑی کڑی
شِیْرخوار	دودھ پینے والا چھوٹا بچہ	شارِعِ خاص	خاص راستہ

ص

صراحةً	صاف، واضح طور پر	صَرْفه	خرچہ
صُحبت	ہم بستری، جماع	صَرْف	خرچ
صَرَّاف	سنار، سونے کا کاروبار کرنے والا	صبی	بچہ
صریح	واضح	صواب	درست
صارِف	خرچ کرنے والا	صُدُور	واقع ہونا، عمل میں لانا
صَوْت	آواز	صادِر ہونا	وقوع پذیر ہونا، نافذ ہونا
صَحیحُ الْجِسْمُ	صحیح بدن والا		

ض

ضرر	نقصان، ایذا	ضامِن	ذمہ دار، ضمانت دینے والا
ضیافت	مہمانی، دعوت	ضارِب	مارنے والا
ضَرْبُ	مارنا	ضُعف	کمزوری

ط

طبل	بڑا ڈھول	طَشت	بڑا برتن، بڑا تھال
طِیَرہ	بدفالی	طُغرائے امتیاز	بڑائی کی علامت
طُول	لمبائی		

ظ

ظنِ غالب	غالب گمان	ظرف	برتن

ع

عاقِد	عقد کرنے والا، معاملہ طے کرنے والا	عزیز	رشتہ دار
عاجِز	کمزور، بے بس	عُقُود	عقد کی جمع، قول وقرار
عَوْد	لوٹنا	عَلٰی هذا القِیَاس	اسی پر قیاس کرتے ہوئے

عدم موجودگی	غیر موجودگی	عُقُوبات	سزائیں
عَمَداً	جان بوجھ کر	عُشُر	دسواں حصہ
عَرْضُ	چوڑائی	عبث	فضول، بے فائدہ
عارِیۃً	عارضی طور پر	عَفُوُ	معافی، درگزر
عُیُوب	عیب کی جمع، نقائص	عالَم	دنیا، جہان
عَفِیْفہ	پارسا عورت، پاکدامن عورت	عِتُق	آزادی
عُلُوِّ ہِمَّت	بلند ہمتی، بہادری	عداوت	دشمنی
عَقار	غیر منقولہ جائیداد	عَبْدِماذُون	وہ
عُصُوبت	عصبہ ہونا	عَقُد	قول وقرار کرنا، کوئی معاملہ طے کرنا

غ

غاصِب	ناجائز قبضہ کرنے والا	غیر قابلِ قسمت	جو تقسیم کے قابل نہ ہو
غرما	قرض خواہ	غیراموال ربویہ	غیر سودی اموال
غلیظ	ناپاک، گندہ	غیر منقولہ	جو دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکے

ف

فَصُد	پچھنے لگانا، رگ سے خون نکالنا	فَسُخ	ختم
فُتُور	خرابی، نقص	فربہ	موٹا، صحت مند
فلاح	کامیابی	فِسُق	اللہ تعالیٰ کی نافرمانی
فُسَّاق	فاسق لوگ۔ گناہ کرنے والے	فُجَّار	فاجر لوگ یعنی بدچلن لوگ
فَہُم	سمجھ	فرس	گھوڑا

ق

قضا	شرعی فیصلہ	قَبُل الْقَبُض	قبضہ سے پہلے
قُربت	وطی، ہم بستری، تقرب	قُفُل	تالا

قاصِد	پیغام پہنچانے والا، ڈاکیا	قَصْد	ارادہ
قابض	اپنے قبضہ میں لینے والا، قبضہ دار	قابل اِنْتِفاع	نفع اُٹھانے کے قابل
قَصْداً	ارادۃً، جان بوجھ کر	قضاءِ قاضی	قاضی کا شرعی فیصلہ
قابل قسمت	تقسیم کے قابل	قُصُور	کوتاہی، کمی، غلطی
قِبال	تسمے	قاطِع	کاٹنے والا، تعلق توڑنے والا
قَبْضِ ثمن	ثمن پر قبضہ کرلینا، قیمت وصول کرلینا	قَرِیَہ	گاؤں، بستی
قدرِ کفایت	اتنی مقدار جواس کے لیے کفایت کرے	قَساوَتِ قَلْب	دل کی سختی
قوۃقرابت	رشتہ کی مضبوطی	قتِیل	مقتول
قَبِیح	بُرا	قوّت	طاقت
قُبَّہ	گنبد	قَیّم	نگران، انتظام کرنے والا، متولی

ک

کَالْعَدم	گویا کہ ہے ہی نہیں، نہ ہونے کی مثل	کنیز مشتَرک	ایسی لونڈی جس کے مالک دو یا زیادہ ہوں
کاٹھی	لکڑی کی بنائی ہوئی نشست جوزین کے مشابہ لیکن اس سے قدرے بڑی ہوتی ہے	کاذِب	جھوٹا
کڑی	شہتیر، لوہے کا بنا ہوا چھوٹا حلقہ	کاتِب	لکھنے والا
کھانپ	ٹکڑا، قاش	کم فَھْمی	سمجھ کی کمی، بیوقوفی
کَھْگل	پلستر	کوچۂ سربستہ	بندگلی
کھپَچِّی	بانس کا چِرا ہوا ٹکڑا	کوچۂ نافذہ	عام راستے والی گلی
کَفالَت	ضمانت	کفِیل	ضامن
کوچہ	گلی	کَنَف	پناہ، حفاظت
کَیُری	آم کی شکل کے پھول، چھوٹا کچا آم	کَف	ہتھیلی، آستین
کَسْرِشان	خلافِ شان	کَسْل	سستی

کوتَل	سجا ہوا گھوڑا، بغیر سوار گھوڑا	کلاوہ، کلابہ	تکلے پر لگا ہوا کچا سوت
کُنڈا	مٹی کا برتن، پرات	کُشادہ	وسیع
کِیلے	جانوروں کے نوکیلے دانت	کَوسَج	چھدری داڑھی والا
کانا	ایک آنکھ والا، ایک آنکھ سے اندھا	کُوبہ	ایک قسم کا باجا

گ

گُرُسنَگی	بھوک	گلانا	پگھلانا
گلّہ	چوپایوں کا ریوڑ	گیھوں	گندم
گوَیّا	گانے والا	گراں	مہنگا، مشکل، تکلیف دہ
گھرس دینا	گھُسیڑنا، کسی چیز میں اٹکا دینا	گھنگھرو	ایک قسم کا بجنے والا زیور
گھمنڈ	غرور	گچ	چونا
گپھا	گُچھا	گابھن	حاملہ جانور
گھات	تاک، چال، موقع	گھائِل	زخمی
گھیر گھار کر	گھیرا ڈال کر، محاصرہ کرکے	گھونُسہ	مکا
گھنڈی	پستان کا سر	گدِّی	گردن کا پچھلا حصہ
گلفام لب	گلابی ہونٹ	گِرجا	عیسائیوں کا عبادت خانہ

ل

لُبس	پہننا	لگان	زمین کا خراج
لاغَر	کمزور، دبلا پتلا	لُنجھا	ہاتھ پاؤں سے معذور
لَغو	فضول، بے فائدہ	لَغوِیّات	بیکار اور فضول باتیں یا کام
لَئِیم	کمینہ، گھٹیا	لَغزِش	سہو، خطا، بھول چوک

م

مُتَبرِّع	بھلائی کرنیوالا، بلا معاوضہ کام کرنیوالا	منگنی	عاریۃً لی ہوئی چیز۔ عاریۃً چیز لینا

مُمانَعت	روک،منع	مولٰی	مالک،آقا
مَزرُوعہ زمین	کاشت کی ہوئی زمین	مُجاھَدہ	ریاضت کرنا،نہایت لگن سے عبادت کرنا
مُظْہِر	ظاہر کرنے والا	مضمَر	پوشیدہ
مَوْلِد	جائے پیدائش،وطن	معیشت	روزگار،روزی
مُستَحکم	مضبوط	مُشَرَّف بَاِسْلام ہونا	مسلمان ہونا
مُعالِج	ڈاکٹر،علاج کرنے والا	مَعُیوب	عیب والا
مُتَمَیِّز	عیاں،ممتاز،الگ تھلگ	مابَقٰی	جو باقی ہو،بچا ہوا
مِلک	ملکیت،قبضہ	مَدخُولہ	ایسی عورت جس سے صحبت کی گئی ہو
موکِّل	وکیل بنانے والا	مجلِس عَقْد	وہ مجلس جس میں عقد ہو
مُتعیَّن	معین کیا ہوا،مقرر کیا ہوا	مجھول	نامعلوم
مُنکِر	انکار کرنے والا	مُنکَر	خلافِ شرع چیز،بُرائی
میعاد	مدت	مَدْیونہ	وہ عورت جو مقروض ہو
مَحسُوب	شمار کیا ہوا،حساب میں لایا ہوا	مَنْفَعَت	فائدہ،نفع
مُعاوَضہ	بدلہ،عوض	معروف	مشہور،معلوم،ظاہر
مُتفرِّق	جدا جدا،علیحدہ علیحدہ	مَسافَت	دوری،فاصلہ
مَصارِف	اخراجات،خرچ کرنے کی جگہیں	ماہ بماہ	ماہوار،ماہانہ،ہر مہینے
میکا	عورت کے والدین کا گھر	مُضِر	نقصان دہ،نقصان دینے والا
مُقِر	اقرار کرنے والا،تسلیم کرنے والا	مُشتَرِی	خریدار
مَبیع	فروخت شدہ چیز	مُورِث	میراث چھوڑ کر مرنے والا شخص
مَوطُوئہ	جس عورت کے ساتھ وطی کی گئی ہو	مقدور	قدرت،طاقت
مَکتُوب اِلَیہ	جس کی طرف خط لکھا	مُجْرا	کٹوتی
مُعَلِّمِین	سکھانے والے،راہنمائی کرنے والے	مُضَرَّت	نقصان،جسمانی تکلیف

مَجھُولُ النَّسَب	جس کا باپ معلوم نہ ہو	مذاھبِ باطِلہ	اسلام کے علاوہ دیگر مذاہب
معدوم	غیرموجود، ناپید	مانع صحت	صحیح ہونے میں رکاوٹ
مُزارِع	کاشتکار	مُھر کَن	انگوٹھی بنانے والا، مہر بنانے والا
مُنکِرین	انکار کرنے والے	مانِع	منع کرنے والا، رکاوٹ
مُتَوسِّط	درمیانہ، درمیانی	مباشَرت	بیوی سے ہمبستری کرنا
مَعْرُوفُ النَّسَب	جس کا باپ معلوم ہو	مؤاخذہ	گرفت، پکڑ، باز پرس
مُنقَطِع	ختم	متاع	سازوسامان، مال اسباب
مُستَغرَق	ڈوبا ہوا، گھرا ہوا	موافِق	مطابق
منہدم ہو گیا	گر گیا	موضِح	وضاحت کرنے والا
مَصرَف	خرچ کرنے کی جگہ	مخلوط	ملا ہوا، ملایا ہوا
مَقدُورُالتَّسلِیم	چیز دوسرے کے سپرد کرنے پر قادر ہونا	مُبادَلہ	کسی چیز کا باہمی تبادلہ
مُصحَف شریف	قرآن مجید	مُقَیَّد	قید کیا ہوا، مشروط
مُقرِض	قرض دینے والا	مُتَوَلِّی	انتظام کرنے والا
مُتَنازَع فیھا	جس معاملہ میں جھگڑا ہو، اختلافی بات	مِلکِ غیر	دوسرے کی ملکیت
مکتوب	لکھا ہوا، خط	مَغصُوب	غصب کی ہوئی چیز
مَرھُون	گروی رکھی ہوئی چیز	مُفید	فائدہ مند
مَلّاح	کشتی چلانے والا	مُنَازَعَت	جھگڑا
مَدیُون	مقروض	مُخبِر	خبر دینے والا
مذبُوح	ذبح شدہ	مَذبَح	ذبح کرنے کی جگہ
مُساوات	برابری	مرغوب فیہ	جو پسند ہو، جس میں دلچسپی ہو
مَشفُوعَہ	شفعہ کی ہوئی جائیداد	مختص	معین، مقرر، مخصوص
مِنھا	کٹوتی	مَطَب	کلینک، ہسپتال

مینگ	سینگ کی جڑ	مَینڈھ	کھیت کی منڈیر
مُتَّھَم	جس پر تہمت لگائی گئی ہو	مُصَرَّح	صراحت کیا گیا، تصریح شدہ
مُفلِس	دیوالیا، محتاج	مَملُوک	جو ملکیت میں ہو، لونڈی، غلام
منیحه	نَے، حقے کی نلی	مُغَرَّق	سونے چاندی میں لپا ہوا، سونے چاندی سے لدا ہوا
مُزْنَیَه	وہ عورت جس سے زنا کیا گیا ہو	مُضطَر	مجبور
مُتَکَبِّرین	تکبر کرنے والے	مُتَجَبِّرین	جبر کرنے والے
مُنجِیه	عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والی	موضعِ احتیاط	احتیاط کی جگہ، مقام احتیاط
مُعتَکِف	اعتکاف بیٹھنے والا، اعتکاف کرنے والا	مُتَصَوِّفَه	بناوٹی صوفی
مَجرُوح	زخمی	مَآل	انجام
مُبهَم	ایسی بات جس کا مطلب واضح نہ ہو	موباف	کپڑے کی پٹی جو عورتیں بالوں کی چوٹی پر لگاتی ہیں، پونی
مُتحارِبین	باہم لڑنے والے، جنگ کرنیوالے		
مَفرُوضَه	فرض کی ہوئی بات	مُنتَفَع بها	جس سے نفع حاصل کیا جائے، فائدہ مند چیز
مجذوم	کوڑھی، برص والا	مُمَاثَلت	برابری
مَقطُوعُ الاَنف	جس کی ناک کٹی ہو	مَضرُوب	مارا ہوا، ضرب کھایا ہوا
مَقطُوعُ الیَد	جس کا ہاتھ کٹا ہوا ہو	مَوضِعِ زخم	زخم کی جگہ
مادونَ النَّفس	قتل سے کم	مُصالَحت	صلح
مَحجُور	معاملات سے روکا ہوا	مُسقِط عَلَیه	جس پر گرا ہے
سُکَّان	رہائشی، رہنے والے	مَحزون	غمگین و رنجیدہ
مغموم	رنجیدہ، غم زدہ	مُحیط	احاطہ کیے ہوئے
مَقابرِ مُسلِمین	مسلمانوں کا قبرستان	مُجِیز	اجازت دینے والا
مَنذُوربِهٖ	جس کی منت مانی گئی	مَحاصِل	آمدنی

ن

نَسَب	نسل، سلسلۂ خاندان	نِچھاوَر	لٹانا، سر کے اوپر سے بکھیرنا
نَگ	نگینہ، انگوٹھی وغیرہ پر لگا ہوا پتھر	نادار	غریب، محتاج، کنگال

نامَسمُوع	نا قابل سماعت، نامقبول	نُکُول	قسم سے انکار
نَمود	نمائش، دکھاوا	نَفقۂ عِدَّت	عدت گزارنے کا نفقہ
نُقُود	نقدی، سونا، چاندی، روپے وغیرہ	نافِذ	لاگو، مؤثر
نَقِیه	کمزور، ضعیف	ناقِص	نامکمل
نوبَت	نقّارہ	نِفاق	منافقت، ظاہر میں کچھ باطن میں کچھ
ننگ	شرم، رسوائی، ذلت	نَفَر	چندآدمیوں کا گروہ
نَوع	قِسم	نُقَبا	قوم کے سردار
نَقْض	توڑنا	نَصْب کرنا	لگانا
نکیل	اونٹ کی مہار	نِب	نوکِ قلم

و

وِلایت	سرپرستی	ولی	سرپرست
وطی	ہم بستری، جماع، مباشرت	وُرَثه	وارثینِ میت
وَدیعَت	امانت	ویرانه	غیرآبادجگہ، جنگل
وَحُشی	جنگلی جانور	وَسْمَه	نیل کے پتے جن سے خضاب تیار کیا جاتا ہے
وُسعَت	کشادگی	واضِع	رکھنے والا
وُجُود وعَدَم	کسی چیز کا ہونا یا نہ ہونا		

ہ

هلاک کُنِندہ	ہلاک کرنے والا	هَدِیَّةً	بطورتحفہ
هَنُوز	ابھی تک	هَزْل	مذاق
هیبت ناک	خوف ناک	هِبَه	تحفہ
هلچل	گھبراہٹ، بے قراری	هتک	بے عزتی، توہین

ی

یَومِیَّه	روزانہ	یکساں	برابر، ایک جیسا
یَومُ الْقَبْض	قبضہ کے دن	یمین	قسم
یَومِ اَضْحٰی	قربانی کا دن	یوم	دن

تفصیلی فہرست

عاریت کا بیان **54**

پندرھواں حصہ (15)

اکراہ کا بیان

دیکھنے اور چھونے کا بیان

اھل بیت سے حُسنِ سلوک

اَمیرالمؤمنین حضرت علی المرتضٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ خاتم النبیین، رحمۃ للعالَمین صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلم نے ارشادفرمایا: جومیرے اہل بیت میں سے کسی کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا میں روزِ قیامت اس کا صِلہ اسے عطافرماؤں گا۔'' ("تاریخ دمشق"، لابن عساکر، الرقم: ٥٢٥٤، عمربن علی بن أبی طالب، ج٤٥، ص٣٠٣)

مضاربت، ودیعت، عاریت، ہبہ اور اجارہ وغیرہ کے مسائل کا بیان

بہارِ شریعت

حصہ چہاردہم (14)

(......تسہیل وتخریج شدہ......)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللّٰہ الغنی

پیشکش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوت اسلامی)

شعبہ تخریج

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ط

مضارَبت کا بیان

یہ تجارت میں ایک قسم کی شرکت ہے کہ ایک جانب سے مال ہو اور ایک جانب سے کام، مال دینے والے کو رب المال اور کام کرنے والے کو مضارب اور مالک نے جو دیا اُسے راس المال کہتے ہیں اور اگر تمام نفع رب المال ہی کے لیے دینا قرار پایا تو اُس کو اِبضاع کہتے ہیں اور اگر کل کام کرنے والے کے لیے طے پایا تو قرض ہے، اس عقد کی لوگوں کو حاجت ہے کیونکہ انسان مختلف قسم کے ہیں بعض مالدار ہیں اور بعض تہی دست۔[1] بعض مال والوں کو کام کرنے کا سلیقہ نہیں ہوتا تجارت کے اُصول و فروع[2] سے ناواقف ہوتے ہیں اور بعض غریب کام کرنا جانتے ہیں مگر ان کے پاس روپیہ نہیں لہٰذا تجارت کیونکر کریں اس عقد کی مشروعیت میں یہ مصلحت ہے کہ امیر و غریب دونوں کو فائدہ پہنچے مال والے کو روپیہ دیکر اور غریب آدمی کو اُس کے روپیہ سے کام کر کے۔

(شرائط مضارَبت)

مسئلہ ا: مضاربت کے لیے چند شرائط ہیں:

(ا) راس المال از قبیل ثمن ہو۔ عروض[3] کے قسم سے ہو تو مضاربت صحیح نہیں پیسوں کو راس المال قرار دیا اور وہ چلتے ہوں تو مضاربت صحیح ہے۔ یوہیں نِکل[4] کی اِکنیاں[5] دوانیاں[6] راس المال ہوسکتی ہیں جب تک اِن کا چلن ہے۔ اگر اپنی کوئی چیز دیدی کہ اسے بیچو اور ثمن پر قبضہ کرو اور اُس سے بطور مضاربت کام کرو اُس نے اُس کو روپیہ یا اشرفی سے بیچ کر کام کرنا شروع کر دیا یہ مضاربت صحیح۔

(۲) راس المال معلوم ہو۔ اگرچہ اس طرح معلوم کیا گیا ہو کہ اُس کی طرف اشارہ کر دیا۔ پھر اگر نفع کی تقسیم کرتے وقت راس المال کی مقدار میں اختلاف ہوا تو گواہوں سے جو ثابت کر دے اُس کی بات معتبر ہے اور دونوں کے گواہ ہوں تو رب المال کے گواہ معتبر ہیں اور اگر کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو قسم کے ساتھ مضارب کی بات معتبر ہوگی۔

---

1 ......غریب، نادار۔
2 ......قواعد و ضوابط، طور طریقے۔
3 ......نقود (سونا، چاندی اور کرنسی) کے علاوہ دوسری چیزیں۔
4 ......ایک قسم کی سفید دھات۔
5 ......اکنی کی جمع، کانسی کا بنا ہوا سکہ جو قیمت میں روپے کا سولھواں حصہ ہوتا ہے۔
6 ......دوانی کی جمع، جو آنے کی قدر کا چاندی یا کانسی کا سکہ۔

(۳) راس المال عین ہو یعنی معیّن ہو دَین نہ ہو جو غیر معیّن واجب فی الذمہ[1] ہوتا ہے۔ مضاربت اگر دَین کے ساتھ ہوئی اور وہ دَین مضاربت پر ہے یعنی اُس سے کہہ دیا کہ تمھارے ذمہ جو میرا روپیہ ہے اُس سے کام کرو یہ مضاربت صحیح نہیں جو کچھ خریدے گا اُس کا مالک مضارِب ہوگا اور جو کچھ دَین ہوگا اُس کے ذمہ ہوگا اور اگر دوسرے پر دَین ہو مثلاً کہہ دیا کہ فلاں کے ذمہ میرا اتنا روپیہ ہے اُس کو وصول کرو اور اُس سے بطورِ مضارَبت تجارت کرو یہ مضاربت جائز ہے اگرچہ اس طرح کرنا مکروہ ہے اور اگر یہ کہا تھا کہ فلاں پر میرا دَین ہے وصول کر کے پھر اُس سے کام کرو اُس نے کل روپیہ قبضہ کرنے سے پہلے ہی کام کرنا شروع کر دیا ضامن ہے یعنی اگر تلف ہوگا ضمان دینا ہوگا اور اگر یہ کہا تھا کہ اُس سے روپیہ وصول کرو اور کام کرو اور اس نے کل روپیہ وصول کرنے سے پہلے کام شروع کر دیا ضامن نہیں ہے اور اگر یہ کہا کہ مضاربت پر کام کرنے کے لیے اُس سے روپیہ وصول کرو تو کل وصول کرنے سے پہلے کام کرنے کی اجازت نہیں یعنی ضمان دینا ہوگا۔[2] (بحر، درمختار وغیرہما)

مسئلہ۲: یہ کہا کہ میرے لیے اُدھار غلام خرید و پھر بیچو اور اُس کے ثمن سے بطور مضاربت کام کرو اِس نے خریدا پھر بیچا اور کام کیا یہ صورت جائز ہے۔ غاصب یا امین یا جس کے پاس اِس نے اِبضاع[3] کے طور پر روپیہ دیا تھا اِن سے کہا جو کچھ میرا مال تمھارے پاس ہے اُس سے بطور مضاربت کام کرو نفع آدھا آدھا یہ جائز ہے۔[4] (بحر)

(۴) راس المال مضارِب کو دیدیا جائے یعنی اُس کا پورے طور پر قبضہ ہو جائے رب المال کا بالکل قبضہ نہ رہے۔

(۵) نفع دونوں کے مابین شائع ہو یعنی مثلاً نصف نصف یا دو تہائی ایک تہائی یا تین چوتھائی ایک چوتھائی، نفع میں اِس طرح حصہ معیّن نہ کیا جائے جس میں شرکت قطع ہو جانے کا احتمال ہو مثلاً یہ کہہ دیا کہ میں سَو روپیہ نفع لوں گا اِس میں ہوسکتا ہے کہ کل نفع سو ہی ہو یا اس سے بھی کم تو دوسرے کی نفع میں کیوں کر شرکت ہوگی یا کہہ دیا کہ نصف نفع لوں گا اور اُس کے ساتھ دس روپیہ اور لوں گا اِس میں بھی ہوسکتا ہے کہ کل نفع دس ہی روپے ہو تو دوسرا شخص کیا پائے گا۔

(۶) ہر ایک کا حصہ معلوم ہو لہٰذا ایسی شرط جس کی وجہ سے نفع میں جہالت پیدا ہو مضاربت کو فاسد کر دیتی ہے مثلاً یہ

---

1 ......کسی کے ذمہ لازم۔

2 ......"البحرالرائق"، کتاب المضاربة، ج۷، ص۴۴۸.

و"الدرالمختار"، کتاب المضاربة، ج۸، ص۵۰۰، وغیرهما.

3 ......یعنی کسی کو کام کرنے کے لیے مال دیا اس طور پر کہ جو نفع ہوگا وہ تمام مالک کا ہوگا۔

4 ......"البحرالرائق"، کتاب المضاربة، ج۷، ص۴۴۸.

شرط کہ تم کو آدھا یا تہائی نفع دیا جائے گا یعنی دونوں میں سے کسی ایک کو معین نہیں کیا بلکہ تردِید کے ساتھ بیان کرتا ہے اور اگر اُس شرط سے نفع میں جہالت نہ ہو تو وہ شرط ہی فاسد ہے اور مضارَبت صحیح ہے مثلاً یہ کہ نقصان جو کچھ ہوگا وہ مضارِب کے ذمہ ہوگا یا دونوں کے ذمہ ڈالا جائے گا۔

(۷) مضارِب کے لیے نفع دینا شرط ہو۔ اگر راس المال میں سے کچھ دینا شرط کیا گیا یا راس المال اور نفع دونوں سے دینا شرط کیا گیا مضاربت فاسد ہوجائے گی۔[1] (بحر، درر)

مسئلہ۳: رب المال نے یہ کہا کہ جو کچھ خدا نفع دے گا وہ ہم دونوں کا ہوگا یا نفع میں ہم دونوں شریک ہوں گے یہ جائز ہے اور نفع دونوں کو برابر برابر ملے گا اور اگر مضارِب کو روپیہ دیتے وقت یہ کہا کہ ہمارے مابین اُس طرح تقسیم ہوگا جو فلاں وفلاں کے مابین ٹھہرا ہے اگر دونوں کو معلوم ہے جو اُن کے مابین ٹھہرا ہے تو مضاربت جائز ہے اور اگر دونوں کو یا ایک کو معلوم نہ ہو کہ اُن کے مابین کیا ٹھہرا ہے تو ناجائز ہے اور مضارَبت فاسد۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۴: روپیہ دیا اور مضارِب سے کہہ دیا کہ تمھارا جو جی چاہے نفع میں سے مجھے دے دینا یہ مضاربت فاسد ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۵: ایک ہزار روپے مضارِب کو اِس طور پر دیے کہ نفع کی دو تہائیاں مضارب کی ہوں گی[4] بشرطیکہ ایک ہزار روپے اپنے بھی اس میں شامل کرلے اور دو ہزار سے کام کرے اُس نے ایسا ہی کیا اور نفع ہوا تو ایک ہزار کا کل نفع مضارب کو ملے گا اور ایک ہزار جو رب المال کے ہیں اُن کے نفع میں دو تہائیاں مضارِب کی اور ایک تہائی رب المال کی ہوگی۔ اور اگر رب المال نے کہہ دیا کہ کل نفع کی دو تہائیاں میری اور ایک تہائی مضارِب کی تو نفع کو برابر تقسیم کریں اور اس صورت میں مضاربت نہیں ہوئی بلکہ اِبضاع ہے کہ اپنے مال کا سارا نفع خود لینا قرار دیدیا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ۶: روپے دیے اور کہہ دیا کہ گیہوں خریدو گے تو آدھا نفع تمھارا اور آٹا خریدو گے تو چوتھائی نفع تمھارا اور جَو

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب المضاربۃ، ج۷، ص۴۴۹.

و "دررالحکام"، کتاب المضاربۃ، الجزء الثانی، ص۳۱۱.

2 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب المضاربۃ، الباب الثانی فیما یجوز من المضاربۃ ...إلخ، ج۴، ص۲۸۸.

3 ......المرجع السابق.

4 ......یعنی نفع کے کل تین حصوں میں سے دو حصے مضارب کے ہونگے۔

5 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب المضاربۃ، الباب الثانی فیما یجوز من المضاربۃ ...إلخ، ج۴، ص۲۸۹.

خریدو گے تو ایک تہائی تمہاری، اِس صورت میں جیسا کہا اُسی کے موافق نفع تقسیم کیا جائے گا، مگر گیہوں خرید چکا تو اب جَو یا آٹا نہیں خرید سکتا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ۷: مالک نے یہ کہا کہ اگر اس شہر میں کام کرو گے تو تمہیں ایک تہائی نفع ملے گا اور باہر کام کرو گے تو نصف، اس میں خریدنے کا اعتبار ہے بیچنے کا اعتبار نہیں اگر اس شہر میں خریدا تو ایک تہائی دی جائے گی بیچنا یہاں ہو یا باہر۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۸: مضاربت کا حکم یہ ہے کہ جب مضارِب کو مال دیا گیا اُس وقت وہ امین ہے اور جب اُس نے کام شروع کیا اب وہ وکیل ہے اور جب کچھ نفع ہوا تو اب شریک[3] ہے اور رب المال کے حکم کے خلاف کیا تو غاصب ہے اور مضارَبت فاسد ہوگئی تو وہ اَجیر[4] ہے اور اِجارہ بھی فاسد۔[5] (درمختار)

مسئلہ۹: مضاربت میں جو کچھ خسارہ ہوتا ہے وہ رب المال کا ہوتا ہے اگر یہ چاہے کہ خسارہ مضارِب کو ہو مال والے کو نہ ہو اُس کی صورت یہ ہے کہ کل روپیہ مضارِب کو بطور قرض دیدے اور ایک روپیہ بطور شرکت عنان دے یعنی اُس کی طرف سے وہ کل روپے جو اس نے قرض میں دیے اور اس کا ایک روپیہ اور شرکت اس طرح کی کہ کام دونوں کریں گے اور نفع میں برابر کے شریک رہیں گے اور کام کرنے کے وقت تنہا وہی مُستَقرِض[6] کام کرتا رہا اس نے کچھ نہیں کیا اِس میں حرج نہیں کیونکہ اگر رب المال کام نہ کرے تو شرکت باطل نہیں ہوتی اب اگر تجارت میں نقصان ہوا تو ظاہر ہے کہ اِس کا ایک ہی روپیہ ہے سارا مال تو مستقرض کا ہے اُس کا خسارہ ہوا رب المال کا کیا ایسا خسارہ ہوا کیونکہ جو کچھ مستقرض کو دیا ہے وہ قرض ہے اُس سے وصول کرے گا۔[7] (درمختار)

مسئلہ۱۰: مضاربت اگر فاسد ہو جاتی ہے تو اجارہ کی طرف منقلب ہو جاتی ہے یعنی اب مضارِب کو نفع جو مقرر ہوا ہے وہ نہیں ملے گا بلکہ اُجرتِ مِثل ملے گی چاہے نفع اس کام میں ہوا ہو یا نہ ہو مگر یہ ضرور ہے کہ یہ اُجرت اُس سے زیادہ نہ ہو جو مضارَبت کی صورت میں نفع ملتا۔[8] (درمختار)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب المضاربة، الباب الثانی فيما يجوز من المضاربة...إلخ، ج٤، ص٢٩٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......حصّہ دار۔ 4 ......اُجرت پر کام کرنے والا، ملازم، نوکر۔

5 ......"الدرالمختار"، كتاب المضاربة، ج٨، ص٤٩٧.

6 ......قرض لینے والا۔

7 ......"الدرالمختار"، كتاب المضاربة، ج٨، ص٤٩٧۔٤٩٨.

8 ......المرجع السابق، ص٤٩٨.

مسئلہ ۱۱: وَصی نے یتیم کا مال بطورِ مضارَبت فاسدہ لیا مثلاً یہ شرط کہ دس۱۰ روپے نفع کے میں لوں گا اور اُس نے کام کیا اور نفع بھی ہوا مگر وصی کو کچھ نہیں ملے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۲: مضاربت فاسدہ میں بھی مضارِب کے پاس جو مال رہتا ہے وہ بطور امانت ہے اگر کچھ نقصان ہو جائے تاوان اسکے ذمہ نہیں جس طرح مضاربت صحیحہ میں تاوان نہیں۔ دوسرے کو مال دیا اور کل نفع اپنے لیے مشروط کرلیا جس کو اِبضاع کہتے ہیں اِس میں بھی اُس کے پاس جو مال ہے بطور امانت ہے ہلاک ہوجائے تو ضمان نہیں۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۳: رب المال نے مضارِب کو مال دیا اور شرط یہ کی ہے کہ مضارِب کے ساتھ میں بھی کام کروں گا اس سے مضاربت فاسد ہوگئی اِس میں دوصورتیں ہیں ایک یہ کہ رب المال ہی نے عقدِ مضارَبت کیا اور اپنے ہی کام کرنے کی شرط کی۔ دوسری یہ کہ عاقد دوسرا ہے اور رب المال دوسرا مثلاً نابالغ بچہ یا معتوہ کا مال ہے اُس کے ولی نے کسی سے عقدِ مضارَبت کیا اور شرط یہ ہے کہ یہ بچہ بھی (جس کا مال ہے) تمہارے ساتھ کام کرے گا دونوں صورتوں میں مضاربت فاسد ہے یا مثلاً دو شخصوں میں شرکت[3] ہے ایک شریک نے عقد مضارَبت کیا اور مال دیدیا اور شرط یہ ہے کہ مضارِب کے ساتھ میرا شریک بھی کام کرے گا مضاربت فاسد ہو جائے گی جبکہ راس المال دونوں کی شرکت کا ہو اور اگر راس المال مال مشترک نہ ہو اور شرکت عنان ہو تو مضارَبت صحیح ہے اور اگر شرکت مفاوضہ ہو تو مطلقاً صحیح نہیں اور اگر عاقد (جو رب المال نہیں ہے) اس نے اپنے کام کرنے کی شرط کی ہے اِس میں دوصورتیں ہیں وہ عاقد خود اس مال کو بطور مضاربت لے سکتا ہے یا نہیں اگر نہیں لے سکتا تو مضاربت فاسد ہے مثلاً غلام ماذون[4] نے بطور مضارَبت مال دیا اور اپنے عمل کی شرط کرلی یہ فاسد ہے۔ اور اگر وہ خود مضاربت کے طور پر مال کو لے سکتا ہے تو فاسد نہیں جیسے باپ یا وصی کہ انہوں نے بچہ کا مال مضاربۃً دیا اور خود اپنے عمل کی شرط کرلی کہ کام کریں گے اور نفع میں سے اتنا لیں گے اس سے مضاربت فاسد نہیں۔ غلام ماذون نے عقد کیا اور اپنے مولیٰ[5] کے کام کرنے کی شرط کی اسکی بھی دو صورتیں ہیں اُس پر دَین ہے یا نہیں اگر دَین نہیں ہے عقد فاسد ہے ورنہ صحیح ہے جس طرح مکاتب نے عقد کیا اور مولیٰ کا کام کرنا شرط کیا یہ مطلقاً صحیح ہے۔[6] (ہدایہ، بحر، درر وغیرہا)

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب المضاربة، ج۸، ص۴۹۹.

2 ...... المرجع السابق، ص۵۰۰.

3 ......حصہ داری۔

4 ......وہ غلام جسے آقا کی طرف سے تجارت کی اجازت ہو۔

5 ......آقا، مالک۔

6 ......"الهداية"، کتاب المضاربة، ج۲، ص۲۰۱.

و"البحرالرائق"، کتاب المضاربة، ج۷، ص۴۴۹.

و"دررالحکام"، کتاب المضاربة، الجزء الثانی، ص۳۱۱، وغیرها.

مسئلہ۱۴: مضارِب نے رب المال کو مضاربۃً مال دے دیا یہ دوسری مضارَبت صحیح نہیں اور پہلی مضاربت بدستور صحیح ہے اور نفع اُسی طور پر تقسیم ہوگا جو باہم ٹھہرا ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ۱۵: مضارِب و رب المال میں مضاربت کی صحت و فساد[2] میں اختلاف ہے اس کی دو صورتیں ہیں اگر مضارِب فساد کا مدّعی[3] ہے تو رب المال کا قول معتبر اور رب المال نے فساد کا دعویٰ کیا تو مضارب کا قول معتبر، اس کا قاعدہ یہ ہے کہ عقود[4] میں جو مدعی صحت ہے اُس کا قول معتبر ہوتا ہے ہاں اگر رب المال یہ کہتا ہے کہ تمھارے لیے دس۱۰ کم تہائی نفع شرط تھا مضارِب کہتا ہے تہائی نفع میرے لیے تھا یہاں رب المال کا قول معتبر ہے حالانکہ اُس کے طور پر مضاربت فاسد ہے اور مضارب کے طور پر صحیح ہے کیونکہ یہاں مضارِب زیادت کا مدعی ہے اور رب المال اِس سے منکر۔[5] (درمختار)

مسئلہ۱۶: مضاربت کبھی مطلق ہوتی ہے جس میں زمان و مکان[6] اور قسم تجارت کی تعیین نہیں ہوتی روپیہ دے دیا ہے کہ تجارت کرو نفع میں دونوں کی اِس طرح شرکت ہوگی اور کبھی مضاربت میں طرح طرح کی قیدیں ہوتی ہیں۔ مضارَبت مُطلَقہ[7] میں مضارِب کو ہر قسم کی بیع کا اختیار ہے نقد بھی بیچ سکتا ہے اودھار بھی، مگر ایسا ہی اودھار کرسکتا ہے جو تاجروں میں رائج ہے اسی طرح ہر قسم کی چیز خرید سکتا ہے خرید و فروخت میں دوسرے کو وکیل کرسکتا ہے۔ دریا اور خشکی کا سفر بھی کرسکتا ہے اگرچہ رب المال نے شہر کے اندر اس کو مال دیا ہو۔ ابضاع بھی کرسکتا ہے یعنی دوسرے کو تجارت کے لیے مال دے دے اور نفع اپنے لیے شرط کرے یہ ہوسکتا ہے بلکہ خود رب المال کو بھی بضاعت کے طور پر مال دے سکتا ہے اور اس سے مضارَبت فاسد نہیں ہوگی۔ مضارب مال کو کسی کے پاس امانت رکھ سکتا ہے۔ اپنی چیز کسی کے پاس رہن رکھ سکتا ہے دوسرے کی چیز اپنے پاس رہن لے سکتا ہے کسی چیز کو اجارہ پر دے سکتا ہے کرایہ پر لے سکتا ہے۔ مشتری[8] نے ثمن کا کسی پر حوالہ کردیا مضارب اِس حوالہ کو قبول کرسکتا ہے کیونکہ یہ ساری باتیں تجار[9] کی عادت میں داخل ہیں کبھی یہاں مال بیچتے ہیں کبھی باہر لے جاتے ہیں اور اس کے لیے گاڑی کشتی جانور وغیرہ کو کرایہ پر لینا ہوتا ہے ورنہ مال کس طرح لے جائے گا۔ دوکان پر کام کرنے کے لیے نوکر رکھنے کی ضرورت ہوتی

---

1 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب المضاربة،الباب الرابع فيما يملك المضارب ...إلخ، ج٤،ص٢٩٢.

2 ……صحیح اور فاسد ہونے۔ 3 ……دعویٰ کرنے والا۔

4 ……عقد کی جمع، جس کے معنی ہیں ایجاب و قبول کا ایسے مشروع طریقہ پر مربوط ہونا جس کا اثر اس کے محل میں ظاہر ہو۔

5 …… "الدرالمختار"، كتاب المضاربة، ج٨،ص٥٠٢.

6 ……یعنی وقت اور جگہ۔ 7 ……ایسی مضاربت جس میں کسی قسم کی قید نہ ہو۔

8 ……خریدار۔ 9 ……تاجر کی جمع، تاجر لوگ۔

ہے دکان کرایہ پر لینی ہوتی ہے۔ مال رکھنے کے لیے مکان کرایہ پر لینا ہوتا ہے اور اسکی حفاظت کے لیے نوکر رکھنا ہوتا ہے وغیرہ وغیرہ یہ سب باتیں بالکل ظاہر ہیں۔[1] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۱۷: مضارَبت مطلقہ میں بھی مال لے کر سفر اُس وقت کرسکتا ہے جب بظاہر خطرہ نہ ہو اور اگر راستہ خطرناک ہو لوگ اُس راستہ سے ڈر کی وجہ سے نہیں جاتے تو مضارِب بھی مال لے کر اُس راستہ سے نہیں جاسکتا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۸: مضارِب نے مال بیع کرنے[3] کے بعد ثمن کے لیے کوئی میعاد مقرر کردی یہ جائز ہے اور اگر مبیع[4] میں عیب تھا اُسکے ثمن سے کچھ کم کردیا جتنا تجار ایسی صورت میں کم کیا کرتے ہیں یہ بھی جائز ہے، اور اگر بہت زیادہ ثمن کم کردیا کہ عادت تجار کے خلاف ہے تو یہ کمی مضارِب کے ذمہ ہوگی۔ رب المال سے اس کو تعلّق نہ ہوگا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۹: مضارِب یہ نہیں کرسکتا کہ دوسرے کو بطور مضارَبت یہ مال دیدے یا اِس مال کے ساتھ کسی سے شرکت کرے یا اِس مال کو اپنے مال میں خلط کرے[6] مگر جبکہ رب المال نے اُس کو ان کاموں کی اجازت دیدی ہو یا یہ کہہ دیا ہو کہ تم اپنی رائے سے کام کرو۔ مضارب کو قرض دینے کا اختیار نہیں اور اِستدانہ کا بھی اختیار نہیں اگرچہ رب المال نے کہہ دیا ہو کہ اپنی رائے سے کام کرو کیونکہ یہ دونوں چیزیں تجار کی عادت میں نہیں اِستدانہ کے یہ معنےٰ ہیں کہ کوئی چیز اودھار خریدی اور مال مضارَبت میں اس ثمن کی جنس سے کچھ باقی نہیں ہے مثلاً جو کچھ روپیہ تھا سب کی چیزیں خریدی جاچکیں اب کچھ روپیہ باقی نہیں ہے اسکے باوجود مضارِب نے دس ۱۰، بیس ۲۰، سو، پچاس کی کوئی اور چیز خریدلی یہ مضاربت میں داخل نہ ہوگی مضارب کی اپنی ہوگی اپنے پاس سے دام[7] دینے ہوں گے۔ اگر رب المال نے صاف اور صریح لفظوں میں قرض دینے اور اِستدانہ کی اجازت دیدی ہو تو اب مضارِب ان دونوں کو کرسکتا ہے اور استدانہ کے طور پر جو کچھ خریدے گا وہ رب المال و مضارب کے مابین بطور شرکتِ وجوہ مشترک ہوگی۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۲۰: مضارَبت کے طور پر ایک ہزار روپے دیے تھے مضارِب کو ایک ہزار سے زیادہ کی چیزیں خریدنے کا اختیار

---

1. ...... "الدرالمختار"، کتاب المضاربة، ج۸، ص۵۰۲، وغیرہ.
2. ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب المضاربة، الباب الرابع فیما یملك المضارب ...إلخ، ج٤، ص۲۹۳.
3. ...... بیچنے۔
4. ...... بیچی گئی چیز۔
5. ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب المضاربة، الباب الرابع فیما یملك المضارب ...إلخ، ج٤، ص۲۹۲.
6. ...... یعنی مِلائے۔
7. ...... روپیہ، رقم۔
8. ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربة، ج۸، ص۵۰۳۔۵۰۵.

نہیں اور اگر اس نے خرید لیں تو ایک ہزار کی چیزیں مضارَبت کی ہیں باقی چیزیں خاص مضارِب کی ہیں نقصان ہوگا تو ان چیزوں کے مقابلہ میں جو کچھ نقصان ہے وہ تنہا مضارِب کے ذمہ ہے اور ان کا نفع بھی تنہا مضارِب ہی کو ملے گا اور ان چیزوں کو مال مضارَبت میں خلط کرنے [1] سے مضارِب پر ضمان لازم نہ ہوگا۔[2] (خانیہ)

مسئلہ ۲۱: رب المال نے روپے دیے تھے اور مضارِب نے اشرفی [3] سے چیزیں خریدیں یا اشرفیاں دی تھیں اور مضارِب نے روپے سے چیزیں خریدیں تو یہ چیزیں مضاربت ہی کی قرار پائیں گی کہ روپیہ اور اشرفی اس باب میں ایک ہی جنس ہیں اور اگر رب المال نے روپیہ یا اشرفی دی تھی اور مضارِب نے غیر نقود [4] سے چیزیں خریدیں تو یہ چیزیں مضاربت کی نہیں بلکہ خاص مضارِب کی ہوں گی۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۲: رب المال نے اشرفیاں دی تھیں مضارِب نے روپے سے چیزیں خریدیں مگر یہ روپے اشرفیوں کی قیمت سے زیادہ ہیں تو جتنے زیادہ ہیں ان کی چیزیں خاص مضارِب کی ملک ہیں اور مضارِب اس صورت میں مضاربت میں شریک ہو جائے گا اور اگر وہ روپے اشرفیوں کی قیمت کے تھے مگر خریدنے کے بعد ثمن ادا کرنے سے پہلے اشرفیوں کا نرخ اوتر گیا [6] تو یہ نقصان مال مضاربت میں قرار پائے گا اشرفیاں بھنا کر [7] ثمن ادا کرے اور جو کمی پڑے مال بیچ کر بائع [8] کا بقیہ ثمن ادا کرے۔[9] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: مضارِب نے پورے مال مضاربت سے کپڑا خریدا اور اُس کو اپنے پاس سے دھلوایا یا مال مضاربت کو لاد کر دوسری جگہ لے گیا اور کرایہ اپنے پاس سے خرچ کیا اگر مضارِب سے رب المال نے کہا تھا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو یہ مضارِب مُتَبَرِّع ہے یعنی ان چیزوں کا اُسے کوئی معاوَضہ نہیں ملے گا کیونکہ استدانہ [10] کا اُسے اختیار نہ تھا اور اگر کپڑے کو سُرخ رنگ دیا یا دھلوا کر اُس میں کلپ چڑھایا [11] تو اس رنگ یا کلپ کی وجہ سے جو کچھ اُس کی قیمت میں اضافہ ہوگا اُتنے کا یہ شریک

---

1 ...... مِلا دینے۔

2 ...... "الفتاوی الخانية"، کتاب المضاربة، ج ۲، ص ۲۱۷.

3 ...... سونے کے سکے۔ 4 ...... سونا، چاندی اور کرنسی کے علاوہ دیگر سامان۔

5 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب المضاربة، الباب التاسع فی الاستدانة علی المضاربة، ج ٤، ص ۳۰۵.

6 ...... یعنی کم ہو گیا۔ 7 ...... کسی سکے کی ریزگاری لے کر، تڑا کر۔ 8 ...... بیچنے والے۔

9 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب المضاربة، الباب التاسع فی الاستدانة علی المضاربة، ج ٤، ص ۳۰۵.

10 ...... یعنی ادھار خریدنے۔ 11 ...... کلف لگایا، یعنی پکا ہوا لیس دار مادہ جسے پانی میں ملا کر کپڑے کو اس میں ڈبوتے ہیں۔

ہے یعنی مضارِب نے اپنے مال کو مالِ مضاربت میں مِلا دیا مگر چونکہ رب المال نے کہہ دیا تھا کہ اپنی رائے سے کام کرو لہٰذا اس کو ملا دینے کا اختیار تھا۔ اب یہ کپڑا فروخت ہوا اس میں رنگ کی قیمت کا جو حصہ ہے وہ تنہا مضارِب کا ہے اور خالی سفید کپڑے کا جو ثمن ہوگا وہ مضاربت کے طور پر ہوگا مثلاً وہ تھان اس وقت دس۱۰ روپے میں فروخت ہوا اور رنگا ہوا نہ ہوتا تو آٹھ روپے میں بکتا، دو روپے مضارِب کے ہیں اور آٹھ روپے مضاربت کے طور پر اور اگر رب المال نے یہ نہیں کہا تھا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو تو مضارِب شریک نہیں بلکہ غاصب ہوگا۔[1] (درمختار) اور اس پچھلی صورت میں مالک کو اختیار ہے کہ کپڑا لے کر زیادتی کا معاوضہ دیدے یا سفید کپڑے کی قیمت مضارب سے تاوان لے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۴: کل روپے کا کپڑا خرید لیا بار برداری[3] یا دھلائی وغیرہ اپنے پاس سے خرچ کی تو مُتَبَرِّع[4] ہے کہ نہ اس کا معاوضہ ملے گا نہ اسکی وجہ سے تاوان دینا پڑے گا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: مضارِب کو یہ اختیار نہیں کہ کسی سے قرض لے اگرچہ رب المال نے صاف لفظوں میں قرض لینے کی اجازت دیدی ہو کیونکہ قرض لینے کے لیے وکیل کرنا بھی درست نہیں اگر قرض لے گا تو اس کا ذمہ دار یہ خود ہوگا رب المال سے اس کا تعلق نہیں ہوگا۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۶: مضارِب ایسا کام نہیں کرسکتا جس میں ضرر ہو، نہ وہ کام کرسکتا ہے جو تجار نہ کرتے ہوں، نہ ایسی میعاد پر بیع کرسکتا ہے جس میعاد پر تاجر نہیں بیچتے ہوں اور دو شخصوں کو مضارِب کیا ہے تو تنہا ایک بیع وشرا[7] نہیں کرسکتا، جب تک اپنے ساتھی سے اِجازت نہ لے لے۔[8] (بحر)

مسئلہ ۲۷: اگر بیع فاسد کے ساتھ کوئی چیز خریدی جس میں قبضہ کرنے سے مِلک ہوجاتی ہے یہ مخالفت نہیں ہے اور وہ چیز مضاربت ہی کی کہلائے گی اور غبن فاحش کے ساتھ خریدی تو مخالفت ہے اور یہ چیز صرف مضارِب کی مِلک ہوگی اگرچہ مالک

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب المضاربة، ج۸، ص۵۰۵.

2 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب المضاربة، الباب التاسع فی الاستدانة...إلخ، ج٤، ص٣٠٦.

3 ......مزدوری۔

4 ...... احسان کرنے والا۔

5 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب المضاربة، الباب التاسع فی الاستدانة...إلخ، ج٤، ص٣٠٦.

6 ...... "ردالمحتار"، کتاب المضاربة، ج۸، ص٥٠٦.

7 ......یعنی خرید وفروخت۔

8 ...... "البحرالرائق"، کتاب المضاربة، ج۷، ص٤٥٠.

نے کہہ دیا ہو کہ اپنی رائے سے کام کرو اور اگر غبن فاحش کے ساتھ بیچ دی تو مخالفت نہیں ہے۔[1] (بحر)

مسئلہ ۲۸: رب المال نے شہر یا وقت یا قسم تجارت کی تعیین کر دی ہو یعنی کہہ دیا ہو کہ اس شہر میں یا اِس زمانہ میں خرید و فروخت کرنا یا فلاں قسم کی تجارت کرنا تو مضارِب پر اِسکی پابندی لازم ہے اِسکے خلاف نہیں کرسکتا۔ یوہیں اگر بائع[2] یا مشتری[3] کی تقیید کر دی ہو کہہ دیا ہو کہ فلاں دکان سے خریدنا یا فلاں فلاں کے ہاتھ بیچنا اس کے خلاف بھی نہیں کرسکتا اگرچہ یہ پابندیاں اُس نے عقدِ مضارَبت کرتے وقت یا روپے دیتے وقت نہ کی ہوں بعد میں یہ قیود بڑھادی ہوں، ہاں اگر مضارِب نے سودا خرید لیا اب کسی قسم کی پابندی اُسکے ذمہ کرے مثلاً یہ کہ اودھار نہ بیچنا یا دوسری جگہ نہ لے جانا وغیرہ وغیرہ، مضارِب اِن قیود کی پابندی پر مجبور نہیں مگر جبکہ سودا فروخت ہو جائے اور راس المال نقد کی صورت میں ہو جائے تو رب المال اس وقت قیود لگا سکتا ہے اور مضارِب پر اُن کی پابندی لازم ہوگی۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۹: مضارِب سے کہہ دیا کہ فلاں شہر والوں سے بیع کرنا اُس نے اُسی شہر میں بیع کی مگر جس سے بیع کی وہ اُس شہر کا باشندہ نہیں ہے یہ جائز ہے کہ اِس شرط سے مقصود اُس شہر میں بیع کرنا ہے۔ یوہیں اگر کہہ دیا کہ صراف[5] سے خرید و فروخت کرنا اس نے صراف کے غیر سے عقد صرف کیا یہ بھی مخالفت نہیں ہے بلکہ جائز ہے کہ اِس سے مقصود عقد صرف ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: رب المال نے کپڑا خریدنے کے لیے کہہ دیا ہے تو اونی، سوتی، ریشمی، ٹسری[7] جو چاہے خرید سکتا ہے، ٹاٹ[8] دری قالین پردے وغیرہ جو ازقبیل ملبوس نہیں ہیں[9]، نہیں خرید سکتا۔[10] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۱: رب المال نے بے فائدہ قیدیں ذکر کیں مثلاً یہ کہ نقد نہ بیچنا اسکی پابندی مضارب پر لازم نہیں اور ایسی قید جس میں فی الجملہ فائدہ ہو مثلاً اِس شہر کے فلاں بازار میں تجارت کرنا فلاں میں نہ کرنا اس کی پابندی کرنی ہوگی۔[11] (درمختار)

---

1 ...... "البحر الرائق"، کتاب المضاربة، ج۷، ص۴۵۰.

2 ...... بیچنے والا۔ 3 ...... خریدار۔

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب المضاربة، ج۸، ص۵۰٦.

5 ...... سونے چاندی کا کام کرنے والا۔

6 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب المضاربة، الباب السادس فیما یشترط... إلخ، ج٤، ص۲۹۸.

7 ...... مصنوعی ریشم سے تیار کیا ہوا کپڑا۔ 8 ...... بوری کا کپڑا۔ 9 ...... یعنی جو لباس کی قسم سے نہیں ہیں۔

10 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب المضاربة، الباب السادس فیما یشترط... إلخ، ج٤، ص۲۹۹.

11 ...... "الدرالمختار"، کتاب المضاربة، ج۸، ص۵۰٦.

اُدھار کی قید بیکار اُس وقت ہے جب مضارِب نے واجبی قیمت [1] پر یا اُس ثمن پر بیع کی [2] تو رب المال نے بتایا تھا اور اگر کم داموں میں بیع کردی تو مخالفت قرار پائے گی۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲: رب المال نے معین کردیا تھا کہ فلاں شہر میں یا اس شہر سے مال خریدنا، مضارِب نے اس کے خلاف کیا دوسرے شہر کو مال خریدنے کے لیے چلا گیا ضامن ہوگیا یعنی اگر مال ضائع ہوگا تاوان دینا پڑے گا اور جو کچھ خریدے گا وہ مضارِب کا ہوگا مال مضارَبت نہیں ہوگا اور اگر وہاں سے کچھ خریدا نہیں بغیر خریدے واپس آ گیا تو مضارَبت عود کر آئی یعنی اب ضامن نہ رہا اور اگر کچھ خریدا کچھ روپیہ واپس لایا تو جو کچھ خریدلیا ہے اس میں ضامن ہے اور جو روپیہ واپس لایا ہے یہ مضارَبت پر ہوگیا۔[4] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۳۳: مال مضارَبت سے جو لونڈی، غلام خریدے گا اس کا نکاح نہیں کرسکتا ہے کہ یہ بات تجار کی عادت سے نہیں۔ ایسے غلام کو نہیں خرید سکتا جو خریدنے سے رب المال کی جانب سے آزاد ہو جائے مثلاً رب المال کا ذی رحم محرم [5] ہے کہ اگر اُس کی مِلک میں آجائے گا آزاد ہو جائے گا یا رب المال نے کسی غلام کی نسبت کہا ہے کہ اگر میں اس کا مالک ہو جاؤں تو آزاد ہے کہ ان سب کی خریداری مقصد تجارت کے خلاف ہے اگر خریدے گا تو مضارِب ان کا مالک ہوگا اور اُس کو اپنے پاس سے ثمن دینا ہوگا راس المال سے ثمن نہیں دے سکتا بخلاف وکیل بالشراء [6] کے کہ اگر قرینہ نہ ہوتو یہ ایسے غلاموں کو خرید سکتا ہے اور وہ مؤکل کی ملک ہوں گے اور آزاد ہو جائیں گے قرینہ کی صورت یہ ہے کہ مؤکل نے کہا ہے ایک غلام میرے لیے خریدو میں اُسے بیچوں گا یا اُس سے خدمت لوں گا یا کنیز [7] خریدو جس کو فراش بناؤں گا [8] ان صورتوں میں وکیل بھی ایسے غلام وکنیز کو نہیں خرید سکتا جو موکل پر آزاد ہو جائیں۔[9] (بحر، درمختار، ہدایہ)

---

1 ......رائج قیمت، بازاری قیمت۔
2 ......یعنی کم قیمت پر بیچی۔
3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب المضاربة،الباب السادس فيما يشترط...إلخ، ج٤،ص٢٩٨،٢٩٩.
4 ......"البحرالرائق"،كتاب المضاربة،ج٧،ص٤٥٠.
و"الدرالمختار"،كتاب المضاربة،ج٨،ص٥٠٦.
5 ......یعنی نسب کی رو سے ان میں باہم وہ رشتہ ہے جو ہمیشہ ہمیشہ حرمت نکاح کا موجب ہوتا ہے۔
6 ......خریدنے کا وکیل۔
7 ......لونڈی۔
8 ......یعنی اس سے صحبت، مجامعت کروں گا۔
9 ......"البحرالرائق"،كتاب المضاربة،ج٧،ص٤٥١.
و"الدرالمختار"،كتاب المضاربة،ج٨،ص٥٠٧.
و"الهداية"،كتاب المضاربة،ج٢،ص٢٠٣.

مسئلہ ۳۴: اگر مال میں نفع ہو تو مضارِب ایسے غلام کو بھی نہیں خرید سکتا جو خود اُسکی جانب سے آزاد ہوجائے کیونکہ اس وقت بقدر اپنے حصہ کے خود مضارِب بھی اوس کا مالک ہوجائے گا اور وہ آزاد ہوجائے گا، یہاں نفع کا صرف اتنا مطلب ہے کہ اس غلام کی واجبی قیمت راس المال سے زیادہ ہو مثلاً ایک ہزار میں خریدا ہے اور یہی راس المال تھا مگر یہ غلام ایسا ہے کہ بازار میں اس کے بارہ سوملیں گے معلوم ہوا کہ دوسو کا نفع ہے جس میں ایک سو مضارِب کے ہیں لہٰذا بارہ حصہ میں سے ایک حصہ کا مضارِب مالک ہے اور یہ آزاد ہے پس اس صورت میں یہ غلام مضارَبت کا نہیں ہے بلکہ تنہا مضارِب کا قرار پائے گا اور پورا آزاد ہوجائے گا۔ اور اگر نفع نہ ہو تو یہ غلام مضاربت کا ہوگا اور آزاد نہیں ہوگا۔[1] (درمختار، ہدایہ)

مسئلہ ۳۵: مال میں نفع نہیں تھا اور مضارِب نے ایسا غلام خریدا کہ اگر مضارِب اُس کا مالک ہوجائے تو وہ آزاد ہوجائے اس کی خریداری از جانبِ مضارَبت صحیح ہوگئی مگر خریدنے کے بعد بازار کا نرخ تیز ہوگیا اب اس میں نفع ظاہر ہوگیا یعنی جب خریدا تھا اُس وقت ہزار ہی کا تھا اور ہزار میں خریدا مگر اب اس کی قیمت بارہ سو ہوگئی تو مضارِب کا حصہ آزاد ہوگیا مگر مضارِب کو تاوان نہیں دینا ہوگا اس لیے کہ اُس نے قصداً[2] مالک کو نقصان نہیں پہنچایا ہے بلکہ غلام سے سعی[3] کرا کر رب المال کا حصہ پورا کرایا جائے گا۔ اور اگر شریک[4] نے ایسا غلام خریدا ہوتا جو دوسرے شریک کی طرف سے آزاد ہوتا یا باپ یا وصی[5] نے نابالغ کے لیے ایسا غلام خریدا ہوتا جو نابالغ کی طرف سے آزاد ہوتا تو یہ غلام اُسی خریدنے والے کا قرار پاتا شریک یا نابالغ سے اس کو تعلق نہ ہوتا۔[6] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۳۶: مضارِب نے ایسے شخص سے بیع وشراء کی[7] جس کے حق میں اس کی گواہی مقبول نہیں مثلاً اپنے باپ یا بیٹے یا زوجہ سے، اگر یہ بیع واجبی قیمت پر ہوئی تو جائز ہے، ورنہ نہیں۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربة، ج۸، ص٥٠٦.
و"الهداية"، کتاب المضاربة، ج٢، ص٢٠٣.

2 ......جان بوجھ کر۔ 3 ......محنت مزدوری۔

4 ......حصہ دار۔ 5 ......جس کو میت نے اپنی وصیت پوری کرنے کے لیے مقرر کیا ہو۔

6 ......"الهداية"، کتاب المضاربة، ج٢، ص٢٠٣.
و"الدرالمختار"، کتاب المضاربة، ج٨، ص٥٠٧.

7 ......خرید وفروخت۔

8 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب المضاربة، الباب الرابع فيما يملك المضارب...إلخ، ج٤، ص٢٩٤.

مسئلہ ۳۷: مضارِب نے مالِ مضارَبت سے کوئی چیز خریدی اس کے بعد گواہوں کے سامنے اُسی چیز کو اپنے لیے خریدتا ہے یہ ناجائز ہے اگرچہ رب المال نے کہہ دیا ہو کہ تم اپنی رائے سے کام کرنا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸: مضارِب نے بلا اجازتِ رب المال دوسرے شخص کو بطور مضاربت مال دیدیا، محض دینے سے مضارِب ضامن نہیں ہوگا جب تک دوسرا شخص کام کرنا شروع نہ کردے اور دوسرے نے کام کرنا شروع کردیا تو مضاربِ اول ضامن ہوگیا ہاں اگر دوسری مضاربت (جو مضارِب نے کی ہے) فاسد ہو تو باوجود مضارِبِ ثانی کے عمل کرنے کے بھی مضاربِ اوّل ضامن نہیں ہے اگرچہ اُس دوسرے نے جو کچھ کام کیا ہے اُس میں نفع ہو بلکہ اس صورتِ مضاربت فاسدہ میں مضاربِ ثانی کو اُجرت مثل ملے گی جو مضارب دے گا اور رب المال نے جو نفع مضاربِ اول سے ٹھہرایا ہے وہ لے گا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۳۹: صورت مذکورہ میں مضارِب ثانی کے پاس سے عمل کرنے کے پہلے مال ضائع ہوگیا تو ضمان کسی پر نہیں، نہ مضارِب اول پر،[3] نہ مضارِب ثانی پر[4] اور اگر مضارِب ثانی سے کسی نے مال غصب کرلیا جب بھی اِن دونوں پر ضمان نہیں بلکہ غاصب سے تاوان لیا جائے گا اور اگر مضارِب ثانی نے خود ہلاک کردیا یا کسی کو ہبہ کردیا تو خاص اس ثانی سے ضمان لیا جائے گا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۴۰: اگر مضارِب ثانی نے کام شروع کردیا تو رب المال کو اختیار ہے جس سے چاہے راس المال کا ضمان لے اول سے یا ثانی سے، اگر اول سے ضمان لیا تو ان دونوں کے مابین جو مضاربت ہوئی ہے وہ صحیح ہوجائے گی اور نفع دونوں کے لیے حلال ہوگا اور اگر دوسرے سے ضمان لیا تو وہ اوّل سے واپس لے گا اور مضاربت دونوں کے مابین صحیح ہوجائے گی مگر نفع پہلے کے لیے حلال نہیں ہے دوسرے کے لیے حلال ہے۔ اور اگر مضارِب ثانی نے کسی تیسرے کو مضاربت کے طور پر مال دیدیا اور مضارِب اوّل نے ثانی سے کہہ دیا تھا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو تو رب المال کو اختیار ہے، اِن تینوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے اگر اُس نے تیسرے سے لیا تو یہ دوسرے سے لے گا اور دوسرا پہلے سے اور پہلا کسی سے نہیں۔[6] (بحر، درمختار، ردالمحتار)

---

1. ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب المضاربة،الباب الرابع فيما يملك المضارب...إلخ، ج٤، ص٢٩٤.
2. ......"الدرالمختار"، كتاب المضاربة،باب المضارب يضارب، ج٨، ص٥٠٩.
3. ......یعنی نہ پہلے مضارِب پر۔
4. ......نہ دوسرے مضارِب پر۔
5. ......"الدرالمختار"، كتاب المضاربة،باب المضارب يضارب، ج٨، ص٥٠٩.
6. ......"البحرالرائق"، كتاب المضاربة،باب المضاربة يضارب، ج٧، ص٤٥٣.

و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب المضاربة،باب المضارب يضارب، ج٨، ص٥٠٩.

مسئلہ ۴۱: صورت مذکورہ میں کہ بغیر اجازت مضارِب نے دوسرے کو مال دے دیا ہے مالک تاوان لینا نہیں چاہتا بلکہ نفع لینا چاہتا ہے اس کا اُسے اختیار نہیں۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۴۲: بغیر اجازت مالک مضارِب نے بطور مضاربت کسی کو مال دے دیا اور پہلی مضاربت فاسد تھی دوسری صحیح ہے تو کسی پر ضمان نہیں اور پورا نفع رب المال کو ملے گا اور مضارِب اوّل کو اُجرت مثل دی جائے گی اور مضارِب دوم مضارب اوّل سے وہ لے گا جو دونوں میں طے پایا ہے اور اگر پہلی صحیح ہے دوسری فاسد تو مضارِب اوّل وہ لے گا جو طے پایا ہے اور مضارِب دوم کو اُجرت مثل ملے گی جو مضارِب اوّل سے لے گا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۳: مضارِب دوم نے مال ہلاک کر دیا یا ہبہ کر دیا تو تاوان صرف اُسی سے لیا جائے گا اوّل سے نہیں لیا جائے گا اور اگر مضارِب دوم سے کسی نے مال غصب کرلیا تو تاوان غاصب سے لیا جائے گا نہ اوّل سے لیا جائے گا نہ دوم سے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۴: مضارِب اول کو مضاربت کے طور پر مال دینے کی اجازت تھی اور اُس نے دے دیا اور ان دونوں کے مابین یہ طے پایا ہے کہ مضارِب ثانی کو نفع کی تہائی ملے گی اور اس کی تجارت میں نفع بھی ہوا اگر مضارِب اوّل اور مالک کے درمیان نصف نصف نفع کی شرط تھی یا مالک نے یہ کہا تھا کہ خدا جو کچھ نفع دے گا وہ میرے تمھارے درمیان نصف نصف ہے یا اتنا ہی کہا تھا کہ نفع میرے اور تمھارے مابین ہوگا تو نفع میں سے آدھا مالک لے گا اور ایک تہائی مضارِب ثانی لے گا اور چھٹا حصہ مضارِب اوّل کا ہے اور اگر مالک نے یہ کہا تھا کہ خدا تمھیں جو کچھ نفع دے گا یا یہ کہا تھا کہ تمھیں جو کچھ نفع ہو وہ میرے اور تمھارے مابین نصف نصف یا اسی قسم کے دیگر الفاظ، اِس صورت میں ایک تہائی مضارِب ثانی کی اور بقیہ میں مالک اور مضارِب اول دونوں برابر کے شریک یعنی ہر ایک کو ایک ایک تہائی ملے گی، یوہیں اگر مضارِب ثانی کے لیے تہائی سے زیادہ یا کم کی شرط تھی تو جو اس کے لیے ٹھہرا تھا یہ لے لے اور باقی ان دونوں میں نصف نصف تقسیم ہو، یوہیں اگر مالک نے کہہ دیا تھا کہ جو کچھ تمھیں نفع ہو وہ ہم دونوں کے مابین نصف نصف اور اس نے دوسرے کو نصف نفع پر دے دیا تو جو کچھ نفع ہوگا مضارِب ثانی اس میں سے نصف لے لے گا اور مابقی[4] ان دونوں کے مابین نصف نصف اور اگر مالک نے کہا تھا کہ خدا اس میں جو

---

1 ...... "الدرالمختار"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، ج۸، ص۵۱۰.

2 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب المضاربة، الباب السابع فی المضارب... إلخ، ج٤، ص٢٩٩.

3 ...... المرجع السابق.

4 ......یعنی جو کچھ بچے۔

نفع دے گا یا خدا کا جو کچھ فضل ہوگا وہ دونوں کے مابین نصف نصف اور مضارب اوّل نے دوسرے کو نصف نفع پر دے دیا تو جو کچھ نفع ہوگا اُس میں سے آدھا مضارِب ثانی لے گا اور آدھا مالک لے گا اور مضارِب اوّل کے لیے کچھ نہیں بچا اور اگر اس صورت میں مضارِب اوّل نے دوسرے سے دوتہائی نفع کے لیے کہہ دیا تھا تو آدھا نفع مالک لے گا اور دوتہائی مضارِب ثانی کی ہوگی یعنی جو کچھ نفع ہوا ہے اُس کا چھٹا حصہ مضارِب اوّل دوسرے کو اپنے گھر سے دے گا تاکہ دوتہائیاں پوری ہوں۔[1] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۴۵: مضارِب اوّل نے مضارِب دوم کو یہ کہہ دیا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو اور مضارِب اوّل کو مالک نے بھی یہی کہہ دیا تھا تو مضارِب دوم تیسرے شخص کو مضارِبت پر دے سکتا ہے اور اگر مضارِب اوّل نے یہ کہہ کر نہیں دیا تھا کہ اپنی رائے سے کام کرو تو مضارِب دوم سوم کو نہیں دے سکتا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۶: مضارِب نے یہ شرط کی تھی کہ ایک تہائی مالک کی اور ایک تہائی مالک کے غلام کی وہ بھی میرے ساتھ کام کرے گا اور ایک تہائی میری، یہ بھی صحیح ہے اور نفع اسی طرح تقسیم ہوگا اس کا مُحصل[3] یہ ہوا کہ دوتہائیاں مالک کی اور ایک مضارِب کی۔ اور اگر مضارِب نے اپنے غلام کے لیے ایک تہائی رکھی ہے اور ایک تہائی مالک کی اور ایک اپنی اور غلام کے عمل کی شرط نہیں کی ہے تو یہ ناجائز ہے اور اس کا حصہ رب المال کو ملے گا یہ[4] جبکہ غلام پر دَین ہو، ورنہ صحیح ہے اُس کے عمل کی شرط ہو یا نہ ہو اور اُس کے حصہ کا نفع مضارِب کے لیے ہوگا۔[5] (درمختار، بحر)

مسئلہ ۴۷: غلام ماذون نے اجنبی کے ساتھ عقدِ مضارَبت کیا اور اپنے مولیٰ کے کام کرنے کی شرط کردی اگر ماذون پر دَین نہیں ہے یہ مضارَبت صحیح نہیں ورنہ صحیح ہے اسی طرح یہ شرط کہ مضارِب اپنے مضارِب کے ساتھ یعنی مضارِب اوّل مضارِب ثانی کے ساتھ کام کرے گا یا مضارِب ثانی کے ساتھ مالک کام کرے گا جائز نہیں ہے اس سے مضارَبت فاسد ہوجاتی ہے۔[6] (درمختار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، ج٢، ص٢٠٥.
و"الدرالمختار"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، ج٨، ص٥١٠.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب المضاربة، الباب السابع في المضارب... إلخ، ج٤، ص٣٠٠.

3 ......حاصل۔

4 ......یعنی یہ اُس وقت ہے۔

5 ......"الدرالمختار"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، ج٨، ص٥١٠.
و"البحرالرائق"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، ج٧، ص٤٥٤.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، ج٨، ص٥١١.

مسئلہ ۴۸: یہ شرط کی کہ اتنا نفع مسکینوں کو دیا جائے گا یا حج میں دیا جائے گا یا گردن چھڑانے میں یعنی مکاتب کی آزادی میں اس سے مدد دی جائے گی یا مضارِب کی عورت کو یا اُس کے مکاتب کو دیا جائے گا یہ شرط صحیح نہیں ہے مگر مضارَبت صحیح ہے اور یہ حصہ جو شرط کیا گیا ہے رب المال کو ملے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۴۹: یہ شرط کی کہ نفع کا اتنا حصہ مضارِب جس کو چاہے دے دے اگر اُس نے اپنے لیے یا مالک کے لیے چاہا تو یہ شرط صحیح ہے اور کسی اجنبی کے لیے چاہا تو صحیح نہیں۔ اجنبی کے لیے نفع کا حصہ دینا شرط کیا اگر اُس کا عمل بھی مشروط ہے یعنی وہ بھی کام کرے گا اور اتنا اُسے دیا جائے گا تو شرط صحیح ہے اور اُس کا کام کرنا شرط نہ ہو تو صحیح نہیں اور اس کے لیے جو کچھ دینا قرار پایا ہے مالک کو دیا جائے گا۔ یہ شرط ہے کہ نفع کا اتنا حصہ دَین کے ادا کرنے میں صرف کیا جائے گا یعنی مالک کا دَین اُس سے ادا کیا جائے گا یا مضارِب کا دَین ادا کیا جائے گا یہ شرط صحیح ہے اور یہ حصہ اُس کا ہے جس کا دَین ادا کرنا شرط ہے اور اُس کو اِس بات پر مجبور نہیں کرسکتے کہ قرض خواہوں کو دے دے۔[2] (درمختار، بحر)

مسئلہ ۵۰: دونوں میں سے ایک کے مرجانے سے مضارَبت باطل ہوجاتی ہے، دونوں میں سے ایک مجنون ہوجائے اور جنون بھی مطبق[3] ہو تو مضاربت باطل ہوجائے گی مگر مالِ مضاربت اگر سامانِ تجارت کی شکل میں ہے اور مضارِب مرگیا تو اُس کا وصی ان سب کو بیچ ڈالے اور اگر مالک مرگیا اور مالِ تجارت نقد کی صورت میں ہے تو مضارِب اس میں تصرّف نہیں کرسکتا[4] ہے اور سامان کی شکل میں ہے تو اُس کو سفر میں نہیں لے جاسکتا، بیع کرسکتا ہے۔[5] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۵۱: مضارِب مرگیا اور مال مضاربت کا پتہ نہیں چلتا کہ کہاں ہے یہ مضارِب کے ذمہ دَین ہے جو اُس کے ترکہ سے وصول کیا جائے گا۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۵۲: مضارِب مرگیا اُس کے ذمہ دَین ہے مگر مالِ مضارَبت معروف و مشہور ہے لوگ جانتے ہیں کہ یہ چیزیں

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربة، باب المضارب یضارب، ج۸، ص۵۱۱.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربة، باب المضارب یضارب، ج۸، ص۵۱۲.

و"البحرالرائق"، کتاب المضاربة، باب المضاربة یضارب، ج۷، ص۴۵۵.

3 ......ایسا جنون جو ایک ماہ مسلسل رہے۔

4 ......یعنی اپنے استعمال میں نہیں لاسکتا۔

5 ......"الهداية"، کتاب المضاربة، باب المضارب یضارب، فصل فی العزل والقسمة، ج۲، ص۲۰۶.

و"الدرالمختار"، کتاب المضاربة، باب المضارب یضارب، ج۸، ص۵۱۲.

6 ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربة، فصل فی المتفرقات، ج۸، ص۵۲۴.

مضارَبت کی ہیں دَین والے اس مال سے دَین وصول نہیں کر سکتے بلکہ راس المال اور نفع کا حصہ رب المال لے گا نفع میں جو مضارِب کا حصہ ہے وہ دَین والے اپنے دَین میں لے سکتے ہیں۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۵۳: رب المال معاذاللہ مرتد ہوکر دارالحرب کو چلا گیا تو مضاربت باطل ہوگئی اور مضارِب مرتد ہوگیا تو مضاربت بدستور باقی ہے پھر اگر مرجائے یا قتل کیا جائے یا دارالحرب کو چلا جائے اور قاضی نے یہ اعلان بھی کردیا کہ وہ چلا گیا تو اس صورت میں مضاربت باطل ہوگئی۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۵۴: مضارِب کو رب المال معزول کرسکتا ہے بشرطیکہ اُس کو معزولی کا علم ہوجائے یہ خبر دو مردوں کے ذریعہ سے اُسے ملی یا ایک عادل نے اُسے خبر دی یا مالک کے قاصد نے خبر دی اگرچہ یہ قاصد بالغ بھی نہ ہو، سمجھ وال ہونا کافی ہے اور اگر مالک نے معزول کردیا مگر مضارِب کو خبر نہ ہوئی تو معزول نہیں جو کچھ تصرّف[3] کرے گا صحیح ہوگا۔[4] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۵۵: مضارِب معزول ہوا اور مال نقد کی صورت میں ہے یعنی روپیہ اشرفی ہے تو اس میں تصرّف کرنے کی اجازت نہیں ہاں اگر راس المال روپیہ تھا اور اس وقت اشرفی ہے تو ان کو بھنا کر[5] روپیہ کرلے اسی طرح اگر راس المال اشرفی تھا اور اس وقت روپیہ ہے تو ان کی اشرفیاں کرلے تاکہ نفع کا راس المال سے اچھی طرح امتیاز ہوسکے۔[6] (ہدایہ) یہی حکم رب المال کے مرنے کی صورت میں ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۶: مضارِب معزول ہوا یا مالک مرگیا اور مال سامان (یعنی غیر نقد) کی شکل میں ہے تو مضارِب ان چیزوں کو بیچ کر نقد جمع کرے اُدھار بیچنے کی بھی اجازت ہے اور جو روپیہ آتا جائے ان سے پھر چیز خریدنی جائز نہیں۔ مالک کو یہ اختیار نہیں کہ مضارِب کو اس صورت میں سامان بیچنے سے روک دے بلکہ یہ بھی نہیں کرسکتا ہے کہ کسی قسم کی قید اس کے ذمّہ لگائے۔[8] (درمختار)

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب المضاربۃ،فصل فی المتفرقات،ج۸،ص۵۲۵.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربۃ،باب المضارب یضارب،ج۸،ص۵۱۲.

3 ......خرید وفروخت،کام کاج۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربۃ،باب المضارب یضارب،ج۸،ص۵۱۳،وغیرہ.

5 ......سکے کی ریزگاری لےکر،سکہ تڑا کر۔

6 ......"الھدایۃ"، کتاب المضاربۃ،باب المضارب یضارب،فصل فی العزل والقسمۃ،ج۲،ص۲۰۷.

7 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب المضاربۃ،الباب الثامن عشرفی عزل المضارب ...الخ،ج۴،ص۳۲۹.

8 ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربۃ،باب المضارب یضارب،ج۸،ص۵۱۳.

مسئلہ ۵۷: پیسے راس المال تھے مگراس وقت مضارِب کے پاس روپے ہیں اور مالک نے مضارِب کوخرید وفروخت سے منع کردیا تو مضارِب سامان نہیں خرید سکتا مگر روپے کو بھنا کر پیسے کرسکتا ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۸: رب المال ومضارِب دونوں جدا ہوتے ہیں مضارَبت کوختم کرتے ہیں اور مال بہت لوگوں کے ذمّہ باقی ہےاور نفع بھی ہے دَین وصول کرنے پر مضارِب مجبور کیا جائے گا اور اگر نفع کچھ نہیں ہے صرف راس المال ہی بھر ہے یا شاید یہ بھی نہ ہواس صورت میں مضارِب کو دَین وصول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کیونکہ نفع نہ ہونے کی صورت میں یہ متبرّع ہے[2] اور متبرّع کوکام کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا ہاں اُس سے کہا جائے گا کہ رب المال کو دَین وصول کرنے کے لیے وکیل کردے کیونکہ بیع کی ہوئی مضارب کی ہے اوراُس کے حقوق اُسی کے لیے ہیں، وکیل بالبیع[3] اور مستبضع[4] کا بھی یہی حکم ہے کہ ان کو وصول کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا مگر اس پر مجبور کیے جائیں گے کہ موکل[5] و مالک کو وکیل کردیں بخلاف دلال اور آڑھتی[6] کے کہ یہ ثمن وصول کرنے پر مجبور ہیں۔[7] (ہدایہ، عالمگیری)

مسئلہ ۵۹: مضارَبت کا مال لوگوں کے ذمّہ باقی ہے مالک نے مضارِب کو وصول کرنے سے منع کردیا اُس کو اندیشہ ہے کہ مضارِب وصول کرکے کھا نہ جائے مالک کہتا ہے کہ میں خود وصول کروں گا تو اگر مال میں نفع ہے تو مضارِب ہی کو وصول کرنے کا حق ہے اور نفع نہیں ہے تو مضارِب کو روک سکتا ہے پھر نفع کی صورت میں جن لوگوں پر دَین ہے اُسی شہر میں ہیں تو وصولی کے زمانہ کا نفقہ[8] مضارِب کو نہیں ملے گا اور دوسرے شہر میں ہیں تو مضارِب کے سفر کے اخراجات مالِ مضاربت سے دیے جائیں گے۔[9] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۰: مالِ مضاربت سے جو کچھ خریدا ہے اس کے عیب پر مضارِب کو اطلاع ہوئی تو مضارِب ہی کو دعویٰ کرنا ہوگا

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب المضاربة،الباب الثامن عشرفي عزل المضارب...الخ،ج٤،ص٣٢٩.

2 ......یعنی احسان کرنے والا۔ 3 ...... بیچنے کا وکیل۔

4 ......جس کوکام کرنے کے لیے اس طور پر مال دیا گیا ہو کہ تمام نفع مال والے کو ملے گا۔

5 ......وکیل کرنے والا۔ 6 ......ایجنٹ۔

7 ......"الهداية"، كتاب المضاربة،باب المضارب يضارب،فصل في العزل والقسمة،ج٢،ص٢٠٧.

و"الفتاوی الهندية"، كتاب المضاربة،الباب الثامن عشرفي عزل المضارب...إلخ،ج٤،ص٣٢٩، ٣٣٠.

8 ......کھانے، پینے وغیرہ کے اخراجات۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب المضاربة،الباب الثامن عشرفي عزل المضارب...إلخ،ج٤،ص٣٣٠.

رب المال کو اِس سے تعلّق نہیں اور اگر بائع یہ کہتا ہے کہ عیب پر یہ راضی ہوگیا تھا یا میں نے عیب سے براءت کرلی تھی یا عیب پر مطلع ہونے کے بعد یہ خود بیع کررہا تھا تو مضارِب پر حلف [1] دیا جائے گا پھر اگر مضارِب ان اُمور کا اقرار کرلے یا حلف سے نکول [2] کرے تو بائع پر [3] واپس نہیں کیا جائے گا اور یہ مضارَبت کا مال قرار پائے گا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۱: مضارِب نے مال بیچا مشتری [5] کہتا ہے اس میں عیب ہے اور یہ عیب اِس مدت میں مشتری کے یہاں پیدا ہوسکتا ہے اور مضارِب نے اقرار کرلیا کہ یہ عیب میرے یہاں تھا اس کے اقرار کی وجہ سے قاضی نے واپس کردیا یا اس نے بغیر قضائے قاضی [6] خود واپس لے لیا یا مشتری نے اِقالہ چاہا اس نے اقالہ کرلیا یہ سب جائز ہے یعنی اب بھی یہ مضاربت کا مال ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۲: جس چیز کو مضارِب نے خریدا اُسے دیکھا نہیں تو مضارِب کو خیار رویت حاصل ہے اگرچہ رب المال دیکھ چکا ہے۔ دیکھنے کے بعد مضارِب کو ناپسند ہے واپس کرسکتا ہے اور اگر مضارِب دیکھ چکا ہے تو خیار رویت حاصل نہیں اگرچہ رب المال نے نہ دیکھی ہو۔[8] (عالمگیری)

(نفع کی تقسیم)

مسئلہ ۶۳: مال مضارَبت سے جو کچھ ہلاک اور ضائع ہوگا وہ نفع کی طرف شمار ہوگا راس المال میں نقصانات کو نہیں شمار کیا جاسکتا مثلاً سو روپے تھے تجارت میں بیس۲۰ روپے کا نفع ہوا اور دس۱۰ روپے ضائع ہوگئے تو یہ نفع میں منہا کیے جائیں گے یعنی اب دس۱۰ ہی روپے نفع کے باقی ہیں اگر نقصان اتنا ہوا کہ نفع اُس کو پورا نہیں کرسکتا مثلاً بیس۲۰ نفع کے ہیں اور پچاس۵۰ کا نقصان ہوا تو یہ نقصان راس المال میں ہوگا مضارِب سے کل یا نصف نہیں لے سکتا کیونکہ وہ امین ہے اور امین پر ضمان نہیں اگرچہ وہ نقصان مضارِب کے ہی فعل سے ہوا ہو ہاں اگر جان بوجھ کر قصداً اُس نے نقصان پہنچایا مثلاً شیشہ کی چیز قصداً [9] اُس نے پٹک دی

---

1 ......قسم۔ 2 ......انکار۔ 3 ...... بیچنے والے پر۔

4 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب المضاربة،الباب العاشر فی خيار العيب،ج٤،ص٣٠٨، ٣٠٩.

5 ......خریدار۔ 6 ......قاضی کے فیصلے کے بغیر۔

7 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب المضاربة،الباب العاشر فی خيار العيب،ج٤،ص٣٠٩.

8 ......المرجع السابق.

9 ......ارادۃً، جان بوجھ کر۔

اس صورت میں تاوان دینا ہوگا کہ اس کی اُسے اجازت نہ تھی۔[1] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۶۴: مضارَبت میں نفع کی تقسیم اُس وقت صحیح ہوگی کہ راس المال رب المال کو دے دیا جائے راس المال دینے سے قبل تقسیم باطل ہے یعنی فرض کرو کہ راس المال ہلاک ہوگیا تو نفع واپس کرکے راس المال پورا کریں اس کے بعد اگر کچھ بچے توحسبِ قرارداد تقسیم کرلیں مثلاً ایک ہزار راس المال ہے اور ایک ہزار نفع۔ پان پانسو دونوں نے نفع کے لے لیے اور راس المال مضارب ہی کے پاس رہا کہ اس سے وہ پھر تجارت کرے گا یہ ہزار ہلاک ہوگئے کام کرنے سے پہلے ہلاک ہوئے یا بعد میں، بہرحال مضارب پانسو کی رقم رب المال کو واپس کردے اور خرچ کرچکا ہے تو اپنے پاس سے پانسو دے، کہ یہ رقم اور رب المال جو لے چکا ہے وہ راس المال میں محسوب[2] ہے اور نفع کا ہلاک ہونا تصور ہوگا اور دو ہزار نفع کے تھے ایک ایک ہزار دونوں نے لیے تھے اسکے بعد راس المال ہلاک ہوا تو ایک ہزار جو مالک کو ملے ہیں ان کو راس المال تصور کیا جائے اور مضارب کے پاس جو ایک ہزار ہیں وہ نفع کے ہیں اِن میں سے رب المال پانسو وصول کرے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۵: راس المال لے لینے کے بعد تقسیم صحیح ہے یعنی اب کوئی خرابی پڑے تو تقسیم پر اس کا کچھ اثر نہ ہوگا مثلاً راس المال لے لینے کے بعد نفع تقسیم کیا گیا پھر وہی راس المال مضارب کو بطور مضاربت دے دیا تو یہ جدید مضاربت ہے کہ مضارب کے پاس راس المال ہلاک ہو تو پہلی تقسیم نہیں توڑی جائے گی۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۶: رب المال و مضارِب دونوں سال پر یا ششماہی یا ماہوار حساب کرکے نفع تقسیم کرلیتے ہیں اور مضاربت کو حسبِ دستور باقی رکھتے ہیں اس کے بعد کُل مال یا بعض مال ہلاک ہوجائے تو دونوں نفع کی اتنی اتنی مقدار واپس کریں کہ راس المال پورا ہوجائے اور اگر سارا نفع واپس کرنے پر بھی راس المال پورا نہیں ہوتا تو سارا نفع واپس کرکے مالک کو دے دیں اس کے بعد جو اور کمی رہ گئی ہے اُس کا تاوان نہیں اور اگر نفع کی رقم تقسیم کرنے کے بعد مضاربت کو توڑ دیتے ہیں اگرچہ یہ تقسیم راس المال ادا کرنے سے قبل ہوئی ہو اس کے بعد پھر جدید عقد کرکے کام کرتے ہیں تو جو نفع تقسیم ہوچکا ہے وہ واپس نہیں لیا جاسکتا بلکہ جتنا نقصان ہوگا وہ نفع کے بعد راس المال ہی پر ڈالا جائے گا کیوں کہ اس جدید

---

1 ......"الهداية"، كتاب المضاربة،باب المضارب يضارب،فصل في العزل والقسمة،ج٢،ص٢٠٧.
و"الدرالمختار"، كتاب المضاربة،باب المضارب يضارب،ج٨،ص٥١٤.

2 ......شمار۔

3 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب المضاربة،الباب السادس عشر في قسمة الربح،ج٤،ص٣٢١.

4 ......المرجع السابق.

مضاربت کو پہلی مضارَبت سے کوئی تعلّق نہیں ہے مضارِب کو نقصان سے بچنے کی یہ اچھی ترکیب ہے۔[1] (ہدایہ، عالمگیری)

مسئلہ ۶۷: راس المال دینے کے بعد نفع کی تقسیم ہوئی مگر مالک کا حصہ بھی مضارِب ہی کے پاس رہا اُس نے ابھی قبضہ نہیں کیا تھا کہ یہ رقم ضائع ہوگئی تو تنہا مالک کا حصہ ضائع ہونا نہیں تصوّر کیا جائے گا بلکہ دونوں کا نقصان قرار پائے گا لہٰذا مضارِب کے پاس نفع کی جو رقم ہے اُسے دونوں تقسیم کرلیں اور اگر مضارِب کا حصہ ضائع ہوا تو یہ خاص اسی کا نقصان ہے کیونکہ یہ اپنے حصہ پر قبضہ کر چکا تھا اس کی وجہ سے تقسیم نہ توڑی جائے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۸: نفع کے متعلق جو قرارداد ہوچکی ہے مثلاً نصف نصف یا کم وبیش اس میں کمی زیادتی کرنا جائز ہے مثلاً رب المال نے نصف نفع لینے کو کہا تھا اب کہتا ہے میں ایک تہائی ہی لوں گا یعنی مضارِب کا حصہ بڑھا دیا یوہیں مضارِب اپنا حصہ کم کردے یہ بھی جائز ہے اِسی جدید قرارداد پر نفع کی تقسیم ہوگی اگرچہ نفع اس قرارداد سے پہلے حاصل ہو چکا ہو۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۹: وقتاً فوقتاً مضارِب سے سو، پچاس، دس، بیس روپے لیتا رہا اور دیتے وقت مضارِب یہ کہتا تھا کہ یہ نفع ہے اب تقسیم کے وقت کہتا ہے کہ نفع ہوا ہی نہیں وہ جو میں نے دیا تھا راس المال میں سے دیا تھا مضارِب کی بات قابل قبول نہیں۔[4] (خانیہ)

مسئلہ ۷۰: مالک نے مضارِب سے کہا میرا راس المال مجھے دے دو جو باقی بچے تمھارا ہے اگر مال موجود ہے اِس طرح کہنا ناجائز ہے یعنی مضارِب مابقی[5] کا مالک نہ ہوگا کہ یہ ہبۂ مجہولہ[6] ہے اور ایسا ہبہ جائز نہیں اور مضارِب صرف[7] کر چکا ہے تو یہ کہنا جائز ہے کہ اپنا مطالبہ معاف کرنا ہے اور اسکے لیے جہالت مضر نہیں۔[8] (عالمگیری)

مسئلہ ۷۱: مضارِب نے رب المال کو کچھ مال یا کل مال بضاعت کے طور پر دے دیا ہے کہ وہ کام کرے گا مگر اس کام کا اُسے بدلہ نہیں دیا جائے گا اور رب المال نے خرید وفروخت کرنا شروع کر دیا اس سے مضاربت پر کچھ اثر نہیں پڑتا وہ

---

1 ......"الھدایة"، کتاب المضاربة، باب المضارب یضارب، فصل فی العزل والقسمة، ج۲، ص۲۰۷.
و"الفتاوی الھندیة"، کتاب المضاربة، الباب السادس عشر فی قسمة الربح، ج٤، ص۳۲۱، ۳۲۲.

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب المضاربة، الباب السادس عشر فی قسمة الربح، ج٤، ص۳۲۲.

3 ......المرجع السابق.

4 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب المضاربة، ج۲، ص۲۱۹.

5 ......یعنی جو باقی بچے۔ 6 ......نامعلوم چیز کا ہبہ کرنا۔ 7 ......خرچ۔

8 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب المضاربة، الباب السادس عشر فی قسمة الربح، ج٤، ص۳۲۲.

بدستورسابق باقی ہے اور اگر مالک نے مضارِب کی بغیر اجازت مال لے کر خرید وفروخت کی تو مضاربت باطل ہوگئی اگر راس المال نقد ہو اور اگر راس المال سامان ہو اُس کو بغیر اجازت لے گیا اور اس کو سامان کے عوض میں بیع کیا تو مضاربت باطل نہیں ہوئی اور اگر روپے اشرفی کے بدلے میں بیچ دیا تو باطل ہوگئی۔[1] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۷۲: مضارِب نے رب المال کو مضاربت کے طور پر مال دیا یہ جائز نہیں یعنی یہ دوسری مضاربت صحیح نہیں ہے اور وہ پہلی مضارَبت حسب دستور باقی ہے۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۷۳: مضارِب جب تک اپنے شہر میں کام کرتا ہے کھانے پینے اور دیگر مصارِف[3] مال مضاربت میں نہیں ہوں گے بلکہ تمام اخراجات کا تعلق مضارِب کی ذات سے ہوگا اور اگر پردیس جائے گا تو کھانا پینا کپڑا سواری اور عادۃً جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے جن کے متعلق تاجروں کا عرف ہو یہ سب مصارِف مالِ مضارَبت میں سے ہوں گے دوا وعلاج میں جو کچھ صرف ہوگا وہ مضاربت سے نہیں ملے گا یہ اُس صورت میں ہے کہ مضاربت صحیح ہو اور اگر مضاربت فاسد ہو تو پردیس جانے کے بعد بھی مصارِف اُس کی ذات پر ہوں گے مال مضاربت سے نہیں لے سکتا اور بضاعت[4] کے طور پر جو شخص کام کرتا ہو اُس کے مصارف بھی نہیں ملیں گے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۷۴: مصارف میں سے کپڑے کی دُھلائی اور اگر خود دھونا پڑے تو صابن بھی ہے، اگر روٹی پکانے یا دوسرے کام کرنے کے لیے آدمی نوکر رکھنے کی ضرورت ہو تو اس کا صرفہ[6] بھی مضاربت سے وصول کیا جائے گا جانور کا دانہ چارہ بھی اسی میں سے ہوگا اور سواری کرایہ کی ملے کرایہ پر لی جائے اور خریدنے کی ضرورت پڑے مثلاً روز روز کا کام ہے کہاں تک کرایہ پر لے گا یا کرایہ پر ملتی نہیں ہے خرید لے دریائی سفر میں کشتی کی ضرورت ہے کرایہ پر یا مول لے بعض جگہ بدن میں تیل کی مالش کرانی ہوتی ہے اس کا صرفہ بھی ملے گا۔[7] (ہدایہ)

---

1 ......"الهداية"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، فصل فيمايفعله المضارب، ج٢، ص٢٠٩.

و"الدرالمختار"، كتاب المضاربة، فصل فى المتفرقات، ج٨، ص٥١٥.

2 ......"الهداية"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، فصل فيمايفعله المضارب، ج٢، ص٢٠٩.

3 ......اخراجات۔

4 ......کسی سے مال لیکر اس طور پر کام کرنا کہ سارا نفع مال والے کو ملے گا۔

5 ......"الهداية"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، فصل فيمايفعله المضارب، ج٢، ص٢٠٩.

6 ......خرچہ۔

7 ......"الهداية"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، فصل فيمايفعله المضارب، ج٢، ص٢٠٩.

مسئلہ ۷۵: مالک نے اپنے غلام اور اپنے جانور مضارِب کو بطور اِعانت سفر میں لے جانے کے لیے دے دیے اس سے مضاربت فاسد نہیں ہوگی اور غلاموں اور جانوروں کے مصارِف مضارِب کے ذمّہ ہیں مضارَبت سے ان کے اخراجات نہیں دیے جائیں گے اور مضارِب نے مال مضاربت سے ان پر صرف کیا[1] تو ضامن ہے مضارِب کو نفع میں سے جو حصہ ملے گا اُس میں سے یہ مصارف منہا ہوں گے[2] اور کمی پڑے گی تو اُس سے لی جائے گی اور مصارف سے کچھ بچ رہا تو اُسے دے دیا جائے گا ہاں اگر رب المال نے کہہ دیا کہ میرے مال سے ان پر صرف کیا جائے تو مصارف اُسی کے مال سے محسوب[3] ہوں گے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۷۶: ہزار روپے مضارِب کو دیے تھے اُس نے کام کیا اور نفع بھی ہوا اور مالک مرگیا اور اُس پر اتنا دَین ہے جو کُل مال کو مستغرق[5] ہے تو مضارِب اپنا حصہ پہلے لے لے گا اس کے بعد قرض خواہ اپنے دَین وصول کریں گے اور اگر یہ مضاربت فاسد ہو تو مضارِب کو اُجرتِ مثل ملے گی اور وہ رب المال کے ذمّہ ہوگی جس طرح دیگر قرض خواہ اپنے دَین لیں گے یہ بھی حصہ رسد کے موافق[6] پائے گا۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۷۷: خریدنے یا بیچنے پر کسی کو اجیر کیا یعنی نوکر رکھا یہ اجارہ درست نہیں کیونکہ جس کام پر اُس کو اجیر کرتا ہے اُس کے اختیار میں نہیں اگر خریدار نہ لے تو کس کے ہاتھ بیچے اور بائع نہ بیچے تو کیوں کر خریدے لہٰذا اسکے جواز کا طریقہ یہ ہے کہ مدّتِ معین کے لیے کام کرنے پر نوکر رکھے اور اس کام پر لگادے۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۷۸: مضارِب نے حاجت سے زیادہ صرفہ کیا ایسے مصارف کے لیے جو تجار کی عادت میں نہیں ہیں ان تمام مصارف کا تاوان دینا ہوگا۔[9] (ہدایہ)

مسئلہ ۷۹: اگر وہ شہر مضارِب کا مولد نہیں ہے مگر وہیں کی سکونت[10] اُس نے اختیار کرلی ہے تو مال مضاربت

---

1 ......خرچ کیا۔ 2 ......کٹوتی کرلیے جائیں گے۔ 3 ......شمار۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب المضاربة، الباب الثانی عشر فی نفقة المضارب، ج٤، ص٣١٣.

5 ......گھیرے ہوئے۔ 6 ......جتنا اس کے حصہ میں آئے گا اس کے موافق۔

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب المضاربة، الباب الثالث والعشرون فی المتفرقات، ج٤، ص٣٣٤.

8 ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربة، باب المضارب یضارب، ج٨، ص٥١٤ .

9 ......"الھدایة"، کتاب المضاربة، باب المضارب یضارب، فصل فیما یفعله المضارب، ج٢، ص٢٠٩.

10 ......رہائش۔

سے مصارف نہیں لے سکتا اور اگر وہاں نیت اقامت کر کے مقیم ہوگیا مگر وہاں کی سکونت نہیں اختیار کی ہے تو مال مضاربت سے وصول کرے گا۔ یہاں پردیس جانے یا سفر سے مراد سفرِ شرعی نہیں ہے بلکہ اتنی دور چلا جانا مراد ہے کہ رات تک گھر لوٹ کر نہ آئے اور اگر رات تک گھر لوٹ کر آجائے تو سفر نہیں مثلاً دیہات کے بازار کہ دوکاندار وہاں جاتے ہیں مگر رات میں ہی گھر واپس آجاتے ہیں۔[1] (بحر)

مسئلہ ۸۰: ایک شخص دوسرے شہر کا رہنے والا ہے اور مال مضاربت دوسرے شہر میں لیا مثلاً مرادآباد کا رہنے والا ہے اور بریلی میں آکر مال لیا تو جب تک بریلی میں ہے اُس کو مصارف نہیں ملیں گے اور جب بریلی سے چلا اب مصارف ملیں گے جب تک مرادآباد پہنچ نہ جائے۔ اور جب مرادآباد میں ہے یہ اُس کا وطنِ اصلی ہے یہاں نہیں ملیں گے اب اگر یہاں سے بغرض تجارت چلے گا تو ملیں گے بلکہ پھر بریلی پہنچ گیا اور کاروبار کے لیے جب تک ٹھہرے گا مصارف ملتے رہیں گے کیونکہ یہاں تجارت کے لیے ٹھہرنا ہے ہاں اگر بریلی بھی اُس کا وطن ہو مثلاً اُس کے بال بچے یہاں بھی رہتے ہیں، یہاں اُس نے شادی کر لی ہے تو جب تک یہاں رہے گا خرچ نہیں ملے گا کہ یہ بھی وطن ہے۔[2] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۸۱: کسی شہر کو مال خریدنے گیا اور وہاں پہنچ بھی گیا مگر کچھ خریدا نہیں ویسے ہی واپس آیا تو اس صورت میں بھی مصارف مال مضاربت سے ملیں گے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۸۲: مالک نے مضارِب سے کہہ دیا تھا کہ تم اپنی رائے سے کام کرو اور مضارِب نے کسی دوسرے کو مضاربت کے طور پر مال دے دیا یہ مضارِبِ دوم اگر سفر کرے گا تو مصارف مال مضاربت سے ملیں گے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۸۳: مضارِب کچھ اپنا مال اور کچھ مال مضاربت دونوں کو لے کر سفر میں گیا یا اس کے پاس دو شخصوں کے مال ہیں اِن صورتوں میں بقدرِ حصہ دونوں پر خرچہ ڈالا جائے گا۔[5] (درمختار)

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب المضاربۃ، باب المضارب یضارب، ج۷، ص۴۵۸.

2 ......"البحرالرائق"، کتاب المضاربۃ، باب المضارب یضارب، ج۷، ص۴۵۸.

و"الدرالمختار"، کتاب المضاربۃ، فصل فی المتفرقات، ج۸، ص۵۱۶.

3 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب المضاربۃ، الباب الثانی عشر فی نفقۃ المضارب، ج۴، ص۳۱۳.

4 ......المرجع السابق.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربۃ، فصل فی المتفرقات، ج۸، ص۵۱۶.

مسئلہ ۸۴: مضارِب نے سفر میں ضرورت کی چیزیں خریدیں اورخرچ کرتا رہا یہاں تک کہ اپنے وطن میں پہنچ گیا اور کچھ چیزیں باقی رہ گئی ہیں تو حکم یہ ہے کہ جو کچھ بچے سب مال مضاربت میں واپس کرے کیوں کہ اُن چیزوں کا صرف کرنا اب جائز نہیں۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۸۵: مضارِب نے اپنے مال سے تمام مصارف کیے اور قصد[2] یہ ہے کہ مالِ مضاربت سے وصول کرے گا ایسا کرسکتا ہے یعنی وصول کرسکتا ہے اور اگر مال مضاربت ہی ہلاک ہوگیا تو رب المال سے ان مصارف کو نہیں لے سکتا۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۸۶: جو کچھ نفع ہوا پہلے اس سے وہ اخراجات پورے کیے جائیں گے جو مضارِب نے راس المال سے کیے ہیں جب راس المال کی مقدار پوری ہوگئی اُس کے بعد کچھ نفع بچا تو اُسے دونوں حسبِ شرائط تقسیم کرلیں اور نفع کچھ نہیں ہے تو کچھ نہیں مثلاً ہزار روپے دیے تھے سَو روپے مضارب نے اپنے اوپر خرچ کر ڈالے اور سو ہی روپے بالکل نفع کے ہیں کہ یہ پورے خرچ میں نکل گئے اور کچھ نہیں بچا اور اگر نفع کے سو سے زیادہ ہوتے تو وہ تقسیم ہوتے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۸۷: جو کچھ مصارف ہوئے نفع کی مقدار اُس سے کم ہے تو مصارف کی بقیہ رقم راس المال سے پوری کی جائے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۸۸: مضارب مرابحہ کرنا چاہتا ہے تو جو کچھ مال پر خرچ ہوا ہے، بار برداری،[6] دلالی،[7] اُن تھانوں کی دُھلائی، رنگائی اور ان کے علاوہ وہ تمام چیزیں جن کو راس المال میں شامل کرنے کی عادت ہے اِن سب کو ملا کر مرابحہ کرے اور یہ کہے اتنے میں یہ چیز پڑی ہے یہ نہ کہے کہ میں نے اتنے میں خریدی ہے کہ یہ غلط ہے اور جو کچھ مصارف مضارِب نے اپنے متعلق کیے ہیں وہ بیع مرابحہ میں شامل نہیں کیے جائیں گے۔[8] (درمختار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، فصل فيما يفعله المضارب، ج٢، ص٢٠٩.

2 ......ارادہ۔

3 ......"الدرالمختار"، كتاب المضاربة، فصل فى المتفرقات، ج٨، ص٥١٧.

4 ......المرجع السابق.

5 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب المضاربة، الباب الثانى عشر فى نفقة المضارب، ج٤، ص٣١٣.

6 ......مزدوری۔ 7 ......یعنی دلال کی اُجرت۔

8 ......"الدرالمختار"، كتاب المضاربة، فصل فى المتفرقات، ج٨، ص٥١٧.

مسئلہ ۸۹: مضارِب نے ایک چیز رب المال سے ہزارروپے میں خریدی جس کو رب المال نے پانسو میں خریدا تھا اس کا مرابحہ پانسو پر ہوگا نہ کہ ہزار پر یعنی مرابحہ میں یہ بیع کالعدم سمجھی جائے گی۔ اسی طرح اس کا عکس یعنی رب المال نے مضارِب سے ایک چیز ہزار میں خریدی جس کو مضارِب نے پانسو میں خریدا تھا تو مرابحہ پانسو پر ہوگا۔[1] (ہدایہ) بیع مرابحہ وتولیہ کے مسائل کتاب البیوع[2] میں مفصل مذکور ہو چکے ہیں وہاں سے معلوم کیے جائیں۔

مسئلہ ۹۰: مضارِب کے پاس ہزار روپے آدھے نفع پر ہیں اس نے ہزار روپے کا کپڑا خریدا اور دو ہزار میں بیچ ڈالا پھر دو ہزار کی کوئی چیز خریدی اور ثمن ادا کرنے سے پہلے کل روپے یعنی دونوں ہزار ضائع ہوگئے پندرہ سو روپے مالک بائع کو دے اور پانسو مضارِب دے کیونکہ دو ہزار میں مالک کے پندرہ سو تھے اور مضارِب کے پانسو لہٰذا ہر ایک اپنے اپنے حصہ کی قدر بائع کو ادا کرے اس مبیع میں ایک چوتھائی مضارِب کی مِلک ہے کیونکہ ایک چوتھائی اس نے قیمت دی ہے اور یہ چوتھائی مضاربت سے خارج ہے اور باقی تین چوتھائیاں مضاربت کی ہیں اور راس المال کل وہ رقم ہے جو مالک نے دی ہے یعنی دو ہزار پانسو مگر مضارِب اس چیز کا مرابحہ کرے گا تو دو ہی ہزار پر کرے گا زیادہ پر نہیں کیوں کہ یہ چیز دو ہی ہزار میں خریدی ہے لیکن فرض کرو اس چیز کو دو چند قیمت پر اگر فروخت کیا یعنی چار ہزار میں تو ایک ہزار صرف مضارِب لے گا کہ چوتھائی کا یہ مالک تھا اور پچیس سو ۲۵۰۰ راس المال کے نکالے جائیں اور باقی پانسو دونوں نصف نصف تقسیم کرلیں یعنی ڈھائی ڈھائی سو۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۹۱: مضارب نے راس المال سے ابھی چیز خریدی بھی نہیں کہ راس المال تلف[4] ہوگیا تو مضاربت باطل ہوگئی اور چیز خرید لی ہے اور ابھی ثمن ادا نہیں کیا ہے کہ مضارب کے پاس سے روپیہ ضائع ہوگیا رب المال سے پھر لے گا پھر ضائع ہوجائے تو پھر لے گا وعلٰی ہذا القیاس[5] اور راس المال تمام وہ رقم ہوگی جو مالک نے یکے بعد دیگرے دی ہے بخلاف وکیل بالشراء[6] کہ اگر اس کو روپیہ پہلے دے دیا تھا اور خریدنے کے بعد روپیہ ضائع ہوگیا تو ایک مرتبہ موکل سے لے سکتا ہے اب اگر ضائع ہوجائے تو موکل سے نہیں لے سکتا اور اگر پہلے وکیل کو نہیں دیا تھا خریدنے کے بعد دیا اور ضائع ہوگیا تو اب بالکل موکل سے نہیں لے سکتا۔[7] (ہدایہ، عالمگیری)

---

1 ......"الهداية"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، فصل آخر، ج۲، ص ۲۱۰.

2 ...... بہارِشریعت، جلد۲، حصہ۱۱، بیع کا بیان۔

3 ......"الهداية"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، فصل آخر، ج۲، ص ۲۱۰.

4 ......ضائع۔ 5 ......یعنی روپیہ ضائع ہوتا رہے تو پھر لیتا رہے گا۔ 6 ......خریدنے کا وکیل۔

7 ......"الهداية"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، فصل آخر، ج۲، ص ۲۱۱.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب المضاربة، الباب الرابع عشر في هلاك مال المضاربة...إلخ، ج٤، ص۳۱۸، ۳۱۹.

(دونوں میں اختلاف کے مسائل)

مسئلہ ۹۲: مضارِب کے پاس دو ہزار روپے ہیں اور کہتا یہ ہے کہ ایک ہزار تم نے دیے تھے اور ایک ہزار نفع کے ہیں اور رب المال یہ کہتا ہے کہ میں نے دو ہزار دیے ہیں اگر کسی کے پاس گواہ نہ ہوں تو مضارِب کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور اگر اس کے ساتھ ساتھ نفع کی مقدار میں بھی اختلاف ہو مضارِب کہتا ہے کہ میرے لیے آدھے نفع کی شرط تھی اور رب المال کہتا ہے ایک تہائی نفع تمھارے لیے تھا تو اس میں رب المال کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور اگر دونوں میں سے کسی نے اپنی بات کو گواہوں سے ثابت کیا تو اُسی کی بات مانی جائے گی اور اگر دونوں گواہ پیش کریں تو راس المال کی زیادتی میں رب المال کے گواہ معتبر ہیں اور نفع کی زیادتی میں مضارِب کے گواہ معتبر۔[1] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۹۳: مضارِب کہتا ہے راس المال میں نے تمھیں دے دیا اور یہ جو کچھ میرے پاس ہے نفع کی رقم ہے اس کے بعد پھر کہنے لگا میں نے تمھیں نہیں دیا بلکہ ضائع ہوگیا تو مضارِب کو تاوان دینا ہوگا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۹۴: ایک ہزار روپے اُس کے پاس کسی کے ہیں مالک کہتا ہے یہ بطور بضاعت دیے تھے[3] اس میں ایک ہزار نفع ہوا ہے یہ خاص میرا ہے اور وہ کہتا ہے مضاربت بالنصف کے طور پر مجھے دیے تھے[4] لہٰذا آدھا نفع میرا ہے اِس صورت میں مالک کا قول معتبر ہے کہ یہی منکر ہے۔ یوہیں اگر مضارِب کہتا ہے کہ یہ روپے تم نے مجھے قرض دیے تھے لہٰذا کل نفع میرا ہے اور مالک کہتا ہے میں نے امانت یا بضاعت یا مضاربت کے طور پر دیے تھے اس میں بھی رب المال ہی کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو مضارِب کے گواہ معتبر ہیں اور اگر مالک کہتا ہے میں نے قرض دیے تھے اور مضارِب کہتا ہے بطور مضاربت دیے تھے تو مضارب کا قول معتبر ہے اور جو گواہ قائم کردے اُس کے گواہ معتبر ہیں اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مالک کے گواہ معتبر ہوں گے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۹۵: مضارِب کہتا ہے تم نے ہر قسم کی تجارت کی مجھے اجازت دی تھی یا مضاربت مطلق تھی یعنی عام یا خاص

---

1 ......"الهداية"، كتاب المضاربة، باب المضارب يضارب، فصل في الإختلاف، ج٢، ص٢١١.

و"الدرالمختار"، كتاب المضاربة، فصل في المتفرقات، ج٨، ص٥٢٢.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب المضاربة، الباب السابع عشر في الإختلاف...إلخ، النوع الرابع، ج٤، ص٣٢٥.

3 ......یعنی سارا نفع میرے لئے مقرر تھا۔ 4 ......یعنی آدھا آدھا نفع مقرر تھا۔

5 ......"الدرالمختار"، كتاب المضاربة، فصل في المتفرقات، ج٨، ص٥٢٣.

کسی کا ذکر نہ تھا اور مالک کہتا ہے میں نے خاص فلاں چیز کی تجارت کے لیے کہہ دیا تھا اس میں مضارِب کا قول معتبر ہے۔ اور اگر دونوں ایک ایک چیز کو خاص کرتے ہوں مضارِب کہتا ہے مجھے کپڑے کی تجارت کے لیے کہہ دیا تھا مالک کہتا ہے میں نے غلّہ کے لیے کہا تھا تو قول مالک کا معتبر ہے اور گواہ مضارِب کے۔ اور اگر دونوں کے گواہوں نے وقت بھی بیان کیا مثلاً مضارِب کے گواہ کہتے ہیں کہ کپڑے کی تجارت کے لیے رمضان میں کہا تھا اور مالک کے گواہ کہتے ہیں غلّہ کی تجارت کے لیے دیے تھے اور شوال کا مہینہ مقرر کر دیا تھا تو جس کے گواہ آخر وقت بیان کریں وہ معتبر۔[1] (درمختار) یہ اُس وقت ہے کہ عمل کے بعد اختلاف ہوا اور اگر عمل کرنے سے قبل باہم اختلاف ہوا مضارِب عموم یا مطلق کا دعویٰ کرتا ہے اور رب المال کہتا ہے میں نے فلاں خاص چیز کی تجارت کے لیے کہا ہے تو رب المال کا قول معتبر ہے اِس انکار کے معنی یہ ہیں کہ مضارِب کو ہر قسم کی تجارت سے منع کرتا ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۹۶: مضارِب کہتا ہے میرے لیے آدھا یا تہائی نفع ٹھہرا تھا اور مالک کہتا ہے تمھارے لیے سو روپے ٹھہرے تھے یا کچھ شرط نہ تھی لہٰذا مضاربت فاسد ہوگئی اور تم اُجرت مثل کے مستحق ہو اس میں رب المال کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۹۷: وصی[4] نے نابالغ کے مال کو بطورِ مضارَبت خود لیا یہ جائز ہے بعض علماء اس میں یہ قید اضافہ کرتے ہیں کہ اپنے لیے اُتنا ہی نفع لینا قرار دیا ہو جو دوسرے کو دیتا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۹۸: مضارِب نے راس المال سے کوئی چیز خریدی ہے اور کہتا ہے اسے ابھی نہیں بیچوں گا جب زیادہ ملے گا اُس وقت بیع کروں گا اور مالک یہ کہتا ہے کچھ نفع مل رہا ہے اسے بیع کر ڈالو مضارِب بیچنے پر مجبور کیا جائے گا ہاں اگر مضارِب یہ کہتا ہے میں تمھارا راس المال بھی دوں گا اور نفع کا حصہ بھی دوں گا اس وقت مالک کو اِس کے قبول پر مجبور کیا جائے گا۔[6] (درمختار)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربة، فصل فی المتفرقات، ج۸، ص ٥٢٤.

2 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب المضاربة، الباب السابع عشر فی الإختلاف...إلخ، النوع الثانی، ج٤، ص٣٢٣.

3 ......المرجع السابق، النوع الثالث، ص٣٢٤.

4 ......وہ شخص جسے مرنے والا اپنی وصیت پوری کرنے کے لیے مقرر کرے۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب المضاربة، فصل فی المتفرقات، ج۸، ص ٥٢٤.

6 ......المرجع السابق.

متفرق مسائل

مسئلہ ۱: مضارِب کو روپے دیے کہ کپڑے خرید کر اُسے قطع کر کے سی کر فروخت کرے اور جو کچھ نفع ہوگا وہ دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوجائے گا یہ مضارَبت جائز ہے یوہیں مضارِب سے یہ کہا کہ یہ روپے لو اور چمڑا خرید کر موزے یا جوتے طیار کرو اور فروخت کرو یہ مضاربت بھی جائز ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: ایک ہزار روپے مضاربت پر ایک ماہ کے لیے دیے اور کہہ دیا کہ مہینہ گزر جائے گا تو یہ قرض ہوگا تو جیسا اُس نے کہا ہے وہی سمجھا جائے گا مہینہ گزر گیا اور روپے بدستور باقی ہیں تو قرض ہیں اور سامان خرید لیا تو جب تک انھیں بیچ کر روپے نہ کر لے قرض نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: مضارِب کو مالک نے پیسے دیے تھے کہ ان سے تجارت کرے ابھی سامان خریدا نہ تھا کہ اُن کا چلن بند ہوگیا مضاربت فاسد ہوگئی پھر اگر مضارِب نے ان سے سودا خرید کر نفع یا نقصان اُٹھایا وہ رب المال کا ہوگا اور مضارِب کو اُجرتِ مثل ملے گی اور اگر مضارِب کے سامان خرید لینے کے بعد وہ پیسے بند ہوئے تو مضاربت بدستور باقی ہے پھر سامان بیچنے کے بعد جو رقم حاصل ہوگی اس سے پیسوں کی قیمت رب المال کو ادا کرے اس کے بعد جو بچے اُسے حسبِ قرارداد تقسیم کیا جائے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: باپ نے بیٹے کے لیے کسی شخص سے مضاربت پر مال لیا یوں کہ اِس مال سے بیٹے کے لیے باپ کام کرے گا چنانچہ اُس نے کام کیا اور نفع بھی ہوا تو یہ نفع رب المال اور باپ میں حسبِ قرارداد تقسیم ہوگا بیٹے کو کچھ نہیں ملے گا اگر بیٹا اتنا بڑا ہے کہ اس کے ہم جولی[4] خرید وفروخت کرتے ہیں اور باپ نے اس طور پر مال لیا ہے کہ لڑکا خرید وفروخت کرے گا اور نفع آدھا آدھا دونوں کو ملے گا یہ مضاربت جائز ہے اور جو کچھ نفع ہوگا وہ رب المال اور لڑکے میں آدھا آدھا تقسیم ہوجائے گا۔ یوہیں اگر اس صورت میں لڑکے کے کہنے سے باپ نے کام کیا ہے تو آدھا نفع لڑکے کو ملے گا اور اُس کے بغیر کہے اس نے کام کیا تو مال کا ضامن ہے اور نفع اسی کو ملے گا مگر اسے صدقہ کردے۔ وصی کے لیے بھی یہی احکام ہیں۔[5] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب المضاربة، الباب الثالث والعشرون في المتفرقات، ج٤، ص٣٣٤.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص٣٣٥.

4 ......ہم عمر۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب المضاربة، الباب الثالث والعشرون في المتفرقات، ج٤، ص٣٣٧.

مسئلہ۵: رب المال نے مال مضاربت کو واجبی قیمت[1] یا زائد پر بیع کرڈالا تو جائز ہے اور واجبی سے کم پر بیچا تو ناجائز ہے جب تک مضارِب بیع کی اجازت نہ دے دے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۶: مضارِب اپنے چند ہمراہیوں کے ساتھ کسی سرا میں ٹھہرا اُن میں سے ایک یہیں حجرہ میں رہا باقی ساتھیوں کے ساتھ مضارِب باہَر چلا گیا کچھ دیر بعد یہ ایک بھی دروازہ کھلا چھوڑ کر چلا گیا اور مالِ مضارَبت ضائع ہوگیا اگر مضارِب کو اس پر اعتماد تھا تو مضارِب ضامن نہیں یہ ضامن ہے اور اگر مضارِب کو اس پر اعتماد نہ تھا تو خود مضارِب ضامن ہے۔[3] (خانیہ)

مسئلہ۷: مضارِب کو ہزار روپے دیے کہ اگر خاص فلاں قسم کا مال خریدو گے تو نفع جو کچھ ہوگا نصف نصف تقسیم ہوگا اور فلاں قسم کا مال خریدو گے تو کل نفع رب المال کا ہوگا اور فلاں قسم کا خریدو گے تو سارا نفع مضارِب کا ہوگا تو جیسا کہا ہے ویسا ہی کیا جائے گا یعنی قسم اول میں مضاربت ہے اور نفع نصف نصف ہوگا اور قسمِ دوم کا مال خریدا تو بضاعت ہے نفع رب المال کا اور نقصان ہو تو وہ بھی اُسی کا اور قسمِ سوم کا مال خریدا تو روپے مضارِب پر قرض ہیں نفع بھی اسی کا نقصان بھی اسی کا۔[4] (عالمگیری)

ودیعت کا بیان

ودیعت رکھنا جائز ہے قرآن وحدیث سے اس کا جواز ثابت۔

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ یَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَاۙ ﴾[5]

''اللہ (عزوجل) حکم فرماتا ہے کہ امانت جس کی ہو اُسے دے دو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ الَّذِیْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَ عَهْدِهِمْ رٰعُوْنَۙ ﴾[6]

''اور فلاح پانے والے وہ ہیں جو اپنی امانتوں اور عہد کی رعایت رکھتے ہیں۔''

---

1 ......رائج قیمت جو بازار میں متعین ہوتی ہے۔

2 ......''الفتاوی الهندیة''، کتاب المضاربة، الباب الثالث والعشرون فی المتفرقات، ج٤، ص٣٣٧.

3 ......''الفتاوی الخانیة''، کتاب المضاربة، فصل فیما یجوز للمضارب...إلخ، ج٢، ص٢٢٢.

4 ......''الفتاوی الهندیة''، کتاب المضاربة، الباب الثالث والعشرون فی المتفرقات، ج٤، ص٣٣٧، ٣٣٨.

5 ......پ٥، النساء: ٥٨. 6 ......پ١٨، المؤمنون: ٨.

اور فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَخُوْنُوا اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ وَ تَخُوْنُوْۤا اَمٰنٰتِكُمْ وَ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ﴾[1]

''اے ایمان والو اللہ و رسول کی خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں جان بوجھ کر خیانت کرو۔''

حدیث صحیح میں ہے کہ منافق کی علامت میں یہ ہے کہ جب اُس کے پاس امانت رکھی جائے تو خیانت کرے۔[2]

مسئلہ ۱: دوسرے شخص کو اپنے مال کی حفاظت پر مقرر کر دینے کو ایداع کہتے ہیں اور اُس مال کو ودیعت کہتے ہیں جس کو عام طور پر امانت[3] کہا جاتا ہے جس کی چیز ہے اُسے مودِع اور جس کی حفاظت میں دی گئی اُسے مودَع کہتے ہیں ایداع کی دو صورتیں ہیں کبھی صراحۃً کہہ دیا جاتا ہے کہ ہم نے یہ چیز تمھاری حفاظت میں دی اور کبھی دلالۃً بھی ایداع ہوتا ہے مثلاً کسی کی کوئی چیز گر گئی اور مالک کی غیر موجودگی میں لے لی یہ چیز لینے والے کی حفاظت میں آگئی اگر لینے کے بعد اُس نے چھوڑ دی ضامن ہے اور اگر مالک کی موجودگی میں لی ہے ضامن نہیں۔[4]

مسئلہ ۲: ودیعت کے لیے ایجاب وقبول ضروری ہیں خواہ یہ دونوں چیزیں صراحۃً ہوں یا دلالۃً۔ صراحۃً ایجاب مثلاً یہ کہے کہ میں یہ چیز تمھارے پاس ودیعت رکھتا ہوں امانت رکھتا ہوں۔ ایجاب دلالۃً یہ کہ مثلاً ایک شخص نے دوسرے سے کہا مجھے ہزار روپے دے دو، یہ کپڑا مجھے دے دو اُس نے کہا میں تم کو دیتا ہوں کہ اگر چہ دینے کا لفظ ہبہ کے واسطے بھی بولا جاتا ہے مگر ودیعت اُس سے کم مرتبہ کی چیز ہے اسی پر حمل کریں گے۔ اور کبھی فعل بھی ایجاب ہوتا ہے مثلاً کسی کے پاس اپنی چیز رکھ کر چلا گیا اور کچھ نہ کہا۔ صراحۃً قبول مثلاً وہ کہے میں نے قبول کیا اور دلالۃً یہ کہ اُس کے پاس کسی نے چیز رکھ دی اور کچھ نہ کہا یا کہہ دیا کہ تمھارے پاس یہ چیز امانت رکھتا ہوں اور وہ خاموش رہا مثلاً حمام میں جاتے ہیں اور کپڑے حمامی کے پاس رکھ کر اندر نہانے کے لیے چلے جاتے ہیں اور سرائے[5] میں جاتے ہیں بھٹیارے[6] سے پوچھتے ہیں گھوڑا کہاں باندھوں اُس نے کہا یہاں یہ ودیعت ہوگئی اُس کے ذمہ حفاظت لازم ہوگئی یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے حفاظت کا ذمہ نہیں لیا تھا۔[7] (درمختار)

---

1 ......پ۹، الأنفال: ۲۷.

2 ......''صحیح البخاری''، کتاب الإیمان، باب علامة المنافق، الحدیث: ۳۳، ج۱، ص۲٤.

3 ......امانت اُسے کہتے ہیں جس میں تلف پر ضمان نہیں ہوتا ہے عاریت اور کرایہ کی چیز کو بھی امانت کہتے ہیں مگر ودیعت خاص اُس کا نام ہے جو حفاظت کے لیے دی جاتی ہے۔ ہم نے بیانات سابقہ میں ودیعت کو امانت اس لیے لکھا ہے کہ لوگ آسانی سے سمجھ لیں۔۱۲ منہ

4 ......''الدرالمختار''، کتاب الإیداع، ج۸، ص۵۲٦.

5 ......مسافر خانہ۔ 6 ......مسافر خانے کا مالک۔

7 ......''الدرالمختار''، کتاب الإیداع، ج۸، ص۵۲٦.

مسئلہ ۳: حمامی کے سامنے[1] کپڑے رکھ کر نہانے کو اندر گیا دوسرا شخص اندر سے نکلا اور اُس کے کپڑے پہن کر چلا گیا حمامی سے جب اُس نے کہا تو کہنے لگا میں نے سمجھا تھا کہ اُسی کے کپڑے ہیں اِس صورت میں حمامی کے ذمہ تاوان ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: کچھ لوگ بیٹھے ہوئے تھے اُن کے پاس کتاب رکھ کر چلا گیا اور وہ سب وہاں سے کتاب چھوڑ کر چلے گئے اور کتاب جاتی رہی اُن لوگوں کے ذمّہ تاوان واجب ہے اور اگر ایک ایک کر کے وہاں سے اُٹھے تو پچھلا شخص ضامن ہے کہ حفاظت کے لیے یہ متعین ہوگیا تھا۔[3] (بحر)

مسئلہ ۵: کسی مکان میں چیز بغیر اُس کے کہے رکھ دی اُس نے حفاظت نہیں کی چیز ضائع ہوگئی ضمان نہیں۔ یو ہیں اس نے ودیعت کہہ کر دی اُس نے بلند آواز سے کہہ دیا میں حفاظت نہیں کروں گا وہ چیز ضائع ہوگئی اُس پر تاوان نہیں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۶: ودیعت کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ مال اِس قابل ہو جو قبضہ میں آسکے لہٰذا بھاگے ہوئے غلام کے متعلق کہہ دیا میں نے اُس کو ودیعت رکھایا ہوا میں پرند اُڑ رہا ہے اوس کو ودیعت رکھا ان کا ضمان واجب نہیں۔ یہ بھی شرط ہے کہ جس کے پاس امانت رکھی جائے وہ مکلّف ہو تب حفاظت واجب ہوگی اگر بچہ کے پاس کوئی چیز امانت رکھ دی اُس نے ہلاک کردی ضمان واجب نہیں اور غلام مجور[5] کے پاس رکھ دی اس نے ہلاک کردی تو آزاد ہونے کے بعد اُس سے ضمان لیا جاسکتا ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۷: ودیعت کا حکم یہ ہے کہ وہ چیز مودَع کے پاس امانت ہوتی ہے اُس کی حفاظت مودَع پر واجب ہوتی ہے اور مالک کے طلب کرنے پر دینا واجب ہوتا ہے۔ ودیعت کا قبول کرنا مستحب ہے۔ ودیعت ہلاک ہوجائے تو اس کا ضمان واجب نہیں۔[7] (بحر)

---

1 ......حمام والے کے سامنے۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الودیعة،الباب الاول فی تفسیر الإیداع...إلخ،ج٤،ص٣٣٩.

3 ......"البحرالرائق"، کتاب الودیعة،ج٧،ص٤٦٤.

4 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الودیعة،الباب الاول فی تفسیر الإیداع...إلخ،ج٤،ص٣٣٨.

5 ......وہ غلام جسے مالک نے تصرفات ومعاملات سے روک دیا ہو۔

6 ......"الدرالمختار"،کتاب الإیداع،ج٨،ص٥٢٨.

7 ......"البحرالرائق"،کتاب الودیعة،ج٧،ص٤٦٥.

مسئلہ ۸: ودیعت کو نہ دوسرے کے پاس امانت رکھ سکتا ہے نہ عاریت یا اجارہ پر دے سکتا ہے نہ اس کو رہن رکھ سکتا ہے اس میں سے کوئی کام کرے گا تاوان دینا ہوگا۔[1] (عالمگیری)

(مودَع کس کی حفاظت میں ودیعت دے سکتاھے)

مسئلہ ۹: امین پر ضمان کی شرط کر دینا کہ اگر یہ چیز ہلاک ہوئی تو تاوان لوں گا یہ باطل ہے۔ مودَع کو اختیار ہے کہ خود حفاظت کرے یا اپنی عیال سے حفاظت کرائے جیسے وہ خود اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے کہ ہر وقت اُسے اپنے ساتھ نہیں رکھتا اہل وعیال کے پاس چھوڑ کر باہر جایا کرتا ہے۔ عیال سے مُراد وہ ہیں جو اُس کے ساتھ رہتے ہوں حقیقۃً اُس کے ساتھ ہوں یا حکماً لہٰذا اگر سمجھ والے بچہ کو دے دی جو حفاظت پر قادر ہے یا بی بی کو دے دی اور یہ دونوں اُس کے ساتھ نہ ہوں جب بھی ضمان واجب نہیں یوہیں عورت نے خاوند کی حفاظت میں چیز چھوڑ دی ضامن نہیں۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۰: بی بی اور نابالغ بچہ یا غلام یہ اگرچہ اُس کے ساتھ نہ رہتے ہوں مگر عیال میں شمار ہوں گے فرض کرو یہ شخص ایک محلّہ میں رہتا ہے اور اس کی زوجہ دوسرے محلّہ میں رہتی ہے اور اُس کو نفقہ[3] بھی نہیں دیتا ہے پھر بھی اگر ودیعت ایسی زوجہ کو سپرد کر دی اور تلف ہوگئی تاوان لازم نہیں ہوگا اور بالغ لڑکا یا ماں باپ جو اس کے ساتھ رہتے ہوں اِن کو ودیعت سپرد کر سکتا ہے اور ساتھ نہ رہتے ہوں تو نہیں سپرد کر سکتا کہ تلف ہونے پر ضمان لازم ہوگا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: زوجہ کا لڑکا دوسرے شوہر سے ہے جبکہ اس کے ساتھ رہتا ہے تو عیال میں ہے اُس کے پاس ودیعت کو چھوڑ سکتا ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: جو شخص اس کی عیال میں ہے اُس کی حفاظت میں امانت کو اُس وقت رکھ سکتا ہے جب یہ امین ہو اور اگر اس کی خیانت معلوم ہو اور اس کے پاس چھوڑ دی تو تاوان دینا ہوگا۔ اس نے اپنی عیال کی حفاظت میں چھوڑ دی اور وہ اپنے بال بچوں کی حفاظت میں چھوڑے یہ بھی جائز ہے۔[6] (درمختار)

---

1 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب الاول فی تفسیر الإیداع...إلخ، ج٤، ص٣٣٨.

2 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج٨، ص٥٢٩.

3 ...... کھانے پینے اور کپڑے کے اخراجات۔

4 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب الثانی فی حفظ الودیعة...إلخ، ج٤، ص٣٣٩.

5 ...... المرجع السابق، ص٣٤٠.

6 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج٨، ص٥٢٩.

مسئلہ ۱۳: مالک نے منع کر دیا تھا کہ اپنی عیال میں سے فلاں کے پاس مت چھوڑنا باوجود ممانعت اس نے اُس کے پاس امانت کی چیز رکھی اگر اس سے بچنا ممکن تھا کہ اُس کے علاوہ دوسرے ایسے تھے کہ اُن کی حفاظت میں رکھ سکتا تھا تو ضمان واجب ہے ورنہ نہیں۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۴: دکان میں لوگوں کی ودیعتیں تھیں دکاندار نماز کو چلا گیا اور ودیعت ضائع ہوگئی تاوان واجب نہیں کہ دکان میں ہونا ہی حفاظت ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: اہل وعیال کے علاوہ دوسروں کی حفاظت میں چیز کو چھوڑنے سے یا اُن کے پاس ودیعت رکھنے سے ضمان واجب ہے ہاں اگر اُن کے علاوہ ایسوں کی حفاظت میں دی ہے جو خود اس کے مال کی حفاظت کرتے ہیں جیسے اس کا وکیل اور ماذون اور شریک جس کے ساتھ شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان ہے ان سب کی حفاظت میں دینا جائز ہے۔[3] (درمختار، درر)

مسئلہ ۱۶: نوکر کی حفاظت میں ودیعت کو دے سکتا ہے کیونکہ خود اپنا مال بھی اس کی حفاظت میں دیتا ہے۔[4] (درر)

مسئلہ ۱۷: مودَع[5] کے مکان میں آگ لگ گئی اگر ودیعت دوسرے لوگوں کو نہیں دیتا ہے جل جاتی ہے یا کشتی میں ودیعت ہے اور کشتی ڈوب رہی ہے اگر دوسری کشتی میں نہیں پھینکتا ہے ڈوب جاتی ہے اِس صورت میں دوسرے کو دینا یا دوسری کشتی میں پھینکنا جائز ہے بشرطیکہ اپنی عیال کی حفاظت میں دینا اِس وقت ممکن نہ ہو اور اگر آگ لگنے کی صورت میں اسکے گھر کے لوگ قریب ہی میں ہیں کہ اُن کو دے سکتا ہے یا کشتی ڈوبنے کی صورت میں اسکے گھر والوں کی کشتی پاس میں ہے کہ اُن کو دے سکتا ہے تو دوسروں کو دینا جائز نہیں ہے دے گا تو ضمان واجب ہوگا۔[6] (درمختار، درر)

مسئلہ ۱۸: کشتی ڈوب رہی تھی اِس نے دوسری کشتی میں ودیعت پھینکی مگر کشتی میں نہیں پہنچی بلکہ دریا میں گری یا کشتی

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص۵۲۹.

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الودیعة، الباب الرابع فیما یکون تضییعاً...إلخ، ج٤، ص٣٤٦.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص۵۳۰.

و"دررالحکام" شرح "غررالأحکام"، کتاب الودیعة، الجزء الثانی، ص٢٤٧.

4 ......"دررالحکام" شرح "غررالأحکام"، کتاب الودیعة، الجزء الثانی، ص٢٤٧.

5 ......امین، جس کے پاس امانت رکھی گئی۔

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص۵۳۰.

و"دررالحکام" شرح "غررالأحکام"، کتاب الودیعة، الجزء الثانی، ص٢٤٥.

میں پہنچ گئی تھی مگر لڑھک کر دریا میں چلی گئی مودَع ضامن ہے۔ یوہیں اگر قصداً اس نے ودیعت کو ڈوبنے سے نہیں بچایا اتنا موقع تھا کہ دوسری کشتی میں دے دیتا مگر ایسا نہیں کیا یا مکان میں آگ لگی تھی موقع تھا کہ ودیعت کو نکال لیتا اورنہیں نکالی ان صورتوں میں ضامن ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ۱۹: یہ کہتا ہے کہ میرے مکان میں آگ لگی تھی یا میری کشتی ڈوب گئی اور پروسی کو دیدی یا دوسری کشتی میں ڈال دی اگر آگ لگنا یا کشتی ڈوبنا معلوم ہو تو اسکی بات مقبول ہے اور اگر معلوم نہ ہو تو گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا۔[2] (درمختار)

مسئلہ۲۰: آگ لگنے کی وجہ سے ودیعت پروسی کو دیدی تھی آگ بجھنے کے بعد اُس سے واپس لینی ضروری ہے اگر واپس نہ لی اور اُسکے پاس ہلاک ہوگئی تو تاوان دینا ہوگا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۲۱: مودَع کا انتقال ہو رہا ہے اور اسکے پاس اِس کی عیال میں سے کوئی موجود نہیں ہے جس کی حفاظت میں ودیعت کو دیتا اس حالت میں اس نے پڑوسی کی حفاظت میں دیدی تو ضمان واجب نہیں۔[4] (عالمگیری)

(جس کی چیز ہے وہ طلب کرتا ہے تو روکنے کا اختیار نہیں)

مسئلہ۲۲: جس کی چیز تھی اُس نے طلب کی مودَع کو منع کرنا جائز نہیں بشرطیکہ اُسکے دینے پر قادر ہو خود مالک نے چیز مانگی یا اُس کے وکیل نے، قاصد کے مانگنے پر نہ دے اگرچہ کوئی نشانی پیش کرتا ہو۔ اور اگر اس وقت دینے سے عاجز ہے مثلاً ودیعت یہاں موجود نہیں ہے اور جہاں ہے وہ جگہ دور ہے یا دینے میں اُس کو اپنی جان یا مال کا اندیشہ ہے مثلاً ودیعت کو دفن کررکھا ہے اس وقت کھود نہیں سکتا ہے یا ودیعت کے ساتھ اپنا مال بھی مدفون ہے اندیشہ ہے کہ میرے مال کا لوگوں کو پتہ چل جائے گا ان صورتوں میں روکنا جائز ہے۔ اور اگر مالک واپسی نہیں چاہتا ہے ویسے ہی کہتا ہے ودیعت اُٹھا لاؤ یعنی دیکھنا مقصود ہے تو مودَع اس سے انکار کرسکتا ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ۲۳: ایک شخص نے تلوار امانت رکھی وہ اپنی تلوار مانگتا ہے اور اِس مودَع کو معلوم ہوگیا کہ اس تلوار سے ناحق طور

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص ۵۳۰.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الودیعة، الباب الثانی فی حفظ الودیعة...إلخ، ج٤، ص ۳٤۰.

4 ...... المرجع السابق، ص ۳٤۱.

5 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص ۵۳۰.

پر کسی کو مارے گا تو تلوار نہ دے جب تک یہ نہ معلوم ہوجائے کہ اُس نے اپنی رائے بدل دی اب اس تلوار کو مباح کام کے لیے مانگتا ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۲۴: ایک دستاویز[2] ودیعت رکھی اور مودَع کو معلوم ہے کہ اس کے کچھ مطالبے وصول ہوچکے ہیں اور مودِع[3] مرگیا اُس کے ورثہ مطالبہ وصول پانے سے انکار کرتے ہیں ان ورثہ کو یہ دستاویز کبھی نہ دے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: عورت نے ایک دستاویز ودیعت رکھی ہے جس میں اس نے شوہر کے لیے کسی مال کا اقرار کیا ہے یا اُس میں مَہر وصول پانے کا عورت نے اقرار کیا ہے اس کو روکنا جائز ہے کیونکہ اسکے دینے میں شوہر کا حق ضائع ہونے کا اندیشہ ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۲۶: ایک دستاویز دوسرے کے نام کی کسی نے ودیعت رکھی جس کے نام کی دستاویز ہے اُس نے دعویٰ کیا ہے اور دستاویز پر جن لوگوں کی شہادت ہے وہ کہتے ہیں جب تک ہم دستاویز دیکھ نہ لیں گواہی نہیں دیں گے قاضی مودَع کو حُکم دے گا کہ گواہوں کو دستاویز دکھا دو کہ وہ اپنے دستخط دیکھ لیں مدعی کو یعنی جس کے نام کی دستاویز ہے نہیں دے سکتا کہ مودِع کے سِوا دوسرے کو ودیعت کیوں کردے گا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷: کسی نے دھوبی کے پاس دوسرے کے ہاتھ دھونے کو کپڑا بھیجا پھر دھوبی کے پاس کہلا بھیجا کہ جو کپڑا دے گیا تھا اُسے مت دینا اگر لانے والے نے دھوبی کو کپڑا دیتے وقت یہ نہیں کہا تھا کہ فلاں کا کپڑا ہے اور دھوبی نے اُسے دے دیا ضامن نہیں اور اگر کہہ دیا کہ فلاں کا ہے اور یہی شخص اُسکے تمام کام کرتا ہے اور دھوبی نے اسے دیدیا تو بھی ضامن نہیں اور اُس کے کام یہ شخص نہیں کرتا اور باوجود ممانعت دھوبی نے اسے دیدیا تو ضامن ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۸: مالک نے مودَع سے ودیعت طلب کی اس نے کہا اِس وقت نہیں حاضر کرسکتا ہوں مالک چلا گیا اور اگر مالک کا چلا جانا رضامندی اور خوشی سے ہے اور ودیعت ہلاک ہوگئی تو تاوان نہیں کہ یہ دوبارہ امانت رکھنا ہے اور اگر ناراض

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص ۵۳۱.

2 ......وہ تحریری ثبوت جس سے اپنا حق ثابت کرسکیں۔

3 ......امانت رکھوانے والا، دستاویز کا مالک۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب العاشر فی المتفرقات، ج٤، ص ٣٦١.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص ۵۳۱.

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب العاشرفی المتفرقات، ج٤، ص ٣٦٢.

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب السادس فی طلب الودیعة...إلخ، ج٤، ص ٣٥٣.

ہوکر گیا تو ہلاک ہونے پر مودَع کو تاوان دینا ہوگا کہ طلب کے بعد روکنے کی اجازت نہ تھی اور اگر مالک کے وکیل نے مانگا اور مودَع نے وہی جواب دیا تو یہ راضی ہوکر جائے یا ناراض ہوکر دونوں صورتوں میں ضمان واجب ہے کہ اس کو جدید ایداع کا[1] اختیار نہیں۔[2] (بحر)

مسئلہ ۲۹: مالک نے ودیعت مانگی مودَع نے کہا کل لینا دوسرے دن یہ کہتا ہے کہ وہ جو تم میرے پاس آئے تھے اور میں نے اقرار کیا تھا اُس کے بعد وہ ودیعت ضائع ہوگئی اس صورت میں تاوان نہیں اور اگر یہ کہتا ہے کہ اُس سے پہلے ودیعت ضائع ہوچکی تھی تو تاوان واجب ہے۔[3] (بحر)

مسئلہ ۳۰: مالک نے مودَع سے کہا ودیعت واپس کردو اُس نے انکار کردیا کہتا ہے میرے پاس ودیعت رکھی ہی نہیں اور اُس چیز کو جہاں تھی وہاں سے دوسری جگہ منتقل کردیا حالانکہ وہاں کوئی ایسا بھی نہ تھا جس کی جانب سے یہ اندیشہ ہو کہ اسے پتہ چل جائے گا تو ودیعت کو چھین لے گا اور انکار کے بعد ودیعت کو حاضر بھی نہیں کیا اور اُس کا یہ انکار خود مالک سے ہوا اسکے بعد ودیعت کا اقرار کیا تو اب بھی ضامن ہے اور اگر یہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ چیز تم نے مجھے ہبہ کردی تھی یا میں نے خرید لی تھی اس کے بعد ودیعت کا اقرار کیا تو ضامن نہیں رہا اور اگر مالک نے ودیعت واپس نہیں مانگی صرف اُس کا حال پوچھا ہے کہ کس حالت میں ہے اس نے انکار کردیا کہ میرے پاس ودیعت نہیں رکھی ہے پھر اقرار کیا تو ضمان نہیں۔ اور اگر اُس کو وہاں سے منتقل نہیں کیا جب بھی ضامن نہیں اور اگر وہاں کوئی ایسا تھا جس سے اندیشہ تھا اس وجہ سے انکار کردیا تو ضامن نہیں اور اگر انکار کے بعد چیز کو حاضر کردیا کہ مالک لے سکتا تھا مگر نہیں لی کہہ دیا کہ اسے تم اپنے ہی پاس رکھو تو یہ جدید ایداع ہے اور ضامن نہیں اور مالک کے سوا دوسرے لوگوں سے انکار کیا ہے جب بھی ضامن نہیں۔[4] (درمختار، بحر)

مسئلہ ۳۱: ودیعت سے مودَع نے انکار کردیا یعنی یہ کہا کہ میرے پاس تمھاری ودیعت نہیں ہے اسکے بعد یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے تمھاری ودیعت واپس کردی تھی اور اس پر گواہ قائم کیے یہ گواہ مقبول ہیں۔[5] (درمختار)

---

1 ......دوبارہ امانت رکھنے کا۔

2 ......"البحرالرائق"، کتاب الودیعة، ج۷، ص٤٦٨.

3 ......المرجع السابق، ص٤٦٩.

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص٥٣٨.

و"البحرالرائق"، کتاب الودیعة، ج۷، ص ٤٧١، ٤٧٢.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص٥٣٩.

مسئلہ ۳۲: ودیعت رکھ کر غائب ہوگیا اُس کی عورت مودَع سے کہتی ہے میرا نفقہ[1] ودیعت میں سے دے دو اُس نے ودیعت ہی سے انکار کردیا اس کے بعد اقرار کرتا ہے اور کہتا ہے ودیعت ضائع ہوگئی تو اس کے ذمہ تاوان ہے۔ یوہیں یتیموں کے ولی اور پروسیوں نے وصی سے کہا کہ ان بچوں کا جو کچھ مال تمھارے پاس ہے اِن پر خرچ کرو وصی نے کہا میرے پاس ان کا کوئی مال نہیں ہے پھر مال کا اقرار کیا اور کہتا ہے کہ تمھارے کہنے کے بعد ضائع ہوگیا تو وصی پر تاوان لازم ہے۔[2] (خانیہ)

مسئلہ ۳۳: ودیعت رکھنے والے کے مکان پر ودیعت لاکر رکھ گیا یا اُس کے بال بچوں کو دے گیا اور ودیعت ضائع ہوگئی تو مودَع پر تاوان لازم ہے اور اپنی عیال کے ہاتھ اُس کے پاس بھیج دی اور ضائع ہوگئی تو ضمان نہیں اور اگر اپنے بالغ لڑکے کے ہاتھ بھیجی جو اُس کی عیال میں نہیں ہے تو ضامن ہے اور نابالغ لڑکے کے ہاتھ بھیجی تو اگر چہ اُس کی عیال میں نہ ہو ضامن نہیں جبکہ یہ نابالغ بچہ ایسا ہو کہ حفاظت کرنا جانتا ہو اور چیزوں کی حفاظت کرتا ہو ورنہ تاوان لازم ہوگا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۴: ودیعت رکھنے والا غائب ہوگیا معلوم نہیں زندہ ہے یا مرگیا تو ودیعت کو محفوظ ہی رکھنا ہوگا جب موت کا علم ہوجائے اور ورثہ بھی معلوم ہیں ورثہ کو دیدے۔ معلوم نہ ہونے کی صورت میں ودیعت کو صدقہ نہیں کرسکتا اور لقطہ میں مالک کا پتہ نہ چلے تو صدقہ کرنے کا حکم ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: ودیعت رکھنے والا مرگیا اور اُس پر دَین مستغرق نہ ہو[5] تو ودیعت ورثہ کو دیدے اور دَین مستغرق ہو تو یہ ودیعت حق غرما ہے اس صورت میں ورثہ کو نہیں دے سکتا دے گا تو غرما[6] اس مودَع سے تاوان لیں گے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۶: جس کے پاس ودیعت تھی کہتا ہے کہ میں نے تمھارے پاس ودیعت بھیج دی اور جس کے ہاتھ بھیجنا بتاتا ہے وہ اس کی عیال میں ہے تو اس کا قول معتبر ہے اور اجنبی کے ہاتھ بھیجنا کہتا ہے اور مالک انکار کرتا ہے کہتا ہے مجھ کو چیز نہیں ملی تو مودَع ضامن ہے ہاں اگر مالک اقرار کرلے یا مودَع گواہوں سے اُسکے پاس پہنچنا ثابت کردے تو ضامن نہیں۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......کھانے پینے، کپڑے وغیرہ کے اخراجات۔

2 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الودیعة، فصل فیما یعد...إلخ، ج۲، ص۳٤۹.

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الودیعة، الباب السابع فی رد الودیعة، ج٤، ص۳٥٤.

4 ......المرجع السابق.

5 ......یعنی اتنا قرض نہ ہو جو اس کے تمام ترکہ کو گھیر لے۔

6 ......قرض خواہ یعنی جن کا قرضہ ہے وہ۔

7 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الودیعة، الباب السابع فی رد الودیعة، ج٤، ص۳٥٤.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۷: غاصب نے مغصوب کوودیعت رکھ دیا تھا مودَع نے غاصب کے پاس چیز واپس کردی یہ مودَع ضمان سے بَری ہوگیا۔[1] (عالمگیری)

(ودیعت کی تجھیل)

مسئلہ ۳۸: مودَع کا انتقال ہوگیا اوراس نے ودیعت کے متعلق تجہیل کی ہے (صاف بیان نہیں کیا ہے جس سے معلوم ہوسکے کہ فلاں فلاں چیز امانت ہے اور وہ فلاں جگہ ہے) یہ بھی منع کرنے کے معنی میں ہے اس صورت میں ودیعت کا تاوان لیا جائے گا اور اُس کے ترکہ سے[2] بطور دَین وصول کیا جائے گا ہاں اگر اُس کا بیان نہ کرنا اس وجہ سے ہو کہ ورثہ کومعلوم ہے کہ فلاں چیز ودیعت ہے بیان کرنے کی کیا ضرورت ہے تو تاوان واجب نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۳۹: مودَع مرگیا اور امانت ہلاک ہوگئی مودِع کہتا ہے کہ مودَع نے تجہیل کی ہے لہٰذا ضمان واجب ہے وارث کہتا ہے مجھے معلوم تھا اگر وارث نے اُن چیزوں کو بیان کردیا کہ فلاں فلاں چیز مورث کے پاس[4] ودیعت تھی وارث کا قول معتبر ہے یعنی مودَع کے مرنے کے بعد وارث اُس کے قائم مقام ہے اُس سے ضمان نہیں لیا جائے گا صرف ایک بات میں فرق ہے وارث نے چور کو ودیعت بتادی ضامن نہیں ہے اور مودَع نے بتائی تو ضامن ہے مگر جبکہ اُسے لینے سے بقدر طاقت منع کرے۔[5] (درمختار، بحر)

مسئلہ ۴۰: ورثہ کہتے ہیں ودیعت اُس نے اپنی زندگی میں واپس کردی تھی ان کا قول مقبول نہیں بلکہ گواہوں سے واپسی کو ثابت کرنا ہوگا ثابت نہ کرنے پر میّت کے مال سے تاوان وصول کیا جائے اور اگر ورثہ نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ مودَع نے اپنی زندگی میں یہ کہا تھا کہ ودیعت واپس کرچکا ہوں تو یہ گواہ بھی مقبول ہوں گے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۱: ودیعت کے علاوہ دیگر امانتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ تجہیل کرکے مرجائے گا تو اُس کا تاوان واجب

---

1 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الودیعۃ، الباب السابع فی رد الودیعۃ، ج٤، ص٣٥٤.

2 ...... چھوڑے ہوئے مال و جائداد سے۔

3 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج٨، ص٥٣٢.

4 ...... یعنی مرنے والے کے پاس۔

5 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج٨، ص٥٣٢.

و "البحرالرائق"، کتاب الودیعۃ، ج٧، ص٤٦٨.

6 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الودیعۃ، الباب التاسع فی الإختلاف... إلخ، ج٤، ص٣٥٧.

ہوجائے گا امانت باقی نہیں رہے گی صرف بعض امانتوں کا اِس حکم سے استثنا ہے۔

① متولی مسجد جس کے پاس وقف کی آمدنی تھی اور بغیر بیان کیے مرگیا۔

② قاضی نے یتامیٰ[1] اموال امانت رکھے اور بغیر بیان مرگیا یہ نہیں بتایا کہ کس کے پاس امانت ہے اور قاضی نے خود اپنے ہی یہاں رکھا تھا اور بغیر بیان مرگیا تو ضامن ہے اُس کے ترکہ سے وصول کریں مگر قاضی نے اگر کہہ دیا تھا کہ مال میرے پاس سے ضائع ہوگیا یا میں نے یتیم پرخرچ کرڈالا تو اُس پر ضمان نہیں۔

③ سُلطان نے اموالِ غنیمت بعض غازیوں کے پاس امانت رکھے اور مرگیا اور یہ بیان نہیں کیا کہ کس کے پاس ہیں۔

④ دوشخصوں میں شرکت مفاوضہ تھی ان میں سے ایک مرگیا اور جو کچھ اموال اس کے قبضہ میں تھے ان کو بیان نہیں کیا۔[2] (بحر، عالمگیری)

مسئلہ۴۲: مودَع مجنون ہوگیا اور جنون بھی مطبق ہے اور اس کے پاس بہت کچھ اموال ہیں ودیعت تلاش کی گئی مگر نہیں ملی اور اس کی امید بھی نہیں ہے کہ اُس کی عقل ٹھیک ہوجائے گی تو قاضی کسی کو مجنون کا ولی مقرر کرے گا وہ مجنون کے مال سے ودیعت ادا کرے گا مگر جس کو دے گا اُس سے ضامن لے لے گا پھر اگر وہ مجنون اچھا ہوگیا اور کہتا ہے میں نے ودیعت واپس کردی تھی یا ضائع ہوگئی یا کہتا ہے مجھے معلوم نہیں کیا ہوئی اُس پر حلف[3] دیا جائے گا بعد حلف جو کچھ اُس کا مال دیا گیا ہے واپس لیا جائے گا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ۴۳: مودَع نے ودیعت اپنی عورت کو دیدی اور مرگیا تو عورت سے مطالبہ ہوگا اگر عورت کہتی ہے چوری ہوگئی یا ضائع ہوگئی تو قسم کے ساتھ عورت کی بات معتبر ہے اور اس کا مطالبہ اب کسی سے نہ ہوگا اور اگر عورت کہتی ہے میں نے مرنے سے پہلے شوہر کو واپس دیدی تھی تو اس کی بات معتبر ہے اور عورت کو شوہر سے جو کچھ ترکہ ملا ہے اِس میں سے ودیعت کا تاوان لیا جائے گا۔[5] (عالمگیری)

---

1 ......یتیم کی جمع۔

2 ......"البحرالرائق"، کتاب الودیعة، ج۷، ص٤٦٨.

و"الفتاوی الهندیة"، کتاب الودیعة، الباب الخامس فی تجهیل الودیعة، ج٤، ص٣٥٠.

3 ......قسم۔

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الودیعة، الباب الخامس فی تجهیل الودیعة، ج٤، ص٣٥٠.

5 ......المرجع السابق.

مسئلہ۴۴: خود مریض سے پوچھا گیا کہ تمھارے پاس فلاں کی ودیعت تھی وہ کیا ہوئی اُس نے کہا میں نے اپنی عورت کو دیدی ہے اُس کے مرنے کے بعد عورت سے پوچھا گیا عورت کہتی ہے مجھے اُس نے نہیں دی ہے اس صورت میں عورت پر حلف دیا جائے گا[1] اور حلف کرلے تو اُس سے مطالبہ نہ ہوگا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۴۵: مضارب نے یہ کہا کہ میں نے مال مضاربت فلاں کے پاس ودیعت رکھ دیا ہے یہ کہہ کر مرگیا تو نہ مضارب کے مال سے لیا جاسکتا ہے نہ اُس کے ورثہ سے اور جس کا اُس نے نام لیا ہے وہ انکار کرتا ہے تو قسم کے ساتھ اُس کی بات مان لی جائے گی اور اگر یہ شخص بھی مرگیا اور اس نے ودیعت کے متعلق کچھ بیان نہیں کیا اور اِس کے پاس ودیعت رکھنا صرف مضارب کے کہنے ہی سے معلوم ہوا اور کوئی ثبوت نہیں ہے تو اس کے ترکہ سے وصول نہیں کی جاسکتی اور اگر گواہوں سے اُس کے پاس ودیعت رکھنا ثابت ہے یا اُس نے خود اقرار کیا ہے کہ میرے پاس مضارِب نے ودیعت رکھی ہے اور مضارِب مرگیا پھر وہ شخص بھی مرگیا تو اُس شخص کے مال سے ودیعت وصول کی جائے گی۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۴۶: ایک شخص کے پاس ایک ہزار روپے ودیعت کے ہیں ان روپوں کے دو شخص دعویدار ہیں ہر ایک کہتا ہے میں نے اس کے پاس ودیعت رکھے ہیں اور مودَع کہتا ہے تم دونوں میں سے ایک نے ودیعت رکھے ہیں میں یہ نہیں معین کر کے بتا سکتا کہ کس نے رکھے ہیں تو اگر وہ دونوں مُدَّعی[4] اس بات پر صلح و اتفاق کرلیں کہ ہم دونوں یہ روپے برابر برابر بانٹ لیں تو ایسا کرسکتے ہیں اور مودَع دینے سے انکار نہیں کرسکتا اسکے بعد نہ مودَع سے مطالبہ ہوسکتا ہے نہ اُس پر حلف دیا جاسکتا اور اگر دونوں صلح نہیں کرتے بلکہ ہر ایک پورے ہزار کو لینا چاہتا ہے تو مودَع سے دونوں حلف لے سکتے ہیں پھر اگر دونوں کے مقابل میں اُس نے حلف کرلیا تو دونوں کا دعویٰ ختم ہوگیا اور اگر دونوں کے مقابل میں قسم سے انکار کردیا تو اِس ہزار کو دونوں بانٹ لیں اور ایک دوسرے ہزار کا اُس پر تاوان ہوگا جو دونوں برابر لے لیں گے اور اگر ایک کے مقابل میں حلف کرلیا دوسرے کے مقابل میں قسم سے انکار کردیا تو جس کے مقابل میں قسم سے انکار کیا ہے وہ ہزار لے لے اور جس کے مقابل میں حلف کرلیا ہے اُس کا دعویٰ ساقط۔[5] (عالمگیری)

---

1 ......قسم دی جائے گی۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوديعة، الباب الخامس فی تجهيل الوديعة، ج٤، ص٣٥٠.

3 ......المرجع السابق.

4 ......دعویٰ کرنے والے۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوديعة، الباب الخامس فی تجهيل الوديعة، ج٤، ص٣٥٠، ٣٥١.

(ودیعت کو دوسرے مال میں ملادینا یا اس میں تصرف کرنا)

مسئلہ ۴۷: ودیعت کواپنے مال یا دوسرے کے مال میں بدون اجازتِ مالک[1] اِس طرح ملا دینا کہ امتیاز باقی نہ رہے یا بہت دشواری سے جدا کیے جاسکیں یہ بھی موجب ضمان[2] ہے دونوں مال ایک قسم کے ہوں جیسے روپے کو روپے میں ملا دیا گیہوں[3] کو گیہوں میں جَو کو جَو میں یا دونوں مختلف جنس کے ہوں مثلاً گیہوں کو جَو میں ملا دیا اس میں اگرچہ امتیاز اور جدا کرنا ممکن ہے مگر بہت دشوار ہے، اِس طرح پر مِلا دینا چیز کو ہلاک کر دینا ہے مگر جب تک ضمان ادا نہ کرے اُس کا کھانا جائز نہیں یعنی پہلے ضمان ادا کر دے اُس کے بعد یہ مخلوط چیز[4] خرچ کرے۔[5] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۴۸: ایک ہی شخص نے گیہوں اور جَو دونوں کو ودیعت رکھا جب بھی مِلا دینا جائز نہیں مِلا دے گا تو تاوان لازم ہوگا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۹: مالک کی اِجازت سے اس نے دوسری چیز کے ساتھ خلط کیا[7] یا اس نے خود نہیں ملایا بلکہ بغیر اس کے فعل کے دونوں چیزیں مل گئیں مثلاً دو بوریوں میں غلہ تھا بوریاں پھٹ گئیں غلہ مل گیا یا صندوق میں دو تھیلیوں میں روپے رکھے تھے تھیلیاں پھٹ گئیں اور روپے مل گئے ان دونوں صورتوں میں دونوں باہم شریک ہوگئے اگر اس میں سے کچھ ضائع ہوگا تو دونوں کا ضائع ہوگا جو باقی ہے اُسے مطابق حصہ کے تقسیم کر لیں مثلاً ایک کے ہزار روپے تھے دوسرے کے دو ہزار تو جو کچھ باقی ہے اُس کے تین حصے کر کے پہلا شخص ایک حصہ لے لے اور دوسرا شخص دو حصے۔[8] (بحر، عالمگیری)

مسئلہ ۵۰: مودَع کے سوا کسی دوسرے شخص نے خلط کر دیا اگرچہ وہ نابالغ ہو اگرچہ وہ شخص ہو جو مودَع کی عیال میں ہے وہ خلط کرنے والا ضامن ہے مودَع ضامن نہیں۔[9] (درمختار، عالمگیری)

---

1 ...... مالک کی اِجازت کے بغیر۔
2 ...... تاوان کو لازم کرنے والا۔
3 ...... گندم۔
4 ...... ملائی ہوئی چیز۔
5 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص۵۳۶، وغیرہ.
6 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الودیعۃ، الباب الرابع فیما یکون تضییعًا...إلخ، ج٤، ص۳٤۹.
7 ...... یعنی مِلا دیا۔
8 ...... "البحرالرائق"، کتاب الودیعۃ، ج۷، ص٤۷۰.
و "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الودیعۃ، الباب الرابع فیما یکون تضییعًا...إلخ، ج٤، ص۳٤۹.
9 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص۵۳۷.
و "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الودیعۃ، الباب الرابع فیما یکون تضییعًا...إلخ، ج٤، ص۳٤۹.

مسئلہ ۵۱: ودیعت روپیہ یا اشرفی ہے یا مکیل[1] وموزون[2] ہے مودَع نے اس میں سے کچھ خرچ کرڈالا تو جتنا خرچ کیا ہے اُتنے ہی کا ضامن ہے جو باقی ہے اُس کا ضامن نہیں یعنی مابقی[3] اگرضائع ہوجائے تواس کا تاوان لازم نہیں اوراگر خرچ کرنے کے لیے نکالا تھا مگرخرچ نہیں کیا پھر اُسی میں شامل کردیا تو تاوان لازم نہیں اوراگر جتنا ودیعت میں سے خرچ کرڈالا تھااوتنا ہی باقی میں ملادیا کہ امتیاز جاتا رہا مثلاً سوروپے میں سے دس خرچ کرڈالے تھے پھر دس۱۰ روپے باقی میں ملادیے توکُل کا ضامن ہوگیا کیوں کہ اپنے مال کوملاکر ودیعت کو ہلاک کردیااوراگراس طرح ملایا ہے کہ امتیاز باقی ہے مثلاً کچھ روپے تھےاور کچھ نوٹ یااشرفیاں[4] روپےخرچ کرڈالے پھر اُتنے ہی روپےاُس میں شامل کردیے یا جوکچھ ملایا اُس میں نشان بنادیا ہے کہ جدا کیاجاسکتا ہے یاخرچ کیااوراُس میں شامل نہیں کیایادوودیعتیں تھیں مثلاً ایک مرتبہ اُس نے دس روپے دیے دوسری مرتبہ دس پھر دیےاوراُن میں سےایک ودیعت کوخرچ کرڈالا ان سب صورتوں میں صرف اُس کا ضامن ہے جوخرچ کیا ہے۔ یہ اُس چیز میں ہےجس کے ٹکڑے کرنامضر نہ ہومثلاً دس۱۰ سیر گیہوں تھے اُن میں سے پانچ سیر خرچ کیےاوراگروہ ایسی چیز ہوجس کے ٹکڑے کرنا مضر ہومثلاً ایک اچکن کا کپڑا تھایاکوئی زیور تھا اُس میں سےایک ٹکڑاخرچ کرڈالا توکل کا ضامن ہے۔[5] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۵۲: جس شخص نے ملایا ہے وہ غائب ہوگیا اُس کا پتہ نہیں کہ کہاں ہے تو اگر دونوں مالک اس پر راضی ہوجائیں کہ ان میں کاایک شخص اُس مخلوط چیز[6] کولے لےاوردوسرےکواس کی چیز کی قیمت دیدے یہ ہوسکتا ہےاوراس پر بھی راضی نہ ہوں تومخلوط شےکوبیچ کر ہرایک اپنی اپنی چیز کی قیمت پرثمن کوتقسیم کرکے لے لے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۳: ودیعت پرتعدّی کی یعنی اُس میں بیجا تصرّف کیا مثلاً کپڑا تھا اُسے پہن لیا گھوڑا تھا اُس پرسوار ہوگیا غلام تھا اُس سے خدمت لی یا اُسے کسی دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دیاان سب صورتوں میں اُس پرضمان لازم ہےمگر پھراس حرکت سے باز آیا یعنی اُس کوحفاظت میں لے آیااور یہ نیت ہے کہ اب ایسانہیں کرے گا تو تعدّی کرنے سے جوضمان کاحکم آگیا تھازائل ہوگیا یعنی اب اگر چیزضائع ہوجائے تو تاوان نہیں مگراستعمال سے چیز میں نقصان پیدا ہوجائے تو تاوان دینا ہوگااوراگراب بھی

---

1 ......ماپ کربیچی جانے والی چیز۔ 2 ......وزن سے بیچی جانے والی چیز۔

3 ......یعنی جوباقی ہے۔ 4 ......سونے کے سکے۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص۵۳۷.

و"الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب الرابع فیما یکون تضییعًا...إلخ، ج٤، ص۳٤۸.

6 ......اُس ملی ہوئی چیز۔

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب الرابع فیما یکون تضییعًا...إلخ، ج٤، ص۳٤۹.

نیت یہ ہو کہ پھر ایسا کرے گا مثلاً رات میں کپڑا اُتار دیا اور یہ نیت ہے کہ صبح کو پھر پہنے گا ضمان کا حکم بدستور باقی ہے یعنی مثلاً رات ہی میں وہ کپڑا چوری ہوگیا تاوان دینا ہوگا۔[1] (بحر، عالمگیری)

مسئلہ ۵۴: مستعیر اور مستاجر نے تعدّی کی[2] پھر اس سے باز آئے تو ضمان سے[3] بری نہیں جب تک مالک کے پاس چیز پہنچا نہ دیں۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۵۵: مودَع، بیع کا وکیل اور حفظ کا وکیل اور اُجرت پر دینے یا اُجرت پر لینے کا وکیل یعنی اس کو وکیل کیا تھا کہ اس چیز کو کرایہ پر دے یا کرایہ پر لے اور اس نے خود اُس چیز کو استعمال کیا پھر استعمال چھوڑ دیا اور مضارب و مُستبضِع یعنی مضارِب نے چیز کو استعمال کیا یا جس کو بِضاعت کے طور پر دیا تھا اُس نے استعمال کیا پھر استعمال ترک کیا اور شریک عنان اور شریک مفاوضہ اور رہن کے لیے عاریت لینے والا کہ ایک چیز عاریت لی تھی کہ اُسے رہن رکھے گا اور خود استعمال کی پھر رہن رکھ دی یہ دس قسم کے اشخاص تعدّی کرنے والے اگر تعدّی سے باز آجائیں تو ضمان سے بری ہو جاتے ہیں اور ان کے علاوہ جو امین تعدّی کرے گا وہ ضامن ہوگا اگرچہ تعدّی سے باز آجائے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۵۶: مودَع کو یہ اختیار ہے کہ ودیعت کو اپنے ہمراہ سفر میں لیجائے اگرچہ اس میں بار برداری[6] صرف[7] کرنی پڑے بشرطیکہ مالک نے سفر میں لے جانے سے منع نہ کیا ہو اور لیجانے میں اُس کے ہلاک ہونے کا اندیشہ بھی نہ ہو اور اگر مالک نے منع کر دیا ہو یا لیجانے میں اندیشہ ہو اور سفر میں جانا اس کے لیے ضروری نہ ہو اور سفر کیا اور ودیعت ضائع ہوگئی تو تاوان لازم ہے اور اگر سفر میں جانا ضروری ہے اور تنہا سفر کیا اور ودیعت کو بھی لے گیا ضامن ہے اور بال بچوں کے ساتھ سفر کیا ہے تو ضامن نہیں، دریائی سفر بھی خوفناک ہے کہ اس میں غالب ہلاک ہے۔[8] (درمختار، بحر)

مسئلہ ۵۷: دو شخصوں نے مل کر ودیعت رکھی ہے اُن میں سے ایک اپنا حصہ مانگتا ہے دوسرے کی عدم موجودگی میں

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب الودیعة، ج۷، ص ۴۸۰.
و"الفتاوی الهندیة"، کتاب الودیعة، الباب الرابع فیما یکون تضییعًا...إلخ، ج۴، ص۳۴۷، ۳۴۸.

2 ......بیجا تصرف کیا۔ 3 ......تاوان سے۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص۵۳۷، ۵۳۸.

5 ......المرجع السابق.

6 ......مزدوری۔ 7 ......خرچ۔

8 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص ۵۴۱.
و"البحرالرائق"، کتاب الودیعة، ج۷، ص ۴۷۲.

امین کو دینا جائز نہیں اور اگر دیدے گا تو ضامن نہیں اور ایک نے قاضی کے پاس دعویٰ کیا کہ میرا حصہ دلا دیا جائے تو قاضی دینے کا حکم نہیں دے گا۔[1] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۵۸: دو شخصوں نے ودیعت رکھی تھی ایک نے مودَع سے کہا کہ میرے شریک کو سو روپے دے دو اُس نے دیدیے اس کے بعد بقیہ رقم ضائع ہوگئی تو جو شخص سو روپے لے چکا ہے یہ تنہا اسی کے ہیں اس کا ساتھی اِن میں سے نصف نہیں لے سکتا اور اگر یہ کہا تھا کہ اُس میں سے آدھی رقم اُس کو دے دو اُس نے دیدی اور بقیہ رقم ضائع ہوگئی تو ساتھی جو نصف لے چکا ہے اُس میں سے نصف یہ لے سکتا ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۹: دو شخصوں نے ایک شخص کے پاس ہزار روپے ودیعت رکھے مودَع مر گیا اور ایک بیٹا چھوڑا اُن دونوں میں ایک یہ کہتا ہے کہ باپ کے مرنے کے بعد اس لڑکے نے ودیعت ہلاک کردی دوسرے نے کہا معلوم نہیں ودیعت کیا ہوئی تو جس نے بیٹے کا ہلاک کرنا بتایا اُس نے مودَع کو بری کردیا یعنی اس کے قول کا مطلب یہ ہوا کہ مرنے والے نے ودیعت کو بعینہٖ[3] قائم رکھا اور بیٹے سے ضمان لینا چاہتا ہے تو بغیر ثبوت اس کی یہ بات کیوں کر مانی جاسکتی ہے لہٰذا بیٹے پر تاوان کا حکم نہیں ہوسکتا اور دوسرا شخص جس نے کہا معلوم نہیں ودیعت کیا ہوئی اُس کو میت کے مال سے پانسو دلائے جائیں گے کیونکہ وہ میت پر تجہیلِ ودیعت کا الزام[4] رکھتا ہے اور اس صورت میں مالِ میت سے تاوان دلانے کا حکم ہوتا ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ٦٠: مودَع نے ودیعت رکھنے ہی سے انکار کردیا مالک نے گواہوں سے ودیعت رکھنا ثابت کردیا اس کے بعد مودَع گواہ پیش کرتا ہے کہ ودیعت ضائع ہوگئی مودَع کے گواہ نامقبول ہیں اور اس کے ذمہ تاوان لازم، چاہے اس کے گواہوں سے انکار کے بعد ضائع ہونا ثابت ہو یا انکار سے قبل، بہرصورت تاوان دینا ہوگا اور اگر ودیعت رکھنے سے مودَع نے انکار نہیں کیا تھا بلکہ یہ کہا تھا کہ میرے پاس تیری ودیعت نہیں ہے اور گواہوں سے ضائع ہونا ثابت کیا، اگر گواہوں سے یہ ثابت ہو کہ اس کہنے سے پہلے ضائع ہوئی تو تاوان نہیں اور اگر اس کہنے کے بعد ضائع ہونا گواہوں نے بیان کیا تو تاوان لازم ہے اور اگر گواہوں سے مطلقاً ضائع ہونا ثابت ہوا قبل یا بعد نہیں ثابت ہے جب بھی ضامن ہے۔[6] (عالمگیری)

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص ٥٤١.

و "الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب الثامن فیما اذا کان... إلخ، ج٤، ص ٣٥٤.

2 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب الثامن فیما اذا کان... إلخ، ج٤، ص ٣٥٥.

3 ...... ویسے ہی، اسی طرح۔

4 ...... یعنی ودیعت کے بارے میں نہ بتانے کا الزام۔

5 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب الثامن فیما اذا کان... إلخ، ج٤، ص ٣٥٥.

6 ...... المرجع السابق، ص ٣٥٦.

مسئلہ ۶۱: ودیعت سے مودَع نے انکار کر دیا اس کے بعد ودیعت واپس کر دی اور اس کو گواہوں سے ثابت کر دیا تو گواہ مقبول ہیں اور یہ بَری اور گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ انکار سے پہلے ہی ودیعت دیدی تھی اور یہ کہتا ہے کہ میں نے انکار کرنے میں غلطی کی میں بھول گیا تھا تو یہ گواہ بھی مقبول ہیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۲: مودَع کہتا ہے میں نے ودیعت واپس کر دی چندروز کے بعد کہتا ہے ضائع ہوگئی اس پر تاوان لازم ہے اوراگر کہا کہ ضائع ہوگئی پھر چندروز کے بعد کہتا ہے میں نے واپس کر دی میں نے غلطی سے ضائع ہونا کہہ دیا اِس صورت میں بھی تاوان ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۳: مودَع کہتا ہے ودیعت ہلاک ہوگئی اور مالک اس کی تکذیب کر تا ہے[3] مالک کہتا ہے اس پر حلف دیا جائے[4] حلف دیا گیا اس نے قسم کھانے سے انکار کر دیا اس سے ثابت ہوا کہ چیز اس کے یہاں موجود ہے لہٰذا اس کو قید کیا جائے گا اُس وقت تک کہ چیز دیدے یا ثابت کر دے کہ چیز نہیں باقی رہی۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۴: کسی کے پاس ودیعت رکھ کر پردیس چلا گیا واپس آنے کے بعد اپنی چیز مانگتا ہے مودَع کہتا ہے تم نے اپنے بال بچوں پر خرچ کر دینے کے لیے کہا تھا میں نے خرچ کر دی مالک کہتا ہے میں نے خرچ کرنے کو نہیں کہا تھا مالک کا قول معتبر ہے۔ یو ہیں اگر مودَع یہ کہتا ہے کہ تم نے مساکین پر خیرات کرنے کو کہا تھا میں نے خیرات کر دی یا فلاں شخص کو ہبہ کرنے کو کہا تھا میں نے ہبہ کر دیا مالک کہتا ہے میں نے نہیں کہا تھا اس میں بھی مالک ہی کا قول معتبر ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۵: کسی کے پاس روپے ودیعت رکھے مالک اُس سے کہتا ہے میں نے فلاں شخص کو حکم دیدیا تھا کہ وہ تمھارے پاس سے وہ روپے لے لے پھر میں نے اُسے منع کر دیا مودَع کہتا ہے وہ تو لے بھی گیا اُس شخص سے پوچھا گیا تو کہنے لگا میں نہ مودَع کے پاس گیا نہ میں نے روپے لیے مودَع کی بات معتبر ہے اس پر ضمان لازم نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۶: مودَع نے ودیعت سے انکار کر دیا پھر اُس مودَع نے اس کے پاس اسی جنس کی چیز ودیعت رکھی یہ شخص اپنے مطالبہ میں اس ودیعت کو روک سکتا ہے اور اگر اس پر قسم دی جائے تو یوں قسم کھائے کہ اُس کی فلاں چیز میرے ذمہ نہیں ہے یہ قسم نہ کھائے کہ اُس نے ودیعت نہیں رکھی ہے کہ یہ قسم جھوٹی ہوگی۔ یو ہیں اگر اس کا کسی کے ذمہ دَین تھا مدیون نے دَین سے انکار

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب التاسع فی الاختلاف...إلخ، ج٤، ص٣٥٦.

2 ......المرجع السابق.

3 ......جھوٹا بتاتا ہے یعنی اس سے انکار کرتا ہے۔

4 ......قسم دی جائے۔

5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب التاسع فی الإختلاف...إلخ، ج٤، ص٣٥٧.

6 ......المرجع السابق، ص٣٥٨.

7 ......المرجع السابق.

کردیا پھر مدیون نے اُسی جنس کی چیز ودیعت رکھی اپنے دَین میں اسے روک سکتا ہے اوراگر ودیعت اُس جنس کی چیز نہ ہوتو نہیں روک سکتا[1]۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۷: ایک شخص سے پچاس روپے قرض مانگے اُس نے غلطی سے پچاس کی جگہ ساٹھ دیدیے اس نے مکان پرآ کر دیکھا کہ دس زائد ہیں واپس کرنے کو دس روپے لے گیا راستہ میں یہ ضائع ہوگئے اس پر پانچ سدس کا ضمان ہے اورایک سدس یعنی دس روپے میں سے چھٹے حصہ کا ضمان نہیں کیونکہ جو روپے اُس نے غلطی سے دیے وہ اس کے پاس ودیعت ہیں اور وہ کل کا چھٹا حصہ ہے لہٰذا ان دس کا چھٹا حصہ بھی ودیعت ہے صرف اس چھٹے حصے کا ضمان واجب نہیں اوراگر کل روپے ضائع ہوئے تو پچاس ہی روپے اس کے ذمہ واجب ہیں کیونکہ دس ودیعت ہیں ان کا تاوان نہیں۔ یوہیں اگر کسی کے ذمہ پچاس روپے باقی تھے اُس نے غلطی سے ساٹھ لے لیے دس روپے واپس کرنے جارہا تھا راستہ میں ضائع ہوگئے تو پانچ سدس کا ضمان اس پر واجب ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۸: شادی میں روپے پیسے نچھاور کرنے کے لیے کسی کو دیے تو یہ شخص اپنے لیے اُن میں سے بچا نہیں سکتا اور نہ خود گرے ہوئے کو لوٹ سکتا ہے اور یہ بھی نہیں کرسکتا کہ دوسرے کو لٹانے کے لیے دیدے۔ شکر اور چھوہارے جو لٹانے کے لیے دیے جاتے ہیں ان کا بھی یہی حکم ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۹: مسافر کسی کے مکان پر مرگیا اُس نے کچھ تھوڑا سا مال دو تین روپے کا چھوڑا اور اُس کا کوئی وارث معلوم نہیں اور جس کے مکان پر مرا ہے یہ فقیر ہے اُس مال کو اپنے لیے یہ شخص رکھ سکتا ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۷۰: ایک شخص نے دو شخصوں کے پاس ودیعت رکھی اگر وہ چیز قابلِ قسمت ہے دونوں اُس چیز کو تقسیم کرلیں

---

1 ......جبکہ فی زمانہ دائن اگر اپنے دَین کی جنس کے علاوہ کسی اور مال کے حصول پر قادر ہوتو وہ اسے لے سکتا ہے، جس کی صراحت اعلیٰ حضرت مجددِ دین وملت مولانا شاہ امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن نے **فتاویٰ رضویہ** میں کچھ یوں فرمائی ہے: "فی الشامی والطحطاوی عن شرح الکنز للعلامۃ الحموی عن الامام العلامۃعلی المقدسی عن جدہ الاشقرعن شرح القدوری للإمام الأخصب ان عدم جواز الأخذمن خلاف الجنس کان فی زمانھم لمطاوعتھم فی الحقوق والفتوی الیوم علی جوازالأخذعندالقدرۃمن ای مال کان"۔

ترجمہ:۔شامی اور طحطاوی میں علامہ حموی کی شرح کنز سے بحوالہ امام علامہ علی مقدسی منقول ہے، انہوں نے اپنے دادا اشقر سے بحوالہ شرح قدوری از امام اخصب ذکر کیا کہ خلاف جنس سے وصول کرنے کا عدم جواز مشائخ کے زمانے میں تھا کیونکہ وہ لوگ حقوق میں باہم متفق تھے، آج کل فتویٰ اس پر ہے کہ جب اپنے حق کی وصولی پر قادر ہو چاہے کسی بھی مال سے ہو تو وصول کرلینا جائز ہے۔ **(فتاویٰ رضویہ، ج۱۷، ص۵۶۲)**

2 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الودیعۃ، الباب العاشر فی المتفرقات، ج٤، ص٣٥٩.

3 ......المرجع السابق، ص٣٦٠. 4 ......المرجع السابق، ص٣٦٢. 5 ......المرجع السابق.

ہر ایک اپنے حصہ کی حفاظت کرے اگر ایسا نہیں کیا بلکہ ان میں سے ایک نے دوسرے کو سپرد کردی تو یہ دینے والا ضامن ہے اور اگر وہ چیز تقسیم کے قابل نہیں تو ان میں سے ایک دوسرے کو سپرد کرسکتا ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: مودِع نے کہہ دیا تھا کہ ودیعت کو دکان میں نہ رکھنا کیونکہ اُس میں سے ضائع ہونے کا اندیشہ ہے اگر مودَع کے لیے کوئی دوسری جگہ اس سے زیادہ محفوظ ہے اور یہ اس پر قادر بھی تھا کہ اُٹھا کر وہاں لے جاتا اور نہ لے گیا اور دکان سے وہ چیز رات میں چوری گئی تو ضمان دینا ہوگا اور کوئی دوسری جگہ حفاظت کی اس کے پاس نہیں یا اُس وقت چیز کو لے جانے پر قادر نہ تھا تو ضامن نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷: مالک نے یہ کہہ دیا ہے کہ اس چیز کو اپنی عیال کے پاس نہ چھوڑنا یا اس کمرے میں رکھنا اور مودَع نے ایسے کو دیا جس کے دینے سے چارہ نہ تھا مثلاً زیور تھا بی بی کو دینے سے منع کیا تھا اُس نے بی بی کو دیدیا، گھوڑا تھا غلام کو دینے سے منع کیا تھا اس نے غلام کو دیدیا اور اُس کمرے کے سوا دوسرے کمرے میں رکھی اور دونوں کمرے حفاظت کے لحاظ سے یکساں ہیں یا یہ اُس سے بھی زیادہ محفوظ ہے اور ودیعت ضائع ہوگئی تاوان لازم نہیں اور اگر یہ باتیں نہ ہوں مثلاً زیور غلام کو دیدیا یا گھوڑا بی بی کی حفاظت میں دیا یا وہ کمرہ اُتنا محفوظ نہیں ہے تو تاوان دینا ہوگا۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۳۷: مودِع نے کہا اِس تھیلی میں نہ رکھنا اُس میں رکھنا یا تھیلی میں رکھنا صندوق میں نہ رکھنا یا صندوق میں رکھنا اس گھر میں نہ رکھنا اور اُس نے وہ کیا جس سے مودِع نے منع کیا تھا اِن صورتوں میں ضمان واجب نہیں۔[4] (عالمگیری) قاعدۂ کلیہ اس باب میں[5] یہ ہے کہ امانت رکھنے والے نے اگر ایسی شرط لگائی جس کی رعایت ممکن ہے اور مفید بھی ہو تو اُس کا اعتبار ہے اور ایسی نہ ہو تو اُس کا اعتبار نہیں مثلاً یہ شرط کہ اسے اپنے ہاتھ ہی میں لیے رہنا کسی جگہ نہ رکھنا یا دہنے ہاتھ میں رکھنا بائیں میں نہ رکھنا یا اس چیز کو دہنی آنکھ سے دیکھتے رہنا بائیں آنکھ سے نہ دیکھنا اس قسم کی شرطیں بیکار ہیں ان پر عمل کرنا کچھ ضرور نہیں۔[6] (عالمگیری)

---

1. ......"الدرالمختار"، كتاب الإيداع، ج٨، ص٥٤٢.
2. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوديعة، الباب الثالث في شروط...إلخ، ج٤، ص٣٤٢.
3. ......"الدرالمختار"، كتاب الإيداع، ج٨، ص٥٤٢.
4. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوديعة، الباب الثالث في شروط...إلخ، ج٤، ص٣٤١.
5. ......یعنی اس مسئلہ میں کہ مالک اگر منع کرے اور امین وہی کردے۔
6. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوديعة، الباب الثالث في شروط...إلخ، ج٤، ص٣٤١.

مسئلہ ۷۴: ایک شخص کے پاس ودیعت رکھی اُس نے دوسرے کے پاس رکھ دی اور ضائع ہوگئی تو فقط مودَع سے ضمان لے گا دوسرے سے نہیں لے سکتا اور اگر دوسرے کو دی اور وہاں سے ابھی مودَع جدا نہیں ہوا ہے کہ ہلاک ہوگئی تو مودَع سے بھی ضمان نہیں لے سکتا۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۷۵: مالک کہتا ہے کہ دوسرے کے یہاں سے ہلاک ہوگئی اور مودَع کہتا ہے اُس نے مجھے واپس کردی تھی میرے یہاں سے ضائع ہوئی مودَع کی بات نہیں مانی جائے گی اور اگر مودَع سے کسی نے غصب کی ہوتی اور مالک کہتا غاصب کے یہاں ہلاک ہوئی اور مودع کہتا اُس نے واپس کردی تھی میرے یہاں ہلاک ہوئی تو مودَع کی بات مانی جاتی۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۷۶: ایک شخص کو ہزار روپے دیے کہ فلاں شخص کو جو فلاں شہر میں ہے دیدینا اس نے دوسرے کو دیدیے کہ تم اُس شخص کو دیدینا اور راستہ میں روپے ضائع ہوگئے اگر دینے والا مر گیا ہے تو مودَع پر تاوان نہیں ہے کہ یہ وصی ہے اور اگر زندہ ہے تو تاوان ہے کہ وکیل ہے ہاں اگر وہ شخص جس کو دیے ہیں اُسکی عیال میں ہے تو ضامن نہیں۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۷۷: دھوبی نے غلطی سے ایک کا کپڑا دوسرے کو دیدیا اُس نے قطع کرڈالا دونوں ضامن ہیں۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۷۸: جانور کو ودیعت رکھا تھا وہ بیمار ہوا علاج کرایا اور علاج سے ہلاک ہوگیا مالک کو اختیار ہے جس سے چاہے تاوان لے مودَع سے بھی تاوان لے سکتا ہے اور معالج سے بھی اگر معالج سے تاوان لیا اور بوقت علاج اس کو معلوم نہ تھا کہ یہ دوسرے کا ہے معالج مودَع سے واپس لے سکتا ہے اور اگر معلوم تھا تو نہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۷۹: غاصب نے کسی کے پاس مغصوب چیز ودیعت رکھ دی[6] اور ہلاک ہوگئی مالک کو اختیار ہے دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے اگر مودَع سے تاوان لیا وہ غاصب سے رجوع کرسکتا ہے۔[7] (درمختار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الوديعة، ج۲، ص۲۱٦.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الإيداع، ج۸، ص۵٤۲.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الإيداع، ج۸، ص۵٤۲.

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الإيداع، ج۸، ص۵٤۳.

5 ......المرجع السابق.

6 ......ناجائز زبردستی قبضہ کی ہوئی چیز امانت کے طور پر رکھ دی۔

7 ......"الدرالمختار"، كتاب الإيداع، ج۸، ص۵٤٤.

مسئلہ ۸۰: ایک شخص کو روپے دیے کہ ان کو فلاں شخص کو آج ہی دیدینا اس نے نہیں دیے اور ضائع ہوگئے تاوان لازم نہیں اس لیے کہ اس پر اُسی روز دینا لازم نہ تھا، یوہیں مالک نے یہ کہا کہ ودیعت میرے پاس پہنچا جانا اس نے کہا پہنچادوں گا اور نہیں پہنچائی اس کے پاس سے ضائع ہوگئی تاوان واجب نہیں کیونکہ مودَع کے ذمہ یہاں لاکر دینا نہیں ہے کہ تاوان لازم آئے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۸۱: مالک نے کہا یہ چیز فلاں شخص کو دیدینا یہ کہتا ہے میں نے دیدی مگر وہ کہتا ہے نہیں دی ہے مودَع کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۸۲: مودَع نے کہا معلوم نہیں ودیعت کیوں کر جاتی رہی ابتداءً اُس نے یہی جملہ کہا یا یوں کہا کہ چیز جاتی رہی اور معلوم نہیں کیوں کر گئی اس صورت میں ضمان نہیں، اور اگر یوں کہا معلوم نہیں ضائع ہوئی یا نہیں ہوئی یا یوں کہا معلوم نہیں میں نے اُسے رکھ دیا ہے یا مکان کے اندر کہیں دفن کر دیا ہے یا کسی دوسری جگہ دفن کیا ہے ان صورتوں میں ضامن ہے، اور اگر یوں کہتا کہ میں نے ایک جگہ دفن کر دیا تھا وہاں سے کوئی چورالے گیا اگر چہ اُس جگہ کو نہیں بتایا جہاں دفن کیا تھا اس میں ضمان واجب نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۸۳: دلال کو[4] بیچنے کے لیے کپڑا دیا تھا دلال کہتا ہے کپڑا میرے ہاتھ سے گر گیا اور ضائع ہو گیا معلوم نہیں کیوں کر ضائع ہوا تو اُس پر تاوان نہیں اور دلال یہ کہتا ہے کہ میں بھول گیا معلوم نہیں کس دکان میں رکھ دیا تھا تو تاوان دینا ہوگا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۸۴: مودَع کہتا ہے ودیعت میں نے اپنے سامنے رکھی تھی بھول کر چلا گیا ضائع ہوگئی اِس صورت میں تاوان دینا ہوگا اور اگر کہتا ہے مکان کے اندر چھوڑ کر چلا گیا اور ضائع ہوگئی اگر وہ جگہ حفاظت کی ہے کہ اِس قسم کی چیز وہاں بطورِ حفاظت رکھی جاتی ہے تو تاوان نہیں۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۸۵: مکان کسی کی حفاظت میں دے دیا اور اسی مکان کے ایک کمرہ یا کوٹھری میں ودیعت رکھی ہے اگر اس کو

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص ٥٤٤.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص ٥٤٥.

4 ......کمیشن لے کر مال فروخت کرنے والے کو۔

5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الودیعة، الباب الرابع فیما یکون... إلخ، ج٤، ص ٣٤٢.

6 ......المرجع السابق.

مقفل کردیا[1] ہے کہ آسانی سے نہ کُھل سکتا ہو تو تاوان نہیں ورنہ ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۸۶: اسکے مکان میں لوگ بکثرت آتے جاتے ہیں مگر اس کے باوجود چیز کی حفاظت رہتی ہے اور اس نے حفاظت کی جگہ میں ودیعت رکھ دی ہے ضمان واجب نہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۸۷: مالِ ودیعت کو زمین میں دفن کردیا ہے اور کوئی نشان بھی کر رکھا ہے تو ضائع ہونے پر تاوان نہیں اور نشان نہیں کیا تو تاوان ہے اور جنگل میں دفن کردیا ہے تو بہرصورت تاوان ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۸۸: مودَع کے پیچھے چور لگ گئے اس نے ودیعت کو دفن کردیا کہ چور اسکے ہاتھ سے کہیں لے نہ لیں اور دفن کرکے اُن کے خوف کی وجہ سے بھاگ گیا پھر آکر تلاش کرتا ہے تو پتا نہیں چلتا کہ کہاں دفن کی تھی اگر دفن کرتے وقت اتنا موقع تھا کہ نشانی کردیتا اور نہیں کی تو ضامن ہے اور اگر نشانی کا موقع نہ ملا تو دو صورتیں ہیں اگر جلد آجاتا تو پتہ چل جاتا اور جلد آنا ممکن تھا مگر نہ آیا جب بھی ضامن ہے اور جلد آنا ممکن ہی نہ تھا اِس وجہ سے نہیں آیا تو ضامن نہیں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۸۹: زمانۂ فتنہ میں ودیعت کو ویرانہ میں رکھ آیا اگر زمین کے اوپر رکھ دی تو ضامن ہے اور دفن کردی تو ضامن نہیں۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۹۰: مودَع یا وصی سے زبردستی مال لینا کوئی چاہتا ہے اگر جان مارنے یا قطع عضو کی[7] دھمکی دی اس نے ڈر کر کچھ مال دیدیا ضمان نہیں اور اگر اس کی دھمکی دی کہ اُسے بند کردے گا یا قید کردے گا اور مال دیدیا تو تاوان واجب ہے اور اگر یہ اندیشہ ہے کہ اگر کچھ تھوڑا مال اسے نہ دیا جائے تو کُل ہی چھین لے گا یہ دینے کے لیے عذر ہے یعنی ضمان لازم نہیں۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۹۱: ودیعت کے متعلق یہ اندیشہ ہے کہ خراب ہوجائے گی مالک موجود نہیں ہے یا وہ لے نہیں جاتا مودَع کو چاہیے یہ معاملہ حاکم کے پاس پیش کرے تاکہ وہ بیچ ڈالے اور اگر مودَع نے پیش نہ کیا یہاں تک کہ ودیعت خراب ہوگئی تو اس

---

1 ...... تالا لگا دیا۔

2 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوديعة،الباب الرابع فيما يكون...إلخ، ج٤، ص٣٤٣.

3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق.

7 ...... جسم کے کسی حصے کو کاٹ دینے کی۔

8 ...... "الدرالمختار"، كتاب الإيداع، ج٨، ص٥٤٥.

پر ضمان نہیں اور اگر وہاں قاضی ہی نہ ہو تو چیز کو بیچ ڈالے اور ثمن محفوظ رکھے۔[1] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۹۲: ودیعت کے متعلق مودَع نے کچھ خرچ کیا اگر یہ قاضی کے حکم سے نہیں ہے مُتَبَرِّع ہے[2] کچھ معاوضہ نہیں پائے گا اور اگر قاضی کے پاس معاملہ پیش کیا قاضی اس پر گواہ طلب کرے گا کہ یہ ودیعت ہے اور اس کا مالک غائب ہے پھر اگر وہ چیز ایسی ہے جو کرایہ پر دی جاسکتی ہے تو قاضی حکم دے گا کہ کرایہ پر دی جائے اور آمدنی اس پر صرف کی جائے اور اگر کرایہ پر دینے کی چیز نہ ہو تو قاضی یہ حکم دے گا کہ دو تین دن تم اپنے پاس سے اس پر خرچ کرو شاید مالک آجائے اس سے زیادہ کی اجازت نہیں دے گا بلکہ حکم دے گا کہ چیز بیچ کر اس کا ثمن محفوظ رکھا جائے۔[3] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۹۳: مُصحَف شریف[4] کو ودیعت یا رہن رکھا تھا۔ مودَع یا مرتہن اُس میں دیکھ کر تلاوت کررہا تھا اسی حالت میں ضائع ہوگیا تاوان واجب نہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۹۴: کتاب ودیعت ہے اس میں غلطی نظر آئی اگر معلوم ہے کہ درست کرنے سے مالک کو ناگواری ہوگی درست نہ کرے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۹۵: ایک شخص کو دس روپے دیے اور یہ کہا کہ ان میں سے پانچ تمھارے لیے ہبہ ہیں اور پانچ ودیعت اُس نے پانچ خرچ کر ڈالے اور پانچ ضائع ہوگئے ساڑھے سات روپے اُس پر تاوان کے واجب ہیں کیونکہ مشاع کا ہبہ[7] صحیح نہیں ہے اور ہبۂ فاسد کے طور پر جس چیز پر قبضہ ہوتا ہے اُس کا ضمان لازم ہوتا ہے اور پانچ روپے جو ضائع ہوئے ان میں ودیعت اور ہبہ دونوں ہیں لہٰذا ان کے نصف کا ضمان ہوگا کہ وہ ڈھائی روپے ہیں اور جو خرچ کیے ہیں اُن کے کل کا ضمان[8] ہے

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص۵٤٦.
و"الفتاوی الهندیة"، کتاب الودیعة، الباب الرابع فیما یکون...إلخ، ج٤، ص٣٤٤.

2 ......احسان کرنے والا ہے۔

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص٥٤٦.
و"الفتاوی الهندیة"، کتاب الودیعة، الباب العاشر فی المتفرقات، ج٤، ص٣٦٠.

4 ......قرآن پاک۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الإیداع، ج۸، ص٥٤٦.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الودیعة، الباب العاشر فی المتفرقات، ج٤، ص٣٦٢.

7 ......ایسی چیز کا ہبہ کرنا جس میں دو یا دو سے زیادہ افراد شریک ہوں اور دونوں کے حصوں میں فرق نہ کیا جاسکتا ہو۔ مثلاً چکی وغیرہ۔

8 ......کہ اگرچہ ان میں ڈھائی ہبہ کے ہیں اور ڈھائی ودیعت کے، مگر ضمان دونوں کا واجب ہے کہ ودیعت کی چیز خرچ کرنے سے ضمان واجب ہوتا ہے۔ ۱۲ حفظ ربہ

یوں ساڑھے ساتھ روپے کا تاوان واجب۔ اور اگر دیتے وقت یہ کہا کہ ان میں تین تمھیں ہبہ کرتا ہوں اور سات فلاں شخص کو دے آؤ وہ دینے گیا راستہ میں کل روپے ضائع ہوگئے تو صرف تین روپے کا تاوان واجب ہے کہ یہ ہبہ فاسد ہے اور پانچ پانچ روپے کرکے دیے اور یہ کہہ دیا کہ پانچ ہبہ ہیں اور پانچ امانت اور یہ نہیں بتایا کہ کون سے پانچ ہبہ کے ہیں اس نے سب کو خلط کردیا[1] اور ضائع ہوگئے تو پانچ روپے تاوان واجب۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۹۶: ودیعت ایسی چیز ہے جس میں گرمیوں میں کیڑے پڑ جاتے ہیں اس نے اُس چیز کو ہوا میں نہیں رکھا اور کیڑے پڑ گئے تو اس پر تاوان واجب نہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۹۷: ودیعت کو چوہوں نے خراب کردیا اگر اس نے پہلے ہی مودِع سے کہہ دیا تھا کہ یہاں چوہے ہیں تو تاوان نہیں اور اسے معلوم ہوگیا کہ یہاں چوہے کے بل ہیں اور نہ بند کیے نہ مالک کو خبر دی تو تاوان واجب ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۹۸: جانور کو ودیعت رکھا اور غائب ہوگیا مودَع نے اُس کا دودھ دوہا اور یہ اندیشہ ہے کہ اُس کے آنے تک دودھ خراب ہوجائے گا اُس کو بیچ ڈالا اگر قاضی کے حکم سے بیچا تو ضامن نہیں اور بغیر حکم قاضی بیچا تو ضامن ہے یعنی اگر یہ ثمن ضائع ہوگا تو تاوان دینا ہوگا مگر جبکہ ایسی جگہ ہو جہاں قاضی نہ ہو تو ضامن نہیں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۹۹: انگوٹھی ودیعت رکھی مودَع نے چھنگلیا[6] یا اس کے پاس والی اُنگلی میں ڈال لی اور اسی میں پہنے ہوئے تھا کہ ہلاک ہوگئی تو تاوان لازم ہے اور انگوٹھے یا کلمہ کی اُنگلی یا بیچ کی اُنگلی میں ڈال لی اور اسی حالت میں ہلاک ہوئی تو تاوان نہیں اور عورت کے پاس ودیعت رکھی تو کسی اُنگلی میں ڈالے گی ضامن ہوگی۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰۰: تھیلی میں روپے کسی کے پاس ودیعت رکھے مودَع کے سامنے گن کر سپرد نہیں کیے جب واپس لیے تو کہتا ہے کہ روپے کم ہیں تو مودَع پر نہ ضمان ہے نہ اُس پر حلف[8] دیا جائے ہاں اگر اُس کے ذمہ خیانت یا ضائع کرنے کا الزام لگاتا ہے تو حلف ہوگا۔[9] (عالمگیری)

---

1 ......ملا دیا۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوديعة، الباب الرابع فيما يكون ...إلخ، ج٤، ص٣٤٣.

3 ......المرجع السابق، ص٣٤٤. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......سب سے چھوٹی انگلی۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوديعة، الباب الرابع فيما يكون ...إلخ، ج٤، ص٣٤٥.

8 ......قسم۔

9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوديعة، الباب الرابع فيما يكون ...إلخ، ج٤، ص٣٤٦.

مسئلہ ۱۰۱: کونڈا ودیعت رکھا مودَع کے مکان میں تنور تھا اس نے کونڈا تنور پر رکھ دیا اینٹ گری اور کونڈا ٹوٹ گیا اگر تنور پر رکھنے سے تنور چھپانا مقصود تھا تو تاوان دے اور یہ مقصد نہ تھا بلکہ محض اُس کو رکھنا مقصود تھا تو تاوان نہیں۔ یوہیں رکابی یا طباق[1] کو ودیعت رکھا مودَع نے اُس کو مٹکے یا گولی[2] پر رکھدیا اگر محض رکھنا مقصود ہے تو تاوان نہیں اور چھپانا مقصود ہے تو تاوان ہے اور یہ کیسے معلوم ہوگا کہ چھپانا مقصود تھا یا نہیں اس کی صورت یہ ہے کہ اگر مٹکے یا گولی میں پانی یا آٹا یا کوئی ایسی چیز ہے جو ڈھانکی جاتی ہو تو چھپانا مقصود ہے اور خالی ہے یا اُس میں کوئی ایسی چیز ہے جو چھپا کر نہ رکھی جاتی ہو تو محض رکھنا مقصود ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰۲: بکری ودیعت رکھی مودَع نے اپنی بکریوں کے ساتھ اسے چرنے کو بھیج دیا اور بکری چوری گئی اگر یہ چرواہا خاص مودَع کا چرواہا ہے تو تاوان نہیں اور اگر خاص نہیں تو تاوان ہے۔[4] (عالمگیری)

عاریت کا بیان

دوسرے شخص کو چیز کی منفعت کا بغیر عوض مالک کر دینا عاریت ہے جس کی چیز ہے اُسے مُعیر کہتے ہیں اور جس کو دی گئی مستعیر ہے اور چیز کو مستعار کہتے ہیں۔

مسئلہ ا: عاریت کے لیے ایجاب وقبول ہونا ضروری ہے اگر کوئی ایسا فعل کیا جس سے قبول معلوم ہوتا ہو تو یہ فعل ہی قبول ہے مثلاً کسی سے کوئی چیز مانگی اُس نے لا کر دیدی اور کچھ نہ کہا عاریت ہوگئی اور اگر وہ شخص خاموش رہا کچھ نہیں بولا تو عاریت نہیں۔[5] (بحر)

مسئلہ ۲: عاریت کا حکم یہ ہے کہ چیز مستعیر کے پاس امانت ہوتی ہے اگر مستعیر نے تعدّی نہیں کی ہے[6] اور چیز ہلاک ہوگئی تو ضمان[7] واجب نہیں اور اسکے لیے شرط یہ ہے کہ شے مستعار انتفاع کے قابل ہو[8] اور عوض لینے کی اس میں شرط نہ ہو اگر معاوَضہ شرط ہو تو اجارہ ہوجائے گا اگرچہ عاریت ہی کا لفظ بولا ہو۔ منافع کی جہالت اس کو فاسد نہیں کرتی اور عین مستعار کی

---

1 ......تھالی۔ 2 ......مٹی کا بنا ہوا برتن جس میں پانی یا غلہ رکھتے ہیں۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوديعة، الباب الرابع فيما يكون ... إلخ، ج٤، ص٣٤٧.

4 ......المرجع السابق.

5 ......"البحر الرائق"، كتاب العارية، ج٧، ص٤٧٦.

6 ......بے جا تصرّف نہیں کیا ہے۔ 7 ......تاوان۔ 8 ......یعنی اُدھار لی ہوئی چیز کام میں لانے کے قابل ہو۔

جہالت سے عاریت فاسد ہے مثلاً ایک شخص سے سواری کے لیے گھوڑا مانگا اُس نے کہا اصطبل[1] میں دو گھوڑے بندھے ہیں اُن میں سے ایک لے لو مستعیر ایک لیکر چلا گیا اگر ہلاک ہوگا ضمان دینا ہوگا اور اگر مالک نے یہ کہا اُن میں سے جو چاہے ایک لے لے تو ضمان نہیں بغیر مانگے کسی نے کہہ دیا یہ میرا گھوڑا ہے اس پر سواری لو یا غلام ہے اِس سے خدمت لو یہ عاریت نہیں یعنی خرچہ مالک کو دینا ہوگا اس کے ذمہ نہیں۔[2] (بحر)

مسئلہ ۳: عاریت کے بعض الفاظ یہ ہیں میں نے یہ چیز عاریت دی، میں نے یہ زمین تمھیں کھانے کو دی، یہ کپڑا پہننے کو دیا، یہ جانور سواری کو دیا، یہ مکان تمھیں رہنے کو دیا، یا ایک مہینے کے لیے رہنے کو دیا، یا عمر بھر کے لیے دیا، یہ جانور تمہیں دیتا ہوں اِس سے کام لینا اور کھانے کو دینا۔[3]

مسئلہ ۴: ایک شخص نے کہا اپنا جانور کل شام تک کے لیے مجھے عاریت دے دو اُس نے کہا ہاں دوسرے نے بھی کہا کہ کل شام تک کے لیے اپنا جانور مجھے عاریت دے دو اس سے بھی کہا ہاں تو جس نے پہلے مانگا وہ حقدار ہے اور اگر دونوں کے مونھ سے ایک ساتھ بات نکلی تو دونوں کے لیے عاریت ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: عاریت ہلاک ہوگئی اگر مستعیر نے تعدی نہیں کی ہے یعنی اُس سے اُسی طرح کام لیا جو کام کا طریقہ ہے اور چیز کی حفاظت کی اور اُس پر جو کچھ خرچ کرنا مناسب تھا خرچ کیا تو ہلاک ہونے پر تاوان نہیں اگرچہ عاریت دیتے وقت یہ شرط کرلی ہو کہ ہلاک ہونے پر تاوان دینا ہوگا کہ یہ باطل شرط ہے جس طرح رہن میں ضمان نہ ہونے کی شرط باطل ہے۔[5] (بحر)

مسئلہ ۶: دوسرے کی چیز عاریت کے طور پر دیدی مستعیر کے یہاں ہلاک ہوگئی تو مالک کو اختیار ہے پہلے سے تاوان لے یا دوسرے سے اگر دوسرے سے تاوان لیا تو یہ پہلے سے رجوع کرسکتا یہ اُس وقت ہے کہ مستعیر کو یہ نہ معلوم ہو کہ یہ چیز دوسرے کی ہے اور اگر معلوم ہے کہ دوسرے کی چیز ہے تو مستعیر کو ضمان دینا ہوگا اور مالک نے اس سے ضمان لیا تو یہ معیر سے رجوع نہیں کرسکتا اور مالک کو یہ بھی اختیار ہے کہ معیر سے ضمان وصول کرے اس سے لیا تو یہ مستعیر سے رجوع نہیں کرسکتا۔[6] (بحر)

---

1 ......گھوڑا باندھنے کی جگہ۔

2 ......"البحرالرائق"، كتاب العارية، ج۷، ص٤٧٦، ٤٧٧.

3 ......المرجع السابق، ص٤٧٦.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب العارية، الباب الثانی فی الألفاظ...إلخ، ج٤، ص٣٦٤.

5 ......"البحرالرائق"، كتاب العارية، ج۷، ص٤٧٨.

6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۷: تعدّی کی بعض صورتیں یہ ہیں بہت زور سے لگام کھینچی یا ایسا مارا کہ آنکھ پھوٹ گئی یا جانور پر اتنا بوجھ لاد دیا کہ معلوم ہے ایسے جانور پر اتنا بوجھ نہیں لادا جاتا یا اتنا کام لیا کہ اُتنا کام نہیں لیا جاتا۔ گھوڑے سے اُتر کر مسجد میں چلا گیا گھوڑا وہیں راستہ میں چھوڑ دیا وہ جاتا رہا، جانور اس لیے لیا کہ فلاں جگہ مجھے سوار ہو کر جانا ہے اور دوسری طرف نہر پر پانی پلانے لے گیا۔ بیل لیا تھا ایک کھیت جوتنے کے لیے اُس سے دوسرا کھیت جوتا، اس بیل کے ساتھ دوسرا اعلیٰ درجہ کا بیل ایک ہل میں جوت دیا اور ویسے بیل کے ساتھ چلنے کی اس کی عادت نہ تھی اور یہ ہلاک ہو گیا۔ جنگل میں گھوڑا لیے ہوئے چت سو گیا اور باگ ہاتھ میں ہے اور کوئی شخص چورا لے گیا اور بیٹھا ہوا سویا تو ضمان نہیں اور اگر سفر میں ہوتا تو چاہے لیٹ کر سوتا یا بیٹھ کر اس پر ضمان نہیں ہوتا۔[1] (بحر)

مسئلہ ۸: مستعار چیز سر یا کروٹ کے نیچے رکھ کر چت سو گیا ضمان نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: گھوڑا یا تلوار اس لیے عاریت لیتا ہے کہ قتال[3] کرے گا تو گھوڑا مارا جائے یا تلوار ٹوٹ جائے اس کا ضمان نہیں[4] اور اگر پتھر پر تلوار ماری اور ٹوٹ گئی تو تاوان ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: عاریت کو نہ اُجرت پر دے سکتا ہے اور نہ رہن رکھ سکتا ہے مثلاً مکان یا گھوڑا عاریت پر لیا اور اس کو کرایہ پر چلایا یا روپیہ قرض لیا اور عاریت کو رہن رکھ دیا یہ ناجائز ہے ہاں عاریت کو عاریت پر دے سکتا ہے بشرطیکہ وہ چیز ایسی ہو کہ استعمال کرنے والوں کے اختلاف سے اُس میں نقصان نہ پیدا ہو جیسے مکان کی سکونت، جانور پر بوجھ لادنا۔ عاریت کو ودیعت رکھ سکتا ہے مثلاً عاریت کی چیز کا خود پہنچانا ضروری نہیں ہے دوسرے کے ہاتھ بھی مالک کے پاس بھیج سکتا ہے۔[6] (بحر، درمختار، ہدایہ)

مسئلہ ۱۱: مستعیر نے عاریت کو کرایہ پر دیدیا یا رہن رکھ دیا اور چیز ہلاک ہو گئی مالک مستعیر سے تاوان وصول کرسکتا

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب العاریة، ج۷، ص۴۷۸.

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب العاریة، الباب الخامس فی تضییع العاریة...إلخ، ج٤، ص۳٦۸.

3 ......جہاد۔ 4 ......تاوان نہیں۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب العاریة، الباب الخامس فی تضییع العاریة...إلخ، ج٤، ص۳٦۹.

6 ......"البحرالرائق"، کتاب العاریة، ج۷، ص٤۷۹.

و"الدرالمختار"، کتاب العاریة، ج۸، ص٥٥۲.

و"الهدایة"، کتاب العاریة، ج۲، ص۲۱۹.

ہےاور یہ کسی سے رجوع نہیں کرسکتا[1] اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مستاجر یا مرتہن سے تاوان وصول کرے پھر یہ مستعیر سے واپس لیں کیونکہ اُسی کی وجہ سے یہ تاوان اِن پر لازم آیا یہ اُس وقت ہے کہ مستاجر کو یہ معلوم نہ تھا کہ پرائی چیز کرایہ پر چلارہا ہے اور اگر معلوم تھا تو تاوان کی واپسی نہیں ہوسکتی کیونکہ اس کو کسی نے دھوکا نہیں دیا ہے۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۲: مُستعیر نے عاریت کی چیز کرایہ پر دیدی اور چیز ہلاک ہوگئی اس کو تاوان دینا پڑا تو جو کچھ کرایہ میں وصول ہوا ہے اُس کا مالک یہی ہے مگر اسے صدقہ کردے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: گھوڑا عاریت لیا اور یہ نہیں بتایا کہ کہاں تک اِس پر سوار ہوکر جائے گا تو شہر کے باہر نہیں لے جاسکتا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: چیز عاریت پر لینے کے لیے کسی کو بھیجا قاصد کو مالک نہیں ملا اور چیز گھر میں تھی یہ اوٹھا لایا اور مستعیر کو دیدی مگر اُس سے یہ نہیں کہا کہ بے اجازت لایا ہوں اگر چیز ضائع ہوجائے تو مالک تاوان لے سکتا ہے اختیار ہے مستعیر سے لے یا قاصد سے اور جس سے بھی لے گا وہ دوسرے سے رجوع نہیں کرسکتا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: نابالغ بچہ کا مال اُس کا باپ کسی کو عاریت کے طور پر نہیں دے سکتا۔ غلام ماذون مولےٰ کا مال[6] عاریت دے سکتا ہے۔ عورت نے شوہر کی چیز عاریت پر دیدی اگر یہ چیز اس قسم کی ہے جو مکان کے اندر ہوتی ہے اور عادۃً عورتوں کے قبضہ بلکہ تصرّف[7] میں رہتی ہے اس کے ہلاک ہونے پر تاوان کسی پر نہیں نہ مستعیر پر نہ عورت پر۔ گھوڑا یا بیل عورت نے منگنی[8] دیدیا مستعیر اور عورت دونوں ضامن ہیں کہ یہ چیزیں عورتوں کے قبضہ کی نہیں ہوتیں۔[9] (بحر)

مسئلہ ۱۶: مالک نے مستعیر سے منفعت کے متعلق کہہ دیا ہے کہ اس چیز سے یہ کام لیا جائے یا وقت کی پابندی کردی ہے کہ اتنے وقت تک یا دونوں باتیں ذکر کردی ہیں یہ تین صورتیں ہوئیں عاریت میں چوتھی صورت یہ ہے کہ وقت و منفعت

---

1 ......یعنی مستعیر کسی سے تاوان نہیں لے سکتا۔

2 ......"الھدایة"، کتاب العاریة، ج۲، ص۲۱۹.

3 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب العاریة، الباب الثالث فی التصرفات...إلخ، ج٤، ص٣٦٤.

4 ......المرجع السابق، ص٣٦٤، ٣٦٥.

5 ......المرجع السابق، الباب الخامس فی تضییع العاریة...إلخ، ج٤، ص٣٦٩.

6 ......آقا (مالک) کا مال۔ 7 ......استعمال۔ 8 ......عاریتاً۔

9 ......"البحر الرائق"، کتاب العاریة، ج۷، ص٤٧٨.

دونوں میں کسی بات کی قید نہ ہو اِس میں مستعیر کو اختیار ہے کہ جس قسم کا نفع چاہے اور جس وقت میں چاہے لے سکتا ہے کہ یہاں کوئی پابندی نہیں۔ تیسری صورت میں کہ دونوں باتوں میں تقیید ہو[1] یہاں مخالفت نہیں کرسکتا مگر ایسی مخالفت کرسکتا ہے کہ جو کام لیتا ہے اُسی کے مثل ہے جو اُس نے کہہ دیا یا اُس چیز کے حق میں اُس سے بہتر ہے۔ مثلاً جانور لیا ہے کہ اس پر یہ دو من گیہوں لاد کر فلاں جگہ پہنچائے گا اور بجائے اُس گیہوں کے دوسرے دو من گیہوں لاد کر اُسی جگہ لے گیا کہ گیہوں، گیہوں دونوں یکساں ہیں یا اُس سے کم مسافت پر لے گیا کہ یہ اُس سے آسان ہے یا گیہوں کی دو بوریاں لادنے کو کہا تھا جَو کی دو بوریاں لادیں کہ یہ اُن سے ہلکے ہوتے ہیں۔ پہلی اور دوسری صورت میں مخالفت نہیں کرسکتا مگر ایسی مخالفت کرسکتا ہے کہ جو کہہ دیا ہے اُسی کی مثل ہو یا اُس سے بہتر اور چوتھی صورت میں اُس پر خود سوار ہوسکتا ہے دوسرے کو سوار کرسکتا ہے خود بوجھ لادسکتا ہے دوسرے کو لادنے کے لیے دے سکتا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ خود سوار ہوا تو دوسرے کو اب نہیں سوار کرسکتا اور دوسرے کو سوار کیا تو خود سوار نہیں ہوسکتا کہ اگرچہ مالک کی طرف سے قید نہ تھی مگر ایک کے کرنے کے بعد وہی متعین ہوگیا دوسرا نہیں کرسکتا۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۷: اجارہ میں بھی یہی صورتیں اور یہی احکام ہیں اور مخالفت کرنے کی صورت میں اگر وہ مخالفت جائز نہ ہو اور چیز ہلاک ہوجائے تو عاریت واجارہ دونوں میں ضمان دینا ہوگا۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۸: مکیل[4] وموزون[5] وعددی متقارب[6] کو عاریت لیا اور عاریت میں کوئی قید نہیں تو عاریت نہیں بلکہ قرض ہے مثلاً کسی سے روپے، پیسے، گیہوں، جَو وغیرہا عاریت لیے، اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اِن چیزوں کو خرچ کرے گا اور اسی قسم کی چیز دے گا یعنی روپیہ لیا ہے تو روپیہ دے گا پیسہ لیا ہے تو پیسہ دے گا اور جتنا لیا اُتنا ہی دے گا یہ عاریت نہیں بلکہ قرض ہے کیونکہ عاریت میں چیز کو باقی رکھتے ہوئے فائدہ اُٹھایا جاتا ہے اور یہاں ہلاک وخرچ کرکے فائدہ اُٹھانا ہے لہٰذا فرض کرو کہ قبلِ اِنتفاع[7] یہ چیزیں ضائع ہوجائیں جب بھی تاوان دینا ہوگا کہ قرض کا یہی حکم ہے کہ لینے والا مالک ہوجاتا ہے نقصان ہوگا تو اس کا ہوگا دینے والے کا نہیں ہوگا ہاں اگر ان چیزوں کے عاریت لینے میں کوئی ایسی بات ذکر کردی جائے جس سے یہ بات واضح ہوتی ہو کہ حقیقۃً عاریت ہی ہے قرض نہیں تو اُسے عاریت ہی قرار دیں گے مثلاً روپے یا پیسے مانگتا ہے کہ اس

---

1 ......یعنی وقت کی پابندی ہو اور چیز سے جو کام لینا ہے وہ بھی بتا دیا ہو۔

2 ......"الهداية"، كتاب العارية، ج۲، ص۲۱۹.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب العارية، ج۸، ص۵۵۵، ۵۵۶.

4 ......جو چیزیں ماپ کر بیچی جاتی ہیں۔

5 ......جو چیزیں وزن کرکے بیچی جاتی ہیں۔

6 ......گن کر بیچی جانے والی وہ اشیا جن کے افراد میں زیادہ فرق نہ ہو۔

7 ......فائدہ حاصل کرنے سے پہلے۔

سے کوئی چیز وزن کرے گا یا اس سے تول کر باٹ بنائے گا[1] یا اپنی دوکان کو سجائے گا تو عاریت ہے۔[2] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۱۹: پہننے کے کپڑے قرض مانگے یہ عرفاً عاریت ہے پیوند مانگا کہ کرتے میں لگائے گا یا اینٹ یا کڑی[3] مکان میں لگانے کے لیے عاریت مانگی اور ان سب میں یہ کہہ دیا ہے کہ واپس دیدوں گا تو عاریت ہے اور یہ نہیں کہا ہے تو قرض ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۰: کسی سے ایک پیالہ سالن مانگا یہ قرض ہے اور اگر دونوں میں انبساط و بے تکلفی ہو تو اباحت ہے۔ گولی، چھرے عاریت لیے یہ قرض ہے اور اگر نشانہ پر مارنے کے لیے یعنی چاند ماری کے لیے گولی لی ہے تو عاریت ہے کیونکہ اُسے واپس دے سکتا ہے۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۱: عاریت دینے والا جب چاہے اپنی چیز واپس لے سکتا ہے جب یہ واپس مانگے گا عاریت باطل ہو جائے گی عاریت کی ایک مدت مقرر کردی تھی مثلاً ایک ماہ کے لیے یہ چیز دی اور مالک نے مدت پوری ہونے سے قبل مطالبہ کرلیا عاریت باطل ہوگئی اگرچہ مالک کو ایسا کرنا مکروہ وممنوع ہے کہ وعدہ خلافی ہے مگر واپس لینے میں اگر مستعیر کا ظاہر نقصان ہو تو چیز اُس کے قبضہ سے نہیں نکال سکتا بلکہ چیز اُس مدت تک مستعیر کے پاس بطورِ اجارہ رہے گی مالک کو اُجرت مثل ملے گی مثلاً ایک شخص کی لونڈی کو بچہ کے دودھ پلانے کے لیے عاریت پر لیا اور اندرونِ مدتِ رضاعت[6] مالک لونڈی کو مانگتا ہے اور بچہ دوسری عورت کا دودھ نہیں لیتا جب تک مدت پوری نہ ہو لونڈی نہیں لے سکتا ہاں اس زمانہ کی واجبی اُجرت[7] وصول کرسکتا ہے کیوں کہ عاریت باطل ہوگئی۔ جہاد کے لیے گھوڑا عاریت لیا تھا اور چار ماہ اس کی مدت تھی دو مہینے کے بعد مالک اپنے گھوڑے کو واپس لینا چاہتا ہے اگر اسلامی علاقہ میں ہے مالک کو واپس دے دیا جائے گا اور اگر بلادِ شرک میں مطالبہ کرتا ہے ایسی جگہ کہ نہ وہاں کرایہ پر گھوڑا مل سکتا ہے نہ خرید سکتا ہے تو مستعیر واپس دینے سے انکار کرسکتا ہے اور ایسی جگہ تک آنے کا کرایہ دے گا

1 ......یعنی ترازو کا پتھر بنائے گا۔

2 ......"الهداية"، كتاب العارية، ج٢، ص ٢٢٠.

و"الدرالمختار"، كتاب العارية، ج٨، ص٥٥٦.

3 ......شہتیر۔

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب العارية، الباب الاول فى تفسيرها شرعاً...إلخ، ج٤، ص٣٦٣.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب العارية، ج٨، ص٥٥٦.

6 ......دودھ پلانے کی مدت کے دوران۔

7 ......رائج اُجرت، رائج معاوضہ۔

جہاں کرایہ پر گھوڑا ملتا ہو یا خرید ا جاسکتا ہو۔[1] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۲۲: پیپا[2] وغیرہ کوئی ظرف[3] مستعار لیا[4] اُس میں گھی تیل وغیرہ بھر کر لے جارہا تھا جب جنگل میں پہنچا تو مالک واپس مانگنے لگا جب تک آبادی میں نہ آجائے دینے سے انکار کرسکتا ہے مالک فقط یہ کرسکتا ہے کہ اتنی دیر کی اُجرت لے لے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: زمین عاریت لی کہ اس میں مکان بنائے گا یا درخت نصب کرے گا یہ عاریت صحیح ہے اور مالک زمین کو یہ اختیار ہے کہ جب چاہے اپنی زمین خالی کرالے کیونکہ عاریت میں کوئی پابندی مالک پر لازم نہیں اور اگر مکان یا درخت کھود کر نکالنے میں زمین خراب ہوجانے کا اندیشہ ہو تو اِس ملبہ کی جو مکان کھودنے کے بعد قیمت ہوگی یا درخت کے کاٹنے کے بعد جو قیمت ہوگی مالکِ زمین سے دلادی جائے اور مالکِ مکان و درخت اپنے مکان و درخت کو بجنسہٖ چھوڑ دے[6]۔ مالکِ زمین نے مستعیر کے لیے کوئی مدت مقرر کردی تھی مثلاً دس سال کے لیے یہ زمین مکان بنانے کو یا درخت لگانے کو عاریت دی اور مدت پوری ہونے سے پہلے زمین واپس لینا چاہتا ہے اگرچہ یہ مکروہ و وعدہ خلافی ہے مگر واپس لے سکتا ہے، کیونکہ یہ عقد اُس کے ذمہ قضاءً[7] لازم نہیں مگر اس عمارت اور درخت کی وجہ سے مستعیر کا جو کچھ نقصان ہوگا مالک زمین اُس کو ادا کرے یعنی کھڑی عمارت کی قیمت لگائی جائے اور ملبہ جدا کردینے کے بعد جو قیمت ہو اس میں عمارت کی قیمت سے جو کمی ہو مالکِ زمین یہ رقم مستعیر کو دے۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۲۴: زمین زراعت کے لیے عاریت دی اور واپس لینا چاہتا ہے جب تک فصل طیار نہ ہو اور کھیت کاٹنے کا وقت نہ آئے واپس نہیں لے سکتا وقت مقرر کرکے دی ہو یا مقرر نہ کیا ہو دونوں کا ایک حکم ہے یہ البتہ ہے کہ فصل طیار ہونے تک زمین کی جو اُجرت ہو مالک زمین کو دلادی جائے گی۔ اگر کھیت بولیا ہے مگر ابھی تک جما نہیں ہے[9] مالک زمین یہ کہتا ہے کہ بیج لے لو اور جو کچھ صرفہ ہوا[10] ہے وہ لے لو اور کھیت چھوڑ دو یہ نہیں کرسکتا اگرچہ کاشتکار اس پر راضی بھی ہو کیونکہ جمنے سے

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب العاریة، ج۷، ص٤٧٧.

و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب العاریة، ج۸، ص٥٥١.

2 ......کنستر۔ 3 ......برتن۔ 4 ......عاریتاً لیا، مانگا۔

5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب العاریة، الباب السابع فی استرداد العاریة...إلخ، ج٤، ص٣٧١.

6 ......یعنی نہ درخت کاٹے نہ مکان گرائے بلکہ ویسے ہی رہنے دے۔ 7 ......شرعی فیصلے کی رو سے۔

8 ......"الدرالمختار"، کتاب العاریة، ج۸، ص٥٥٦.

9 ......یعنی اُگا نہیں ہے۔ 10 ......خرچہ ہوا۔

پہلے زراعت کی بیع نہیں ہوسکتی اور کھیت جم گیا ہے تو ایسا کیا جاسکتا ہے۔[1] (بحر، عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: مکان عاریت پر لیا اور مستعیر نے مٹی کی اُس میں کوئی دیوار بنوائی مکان والے نے مکان واپس لیا مستعیر اُس دیوار کی قیمت یا صرفہ لینا چاہتا ہے نہیں لے سکتا اور اگر چاہتا ہے کہ دیوار گرادے تو گرا بھی نہیں سکتا اگر دیوار مالکِ مکان کی مٹی سے بنوائی ہے۔ زمین عاریت پر لی کہ اس میں مکان بنائے گا اور رہے گا اور جب یہاں سے چلا جائے گا تو مکان مالک زمین کا ہوجائے گا یہ عاریت نہیں ہے بلکہ اجارۂ فاسدہ ہے اس کا حکم یہ ہے کہ جب تک مستعیر وہاں رہے زمین کا واجبی کرایہ اُسکے ذمہ ہے اور جب چھوڑ دے تو مکان کا مالک مستعیر ہے مالکِ زمین نہیں۔[2] (بحر)

مسئلہ ۲۶: کسی سے کہا کہ میری اس زمین میں مکان بنالو میں تمھارے پاس اس زمین کو ہمیشہ رہنے دوں گا یا فلاں وقت تک تمھیں نہیں نکالوں گا اور اگر میں نکالوں تو جو کچھ تم خرچ کروگے میں اُس کا ضامن ہوں اور عمارت میری ہوگی اس صورت میں اگر مستعیر کو نکالے گا عمارت کی قیمت دینی ہوگی اور عمارت مالکِ زمین کی ہوگی۔[3] (خانیہ)

مسئلہ ۲۷: جانور عاریت پر لیا ہے تو اُس کا چارہ دانہ گھاس سب مستعیر کے ذمہ ہے یہی حکم لونڈی غلام کا ہے کہ اُنکی خوراک مستعیر کے ذمہ ہے۔[4] (ردالمحتار) اور اگر بے مانگے خود مالک نے کہا کہ تم اسے لے جاؤ اور اس سے کام لو تو اس صورت میں خوراک مالک کے ذمہ ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۸: مستعیر کے پاس ایک شخص آکر یہ کہتا ہے کہ فلاں شخص سے فلاں چیز میں نے عاریت لی ہے اور وہ تمھارے یہاں ہے اُس نے کہہ دیا ہے کہ تم وہاں سے لے لو مستعیر نے اُس کو وکیل سمجھ کر چیز دیدی مالک نے انکار کیا کہتا ہے میں نے اُس سے یہ نہیں کہا تھا تو مستعیر کو تاوان دینا ہوگا اور اوس شخص سے واپس بھی نہیں لے سکتا جبکہ اُس کی تصدیق کی تھی ہاں اگر اُس کی تصدیق نہیں کی تھی یا تکذیب کی تھی[6] یا شرط کردی تھی کہ ہلاک ہوئی تو تاوان دینا ہوگا اس صورت میں جو کچھ مستعیر نے تاوان دیا ہے اِس سے وصول کرسکتا ہے۔ اس کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ جب مستعیر ایسا تصرف کرے جو موجبِ ضمان[7]

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب العاریة، ج۷، ص ٤٨١.

و"الفتاوی الهندیة"، کتاب العاریة، الباب السابع فی استرداد العاریة...إلخ، ج٤، ص ٣٧٠.

2 ......"البحرالرائق"، کتاب العاریة، ج۷، ص ٤٨١.

3 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب العاریة، فصل فیما یضمن المستعیر، ج٤، ص ٣٥٢.

4 ......"ردالمحتار"، کتاب العاریة، ج۸، ص ٥٥٨.

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب العاریة، الباب التاسع فی المتفرقات، ج٤، ص ٣٧٢.

6 ......جھٹلایا تھا۔ 7 ......تاوان کو لازم کرنے والا۔

ہو اور دعویٰ یہ کرے کہ مالک کی اجازت سے میں نے کیا ہے اور مالک اسکی تکذیب کرے تو مستعیر[1] کو ضمان دینا ہوگا، ہاں اگر گواہوں سے مالک کی اجازت ثابت کردے تو ضمان سے بری ہے۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۹: عاریت کی واپسی مستعیر کے ذمہ ہے جو کچھ واپس کرنے میں صرفہ[3] ہوگا یہ اپنے پاس سے دے گا۔ عاریت کے لیے کوئی وقت معین کر دیا تھا کہ اتنے دنوں کے لیے یا اتنی دیر کے لیے چیز دیتا ہوں وہ وقت گزر گیا اور چیز نہیں پہنچائی اور ہلاک ہوگئی مستعیر کے ذمہ تاوان ہے کہ اِس نے وقت پورا ہونے کے بعد کیوں نہیں پہنچائی جبکہ پہنچانا اِس کے ذمہ تھا۔ اگر مستعیر نے عاریت اس لیے لی ہے کہ اُسے رہن رکھے گا اور فرض کرو وہ چیز ایسی ہے کہ اُسکی واپسی میں کچھ صرفہ ہوگا تو یہ صرفہ مستعیر کے ذمہ نہیں ہے بلکہ مالک کے ذمہ ہے پہلے جو بیان کیا گیا ہے کہ واپسی کا خرچہ مستعیر کے ذمہ ہے اِس حکم سے صورت مذکورہ کا استثنا ہے۔[4] (بحر)

مسئلہ ۳۰: ایک شخص نے یہ وصیت کی ہے کہ میرا غلام فلاں شخص کی خدمت کرے یعنی وہ وارث کی ملک ہے[5] اور موصیٰ لہ کی اتنے دنوں خدمت کرے اس میں بھی واپسی کا صرفہ موصیٰ لہ کے ذمہ ہے۔ غصب و رہن میں واپسی کی ذمہ داری و مصارف[6] غاصب و مرتہن پر ہیں۔ مالک نے اپنی چیز اُجرت پر دی تو واپسی کی ذمہ داری و مصارف مالک پر ہیں۔ یہ اُس وقت ہے کہ وہاں سے لے جانا مالک کی اجازت سے ہو مثلاً کہیں جانے کے لیے ٹٹو[7] کرایہ پر لیا وہاں تک گیا ٹٹو واپس کرنا اس کا کام نہیں بلکہ مالک کا کام ہے اور اگر اُس کے حکم سے نہیں لے گیا ہے تو پہنچانا اس کے ذمہ ہے۔ مثلاً کرسی کرایہ پر لی اور شہر سے باہر لے گیا تو واپس کرنا اس کا کام ہوگا۔ شرکت و مضاربت اور موہوب شے[8] جس کو مالک نے واپس کرلیا اِن سب کی واپسی مالک کے ذمہ ہے۔ اجیر مشترک جیسے درزی دھوبی کپڑے کی واپسی ان کے ذمہ ہے۔[9] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......عاریت لینے والا۔

2 ......"ردالمحتار"، کتاب العارية، ج۸، ص۵۵۸.

3 ......خرچہ۔

4 ......"البحرالرائق"، کتاب العارية، ج۷، ص۴۸۱.

5 ......یعنی وارث ہی اس کا مالک ہے۔ 6 ......اخراجات۔

7 ......چھوٹے قد کا گھوڑا۔ 8 ......ہبہ کی گئی چیز۔

9 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب العارية، ج۸، ص۵۵۸.

مسئلہ ۳۱: مستعیر نے جانور کو اپنے غلام یا نوکر کے ہاتھ یا مالک کے غلام کے ہاتھ یا نوکر کے ہاتھ واپس کر دیا اور مالک کے قبضہ کرنے سے پہلے ہلاک ہوگیا مستعیر تاوان سے بَری ہوگیا کہ جس طرح واپس کرنے کا دستور تھا بجالایا اگر مزدور کے ہاتھ واپس کیا ہو جو روز پر کام کرتا ہے وہ مستعیر کا مزدور ہو یا مالک کا یا اجنبی کے ہاتھ واپس کیا اور قبضہ سے پہلے ہلاک ہوجائے تو ضمان دینا ہوگا یہ اوس صورت میں ہے کہ عاریت کے لیے مدت تھی اور مدت گزرنے کے بعد مزدور یا اجنبی کے ہاتھ بھیجا ہو اور مدت نہ ہو یا مدت کے اندر بھیجا ہو تو اس میں تاوان نہیں کیونکہ مستعیر کو ودیعت رکھنا جائز ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳۲: عمدہ ونفیس اشیاء جیسے زیور موتیوں کا ہار ان کو غلام اور نوکر کے ہاتھ واپس کرنے سے تاوان سے بری نہیں ہوگا کیونکہ یہ چیزیں اس طرح واپس نہیں کی جاتیں۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۳۳: مستعیر گھوڑے کو مالک کے اصطبل[3] میں باندھ گیا یا غلام کو مکان پر پہنچا گیا بری ہوگیا اور اگر گھوڑا غصب کیا ہوتا یا ودیعت کے طور پر ہوتا تو اس طرح پہنچا جانا کافی نہ ہوتا بلکہ مالک کو قبضہ دلانا ہوتا۔[4] (بحر) اور اگر اصطبل مکان سے باہر ہے وہاں باندھ گیا تو عاریت کی صورت میں بھی بری نہیں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۴: چیز واپس کرنے لایا مالک نے کہا اُس جگہ رکھ دو رکھنے میں وہ چیز ٹوٹ گئی مگر اُس نے قصداً[6] نہیں توڑی ضمان واجب نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: دو شخص ایک کمرہ میں رہتے ہیں ایک جانب ایک دوسری جانب دوسرا ایک نے دوسرے سے کوئی چیز عاریت لی جب معیر نے واپس مانگی تو مستعیر نے کہا کہ تمھاری جانب جو طاق[8] ہے اُس پر میں نے چیز رکھ دی تھی تو مستعیر پر ضمان[9] واجب نہیں جبکہ یہ مکان انھیں دونوں کے قبضے میں ہے۔[10] (عالمگیری)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب العارية، ج۸، ص۵۵۹.

2 ......المرجع السابق.

3 ......گھوڑا باندھنے کی جگہ۔

4 ......"البحرالرائق"، کتاب العارية، ج۷، ص۴۸۲.

5 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب العارية، الباب السادس فی ردالعارية، ج٤، ص۳٦۹.

6 ......ارادۃً، جان بوجھ کر۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب العارية، الباب السادس فی ردالعارية، ج٤، ص۳٦۹.

8 ......دیوار کے آثار میں خانہ داری کی معمولی چیزیں رکھنے کی محراب دار یا چوکور جگہ۔

9 ......تاوان۔

10 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب العارية، الباب الثامن فی الاختلاف...إلخ، ج٤، ص۳۷۲.

مسئلہ ۳۶: سونے کا ہار عاریت مانگ لایا اور بچہ کو پہنا دیا اُس کے پاس سے چوری ہوگیا اگر بچہ ایسا ہے کہ ایسی چیزوں کی حفاظت کرسکتا ہے تو تاوان نہیں، ورنہ تاوان دینا ہوگا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳۷: باپ کو اختیار نہیں ہے کہ نابالغ کی چیز عاریت دے دے قاضی اور وصی بھی نہیں دے سکتے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۳۸: ایک شخص سے بیل عاریت مانگا اُس نے کہا کل دوں گا دوسرے دن مانگنے والا آیا اور بغیر اجازت بیل کھول لے گیا اُسے کام میں لایا اور بیل مرگیا تاوان دینا ہوگا کہ بغیر اجازت لے گیا ہے اور اگر صورت یہ ہے کہ مالک سے یہ کہا کہ مجھ کو کل بیل دے دو مالک نے کہا ہاں اور بغیر اجازت لے گیا اور مرگیا تو تاوان نہیں فرق یہ ہے کہ پہلی صورت میں دوسرے دن بیل دینے کا وعدہ کیا ہے ابھی عاریت دیا نہیں اور دوسری صورت میں عاریت ابھی دیدی اور مستعیر کل لے جائے گا اور کل قبضہ کرے گا۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۹: لڑکی رخصت کی اور جہیز بھی ویسا دیا جیسا ایسے لوگوں کے یہاں دیا جاتا ہے اب یہ کہتا ہے کہ سامان جہیز میں نے عاریت کے طور پر دیا تھا اگر وہاں کا عرف[4] یہ ہے کہ باپ بیٹی کو جو کچھ جہیز دیتا ہے وہ لڑکی کی ملک ہوتا ہے عاریت کے طور پر نہیں ہوتا تو اس شخص کی بات کہ عاریت ہے مقبول نہیں اور اگر عرف عاریت ہی کا ہے یا اکثر عاریت کے طور پر دیتے ہیں یا دونوں طرح یکساں چلن ہے تو اُسکی بات مقبول ہے لڑکی کی ماں یا نابالغہ کے ولی نے وہی بات کہی جو باپ نے کہی تھی تو ان کا بھی وہی حکم ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۴۰: عاریت کی وصیت کی ہے ورثہ اس سے رجوع نہیں کرسکتے۔ عاریت کا حکم اجارہ کی طرح ہے کہ دونوں میں سے ایک مرجائے عاریت فسخ ہوجائے گی۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۴۱: جانور کو کسی مقام تک کے لیے کرایہ پر لیا تو صرف وہاں تک جانا ہی کرایہ پر ہے آنا داخل نہیں اور اگر اُس مقام تک کے لیے عاریت پر لیا ہے تو آمد ورفت دونوں شامل ہیں۔ کہیں جانے کے لیے جانور کو عاریت پر لیا تھا

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب العارية، ج۸، ص ۵٦۱.

2 ......المرجع السابق، ص ۵٦۲.

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب العارية، ج۸، ص ۵٦۲.

4 ......رواج، دستور۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب العارية، ج۸، ص ۵٦۲.

6 ......المرجع السابق، ص ۵٦۵.

وہاں گیانہیں بلکہ جانور کوگھر میں باندھ رکھااور ہلاک ہوگیا تو تاوان دینا ہوگا کہ جانور جانے کے لیے لیا تھا نہ کہ باندھنے کے لیے۔[1] (درمختار)

مسئلہ۴۲: کتاب عاریت لی دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس میں کتابت کی غلطیاں ہیں اگر معلوم ہو کہ غلطی درست کردینے پر مالک راضی ہے تو غلطیوں کی اصلاح کردے[2] اوراگر غلطی کی اصلاح نہ کرے بدستور چھوڑ دے تو اِس میں گنہگار نہیں اورقرآن شریف کی کتابت کی غلطیاں درست کرنا ضروری ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ۴۳: ایک شخص نے انگوٹھی رہن رکھی اور مرتہن سے کہہ دیا اسے پہن لو اُس نے پہن لی تو رہن نہیں بلکہ عاریت ہے کہ اگر ضائع ہوگئی دَین ساقط نہیں ہوگا اور اگر مرتہن نے اوتار لی تو رہن ہوگئی کہ ضائع ہونے سے دَین ساقط ہوگا اوراگر راہن نے کلمہ کی اُنگلی میں پہننے کو کہا تو عاریت نہیں بلکہ رہن ہے کہ عادۃً[4] اس اُنگلی میں انگوٹھی نہیں پہنی جاتی۔[5] (عالمگیری)

ہبہ کا بیان

ہبہ کے فضائل میں بکثرت احادیث آئی ہیں بعض ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث۱: امام بخاری نے ادب مفرد میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، حضوراقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم فرماتے ہیں: ''باہم ہدیہ کرو، اس سے آپس میں محبت ہوگی۔''[6]

حدیث۲: ترمذی نے اُمُّ المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ہدیہ کروکہ اس سے حسد دور ہوجاتا ہے[7]۔''[8]

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب العارية، ج۸، ص٥٦٥.

2 ...... درست کردے۔

3 ...... "الدرالمختار"، کتاب العارية، ج۸، ص٥٦٥.

4 ...... عام طور پر۔

5 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب العارية، الباب التاسع فی التفرقات، ج٤، ص٣٧٣.

6 ...... "الأدب المفرد"، للبخاري، باب قبول الهدية، الحديث: ٦٠٧، ص١٦٨.

7 ...... "مشكاة المصابيح"، كتاب البيوع، باب في الهبة والهدية، الحديث: ٣٠٢٧، ج٢، ص١٨٧.

8 ...... **لم نجده فی سنن الترمذی و لکن فی المشکاة بهٰذاللفظ فلذا خرّجنامنها...علمية**

حدیث۳: ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''ہدیہ کرو کہ اس سے سینہ کا کھوٹ [1] دور ہوجاتا ہے اور پروس والی عورت پروسن کے لیے کوئی چیز حقیر نہ سمجھے اگرچہ بکری کا کھر ہو۔''[2] اسی کے مثل بخاری شریف میں بھی اُنھیں سے مروی۔ [3] مطلب حدیث کا یہ ہے کہ اگر تھوڑی چیز میسر آئے تو وہی ہدیہ کرے یہ نہ سمجھے کہ ذراسی چیز کیا ہدیہ کی جائے یا یہ کہ کسی نے تھوڑی چیز ہدیہ کی تو اُسے نظرِ حقارت سے نہ دیکھے یہ نہ سمجھے کہ یہ کیا ذراسی چیز بھیجی ہے۔ اس حکم میں خاص عورتوں کو ممانعت فرمانے کی وجہ یہ ہے کہ ان میں یہ مادہ بہت پایا جاتا ہے بات بات پر اِس قسم کی نکتہ چینی کیا کرتی ہیں اور عموماً جو چیزیں ہدیہ بھیجی جاتی ہیں وہ عورتوں ہی کے قبضے میں ہوتی ہیں لہٰذا حکم دیا جاتا ہے کہ پروس والی کو چیز بھیجنے میں یہ خیال نہ کرے کہ کم ہے۔

حدیث۴: صحیح بخاری شریف میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ حضورِاقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''اگر مجھے دست یا پایہ کے لیے بلایا جائے تو اس دعوت کو قبول کروں گا اور اگر یہ چیزیں میرے پاس ہدیہ کی جائیں تو انھیں قبول کروں گا۔''[4]

حدیث۵: صحیح بخاری شریف میں ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہتی ہیں: میں نے ایک کنیز [5] آزاد کردی تھی جب حضورِاقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میرے پاس تشریف لائے تو میں نے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) کو اس کی اطلاع دی، فرمایا: ''اگر تم نے اپنے ماموؤں کو دے دی ہوتی تو تمھیں زیادہ ثواب ملتا۔''[6]

حدیث۶: ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ جب حضورِاقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم مدینہ میں تشریف لائے مہاجرین نے خدمتِ اقدس میں حاضر ہوکر یہ عرض کی: یارسول **اللّٰہ**! (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) جن کے یہاں ہم ٹھہرے ہیں (یعنی انصار) ان سے بڑھ کر ہم نے کسی کو زیادہ خرچ کرنے والا نہیں دیکھا اور تھوڑا ہو تو اُسی سے مواساۃ [7]

---

1 ......کینہ، میل۔

2 ......"جامع الترمذي"، كتاب الولاء والهبة، باب في حث النبى صلى اللّٰه عليه وسلّم على الهدية،الحديث:٢١٣٧،ج٤،ص٤٩.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الهبة...إلخ، باب الهبة وفضلها...إلخ،الحديث:٢٥٦٦،ج٢،ص١٦٥.

4 ......"صحيح البخاري"، كتاب الهبة...إلخ، باب القليل من الهبة،الحديث:٢٥٦٨،ج٢،ص١٦٦.

5 ......لونڈی۔

6 ......"صحيح البخاري"، كتاب الهبة...إلخ، باب هبة المرأة لغير زوجها...إلخ،الحديث:٢٥٩٢،ج٢،ص١٧٣.

7 ......دل جوئی، خیرخواہی۔

کرتے ہیں، اُنھوں نے کام کی ہم سے کفایت کی اور منافع میں ہمیں شریک کرلیا یعنی باغات کے کام یہ کرتے ہیں اور جو کچھ پیداوار ہوتی ہے اُس میں ہمیں شریک کر لیتے ہیں ہم کو اندیشہ ہے کہ سارا ثواب یہی لوگ لے لیں گے۔ ارشاد فرمایا: ''نہیں جب تک تم اُن کے لیے دُعا کرتے رہو گے اور اُن کی ثنا کرتے رہو گے (تم بھی اجر کے مستحق بنو گے)۔''[1]

حدیث ۷: ترمذی و ابو داود نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جس کو کوئی چیز دی گئی اگر اُس کے پاس کچھ ہے تو اُس کا بدلہ دے اور بدلہ دینے پر قادر نہ ہو تو اُس کی ثنا کرے۔''[2]

حدیث ۸: ترمذی میں اسامہ بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے ساتھ احسان کیا گیا اور اُس نے احسان کرنے والے کے لیے یہ کہا جَزَاکَ اللّٰہُ خَیْراً تو پوری ثنا کردی۔''[3]

حدیث ۹: صحیح بخاری شریف میں ہے، ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس جب کسی قسم کا کھانا کہیں سے آتا تو دریافت فرماتے صدقہ ہے یا ہدیہ؟ اگر کہا جاتا صدقہ ہے تو۔ (فقراے) صحابہ سے فرماتے: ''تم لوگ اسے کھالو'' اور اگر کہا جاتا کہ ہدیہ ہے تو صحابہ کے ساتھ خود بھی تناول فرماتے۔[4]

حدیث ۱۰: انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امام بخاری نے روایت کی، کہ نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خوشبو کو واپس نہیں فرماتے[5] اور صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس کے پاس پھول پیش کیا جائے تو واپس نہ کرے کہ اُٹھانے میں ہلکا ہے اور بُو اچھی ہے۔''[6] ہلکا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ دینے والے کا احسان زیادہ نہیں ہے۔

حدیث ۱۱: ترمذی نے عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: ''تین چیزیں واپس نہ کی جائیں، تکیہ اور تیل اور دودھ۔''[7] بعض نے کہا تیل سے مراد خوشبو ہے۔

---

1. ......"جامع الترمذي"، كتاب صفة القيامة... إلخ، باب: ٤٤، الحديث: ٢٤٩٥، ج٤، ص٢٢٠.
2. ......"جامع الترمذي"، كتاب البر و الصلة، باب ما جاء في المتشبع بما لم يعطه، الحديث: ٢٠٤١، ج٣، ص٤١٧.
3. ......المرجع السابق، باب ما جاء في الثناء بالمعروف، الحديث: ٢٠٤٢، ج٣، ص٤١٧.
4. ......"صحيح البخاري"، كتاب الهبة...إلخ، باب قبول الهدية، الحديث: ٢٥٧٦، ج٢، ص١٦٨.
5. ......المرجع السابق، باب ما لا يرد من الهدية، الحديث: ٢٥٨٢، ج٢، ص١٧٠.
6. ...... "صحيح مسلم"، كتاب الالفاظ من الأدب وغيرها، باب إستعمال المسك...إلخ، الحديث: ٢٢٥٣، ص١٢٣٧.
7. ......"جامع الترمذي"، كتاب الأدب، باب ما جاء في كراهية رد الطيب، الحديث: ٢٧٩٩، ج٤، ص٣٦٢.

حدیث ۱۲: ترمذی نے ابوعثمان نہدی سے مرسلاً روایت کی، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جب کسی کو پھول دیا جائے تو واپس نہ کرے کہ وہ جنت سے نکلا ہے۔''[1]

حدیث ۱۳: بیہقی نے دعوات کبیر میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو دیکھا کہ جب نیا پھل حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) کی خدمت میں پیش کیا جاتا اُسے آنکھوں اور ہونٹوں پر رکھتے اور یہ دعا پڑھتے: **اَللّٰھُمَّ کَمَا اَرَیْتَنَا اَوَّلَهٗ فَاَرِنَا آخِرَهٗ.**
(اے اللہ! (عزوجل) جس طرح تو نے ہمیں اس کا اوّل دکھایا ہے، اس کا آخر دِکھا۔) اس کے بعد جو چھوٹا بچہ حاضر ہوتا اُسے دے دیتے۔[2]

حدیث ۱۴: صحیح بخاری میں ہے اُمُّ المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) میرے دو پروسی ہیں ان میں کس کو ہدیہ کروں؟ ارشاد فرمایا: ''جس کا دروازہ تم سے زیادہ نزدیک ہو۔''[3]

حدیث ۱۵: صحیح بخاری میں ہے حضرت عمر بن عبدالعزیز (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) فرماتے ہیں، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہدیہ، ہدیہ تھا اور اس زمانہ میں رشوت ہے۔ یعنی حکام کو جو ہدیہ دیا جاتا ہے وہ رشوت ہے۔[4]

مسائل فقهيّه

مسئلہ ۱: کسی چیز کا دوسرے کو بلاعوض مالک کر دینا ہبہ ہے یعنی اِس میں عوض ہونا شرط وضروری نہیں۔[5] (درر)
دینے والے کو واہب کہتے ہیں اور جس کو دی گئی اُسے موہوب لہ اور چیز کو موہوب اور کبھی چیز کو ہبہ بھی کہتے ہیں۔

مسئلہ ۲: ہبہ میں واہب کے لیے کبھی دنیا کا نفع ہے کبھی نفع اُخروی[6]۔ نفع دُنیوی مثلاً ہبہ کرکے کچھ عوض لینا یا اس واسطے ہبہ کیا کہ لوگوں میں اس کا ذکر خیر ہوگا۔ امام ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں مومن پر اپنی اولاد کو جُود واحسان[7] کی

---

1 ......"جامع الترمذي"، كتاب الأدب، باب ما جاء في كراهية رد الطيب، الحديث: ٢٨٠٠، ج٤، ص٣٦٢.

2 ......"مشكاة المصابيح"، كتاب البيوع، باب في الهبة و الهدية، الحديث: ٣٠٣٢، ج٢، ص١٨٨.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الهبة...إلخ، باب بمن يبدا بالهدية، الحديث: ٢٥٩٥، ج٢، ص١٧٤.

4 ......"صحيح البخاري"، كتاب الهبة...إلخ، باب من لم يقبل الهدية لعلة، ج٢، ص١٧٤.

5 ......"دررالحكام" شرح "غررالأحكام"، كتاب الهبة، الجزء الثاني، ص٢١٧.

6 ......آخرت کا نفع۔ 7 ......سخاوت وبھلائی۔

تعلیم ویسی ہی واجب ہے جس طرح توحید وایمان کی تعلیم واجب ہے کیونکہ جودواحسان سے دُنیا کی محبت دور ہوتی ہے اور محبت دنیا ہی ہر گناہ کی جڑ ہے۔ ہبہ کا قبول کرنا سنت ہے ہدیہ کرنے سے آپس میں محبت زیادہ ہوتی ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳: ہبہ صحیح ہونے کی چند شرطیں ہیں:

واہب کا عاقل۱ ہونا، بالغ۲ ہونا، مالک۳ ہونا، نابالغ کا ہبہ صحیح نہیں اسی طرح غلام کا ہبہ کرنا بھی کہ یہ کسی چیز کا مالک ہی نہیں، جو چیز ہبہ کی جائے وہ موجود۴ ہو اور، قبضہ۵ میں ہو، مشاع۶ [2] نہ ہو، متمیز۷ ہو،[3] مشغول۸ نہ ہو۔ اس کے ارکان ایجاب وقبول ہیں اور اس کا حکم یہ ہے کہ ہبہ کرنے سے چیز موہوب لہ کی مِلک ہوجاتی ہے اگرچہ یہ مِلک لازم نہیں ہے۔ اس میں خیار شرط صحیح نہیں مثلاً ہبہ کیا اور موہوب لہ کے لیے تین دن کا اختیار دیا ہاں اگر جدائی سے پہلے اُس نے ہبہ کو اختیار کرلیا ہبہ صحیح ہوگیا ورنہ نہیں۔ اور اگر واہب نے اپنے لیے تین دن کا خیار رکھا ہے تو ہبہ صحیح ہے اور خیار باطل، شروط فاسدہ[4] سے ہبہ باطل نہیں ہوتا بلکہ خود شرطیں ہی باطل ہوجاتی ہیں مثلاً ایک شخص کو اپنا غلام اس شرط پر ہبہ کیا کہ وہ غلام کو آزاد کردے ہبہ صحیح ہے اور شرط باطل۔[5] (بحر، عالمگیری)

مسئلہ ۴: ہبہ دو قسم ہے ایک تملیک دوسرا اِسقاط مثلاً جس پر مطالبہ تھا مطالبہ اُسے ہبہ کرنا اُس کو ساقط کرنا ہے۔ مدیون[6] کے سوا دوسرے کو دَین[7] ہبہ کرنا اُس وقت صحیح ہے کہ قبضہ کا بھی اُس کو حکم دیدیا ہو اور قبضہ کا حکم نہ دیا ہو تو صحیح نہیں۔[8] (بحر)

مسئلہ ۵: ایک شخص نے ہنسی مذاق کے طور پر دوسرے سے چیز ہبہ کرنے کو کہا مثلاً یار دوستوں میں کبھی ایسا ہوتا ہے کہ مذاق میں کہتے ہیں مٹھائی کھلاؤ یا یہ چیز دے دو مگر اُس نے سچ مچ کو ہبہ کردیا یہ ہبہ صحیح ہے۔ کبھی اِس طرح بھی ہبہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ میں نے یہ چیز تم میں سے ایک کے لیے ہبہ کردی جس کا جی چاہے لے لے اُن میں سے ایک نے

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الھبة، ج۸، ص۵٦۸.

2 ......وہ مشترک چیز جس میں شریکوں کے حصے ممتاز نہ ہوں۔

3 ......جدا ہو، نمایاں ہو۔

4 ......ایسی شرطیں جو کسی عقد کے تقاضے کے خلاف ہوں۔

5 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، ج۷، ص۴۸۳.

و"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب الاول فی تفسیر الھبة...إلخ، ج٤، ص۳۷٤.

6 ......مقروض۔

7 ......قرض۔

8 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، ج۷، ص۴۸۳.

لے لی ہبہ درست ہوگیا وہ مالک ہوگیا یا کہہ دیا میں نے اپنے باغ کے پھل کی اجازت دیدی ہے جو چاہے لے لے جو لے گا مالک ہوجائے گا اور اگر ایسے شخص نے لیا جس کو واہب کے اس ہبہ کی خبر نہیں پہنچی ہے اُس کو لینا جائز نہیں۔[1] (بحر) اورعلم سے پہلے کھایا تو حرام کھایا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۶: ہبہ کے بہت سے الفاظ ہیں۔ میں نے تجھے ہبہ کیا، یہ چیز تمھیں کھانے کو دی۔ یہ چیز میں نے فلاں کے لیے یا تیرے لیے کردی، میں نے یہ چیز تیرے نام کردی، میں نے اس چیز کا تجھے مالک کردیا، اگر قرینہ ہو[3] تو ہبہ ہے ورنہ نہیں کیونکہ مالک کرنا بیع وغیرہ بہت چیزوں کو شامل ہے۔ عمر بھر کے لیے یہ چیز دیدی، اس گھوڑے پر سوار کردیا، یہ کپڑا پہننے کو دیا، میرا یہ مکان تمھارے لیے عمر بھر رہنے کو ہے، یہ درخت میں نے اپنے بیٹے کے نام لگایا ہے۔[4] (درمختار، بحر)

مسئلہ۷: ہبہ کے بعض الفاظ ذکر کردیے اور اس کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ اگر لفظ ایسا بولا جس سے ملک رقبہ سمجھی جاتی ہو یعنی خود اُس شے کی ملک تو ہبہ ہے اور اگر منافع کی تملیک معلوم ہوتی ہو[5] تو عاریت ہے اور دونوں کا احتمال ہے تو نیت دیکھی جائے گی۔[6] (درمختار)

مسئلہ۸: مرد نے عورت کو کپڑے بنوانے کے لیے روپے دیے کہ بنا کر پہنے یہ ہبہ ہے چھوٹے بچے کے لیے کپڑے بنوائے تو بنواتے ہی بلکہ قطع کراتے ہی اُس کی ملک ہوگئے بچہ کو دے یا نہ دے اور بالغ لڑکے کے لیے بنوائے تو جب تک اُس کو قبضہ نہ دے مالک نہیں ہوگا۔[7] (ردالمحتار)

مسئلہ۹: ہبہ کے لیے قبول ضروری ہے یعنی موہوب لہ جب تک قبول نہ کرے اُس کے حق میں ہبہ نہیں ہوگا اگرچہ واہب کے حق میں فقط ایجاب سے ہبہ ہو جائے گا بخلاف بیع کہ اس میں جب تک ایجاب وقبول دونوں نہ ہوں بائع[8] ومشتری[9] کسی کے حق میں بیع نہیں اس کا حاصل یہ ہوا کہ مثلاً قسم کھائی تھی کہ یہ چیز فلاں کو ہبہ کردوں گا اس نے ایجاب کیا مگر

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبۃ، ج۷، ص۴۸۴.

2 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الھبۃ، الباب الثالث فیما...إلخ، ج۴، ص۳۸۲.

3 ......ایسی بات جو ہبہ ہونے پر دلالت کردے۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الھبۃ، ج۸، ص۵۷۰.
و"البحرالرائق"، کتاب الھبۃ، ج۷، ص۴۸۳.

5 ......یعنی نفع حاصل کرنے کا اختیار معلوم ہوتا ہو۔

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الھبۃ، ج۸، ص۵۷۱.

7 ......"ردالمحتار"، کتاب الھبۃ، ج۸، ص۵۷۱.

8 ......بیچنے والا۔ 9 ......خریدار۔

اُس نے قبول نہ کیا قسم میں سچا ہوگیا اور اگر قسم کھا تا کہ اسے فلاں کے ہاتھ بیع کروں گا اور ایجاب کیا مگر اُس نے قبول نہیں کیا حانث ہوگیا قسم ٹوٹ گئی۔[1] (بحر)

مسئلہ ۱۰: ہبہ کا قبول کرنا کبھی الفاظ سے ہوتا ہے اور کبھی فعل سے مثلاً اس نے ایجاب کیا یعنی کہا میں نے یہ چیز تمھیں ہبہ کردی اُس نے لے لی ہبہ تمام ہوگیا۔[2] (بحر)

مسئلہ ۱۱: ہبہ تمام ہونے کے لیے قبضہ کی بھی ضرورت ہے بغیر اس کے ہبہ تمام نہیں ہوتا پھر اگر اُسی مجلس میں قبضہ کرے تو واہب کی اجازت کی بھی ضرورت نہیں اور مجلس بدل جانے کے بعد قبضہ کرنا چاہتا ہے تو اجازت درکار ہے ہاں اگر جس مجلس میں ہبہ کیا ہے اُس نے کہہ دیا ہے کہ تم قبضہ کرلو تو اب اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں وہی پہلی اجازت کافی ہے۔[3] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۱۲: قبضہ پر قادر ہونا بھی قبضہ ہی کے حکم میں ہے مثلاً صندوق میں کپڑے ہیں اور کپڑے ہبہ کر کے صندوق اُسے دیدیا اگر صندوق مقفل ہے[4] قبضہ نہیں ہوا اور قفل کھلا ہوا ہے قبضہ ہوگیا یعنی ہبہ تمام ہوگیا کہ قبضہ پر قادر ہوگیا۔[5] (بحر)

مسئلہ ۱۳: واہب نے موہوب لہ کو قبضہ سے منع کردیا تو اگرچہ قبضہ کرلے یہ قبضہ صحیح نہیں مجلس میں قبضہ کرے یا بعد میں اس صورت میں ہبہ تمام نہیں۔[6] (بحر)

مسئلہ ۱۴: ہبہ کے لیے قبضۂ کامل[7] کی ضرورت ہے اگر موہوب شے (یعنی جو چیز ہبہ کی گئی ہے) واہب کی ملک کو شاغل ہو تو قبضۂ کامل ہوگیا اور ہبہ تمام ہوگیا اور اُس کی ملک میں مشغول ہے تو قبضۂ کامل نہیں ہوا مثلاً بوری میں واہب کا غلّہ ہے بوری ہبہ کردی اور مع غلہ کے قبضہ دیدیا یا مکان میں واہب کے سامان ہیں مکان ہبہ کردیا اور سامان کے ساتھ قبضہ دیا ہبہ تمام نہیں

---

1. ......"البحر الرائق"، كتاب الهبة، ج٧، ص ٤٨٥.
2. ......المرجع السابق.
3. ......"الهداية"، كتاب الهبة، ج٢، ص ٢٢٢.
   و"الدرالمختار"، كتاب الهبة، ج٨، ص ٥٧٢.
4. ......یعنی تالا لگا ہوا ہے۔
5. ......"البحر الرائق"، كتاب الهبة، ج٧، ص ٤٨٦.
6. ......المرجع السابق.
7. ......مکمل طور پر قبضہ۔

ہوااور اگر غلّہ ہبہ کیا یا مکان میں جو چیزیں تھیں اُن کو ہبہ کیا اور بوری سمیت قبضہ دیدیا یا مکان اور سامان سب پر قبضہ دیدیا ہبہ تمام ہوگیا۔ یوہیں گھوڑے پر کاٹھی[1] کسی ہوئی اور لگام لگی ہوئی تھی کاٹھی اور لگام کو ہبہ کیا اور گھوڑے پر مع کاٹھی اور لگام کے قبضہ کیا ہبہ تمام نہیں ہوا اور گھوڑے کو ہبہ کیا اور قبضہ دے دیا اگرچہ کاٹھی اور لگام کے ساتھ ہے قبضہ تمام ہوگیا۔ یوہیں کنیز زیور پہنے ہوئے ہے کنیز کو ہبہ کیا اور قبضہ دیدیا ہبہ تمام ہوگیا۔ اور زیور کو ہبہ کیا تو جب تک زیور اوتار کر قبضہ نہ دے گا ہبہ تمام نہیں ہوگا۔[2] (بحر، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۵: موہوب چیز ملکِ غیرِ واہب[3] میں مشغول ہو اور قبضہ کرلیا ہبہ تمام ہوگیا مثلاً مکان ہبہ کیا جس میں مستحق کی چیزیں ہیں یا اُن چیزوں کو واہب یا موہوب لہ نے غصب کیا ہے اور موہوب لہ نے مع اُن چیزوں کے مکان پر قبضہ کرلیا ہبہ تمام ہوگیا۔[4] (بحر)

مسئلہ ۱۶: اگر اپنے نابالغ بچہ کو ہبہ کیا اور موہوب شے ملک واہب میں مشغول ہے مثلاً نابالغ لڑکے کو مکان ہبہ کیا جس میں باپ کا سامان موجود ہے یہ مشغولیت مانع تمامیت نہیں یعنی ہبہ تمام ہوگیا۔ یوہیں مکان ہبہ کیا جس میں کچھ لوگ بطور عاریت رہتے ہیں ہبہ تمام ہوگیا اور اگر کرایہ پر رہتے ہوں تو نہیں۔ یوہیں عورت نے اپنا مکان شوہر کو ہبہ کیا اور مکان پر شوہر کو قبضہ دیدیا اگرچہ اُس میں عورت کا اثاثہ موجود ہو قبضہ کامل ہوگیا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: مشغول کو ہبہ کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ شاغل کو موہوب لہ کے پاس پہلے ودیعت رکھ دے پھر مشغول کو ہبہ کرکے قبضہ دیدے اب ہبہ صحیح ہوجائے گا مثلاً مکان میں جو سامان ہے اِسے ودیعت رکھ کر مکان پر قبضہ دلادے۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۱۸: ہبہ میں یہ ضروری ہے کہ موہوب شے غیر موہوب سے جدا ہو اگر غیر کے ساتھ متصل ہو ہبہ صحیح نہیں مثلاً درخت میں جو پھل لگے ہوں اُن کو ہبہ کرنا درست نہیں۔ جو چیز ہبہ کی گئی اگر وہ قابل تقسیم ہو تو ضرور ہے کہ اُس کی تقسیم ہوگئی

---

1 ......زین۔

2 ......"البحرالرائق"، کتاب الهبة، ج٧، ص٤٨٨.
و"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الهبة، ج٨، ص٥٧٣.

3 ......ہبہ کرنے والے کے علاوہ کی ملکیت۔

4 ......"البحرالرائق"، کتاب الهبة، ج٧، ص٤٨٩.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الهبة، ج٨، ص٥٧٥.

6 ......المرجع السابق.

ہو بغیر تقسیم کیے ہوئے ہبہ درست نہیں اور اگر تقسیم کے قابل ہی نہ ہو یعنی تقسیم کے بعد وہ شے قابلِ انتفاع نہ رہے مثلاً چھوٹی سی کوٹھری یا حمام ان میں ہبہ صحیح ہونے کے لیے تقسیم ضرور نہیں۔[1] (ہدایہ وغیرہا)

مسئلہ ۱۹: جو چیز تقسیم کے قابل ہے اُس کو اجنبی کے لیے ہبہ کرے یا شریک کے لیے دونوں صورتیں نا جائز ہیں۔ ہاں اگر ہبہ کرنے کے بعد واہب نے اُسے خود یا اُس کے حکم سے کسی دوسرے نے تقسیم کر کے قبضہ دیدیا یا موہوب لہ کو حکم دیدیا کہ تقسیم کر کے قبضہ کرلو اور اُس نے ایسا کرلیا ان صورتوں میں ہبہ جائز ہوگیا کیونکہ مانع زائل ہوگیا۔ اگر بغیر تقسیم موہوب لہ کو قبضہ دے دیا موہوب لہ اُس چیز کا مالک نہیں ہوگا اور جو کچھ اُس میں تصرّف کرے گا نافذ نہیں ہوگا بلکہ اس کے تصرّف سے جو نقصان ہوگا اُس کا ضامن ہوگا اور خود واہب اُس میں تصرف کرے مثلاً بیع کردے اُس کا تصرف نافذ ہو جائے گا۔[2] (بحر، درمختار)

اس کا حاصل یہ ہے کہ مشاع کا ہبہ صحیح نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ قبضہ کے وقت شیوع پایا جائے اور اگر ہبہ کے وقت شیوع ہے مگر قبضہ کے وقت شیوع نہ ہو تو ہبہ صحیح ہے مثلاً مکان کا نصف حصہ ہبہ کیا اور قبضہ نہیں دیا پھر دوسرا نصف ہبہ کیا اور پورے مکان پر قبضہ دیدیا ہبہ صحیح ہوگیا اور اگر نصف ہبہ کر کے قبضہ دیدیا پھر دوسرا نصف ہبہ کیا اور اُس پر بھی قبضہ دیدیا یہ دونوں ہبہ صحیح نہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۰: مشاع یعنی بغیر تقسیم چیز کو بیع[4] کر دیا جائے تو بیع صحیح ہے اور اس کا اجارہ اگر شریک کے ساتھ ہو تو جائز ہے اجنبی کے ساتھ ہو تو جائز نہیں بلکہ یہ اجارۂ فاسدہ ہوگا اس میں اُجرتِ مثل لازم ہوگی۔ اور مشاع[5] کا عاریت دینا اگر شریک کو ہے تو جائز ہے اور اجنبی کو عاریت کے طور پر دیا اور کل پر قبضہ دیدیا تو یہ قبضہ دینا ہی عاریت دینا ہے اور کل پر قبضہ نہ دیا تو کچھ نہیں۔ اور اس کو رہن رکھنا نا جائز ہے وہ چیز قابل قسمت[6] ہو یا نہ ہو شریک کے پاس رہن[7] رکھے یا اجنبی کے پاس ہاں اگر دو شخصوں کی چیز ہے دونوں نے رہن رکھ دی تو جائز ہے۔ مشاع کا وقف صحیح ہے۔ مشاع کی ودیعت شریک کے پاس ہو تو جائز ہے۔ مشاع کو قرض دے سکتا ہے مثلاً ہزار روپے دیے اور کہہ دیا ان میں سے پانسو قرض ہیں اور پانسو شرکت کے طور پر یہ جائز

---

1 ......"الهداية"، كتاب الهبة، ج۲، ص۲۲۳، وغيرها.

2 ......"البحر الرائق"، كتاب الهبة، ج۷، ص۴۸۷.

و"الدرالمختار"، كتاب الهبة، ج۸، ص۵۷۶.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الهبة، الباب الثاني فيما يجوز...إلخ، ج۴، ص۳۷۶، ۳۷۷.

4 ......فروخت۔　5 ......شے مشترک۔

6 ......تقسیم کے قابل　7 ......گروی۔

ہے۔ مشاع کا غصب ہوسکتا ہے یعنی غاصب پر غصب کے احکام جاری ہوں گے۔ مشاع کے صدقہ کا وہی حکم ہے جو ہبہ کا ہے۔ ہاں اگر کل دو شخصوں پر تصدق کر دیا یہ جائز ہے۔[1] (بحرالرائق)

مسئلہ ۲۱: ایک شریک نے دوسرے سے کہا کہ جو کچھ نفع میں میرا حصہ ہے میں نے تم کو ہبہ کیا اگر مال موجود ہے یہ ہبہ صحیح نہیں کہ مشاع کا ہبہ ہے اور ہلاک ہو چکا ہے تو صحیح ہے کہ یہ اسقاط[2] ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۲: غیر منقسم[4] چیز میں مشاع کا ہبہ کیا موہوب لہ اُس جز کا مالک ہو گیا مگر تقسیم کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔ دونوں اُس چیز سے نوبت بنوبت نفع حاصل کریں مثلاً ایک مہینہ ایک اُس سے کام لے اور دوسرے مہینہ میں دوسرا یہ ہوسکتا ہے مگر اِس پر بھی جبر نہیں ہوسکتا کہ یہ ایک قسم کی عاریت ہے اور عاریت پر جبر نہیں۔[5] (بحر)

مسئلہ ۲۳: جو مشاع غیر قابلِ قسمت[6] ہے اُس کا ہبہ صحیح ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ اُس کی مقدار معلوم ہو یعنی اس چیز میں اس کا حصہ اتنا ہے جس کو ہبہ کرتا ہے اگر معلوم نہ ہو تو ہبہ صحیح نہیں مثلاً غلام دو شخصوں میں مشترک ہے اس کو معلوم نہیں کہ میرا حصہ کتنا ہے اور ہبہ کر دیا۔ ایک روپیہ دو شخصوں کو ہبہ کیا یہ صحیح ہے کیونکہ نصف نصف دونوں کا حصہ ہوا اور یہ معلوم ہے اور اگر واہب کے پاس دو روپے ہیں اُس نے یہ کہا کہ ان میں سے میں نے ایک روپیہ ہبہ کیا اور اُسے جدا نہ کیا یہ ہبہ صحیح نہیں ہوا۔ ایک غلام دو شخصوں میں مشترک ہے ان میں سے ایک نے اُس غلام کو کوئی چیز ہبہ کر دی اگر وہ چیز قابل تقسیم ہے ہبہ بالکل صحیح نہیں اور قابل تقسیم نہیں تو شریک کے حصے میں صحیح ہے یعنی اُس غلام میں جتنا حصہ اُس کے شریک کا ہے شے موہوب کے اُتنے ہی حصہ کا ہبہ صحیح ہے اور جتنا حصہ اُس غلام میں واہب کا ہے اُس کے مقابل میں موہوب کے حصہ کا ہبہ صحیح نہیں۔ مجہول[7] حصہ کا ہبہ صحیح نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ وہ جہالت باعث نزاع[8] ہوسکے اور اگر باعث نزاع نہ ہو مثلاً یہ کہہ دیا کہ اِس گھر میں جو کچھ میرا حصہ ہے ہبہ کر دیا یہ جائز ہے اگرچہ موہوب لہ[9] کو معلوم نہ ہو کہ کیا حصہ ہے کیونکہ یہ جہالت دور ہوسکتی ہے اور اگر بہت زیادہ

---

1. ......"البحرالرائق"، كتاب الهبة، ج۷، ص۴۸۶.
2. ......یعنی اپنا حق چھوڑنا ہے۔
3. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الهبة، الباب الثانى فيما يجوز...إلخ، ج٤، ص۳۸۱.
4. ......تقسیم نہ ہونے والی۔
5. ......"البحرالرائق"، كتاب الهبة، ج۷، ص۴۸۷.
6. ......نا قابل تقسیم۔
7. ......نامعلوم۔
8. ......جھگڑے کا باعث۔
9. ......جس کے لیے ہبہ کیا۔

جہالت ہوتو ناجائز ہے مثلاً میں نے تم کو کچھ ہبہ کردیا۔[1] (بحر،منحہ)

مسئلہ ۲۴: شیوع جو تمامیت قبضہ کو[2] روکتا ہے وہ شیوع ہے جو عقد کے ساتھ مقارِن[3] ہو عقد کے بعد جو شیوع طاری ہوگا وہ مانع نہیں مثلاً پوری چیز ہبہ کردی اور قبضہ دے دیا اس کے بعد اُس میں سے جز وشائع نصف ربع واپس لے لیا یہاں شیوع پیدا ہوگیا جو پہلے سے نہ تھا یہ مانع نہیں۔ شیوع طاری کی ایک مثال یہ بھی ہے کہ مرض الموت میں اپنا مکان ہبہ کردیا اور اس مکان کے سوا اُس کے پاس کوئی دوسرا ترکہ نہیں ہے واہب مرگیا ورثہ نے اس کو جائز نہیں کیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ ایک تہائی ہبہ ہوا اور دوتہائیاں ورثہ کی ہیں یہاں ہبہ میں شیوع ہے مگر وقت عقد میں نہیں ہے بعد عقد ہوا جبکہ ورثہ نے جائز نہ کیا۔ جس چیز کو ہبہ کیا اُس میں کسی نے استحقاق کا دعویٰ کیا کہ اِس چیز میں اتنے کا میں مالک ہوں اگرچہ یہ دعویٰ بعد میں ہوا مگر شیوع اب نہیں پیدا ہوا بلکہ پہلے ہی سے ہے کہ یہ شخص اُس کے ایک جز کا پہلے سے مالک تھا اور اب ظاہر ہوا لہٰذا ایک شخص نے کھیت اور زراعت دونوں چیزیں ایک شخص کو ہبہ کردیں اور قبضہ بھی دیدیا اس کے بعد زراعت میں ایک شخص نے دعویٰ کیا کہ میری ہے اور ثابت کردیا قاضی نے حکم بھی دیدیا زراعت تو مستحق نے لے ہی لی زمین کا ہبہ بھی باطل ہوگیا کیونکہ محتمل قسمت[4] میں شیوع[5] ہے۔[6] (درمختار،بحر)

مسئلہ ۲۵: تھن میں دودھ، بھیڑ کی پیٹھ پر اون، زمین میں درخت، درخت میں پھل، یہ چیزیں مشاع کے حکم میں ہیں کہ ان کا ہبہ صحیح نہیں مگر دودھ دوہ کر، اون کاٹ کر، پھل توڑ کر، موہوب لہ کو تسلیم کردیے تو ہبہ جائز ہوگیا کہ مانع زائل ہوگیا۔[7] زراعت جو کھیت میں ہے، تلوار کا حلیہ، اشرفی جو پہنے ہوئے ہے، ڈھیری میں سے دس پانچ سیر غلّہ کا ہبہ کرنا بھی وہی حکم رکھتا ہے کہ جدا کرکے موہوب پر قبضہ دیدیا درست ہے ورنہ نہیں۔[8] (درمختار،ردالمحتار)

---

1 ...... "البحرالرائق"، كتاب الهبة، ج۷، ص٤٨٧.

و"منحة الخالق" هامش على "البحرالرائق"، كتاب الهبة، ج۷، ص٤٨٧.

2 ...... قبضہ کے مکمل ہونے کو۔ 3 ...... ملا ہوا۔ 4 ...... جس میں تقسیم کا احتمال ہو۔

5 ...... یعنی زراعت چونکہ زمین کے ساتھ متصل ہے لہٰذا زمین وزراعت دونوں مل کر ایک چیز ہیں ان میں سے زراعت کا استحقاق حکماً جزو موہوب کا استحقاق ہے اس لیے زمین کا ہبہ بھی باطل ہوجاتا ہے۔ ۱۲ منہ حفظہ ربہ

6 ...... "الدرالمختار"، كتاب الهبة، ج۸، ص٥٧٧.

و"البحرالرائق"، كتاب الهبة، ج۷، ص٤٨٧.

7 ...... رکاوٹ ختم ہوگئی۔

8 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الهبة، ج۸، ص٥٧٨.

مسئلہ ۲۶: معدوم شے [1] کا ہبہ باطل ہے قبضہ دینے کے بعد بھی موہوب لہ کی ملک نہیں ہوگی مثلاً کہا ان گیہوں [2] کا آٹا ہبہ کر دیا تِلوں میں جو تیل ہے ہبہ کیا۔ دودھ میں جو گھی ہے ہبہ کیا۔ لونڈی کے پیٹ میں جو حمل ہے وہ ہبہ کیا ان صورتوں میں اگر آٹا پسوا کر، تِلوں کو پلوا کر، دودھ میں سے گھی نکال کر موہوب لہ کو دے بھی دے جب بھی اُسکی ملک نہیں ہوگی ہاں اب جدید ہبہ کرے تو ہوسکتا ہے۔ [3] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۲۷: ایک شخص کو ایک چیز ہبہ کی موہوب لہ نے قبضہ نہیں کیا پھر اُس شخص نے دوسرے کو وہی چیز ہبہ کر دی اور دونوں سے قبضہ کرنے کو کہہ دیا دونوں نے قبضہ کرلیا تو چیز دوسرے موہوب لہ کی ہوگی پہلے کی نہیں ہوگی اور اگر واہب نے پہلے موہوب لہ کو قبضہ کرنے کے لیے کہہ دیا اُس نے قبضہ کرلیا تو یہ قبضہ باطل ہے۔ [4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۸: ایک چیز خریدی اور قبضہ کرنے سے پہلے کسی کو ہبہ کر دی اور موہوب لہ سے کہہ دیا کہ تم قبضہ کرلو اس نے کرلیا ہبہ تمام ہوگیا۔ رہن کا بھی یہی حکم ہے۔ [5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۹: یہ کہا کہ اس ڈھیری میں سے تم کو اتنا غلہ دیا تم ناپ کرلے لو اُس نے ناپ لیا جائز ہے اور اگر فقط اتنا ہی کہا کہ اتنا غلہ دیا یہ نہ کہا کہ ناپ لو اور اُس نے ناپ کرلے لیا تو ناجائز ہے۔ [6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: جو چیز ہبہ کی ہے وہ پہلے ہی سے موہوب لہ کے قبضہ میں ہے تو ایجاب و قبول کرتے ہی اُسکی ملک ہوگئی جدید قبضہ کی ضرورت نہیں موہوب لہ کا وہ قبضہ قبضۂ امانت ہو یا قبضۂ ضمان مثلاً اُس کے پاس عاریت یا ودیعت کے طور پر ہے یا کرایہ پر ہے یا اُس نے غصب کر رکھی ہے اس کا قاعدہ کتاب البیوع میں بیان کیا گیا ہے کہ دو قبضے اگر ایک جنس کے ہوں یعنی دونوں قبضۂ امانت ہوں یا دونوں قبضۂ ضمان ہوں اِن میں ایک دوسرے کے قائم مقام ہوجائے گا اور اگر دونوں دو جنس کے ہوں تو قبضۂ ضمان قبضۂ امانت کے قائم مقام ہوجائے گا اور قبضۂ امانت قبضۂ ضمان کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ [7] (بحر، درمختار)

---

1 ......وہ چیز جو موجود نہیں۔ 2 ......گندم۔

3 ......"البحر الرائق"، کتاب الهبة، ج۷، ص۴۸۸.

و"الدر المختار"، کتاب الهبة، ج۸، ص۵۷۸.

4 ......"الفتاوى الهندية"، کتاب الهبة، الباب الثانی فیما یجوز... إلخ، ج٤، ص۳۷۷.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

7 ......"البحر الرائق"، کتاب الهبة، ج۷، ص۴۸۹.

و"الدر المختار"، کتاب الهبة، ج۸، ص۵۷۹.

مسئلہ ۳۱: مرہون[1] کو مرتہن[2] کے لیے ہبہ کیا ہبہ تمام ہوگیا کیونکہ مرتہن کا قبضہ پہلے ہی سے ہے اور رہن باطل ہوگیا یعنی مرتہن اپنا دَین راہن[3] سے وصول کرے گا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲: جو شخص نابالغ کا ولی[5] ہے اگرچہ اس کو نابالغ کے مال میں تصرف کرنے کا اختیار نہ ہو یہ جب کبھی نابالغ کو ہبہ کردے تو محض عقد کرنے سے یعنی فقط ایجاب سے ہبہ تمام ہوجائے گا بشرطیکہ شے موہوب واہب یا اُس کے مودَع کے قبضہ میں ہو۔ معلوم ہوا کہ باپ کے ہبہ کا جو حکم ہے باپ نہ ہونے کی صورت میں چچا یا بھائی وغیرہما کا بھی وہی حکم ہے بشرطیکہ نابالغ ان کی عیال میں ہو[6] اس ہبہ میں بعض ائمہ کا ارشاد ہے کہ گواہ مقرر کرلے یہ اشہاد[7] ہبہ کی صحت کے لیے شرط نہیں بلکہ اس لیے ہے تاکہ وہ آئندہ انکار نہ کرسکے یا اُس کے مرنے کے بعد دوسرے ورثہ اس ہبہ سے انکار نہ کردیں۔[8] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۳۳: نابالغ لڑکے کو جو مال ہبہ کیا وہ نہ واہب کے قبضہ میں ہے نہ اُس کے مودَع کے قبضہ میں ہے بلکہ غاصب یا مرتہن یا مستاجر کے قبضہ میں ہے تو ہبہ تمام نہیں۔[9] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۴: مزروعہ زمین اپنے نابالغ لڑکے کو ہبہ کی اگر زراعت خود اسی کی ہے ہبہ صحیح ہوگیا اور کاشتکار نے کھیت بویا ہے تو ہبہ صحیح نہ ہوا کہ واہب کے قبضہ میں نہیں ہے۔[10] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: صدقہ کا بھی یہی حکم ہے کہ نابالغ کو اُس کے ولی نے صدقہ کیا تو قبضہ کی ضرورت نہیں، اگر نابالغ کا ولی نہ ہو تو اُس کی ماں بھی یہی حکم رکھتی ہے کہ محض ہبہ کردینے سے موہوب لہ مالک ہوجائے گا بالغ لڑکا اگرچہ اس کی عیال میں ہو اس کا یہ حکم نہیں ہے وہ جب تک قبضہ نہ کرے مالک نہ ہوگا۔ ماں نے اپنا مَہر لڑکے کو ہبہ کردیا یہ ہبہ تمام نہ ہوگا جب تک خود ماں نے اس پر قبضہ نہ کیا ہو اور لڑکے کا قبضہ نہ کرادے۔[11] (بحر)

---

1 ......گروی رکھی ہوئی چیز۔ 2 ......جس کے پاس گروی رکھی ہے۔ 3 ......گروی رکھوانے والا۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الهبة،الباب الثاني فيما يجوز...إلخ، ج٤، ص٣٧٧، ٣٧٨.

5 ......نابالغ کا سرپرست۔ 6 ......یعنی ساتھ رہنے والوں میں سے ہو۔ 7 ......گواہ بنانا۔

8 ......"البحرالرائق"، كتاب الهبة، ج٧، ص٤٨٩، ٤٩٠.

و"الدرالمختار"، كتاب الهبة، ج٨، ص٥٧٩.

9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الهبة،الباب السادس في الهبة للصغير، ج٤، ص٣٩١.

10 ......المرجع السابق، ص٣٩٢.

11 ......"البحرالرائق"، كتاب الهبة، ج٧، ص٤٩٠.

مسئلہ ۳۶: بیٹے کو تصرف کرنے کے لیے اموال دے رکھے ہیں بیٹا کام کرتا ہے اور مال میں اضافہ ہو۔ اگر یہ ثابت ہو کہ باپ نے اسے ہبہ کردیا ہے جب تو اس کا ہے ورنہ سب کچھ باپ کا ہے اس کے مرنے کے بعد میراث جاری ہوگی۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۷: نابالغ کو کسی اجنبی نے کوئی چیز ہبہ کی یہ اُس وقت تمام ہوگا کہ ولی اُس پر قبضہ کرلے اس مقام پر ولی سے مراد یہ چار شخص ہیں: ① باپ پھر ② اُس کا وصی پھر ③ دادا پھر ④ اُس کا وصی، اس صورت میں یہ ضرورت نہیں کہ نابالغ ولی کی پرورش میں ہوان چار کی موجودگی میں کوئی شخص اُس پر قبضہ نہیں کرسکتا چاہے اس قابض کی عیال میں وہ نابالغ ہو یا نہ ہو وہ قابض ذورحم محرم ہو یا اجنبی ہو موجودگی سے مُراد یہ ہے کہ وہ حاضر ہوں اور اگر غائب ہوں اور غیبت بھی منقطعہ ہو تو اُس کے بعد جس کا مرتبہ ہے وہ قبضہ کرے۔[2] (بحر)

مسئلہ ۳۸: ان چاروں میں سے کوئی نہ ہو تو چچا وغیرہ جس کی عیال میں نابالغ ہو وہ قبضہ کرے، ماں یا اجنبی کی پرورش میں ہو تو یہ قبضہ کریں گے، اگر وہ بچہ لقیط ہے یعنی کہیں پڑا ہوا ملا ہے اس کے لیے کوئی چیز ہبہ کی گئی تو ملتقط[3] قبضہ کرے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۳۹: نابالغ اگر سمجھ وال ہو مال لینا جانتا ہو تو وہ خود بھی موہوب[5] پر قبضہ کرسکتا ہے اگرچہ اُس کا باپ موجود ہو اور جس طرح یہ نابالغ قبضہ کرسکتا ہے ہبہ کو رد بھی کرسکتا ہے یعنی چھوٹے بچے کو کسی نے کوئی چیز دی تو وہ لے بھی سکتا ہے اور انکار بھی کرسکتا ہے جس نے نابالغ کو ہبہ کیا ہے وہ ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے، قاضی کو چاہیے کہ نابالغ کو جو چیز ہبہ کی گئی ہے اُسے بیع کردے تاکہ واہب[6] رجوع نہ کرسکے۔[7] (بحر)

مسئلہ ۴۰: نابالغ کو مٹھائی اور پھل وغیرہ کھانے کی چیزیں ہبہ کی جائیں ان میں سے والدین کھا سکتے ہیں یہ اُس وقت ہے کہ قرینہ سے معلوم ہو کہ خاص اِس بچہ کو ہی دینا نہیں بلکہ والدین کو دینا مقصود ہے مگر اُن کی عزت کا لحاظ کرتے ہوئے

---

1 ...."الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الھبۃ،الباب السادس فی الھبۃ للصغیر،ج٤،ص٣٩٢.

2 ...."البحرالرائق"، کتاب الھبۃ،ج٧،ص٤٩١.

3 ....یعنی اس بچے کو اٹھانے والا۔

4 ...."الدرالمختار"، کتاب الھبۃ،ج٨،ص٥٨١.

5 .....ہبہ کی ہوئی چیز۔ 6 .....ہبہ کرنے والا۔

7 ...."البحرالرائق"، کتاب الھبۃ،ج٧،ص٤٩٢.

یہ چیز حقیر معلوم ہوتی ہے اُن کو دیتے ہوئے لحاظ معلوم ہوتا ہے بچہ کا نام لے دیتے ہیں اور اگر قرینہ سے یہ معلوم ہوتا ہو کہ خاص اسی بچہ کو دینا مقصود ہے تو والدین نہیں کھا سکتے مثلاً کوئی چیز کھا رہا ہے کسی کا بچہ وہاں پہنچ گیا ذرا سی اُٹھا کر بچہ کو دیدی یہاں معلوم ہو رہا ہے کہ والدین کو دینا مقصود نہیں ہے اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جو چیز کھانے کی نہ ہو وہ نابالغ کو دی جائے تو والدین کو بغیر حاجت استعمال درست نہیں۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۴۱: ختنہ کی تقریب میں رشتہ داروں کے یہاں سے جوڑے وغیرہ آتے ہیں سہرے پر روپے دیے جاتے ہیں اور جوڑے بھی طرح طرح کے ہوتے ہیں ان میں سے جن چیزوں کی نسبت معلوم ہو کہ بچہ کے لیے ہیں۔ مثلاً چھوٹے کپڑے جو بچہ کے مناسب ہیں یہ اُسی بچہ کے لیے ہیں ورنہ والدین کے لیے ہیں اگر باپ کے اقربا[2] نے ہدیہ کیا ہے تو باپ کے لیے ہیں ماں کے رشتہ داروں نے ہدیہ کیا ہے تو ماں کے لیے ہیں۔[3] (درمختار) مگر یہاں ہندوستان کا یہ عرف[4] ہے کہ باپ کے کنبہ کے لوگ بھی زنانہ جوڑا بھیجتے ہیں جو ماں کے لیے ہوتا ہے اور نانہال[5] سے بھی مردانہ جوڑا بھیجا جاتا ہے جس کا صاف یہی مقصد ہے کہ مرد کے لیے مردانہ جوڑا ہے اور عورت کے لیے زنانہ اگر چہ کہیں سے آیا ہو، دیگر تقریبات مثلاً بسم اللہ کے موقع پر اور شادی کے موقع پر طرح طرح کے ہدایا[6] آتے ہیں اور وہ چیزیں کس کے لیے ہیں اس کے متعلق جو عرف ہو اُس پر عمل کیا جائے اور اگر بھیجنے والے نے تصریح کر دی ہے تو یہ سب سے بڑھ کر ہے چنانچہ تقریبات میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ نام بنام سارے گھر کے لیے جوڑے بھیجے جاتے ہیں بلکہ ملازمین کے لیے بھی جوڑے آتے ہیں اس صورت میں جس کے لیے جو آیا ہے وہی لے سکتا ہے دوسرا نہیں لے سکتا۔

مسئلہ ۴۲: شادی وغیرہ تمام تقریبات میں طرح طرح کی چیزیں بھیجی جاتی ہیں اس کے متعلق ہندوستان میں مختلف قسم کی رسمیں ہیں ہر شہر میں ہر قوم میں جدا جدا رسوم ہیں ان کے متعلق ہدیہ اور ہبہ کا حکم ہے یا قرض کا عموماً رواج سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ دینے والے یہ چیزیں بطور قرض دیتے ہیں اِسی وجہ سے شادیوں میں اور ہر تقریب میں جب روپے دیے جاتے ہیں تو ہر ایک شخص کا نام اور رقم تحریر کر لیتے ہیں جب اُس دینے والے کے یہاں تقریب ہوتی ہے تو یہ شخص جس کے یہاں دیا جا چکا ہے فہرست نکالتا ہے اور اُتنے روپے ضرور دیتا ہے جو اُس نے دیے تھے اور اس کے خلاف کرنے میں سخت بدنامی ہوتی

1 ......"الدر المختار"، کتاب الهبة، ج۸، ص ۵۸۲.

2 ......قرابت دار، قریب کے رشتہ دار۔

3 ......"الدر المختار"، کتاب الهبة، ج۸، ص ۵۸۲.

4 ......رواج۔ 5 ......ماں کا خاندان۔ 6 ......تحفے، تحائف۔

ہے اور موقع پاکر کہتے بھی ہیں کہ نیوتے [1] کا روپیہ نہیں دیا اگر یہ قرض نہ سمجھتے ہوتے تو ایسا عرف نہ ہوتا جو عموماً ہندوستان میں ہے۔

مسئلہ ۴۳: ایک شخص پر دیس سے آیا اور جس کے یہاں اوترا اُس کو کچھ تحائف دیے اور یہ کہا کہ اس کو اپنے گھر والوں میں تقسیم کردو اور خود بھی لے لو اُس سے دریافت کرنا چاہیے کہ کیا چیز کسے دی جائے اور اگر وہ موجود نہ ہو چلا گیا ہو تو جو چیز عورتوں کے لائق ہو عورت کو دے اور جو لڑکیوں کے مناسب ہو لڑکیوں کو دے اور جو لڑکوں کے مناسب ہو لڑکوں کو دے اور جو چیز خود اُس کے مناسب ہو وہ خود لے اور جو چیز ایسی ہو کہ مرد وعورت دونوں کے لیے یکساں ہو تو دیکھا جائے گا کہ وہ دینے والا مرد کا رشتہ دار ہے تو مرد لے اور عورت کا رشتہ دار ہے تو عورت لے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۴: بعض اولاد کے ساتھ محبت زیادہ ہو بعض کے ساتھ کم یہ کوئی ملامت کی چیز نہیں کیونکہ یہ فعل غیر اختیاری ہے اور عطیہ [3] میں اگر یہ ارادہ ہو کہ بعض کو ضرر پہنچاوے تو سب میں برابری کرے کم وبیش نہ کرے کہ یہ مکروہ ہے ہاں اگر اولاد میں ایک کو دوسرے پر دینی فضیلت وترجیح ہے مثلاً ایک عالم ہے جو خدمت علم دین میں مصروف ہے یا عبادت ومجاہدہ میں اشتغال رکھتا ہے ایسے کو اگر زیادہ دے اور جو لڑکے دنیا کے کاموں میں زیادہ اشتغال رکھتے ہیں انھیں کم دے یہ جائز ہے اِس میں کسی قسم کی کراہت نہیں یہ حکم دیانت کا ہے اور قضا کا حکم یہ ہے کہ وہ اپنے مال کا مالک ہے حالت صحت میں اپنا سارا مال ایک ہی لڑکے کو دیدے اور دوسروں کو کچھ نہ دے یہ کرسکتا ہے دوسرے لڑکے کسی قسم کا مطالبہ نہیں کرسکتے مگر ایسا کرنے میں گنہگار رہے۔[4] (بحرالرائق)

مسئلہ ۴۵: اولاد کو ہبہ کرنے میں لڑکی اور لڑکا دونوں کو برابر دے یہ نہیں کہ لڑکے کو لڑکی سے دو چند [5] دے دے جس طرح میراث میں ہوتا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے دونا ملتا ہے ہبہ میں ایسا نہیں۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۶: لڑکا اگر فاسق ہے تو اُس کو صرف بقدر ضرورت دے زیادہ دینے کا یہ مطلب ہوگا کہ یہ گناہ کے کام میں اُس کا معین [7] ہے، لڑکا فاسق ہے یہ گمان ہے کہ اُس کے بعد یہ اموال بدکاری اور گناہ میں خرچ کرڈالے گا۔ تو اُس کے لیے چھوڑ

---

1 ......شادی، بیاہ اور دیگر تقریبات میں جو تحفہ یا نقدی دی جاتی ہے اسے نیوتا کہتے ہیں۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب الثالث فیما یتعلق بالتحلیل، ج٤، ص٣٨٣.

3 ......تحفہ۔

4 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، ج٧، ص٤٩٠.

5 ......دُگنا، ڈبل۔

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب السادس فی الھبة للصغیر، ج٤، ص٣٩١.

7 ......مددگار۔

جانے سے یہ بہتر ہے کہ نیک کاموں میں یہ اموال صَرف [1] کرڈالے اِس صورت میں اُسے میراث سے محروم کرنے میں گناہ نہیں کہ یہ حقیقۃً میراث سے محروم کرنا نہیں ہے بلکہ اپنے اموال اور اپنی کمائی کو حرام میں خرچ کرنے سے بچانا ہے۔ [2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۷: باپ کو یہ جائز نہیں کہ نابالغ لڑکے کا مال دوسرے لوگوں کو ہبہ کردے اگرچہ معاوضہ لے کر ہبہ کرے کہ یہ بھی ناجائز ہے اور خود بچہ بھی اپنا مال ہبہ کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا یعنی اُس نے ہبہ کردیا اور موہوب لہ کو دیدیا اُس سے واپس لیا جائے گا کہ ہبہ جائز ہی نہیں۔ [3] (درمختار، بحر) یہی حکم صدقہ کا ہے کہ نابالغ اپنا مال نہ خود صدقہ کرسکتا ہے نہ اُس کا باپ۔ یہ بات نہایت یاد رکھنے کی ہے اکثر لوگ نابالغ سے چیز لے کر استعمال کرلیتے ہیں سمجھتے ہیں کہ اُس نے دے دی حالانکہ یہ دینا نہ دینے کے حکم میں ہے بعض لوگ دوسرے کے بچہ سے پانی بھروا کر پیتے یا وضو کرتے ہیں یا دوسری طرح استعمال کرتے ہیں یہ ناجائز ہے کہ اُس پانی کا وہ بچہ مالک ہوجاتا ہے اور ہبہ نہیں کرسکتا پھر دوسرے کو اُس کا استعمال کیوں کر جائز ہوگا۔ اگر والدین بچہ کو اس لیے چیز دیں کہ یہ لوگوں کو ہبہ کردے یا فقیروں کو صدقہ کردے تاکہ دینے اور صدقہ کرنے کی عادت ہو اور مال و دنیا کی محبت کم ہو تو یہ ہبہ و صدقہ جائز ہے کہ یہاں نابالغ کے مال کا ہبہ و صدقہ نہیں بلکہ باپ کا مال ہے اور بچہ دینے کے لیے وکیل ہے جس طرح عموماً دروازوں پر سائل جب سوال کرتے ہیں تو بچوں ہی سے بھیک دلواتے ہیں۔

مسئلہ ۴۸: بچہ نے ہدیہ پیش کیا اور یہ کہا کہ میرے والد نے یہ ہدیہ آپ کے پاس بھیجا ہے اُس کو لینا اور کھانا جائز ہے مگر جب یہ گمان ہو کہ اُس کے باپ نے نہیں بھیجا ہے یہ خود لایا ہے اور یہ غلط ہے کہ اُس کے باپ نے بھیجا ہے تو نہ لے۔ [4] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۹: بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی کپڑے اِس لیے بنائے کہ جب پیدا ہوگا تو اُن پر رکھا جائے گا مثلاً تکیہ، گدا، وہ پیدا ہوا اور اُسی پر رکھا گیا پھر مرگیا یہ کپڑے میراث نہیں قرار پائیں گے جب تک اُس نے یہ اقرار نہ کیا ہو کہ یہ کپڑے لڑکے کی ملک ہیں اور بدن کے کپڑے جو پہننے کے ہیں جب انھیں بچہ نے پہن لیا مالک ہوگیا اور میراث ہیں۔ [5] (بحر)

---

1 ......خرچ۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب السادس فی الھبة للصغیر، ج٤، ص٣٩١.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الھبة، ج٨، ص٥٨٣.

و"البحرالرائق"، کتاب الھبة، ج٧، ص٤٨٣۔٤٩٢.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب الثالث فیما یتعلق بالتحلیل، ج٤، ص٣٨٣.

5 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، ج٧، ص٤٩٠.

مسئلہ ۵۰: نابالغہ لڑکی شوہر کے یہاں رخصت ہوکر چلی گئی اُس کو اگر کوئی چیز ہبہ کر دی جائے اور شوہر قبضہ کرلے ہبہ تمام ہو جائے گا اُس کا باپ زندہ ہو یا مر گیا ہو دونوں صورتوں میں شوہر قبضہ کرسکتا ہے وہ نابالغہ قابلِ جماع[1] ہو یا نہ ہو دونوں کا ایک حکم ہے اور نابالغہ کے باپ نے یا خود اوس نے جبکہ سمجھ وال ہو قبضہ کیا یہ بھی ہوسکتا ہے یعنی شوہر ہی کا قبضہ کرنا ضروری نہیں اور اگر زوجہ بالغہ ہے تو اُس کے خود قبضہ کی ضرورت ہے شوہر کا قبضہ کافی نہیں اور اگر نابالغہ ہے اور ابھی رخصت بھی نہیں ہوئی ہے تو شوہر کا قبضہ اس صورت میں بھی کافی نہیں بلکہ اُسکے باپ وغیرہ جن کے قبضہ کا اوپر ذکر کیا گیا ہے وہ قبضہ کرسکتے ہیں۔[2] (بحر)

مسئلہ ۵۱: ایک شخص نے دو کپڑے ایک شخص کو دیے اور یہ کہا کہ ایک تمھارا ہے اور ایک تمھارے لڑکے کا اور جدا ہونے سے قبل یہ نہیں متعین کیا کہ کون کس کا ہے یہ ہبہ جائز نہیں اور بیان کر دیا ہے تو جائز ہے۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۵۲: دو شخصوں نے ایک شخص کو مکان جو قابلِ قسمت[4] ہے ہبہ کر دیا اور قبضہ دیدیا ہبہ صحیح ہے کہ یہاں شیوع نہیں ہے اور اگر ایک نے دو شخصوں کو ہبہ کیا اور یہ دونوں بالغ ہیں یا ایک بالغ ہے دوسرا نابالغ اور یہ نابالغ اُسی بالغ کی پرورش میں ہے اور فقیر بھی نہیں ہیں اور مکان قابلِ تقسیم ہے تو ہبہ صحیح نہیں کہ مشاع کا ہبہ ہے اور اگر ایک نے ایک ہی کو ہبہ کیا ہے مگر موہوب لہ نے دو شخصوں کو قبضہ کے لیے وکیل کیا ہے تو یہ ہبہ جائز ہے۔ اور اگر دو شخصوں نے ایک مکان دو شخصوں کو ہبہ کیا یوں کہ ایک نے اپنا حصہ ایک کو ہبہ کیا اور دوسرے نے اپنا حصہ دوسرے کو تو یہ ہبہ ناجائز ہے اور اگر باپ نے اپنے دو بیٹوں کو ہبہ کیا اور دونوں بالغ ہیں یا ایک بالغ دوسرا نابالغ تو ہبہ صحیح نہیں اور اگر دونوں نابالغ ہیں تو صحیح ہے۔[5] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۵۳: دس روپے دو فقیروں پر تصدق کیے یا ہبہ کیے یہ جائز ہے یعنی صدقہ میں شیوع مانعِ صحت نہیں[6] کہ صدقہ میں اللہ (عزوجل) کی رضا مقصود ہے وہ ایک ہے فقیر کا ایک ہونا یا متعدد ہونا اس کا لحاظ نہیں اور فقیر کو صدقہ کرنا یا ہبہ کرنا دونوں کا ایک مطلب ہے یعنی بہر صورت صدقہ ہے اور دو شخص غنی ہیں اُن کو دس روپے ہبہ کیے یا صدقہ کیے یہ دونوں ناجائز کہ یہاں

---

1 ...... ہمبستری کے قابل۔

2 ......"البحر الرائق"، کتاب الھبة، ج۷، ص ۴۹۲.

3 ......"ردالمحتار"، کتاب الھبة، ج۷، ص ۵۸۴.

4 ...... تقسیم کے قابل۔

5 ......"البحر الرائق"، کتاب الھبة، ج۷، ص ۴۹۲.

و"الدرالمختار"، کتاب الھبة، ج۸، ص ۵۸۴.

6 ...... صحیح ہونے میں رکاوٹ نہیں۔

دونوں لفظوں سے ہبہ ہی مراد ہے اور ہبہ میں شیوع مانع ہے[1] کیونکہ یہاں اغنیا کی رضامندی مقصود ہے اور وہ متعدد ہیں اور صحیح نہ ہونے کا اِس مقام پر مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں مالک نہیں ہوں گے اگر دونوں کو تقسیم کرکے قبضہ دیدیا دونوں مالک ہوجائیں گے۔[2] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۵۴: دیوار اس کے مکان میں اور پروسی کے مکان میں مشترک ہے اس نے وہ دیوار پروسی کو ہبہ کردی یہ جائز ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۵۵: مریض صرف ثلث مال[4] سے ہبہ کرسکتا ہے اور یہ ہبہ بھی اُس وقت صحیح ہے کہ اُس کی زندگی میں موہوب لہ[5] قبضہ کرلے۔ قبضہ سے پہلے مریض مرگیا تو ہبہ باطل ہوگیا۔[6] (عالمگیری)

ہبہ واپس لینے کا بیان

کسی کو چیز دے کر واپس لینا بہت بُری بات ہے حدیث میں ارشاد ہوا اسکی مثال ایسی ہے جس طرح کتا قے کرکے پھر چاٹ جاتا[7] لہٰذا مسلمان کو اس سے بچنا ہی چاہیے مگر چونکہ ہبہ ایسا تصرف ہے کہ واہب پر لازم نہیں اگر دے کر واپس ہی لینا چاہے تو قاضی واپس کردے گا اُسے نہ واپس لینے پر مجبور نہیں کرے گا اور یہ واپس لینے کا حکم بھی حدیث سے ثابت ہے مگر سب جگہ واپس نہیں کرسکتا بعض صورتیں ایسی ہیں کہ اُن میں واپس لے سکتا ہے اور بعض میں نہیں یہاں اِسی کی تفصیل بیان کی جاتی ہے۔

مسئلہ ۱: ہبہ میں اگر موہوب لہ کا قبضہ ہی نہیں ہوا ہے تو ابھی ہبہ کی تمامیت ہی نہیں ہوئی ہے اگر واہب نے رجوع کرلیا تو ہبہ بھی ختم ہوگیا اس کو رجوع نہیں کہتے رجوع یہ ہے کہ تمام ہوچکا ہے موہوب لہ نے قبضہ کرلیا ہے اس کے بعد واپس لے۔[8] (درمختار)

---

1 ......یعنی اشتراک ہبہ کے صحیح ہونے میں رکاوٹ ہے۔

2 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، ج۷، ص۴۹۳، ۴۹۴.

و"الدرالمختار"، کتاب الھبة، ج۸، ص۵۸۵.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الھبة، ج۸، ص۵۸۶.

4 ......تہائی مال۔ 5 ......جس کے لئے ہبہ کیا گیا۔

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب العاشر فی ھبة المریض، ج۴، ص۴۰۰.

7 ......"سنن أبی داؤد"، کتاب الإجارة، باب الرجوع فی الھبة، الحدیث: ۳۵۳۹، ج۳، ص۴۰۶.

8 ......"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۸۶.

مسئلہ۲: جب موہوب لہ کو قبضہ دیدیا تو اب رجوع کرنے کے لیے قاضی کا حکم دینا یا موہوب لہ کا راضی ہونا ضروری ہے اور قبضہ نہ کیا ہو تو اس کی ضرورت نہیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ۳: واہب نے کہہ دیا ہے کہ میں اس ہبہ کو واپس نہیں لوں گا جب بھی واپس لے سکتا ہے اُس کا یہ کہہ دینا مانعِ رجوع[2] نہیں۔[3] (بحر) اوراگر حقِ رجوع سے[4] مصالحت کرلی ہے تو رجوع نہیں کرسکتا کہ صلح میں جو چیز دی ہے ہبہ کا عوض ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ۴: ایک شخص نے دوسرے سے کہا فلاں کو ایک ہزار روپیہ میری طرف سے ہبہ کردو اُس نے کردیے اور موہوب لہ نے قبضہ بھی کرلیا ہبہ تمام ہوگیا دوسرا شخص واپس نہیں لے سکتا نہ پہلے سے لے سکتا ہے نہ موہوب لہ سے اور وہ پہلا چاہے تو موہوب لہ سے واپس لے سکتا ہے کہ واہب یہی ہے وہ دینے والا متبرع[6] ہے اور اگر پہلے نے یہ کہا ہے کہ فلاں کو ایک ہزار ہبہ کردو میں اس کا ضامن ہوں اور اُس نے دیدیے تو پہلا شخص ضامن ہے دوسرا اس سے لے سکتا ہے موہوب لہ سے نہیں لے سکتا اور پہلا شخص موہوب لہ سے واپس لے سکتا ہے۔[7] (بحر)

مسئلہ۵: صدقہ دیکر واپس لینا جائز نہیں لہٰذا جس کو صدقہ دیا تھا اُس نے عاریت یا ودیعت سمجھ کر کچھ دنوں کے بعد واپس دیا اس کو لینا جائز نہیں اور لے لیا ہو تو واپس کردے۔[8] (عالمگیری)

مسئلہ۶: دَین[9] کے ہبہ میں رجوع نہیں کرسکتا مثلاً دائن[10] نے مدیون[11] کو دَین ہبہ کردیا اور مدیون نے قبول کرلیا دائن واپس نہیں لے سکتا کہ یہ اسقاط ہے مگر قبول کرنے سے پہلے واپس لے سکتا ہے۔[12] (بحر)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الهبة،الباب الخامس فی الرجوع...إلخ، ج٤، ص٣٨٥.

2 ......واپس لینے میں رکاوٹ۔

3 ......"البحرالرائق"، كتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج٧، ص٤٩٥.

4 ......واپسی کے حق سے۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الهبة،الباب الخامس فی الرجوع...إلخ، ج٤، ص٣٩١.

6 ......احسان کرنے والا۔

7 ......"البحرالرائق"، كتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج٧، ص٤٩٥.

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الهبة،الباب الثانی عشر فی الصدقة، ج٤، ص٤٠٦.

9 ......قرض۔ 10 ......قرض خواہ۔ 11 ......مقروض۔

12 ......"البحرالرائق"، كتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج٧، ص٤٩٥.

مسئلہ ۷: رجوع کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ رجوع کے الفاظ بولے مثلاً رجوع کیا، واپس لیا، ہبہ کو توڑ دیا، باطل کردیا اور اگر الفاظ نہیں بولے بلکہ اُس چیز کو بیع کردیا یا اپنی چیز میں خلط کردیا[1] یا کپڑا تھا رنگ دیا یا غلام تھا آزاد کردیا یہ رجوع نہیں بلکہ یہ تصرفات[2] بیکار ہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: واہب کو موہوب لہ سے ہبہ کو خریدنا نہ چاہیے کہ یہ بھی رجوع کے معنے میں ہے کیونکہ موہوب لہ یہ خیال کرے گا کہ یہ چیز اسی کی دی ہوئی ہے پورے دام[4] لینے سے اُسے شرم آئے گی مگر باپ نے بیٹے کو کوئی چیز دی ہے پھر خریدنا چاہتا ہے تو خرید سکتا ہے کہ شفقت پدری کم دام دینے سے مانع ہوگی۔[5] (بحر)

مسئلہ ۹: ہبہ میں رجوع کرنے سے سات چیزیں مانع ہیں اُن سات کو اِن الفاظ میں جمع کیا گیا ہے۔ ''دمع خزقہ'' دال سے مُراد زیادت متصلہ ہے۔ میم سے مراد موت یعنی واہب وموہوب لہ دونوں میں سے کسی کا مرجانا۔ عین سے مراد عوض۔ خا سے مراد خروج یعنی ہبہ کا ملک موہوب لہ سے خارج ہو جانا۔ زا سے مراد زوجیت۔ قاف سے مراد قرابت۔ ہا سے ہلاک۔ ان سب کے احکام کی تفصیل ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

(۱) زیادت متصلہ:

مسئلہ ۱۰: جس چیز کو ہبہ کیا اُس میں کچھ زیادت ہوئی اگر یہ موہوب کے ساتھ متصل ہے واہب رجوع نہیں کرسکتا مثلاً ایک نابالغ غلام کسی کو ہبہ کیا اب وہ جوان ہوگیا رجوع نہیں کرسکتا زیادت متصلہ متولدہ ہو یا غیر متولدہ موہوب لہ کے فعل سے ہوئی ہو یا اس کے فعل سے نہ ہو سب کا ایک حکم ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: زمین ہبہ کی موہوب لہ نے اس میں مکان بنایا یا درخت لگائے یہ زیادت متصلہ ہے یا پانی نکالنے کا چرخ نصب کیا[7] اس طرح کہ توابعِ زمین میں[8] شمار ہو اور بیع میں بغیر ذکر کیے تبعاً داخل ہوجائے یہ بھی زیادت متصلہ ہے۔ یوہیں

---

1 ......ملادیا۔ 2 ......یہ کام کاج۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الهبة، الباب الخامس فی الرجوع... إلخ، ج٤، ص٣٨٦.

4 ......پوری قیمت۔

5 ......"البحر الرائق"، كتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج٧، ص٤٩٥.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الهبة، الباب الخامس فی الرجوع... إلخ، ج٤، ص٤٠٦.

7 ......کنویں سے پانی کھینچنے کا چرخ لگایا یا موٹر وغیرہ لگائی۔

8 ......زمین سے متعلقہ چیزوں میں۔

اگر مکان ہبہ کیا تھا موہوب لہ نے اُس میں کچھ نئی تعمیر کی یہ زیادت متصلہ ہے۔اب واپس نہیں لے سکتا۔[1] (بحر، درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: حمام ہبہ کیا تھا موہوب لہ نے اُسے رہنے کا مکان بنایا یا مکان ہبہ کیا تھا اُسے حمام بنایا اگر عمارت میں تغییر نہیں کی ہے رجوع کرسکتا ہے اور اگر تغییر کی ہے مثلاً دروازہ لگایا یا گچ کرائی[2] یا کہگل کرائی[3] تو رجوع نہیں کرسکتا اور اگر عمارت منہدم کردی[4] صرف زمین باقی ہے تو رجوع کرسکتا ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: موہوب میں کچھ نقصان پیدا ہوگیا یہ رجوع کو منع نہیں کرتا خواہ وہ نقصان موہوب لہ کے فعل سے ہو یا اس کے فعل سے نہ ہو مثلاً کپڑا ہبہ کیا تھا اُس کو قطع کرالیا۔[6] (بحر)

مسئلہ ۱۴: زیادت منفصلہ رجوع سے مانع نہیں مثلاً بکری ہبہ کی تھی اُس کے بچہ پیدا ہوا یہ زیادت منفصلہ ہے واہب اپنی ہبہ کی ہوئی چیز واپس لے سکتا ہے اور وہ زیادت موہوب لہ کی ہوگی اُس کو واپس نہیں لے سکتا مگر جانور کو اُس وقت واپس لے سکتا ہے جب بچہ اس قابل ہوجائے کہ اُسے اپنی ماں کی حاجت نہ رہے۔[7] (درمختار، بحر)

مسئلہ ۱۵: زیادت سے یہ مراد ہے کہ موہوب میں کوئی ایسی بات پیدا ہوجائے جس سے قیمت میں اضافہ ہوجائے لہٰذا اُس چیز کا پہلے سے زیادہ فربہ ہوجانا یا خوبصورت ہوجانا بھی زیادت ہے۔ کپڑا تھا سی دیا یا رنگ دیا یہ بھی زیادت ہے۔ چیز کو ایک جگہ سے منتقل کرکے دوسری جگہ لے گیا جبکہ اِس انتقال مکانی[8] سے قیمت میں اضافہ ہوجائے یہ بھی زیادت میں داخل ہے غلام کافر تھا مسلمان ہوگیا یا اُس نے کوئی جنایت کی تھی[9] ولی جنایت نے معاف کردی۔ بہرا تھا سننے لگا۔ اندھا تھا دیکھنے لگا یہ سب زیادت متصلہ میں داخل ہیں۔ اور اگر قیمت کی زیادتی نرخ تیز ہوجانے کے سبب سے ہے تو زیادت میں اس کا شمار نہیں۔

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۵.
و"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۸۸.
و"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب الخامس فی الرجوع فی الھبة...إلخ، ج۴، ص۳۸۶.

2 ......سفیدی اور دریا کی ریت سے تیار کئے ہوئے چونے کا پلستر کروایا۔

3 ......بھوسا ملی ہوئی مٹی کا پلستر کروایا۔

4 ......گرادی۔

5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب الخامس فی الرجوع فی الھبة...إلخ، ج۴، ص۳۸۷.

6 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۶.

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۸۹.
و"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۶.

8 ......نقل مکانی۔

9 ......ایسا جرم کیا تھا جس سے عقوبت دنیوی (دنیوی سزا) لازم آتی ہے۔

تعلیم و کتابت اور کوئی صنعت سکھا دینا بھی زیادت میں داخل ہے۔ کپڑا ہبہ کیا تھا اُسے موہوب لہ نے دھلوایا۔ جانور یا غلام جب ہبہ کیا تھا بیمار تھا موہوب لہ نے اُس کا علاج کرایا اب اچھا ہوگیا یہ بھی زیادت میں داخل ہے اور اگر موہوب لہ کے یہاں بیمار ہوا اور اُس نے علاج کرایا اور اچھا ہوگیا یہ رجوع سے مانع نہیں ہے۔[1] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۱۶: زمین میں مکان بنوایا یا درخت لگائے اگر یہ زیادتی اُس پوری زمین میں شمار ہو تو پوری کا رجوع ممتنع ہوجائے گا اور اگر فقط اُس قطعہ میں زیادت شمار ہو باقی میں نہیں تو اس قطعہ کی واپسی ممتنع ہوجائے گی باقی کی نہیں یعنی اگر بہت زیادہ زمین ہے کہ ایک دو مکان کے بننے سے پوری زمین میں اضافہ نہیں متصور ہوتا تو فقط اس حصہ کی واپسی ممتنع ہوجائے گی جس میں مکان بنا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: زمین میں بے موقع روٹی پکانے کا تنور گڑوایا یہ زیادت میں داخل نہیں ہے بلکہ نقصان ہے۔ درخت کاٹ ڈالا یا اُسے چیر پھاڑ کر جلانے کا ایندھن بنا لینا مانع رجوع نہیں اور اُس کو کاٹ کر چوکھٹ، بازو[3]، کیواڑ[4]، کڑیاں[5]، وغیرہ کوئی چیز بنائی تو رجوع نہیں کرسکتا۔ جانور کو قُربانی کر ڈالا یا اور طرح ذبح کرنا بھی واپس کرنے کو منع نہیں کرتا۔[6] (بحر)

مسئلہ ۱۸: کپڑا ہبہ کیا تھا موہوب لہ نے اُسے دو ٹکڑے کر ڈالا ایک ٹکڑے کی اچکن[7] سلوائی واہب دوسرے ٹکڑے کو واپس لے سکتا ہے۔ چھلا ہبہ کیا موہوب لہ نے اُس پر نگ لگایا اگر نگ جدا کرنے میں نقصان ہوگا تو واپس نہیں لے سکتا ورنہ لے سکتا ہے۔[8] (بحر)

مسئلہ ۱۹: کاغذ ہبہ کیا اُس پر لکھ کر کتاب بنائی واپس نہیں لے سکتا۔ سادی بیاض[9] ہبہ کی تھی موہوب لہ نے اُس

---

1. ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹٦.
   و"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۸۸.
2. ......"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۸۸.
3. ......دروازے وغیرہ کی کھڑی لکڑیوں میں سے ہر ایک کو بازو کہتے ہیں۔
4. ......دروازے یا کھڑکی وغیرہ کا پٹ۔
5. ......کڑی کی جمع، شہتیر۔
6. ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹٦۔۴۹۷.
7. ......ایک قسم کا مردانہ لباس۔
8. ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۷.
9. ......یعنی سادہ اوراق کی مجلد یا غیر مجلد کتاب۔

میں کتاب لکھی جس سے اُس کی قیمت بڑھ گئی واپس نہیں لے سکتا اور اگر حساب وغیرہ ایسی چیزیں لکھی جس کی وجہ سے اس کاردی میں شمار ہے تو واپس لے سکتا ہے۔[1] (بحر)

مسئلہ۲۰: قرآن مجید ہبہ کیا تھا اُس میں اعراب (زیر زبر) لگائے واپس نہیں لے سکتا۔ لوہا ہبہ کیا تھا اُس کی تلوار یا چھری وغیرہ کوئی چیز بنالی رجوع نہیں کرسکتا سوت ہبہ کیا اُس کا کپڑا بُنوالیا رجوع نہیں کرسکتا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۲۱: واہب[3] اور موہوب لہ[4] میں اختلاف ہوا کہ موہوب لہ کے پاس زیادت ہوئی ہے یا نہیں اگر وہ زیادت متولدہ ہے مثلاً چھوٹی چیز ہبہ کی تھی اب وہ بڑی ہوگئی واہب کہتا ہے کہ اتنی ہی بڑی میں نے ہبہ کی تھی اور موہوب لہ کہتا ہے چھوٹی تھی اب بڑی ہوگئی اس میں واہب کا قول معتبر ہے اور اگر وہ زیادت غیر متولدہ ہے جیسے کپڑے کا سِل جانا اُس کو رنگ دینا اس میں موہوب لہ کا قول معتبر ہے۔[5] (بحر)

مسئلہ۲۲: موہوب لہ کہتا ہے کہ مکان میں جدید تعمیر ہوئی ہے واہب اِس سے منکر ہے اگر اتنی تعمیر اتنے دنوں میں عموماً نہ ہوتی ہو تو واہب کا قول معتبر اگرچہ یہ زیادت غیر متولدہ ہے۔ واہب کہتا ہے میں نے یہ رنگا ہوا کپڑا ہبہ کیا ہے یا ستو میں گھی ملا کر ہبہ کیا ہے موہوب لہ کہتا ہے یہ کپڑا رنگا ہوا نہ تھا میں نے رنگا ہے میں نے گھی ستو میں ملایا ہے چونکہ موہوب لہ منکر ہے اسی کا قول معتبر ہے۔[6] (بحر)

(۲) موت احد المتعاقدین:

مسئلہ۲۳: ہبہ کرکے قبضہ دیدیا اس کے بعد واہب یا موہوب لہ دونوں میں سے کوئی بھی مرجائے ہبہ واپس نہیں ہوسکتا موہوب لہ مرگیا تو اُس کی ملک ورثہ کی طرف منتقل ہوگئی واہب مرگیا تو اس کا وارث اس چیز سے کوئی تعلق نہیں رکھتا اجنبی ہے لہٰذا واپس نہیں لے سکتا۔[7] (بحر، درمختار)

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۷.

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب الخامس فی الرجوع... إلخ، ج٤، ص۳۸۹.

3 ......ہبہ کرنے والا۔ 4 ......جس کو ہبہ کیا گیا۔

5 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹٦.

6 ......المرجع السابق.

7 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۷.

و"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۹۰.

مسئلہ۲۴: اگر قبضہ سے پہلے متعاقدین میں سے کسی کا انتقال ہوگیا تو یہ رجوع کو نہیں منع کرتا بلکہ وہ ہبہ ہی باطل ہوگیا وارث کہتا ہے میرے مورِث نے[1] یہ چیز تمھیں ہبہ کی تھی تم نے قبضہ نہیں کیا یہاں تک کہ اُس کا انتقال ہوگیا موہوب لہ کہتا ہے میں نے اُس کے مرنے سے پہلے ہی چیز پر قبضہ کرلیا تھا اگر وہ چیز وارث کے قبضہ میں ہو تو اُسی کا قول معتبر ہے۔[2] (درمختار، بحر)

(۳) واہب کا عوض لے لینا مانع رجوع ہے:

مسئلہ۲۵: موہوب لہ نے عوض دیا تو واہب کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ہبہ کا عوض ہے موہوب لہ نے کہا اپنے ہبہ کا عوض لو یا اُس کا بدلہ لو یا اُس کے مقابلہ میں یہ چیز لو واہب نے لے لیا رجوع کرنے کا حق ساقط ہوگیا اور اگر عوض ہونا لفظوں سے ظاہر نہیں کیا تو ہر ایک اپنے اپنے ہبہ کو واپس لے سکتا ہے یعنی واہب ہبہ کو اور موہوب لہ عوض کو۔[3] (ہدایہ، بحر)

مسئلہ۲۶: ہبہ کا عوض بھی ہبہ ہے اس میں وہ تمام باتیں لحاظ رکھی جائیں گی جو ہبہ کے لیے ضروری ہیں جن کا ذکر ہو چکا مثلاً اس کا جدا کر دینا، مشاع نہ ہونا، اس پر قبضہ دلا دینا۔[4] (درمختار، بحر) صرف اتنا فرق ہے کہ ہبہ میں حق رجوع ہوتا ہے جب تک موانع نہ پائے جائیں اور اس میں یہ حق نہیں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ۲۷: ہبہ کا عوض اوتنا ہی ہونا ضروری نہیں اُس سے کم اور زیادہ بھی ہوسکتا ہے اُس جنس کا بھی ہوسکتا ہے اور دوسری جنس کا بھی ہوسکتا ہے۔ مثلاً اکثر ایسا ہوتا ہے کہ تھوڑے سے پھل وغیرہ کی ڈالی لگاتے ہیں اور جتنے کی چیزیں ہوتی ہیں اُس سے بہت زیادہ پاتے ہیں۔[6] (بحر)

مسئلہ۲۸: بچہ کو کوئی چیز ہبہ کی گئی اس کے باپ کو یہ اختیار نہیں کہ اس کے مال سے اُس ہبہ کا معاوضہ دے اگر عوض

---

1 ......یعنی مرنے والے نے۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۹۱.
و"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۷.

3 ......"الهداية"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۲، ص۲۲۶.
و"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۷.

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۹۱.
و"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۷.

5 ......"الفتاوی الھندية"، کتاب الھبة، الباب السابع فی حکم العوض فی الھبة، ج۴، ص۳۹۴.

6 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۷.

دیدیا جب بھی واہب ہبہ کو واپس لے سکتا ہے کہ وہ عوض دینا صحیح ہی نہیں ہوا۔[1] (بحر)

مسئلہ ۲۹: نصرانی یا کسی کافر نے مسلمان کو کوئی چیز ہبہ کی مسلمان اس کے عوض میں اُسے سوئر یا شراب دے یہ عوض دینا صحیح نہیں کیونکہ مسلمان اپنی طرف سے کسی کو بھی اِن چیزوں کا مالک نہیں کرسکتا اور جب یہ دینا صحیح نہ ہوا تو واہب اب بھی رجوع کرسکتا ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۳۰: عوض دینے کا یہ مطلب ہے کہ موہوب کے سوا دوسری چیز واہب کو دے اگر موہوب کا ایک حصہ باقی کے عوض میں دیدیا یہ صحیح نہیں واہب رجوع کرسکتا ہے۔ دو چیزیں ہبہ کی ہیں اگر دو عقد کے ذریعہ سے ہبہ ہوئی ہیں تو ایک کو دوسرے کے عوض میں دے سکتا ہے اور اگر ایک ہی عقد میں دونوں چیزیں واہب نے دی تھیں تو ایک کو دوسری کا عوض نہیں کہہ سکتے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۳۱: گیہوں[4] ہبہ کیے تھے موہوب لہ نے انھیں میں سے تھوڑا آٹا پسوا کر باقی کے عوض میں واہب کو دے دیا یہ عوض دینا صحیح ہے یعنی اب واہب بقیہ گیہوں کو واپس نہیں لے سکتا کہ عوض لے چکا ہے۔ یوہیں کپڑا ہبہ کیا تھا اُس میں کا ایک حصہ رنگ کر یا سی کر باقی کے عوض میں دیا یا ستو ہبہ کیا تھا تھوڑا سا اُسی میں سے گھی میں ملا کر واہب کو دیدیا یہ تعویض[5] صحیح ہے۔ ایک شخص نے دو۲ کنیزیں ہبہ کی تھیں موہوب لہ کے پاس ان میں سے ایک کے بچہ پیدا ہوا یہ بچہ عوض میں دیدیا یہ صحیح ہے اور واپس لینا ممتنع ہوگیا۔ جانور کے ہبہ کا بھی یہی حکم ہے۔[6] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۳۲: اجنبی شخص نے موہوب لہ کی طرف سے بطور تبرع و احسان واہب کو عوض دیا یہ بھی صحیح ہے اگر واہب نے قبول کرلیا رجوع ممتنع ہوگیا اجنبی کا عوض دینا موہوب لہ کے حکم سے ہو یا بغیر حکم دونوں کا ایک حکم ہے۔[7] (ہدایہ، بحر)

1 ......"البحرالرائق"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۷، ص۴۹۷.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۸، ص۵۹۳.

3 ......المرجع السابق.

4 ......گندم۔ 5 ......عوض دینا۔

6 ......"البحرالرائق"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۷، ص۴۹۸.
و"الدرالمختار"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۸، ص۵۹۳.

7 ......"الهداية"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۲، ص۲۲۶.
و"البحرالرائق"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۷، ص۴۹۸.

مسئلہ ۳۳: موہوب لہ کی طرف سے دوسرے نے عوض دیدیا یہ موہوب لہ سے رجوع نہیں کرسکتا اگر چہ یہ موہوب لہ کا شریک ہی ہو اگر چہ اس نے اُس کے حکم سے عوض دیا ہو کیونکہ موہوب لہ کے ذمہ عوض دینا واجب نہ تھا لہٰذا اُس کا حکم کرنا ایسا ہی ہے جس طرح تبرع کرنے کا حکم ہوتا کہ اس میں رجوع نہیں کرسکتا ہاں اگر اس نے یہ کہہ دیا ہے کہ تم عوض دے دو میں اس کا ضامن ہوں تو اس صورت میں وہ اجنبی موہوب لہ سے لے سکتا ہے۔[1] (بحر)

مسئلہ ۳۴: ہبہ کا عوض دے دیا اب دیکھتا ہے کہ موہوب[2] میں عیب ہے تو اسے یہ اختیار نہیں کہ موہوب کو واپس دے کر عوض واپس لے۔ یوہیں واہب[3] نے عوض پر قبضہ کرلیا تو اُسے بھی یہ اختیار نہیں کہ عوض واپس دے کر موہوب کو واپس لے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: مریض نے ہبہ کیا موہوب لہ نے ہبہ کا عوض دیا اور مریض نے اُس پر قبضہ کرلیا پھر مرگیا اور اُس مریض کے پاس اس کے سوا کوئی مال نہ تھا جسے ہبہ کردیا تو اگر وہ عوض اُس مال کی دوتہائی قیمت کی قدر ہو یا زیادہ ہو تو ہبہ نافذ ہے اور اگر نصف قیمت کی قدر ہو تو ایک سدس[5] اُس کے ورثہ موہوب لہ سے واپس لے سکتے ہیں۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۶: عوض دینے کے بعد ہبہ میں کسی نے اپنا حق ثابت کیا اور نصف موہوب کو لے لیا تو موہوب لہ واہب سے نصف عوض واپس لے سکتا ہے اور اگر اس کا عکس ہو یعنی نصف عوض میں مستحق نے حق ثابت کر کے لے لیا تو واہب کو یہ حق نہیں کہ نصف ہبہ کو واپس لے لے ہاں اگر اس ماںقی کو یعنی جو کچھ عوض اس کے پاس رہ گیا ہے اس کو واپس کر کے ہبہ کا کل یا جز لینا چاہتا ہے تو لے سکتا ہے۔

فائدہ: اس مقام پر عوض سے مُراد وہ ہے کہ ہبہ میں مشروط نہ ہو اگر ہبہ میں عوض مشروط ہو تو وہ مبادلہ کے حکم میں ہے اُس کے اجزا پر اس کی تقسیم ہوگی یعنی نصف عوض کے استحقاق پر نصف ہبہ کو واپس لے سکتا ہے۔[7] (بحر، درمختار، ہدایہ)

1 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۸.

2 ......ہبہ کی گئی چیز۔ 3 ......ہبہ کرنے والا۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب السابع فی حکم العوض...إلخ، ج٤، ص٣٩٤.

5 ......چھٹا حصہ۔

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب السابع فی حکم العوض...إلخ، ج٤، ص٣٩٥.

7 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۸.

و"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص٥٩٤.

و"الھدایة"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۲، ص۲۲٦.

مسئلہ ۳۷: موہوب لہ نے نصف ہبہ کا عوض دیا ہے یعنی کہہ دیا کہ یہ نصف کے عوض میں ہے تو جس کا عوض نہیں دیا ہے واہب اُسے واپس لے سکتا ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳۸: پورے عوض کو کسی نے اپنا ثابت کیا اگر موہوب شے موجود ہے تو پوری واپس لے سکتا ہے اور ہلاک ہوگئی ہے تو کچھ نہیں اور اگر عوض دینے کے بعد کسی نے پورے ہبہ کو اپنا ثابت کر کے لے لیا تو موہوب لہ عوض کو واپس لے سکتا ہے اگر موجود ہو اور ہلاک ہوگیا ہے تو دو صورتیں ہیں مثلی ہے[2] تو اُس کی مثل لے اور قیمی ہے[3] تو قیمت۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۳۹: ہبہ کا عوض دیا تھا مگر اُس کا کوئی حقدار نکل آیا جس نے اس کو لے لیا اور ادھر موہوب چیز میں زیادت ہوگئی تو واہب واپس نہیں لے سکتا ہے۔[5] (درمختار)

(۴) ہبہ کا ملک موہوب لہ سے خارج ہو جانا مانع رجوع ہے:

اُس کی ملک سے نکل جانے کی بہت صورتیں ہیں بیع کردے، صدقہ کردے، ہبہ کردے، جو کچھ کردے واہب واپس نہیں لے سکتا۔

مسئلہ ۴۰: موہوب لہ نے موہوب شے کو ہبہ کر دیا تھا اور واہب کا رجوع ممتنع ہوگیا تھا مگر موہوب لہ نے جس کو دیا تھا اُس سے واپس لیا تو واہب اول اس سے لے سکتا ہے کہ مانع زائل ہوگیا۔ موہوب لہ ثانی سے[6] واپسی جو ہوئی وہ قاضی کے حکم سے ہوئی ہو یا خود اُس کی رضامندی سے کہ اس کے رجوع کرنے کے معنی ہبہ کو فسخ کرنا ہے لہٰذا مانع زائل ہوگیا۔ اور اگر اُس چیز کا اس کی ملک میں آنا نئے سبب سے ہو مثلاً اس نے موہوب لہ ثانی سے خرید لی یا اُس نے اس پر صدقہ کر دیا اِس صورت میں واہب اوّل اس سے واپس نہیں لے سکتا۔[7] (درمختار، بحر)

مسئلہ ۴۱: موہوب شے موہوب لہ کی ملک سے خارج ہونے کے بعد اگر پھر اُس کی ملک میں آجائے تو یہ دیکھا

---

1 ...... "الدرالمختار"، كتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۸، ص۵۹٤.

2 ...... جس کی مثل بازار میں ملتی ہو۔ 3 ...... جس کی مثل بازار میں نہ ملتی ہو۔

4 ...... "الدرالمختار"، كتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۸، ص۵۹٤.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... دوسرے موہوب لہ سے۔

7 ...... "الدرالمختار"، كتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۸، ص۵۹۵.

و "البحرالرائق"، كتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۷، ص٤۹۹.

جائے گا کہ یہ ملک میں آجانا کس سبب سے ہے اگر فسخ کی وجہ سے ہے تو واہب کو واپس لینے کا حق لوٹ آئے گا مثلاً بیع کردی تھی پھر وہ بیع قاضی نے فسخ کردی اور اگر ملک میں واپس آنا سبب جدید سے ہے تو واہب کو واپسی کا حق واپس نہیں آئے گا۔[1] (بحر)

مسئلہ۴۲: مِلک سے نکلنے کے یہ معنے ہیں کہ پوری طرح اس کی مِلک سے خارج ہوجائے لہٰذا اگر یہ صورت نہ ہو بلکہ کچھ لگاؤ باقی ہو مثلاً موہوب لہ نے ہبہ کا جانور قربانی کردیا یا بکری کے گوشت کو صدقہ کرنے کی منت مانی اور ذبح ہوچکی ہے گوشت طیار ہے واہب واپس لے سکتا ہے۔ تمتع[2] یا قران[3] یا نذر[4] کا جانور ہبہ کیا ہوا ہے واہب واپس لے سکتا ہے اگرچہ ذبح کردیا ہو اور گوشت ہوگیا ہو۔[5] (بحر، درمختار)

مسئلہ۴۳: موہوب لہ نے آدھی چیز بیع کردی ہے آدھی اُس کے پاس باقی ہے جو باقی ہے اس میں رجوع کرسکتا ہے۔[6] (بحر)

(۵) زوجیت مانع رجوع ہے:

مسئلہ۴۴: زوجیت سے مراد وہ ہے جو وقت ہبہ موجود ہو اور بعد میں پائی گئی تو مانع نہیں مثلاً ایک عورت اجنبیہ کو ہبہ کیا تھا ہبہ کے بعد اس سے نکاح کیا واپس لے سکتا ہے اور اگر اپنی عورت کو ہبہ کیا تھا اس کے بعد فرقت ہوگئی تو واپس نہیں لے سکتا غرض یہ کہ واپس لینے اور نہ لینے دونوں میں وقت ہبہ ہی کا لحاظ ہے۔[7] (درمختار)

مسئلہ۴۵: مرد نے عورت کے یہاں چیزیں بھیجی تھیں اور عورت نے مرد کے یہاں جس طرح یہاں بھی رواج ہے کہ طرفین سے چیزیں آتی جاتی رہتی ہیں پھر زِفاف کے بعد[8] دونوں میں فرقت ہوگئی[9] شوہر نے دعویٰ کیا کہ جو کچھ میں نے سامان بھیجا تھا بطور عاریت تھا لہٰذا واپس ملنا چاہیے اور عورت بھی کہتی ہے میری چیزیں مجھے واپس مل جائیں ہر ایک دوسرے سے واپس لے لے کیونکہ عورت کا یہ گمان ہے کہ جو کچھ اس نے دیا تھا ہبہ کے عوض میں دیا تھا اور ہبہ ثابت نہیں

---

1. ……"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۹.
2. ……حج تمتع۔
3. ……حج قران۔
4. ……منت۔
5. ……"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۹.
و"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۹۵.
6. ……"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۴۹۹.
7. ……"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۹۶.
8. ……رخصتی کے بعد۔
9. ……جدائی ہوگئی۔

لہٰذا عوض بھی واپس۔[1] (بحر)

(۶) قرابت مانع رجوع ہے:

قرابت سے مراد اس مقام پر ذی رحم مَحرم ہے یعنی یہ دونوں باتیں ہوں اور حرمت بھی نسب کی وجہ سے ہو تو واپس نہیں لے سکتا اگرچہ وہ ذی رحم مَحرم ذمی یا مستامن ہو کہ اس سے بھی واپس نہیں لے سکتا۔ مثلاً باپ، دادا، ماں، دادی اصول[2] اور بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسہ، نواسی فروع[3] اور بھائی، بہن اور چچا، پھوپی کہ یہ سب ذی رحم محرم ہیں۔ اگر موہوب لہ محرم ہے یعنی نکاح حرام ہے مگر ذی رحم نہ ہو جیسے رضاعی بھائی[4] یا مصاہَرت[5] کی وجہ سے حرمت ہو جیسے ساس اور بی بی کی دوسرے خاوند سے اولادیں اور داماد اور بیٹے کی بی بی یا موہوب لہ ذی رحم ہے مگر محرم نہیں جیسے چچازاد بھائی اگرچہ یہ رضاعی بھائی ہو کہ یہاں نسب کی وجہ سے حرمت نہیں ان سب کو چیز ہبہ کر کے واپس لے سکتا ہے۔[6] (بحر، عالمگیری)

مسئلہ ۴۶: ایک شے غیر منقسم[7] اپنے بھائی اور اجنبی دونوں کو ہبہ کی اور دونوں نے قبضہ کر لیا اجنبی کا حصہ واپس لے سکتا ہے کہ اس میں رجوع سے مانع نہیں ہے اور بھائی کا حصہ واپس نہیں لے سکتا کہ یہاں مانع پایا جاتا ہے۔[8] (درر)

(۷) عین موہوب کا ہلاک ہو جانا مانع رجوع ہے: کہ جب وہ چیز ہی نہیں ہے رجوع کیا کرے گا۔

مسئلہ ۴۷: موہوب لہ کہتا ہے کہ چیز ہلاک ہوگئی اور واہب کہتا ہے کہ نہیں ہلاک ہوئی موہوب لہ کی بات بغیر حلف مان لی جائے گی کہ وہی منکر ہے کیونکہ وجوب رد کا وہ منکر ہے اور اگر واہب کہتا ہے کہ جو چیز میں نے ہبہ کی تھی وہ یہ ہے اور موہوب لہ منکر ہے تو موہوب لہ کی بات حلف کے ساتھ معتبر ہوگی اور اگر موہوب لہ کہتا ہے میں واہب کا بھائی ہوں اور واہب منکر ہے تو واہب کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے۔[9] (بحر)

---

1. ......"البحر الرائق"، كتاب الهبة، باب الرجوع فى الهبة، ج۷، ص۴۹۹، ۵۰۰.
2. ......باپ، دادا، پڑدادا، پڑدادی وغیرہ اس طرح کے رشتے اصول کہلاتے ہیں۔
3. ......بیٹا، پوتی، پڑپوتا وغیرہ اس طرح کے رشتے فروع کہلاتے ہیں۔
4. ......دودھ شریک بھائی۔
5. ......سسرالی رشتہ۔
6. ......"البحر الرائق"، كتاب الهبة، باب الرجوع فى الهبة، ج۷، ص۵۰۰.
   و"الفتاوى الهندية"، كتاب الهبة، الباب الخامس فى الرجوع...إلخ، ج٤، ص۳۸٦، ۳۸۷.
7. ......تقسیم کیے بغیر۔
8. ......"درر الحكام" شرح "غرر الأحكام"، كتاب الهبة، باب الرجوع فيها، الجزء الثانى، ص۲۲۳.
9. ......"البحر الرائق"، كتاب الهبة، باب الرجوع فى الهبة، ج۷، ص۵۰۰.

مسئلہ ۴۸: موہوب چیز میں تغیر پیدا ہوگیا یعنی اب دوسری چیز ہوگئی یہ بھی مانع رجوع ہے مثلاً گیہوں کا آٹا پسوالیا یا آٹا تھا اس کی روٹی پکالی دودھ تھا اُسکو پنیر بنالیا یا گھی کرلیا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۹: کڑیاں[2] ہبہ کی تھیں اُس نے چیر پھاڑ کر ایندھن بنالیا یا کچی اینٹیں ہبہ کی تھیں توڑ کر مٹی بنالی رجوع کرسکتا ہے اور اس مٹی کی پھر اینٹیں بنالیں تو رجوع نہیں کرسکتا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۰: روپیہ ہبہ کیا تھا پھر موہوب لہ سے وہی روپیہ قرض لے لیا اب اس کو کسی طرح رجوع نہیں کرسکتا اور اگر موہوب لہ نے اُس روپیہ کو صدقہ کردیا مگر ابھی فقیر نے قبضہ نہیں کیا ہے تو واہب[4] واپس لے سکتا ہے۔[5] (عالمگیری)

(رجوع کے مسائل)

مسئلہ ۵۱: ہبہ میں رجوع کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ دونوں کی رضامندی سے چیز واپس ہو یا حاکم نے واپسی کا حکم دیدیا ہو لہٰذا قاضی کے حکم کرنے کے بعد اگر واہب نے چیز کو طلب کیا اور موہوب لہ نے انکار کردیا اور اُس کے بعد وہ شے ضائع ہوگئی تو موہوب لہ کو تاوان دینا ہوگا کہ اب اُسے روکنے کا حق نہ تھا اور اگر قاضی کے حکم سے قبل یہ بات ہوئی تو اُس پر تاوان واجب نہیں کہ اوسے روکنے کا حق تھا۔ یوہیں اگر موہوب لہ نے بعد حکم قاضی اُسے روکا نہیں بلکہ ابھی تک واہب نے مانگا نہیں اور موہوب لہ کے پاس ہلاک ہوگئی تو تاوان واجب نہیں۔[6] (درمختار، بحر)

مسئلہ ۵۲: قضائے قاضی یا طرفین کی[7] رضامندی سے جب اُس نے رجوع کرلیا تو عقد ہبہ بالکل فسخ ہوگیا اور واہب کی پہلی مِلک عود کر آئی[8] یہ نہیں کہا جائے گا کہ جدید مِلک حاصل ہوئی لہٰذا مالک ہونے کے لیے واہب کے قبضہ کی ضرورت نہیں اور مشاع میں بھی رجوع صحیح ہے مثلاً موہوب لہ نے نصف کو بیع کردیا ہے نصف باقی ہے اس نصف کو واہب نے

---

1. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب الخامس فی الرجوع...إلخ، ج٤، ص٣٨٦.
2. ......کڑی کی جمع، شہتیر۔
3. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب الخامس فی الرجوع...إلخ، ج٤، ص٣٨٦.
4. ......ہبہ کرنے والا۔
5. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب الخامس فی الرجوع...إلخ، ج٤، ص٣٩٠.
6. ......"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج٨، ص٥٩٧.
   و"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج٧، ص٥٠١.
7. ......دونوں کی یعنی واہب اور موہوب لہ کی۔
8. ......یعنی واہب پھر اسی طرح مالک ہوگیا جیسے پہلے مالک تھا۔

واپس لیا اگر چہ یہ شائع ہے مگر رجوع صحیح ہے۔[1] (بحر)

مسئلہ ۵۳: موہوب لہ جب تندرست تھا اُس وقت اُسے کسی نے کوئی چیز ہبہ کی اور جب وہ بیمار ہوا واہب نے چیز واپس کرلی اگر یہ واپسی حکم قاضی سے ہے تو صحیح ہے ورثہ یا قرض خواہ کو موہوب لہ کے مرنے کے بعد اُس چیز کے مطالبہ کا حق نہیں اور اگر بغیر حکم قاضی محض واہب کے مانگنے پر موہوب لہ نے چیز دیدی تو اس واپسی کو ہبۂ جدید قرار دیا جائے گا کہ ایک ثلث[2] میں واپسی صحیح ہوگی وہ بھی جب کہ اُس پر دَین مستغرق نہ ہو[3] اور اگر اُس پر دَین مستغرق ہو تو واہب سے چیز واپس لے کر قرض والوں کو دی جائے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۴: ایک چیز خرید کر ہبہ کردی پھر موہوب لہ سے واپس لے لی اب اس میں عیب کا پتہ چلا تو بائع کو مطلقاً واپس دے سکتا ہے خواہ قاضی کے حکم سے واپس لیا ہو یا موہوب لہ کی رضا مندی سے بخلاف بیع یعنی اگر مشتری[5] نے چیز بیع کردی اور مشتری دوم نے بوجہ عیب واپس کردی اور اُس نے رضا مندی سے واپس لے لی تو اپنے بائع پر واپس نہیں کرسکتا کہ یہ حق ثالث میں[6] فسخ نہیں۔[7] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۵۵: رجوع کرنے سے ہبہ بالکل اصل ہی سے فسخ ہوجاتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اس ہبہ کا زمانۂ مستقبل میں کچھ اثر نہ رہے گا یہ مطلب نہیں کہ زمانۂ گزشتہ میں بھی اس کا کوئی اثر نہیں رہا ایسا ہوتا تو شے موہوب[8] سے جو زیادت[9] بعد ہبہ کے پیدا ہوگئی ہے وہ بھی ملک واہب[10] کی طرف منتقل ہوجاتی حالانکہ ایسا نہیں مثلاً بکری ہبہ کی تھی اور اُس کے بچہ پیدا ہوا اسکے بعد واہب نے بکری واپس کرلی مگر یہ بچہ موہوب لہ ہی کا ہے[11] واہب کا نہیں ہے یا مثلاً مبیع[12] میں عیب ظاہر ہوا اور قاضی کے حکم سے مشتری نے بائع کو[13] واپس کردی یہ اصل سے فسخ ہے اور زمانۂ گزشتہ میں اس کا اعتبار کیا جائے تو لازم آئے

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص ۵۰۱.

2 ......ایک تہائی۔

3 ......اتنا قرض نہ ہو جو اس کے چھوڑے ہوئے مال کے برابر یا اس سے زیادہ ہو۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة، الباب العاشر فی ھبة المریض، ج٤، ص ٤٠١.

5 ......خریدار۔

6 ......تیسرے کے حق میں۔

7 ......"البحرالرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص ۵۰۱.

و"الدرالمختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص ۵۹۷.

8 ......ہبہ کی گئی چیز۔

9 ......اضافہ، بڑھوتری۔

10 ......ہبہ کرنے والے کی ملکیت۔

11 ......جس کے لئے ہبہ کیا گیا اسی کا ہے۔

12 ......بیچی گئی چیز۔

13 ......بیچنے والے کو۔

کہ مشتری نے مبیع سے جو نفع حاصل کیا ہے حرام ہو حالانکہ ایسا نہیں۔[1] (بحر)

مسئلہ ۵۶: ہبہ کرنے کے بعد واہب نے اُس چیز کو ہلاک کر دیا تاوان دے گا اور اگر غلام تھا اُسے واہب نے آزاد کر دیا آزاد نہ ہوگا کیونکہ جب تک واپس نہ کرے گا اس کی ملک نہیں ہے۔[2] (بحر)

مسئلہ ۵۷: جو چیز ہبہ کی تھی وہ ہلاک ہوگئی اُس کے بعد مستحق[3] نے دعویٰ کیا کہ چیز میری تھی اور موہوب لہ سے اُس کا تاوان وصول کرلیا موہوب لہ واہب سے اُس تاوان میں سے کچھ وصول نہیں کرسکتا۔ یہی حکم عاریت کا ہے کہ مستعیر کے پاس ہلاک ہوجائے اور مستحق اس سے ضمان[4] وصول کرے تو یہ معیر سے کچھ نہیں لے سکتا اور اگر عقد معاوضہ کے ذریعہ سے[5] چیز اس کے پاس آتی اور ہلاک ہوجاتی اور مستحق ضمان لیتا تو یہ دینے والے سے وصول کرسکتا۔ مثلاً مشتری کے پاس مبیع ہلاک ہوگئی اور مستحق نے اس سے ضمان لیا یہ بائع سے وصول کرسکتا ہے۔ اسی طرح اگر اس کے پاس چیز کا ہونا دینے والے کے نفع کی خاطر ہو تو یہ دینے والے سے ضمان وصول کرسکتا ہے مثلاً مودَع[6] یا مستاجر[7] کے پاس چیز تھی اور ہلاک ہوگئی اور مستحق نے تاوان لیا تو یہ مالک سے وصول کرسکتے ہیں۔[8] (بحر)

مسئلہ ۵۸: جن سات مواضع میں رجوع نہیں ہوسکتا جن کا بیان ابھی گزرا اگر واہب و موہوب لہ رجوع پر اتفاق کرلیں تو یہ اُن کا اتفاق جائز ہے۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۵۹: ہبہ بشرط العوض کہ میں یہ چیز تم کو ہبہ کرتا ہوں اس شرط پر کہ فلاں چیز تم مجھ کو دو یہ ابتدا کے لحاظ سے ہبہ ہے لہٰذا دونوں عوض پر قبضہ ضروری ہے اگر دونوں نے یا ایک نے قبضہ نہیں کیا تو ہر ایک رجوع کرسکتا ہے اور دونوں میں سے کسی میں شیوع[10] ہو تو باطل ہوگا مگر انتہا کے لحاظ سے یہ بیع ہے لہٰذا اس میں بیع کے احکام بھی ثابت ہونگے کہ اگر اس میں عیب ہے تو واپس کرسکتا ہے خیار رویت بھی حاصل ہوگا اس میں شفعہ بھی جاری ہوگا۔[11] (درمختار)

---

1 ......"البحر الرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۵۰۱.

2 ......المرجع السابق.

3 ......حق دار۔ 4 ......تاوان۔ 5 ......یعنی تبادلہ کے طور پر۔

6 ......جس کے پاس ودیعت (امانت) رکھی جائے۔ 7 ......کرایہ دار۔

8 ......"البحر الرائق"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۷، ص۵۰۱.

9 ......"الدر المختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۹۷، ۵۹۸.

10 ......ایسی شرکت جس میں شریکوں کے حصے ممتاز نہ ہوں۔

11 ......"الدر المختار"، کتاب الھبة، باب الرجوع فی الھبة، ج۸، ص۵۹۸.

مسئلہ ۶۰: اگر ہبہ کے یہ الفاظ ہوں کہ میں نے یہ چیز فلاں چیز کے مقابل میں تم کو ہبہ کی یعنی عوض کا لفظ نہیں کہا تو یہ ابتدا و انتہا دونوں کے لحاظ سے بیع ہی ہے ہبہ نہیں ہے اور اگر عوض کو معین نہ کیا ہو بلکہ مجہول رکھا مثلاً یہ چیز تم کو ہبہ کرتا ہوں بشرطیکہ تم اس کے بدلے میں مجھے کوئی چیز دو تو یہ ابتدا و انتہا دونوں کے لحاظ سے ہبہ ہی ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۶۱: موہوب لہ نے موہوب پر قبضہ کرلیا اس کے بعد واہب نے بلا اجازتِ موہوب لہ اُس چیز کو لیکر ہلاک کرڈالا تو بقدرِ قیمت[2] تاوان دے اور اگر بکری ہبہ کی تھی واہب نے بغیر اجازتِ موہوب لہ اُسے ذبح کرڈالا تو ذبح کی ہوئی بکری موہوب لہ لے لے گا اور تاوان نہیں اور کپڑا ہبہ کیا تھا واہب نے اُسے قطع کرڈالا[3] تو یہ کپڑا دینا ہوگا اور قطع کرنے سے جو کمی ہوئی وہ دے۔[4] (عالمگیری)

مسائل متفرقہ

مسئلہ ۱: کنیز کو ہبہ کیا اور اوس کے حمل کا استثنا کیا یا یہ شرط کی کہ تم اسے واپس کردینا یا آزاد کردینا یا مدبر کردینا یا ام ولد بنانا یا مکان ہبہ کیا اور یہ شرط کی کہ اس میں سے کچھ جز و معین مثلاً یہ کمرہ یا غیر معین مثلاً اس کی تہائی چوتھائی واپس کردینا یا ہبہ میں یہ شرط کی کہ اس کے عوض میں کوئی شے (غیر معین) مجھے دینا ان سب صورتوں میں ہبہ صحیح ہے اور استثنا یا شرط باطل۔[5] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲: کنیز کے شکم میں جو بچہ ہے اُسے آزاد کر کے کنیز کو ہبہ کیا ہبہ صحیح ہے اور اگر حمل کو مدبر کر کے جاریہ کو ہبہ کیا صحیح نہیں۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۳: بچوں کے معلّمین کو عیدی دی جاتی ہے اگر معلّم نے سوال و اِلحاح[7] نہ کیا ہو تو جائز ہے۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۸، ص۵۹۹.

2 ......یعنی قیمت کے برابر۔ 3 ......یعنی کاٹ دیا۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الهبة، الباب الحادی عشر فی المتفرقات، ج٤، ص٤٠٢.

5 ......"الهداية"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج٢، ص٢٢٧.

و"الدرالمختار"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۸، ص۵۹۹.

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، ج۸، ص٦٠٠.

7 ......اصرار۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الهبة، الباب الحادی عشر فی المتفرقات، ج٤، ص٤٠٤.

مسئلہ۴: عمریٰ جائز ہے۔عمریٰ کے معنی یہ ہیں کہ مثلاً مکان عمر بھر کے لیے کسی کو دیدیا کہ جب وہ مرجائے تو واپس لے لے گا یہ واپسی کی شرط باطل ہے اب وہ مکان اُسی کا ہوگیا جس کو دیا جب تک وہ زندہ ہے اُس کا ہے اور مرجائے گا تو اُسی کے ورثہ لیں گے جس کو دیا گیا ہے نہ دینے والا لے سکتا ہے نہ اس کے ورثہ۔ رقبٰی جائز نہیں اس کی صورت یہ ہے کہ مثلاً کسی کو اس شرط پر دیا کہ اگر میں تجھ سے پہلے مرگیا تو مکان تیرا ہے مرنے کے بعد مالک کے ورثہ کا ہوگا، جس کو دیا ہے اُس کا نہیں ہوگا۔[1] (ہدایہ وغیرہا)

مسئلہ۵: دَین[2] کی معافی کو شرط محض پر معلق کرنا مثلاً مدیون[3] سے کہا جب کل آئے گا تو دَین سے بری ہے یا وہ دَین تیرے لیے ہے یا اگر تو نے نصف دَین ادا کردیا تو باقی نصف تیرا ہے یا وہ معاف ہے یا اگر تو مرجائے تیرا دَین معاف ہے یا اگر تو اس مرض سے مرجائے تو دَین معاف ہے یا میں اس مرض سے مرجاؤں تو دَین مہر سے تو معافی میں ہے، یہ سب صورتیں باطل ہیں دَین معاف نہیں ہوگا اور اگر وہ شرط ایسی ہے کہ ہو چکی ہے تو ابرا صحیح ہے مثلاً اگر تیرے ذمہ میرا دَین ہے تو میں نے معاف کیا معاف ہوگیا۔ یوہیں اگر یہ کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو دَین سے تو بری ہے یہ جائز ہے اور وصیت ہے۔[4] (بحر)

مسئلہ۶: مدیون کو دین ہبہ کردینا ایک وجہ سے تملیک[5] ہے اور ایک وجہ سے اسقاط[6] لہٰذا رد کرنے سے رد ہوجائے گا اور چونکہ اسقاط بھی ہے لہٰذا قبول پر موقوف نہ ہوگا۔ کفیل[7] کو دین ہبہ کردینا یہ بالکل تملیک ہے یہاں تک کہ وہ مکفول عنہ[8] سے دَین وصول کرسکتا ہے اور بغیر قبول کے تمام نہیں ہوگا اور کفیل سے دین معاف کردینا بالکل اسقاط ہے کہ رد کرنے سے رد نہیں ہوگا۔[9] (بحر)

مسئلہ۷: ابرا یعنی معاف کرنے میں قبول کی ضرورت نہیں ہوتی مگر بدلِ صرف[10] و بدلِ سلم[11] سے بری کردیا یا

---

1 ...... "الهداية"، كتاب الهبة، باب الرجوع فى الهبة، ج۲، ص۲۲۸، وغيرها.

2 ...... قرض۔ 3 ...... مقروض۔

4 ...... "البحر الرائق"، كتاب الهبة، باب الرجوع فى الهبة، ج۷، ص۵۰۳، ۵۰۴.

5 ...... مالک بنانا، ملکیت میں دینا۔ 6 ...... اپنا مطالبہ چھوڑ دینا۔

7 ...... ضامن۔ 8 ...... جس پر مطالبہ ہے۔

9 ...... "البحر الرائق"، كتاب الهبة، باب الرجوع فى الهبة، ج۷، ص۵۰۳، ۵۰۴.

10 ...... بیع صرف کا عوض۔ 11 ...... بیع سلم کا عوض۔

ہبہ کر دیا اس میں قبول کی ضرورت ہے۔[1] (بحر)

مسئلہ ۸: ایک شخص پر دَین تھا وہ بغیر ادا کیے مرگیا دائن [2] نے وارث کو وہ دَین ہبہ کر دیا یہ ہبہ صحیح ہے یہ دین پورے ترکہ کو مستغرق ہو [3] یا نہ ہو دونوں کا ایک حکم ہے، اور اگر وارث نے ہبہ کو رد کر دیا تو رد ہوگیا اور بعض ورثہ کو ہبہ کیا جب بھی کُل ورثہ کے لیے ہبہ ہے۔ یوہیں وارث سے ابرا کیا یعنی معاف کر دیا یہ بھی صحیح ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: دائن کے ایک وارث نے مدیون کو تقسیم سے قبل اپنے حصہ کا دین ہبہ کر دیا یہ صحیح ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: دائن نے مدیون کو دین ہبہ کر دیا اور اُس وقت نہ اُس نے قبول کیا نہ رد کیا دو تین دن کے بعد آ کر اُسے رد کرتا ہے صحیح یہ ہے کہ اب رد نہیں کرسکتا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: کسی سے یہ کہا کہ جو کچھ میری چیز کھالو تمھارے لیے معافی ہے یہ کھا سکتا ہے جبکہ قرینہ سے یہ نہ معلوم ہوتا ہو کہ اس نے نفاق سے کہا ہے یعنی محض ظاہری طور پر کہہ دیا ہے دل سے نہیں چاہتا۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: دائن کو خبر ملی کہ مدیون مرگیا اس نے کہا میں نے اپنا دَین معاف کر دیا ہبہ کر دیا بعد میں پھر پتا چلا کہ وہ زندہ ہے اُس سے دین کا مطالبہ نہیں کرسکتا کہ معافی بلا شرط تھی۔[8] (خانیہ)

مسئلہ ۱۳: کسی سے یہ کہا کہ جو کچھ تمھارے حقوق میرے ذمہ ہیں معاف کر دو اُس نے معاف کر دیا صاحب حق کو اپنے جتنے حقوق کا علم ہے وہ تو معاف ہو ہی گئے اور جن کا علم نہیں قضاءً [9] وہ بھی معاف ہوگئے اور فتویٰ اس پر ہے کہ دیانۃً بھی معاف ہوگئے۔[10] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: کسی سے یہ کہا کہ جو کچھ میرے مال میں سے کھالو یا لے لو یا دے دو تمھارے لیے حلال ہے اُس کو کھانا

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب الهبة،باب الرجوع فی الهبة،ج٧،ص٥٠٤ .

2 ......قرض خواہ۔ 3 ......یعنی گھیرے ہوئے ہو۔

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الهبة،الباب الرابع فی هبة الدین...إلخ،ج٤،ص٣٨٤ .

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

7 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الهبة،الباب الثالث فیمایتعلق بالتحلیل،ج٤،ص٣٨١ .

8 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الهبة،فصل فی الرجوع فی الهبة،ج٢،ص٢٨٨ .

9 ......شرعی فیصلے کی رو سے۔

10 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الهبة،الباب الثالث فیمایتعلق بالتحلیل،ج٤،ص٣٨١ .

حلال ہے مگر لینا یا کسی کو دینا حلال نہیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: یہ کہا میں نے تمھیں اس وقت معاف کردیا یا دنیا میں معاف کردیا تو ہر وقت کے لیے معافی ہوگئی اور دُنیا و آخرت دونوں میں معافی ہوگئی کہیں بھی اس کا مطالبہ نہیں کرسکتا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: کسی کی چیز غصب کرلی ہے مالک سے معاف کرالی تو ضمان سے بَری ہوگیا مگر چیز اب بھی مالک ہی کی ہے غاصب کو اس میں تصرف کرنا جائز نہیں یعنی جو چیز ذمہ میں واجب ہے اُس کی معافی ہوتی ہے عین کی معافی نہیں ہوتی۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۷: مدیون[4] سے دَین[5] وصول ہونے کی اُمید نہ ہو تو اُس پر دعویٰ کرنے سے یہ بہتر ہے کہ معاف کردے کہ وہ عذاب سے بچ جائے گا اور اس کو ثواب ملے گا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۸: جانور بیمار تھا اُس نے چھوڑ دیا کسی نے اُسے پکڑا اور علاج کیا وہ اچھا ہوگیا اگر مالک نے چھوڑتے وقت یہ کہہ دیا ہے کہ فلاں قوم میں سے جو اسے لے لے اُسی کا ہے تو اگر وہ پکڑنے والا اسی قوم سے ہے تو اُس کا ہوگیا اور اگر کچھ نہ کہا یا یہ کہا کہ جو لے لے اُس کا ہے اور قوم یا جماعت کو معین نہیں کیا ہے تو وہ جانور مالک ہی کا ہے اُس شخص سے لے سکتا ہے پرند چھوڑ دیا اس کا بھی یہی حکم ہے اور جنگلی پرند کو پکڑنے کے بعد چھوڑنا نہ چاہیے جب تک یہ نہ کہے کہ جو پکڑ لے اُس کا ہے۔[7] (عالمگیری) کیونکہ پکڑنے سے اُس کی ملک ہوگیا اور جب چھوڑ دیا تو شکار کرنے والوں کو کسی کی ملک ہونا معلوم نہ ہوگا لہٰذا اجازت کی ضرورت ہے تاکہ شکار کرنے والوں کو اُس کا لینا ناجائز نہ ہو مگر ظاہر یہ ہے کہ اِس میں قوم یا جماعت کی تخصیص کی جائے۔

مسئلہ ۱۹: دَین کا اُسے مالک کردینا جس پر دَین نہیں ہے یعنی مدیون کے سوا کسی دوسرے کو مالک کردینا باطل ہے مگر تین صورتوں میں اول حوالہ کہ اپنے دائن کو اپنے مدیون پر حوالہ کردے دوسری وصیت کہ کسی کو وصیت کردی کہ فلاں کے ذمہ جو میرا دَین ہے میرے مرنے کے بعد وہ دَین فلاں کے لیے ہے تیسری صورت یہ ہے کہ جس کو مالک بنائے اُسے قبضہ پر مسلّط

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الهبة،الباب الثالث فيمايتعلق بالتحليل، ج٤، ص٣٨٢.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......مقروض۔ 5 ......قرض۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب،الباب الرابع عشر فی المتفرقات، ج٥، ص١٥٧.

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الهبة،الباب الثالث فيمايتعلق بالتحليل، ج٤، ص٣٨٢.

کردے[1]۔ یوہیں عورت کا شوہر کے ذمہ جودَین تھا اُسے اپنے بیٹے کو جواُسی شوہر سے ہے ہبہ کردیا یہ بھی صحیح ہے جبکہ اسے قبضہ پر مسلط کردیا ہو۔[2] (درمختار)

مسئلہ۲۰: دائن نے یہ اقرار کیا کہ یہ دَین فلاں کا ہے میرا نہیں ہے میرا نام فرضی طور پر کاغذ میں لکھ دیا گیا ہے اس کا اقرار صحیح ہے لہٰذا مقرلہ[3] اُس دین پر قبضہ کرسکتا ہے۔ یوہیں اگر یوں کہا کہ فلاں پر جو میرا دین ہے وہ فلاں کا ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ۲۱: دوشخصوں نے اِس بات پر صلح کی کہ رجسٹر میں ایک کا نام لکھا جائے تو جس کا نام لکھا گیا ہے عطا اُسی کے لیے ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ۲۲: واہب وموہوب لہ میں اختلاف ہوا واہب کہتا ہے ہبہ تھا دوسرا کہتا ہے صدقہ تھا واہب کا قول معتبر ہے۔[6] (خانیہ)

مسئلہ۲۳: مرد نے عورت سے کچھ مانگا اس لیے کہ خرچ کی تنگی ہے اگر کچھ دیدے گی وسعت ہوجائے گی عورت نے شوہر کو دیا مگر قرض خواہوں کو پتہ چل گیا کہ اس کے پاس مال ہے اُنھوں نے لے لیا اگر عورت نے ہبہ کیا تھا یا قرض دیا تھا تو لینے والے سے واپس نہیں لے سکتی کیونکہ ان دونوں صورتوں میں شوہر کی ملک ہوگیا اور قرض خواہ اُسے لے سکتے ہیں اور اگر عورت نے شوہر کو اس طرح دیا تھا کہ ملک عورت ہی کی رہے گی اور شوہر اس میں تصرف کرے گا تو مال عورت کا ہے قرض خواہ سے واپس لے سکتی ہے۔[7] (درمختار)

مسئلہ۲۴: کسی کے پاس برتن میں کھانا بھیجا یہ شخص اُس برتن میں کھا سکتا ہے یا نہیں اگر وہ کھانا ایسا ہے کہ دوسرے برتن میں لوٹنے سے لذت جاتی رہے گی جیسے ثرید[8] تو اُس برتن میں کھا سکتا ہے، اسی طرح ہمارے یہاں شِیر برنج[9] ہے کہ

---

1 ......یعنی اسے قبضے کا مکمل اختیار دیدے۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، فصل فی مسائل متفرقة، ج۸، ص۶۰۳.

3 ......جس کے لئے اقرار کیا۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، فصل فی مسائل متفرقة، ج۸، ص۶۰٤.

5 ......المرجع السابق، ص۶۰۵.

6 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الهبة، فصل فی الرجوع فی الهبة، ج۲، ص۲۸۸.

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، فصل فی مسائل متفرقة، ج۸، ص۶۰۶.

8 ......ایک قسم کا کھانا جو شوربے وغیرہ میں روٹی کا مالیدہ بھگو کر تیار کیا جاتا ہے۔

9 ......چاولوں کی کھیر۔

دوسرے برتن میں لوٹنے سے اس کا ذائقہ خراب ہو جاتا ہے اوراگر دوسرے برتن میں کرنے سے کھانا بدمزہ نہ ہوتو اگر دونوں میں انبساط (میل) ہو تو اُس میں کھا سکتا ہے، ورنہ نہیں۔[1] (درمختار) اوراگر عرف یہ ہو کہ وہ ظرف بھی واپس نہ لیا جاتا ہو تو ظرف بھی ہدیہ ہے مثلاً میوے یا مٹھائیاں ٹوکریوں میں بھیجتے ہیں یہ ٹوکریاں واپس نہیں لی جاتیں یہ بھی ہدیہ ہیں اور جن ظروف کے واپس دینے کا رواج ہو اگر اُن کو واپس نہیں کیا ہے تو اس کے پاس امانت کے طور پر ہیں یعنی اُن کو اپنے استعمال میں لانا جائز نہیں صرف اتنا کرسکتا ہے کہ ہدیہ کی چیز اُس میں کھا سکتا ہے جبکہ دونوں کے مابین انبساط ہو یا اُس ہدیہ کو دوسرے برتن میں لوٹنے سے چیز بدمزہ ہو جاتی ہو۔[2] (عالمگیری) آج کل دیکھا جاتا ہے کہ بہت لوگ دوسرے کے برتنوں کو جن میں کوئی چیز آئی اوراُس وقت برتن کسی وجہ سے واپس نہ گئے اپنے گھر کے کام میں لاتے ہیں اُن کو اس سے احتراز چاہیے۔

مسئلہ ۲۵: ہمارے ملک میں یہ بھی رواج ہے کہ مٹی کے پیالے میں کھیر بھیجا کرتے ہیں اور میلاد شریف اور فاتحہ یاکسی تقریب میں مٹھائی کے حصے مٹی کی طشتریوں[3] میں بھیجتے ہیں اِس میں تمام ملک کا یہی رواج ہے کہ وہ پیالے اور طشتریاں بھی دینا مقصود ہوتا ہے واپس نہیں لیتے لہٰذا موہوب لہ مالک ہے بلکہ بعض لوگ چینی یا تانبے کی طشتریوں میں حصے بانٹتے ہیں یعنی حصہ مع برتن کے دیدیتے ہیں مگر اس کا رواج نہیں ہے جب تک موہوب لہ سے کہا نہ جائے اس برتن کو نہیں لے سکتا ہے۔

مسئلہ ۲۶: بہت سے لوگوں کی دعوت کی اور ان کو متعدد دسترخوانوں پر بٹھایا ایک دسترخوان والے کسی چیز کو دوسرے دسترخوان والوں کو نہیں دے سکتے مثلاً بعض مرتبہ ایک پر روٹی ختم ہوگئی اور دوسرے پر موجود ہے یہ لوگ اس پر سے روٹی اُٹھا کر اُن کو نہیں دے سکتے ان لوگوں کو یہ بھی اختیار نہیں ہے کہ سائل وفقیر کو اس میں سے ٹکڑا دیدیں مثلاً بعض ناواقف ایسا کرتے ہیں کہ دوسرے کے مکان پر کھانا کھا رہے ہیں اور فقیر نے سوال کیا اُس کھانے میں سے سائل کو دے دیتے ہیں یہ ناجائز ہے کتے اور بلی کو بھی نہیں دے سکتے ہاں اگر بلی خود صاحبِ خانہ کی ہے تو اُسے دے سکتے ہیں اور کتا اگرچہ صاحب خانہ ہی کا ہو نہیں دے سکتے۔[4] (درمختار) بلی کتے کا فرق وہاں کے عرف کے لحاظ سے ہے ہمارے یہاں نہ کتے کے دینے کا رواج ہے نہ بلی کے، ہاں دسترخوان پر جو ہڈیاں جمع ہو جاتی ہیں یا روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے یا گرے ہوئے چاول ان کی نسبت دیکھا ہے کہ کتے کو ڈال دیتے ہیں۔

مسئلہ ۲۷: بائع نے چیز بیع کردی اوراُس کا ثمن بھی وصول کرلیا اس کے بعد بائع نے مشتری سے ثمن معاف کردیا یہ

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الھبة،باب الرجوع فی الھبة،فصل فی مسائل متفرقة،ج٨،ص٦٠٦.

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الھبة،الباب الثالث فیمایتعلق بالتحلیل،ج٤،ص٣٨٣.

3 ......رکابیوں، پلیٹوں۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الھبة،باب الرجوع فی الھبة،فصل فی مسائل متفرقة،ج٨،ص٦٠٧.

معافی صحیح ہے اور مشتری نے جو کچھ ثمن دیا ہے بائع سے واپس لے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۲۸: ایک شخص نے دوسرے کے پاس خط لکھا اور اُس میں یہ بھی لکھا کہ اس کا جواب پشت پر لکھ دو اُس کا واپس کرنا لازم ہوگا اور اگر یہ نہیں لکھا تو وہ خط مکتوب الیہ کا ہے جو چاہے کرے۔[2] (جوہرہ) بلکہ اس زمانہ میں یہ عرف ہے کہ خط دوورقہ کاغذ پر لکھتے ہیں ایک ورق پر لکھنا عیب جانتے ہیں اور اکثر ایسا ہوتا ہے کہ خط میں چند سطریں ہوتی ہیں باقی کاغذ سادہ رہتا ہے یہ کاغذ مکتوب الیہ کا ہے وہ جو چاہے کرے۔

مسئلہ ۲۹: ایک شخص کا انتقال ہوگیا اُس کے بیٹے کے پاس کسی نے کفن بھیجا، اس کفن کا مالک بیٹا ہوسکتا ہے یا نہیں یعنی بیٹے کو یہ اختیار ہے یا نہیں کہ اس کپڑے کو خود رکھ لے اور دوسرے کا کفن دیدے اگر میت اُن لوگوں میں سے ہے کہ اُس کو کفن دینا اپنے لیے باعث برکت جانتے ہیں مثلاً وہ عالم فقیہ ہے یا پیر ہے تو بیٹے کو وہ کفن رکھ لینا اور دوسرا کفن دینا جائز نہیں ورنہ جائز ہے اور پہلی صورت میں کہ اس کو دوسرے کپڑے میں کفن دینا جائز نہ تھا اس نے وہ کپڑا رکھ لیا اور دوسرا کفن دیا تو اس کپڑے کو واپس کرنا واجب ہوگا۔[3] (جوہرہ)

اجارہ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿قَالَتْ اِحْدٰىهُمَا یٰۤاَبَتِ اسْتَاْجِرْهُ٘ اِنَّ خَیْرَ مَنِ اسْتَاْجَرْتَ الْقَوِیُّ الْاَمِیْنُ۝۲۶ قَالَ اِنِّیْۤ اُرِیْدُ اَنْ اُنْكِحَكَ اِحْدَى ابْنَتَیَّ هٰتَیْنِ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَ مَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ؕ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ۝۲۷﴾[4]

"شعیب (علیہ السلام) کی دونوں لڑکیوں میں سے ایک نے کہا اے والد انھیں (موسیٰ علیہ السلام کو) نوکر رکھ لیجئے کہ بہتر نوکر وہ ہے جو قوی وامین ہو (شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام سے) کہا میں چاہتا ہوں کہ اپنی ان دونوں لڑکیوں میں سے ایک سے تمھارا نکاح کردوں اس پر کہ آٹھ برس تک تم میرا کام اُجرت پر کرو اور اگر دس برس پورے کردو تو یہ تمھاری طرف سے ہوگا میں تم پر مشقت ڈالنا نہیں چاہتا انشاءاللہ (عزوجل) تم مجھے نیکوں میں سے پاؤ گے۔"

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الهبة، باب الرجوع فی الهبة، فصل فی مسائل متفرقة، ج۸، ص۶۰۸.

2 ......"الجوهرة النيرة"، کتاب الهبة، الجزء الاول، ص۴۲۹.

3 ......المرجع السابق، ص۴۳۰.

4 ......پ۲۰، القصص: ۲۶، ۲۷.

حدیث۱: صحیح بخاری شریف میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، رسول **اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ **اللہ تعالیٰ** نے فرمایا کہ ''تین شخص وہ ہیں جن کا قیامت کے دن میں خصم ہوں (اُن سے مطالبہ کروں گا) ایک وہ جس نے میرا نام لے کر معاہدہ کیا پھر اُس عہد کو توڑ دیا اور دوسرا وہ جس نے آزاد کو بیچا اور اُس کا ثمن کھایا اور تیسرا وہ جس نے مزدور رکھا اور اس سے کام پورا لیا اور اُس کی مزدوری نہیں دی۔''(1)

حدیث۲: ابن ماجہ نے **عبد اللہ** بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، رسول **اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''مزدور کی مزدوری پسینہ سوکھنے سے پہلے دے دو۔''(2)

حدیث۳: صحیح بخاری شریف میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں صحابہ میں کچھ لوگ سفر میں تھے ان کا گزر قبائل عرب میں سے ایک قبیلہ پر ہوا، انھوں نے ضیافت(3) کا مطالبہ کیا اُنھوں نے ان کی مہمانی کرنے سے انکار کردیا، اُس قبیلہ کے سردار کو سانپ یا بچھو نے کاٹ لیا اُس کے علاج میں اُنھوں نے ہر قسم کی کوشش کی مگر کوئی کارگر نہ ہوئی پھر اُنھیں میں سے کسی نے کہا یہ جماعت جو یہاں آئی ہے (صحابہ) ان کے پاس چلو شاید ان میں سے کسی کے پاس اس کا کچھ علاج ہو، وہ لوگ صحابہ کے پاس حاضر ہوکر کہنے لگے کہ ہمارے سردار کو سانپ یا بچھو نے ڈس لیا اور ہم نے ہر قسم کی کوشش کی مگر کچھ نفع نہ ہوا کیا تمھارے پاس اس کا کچھ علاج ہے؟ ایک صاحب بولے، ہاں میں جھاڑتا ہوں مگر ہم نے تم سے مہمانی طلب کی اور تم نے ہماری مہمانی نہیں کی تو اب اُس وقت میں جھاڑوں گا کہ تم اس کی اُجرت دو، اُجرت میں بکریوں کا ریوڑ دینا طے پایا (ایک روایت میں ہے تیس بکریاں دینا طے ہوا) اُنھوں نے اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ یعنی سورہ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا شروع کیا، وہ شخص بالکل اچھا ہوگیا اور وہاں سے ایسا ہوکر گیا کہ اُس پر زہر کا کچھ اثر نہ تھا، اُجرت جو مقرر ہوئی تھی اُنھوں نے پوری دے دی۔ ان میں بعض نے کہا کہ اس کو آپس میں تقسیم کرلیا جائے مگر جنھوں نے جھاڑا تھا یہ کہا کہ ایسا نہ کرو بلکہ جب ہم نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہولیں گے اور حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) سے تمام واقعات عرض کرلیں گے پھر حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلم) اس کے متعلق جو کچھ حکم دیں گے وہ کیا جائے گا یعنی اُنھوں نے خیال کیا کہ قرآن پڑھ کر دم کیا ہے کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی اُجرت حرام ہو۔ جب یہ لوگ رسول **اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس واقعہ کا ذکر کیا، ارشاد

---

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب البيوع، باب إثم من باع حرًّا، الحديث: ٢٢٢٧، ج٢، ص٥٢.

2 ......"سنن ابن ماجة"، كتاب الرهون، باب أجر الأجراء، الحديث: ٢٤٤٣، ج٣، ص١٦٢.

3 ......ابتدائے اسلام میں یہ حکم تھا کہ جب کسی قوم پر گزر ہو اور وہ تمھاری مہمانی کریں فبہا ورنہ تم ان سے وصول کرلو لہٰذا جب حکم شرع یہ تھا تو اپنے حق کا یہ مطالبہ تھا اور اس میں کوئی عیب نہیں۔۱۲ منہ حفظہ ربہ

فرمایا کہ ''تمھیں اس کا رقیہ (جھاڑ) ہونا کیسے معلوم ہوا؟ اور یہ فرمایا کہ تم نے ٹھیک کیا آپس میں اسے تقسیم کرلو اور (اس لیے کہ اس کے جواز کے متعلق اُن کے دل میں کوئی خدشہ نہ رہے یہ فرمایا کہ) میرا بھی ایک حصہ مقرر کرو۔''[1] اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جھاڑ پھونک کی اُجرت لینا جائز ہے جبکہ کہ قرآن سے ہو یا ایسی دُعاؤں سے ہو جن میں ناجائز و باطل الفاظ نہ ہوں۔

حدیث ۴: صحیح بخاری شریف وغیرہ میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم سے سنا کہ فرماتے ہیں: ''اگلے زمانہ کے تین شخص کہیں جارہے تھے، سونے کے وقت ایک غار کے پاس پہنچے اُس میں یہ تینوں شخص داخل ہوگئے پہاڑ کی ایک چٹان اوپر سے گری جس نے غار کو بند کردیا اُنھوں نے کہا: اب اس سے نجات کی کوئی صورت نہیں بجز اس کے کہ تم نے جو کچھ نیک کام کیا ہو اُس کے ذریعہ سے اللہ (عزوجل) سے دُعا کرو۔ ایک نے کہا اے اللہ! (عزوجل) میرے والدین بہت بوڑھے تھے جب میں جنگل سے بکریاں چرا کر لاتا تو دودھ دوہ کر سب سے پہلے اُن کو پلاتا اُن سے پہلے نہ اپنے بال بچوں کو پلاتا، نہ لونڈی نہ غلام کو دیتا، ایک دن میں جنگل میں دور چلا گیا رات میں جانوروں کو لے کر ایسے وقت آیا کہ والدین سوگئے تھے میں دودھ لیکر اُن کے پاس پہنچا تو وہ سوئے ہوئے تھے بچے بھوک سے چلارہے تھے، مگر میں نے والدین سے پہلے بچوں کو پلانا پسند نہ کیا اور یہ بھی پسند نہ کیا کہ انھیں سوتے سے جگادوں دودھ کا پیالہ ہاتھ پر رکھے ہوئے ان کے جاگنے کے انتظار میں رہا یہاں تک کہ صبح چمک گئی اب وہ جاگے اور دودھ پیا، اے اللہ! (عزوجل) اگر میں نے یہ کام تیری خوشنودی کے لیے کیا ہے تو اس چٹان کو کچھ ہٹادے، اس کا کہنا تھا کہ چٹان کچھ سرک گئی مگر اتنی نہیں ہٹی کہ یہ لوگ غار سے نکل سکیں۔

دوسرے نے کہا: اے اللہ! (عزوجل) میرے چچا کی ایک لڑکی تھی جس کو میں بہت محبوب رکھتا تھا، میں نے اُس کے ساتھ بُرے کام کا ارادہ کیا اُس نے انکار کردیا، وہ قحط کی مصیبت میں مبتلا ہوئی میرے پاس کچھ مانگنے کو آئی میں نے اُسے ایک سو بیس اشرفیاں دیں کہ میرے ساتھ خلوت کرے[2] وہ راضی ہوگئی، جب مجھے اُس پر قابو ملا[3] تو بولی کہ ناجائز طور پر اس مُہر کا توڑنا[4] تیرے لیے حلال نہیں کرتی، اس کام کو گناہ سمجھ کر میں ہٹ گیا اور اشرفیاں جو دے چکا تھا وہ بھی چھوڑ دیں، الٰہی! اگر یہ کام تیری رضا جوئی کے لیے میں نے کیا ہے تو اس کو ہٹادے، اس کے کہتے ہی چٹان کچھ سرک گئی مگر اتنی نہیں ہٹی کہ نکل سکیں۔

تیسرے نے کہا، اے اللہ! (عزوجل) میں نے چند شخصوں کو مزدوری پر رکھا تھا، اُن سب کو مزدوریاں دیدیں ایک شخص

---

1 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الإجارة، باب ما یُعطی في الرُّقیة ...إلخ، الحدیث: ۲۲۷٦، ج۲، ص٦۹.

و کتاب فضائل القرآن، باب فاتحة الکتاب، الحدیث: ۵۰۰۷، ج۳، ص ۴۰۴، ۴۰۵.

2 ......یعنی مجھے ہمبستری کرنے دے۔ 3 ......یعنی اُس پر غالب ہوا۔ 4 ...... پردہ بکارت کو زائل کرنا۔

اپنی مزدوری چھوڑ کر چلا گیا اُس کی مزدوری کو میں نے بڑھایا یعنی اُس سے تجارت وغیرہ کوئی ایسا کام کیا جس سے اُس میں اضافہ ہوا اُس کو بڑھا کر میں نے بہت کچھ کرلیا وہ ایک زمانہ کے بعد آیا اور کہنے لگا: اے خدا کے بندہ! میری مزدوری مجھے دیدے۔ میں نے کہا: یہ جو کچھ اونٹ، گائے، بیل، بکریاں، غلام تو دیکھ رہا ہے یہ سب تیری ہی مزدوری کا ہے سب لے لے۔ بولا: اے بندۂ خدا! مجھ سے مذاق نہ کر۔ میں نے کہا: مذاق نہیں کرتا ہوں یہ سب تیرا ہی ہے، لے جا، وہ سب کچھ لے کر چلا گیا، الٰہی! اگر یہ کام میں نے تیری رضا کے لیے کیا ہے تو اسے ہٹادے وہ پتھر ہٹ گیا، یہ تینوں اُس غار سے نکل کر چلے گئے۔''[1]

حدیث ۵: ابوداود و ابن ماجہ عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں، میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) ایک شخص کو میں قرآن پڑھاتا تھا اُس نے کمان ہدیۃً دی ہے یہ کوئی مال نہیں ہے یعنی ایسی چیز نہیں ہے جسے اُجرت کہا جائے، جہاد میں اس سے تیراندازی کروں گا۔ ارشاد فرمایا: ''اگر تمھیں یہ پسند ہو کہ تمھارے گلے میں آگ کا طوق ڈالا جائے تو اسے قبول کرلو۔''[2]

مسائل فقہیّہ

کسی شے کے نفع کا عوض کے مقابل کسی شخص کو مالک کردینا اجارہ ہے۔[3] مزدوری پر کام کرنا اور ٹھیکہ اور کرایہ اور نوکری یہ سب اجارہ ہی کے اقسام ہیں۔ مالک کو آجر، موجر اور مواجر اور کرایہ دار کو مستاجر اور اُجرت پر کام کرنے والے کو اجیر کہتے ہیں۔

مسئلہ ۱: جس نفع پر عقدِ اجارہ ہو وہ ایسا ہونا چاہیے کہ اُس چیز سے وہ نفع مقصود ہو اور اگر چیز سے یہ منفعت مقصود نہ ہو جس کے لیے اجارہ ہوا تو یہ اجارہ فاسد ہے مثلاً کسی سے کپڑے اور ظروف[4] کرایہ پر لیے مگر اس لیے نہیں کہ کپڑے پہنے جائیں گے ظروف استعمال کیے جائیں گے بلکہ اپنا مکان سجانا مقصود ہے یا گھوڑا کرایہ پر لیا مگر اس لیے نہیں کہ اس پر سوار ہوگا بلکہ کوتل چلنے کے لیے[5] یا مکان کرایہ پر لیا اس لیے نہیں کہ اس میں رہے گا بلکہ لوگوں کے کہنے کو ہوگا کہ یہ مکان فلاں کا ہے ان سب صورتوں میں اجارہ فاسد ہے اور مالک کو اُجرت بھی نہیں ملے گی اگرچہ مستاجر نے[6] چیز سے وہ کام لیے جس کے لیے اجارہ کیا تھا۔[7] (درمختار)

---

1 ......"صحیح البخاري"، کتاب الإجارة، باب من استاجر اجیراً ... إلخ، الحدیث: ۲۲۷۲، ج۲، ص۶۶،۶۷ وغیرہ.

2 ......"سنن أبي داود"، کتاب الإجارة، باب في کسب المعلم، الحدیث: ۳۴۱۶، ج۳، ص۳۶۲.

و"سنن ابن ماجة"، کتاب التجارات، باب الأجر علی تعلیم القرآن، الحدیث: ۲۱۵۷، ص۱۶،۱۷.

3 ......"الدر المختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۶،۷.

4 ......برتن وغیرہ۔ 5 ......یعنی اپنے آگے بطور نمود و نمائش چلانے کیلئے۔ 6 ......کرایہ پر لینے والے نے۔

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۷.

مسئلہ۲: اجارہ کے ارکان ایجاب وقبول ہیں خواہ لفظ اجارہ ہی سے ہوں یا دوسرے لفظ سے۔ لفظ عاریت سے بھی اجارہ منعقد ہوسکتا ہے مثلاً یہ کہا میں نے یہ مکان ایک مہینے کو دس۱۰ روپے کے عوض میں عاریت پر دیا دوسرے نے قبول کرلیا اجارہ ہوگیا۔ یوہیں اگر یہ کہا کہ میں نے اس مکان کے نفع اتنے کے بدلے میں تم کو ہبہ کیے اجارہ ہوجائے گا۔[1] (بحر)

مسئلہ۳: جو چیز بیع کا ثمن ہوسکتی ہے وہ اُجرت بھی ہوسکتی ہے مگر یہ ضرور نہیں کہ جو اُجرت ہوسکے وہ ثمن بھی ہوجائے مثلاً ایک منفعت دوسری منفعت کی اُجرت ہوسکتی ہے جبکہ دونوں دو جنس کی ہوں اور منفعت ثمن نہیں ہوسکتی۔[2] (درمختار)

(اجارہ کے شرائط)

مسئلہ۴: اجارہ کے شرائط یہ ہیں: (۱) عاقل ہونا یعنی مجنون اور ناسمجھ بچہ نے اجارہ کیا وہ منعقد ہی نہ ہوگا۔ بلوغ اس کے لیے شرط نہیں یعنی نابالغ عاقل نے اپنے نفس کے متعلق اجارہ کیا یا مال کے متعلق کیا اگر وہ ماذون ہے یعنی اُس کے ولی نے اُسے اجازت دیدی ہے تو اجارہ منعقد ہے اور اگر ماذون نہیں ہے تو ولی کی اجازت پر موقوف ہے جائز کردے گا جائز ہوجائے گا۔ اور اگر نابالغ نے بغیر اجازت ولی کام کرنے پر اجارہ کیا اور اُس کام کو کرلیا مثلاً کسی کی مزدوری چار آنے روز پر کی تو اب ولی کی اجازت درکار نہیں بلکہ اُجرت کا یہ مستحق ہوگیا۔ (۲) مِلک و وِلایت یعنی اجارہ کرنے والا مالک یا ولی ہو اجارہ کرنے کا اسے اختیار حاصل ہو فضولی نے[3] جو اجارہ کیا وہ مالک یا ولی کی اجازت پر موقوف ہوگا اور وکیل نے عقد ِاجارہ کیا یہ جائز ہے۔ (۳) مستاجر کو وہ چیز سپرد کردینا جبکہ اُس چیز کے منافع پر اجارہ ہوا ہو۔ (۴) اُجرت کا معلوم ہونا۔ (۵) منفعت کا معلوم ہونا اور ان دونوں کو اس طرح بیان کردیا ہو کہ نزاع کا[4] احتمال نہ رہے، اگر یہ کہہ دیا کہ ان دو مکانوں میں سے ایک کو کرایہ پر دیا یا دو غلاموں میں سے ایک کو مزدوری پر دیا یہ اجارہ صحیح نہیں۔ (۶) جہاں اجارہ کا تعلق وقت سے ہو وہاں مدت بیان کرنا مثلاً مکان کرایہ پر لیا تو یہ بتانا ضرور ہے کہ اتنے دنوں کے لیے لیا یہ بیان کرنا ضروری نہیں ہے کہ اس میں کیا کام کرے گا۔ (۷) جانور کرایہ پر لیا اس میں وقت بیان کرنا ہوگا یا جگہ مثلاً گھنٹہ بھر سواری لے گا یا فلاں جگہ تک جائے گا اور کام بھی بیان کرنا ہوگا کہ اس سے کون سا کام لیا جائے گا مثلاً بوجھ لادنے کے لیے یا سواری کے لیے۔ (۸) وہ کام ایسا ہو کہ اُس کا استیفا[5] قدرت میں ہو اگر حقیقۃً مقدور نہ ہو مثلاً غلام کو اجارہ پر دیا اور وہ بھاگا ہوا ہے یا شرعاً غیر مقدور ہو مثلاً گناہ کی

---

[1] ......"البحرالرائق"، کتاب الإجارۃ، ج۷، ص۵۰۶.

[2] ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارۃ، ج۹، ص۷.

[3] ......بلااجازت تصرف کرنے والے نے۔ [4] ......جھگڑے کا۔ [5] ......پورا کرنا۔

باتوں پر اجارہ یہ دونوں اجارے صحیح نہیں۔(۹) وہ عمل جس کے لیے اجارہ ہوا اُس شخص پر فرض و واجب نہ ہو۔(۱۰) منفعت مقصود ہو۔(۱۱) اُسی جنس کی منفعت اُجرت نہ ہو۔(۱۲) اجارہ میں ایسی شرط نہ ہو جو مقتضائے عقد[1] کے خلاف ہو۔

مسئلہ۵: اجارہ کا حکم یہ ہے کہ طرفین[2] بدلین کے[3] مالک ہو جاتے ہیں مگر یہ مِلک ایک دم نہیں ہوتی بلکہ وقتاً فوقتاً ہوتی ہے۔[4] (درمختار) مگر جبکہ تعجیل یعنی پیشگی لینا شرط ہو تو عقد کرتے ہی اُجرت کا مالک ہو جائے گا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ۶: اجارہ کبھی تعاطی سے بھی منعقد ہو جاتا ہے اگر مدت معلوم ہو مثلاً مکان کرایہ پر دیا اُس نے کرایہ دیدیا اور معلوم ہے کہ ایک ماہ کے لیے ہے صحیح ہے طویل مدت کا اجارہ تعاطی سے منعقد نہیں ہوتا۔[6] (درمختار)

مسئلہ۷: منفعت کی مقدار کا علم مدت بیان کرنے سے ہوتا ہے مثلاً پانچ روپے میں ایک مہینہ کے لیے مکان کرایہ لیا یا ایک سال کے لیے کھیت اجارہ پر لیا۔ یہ اختیار ہے کہ جس مدت کے لیے اجارہ ہو وہ قلیل مدت ہو مثلاً ایک گھنٹہ یا ایک دن یا طویل دس برس، بیس برس، پچاس برس۔ اگر اتنی مدت کے لیے اجارہ ہو کہ عادۃً اُتنے دنوں تک زندگی متوقع نہ ہو جب بھی اجارہ درست ہے۔ وقف کے اجارہ کی مدت تین سال سے زیادہ نہ ہونی چاہیے مگر جبکہ اتنے دنوں کے لیے کوئی کرایہ دار نہ ملتا ہو یا مدت بڑھانے میں زیادہ فائدہ ہے تو بڑھا سکتے ہیں۔[7] (بحر وغیرہ)

مسئلہ۸: کبھی عمل کا بیان خود اُس کا نام لینے سے ہوتا ہے مثلاً اِس کپڑے کی رنگائی یا اس کی سلائی یا اس زیور کی بنوائی مگر کام کو اس طرح بیان کرنا ہوگا کہ جہالت باقی نہ رہے کہ جھگڑا ہو لہٰذا جانور کو سواری کے لیے لیا اس میں فقط فعل بیان کرنا کافی نہیں جب تک جگہ یا وقت کا بیان نہ ہو۔ کبھی اشارہ کرنے سے منفعت کا پتہ چلتا ہے مثلاً کہہ دیا یہ غلہ فلاں جگہ لیجانا ہے۔[8] (درمختار)

مسئلہ۹: اجارہ میں اُجرت محض عقد سے[9] مِلک میں داخل نہیں ہوتی یعنی عقد کرتے ہی اُجرت کا مطالبہ درست

---

[1]......تقاضۂ عقد۔ [2]......یعنی مالک مکان اور کرایہ دار۔ [3]......یعنی مالک مکان کرایہ کا اور کرایہ دار منفعت کا۔

[4]......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۹.

[5]......"الفتاوی الهندية"، کتاب الإجارة، الباب الاول فی تفسیرالإجارة...إلخ، ج٤، ص٤١١.

[6]......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۹، ۱۰.

[7]......"البحرالرائق"، کتاب الإجارة، ج۷، ص۵۰۸، وغیره.

[8]......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۱٦، ۱۷.

[9]......یعنی صرف عقد سے۔

نہیں یعنی فوراً اُجرت دینا واجب نہیں اُجرت ملک میں آنے کی چند صورتیں ہیں: ① اُس نے پہلے ہی سے عقد کرتے ہی اُجرت دیدی دوسرا اس کا مالک ہوگیا یعنی واپس لینے کا اُس کو حق نہیں ہے، ② یا پیشگی لینا شرط کرلیا ہو اب اُجرت کا مطالبہ پہلے ہی سے درست ہے، ③ یا منفعت کو حاصل کرلیا مثلاً مکان تھا اُس میں مدتِ مقررہ تک رہ لیا یا کپڑا درزی کو سینے کے لیے دیا تھا اُس نے سی دیا، ④ وہ چیز مستاجر کو سپرد کردی کہ اگر وہ منفعت حاصل کرنا چاہے کرسکتا ہے نہ کرے یہ اُس کا فعل ہے مثلاً مکان پر قبضہ دے دیا یا اجیر[1] نے اپنے نفس کو تسلیم کردیا کہ میں حاضر ہوں کام کے لیے طیار ہوں کام نہ لیا جائے جب بھی اُجرت کا مستحق ہے۔[2] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۱۰: اجارہ کا جو کچھ زمانہ مقرر ہوا ہے اس میں سے تھوڑا زمانہ گزر گیا اور باقی، باقی ہے اس باقی زمانہ میں بھی مالک کو چیز دینا اور مستاجر کو لینا ضروری ہے یعنی کچھ زمانہ گزر جانا باز رہنے کا سبب نہیں ہوسکتا ہاں جو زمانہ گزر گیا اگر اجارہ سے اصلی مقصود وہی زمانہ ہو یعنی وہی زمانہ زیادہ کارآمد ہو تو مستاجر کو اختیار ہے کہ باقی زمانہ میں لینے سے انکار کردے جیسے مکۂ معظمہ میں مکانات کا اجارہ ایک سال کے لیے ہوتا ہے مگر موسم حج ہی ایک بہتر زمانہ ہے کہ معلّمین[3] حجاج کو ان مکانات میں ٹھہراتے ہیں اور اسی کی خاطر پورے سال کا کرایہ دیتے ہیں اگر موسم حج نکل گیا اور مکان تسلیم نہیں کیا[4] تو کرایہ دار یعنی معلّمین کو اختیار ہے کہ مکانات لینے سے انکار کردیں۔[5] (بحرالرائق) اسی طرح نینی تال[6] وغیرہ پہاڑوں پر موسم گرما زیادہ مقصود ہوتا ہے اسی کے لیے ایک سال کا کرایہ دیتے ہیں بلکہ جاڑوں میں[7] مکانات اور دکانیں چھوڑ کر لوگ عموماً وہاں سے چلے آتے ہیں اگر یہ موسم گرما ختم ہوگیا اور مکان یا دُکان پر مالک نے قبضہ نہ دیا تو جاڑوں میں جبکہ وہاں رہنا نہیں ہے لیکر کیا کرے گا لہذا کرایہ دار کو اختیار ہے اگر لینا چاہے لے سکتا ہے نہ لینا چاہے انکار کرسکتا ہے۔ اسی طرح بعض جگہ بعض موسم میں بازار کا حال اچھا ہوتا ہے اُسی کے لیے سال بھر تک دکانیں کرایہ پر رکھتے ہیں وہ زمانہ نہ ملے تو باقی میں اختیار ہے مثلاً اجمیر شریف میں دوکانداری کا پورا نفع زمانۂ عُرس میں ہوتا ہے بلکہ اس زمانہ میں مکانات کے کرایے بھی بہ نسبت دیگر زمانہ کے بہت زیادہ ہوتے ہیں اس زمانہ میں

1 ……ملازم، نوکر۔

2 ……"البحرالرائق"، کتاب الإجارة، ج۷، ص ۵۱۱.
و"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص ۱۷، ۱۸.

3 ……وہ لوگ جو حجاج کو زیارتیں و دعائیں اور دیگر ارکان بتاتے ہیں۔

4 ……یعنی مکان پر قبضہ نہیں دیا۔

5 ……"البحرالرائق"، کتاب الإجارة، ج۷، ص ۵۱۱.

6 ……ہند کے ایک پہاڑی علاقے کا نام۔

7 ……سردیوں میں۔

مکان یا دکان پر قبضہ نہ ملنا کرایہ دار کے لیے نقصان کا سبب ہے لہٰذا اسے اختیار ہے۔

مسئلہ ۱۱: پیشگی اُجرت شرط کرنے سے مستاجر سے اُس وقت مطالبہ ہوگا کہ جب وہ اجارہ منجزہ ہو مثلاً یہ مکان ہم نے تم کو اتنے کرایہ پر دے دیا اور اگر اجارہ مضافہ ہو کہ فلاں مہینہ کے لیے مثلاً کرایہ پر دیا اس میں ابھی سے کرایہ کا مطالبہ نہیں ہوسکتا اگرچہ پیشگی کی شرط ہو۔[1] (بحر)

مسئلہ ۱۲: منفعت حاصل کرنے پر قادر ہونے سے اُجرت واجب ہوجاتی ہے اگرچہ منفعت حاصل نہ کی ہو اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً مکان کرایہ دار کو سپرد کردیا جائے اس طرح کہ مالک مکان کے متاع وسامان سے خالی ہو اور اُس میں رہنے سے کوئی مانع[2] نہ ہو نہ اُس کی جانب سے نہ اجنبی کی جانب سے اس صورت میں اگر وہ نہ رہے اور بیکار مکان کو خالی چھوڑ دے تو اُجرت واجب ہوگی لہٰذا اگر مکان سپرد ہی نہ کیا یا سپرد کیا مگر اُس میں خود مالک مکان کا سامان واسباب ہے یا مدت کے گزر جانے کے بعد سپرد کیا یا مدت ہی میں سپرد کیا مگر اُسے کوئی عذر ہے یا اُس کو عذر بھی نہیں مگر حکومت کی جانب سے رہنے سے ممانعت ہے یا غاصب نے اُسے غصب کرلیا یا وہ اجارہ ہی فاسد ہے ان سب صورتوں میں مالک مکان اُجرت کا مستحق نہیں۔ جانور کو کرایہ پر لیا اس میں بھی یہ صورتیں ہیں بلکہ اس میں ایک صورت یہ زائد ہے کہ مالک نے اسے جانور دیدیا مگر جہاں سوار ہونے کے لیے لیا تھا وہاں نہیں گیا بلکہ کسی دوسری جگہ جانور کو باندھ رکھا مثلاً لیا تھا اس لیے کہ شہر سے باہر فلاں جگہ سوار ہو کر جائے گا اور جانور کو مکان ہی میں باندھ رکھا وہاں گیا ہی نہیں کہ سوار ہوتا اس صورت میں بھی اُجرت واجب نہیں اور اگر شہر میں سوار ہونے کے لیے لیا تھا اور مکان میں باندھ رکھا سوار نہیں ہوا تو اُجرت واجب ہے۔[3] (طحطاوی)

مسئلہ ۱۳: غصب سے مراد اس جگہ یہ ہے کہ اُس سے منفعت حاصل کرنے سے روک دے حقیقۃً غصب ہو یا نہ ہو غصب عام ہے کہ پوری مدت میں ہو یا بعض مدت میں اگر پوری مدت میں ہو تو پورا کرایہ جاتا رہا اور بعض مدت میں ہو تو حساب سے اُتنے دنوں کا جو کرایہ ہوتا ہے وہ نہیں ملے گا۔[4] (بحر) اسی طرح اگر کوئی دوسرا مانع اندرونِ مدت پیدا ہوگیا کہ اُس چیز سے انتفاع نہ ہوسکے[5] تو بقیہ مدت کی اُجرت ساقط ہے مثلاً زمین کاشت کے لیے لی تھی وہ پانی سے ڈوب گئی یا پانی نہ ہونے کی وجہ

1 ......"البحر الرائق"، كتاب الإجارة، ج۷، ص۵۱۲.

2 ......رکاوٹ۔

3 ......"حاشية الطحطاوی" على "الدر المختار"، كتاب الإجارة، ج٤، ص۷.

4 ......"البحر الرائق"، كتاب الإجارة، ج۷، ص۵۱۲.

5 ......یعنی نفع نہ اٹھایا جاسکے۔

سے کاشت نہ ہوسکی یا جانور سواری کے لیے کرایہ پر لیا تھا وہ بیمار ہوگیا یا بھاگ گیا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: مکان کرایہ پر دیا اور قبضہ بھی دیدیا مگر ایک کوٹھری میں مالک نے اپنا سامان رکھا یا ایک کوٹھری مالک نے مستاجر سے خالی کرائی تو کرایہ میں سے اس کے کرایہ کی مقدار کم کردی جائے گی۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: مستاجر نے کرایہ دے دیا ہے اور اندرونِ مدت اجارہ توڑ دیا گیا تو باقی زمانہ کا کرایہ واپس کرنا ہوگا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: کپڑا کرایہ پر پہننے کے لیے لیا کہ ہر روز ایک پیسہ کرایہ دے گا اور زمانۂ دراز تک اپنے مکان پر رکھ چھوڑا پہنا ہی نہیں تو دیکھا جائے گا کہ روزانہ پہنتا تو کتنے روز میں پھٹ جاتا اُتنے زمانہ تک کا کرایہ ایک پیسہ یومیہ اس کے ذمہ واجب ہے اُس کے بعد کا کرایہ واجب نہیں مثلاً سال بھر تک اس کے یہاں رہ گیا اور پہنتا تو تین ماہ میں پھٹ جاتا صرف تین ماہ کا کرایہ دینا ہوگا۔[4] (طحطاوی) اسی طرح یومیہ یا ماہوار پر بہت سی چیزیں کرایہ پر دی جاتی ہیں مثلاً شامیانہ کا کرایہ یومیہ ہوتا ہے کہ فی یوم اتنا کرایہ جتنے دنوں اس کے یہاں رہے گا کرایہ دینا ہوگا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میرے یہاں تو ایک ہی دن کا کام تھا اُسکے بعد بیکار پڑا رہا۔ ایسا ہی گیس کے ہنڈے[5] کرایہ پر لایا اس کا کرایہ ہر رات اتنا ہوگا جتنی راتیں اس کے یہاں ہنڈے رہے اُن کا کرایہ دے یعنی جبکہ اجارہ کی کوئی مدت مقرر نہ ہوئی ہو۔

مسئلہ ۱۷: جانور کو کرایہ پر لیا کہ فلاں روز مجھے سوار ہوکر فلاں جگہ جانا ہے مالک نے اسے جانور دیدیا مگر جو دن جانے کا مقرر کیا تھا اُس روز نہیں گیا دوسرے روز گیا اُجرت واجب نہیں مگر اگر جانور اسکے مکان پر ہلاک ہوگیا تاوان دینا ہوگا کہ اس نے ناحق اُس کو روک رکھا ہے۔[6] (طحطاوی)

مسئلہ ۱۸: اجارۂ فاسدہ میں منفعت حاصل کرنے پر اُجرت واجب ہوتی ہے اگر منفعت حاصل کرنے پر قادر تھا اور حاصل نہیں کی اُجرت واجب نہیں پھر اجارۂ فاسد میں اگر اُجرت مقرر ہے تو اُجرتِ مثل واجب ہوگی جو مقرر سے زائد نہ ہو یعنی اگر اُجرتِ مثل مقرر سے کم ہے تو اُجرتِ مثل دیں گے اور اگر مقرر کے برابر یا اُس سے زائد ہے تو جو مقرر ہے وہی دیں گے زیادہ

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الثانی فی بيان أنه متی تجب الأجرة ... إلخ، ج٤، ص٤١٣.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

4 ...... "حاشية الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، كتاب الإجارة، ج٤، ص٧.

5 ...... ہانڈی کی شکل کا بڑا فانوس۔

6 ...... "حاشية الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، كتاب الإجارة، ج٤، ص٧.

نہیں دیں گے اور اگر اُجرت کا تقرر نہیں ہوا ہے تو اُجرت مثل واجب ہے اُس کی مقدار جو کچھ ہو۔[1] (طحطاوی)

مسئلہ ۱۹: زمینِ وقف اور زمینِ یتیم اور جو جائداد کرایہ پر چلانے کے لیے ہے ان کا بھی یہی حکم ہے کہ محض اِنتفاع پر قادر ہونے سے اجارہ فاسدہ میں اُجرت واجب نہیں ہوگی بلکہ حقیقۃً اِنتفاع ضروری ہے یعنی وقف کی زمین زراعت کے لیے بطور اجارۂ فاسدہ لی اگر زراعت کرے گا اُجرت واجب ہوگی ورنہ نہیں۔ یوہیں یتیم کی زمین زراعت کے لیے لی یا مکان کرایہ پر رہنے کے لیے بطور اجارۂ فاسدہ لیا یا جائداد کرایہ پر چلانے کے لیے ہے اس کو اجارۂ فاسدہ کے طور پر لیا ان سب میں بھی جب تک منفعت حاصل نہ کرے اُجرت واجب نہیں محض قادر ہونا اُجرت کو واجب نہیں کرتا۔[2] (طحطاوی)

مسئلہ ۲۰: جس چیز کو کرایہ پر لیا تھا اُس کو کسی نے غصب کرلیا کہ یہ انتفاع پر قادر نہیں ہے مگر سفارش کے ذریعہ سے وہ چیز غاصب سے نکال سکتا ہے یا لوگوں کی حمایت سے غاصب کو جدا کرسکتا ہے اور اس نے ایسا نہیں کیا اُجرت ساقط نہیں ہوگی اور اگر غاصب کو اس وجہ سے نہیں نکالا کہ علیحدہ کرنے میں کچھ خرچ کرنا پڑے گا تو اُجرت ساقط ہے۔[3] (درمختار، طحطاوی)

مسئلہ ۲۱: موجر[4] اور مستاجر[5] میں اختلاف ہوا موجر کہتا ہے کسی نے غصب نہیں کیا اور مستاجر کہتا ہے غصب کیا اگر مستاجر کے پاس گواہ نہیں ہیں تو یہ دیکھا جائے گا کہ فی الحال کیا ہے اگر فی الحال مکان میں مستاجر سکونت پذیر ہے تو موجر کی بات مانی جائے گی اور اُجرت دلائی جائے گی اور اگر مستاجر کے سوا کوئی دوسرا ساکن ہے تو مستاجر کی بات مقبول ہے اُجرت واجب نہیں۔[6] (بحر)

مسئلہ ۲۲: مالک مکان نے مکان کی کنجی مستاجر کو دیدی مگر کنجی اس کے پاس سے جاتی رہی اگر مکان کو بلاتکلّف کھول سکتا ہے اور نہیں کھولا اُجرت واجب ہے ورنہ نہیں اور اگر مستاجر اس کنجی سے قفل[7] نہیں کھول سکتا ہے مکان کا تسلیم کردینا اور قبضہ دینا نہیں پایا گیا اور اُجرت واجب نہیں۔[8] (درمختار)

---

1 ......"حاشية الطحطاوی"علی"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، ج٤، ص٧.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الدر المختار"، كتاب الإجارة، ج٩، ص٢٠، ٢١.
و"حاشية الطحطاوی"علی"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، ج٤، ص٨.

4 ......کرایہ پر دینے والا، مالک۔ 5 ......کرایہ پر لینے والا۔

6 ......"البحرالرائق"، كتاب الإجارة، ج٧، ص٥١٢.

7 ......تالا۔

8 ......"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، ج٩، ص٢٣.

مسئلہ ۲۳: اِجارہ اگر مطلق ہے اُس میں یہ نہیں بیان کیا گیا ہے کہ اُجرت کب دی جائے گی تو مکان اور زمین کا کرایہ روزانہ وصول کرسکتا ہے اور سواری کا ہر منزل پر مثلاً یہ ٹھہرا ہے کہ ہم کو یہاں سے فلاں جگہ جانا ہے اُس کا یہ کرایہ ہے مگر یہ نہیں طے ہوا ہے کہ کرایہ پہنچ کر دیا جائے گا یا کب تو ہر منزل پر حساب سے جو کرایہ ہوتا ہے وصول کرسکتا ہے مگر سواری والا یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں آگے نہیں جاؤں گا جہاں تک ٹھہرا ہے وہاں تک پہنچانا اُس پر لازم ہے اور اگر بیان کردیا گیا ہے کہ اتنے دنوں میں کرایہ لیا جائے گا مثلاً عموماً مکان کے کرایہ میں یہ ہوتا ہے کہ طے ہوجاتا ہے کہ ماہ بماہ کرایہ دینا ہوگا تو ہر روز یا ہر ہفتہ میں مطالبہ نہیں کرسکتا۔[1] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۲۴: درزی دھوبی سونار وغیرہم ان کاریگروں نے جب کام کرلیا اور مالک کو چیز سپرد کردی اُجرت لینے کے مستحق ہوگئے یہی حکم ہر اُس کام کرنے والے کا ہے جس کے کام کا اُس شے میں کوئی اثر ہو جیسے رنگریز[2] کہ اُس نے کپڑا رنگ کر مالک کو دیدیا اُجرت کا مستحق ہوگیا اور اگر ان لوگوں نے کام تو کیا مگر ابھی تک چیز مالک کو سپرد نہیں کی، اُجرت کے مستحق نہیں ہوئے لہٰذا اگر ان کے یہاں چیز ضائع ہوگئی اُجرت نہیں پائیں گے اگرچہ چیز کا ان کو تاوان بھی دینا نہیں پڑے گا۔ اور اگر کام کا کوئی اثر اُس چیز میں نہیں ہوتا جیسے حمال[3] کہ چیز کو یہاں سے اُٹھا کر وہاں لے گیا یہ اُجرت کے اُس وقت مستحق ہوں گے جب اُنھوں نے کام کرلیا اس کی ضرورت نہیں کہ مالک کو سپرد کردیں جب استحقاق ہو لہٰذا وہاں پہنچادینے کے بعد اگر چیز ضائع ہوگئی اُجرت واجب ہے۔[4] (درمختار) بلکہ اگر حمال نے پہنچایا نہ ہو راستہ ہی میں اُجرت مانگتا ہے تو یہاں تک کی جتنی اُجرت حساب سے ہو لے سکتا ہے مگر جہاں تک ٹھہرا ہے اُس پر وہاں تک پہنچانا لازم ہے اور پہنچانے پر باقی اُجرت کا مستحق ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: دھوبی نے کہا تمھارا کپڑا میں نے دھونے کے لیے لیا ہی نہیں ہے اس کے بعد کپڑے کا اقرار کرلیا اگر انکار سے پہلے دھو چکا ہے دھلائی کا مستحق ہے اور انکار کے بعد دھویا تو دھلائی کا مستحق نہیں اور رنگریز نے کپڑے سے انکار کردیا پھر اقرار کیا اگر انکار سے پہلے رنگ چکا ہے اُجرت کا مستحق ہے اور انکار کے بعد رنگا تو مالک کو اختیار ہے کہ کپڑا لے لے اور رنگ کی وجہ سے جو کچھ کپڑے کی قیمت میں اضافہ ہوا ہے وہ دیدے اور چاہے تو سفید کپڑے کی قیمت تاوان لے۔ اور کپڑا بننے والے

---

1 ...... "الدرالمختار"، كتاب الإجارة، ج۹، ص ۲٤.

و "الفتاوى الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الأجرة...إلخ، ج٤، ص٤١٣.

2 ...... کپڑے رنگنے والا۔ 3 ...... بوجھ اٹھانے والا مزدور۔

4 ...... "الدرالمختار"، كتاب الإجارة، ج۹، ص ۲٤، ۲٥.

5 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الأجرة...إلخ، ج٤، ص٤١٣.

نے سوت سے انکار کیا پھر اقرار کیا اور انکار سے قبل بُن چکا ہے اُجرت ملے گی اور انکار کے بعد بُنا ہے تو کپڑا اِسی بننے والے کا ہے اور سوت والے کو اُتنا ہی سوت دے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶: درزی نے مستاجر کے گھر پر کپڑا سیا تو کام کرنے پر اُجرت واجب ہو جائے گی مالک کو سپرد کرنے کی ضرورت نہیں کہ جب اُس کے مکان پر ہی کام کر رہا ہے تو تسلیم کرنے کی ضرورت نہیں یہ خود ہی تسلیم کے حکم میں ہے لہٰذا کپڑا سی رہا تھا چوری ہو گیا اُجرت کا مستحق ہے بلکہ اگر کچھ سیا تھا کچھ باقی تھا یعنی مثلاً پورا کرتہ سیا بھی نہیں تھا کہ جاتا رہا جتنا سی لیا تھا اُس کی اُجرت واجب ہے۔[2] (طحطاوی)

مسئلہ ۲۷: مزدور دیوار بنا رہا ہے کچھ بنانے کے بعد گر گئی تو جتنی بنا چکا ہے اُس کی اُجرت واجب ہوگئی۔ درزی نے کپڑا سیا تھا مگر کسی نے یہ سلائی توڑ دی سلائی نہیں ملے گی ہاں جس نے توڑی ہے اُس سے تاوان لے سکتا ہے اور اب دوبارہ سینا بھی درزی پر واجب نہیں کہ کام کر چکا اور اگر خود درزی ہی نے سلائی توڑ دی تو دوبارہ سینا واجب ہے گویا اُس نے کام کیا ہی نہیں۔[3] (بحر)

مسئلہ ۲۸: درزی نے کپڑا قطع کیا اور سیا نہیں بغیر سیے مر گیا قطع کرنے کی کچھ اُجرت نہیں دی جائے گی کہ عادۃً سلائی کی اُجرت دیتے ہیں قطع کرنے کی اُجرت نہیں دی جاتی ہاں اگر اصل مقصود درزی سے کپڑا قطع کرانا ہی ہے سلوانا نہیں ہے تو اس کی اُجرت بھی ہوسکتی ہے۔[4] (طحطاوی، بحر)

مسئلہ ۲۹: دھوبی کو دھونے کے لیے کپڑے دیے اور دُھلائی کا تذکرہ نہیں ہوا کہ کیا ہوگی اُجرت مثل واجب ہوگی کیونکہ اُس کا کام ہی یہ ہے کہ اُجرت پر کپڑا دھوتا ہے۔[5] (بحر)

مسئلہ ۳۰: نانبائی[6] اس وقت اُجرت لینے کا حقدار ہوگا جب روٹی تنور سے نکال لے کہ اب اُس کا کام ختم ہوا اور اگر

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الإجارۃ، الباب الثاني في بیان أنه متی تجب الأجرۃ...إلخ، ج٤، ص٤١٤.

2 ......"حاشیۃ الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، کتاب الإجارۃ، ج٤، ص٩.

3 ......"البحرالرائق"، کتاب الإجارۃ، ج٧، ص٥١٢، ٥١٣.

4 ......"حاشیۃ الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، کتاب الإجارۃ، ج٤، ص٩.

و"البحر الرائق"، کتاب الإجارۃ، ج٧، ص٥١٣.

5 ......"البحرالرائق"، کتاب الإجارۃ، ج٧، ص٥١٣.

6 ......روٹی پکانے والا۔

کچھ روٹیاں پکائی ہیں کچھ باقی ہیں تو جتنی پکا چکا ہے حساب کرکے انکی پکوائی لے سکتا ہے یہ اُس صورت میں ہے کہ مستاجر یعنی پکوانے والے کے مکان پر اُس نے روٹی پکائی اور اگر پکنے کے بعد یعنی تنور سے نکالنے کے بعد بغیر اس کے فعل کے کوئی روٹی تنور میں گر گئی اور جل گئی تو اس کی اُجرت منہا نہیں کی جاسکتی کہ تنور سے نکال کر رکھنے کے بعد اُجرت کا حقدار ہو چکا ہے اور اس روٹی کا اس سے تاوان بھی نہیں لیا جاسکتا کہ اِس نے خود نقصان نہیں کیا ہے اور اگر تنور سے نکالنے کے پہلے ہی جل گئی تو اس کی اُجرت نہیں ملے گی بلکہ تاوان دینا ہوگا یعنی اس روٹی کا جتنا آٹا تھا وہ تاوان دے اور اگر روٹی پکوانے والے کے یہاں نہیں پکائی ہے خواہ نانبائی نے اپنے گھر پکائی یا دوسرے کے مکان پر اور روٹی جل جائے یا چوری ہوجائے بہر حال اُجرت کا مستحق نہیں ہے کہ اس کے لیے تسلیم یعنی مستاجر کے قبضہ میں دینے کی ضرورت ہے پھر اگر چوری ہوگئی تو نانبائی پر تاوان نہیں کیوں کہ آٹا اس کے پاس امانت تھا جس میں تاوان نہیں ہوتا اور اگر جل گئی ہے تو تاوان دینا ہوگا کہ اس کے فعل سے نقصان ہوا اور مالک کو اختیار ہے کہ روٹی کا تاوان لے یا آٹے کا اگر روٹی کا تاوان لے گا تو پکوائی دینی ہوگی اور آٹا لے تو نہیں۔ لکڑی، نمک، پانی ان میں سے کسی کا تاوان نہیں۔[1] (بحر، درمختار، طحطاوی)

مسئلہ ۳۱: باورچی جو گوشت یا پلاؤ وغیرہ پکاتا ہے اگر یہ کھانا اُس نے دعوت کے موقع پر پکایا ہے ولیمہ کی دعوت ہو یا ختنہ کی یا چھٹی کی یا عقیقہ کی یا قرآن مجید ختم کرنے کی، غرض کسی قسم کی دعوت ہو اس میں اُجرت کا اُس وقت مستحق ہوگا جب سالن وغیرہ برتنوں میں نکال دے اور گھر کے لوگوں کے لیے پکایا ہے تو کھانا طیار کرنے پر اُجرت کا حقدار ہوگیا۔[2] (درمختار، بحر) مگر یہ وہاں کا عرف ہے کہ باورچی ہی کھانا نکالتے ہیں ہندوستان میں عموماً یہ طریقہ ہے کہ باورچی طیار کردیتے ہیں جس نے دعوت کی اُس کے عزیز و اقارب دوست احباب کھانا نکالتے ہیں کھلاتے ہیں باورچی سے اس کام کا کوئی تعلق نہیں رہتا لہٰذا یہاں کے عرف کے لحاظ سے کھانا طیار کرنے پر مزدوری کا مستحق ہوجائے گا نکالنے کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ ۳۲: باورچی نے کھانا خراب کردیا یا جلا دیا یا کچا ہی اوتار دیا اُسے کھانے کا ضمان دینا ہوگا۔ اور اگر آگ لے کر چلا کہ چولھا جلائے یا تنور روشن کرے چنگاری اوڑی اور مکان میں آگ لگ گئی مکان جل گیا اس کا تاوان دینا نہیں

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب الإجارة، ج۷، ص۵۱۳.
و"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۲۶، ۲۸.
و"حاشية الطحطاوی"علی "الدر المختار"، کتاب الإجارة، ج٤، ص۹، ۱۰.

2 ......"الدر المختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۲۸.
و"البحرالرائق"، کتاب الإجارة، ج۷، ص۵۱۳.

ہوگا کہ اس میں اُس کے فعل کو دخل نہیں اِسی طرح کرایہ دار سے اگر مکان جل جائے تو تاوان نہیں کہ اُس نے قصداً ایسا نہیں کیا ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳۳: اینٹ تھاپنے والا اُجرت کا اُس وقت مستحق ہے جب اینٹ اُس نے کھڑی کردی اس کے بعد اگر اینٹوں کا نقصان ہوا تو مالک کا ہوا اس کا نہیں اور اگر اس سے پہلے نقصان ہوا تو اسی کا ہوا کہ ابھی تک یہ اُجرت کا مستحق نہیں ہے یہ قول امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔ صاحبین[2] یہ فرماتے ہیں کہ اُجرت کا مستحق اُس وقت ہوگا جب اینٹوں کا چٹا لگا دے[3] اسی پر فتویٰ ہے۔[4] (درمختار) یہاں کے عرف سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ چٹا لگانے کے بعد اُجرت ملے کیونکہ چٹا لگانا بھی انھیں تھاپنے والوں کا کام ہوتا ہے نہ اس کے لیے دوسرے مزدور رکھے جاتے ہیں نہ خود ان کو چٹا لگانے کی اُجرت دی جاتی ہے بلکہ جہاں تک دیکھا گیا ہے یہی معلوم ہوا کہ اینٹوں کا شمار ہی اُس وقت کرتے ہیں جب چٹا لگ جائے پہلے ہی سے اُجرت کیا دی جائے گی۔

مسئلہ ۳۴: اینٹ تھاپنے کا سانچا[5] تھپیرے[6] کے ذمہ ہے کہ یہ اُس کے کام کا آلہ ہے جیسے درزی کے لیے سوئی، بڑھئی[7] کے لیے بسولا[8] وغیرہ ہر قسم کے اوزار، مٹی اور ریتا مستاجر کے ذمہ ہے۔ مکان کے اندر غلہ پہنچا دینا حمال[9] کا کام ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ دروازہ تک میں نے پہنچا دیا اندر نہیں لے جاؤں گا۔ چھت یا دوسری منزل پر لیجانا حمال کا کام نہیں ہے جب تک اُس سے شرط نہ کرلیں وہ اوپر لیجانے سے انکار کرسکتا ہے۔ مٹکے، گولی[10] اور برتنوں میں غلہ بھرنا حمال کا کام نہیں جب تک اس کی شرط نہ ہو۔ اونٹ یا گھوڑا یا کوئی جانور غلہ لادنے کے لیے کرایہ پر لیا تو غلہ لادنا اور اوتارنا جانور والے کے ذمہ ہے اور مکان کے اندر پہنچانا اس کے ذمہ نہیں مگر جبکہ اس کی شرط ہو یا وہاں کا یہی عرف ہو۔[11] (درمختار، بحر)

مسئلہ ۳۵: بیل گاڑی بہت سی چیزیں لادنے کے لیے کرایہ کرتے ہیں گاڑی والے کے ذمہ وہاں تک پہنچا دینا ہے جہاں تک گاڑی جاتی ہو اُس کے بعد مالک کے ذمہ ہے مگر جبکہ یہ شرط ہو کہ مکان کے اندر پہنچانا ہوگا یا وہاں کا عرف ہو جس طرح

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۲۸.
2 ...... یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ۔
3 ...... سلیقے سے رکھ دے۔
4 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۲۸.
5 ...... اینٹیں بنانے کا آلہ، قالب۔
6 ...... اینٹیں تھاپنے والے۔
7 ...... لکڑی کا کام کرنے والا۔
8 ...... ایک اوزار جس سے بڑھئی لکڑی چھیلتے ہیں۔
9 ...... بوجھ اٹھانے والا مزدور
10 ...... مٹی سے بنایا ہوا ایک بڑا برتن جس میں پانی یا غلہ رکھتے ہیں۔
11 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۲۹.
و "البحر الرائق"، کتاب الإجارة، ج۷، ص۵۱۴، ۵۱۵.

عموماً شہروں میں یہی طریقہ ہے کہ ٹھیلے والے جو چیزیں لاد کر لاتے ہیں وہ مکان کے اندر تک پہنچاتے ہیں۔

مسئلہ ۳۶: سیاہی کاتب کے ذمہ ہے یعنی لکھنے میں جو کچھ سیاہی صرف ہوگی لکھوانے والا نہیں دے گا اور کاتب کے ذمہ کاغذ شرط کردینا اجارہ ہی کو فاسدہ کردیتا ہے۔[1] (بحر) یوہیں قلم بھی کاتب ہی کے ذمہ ہے۔

مسئلہ ۳۷: جس کاریگر کے عمل کا اثر چیز میں پیدا ہوتا ہے جیسے رنگریز، دھوبی یہ اپنی اُجرت وصول کرنے کے لیے چیز کو روک سکتے ہیں اگر انہوں نے چیز کو روکا اور ضائع ہوگئی تو چیز کا تاوان نہیں دینا ہوگا مگر اُجرت بھی نہیں ملے گی۔ یہ روکنے کا حق اُس صورت میں ہے کہ اُجرت ادا کرنے کے لیے کوئی میعاد[2] مقرر نہ کی ہو اور اگر کہہ دیا ہے کہ ایک ماہ بعد میں اُجرت دوں گا اور کاریگر نے منظور کرلیا تو اب چیز کے روکنے کا حق جاتا رہا اور روکنے کا حق اُس وقت ہے کہ کاریگر نے اپنے مکان یا دکان میں کام کیا ہو اور اگر خود مستاجر کے یہاں کام کیا تو کام سے فارغ ہونا ہی مستاجر کو تسلیم کردینا ہے اس میں روکنے کی صورت نہیں۔ درزی وغیرہ نے تعدی کی جس سے چیز میں نقصان ہوا تو مطلقاً ضامن ہیں اپنے مکان پر کام کیا ہو یا مستاجر کے مکان پر یا اور کہیں اور اگر کشتی میں سامان لدا ہے مالک بھی کشتی میں ہے ملاح[3] کشتی کو کھینچے لیجارہا ہے اور کشتی ڈوب گئی ملاح ضمان نہیں دے گا۔[4] (بحرالرائق)

مسئلہ ۳۸: اثر ہونے کا کیا مطلب ہے بعض فقہا فرماتے ہیں اس کا یہ مطلب ہے کہ کام کرنے والے کی کوئی چیز اُس میں شامل ہوجائے جیسے رنگریز نے کپڑے میں اپنا رنگ شامل کردیا اور بعض فقہا یہ کہتے ہیں کہ اس سے یہ مُراد ہے کہ کوئی چیز جو نظر نہیں آتی تھی نظر آئے اِس ثانی کی بنا پر دھوبی بھی داخل ہے کیونکہ پہلے کپڑے کی سپیدی نظر نہیں آتی تھی اب آنے لگی اور اگر دھوبی نے کلپ لگایا ہے جب تو پہلی صورت میں بھی داخل ہے۔ پستہ بادام کی گری نکالنے والا، لکڑیاں چیرنے والا، آٹا پیسنے والا، درزی اور موزہ سینے والا جبکہ یہ دونوں ڈورا اپنے پاس سے نہ لگائیں غلام کا سر مونڈنے والا یہ سب اس میں داخل ہیں دونوں قولوں میں اصح قولِ ثانی[5] ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۳۹: جس کے کام کا اثر اُس چیز میں نہ رہے جیسے حمال کہ غلہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجاتا ہے یا ملاح کہ کسی

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب الإجارة، ج۷، ص۵۱۵.

2 ......مدت۔ 3 ......کشتی چلانے والا۔

4 ......"البحرالرائق"، کتاب الإجارة، ج۷، ص۵۱۵.

5 ......یعنی صحیح ترین دوسرا قول ہے۔

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۳۰.

چیز کو کشتی پر لاد کر ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچا دیتا ہے یا جس نے کپڑے کو پاک کرنے کے لیے دھویا اُس کو سپید نہیں کیا یہ لوگ اُجرت وصول کرنے کے لیے چیز کو روک نہیں سکتے اگر روکیں گے غاصب قرار پائیں گے اور ضمان دینا ہوگا اور مالک کو اختیار ہے عمل کرنے کے بعد جو قیمت ہوئی اُس کا تاوان لے اور اِس صورت میں اُجرت دینی ہوگی اور چاہے تو وہ قیمت تاوان میں لے جو عمل کے بغیر ہے اور اس وقت اُجرت نہیں ملے گی۔[1] (درمختار)

مسئلہ۴۰: اجیر[2] کے پاس چیز ہلاک ہوگئی مگر نہ تو اُس کے فعل سے ہلاک ہوئی اور نہ اُجرت لینے کے لیے اُس نے چیز روکی تھی اور اجیر وہ ہے جس کے عمل کا اثر پیدا ہوتا ہے جیسے خیاط[3] ورنگریز تو ان کی اُجرت نہیں ملے گی اور اگر عمل کا اثر نہیں پیدا ہوتا جیسے حمال تو اسے اُجرت ملے گی۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ۴۱: جس سے کام کرانا ہے اگر اُس سے یہ شرط کرلی ہے کہ تم کو خود کرنا ہوگا یا کہہ دیا کہ تم اپنے ہاتھ سے کرنا اس صورت میں خود اُسی کو کرنا ضروری ہے اپنے شاگرد یا کسی دوسرے شخص سے کام کرانا جائز نہیں اور کرادیا تو اُجرت واجب نہیں اس صورت میں سے دایہ کا استثنا[5] ہے کہ وہ دوسری سے بھی کام لے سکتی ہے۔ اور اگر یہ شرط نہیں ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے کام کرے گا دوسرے سے بھی کراسکتا ہے اپنے شاگرد سے کرائے یا نوکر سے کرائے یا دوسرے سے اُجرت پر کرائے سب صورتیں جائز ہیں۔[6] (بحر، درمختار)

مسئلہ۴۲: اجارہ مطلق تھا یعنی خود اُس کاریگر کے اپنے ہاتھ سے کام کرنے کی شرط نہیں تھی کاریگر نے دوسرے کو بغیر اُجرت چیز سپرد کردی یعنی دوسرے کو کام کرنے کے لیے دیدی جو اجیر نہیں ہے اور وہاں سے چیز ضائع ہوگئی تو اجیر پر ضمان واجب ہے اور اگر یہ دوسرا شخص پہلے کا اجیر ہے مثلاً درزی کو کپڑا سینے کے لیے دیا درزی نے دوسرے کو اُجرت پر سینے کے لیے دیا اور ضائع ہوگیا تو تاوان واجب نہیں نہ اول پر نہ دوسرے پر۔[7] (بحر)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۳۰، ۳۱.

2 ......مزدور۔ 3 ......درزی۔

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب الثانی فی بیان أنه متی تجب الأجرة...إلخ، ج٤، ص٤١٤-٤١٥.

5 ......یعنی دایہ اس حکم سے خارج ہے۔

6 ......"البحر الرائق"، کتاب الإجارة، ج۷، ص٥١٦.

و"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۳۱.

7 ......"البحرالرائق"، کتاب الإجارة، ج۷، ص٥١٦.

مسئلہ ۴۳: اجیر سے کہہ دیا تم اتنی اُجرت پر میرا یہ کام کر دو یہ اجارہ مطلق کی صورت ہے اور اگر یہ کہے تم اپنے ہاتھ سے کرو یا تم خود کرو تو مقید ہے اب دوسرے سے کرانا جائز نہیں۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۴۴: ایک شخص کو اجیر مقرر کیا کہ میری عیال کو فلاں جگہ سے لے آؤ وہ لینے گیا مگر اُن میں سے بعض کا انتقال ہو گیا جو باقی تھے اُنھیں لے آیا اگر دونوں کو تعداد معلوم تھی تو اُجرت اُسی حساب سے ملے گی یعنی مثلاً چار بچے تھے اور اُجرت چار روپے تھی تین کو لایا تو تین روپے پائے گا اور اگر تعداد معلوم نہیں تھی تو پوری اُجرت پائے گا اور اگر گیا اور وہاں سے کسی کو نہیں لایا تو کچھ بھی اُجرت نہیں ملے گی کہ کام کیا ہی نہیں پہلی صورت میں حساب سے اُجرت ملنا اُس صورت میں ہے کہ اُنکے کم، زیادہ ہونے سے محنت میں کمی بیشی ہو مثلاً چھوٹے چھوٹے بچے ہیں کہ گود میں لانا ہوگا زیادہ ہوں گے تکلیف زیادہ ہوگی کم ہوں گے تکلیف کم ہوگی اور اگر کم زیادہ ہونے سے اس کی محنت میں کمی بیشی نہیں ہوگی مثلاً کشتی کرایہ پر لی ہے کہ اُس میں سب کو سوار کر کے لاؤ اگر سب آئیں گے یا بعض آئیں گے دونوں صورتوں میں محنت یکساں ہے اس صورت میں پوری اُجرت ملے گی اور اگر بچوں کے لانے کا مطلب یہ ہے کہ اجیر اُن کے ساتھ ساتھ آئے گا سواری کا خرچ مستاجر کے ذمہ ہے مثلاً کہہ دیا ریل پر یا تانگہ گاڑی پر سوار کر کے لاؤ یا وہ جگہ قریب ہے سب پیدل چلے آئیں گے اس کو صرف ساتھ رہنا ہوگا یا جگہ دور ہے مگر وہ سب بڑے ہیں پیدل چلے آئیں گے اس کی محنت میں اُن کے کم وبیش ہونے سے کوئی فرق نہیں تو پوری اُجرت پائے گا۔[2] (درمختار، طحطاوی)

مسئلہ ۴۵: ایک شخص کو اجیر کیا کہ فلاں جگہ فلاں شخص کے پاس میرا خط لے جاؤ اور وہاں سے جواب لاؤ اگر یہ خط لے کر نہیں گیا اُجرت کا مستحق نہیں ہے کہ صرف جانے آنے کے لیے اُس نے اجیر نہیں کیا تھا جب اُس نے کام نہیں کیا اُجرت کس چیز کی لے گا اور اگر وہاں خط لیکر گیا مگر مکتوب الیہ[3] کا انتقال ہو گیا تھا خط واپس لایا اس صورت میں بھی اُجرت کا مستحق نہیں اور اگر خط واپس نہیں لایا بلکہ وہیں چھوڑ آیا تو جانے کی اُجرت پائے گا آنے کی نہیں۔ اور اگر مکتوب الیہ وہاں سے کہیں چلا گیا ہے جب بھی یہی صورتیں ہیں۔ اسی طرح اگر مٹھائی وغیرہ کوئی کھانے کی چیز بھیجی تھی جس کے پاس بھیجی تھی وہ مر گیا یا کہیں چلا گیا یہ واپس لایا جب بھی مزدوری کا مستحق نہیں۔[4] (درمختار، طحطاوی)

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص ۳۱.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص ۳۲.

و"حاشیة الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج ٤، ص ۱۱، ۱۲.

3 ......جس کی طرف خط لکھا گیا اس کا۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص ۳۳، ۳۵.

و"حاشیة الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج ٤، ص ۱۲.

مسئلہ ۴۶: متولی وقف نے[1] وقف کی جائداد کو اُجرتِ مثل سے کم پر دیدیا مستاجر[2] پر اُجرتِ مثل واجب ہے۔ یوہیں نابالغ کے باپ یا وصی نے اس کی جائداد کو کم کرایہ پر دیدیا اُس مستاجر پر اُجرت مثل واجب ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۴۷: ایک مکان خریدا کچھ دنوں اُس میں رہنے کے بعد معلوم ہوا کہ یہ مکان وقف ہے یا کسی یتیم کا ہے مکان تو واپس کرنا ہی ہوگا جتنے دنوں اُس میں رہا ہے اُس کا کرایہ بھی دینا ہوگا۔[4] (طحطاوی)

مسئلہ ۴۸: مکان کرایہ پر لیا تھا اور اس کی اُجرت پیشگی دیدی تھی مگر مالک مکان مرگیا لہٰذا اجارہ فسخ ہوگیا کرایہ جو پیشگی دے چکا ہے اُس کے وصول کرنے کے لیے کرایہ دار کو مکان روک لینے کا حق نہیں اور اگر مالک مکان پر دین تھا اور مرگیا دین ادا کرنے کے لیے مکان فروخت کیا گیا تو، بہ نسبت دوسرے قرض خواہوں کے یہ اپنا زر پیشگی[5] وصول کرنے میں زیادہ حقدار ہے یعنی یہ اپنا پورا روپیہ ثمن سے وصول کرلے اس کے بعد کچھ بچے تو دوسرے قرض خواہ اپنے اپنے حصہ کے موافق اُس سے لے سکتے ہیں اور کچھ نہیں بچا تو اس ثمن سے لینے کے حقدار نہیں۔[6] (طحطاوی)

مسئلہ ۴۹: مستاجر نے اُجرت زیادہ کردی مثلاً پانچ روپیہ ماہوار کرایہ کا مکان تھا کرایہ دار نے چھ روپے کردیے اگر اندرونِ مدت یہ اضافہ ہے تو اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوجائے گا جیسے بیع میں ثمن کا اضافہ اور اگر مدت پوری ہونے کے بعد اضافہ کیا جب بھی زیادہ دینا جائز ہے یعنی یہ ایک احسان ہے عقد باقی نہیں رہا اُس کے ساتھ کیوں کر لاحق ہوگا۔ اور آجر یعنی مثلاً مالک مکان نے اُس شے میں اضافہ کردیا جو کرایہ پر تھی مثلاً پہلے ایک مکان تھا اب اُسی کرایہ میں دوسرا مکان بھی دیدیا یہ بھی جائز ہے اور اگر یتیم یا وقف کا مکان ہے تو اس کی اُجرتِ مثل لی جائے گی۔[7] (درمختار، طحطاوی)

مسئلہ ۵۰: درخت خریدا اور چار پانچ برس تک کاٹا نہیں اب یہ درخت پہلے سے بڑا اور موٹا ہوگیا مالک زمین کہتا ہے تم نے اتنے دنوں تک درخت چھوڑ رکھا اس کا کرایہ ادا کرو اس مدت کا کرایہ نہیں لے سکتا۔[8] (عالمگیری)

---

1. ......مال وقف کی نگرانی کرنے والے نے۔
2. ......کرایہ دار۔
3. ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۳۵، ۳٦.
4. ......"حاشية الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج٤، ص۱۲.
5. ......ایڈوانس۔
6. ......"حاشية الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج٤، ص۱۲، ۱۳.
7. ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج۹، ص۳۷.
   و"حاشية الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، کتاب الإجارة، ج٤، ص۱۳.
8. ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الإجارة، الباب الثانی فی بیان أنه متی تجب الأجرة ...إلخ، ج٤، ص٤۱٤.

مسئلہ ۱۵: جس کے ذمہ دَین ہے اُس کے مکان کو اپنے دین کے عوض میں کرایہ پرلیا یہ جائز ہے اور اگر مالک مکان پر مستاجر کا دَین ہے کچھ دَین کرایہ میں مُجرا کر دیا اور کچھ باقی ہے اور مدتِ اجارہ ختم ہوگئی تو مستاجر بقیہ دَین میں مکان کو نہیں روک سکتا بلکہ بعد ختم مدت مکان خالی کرنا ہوگا۔[1] (عالمگیری)

اجارہ کی چیز میں کیا افعال جائز ہیں اور کیا نہیں

مسئلہ ۱: دُکان اور مکان کو کرایہ پر دینا جائز ہے اگرچہ یہ بیان نہ کیا ہو کہ مستاجر اس میں کیا کرے گا کیونکہ یہ مشہور بات ہے کہ مکان رہنے کے لیے ہوتا ہے اور دکان میں تجارت کے لیے بیٹھتے ہیں اور یہ بھی بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ کون رہے گا کیونکہ سکونت[2] ایسی چیز ہے کہ ساکن[3] کے اختلاف سے مختلف نہیں ہوتی۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۲: دکان یا مکان کو کرایہ پر لیا اُس میں خود بھی رہ سکتا ہے دوسرے کو بھی رکھ سکتا ہے مفت بھی دوسرے کو رکھ سکتا ہے کرایہ پر بھی اگرچہ مالک مکان یا دکان نے کہہ دیا ہو کہ تم اس میں تنہا رہنا۔ کپڑا پہننے کے لیے کرایہ پر لیا تو دوسرے کو نہیں پہنا سکتا اسی طرح ہر وہ کام کہ استعمال کرنے والے کے اختلاف سے مختلف ہوتا ہے وہ دوسرے کے لیے نہیں ہوسکتا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۳: مکان اور دکان میں تمام وہ کام کرسکتا ہے جو عادۃً کیے جاتے ہیں اس کی دیواروں میں کیلیں گاڑ سکتا ہے زمین پر میخ اور کھونٹا[6] گاڑ سکتا ہے نہانا، دھونا، وضو کرنا، غسل کرنا، کپڑے دھونا، پھینچنا[7] استنجا کرنا، لکڑیاں چیرنا یہ سب کچھ کرسکتا ہے ہاں اگر لکڑی چیرنے میں عمارت کمزور ہو یعنی بیچنے کے لیے چیرے یا مکان کی چھت پر چیرے تو جائز نہیں جب تک مالک مکان سے اجازت نہ لے لے۔ مکان کے دروازہ پر گھوڑا وغیرہ جانور باندھ سکتا ہے اور مکان کے اندر یہ نہیں کرسکتا کہ رہنے کے کمروں کو اصطبل کردے۔[8] (بحر، درمختار) بکری مکان کے اندر باندھنے کا عرف ہے اسے کرسکتا ہے، کرایہ کے مکان میں ہاتھ کی چکی سے آٹا پیسا جاسکتا ہے کہ اس سے عمارت میں نقصان نہیں آتا اور اگر عمارت

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة،الباب الثاني في بيان أنه متى تجب الاجرة ...إلخ،ج٤،ص٤١٥ .

2 ......رہائش۔ 3 ......رہنے والے۔

4 ...... "الدرالمختار"، كتاب الإجارة،باب ما يجوز من الإجارة...إلخ،ج٩،ص٤٦ .

5 ......المرجع السابق،ص٤٧ .

6 ......گھوڑے مویشی وغیرہ باندھنے کی بڑی میخ۔ 7 ......کھنگالنا، نچوڑنا۔

8 ......"البحرالرائق"، كتاب الإجارة،باب مايجوز من الإجارة...إلخ،ج٧،ص٥١٧ .

و"الدرالمختار"، كتاب الإجارة،باب ما يجوز من الإجارة...إلخ،ج٩،ص٤٦،٤٧ .

کے لیے مضر[1] ہو تو بلا شرط یا بغیر اجازتِ مالک جائز نہیں، پن چکی[2] یا مشین کی چکی یا جانوروں کی چکی کے لیے اجازت ضروری ہے کہ یہ عمارت کے لیے مضر ہیں۔[3] (بحر، درمختار، طحطاوی)

مسئلہ ۴: کرایہ دار کرایہ کے مکان یا دکان میں لوہار اور دھوبی اور چکی والے کو نہیں رکھ سکتا یعنی یہ لوگ اُسی مکان میں اپنا کام کریں مثلاً دھوبی اُسی مکان میں کپڑا دھوئے یہ بغیر اجازتِ مالک درست نہیں اور کرایہ دار خود بھی یہ کام بغیر اجازتِ مالک نہیں کرسکتا اور اگر اجارہ ہی میں ان چیزوں کا کرنا طے پا گیا ہے تو کرنا جائز ہے۔[4] (درمختار) اور اگر دھوبی مکان میں کپڑا نہیں دھوتا بلکہ تالاب سے کپڑا دھوکر لاتا ہے اور مکان میں کلپ دیتا ہے[5] استری کرتا ہے تو حرج نہیں کہ اس سے عمارت پر اثر نہیں پڑتا۔

مسئلہ ۵: مالک اور کرایہ دار میں اختلاف ہوا کہ ان چیزوں کا کرنا اجارہ میں مشروط تھا یا نہیں اس میں مالک کا قول معتبر ہے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مستاجر[6] کے گواہ مقبول اور اصل اجارہ ہی میں اختلاف ہو جب بھی یہی صورت ہے۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۶: مستاجر نے ایک کام کو معین کیا تھا کہ یہ کروں گا اگر اس کا مثل یا اوس سے کم درجہ کا فعل کرے اس کی اجازت ہے مثلاً لوہاری کے کام[8] کے لیے مکان لیا تھا اور اس میں کپڑے دھونے کا کام کرتا ہے اگر دونوں سے عمارت کا یکساں نقصان ہے یا کپڑا دھونے میں کم نقصان ہے کرسکتا ہے۔ ایسا کام کیا جس کی اجازت نہ تھی کرایہ دینا ہوگا اور اگر مکان گر پڑا تو کرایہ نہیں بلکہ مکان کا تاوان دینا ہوگا۔[9] (درمختار) یعنی مکان کا کرایہ نہیں دینا ہوگا مگر زمین کا کرایہ دینا ہوگا۔[10] (ردالمحتار)

---

1 ......نقصان دہ۔ 2 ......پانی کی قوت سے چلنے والی چکی۔

3 ......"البحرالرائق"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۱۷.

و"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۴۶.

و"حاشیةالطحطاوی" علی "الدرالمختار"، کتاب الإجارة...إلخ، باب مایجوز، ج۴، ص۱۵.

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۴۶، ۴۷.

5 ......کلف لگاتا ہے۔ 6 ......کرایہ دار۔

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۴۷.

8 ......یعنی لوہے کے اوزار وغیرہ بنانے کا کام۔

9 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۴۷.

10 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۴۷.

مسئلہ ۷: مستاجر نے مکان یا دکان کو کرایہ پر دیدیا اگر اُتنے ہی کرایہ پر دیا ہے جتنے میں خود لیا تھا یا کم پر جب تو خیر اورزائد پر دیا ہے تو جو کچھ زیادہ ہے اُسے صدقہ کردے ہاں اگر مکان میں اصلاح کی ہو اُسے ٹھیک ٹھاک کیا ہو تو زائد کا صدقہ کرنا ضرور نہیں یا کرایہ کی جنس بدل گئی مثلاً لیا تھا روپے پر دیا ہو اشرفی پر اب بھی زیادتی جائز ہے۔ جھاڑو دیکر مکان کو صاف کرلینا یہ اصلاح نہیں ہے کہ زیادہ والی رقم جائز ہو جائے اصلاح سے مراد یہ ہے کہ کوئی ایسا کام کرے جو عمارت کے ساتھ قائم ہو مثلاً پلاستر کرایا یا مونڈیر بنوائی۔ خود مالک مکان کو مستاجر نے مکان کرایہ پر دیدیا قبضہ کے بعد ایسا کیا یا قبضہ سے قبل یہ جائز نہیں بلکہ اجارہ ہی فسخ ہو جائے گا۔[1] (بحر) مگر صحیح یہ ہے کہ اجارہ فسخ نہیں ہوگا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۸: زمین کو زراعت[3] کے لیے اُجرت پر دینا جائز ہے جبکہ یہ بیان ہو جائے کہ اُس میں کیا چیز بوئی جائے گی یا مزارع سے یہ کہہ دے کہ جو تو چاہے بولیا کر، اگر ان چیزوں کا بیان نہیں ہوگا تو منازعت ہوگی[4] کیونکہ زمین کبھی زراعت کے لیے اجارہ پر دی جاتی ہے کبھی دوسرے کام کے لیے اور زراعت سب چیزوں کی ایک قسم نہیں کہ بیان کرنے کی حاجت نہ ہو بعض چیزوں کی زراعت زمین کے لیے مفید ہوتی ہے اور بعض کی مضر ہوتی ہے اگر ان چیزوں کو بیان نہیں کیا گیا تو اجارہ فاسد ہے مگر جبکہ اُس نے زراعت بودی تو اب صحیح ہو گیا کہ کام کر لینے سے وہ جہالت جو پیدا ہو گئی تھی جاتی رہی اور مستاجر پر اُجرت واجب ہو گئی۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۹: زراعت کے لیے کھیت لیا تو آمدورفت کا راستہ[6] اور پانی جہاں سے آتا ہے اور جس راستے سے آتا ہے یہ سب چیزیں مستاجر کو بغیر شرط بھی ملیں گی کیونکہ یہ نہ ہوں تو زراعت ہی ناممکن ہے اور کھیت بیع لیا[7] تو یہ چیزیں بغیر شرط داخل نہیں۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۱۰: کھیت ایک سال کے لیے لیا تو سال کی دونوں فصلیں ربیع[9] وخریف[10] اُس میں بوسکتا ہے اگر اس

---

1 ......"البحرالرائق"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۱۸.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۱۵۳.

3 ......کھیتی، باڑی۔ 4 ......یعنی جھگڑا ہوگا۔

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۴۸.

6 ......یعنی آنے جانے کا راستہ۔ 7 ......یعنی خریدا۔

8 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۴۸.

9 ......موسم بہار کی فصل۔ 10 ......موسم خزاں کی فصل۔

وقت زراعت نہیں ہوسکتی کیونکہ پانی نہیں ہے مگر مدت کے اندر زراعت ہوسکتی ہے لگان واجب ہے ورنہ نہیں۔[1] (درمختار) اوروہ زمین جو پانی سے دور ہونے کی وجہ سے زراعت کے قابل نہیں اس کو یا بنجر زمین کو کاشت کے لیے اجارہ پر لینا درست نہیں۔[2] (طحطاوی)

مسئلہ ۱۱: زمین زراعت کے لیے اجارہ پر دی اور زراعت کو کوئی آفت پہنچی مثلاً کھیت پانی سے ڈوب گیا تو جو حصہ لگان کا آفت پہنچنے سے پہلے کا ہے وہ دینا ہوگا اور آفت پہنچنے کے بعد کا جو حصہ ہے وہ ساقط جبکہ دوسری زراعت کا موقع نہ رہے اور اگر پھر کھیت بوسکتا ہے تو لگان ساقط نہیں اگر چہ کھیت نہ بویا کہ یہ اُس کا اپنا قصور ہے۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲: زمین میں دوسرے کی زراعت لگی ہوئی ہے اور جس نے کھیت بویا ہے جائز طور پر بویا ہے مثلاً اُس کے پاس کھیت عاریت ہے یا اُس نے اجارہ پر لیا ہے اگر چہ یہ اجارہ فاسد ہی ہو یہ زمین دوسرے کو اجارہ پر دینا جائز نہیں، اور اگر اجارہ پر دیدی اور فصل کٹ گئی اور مالک زمین نے نئے مزارع[4] کو زمین دیدی تو اجارہ صحیح ہوگیا ہاں ایک شخص نے جائز طور پر بویا تھا اور فصل کٹنے کے وقت دوسرے کو دیدی یہ اجارہ جائز ہے مزارع اول سے کہا جائے گا کھیت کاٹ لے پھر یہ کھیت مزارع دوم کو دیدیا جائے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ اجارہ کو زمانۂ مستقبل کی طرف مضاف کیا مثلاً فلاں مہینہ سے یہ کھیت تم کو اتنے لگان پر دیا جبکہ معلوم ہو کہ اُسوقت تک کھیت خالی ہوجائے گا مثلاً بیساکھ[5] سے یا جیٹھ[6] سے یہ صورت مطلقاً جائز ہے مزارع اول نے جائز طور پر بویا ہو یا ناجائز طور پر۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ اُس کھیت کو بونے والے نے ناجائز طور پر بویا ہو مالک نے دوسرے کو اجارہ پر دیدیا یہ اجارہ جائز ہے کیونکہ مزارع کو یہ کھیت دیدینا ممکن کہ ہے جس نے بویا ہے اُسکو مجبور کیا جائے گا کہ اپنی زراعت فوراً کاٹ لے طیار ہو یا نہ ہو۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۱۳: مکان اجارہ پر دیا کچھ خالی ہے کچھ مشغول ہے اجارہ صحیح ہے مگر جو حصہ مشغول ہے اُس کی نسبت کہا جائے گا کہ خالی کر کے مستاجر کے حوالہ کردے اور اگر خالی کرنے میں ضرر ہو مثلاً کھیت اجارہ پر دیا ہے اس کے کچھ حصہ میں زراعت ہے

---

1 ......"الدرالمختار"، كتاب الإجارة،باب ما يجوز من الإجارة...إلخ،ج٩،ص٤٨.

2 ......"حاشية الطحطاوى"على"الدرالمختار"، كتاب الإجارة،باب مايجوز ،ج٤،ص١٥.

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،كتاب الإجارة،باب ما يجوز من الإجارة...إلخ،ج٩،ص١٢٨.

4 ......کاشت کار۔

5 ......بکرمی سال کا مہینہ جو عموماً وسط اپریل سے وسط مئی تک ہوتا ہے۔

6 ......بکرمی سال کا وہ مہینہ جو عموماً وسط مئی سے وسط جون تک ہوتا ہے۔

7 ......"الدرالمختار"، كتاب الإجارة،باب ما يجوز من الإجارة...إلخ،ج٩،ص٤٩.

جو ابھی طیار نہیں ہے تو اس کے خالی کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۴: مکان جس میں کوئی رہتا ہو وہ دوسرے کو کرایہ پر دینا جائز ہے جبکہ رہنے والا کرایہ پر نہ ہو اور مالک مکان کے ذمہ مکان خالی کرا کر کرایہ دار کو دینا ہے اور کرایہ کی مدت اُس وقت سے شمار ہوگی، جب سے اس کے قبضہ میں آیا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۵: زمین کو مکان بنانے یا پیڑ لگانے یا زراعت کرنے اور اُن تمام منافع کے لیے اجارہ پر دے سکتے ہیں جو حاصل کیے جاسکتے ہیں۔ مثلاً مٹی کا برتن بنانے یا اینٹ اور ٹھیکرے بنانے جانوروں کو دوپہر میں یا رات میں وہاں ٹھہرانے کے لیے لینا یہ سب اجارے جائز ہیں۔[3] (درمختار، بحر)

مسئلہ ۱۶: زمین مکان بنانے کے لیے یا درخت لگانے کے لیے اُجرت پر لی اور مدت پوری ہوگئی اپنی عمارت کا ملبہ اُٹھالے اور درخت کاٹ کر خالی زمین مالک کو سپرد کردے کیونکہ ان دونوں چیزوں کی کوئی انتہا نہیں کہ مدت میں کچھ اضافہ کیا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اُس عمارت کو توڑنے کے بعد ملبہ کی جو قیمت ہو یا درخت کاٹنے کے بعد اس کی جو کچھ قیمت ہو مالک زمین اس شخص کو دیدے اور یہ اپنا مکان اور درخت مالکِ زمین کے لیے چھوڑ دے۔ اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عمارت اور درخت جس کے ہیں اُسی کی ملک پر باقی رہیں یعنی مالکِ زمین اُس کو اجازت دیدے کہ تم اپنی عمارت و درخت رکھو زمین کا میں مالک اور اِن چیزوں کے تم مالک اس کی دو صورتیں ہیں اگر ان چیزوں کے چھوڑنے کی کوئی اُجرت ہے تو اجارہ ہے ورنہ اعارہ[4] ہے مکان والا اور مالک زمین تیسرے کو اجارہ پر دے سکتے ہیں اور اس تیسرے سے جو کچھ کرایہ ملے گا وہ زمین و مکان پر تقسیم ہوگا یعنی زمین بغیر مکان کی قیمت کیا ہے اور صرف مکان کی بغیر زمین کیا قیمت ہے اِن دونوں میں جو نسبت ہو، اُسی نسبت سے دونوں اُجرت کو تقسیم کرلیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: زمینِ وقف کو اُجرت پر لیا اور اُس میں درخت لگائے یا مکان بنایا اور مدت اجارہ ختم ہوگئی مستاجر اُجرتِ مثل کے ساتھ زمین کو رکھ سکتا ہے جبکہ اس میں وقف کا ضرر نہ ہو۔ جن لوگوں پر وہ جائداد وقف ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ مکان کا ملبہ

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۱۵۶.

2 ......المرجع السابق، ص۴۹.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۴۹.

و"البحر الرائق"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۱۸.

4 ......عاریت۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۴۹، ۵۰.

اُٹھالیا جائے اس کے سوادوسری بات پرراضی نہیں ہوتے ان کی ناراضی کالحاظ نہیں کیا جائے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۸: سبزی کے چھوٹے چھوٹے درخت جواسی لیے لگائے جاتے ہیں کہ ان کے پتے یا پھول سے انتفاع[2] حاصل کیا جائے گا اور درخت باقی رہے گا جیسے گلاب، بیلا، چمیلی اور طرح طرح کے پھول کے درخت ان تمام سبزیوں کا وہی حکم ہے جو درخت کا ہے اور اگر درخت کی کچھ مدت ہے، جیسے موسمی پھول کہ بوئے جاتے ہیں اور کچھ زمانہ کے بعد پھول کرختم ہوجاتے ہیں یا وہ سبزیاں جوجڑ ہی سے اُکھاڑلی جاتی ہیں جیسے گاجر، مولی، شلجم، گوبھی یا پھول پھل سے نفع اُٹھاتے ہیں مگر اُس کا زمانہ محدود ہے جیسے بیگن، مرچیں یہ سب چیزیں زراعت کے حکم میں ہیں کہ اگر اجارہ کی مدت پوری ہوگئی اوران کی فصل نہیں ختم ہوئی تو زمین اُس وقت تک کے لیے اُجرت مثل پرکرایہ پرلے لی جائے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۹: مواجرومستاجر میں سے کوئی مرگیا اور اجارہ فسخ ہوگیا مگر ابھی تک زراعت طیار نہیں ہے کہ کاٹی جائے تو پکنے اور طیار ہونے تک کھیت میں رہے گی اور جو اُجرت مقرر ہوئی تھی وہی دی جائے گی اور اگر مدت مقررہ ختم ہوگئی مگر زراعت طیار نہیں ہوئی تو اب جتنے دنوں کھیت میں رکھنے کی ضرورت ہو اُسکی اُجرتِ مثل دی جائے گی۔ مستعیر نے کھیت عاریت لیکر بویا تھا اور معیر[4] ومستعیر[5] دونوں میں سے کوئی مرگیا تو طیاری تک زراعت کھیت میں رہے گی اور اُجرت مثل دی جائے گی اُجرت مثل پر زراعت کو کھیت میں رہنے دینے کا یہ مطلب ہے کہ قاضی نے ایسا حکم دیا ہو یا خود ان دونوں نے اس پر رضامندی کرلی ہو اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں یعنی دونوں میں لینے دینے کا کوئی تذکرہ ہی نہیں ہوا یہاں تک کہ فصل طیار ہوگئی تو کچھ اُجرت نہیں ملے گی۔[6] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۲۰: زمین غصب کرکے اُس میں زراعت بوئی اس کے لیے کوئی مدت نہیں دی جاسکتی نہ اُجرت پر نہ بغیر اُجرت بلکہ یہ حکم دیا جائے گا کہ فوراً زراعت کاٹ کرکھیت خالی کردے۔[7] (درمختار)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوزمن الإجارة...إلخ، ج۹، ص۵۲.

2 ......نفع۔

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوزمن الإجارة...إلخ، ج۹، ص۵٤.

4 ......بطور عاریت چیز دینے والا۔

5 ......عاریت پر(مانگ کر) چیز لینے والا۔

6 ......"البحر الرائق"، کتاب الإجارة، باب مایجوزمن الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۲۲.

و"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوزمن الإجارة...إلخ، ج۹، ص۵٤.

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۵۵.

مسئلہ ۲۱: چوپایہ، اونٹ، گھوڑا، گدھا، خچر، بیل، بھینسا ان جانوروں کو کرایہ پر لے سکتے ہیں خواہ سواری کے لیے کرایہ پر لیں یا بوجھ لادنے کے لیے۔ اس لیے گھوڑے کو کرایہ پر نہیں لے سکتا کہ اُنھیں کوتل رکھے[1] یا اِن جانوروں کو اپنے دروازہ پر باندھ رکھے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ اس کے یہاں اتنے جانور ہیں۔ کپڑے کو پہننے کے لیے کرایہ پر لے سکتا ہے، اپنی دکان یا مکان سجانے کے لیے نہیں لے سکتا۔ مکان کو اس لیے کرایہ پر نہیں لے سکتا کہ اُس میں نماز پڑھے گا۔ خوشبو کو اس لیے کرایہ پر لیا کہ اُسے سونگھے گا۔ قرآن مجید یا کتاب کو پڑھنے کے لیے کرایہ پر لیا یہ ناجائز ہے۔ یوہیں شعرا کے دواوین[2] اور قصے کی کتابیں پڑھنے کے لیے اُجرت پر لینا ناجائز ہے۔[3] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۲۲: سواری کے لیے جانور کرایہ پر لیا اور مالک نے کہہ دیا کہ جس کو چاہو سوار کرو تو مستاجر کو اختیار ہے کہ خود سوار ہو یا دوسرے کو سوار کرائے جو سوار ہوا وہی متعین ہو گیا اب دوسرا نہیں سوار ہو سکتا اور اگر فقط اتنا ہی کہا ہے کہ سواری کے لیے جانور کرایہ پر لیا نہ سوار ہونے والے کی تعیین ہے نہ تعمیم تو اجارہ فاسد ہے یعنی سواری اور کپڑے میں یہ ضرور ہے کہ سوار اور پہننے والے کو معین کر دیا جائے یا تعمیم کر دی جائے کہ جس کو چاہو سوار کرو جس کو چاہو کپڑا پہنا دو اور یہ نہ ہو تو اجارہ فاسد مگر اگر کوئی سوار ہو گیا یعنی خود وہ سوار ہوا یا دوسرے کو سوار کر دیا یا خود کپڑے کو پہنا یا دوسرے کو پہنا دیا تو اب وہ اجارہ صحیح ہو گیا۔[4] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۲۳: سواری میں معین کر دیا تھا کہ فلاں شخص سوار ہوگا اور کپڑے میں معین کر دیا تھا کہ فلاں پہنے گا مگر ان کے سوا کوئی دوسرا شخص سوار ہوا یا دوسرے نے کپڑا پہنا اگر جانور ہلاک ہو گیا یا کپڑا پھٹ گیا تو مستاجر کو تاوان دینا ہوگا اور اس صورت میں اُجرت کچھ نہیں ہے اور اگر جانور اور کپڑا ضائع و ہلاک نہ ہوں تو نہ اُجرت ملے گی نہ تاوان۔ اور اگر دکان کو کرایہ پر دیا تھا کرایہ دار نے اُس میں لوہار کو بٹھا دیا اگر دکان گر جائے تاوان دینا ہوگا اور دکان سالم رہی تو کرایہ واجب ہوگا۔[5] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۲۴: تمام وہ چیزیں جو استعمال کرنے والوں کے اختلاف سے مختلف ہوں سب کا یہی حکم ہے کہ بیان کرنا ضرور

---

1 ......یعنی نمائش کے طور پر اپنے آگے چلائے۔ 2 ......یعنی شاعروں کے کلام کے مجموعے۔

3 ......"البحر الرائق"، كتاب الإجارة، باب مايجوز من الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۲۲.
و"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، باب ما يجوزمن الإجارة...إلخ، ج۹، ص۵۵.

4 ......"البحر الرائق"، كتاب الإجارة، باب مايجوز من الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۲۳.
و"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، باب ما يجوزمن الإجارة...إلخ، ج۹، ص۵۷.

5 ......"البحر الرائق"، كتاب الإجارة، باب مايجوز من الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۲۳.
و"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، باب ما يجوزمن الإجارة...إلخ، ج۹، ص۵۷.

ہے کہ کون استعمال کرے گا جیسے خیمہ کہ اسے کون نصب کرے گا اور کس جگہ نصب کیا جائے گا اور اس کی میخیں کون گاڑے گا ان باتوں میں حالات مختلف ہیں۔[1] (درمختار، طحطاوی)

مسئلہ ۲۵: خیمہ کی طنابیں[2] مالک کے ذمہ ہیں جس نے کرایہ پر دیا ہے اور اس کی میخیں مستاجر یعنی کرایہ دار کے ذمہ ہیں۔[3] (طحطاوی)

مسئلہ ۲۶: چھولداری[4] یا خیمہ دھوپ یا مینھ[5] میں بغیر اجازت مالک نصب کیا اور خراب ہوگیا تاوان دینا ہوگا اور اس صورت میں اُجرت نہیں اور اگر سلامت ہے تو اُجرت واجب ہوگی۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۷: خیمہ کے سایہ میں دوسرے لوگ بھی آرام لے سکتے ہیں مالک یہ نہیں کہہ سکتا کہ تم نے دوسرے کو اس کے نیچے کیوں بیٹھنے دیا۔[7] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۸: خیمہ کی چوبیں[8] یا رسیاں ٹوٹ گئیں کہ نصب نہیں ہوسکا کرایہ واجب نہ ہوا۔[9] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۹: جن چیزوں کے استعمال میں اختلاف نہ ہواُن میں یہ قید لگانا کہ فلاں شخص استعمال کرے بیکار ہے جس کو متعین کردیا ہے وہ بھی استعمال کرسکتا ہے اور دوسرا بھی استعمال کرسکتا ہے مثلاً مکان میں یہ شرط لگانا کہ اس میں تم خود رہنا دوسرے کو نہ رہنے دینا یا تم تنہا رہنا یہ شرطیں باطل ہیں۔[10] (درمختار)

مسئلہ ۳۰: اگر اجارہ میں ایک نوع یا کسی خاص مقدار کی قید لگائی ہے اس کی مثل یا اس سے مفید استعمال جائز ہے اور اس سے مضر استعمال کی اجازت نہیں مثلاً ایک بوری گیہوں لادنے کے لیے جانور کو کرایہ پر لیا ایک بوری سے کم گیہوں یا

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوزمن الإجارة...إلخ، ج۹، ص۵۷.
و"حاشیةالطحطاوی"علی "الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوزمن الإجارة...إلخ، ج٤، ص۱۸.

2 ......خیمہ کی رسیاں۔

3 ......"حاشیة الطحطاوی"علی"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوزمن الإجارة...إلخ، ج٤، ص۱۸.

4 ......چھوٹا خیمہ۔ 5 ......بارش۔

6 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوزمن الإجارة...إلخ، مطلب:فی الأرض المحتکرة...إلخ، ج۹، ص۵۸.

7 ......المرجع السابق.

8 ......بانس۔

9 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوزمن الإجارة...إلخ، مطلب فی الارض المحتکرة...إلخ، ج۹، ص۵۸.

10 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوزمن الإجارة...إلخ، ج۹، ص۵۸.

ایک بوری جَو لادنا جائز ہے کہ یہ اُس سے زیادہ آسان اور ہلکا ہے اور ایک بوری نمک لادنا جائز نہیں کہ نمک گیہوں سے زیادہ وزنی ہوتا ہے اس باب میں قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ عقد کے ذریعہ سے جب کسی خاص منفعت کا استحقاق ہو[1] تو وہ یا اُس کی مثل یا اُس سے کم درجہ کا حاصل کرنا جائز ہے اور زیادہ حاصل کرنا جائز نہیں مثلاً ایک من گیہوں لادنے کی اجازت ہے تو ایک من جَولاد سکتا ہے اور ایک من روئی یا لوہا یا پتھر یا لکڑی نہیں لادسکتا یا ایک من روئی لادنے کے لیے کرایہ پر لیا اور ایک من گیہوں لادا یہ بھی جائز نہیں۔[2] (بحر)

مسئلہ ۳۱: جانور سواری کے لیے کرایہ پر لیا اُس پر خود سوار ہوا اور ایک دوسرے شخص کو اپنے پیچھے بٹھالیا اگر دوسرا ایسا ہے کہ اپنے آپ سواری پر رُک سکتا ہے اور جانور ہلاک ہوگیا تو نصف قیمت تاوان دے اس میں یہ نہیں لحاظ کیا جائے گا کہ اس کے سوار ہونے سے کتنا بوجھ زیادہ ہوا اور یہ نہیں کہا جائے گا کہ قیمت کو دونوں کے وزن پر تقسیم کرکے دوسرے کے وزن کے مقابل میں قیمت کا جو حصہ آئے وہ تاوان میں واجب ہو بلکہ نصف قیمت تاوان میں مطلقاً واجب ہوگی اور اگر اُس شخص نے اپنے پیچھے کسی بچہ کو بٹھالیا ہے جو خود اُس پر رک نہیں سکتا اور جانور ہلاک ہوگیا تو تاوان صرف اُتنا ہوگا جتنا اس کے سوار کرنے سے وزن میں اضافہ ہوا۔ یہ تفصیل اُس صورت میں ہے کہ جانور دونوں کو اُٹھا سکتا ہو اور اگر جانور میں اتنی طاقت نہ ہو کہ دونوں کو اُٹھا سکے تو ہرصورت میں پوری قیمت کا تاوان دینا ہوگا۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۳۲: گھوڑے کی گردن پر دوسرا آدمی بیٹھ گیا اور جانور ہلاک ہوگیا تو پوری قیمت کا تاوان دے اور اگر جانور پر خود سوار ہوا اور کوئی چیز بھی لادلی اگرچہ یہ چیز مالک ہی کی ہو جبکہ اُس کی اجازت سے نہ لادی ہو اور جانور ہلاک ہوگیا تو وزن میں جتنا اضافہ ہوا اُس کا تاوان دے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۳۳: اِس صورت میں کہ اپنے پیچھے دوسرے کو سوار کیا اگر وہ جانور منزلِ مقصود تک پہنچ کر ہلاک ہوا پوری اُجرت بھی دینی ہوگی اور تاوان بھی دینا پڑے گا اور اگر جانور سلامت رہا ہلاک نہ ہوا تو صرف اُجرت ہی دینی ہوگی۔ پھر ضمان کی سب صورتوں میں مالک کو اختیار ہے کہ مستاجر سے ضمان لے یا اُس سے جو اُسکے ساتھ سوار ہوا ہے اگر مستاجر سے لیا تو وہ اپنے ساتھی سے رجوع نہیں کرسکتا اور دوسرے سے لیا تو دو صورتیں ہیں اگر مستاجر نے اُس کو کرایہ پر سوار کیا ہے تو یہ مستاجر سے رجوع

1 ......یعنی حق حاصل ہو۔

2 ......"البحرالرائق"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۲۳، ۵۲٤.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۵۹.

4 ......المرجع السابق، ص٦٠.

کر سکتا ہے اور مفت بٹھایا ہے تو نہیں۔[1] (بحر، درمختار)

مسئلہ ۳۴: جانور کو بوجھ لادنے کے لیے کرایہ پر لیا اور جتنا لادنا ٹھہرا تھا اُس سے زیادہ لاد دیا تو جتنا زیادہ لادا ہے اُس کا تاوان دے مثلاً دو من ٹھہرا تھا اس نے تین من لاد دیا جانور کی ایک تہائی قیمت تاوان دے یہ اُس صورت میں ہے کہ اس نے خود لادا ہو اور اگر جانور کے مالک نے زیادہ لادا تو تاوان نہیں اور اگر دونوں نے مل کر لادا تو نصف تاوان یہ دے اور نصف جو مالک کے فعل کے مقابل میں ہے ساقط۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۳۵: مکۂ معظّمہ اور مدینۂ طیبہ کے لیے اونٹ کرایہ پر لیے جاتے ہیں اُن پر عموماً دو شخص سوار ہوتے ہیں اور اپنا سامان بھی لادتے ہیں اس کے متعلق حکم یہ ہے کہ اُتنا ہی سامان لادیں جو متعارف ہے اُس سے زیادہ نہ لادیں اور اُس میں بھی بہتر یہ ہے کہ اپنا پورا سامان جمّال کو[3] دکھادیں۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۳۶: جانور کے مالک کو یہ حق نہیں ہے کہ جانور کو کرایہ پر دینے کے بعد مستاجر کے ساتھ کچھ اپنا سامان بھی لاد دے مگر اُس نے اپنا سامان رکھ دیا اور جانور منزلِ مقصود تک پہنچ گیا تو مستاجر کو پورا کرایہ دینا ہوگا یہ نہ ہوگا کہ چونکہ اُس نے اپنا سامان بھی رکھ دیا ہے لہٰذا کرایہ سے اُس کی مقدار کم کی جائے۔ اور مکان میں یہ صورت ہو کہ مالک مکان نے ایک حصۂ مکان میں اپنا سامان رکھا تو پورے کرایہ سے اُس حصہ کے کرایہ کی کمی کر دی جائے گی۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۳۷: ہل جوتنے کے لیے بیل کرایہ پر لیا ایک بیگھہ[6] جوتنا ٹھہرا تھا اُس نے ڈیڑھ بیگھہ جوت لیا اور بیل ہلاک ہو گیا پوری قیمت کا تاوان دینا ہوگا۔ یوہیں چکی چلانے کے لیے بیل کرایہ پر لیا جتنے من پیسنا قرار پایا اُس سے زیادہ پیسا اور بیل ہلاک ہوا پوری قیمت کا تاوان دینا ہوگا ان دونوں صورتوں میں صرف زیادتی کے مقابل میں تاوان نہیں بلکہ پورا تاوان ہے۔[7] (ردالمحتار)

---

1 ......"البحر الرائق"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۲٤.
و"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص٦٠.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص٦١.

3 ......اونٹ والے کو۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، مسائل شتّٰی، ج۹، ص۱۵۱.

5 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب ما یجوز من الإجارة...إلخ، مطلب: فی الارض المحتکرة...إلخ، ج۹، ص٦٤.

6 ......زمین کا ایک حصہ جس کی مقدار عموماً تین ہزار گز مربع ہوتی ہے۔

7 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، مطلب: فی الارض المحتکرة...إلخ، ج۹، ص٦٣.

مسئلہ ۳۸: سواری کے جانور کو مارنے اور زور زور سے لگام کھینچنے کی اجازت نہیں ہے ایسا کرے گا تو ضمان دینا پڑے گا خصوصاً جانور کے چہرہ پر مارنے سے بہت زیادہ بچنے کی ضرورت ہے کہ چہرہ پر مارنے کی ممانعت ہے۔[1] (درمختار، ردالمحتار) جب جانور کا یہ حکم ہے کہ اُس کے چہرہ پر نہ مارا جائے تو انسان کے چہرہ پر مارنا بدرجۂ اولیٰ ممنوع ہوگا۔

مسئلہ ۳۹: گھوڑا کرایہ پر لیا کہ زین کس کر سوار ہوگا تو ننگی پیٹھ پر سوار نہیں ہوسکتا اور نہ اُس پر کوئی سامان لاد سکتا ہے اور اُس کی پیٹھ پر لیٹ نہیں سکتا بلکہ اُس طرح سوار ہونا ہوگا، جو عادۃً سوار ہونے کا قاعدہ ہے۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴۰: ایک شخص نے کسی جگہ غلہ پہنچانے کے لیے اجیر کیا[3] اور راستہ معین کر دیا کہ اس راستہ سے لیجانا، اجیر دوسرے راستہ سے لے گیا اگر دونوں راستے یکساں ہیں یعنی دونوں کی مسافت میں بھی تفاوت نہیں ہے اور دونوں پرامن ہیں تو جس راستے سے چاہے لیجائے اور اگر دوسرا پرخطر ہے یا اس کی مسافت زیادہ ہے تو لے جانے والا ضامن ہے۔ یوہیں اگر جانور کرایہ پر لیا اور مالکِ جانور نے راستہ معین کر دیا ہے اس میں بھی دونوں صورتیں ہیں۔ اور اگر مالکِ غلہ نے اجیر سے خشکی کے راستہ سے لیجانے کو کہہ دیا تھا وہ دریائی راستہ سے لے گیا تو ضامن ہے اور اگر خشکی کا راستہ معین نہیں کیا اور دریائی راستہ سے لے گیا تو ضامن نہیں اور منزلِ مقصود تک اجیر نے سامان پہنچا دیا تو اُجرت کا مستحق ہے۔[4] (ہدایہ، ردالمحتار)

مسئلہ ۴۱: گیہوں بونے کے لیے زمین اجارہ پر لی[5] اُس میں ترکاریاں بودیں جس سے زمین خراب ہوگئی اس کے متعلق متقدمین نے یہ حکم دیا ہے کہ یہ شخص غاصب ہے اس کے فعل سے زمین میں جو کچھ نقصان پیدا ہوا اُس کا تاوان دے اور زمین کی جو کچھ اُجرت قرار پائی تھی نہیں لی جائے گی مگر متاخرین یہ فرماتے ہیں کہ زمین وقف اور زمین یتیم میں اور وہ زمین جو منافع حاصل کرنے کے لیے ہے جیسے زمینداروں کے یہاں کی عموماً زمین اسی لیے ہوتی ہے کہ کاشتکاروں کو لگان پر دی[6] جائے ان میں اُجرتِ مثل لی جائے۔ اور اگر کاشتکار نے وہ بویا جس میں ضرر[7] کم ہے مثلاً ترکاری بونے کے لیے زمین لی تھی اور گیہوں بوئے تو اس صورت میں جو لگان قرار پایا ہے وہ دے۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

---

1. ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، مطلب: فی الارض المحتکرة...إلخ، ج۹، ص٦٤.
2. ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، مطلب: فی الارض المحتکرة...إلخ، ج۹، ص٦٦.
3. ......یعنی مزدور رکھا۔
4. ......"الهداية"، کتاب الإجارات، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۲، ۲۳٦.
   و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، مطلب: فی الارض المحتکرة...إلخ، ج۹، ص٦٧.
5. ......یعنی کرایہ پر لی۔ 6. ......ٹھیکے پر دی۔ 7. ......نقصان۔
8. ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، مطلب: فی الارض المحتکرة...إلخ، ج۹، ص٦٨.

مسئلہ۴۲: درزی کو اچکن[1] سینے کے لیے کپڑا دیا اُس نے کرتہ سی دیا درزی سے اپنے کپڑے کی قیمت لے لے اور وہ سلا ہوا کپڑا اُسی کے پاس چھوڑ دے اور کپڑے والے کو یہ بھی اختیار ہے کہ کرتہ لے لے اور اُس کی واجبی سلائی دیدے مگر یہ اُجرت مثل اگر اُس سے زیادہ ہے جو مقرر ہوئی تو وہی دے گا جو مقرر ہوئی یہی حکم اُس صورت میں ہے کہ کرتہ سینے کو کہا تھا اُس نے پاجامہ سی دیا۔[2] (بحر)

مسئلہ۴۳: درزی سے کہہ دیا کہ اتنا لمبا اور اتنا چوڑا ہوگا اور اتنی آستین ہوگی مگر سی کر لایا تو اُس سے کم ہے جتنا بتایا اگر ایک آدھ اونگل کم ہے معاف ہے اور زیادہ کم ہے تو اُسے تاوان دینا پڑے گا۔[3] (درمختار)

مسئلہ۴۴: درزی سے کہا اس کپڑے میں میری قمیص ہو جائے تو اسے قطع کر کے اتنے میں سی دو اُس نے کپڑا کاٹ دیا اب کہتا ہے کہ اس میں تمھاری قمیص نہیں ہوگی درزی کو تاوان دینا ہوگا۔[4] (درمختار)

مسئلہ۴۵: درزی سے پوچھا اس کپڑے میں میری قمیص ہو جائے گی اُس نے کہا ہاں اس نے کہا اسے قطع کر دو قطع کرنے کے بعد درزی کہتا ہے قمیص نہیں ہوگی اِس صورت میں درزی پر تاوان نہیں کہ مالک کی اجازت سے اس نے کاٹا اور اُس کی اجازت میں شرط بھی نہیں ہے کہ قمیص ہو سکے تب قطع کرو۔ اور اگر صورت مذکورہ میں درزی کے ہاں کہنے کے بعد مالک نے یوں کہا ہوتا کہ تو کاٹ دو یا تو اب قطع کر دو تو بیشک درزی کے ذمہ تاوان ہے کہ اس لفظ (تو) کے زیادہ کرنے سے یہ بات سمجھ میں آئی کہ قطع کرنے کی اجازت اِس شرط سے ہے کہ قمیص ہو جائے۔[5] (بحر، ردالمحتار)

مسئلہ۴۶: رنگریز[6] کو سُرخ رنگنے کے لیے کپڑا دیا اُس نے زرد رنگ دیا مالک کو اختیار ہے اُس سے سفید کپڑے کی قیمت لے یا وہی کپڑا لے لے اور رنگ کی وجہ سے جو کچھ زیادتی ہوئی ہے وہ دیدے اور اس صورت میں رنگنے کی اُجرت نہیں ملے گی اور اگر وہی رنگ رنگا جس کو اس نے کہا تھا مگر خراب کر دیا اگر زیادہ خرابی نہیں ہے تو ضمان واجب نہیں اور بہت زیادہ خراب

---

1 ......شیروانی، ایک قسم کا مردانہ لباس۔

2 ......"البحر الرائق"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۲۹.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۶۹.

4 ......المرجع السابق، ص۷۰.

5 ......"البحر الرائق"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۲۹.

و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، مطلب: فی الارض المحتکرة...إلخ، ج۹، ص۷۰.

6 ......کپڑے رنگنے والا۔

کردیا ہے تو سفید کپڑے کی قیمت تاوان دے۔[1] (بحرالرائق)

مسئلہ ۴۷: مہر کن[2] کو انگوٹھی دی کہ اس پر میرا نام کھود دو[3] اُس نے دوسرا نام کھود دیا مالک کو اختیار ہے انگوٹھی کا تاوان لے یا وہ اپنی انگوٹھی لے لے اور کھودائی کی اُجرت[4] مثل دیدے جو طے شدہ اُجرت سے زیادہ نہ ہو۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۸: بڑھئی[6] کو دروازہ نقش کرنے کے لیے دیا جیسا نقش بتایا تھا ویسا نہیں کیا اگر تھوڑا فرق ہے تو کچھ نہیں اور زیادہ فرق ہے تو مالک کو اختیار ہے اپنے دروازہ کی قیمت اُس سے لے یا وہ دروازہ لے کر اُجرت مثل دیدے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۹: سواری کے لیے کرایہ پر جانور لیا اُسے کھڑا کر کے نماز پڑھنے لگا وہ جانور بھاگ گیا یا کوئی لے گیا اس نے جاتے یا لے جاتے دیکھا اور نماز نہیں توڑی ضمان دینا ہوگا۔[8] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۰: کرایہ کی سواری پر جارہا تھا راستہ میں خبر ملی کہ اِس راستہ پر چور ڈاکو ہیں باوجود اس کے یہ اُسی راستہ سے گیا چوروں نے وہ جانور چھین لیا اگر باوجود اُس خبر کے لوگ اُس راستہ سے جارہے تھے تو ضامن نہیں ورنہ ضامن ہے۔[9] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۱: جس جگہ کے لیے جانور کو کرایہ پر لیا تھا وہاں سے آگے لے گیا اور جانور ہلاک ہوگیا تاوان دینا ہوگا۔[10] (درمختار)

مسئلہ ۵۲: کسی شخص کو اپنی دکان پر کام کرنے کے لیے رکھا یا کسی بازاری آدمی کو کوئی چیز بیچنے کے لیے دی یہ اُجرت مانگتے ہیں تو وہاں کا جو عرف[11] ہو اُس کے موافق کیا جائے۔[12] (درمختار)

مسئلہ ۵۳: اپنے لڑکے کو کاریگر کے پاس کام سکھانے کے لیے بٹھا دیا اور شرط کرلی کہ ماہوار اتنا دیا کرے گا یہ جائز ہے اور اگر کچھ نہیں طے ہوا جب لڑکا کام سیکھ گیا تو اُستاد اپنی اُجرت مانگتا ہے اور لڑکے کا باپ یہ کہتا ہے تمھارے یہاں لڑکے نے اتنے دنوں کام کیا اس کی اُجرت دو اس کے متعلق وہاں کا عرف دیکھا جائے گا اگر عرف یہ ہے کہ اُستاد کو اُجرت دی جائے تو اُس کو

---

1. ......"البحر الرائق"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۷، ص۵۲۹.
2. ......انگوٹھی وغیرہ پر نام لکھنے والا۔ 3. ......یعنی لکھو۔ 4. ......لکھائی کی اُجرت۔
5. ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الإجارة، الباب السابع والعشرون فی مسائل الضمان بالخلاف...إلخ، ج٤، ص٤٩٥.
6. ......لکڑی کا کام کرنے والا۔
7. ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الإجارة، الباب السابع والعشرون فی مسائل الضمان بالخلاف...إلخ، ج٤، ص٤٩٥.
8. ......المرجع السابق، ص٤٩٧. 9. ......المرجع السابق.
10. ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۷۰.
11. ......رواج۔
12. ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص۷۰.

اُجرتِ مثل دی جائے اور اگر عرف یہ ہے کہ اُستاد اُن بچوں کو دیا کرتے ہیں جو انکے یہاں کام سیکھتے ہیں تو اُستاد دے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۵۴: کرایہ والا سامان لاد کر پہنچانے لے جارہا تھا راستہ میں اسے لوگوں نے ڈرا دیا کہ اِدھر جانے میں خطرہ ہے وہاں سے واپس لایا اُسے مزدوری نہیں ملے گی بلکہ اس کو پہنچانے پر مجبور کیا جائے گا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۵۵: بار برداری کے لیے[3] جانور کرایہ پر لیا تھا وہ جانور بیمار ہوگیا اس وجہ سے اُتنا بوجھ نہیں لادا جتنا لادنا قرار پایا تھا بلکہ اُس سے کم لادا اس کی وجہ سے اُجرت میں کمی نہیں ہوگی بلکہ جتنی ٹھہری تھی دینی ہوگی۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۵۶: مکان کرایہ پر لیا تھا اُس میں سے کچھ حصہ گر گیا اگر اب بھی قابلِ سکونت[5] ہے اجارہ کو فسخ نہیں کرسکتا اور اگر قابل سکونت نہ رہا فسخ کرسکتا ہے مگر فسخ نہیں کیا تو کرایہ دینا ہوگا اور اجارہ فسخ کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مالک مکان کے سامنے فسخ کرے اور اگر مکان بالکل گر گیا تو اُس کی عدم موجودگی میں بھی فسخ کرسکتا ہے مگر بغیر فسخ کیے اپنے آپ فسخ نہیں ہوگا۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵۷: مکان گر گیا تھا اور فسخ کرنے سے پہلے مالک مکان نے ویسا ہی بنادیا تو مستاجر[7] کو فسخ کرنے کا اختیار باقی نہیں رہا اور اگر ویسا نہیں بنایا بلکہ کم درجہ کا بنایا تو اب بھی فسخ کرنے کا اختیار باقی ہے۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵۸: جو چیز اُجرت پر لی اور معلوم ہے کہ کچھ دن سال میں ایسے بھی ہیں کہ چیز بیکار رہے گی مثلاً حمام کو کرایہ پر لیا جو گرمیوں میں چالو نہیں رہے گا اس میں یہ شرط کردی کہ سال میں دو ماہ کا کرایہ نہیں ہوگا اس شرط سے اجارہ فاسد ہوجائے گا اور اگر یہ شرط کی کہ جتنے دنوں بیکار رہے گا اُس کا کرایہ نہیں دیا جائے گا تو اجارہ صحیح ہے اور شرط بھی صحیح۔[9] (درمختار)

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص ۷۰.

2 ......المرجع السابق، ص ۷۱.

3 ......بوجھ لادنے کے لئے۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص ۷۱.

5 ......رہائش کے قابل۔

6 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز...إلخ، مطلب: خوّفوه من اللصوص...إلخ، ج۹، ص ۷۲.

7 ......کرایہ دار۔

8 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب مایجوزمن الإجارة...إلخ، مطلب: خوّفوه من اللصوص...إلخ، ج۹، ص ۷۳،۷۲.

9 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب مایجوز من الإجارة...إلخ، ج۹، ص ۷٤.

دایہ کے اجارہ کا بیان

مسئلہ ۱: دایہ یعنی دودھ پلانے والی کو اُجرت پر رکھنا جائز ہے اور اس کے لیے وقت مقرر کرنا بھی ضروری ہوگا یعنی اتنے دنوں کے لیے یہ اجارہ ہے اور دایہ سے کھانے کپڑے پر اجارہ کیا جاسکتا ہے یعنی اُس سے کہا کہ کھانا کپڑا لیا کر اور بچہ کو دودھ پلا اور اس صورت میں متوسط درجہ کا کھانا دینا ہوگا اور کپڑے کی مقدار وجنس وصفت بیان کرنی ہوگی اور اُس کی مدت بھی بیان کرنی ہوگی کہ کب دیا جائے گا اس صورت میں اگرچہ جہالت ہے[1] مگر یہ جہالت باعثِ نزاع[2] نہیں ہے کیونکہ بچہ پر شفقت والدین کو مجبور کرتی ہے کہ دایہ کے کھانے کپڑے میں کمی نہ کی جائے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۲: کسی جانور کو دودھ پینے کے لیے اُجرت پر لیا یہ ناجائز ہے۔ یوہیں درخت کو پھل کھانے کے لیے اُجرت پر لیا یہ بھی ناجائز ہے اس صورت میں جتنا دودھ دوہا ہے یا جتنے پھل کھائے ہیں اُن کی قیمت دینی ہوگی۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳: اگر دایہ سے یہ شرط طے پا گئی ہے کہ بچہ کے والدین کے گھر میں وہ دودھ پلائے تو یہیں اُس کو پلانا ہوگا اپنے گھر نہیں لے جاسکتی مگر جبکہ کوئی عذر ہو مثلاً وہ بیمار ہوگئی کہ یہاں نہیں آسکتی اور اگر یہاں پلانے کی شرط نہیں ہے تو وہ بچہ کو اپنے گھر لے جاسکتی ہے ان کو یہ حق نہیں کہ یہاں رہنے پر اُسے مجبور کریں ہاں اگر وہاں کا یہی عرف[5] ہے کہ دایہ بچہ کے باپ کے گھر آکر دودھ پلاتی ہے یا یہیں رہتی ہے تو بغیر شرط بھی دایہ کو اس رواج کی پابندی کرنی ہوگی۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: دایہ کا کھانا بچہ کے باپ کے ذمہ نہیں ہے جبکہ اجارہ میں مشروط نہ ہو اور مشروط ہو تو دینا ہوگا کپڑے کا بھی یہی حکم ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: دایہ کا شوہر اُس سے وطی[8] کرسکتا ہے مستاجر[9] اُسے اِس اندیشہ سے منع نہیں کرسکتا کہ وطی سے حمل رہ

---

1 ......یعنی اُجرت متعین نہیں ہے۔ 2 ......جھگڑے کا سبب۔

3 ......"الھدایۃ"، کتاب الإجارۃ، باب الإجارۃ الفاسدۃ، ج۲، ص۲۳۹.

4 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارۃ، باب مایجوز...إلخ، مطلب: فی حدیث دخولہ علیہ الصّلوۃ والسلام الحمام، ج۹، ص۸۹.

5 ......رواج۔

6 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الإجارۃ، الباب العاشرفی إجارۃ الظئر، ج۴، ص۴۳۱.

7 ......المرجع السابق، ص۴۳۲.

8 ......ہمبستری۔ 9 ......اُجرت پر رکھنے والا۔

جائے گا تو دودھ کیوں کر پلائے گی مگر مستاجر کے گھر میں نہیں کرسکتا بلکہ اُس کے مکان میں بغیر اجازت داخل بھی نہیں ہوسکتا۔[1] (درمختار)

مسئلہ۶: دایہ کے شوہر کو مطلقاً یہ حق حاصل ہے کہ اس اجارہ کو فسخ کردے خواہ اس اجارہ سے اُسکے شوہر کی بدنامی ہو مثلاً وہ شخص ذی عزت ہے اور اُس کی عورت کا اجارہ پر دودھ پلانا باعثِ ذلت ہے یا اس اجارہ میں اُس کی بدنامی نہ ہو کیونکہ اس صورت میں بھی شوہر کے بعض حقوق تلف[2] ہوتے ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ اُس شخص کا اس عورت کا شوہر ہونا معلوم ومشہور ہوا اور اگر محض دونوں کے اقرار سے ہی یہ معلوم ہوا کہ یہ میاں بی بی ہیں اُن کا نکاح ظاہر نہ ہو تو اس شوہر کو فسخِ اجارہ کا[3] اختیار نہیں۔[4] (درمختار)

مسئلہ۷: دایہ بیمار ہوگئی کہ اُس کا دودھ بچہ کو مضر ہوگا یا وہ حاملہ ہوگئی کہ اس کا بھی دودھ مضر ہے تو مستاجر اجارہ کو فسخ کرسکتا ہے بلکہ یہ خود بھی اجارہ کو فسخ کرسکتی ہے کہ دودھ پلانا اسے بھی مضر ہے۔ یوہیں اگر بچہ کے گھر والے اسے ایذا دیتے ہوں یا اس کی عادت دوسرے کے بچہ کو دودھ پلانے کی نہیں ہے یا لوگ اسے عار دلاتے ہوں تو اجارہ کو فسخ کرسکتی ہے مگر جبکہ وہ بچہ نہ دوسری عورت کا دودھ پیتا ہو نہ غذا کھاسکتا ہو تو اسے اجارہ فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۸: دایہ اگر بدکار عورت ہے یا بدزبان ہے یا چوری کرتی ہے یا بچہ اس کا دودھ ڈال دیتا ہے یا اس کی چھاتی مونھ میں نہیں لیتا یا وہ لوگ سفر میں جانا چاہتے ہیں اور یہ اُن کے ساتھ جانے سے انکار کرتی ہے یا بہت دیر دیر تک غائب رہتی ہے ان سب وجوہ سے اجارہ کو فسخ کرسکتے ہیں۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۹: بچہ مرگیا یا دایہ مرگئی اجارہ فسخ ہوگیا بچہ کے باپ کے مرنے سے اجارہ فسخ نہیں ہوگا۔[7] (درمختار)

مسئلہ۱۰: دایہ کے ذمہ یہ کام بھی ہیں۔ بچہ کا ہاتھ مونھ دھلانا، اُس کو نہلانا، کپڑے پر پیشاب پاخانہ لگا ہو تو اسے دھونا، بچہ کو تیل لگانا اور اُس کو یہ بھی کرنا ہوگا کہ ایسی چیز نہ کھائے جس سے بچہ کو ضرر پہنچے۔[8] (درمختار)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج۹، ص۹۰.

2 ......ضائع۔　3 ......یعنی اجارے کو ختم کرنے کا۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج۹، ص۹۰.

5 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: فی حدیث دخوله علیه الصّلاة والسلام الحمام، ج۹، ص۹۰.

6 ......المرجع السابق.

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج۹، ص۹۱.

8 ......المرجع السابق .

مسئلہ ۱۱: دایہ نے بکری کا دودھ بچہ کو پلا دیا یا اُسے غذا کھلائی یعنی اپنا دودھ پلانے کی جگہ یہ کیا تو اُجرت کی مستحق نہیں ہوگی کہ اُس کا اصلی کام دودھ پلانا ہے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۲: دایہ نے اپنی خادمہ سے دودھ پلوایا یا کسی دوسری عورت کو اِس بچہ کے دودھ پلانے کے لیے نوکر رکھا اس نے دودھ پلایا اِس صورت میں اُجرت کی مستحق ہوگی کہ دوسری عورت کا اس کے حکم سے دودھ پلانا گویا اسی کا پلانا ہے مگر جبکہ اس کو نوکر رکھتے وقت یہ شرط ہو کہ خود تجھی کو دودھ پلانا ہوگا تو دوسری عورت کا نہیں پلوا سکتی اور ایسا کرے گی تو اُجرت کی مستحق نہیں ہوگی۔[2] (درمختار، بحر)

مسئلہ ۱۳: ایک جگہ بچہ کو دودھ پلانے کی نوکری کی اوران لوگوں کی لاعلمی میں اُس نے دوسری جگہ بھی بچہ کو دودھ پلانے کی نوکری کر لی اور دونوں بچوں کو تا اختتامِ مدت دودھ پلاتی رہی اُس کو ایسا کرنا ناجائز وگناہ ہے مگر دونوں جگہ سے اپنی پوری اُجرت جو مقرر ہوئی ہے لینے کی مستحق ہے یہ نہیں ہوگا کہ دونوں نصف نصف اُجرت دیں۔ ہاں اگر ناغے کیے ہیں تو ان دنوں کی اُجرت کم کی جاسکتی ہے۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۴: ایک شخص کے دو بچے ہیں دونوں کو دودھ پلانے کے لیے ایک دایہ کو نوکر رکھا ان میں سے ایک بچہ مر گیا تو دایہ اب سے نصف اُجرت کی مستحق ہوگی کہ جو بچہ مر گیا اُسکے حق میں اجارہ بھی نہ رہا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: دایہ کے ذمہ یہ نہیں ہے کہ بچہ کے والدین کا کام کرے بطور تبرع واحسان کر دے تو اُس کی خوشی اس عقد کی وجہ سے اُس پر لازم نہیں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: دایہ کے عزیز واقارب اُس سے ملنے کو آئیں تو صاحبِ خانہ اُن کو یہاں ٹھہرنے سے منع کرسکتا ہے۔ یو ہیں بغیر اجازتِ صاحب خانہ اُن لوگوں کو یہاں کا کھانا بھی نہیں کھلا سکتی اور یہ اپنے عزیزوں کے یہاں جانا چاہتی ہو تو جانے سے منع کرسکتے ہیں جبکہ اس کا جانا بچہ کے لیے مضر ہو۔[6] (عالمگیری)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج٢، ص٢٤٠.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج٩، ص٩٢.

و"البحرالرائق"، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج٨، ص٤١.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: في حديث دخوله عليه الصّلاة والسلام الحمامَ، ج٩، ص٩٢.

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الإجارة، الباب العاشر في إجارة الظئر، ج٤، ص٤٣٣.

5 ......المرجع السابق، ص٤٣٢. 6 ......المرجع السابق، ص٤٣٣.

مسئلہ ۱۷: حاجت کے وقت دایہ یہاں سے وقتاً فوقتاً جاسکتی ہے مگر دیر دیر تک باہر نہیں رہ سکتی اس سے اُس کو روک دیا جائے گا کہ یہ بچہ کے لیے مضر ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۸: بچہ کی ماں کو دودھ پلانے کے لیے اُجرت پر مقرر کیا اس کی دو صورتیں ہیں اگر وہ نکاح میں ہے تو یہ اجارہ ناجائز ہے اور طلاق دینے کے بعد یہ اجارہ ہوا اور طلاق بھی رجعی ہے تو یہ اجارہ بھی ناجائز ہے اور طلاق بائن کے بعد اجارہ ہوا تو جائز ہے اور اگر وہ بچہ اس شخص کا دوسری عورت سے ہے تو اپنی اُس عورت سے جو اس بچہ کی ماں نہیں ہے اُجرت پر دودھ پلوا سکتا ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۹: بچہ کی ماں کو دودھ پلانے کے لیے اُجرت پر رکھا اُس نے کسی سے نکاح کرلیا تو اس کی وجہ سے اجارہ فسخ نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۰: اپنے محارم میں سے کسی عورت کو دودھ پلانے کے لیے اجیر رکھنا جائز ہے مثلاً اپنی ماں یا بہن یا لڑکی کو اپنے بچہ کے دودھ پلانے کے لیے مقرر کیا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۱: کہیں سے پڑا ہوا بچہ اُٹھا لایا اور اس کے لیے دایہ مقرر کی تو دایہ کی اُجرت خود اسی پر واجب ہوگی اور یہ شخص مُتَبَرِّع[5] ہے کہ اس کو رجوع نہیں کرسکتا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۲: یتیم بچہ کے لیے مال ہو تو رضاع کے مصارف[7] اُس کے اپنے مال سے دیے جائیں اور مال نہ ہو تو جس کے ذمہ اُس کا نفقہ[8] ہو اُسی کے ذمہ یہ بھی ہیں اور اگر کوئی ایسا شخص بھی نہ ہو جس پر اس کا نفقہ واجب ہو تو بیت المال سے دیے جائیں۔[9] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: دایہ کو سو روپے پر ایک سال دودھ پلانے کے لیے مقرر کیا اور یہ شرط کرلی کہ بچہ اثناء سال میں[10] مرجائے گا جب بھی اُس کو سو ہی دیے جائیں گے اس شرط کی وجہ سے اجارہ فاسد ہوگیا لہٰذا اگر بچہ مرگیا تو جتنے دنوں اُس نے

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب العاشر فی إجارة الظئر، ج٤، ص٤٣٣.
2. ......المرجع السابق، ص٤٣٤.
3. ......المرجع السابق.
4. ......المرجع السابق.
5. ......یعنی احسان کرنے والا۔
6. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب العاشر فی إجارة الظئر، ج٤، ص٤٣٤.
7. ......دودھ پلانے کے اخراجات۔
8. ......کھانے پینے، کپڑے، رہائش وغیرہ کے اخراجات۔
9. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب العاشر فی إجارة الظئر، ج٤، ص٤٣٤.
10. ......دورانِ سال۔

دودھ پلایا ہے اُس کی اُجرتِ مثل ملے گی اور اگر سال بھر کے لیے اس شرط کے ساتھ مقرر کیا کہ صرف پہلے مہینہ کے مقابل میں یہ سو روپے ہیں اور اس کے بعد سے سال کی بقیہ مدت میں مفت پلائے گی یہ اجارہ بھی فاسد ہے اگر دو ڈھائی مہینہ دودھ پلانے کے بعد بچہ مرگیا تو اُجرتِ مثل دی جائے گی جو اس مقررشدہ سے زائد نہ ہو۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۴: مسلمان نے بچہ کے دودھ پلانے کے لیے کسی کافرہ کو مقرر کیا یا ایسی عورت کو مقرر کیا جو صحیح النسب نہ ہو یہ جائز ہے یعنی اجارہ صحیح ہے۔[2] (عالمگیری) مگر تجربہ سے یہ امر ثابت کہ دودھ کا اثر بچہ میں ضرور پیدا ہوتا ہے اور شرع مطہر نے بھی اس سے انکار نہیں کیا ہے بلکہ دودھ کی وجہ سے رشتہ قائم ہوجانا قرآن سے ثابت اور حدیث نے بھی بتایا کہ رضاعت سے ویسا ہی رشتہ پیدا ہوجاتا ہے جس طرح نسب سے ہوتا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دودھ کے بھی اثرات ہوتے ہیں لہٰذا دودھ پلانے کے لیے جو عورت اختیار کی جائے اُس کے صلاح و تقویٰ کا لحاظ کیا جائے تاکہ بچہ میں بدعورت کے بُرے اثرات نہ پیدا ہوں۔ دوسرا امر یہ بھی قابل لحاظ ہے کہ دایہ کی صحبت میں بچہ رہتا ہے اور بچہ کی تربیت دایہ کے ذمہ ہوتی ہے اور تربیت وصحبت کے بداثرات کا انکار بدیہی[3] بات کا انکار ہے اور بچپن میں جو خرابیاں پیدا ہوجاتی ہیں اُن کا زائل ہونا نہایت دشوار ہوتا ہے لہٰذا ان کو نظرانداز کرنا مصالح کے خلاف[4] ہے اگرچہ اجارہ صحیح ہوجائے گا۔

مسئلہ ۲۵: بچہ کو دودھ پلانے کے لیے بکری کو اجارہ پر لیا یا بکری کا بچہ ہے اس کو دودھ پلانے کے لیے بکری کو اجارہ پر لیا یہ ناجائز ہے۔[5] (عالمگیری)

اجارۂ فاسدہ کا بیان

مسئلہ ۱: عقد فاسد وہ ہے جو اپنی اصل کے لحاظ سے موافق شرع[6] ہے مگر اُس میں کوئی وصف ایسا ہے جس کی وجہ سے نامشروع[7] ہے اور اگر اصل ہی کے اعتبار سے خلاف شرع ہے تو وہ باطل ہے مثلاً مُردار یا خون کو اُجرت قرار دیا یا خوشبو کو سونگھنے کے لیے اُجرت پر لیا یا بُت بنانے کے لیے کسی کو اجیر رکھا کہ ان سب صورتوں میں اجارہ باطل ہے۔ اجارۂ فاسدہ کی مثال یہ ہے کہ اجارہ میں کوئی ایسی شرط ذکر کی جس کو عقد اجارہ مقتضی نہ ہو اسی کی صورتیں یہاں ذکر کی جائیں گی۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

1 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب العاشر في إجارة الظئر، ج٤، ص٤٣٤.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... روشن وواضح۔ 4 ...... مصلحتوں کے خلاف۔

5 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب العاشر في إجارة الظئر، ج٤، ص٤٣٤.

6 ...... شریعت کے مطابق۔ 7 ...... ناجائز۔

8 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج٩، ص٧٥.

مسئلہ۲: اجارۂ باطل میں اگر چیز کواستعمال کیا اور وہ کام کر دیا جس کے لیے اجارہ ہوا جب بھی اُجرت واجب نہ ہوگی اگرچہ وہ چیز اسی لیے ہے کہ کرایہ پر دی جائے مگر مالِ وقف اور مالِ یتیم کو اگر اجارۂ باطلہ کے طور پر دیا اور مستاجر نے منفعت حاصل کرلی تو اُجرتِ مثل واجب ہوگی۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۳: اجارۂ فاسدہ کا حکم یہ ہے کہ اس استعمال کرنے پر اُجرت مثل لازم ہوگی اور اس میں تین صورتیں ہیں اگر اُجرت مقرر ہی نہیں ہوئی یا جو مقرر ہوئی معلوم نہیں ان دونوں صورتوں میں جو کچھ اُجرت مثل ہو دینی ہوگی اور اگر اُجرت مقرر ہوئی اور وہ معلوم بھی ہے تو اُجرت مثل اُسی وقت دی جائے گی جب وہ مقرر سے زیادہ نہ ہو اور اگر مقرر سے اُجرت مثل زائد ہے تو جو مقرر ہے وہی دی جائے گی اُس سے زیادہ نہیں دی جائے گی۔[2] (بحر وغیرہ)

مسئلہ۴: اجارۂ فاسدہ میں محض قبضہ کرنے سے منافع کا مالک نہیں ہوگا اور بیع فاسد میں قبضہ کرنے سے مبیع[3] کا مالک ہوجاتا ہے مشتری[4] کے تصرفات قبضہ کے بعد نافذ ہوجاتے ہیں مستاجر[5] قبضہ کرکے اُسے اجارہ پر دیدے یہ نہیں کرسکتا اور اگر اس نے اجارہ پر دے ہی دیا تو اُجرت مثل لازم ہوگی یعنی مستاجر اول مالک کو اُجرت مثل دے گا یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ غاصب ہے اور انتفاع کے مقابل میں اس سے اُجرت نہ لی جائے۔[6] (درمختار)

مسئلہ۵: جو شرطیں مقتضائے عقد کے خلاف ہیں اُن سے عقدِ اجارہ فاسد ہوجاتا ہے لہٰذا جو شرطیں بیع کو فاسد کرتی ہیں اجارہ کو بھی فاسد کرتی ہیں کیونکہ اجارہ بھی ایک قسم کی بیع ہے فرق یہ ہے کہ بیع میں چیز بیچی جاتی ہے اور اجارہ میں چیز کی منفعت بیچی جاتی ہے۔[7] (بحر)

مسئلہ۶: جہالت سے اجارہ فاسد ہوجاتا ہے اس کی چند صورتیں ہیں جو چیز اُجرت پر دی جائے وہ مجہول ہو یا منفعت کی مقدار مجہول ہو یعنی مدت بیان میں نہیں آئی مثلاً مکان کتنے دنوں کے لیے کرایہ پر دیا یا اُجرت مجہول ہو یعنی یہ نہیں بیان کیا کہ کرایہ کیا ہوگا یا کام مجہول ہو یہ نہیں بیان کیا کہ کیا کام لیا جائے گا مثلاً جانور میں یہ نہیں بیان کیا کہ بار برداری کے لیے ہے یا سواری کے لیے۔[8] (عالمگیری)

---

1 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الإجارۃ، باب الإجارۃ الفاسدۃ، ج۹، ص۷۶.

2 ...... "البحرالرائق"، کتاب الإجارۃ، باب الإجارۃ الفاسدۃ، ج۷، ص۵۲۹۔۵۳۱، وغیرہ.

3 ...... بیچی گئی چیز۔ 4 ...... خریدار۔ 5 ...... کرایہ پر لینے والا۔

6 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإجارۃ، باب الإجارۃ الفاسدۃ، ج۹، ص۷۶.

7 ...... "البحرالرائق"، کتاب الإجارۃ، باب الإجارۃ الفاسدۃ، ج۷، ص۵۳۰.

8 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الإجارۃ، الباب الخامس عشر فی بیان مایجوز، ج۴، ص۴۳۹.

مسئلہ ۷: جانور کرایہ پر لیا اور یہ شرط ہے کہ اس کو دانہ گھاس مستاجر دے گا یہ اجارہ فاسد ہے کہ جانور کا چارہ مالک کے ذمہ ہے اور مستاجر کے ذمہ کرنا مقتضائے عقد کے خلاف ہے۔ یوہیں مکان کرایہ پر دیا اور شرط یہ ہے کہ اس کی مرمت مستاجر کے ذمہ ہے یا مکان کا ٹیکس مستاجر کے ذمہ ہے یہ اجارہ بھی فاسد ہے کہ ان چیزوں کا تعلق مالک سے ہے مستاجر کے ذمہ شرط کرنا مقتضائے عقد کے خلاف ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۸: جو چیز اجارہ پر دی ہے وہ شائع ہے اس سے بھی اجارہ فاسد ہوجاتا ہے مثلاً اس مکان کا نصف حصہ کرایہ پر دیا کہ نصف مکان جزو شائع ہے یا ایک مکان مشترک ہے اس نے اپنا حصہ غیر شریک کو کرایہ پر دیا یا مکان میں تین شخص شریک ہیں اس نے اپنا حصہ ایک شریک کو کرایہ پر دیا سب صورتیں ناجائز ہیں اور اجارہ فاسد ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۹: اگر اجارہ کے وقت شیوع نہ تھا بعد میں آگیا تو اس سے اجارہ فاسد نہیں ہوگا مثلاً پورا مکان اجارہ پر دیا تھا پھر اُس کے ایک جزو شائع میں فسخ کردیا اِس شیوع سے اجارہ فاسد نہیں ہوا۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۰: جو چیز اُجرت میں ذکر کی گئی وہ مجہول ہے مثلاً اس کام کی اُجرت ایک کپڑا ہے یا اس میں بعض مجہول ہے مثلاً اتنا کرایہ اور مکان کی مرمت تمھارے ذمہ کہ اس صورت میں مرمت بھی کرایہ میں داخل ہے اور چونکہ معلوم نہیں مرمت میں کیا صرف ہوگا لہٰذا پورا کرایہ مجہول ہوگیا۔[4] (درمختار)

(اجارہ کے اوقات)

مسئلہ ۱۱: اجارہ کی میعاد اگر یکم تاریخ سے شروع ہوتی ہو تو مہینہ میں چاند کا اعتبار ہوگا یعنی دوسرا چاند ہوگیا مہینہ پورا ہوگیا اور اگر درمیان ماہ سے مدت شروع ہوتی ہے تو تیس دن کا مہینہ لیا جائے گا۔ اسی طرح اگر کئی ماہ کے لیے مکان یا کوئی چیز کرایہ پر لی تو پہلی صورت میں چاند سے چاند تک اور دوسری صورت میں ہر مہینہ تیس تیس دن کا لیا جائے گا بلکہ ایک سال کے لیے یا کئی سال کے لیے کرایہ پر لیا تو پہلی صورت میں ہلال (چاند) کے بارہ ماہ اور دوسری صورت میں تین سو ساٹھ دن کا سال شمار ہوگا۔[5] (عالمگیری)

---

1. ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارۃ، باب الإجارۃ الفاسدۃ، ج۹، ص۷۸.
2. ...... المرجع السابق، ص۷۹.
3. ......المرجع السابق، ص۷۹.
4. ......المرجع السابق، ص۸۰.
5. ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الإجارۃ، الباب الثالث فی الأوقات... إلخ، ج۴، ص۴۱۵، ۴۱۶.

مسئلہ ۱۲: یوں اجارہ پر لیا کہ ہر ماہ ایک روپیہ کرایہ اور یہ نہیں ٹھہرا کہ کتنے مہینوں کے لیے کرایہ پر لینا دینا ہوا تو صرف پہلے مہینہ کا اجارہ صحیح ہے اور باقی مہینوں کا فاسد پہلا مہینہ ختم ہوتے ہی پہلی ہی تاریخ میں ہر ایک اجارہ کو فسخ کرسکتا ہے اور پہلی تاریخ میں فسخ نہیں کیا تو اب اس مہینہ میں خالی نہیں کراسکتا اور اگر مہینوں کی تعداد ذکر کردی ہے مثلاً چھ ماہ کے لیے اجارہ ہوا تو اجارہ صحیح ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: ایک سال کے لیے مکان کرایہ پر لیا اور یہ ٹھہرا کہ ہر ماہ کا ایک روپیہ کرایہ ہے یہ جائز ہے اور اگر مہینہ کا کرایہ نہیں بیان کیا صرف یہ ٹھہرا کہ ایک سال کا کرایہ دس روپے یہ بھی جائز ہے دونوں صورتوں میں اندرون سال بلا عذر کوئی بھی اجارہ کو فسخ نہیں کرسکتا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: ایک دن کے لیے مزدور رکھا تو کس وقت سے کس وقت تک کام کرے گا اس کے متعلق وہاں کا عرف[3] دیکھا جائے گا اگر عرف یہ ہے کہ طلوع آفتاب سے غروب تک کام کرے تو اس کو بھی کرنا ہوگا اور اگر عرف یہ ہے کہ طلوع آفتاب سے عصر تک کام کرے تو یہ لیا جائے گا اور اگر دونوں قسم کا رواج ہے تو غروب تک کام کرنا ہوگا کیونکہ اجارہ میں دن کہا ہے اور دن غروب پر ختم ہوتا ہے۔[4] (عالمگیری) ہندوستان میں اس کے متعلق مختلف قسم کے عرف ہیں معماروں[5] کے متعلق یہ عرف ہے کہ اُنھیں بارہ بجے سے دو بجے تک دو گھنٹے کی کھانے کے لیے اور کچھ تھوڑی دیر آرام کرنے کے لیے چھٹی دی جاتی ہے اور اسی وقت میں جواُن میں نمازی ہوتے ہیں نماز بھی پڑھ لیتے ہیں اور شام کو غروب آفتاب پر یا اس سے کچھ قبل کام ختم کیا جاتا ہے اور صبح کو گھنٹا پون گھنٹا دن نکلنے کے بعد کام شروع ہوتا ہے بالجملہ مزدوروں کے کام کے اوقات وہی ہوں گے جو وہاں کا عرف ہے۔

مسئلہ ۱۵: دو دن چار دن دس دن کے لیے کسی کو کام پر رکھا تو وہی ایام مراد لیے جائیں گے جو عقد اجارہ سے متصل ہیں اور اگر دنوں کو معین نہیں کیا ہے کہہ دیا کہ مثلاً دو دن کا میرے یہاں کام ہے تم کسی دو دن میں کردینا تو اجارہ صحیح نہیں کہ اس اجارہ میں وقت کا مقرر کرنا ضروری ہے۔[6] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الإجارة،الباب الثالث فی الأوقات...إلخ، ج٤،ص٤١٦.

2 ......المرجع السابق.

3 ......رواج۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الإجارة،الباب الثالث فی الأوقات...إلخ، ج٤،ص٤١٦.

5 ......تعمیراتی کام کرنے والوں۔

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الإجارة،الباب الثالث فی الأوقات...إلخ، ج٤،ص٤١٦.

(جائز وناجائز اجارے)

مسئلہ ۱۶: حمام کی اُجرت جائز ہے اگرچہ یہاں یہ متعین نہیں ہوتا کہ کتنا پانی صرف کرے گا اور کتنی دیر تک حمام میں ٹھہرے گا۔ ہاں اگر حمام میں دوسروں کے سامنے اپنے ستر کو کھولے جیسا کہ عموماً حمام میں ایسا ہوتا ہے یا خود اپنا ستر نہیں کھولا تو دوسروں کے ستر پر نظر پڑتی ہے اس وجہ سے حمام میں جانا منع ہے خصوصاً عورتوں کو اس میں جانے سے بہت زیادہ احتیاط چاہیے اور اگر نہ اپنا ستر کھولے نہ دوسرے کے ستر کی طرف نظر کرے تو حمام میں جانے کی ممانعت نہیں۔[1] (ہدایہ، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷: حجامت یعنی پچھنے لگوانا جائز ہے اور پچھنے کی اُجرت دینا لینا بھی جائز ہے پچھنے لگانے والے کے لیے وہ اُجرت حلال ہے اگرچہ اُس کو خون نکالنا پڑتا ہے اور کبھی خون سے آلودہ بھی ہو جاتا ہے مگر چونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالی علیہ وسلّم نے خود پچھنے لگوائے اور لگانے والے کو اُجرت بھی دی معلوم ہوا کہ اس اُجرت میں خباثت[2] نہیں۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۸: نر جانور کو جفتی کرنے کے لیے اُجرت پر دینا ناجائز ہے اور اُجرت بھی لینا ناجائز۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۹: گناہ کے کام پر اجارہ ناجائز ہے مثلاً نوحہ کرنے والی[5] کو اُجرت پر رکھا کہ وہ نوحہ کرے گی جس کی یہ مزدوری دی جائے گی۔ گانے بجانے کے لیے اجیر کیا[6] کہ وہ اتنی دیر تک گائے گا اور اُس کو یہ اُجرت دی جائے گی۔ ملاہی یعنی لہو ولعب پر اجارہ بھی ناجائز ہے۔ گانا یا باجا سکھانے کے لیے نوکر رکھتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے۔[7] (درمختار، عالمگیری) ان صورتوں میں اُجرت لینا بھی حرام ہے اور لے لی ہو تو واپس کرے اور معلوم نہ رہا کہ کس سے اُجرت لی تھی تو اُسے صدقہ کردے کہ خبیث مال کا یہی حکم ہے۔[8] (بحر)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الإجارات، باب الإجارة الفاسدة، ج٢، ص٢٣٨.

و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: في حديث دخوله...إلخ، ج٩، ص٨٧.

2 ......خرابی۔

3 ......"الهداية"، كتاب الإجارات، باب الإجارة الفاسدة، ج٢، ص٢٣٨.

4 ......المرجع السابق.

5 ......میت کے اوصاف مبالغہ کے ساتھ بیان کرکے آواز کے ساتھ رونے والی عورت۔

6 ......یعنی کرائے پر لایا۔

7 ......"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج٩، ص٩٢.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب الإجارة، الباب السادس في مسائل الشيوع...إلخ، ج٤، ص٤٤٩.

8 ......"البحرالرائق"، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج٨، ص٣٥.

مسئلہ ۲۰: طبلِ غازی[1] کہ اس سے لہو مقصود نہیں ہوتا جائز ہے اور اس کا اجارہ بھی جائز اسی طرح شادیوں میں دف بجانے کی اجازت ہے جس میں جھانج نہ ہوں اس کا اجارہ بھی ناجائز نہیں۔[2] (ردالمحتار) اس زمانہ میں ملاہی کے اجارات بکثرت پائے جاتے ہیں جیسے سنیما، بائیسکوپ تھیٹر میں ملازمین گانے اور تماشے کرنے کے لیے نوکر رکھے جاتے ہیں یہ اجارے ناجائز ہیں بلکہ تماشا دیکھنے والے اپنے تماشا دیکھنے کی اُجرت دیتے ہیں یعنی اُجرت دے کر تماشا کراتے ہیں یہ بھی ناجائز یعنی تماشا دیکھنا یا تماشا کرنا تو گناہ کا کام ہے ہی پیسے دے کر تماشے کرانا یہ ایک دوسرا گناہ ہے اور حرام کام میں پیسہ صرف کرنا ہے۔

مسئلہ ۲۱: مسلمان نے کسی کافر کو رہنے کے لیے مکان کرایہ پر دیا یہ اجارہ جائز ہے کوئی حرج نہیں۔ اب اُس گھر میں کافر نے شراب پی یا صلیب کی پرستش کی یہ اُس کافر کا ذاتی فعل ہے اس سے اُس مسلمان پر گناہ نہیں ہاں اگر اُس مکان میں کافر نے گھنٹہ[3] اور ناقوس[4] بجایا یا سنکھ[5] پھونکا یا علانیہ شراب بیچنا شروع کیا تو ضرور ان امور سے روکا جائے گا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۲: کسبی عورتوں کو[7] بازاروں میں بالا خانے کرایہ پر دینا کہ وہ اُن میں ناچ مجرا کریں یا زنا کرائیں، یہ ناجائز ہے۔

مسئلہ ۲۳: طاعت وعبادت کے کاموں پر اجارہ کرنا جائز نہیں مثلاً اذان کہنے کے لیے امامت کے لیے قرآن وفقہ کی تعلیم کے لیے حج کے لیے یعنی اس لیے اجیر کیا کہ کسی کی طرف سے حج کرے۔ متقدمین فقہا کا یہی مسلک تھا مگر متأخرین نے دیکھا کہ دِین کے کاموں میں سستی پیدا ہوگئی ہے اگر اِس اجارہ کی سب صورتوں کو ناجائز کہا جائے تو دِین کے بہت سے کاموں

---

1 ......یعنی جنگ کے موقع پر جو نقارہ بجایا جاتا ہے۔

2 ......"ردالمحتار"، کتاب الاجارۃ، باب الإجارۃ الفاسدۃ، مطلب فی الإستئجار علی المعاصی، ج۹، ص۹۲.

3 ......کسی دھات کا توا وغیرہ جسے موگری سے بجاتے ہیں۔

4 ......وہ سنکھ جو ہندو یا دوسرے غیر مسلم پوجا کے وقت بجاتے ہیں۔

5 ......ایک قسم کا بڑا ناقوس جو مندروں میں بجایا جاتا ہے۔

6 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الإجارۃ، الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع...إلخ، ج٤، ص٤٥٠.

7 ......یعنی طوائفوں کو۔

میں خلل واقع ہوگا[1] اُنھوں نے اس کلیہ سے بعض امور کا استثنا فرمادیا اور یہ فتویٰ دیا کہ تعلیم قرآن وفقہ اوراذان وامامت پر اجارہ جائز ہے کیونکہ ایسا نہ کیا جائے تو قرآن وفقہ کے پڑھانے والے طلبِ معیشت میں[2] مشغول ہوکر اس کام کو چھوڑ دیں گے اور لوگ دِین کی باتوں سے ناواقف ہوتے جائیں گے۔ اسی طرح اگر مؤذن وامام کو نوکر نہ رکھا جائے تو بہت سی مساجد میں اذان وجماعت کا سلسلہ بند ہوجائے گا اور اس شعار اسلامی میں زبردست کمی واقع ہو جائے گی۔ اسی طرح بعض علمانے وعظ پر اجارہ کو بھی جائز کہا ہے اس زمانہ میں اکثر مقامات ایسے ہیں جہاں اہل علم نہیں ہیں ادھر اُدھر سے کبھی کوئی عالم پہنچ جاتا ہے جو وعظ وتقریر کے ذریعہ اُنھیں دِین کی تعلیم دے دیتا ہے اگر اس اجارہ کو ناجائز کردیا جائے تو عوام کو جو اس ذریعہ سے کچھ علم کی باتیں معلوم ہوجاتی ہیں اس کا انسداد ہوجائے گا[3]۔ یہاں یہ بتادینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ جب اصل مذہب یہی ہے کہ یہ اجارہ ناجائز ہے ایک دینی ضرورت کی بنا پر اس کے جواز کا فتویٰ دیا جاتا ہے تو جس بندۂ خدا سے ہوسکے کہ ان امور کو محض خالصاً لوجہ اللّٰہ[4] انجام دے اور اجر اُخرَوی[5] کا مستحق بنے تو اس سے بہتر کیا بات ہے پھر اگر لوگ اس کی خدمت کریں بلکہ یہ تصوّر کرتے ہوئے کہ دِین کی خدمت یہ کرتے ہیں ہم ان کی خدمت کرکے ثواب حاصل کریں تو دینے والا مستحق ثواب ہوگا اور اُس کو لینا جائز ہوگا کہ یہ اُجرت نہیں ہے بلکہ اعانت وامداد ہے۔

مسئلہ ۲۴: فقہائے کرام نے اُس کلیہ سے جن چیزوں کا استثنا فرمایا وہ مذکور ہوئیں اس سے معلوم ہوا کہ تلاوت قرآن پر اجارہ جس طرح قدما کے نزدیک ناجائز ہے متأخرین کے نزدیک بھی ناجائز ہے لہٰذا سوم[6] وغیرہ کے موقع پر اُجرت پر قرآن پڑھوانا ناجائز ہے دینے والا لینے والا دونوں گنہگار، اسی طرح اکثر لوگ چالیس روز تک قبر کے پاس یا مکان پر قرآن پڑھوا کر ایصال ثواب کراتے ہیں اگر اُجرت پر ہو یہ بھی ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں ایصال ثواب بے معنی بات ہے کہ جب پڑھنے والے نے پیسوں کی خاطر پڑھا تو ثواب ہی کہاں جس کا ایصال کیا جائے اس کا ثواب یعنی بدلہ پیسہ ہے جیسا کہ حدیث میں ہے کہ اعمال جتنے ہیں نیت کے ساتھ ہیں جب اللّٰہ (عزوجل) کے لیے عمل نہ ہو تو ثواب کی اُمید بیکار ہے۔[7] (ردالمحتار) مقصد یہ ہے کہ ایصال ثواب جائز بلکہ مستحسن ہے مگر اُجرت پر تلاوت قرآن مجید یا کلمۂ طیبہ پڑھوا کر ایصال ثواب نہیں ہوسکتا بلکہ پڑھنے والے اللّٰہ تعالٰی کے لیے پڑھیں اور ایصال ثواب کریں یہ جائز ہے۔

---

1 ......حرج واقع ہوگا۔
2 ......روزی کی تلاش میں۔
3 ......یعنی یہ سلسلہ بھی ختم ہوجائے گا۔
4 ......خالص اللّٰہ عزوجل کی رضا کے لئے۔
5 ......آخرت کے اجر۔
6 ......میت کی روح کو ایصال ثواب کے لیے تیسرے روز قرآن خوانی کی محفل۔
7 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: تحریر مهم فی عدم جواز الإستئجار...إلخ، ج۹، ص۹۶.

مسئلہ ۲۵: ختم پڑھنے کے لیے اجارہ کرنا ناجائز مثلاً کوئی آیۂ کریمہ کا ختم کراتا کوئی ختم خواجگان پڑھواتا ہے کوئی کلمۂ طیبہ کا ختم کراتا ہے یہ سب کام اُجرت پر ناجائز ہیں۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۶: کسی کو سانپ یا بچھونے کاٹا ہو اُس کے جھاڑنے کی اُجرت لینا جائز ہے اگرچہ قرآن مجید ہی کی آیت یا سورت پڑھ کر جھاڑنا ہو کہ یہ تلاوت نہیں بلکہ علاج کے قبیل سے ہے حدیث میں ایک صحابی کا سورۂ فاتحہ پڑھ کر دم کرنا اور اُس کا اچھا ہوجانا اور اُن کا پہلے ہی سے اُجرت مقرر کرلینا اور اُس کے اچھے ہونے کے بعد لینا پھر حضور اقدس صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم کے پاس معاملہ کو پیش کرنا اور حضور (صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) کا انکار نہ فرمانا بلکہ جائز رکھنا، اس کے جواز کی صریح دلیل ہے۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۷: بہت سے لوگ تعویذ کا معاوضہ لیتے ہیں یہ جائز ہے اس کو اجارہ کی حد میں داخل نہیں کیا جاسکتا بلکہ بیع میں شمار کرنا چاہیے یعنی اُتنے پیسوں یا روپے میں اپنے تعویذ کو بیع کرتا ہے مگر یہ ضرور ہے کہ تعویذ ایسا ہو کہ اُس میں شرعی قباحت نہ ہو جیسے ادعیہ[3] اور آیات یا ان کے اعداد یا کسی اسم کا نقش مظہر[4] یا مضمر[5] لکھا جائے اور اگر اُس تعویذ میں ناجائز الفاظ لکھے ہوں یا شرک وکفر کے الفاظ پر مشتمل ہو تو ایسا تعویذ لکھنا بھی ناجائز ہے اور اس کا لینا اور باندھنا سب ناجائز۔ صاحب درمختار نے ردِّ سحر[6] کے تعویذ لکھنے پر اجارہ کو جائز فرمایا جبکہ مقدارِ کاغذ ومقدارِ تحریر معلوم ہو کہ اتنا کاغذ ہوگا اور اُس میں اتنی سطریں لکھی جائیں گی مگر ظاہر یہ ہے کہ یہ اُس صورت میں ہوگا کہ جب اُس لکھوانے والے نے یہ کہا کہ فلاں چیز مجھے لکھ کر دے دو اور یہ طریقہ تعویذ دینے والوں کا نہیں ہے بلکہ ناقلین[7] کا ہوسکتا ہے کیوں کہ کاغذ کی مقدار اور تحریر کے لحاظ سے اگر اُجرت ہوتی تو تعویذ کے چھوٹے بڑے ہونے کے اعتبار سے اُجرت میں اختلاف ہوتا حالانکہ یہ نہیں بلکہ امراض اور تعویذ کے زود اثر[8] ہونے کے اعتبار سے اس کی قیمتوں میں اختلاف ہوتا ہے اسی وجہ سے پانچ پیسے اور پانچ روپے کے تعویذ میں تحریر وکاغذ کی مقدار میں فرق نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہاں اجارہ نہیں ہے البتہ بیع کی صورت میں ایک خرابی یہ نظر آتی ہے کہ عموماً اُس وقت تعویذ موجود نہیں ہوتا بعد میں لکھا جاتا ہے اور معدوم[9] کی بیع درست نہیں اس کا جواب یہ ہے کہ جب اُس نے تعویذ کی فرمائش کی اُس وقت بیع نہیں بلکہ لکھ لینے کے بعد بطور تعاطی[10] بیع ہوگی اور یہ جائز ہے۔

---

1 ......"ردالمحتار"،كتاب الإجارة،باب الإجارة الفاسدة،مطلب: تحرير مهم فى عدم جواز الإستئجار...إلخ،ج٩،ص٩٥.

2 ......المرجع السابق،ص٩٦.

و"صحيح البخاري"،كتاب الإجارة، باب ما يُعطَى في الرُّقْية ...إلخ، الحديث: ٢٢٧٦،ج٢، ص٦٩.

وكتاب فضائل القرآن، باب فاتحة الكتاب، الحديث: ٥٠٠٧،ج٣، ص٤٠٤،٤٠٥.

3 ......دُعائیں۔ 4 ......یعنی لفظوں میں۔ 5 ......یعنی اعداد میں۔ 6 ......جادو کا توڑ۔

7 ......نقل کرنے والے۔ 8 ......فوراً اثر کرنے والا۔ 9 ......یعنی جو موجود نہ ہو۔ 10 ......بغیر بولے صرف لینے دینے سے۔

مسئلہ ۲۸: تعلیم پر جب اُجرت لینا جائز ہے تو جو اُجرت مقرر ہوئی مستاجر کو دینی ہوگی اور اُس سے جبراً[1] وصول کی جائیگی اور اگر اجارہ فاسد ہو مثلاً مدت نہیں مقرر کی تو اُجرتِ مثل واجب ہوگی اسی طرح بعض سورتوں کے ختم یا شروع پر جو مٹھائی دی جاتی ہے جس کا وہاں عرف[2] ہے وہ بھی دینی ہوگی۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲۹: لغت ونحو وصرف وادب وغیرہا علوم جن کا تعلق زبان سے ہے ان کی تعلیم پر اُجرت لینا بالاجماع جائز ہے اسی طرح قواعد بغدادی پڑھانے یا ہجا کرانے کی اُجرت بھی جائز ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: علم طب اور ریاضی وحساب اور کتابت یا خوشنویسی سکھانے پر نوکر رکھنا جائز ہے منطق کی تعلیم بھی جائز ہے کہ فی نفسہ منطق میں دِین کے خلاف کوئی چیز نہیں اسی وجہ سے متاخرین متکلمین نے منطق کو علمِ کلام کا ایک جز قرار دے دیا اور اُصول فقہ میں بھی منطق کے مسائل کو بطور مبادی[5] ذکر کرتے ہیں۔ البتہ فلسفہ دِین اسلام کے بالکل مخالف ہے مگر اُس کو اس لیے پڑھنا تا کہ فلاسفہ[6] کے خیالات معلوم ہوں اور اُن کے استدلالات[7] کا رد کیا جائے جائز ہے اسی طرح دیگر کفار کے اصول وفروع[8] کو جاننا تا کہ اُن کے مذاہب باطلہ کا ابطال کیا جائے[9] جائز ہے بلکہ بعض صورتوں میں ضروری ہے مثلاً جب یہ لوگ اسلام پر حملہ کریں تو بہت سے مواقع پر الزامی جواب[10] کی ضرورت پڑتی ہے اور جب تک اُن کا مذہب معلوم نہ ہو یہ کیونکر ہوسکتا ہے تحقیقی جواب اگر چہ کتنا ہی قوی ہوتا ہے باطل پرست اس کو سُن کر خاموش نہیں ہوتے الزامی جواب کے بعد زبان بند ہوجاتی ہے جس طرح حقائق اشیاء کے منکرین کے متعلق علما نے فرمایا انھیں آگ میں ڈال دیا جائے کہ اپنے جلنے اور آگ کے وجود کا اقرار کریں گے یا جل کر ختم ہوجائیں گے۔

مسئلہ ۳۱: بچوں کے پڑھانے کے لیے معلم کو نوکر رکھا اور یہ نہیں بیان کیا کہ کتنے بچے پڑھیں گے یہ جائز ہے۔[11] (عالمگیری)

---

1 ...... زبردستی۔ 2 ...... رواج۔

3 ...... "الدرالمختار"، کتاب الإجارۃ، باب الإجارۃ الفاسدۃ، ج۹، ص۹۴۔۹۶.

4 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الإجارۃ، الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع...إلخ، ج۴، ص۴۴۸.

5 ...... ابتدائیات طور پر۔ 6 ...... یعنی فلسفیوں۔ 7 ...... دلائل۔

8 ...... عقائد ومسائل۔ 9 ...... یعنی ان کے باطل مذہب کا رد کیا جائے۔

10 ...... مُعترِض(اعتراض کرنے والے) کا اعتراض رفع کرنے کی بجائے ویسا ہی اعتراض اس پر وارد کرنا جیسا اُس نے کیا ہے۔

11 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الإجارۃ، الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع...إلخ، ج۴، ص۴۴۹.

مسئلہ۳۲: مُصحف شریف[1] کوتلاوت یا پڑھنے کے لیے اُجرت پرلیا یہ اجارہ نا جائز ہے اُس میں پڑھنے سے اُجرت واجب نہیں ہوگی اسی طرح تفسیر وحدیث وفقہ کی کتابوں کا اُجرت پر لینا بھی نا جائز ہے ان میں بھی اُجرت واجب نہیں ہوگی۔[2] (بحر)

مسئلہ۳۳: قلم اُجرت پرلیا کہ اُس سے لکھے گا اگر مدت مقرر کردی ہے کہ اتنے دنوں کے لیے ہے تو یہ اجارہ جائز۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۳۴: جنازہ اُٹھانے یا میت کونہلانے کی اُجرت دیناوہاں جائز ہے جب ان کے علاوہ دوسرے لوگ بھی اس کام کے کرنے والے ہوں اوراگراس کے سوا کوئی نہ ہوتو اُجرت پر یہ کام نہیں کیا جاسکتا کیونکہ یہ شخص اس صورت میں اس کام کے لیے متعین ہے۔[4] (بحر)

مسئلہ۳۵: اجارہ پرکام کرایا گیااور یہ قرار پایا کہ اُسی میں سے اتنا تم اُجرت میں لے لینا یہ اجارہ فاسد ہے مثلاً کپڑا بُننے کے لیے سوت دیااور یہ کہہ دیا کہ آدھا کپڑا اُجرت میں لے لینا یا غلہ اُٹھا کرلاؤ اُس میں سے دوسیر مزدوری لے لینا یا چکی چلانے کے لیے بیل لیےاور جوآٹا پیسا جائے گا اُس میں سے اتنا اُجرت میں دیا جائے گا یوہیں بھاڑ[5] میں چنے وغیرہ بھنواتے ہیں اور یہ ٹھہرا کہ اُن میں سے اتنے بھنائی میں دیے جائیں گے یہ سب صورتیں نا جائز ہیں۔ان سب میں جائز ہونے کی صورت یہ ہے کہ جو کچھ اُجرت میں دینا ہے اُس کو پہلے سے علٰحدہ کردے کہ یہ تمھاری اُجرت ہے مثلاً سوت کو دوحصہ کرکے ایک حصہ کی نسبت کہا کہ اس کا کپڑا بُن دواور دوسرا دیا کہ یہ تمھاری مزدوری ہے یا غلہ اُٹھانے والے کو اُسی غلہ میں سے نکال کردیدیا کہ یہ مزدوری ہےاور یہ غلہ فلاں جگہ پہنچادے۔ بھاڑوالے پہلے ہی اپنی بھنائی نکال کر باقی کو بھونتے ہیں اسی طرح سب صورتوں میں کیا جاسکتا ہے دوسری صورت جواز کی یہ ہے کہ مثلاً کہہ دے کہ دوسیر غلہ مزدوری دیں گے یہ نہ کہے کہ اس میں سے دیں گے پھراگراُسی میں سے دیدے جب بھی حرج نہیں۔[6] (درمختار)

---

1 ......قرآن پاک۔

2 ......"البحرالرائق"،کتاب الإجارة ،باب الإجارة الفاسدة،ج٨،ص٣٤۔٣٥ .

3 ......"الفتاوی الهندية"،کتاب الإجارة،الباب السادس عشر في مسائل الشيوع...إلخ،ج٤،ص٤٤٩ .

4 ......"البحرالرائق"،کتاب الإجارة ،باب الإجارة الفاسدة،ج٨،ص٣٤ .

5 ......اناج کے دانے بھوننے والوں کی بھٹی یا چولہا۔

6 ......"الدرالمختار"،کتاب الإجارة،باب الإجارة الفاسدة،ج٩،ص٩٧ .

مسئلہ ۳۶: کھیت کٹتا ہے تو بالیں ٹوٹ کر گرتی ہیں کاشتکاروں کا قاعدہ ہے کہ اُن بالیوں کو چنواتے ہیں اور اُنھیں میں سے نصف مزدوری دیتے ہیں یا کپاس چنواتے ہیں اس کی مزدوری بھی اسی میں سے دی جاتی ہے بلکہ کھیت کاٹنے والے کو بھی اُسی میں سے مزدوری دیتے ہیں یہ سب اجارے ناجائز ہیں۔

مسئلہ ۳۷: تل یا سرسوں تیلی کو[1] تیل پیلنے کے لیے دی اور یہ ٹھہرا کہ اُجرت میں اس میں سے آدھا یا تہائی چوتھائی تیل لے لے گا یا بکری ذبح کرائی اور اُس میں کا کچھ گوشت اُجرت قرار پایا یہ ناجائز ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸: زمین دی کہ اس میں درخت نصب کرے درخت اُن دونوں کے مابین نصف نصف ہونگے یہ اجارہ فاسد ہے درخت مالک زمین کے قرار پائیں گے اور پیڑ لگانے والے کو درختوں کی قیمت اور اُس کے کام کی اُجرت مثل مالک زمین دے گا۔[3] (عالمگیری) اکثر جگہ دیہات میں یوں ہوتا ہے کہ کاشتکار اور رعایا کسی موقع سے درخت لگا لیتے ہیں اور اُس درخت میں نصف یا چہارم زمیندار لیتا ہے باقی وہ لیتا ہے جس نے لگایا اس کا حکم بھی وہی ہونا چاہیے۔

مسئلہ ۳۹: کسی کو اپنا جانور دیدیا کہ اس سے کام لو اور اُجرت پر چلاؤ جو کچھ خدا دے گا وہ ہم دونوں نصف نصف لیں گے اگر اُس نے لوگوں کو اجارہ پر دیا تو جو اُجرت حاصل ہوگی مالک کی ہوگی اور اُس کو اپنے کام کی اُجرتِ مثل ملے گی اور اگر جانور کو اجارہ پر نہیں دیا بلکہ لوگوں سے اُجرت کا کام لے کر اس جانور کے ذریعہ کرتا ہے مثلاً بار برداری کا کام[4] لیا اور اس جانور پر لاد کر پہنچادیا تو جو اُجرت حاصل ہوگی اس کی ہوگی اور مالک کو اُس کے جانور کی اُجرتِ مثل دے گا۔[5] (عالمگیری) بعض لوگ تانگہ یکہ خرید کر تانگہ والوں کو اسی طرح دیتے ہیں کہ وہ خود چلاتے ہیں اس کا حکم یہ ہے کہ جو کچھ اُجرت حاصل ہوئی اس کی ہے مالک کو یہ تانگہ کی اُجرتِ مثل دے گا۔

مسئلہ ۴۰: گائے بھینس خرید کر دوسرے کو دے دیتے ہیں کہ اسے کھلائے پلائے جو کچھ دودھ ہوگا وہ دونوں میں نصف نصف تقسیم ہوگا یہ اجارہ بھی فاسد ہے کل دودھ مالک کا ہے اور دوسرے کو اس کے کام کی اُجرت مثل ملے گی اور جو کچھ اپنے پاس سے کھلایا ہے اُس کی قیمت ملے گی اور گائے نے جو کچھ چرا ہے اُس کا کوئی معاوضہ نہیں اور دوسرے نے جو کچھ دودھ

1 ......تیل نکالنے والے کو۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الخامس عشر فی بيان ما يجوز...إلخ، الفصل الثالث، ج٤، ص٤٤٥.

3 ......المرجع السابق.

4 ......یعنی بوجھ اٹھا کرلے جانے کا کام۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الخامس عشر فی بيان ما يجوز...إلخ، الفصل الثالث، ج٤، ص٤٤٥.

صرف کرلیا ہے اُتنا ہی دودھ مالک کو دے کہ دودھ مثلی چیز ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۱: کسی کو مرغی دی کہ جو کچھ انڈے دے گی دونوں نصف نصف تقسیم کرلیں گے یہ اجارہ بھی فاسد ہے انڈے اُس کے ہیں جس کی مرغی ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۲: بعض لوگ بکری بٹائی پر دیتے ہیں کہ جو کچھ بچے پیدا ہوں گے دونوں نصف نصف لیں گے یہ اجارہ بھی فاسد ہے بچے اُسی کے ہیں جس کی بکری ہے دوسرے کو اُس کے کام کی اُجرت مثل ملے گی۔

مسئلہ ۴۳: اجارہ میں کام اور وقت دونوں چیزیں مذکور ہوں تو اجارہ فاسد ہے یعنی دونوں کو معقود علیہ نہیں بنایا جاسکتا بلکہ صرف ایک پر عقد کیا جائے یعنی اجارہ یا کام پر ہونا چاہیے وہ جتنے وقت میں ہو یا وقت پر ہونا چاہیے کہ اتنے وقت میں کام کرنا ہے جتنا کام اُس وقت میں انجام پائے مثلاً نانبائی[3] سے کہا من بھر آٹا ایک روپیہ میں آج پکا دے یہ ناجائز ہے ہاں اگر وقت پر اجارہ نہ ہو یعنی وقت معقود علیہ نہ ہو بلکہ وقت کو محض اس لیے ذکر کردیا گیا ہو تاکہ جلدی سے وہ پکا دے یا اس لیے وقت کو ذکر کیا تاکہ معلوم ہو کہ کام فلاں وقت میں کیا جائے گا تو اجارہ صحیح ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۴۴: زمین زراعت کے لیے دی اور یہ شرط کی کہ کاشتکار اس میں کھات ڈالے یہ اجارہ فاسد ہے جبکہ یہ اجارہ ایک سال کے لیے ہو کہ کھات کا اثر ایک سال سے زائد رہتا ہے اور اس شرط میں مالک زمین کا نفع ہے اور اگر کئی سال کے لیے اجارہ ہو تو فاسد نہیں کہ اب یہ شرط مقتضائے عقد کے منافی نہیں۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۴۵: کاشتکار سے یہ شرط کردی کہ زمین کو جوت کر[6] واپس کرے اس سے بھی اجارہ فاسد ہوجاتا ہے۔[7] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۶: زمین زراعت کے لیے دی اور اس کے بدلے میں اس کی زمین زراعت کے لیے لی یہ اجارہ فاسد ہے کہ دونوں منفعتیں ایک ہی قسم کی ہیں۔[8] (ہدایہ)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة،الباب الخامس عشر فی بيان ما يجوز...إلخ،الفصل الثالث،ج٤،ص٤٤٥.

2 ......المرجع السابق،ص٤٤٦.

3 ......روٹی پکانے والا۔

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الإجارة،باب الإجارة الفاسدة،ج٩،ص٩٩.

5 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب الإجارة،باب الإجارة الفاسدة،مطلب:يخص القياس...إلخ،ج٩،ص١٠١.

6 ......یعنی ہل دے کر۔

7 ......"الهداية"، كتاب الإجارات، باب الإجارة الفاسدة ،ج٢،ص٢٤١.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴۷: دوشخصوں میں غلہ مشترک ہے اس مشترک غلہ کے اُٹھانے کے لیے ایک نے دوسرے کو اجیر کیا[1] دوسرے نے اُٹھایا اس کو کچھ مزدوری نہیں ملے گی کہ جو کچھ یہ اُٹھا رہا ہے اُس میں خود اس کا بھی ہے لہٰذا اس کا کام خود اپنے لیے ہوا مزدوری کا مستحق نہیں ہوا۔ اسی طرح ایک شریک نے دوسرے کے جانور یا گاڑی کو غلہ لادنے کے لیے کرایہ پر لیا اور وہ مشترک غلہ اُس پر لادا کسی اُجرت کا مستحق نہیں اور اگر اُس کی کشتی کرایہ پر لی کہ آدھی میں تمھارے حصہ کا غلہ لادا جائے گا اور آدھی میں میرا، یہ جائز ہے۔[2] (ہدایہ، عالمگیری) اور اگر غلہ یا مال مشترک کو تقسیم کرنے کے بعد ایک نے دوسرے سے کہا میرا حصہ میرے مکان پر پہنچا دو تم کو اتنی مزدوری دی جائے گی اب یہ اجارہ جائز ہے کہ دونوں کی چیزیں جدا جدا ہیں۔

مسئلہ ۴۸: راہن[3] نے مرتہن[4] سے اپنی چیز کرایہ پر لی جس کو مرتہن کے پاس رہن رکھا ہے مرتہن کو اس کی کچھ اُجرت نہیں ملے گی کہ راہن نے خود اپنی چیز سے نفع اُٹھایا اُجرت کس چیز کی دے صرف یہ بات ہوئی کہ راہن کو نفع حاصل کرنا ممنوع تھا اس وجہ سے کہ حق مرتہن اُس چیز کے ساتھ متعلق تھا اور مرتہن نے جب اجارہ پر دیدی تو خود اُسنے اپنا حق باطل کر دیا راہن کا انتفاع[5] جائز ہوگیا۔[6] (درمختار، ردالمحتار) اس سے یہ بات واضح ہوگئی کہ آجکل بعض لوگ اپنا مکان یا کھیت رہن رکھ دیتے ہیں پھر مرتہن سے کرایہ پر لیتے ہیں اور کرایہ ادا کرتے ہیں اول تو یہ سود ہے کہ یہ کرایہ زرِرہن[7] میں محسوب[8] نہیں ہوتا بلکہ قرض کے طور پر جو روپیہ دیا اُس کا یہ سود ہے جو یقیناً حرام ہے۔ دوسرے یہ کہ اپنی ہی چیز کا کرایہ دینے کے کوئی معنے نہیں۔

مسئلہ ۴۹: حمام کرایہ پر دیا مالک حمام اپنے احباب کے ساتھ اُس میں نہانے گیا اس کے ذمہ کوئی اُجرت واجب نہیں اور کرایہ میں سے بھی اس کے نہانے کی وجہ سے کوئی جز کم نہیں کیا جائے گا۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۵۰: زمین کو اجارہ پر دیا اور یہ نہیں بیان کیا کہ اس میں زراعت کرے گا یا یہ کہ کس چیز کی کاشت کرے گا تو اجارہ فاسد ہے کیونکہ زمین سے مختلف منافع حاصل کیے جاسکتے ہیں لہٰذا تعیین ضروری ہے یا یہ کہ تعمیم کردے کہ تیرا جو جی چاہے کر

---

1 ...... یعنی غلہ لے جانے کے لیے مزدور رکھا۔

2 ......"الهداية"، كتاب الإجارات، باب الإجارة الفاسدة، ج٢، ص٢٤١.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الثامن عشر في الإجارة التي... إلخ، الفصل الثالث، ج٤، ص٤٥٧.

3 ...... گروی رکھوانے والا۔ 4 ...... جس کے پاس چیز گروی رکھی جائے۔ 5 ...... نفع اٹھانا۔

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: يخص القياس... إلخ، ج٩، ص١٠٢.

7 ...... چیز گروی رکھ کر جو مال لیا جائے اسے زرِرہن کہتے ہیں۔ 8 ...... شمار۔

9 ......"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج٩، ص١٠٢.

اور جب یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو فاسد ہے پھر مزارع[1] نے کاشت کی اور مدت پوری ہوگئی تو یہ اجارہ صحیح ہوگیا اور جو اُجرت مقرر ہوئی تھی دینی ہوگی اور اگر مدت پوری نہ ہوئی تو اجرمثل واجب ہوگا اور کاشت کرنے سے پہلے دونوں میں نزاع[2] پیدا ہوجائے تو اجارہ فسخ کردیا جائے۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵۱: شکار کرنے کے لیے یا جنگل سے لکڑیاں کاٹنے کے لیے اجیر کیا اگر وقت مقرر کردیا ہے جائز ہے اور وقت مقرر نہیں کیا ہے ناجائز ہے اور شکار اور لکڑیاں اس صورت میں اسی اجیر کی ہیں۔ اور اگر وقت مقرر نہیں کیا ہے مگر لکڑیاں معین کردی ہیں یعنی بتادیا ہے کہ ان لکڑیوں کو کاٹو تو اجارہ فاسد ہے لکڑیاں مستاجر کی[4] ہوں گی اور اُس کے ذمہ اُجرت مثل واجب ہوگی۔[5] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۵۲: جن لکڑیوں کے کاٹنے کے لیے اجیر کیا ہے وہ خود اسی مستاجر کی ملک ہیں تو اجارہ جائز ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۳: بی بی کو گھر کی روٹی پکانے کے لیے نوکر رکھا کہ روٹی پکائے ماہوار یا یومیہ اتنی اُجرت دوں گا یہ اجارہ ناجائز ہے وہ کسی اُجرت کی مستحق نہیں۔ یوہیں خانہ داری کے دوسرے کام جو عورتیں کیا کرتی ہیں ان کی اُجرت نہیں لے سکتی کہ یہ کام اُس پر دیانۃً خود ہی واجب ہیں۔[7] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵۴: عورت نے اپنا مملوکہ مکان شوہر کو کرایہ پر دیا عورت بھی اُس مکان میں شوہر کے ساتھ رہتی ہے شوہر کے ذمہ کرایہ واجب ہوگا کہ عورت کی سکونت[8] اُس میں تبعاً ہے۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۵۵: جو اجارہ استہلاکِ عین پر ہو کہ مستاجر عین شے لے لے وہ اجارہ ناجائز ہے مثلاً گائے بھینس کو اجارہ

---

1 ......کاشتکار۔ 2 ......جھگڑا۔

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: یخص القیاس...إلخ، ج۹، ص۱۰۲.

4 ......یعنی اجیر رکھنے والے کی۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج۹، ص۱۰۵.

و"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع...إلخ، ج٤، ص٤٥١.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب السادس عشر فی مسائل الشیوع...إلخ، ج٤، ص٤٥١.

7 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: یجب الأجر...إلخ، ج۹، ص۱۰۵.

8 ......رہائش۔

9 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، ج۹، ص۱۰٦.

پر دیا کہ مستاجر اس کا دودھ حاصل کرے۔ نہر یا تالاب کو مچھلی پکڑنے کے لیے ٹھیکہ پر دیا یہ ناجائز ہے۔ یوہیں چراگاہ کا ٹھیکہ بھی ناجائز ہے۔[1] (عالمگیری، ردالمحتار) گاؤں اور بازار اور جنگل کا ٹھیکہ بھی ناجائز ہے کہ ان سب میں استہلاک عین ہے۔

مسئلہ ۵۶: مکان اجارہ پر دیا اور یہ شرط کرلی کہ رمضان کا کرایہ ہبہ کردوں گا یا تمھارے ذمہ نہیں ہوگا یہ اجارہ فاسد ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۷: دکان جل گئی ہے اُس کو کرایہ پر لیا اس شرط پر کہ اسے بنوائے گا اور جو کچھ خرچ ہوگا وہ کرایہ میں محسوب ہوگا یہ اجارہ فاسد ہے اور اگر مستاجر اُس میں رہا تو اُس پر اُجرت مثل واجب ہے اور جو کچھ خرچ کیا ہے وہ اور بنوانے کی اُجرت مثل اسے ملے گی۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۸: مستاجر کے ذمہ یہ شرط کرنا کہ اس چیز کی واپسی تمھارے ذمہ ہے یعنی کام کرنے کے بعد تم اپنے صرفہ سے چیز کو واپس کر جانا اگر وہ چیز ایسی ہے جس میں بار برداری صرف ہوتی ہے جیسے دیگ شامیانہ تو اس شرط کی وجہ سے اجارہ فاسد ہے اور ایسی نہیں ہے تو فاسد نہیں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۹: کوئی چیز اُجرت پر لی تھی مثلاً دیگ اور اُس کی مدت دو دن تھی اور مدت پوری ہونے کے بعد بھی چیز اسی کے یہاں پڑی رہی مالک نہیں لے گیا تو صرف اُتنے ہی دنوں کا کرایہ واجب ہوگا جن کا ذکر اجارہ میں ہوا اگرچہ واپس کرنا مستاجر کے ذمہ قرار پایا ہو کہ یہ شرط فاسد ہے اور اگر اس طرح اجارہ ہوا کہ فی یوم اتنا کرایہ جیسا کہ شامیانوں اور دیگوں وغیرہا میں اسی طرح عموماً ہوتا ہے تو جب وہ چیز اس کے کام سے فارغ ہوگئی اجارہ ختم ہوگیا اس کے بعد کا کرایہ واجب نہیں ہوگا یہ چیز مالک کے یہاں پہنچادے یا اپنے ہی یہاں رہنے دے اور اگر دوپہر میں چیز خالی ہوگئی جب بھی پورے دن کا کرایہ دینا ہوگا۔ یوہیں ایک ماہ کے لیے کرایہ پر لی تھی اور پندرہ دن میں خالی ہوگئی پورے مہینہ بھر کا کرایہ دینا ہوگا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۶۰: اجارہ کو دوسرے اجارہ کے فسخ پر معلق کرنا یعنی ایک شخص سے اجارہ کرنے کے بعد دوسرے سے یوں اجارہ کیا کہ اگر وہ پہلا اجارہ فسخ ہوجائے تو تم سے اجارہ ہے، یہ باطل ہے۔[6] (عالمگیری)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الخامس عشر ما يجوز من الإجارة وما لايجوز، الفصل الاول، ج٤، ص٤٤٢.
و"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، باب الإجارة الفاسدة، مطلب: الإجارة اذا وقعت على العين...إلخ، ج٩، ص١٠٦.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الخامس فی الخيار فی الإجارة والشرط فيها، ج٤، ص٤٢٠.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق، ص٤٢١.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق، ص٤٢٢.

ضمان اجیر کا بیان

اجیر دوقسم کے ہیں: اجیر مشترک واجیر خاص۔ اجیر مشترک وہ ہے جس کے لیے کسی وقت خاص میں ایک ہی شخص کا کام کرنا ضروری نہ ہو اُ سوقت میں دوسرے کا بھی کام کرسکتا ہو، جیسے دھوبی، خیاط [1]، حجام، حمال [2] وغیرہم جوایک شخص کے کام کے پابند نہیں ہیں اوراجیر خاص ایک ہی شخص کا پابند ہوتا ہے۔

مسئلہ ۱: کام میں جب وقت کی قید نہ ہوا گرچہ وہ ایک ہی شخص کا کام کرے یہ بھی اجیر مشترک ہے مثلاً درزی کو اپنے گھر میں کپڑے سینے کے لیے رکھا اور یہ پابندی نہ ہو کہ فلاں وقت سے فلاں وقت تک سیے گا اور روزانہ یا ماہوار یہ اُجرت دی جائے گی بلکہ جتنا کام کرے گا اُسی حساب سے اُجرت دی جائے گی تو یہ اجیر مشترک ہے۔ یوہیں اگر وقت کی پابندی ہے مگر دوسرے کا بھی اس وقت میں کام کرنے کی اجازت ہے مثلاً چرواہے کو بکریاں چرانے کو ایک روپیہ ماہوار پر رکھا مگر یہ نہیں کہا ہے کہ دوسرے کی بکریاں نہ چرانا تو یہ بھی اجیر مشترک ہے اور اگر یہ طے ہو جائے کہ دوسرے کی بکریاں نہیں چرائے گا تو اجیر خاص ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲: اجیر مشترک میں اجارہ کا تعلق کام سے ہے لہٰذا وہ متعدد اشخاص کے کام لے سکتا ہے اور اجیر خاص میں اُس مدت کے منافع کا ایک شخص کو مالک کر چکا لہٰذا دوسرے سے عقد نہیں کرسکتا۔

مسئلہ ۳: اجیر مشترک اُجرت کا اُس وقت مستحق ہے جب کام کر چکے مثلاً درزی نے کپڑے کے سینے میں سارا وقت صرف کردیا مگر کپڑا اسی کر طیار نہیں کیا یا اپنے مکان پر سینے کے لیے تم نے اُسے مقرر کیا تھا دن بھر تمھارے یہاں رہا مگر کپڑا نہیں سیا اُجرت کا مستحق نہیں ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۴: جو کام ایسا ہے کہ محل کے مختلف ہونے سے اُس میں اختلاف ہوتا ہے یعنی بعض میں محنت کم ہے بعض میں زائد ایسے کاموں میں اجیر مشترک کو خیار رویت حاصل ہوتا ہے دیکھنے کے بعد کام کرنے سے انکار کرسکتا ہے مثلاً دھوبی سے ٹھہرایا کہ گزی [5] کا ایک تھان ایک آنہ [6] میں دھوئے گا اُس نے تھان دیکھ کر دھونے سے انکار کردیا یہ ہوسکتا ہے۔ یا رنگریز سے رنگنا

---

1 ......درزی۔

2 ......بوجھ اٹھانے والا، مزدور۔

3 ......"الدرالمختار" کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، ج۹، ص۱۰۸.

4 ......المرجع السابق، ص۱۰۹.

5 ......ایک دیسی کپڑا جو موٹا اور گھٹیا قسم کا ہوتا ہے۔

6 ......روپے کا سولھواں حصہ۔

طے ہوگیا تھا کپڑا دیکھ کرا نکار کرسکتا ہے کہ بعض کپڑے کے رنگنے میں زیادہ محنت ہوتی ہے اور زیادہ رنگ خرچ ہوتا ہے۔ یوہیں درزی بھی کپڑا دیکھ کر سینے سے انکار کرسکتا ہے کیونکہ بعض کپڑوں کے سینے میں زیادہ محنت ہوتی ہے مگر دیکھنے کے بعد راضی ہوگیا تو اب انکار کی گنجائش نہ رہی۔ اگر کام ایسا ہے کہ محل کے اختلاف سے اُس میں اختلاف نہ ہو تو انکار کی گنجائش نہیں مثلاً من بھر گیہوں تولنے کے لیے اجیر کیا یا حجامت بنانے کے لیے طے کیا دیکھنے کے بعد وہ انکار نہیں کرسکتا۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ۵: اجیر مشترک کے پاس چیز امانت ہوتی ہے اگر ضائع ہوجائے ضمان واجب نہیں اگرچہ چیز دیتے وقت یہ شرط کردی ہو کہ ضائع ہوگی تو ضمان لوں گا کہ یہ شرط باطل ہے۔[2] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ۶: اجیر مشترک کے فعل سے اگر چیز ضائع ہوئی تو تاوان واجب ہے مثلاً دھوبی نے کپڑا پھاڑ دیا اگرچہ قصداً نہ پھاڑا ہو چاہے اُسی نے خود پھاڑا یا اُس نے دوسرے سے دھلوایا اُس نے پھاڑا بہر حال تاوان واجب ہے اور اس صورت میں دھلائی کا بھی مستحق نہیں۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۷: حمال سامان لاد کر لا رہا ہے پاؤں پھسلا اور سامان ٹوٹ پھوٹ گیا اس پر بھی ضمان واجب ہے یا جانور پر سامان لاد کر لا رہا تھا جانور پھسلا اور سامان برباد ہوا اس میں بھی ضمان واجب ہے اور اگر رسی کے ٹوٹ جانے سے سامان گر کر ضائع ہوا اس میں بھی ضمان واجب مگر جبکہ رسی خود سامان والے کی ہو تو تاوان نہیں۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۸: کشتی پر سامان لدا ہوا ہے ملاح[5] کشتی کھینچ کر لا رہا تھا کشتی اس کے کھینچنے سے ڈوب گئی ضمان واجب ہے اور اگر مخالف ہوا یا موج دریا سے یا پہاڑی سے ٹکرا کر ڈوبی تو ضمان واجب نہیں۔[6] (ہدایہ، ردالمحتار)

مسئلہ۹: چرواہا جانوروں کو تیزی سے ہانک کر لے جارہا تھا پل پر جب جانور پہنچے آپس کے دھکے سے کوئی جانور گر گیا یا دریا کے کنارے ایک نے دوسرے کو دھکا دیا وہ پانی میں گر کر مر گیا چرواہے کو تاوان دینا ہوگا کہ اُس نے تیز نہ بھگایا ہوتا

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، مبحث الأجیر المشترك، ج۹، ص۱۰۹.

2 ...... "الھدایة"، کتاب الإجارات، باب ضمان الأجیر، ج۲، ص۲٤۲.

و"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، ج۹، ص۱۰۹.

3 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، مطلب: یفتی بالقیاس علی قوله، ج۹، ص۱۱۲.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... کشتی چلانے والا۔

6 ...... "الھدایة"، کتاب الإجارات، باب ضمان الأجیر، ج۲، ص۲٤۲.

و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، مطلب: یفتی بالقیاس علی قوله، ج۹، ص۱۱۲.

تو ایسا نہ ہوتا۔ یوہیں اگر چرواہے کے مارنے یا ہانکنے سے جانور ہلاک ہو یا اُس کے مارنے سے آنکھ پھوٹ گئی یا کوئی عضو ٹوٹ گیا تو اس کا بھی تاوان واجب ہے۔[1] (ردالمحتار، عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: کشتی میں آدمی سوار تھے اور ملاح کشتی کو کھینچ کر لیجارہا تھا کشتی ڈوب گئی اور آدمی ہلاک ہو گئے یا جانور پر آدمی سوار ہے اور جانور کا مالک اُسے ہانک کریا کھینچ کر لے جارہا تھا آدمی گر کر ہلاک ہو گیا ان صورتوں میں ضمان واجب نہیں۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۱: حمال برتن میں کوئی چیز لیے جارہا تھا اور راستہ میں برتن ٹوٹا اور چیز ضائع ہوئی تو مالک کو اختیار ہے کہ جہاں سے لارہا تھا وہاں اُس چیز کی جو قیمت تھی وہ تاوان لے اور اس صورت میں مزدوری کچھ نہیں یا جہاں ٹوٹا وہاں کی قیمت تاوان لے اور اس صورت میں یہاں تک کی مزدوری حساب کر کے دیدے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۲: راستہ میں آدمیوں کا ہجوم تھا مزدور کو دھکا لگا اور چیز ضائع ہوئی تو مزدور پر ضمان نہیں اور اگر مزدور ہی نے مزاحمت کی اس وجہ سے نقصان ہوا تو ضمان ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۳: مکان تک مزدور نے سامان پہنچا دیا مالک اُس کے سر سے اُتروارہا تھا چیز دونوں کے ہاتھ سے چھوٹ کر گری اور ضائع ہوئی نصف قیمت مزدور سے تاوان میں لی جائے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: کشتی پر سامان لاد کر وہاں تک پہنچا دیا جہاں لیجانا تھا مگر مخالف ہوا سے کشتی وہیں چلی آئی جہاں سے گئی تھی یا کہیں اور چلی گئی اگر سامان کا مالک یا اس کا وکیل کشتی میں موجود تھا تو کرایہ واجب ہے۔ اور ملاح کو اس پر مجبور نہیں کیا جاسکتا کہ پھر وہاں پہنچائے کیونکہ اُسکا کام پورا ہو چکا ہاں اگر کشتی ایسی جگہ ہے جہاں چیز پر قبضہ نہیں کیا جاسکتا تو ملاح کو لوٹا کرلانا ہوگا اور اس کی بھی مزدوری دی جائے گی اور اگر مالک یا اس کا وکیل کشتی میں نہ تھا تو ملاح کو اُسی پہلی اُجرت میں چیز پہنچانی ہوگی کہ ابھی اس کا کام ختم نہیں ہوا۔[6] (عالمگیری)

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، مطلب: یفتی بالقیاس علی قوله، ج۹، ص۱۱۲.
و"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب الثامن والعشرون فی بیان حکم الأجیر...إلخ، الفصل الأول، ج٤، ص٥٠١.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، ج۹، ص۱۱٥.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب الثامن والعشرون فی بیان حکم الأجیر...إلخ، الفصل الأول، ج٤، ص٥٠١.

6 ......المرجع السابق، ص٥٠٣.

مسئلہ ۱۵: ملاح نے کشتی میں اپنی حاجت کے لیے آگ رکھی تھی اس سے سامان جل گیا ملاح پر تاوان واجب نہیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: کشتی اپنا سامان لادنے کے لیے کرایہ کی ملاح نے بغیر رضامندی مستاجر[2] اُس میں کچھ دوسرا سامان بھی لاد دیا اور کشتی اتنا بوجھ اُٹھا سکتی ہے کشتی ڈوب گئی اگر مستاجر ساتھ تھا تاوان واجب نہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۷: دھوبی کو کپڑا دیا تھا اور ایک شخص سے کہہ دیا تھا کہ تم دھوبی سے کپڑا لے لینا دھوبی نے اُسے دوسرا کپڑا دے دیا یہ کپڑا اُس کے ہاتھ میں امانت ہے ضائع ہو جائے تو دھوبی اس سے تاوان نہیں لے سکتا اور کپڑے والا دھوبی سے اپنا کپڑا وصول کرے گا۔ یہ اُس وقت ہے کہ وہ کپڑا خاص دھوبی ہی کا ہو اور اگر کسی دوسرے کا ہے تو جس کا ہے وہ تاوان لے گا اگر دھوبی سے اس نے تاوان لیا جب تو کچھ نہیں اور اُس شخص سے لیا تو وہ دھوبی سے تاوان کی قدر وصول کرے گا درزی کا بھی یہی حکم ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۸: دھوبی نے دوسرا کپڑا دے دیا اور اس نے اپنا سمجھ کر لے لیا یہ ضامن ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے علم نہ تھا کہ دوسرے کا ہے اور فرض کرو اس نے کپڑے کو قطع کر لیا اور سی لیا تو جس کا کپڑا ہے وہ دونوں میں سے جس سے چاہے ضمان لے سکتا ہے کاٹنے والے سے لیا تو کچھ نہیں اور دھوبی سے ضمان لیا تو وہ کاٹنے والے سے وصول کر سکتا ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۹: دھوبی نے ایک کا کپڑا دوسرے کو دیدیا مالک نے جب مانگا تو اُس نے کہا میں نے فلاں کو دیدیا یہ سمجھ کر کہ اُسی کا ہے دھوبی کو تاوان دینا ہوگا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۰: دھوبی نے کپڑا دینا چاہا مالک نے کہا اپنے ہی پاس رکھ لے اس صورت میں مطلقاً ضامن نہیں۔ اُجرت لے لی ہو یا نہ لی ہو اور اگر اُجرت لینے کے لیے اُس نے کپڑے کو روک رکھا ہے تو ضامن ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۱: دھوبی کو دوسرے کے کپڑے پہننا جائز نہیں کہ امانت میں تصرف کرنا خیانت ہے مگر پہننے کے بعد اُس نے اوتار کر رکھ دیا تو اب ضامن نہیں رہا جس طرح ودیعت کا حکم ہے جس کو پہلے بیان کیا گیا۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة،الباب الثامن والعشرون فی بیان حکم الأجیر...إلخ،الفصل الأول،ج٤،ص٥٠٣.

2 ......یعنی کرایہ پر لینے والے کی مرضی کے بغیر۔

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة،الباب الثامن والعشرون فی بیان حکم الأجیر...إلخ،الفصل الأول،ج٤،ص٥٠٣.

4 ......المرجع السابق،ص٥٠٦.　5 ......المرجع السابق.　6 ......المرجع السابق،ص٥٠٧.

7 ......المرجع السابق.　8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۲۲: چرواہا خود بھی بکریاں وغیرہ چرا سکتا ہے اور اُس کے بال بچے اور اجیر[1] بھی چرا سکتے ہیں، اگر کسی اجنبی شخص کو سپرد کر کے چلا گیا اور جانور ضائع ہوگیا تو ضمان واجب ہے مگر جبکہ تھوڑی دیر کے لیے ایسا کیا ہو مثلاً پیشاب کرنے گیا یا کھانے کے لیے گیا تو معاف ہے، اِس صورت میں تاوان واجب نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: چرواہے نے ایک کی بکریاں دوسرے کی بکریوں میں ملا دیں اگر امتیاز ممکن ہے تو کچھ حرج نہیں اور کس کی کون ہے کس کی کون ہے اس میں چرواہے کا قول معتبر ہے اور اگر امتیاز نہ رہا چرواہا کہتا ہے مجھے شناخت نہیں ہے تو تاوان واجب ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۴: چرواہوں کا قاعدہ ہے کہ جانور اُس گلی میں چھوڑ جاتے ہیں جس میں مالک کا مکان ہے اُسکے مکان پر نہیں پہنچاتے نہ مالک کو سپرد کرتے ہیں۔ مکان پر پہنچنے سے پہلے اگر گائے یا بکری ضائع ہوگئی تو چرواہے پر ضمان واجب نہیں۔[4] (عالمگیری) مگر جبکہ مالک نے کہہ دیا ہو کہ میرے مکان پر پہنچا جایا کرنا تو ضمان واجب ہے کہ اُس نے شرط کے خلاف کیا۔

مسئلہ ۲۵: گاؤں کے چرواہے گاؤں کے کنارے پر جانوروں کو لا کر چھوڑ دیتے ہیں اگر چرواہے نے یہ شرط کر لی ہے یا یہ متعارف ہے تو وہاں چھوڑ دینا جائز ہے، ضائع ہونے پر ضمان واجب نہیں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶: جنگل میں جھاڑیاں ہیں جہاں جانور چرتے ہیں کہ سب جانور چرواہے کی پیش نظر نہیں ہوتے جیسا کہ اکثر جگہ ڈھاک[6] کے جنگل میں ہوتا ہے کوئی جانور اس صورت میں ضائع ہوگیا تو ضمان واجب نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷: چرواہا کہیں چلا گیا اور گائے نے کسی کا کھیت چر لیا کھیت والا چرواہے سے تاوان نہیں لے سکتا ہاں اگر اس نے خود کھیت میں چھوڑا یا یہ ہانک کر لیے جا رہا تھا اور گائے نے اس حالت میں چر لیا تو تاوان واجب ہے۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......نوکر، ملازم۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الثامن والعشرون في بيان حكم الأجير...إلخ، الفصل الأول، ج٤، ص٥٠٨.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق، ص٥١٠، ٥١١.

5 ......المرجع السابق، ص٥١١.

6 ......ایک درخت کا نام جس کی ٹہنی کے سرے پر بڑے بڑے تین پتے ہوتے ہیں اس کے پھول سرخ ہوتے ہیں۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الثامن والعشرون في بيان حكم الأجير...إلخ، الفصل الأول، ج٤، ص٥١٠.

8 ......المرجع السابق، ص٥١١.

مسئلہ ۲۸: فصاد[1] نے فصد کھولی یا پچھنا لگانے والے نے پچھنا لگایا جراح نے پھوڑا چیرا اور ان سب میں موضع معتاد سے تجاوز نہیں کیا[2] تو ضمان واجب نہیں اور اگر جتنی جگہ پر ہونا چاہیے اُس سے تجاوز کیا اور ہلاک نہیں ہوا تو جتنی زیادتی کی ہے اُس کا تاوان دے اور ہلاک ہوگیا تو نصف دیت نفس واجب ہے۔[3] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲۹: اجیر خاص جس کی تعریف پہلے ذکر ہو چکی اس کے ذمہ تسلیم نفس واجب ہے یعنی جو وقت اس کے لیے مقرر کردیا گیا ہے اُس وقت میں اس کا حاضر رہنا ضروری ہے اس نے اگر کام نہیں کیا ہے جب بھی اُجرت کا مستحق ہے جیسے کسی کو خدمت کے لیے نوکر رکھا یا جانوروں کے چرانے کے لیے نوکر رکھا اور تنخواہ بھی متعین کردی۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۰: اجیر خاص کے پاس جو چیز ہے وہ امانت ہے اگر تلف ہوجائے[5] تو ضمان واجب نہیں اگرچہ اُس کے فعل کی وجہ سے تلف ہوئی مثلاً اجیر خاص نے کپڑا دھویا اور اُس کے پٹکنے[6] یا نچوڑنے سے پھٹ گیا اُس پر ضمان واجب نہیں اور اجیر مشترک سے ایسا ہو تو واجب ہے جس کا ذکر مفصل گزرا ہاں اگر اجیر خاص نے قصداً اُس چیز کو فاسد و خراب کردیا تو اُس پر تاوان واجب ہوگا۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۳۱: اُس کے فعل سے کچھ نقصان ہو تو ضامن نہیں اس سے مُراد وہ فعل ہے جس کی اُسے اجازت دی ہو اور اگر اُس نے کوئی ایسا کام کیا جس کی اُس کو اجازت نہیں دی تھی اور اُس کے فعل سے نقصان ہوا تو تاوان اُسکے ذمہ واجب ہے مثلاً ایک کام پر وہ ملازم ہے اور دوسرا کام کیا جس کی مالک سے اجازت نہیں لی تھی اور اس کام میں چیز کا نقصان ہوا۔[8] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۲: جو چرواہا خاص ایک شخص کا ملازم ہے اُس نے جانوروں کو ہانکا اور اس کی وجہ سے ایک جانور نے دوسرے کو دھکا دیا اور یہ گر پڑا اور مر گیا چرواہے پر تاوان نہیں اور اگر وہ دو یا تین شخصوں کا ملازم ہے تو اگرچہ یہ بھی اجیر خاص ہے مگر

---

1 ......رگ سے فاسد خون نکالنے والا۔
2 ......یعنی حد سے زیادہ چیرا پھاڑا نہیں۔
3 ......"الهداية"، كتاب الإجارات، باب ضمان الأجير، ج۲، ص۲۴۳.
و"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، ج۹، ص۱۱۶.
4 ......"الهداية"، كتاب الإجارات، باب ضمان الأجير، ج۲، ص۲۴۳.
5 ......ضائع ہوجائے۔
6 ......بار بار پتھر یا تختے وغیرہ پر مارنے سے۔
7 ......"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، ج۹، ص۱۱۹.
8 ......"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، مطلب: ليس للأجير الخاص...إلخ، ج۹، ص۱۱۹.

اِس صورت میں اس پر تاوان ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۳: بچہ دایہ کے پاس تھا اُس کے زیور کوئی اوتار لے گیا دایہ پر اس کا تاوان واجب نہیں۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۳۴: بازار کا چوکیدار اور مسافر خانہ وسرا[3] کے محافظ بھی اجیر خاص ہیں اگر بازار میں چوری ہوگئی یا سرا اور مسافر خانہ سے مال جاتا رہا تو ان لوگوں سے تاوان نہیں لیا جاسکتا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۳۵: اجیر خاص نے اگر دوسرے کا کام کیا تو جتنا کام کیا ہے اُسی حساب سے اُس کی اُجرت کم کردی جائے گی۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۳۶: اگر کسی عذر کی وجہ سے اجیر خاص کام نہ کرسکا تو اُجرت کا مستحق نہیں ہے مثلاً بارش ہورہی تھی جس کی وجہ سے کام نہیں کیا اگرچہ حاضر ہوا اُجرت نہیں پائے گا۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۷: اجیر خاص اُس مدت مقررمیں اپنا ذاتی کام بھی نہیں کرسکتا اور اوقات نماز میں فرض اور سنت مؤکدہ پڑھ سکتا ہے نفل نماز پڑھنا اس کے لیے اوقات اجارہ میں جائز نہیں اور جمعہ کے دن نماز جمعہ پڑھنے کے لیے جائے گا مگر جامع مسجد اگر دور ہے کہ وقت زیادہ صرف ہوگا تو اُتنے وقت کی اُجرت کم کردی جائے گی اور اگر نزدیک ہے تو کچھ کمی نہیں کی جائے گی اپنی اُجرت پوری پائے گا۔[7] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۸: چرواہا اگر اجیر خاص ہے اور جتنی بکریاں چرانے کے لیے اُسے سپرد کیں اُن میں سے کچھ کم ہوگئیں جب بھی وہ پوری اُجرت کا مستحق ہے بلکہ اگر ایک بکری بھی باقی نہ رہے جب بھی پوری اُجرت کا مستحق ہے اور اگر بکریوں میں اضافہ ہوگیا اور اتنی زیادہ ہوئیں جن کے چرانے کی اُسے طاقت ہے تو چرانی ہوں گی اس سے انکار نہیں کرسکتا اور اُجرت وہی ملے گی جو مقرر ہوئی ہے۔[8] (درمختار، ردالمحتار) اسی طرح معلّم کو بچے پڑھانے کے لیے سپرد کیے گئے کچھ لڑکوں کا اضافہ ہوا جن کو وہ

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الإجارة،باب ضمان الأجير،مطلب:ليس للأجير الخاص...إلخ،ج۹،ص۱۱۹.

2 ......"الدرالمختار"،كتاب الإجارة،باب ضمان الأجير،ج۹،ص۱۲۰.

3 ......مسافروں کے ٹھہرنے کی جگہ، ریسٹورنٹ، آرام گاہ۔

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الإجارة،باب ضمان الأجير،ج۹،ص۱۲۰.

5 ......المرجع السابق،ص۱۱۹.

6 ......"ردالمحتار"، كتاب الإجارة،باب ضمان الأجير،مبحث: الاجيرالخاص،ج۹،ص۱۱۷.

7 ......المرجع السابق،مطلب:ليس للأجير الخاص...إلخ،ج۹،ص۱۱۸.

8 ......المرجع السابق،مطلب:ليس للأجير الخاص...إلخ،ج۹،ص۱۱۹ .

پڑھا سکتا ہے تو انکار نہیں کرسکتا اورلڑکے کم ہوگئے جب بھی پوری تنخواہ کا مستحق ہے۔

مسئلہ ۳۹: گھوڑا کرایہ پرلیا راستہ میں وہ بھاگ گیا اگر غالب گمان یہ ہے کہ ڈھونڈے سے بھی نہ ملے گا اور نہ ڈھونڈا تو ضمان واجب نہیں۔ یوہیں ریوڑ سے بکری بھاگ گئی چرواہے کو غالب گمان ہے کہ اگر اُسے ڈھونڈنے جائے گا تو باقی بکریاں جاتی رہیں گی اس وجہ سے نہیں گیا تو ضمان واجب نہیں۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۴۰: کرایہ دار نے مکان میں چولھا بنایا یا تنور گاڑا اس سے آگ اوڑی اور یہ مکان یا پڑوسی کا مکان جل گیا تاوان واجب نہیں مالک مکان کی اجازت سے چولھا یا تنور بنایا ہو یا بغیر اجازت۔ ہاں اگر اس طرح آگ جلائی کہ چولھے اور تنور اُس طرح نہیں جلاتے تو تاوان دینا ہوگا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۴۱: شاگرد اپنے اُستاد کے پاس کام سیکھتا ہے یا بڑے دوکاندار اور کاریگر اپنے یہاں کام کرنے کے لیے کچھ لوگوں کو نوکر رکھ لیتے ہیں اوران سے کام لیتے ہیں ان شاگردوں اور نوکروں کا کام اُسی اُستاد اور دوکاندار کا کام سمجھا جاتا ہے اگر شاگردوں یا نوکروں سے کسی کی چیز میں نقصان پہنچا جو اُس دکان پر بننے کے لیے آئی تھی تو اس کا ذمہ دار وہ اُستاد اور دوکاندار ہے اُسی سے تاوان لیا جائے گا وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھ سے نقصان نہیں ہوا مثلاً درزی کے پاس کپڑا سینے کو دیا اُسکے نوکر نے کوئی ایسی خرابی کردی جس سے تاوان لازم آتا ہے تو اُسی درزی سے تاوان لیا جائے گا اور وہ اپنے نوکر سے تاوان نہیں لے سکتا کہ نوکر اجیر خاص ہے۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۴۲: ایک شخص سرا میں چندروز رہا یا ایسے مکان میں رہا جو کرایہ پر اُٹھانے کے لیے مالک نے کر رکھا ہے اس شخص سے کرایہ مانگا گیا تو کہنے لگا کہ میں بطور غصب اس مکان میں یا سرا میں رہا مجھ پر کرایہ واجب نہیں اوسکی بات نہیں مانی جائے گی اُس سے کرایہ وصول کیا جائے گا اگر چہ وہ شخص اسی طرح کے ظلم کرتا ہو کہ لوگوں کے مکانوں میں بغیر کرایہ زبردستی رہتا ہو اور یہ بات مشہور ہو کیونکہ ایسی جائداد جو کرایہ ہی کے لیے ہے اُس کا بہر حال کرایۂ مثل دینا ہوگا اسی طرح جائدادِ موقوفہ[4] اور مالِ یتیم کا کرایۂ مثل دینا ہی ہوگا اگر چہ استعمال کرنے والے نے غصب کے طور پر استعمال کیا ہو۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

---

1. ......"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، ج۹، ص۱۲۳.
2. ......المرجع السابق، ص۱۲۲.
3. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، مبحث: اختلاف المؤجر... إلخ، ج۹، ص۱۲۷.
4. ......وقف شدہ جائداد۔
5. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، باب ضمان الأجير، مبحث: اختلاف المؤجر... إلخ، ج۹، ص۱۲۸.

دو شرطوں میں سے ایک پر اجارہ

مسئلہ ۱: درزی سے کہا اگر اس کپڑے کی اچکن[1] سیوگے تو ایک روپیہ سلائی اور شیروانی سی تو دوروپے یہ صورت جائز ہے جوسی کرلائے گا اُس کی سلائی پائے گا۔ یوہیں رنگریز[2] سے کہا کہ اِس کپڑے کو کسم[3] سے رنگو گے تو ایک روپیہ اور زعفران سے رنگو تو دوؔ روپے۔ اسی طرح اگر یہ کہا کہ اس مکان میں رہو گے تو پانچ روپے کرایہ کے ہیں اور اُس میں رہو گے تو دسؔ روپے یہ بھی جائز ہے۔ اگر تانگہ والے سے کہا کہ فلاں جگہ تک لے جاؤ گے تو ایک روپیہ کرایہ اور فلاں جگہ تو دو روپے یہ بھی جائز ہے ان سب میں جوصورت پائی گئی اُسی کی اُجرت دی جائے گی۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲: درزی سے کہا اگر آج سی کر دیا تو ایک روپیہ اور کل دیا تو آٹھ آنے۔ اُس نے آج ہی سی کر دے دیا تو ایک روپیہ دینا ہوگا دوسرے دن دے گا تو اُجرت مثل واجب ہوگی جو آٹھ آنے سے زیادہ نہ ہوگی۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۳: اگر درزی سے یہ کہا ہے کہ آج سی دے گا تو ایک روپیہ اور کل سیا تو کچھ اُجرت نہیں اگر آج سیا تو ایک روپیہ ملے گا اور دوسرے دن سیا تو اُجرت مثل ملے گی جو ایک روپیہ سے زائد نہ ہوگی۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: درزی سے کہا اگر تم نے خود سیا تو ایک روپیہ اور شاگرد سے سلوایا تو آٹھ آنے یہ بھی جائز ہے جس نے سیا اُس کے لیے جو مزدوری مقرر ہے وہ ملے گی۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: جس طرح دو چیزوں میں اختیار دیا جاسکتا ہے تین چیزوں میں بھی ہوسکتا ہے چار چیزوں میں اختیار دیا یہ ناجائز ہے۔[8] (ہدایہ)

مسئلہ ۶: اس دکان یا مکان میں اگر تم نے عطار کو رکھا تو ایک روپیہ کرایہ اور لوہار کو رکھا تو دو روپے یہ بھی جائز ہے۔[9] (ہدایہ)

---

1 ......ایک قسم کا مردانہ لباس۔ 2 ......کپڑے رنگنے والا۔

3 ......ایک قسم کا پھول جس سے گہرا سرخ رنگ نکلتا ہے اوراس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں۔

4 ......"الهداية"، كتاب الإجارات، باب الإجارة على أحد الشرطين، ج۲، ص۲٤٤.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الإجارة، الباب السادس فى الإجارة...إلخ، ج٤، ص٤٢٣.

7 ......المرجع السابق، ص٤٢٢.

8 ......"الهداية"، كتاب الإجارات، باب الإجارة على احد الشرطين...إلخ، ج۲، ص۲٤٤.

9 ......المرجع السابق.

خدمت کے لیے اجارہ اور نابالغ کو نوکر رکھنا

مسئلہ ۱: مرد اپنی خدمت کے لیے عورت کو نوکر رکھے یہ ممنوع ہے وہ عورت آزاد ہو یا کنیز دونوں کا ایک حکم ہے کہ کبھی دونوں تنہائی میں بھی ہوں گے اور اجنبیہ کے ساتھ خلوت (تنہائی) کی ممانعت ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: عورت نے ایسے شخص کی ملازمت کی جو بال بچوں والا ہے اس میں حرج نہیں جیسا کہ عموماً ہندوستان میں کھانا پکانے اور گھر کے کاموں کے لیے مامائیں نوکر رکھی جاتی ہیں مگر یہ خیال رکھنا ضروری ہے کہ مرد کو اس کے ساتھ تنہائی نہ ہو۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: اپنی عورت کو اپنی خدمت کے لیے نوکر رکھے یہ نہیں ہوسکتا کہ عورت پر، خود ہی اپنے شوہر کی خدمت واجب ہے پھر نوکری کے کیا معنی اسی وجہ سے گھر کے جتنے کام عورتیں عموماً کیا کرتی ہیں مثلاً پیسنا، پکانا، جھاڑو دینا، برتن دھونا، وغیرہا ان پر اپنی عورت سے اجارہ نہیں ہوسکتا۔[3] (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ ۴: (کوئی بدنصیب) اگر اپنے والدین یا دادا، دادی کو خدمت کے لیے نوکر رکھے یہ اجارہ ناجائز ہے مگر انہوں نے اگر کام کرلیا تو اُجرت کے مستحق ہوں گے اور وہی اُجرت پائیں گے جو طے ہوچکی ہے اگرچہ اُجرت مثل اس سے کم ہو۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: ان کے علاوہ دیگر رشتہ داروں کو مثلاً بھائی یا چچا وغیرہ کو خدمت کے لیے نوکر رکھنا جائز ہے، مگر بعض نے فرمایا کہ بڑے بھائی یا چچا کو جو عمر میں بڑا ہے، ملازم رکھنا جائز نہیں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۶: مسلمان نے کافر کی خدمت گاری کی نوکری کی یہ منع ہے بلکہ کسی ایسے کام پر کافر سے اجارہ نہ کرے جس میں مسلم کی ذلت ہو۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۷: باپ اپنے نابالغ لڑکے کو ایسے کام کے لیے اُجرت پر دے سکتا ہے جس کے کرنے کی اُسے طاقت ہو اور باپ نہ ہو تو اوس کا وصی، یہ بھی نہ ہو تو دادا، اور دادا بھی نہ ہو تو اُس کا وصی نابالغ کو اجارہ پر دے سکتا ہے اور اگر ان میں کوئی

---

1. ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب الحادی عشر فی الاستئجار للخدمة، ج٤، ص٤٣٤.
2. ......المرجع السابق.
3. ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب الحادی عشر فی الاستئجار للخدمة، ج٤، ص٤٣٤، ٤٣٥، وغیره.
4. ......المرجع السابق، ص٤٣٥.
5. ......المرجع السابق.
6. ......المرجع السابق.

نہ ہو تو ذورحم محرم[1] جس کی پرورش میں وہ بچہ ہے دے سکتا ہے۔[2] (خانیہ)

مسئلہ ۸: ذورحم محرم نے بچہ کو اجارہ پر دیا اور وہ بچہ اُسی کی پرورش میں ہے تو جو کچھ مزدوری ملی ہے اُس بچہ پر خرچ نہیں کرسکتا جس طرح بچہ کو کسی نے ہبہ کیا تو وہ رشتہ دار ہبہ کو قبول کرسکتا ہے مگر بچہ پر اُسے خرچ نہیں کرسکتا۔[3] (خانیہ)

مسئلہ ۹: قاضی نے اگر حکم دیدیا ہے کہ جو کچھ یہ بچہ کما کر لائے حسب ضرورت اس پر خرچ کیا جائے اُس وقت خرچ کرنا جائز ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: باپ دادا یا ان کے وصی یا قاضی نے نابالغ کو اجارہ پر دیا اور مدت اجارہ ختم ہونے سے پہلے وہ بالغ ہوگیا تو اس کو اختیار ہے کہ اجارہ کو باقی رکھے یا فسخ کردے اور اگر نابالغ کی کسی چیز کو اُنھوں نے اجارہ پر دیدیا ہے اور مدت پوری ہونے سے پہلے یہ بالغ ہوگیا تو اجارہ فسخ نہیں کرسکتا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: نابالغ کو اُس کے باپ نے کھانے کپڑے پر ایک سال کے لیے نوکر رکھوادیا جب مدت پوری ہوئی تو اُجرت مثل کا مطالبہ کرسکتا ہے کیونکہ جو اجارہ منعقد کیا تھا وہ بوجہ اُجرتِ مجہول[6] ہونے کے فاسد ہے اور سال بھر تک جو مستاجر نے[7] لڑکے کو کھلایا ہے یہ تبرّع ہے اس کو منہا نہیں کیا جاسکتا[8] البتہ جو کپڑے اُسکے پاس اس کے دیے ہوئے ہوں اُن کو واپس لے سکتا ہے۔[9] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: نابالغ لڑکا جس کو ولی نے منع کردیا ہے اُس نے اُجرت پر کام کرنے کے لیے عقد کیا یہ اجارہ ناجائز ہے مگر کام کرنے کے بعد پوری اُجرت کا مستحق ہوگا اور اگر اُس کام میں ہلاک ہوگیا تو دیت واجب ہوگی۔[10] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳: مستاجر نے بچہ کو جس نے بغیر اِذنِ ولی عقد اجارہ کیا ہے پیشگی اُجرت دیدی یہ اُجرت واپس نہیں لے سکتا

---

1 ......قریبی رشتہ دار۔

2 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الإجارات ،فصل فی اجارة الوقف و مال الیتیم، ج۲،ص۱۱.

3 ......المرجع السابق،ص۱۲.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الإجارة، الباب الحادی عشر فی الاستئجار للخدمة، ج٤،ص٤٣٧.

5 ......المرجع السابق.

6 ......نامعلوم اُجرت۔ 7 ......یعنی اپنا نوکر رکھنے والے نے۔

8 ......یعنی یہ ایک احسان ہے اسے اُجرت سے کاٹا نہیں جاسکتا۔

9 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الإجارة ، الباب الحادی عشر فی الاستئجار للخدمة، ج٤،ص٤٣٧.

10 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، مطلب: فی الحارس و الخاناتی، ج۹،ص١٢٤.

کیونکہ اگر چہ یہ اجارہ اس وقت ناجائز ہے مگر کام کرنے کے بعد صحیح ہوجائے گا اسی وجہ سے اس صورت میں جو اُجرت مقرر ہوئی ہے وہ پوری دلائی جاتی ہے۔[1] (درمختار)

موجِر اور مستاجر کے اختلافات

مسئلہ ۱: پن چکی کرایہ پردی ہے مستاجر کہتا ہے نہر میں پانی تھا ہی نہیں اس وجہ سے پن چکی چل نہ سکی لہٰذا کرایہ دینا مجھ پر لازم نہیں اور چکی کا مالک کہتا ہے پانی تھا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اگر گواہ نہ ہوں تو اِس وقت جو حالت ہو اُسی کے موافق زمانۂ گزشتہ کے متعلق حکم دیا جائے گا اگر پانی اس وقت ہے تو مالک کی بات مانی جائے گی اور نہیں ہے تو مستاجر کی بات معتبر ہے اور جس کی بات بھی معتبر ہوگی قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۲: پن چکی کا پانی کچھ دنوں بند رہا مگر کتنے دنوں بند رہا اس میں موجر[3] اور مستاجر[4] دونوں کا اختلاف ہے مستاجر کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۳: پن چکی کرایہ پردی اور یہ شرط کردی کہ پانی رہے یا نہ رہے ہر صورت میں کرایہ دینا ہوگا اس شرط کی وجہ سے اجارہ فاسد ہوگا اور جن دنوں میں پانی نہ تھا اُن کا کرایہ واجب نہ ہوگا پانی جاری رہنے کے زمانے کی اُجرت مثل واجب ہوگی۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: کپڑا سینے کو دیا تھا یہ کہتا ہے میں نے قمیص سینے کو کہا تھا درزی کہتا ہے اچکن سینے کو کہا تھا یا رنگنے کو دیا یہ کہتا ہے میں نے سُرخ رنگنے کو کہا تھا رنگریز کہتا ہے زرد رنگنے کے لیے کہا تھا تو کپڑے والے کا قول قسم کے ساتھ معتبر ہے اور جب اُس نے قسم کھائی تو اختیار ہے کہ اپنے کپڑے کا تاوان لے یا اسی کو لے لے اور اُجرت مثل دیدے۔[7] (ہدایہ)

مسئلہ ۵: اگر مالک کہتا ہے میں نے مفت سینے یا رنگنے کے لیے دیا تھا اور سینے والا یا رنگنے والا کہتا ہے اُجرت پر دیا تھا

---

1. ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، ج۹، ص۱۲٤.
2. ......المرجع السابق، ص۱۲٦.
3. ......پن چکی کے مالک۔
4. ......پن چکی کو کرایہ پر لینے والے۔
5. ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، ج۹، ص۱۲٦.
6. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الإجارة، الباب الخامس فی الخیار...إلخ، ج٤، ص۴۲۱.
7. ......"الھدایة"، کتاب الإجارات، باب الإختلاف فی الإجارة، ج۲، ص۲٤٦.

تو اس میں بھی کپڑے والے کا قول معتبر ہے مگر جبکہ اُس شخص کا یہ پیشہ ہے اور اُجرت پر کام کرنا معروف و مشہور ہے اور اُس کا حال یہی بتاتا ہے کہ اُجرت پر کام کرتا ہے کہ دکان اُس نے اسی کام کے لیے کھول رکھی ہے تو ظاہر حال یہی ہے کہ اُجرت پر اس نے کام کیا ہے لہٰذا قسم کے ساتھ اسی کا قول معتبر ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۷: ابھی کام کیا ہی نہیں ہے اور یہی اختلافات ہوئے تو دونوں پر حلف ہے[2] اور پہلے مستاجر پر قسم دی جائے گی۔ قسم کھانے سے جو انکار کرے گا اُس کے خلاف فیصلہ ہوگا اور دونوں نے قسمیں کھالیں تو عقد فسخ کر دیا جائے گا۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۸: ایک چیز اُجرت پر لی ہے اور ابھی اُس میں تصرف بھی نہیں کیا ہے کہ مالک اور مستاجر میں اختلاف ہوگیا مستاجر کہتا ہے اُجرت پانچ روپے ہے اور مالک دس روپے بتاتا ہے جو گواہ پیش کرے اُس کے موافق حکم ہوگا اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو مالک کے گواہ پر فیصلہ ہوگا اور اگر کسی کے پاس گواہ نہیں تو دونوں پر حلف ہے اور مستاجر سے پہلے قسم کھلائی جائے اگر دونوں قسم کھا جائیں اجارہ کو فسخ کر دیا جائے۔[4] (خانیہ)

مسئلہ ۹: مدت اجارہ یا مسافت کے متعلق اختلاف ہے اس کا بھی وہی حکم ہے مگر اس صورت میں مالک کو پہلے قسم دی جائے اور دونوں گواہ پیش کریں تو مستاجر کے گواہ معتبر ہوں گے۔[5] (خانیہ)

مسئلہ ۱۰: مدت اور اُجرت دونوں باتوں میں اختلاف ہے مستاجر کہتا ہے دو مہینے کے لیے میں نے دس روپے کرایہ پر مکان لیا ہے اور مالک کہتا ہے ایک ماہ کے لیے بیس روپے پر اگر دونوں گواہ پیش کریں تو جس کے گواہ زیادہ بتاتے ہیں اُس کی بات معتبر ہے یعنی دو ماہ کے لیے بیس روپے پر اجارہ قرار دیا جائے اور اگر کچھ مدت تک اِنتفاع کے بعد[6] اختلاف ہوا یا کچھ مسافت طے کر لینے کے بعد اختلاف ہوا تو دونوں پر حلف دیکر آئندہ کے متعلق اجارہ فسخ کر دیا جائے اور گزشتہ کے متعلق مستاجر کا قول مانا جائے۔[7] (خانیہ)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، ج۹، ص۱۲۷.

2 ......قسم اُٹھانا ہے۔

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب ضمان الأجیر، ج۹، ص۱۲۷.

4 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الإجارات، فصل فی الاختلاف، ج۳، ص۴۲.

5 ......المرجع السابق.

6 ......نفع اٹھانے کے بعد۔

7 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الإجارات، فصل فی الاختلاف، ج۳، ص۴۲، ۴۳.

مسئلہ ۱۱: مالک مکان نے گواہوں سے ثابت کیا کہ یہ مکان تین ماہ کے لیے تین روپے مہینہ کرایہ پر دیا ہے اور مستاجر کہتا ہے چھ ماہ کے لیے ایک روپیہ مہینہ کرایہ پر لیا ہے اور یہ بھی گواہ پیش کرتا ہے تو تین مہینے کا کرایہ نو روپے دینا ہوگا اور تین مہینے کا کرایہ تین روپے ایک روپیہ ماہوار کرایہ دینا ہوگا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: کتنا حصہ مکان کا کرایہ پر دیا ہے اس میں اختلاف ہے اور مکان میں رہنے سے قبل یہ اختلاف ہوا تو دونوں پر حلف ہوگا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: اُجرت کیا چیز تھی اس میں اختلاف ہے یا اُجرت از قبیل نقد[3] ہے اُس کی صفت میں اختلاف ہے دونوں پر حلف ہے اور اگر اُجرت غیر نقود[4] سے ہو تو اُس کی مقدار یا جنس میں اختلاف کی صورت میں دونوں پر قسم ہے اور اگر اُس کی صفت میں اختلاف ہے تو مستاجر کی بات قسم کے ساتھ معتبر ہے۔[5] (عالمگیری)

اجارہ فسخ کرنے کا بیان

مسئلہ ۱: اجارہ میں خیار شرط ہوسکتا ہے لہٰذا مستاجر نے اجارہ میں تین دن کا خیار اپنے لیے رکھا تو اندرون مدت اجارہ کو فسخ کرسکتا ہے۔ مکان کرایہ پر لیا تھا اور مدت کے اندر اُس میں سکونت کی خیار جاتا رہا اب فسخ نہیں کرسکتا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: مالک مکان نے اپنے لیے خیار شرط رکھا تھا اور اندرون مدت مستاجر اُس مکان میں رہا اس کا کرایہ اُس کے ذمہ لازم نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: مستاجر کو تین دن کا خیار تھا اُس نے تیسرے دن اجارہ کو فسخ کردیا تو دو دن کا کرایہ اُس کے ذمہ لازم نہیں ہوا۔[8] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: اجارہ میں خیار رویت بھی ہوسکتا ہے جس مکان کو کرایہ پر لیا اُس کو کرایہ دار نے دیکھا نہیں ہے تو دیکھنے کے

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب الخامس والعشرون فی الإختلاف الواقع...إلخ، الفصل الأول، ج٤، ص٤٧٧.

2 ......المرجع السابق، ص٤٧٨.

3 ......یعنی سونے، چاندی وغیرہ کی قسم سے۔ 4 ......یعنی سونے، چاندی اور کرنسی کے علاوہ دوسری چیزیں۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب الخامس والعشرون فی الإختلاف الواقع...إلخ، الفصل الأول، ج٤، ص٧٨.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب الخامس فی الخیار...إلخ، ج٤، ص٤١٩.

7 ......المرجع السابق.

8 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ج٩، ص١٢٩.

بعد اجارہ فسخ[1] کرنے کا اُسے خیار حاصل ہے اور اگر پہلے کسی وقت میں اُس مکان کو دیکھ چکا ہے تو خیار رویت نہیں مگر جبکہ اُس میں کوئی حصہ منہدم ہوگیا[2] ہے جو سکونت کے لیے مضر ہے[3] تو اب دیکھنے کے بعد اجارہ کو فسخ کرسکتا ہے۔[4] (عالمگیری) یہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ جن کاموں میں محل کے اختلاف سے اختلاف ہوتا ہے اُن میں چیز کو دیکھنے کے بعد اجیر کو اختیار ہوتا ہے جیسے کپڑے کا دھونا یا سینا۔

مسئلہ۵: روئی دھنکنے[5] کے لیے نداف[6] سے طے کیا کہ اتنی روئی کی یہ مزدوری ہوگی اس کو دیکھنے کے بعد نداف کو اختیار نہیں ہوگا ہاں اگر طے کرنے کے وقت اس کے پاس روئی ہی نہیں ہے تو اجارہ صحیح ہی نہ ہوا۔ یوہیں دھوبی سے تھان دھونے کے لیے طے کیا اور تھان اس کے پاس نہیں ہے تو اجارہ جائز نہیں ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ۶: اجارہ میں مستاجر کو خیار عیب بھی ہوتا ہے جس طرح بیع میں مشتری[8] کو خیار عیب ہوتا ہے مگر بیع میں اگر قبضہ کے بعد عیب ظاہر ہوا تو جب تک بائع[9] راضی نہ ہو یا قاضی حکم نہ دیدے مشتری واپس نہیں کرسکتا اور قبضہ سے قبل تنہا مشتری واپس کرنے کا اختیار رکھتا ہے اور اجارہ میں قبل قبضہ اور بعد قبضہ دونوں صورتوں میں مستاجر واپس کرنے کا اختیار رکھتا ہے نہ مالک کی رضامندی کی ضرورت ہے نہ قاضی کے حکم کی ضرورت۔[10] (عالمگیری)

مسئلہ۷: مکان کرایہ پر لیا اور اُس میں کوئی عیب ہے جو سکونت کے لیے ضرر رساں ہے مثلاً اُس کی کوئی کڑی[11] ٹوٹی ہوئی ہے یا عمارت کمزور ہے تو واپس کرسکتا ہے۔ یوہیں اگر قبضہ کرنے کے بعد اس قسم کا عیب پیدا ہوگیا تو اجارہ فسخ کرسکتا ہے۔[12] (عالمگیری)

مسئلہ۸: مستاجر نے باوجود عیب کے اُس چیز سے نفع اُٹھایا تو پوری اُجرت دینی ہوگی یہ نہیں ہوسکتا کہ نقصان کے مقابل میں کچھ اُجرت کم کرے اور اگر مالک نے چیز میں جو کچھ نقصان تھا اُسے زائل کردیا مثلاً مکان ٹوٹا پھوٹا تھا ٹھیک کرادیا

1. ......ختم۔ 2. ......گرگیا۔ 3. ......رہنے کے لیے نقصان دہ ہے۔
4. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الخامس فی الخيار...إلخ، ج٤، ص٤١٩.
5. ......دھنے۔ 6. ......روئی دھنے والا۔
7. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الخامس فی الخيار...إلخ، ج٤، ص٤٢٠.
8. ......خریدار۔ 9. ......بیچنے والا۔
10. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الخامس فی الخيار...إلخ، ج٤، ص٤٢٠.
11. ......شہتیر۔
12. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الخامس فی الخيار...إلخ، ج٤، ص٤٢٠.

تو اب مستاجر کو فسخ کرنے کا اختیار نہ رہا۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ۹: بیل کرایہ پر لیا تھا کہ اس سے روزانہ اتنا کھیت جوتا جائے گا یا چکی میں اتنا آٹا پیسا جائے گا اب دیکھا تو اُس بیل سے اتنا کام نہیں ہوسکتا مستاجر کو اختیار ہے کہ اُسے رکھے یا واپس کردے اگر رکھے گا تو پوری اُجرت دینی ہوگی واپس کرے گا جب بھی اُس دن کا کرایہ پورا دینا ہوگا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۱۰: چند قطعات زمین[3] ایک عقد سے اجارہ پر لیے اور بعض کو دیکھا ناپسند آیا سب کا اجارہ فسخ کرسکتا ہے کیونکہ یہاں ایک ہی عقد ہے۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ۱۱: جس اجارہ میں مستاجر کو اپنی کوئی چیز بغیر عوض ہلاک کرنا ہوتا ہے بغیر عذر بھی مستاجر کو ایسا اجارہ فسخ کرنے کا اختیار حاصل ہوتا ہے۔ مثلاً کتابت یعنی لکھنے پر اجارہ کیا تو لکھوانے والے کو کاغذ اور کاتب کو روشنائی خرچ کرنی ہوگی یا زراعت کے لیے زمین کو اجارہ پر لیا ہے کھیت بونے میں غلہ زمین میں ڈالنا ہوگا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ۱۲: جس غرض کے لیے اجارہ ہوا اگر وہ غرض ہی باقی نہ رہی یا شرعاً ایسا عذر پیدا ہوگیا کہ عقد اجارہ پر عمل نہ ہوسکے تو ان صورتوں میں اجارہ بغیر فسخ کیے خود ہی فسخ ہوجائے گا مثلاً کسی عضو میں زخم ہے جو سرایت کررہا ہے اندیشہ ہے کہ اگر اس عضو کو نہ کاٹا گیا تو زیادہ خرابی پیدا ہوجائے گی یا دانت میں درد تھا اور جراح[6] یا ڈاکٹر سے عضو کاٹنے یا دانت اوکھاڑنے کے لیے اجارہ کیا مگر اس کے عمل سے قبل زخم اچھا ہوگیا اور دانت کا درد جاتا رہا اجارہ فسخ ہوگیا کہ یہاں شرعاً عمل ناجائز ہے کیونکہ بلاوجہ عضو کاٹنا یا دانت اوکھاڑنا درست نہیں۔ یا کسی نے اپنے مدیون کی تلاش کرنے کے لیے جانور کرایہ پر لیا اُس کو خبر ملی تھی کہ وہ فلاں جگہ ہے یا کوئی لڑکا یا جانور بھاگ گیا ہے اُس کو تلاش کرنے کے لیے سواری کرایہ کی اور جانے سے پہلے مدیون یا وہ بھاگا ہوا خود ہی آگیا اجارہ فسخ ہوگیا کہ اب وہاں جانے کا سبب ہی باقی نہ رہا۔ یا اس کو گمان ہوا کہ مکان کی عمارت کمزور ہوگئی ہے کہیں گر نہ پڑے کسی شخص کو گرانے کے لیے اجیر کیا پھر معلوم ہوا کہ عمارت میں کوئی خرابی نہیں ہے اجارہ فسخ ہوگیا۔

---

1. ......"الهداية"، كتاب الإجارات، باب فسخ الإجارة، ج٢، ص٢٤٦، ٢٤٧.
2. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الخامس في الخيار...إلخ، ج٤، ص ٤٢١.
3. ......زمین کے چند ٹکرے۔
4. ......"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ج٩، ص١٣٠.
5. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الإجارة، الباب التاسع عشر في فسخ الإجارة...إلخ، ج٤، ص٤٥٨.
6. ......زخموں کا علاج کرنے والا۔

یا دعوت ولیمہ کے لیے باورچی کو کھانا پکانے کے لیے مقرر کیا اور دولہن کا انتقال ہوگیا اجارہ فسخ ہوگیا کہ ان صورتوں میں وہ غرض ہی باقی نہ رہی جس کے لیے اجارہ کیا تھا۔[1] (خانیہ)

مسئلہ ۱۳: جس عقد اجارہ پر عمل کرنا شرع کے خلاف نہ ہو مگر اجارہ باقی رکھنے میں کچھ نقصان پہنچے گا تو وہ خود بخود فسخ نہیں ہوگا بلکہ فسخ کرنے سے فسخ ہوگا پھر اس میں دو صورتیں ہیں کہیں تو عذر ظاہر ہوگا اور کہیں مشتبہ حالت ہوگی اگر عذر بالکل ظاہر ہے جب تو وہ صاحب عذر خود ہی فسخ کرسکتا ہے اور مشتبہ حالت ہو تو رضامندی یا حکم قاضی سے فسخ ہوگا۔[2] (ردالمحتار، عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: عیب کی وجہ سے اُسی وقت اجارہ کو فسخ کیا جاسکتا ہے جب منفعت فوت ہوتی ہو مثلاً مکان منہدم ہوگیا پن چکی کا پانی ختم ہوگیا کھیت کے لیے پانی نہ رہا کہ زراعت ہوسکے اور اگر ایسا عیب ہے کہ بلامضرت[3] منفعت حاصل کی جاسکتی ہو تو فسخ کرنے کے لیے یہ عذر نہیں مثلاً خدمت گار کی ایک آنکھ جاتی رہی یا اُس کے بال گر گئے یا مکان کی ایک دیوار گر گئی مگر سکونت کے لیے یہ مضر نہیں۔[4] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: تھوڑا سا پانی ہے کہ تمام کھیتوں کی آب پاشی نہیں کرسکتا مزارع[5] کو اختیار ہے اگر چاہے کل کا اجارہ فسخ کردے اور نہیں فسخ کیا تو اُس پانی سے جتنے کھیت کی آبپاشی کرسکتا ہے اُن کا لگان[6] واجب ہے باقی کا نہیں۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۱۶: پن چکی کا پانی بند ہوگیا اور وہ پن چکی والا مکان سکونت کے قابل بھی ہے جس میں کرایہ دار کی سکونت رہی اور عقد اجارہ میں سکونت بھی داخل تھی تو اگرچہ چکی کا کرایہ نہیں دینا ہوگا مگر سکونت کا کرایہ دینا ہوگا یعنی کرایہ کا جتنا حصہ سکونت کے مقابل ہے وہ دینا ہوگا۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... "الفتاوى الخانية"، كتاب الإجارات، فصل فيما ينقض به الإجارة...إلخ، ج٢، ص٣٨.

2 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الإجارة، الباب التاسع عشر فى فسخ الإجارة...إلخ، ج٤، ص٤٥٨.

و"رد المحتار"، كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ج٩، ص١٣٦.

3 ...... یعنی نقصان و تکلیف کے بغیر۔

4 ...... "الدرالمختار"، كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ج٩، ص١٣٠.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب الإجارة، الباب التاسع عشر فى فسخ الإجارة...إلخ، ج٤، ص٤٥٨.

5 ...... کاشتکار۔ 6 ...... خراج، ٹھیکہ۔

7 ...... "الدرالمختار"، كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ج٩، ص١٣١.

8 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ج٩، ص١٣٣.

مسئلہ ۱۷: مکان کی مرمت، اُس کی چھت پر مٹی ڈلوانا، کھپریل چھوانا[1]، پرنالہ درست کرانا، زینہ درست کرانا، روشن دان میں شیشہ لگانا اور مکان کے متعلق ہر وہ چیز جو سکونت کے لیے مُخِل[2] ہو ٹھیک کرنا مالک مکان کے ذمہ ہے اگر مالک مکان ٹھیک نہ کرائے تو کرایہ دار مکان چھوڑ سکتا ہے ہاں اگر بوقت اجارہ مکان اسی حالت میں تھا اور دیکھ بھال کر کرایہ پر لیا تو فسخ نہیں کرسکتا کہ کرایہ دار ان عیوب پر راضی ہوگیا۔[3] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۱۸: کرایہ کے مکان میں کوآں ہے اُس میں سے مٹی نکلوانے کی ضرورت ہے مٹی پٹ جانے کی وجہ سے[4] پانی نہیں دیتا یا مرمت کرانے کی ضرورت ہے یہ بھی مالک کے ذمہ ہے مگر مالک کو ان کاموں پر مجبور نہیں کیا جاسکتا اور اگر کرایہ دار نے ان کاموں کو خود کرلیا تو مُتَبَرِّع ہے مالک سے معاوضہ نہیں لے سکتا نہ کرایہ سے یہ مصارف وضع کرسکتا ہے یہ البتہ ہے کہ اگر مکان والا ان کاموں کو نہ کرے تو یہ مکان چھوڑ سکتا ہے۔ چہ بچہ[5] یا نالیوں کو صاف کرانا کرایہ دار کے ذمہ ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۹: کرایہ دار نے مکان خالی کردیا دیکھا گیا تو مکان میں مٹی، خاک، دھول، راکھ، پڑی ہوئی ہے ان کو اُٹھوانا اور صاف کرانا کرایہ دار کے ذمہ ہے اور چہ بچہ پٹا پڑا[7] ہے تو اس کو خالی کرانا کرایہ دار کے ذمہ نہیں۔[8] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۰: دو مکان ایک عقد میں کرایہ پر لیے تھے ان میں سے ایک گر گیا کرایہ دار دوسرے کو بھی چھوڑ سکتا ہے۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۲۱: مالک مکان کے ذمہ دَین[10] ہے جس کا ثبوت گواہوں سے ہو یا خود اُس کے اقرار سے اور اُسکے پاس اس مکان کے سوا کوئی دوسرا مال نہیں جس سے دَین ادا کیا جائے تو اجارہ فسخ کرکے اس مکان کو بیچ کر دَین ادا کیا جائے گا۔ یوہیں اگر مالکِ مکان مفلس ہوگیا اُس کے لیے اور بال بچوں کے لیے کچھ کھانے کو نہیں ہے اس مکان کو بیچ سکتا ہے قاضی اس بیع کے

---

1 ......کھپریلوں سے چھت بنوانا۔ 2 ......رہائش کے لیے پریشانی کا باعث۔

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارۃ، باب فسخ الإجارۃ، ج۹، ص۱۳۴.

و"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الإجارۃ، الباب السابع عشر فیما یجب علی المستأجر...إلخ، ج۴، ص۴۵۸.

4 ......یعنی مٹی، گردوغبار وغیرہ سے بھر جانے کی وجہ سے۔ 5 ......گڑھا یا چھوٹا حوض جس میں پانی جمع کیا جائے۔

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الإجارۃ، باب فسخ الإجارۃ، ج۹، ص۱۳۴.

7 ......یعنی مٹی، گردوغبار وغیرہ سے بھرا ہوا۔

8 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارۃ، باب فسخ الإجارۃ، ج۹، ص۱۳۴.

9 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارۃ، باب فسخ الإجارۃ، ج۹، ص۱۳۵.

10 ......قرض۔

نفاذ کا حکم دے گا اُسی کے ضمن میں اجارہ بھی فسخ ہوجائے گا اس کے لیے دوسرے حکم کی ضرورت نہیں ہے۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۲: مالک مکان پیشگی کرایہ لے چکا ہے اور وہ اتنا ہے کہ مکان کی قیمت کو مستغرق[2] ہے تو اگرچہ اُس کے ذمہ دیون ہوں ان کے ادا کرنے کے لیے مکان نہیں بیچا جائے گا اور اجارہ فسخ نہیں کیا جائے گا۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲۳: دکاندار مفلس ہوگیا کہ تجارت نہیں کرسکتا دکان کا اجارہ فسخ کرنے کے لیے یہ عذر ہے کہ دکان کو کرایہ پر رکھ کر اب کیا کرے گا۔ اسی طرح جو درزی اپنا کپڑا اسی کر بیچتا ہے جیسا کہ شہروں میں اس قسم کے درزی بھی ہیں جو صدری[4] وغیرہ سی کر بیچا کرتے ہیں اس کا مفلس ہوجانا بھی دکان کا اجارہ فسخ کرنے کے لیے عذر ہے اور جو درزی دکان پر دوسروں کے کپڑے سیتے ہیں اُن کے لیے سوئی اور قینچی کے سوا کسی چیز کی ضرورت نہیں ان کا مفلس ہوجانا فسخ اجارہ کے لیے عذر نہیں ہے ہاں اگر لوگوں میں اس کی خیانت مشہور ہوگئی ہو اور کپڑے دینے سے لوگ گریز کرتے ہوں کہ اگر ہضم کرگیا تو اس کے پاس مال بھی نہیں ہے جس سے تاوان وصول کریں تو اب دکان چھوڑنے کے لیے عذر ہوگیا۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۴: جس بازار میں دکان ہے وہ بازار بند ہوگیا کہ وہاں اب تجارت ہی نہیں ہوسکتی یہ بھی دکان چھوڑنے کے لیے عذر ہے اور اگر بازار چالو ہے مگر یہ دکاندار دوسری دکان میں منتقل ہونا چاہتا ہے جو اس سے زیادہ کُشادہ ہے یا اُس کا کرایہ کم ہے اور اُس دکان میں بھی یہی کام کرے گا جو یہاں کر رہا ہے تو دکان نہیں چھوڑ سکتا اور اگر دوسرا کام کرنا چاہتا ہے اس لیے اس کو چھوڑ کر دوسری دکان میں جانا چاہتا ہے اور یہ کام پہلی دکان میں نہیں ہوسکتا تو عذر ہے اور پہلی میں بھی ہوسکتا ہے تو عذر نہیں۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۵: نہ دکاندار مفلس ہوا نہ بازار بند ہوا بلکہ وہ اب یہ کام کرنا ہی نہیں چاہتا کہ دکان کی ضرورت ہو یہ بھی دکان چھوڑنے کے لیے عذر ہے۔[7] (درمختار)

---

1. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: فسق المستأجر...إلخ، ج۹، ص۱۳۷.
2. ......گھیرے ہوئے۔
3. ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ج۹، ص۱۳۷.
4. ......واسکٹ وغیرہ۔
5. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: فسق المستأجر...إلخ، ج۹، ص۱۳۷.
6. ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: فسق المستأجر...إلخ، ج۹، ص۱۳۸.
7. ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: فسق المستأجر...إلخ، ج۹، ص۱۳۸۔۱۳۹.

مسئلہ ۲۶: کرایہ دار اب دوسرے شہر میں جانا چاہتا ہے یہاں کی سکونت[1] ترک کرنا چاہتا ہے جیسا کہ اکثر ملازمت پیشہ کو پیش آتا ہے کہ کبھی ایک شہر میں رہے پھر دوسرے شہر کو چلے گئے یہ فسخ اجارہ کے لیے عذر ہے اور مالک مکان اگر پردیس جانا چاہتا ہے تو اس کی جانب سے اجارہ کو فسخ نہیں کیا جاسکتا کہ اُس کی جانب سے یہ عذر نہیں ہے۔ اور اگر مالک مکان یہ کہتا ہے کہ کرایہ دار نے مکان چھوڑنے کا یہ حیلہ تراشا ہے وہ پردیس نہیں جانا چاہتا تو کرایہ دار پر یہ قسم دی جائے گی کہ اُس نے سفر میں جانے کا مستحکم ارادہ کرلیا ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۲۷: جن دو شخصوں نے عقد اجارہ کیا اُن میں ایک کی موت سے اجارہ فسخ ہوجاتا ہے جبکہ اُس نے اپنے لیے اجارہ کیا اور اگر دوسرے کے لیے اجارہ کیا مثلاً وکیل کہ یہ موکل کے لیے اجارہ کرتا ہے اور وصی[3] کہ یہ یتیم کے لیے یا متولیِ وقف ان کی موت سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۸: مکۂ معظّمہ یا مدینۂ طیبہ یا کسی دوسری جگہ کرایہ کے جانور پر جارہا ہے اور سواری کا مالک مرگیا اگر اجارہ کے فسخ کا حکم دیا جائے تو یہ شخص بیابان اور جنگل میں کیوں کر سفر قطع کرے گا[5] اور وہاں قاضی یا حاکم بھی نہیں کہ وہ میت کا قائم مقام ہوکر اجارہ کا حکم دے تو جب تک ایسے مقام پر نہ پہنچ جائے جہاں قاضی وغیرہ ہوں اُس وقت تک اجارہ باقی رہے گا۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۲۹: عاقدین کے مجنوں ہوجانے سے اجارہ فسخ نہیں ہوتا اگرچہ جنون مطبق ہو۔ یوہیں مرتد ہونے سے فسخ نہیں ہوتا۔[7] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۰: جس چیز کو اجارہ پر لیا تھا مستاجر اُس کا مالک ہوگیا اجارہ جاتا رہا مثلاً مالک نے اسے چیز ہبہ کردی یا اس نے خرید لی یا کسی طرح اس کی ملک میں آگئی۔[8] (ردالمحتار)

---

1 ......رہائش۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة ،باب فسخ الإجارة، ج۹، ص۱۳۹.

3 ......مرنے والا جس شخص کو اپنی وصیت پوری کرنے کے لیے مقرر کرے۔

4 ......"الھدایة"، کتاب الإجارات، باب فسخ الإجارة، ج۲، ص۲۴۷.

5 ......طے کرے گا۔

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ج۹، ص۱۴۰، ۱۴۱.

7 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب :ارادة السفر...إلخ، ج۹، ص۱۴۰.

8 ......"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب:ارادة السفر...إلخ، ج۹، ص۱۴۱.

مسئلہ ۳۱: مالک کے مرنے کے بعد کرایہ دار مکان میں رہتا رہا تو جب تک وارث مکان خالی کرنے کے لیے نہ کہے گا یا دوسری اُجرت کا مطالبہ نہ کرے گا اجارہ کا فسخ ہونا ظاہر نہ ہوگا اگر وارث نے خالی کرنے کو کہا معلوم ہوا کہ اُس عقد پر راضی نہیں ہے اور اگر دوسری اُجرت طلب کی جب بھی معلوم ہوا کہ عقد سابق کے حکم کو توڑنا چاہتا ہے اور جدید عقد کرنا چاہتا ہے۔ لہٰذا وارث کے کہنے سے پہلے یا خالی کرنے کو جو کہا ہے اس سے پہلے جتنے دن رہا اُسی حساب سے اُجرت دے گا جو مورث سے طے ہوئی اور اس کہنے کے بعد جتنے دن رہے گا اُس کی اُجرت مثل واجب ہوگی۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۲: مالک زمین مرگیا اور کھیت ابھی طیار نہیں ہے تو وہی اُجرت دی جائے گی جو طے پاچکی ہے اور اگر مدت اجارہ ختم ہوچکی اور فصل طیار نہیں ہوئی تو جب تک کھیت نہ کٹے گا اُس وقت تک کی اُجرت مثل دلائی جائے گی۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۳۳: مالک کے مرنے کے بعد وارث اور مستاجر اجارۂ سابقہ کے باقی رہنے پر راضی ہوجائیں یہ جائز ہے یعنی تعاطی کے طور پر ان کے مابین اُسی اُجرت سابقہ پر جدید اجارہ قرار پائے گا یہ نہیں کہ وہی پہلا اجارہ باقی رہے کیونکہ وہ تو مالک کے مرنے سے ختم ہوگیا۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۳۴: دو موجر ہیں یا دو مستاجر، ان میں سے ایک مرگیا تو جو مرگیا اُس کے حصہ کا اجارہ فسخ ہے اور جو زندہ ہے اُس کے حصہ میں اجارہ باقی ہے اور اگر چہ یہاں شیوع پیدا ہوگیا مگر چونکہ طاری ہے اجارہ کے لیے مضر نہیں۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۳۵: آج کل بعض لوگ دوامی اجارہ کرتے ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اجارہ موجر و مستاجر کے ورثہ میں منتقل ہوتا رہے گا موت سے بھی وہ فسخ نہ ہوگا یہ اجارہ فاسد ہے اسی طرح اجارہ میں ایسے شرائط ذکر کیے جاتے ہیں جو مقتضائے عقد[5] کے مخالف ہوتے ہیں وہ اجارے فاسد ہیں۔

مسئلہ ۳۶: اس زمانہ میں ایک صورت اجارہ کی یہ بھی پائی جاتی ہے کہ اجارہ کا ایک معتد بہ زمانہ[6] گزرنے کے بعد مستاجر اُس چیز پر زبردستی قابض ہوجاتا ہے کہ مالک چاہے بھی تو تخلیہ نہیں کراسکتا[7]۔ اس کی مثال کاشتکاری کی زمین ہے کہ مالک زمین یعنی زمیندار کاشتکار سے اپنی زمین کو واپس نہیں لے سکتا نہ کسی کے مرنے سے یہ اجارہ فسخ ہوتا ہے[8] بلکہ اس

---

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، مطلب: ارادة السفر... إلخ، ج۹، ص۱۴۲.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة، باب فسخ الإجارة، ج۹، ص۱۴۳.

3 ......المرجع السابق، ص۱۴۳.

4 ......المرجع السابق، ص۱۴۷

5 ......تقاضۂ عقد۔

6 ......اک عرصۂ دراز۔

7 ......یعنی قبضہ نہیں چھڑا سکتا۔

8 ......ختم ہوجاتا ہے۔

اجارہ میں میراث جاری ہوتی ہے۔ یہ شرع کے خلاف ہے۔

مسئلہ ۳۷: اجارہ کرلینے کے بعد دوسرا شخص بہت زیادہ اُجرت دینے کو کہتا ہے یا مستاجر سے دوسرا شخص کم اُجرت پر چیز دینے کو کہتا ہے اجارہ فسخ کرنے کے لیے یہ عذر نہیں اگرچہ وہ بہت زیادہ دیتا ہو یا یہ بہت کم اُجرت مانگتا ہو۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸: سواری کا جانور کرایہ کیا تھا اس کے بعد خود ایک جانور خریدلیا یہ عذر ہے اور اجارہ فسخ کیا جاسکتا ہے اور اگر اُس سے بہتر سواری کرایہ پر لینا چاہتا ہے یہ فسخ کے لیے عذر نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۹: کاشتکار نے زراعت کے واسطے کھیت لیے تھے اور بیمار ہوگیا کہ کھیتی نہیں کرسکتا اگر وہ خود اپنے ہاتھ سے کاشت کرتا ہے تو بیماری فسخ اجارہ کے لیے عذر ہے اور اگر اپنے ہاتھ سے نہیں کرتا تو عذر نہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۰: ایک شخص جو کام کرتا ہے اُسی کام کے لیے کسی سے اجارہ کیا کہ میں تمھارا یہ کام کروں گا اب وہ شخص اس کام کو بالکل چھوڑ دینا چاہتا ہے اور دوسرا کام اختیار کرنا چاہتا ہے فسخ اجارہ کے لیے یہ عذر نہیں ہاں اگر وہ کام ایسا ہو جو اس کے لیے معیوب سمجھا جاتا ہے مثلاً ایک عزت دار شخص نے خدمت گاری کی نوکری کی اور اب اس کام ہی کو چھوڑنا چاہتا ہے تو یہ عذر ہے۔[4] (عالمگیری)

اجارہ کے متفرق مسائل

مسئلہ ۱: موچی کو جوتے بنانے کے لیے اپنے پاس سے چمڑا دیا اور اُس کی پیمائش دیدی اور یہ بتادیا کہ کیسا ہوگا اور کہہ دیا کہ استر اور تلا اپنے پاس سے لگادینا اور اُجرت بھی طے ہوگئی یہ جائز ہے۔ اور درزی کو ابرے کا کپڑا دیدیا اور کہہ دیا کہ اپنے پاس سے استر وغیرہ لگادینا اس میں دو روایتیں ہیں ایک یہ کہ جائز ہے دوسری یہ کہ ناجائز ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: کبھی بعض لوگ اجیر[6] سے یوں کام کراتے ہیں کہ تم یہ کام کرو اس کی اُجرت جو کچھ دوسرے لوگ بتادیں گے میں دیدوں گا یا فلاں کے یہاں جو اُجرت ملی ہے میں دیدوں گا یہ اجارے فاسد ہیں کہ اُجرت کا تعین نہیں ہوا پھر اگر کسی شخص نے دونوں کے اتفاق سے اُسکی مزدوری جانچ کر بتائی جس پر اجیر راضی نہیں ہے تو اُجرت مثل دی جائے۔[7] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة ، الباب التاسع عشر فی فسخ الإجارة ...إلخ، ج٤، ص٤٥٩ .

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص٤٦٠ .

4 ......المرجع السابق، ص٤٦١ . 5 ......المرجع السابق، الباب الحادی والثلاثون فی الاستصناع...إلخ، ج٤، ص٥١٩ .

6 ......مزدور۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة ، الباب الحادی والثلاثون فی الاستصناع...إلخ، ج٤، ص٥٢٠ .

مسئلہ ۳: زمینِ اجارہ میں سینٹھے وغیرہ ایسی چیزیں تھیں جن کو کاٹنے کے بعد جڑیں جو باقی رہ گئی ہیں اُن میں آگ دیدی جاتی ہے اس نے آگ دیدی اور اس سے دوسرے لوگوں کا نقصان ہوا مثلاً آگ اُڑ کر کسی کے کھیت میں گئی اور اُس کا کھیت جل گیا اگر اُس وقت ہوا چل رہی تھی تو آگ دینے والے پر تاوان ہے اور اگر ہوا نہیں تھی اُس وقت اس نے آگ دی بعد میں ہوا چل گئی اور دوسرے کی چیز کو نقصان پہنچا تو اس پر تاوان نہیں۔ عاریت کی زمین کا بھی یہی حکم ہے۔[1] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۴: شبِ برات میں یا دوسرے موقع پر بعض لوگ مرے چھچھوندر[2] یا اور قسم کی آتش بازیاں چھوڑتے ہیں یہ فعل حرام اور صرف بیجا[3] ہے اس سے کبھی کبھی یہ نقصان بھی پہنچ جاتا ہے کہ چھپروں میں آگ لگ جاتی ہے یا کسی کے کپڑے جل جاتے ہیں بلکہ کبھی جانیں بھی تلف[4] ہوجاتی ہیں اس شخص پر تاوان لازم ہوگا کہ جب وہ آتشبازی اُڑنے والی ہے اور اس نے چھوڑی تو ویسا ہی ہے جیسا ہوا چلنے کے وقت کسی نے آگ دی۔

مسئلہ ۵: اگر آگ اُڑ کر اتنی دور پہنچی کہ اُتنی دور عادۃً اُڑ کر نہیں پہنچتی اور نقصان ہوا تو تاوان نہیں ہے۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۶: راستہ میں آگ کا انگارا ڈال دیا یا ایسی جگہ ڈالا کہ وہاں ڈالنے کا اس کو حق نہ تھا اور نقصان ہوا تو تاوان ہے مگر جبکہ وہاں رکھنے سے نقصان نہیں ہوا بلکہ ہوا اُڑا لے گئی اور کسی کو نقصان پہنچا تو تاوان نہیں۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۷: لوہار نے بھٹی سے لوہا نکال کر کوٹا اس کے کوٹنے سے چنگاری اُڑی اور راہ گیر[7] کا کپڑا جل گیا لوہار کو ضمان دینا ہوگا اور اس چنگاری سے کسی کی آنکھ پھوٹ گئی دیت واجب ہوگی اور اگر اس نے لوہا نکال کر رکھا تھا، ہوا سے چنگاری اُڑی اور کسی چیز کو جلایا تو تاوان نہیں۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... "الهداية"، كتاب الإجارات، مسائل منثورة، ج٢، ص٢٤٩.

و"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، مسائل شتّى، ج٩، ص١٤٧.

2 ...... ایک وضع کی آتش بازی جو بہت تیز بارود سے بنائی جاتی ہے قلم کی شکل کی ہوتی ہے۔

3 ...... فضول خرچی۔ 4 ...... ضائع۔

5 ...... "ردالمحتار"، كتاب الإجارة، مسائل شتّى، ج٩، ص١٤٩.

6 ...... "الدر المختار"، كتاب الإجارة، مسائل شتى، ج٩، ص ١٤٩.

7 ...... راہ چلتا شخص۔

8 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، مسائل شتّى، ج٩، ص ١٥٠.

مسئلہ۸: اپنے کھیت میں پانی بہت زیادہ دیا کہ زمین برداشت نہ کرسکی وہ دوسرے کے کھیت میں پہنچا اور اُس کا نقصان ہوگیا تاوان دینا ہوگا۔[1] (درمختار)

مسئلہ۹: درزی یا اور کسی کام کرنے والے نے اپنی دکان پر دوسرے کو بٹھالیا کہ جو کچھ کام میرے پاس آئے وہ تم کرو اور اُجرت کو دونوں نصف نصف لے لیں گے یہ جائز ہے۔[2] (ہدایہ) یہ بھی ہوسکتا ہے کہ جس کو بٹھایا ہے وہ ایک کام کرتا ہے اور خود یہ دوسرا کام کرتا ہے مثلاً رنگریز[3] نے اپنی دکان پر درزی کو بٹھالیا۔[4] (درمختار)

مسئلہ۱۰: جَمال (شتربان) سے مکۂ معظّمہ یا کہیں جانے کے لیے اونٹ کرایہ کیا کہ اُس پر مَحمل[5] رکھا جائے گا اور دو شخص بیٹھیں گے یہ اجارہ جائز ہے ایسا محمل اونٹ پر رکھا جائے گا جو وہاں کا عرف[6] ہے اور اگر اجارہ کرتے وقت ہی اُسے محمل دکھادیا جائے تو بہتر ہے۔ یہ بات جمال کے ذمہ ہے کہ محمل کو اونٹ پر لادے اور اوتارے۔ اونٹ کو ہانکے یا نکیل پکڑ کر لے چلے۔ پاخانہ پیشاب یا وضو اور نمازِ فرض کے لیے سوار کو اوتروائے۔ عورت اور مریض اور بوڑھے کے لیے اونٹ کو بٹھائے۔[7] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۱۱: توشہ وغیرہ سامان سفر کے لیے اونٹ کرایہ کیا اور راستہ میں سامان خرچ کیا تو جتنا خرچ کیا ہے اُتنا ہی دوسرا سامان اُسی قسم کا اس پر رکھ سکتا ہے۔[8] (درمختار)

مسئلہ۱۲: غاصب سے کہہ دیا کہ میرا مکان خالی کردے ورنہ اتنے روپے ماہوار اس کی اُجرت دینی ہوگی اگر اُس نے خالی نہ کیا تو اس اُجرت کا مطالبہ ہوسکتا ہے کہ اُس کا سکوت کرنا[9] اجارہ کو قبول کرلینا ہے مگر جبکہ غاصب نے اُس کے جواب میں یہ کہہ دیا کہ یہ مکان تمھارا نہیں ہے یا مِلک کا اقرار کیا مگر اُجرت دینے سے انکار کردیا تو اُجرت واجب نہیں ہوگی ہاں اگر وہ

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارۃ، مسائل شتّی، ج۹، ص ۱۵۰.

2 ......"الھدایۃ"، کتاب الإجارات، مسائل منثورۃ، ج۲، ص۲۴۹.

3 ......کپڑے رنگنے والا۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارۃ، مسائل شتی، ج۹، ص۱۵۰.

5 ......ایک قسم کی ڈولی جو اونٹ پر باندھتے ہیں۔

6 ......رواج۔

7 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الإجارۃ، مسائل شتی، ج۹، ص۱۵۱.

8 ......المرجع السابق، ص۱۵۲.

9 ......خاموش رہنا۔

مکان وقف ہے یا یتیم کا ہے یا کرایہ ہی پر دینے کے لیے ہے تو غاصب[1] اگر چہ اُجرت دینے سے انکار کرے اُسے کرایہ دینا ہوگا۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳: زمین جو کاشتکار کے پاس ہے اور اُسے نہیں چھوڑتا اور مالک یہ چاہتا ہے کہ اگر یہ چھوڑ دے تو میں دوسرے کو زیادہ لگان[3] پر دیدوں مالک اُس سے یہ کہہ سکتا ہے کہ اگر تو نے نہیں خالی کی تو اتنا لگان لوں گا اس صورت میں یہ اضافہ اس کے لیے جائز ہوجائے گا

مسئلہ ۱۴: کام کرنے والے نے کہہ دیا کہ اس اُجرت پر میں کام نہیں کروں گا میں تو اتنا لوں گا اور کام کرانے والا خاموش رہا وہی اُجرت دینی ہوگی جو کاریگر نے بتائی۔ پھر اُجرت دینے کے وقت جب اجیر نے زیادہ کا مطالبہ کیا اور یہ کہا کہ میں کہہ چکا تھا کہ میں اتنے پر نہیں کروں گا اور کام لینے والا کہتا ہے میں نے نہیں سُنا تھا کہ تو نے یہ کہا اگر یہ شخص بہرا ہے تو خیر ورنہ اُسی مزدور کی بات مقبول ہوگی۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۵: مستاجر کرایہ کی چیز دوسرے کو کرایہ پر دے سکتا ہے مثلاً ایک مکان کرایہ پر لیا اور دوسرے کو کرایہ پر دیدے یہ ہوسکتا ہے یا زمین زراعت کے لیے لگان پر لی دوسرے کاشتکار کو لگان پر دیدے یہ ہوسکتا ہے جیسا کہ اکثر بڑے شہروں میں ایک شخص پورا مکان کرایہ پر لے کر دوسرے لوگوں کو ایک ایک حصہ کرایہ پر دیتا ہے یا دیہات میں کاشتکار زمین دوسروں کو دیا کرتے ہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۶: مستاجر خود مالک کو وہ چیز کرایہ پر دے یہ جائز نہیں اگر چہ بالواسطہ ہو مثلاً زید نے اپنا مکان عَـمْرو کو کرایہ پر دیا عمرو نے بکر کو دیا بکر یہ چاہے کہ زید کو کرایہ پر دیدوں یہ نہیں ہوسکتا رہا یہ کہ مالک کو کرایہ پر دینے سے وہ پہلا اجارہ جو مالک اور مستاجر کے مابین ہے باقی رہے گا یا فسخ ہوجائے گا فتویٰ اس پر ہے کہ وہ اجارہ بدستور باقی رہے گا فسخ نہیں ہوگا مگر وہ چیز جتنے زمانہ تک اس صورت میں مالک کے پاس رہے گی اس مدت کا کرایہ مستاجر کے ذمہ واجب نہیں ہوگا۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷: ایک شخص نے دوسرے کو اجارہ پر لینے کے لیے وکیل کیا وکیل نے اجارہ کیا اور مالک نے وہ مکان وکیل کو

---

1 ......غصب کرنے والا۔

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، مسائل شتّى، ج۹، ص۱۵۲.

3 ......خراج، ٹھیکے پر۔

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الإجارة، ج۹، مسائل شتّى، ص۱۵۲.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الإجارة، مسائل شتّى، مطلب: في إجارة المستاجر للمؤجر...إلخ، ج۹، ص۱۵۳.

سپرد کر دیا مگر وکیل نے ایک مدت تک موکل کو نہیں دیا اور موکل نے وکیل سے مانگا بھی نہیں تو مالک مکان وکیل سے کرایہ وصول کرے گا کیونکہ عقد کے حقوق وکیل ہی کے ذمہ ہوتے ہیں اور وکیل موکل سے وصول کرے گا کیونکہ وکیل کا قبضہ موکل ہی کا قبضہ ہے اور اگر موکل نے وکیل سے طلب کیا وکیل نے کہا کہ پیشگی اُجرت دے دو تو مکان پر قبضہ دوں گا اور موکل نے نہ اُجرت دی نہ وکیل نے قبضہ دیا تو اس صورت میں وکیل نے کرایہ جو دیا ہے موکل سے وصول نہیں کرسکتا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۸: مفتی فتویٰ لکھنے کی یعنی تحریر وکتابت کی اُجرت لے سکتا ہے نفس فتویٰ کی اُجرت نہیں لے سکتا اس کا مطلب یہ ہے کہ کاغذ پر اُتنی عبارت کسی دوسرے سے لکھواؤ تو جو کچھ اس کی اُجرت عرفاً دی جاتی ہے وہ مفتی بھی لے سکتا ہے کیونکہ مفتی کے ذمہ زبانی جواب دینا واجب ہے لکھ کر دینا واجب نہیں مگر اُجرتِ تحریر لینے سے بھی اگر مفتی پرہیز کرے تو یہی بہتر کہ خواہ مخواہ لوگوں کو چہ میگوئی[2] کرنے کا موقع ملے گا۔[3] (درمختار) لوگ یہ کہیں گے کہ فتوے کی اُجرت لی اور فلاں شخص روپیہ لے کر فتوے دیتا ہے وغیرہ وغیرہ اس سے نظر عوام میں فتوے کی بے وقعتی ہوتی ہے اور مفتی کی بھی بے عزتی ہے اور علماء کو خصوصیت کے ساتھ ایسی باتوں سے احتراز کرنا چاہیے خصوصاً اس زمانہ میں کہ جاہل مولویوں نے اس قسم کے رکیک[4] افعال کر کے علماء کو بدنام کر رکھا ہے ان کے افعال کو علماء کے افعال قرار دیکر طبقۂ علماء کو بدنام کیا جاتا ہے۔

مسئلہ ۱۹: اُجرت پر خط لکھوانا جائز ہے جبکہ کاغذ کی مقدار اور کتنا لکھا جائے گا یہ بیان کر دیا ہو۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۲۰: مستاجر پر یہ دعویٰ نہیں ہوسکتا کہ ہم نے یہ چیز خریدی ہے یا اجارہ پر لی ہے یا ہمارے پاس رہن[6] رکھی گئی ہے لہٰذا یہ چیز ہم کو ملنی چاہیے کیونکہ مستاجر مالک نہیں ہے کہ اُس پر عین کا دعویٰ ہوسکے۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۲۱: اِجارہ یا فسخِ اِجارہ کی اضافت زمانۂ مستقبل کی طرف ہوسکتی ہے کہہ سکتا ہے کہ آئندہ مہینہ کے شروع سے تم کو اجارہ پر دیا یا ختم ماہ سے اجارہ فسخ کر دیا۔[8] (درمختار)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة،مسائل شتّی، ج۹،ص ١٥٤.

2 ......نکتہ چینی، عیب جوئی۔

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة،مسائل شتّی، ج۹،ص ١٥٥.

4 ......گھٹیا۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة،مسائل شتّی، ج۹،ص ١٥٥.

6 ......گروی۔

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة،مسائل شتّی، ج۹،ص ١٥٥.

8 ......المرجع السابق،ص ١٥٦.

مسئلہ۲۲: کرایہ پیشگی دیدیا ہے اور اجارہ فسخ کیا گیا تو مستاجر اُس چیز کو روک سکتا ہے جب تک اپنی کل رقم وصول نہ کرلے۔اجارہ صحیح وفاسد دونوں کا یہی حکم ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ۲۳: کسی کی کوئی چیز گم ہوگئی اُس نے کسی سے کہا کہ اگر تم مجھے بتادو کہ کہاں ہے تو اتنا دوں گا اگر یہ شخص اُس کے ساتھ چل کر گیا اور بتا دیا تو اس کے وہاں تک جانے کی اُجرت مثل ملے گی اور اگر یہیں سے بتا دیا کہ تمھاری چیز فلاں جگہ ہے اُس کے ساتھ گیا نہیں تو کچھ نہیں ملے گا اور اگر کسی خاص شخص سے نہیں کہا بلکہ عام طور پر کہا کہ جو کوئی مجھے بتادے اُس کو اتنا دوں گا یہ اجارہ باطل ہے بتانے والا کسی چیز کا مستحق نہیں ہے۔اور اگر اُسے یہ معلوم ہے کہ میرا جانور یا میری چیز فلاں جگہ ہے مگر اُس جگہ کو نہیں پہچانتا اور اُس جگہ کے بتانے پر اُجرت مقرر کی تو اس صورت میں بتانے والے کو وہ اُجرت ملے گی جو مقرر کی ہے۔[2] (درمختار،ردالمحتار)

مسئلہ۲۴: جو چیز اُجرت پر دی گئی جب اُس کے اجارہ کی مدت پوری ہوجائے تو مستاجر کے یہاں سے چیز واپس لانا مالک کے ذمہ ہے مستاجر کے ذمہ یہ نہیں کہ وہ چیز پہنچا جائے اور عاریت کے طور پر دی تو واپس کرنا مستعیر کا[3] کام ہے۔چکی اُجرت پر ایک مہینہ کو آٹا پیسنے کے لیے لے گیا تو چکی کا مالک مستاجر کے گھر سے لائے گا اور اگر مستاجر بیرون شہر مالک کی اجازت سے لے گیا جب بھی مالک ہی وہاں سے واپس لائے گا۔[4] (عالمگیری) جیسا کہ گاؤں والے گڑ بنانے کے لیے شہر سے کڑھاؤ[5] اور کولو[6] کرایہ پر لے جاتے ہیں اور مالک سے کہہ دیتے ہیں کہ فلاں گاؤں میں ہم لے جائیں گے ان کی واپسی اور اُس کے مصارف[7] مالک کے ذمہ ہیں۔

مسئلہ۲۵: گھوڑا اسواری کے لیے کرایہ پر لیا اس کی واپسی بھی مالک کے ذمہ ہے اگر مالک اس کے یہاں سے نہیں لایا اور مستاجر کے یہاں ہلاک ہوگیا اُس کے ذمہ تاوان نہیں ہے اگرچہ مالک نے کہلا بھیجا ہو کہ اُسے واپس کر جاؤ۔ اور اگر کسی جگہ کی آمد و رفت کے لیے کرایہ پر لیا ہے تو مستاجر کو یہاں تک لانا ہوگا کیونکہ اُس کی مسافت یہاں پہنچنے پر پوری

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإجارة،مسائل شتّی،ج۹،ص۱۵۶.

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الإجارة،مسائل شتّی،مطلب:ضل له شيءٌ...إلخ ،ج۹،ص۱۵۹.

3 ......عاریت پر لینے والے کا۔

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإجارة، الباب الثالث عشر فی المسائل...إلخ،ج٤،ص٤٣٨.

5 ......بڑی کڑاہی۔ 6 ......تیل نکالنے یا گنا پیلنے کا آلہ۔ 7 ......اخراجات۔

ہوگی اس صورت میں اگر مستاجر اپنے گھر لے کر چلا گیا اور باندھ دیا جانور ہلاک ہوا تو ضمان دینا ہوگا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶: اجیر مشترک مثلاً درزی، رنگریز، دھوبی کام کرنے کے بعد چیز کو دیجائیں کہ واپس کر جانا ان کے ذمہ ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷: جانور کرایہ پر لیا ہے تو اُس کا دانہ، گھاس، پانی پلانا مالک کے ذمہ ہے اور مستاجر نے اگر جانور کو کھلایا پلایا تو متبرع ہے معاوضہ نہیں پاسکتا۔ کھیت کی مینڈھ[3] درست کرانا مالک کے ذمہ ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۸: گھوڑا سواری کے لیے کرایہ پر لیا تھا راستہ میں وہ تھک گیا کسی شخص کے سپرد کر دیا کہ اسے کھلاؤ پلاؤ اگر اُس کو معلوم ہے کہ گھوڑا اس کا نہیں ہے تو جو کچھ خرچ کرے گا متبرع ہے کسی سے نہیں لے سکتا اور اگر معلوم نہ ہو تو اس کہنے والے سے صرفہ[5] وصول کرسکتا ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۹: کسی کام پر اجارہ منعقد ہوا تو اُس کے توابع میں عرف[7] کا اعتبار ہے مثلاً درزی کو کپڑا سینے کو دیا تو تاگا[8] سوئی درزی کے ذمہ ہے اور اگر عرف یہ ہے کہ جس کا کپڑا ہے وہ تاگا دے تو درزی کے ذمہ نہیں چنانچہ ہندوستان میں بھی بعض جگہ کا یہی عرف ہے اور اکثر جگہ پہلا عرف ہے۔ اینٹیں بنوائیں تو مٹی مستاجر کے ذمہ ہے اور سانچا اجیر کے ذمہ اور بعض جگہ سانچا بھی مستاجر ہی دیتا ہے۔[9] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: کسی گاؤں یا محلّہ یا شہر میں جانے کے لیے یکہ، تانگہ کرایہ پر لیا تو اُس کے ذمہ گھر تک پہنچانا ہے گاؤں یا محلّہ یا شہر میں پہنچا دینے پر کام ختم نہیں ہوگا۔[10] (عالمگیری) لاری[11] میں یہ عرف ہے کہ اڈے پر جاکر رک جاتی ہے اُس کے ذمہ مکان تک پہنچانا نہیں ہے ہاں اگر موٹر کار[12] یا لاری پوری کرایہ پر لی ہے تو اُس کا کام اڈے تک یا گاؤں تک پہنچانا

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الثالث عشر فی المسائل...إلخ، ج٤، ص٤٣٨.

2 ......المرجع السابق.

3 ......وہ دیوار یا بند جس سے کھیت کے اندر پانی روکتے ہیں، نیز باڑ۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب السابع عشر فيمايجب على المستأجر...إلخ، ج٤، ص٤٥٥.

5 ......خرچہ۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب السابع عشر فيمايجب على المستأجر...إلخ، ج٤، ص٤٥٥.

7 ......رواج۔ 8 ......دھاگہ۔

9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الإجارة، الباب السابع عشر فيمايجب على المستأجر...إلخ، ج٤، ص٤٥٦.

10 ......"المرجع السابق، ص٤٥٦.

11 ......یعنی بس، کوچ وغیرہ۔ 12 ......یعنی ٹیکسی وغیرہ۔

نہیں ہے بلکہ گھر تک یا جہاں تک جاسکتی ہو اُسے لیجانا ہوگا کہ اس صورت میں یہی عرف ہے۔

مسئلہ ۳۱: کپڑے دھوبی کو دیے تو کلپ اور نیل دینا دھوبی کے ذمہ ہے کہ اس میں یہی عرف ہے۔ جلد ساز کو جلد بنانے کے لیے کتابیں دیں تو پُٹھا[1]، چمڑا، اَبری[2]، لئی[3]، ڈورا[4] یہ سب چیزیں جلد ساز کے ذمہ ہیں اور جس قسم کا سامان لگانا اور جس قسم کی جلد بنانا ٹھہرا ہے وہی کرنا ہوگا۔

مسئلہ ۳۲: کسی کام کے لیے دو مزدور کیے مثلاً یہ لکڑیاں تم دونوں میرے مکان تک اتنے میں پہنچادو وہ کل لکڑیاں ایک ہی مزدور نے پہنچائیں دوسرا بیٹھا رہا تو یہ مزدور نصف ہی اُجرت کا مستحق ہے کہ دوسرے کی طرف سے کام کرنے میں متبرِّع[5] ہے لہٰذا اُس کے حصہ کی مزدوری کا مستحق نہیں ہوا اور دوسرا بھی اپنے حصہ کی مزدوری نہیں لے سکتا کہ اجیر مشترک[6] جب تک کام نہ کرے اُجرت کا مستحق نہیں ہوتا اور اگر اُن دونوں میں پہلے یہ طے ہے کہ ہم دونوں شرکت میں کام کریں گے جو کچھ مزدوری ملے گی وہ دونوں بانٹ لیں گے تو دوسرا مزدور بھی اپنی نصف مزدوری کا مستحق ہے کہ اُس کے شریک کا کام کرنا ہی اُس کا کام کرنا ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۳: چند مزدور گڑھا کھودنے کے لیے یا مٹی اوٹھانے کے لیے رکھے اور اس پورے کام کی ایک اُجرت طے ہوگئی اُن مزدوروں میں سے کسی نے کم کام کیا کسی نے زائد سب پر وہ اُجرت برابر برابر تقسیم ہوگی ہاں اگر مزدوروں میں بہت تفاوت ہے مثلاً بعض جوان ہیں بعض بچے اور بچوں نے کم کام کیا ہے تو برابر برابر تقسیم نہیں ہوگی بلکہ اُس پوری اُجرت کو اُجرتِ مثل پر تقسیم کیا جائے گا مثلاً بچوں کو دو آنے یومیہ ملتے ہیں اور جوان کو چار آنے تو اُس اُجرت کی تقسیم اس طرح کی جائے کہ جوان کو بچہ سے دونی ملے اور اگر اُن مزدوروں میں سے بعض نے مرض یا کسی عذر کی وجہ سے کام نہیں کیا تو یہ حصہ لینے کا حقدار نہیں ہے مگر جبکہ کام کرنے میں اُن کی شرکت ہو تو نہ کام کرنے کی صورت میں بھی حصہ پائے گا۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......موٹا اور سخت کاغذ یا گتا جو کتابوں کی جلد بنانے میں کام آتا ہے۔

2 ......ایک قسم کا رنگدار کاغذ جسے کتابوں کی جلدوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔

3 ......ایک قسم کا لیس دار مادہ جو کاغذ وغیرہ جوڑنے کے کام آتا۔

4 ......موٹا دھاگہ۔ 5 ......احسان کرنے والا۔ 6 ......ایک سے زائد لوگوں کا کام کرنے والا مزدور، نوکر۔

7 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الإجارة، الباب الثامن عشر فى الإجارة...إلخ، ج٤، ص٤٥٧.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ۳۴: کرایہ دار کے ساتھ مالک مکان بھی گھر میں رہتا رہا تو کرایہ دار اُتنے حصہ مکان کی اُجرت کم کرسکتا ہے جتنے میں مالک مکان رہا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ۳۵: مزدور سے کہا فلاں جگہ سے جا کر ایک بوری غلہ کی لے آ اتنی مزدوری دوں گا مزدور وہاں گیا مگر غلہ وہاں تھا ہی نہیں جس کو لاتا تو اُس مزدوری کو جانے اور آنے اور بوجھ پر تقسیم کیا جائے جانے کی مقابل میں مزدوری کا جو حصہ پڑے وہ مزدور کو دیا جائے کیونکہ مزدور کے تین کام تھے وہاں جانا اور وہاں سے بوجھ لے کر آنا اس صورت میں صرف ایک کام یعنی جانا مزدور نے کیا اور آنا اُس کا خود اپنا کام ہے مستاجر کا کام نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۳۶: مزدور کو کہیں بھیجا کہ وہاں سے فلاں کو بلا لاؤ وہ گیا اور وہ شخص نہیں ملا اس کو اُجرت ملے گی کیونکہ مزدور کو جو کچھ اس صورت میں کام کرنا ہے یہی ہے کہ وہاں تک جائے وہ کر چکا۔[3] (عالمگیری)

وَلا[4] کا بیان

اللہ عزوجل نے فرمایا:

﴿ وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدًا ﴿۳۳﴾ ﴾[5]

''جن سے تم نے معاہدے کیے ہیں اُن کا حصہ اُنھیں دو، بیشک اللہ (عزوجل) ہر چیز پر گواہ ہے۔''

حدیث۱: ابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے: ''جس نے بغیر اجازت اپنے مولیٰ کے کسی قوم سے موالاۃ کی، اوس پر اللہ (عزوجل) کی اور فرشتوں اور تمام اِنسانوں کی لعنت، قیامت کے دن اللہ تعالٰی نہ اُس کے فرض قبول کرے گا، نہ نفل۔''[6]

---

1 ......''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الإجارۃ، الباب الثامن عشر فی الإجارۃ...إلخ، ج٤، ص٤٥٨.

2 ......''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الإجارۃ، الباب الحادی والعشرون فی الإجارۃ لایوجد فیھا...إلخ، ج٤، ص٤٧٠.

3 ......المرجع السابق.

4 ......کتاب المکاتب اور کتاب الوَلا کے مسائل یہاں کی ضرورت سے زائد ہیں اس لئے ہم نے ان کو نہیں لکھا صرف کتاب الولا کی ایک فصل جو یہاں پائی جاسکتی ہے معرض تحریر میں لائی گئی ۱۲ منہ۔

5 ......پ٥، النسآء: ٣٣.

6 ......''سنن أبي داود''، کتاب الأدب، باب في الرجل ینتمی إلی غیر موالیہ، الحدیث: ٥١١٤، ج٤، ص٤٢٦.

حدیث ۲: امام احمد نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ فرمایا نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے: ''جس شخص نے اپنے مولٰی کے سوا دوسرے سے موالاۃ کی، اُس نے اسلام کا پٹا اپنے گلے سے نکال دیا۔''[1]

حدیث ۳: طبرانی و ابن عدی ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ فرمایا صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: ''جو شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام لائے، اُس کی وَلا اُسی کے لیے ہے۔''[2]

حدیث ۴: اصحاب سنن اربعہ و امام احمد و حاکم وغیرہم نے تمیم داری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال ہوا کہ ایک شخص نے دوسرے کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا؟ فرمایا کہ ''وہ سب سے زیادہ حقدار ہے، زندگی میں بھی اور مرنے کے بعد بھی۔''[3]

مسئلہ ۱: ایک شخص عاقل بالغ کسی کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا اس نومسلم نے اُس سے یا کسی دوسرے سے موالاۃ کی یعنی یہ کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو میرا وارث تو ہے اور مجھ سے کوئی جنایت ہو تو دیت تجھے دینی ہوگی اُس نے قبول کرلیا یہ موالاۃ صحیح ہے اسکا نام مولی الموالاۃ ہے اور دونوں جانب سے بھی موالاۃ ہوسکتی ہے یعنی ہر ایک دوسرے سے کہے کہ تو میرا وارث ہوگا اور میری جنایت کی دیت دے گا اور دوسرا قبول کرے۔ اس کے لیے شرط یہ ہے کہ مولٰی عرب میں سے نہ ہو۔[4] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲: نابالغ مشرف بِاسلام ہوا اور اُس نے موالاۃ کی یہ ناجائز ہے اگرچہ اپنے باپ یا وصی کی اجازت سے کی ہو اور بالغ عاقل نے نابالغ عاقل سے موالاۃ کی اور اس کے باپ یا وصی نے اجازت دیدی ہو تو موالاۃ جائز ہے۔ یوہیں اگر غلام نے موالاۃ کی تو اُس کے مولٰی کی اجازت پر موقوف ہے، وہ جائز کردیگا جائز ہوگی، ورنہ نہیں۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳: جس شخص سے اس نے موالاۃ کی ہے اب یہ (مولٰی اسفل) اس وَلا کو فسخ کرنا چاہتا ہے تو اُس کی موجودگی میں فسخ کرسکتا ہے یعنی اُس کو علم ہوجانا ضروری ہے کیونکہ یہ عقد غیر لازم ہے تنہا فسخ کرسکتا ہے دوسرے کی رضامندی ضروری

1 ......"المسند" للإمام احمدبن حنبل، مسند جابر بن عبد اللّٰہ، الحدیث: ١٤٥٦٨، ج٥، ص٨٧.

2 ......"الكامل في ضعفاء الرجال" لابن عدی ،من اسمہ جعفر، ج٢، ص٣٦٣.

3 ......"المسند" للإمام احمدبن حنبل،مسند الشامیین، حدیث تمیم الداری، الحدیث: ١٦٩٤٢، ج٦، ص٣٤.

4 ......"الهدایة"، کتاب الولاء، فصل فی وَلاءِ المُوالاۃ، ج٢،ص٢٧٠.

و"الدرالمختار"،کتاب الوَلاء ، فصل فی ولاء الموالاۃ،ج٩،ص٢١١.

5 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الوَلاء ، فصل فی ولاء الموالاۃ،ج٩،ص٢١٢.

نہیں۔اور اگر دوسرے سے موالاۃ کرلی تو پہلی موالاۃ فسخ ہوگئی اس میں علم کی ضرورت نہیں کہ دوسرے سے عقد کرنے ہی سے پہلی موالاۃ خود بخود فسخ ہوگئی مگر شرط یہ ہے کہ اُس نے اسکی طرف سے دیت ادا نہ کی ہو اور اگر اُس نے کسی معاملہ میں دیت دیدی ہے تو اب نہ فسخ کرسکتا ہے نہ دوسرے سے موالاۃ کرسکتا ہے بلکہ اس کی اولاد کی طرف سے اگر اُس نے دیت دے دی جب بھی فسخ نہیں کرسکتا نہ دوسرے سے موالاۃ کرسکتا ہے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۴: موالاۃ کرنے کے وقت جو اس کے نابالغ بچے ہیں یا اس عقد کے بعد جو پیدا ہوئے سب اس ولا میں داخل ہیں بالغ اولادوں سے اس عقد کا تعلق نہیں یعنی یہ دوسرے سے موالاۃ کرسکتے ہیں۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۵: مولی العتاقہ یعنی وہ غلام جسے مولیٰ (مالک) نے آزاد کردیا ہے وہ دوسرے سے موالاۃ نہیں کرسکتا۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۶: موالاۃ کا حکم یہ ہے کہ اگر جنایت کرے تو دیت لازم ہوگی اور اُن میں سے کوئی مرجائے تو دوسرا وارث ہوجاتا ہے مگر اس کا مرتبہ تمام وارثوں سے مؤخر ہے جب کوئی وارث نہ ہو یعنی ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو یہ وارث ہوگا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۷: عورت نے موالاۃ کی یا موالاۃ کا اقرار کیا اور اس کے ساتھ کوئی بچہ مجہول النسب ہے یا موالاۃ کے بعد پیدا ہوا یہ بچہ بھی عقد موالاۃ کے حکم میں داخل ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۸: مرد نے اسلام قبول کرکے ایک شخص سے موالاۃ کی اور عورت نے اسلام لاکر دوسرے سے موالاۃ کی تو ان دونوں سے جو بچہ پیدا ہوگا اُس کا تعلق باپ کے مولیٰ سے ہوگا ماں کے مولیٰ سے نہیں ہوگا۔[6] (عالمگیری)

تمّت بالخیر

---

1 ......"الهداية"، كتاب الوَلاء، فصل في ولاء الموالاة، ج٢، ص٢٧٠، ٢٧١.

2 ......"ردالمحتار"، كتاب الوَلاء، فصل في ولاء الموالاة، ج٩، ص٢١٣.

3 ......"الهداية"، كتاب الوَلاء، فصل في ولاء الموالاة، ج٢، ص٢٧١.

4 ......المرجع السابق، ص٢٧٠.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الوَلاء، فصل في ولاء الموالاة، ج٩، ص٢١٣.

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوَلاء، الباب الثاني في ولاء الموالاة، الفصل الثاني، ج٥، ص٣٣.

اکراہ، حجر، غصب، شفعہ، ذبح، قربانی اور عقیقہ وغیرہ کے مسائل کا بیان

بہارِ شریعت

حصہ پانزدہم (15)

(......تسہیل وتخریج شدہ......)

صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

پیشکش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوت اسلامی)

شعبہ تخریج

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
نَحۡمَدُهٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِهِ الۡکَرِیۡمِ ط

اِکراہ کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ مَنۡ کَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِیۡمَانِهٖۤ اِلَّا مَنۡ اُکۡرِهَ وَ قَلۡبُهٗ مُطۡمَئِنٌّۢ بِالۡاِیۡمَانِ وَ لٰکِنۡ مَّنۡ شَرَحَ بِالۡکُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَیۡهِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَ لَهُمۡ عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ۝۱۰۶ ﴾[1]

''جس نے ایمان کے بعد کفر کیا (اس پر اللہ کا غضب ہو) مگر جو شخص مجبور کیا گیا اور اس کا دل ایمان پر مطمئن ہے (وہ عذاب سے بری ہے) ولیکن جس نے کفر کے لیے سینہ کو کھول دیا اون پر اللہ کا غضب ہے، اور اون کے لیے بہت بڑا عذاب ہے۔''

ہدایہ میں ہے کہ یہ آیت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے بارے میں نازل ہوئی جبکہ مشرکین نے کلمۂ کفر بولنے پر انھیں مجبور کیا اور انھوں نے زبان سے کہہ دیا پھر جب حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے دریافت فرمایا کہ تم نے اپنے قلب کو کس حال پر پایا عرض کی میرا دل ایمان پر بالکل مطمئن تھا ارشاد فرمایا کہ اگر وہ پھر ایسا کریں تو تم کو ایسا ہی کرنا چاہیے[2] یعنی دل ایمان پر مطمئن رہنا چاہیے۔ تفسیر بیضاوی شریف میں ہے کہ کفار قریش نے عمار اور ان کے والد یاسر اور ان کی والدہ سمیہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کو ارتداد پر مجبور کیا ان کے والدین نے انکار کیا ان دونوں کو قتل کرڈالا اور یہ دونوں پہلے دو شخص ہیں جو اسلام میں شہید کیے گئے اور عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ نے زبان سے وہ کہہ دیا جو کفار نے چاہا تھا۔ کسی نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)! عمار کافر ہوگیا فرمایا: ''ہرگز نہیں، بے شک عمار چوٹی سے قدم تک ایمان سے بھرپور ہے ایمان اس کے گوشت وخون میں سرایت کیے ہوئے ہے''، اس کے بعد عمار رضی اللہ تعالٰی عنہ روتے ہوئے حاضر خدمت اقدس ہوئے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ان کی آنکھوں سے آنسو پونچھا اور فرمایا کہ ''تمھیں کیا ہوا (جو روتے ہو) اگر وہ پھر ایسا کریں تو تم ویسا ہی کرنا۔''[3]

1 ......پ ١٤،النحل:١٠٦.

2 ......''الهداية''،کتاب الإکراه،فصل،ج٢،ص٢٧٤.

3 ......''تفسیر البیضاوی''،النحل،تحت الآية:١٠٦،ج٣،ص٤٢٢.

اور اللہ عزوجل ارشادفرماتا ہے :

﴿ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ۝۲۸ ﴾[1]

''مسلمان مسلمانوں کے سوا کافروں کو دوست نہ بنائیں اور جوایسا کرے گا وہ اللہ (عزوجل) کے دین سے کسی شے میں نہیں ہے مگر یہ کہ بچاؤ کے طور پر (اِکراہ کی صورت میں زبانی دوستی کا اظہار کرسکتے ہو) اور اللہ(عزوجل) تم کو اپنی ذات سے ڈراتا ہےاور اللہ (عزوجل) ہی کی طرف لوٹنا ہے۔''

اورفرماتا ہے:

﴿ وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۳۳ ﴾[2]

''اوراپنی باندیوں کوزنا پرمجبورنہ کرواگروہ پارسائی[3] کا ارادہ کریں تاکہ زندگیِ دنیا کی متاع حاصل کرواور جس نے انھیں مجبور کیا تو اس کے بعد کہ وہ مجبور کی گئیں اللہ بخشنے والامہربان ہے۔''

مسئلہ ۱: اکراہ جس کو جبر کرنا بھی لوگ بولتے ہیں اس کے شرعی معنی یہ ہیں کہ کسی کے ساتھ ناحق ایسا فعل کرنا کہ وہ شخص ایسا کام کرے جس کو وہ کرنا نہیں چاہتا۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مکرِہ نے کوئی ایسا فعل نہیں کیا جس کی وجہ سے مکرَہ اپنی مرضی کے خلاف کام کرے مگر مکرَہ جانتا ہے کہ یہ شخص ظالم جابر ہے جو کچھ یہ کہتا ہے اگر میں نے نہ کیا تو مجھے مارڈالے گا اس صورت میں بھی اکراہ ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار) مجبور کرنے والے کو مکرِہ اور جس کو مجبور کیا اوس کو مکرَہ کہتے ہیں پہلی جگہ رے کو زیر ہے دوسری جگہ زبر۔

مسئلہ ۲: اکراہ کا حکم اس وقت متحقق[5] ہوتا ہے جب ایسے شخص کی جانب سے ہو کہ وہ جس چیز کی دھمکی دے رہا ہے اس کے کرڈالنے پر قادر ہو جیسے بادشاہ یا ڈاکو کہ ان کے کہنے کے مطابق اگر نہ کرے تو یہ وہ کام کر گزریں گے جس کی دھمکی دے رہے ہیں۔[6] (ہدایہ)

---

1 ......پ۳،آل عمرٰن:۲۸.

2 ......پ۱۸،النور:۳۳.

3 ......پاک دامنی۔

4 ......"الدرالمختار "و"ردالمحتار"، کتاب الإکراہ، ج۹، ص۲۱۷.

5 ......ثابت۔

6 ......"الهداية"، کتاب الإکراہ، ج۲، ص۲۷۲.

مسئلہ ۳: اکراہ کی دو قسمیں ہیں ایک تام اور اس کو مُلجی بھی کہتے دوسری ناقص اس کو غیر مُلجی بھی کہتے ہیں۔ اکراہ تام یہ ہے کہ مار ڈالنے یا عضو کاٹنے یا ضرب شدید کی دھمکی دی جائے ضرب شدید کا مطلب یہ ہے کہ جس سے جان یا عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً کسی سے کہتا ہے کہ یہ کام کر، ورنہ تجھے مارتے مارتے بیکار کردوں گا۔ اکراہ ناقص یہ ہے کہ جس میں اس سے کم کی دھمکی ہو مثلاً پانچ جوتے ماروں گا یا پانچ کوڑے ماروں گا یا مکان میں بند کردوں گا یا ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈال دوں گا۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

اکراہ کے شرائط

مسئلہ ۴: اکراہ کی شرائط یہ ہیں۔ (۱) مکرِہ اس فعل کے کرنے پر قادر ہو جس کی وہ دھمکی دیتا ہو، (۲) مکرَہ یعنی جس کو دھمکی دی گئی اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اگر میں اس کام کو نہ کروں گا تو جس کی دھمکی دے رہا ہے اسے کر گزرے گا، (۳) جس چیز کی دھمکی ہے وہ جان جانا ہے یا عضو کاٹنا ہے یا ایسا غم پیدا کرنا ہے جس کی وجہ سے وہ کام اپنی خوشی و رضامندی سے نہ ہو، (۴) جس کو دھمکی دی گئی وہ پہلے سے اس کام کو نہ کرنا چاہتا ہو اور اس کا نہ کرنا خواہ اپنے حق کی وجہ سے ہو مثلاً اس سے کہا گیا کہ تو اپنا مال ہلاک کردے یا بیچ دے اور یہ ایسا کرنا نہیں چاہتا یا کسی دوسرے شخص کے حق کی وجہ سے اس کام کو نہیں کرنا چاہتا مثلاً فلاں شخص کا مال ہلاک کر۔ یا حق شرع کی وجہ سے ایسا نہیں کرنا چاہتا مثلاً شراب پینا، زنا کرنا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۵: شرط سوم میں بیان کیا گیا کہ ایسا غم پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے رضامندی سے کام کرنا نہ ہو یہ اکراہ کا ادنیٰ مرتبہ ہے اور اس میں سب لوگوں کی ایک حالت نہیں ہے شریف آدمی کے لیے سخت کلامی ہی سے یہ بات پیدا ہو جائے گی اور کمینہ آدمی ہو تو جب تک اسے ضرب شدید کی نوبت نہ آئے معمولی طور پر مارنے اور گالی دینے کی بھی اسے پرواہ نہیں ہوتی۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۶: اکراہ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ ایسا کرو ورنہ تمہارا مال لے لوں گا یا حاکم نے کہا یہ مکان میرے ہاتھ بیع کردو ورنہ تمہارے فریق کو دلا دوں گا۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الإکراہ، ج۹، ص۲۱۷.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الإکراہ، ج۹، ص۲۱۸.

3 ......المرجع السابق، ص۲۱۹.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الإکراہ، مطلب: بیع المکرہ فاسد... إلخ، ج۹، ص۲۳۹.

مسئلہ ۷: قتل یا ضرب شدید یا حبس مدید کی دھمکی دی اس لیے کہ وہ اپنی کوئی چیز بیچ ڈالے یا فلاں چیز خریدے یا اجارہ کرے یا کسی چیز کا اقرار کرے اوراس دھمکی کی وجہ سے اس نے یہ سب کام کر لیے تو مکرَہ کو ان عقود کے فسخ کرنے کا حق باقی رہتا ہے یعنی اکراہ جاتے رہنے کے بعد ان چیزوں کو فسخ کرسکتا ہے اور یہ حق ان دونوں میں سے کوئی مرجائے جب بھی باقی رہتا ہے کہ اس کا وارث فسخ کرسکتا ہے اور مشتری [1] کے مرجانے سے بھی یہ حق باطل نہیں ہوتا نہ زیادت مُنفصِلہ [2] یا زیادت مُتَّصِلہ متولّدہ [3] سے یہ حق باطل ہوتا ہے بلکہ وہ چیز اگر یکے بعد دیگرے بہت سے ہاتھوں میں پہنچ گئی جب بھی یہ لے سکتا ہے۔ [4] (درمختار)

مسئلہ ۸: دوایک کوڑا مارنا ضرب شدید نہیں ہے مگر آلات تناسل اور آنکھ پر مارنا کہ ان پر ایک کوڑا مارنا بھی ضرب شدید ہے۔ حبس مدید یہ کہ ایک دن سے زیادہ ہو۔ ذی عزت آدمی کے لیے ضرب غیر شدید اور حبس غیر مدید میں وہی صورت ہے جو اوروں کے لیے ضرب شدید میں ہے۔ [5] (درمختار)

مسئلہ ۹: اقرار میں مال قلیل وکثیر کا فرق ہے کہ مال قلیل کے اقرار میں ضرب غیر شدید سے بھی اکراہ پایا جائے گا اور مال کثیر میں ضرب شدید سے اکراہ ہوگا۔ [6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰: مکرَہ کی بیع نافذ ہے اگرچہ لازم نہیں لازم اس وقت ہوگی کہ رضامندی سے اجازت دے دے لہٰذا مشتری جو کچھ اس بیع میں تصرف کرے گا وہ تصرفات صحیح ہوں گے اور مکرَہ نے ثمن پر راضی خوشی قبضہ کیا یا مبیع کو خوشی سے تسلیم کردیا تو اب وہ بیع لازم ہوگئی یعنی اب بیع کو فسخ نہیں کرسکتا اور اگر قبضِ ثمن [7] و تسلیم مبیع [8] بھی اکراہ کے ساتھ ہو تو حق فسخ باقی رہے گا، اور ہبہ میں اکراہ ہو تو سرے سے موہوب لہ چیز کا مالک ہی نہیں ہوگا اور اس کے تصرفات صحیح نہیں ہوں گے۔ [9] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۱: بائع نے اگر اکراہ کے ساتھ ثمن پر قبضہ کیا ہے تو فسخ بیع کی صورت میں ثمن واپس کردے اگر اس کے

---

1 ......خریدار۔
2 ......کسی شے میں ایسی زیادتی جو اس کے ساتھ متصل نہ ہو مثلاً غلام کا مال کمانا۔
3 ......کسی شے میں ایسی زیادتی جو اس میں خود بخود پیدا ہو جائے اور اس کے ساتھ متصل بھی ہو مثلاً جانور کا بڑا ہونا، موٹا ہوجانا۔
4 ......"الدرالمختار"، کتاب الإکراہ، ج۹، ص۲۱۹، ۲۲۰.
5 ......المرجع السابق.
6 ......"ردالمحتار"، کتاب الإکراہ، ج۹، ص۲۱۹.
7 ......یعنی طے شدہ قیمت پر قبضہ کرنا۔
8 ......بیچی گئی چیز حوالہ کرنا۔
9 ......"الهداية"، کتاب الإکراہ، ج۲، ص۲۷۲-۲۷۳.

پاس موجود ہے اور ہلاک ہوگیا ہے تو اس پر ضمان واجب نہیں کہ ثمن بائع کے پاس امانت ہے۔[1] (ہدایہ، عنایہ)

مسئلہ ۱۲: اکراہ کے ساتھ بیع اگرچہ بیع فاسد ہے مگر اس میں اور دیگر بیوع فاسدہ میں چند وجہ سے فرق ہے۔ یہ بیع اجازت قولی یا فعلی کے بعد صحیح ہو جاتی ہے دوسری بیعیں فاسد کی فاسد ہی رہتی ہیں۔ جس نے اس سے خریدا ہے اس کے تصرفات توڑ دیے جائیں گے اگرچہ یکے بعد دیگرے کہیں سے کہیں پہنچی ہو۔ مبیع غلام تھا اور مشتری نے اسے آزاد کر دیا تو بائع کو اختیار ہے کہ مشتری سے یوم القبض کی قیمت لے یا یوم العِتاق کی اگر بائع پر اکراہ ہوا تو ثمن اس کے پاس امانت ہے اور مشتری پر اکراہ ہوا تو مبیع اس کے پاس امانت ہے اور دیگر بیوع فاسدہ میں یہ چاروں باتیں نہیں ہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳: مبیع اگر ہلاک ہو چکی ہے تو بائع اس کی قیمت لے گا یعنی چیز کی جو واجبی قیمت ہوگی وہ مشتری سے وصول کرے گا۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۴: بادشاہ کا کہہ دینا ہی اکراہ ہے اگرچہ وہ دھمکی نہ دے کہ اس کی مخالفت میں جان جانے یا اتلاف عضو کا اندیشہ ہے۔ یوہیں جن لوگوں سے اس قسم کا اندیشہ ہو ان کا کہہ دینا ہی اکراہ ہے اگرچہ دھمکی نہ دیں بعض شوہر بھی ایسے ہوتے ہیں کہ اون کا خلاف کرنے میں عورت کو اسی قسم کا اندیشہ ہوتا ہے ایسے شوہر کا کہنا ہی اکراہ ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۵: معاذ اللہ شراب پینے یا خون پینے یا مردار کا گوشت کھانے یا سوئر[5] کا گوشت کھانے پر اکراہ کیا گیا اگر وہ اکراہ غیر ملجی ہے یعنی حبس وضرب کی دھمکی[6] ہے تو ان چیزوں کا کھانا پینا جائز نہیں ہے البتہ شراب پینے میں اس صورت میں حد نہیں ماری جائے گی کہ شبہہ سے حد ساقط ہو جاتی ہے اور اگر وہ اکراہ ملجی ہے یعنی قتل یا قطع عضو کی[7] دھمکی ہے تو ان کاموں کا کرنا جائز بلکہ فرض ہے اور اگر صبر کیا ان کاموں کو نہیں کیا اور مار ڈالا گیا تو گنہگار رہا کہ شرع نے ان صورتوں میں اس کے لیے یہ چیزیں جائز کی تھیں جس طرح بھوک کی شدت اور اضطرار کی حالت میں یہ چیزیں مباح ہیں۔[8] ہاں اگر اس کو یہ بات معلوم نہ تھی کہ

---

1 ......"الهداية"، كتاب الإكراه، ج٢، ص٢٧٣.

و"العناية" على "فتح القدير"، كتاب الإكراه، ج٨، ص١٧١.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الإكراه، مطلب: بيع المكره فاسد...إلخ، ج ٩، ص٢٢٢.

3 ......"الهداية"، كتاب الإكراه، ج٢، ص٢٧٣.

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الإكراه، ج٩، ص٢٢٣.

5 ......خنزیر۔

6 ......قید کرنے اور مارنے کی دھمکی۔

7 ......یعنی عضو کاٹنے کی۔

8 ......یعنی شرعی مجبوری کی حالت میں یہ چیزیں جائز ہیں۔

اس حالت میں ان چیزوں کا استعمال شرعاً جائز ہے اور ناواقفی کی وجہ سے استعمال نہ کیا اور قتل کر دیا گیا تو گناہ نہیں۔ یو ہیں اگر استعمال نہ کرنے سے کفار کو غیظ و غضب میں ڈالنا مقصود ہو تو گناہ نہیں۔[1] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ۱۶: معاذ اللہ کفر کرنے پر اکراہ ہوا اور قتل یا قطع عضو کی دھمکی دی گئی تو اس شخص کو صرف ظاہری طور پر اس کفر کے کر لینے کی رخصت ہے اور دل میں وہی یقین ایمانی قائم رکھنا لازم ہے جو پہلے تھا اور اس شخص کو چاہیے کہ اپنے قول و فعل میں توریہ کرے یعنی اگرچہ اس فعل یا قول کا ظاہر کفر ہے مگر اس کی نیت ایسی ہو کہ کفر نہ رہے مثلاً اس کو مجبور کیا گیا کہ بت کو سجدہ کرے اور اس نے سجدہ کیا تو یہ نیت کرے کہ خدا کو سجدہ کرتا ہوں یا سرکار رسالت مآب (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم) میں گستاخی کرنے پر مجبور کیا گیا تو کسی دوسرے شخص کی نیت کرے جس کا نام محمد ہو اور اگر اس شخص کے دل میں توریہ کا خیال آیا مگر توریہ نہ کیا یعنی خدا کے لیے سجدہ کی نیت نہیں کی تو یہ شخص کافر ہو جائے گا اور اس کی عورت نکاح سے خارج ہو جائے گی اور اگر اس شخص کو توریہ کا دھیان ہی نہیں آیا کہ توریہ کرتا اور بت کو ہی سجدہ کیا مگر دل سے اس کا منکر ہے تو اس صورت میں کافر نہیں ہوگا۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۱۷: کفر کرنے پر مجبور کیا گیا اور کفر نہ کیا اس وجہ سے قتل کر دیا گیا تو ثواب پائے گا اسی طرح نماز یا روزہ توڑنے یا نماز نہ پڑھنے یا روزہ نہ رکھنے پر مجبور کیا گیا یا حرم میں شکار کرنے یا حالت احرام میں شکار کرنے یا جس چیز کی فرضیت قرآن سے ثابت ہو اس کے چھوڑنے پر مجبور کیا گیا اور اس نے اس کے خلاف کیا جو مکرِہ کرانا چاہتا تھا اور قتل کر ڈالا گیا سب میں ثواب کا مستحق ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ۱۸: روزہ دار مسافر یا مریض ہے جس کو روزہ نہ رکھنے کی اجازت ہے یہ اگر روزہ توڑنے پر مجبور کیا جائے تو روزہ توڑ دے اور نہ توڑا یہاں تک کہ قتل کر ڈالا گیا تو گنہگار ہوگا۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ۱۹: رمضان میں دن کے وقت کھانے پینے یا بی بی سے جماع کرنے پر اکراہ ہوا اور روزہ دار نے ایسا کر لیا تو اس پر روزہ کی قضا واجب ہے کفارہ واجب نہیں۔[5] (عالمگیری)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الإکراہ، ج۹، ص۲۲۵.

و"الفتاوی الهندية"، کتاب الإکراہ، الباب الثانی فیما یحل...إلخ، ج۵، ص۳۸.

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الإکراہ، مطلب: بیع المکرہ فاسد...إلخ، ج ۹، ص ۲۲۶.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الإکراہ، ج ۹، ص ۲۲۷.

4 ......"ردالمحتار"، کتاب الإکراہ، مطلب: بیع المکرہ فاسد...إلخ، ج ۹، ص ۲۲۸.

5 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الإکراہ، الباب الثانی فیما یحل...إلخ، ج۵، ص۴۹.

مسئلہ۲۰: اگر اکراہ غیر مُلجی ہو تو کفر کا اظہار نہیں کرسکتا اس صورت میں اظہار کفر کی رخصت نہیں ہے کہ غیر ملجی اس کے حق میں اکراہ ہی نہیں۔[1] (درمختار)

مسئلہ۲۱: اس پر مجبور کیا گیا کہ کسی مسلم یا ذمی کے مال کو تلف کرے اور دھمکی بھی قتل یا قطع عضو کی ہے تو تلف کرنے کی اس کے لیے رخصت ہے اور اگر اس نے تلف نہ کیا اور اس کے ساتھ وہ کرڈالا گیا جس کی دھمکی دی گئی تھی تو ثواب کا مستحق ہے اور اگر اس نے مال تلف کرڈالا تو مال کا تاوان مجبور کرنے والے کے ذمہ ہے کہ یہ شخص اس کے لیے بمنزلہ آلہ کے ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ۲۲: اس پر مجبور کیا گیا کہ فلاں شخص کو قتل کرڈال یا اس کا عضو کاٹ ڈال یا اس کو گالی دے اگر تو نے ایسا نہ کیا تو میں تجھے مارڈالوں گا یا تیرا عضو کاٹ ڈالوں گا تو اس کو ان کاموں کے کرنے کی اجازت نہیں ہے اگر اس کے کہنے کے موافق کرے گا گنہگار ہوگا اور قصاص مجبور کرنے والے سے لیا جائے گا کہ مکرَہ اس کے لیے بمنزلہ آلہ کے ہے۔ جس کے عضو کاٹنے پر اسے مجبور کیا گیا اس نے اس کو اجازت دے دی کہ ہاں تو ایسا کرلے اب بھی اس کو اجازت نہیں ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ۲۳: اگر اس کو مجبور کیا گیا کہ تو اپنا عضو کاٹ ڈال ورنہ میں تجھے قتل کرڈالوں گا تو اس کو ایسا کرنے کی اجازت ہے اور اگر اس پر مجبور کیا گیا کہ تو خودکشی کرلے ورنہ میں تجھے مارڈالوں گا اس کو خودکشی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ۲۴: اکراہ ہوا کہ تو اپنے کو تلوار سے قتل کرورنہ میں تجھے اتنے کوڑے ماروں گا کہ تو مرجائے یا نہایت بری طرح سے قتل کروں گا تو اس صورت میں خودکشی کرنے میں گناہ نہیں کہ اس سختی اور تکلیف سے بچنے کے لیے خودکشی کرتا ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ۲۵: زنا پر اکراہ ہوا خواہ اکراہ مُلجی ہو یا غیر مُلجی، زنا کی اجازت نہیں مگر اس زانی پر اکراہ ملجی میں حد نہیں اور عورت کو مجبور کیا گیا اور اکراہ ملجی ہے تو اسے رخصت ہے اور غیر ملجی ہے تو رخصت نہیں اور عورت سے اکراہ غیر ملجی میں بھی حد ساقط ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ۲۶: لواطت پر اِکراہ ہوا اکراہ مُلجی ہو یا غیر مُلجی بہرصورت اس کی اجازت نہیں۔[7] (ردالمحتار)

1 ......"الدرالمختار"، كتاب الإكراه، ج٩، ص٢٢٨.

2 ......المرجع السابق، ص٢٢٩. 3 ......المرجع السابق.

4 ......"ردالمحتار"، كتاب الإكراه، مطلب: بيع المكره فاسدٌ...إلخ، ج٩، ص٢٣٠.

5 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الإكراه، الباب الثاني فيمايحل...إلخ، ج٥، ص٤٠.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الإكراه، ج٩، ص٢٣٠.

7 ......"ردالمحتار"، كتاب الإكراه، مطلب: بيع المكره فاسدٌ...إلخ، ج٩، ص٢٣١.

مسئلہ ۲۷: عورت کو زنا کرانے پر مجبور کیا اور اس نے مرد کو قابو دے دیا تو عورت بھی گنہگار ہے اور قابو نہ دیا اور اس کے ساتھ کرلیا گیا تو عورت گنہگار نہیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۸: زنا پر اکراہ ہوا اس نے زنا نہیں کیا اور قتل کر دیا گیا اس کو ثواب ملے گا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۹: نکاح و طلاق و عتاق پر اکراہ ہوا یعنی دھمکی دے کر ایجاب یا قبول کرالیا یا طلاق کے الفاظ کہلوائے یا غلام کو آزاد کرایا تو یہ سب صحیح ہو جائیں گے اور غلام کی قیمت مکرِہ سے وصول کرسکتا ہے اور طلاق کی صورت میں اگر عورت غیر مدخولہ ہے تو نصف مہر وصول کرسکتا ہے اور مدخولہ ہے تو کچھ نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۳۰: خود زوجہ نے شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کیا اور اکراہ ملجی ہے تو عورت شوہر سے کچھ نہیں لے سکتی اور غیر ملجی ہے تو نصف مہَر لے سکتی ہے۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۱: نکاح میں مہَر ذکر نہیں کیا گیا اور اکراہ کے ساتھ طلاق دلوائی گئی تو شوہر پر متعہ واجب ہے جس کا بیان کتاب الطلاق میں گزرا اور مکرِہ سے اس کو وصول کرے گا۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۲: ایک طلاق دینے پر اکراہ ہوا اور اس نے تین طلاقیں دے دیں اور عورت غیر مدخولہ ہے تو مکرِہ سے نصف مہَر واپس نہیں لے سکتا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۳: اس پر اکراہ ہوا کہ زوجہ کو تفویض طلاق کردے[7] یا اس کی طلاق فلاں شخص کے اختیار میں دے دے اس نے ایسا ہی کر دیا اور زوجہ یا اس شخص نے طلاق دے دی طلاق ہو جائے گی اور غیر مدخولہ ہے، تو نصف مہر مکرِہ سے وصول کرے گا۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإکراہ، الباب الثانی فیمایحل... إلخ، ج٥، ص٤٨.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الإکراہ، ج٩، ص٢٣١.

4 ......"ردالمحتار"، کتاب الإکراہ، مطلب: بیع المکرہ فاسدٌ... إلخ، ج٩، ص٢٣٢.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإکراہ، الباب الثانی فیمایحل... إلخ، ج٥، ص٤٢.

7 ......یعنی طلاق سپرد کردے۔

8 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الإکراہ، الباب الثانی فیمایحل... إلخ، ج٥، ص٤٢.

مسئلہ ۳۴: مرد مریض نے اپنی عورت کومجبور کیا کہ وہ اس سے طلاق بائن کی درخواست کرے عورت نے اس سے کہا کہ تو مجھے طلاق بائن دے دے اس نے دے دی اور عدت ہی میں وہ شخص مرگیا عورت وارث ہوگی اور اگر عورت نے دو طلاق بائن کی درخواست کی تو وارث نہیں ہوگی۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: عورت کومجبور کیا گیا کہ ایک ہزار کے بدلے میں شوہر کی طلاق قبول کرے اس نے قبول کرلی ایک طلاق رجعی واقع ہوگی اوراوس پر روپے واجب نہیں ہوں گے اوراگر ایک ہزار پر خلع کے لیے عورت پر اکراہ ہوا اوراس نے خلع کرایا تو طلاق بائن واقع ہوگی اور مال واجب نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۶: ایک شخص کومجبور کیا گیا کہ فلانی عورت سے دس ہزار مہَر پر نکاح کرے اوراس عورت کا مہر مثل ایک ہزار ہے اس نے دس ہزار مہر پر نکاح کیا نکاح صحیح ہے مگر مہر ایک ہی ہزار واجب ہوگا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۷: ایک شخص ہزار روپے پر خلع کرنے میں مجبور کیا گیا اوراس کی عورت کا مہر چار ہزار ہے اس نے خلع کرلیا اورعورت خلع کرانے پر مجبور نہیں کی گئی ہے تو ایک ہزار پر خلع ہوگیا عورت کے ذمہ یہ روپے لازم ہوں گے اور مرد مجبور کرنے والے سے کچھ نہیں لے سکتا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸: اکراہ کے ساتھ یہ سب چیزیں صحیح ہیں نذر، یمین، ظہار، رجعت، ایلا، فے یعنی اس کومنت ماننے پر مجبور کیا کہ نماز یا روزہ یا صدقہ یا حج کی منت مانے اوراس نے مان لی تو منت پوری کرنی ہوگی۔ یو ہیں ظہار کیا تو بغیر کفارہ عورت سے قربت جائز نہ ہوگی اور ایلا کیا تو اس کے احکام بھی جاری ہوں گے اور رجعت کرلی تو رجعت ہوگئی اور ایلا کیا تھا فے کرنے پر مجبور کیا گیا فے ہوگئی۔[5] (عالمگیری، درمختار)

مسئلہ ۳۹: عورت سے ظہار کیا تھا اس کومجبور کیا گیا کہ ظہار کے کفارہ میں اپنا غلام آزاد کرے اس نے آزاد کیا اگر یہ غلام غیر معین ہے جب تو کچھ نہیں کہ اس نے اپنا فرض ادا کیا اوراگر معین غلام کو آزاد کرایا تو دو صورتیں ہیں وہی سب میں گھٹیا اور کم

---

1 ……"الفتاوى الهندية"، كتاب الإكراه،الباب الثاني فيمايحل...إلخ، ج٥، ص٤٣.

2 ……المرجع السابق.

3 ……المرجع السابق، ص٤٤.

4 ……المرجع السابق، ص٤٦.

5 ……"الفتاوى الهندية"، كتاب الإكراه،الباب الثاني فيمايحل...إلخ، ج٥، ص٤٦.

و"الدرالمختار"، كتاب الإكراه، ج٩، ص٢٣٢.

درجہ کا ہے جب بھی مکرِہ پر ضمان واجب نہیں اور اگر دوسرے غلام اس سے گھٹیا ہیں تو مکرِہ پر اس کی قیمت واجب ہے اور کفارہ ادا نہ ہوا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۰: قسم کے کفارہ دینے پر مجبور کیا گیا اور یہ معین نہیں کیا ہے کہ کونسا کفارہ دے اور اس نے کفارہ دے دیا کفارہ صحیح ہے اور اگر معیّن کر دیا ہے اور اس سے کم درجہ کا کفارہ دے سکتا تھا تو مکرِہ پر ضمان واجب ہے اور کفارہ صحیح نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۱: اکراہ کے ساتھ اسلام صحیح ہے۔[3] (درمختار) یعنی اگر اس نے اکراہ کی وجہ سے اپنا اسلام ظاہر کیا تو جب تک اس سے کفر ظاہر نہ ہو اس کو کافر نہ کہیں گے۔ اس لیے کہ یہ کیونکر یقین کیا جا سکتا ہے کہ اس نے محض خوف سے ہی اسلام ظاہر کیا ہے دل میں اس کے اسلام نہیں ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے زمانہ میں ایک کافر نے مسلمان پر حملہ کیا اور جب مسلمان نے حملہ کیا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا انھوں نے یہ خیال کر کے کہ محض تلوار کے خوف سے اسلام ظاہر کیا ہے کلمہ پڑھنے کے باوجود اس کو قتل کر ڈالا، جب حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) کو اس کی اطلاع ہوئی تو نہایت شدت سے انکار فرمایا[4]۔ اسلام صحیح ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ محض مونھ سے کہہ دینے سے ہی وہ حقیقۃً مسلمان ہے کہ اسلام حقیقی تو دل سے تصدیق کا نام ہے صرف مونھ سے بولنا کیا مفید ہوسکتا ہے جبکہ دل میں تصدیق نہ ہو۔

مسئلہ ۴۲: اکراہ کے ساتھ اس سے دَین معاف کرایا گیا یا کفیل[5] کو بَری کرایا گیا یا شفیع کو[6] طلبِ شفعہ سے روک دیا گیا یا کسی کو جبراً مرتد بنانا چاہا یہ سب چیزیں اکراہ سے نہیں ہوسکتیں۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۴۳: قاضی نے مجبور کر کے کسی سے چوری یا قتلِ عمد کا اقرار کرایا اور اس اقرار پر اس کا ہاتھ کاٹا گیا یا قصاص لیا گیا اگر وہ شخص نیک ہے تو قاضی سے قصاص لیا جائے گا اور اگر چوری و قتل میں متہم ہے مشہور ہے کہ چور ہے، قاتل ہے تو قاضی سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔[8] (درمختار)

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الإكراه، الباب الثاني فيما يحل... إلخ، ج٥، ص٤٦.

2 ...... المرجع السابق، ص٤٧.

3 ...... "الدرالمختار"، كتاب الإكراه، ج٩، ص٢٣٣.

4 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الجهاد، باب على مايقاتل المشركون، الحديث: ٢٦٤٣، ج٣، ص٦٣.

5 ...... کفالت کرنے والا یعنی ضامن۔

6 ...... حق شفعہ رکھنے والے کو۔

7 ...... "الدرالمختار"، كتاب الإكراه، ج٩، ص٢٣٤.

8 ...... المرجع السابق، ص٢٣٦.

مسئلہ ۴۴: شوہر نے عورت کو دھمکی دی کہ مہر معاف کردے یا ہبہ کردے[1] ورنہ تجھے ماروں گا اس نے ہبہ کر دیا یا معاف کردیا اگر شوہر اس کے مارنے پر قادر ہے تو ہبہ اور معاف کرنا صحیح نہیں اور اگر یہ دھمکی دی کہ ہبہ کردے ورنہ طلاق دے دوں گا یا دوسرا نکاح کرلوں گا تو یہ اکراہ نہیں اس صورت میں ہبہ کرے گی تو صحیح ہوجائے گا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۴۵: شوہر نے عورت کو اس کے باپ ماں کے یہاں جانے سے روک دیا کہ جب تک مہر نہ بخشے گی جانے نہیں دوں گا یہ بھی اکراہ کے حکم میں ہے کہ اس حالت میں بخشنا صحیح نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۴۶: ایک شخص کو دھمکی دی گئی کہ وہ اپنی فلاں چیز زید کو ہبہ کردے اس نے زید و عمرو دونوں کو ہبہ کردی عمرو کے حق میں ہبہ صحیح ہے اور زید کے حق میں صحیح نہیں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۷: ایک شخص کو کھانا کھانے پر اکراہ کیا گیا اور وہ کھانا بھی خود اسی کا ہے اگر وہ بھوکا ہے تو کچھ نہیں کہ اپنی چیز کا فائدہ خود اسی کو پہنچا اور اگر آسودہ تھا[5] تو مکرِہ سے تاوان لے گا۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۴۸: بہت سے مسلمان کافروں نے گرفتار کر لیے ہیں ان کافروں کا جو سرغنہ[7] ہے یہ کہتا ہے کہ اگر تم اپنی لونڈی زنا کے لیے دے دو تو ایک ہزار قیدی رہا کیے دیتا ہوں قیدی چھوڑانے کے لیے اس کو لونڈی دینا حلال نہیں اللہ تعالٰی ان اَسیروں کے لیے کوئی سبب پیدا کردے گا یا انھیں اس مصیبت پر صبر و اجر دے گا۔[8] (درمختار) اس سے اسلام کی نظافت و پاکیزگی کا اندازہ کرنا چاہیے کہ اپنے ایک ہزار آدمی کفار کے ہاتھ سے چھوڑانے کے لیے بھی اسلام اس کو جائز نہیں رکھتا کہ مسلمان اپنی لونڈی کو بھی زنا کے لیے دے بخلاف دیگر مذاہب کہ انھوں نے بہت معمولی باتوں کے لیے اپنی بی بیاں اور لڑکیاں پیش کردیں چنانچہ تاریخ عالم اس پر شاہد ہے معلوم ہوا کہ کفار کو جب کبھی کامیابی ہوئی تو اسی قسم کی حرکات سے۔

1 ......یعنی بطور تحفہ دیدے۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الاکراہ، ج۹، ص ۲۳۷.

3 ......المرجع السابق.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الإکراہ، الباب الاول فی تفسیرہ شرعاً...إلخ، ج۵، ص۳۸.

5 ......یعنی بھوکا نہ تھا۔

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الإکراہ، ج۹، ص۲۳۹.

7 ......یعنی سردار۔

8 ......"الدرالمختار"، کتاب الإکراہ، ج۹، ص۲۳۹.

مسئلہ ۴۹: چوروں نے کسی کو مجبور کیا کہ تمہارا مال کہاں ہے بتاؤ ورنہ ہم قتل کر ڈالیں گے اس نے نہیں بتایا انھوں نے قتل کر ڈالا یہ شخص گنہگار نہ ہوا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۰: مرد و عورت دونوں نے اس پر اتفاق کرلیا ہے کہ لوگوں کے سامنے ایک ہزار پر طلاق دوں گا اور طلاق دینا مقصود نہ ہوگا محض لوگوں کے دکھانے کے لیے ایسا کیا جائے گا چنانچہ لوگوں کے سامنے ایک ہزار پر طلاق دے دی۔ طلاق واقع ہوجائے گی اور مال لازم نہ ہوگا۔[2] (عالمگیری)

حجر کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَآءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِیْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِیٰمًا وَّ ارْزُقُوْهُمْ فِیْهَا وَ اكْسُوْهُمْ وَ قُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا۝ وَ ابْتَلُوا الْیَتٰمٰى حَتّٰۤى اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْۤا اِلَیْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ﴾[3]

''اور بے عقلوں کو ان کے مال نہ دو جو تمہارے پاس ہیں جن کو اللہ (عزوجل) نے تمہاری بسر اوقات کیا ہے اور انھیں اسی میں سے کھلاؤ اور پہناؤ اور ان سے اچھی بات کہو اور یتیموں کو آزماتے رہو یہاں تک کہ جب وہ نکاح کے قابل ہوں تو اگر تم ان کی سمجھ ٹھیک دیکھو تو ان کے مال انھیں سپرد کردو۔''

(حدیث ۱): امام احمد و ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ و دارقطنی انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص خرید و فروخت میں دھوکا کھا جاتے تھے ان کے گھر والوں نے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) ان کو مجبور کردیجئے[4] ان کو بلا کر حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے بیع سے منع فرمایا انھوں نے عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) میں بیع سے صبر نہیں کرسکتا حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''اگر بیع کو تم نہیں چھوڑتے تو جب بیع کرو یہ کہہ دیا کرو کہ دھوکا نہیں ہے''۔[5]

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الإكراه، الباب الثانی فيمايحل...إلخ، ج٥، ص٤٩.

2 ...... المرجع السابق، ص٥١.

3 ...... پ٤، النساء: ٥، ٦.

4 ...... یعنی ان کو خرید و فروخت سے روک دیجئے۔

5 ...... "المسند"، للإمام احمد بن حنبل، مسند أنس بن مالك بن النضر، الحديث: ١٣٢٧٥، ج٤، ص٤٣٣.

و"سنن أبی داود"، كتاب الإجارة، باب فی الرجل يقول...إلخ، الحديث: ٣٥٠١، ج٣، ص٣٩١.

(حدیث۲): دوسری حدیث میں فرمایا: ''تین شخصوں سے قلم اٹھالیا گیا ہے سوتے سے یہاں تک کہ بیدار ہو اور بچہ سے یہاں تک کہ بالغ ہوجائے اور مجنون سے یہاں تک کہ ہوش میں آئے''۔[1]

مسئلہ۱: کسی شخص کے تصرفات قولیہ روک دینے کو حجر کہتے ہیں۔ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف مراتب پر پیدا فرمایا ہے کسی کو سمجھ بوجھ اور دانائی و ہوشیاری عطا فرمائی اور بعض کی عقلوں میں فتور[2] اور کمزوری رکھی جیسے مجنون اور بچے کہ ان کی فہم و عقل میں جو کچھ قصور ہے وہ مخفی نہیں اگر ان کے تصرفات نافذ ہوجایا کریں اور بسا اوقات یہ اپنی کم فہمی سے[3] ایسے تصرفات کر جاتے ہیں جو خود ان کے لیے مضر ہیں تو انھیں کو نقصان اوٹھانا پڑے گا لہٰذا اس کی رحمتِ کاملہ نے ان کے تصرفات کو روک دیا کہ ان کو ضرر نہ پہنچنے پائے۔ باندی غلام کی عقل میں فتور نہیں ہے مگر یہ خود اور جو ان کے پاس ہے سب ملکِ مولیٰ ہے لہٰذا ان کو پرائی مِلک میں تصرّف کرنے کا کیا حق ہے۔

مسئلہ۲: حجر کے اسباب تین ہیں۔ نابالغی، جنون، رقیت نتیجہ یہ ہوا کہ آزاد عاقل بالغ کو قاضی مجور نہیں کرسکتا ہاں اگر کسی شخص کے تصرفات کا ضرر عام لوگوں کو پہنچتا ہو تو اس کو روک دیا جائے گا مثلاً طبیب جاہل کہ فن طب میں مہارت نہیں رکھتا اور علاج کرنے کو بیٹھ جاتا ہے لوگوں کو دوائیں دے کر ہلاک کرتا ہے۔ آج کل بکثرت ایسا ہوتا ہے کہ کسی شخص سے یا مدرسہ میں طب پڑھ لیتے ہیں اور علاج و معالجہ سے سابقہ بھی نہیں پڑتا دو تین برس کے بعد سند طب حاصل کر کے مطب کھول لیتے ہیں اور ہر طرح کے مریض پر ہاتھ ڈال دیتے ہیں مرض سمجھ میں آیا ہو یا نہ آیا ہو نسخے پلانا شروع کردیتے ہیں۔ وہ اس کہنے کو کسرِ شان[4] سمجھتے ہیں کہ میری سمجھ میں مرض نہیں آیا ایسوں کو علاج کرنا کب جائز و درست ہے۔ علاج کرنے کے لیے ضروری ہے کہ مدت دراز تک استاد کامل کے پاس بیٹھے اور ہر قسم کا علاج دیکھے اور استاد کی موجودگی میں علاج کرے اور طریق علاج کو استاد پر پیش کرتا رہے جب استاد کی سمجھ میں آجائے کہ یہ شخص اب علاج میں ماہر ہوگیا تو علاج کی اجازت دے۔ آج کل تعلیم اور امتحان کی سندوں کو علاج کے لیے کافی سمجھتے ہیں مگر یہ غلطی ہے اور سخت غلطی ہے، اسی کی دوسری مثال جاہل مفتی ہے کہ لوگوں کو غلط فتوے دے کر خود بھی گمراہ و گنہگار ہوتا ہے اور دوسروں کو بھی کرتا ہے طبیب ہی کی طرح آج کل مولوی بھی ہورہے ہیں کہ جو کچھ اس زمانہ میں مدارس میں تعلیم ہے وہ ظاہر ہے اول تو درس نظامی جو ہندوستان کے مدارس میں عموماً جاری ہے اس کی تکمیل کرنے والے بھی بہت قلیل افراد ہوتے ہیں عموماً کچھ معمولی طور پر پڑھ کر سند حاصل کرلیتے ہیں اور اگر پورا درس بھی پڑھا تو اس پڑھنے کا مقصد صرف اتنا ہے کہ اب اتنی

[1]......"المسند"، للإمام أحمد بن حنبل، مسند علي بن أبي طالب، الحديث: ۱۱۸۳، ج۱، ص۲۹۵.
و"سنن أبي داود"، كتاب الحدود، باب في المجنون يسرق... إلخ، الحديث: ۴۴۰۳، ج۴، ص۱۸۸.

[2]......خرابی، نقص۔ [3]......نادانی سے۔ [4]......بے عزتی، توہین۔

استعداد ہوگئی کہ کتابیں دیکھ کرمحنت کر کے علم حاصل کرسکتا ہے ورنہ درس نظامی میں دینیات کی جتنی تعلیم ہے ظاہر کہ اس کے ذریعہ سے کتنے مسائل پر عبور ہوسکتا ہے مگران میں اکثر کو اتنا بیباک[1] پایا گیا ہے کہ اگر کسی نے ان سے مسئلہ دریافت کیا تو یہ کہنا ہی نہیں جانتے کہ مجھے معلوم نہیں یا کتاب دیکھ کر بتاؤں گا کہ اس میں وہ اپنی توہین جانتے ہیں اٹکل پچو[2] جی میں جو آیا کہہ دیا۔ صحابۂ کبار وائمۂ اعلام کی زندگی کی طرف اگر نظر کی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ باوجود زبردست پایۂ اجتہاد رکھنے کے بھی وہ کبھی ایسی جرأت نہیں کرتے تھے جو بات نہ معلوم ہوتی اس کی نسبت صاف فرمادیا کرتے کہ مجھے معلوم نہیں۔ان نوآموز مولویوں کو[3] ہم خیرخواہانہ نصیحت کرتے ہیں کہ تکمیل درس نظامی کے بعد فقہ واصول وکلام وحدیث وتفسیر کا بکثرت مطالعہ کریں اور دین کے مسائل میں جسارت[4] نہ کریں جو کچھ دین کی باتیں ان پر منکشف وواضح ہوجائیں ان کو بیان کریں اور جہاں اشکال پیدا ہو[5] اس میں کامل غور وفکر کریں خود واضح نہ ہو تو دوسروں کی طرف رجوع کریں کہ علم کی بات پوچھنے میں کبھی عار[6] نہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ۳: جنون قوی ہو یا ضعیف حجر کے لیے سبب ہے۔معتوہ جس کو بوہرا کہتے ہیں وہ ہے جو کم سمجھ ہو اوس کی باتوں میں اختلاط ہو اوٹ پٹانگ باتیں[7] کرتا فاسد التدبیر ہو[8] مجنون کی طرح لوگوں کو مارتا گالی دیتا نہ ہو یہ معتوہ اس بچہ کے حکم میں ہے جس کو تمیز ہے۔[9] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۴: مجنون نہ طلاق دے سکتا ہے نہ اقرار کرسکتا ہے اسی طرح نابالغ کہ نہ اس کی طلاق صحیح نہ اقرار، مجنون اگر ایسا ہے کہ کبھی کبھی اسے افاقہ ہوجاتا ہے اور افاقہ بھی پوری طور پر ہوتا ہے تو اس حالت میں اس پر جنون کا حکم نہیں ہے اور اگر ایسا افاقہ ہے کہ عقل ٹھکانے پر نہیں آئی ہو تو نابالغ عاقل کے حکم میں ہے۔[10] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۵: غلام طلاق بھی دے سکتا ہے اور اقرار بھی کرسکتا ہے مگر اس کا اقرار اس کی ذات تک محدود ہے لہٰذا اگر مال کا اقرار کرے گا تو آزاد ہونے کے بعد اس سے وصول کیا جاسکتا ہے اور حدود وقصاص کا اقرار کرے گا تو فی الحال قائم کردیں گے آزاد ہونے کا انتظار نہیں کیا جائے گا۔[11] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ۶: نابالغ نے ایسا عقد کیا جس میں نفع وضرر دونوں ہوتے ہیں جیسے خرید وفروخت کہ نہ ہمیشہ اس میں نفع ہی

---

1 ......بے پرواہ، دلیر۔ 2 ......یعنی بے جانے بوجھے۔ 3 ......نئے نئے مولویوں کو۔
4 ......جرأت۔ 5 ......کسی مسئلہ میں مشکل پیش آئے۔ 6 ......شرم۔
7 ......بیہودہ باتیں۔ 8 ......یعنی سوچ وبچار میں درستگی نہ ہو۔
9 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الحجر، ج۹، ص۲۴۳ و کتاب الطلاق، مطلب: فی الحشیشۃ...إلخ، ج۴، ص۴۳۸.
10 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الحجر، ج۹، ص ۲۴۴.
11 ......"الدرالمختار"، کتاب الحجر، ج۹، ص۲۴۵، وغیرہ.

ہوتا ہے نہ ہمیشہ ضرر، اگر وہ خریدنے اور بیچنے کے معنی جانتا ہو کہ خریدنا یہ ہے کہ دوسرے کی چیز ہماری ہوجائے گی اور بیچنا یہ کہ اپنی چیز اپنی نہ رہے گی دوسرے کی ہوجائے گی تو اس کا عقد ولی کی اجازت پر موقوف ہوتا ہے جائز کردے گا جائز ہوجائے گا رد کردے گا باطل ہوجائے گا اور اگر اتنا بھی نہ جانتا ہو کہ بیچنا اور خریدنا اسے کہتے ہیں تو اس کا عقد باطل ہے ولی کے جائز کرنے سے بھی جائز نہیں ہوگا مجنون کا بھی یہی حکم ہے۔[1] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۷: فعل میں حجر نہیں ہوتا یعنی ان کے افعال کو کالعدم نہیں سمجھا جائے گا بلکہ ان کا اعتبار کیا جائے گا لہٰذا نابالغ یا مجنون نے کسی کی کوئی چیز تلف کردی تو ضمان واجب ہے فی الحال تاوان وصول کیا جائے گا یہ نہیں کہ جب وہ بالغ ہو یا مجنون ہوش میں آئے اس وقت تاوان وصول کریں یہاں تک کہ اگر ایک دن کے بچہ نے کروٹ لی اور کسی شخص کی شیشہ کی کوئی چیز تھی وہ ٹوٹ گئی اس کا بھی تاوان دینا ہوگا۔[2] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۸: بچہ نے کسی سے قرض لیا یا اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھی گئی یا اس کو کوئی چیز عاریت دی گئی یا اس کے ہاتھ کوئی چیز بیع کی گئی اور یہ سب کام ولی کی بغیر اجازت ہوئے اور بچہ نے وہ چیز تلف کردی تو ضمان واجب نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۹: آزاد عاقل بالغ پر حجر نہیں کیا جاسکتا کہ مثلاً وہ سفیہ ہے مال کو بیجا خرچ کرتا ہے عقل و شرع کے خلاف وہ اپنے مال کو برباد کرتا ہے۔ گانے بجانے والوں کو دے دیتا ہے تماشہ کرنے والوں کو دیتا ہے کبوتر بازی میں مال اڑاتا ہے بیش قیمت کبوتروں کو خریدتا ہے پتنگ بازی میں آتش بازی میں اور طرح طرح کی بازیوں میں مال ضائع کرتا ہے۔ خرید و فروخت میں بے محل ٹوٹے میں پڑتا ہے[4] کہ ایک روپیہ کی چیز ہے دس پانچ میں خرید لی دس کی چیز ہے بلاوجہ ایک روپیہ میں بیع کر ڈالی۔ غرض اسی قسم کے بیوقوفی کے کام جو شخص کرتا ہے اس کو ہمارے امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک حجر نہیں کیا جاسکتا اسی طرح فسق یا غفلت کی وجہ سے یا مدیون ہے اس وجہ سے اس پر حجر نہیں ہوسکتا مگر صاحبین[5] کے نزدیک ان صورتوں میں بھی حجر کیا جاسکتا ہے اور صاحبین ہی کے قول پر یہاں فتویٰ دیا جاتا ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الحجر، ج ٢، ص ٢٧٧.
و"الدرالمختار"، كتاب الحجر، ج ٩، ص ٢٤٥.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الحجر، ج ٩، ص ٢٤٦.
و"الفتاوى الهندية"، كتاب الحجر، الباب الاول في تفسيره شرعاً...إلخ، ج ٥، ص ٥٤.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الحجر، ج ٩، ص ٢٤٧.

4 ......خسارے میں پڑتا ہے، نقصان اٹھاتا ہے۔

5 ......یعنی حضرت امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما۔

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحجر، ج ٩، ص ٢٤٧.

مسئلہ ۱۰: سفیہ یعنی جس آزاد عاقل بالغ پر حجر ہوا اس کے وہ تصرفات [1] جو فسخ کا احتمال رکھتے ہیں اور ہزل سے باطل ہو جاتے ہیں انھیں میں حجر کا اثر ہوتا ہے کہ یہ شخص نابالغ عاقل کے حکم میں ہوتا ہے اور جو تصرفات ایسے ہیں کہ نہ فسخ ہوسکیں اور نہ ہزل سے [2] باطل ہوں ان میں حجر کا اثر نہیں ہوتا لہٰذا نکاح، طلاق، عتاق، استیلاد [3]، تدبیر [4]، وجوب زکوٰۃ و فطرہ وحج و دیگر عبادات بدنیہ، باپ دادا کی ولایت کا زائل ہونا، نفقہ میں خرچ کرنا یعنی اپنے اور اہل وعیال پر اور ان لوگوں پر خرچ کرنا جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے، نیک کاموں میں ایک تہائی تک وصیت کرنا، عقوبات [5] کا اقرار کرنا یہ چیزیں وہ ہیں کہ باوجود حجر بھی صحیح ہیں اور ان کے علاوہ جن میں ہزل کا اعتبار رہے وہ قاضی کی اجازت سے کرسکتا ہے یعنی قاضی اگر نافذ کردے گا تو نافذ ہو جائیں گے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۱: نابالغ جس کا مال ولی یا وصی کے قبضہ میں تھا وہ بالغ ہوا اور اس کی حالت اچھی معلوم ہوتی ہے اور چال چلن ٹھیک ہیں (یہاں نیک چلنی کے صرف یہ معنےٰ ہیں کہ مال کو موقع سے خرچ کرتا ہو اور بے موقع خرچ کرنے سے رکتا ہو جس کو رشد کہتے ہیں) تو اس کے اموال اسے دے دیے جائیں اور اگر چال چلن اچھے نہ ہوں تو اموال نہ دیے جائیں جب تک اس کی عمر پچیس سال کی نہ ہو جائے اور اس کے تصرفات پچیس سال سے قبل بھی نافذ ہوں گے اور اس عمر تک پہنچنے کے بعد بھی اس میں رشد ظاہر نہ ہوا تو امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک اب مال دے دیا جائے وہ جو چاہے کرے مگر صاحبین فرماتے ہیں کہ اب بھی نہ دیا جائے جب تک رشد ظاہر نہ ہو مال سپرد نہ کیا جائے اگرچہ اوس کی عمر ستر سال کی ہو جائے۔[7] (ہدایہ وغیرہا)

مسئلہ ۱۲: بالغ ہونے کے بعد نیک چلن تھا اور اموال دے دیے گئے اب اس کی حالت خراب ہوگئی تو امام اعظم کے نزدیک حجر نہیں ہوسکتا مگر صاحبین کے نزدیک مجور کر دیا جائے گا جیسا اوپر مذکور ہوا۔[8] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۳: کسی شخص پر کثرت سے دَین ہوگئے قرض خواہوں کو اندیشہ ہے کہ اگر اس نے اپنے اموال کو ہبہ کر دیا یا صدقہ کر دیا یا اور کسی طرح خرچ کر ڈالا تو ہم اپنے دَین کیونکر وصول کریں گے انھوں نے قاضی سے مجور کرنے کی درخواست کی تو

---

1 ......معاملات۔
2 ......مذاق سے۔
3 ......لونڈی کو اُم ولد بنانا۔
4 ......غلام یا لونڈی کو مدبر یا مدبرہ بنانا۔
5 ......جرائم۔
6 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحجر، ج۹، ص۲۵۰۔۲۵۳.
7 ......"الهداية"، کتاب الحجر، باب الحجر للفساد، ج۲، ص۲۷۹، وغيرها.
8 ......"الهداية"، کتاب الحجر، باب الحجر للفساد، ج۲، ص۲۷۹.

ایسے شخص کو قاضی مجور کر دے گا اب اس کے تصرفات ہبہ وغیرہ نافذ نہیں ہوں گے اور قاضی اس کے اموال کو بیع کر کے دَین ادا کر دے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۴: ایک شخص مفلس (دیوالیا) ہوگیا اور اس کے پاس کچھ وہ چیزیں ہیں جن کو اس نے خریدا ہے اور ثمن بائع کو نہیں دیا ہے تو یہ چیز تنہا بائع کو نہیں ملے گی بلکہ اس میں دیگر قرض خواہ بھی شریک ہیں جتنی بائع کے حصہ میں آئے اتنی ہی لے سکتا ہے اور اگر اس نے اب تک اس چیز پر قبضہ ہی نہیں کیا ہے یا بغیر اجازت بائع قبضہ کرلیا ہے تو تنہا بائع اس کا حقدار ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۵: مدیون کا دَین نقود سے[3] ادا کیا جائے گا ان سے نہ ادا ہو تو دیگر سامان سے اور ان سے بھی نہ ہو تو جائداد غیر منقولہ سے اور صرف ایک جوڑا کپڑے کا اوس کے لیے چھوڑ دیا جائے باقی سب اموال ادائے دَین میں صرف کر دیے[4] جائیں۔[5] (عالمگیری)

بلوغ کا بیان

مسئلہ ۱: لڑکے کو جب انزال ہوگیا وہ بالغ ہے وہ کسی طرح ہو سوتے میں ہو جس کو احتلام کہتے ہیں یا بیداری کی حالت میں ہو۔ اور انزال نہ ہو تو جب تک اس کی عمر پندرہ سال کی نہ ہو بالغ نہیں جب پورے پندرہ سال کا ہوگیا تو اب بالغ ہے علامات بلوغ پائے جائیں یا نہ پائے جائیں ۔لڑکے کے بلوغ کے لیے کم سے کم جو مدت ہے وہ بارہ سال کی ہے یعنی اگر اس مدت سے قبل وہ اپنے کو بالغ بتائے اس کا قول معتبر نہ ہوگا۔[6] (عالمگیری، درمختار)

مسئلہ ۲: لڑکی کا بلوغ احتلام سے ہوتا ہے یا حمل سے یا حیض سے ان تینوں میں سے جو بات بھی پائی جائے تو وہ بالغ قرار پائے گی اور ان میں سے کوئی بات نہ پائی جائے تو جب تک پندرہ سال کی عمر نہ ہو جائے بالغ نہیں اور کم سے کم اس کا بلوغ نوسال میں ہوگا اس سے کم عمر ہے اور اپنے کو بالغہ کہتی ہو تو معتبر نہیں۔[7] (درمختار وغیرہ)

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الحجر، ج۹، ص۲۵٤.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی جو رقم نقدی کی صورت میں موجود ہے اُس سے۔ 4 ......یعنی قرض کی ادائیگی میں خرچ کیے۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الحجر، الباب الثالث فی الحجر بسبب الدين، ج٥، ص٦٢.

6 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الحجر، الباب الثانی فی الحجر للفساد، الفصل الثانی، ج٥، ص٦١.
و"الدرالمختار"، کتاب الحجر، فصل، ج۹، ص۲٥۹، ۲٦۰.

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الحجر، فصل، ج۹، ص۲٦۰، وغیرہ.

مسئلہ۳: لڑکے کی عمر بارہ سال یا لڑکی کی نو سال کی ہو اور وہ اپنے کو بالغ بتاتے ہیں اگر ظاہر حال ان کی تکذیب نہ کرتا ہو[1] کہ ان کے ہم عمر بالغ ہوں تو ان کی بات مان لی جائے گی۔[2] (درمختار)

مسئلہ۴: جب ان کا بالغ ہونا تسلیم کرلیا گیا تو بالغ کے جتنے احکام ہیں ان پر جاری ہوں گے اور اس کے بعد وہ اپنے بالغ ہونے سے انکار کرے بھی تو معتبر نہ ہوگا اگرچہ یہ احتمال ہے کہ وہ نابالغ ہو اس کی بیع و تقسیم نہیں توڑی جائیں گی۔[3] (درمختار)

مسئلہ۵: جس لڑکے کی عمر بارہ سال کی ہو اور اس کے ہم عمر بالغ ہوں اس نے اپنی عورت سے جماع کیا اور عورت کے بچہ پیدا ہوا تو اس کے بلوغ کا حکم دیا جائے گا اور بچہ ثابت النسب ہوگا۔[4] (عالمگیری)

ماذون کا بیان

حجر سے تصرفات نہیں کرسکتا تھا جس کا بیان گزرا اس حجر کے دور کرنے کو اذن کہتے ہیں یہاں صرف ان مسائل کو بیان کرنا ہے جن کا تعلق نابالغ یا معتوہ سے ہے غلام ماذون کے مسائل ذکر کرنے کی حاجت نہیں۔

مسئلہ۱: نابالغ کے تصرفات تین قسم ہیں۔ نافع محض[۱] یعنی وہ تصرف جس میں صرف نفع ہی نفع ہے جیسے اسلام قبول کرنا۔ کسی نے کوئی چیز ہبہ کی اس کو قبول کرنا اس میں ولی کی اجازت درکار نہیں۔ ضار محض[۲] جس میں خالص نقصان ہو یعنی دنیوی مضرت ہو اگرچہ آخرت کے اعتبار سے مفید ہو جیسے صدقہ و قرض، غلام کو آزاد کرنا۔ زوجہ کو طلاق دینا۔ اس کا حکم یہ ہے کہ ولی اجازت دے تو بھی نہیں کرسکتا بلکہ خود بھی بالغ ہونے کے بعد اپنی نابالغی کے ان تصرفات کو نافذ کرنا چاہے نہیں کرسکتا۔ اس کا باپ یا قاضی ان تصرفات کو کرنا چاہیں تو یہ بھی نہیں کرسکتے۔ بعض[۳] وجہ سے نافع بعض وجہ سے ضار جیسے بیع، اِجارہ، نکاح یہ اذن ولی پر موقوف ہیں۔[5] (درمختار وغیرہ) نابالغ سے مراد وہ ہے جو خرید و فروخت کا مطلب سمجھتا ہو جس کا بیان اوپر گزر چکا اور جو اتنا بھی نہ سمجھتا ہو اوس کے تصرفات ناقابل اعتبار ہیں۔ معتوہ کے بھی یہی احکام ہیں جو نابالغ سمجھ وال کے ہیں۔

مسئلہ۲: جب ولی نے بیع کی اجازت دے دی تو اس نے جس قیمت پر بھی خرید و فروخت کی ہو جائز ہے اور اذن

---

1 ......جھٹلاتا نہ ہو۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الحجر، فصل، ج۹، ص۲٦٠.

3 ......المرجع السابق، ۲٦۱.

4 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الحجر، الباب الثانی فی الحجر للفساد، الفصل الثانی، ج۵، ص٦۱.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الماذون، ج۹، ص۲۹۱، وغیرہ.

سے قبل جو عقد کیا ہے وہ اذن پر موقوف ہے ولی کے نافذ کرنے سے نافذ ہوگا اور اذن کے بعد وہ ان تصرفات میں آزاد بالغ کی مثل ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: نابالغ غیر ماذون نے بیع کی تھی اور ولی نے اس کے متعلق کچھ نہیں کہا تھا یہاں تک کہ یہ خود بالغ ہوگیا تو اب اجازت ولی پر موقوف نہیں ہے یہ خود نافذ کرسکتا ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۴: ولی باپ ہے باپ کے مرنے کے بعد اس کا وصی پھر وصی کا وصی پھر دادا پھر اس کا وصی پھر اس وصی کا وصی پھر بادشاہ یا قاضی یا وہ جس کو قاضی نے وصی مقرر کیا ہو ان تینوں میں تقدیم و تاخیر نہیں ان تینوں میں سے جو تصرف کردے گا نافذ ہوگا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: چچا اور بھائی اور ماں یا اس کے وصی کو ولایت نہیں ہے تو بہن پھوپی خالہ کو کیا ہوتی۔[4] (عالمگیری، درمختار) یہاں مال کی ولایت کا ذکر ہے نکاح کا ولی کون ہے اس کو ہم کتاب النکاح میں[5] بیان کر چکے ہیں وہاں سے معلوم کریں۔

مسئلہ ۶: ولی نے نابالغ یا معتوہ کو بیع کرتے دیکھا اور منع نہ کیا خاموش رہا تو یہ سکوت[6] بھی اذن ہے اور قاضی نے ان کو بیع و شراء[7] کرتے دیکھا اور خاموش رہا تو اس کا سکوت اذن نہیں۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۷: نابالغ و معتوہ کے لیے ولی نہ ہو یا ولی ہو مگر وہ بیع وغیرہ کی اجازت نہ دیتا ہو تو قاضی کو اختیار ہے کہ وہ اجازت دیدے۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۸: قاضی نے اجازت دے دی اس کے بعد وہ قاضی مرگیا یا معزول ہوگیا تو باپ وغیرہ اب بھی اسے نہیں روک سکتے اور وصی نے اجازت دی تھی پھر وہ مرگیا تو حجر ہوگیا یعنی اس کے بعد جو ولی ہے اس کی اجازت درکار ہے۔[10] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الماذون، الباب الثانی عشرفی الصبی اوالمعتوه...إلخ، ج٥، ص١١٠.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الماذون، ج٩، ص٢٩١.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الماذون، الباب الثانی عشرفی الصبی اوالمعتوه...إلخ، ج٥، ص١١٠.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الماذون، الباب الثانی عشرفی الصبی اوالمعتوه...إلخ، ج٥، ص١١٠.
و"الدرالمختار"، كتاب الماذون، ج٩، ص٢٩٣.

5 ......بہارشریعت، ج٢، حصہ ٧ میں۔ 6 ......خاموشی۔ 7 ......خرید و فروخت۔

8 ......"الدرالمختار"، كتاب الماذون، ج٩، ص٢٦٤، ٢٦٦، ٢٩٤.

9 ......المرجع السابق، ص٢٩٤.

10 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الماذون، الباب الثانی عشرفی الصبی اوالمعتوه...إلخ، ج٥، ص١١٢، ١١٣.

مسئلہ۹: ان دونوں یعنی نابالغ ومعتوہ کے پاس جو چیز ہے اس کے متعلق یہ اقرار کیا کہ یہ فلاں کی ہے خواہ یہ چیز ان کے کسب کی ہو یا میراث میں ملی ہو ان کا اقرار صحیح ہے اور اگر باپ نے ہی ان کو اذن دیا اور اسی کے لیے اقرار کیا تو یہ اقرار صحیح نہیں۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۱۰: باپ نے اپنے دو نابالغ لڑکوں کو اجازت دی ان میں سے ایک نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی یہ بیع جائز ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۱۱: لڑکا مسلمان ہے اور اس کا باپ کافر ہے تو یہ باپ ولی نہیں اور اس کو اذن دینے کا اختیار نہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۱۲: نابالغ ماذون پر دعویٰ ہوا اور وہ انکار کرتا ہے تو اس پر حلف[4] دیا جائے گا۔[5] (عالمگیری)

غصب کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَأْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ﴾[6]

''ایک کا مال دوسرا شخص ناحق طور پر نہ کھائے۔''

حدیث۱: صحیح بخاری وصحیح مسلم میں سعید بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم فرماتے ہیں: ''جس نے ایک بالشت زمین ظلم کے طور پر لے لی قیامت کے دن ساتوں زمینوں سے اتنا حصہ طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا۔''[7]

حدیث۲: صحیح بخاری شریف میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ حضور اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: ''جس نے کسی کی زمین میں سے کچھ بھی ناحق لے لیا قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسا دیا جائے گا۔''[8]

1 ......''الدرالمختار''و''ردالمحتار''، کتاب الماذون، مبحث: فی تصرف الصبی...إلخ، ج۹، ص۲۹۵.

2 ......''الفتاوی الهندية''، کتاب الماذون، الباب الثانی عشرفی الصبی اوالمعتوه...إلخ، ج۵، ص۱۱۰.

3 ......المرجع السابق، الباب التاسع فی الشهادة علی العبد الماذون...إلخ، ج۵، ص۱۰۳.

4 ......قسم۔

5 ......''الفتاوی الهندية''، کتاب الماذون، الباب الثالث عشرفی المتفرقات، ج۵، ص۱۱۵.

6 ......پ۲، البقرة:۱۸۸.

7 ......''صحيح البخاري''، کتاب بدء الخلق، باب ماجاء في سبع ارضين، الحديث:۳۱۹۸، ج۲، ص۳۷۷.

8 ......المرجع السابق، باب ماجاء في سبع ارضين، الحديث:۳۱۹۶، ج۲، ص۳۷۶.

حدیث ۳و۴: امام احمد نے یعلٰی بن مُرّہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس نے ناحق زمین لی قیامت کے دن اسے یہ تکلیف دی جائے گی کہ اس کی مٹی اٹھا کر میدان حشر میں لائے۔''(1) دوسری روایت امام احمد کی انھیں سے یوں ہے کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''جس نے ایک بالشت زمین ظلم کے طور پر لی۔ اللہ عزوجل اسے یہ تکلیف دے گا کہ اس حصہ زمین کو کھودتا ہوا سات زمین تک پہنچے پھر یہ سب اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا اور یہ طوق اس وقت تک اس کے گلے میں رہے گا کہ تمام لوگوں کے مابین فیصلہ ہو جائے۔''(2)

حدیث ۵: صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''کوئی شخص دوسرے کا جانور بغیر اجازت نہ دوہے(3) کیا تم میں کوئی شخص یہ پسند کرتا ہے کہ اس کے بالاخانہ پر کوئی آ کر خزانہ کی کوٹھری توڑ کر جو کچھ اس میں کھانے کی چیزیں ہیں اوٹھا لے جائے۔ ان لوگوں یعنی اعراب اور بدویوں کے کھانے کے خزانے جانوروں کے تھن ہیں''(4) یعنی جانوروں کا دودھ ہی ان کی غذا ہے۔

حدیث ۶: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے زمانہ میں آفتاب میں گہن لگا اور اسی روز حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے صاحبزادہ حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی تھی حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے گہن کی نماز پڑھائی اور اس کے بعد یہ فرمایا: ''تمام وہ چیزیں جن کی تمہیں خبر دی جاتی ہے سب کو میں نے اپنی اس نماز میں دیکھا میرے سامنے دوزخ پیش کی گئی اور یہ اس وقت کہ تم نے مجھے پیچھے ہٹتے ہوئے دیکھا کہ کہیں اوس کی لپٹ نہ لگ جائے میں نے اس میں صاحبِ مِحْجن کو دیکھا کہ وہ اپنی آنتیں جہنم میں گھسیٹ رہا ہے۔ (مِحْجن اس چھڑی کو کہتے ہیں جس کی مونٹھ(5) ٹیڑھی ہوتی ہے جاہلیت میں ایک شخص عمرو بن لحی نامی تھا، جو اسی قسم کی چھڑی رکھتا اس کو صاحبِ مِحْجن کہتے تھے) وہ حاجیوں کی چیز چھڑی کی مونٹھ سے کھینچ لیا کرتا تھا اگر حاجی کو پتا چل جاتا کہ میری چیز کسی نے کھینچ لی تو کہہ دیتا کہ تمہاری چیز میری چھڑی کی مونٹھ سے لگ گئی اور اسے پتا نہ چلتا تو یہ چیز اٹھا لے جاتا۔ اور میں نے جہنم میں بلی والی عورت کو دیکھا جس نے بلی پکڑ کر باندھ رکھی تھی نہ اسے کچھ کھلایا نہ چھوڑا کہ وہ کچھ کھا لیتی وہ بلی اسی حالت میں بھوک سے مرگئی پھر اس کے بعد جنت میرے سامنے پیش کی گئی۔ یہ اس وقت

1 ......''المسند''، للإمام أحمد بن حنبل، حديث يعلى بن مرة الثقفي، الحديث: ١٧٥٦٩، ج٦، ص١٧٧.

2 ......المرجع السابق، الحديث: ١٧٥٨٢، ج٦، ص١٨٠.

3 ......یعنی دودھ نہ نکالے۔

4 ......''صحيح مسلم''، كتاب اللقطة، باب تحريم حلب الماشية بغير إذن مالكها، الحديث: ١٣ـ(١٧٢٦)، ص٩٥٠.

5 ......چھڑی کا سرا، قبضہ۔

کہ تم نے مجھے آگے بڑھتے دیکھا یہاں تک کہ اپنی جگہ پر جا کر کھڑا ہو گیا اور میں نے ہاتھ بڑھایا تھا اور میں نے ارادہ کیا تھا کہ جنت کے پھلوں میں سے کچھ لے لوں کہ تم بھی انھیں دیکھ لو پھر میری سمجھ میں آیا کہ ایسا نہ کروں۔''(1)

حدیث ۷: بیہقی نے شعب الایمان اور دارقطنی نے مجتبیٰ میں ابوحرہ رقاشی سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''خبردار تم لوگ ظلم نہ کرنا سن لو کسی کا مال بغیر اس کی خوشی کے حلال نہیں۔''(2)

حدیث ۸: ترمذی و ابوداود نے سائب بن یزید سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''کوئی شخص اپنے بھائی (مسلمان) کی چھڑی ہنسی مذاق میں واقعی طور پر نہ لے لے یعنی ظاہر تو یہ ہے کہ مذاق کر رہا ہے اور حقیقت یہ ہے کہ لینا ہی چاہتا ہے اور جس نے اس طرح لی ہو وہ واپس کر دے۔''(3)

حدیث ۹: امام احمد و ابوداود و نسائی سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنا بعینہٖ مال کسی کے پاس پائے تو وہی حقدار ہے اور وہ شخص جس کے پاس مال تھا اگر اس نے کسی سے خریدا ہے تو وہ اپنے بائع سے مطالبہ کرے۔''(4)

حدیث ۱۰: ابوداود نے سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص جانوروں میں پہنچے (اور دودھ دوہنا چاہے) اگر مالک وہاں ہو تو اس سے اجازت لے لے اور وہاں نہ ہو تو تین مرتبہ مالک کو آواز دے اگر کوئی جواب دے تو اس سے اجازت لے کر دوہے اور جواب نہ آئے تو دوہ کر پی لے وہاں سے لے نہ جائے۔''(5) (یہ حکم اس وقت ہے کہ یہ شخص مضطر ہو)

حدیث ۱۱: ترمذی و ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص باغ میں جائے تو کھائے، جھولی میں رکھ کر لے نہ جائے۔''(6) (یہ بھی اضطرار کی صورت میں ہے یا وہاں کا ایسا عرف ہوگا)۔

حدیث ۱۲: ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ رافع بن عَمْرو غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں میں لڑکا تھا انصار

---

1 ...... "صحيح مسلم"، كتاب الكسوف، باب ماعرض على النبي صلى الله عليه وسلم... إلخ، الحديث: ١٠-(٩٠٤)، ص ٤٥١.

2 ...... "شعب الإيمان"، الباب الثامن و الثلاثون... إلخ، باب في قبض اليد... إلخ، الحديث: ٥٤٩٢، ج٤، ص٣٨٧.

و"المسند" للامام احمد بن حنبل، مسند البصريين، حديث عم ابى حرة الرقاشي، الحديث ٢٠٧٢٠، ج٧، ص٣٧٦.

3 ...... "جامع الترمذي"، كتاب الفتن، باب ماجاء لايحل لمسلم... إلخ، الحديث: ٢١٦٧، ج٤، ص٦٥.

4 ...... "سنن أبي داود"، كتاب البيوع، باب في الرجل يجد عين ماله... إلخ، الحديث: ٣٥٣١، ج٣، ص٤٠٣.

5 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الجهاد، باب في ابن السبيل يأكل من التمر... إلخ، الحديث: ٢٦١٩، ج٣، ص٥٥.

6 ...... "جامع الترمذي"، كتاب البيوع، باب ماجاء في الرخصة في أكل الثمرة... إلخ، الحديث: ١٢٩١، ج٣، ص٤٤.

کے پیڑوں سے کھجوریں جھاڑ رہا تھا کہ نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا: ''اے لڑکے پیڑوں پر کیوں ڈھیلے پھینکتا ہے میں نے عرض کی جھاڑ کر کھاتا ہوں فرمایا جھاڑ و مت جو نیچے گری ہیں انھیں کھالو پھر ان کے سر پر ہاتھ پھیر کر دعا کی الٰہی (عزوجل) تو اسے آسودہ کردے۔''(1)

حدیث ۱۳: طبرانی نے اشعث بن قیس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ فرمایا نبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے: ''جو شخص پرایا مال لے لے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی سے کوڑھی ہوکر ملے گا۔''(2)

مال متقوم محترم منقول(3) سے جائز قبضہ کو ہٹا کر ناجائز قبضہ کرنا غصب ہے جبکہ یہ قبضہ خفیۃً نہ ہو اس ناجائز قبضہ کرنے والے کو غاصب اور مالک کو مغصوب منہ اور چیز کو مغصوب کہتے ہیں جس چیز پر ناجائز قبضہ ہوا مگر کسی جائز قبضہ کو ہٹا کر نہیں ہوا وہ غصب نہیں مثلاً جو چیز غصب کی تھی اس میں کچھ زائد چیزیں پیدا ہوگئیں، جیسے جانور غصب کیا تھا اس سے بچہ پیدا ہوا۔ گائے غصب کی تھی اس کا دودھ دوہا ان زوائد کو غصب کرنا نہیں کہا جائے گا۔ غیر متقوم چیز پر قبضہ کیا یہ بھی غصب نہیں مثلاً مسلمان کے پاس شراب تھی اس نے چھین لی اور مال محترم نہ ہو جیسے حربی کافر کا مال چھین لیا یہ بھی غصب نہیں۔ غیر منقول پر قبضہ ناجائز کیا یہ بھی غصب نہیں۔(4) (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۱: بعض ایسی صورتیں بھی ہیں کہ اگرچہ وہ غصب نہیں ہیں مگر ان میں غصب کا حکم جاری ہوتا ہے یعنی ضمان کا حکم دیا جاتا ہے اس وجہ سے ان کو بھی غصب سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ مثلاً مودَع(5) نے ودیعت سے انکار کردیا یا ہلاک کردیا کہ یہاں تاوان لازم ہے۔ پڑا مال اٹھایا اور اس پر گواہ نہیں بنایا، پرائی مِلک میں کوآں کھودا اور اس میں کسی کی چیز گرکر ہلاک ہوگئی اور ان کے علاوہ بہت سی ایسی صورتیں ہیں جن میں تاوان کا حکم ہے اور وہاں غصب نہیں کہ ان سب صورتوں میں تعدّی کی وجہ سے(6) ضمان لازم آتا ہے۔(7) (ردالمحتار)

---

1 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الجهاد، باب من قال إنه يأكل مماسقط، الحديث: ٢٦٢٢، ج٣، ص٥٥.

2 ...... "المعجم الكبير"، الحديث: ٦٣٧، ج١، ص٢٣٣.

3 ...... منقول وہ مال ہے جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جاسکتا ہو۔

4 ...... "الدرالمختار"، كتاب الغصب، ج٩، ص٢٩٨، ٣٠١، وغيره.

5 ...... جس کے پاس امانت رکھی جاتی ہے۔

6 ...... یعنی اپنی طرف سے قصداً زیادتی کی وجہ سے۔

7 ...... "ردالمحتار"، كتاب الغصب، ج٩، ص٢٩٨.

مسئلہ۲: جانور کوغصب کرلایا اس کے ساتھ لگا ہوا بچہ چلا آیا یا غصب کے بعد بچہ پیدا ہوا بچہ کا تاوان غاصب پر نہیں یا بچہ کوغصب کرلایا اور اسے ہلاک کردیا اس کے جدا ہونے سے گائے کا دودھ سوکھ گیا یہاں بچہ کا ضمان ہے اور گائے میں جو کچھ کمی ہوئی اس کا نقصان دینا ہوگا یہ نقصان تعدی کی وجہ سے ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ۳: کسی شخص کا مٹی کا ڈھیلا یا ایک قطرہ پانی لے لیا اگرچہ بغیر اجازت ایسا کرنا جائز نہیں مگر یہ غصب نہیں کہ مال متقوم نہیں۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ۴: چھپا کر کسی کی چیز لے لی جس کو چوری کہتے ہیں اگر دس درہم قیمت کی ہے جس میں ہاتھ کاٹا جاتا ہے یہ غصب نہیں کہ ہلاک ہونے سے یہاں تاوان لازم نہیں۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ۵: دوسرے کے جانور پر بغیر اجازت مالک بوجھ لادنا یا سوار ہونا بلکہ مشترک جانور پر بغیر اجازت شریک بوجھ لادنا یا سوار ہونا غصب ہے ہلاک ہونے سے تاوان دینا ہوگا دوسرے کے بچھونے پر بغیر اجازت بیٹھنا غصب نہیں اگر وہ ہلاک ہو جائے تو تاوان نہیں جب تک اس کے فعل سے ہلاک نہ ہو۔[4] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ۶: غصب کا حکم یہ ہے کہ اگر معلوم ہو کہ دوسرے کا مال ہے تو غاصب گنہگار ہے اور چیز موجود ہو تو مالک کو واپس کردے موجود نہ ہو تو تاوان دے اور معلوم نہ ہو کہ پرایا مال ہے تو اس کا حکم واپس کرنا یا چیز موجود نہ ہو تو تاوان دینا ہے اور اس صورت میں گنہگار نہیں ہوا۔[5] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ۷: غاصب سے دوسرا شخص چھین لے گیا تو مغصوب منہ کو یعنی جس کی چیز غصب کی گئی اسے اختیار ہے کہ غاصب سے ضمان لے یا غاصب الغاصب سے۔[6] (درمختار)

مسئلہ۸: شے موقوف[7] غصب کی جس کی قیمت ایک ہزار ہے پھر غاصب سے کسی نے غصب کر لی اور اس وقت

---

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۲۹۸، ۲۹۹.

2 ...... المرجع السابق، ص۳۰۰. 3 ...... المرجع السابق، ص۳۰۱.

4 ...... "الهداية"، کتاب الغصب، ج۲، ص۲۹٦.
و"الدرالمختار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۳۰۱.

5 ...... "الهداية"، کتاب الغصب، ج۲، ص۲۹٦.
و"الدرالمختار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۳۰۲.

6 ...... "الدرالمختار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۳۰۲.

7 ...... وقف شدہ چیز۔

اس کی قیمت دو ہزار ہے تو اگر غاصب دوم غاصب اول سے زیادہ مالدار ہے اسی غاصب دوم سے تاوان لے ورنہ متولی کو اختیار ہے جس سے چاہے لے اور جس ایک سے لے گا دوسرا بری ہو جائے گا۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ۹: پرائی دیوار گرا دی تو مالک کا جو کچھ نقصان ہوا لے لے۔ اس میں دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ دیوار کی قیمت اس سے وصول کرے اور گرا ہوا ملبہ اسے دے دے یا ملبہ خود لے لے اور دیوار کی قیمت سے ملبہ کی قیمت کم کر کے باقی اس سے وصول کرے اس کو یہ حق نہیں کہ اس سے دیوار بنوانے کا مطالبہ کرے۔ ہاں اگر مسجد یا کسی عمارت موقوفہ[2] کی دیوار کسی نے گرائی ہے تو اسے دیوار بنوانی ہوگی۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۱۰: دیوار گرانے والے نے اگر ویسی ہی دیوار بنوا دی تو ضمان سے بری ہو جائے گا اور اگر دیوار میں نقش ونگار پھول پتے ہیں تو ان کا بھی تاوان دینا ہوگا اور اگر تصویریں بنی ہیں تو رنگ کا ضمان ہے تصاویر کا ضمان نہیں۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ۱۱: جس چیز کو جہاں سے غصب کیا وہیں واپس کرنا ہوگا غاصب اگر دوسرے شہر میں دینا چاہتا ہے مالک اس سے کہہ سکتا ہے کہ جہاں سے لائے ہو وہیں چل کر دینا۔[5] (درمختار)

مسئلہ۱۲: غاصب کے واپس کرنے کے لیے یہ ضروری نہیں ہے کہ اس طرح واپس کرے کہ مالک کو علم ہو جائے اگر اس کی لاعلمی میں چیز واپس کر دی بری ہو گیا مثلاً اس کے صندوق یا تھیلی میں سے روپے نکال لے گیا تھا پھر اس میں رکھ آیا اور مالک کو پتا نہ چلا یہ واپسی بھی صحیح ہے۔ یوہیں اگر کسی دوسرے نام سے مالک کو دے دی جب بھی بری ہو جائے گا مثلاً مالک کو ہبہ کیا یا ودیعت کے نام سے اسے دے آیا بلکہ اگر وہ چیز کھانے کی تھی مالک کو کھلا دی اس صورت میں بھی بری ہو جائے گا مگر اس چیز میں اگر تغییر[6] کر دی ہے اور مالک کو دے آیا تو بری نہیں مثلاً کپڑے کو قطع کر کے اس کو سی کر مالک کو دیا یا گیہوں[7] کو پسوا کر اس کی روٹی مالک کو کھلا دی یا شکر کا شربت بنا کر پلا دیا۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۱۳: گیہوں غصب کیے تھے مالک کو یہ گیہوں پیسنے کو دے آیا پیسنے کے بعد اسے معلوم ہوا کہ یہ تو میرے ہی

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۳۰۳.

2 ......وقف شدہ عمارت۔

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۳۰٤.

4 ......"ردالمحتار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۳۰٤.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۳۰۵، ۳۰٦.

6 ......کسی قسم کی تبدیلی۔ 7 ......گندم۔

8 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۳۰٦.

گیہوں ہیں آٹے کو روک سکتا ہے۔ یوہیں سوت غصب کیا تھا اور مالک کو کپڑا بننے کے لیے دے آیا کپڑا بننے کے بعد مالک کو معلوم ہوا کہ یہ سوت میرا ہی تھا کپڑا رکھ سکتا ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: سوتے میں انگوٹھی یا جوتے یا ٹوپی اوتار لی اگر وہاں سے لے نہیں گیا اور پہنا دی تو ضامن نہیں اور وہاں سے لے گیا تو اب بیداری میں دینے سے ضمان سے بری ہوگا اور سوتے میں پہنا دے گا تو بری نہ ہوگا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: غاصب نے مغصوب کو مالک کی گود میں رکھ دیا اس کو یہ نہیں معلوم ہوا کہ میری چیز ہے اس کی گود میں سے کوئی دوسرا اٹھالے گیا غاصب بری ہوگیا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: جو چیز غصب کی اور وہ ہلاک ہوگئی اس کی دو صورتیں ہیں اگر وہ چیز قیمی ہے تو قیمت تاوان دے اور مثلی ہے تو اس کی مثل تاوان میں دے اور مثلی ہے مگر اس وقت موجود نہیں ہے یعنی بازار میں نہیں ملتی اگرچہ گھروں میں اس کا وجود ہے تو اس صورت میں بھی قیمت تاوان میں دے سکتا ہے۔[4] (ہدایہ وغیرہا)

مسئلہ ۱۷: مثلی چیز اگر دوسری جنس کے ساتھ مخلوط ہو جائے اور تمیز دشوار ہو جیسے گیہوں کو جو میں ملا دیا یا تمیز نہ ہو سکے جیسے تِل کا تیل کہ اس کو روغن زیتون[5] میں ملا دیا یا پاک تیل کو ناپاک تیل میں ملا دیا اب یہ مثلی نہیں ہے بلکہ قیمی ہے۔ یوہیں اگر اس میں صنعت کی وجہ سے اختلاف پیدا ہو جائے مثلاً تانبے وغیرہ کے برتن کہ یہ بھی قیمی ہیں اگرچہ تانبا مثلی تھا۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۱۸: بعض ذوات القیم اور ذوات الامثال کی تفصیل۔ پنیر ضمان کے بارے میں قیمی ہے اور دیگر امور میں مثلاً سلم کے باب میں مثلی ہے کہ اس میں سلم صحیح ہے۔ کوئلا، گوشت اگرچہ کچا ہو، اینٹ، صابون، گوبر، درخت کے پتے، سوئی، چمڑا کچا ہو یا پکایا ہوا، نجس تیل، نصف صاع سے کم غلہ، روٹی، پانی، کسم[7]، تانبے، پیتل، مٹی کے برتن، انار، سیب، کھیرا، ککڑی، خربزہ، تربز، سِکَنجَبِین[8]، سوختنی لکڑی[9]، لکڑی کے تختے، چٹائی، کپڑے، تازہ پھول، ترکاریاں[10]، دہی، چربی، دنبے کی چکی[11]

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الغصب، الباب السادس فی إسترداد المغصوب... إلخ، ج۵، ص۱۳۵.

2 ......المرجع السابق، ص۱۳۵، ۱۳۶.

3 ......المرجع السابق، ص۱۳۶.

4 ......"الھدایة"، کتاب الغصب، ج۲، ص۲۹۶، وغیرھا.

5 ......زیتون کا تیل۔

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الغصب، ج۹، ص ۳۰۷.

7 ......ایک پھول جس سے شہاب یعنی گہرا سرخ رنگ نکلتا ہے جس سے کپڑے رنگے جاتے ہیں۔

8 ......لیموں کے رس کا مشروب۔

9 ......جلانے کے قابل لکڑی۔

10 ......سبزیاں۔

11 ......دنبے کی چوڑی چپٹی دم۔

ان سب کی نسبت قیمی ہونا مُصرَّح ہے۔ تانبا، پیتل، لوہا، سیسہ[1]، کھجور کی سب قسمیں ایک ہی جنس ہیں، سرکہ، آٹا، روئی، اون، کاتی ہوئی اون، ریشم، چونا، روپیہ، اشرفی، پیسہ، بھوسہ، مہندی، وسمہ[2]، خشک پھول، کاغذ، دودھ ان چیزوں کے مثلی ہونے کی تصریح ہے۔[3] (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۹: مثلی اور قیمی کے متعلق قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جس چیز کی مثل بازار میں پائی جاتی ہو اور اس کی قیمتوں میں معتد بہ[4] فرق نہ ہو وہ مثلی ہے جیسے انڈے اخروٹ اور جن کی قیمتوں میں بہت کچھ تفاوت ہوتا ہے جیسے گائے، بھینس، آم، امرود وغیرہا یہ سب قیمی ہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۲۰: کپڑے جو گزوں سے بکتے ہیں جیسے ململ، لٹھا وغیرہ کہ اس کی سب تہیں ایک سی ہوتی ہیں یہ مثلی ہیں اور جو کپڑے ایسے ہوتے ہیں کہ گزوں سے نہ بکیں وہ قیمی ہیں۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۱: غاصب یہ کہتا ہے کہ شے مغصوب ہلاک ہوگئی تو اسے حاکم قید کرے جب اتنا زمانہ گزر جائے کہ یہ معلوم ہو جائے کہ اگر اس کے پاس چیز ہوتی تو ضرور ظاہر کر دیتا قید خانہ میں پڑا نہ رہتا تو اب اس کے متعلق تاوان کا حکم ہوگا خواہ مثل تاوان دلائی جائے یا قیمت۔[7] (ہدایہ وغیرہا)

مسئلہ ۲۲: غاصب کہتا ہے کہ میں نے چیز مالک کو واپس کر دی تھی اس کے یہاں ہلاک ہوئی اور مالک کہتا ہے غاصب کے پاس ہلاک ہوئی اور دونوں نے ثبوت کے گواہ پیش کیے غاصب کے گواہوں کو ترجیح دی جائے گی اور قیمت میں اختلاف ہو تو مالک کے گواہ معتبر ہیں اور اگر خود مغصوب میں اختلاف ہو غاصب کہتا ہے میں نے یہ چیز غصب کی اور مالک کہتا ہے وہ چیز غصب کی تو قسم کے ساتھ غاصب کا قول معتبر ہے۔[8] (درمختار)

---

1 ......ایک قسم کی دھات۔ 2 ......نیل کے پتے جن سے خضاب تیار کیا جاتا ہے۔

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الغصب، الباب الأول فی تفسیر الغصب...إلخ، ج۵، ص۱۱۹.

و"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الغصب، مطلب:فی رد المغصوب ...إلخ، ج۹، ص۳۰۸.

4 ......عام طور پر۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۳۱۰.

6 ......"ردالمحتار"، کتاب الغصب، مطلب:الصابون...إلخ، ج۹، ص۳۱۱.

7 ......"الهدایة"، کتاب الغصب، ج۲، ص۲۹۷، وغیرها.

8 ......"الدرالمختار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۳۱۱.

مسئلہ ۲۳: کسی کی جائداد غیر منقولہ[1] چھین لی (یہ حقیقۃً غصب نہیں ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا) اگر یہ چیز موجود ہے تو مالک کو دلا دی جائے گی اور اگر ہلاک ہوگئی مثلاً مکان تھا گر گیا اور ہلاک ہونا آفت سماویہ[2] سے ہو مثلاً زمین دریا برد ہوگئی، مکان بارش کی کثرت یا زلزلہ یا آندھی سے گر گیا تو ضمان واجب نہیں اور اگر ہلاک ہونا کسی کے فعل سے ہو تو اس پر ضمان واجب ہے۔ غاصب نے ہلاک کیا ہو تو غاصب تاوان دے کسی اور نے کیا ہو تو وہ دے اور اگر وہ چیز مثلاً مکان موجود ہے مگر غاصب کے رہنے استعمال کرنے کی وجہ سے اس میں نقصان پیدا ہوگیا ہے یا کھیت میں زراعت کرنے کی وجہ سے زمین کمزور ہوگئی تو اس نقصان کا تاوان دینا ہوگا۔ اور نقصان کا اندازہ یوں کیا جائے گا کہ اس زمین کا اس حالت میں کیا لگان[3] ہوتا اور اب کیا ہے، مکان کی اوس حالت میں کیا قیمت ہوتی اور اس حالت میں کیا ہے۔[4] (ہدایہ، عالمگیری وغیرہما)

مسئلہ ۲۴: زمین غصب کی اور کاشت کی جس کی وجہ سے اسے زمین کا نقصان دینا پڑا تو بیج اور یہ نقصان کی مقدار پیداوار میں سے لے لے باقی جو کچھ غلہ ہے اسے تصدق کر دے مثلاً من بھر بیج ڈالے تھے اور ایک من کی قیمت کی قدر ضمان دینا پڑا اور کھیت میں چار من غلہ پیدا ہوا تو دو من خود لے لے اور دو من صدقہ کر دے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: جائداد موقوفہ مکان یا زمین کو غصب کیا اس کا تاوان دینا ہوگا اگرچہ اس نے خود ہلاک نہ کی ہو بلکہ اس سے جو کچھ منفعت حاصل کی ہے اس کا بھی تاوان دینا ہوگا مکان میں سکونت کی تو واجبی کرایہ[6] لیا جائے گا زمین میں زراعت کی تو لگان وصول کیا جائے گا۔ اسی طرح نابالغ کی جائداد غیر منقولہ پر قبضہ کیا تو اس کا ضمان لیا جائے گا اور منافع حاصل کیے تو اُجرت مثل بھی لی جائے گی۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۲۶: چیز میں نقصان کی چار صورتیں ہیں۔ ۱ نرخ کا کم ہو جانا۔ ۲ اس کے اجزا کا جاتا رہنا مثلاً غلام کی آنکھ جاتی رہی۔ ۳ وصف مرغوب فیہ کا فوت ہو جانا مثلاً بہرا ہوگیا، آنکھ کی روشنی جاتی رہی، گیہوں خشک ہوگیا، سونے چاندی کے زیور تھے ٹوٹ کر سونا چاندی رہ گئے۔ ۴ معنی مرغوب فیہ جاتے رہے مثلاً غلام کوئی کام کرنا جانتا تھا غاصب کے پاس جا کر وہ کام بھول گیا۔ پہلی صورت میں اگر مغصوب چیز دے دی تو ضمان واجب نہیں اور دوسری صورت میں مطلقاً ضمان واجب ہے۔ اور تیسری صورت

---

1 ......وہ جائداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ کی جاسکتی ہو۔ 2 ......قدرتی آفت۔ 3 ......زمین کا خراج، سرکاری محصول۔

4 ......"الهداية"، كتاب الغصب، ج٢، ص٢٩٧.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب الغصب، الباب الأول فى تفسير الغصب...إلخ، ج٥، ص١٢٠، وغيرهما.

5 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الغصب، الباب الأول فى تفسير الغصب...إلخ، ج٥، ص١٢٠.

6 ......رائج کرایہ۔

7 ......"الدرالمختار"، كتاب الغصب، ج٩، ص٣١٢.

میں اگر مغصوب اموالِ ربا میں سے نہ ہوتو ضمان واجب ہےاور وہ مغصوب اموالِ ربا میں سے ہوتو ضمان نہیں مثلاً گیہوں غصب کیے تھے وہ خراب ہو گئے یا چاندی کا برتن یا زیور غصب کیے تھے اور غاصب نے توڑ ڈالے اس میں مالک کو اختیار ہے کہ وہی خراب لے لے یا اس کا مثل لے لے یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ چیز بھی لے اور نقصان کا معاوضہ بھی لے۔ اور چوتھی صورت میں اگر معمولی نقصان ہے تو نقصان کا ضمان لے سکتا ہے اور زیادہ نقصان ہے تو مالک کو اختیار ہے کہ وہ چیز لے لے اور جو کچھ نقصان ہوا وہ لے یا چیز کو نہ لے بلکہ اس کی پوری قیمت وصول کرے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۷: مغصوب شے کو اُجرت پر دیا اور اس سے اُجرت حاصل کی اور فرض کرو اُجرت پر دینے سے اس چیز میں نقصان پیدا ہو گیا تو جو کچھ نقصان کا معاوضہ دینے کے بعد اس اُجرت میں سے بچے اس کو صدقہ کردے یوہیں اگر مغصوب ہلاک ہو گیا تو اس اُجرت سے تاوان دے سکتا ہے اور اس کے بعد کچھ بچے تو تصدق کردے اور اگر غاصب غنی[2] ہو تو کل آمدنی تصدّق[3] کردے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۸: مغصوب[5] یا ودیعت[6] اگر معین چیز ہو اسے بیچ کر نفع حاصل کیا تو اس نفع کو صدقہ کردینا واجب ہے مثلاً ایک چیز کی قیمت سو روپے تھی اور غاصب نے اسے سوا سو میں بیچا سو روپے تاوان کے دینے ہوں گے اور پچیس روپے کو صدقہ کردینا ہوگا اور اگر وہ چیز غیر متعین یعنی از قبیل نقود ہو[7] تو اس میں چار صورتیں ہیں۔(۱) عقد و نقد دونوں اسی حرام مال پر مجتمع ہوں مثلاً یوں کہا کہ اس روپیہ کی فلاں چیز دو پھر وہی روپیہ اسے دے دیا تو یہ چیز جو خریدی ہے یہ بھی حرام ہے یا بائع کو پہلے سے وہ حرام روپیہ دے دیا تھا پھر اس سے چیز خریدی یہ چیز حرام ہے۔(۲) عقد ہو نقد نہ ہو یعنی حرام روپیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کی فلاں چیز دو مگر بائع کو یہ روپیہ نہیں دیا بلکہ دوسرا دیا۔(۳) عقد نہ ہو نقد ہو بائع سے حرام کی طرف اشارہ کر کے نہیں کہا کہ اس روپیہ کی چیز دو بلکہ مطلقاً کہا کہ ایک روپیہ کی چیز دو مگر ثمن میں یہی حرام روپیہ دیا۔(۴) حلال روپیہ کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ اس کی چیز دو مگر ثمن میں حرام روپیہ ادا کیا ان تین صورتوں میں تصدق واجب نہیں ہے اور بعض فقہا ان صورتوں میں بھی تصدق کو واجب کہتے ہیں اور یہ قول بھی باقوت ہے مگر زمانہ کی حالت دیکھتے ہوئے کہ حرام سے بچنا بہت دشوار ہو گیا قول اول پر بعض علماء نے فتوےٰ دیا ہے۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب الغصب، مطلب: شری داراً... إلخ، ج۹، ص۳۱۶.

2 ...... مالدار یعنی صاحب نصاب ہو۔ 3 ...... صدقہ۔

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الغصب، مطلب: شری داراً... إلخ، ج۹، ص۳۱۶.

5 ...... غصب کی گئی چیز۔ 6 ...... امانت۔ 7 ...... یعنی سونے چاندی، روپے پیسے کی قسم سے ہو۔

8 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الغصب، مطلب: شری داراً... إلخ، ج۹، ص۳۱۷.

مغصوب چیز میں تغییر

مسئلہ ۱: مغصوب میں ایسی تبدیل کر دی کہ وہ دوسری چیز ہوگئی یعنی پہلا نام بھی باقی نہ رہا اور اُس کے اکثر مقاصد بھی جاتے رہے یا اُس کو اپنی چیز یا دوسرے کی چیز میں اس طرح ملا دیا کہ تمیز نہ ہو سکے مثلاً گیہوں کو گیہوں میں ملا دیا یا دشواری سے جدا ہو سکے مثلاً جو میں گیہوں ملا دیے تو غاصب تاوان دے گا اور اُس چیز کا مالک ہو جائے گا مگر غاصب اُس چیز سے نفع حاصل نہیں کر سکتا جب تک تاوان نہ دیدے یا مالک اسے معاف نہ کر دے یا قاضی اُس کے تاوان کا حکم نہ کر دے یعنی مالک کی رضامندی درکار ہے اور وہ ان تینوں صورتوں سے ہوتی ہے۔[1] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲: روپیہ[2] غصب کرکے گلا دیا[3] تو اگر چہ اب وہ نام باقی نہ رہا اوسے روپیہ نہیں کہا جائے گا مگر اس کے اکثر مقاصد اب بھی باقی ہیں کہ اب بھی وہ ثمن ہے اس کا زیور وغیرہ بن سکتا ہے لہٰذا مالک کو واپس لینے کا حق باقی ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۳: مالک موجود نہیں ہے پردیس چلا گیا ہے غاصب چاہتا ہے کہ اس کی چیز واپس کر دے مگر مالک کے انتظار میں چیز خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو لوگوں کو گواہ بنالے کہ میں اُسے ضمان دے دوں گا اب اُس سے نفع حاصل کر سکتا ہے۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: کھانے کی چیز غصب کی اور اُس کو چبایا کہ چیز اس قابل نہ رہی کہ مالک کو واپس دی جائے مگر چونکہ ضمان دیا نہیں لہٰذا حلق سے اوتارنا لقمۂ حرام نگلنا ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۵: بکری غصب کرکے ذبح کر ڈالی اُس کا گوشت بھونا یا پکایا یا گیہوں غصب کرکے آٹا پسوایا یا کھیت میں بودیے یا لوہا غصب کرکے اُس کی تلوار، چُھری وغیرہ بنوالی یا تانبا، پیتل غصب کرکے ان کے برتن بنالیے ان سب صورتوں میں غاصب کے ذمہ ضمان لازم ہوگا اور چیز غاصب کی مِلک ہو جائے گی مگر بے رضامندی مالک اِنتفاع حلال نہیں۔[7] (ہدایہ، درمختار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الغصب، فصل فيما يتغير... إلخ، ج٢، ص٢٩٩.
و"الدرالمختار"، كتاب الغصب، ج٩، ص٣١٩.

2 ......یعنی سونے، چاندی یا کسی دھات کا سکہ۔ 3 ......یعنی پگھلا دیا۔

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الغصب، ج٩، ص٣٢٠.

5 ......"ردالمحتار"، كتاب الغصب، مطلب شرى داراً... إلخ، ج٩، ص٣٢١.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الغصب، ج٩، ص٣٢١.

7 ......"الهداية"، كتاب الغصب، فصل فيما يتغير... إلخ، ج٢، ص٢٩٩.
و"الدرالمختار"، كتاب الغصب، ج٩، ص٣٢٢.

مسئلہ ۶: بکری ذبح کرڈالی بلکہ بوٹی بھی بنالی تو اب بھی مالک ہی کی ملک ہے مالک کو اختیار ہے کہ بکری کی قیمت لے کر بکری غاصب کو دیدے یا بکری خود لے لے اور غاصب سے نقصان کا معاوضہ لے اگر بکری کا آگے کا پاؤں کاٹ لیا جب بھی یہی حکم ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۷: جو جانور حلال نہیں ہیں اُن کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے تو کاٹنے والے پر قیمت واجب ہے۔ جانور کے کان یا دم کاٹ ڈالی نقصان کا تاوان دینا ہوگا۔ گھوڑا خچر گدھا اور وہ جانور جس سے کام لیا جاتا ہے جیسے بیل، بھینسا ان کی آنکھ پھوڑ دی تو چوتھائی قیمت تاوان دے اور جن سے کام نہیں لیا جاتا جیسے گائے، بکری ان کی آنکھ پھوڑ دی تو جو کچھ نقصان ہوا وہ تاوان دے۔ گدھے کو ذبح کرڈالا تو پوری قیمت واجب ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: مغصوب چیز موجود ہے مگر اُس کے لینے میں غاصب کا نقصان ہوگا مثلاً شہتیر[3] غصب کر کے مکان میں لگالی کہ اب اس کے نکالنے میں غاصب کا مکان توڑنا ہوگا اس صورت میں غاصب سے اُس کی قیمت دلوائی جائے گی یا اینٹیں غصب کر کے عمارت چنوائی[4] تو غاصب کو قیمت دینی ہوگی۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: بلا قصد ایک شخص کی چیز دوسرے کی چیز میں اس طرح چلی گئی کہ بغیر نقصان اس چیز کو حاصل نہ کیا جاسکے تو جس کی چیز زیادہ قیمت کی ہو وہ کم قیمت والے کو نقصان دے مثلاً ایک شخص کی اشرفی[6] دوسرے کی دوات[7] میں چلی گئی اور جب تک دوات نہ توڑی جائے اشرفی نہ نکل سکے تو دوات توڑی جائے گی اور اُس کی قیمت اشرفی والا دے گا یا مرغی نے موتی نگل لیا یا گائے نے دیگ میں سرڈال دیا اور کسی طرح باہر نہیں نکلتا اور اگر آدمی نے موتی نگل لیا تو موتی کی قیمت تاوان دے اور آدمی نگل کر مرگیا تو پیٹ چاک کر کے موتی نکالا جاسکتا ہے۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰: سونا یا چاندی غصب کر کے روپیہ، اشرفی یا برتن بنالیا تو مالک کی ملک بدستور قائم ہے مالک ان چیزوں کو لے لے گا اور بنانے کا کوئی معاوضہ نہ دے گا۔[9] (ہدایہ)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثانی فی أحكام المغصوب...إلخ، ج٥، ص١٢٢.

2 ......المرجع السابق، ص١٢٢، ١٢٣.

3 ......بڑی کڑی۔ 4 ......یعنی عمارت تعمیر کی۔

5 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثانی فی أحكام المغصوب...إلخ، ج٥، ص١٢٤.

6 ......سونے کا سکہ۔ 7 ......سیاہی کی بوتل وغیرہ۔

8 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الغصب، مطلب شرى داراً...إلخ، ج ٩، ص ٣٢٣.

9 ......"الهداية"، كتاب الغصب، فصل فيما يتغير...إلخ، ج٢، ص٣٠٠.

مسئلہ ۱۱: غاصب[1] نے کپڑا غصب کیا تھا اوراوسے پھاڑ ڈالا اس میں تین صورتیں ہیں۔(۱) اگراس طرح پھاڑا کہ کام کا نہ رہا تو پوری قیمت تاوان دے۔(۲) اوراگرزیادہ پھاڑا کہ اس کے بعض منافع فوت ہوگئے مگر کام کا ہے تو مالک کواختیار ہے کہ کپڑا غاصب کو دیدے اور پوری قیمت وصول کرلے یا کپڑا خود ہی رکھ لے اور جو کمی ہوگئی اوس کا تاوان لے۔ (۳) اوراگرتھوڑا پھاڑا ہے کہ اس کے منافع بدستور باقی ہیں مگراس میں عیب پیدا ہوگیا تو مالک کو کپڑا رکھ لینا ہوگا اور نقصان کا تاوان لے سکتا ہے۔ اوراگر پھاڑ کراس نے کچھ صنعت کی مثلاً اُس کا کرتا وغیرہ بنالیا تو مالک کی ملک جاتی رہی صرف قیمت تاوان میں لے سکتا ہے۔[2] (ہدایہ وغیرہا)

مسئلہ ۱۲: کپڑا غصب کرکے رنگ دیا مالک کواختیار ہے کہ کپڑا لے لے اور رنگ کی قیمت دیدے یعنی رنگ کی وجہ سے کپڑے کی قیمت میں جوکچھ زیادتی ہوئی وہ دیدے اور چاہے تو سفید کپڑے کی قیمت تاوان لے اور کپڑا غاصب ہی کو دیدے یا چاہے تو کپڑا بیچ کرکے کپڑے کی قیمت کے مقابل میں ثمن کا جوحصہ ہے خود لے اور رنگ کی زیادتی کے مقابل میں ثمن کا جوحصہ ہے وہ غاصب کو دیدے۔[3] (ہدایہ، عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: اگر کپڑا دوسرے کے رنگ میں گر گیا اوراس پر رنگ آ گیا تو مالک کواختیار ہے کہ کپڑا لے کر رنگ کی قیمت دیدے یا کپڑا بیچ کر ثمن کو قیمت پر تقسیم کردے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: رنگ غصب کرکے اپنا کپڑا رنگ لیا تو رنگ کا تاوان دینا ہوگا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: ایک شخص کا کپڑا غصب کیا دوسرے کا رنگ غصب کیا اور کپڑا رنگ لیا تو کپڑے کا مالک کپڑا لے لے اور رنگ والے کو رنگ یا اُس کی قیمت دیدے یا چاہے تو کپڑا بیچ کر ثمن دونوں پر تقسیم کردیا جائے اوراگرایک ہی شخص کے کپڑے اور رنگ دونوں کو غصب کیا اور رنگ دیا تو مالک کواختیار ہے کہ رنگا ہوا کپڑا لے لے اوراس صورت میں غاصب کو کچھ نہیں دیا جائے گا اور چاہے تو غاصب کو ہی وہ کپڑا دیدے اور کپڑے اور رنگ دونوں کا تاوان لے۔[6] (عالمگیری)

---

1 ......غصب کرنے والے۔

2 ......"الهداية"، كتاب الغصب، فصل فيما يتغير...إلخ، ج۲، ص۳۰۱، وغيرها.

3 ......"الهداية"، كتاب الغصب، فصل فيما يتغير...إلخ، ج۲، ص۳۰۱، ۳۰۲.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثانی فی أحكام المغصوب... إلخ، ج۵، ص۱۲۱.

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثانی فی أحكام المغصوب... إلخ، ج۵، ص۱۲۱.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۶: کپڑا غصب کر کے دھویا یا اُس میں پھندنے [1] بنائے جس طرح رومال، تولیا میں بناتے ہیں تو مالک اپنا کپڑا لے لے اور غاصب کو دھونے یا پھندنے بٹنے کا کوئی معاوضہ نہیں دیا جائے گا ہاں اگر جھالر لگائی تو اُس کا حکم وہی ہے جو رنگ کا ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۷: ستو غصب کر کے اُس میں گھی مل دیا تو مالک کو اختیار ہے کہ ستو کا تاوان لے اور یہ ستو غاصب کو دیدے یا یہ ستو خود لے لے اور اُتنا ہی گھی غاصب کو دیدے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۸: چاندی یا سونے کے زیور یا برتن غصب کر کے توڑ پھوڑ ڈالے تو مالک کو اختیار ہے کہ وہی ٹوٹا پھوٹا لے لے اور توڑنے سے جو نقصان ہوا ہے اس کا معاوضہ کچھ نہیں مل سکتا کہ سود ہوگا اور چاہے تو یہ کرسکتا ہے کہ چاندی کے زیور یا برتن کی قیمت سونے سے لگا کر اُتنا سونا لے لے اور سونے کے برتن یا زیور کی قیمت چاندی سے لگا کر اُتنی چاندی لے لے کہ جنس بدل جانے کی صورت میں سود نہ ہوگا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۹: چاندی کی چیز پر سونے کا ملمع تھا غاصب نے ملمع دور کر دیا مالک کو اختیار ہے کہ اپنی یہی چیز لے لے اور نقصان کا معاوضہ کچھ نہیں لے سکتا اور چاہے تو غیر جنس سے اُس ملمع شدہ چیز کی قیمت کا تاوان لے اور اگر بیع میں یہی صورت ہوتی کہ ملمع شدہ چیز خرید کر مشتری [5] نے اُس کے ملمع کو دور کر دیا پھر اُس کے بعد اس چیز کے کسی عیب سابق پر [6] مطلع ہوا تو نہ چیز کو واپس کرسکتا کہ اُس نے اُس میں ایک جدید عیب پیدا کر دیا اور نہ نقصان لے سکتا کہ سود ہوگا۔[7] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۰: تانبے لوہے پیتل کی چیزیں اگر اپنی صنعت کی وجہ سے حد وزن سے خارج نہ ہوئی ہوں یعنی اب بھی وہ وزن سے بکتی ہوں اور اُن کو غاصب نے خراب کر ڈالا تو مالک کو اختیار ہے کہ اُسی جنس کو تاوان میں لے اور اس صورت میں کچھ زیادہ نہیں لے سکتا اور چاہے تو روپے پیسے سے اُس کی قیمت لے لے خرابی تھوڑی ہو یا زیادہ سب کا ایک حکم ہے۔ اور اگر حد وزن سے خارج ہو کر گنتی سے بکتی ہوں تو اگر تھوڑا نقصان ہے مالک یہی کرسکتا ہے کہ چیز اپنے پاس رکھ لے اور نقصان کا معاوضہ لے،

---

1 ...... دھاگے یا ریشم کا پھول یا گچھا۔

2 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثانی فی أحكام المغصوب... إلخ، ج٥، ص١٢٢.

3 ...... "الدرالمختار"، كتاب الغصب، ج٩، ص ٣٢٩.

4 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثانی فی أحكام المغصوب... إلخ، ج٥، ص١٢٣.

5 ...... خریدار۔

6 ...... یعنی خریدنے سے پہلے جو عیب تھا اُس پر۔

7 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الغصب، مطلب: شری داراً... إلخ، ج٩، ص٣٢٦.

چیز غاصب کو دے کر قیمت نہیں لے سکتا اور اگر زیادہ عیب پیدا ہوگیا ہے تو اختیار ہے کہ چیز دیدے اور قیمت لے لے یا چیز رکھ لے اور نقصان وصول کرے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۱: جانور غصب کیا غاصب کے یہاں وہ مدت تک رہا بڑھ گیا اور اُس کی قیمت زیادہ ہوگئی مالک اپنا جانور لے لے گا اور غاصب کو کوئی معاوضہ نہیں ملے گا۔ کھیت یا باغ کو چھین کر اُس کو پانی دیا زراعت بڑھ گئی درخت میں پھل آ گئے مالک اپنا کھیت اور باغ لے لے گا اور کوئی معاوضہ نہیں دے گا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۲: روئی غصب کر کے کتو الی یا سوت غصب کر کے کپڑا بنُوالیا مالک کپڑے یا سوت کو نہیں لے سکتا بلکہ روئی یا سوت کا تاوان لے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: زمین غصب کر کے اُس میں عمارت بنالی یا درخت لگائے غاصب کو حکم دیا جائے گا کہ اپنی عمارت اوٹھالے جا اور درخت کاٹ لے اور اگر عمارت و درخت کے نکالنے میں زمین خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو مالک زمین درخت یا عمارت کی قیمت دیدے اور یہ اس کے ہوجائیں گے۔ قیمت اس طرح دلائی جائے گی کہ دیکھا جائے تنہا زمین کی کیا قیمت ہے اور زمین کی مع عمارت یا درخت کے کیا قیمت ہے جو کچھ زیادتی ہو وہ غاصب کو دلا دی جائے۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۴: زمین غصب کر کے اُسی زمین کی مٹی سے دیوار بنوائی تو یہ دیوار بھی مالک زمین کی ہے اس کا معاوضہ غاصب کو نہیں ملے گا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: لکڑی غصب کر کے چیر ڈالی وہ اب تک مالک ہی کی ملک ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۲۶: لکڑی چیرنے کے لیے آرہ عاریت لیا وہ ٹوٹ گیا اور اس نے بلا اِجازتِ مالک اُسے جوڑ وایا ٹوٹے ہوئے آرہ کی قیمت مالک کو دے اور یہ آرہ اسی کا ہوگیا۔[7] (درمختار)

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثاني في أحكام المغصوب... إلخ، ج٥، ص١٢٣.
2. ......المرجع السابق، ص ١٢٤.
3. ......المرجع السابق.
4. ......"الهداية"، كتاب الغصب، فصل فيما يتغير... إلخ، ج٢، ص ٣٠١.
5. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثاني في أحكام المغصوب... إلخ، ج٥، ص١٢٥.
6. ......"الدرالمختار"، كتاب الغصب، ج٩، ص٣٣٢.
7. ......المرجع السابق، ص٣٣٣.

مسئلہ ۲۷: مردار کا چمڑا غصب کر کے اُسے پکا لیا اگر ایسی چیز سے پکایا جس کی کوئی قیمت نہیں جب تو مالک چمڑے کو مفت لے لے گا اور اگر ایسی چیز سے پکایا جس کی کوئی قیمت ہے تو جو کچھ پکانے سے چمڑے کی قیمت میں زیادتی ہوئی غاصب کو مالک دے گا یعنی اگر یہ چمڑا مذبوح کا ہوتا تو کیا قیمت ہوتی اور اب پکنے پر کیا قیمت ہے جو کچھ قیمت میں اضافہ ہو غاصب کو دے اور اگر غاصب کے پاس وہ چمڑا بغیر کسی کے فعل کے ضائع ہو گیا تو غاصب سے تاوان نہیں لیا جائے گا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۸: دروازے کا ایک بازو تلف کر دیا یا موزے یا جوتے میں سے ایک کو تلف کر دیا تو مالک کو اختیار ہے کہ دوسرا بھی اسی کو دے کر دونوں بازو یا دونوں موزے یا دونوں جوتے کی قیمت اس سے وصول کرے اگر انگوٹھی کا حلقہ خراب کر ڈالا نگینہ باقی ہے تو صرف حلقہ ہی کا تاوان لے سکتا ہے۔[2] (عالمگیری)

اتلاف سے کہاں ضمان واجب ہے کہاں نہیں

مسئلہ ۱: انڈا توڑ دیا اندر سے گندہ نکلا یا اخروٹ توڑ دیا اندر سے خالی نکلا ضمان واجب نہیں کہ یہ مال نہیں ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: چٹائی کی بناوٹ[4] کھول ڈالی یا دروازہ کی چوکھٹ الگ کر دی یا اسی طرح کسی اور شے کی ترکیب[5] اور بناوٹ خراب کر دی اگر اس کو پہلی حالت پر لایا جاسکتا ہے تو اُس کو حکم دیا جائے گا کہ اُسی طرح ٹھیک کر دے اور ٹھیک نہ کیا جاسکتا ہو تو اُس سے قیمت وصول کی جائے اور یہ ٹوٹی ہوئی چیز اسے دے دی جائے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: دیوار گرادی اور ویسی ہی بنادی تو ضمان سے بری ہو گیا اور لکڑی کی دیوار تھی اُسی لکڑی کی بنائی بَری ہو گیا اور دوسری لکڑی کی بنائی تو بری نہ ہوا ہاں اگر یہ اُس سے بہتر ہے تو بری ہو جائے گا۔[7] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۴: دوسرے کی زمین سے مٹی اوٹھائی اگر وہاں مٹی کی کوئی قیمت نہیں ہے اور مٹی لے لینے سے زمین میں کوئی

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثاني في أحكام المغصوب...إلخ، ج٥، ص١٢٦.

2 ......المرجع السابق، ص١٢٨.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثالث فيما لايجب...إلخ، ج٥، ص١٢٨.

4 ......سلائی۔ 5 ......شے کی مختلف اجزاء کو ملانا۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثالث فيما لايجب...إلخ، ج٥، ص١٢٨.

7 ......"الدرالمختار"، كتاب الغصب، ج٩، ص٣٠٤.

و"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثالث فيما لايجب...إلخ، ج٥، ص١٢٩.

نقصان بھی پیدا نہیں ہوا تو کچھ نہیں اور زمین میں نقصان ہوگیا تو نقصان کا ضمان دے اور اگر مٹی کی وہاں قیمت ہے تو تاوان بہر حال ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: دوسرے کا گوشت بغیر اُس کے حکم کے پکا ڈالا ضمان دینا ہوگا اور اگر مالک نے گوشت کو دیگچی میں رکھ کر چولہے پر چڑھا دیا اور چولہے میں لکڑیاں بھی رکھ دی تھیں اس نے اُس کے بغیر کہے لکڑیوں میں آگ دیدی اور گوشت پک گیا اس پر تاوان نہیں اسی کی مثل چار صورتیں اور ہیں۔ **اول** یہ کہ کسی شخص کے گیہوں بغیر اُس کے حکم کے پیس دیے تاوان دینا ہوگا اور اگر گیہوں والے نے گیہوں پیسنے کے لیے چکی میں ڈالے تھے اور چکی میں بیل جوڑ دیا تھا اس نے بیل کو چلا دیا اور گیہوں پس گئے تاوان نہیں۔ **دوم** یہ کہ دوسرے کا گھڑا اٹھایا اور ٹوٹ گیا تاوان دینا ہوگا اور گھڑے والے نے گھڑا جھکایا اور اُٹھانا چاہتا تھا اس نے ہاتھ لگا دیا اور گھڑا دونوں سے چھوٹ کر گرا تاوان نہیں۔ **سوم** کسی کے جانور پر بوجھ لاد دیا اور جانور ہلاک ہوگیا تاوان ہے اور اگر مالک نے بوجھ لادا تھا اور وہ بوجھ راستہ میں گر پڑا اس نے اٹھا کر لاد دیا اور جانور ہلاک ہوگیا تاوان نہیں۔ **چہارم** کسی کے قربانی کا جانور ایامِ قربانی کے سوا دوسرے دنوں میں ذبح کیا تاوان ہے اور قربانی کے دنوں میں ذبح کر ڈالا جائز ہے اور تاوان نہیں۔ جن صورتوں میں تاوان نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ صراحۃً اجازت نہیں ہے مگر دلالۃً اجازت ہے اور دلالت بھی اعتبار کی جاتی ہے جبکہ صراحت کے خلاف نہ ہو۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۶: ایک شخص نے دیوار گرانے کے لیے مزدور اکٹھے کیے تھے اس کی دیوار بلا اجازت گرادی تاوان نہیں کہ یہاں بھی دلالۃً اجازت ہے۔ اس کا قاعدۂ کلیہ یہ ہے کہ جو کام ایسا ہے کہ اُس میں جس سے بھی مدد لے لیں فرق نہیں ہوتا اُس میں دلالت کافی ہے اور اگر ہر شخص یکساں نہ کرسکتا ہو تو ہر شخص کے لیے اجازت نہیں ہے مثلاً بکری ذبح کرکے کھال کھینچنے کے لیے لٹکا دی تھی کوئی آیا اور اُس نے بغیر اجازت کھال کھینچی ضامن ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۷: قصاب نے بکری خریدی تھی اور بغیر اجازت کسی نے ذبح کر ڈالی ضمان دینا ہوگا اور اگر قصاب نے بکری کو گرا کر اس کے ہاتھ پاؤں ذبح کرنے کے لیے باندھ رکھے تھے اور اس نے ذبح کردی تاوان نہیں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: دوسرے کے مال کو بغیر اجازت خرچ کرنا چند موقعوں پر جائز ہے۔ مریض کے مال یعنی نقود کو اُس کا باپ یا بیٹا اوس کی ضروریات میں بغیر اجازت صرف کرسکتا ہے۔ سفر میں کوئی شخص بیمار ہوگیا یا وہ بیہوش ہوگیا اُس کے ساتھ والے اُس کی

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الغصب، الباب الثالث فيمالايجب... إلخ، ج٥، ص١٢٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

ضروریات میں اُس کا مال صرف کرسکتے ہیں۔ مودَع مودِع کے مال کواُس کے والدین پرخرچ کرسکتا ہے جبکہ ایسی جگہ ہو کہ قاضی سے اجازت حاصل نہ کرسکے۔ سفر میں کوئی شخص مرگیا اُس کے سامان کو بیچ کر تجہیز وتکفین میں صرف کرسکتے ہیں اور باقی جورہ جائے وہ ورثہ کودے دیں۔ مسجد کا کوئی متولی نہیں ہے اہل محلّہ مسجد کی آمدنی کولوٹے چٹائی وغیرہ ضروریات مسجد میں صرف کرسکتے ہیں۔ میت نے کسی کووصی نہیں کیا ہے بڑے ورثہ چھوٹوں پرخرچ کرسکتے ہیں۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ۹: جانور چھوٹ گیا اوراُس نے کسی کا کھیت چرلیا تاوان واجب نہیں۔ بلی نے کسی کا کبوتر کھالیا تو تاوان نہیں اوراگر کبوتر یا مرغی پر بلی چھوڑی اوراُس نے اُسی وقت پکڑلیا تاوان ہے اور کچھ دیر بعد پکڑا تو تاوان نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۱۰: مسلمان کے پاس شراب تھی اُسے کسی نے تلف کردیا[3] اس پر تاوان نہیں تلف کرنے والا مسلم ہو یا کافر اور ذمی کی شراب کسی نے تلف کی تو اُس پر تاوان ہے۔ مسلم نے تلف کی ہے تو قیمت دے اور ذمی نے تلف کی تو اُس کی مثل شراب دے۔[4] (درمختار)

مسئلہ۱۱: مسلمان نے کافر سے شراب خرید کر پی لی تو نہ ضمان واجب ہے نہ ثمن۔[5] (درمختار)

مسئلہ۱۲: مسلمان کی شراب غصب کرکے سرکہ بنالیا اگر ایسی چیز ڈال کر بنایا جس کی کچھ قیمت نہیں ہے مثلاً تھوڑا سا نمک یا تھوڑے سے گیہوں تو یہ سرکہ اُسی کا ہے جس کی شراب تھی اور اگر زیادہ نمک وغیرہ ڈالا جس کی کچھ قیمت ہے تو سرکہ غاصب کا ہے اور غاصب پر تاوان بھی نہیں۔[6] (درمختار)

مسئلہ۱۳: کسی نے دوسرے کی چیز تلف کردی مالک نے اس کو جائز رکھا کہہ دیا کہ میں نے جائز کردیا یا میں اس پر راضی ہوں وہ ضمان سے بری نہیں ہوگا یعنی مالک چاہے تو اس کہنے کے بعد بھی ضمان لے سکتا ہے۔[7] (تنویر)

مسئلہ۱۴: غاصب کے پاس سے کوئی دوسرا غصب کرکے لے گیا مالک کو اختیار ہے غاصبِ اول سے تاوان لے یا غاصبِ دوم سے، اگر غاصبِ اول سے ضمان لیا تو وہ غاصبِ دوم سے رجوع کرے گا اور غاصبِ دوم سے لیا تو وہ اول سے رجوع

---

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب الغصب، مطلب: فیما یجوزمن التصرف...إلخ، ج۹، ص۳۳٤.

2 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الغصب، الباب الثالث فیما لایجب...إلخ، ج٥، ص۱۳۰.

3 ...... ضائع کردیا۔

4 ...... "الدرالمختار"، کتاب الغصب، ج۹، ص ۳٤۹.

5 ...... المرجع السابق، ص۳٥۰.   6 ...... المرجع السابق، ص ۳٥۱.

7 ...... "تنویر الأبصار"، کتاب الغصب، ج۹، ص۳۳۱.

نہیں کرسکتا۔ یوہیں اگر غاصب نے مغصوب کوکسی کے پاس ودیعت رکھا تو مالک اس مودَع سے تاوان لے سکتا ہے ایک سے ضمان لے گا تو دوسرا بری ہوجائے گا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: غاصب الغاصب نے مغصوب چیز غاصب اول کے پاس واپس کردی تاوان سے بری ہوگیا اور مغصوب چیز غاصب دوم نے ہلاک کردی اور اُس کی قیمت غاصب اول کو دیدی اب بھی بری ہوگیا اب مالک اس سے تاوان کا مطالبہ نہیں کرسکتا مگر یہ ضرور ہے کہ مغصوب کا واپس کرنا یا اُس کی قیمت ادا کرنا معروف ہو قاضی نے اس کے متعلق فیصلہ کیا ہو یا گواہوں سے ثابت ہو یا خود مالک نے تصدیق کی ہو۔ اور اگر یہ باتیں نہ ہوں بلکہ غاصب اول نے اقرار کیا ہو کہ اُس نے چیز یا اُس کی قیمت مجھ کو دیدی ہے تو یہ اقرار محض غاصب اول کے حق میں معتبر ہے یعنی اُس کو لینے والا قرار دیا جائے گا اصل مالک کے حق میں وہ اقرار بے کار ہے یعنی وہ اب بھی غاصب دوم سے مطالبہ کر کے ضمان وصول کرسکتا ہے مگر چونکہ غاصب اول اقرار کر چکا ہے لہٰذا غاصب دوم اُس سے رجوع کرے گا اور اگر غاصب اول سے مالک نے ضمان لیا تو وہ دوم سے نہیں لے سکتا کہ مغصوب یا اُس کی قیمت پانے کا اقرار کرچکا ہے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۶: غاصب نے مغصوب کو بطور عاریت دے دیا ہے تو مالک معیر و مستعیر جس سے چاہے ضمان لے سکتا ہے جس سے لے گا وہ دوسرے سے نہیں لے سکتا ہاں اگر مستعیر نے اس چیز کو تلف کردیا ہے اور مالک نے معیر سے ضمان لیا تو وہ مستعیر سے رجوع کرسکتا ہے۔ اور غاصب نے ہبہ کردیا ہے اور موہوب لہ کے پاس ہلاک ہوگئی اور مالک نے اس سے ضمان لیا تو یہ واہب سے رجوع نہیں کرسکتا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۷: غاصب نے مغصوب کو بیچ ڈالا اور مشتری کو تسلیم کردیا اور مالک نے غاصب سے ضمان لے لیا تو بیع صحیح ہوگئی اور ثمن غاصب کا ہوگیا اور مشتری سے ضمان لیا تو بیع باطل ہوگئی مشتری غاصب سے ثمن واپس لے اور اگر مبیع مشتری کو نہیں دی ہے تو مشتری سے ضمان نہیں لے سکتا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۸: غاصب نے مغصوب کو رہن رکھ دیا ہے یا اُجرت پر دے دیا ہے اور مالک نے مرتہن یا مستاجر سے تاوان لیا تو یہ غاصب پر رجوع کریں گے، یوہیں مودَع سے تاوان لیا تو وہ غاصب سے وصول کرے گا۔[5] (ردالمحتار)

---

1. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الغصب، الباب الثانی عشر فی غاصب الغاصب...إلخ، ج٥، ص١٤٦.
2. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الغصب، مطلب: فی ابحاث غاصب الغاصب، ج٩، ص ٣٣٠.
3. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الغصب، الباب الثانی عشر فی غاصب الغاصب...إلخ، ج٥، ص ١٤٦.
4. ......المرجع السابق، ص ١٤٧.
5. ......"ردالمحتار"، کتاب الغصب، مطلب: فی ابحاث غاصب الغاصب، ج٩، ص ٣٣١.

مسئلہ ۱۹: مالک کواختیار ہے کہ کچھ حصہ ضمان کا غاصب سے لے اور باقی غاصب الغاصب سے اور ایک سے ضمان کو اختیار کرلیا تو اب دوسرے سے نہیں لے سکتا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۲۰: غاصب سے مغصوب کو کسی نے اس لیے لیا ہے کہ مالک کو دیدے گا مالک کے یہاں گیا وہ نہیں ملا تو یہ شخص غاصب الغاصب کے حکم میں ہے جب تک مالک کو دے نہ دے بریٔ الذمہ نہ ہوگا۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۱: ایک شخص نے گھوڑا غصب کیا اس سے دوسرے نے غصب کیا دوسرے کے یہاں سے مالک چورا لے گیا پھر غاصب دوم اس مالک سے زبردستی چھین لے گیا اور مالک کو اس سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے مالک یہ چاہتا ہے کہ غاصب اول سے مطالبہ کرے اب یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ جب اُس کی چیز اُس کو مل گئی کسی طرح سے بھی ملی غاصب بری ہوگیا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۲: غاصب نے مغصوب کو بیع کر دیا اور مالک نے اس بیع کو جائز کر دیا بیع صحیح ہو جائے گی بشرطیکہ وقتِ اجازت بائع یعنی غاصب اور مشتری و مغصوب سب موجود ہوں ہلاک نہ ہوئے ہوں اور یہ اجازت مقدمہ دائر کرنے سے قبل ہو۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: غاصب نے مغصوب کو بیع کر دیا پھر خود غاصب اس چیز مغصوب کا مالک ہوگیا کہ مالک سے خرید لی یا اُس نے اسے ہبہ کردی یا میراث میں یہ چیز اسے ملی تو وہ پہلی بیع جو اس نے کی تھی باطل ہوگئی۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۴: شہر یا گاؤں میں آگ لگ گئی بجھانے کے لیے کسی کی دیوار یا مکان پر چڑھا اور اس کے چڑھنے سے عمارت کو نقصان پہنچا کوئی چیز ٹوٹ گئی یا دیوار گر گئی اس کا تاوان واجب نہیں۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۲۵: کسی کے مکان میں بغیر اجازت مالک داخل ہونا جائز نہیں مگر بضرورت مثلاً اس کا کپڑا اُڑ کر اُس مکان میں چلا گیا اور معلوم ہے کہ اگر مالک مکان سے کہہ دے گا تو وہ لے لے گا اسے نہیں دے گا مگر اچھے لوگوں سے یہ کہہ دے کہ محض اس غرض سے مکان میں گھسنا چاہتا ہے اور اگر مالک سے اندیشہ نہیں ہے تو جانے کی ضرورت نہیں مالک سے کہہ دے کہ کپڑا لاکر

---

1 ……"الدرالمختار"، کتاب الغصب ج۹،ص ۳۳۰.

2 ……"ردالمحتار"، کتاب الغصب،مطلب: فی ابحاث غاصب الغاصب،ج۹،ص۳۳۱.

3 ……"الفتاوی الهندية"، کتاب الغصب،الباب الثانی عشر فی غاصب الغاصب...إلخ،ج۵، ص ۱۴۸.

4 ……"الفتاوی الهندية"، کتاب الغصب،الباب الرابع عشر فی المتفرقات،ج۵،ص ۱۴۹،۱۵۰.

5 ……"الفتاوی الهندية"، کتاب البیوع،الباب التاسع فیمایجوز بیعه ...إلخ،الفصل الثالث،ج۳،ص ۱۱۱.

6 ……"الدرالمختار"، کتاب الغصب،ج۹،ص۳۳۳.

دیدے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ کوئی اُچکا اس کی چیز لے کر کسی کے مکان میں گھس گیا یہ اُس سے لینے کے لیے اُس کے پیچھے جاسکتا ہے۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۶: ایک شخص نے قبر کھودوائی تھی دوسرے نے اپنی میت اُس میں دفن کردی اگر یہ زمین پہلے شخص کی مملوک ہے تو وہ قبر کھود کر میت نکلوا سکتا ہے یا زمین کو برابر کر کے اُس کو کام میں لاسکتا ہے اور میت کی توہین کرنے والا یہ نہیں ہے۔ بلکہ حقیقۃً میت کی توہین اُس نے کی کہ بغیر اجازت پرائی زمین میں دفن کردی۔ اور اگر وہ زمین مباح یا وقف ہے تو نہ میت کو نکال سکتا ہے نہ زمین کو برابر کرسکتا ہے قبر کھودنے کی اُجرت لے سکتا ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۲۷: غاصب[3] نے مغصوب چیز کو غائب کردیا پتا نہیں چلتا کہ کہاں ہے مالک کو اختیار ہے کہ صبر کرے اور چیز ملنے کا انتظار کرے اور چاہے تو غاصب سے ضمان لے اگر غاصب سے ضمان لے لیا تو چیز غاصب کی ہوگئی اور غاصب کی یہ ملک مِلکِ مستند ہے یعنی اگرچہ ملک کا حکم اس وقت دیا جائے گا مگر یہ مِلک وقتِ غصب سے شمار ہوگی اور اوس چیز میں جو زوائد مُتَّصِلہ ہوئے غاصب ان کا بھی مالک ہے[4] اور زوائد مُنْفَصِلہ[5] کا مالک نہیں جیسے درخت میں پھل اور جانوروں میں بچے۔[6] (ہدایہ، عنایہ)

مسئلہ ۲۸: اُس چیز کی قیمت کیا ہے اگر اس میں اختلاف ہے تو گواہ مالک کے معتبر ہیں اور گواہ نہ ہوں تو غاصب جو کہتا ہے قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہے۔[7] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲۹: غاصب اگر یہ کہتا ہے کہ اس کی قیمت کیا ہے میں نہیں جانتا تو اُسے مجبور کیا جائے گا کہ بتائے اور نہیں

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب الغصب، مطلب: فيمايجوز فيه...إلخ، ج۹، ص۳۳۳.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الغصب، ج۹، ص۳۳۳.

3 ......غصب کرنے والا۔

4 ......یعنی ایسی زیادتیاں جو اس چیز کے ساتھ متصل ہوں وہ بھی غاصب کی ملکیت شمار ہوں گی۔

5 ......چیز میں ایسی زیادتی جو اس کے ساتھ متصل نہ ہو۔

6 ......"الهداية"، كتاب الغصب، فصل، ج۲، ص۳۰۲.

و"العناية"على"فتح القدير"، كتاب الغصب، فصل، ج۸، ص۲۷۲.

7 ......"الهداية"، كتاب الغصب، فصل، ج۲، ص۳۰۲.

و"الدرالمختار"، كتاب الغصب، فصل فی مسائل متفرقة، ج۹، ص۳۳۷.

بتا تا تو جو کچھ مالک کہتا ہے اُس پر غاصب کو قسم دی جائے یعنی قسم کھائے کہ یہ قیمت نہیں ہے جو مالک کہتا ہے اگر قسم کھانے سے انکار کرتا ہے تو مالک جو کچھ کہتا ہے دینا ہوگا اور قسم کھا گیا تو مالک کو قسم کھانی ہوگی کہ جو کچھ میں نے قیمت بیان کی وہی ہے۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۰: شے مغصوب ضمان لینے کے بعد ظاہر ہوگئی تو مالک کو اختیار ہے کہ ضمان جو لے چکا ہے واپس کردے اور اپنی چیز لے لے اور چاہے تو ضمان کو نافذ کردے یہ اُس صورت میں ہے کہ قیمت وہ لی گئی جو غاصب نے بتائی ہے اور غاصب کو اختیار نہیں ہے اور اگر قیمت وہ دلائی گئی ہے جو مالک نے بتائی یا مالک نے گواہوں سے ثابت کی ہے یا غاصب پر قسم دی گئی اس نے قسم کھانے سے انکار کردیا ہے تو ان صورتوں میں مالک اس چیز کو نہیں لے سکتا۔[2] (ہدایہ، عنایہ)

مسئلہ ۳۱: مغصوب میں جو زیادت مُنفَصِلہ پیدا ہوئی مثلاً جانور کا دودھ، درخت کے پھل، یہ غاصب کے پاس بمنزلۂ امانت ہے اگر غاصب نے اُس میں تعدّی کی، ہلاک کرڈالی، خرچ کرڈالی یا مالک نے طلب کی اور غاصب نے نہیں دی جب تو ضمان واجب ہوگا ورنہ ان کا ضمان واجب نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۳۲: طبلہ[4]، سارنگی[5]، ستار[6]، یکتارا[7]، دوتارا[8]، ڈھول اور ان کے علاوہ دوسری قسم کے باجے کسی نے توڑ ڈالے توڑنے والے کو تاوان دینا ہوگا مگر تاوان میں باجے کی قیمت نہیں دی جائے گی بلکہ اوس قسم کی لکڑی گھڑی ہوئی باجے کے سوا اگر کسی جائز کام میں آئے اُس کی جو قیمت ہو وہ دی جائے یہ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول ہے مگر صاحبین کے قول پر فتویٰ ہے وہ یہ کہ توڑنے والے پر کچھ بھی تاوان واجب نہیں بلکہ ان کی بیع بھی جائز نہیں اور یہ اختلاف اُسی صورت میں ہے جب وہ لکڑی کسی کام میں آسکتی ہو ورنہ بالاتفاق تاوان نہیں اور اگر امام کے حکم سے توڑے ہوں تو بالاتفاق تاوان واجب نہیں اور یہ اختلاف اُس میں ہے کہ وہ باجے ایسے شخص کے نہ ہوں جو گا تا بجاتا ہو

---

1 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الغصب، فصل فی مسائل متفرقة، ج۹، ص۳۳۸.

2 ...... "الهداية"، کتاب الغصب، فصل، ج۲، ص۳۰۲، ۳۰۳.

و "العناية"، علی "فتح القدير"، کتاب الغصب، فصل، ج۸، ص۲۷۳.

3 ...... "الدرالمختار"، کتاب الغصب، فصل فی مسائل متفرقة، ج۹، ص۳۴۱.

4 ...... ایک قسم کا ایک رُخا ڈھول۔

5 ...... ایک قسم کا ساز جس میں تار لگے ہوئے ہوتے ہیں اسے گز سے بجایا جاتا ہے۔

6 ...... ایک قسم کا ساز جسے مضراب (ستار بجانے کے لئے استعمال ہونے والا ایک چھوٹا سا آلہ) سے بجایا جاتا ہے۔

7 ...... ایک قسم کا باجا جس میں ایک تار لگا ہوتا ہے۔

8 ...... ایک قسم کی چھوٹی سارنگی جس میں دو تار ہوتے ہیں۔

اور گویے کے ہوں تو بھی بالاتفاق تاوان واجب نہیں۔[1] (ہدایہ، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۳: شطرنج، گنجفہ[2]، چوسر[3]، تاش وغیرہ ناجائز کھیل کی چیزیں تلف کردیں ان کا بھی تاوان واجب نہیں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۴: طبل غازی کو توڑ ڈالا یا وہ دف جس کو شادیوں میں بجانا جائز ہے اسے توڑا یا چھوٹے بچوں کے تاشے باجے توڑ ڈالے تو ان کا تاوان ہے۔[5] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: بولنے والے کبوتر یا فاختہ کو تلف کیا تو تاوان میں وہ قیمت لی جائے گی جو بولنے والے کی ہے اسی طرح بعض کبوتر خوبصورت ہوتے ہیں اس کی وجہ سے اُن کی قیمت زیادہ ہوتی ہے تو تاوان میں یہی قیمت لی جائے گی اور اُڑنے والے کبوتروں میں وہ قیمت لگائی جائے گی جو نہ اُڑنے والے کی ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۶: سینگ والا مینڈھا جو لڑایا جاتا ہے یا اصیل مرغ جس کو لڑاتے ہیں ان میں وہ قیمت لگائی جائے گی جو نہ لڑنے والوں کی ہے کیونکہ ان کا لڑانا حرام ہے قیمت میں اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا۔[7] (عالمگیری) یوہیں تیتر، بٹیر وغیرہ لڑاتے ہیں اور اس کی وجہ سے انھیں بہت داموں میں خریدتے بیچتے ہیں ان کے اتلاف میں وہی قیمت لی جائے گی جو گوشت کھانے کے تیتر بٹیر کی ہو۔

مسئلہ ۳۷: درخت میں چھوٹے چھوٹے پھل ہیں جو اس وقت کسی کام کے نہیں جیسے امرود کے ابتدائی پھل وہ تلف کرڈالے تو یہ نہیں خیال کیا جائے گا کہ ان کی کچھ قیمت نہیں ہے بلکہ تاوان لیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ تنہا درخت کی کیا قیمت ہے اور درخت مع پھل کی کیا قیمت ہے جو زیادتی قیمت میں ہو وہ نقصان کرنے والے سے لی جائے۔ یوہیں اگر درخت میں

---

1 ......"الهداية"، كتاب الغصب، فصل فی غصب مالايتقدم، ج۲، ص۳۰۷.
و"الدرالمختار" و" ردالمحتار"، كتاب الغصب، مطلب: فی ضمان...إلخ، ج۹، ص۳۵۲.

2 ......ایک قسم کا کھیل جس میں **96** گول پتے اور تین کھلاڑی ہوتے ہیں۔

3 ......ایک قسم کا کھیل جو سات کوڑیوں سے کھیلا جاتا ہے اس کی بساط کے چار حصے ہوتے ہیں اور ہر حصے میں نو خانے ہوتے ہیں۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الرابع فی كيفية الضمان، ج۵، ص۱۳۱.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الغصب، فصل فی مسائل متفرقة، ج۹، ص۳۵٤.
و"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الرابع فی كيفية الضمان، ج۵، ص۱۳۱.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الرابع فی كيفية الضمان، ج۵، ص۱۳۱.

7 ......المرجع السابق.

کلیاں نکلی ہیں اور کسی نے ان کو جھاڑ کر گرا دیا تو یہاں بھی اُسی صورت سے تاوان لیا جائے گا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸: کسی شخص نے خاص کوئیں میں نجاست ڈالی تو اوس سے تاوان لیا جائے گا۔ اور عام کوئیں میں ڈالی تو اسے حکم ہوگا کہ کوئیں کو پاک کرے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۹: علی بن عاصم رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں میں نے امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ ایک شخص کا ایک روپیہ دوسرے کے دو روپے میں مل گیا اُس کے پاس سے دو روپے جاتے رہے ایک باقی ہے اور معلوم نہیں یہ کس کا روپیہ ہے اس کا کیا حکم ہے امام نے فرمایا وہ جو باقی ہے اُس میں سے ایک تہائی ایک روپیہ والے کی ہے اور دو تہائیاں دو روپے والے کی۔ علی بن عاصم کہتے ہیں اس کے بعد میں ابن شبرمہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے ملا اور ان سے بھی یہی سوال کیا اُنھوں نے کہا تم نے اس کو کسی اور سے بھی پوچھا ہے میں نے کہا ہاں ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے پوچھا ہے ابن شبرمہ نے کہا اُنھوں نے یہ جواب دیا ہوگا میں نے کہا ہاں۔ ابن شبرمہ نے کہا اُنھوں نے غلط جواب دیا اس لیے کہ دو روپے جو گم ہوگئے اون میں ایک تو یقیناً اُس کا ہے جس کے دو روپے تھے اور ایک میں احتمال ہے کہ اُس کا ہو یا ایک روپیہ والے کا ہو اور جو باقی ہے اس میں بھی احتمال ہے کہ دو والے کا ہو یا ایک والے کا دونوں برابر کا احتمال رکھتے ہیں لہٰذا نصف نصف دونوں بانٹ لیں۔ کہتے ہیں مجھے ابن شبرمہ کا جواب بہت پسند آیا پھر میں امام اعظم (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے ملا اور ان سے کہا کہ اس مسئلہ میں آپ کے خلاف جواب ملا ہے امام (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا کیا تم ابن شبرمہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پاس گئے تھے میں نے کہا ہاں۔ فرمایا انھوں نے تم سے یہ کہا ہے وہ سب باتیں بیان کردیں میں نے کہا ہاں۔ فرمایا کہ جب تینوں روپے مل گئے اور امتیاز باقی نہ رہا تو ہر روپیہ میں دونوں شریک ہوگئے ایک والے کی ایک تہائی اور دو والے کی دو تہائیاں پھر جب دو گم ہوگئے تو دونوں کی شرکت کے دو روپے گم ہوئے اور جو باقی ہے یہ بھی دونوں کی شرکت کا ہے کہ ایک تہائی ایک کی اور دو تہائیاں دوسرے کی۔[3] (جوہرہ)

مسئلہ ۴۰: ایک شخص نے دوسرے سے کہا اس بکری کو ذبح کردو اوس نے ذبح کردی اور بکری اوس کی نہ تھی جس نے ذبح کرنے کو کہا تھا تو ذبح کرنے والے کو تاوان دینا ہوگا اوسے یہ بات کہ بکری دوسرے کی ہے معلوم ہو یا نہ ہو دونوں کا ایک حکم ہے ہاں یہ فرق ہے کہ اگر معلوم نہیں ہے تو کہنے والے سے رجوع کرسکتا ہے اور معلوم ہو تو رجوع بھی نہیں کرسکتا۔[4] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب الرابع في كيفية الضمان، ج٥، ص ١٣١.

2 ......المرجع السابق، ص ١٣٢.

3 ......"الجوهرة النيرة"، كتاب الغصب، الجزء الأول، ص ٤٤٦.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الغصب، الباب التاسع في الأمر بالاتلاف...إلخ، ج٥، ص ١٤٢.

مسئلہ ۴۱: کسی نے کہا میرے اس کپڑے کو پھاڑ کر پانی میں ڈال آ ؤ اُس نے ایسا ہی کیا تو اُس پر تاوان نہیں مگر گنہگار ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۲: زمین غصب کر کے اُس میں کوئی چیز بوئی مالک نے کھیت جوت کر کوئی اور چیز بودی مالک کو تاوان نہیں دینا ہوگا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۳: دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت کاشت کی مالک نے کہا تم نے ایسا کیوں کیا میرا کھیت واپس دو بونے والے نے کہا اُتنے ہی بیج مجھے دے دو اور میں اُجرت کے طور پر کام کروں گا یا یہ کہ جو کچھ کھیت میں ہو نصف میرا اور نصف تمہارا مالک زمین نے بیج دے دیے پیداوار مالک زمین لے گا اور اس کو اُجرت مثل دے گا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۴: درخت کی شاخ دوسرے کی دیوار پر آ گئی اس کو اپنی دیوار کے نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہے مالکِ درخت سے کہہ دے کہ شاخ کاٹ ڈالو ورنہ میں خود کاٹ ڈالوں گا اگر مالک نے کاٹ دی فبہا ورنہ یہ کاٹ ڈالے اس پر تاوان واجب نہیں کہ مالک کا خاموش رہنا رضامندی کی دلیل ہے اور اگر مالکِ درخت سے بغیر کہے کاٹ ڈالی تو تاوان واجب ہوگا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۵: دوانڈے غصب کیے ایک کو مرغی کے نیچے رکھ دیا اور دوسرے کو اس نے نہیں رکھا بلکہ مرغی آپ سیتی رہی[5] اور دونوں سے بچے ہوئے تو دونوں غاصب کے ہیں اور غاصب سے دوانڈے تاوان میں لیے جائیں گے اور اگر غصب نہ کیے ہوتے بلکہ اس کے پاس ودیعت ہوتے تو جس انڈے کو مرغی نے خود سی کر بچہ نکالا وہ مودِع کا ہوتا اور جس کو مرغی کے نیچے رکھتا وہ مودَع کا ہوتا اور اس انڈے کا تاوان دینا ہوتا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۶: تنور میں اتنی لکڑیاں ڈال دیں کہ تنور اُن کا متحمل نہ تھا شعلہ اوٹھا اور وہ مکان جلا اور پروس کا مکان بھی جل گیا اس مکان کا تاوان دینا ہوگا۔[7] (عالمگیری)

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الغصب، الباب التاسع فی الأمر بالاتلاف...إلخ، ج٥، ص١٤٣.
2. ......المرجع السابق، الباب العاشر فی زراعة الأرض المغصوبة، ج٥، ص١٤٤.
3. ......المرجع السابق.
4. ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الغصب، الباب الرابع عشر فی المتفرقات، ج٥، ص١٥٠.
5. ......مرغی خود انڈوں پر بچے نکالنے کے لیے بیٹھتی رہی۔
6. ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الغصب، الباب الرابع عشر فی المتفرقات، ج٥، ص١٥١.
7. ......المرجع السابق، ص١٥٢.

مسئلہ ۴۷: ایک شخص کا دامن دوسرے شخص کے نیچے دبا ہوا تھا دامن والے کوخبر نہ تھی وہ اوٹھا اور دامن پھٹ گیا آدھا تاوان اس پر واجب ہے جس نے دبا رکھا تھا۔[1] (خانیہ)

مسئلہ ۴۸: دلال کو بیچنے کے لیے چیز دی تھی دلال کو معلوم ہوا کہ یہ چیز چوری کی ہے، جس نے دی اُسے واپس کردی مالک نے دلال سے اپنی چیز مانگی اس نے کہا جس نے مجھے دی تھی اُس کو دے دی دلال بری ہوگیا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۹: دائن نے مدیون کے سر سے پگڑی اوتار لی اور یہ کہا کہ جب میرا روپیہ لاؤ گے تمہاری پگڑی دے دوں گا وہ جب روپیہ لایا تو پگڑی ضائع ہوگئی تھی تو اس کے لیے غصب کا حکم نہیں ہے بلکہ رہن کا حکم ہے کہ مرہون چیز ہلاک ہونے پر جو کیا جاتا ہے یہاں بھی کیا جائے گا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۰: ایک کا جانور دوسرے کے گھر میں گھس گیا گھر میں سے نکالنا جانور کے مالک کا کام ہے۔اور پرند کسی کے کوئیں میں گر کر مر گیا تو کوئیں سے اُس کو نکالنا پرند کے مالک کا کام ہے کوآں صاف کرانا اُس کے ذمہ نہیں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۱: تربز غصب کیا اور اُس میں سے ایک کھانپ کاٹ لی تو تربز مالک ہی کا ہے اور سب کھانپیں کاٹ ڈالیں تو مالک کی مِلک جاتی رہی۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۲: ایک مکان میں بہت لوگ جمع تھے صاحب خانہ کا آئینہ اوٹھا کر ایک نے دیکھا اُس نے دوسرے کو دے دیا یکے بعد دیگرے سب دیکھتے رہے اور آئینہ ٹوٹ گیا کسی سے تاوان نہیں لیا جائے گا کہ ایسی چیزوں کے استعمال کی عادۃً اجازت ہوا کرتی ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۳: ایک نے کسی کی ٹوپی اوتار کر دوسرے کے سر پر رکھ دی اُس نے اپنے سر سے اوتار کر ڈال دی پھر وہ ٹوپی ضائع ہوگئی اگر اُس نے ٹوپی والے کے سامنے پھینکی ہے کہ اگر وہ لینا چاہے تو لے سکتا ہے تو کسی پر تاوان نہیں ورنہ تاوان ہے دونوں میں سے جس سے چاہے تاوان وصول کرسکتا ہے۔یوہیں ایک شخص نماز پڑھ رہا تھا اُس کے سر سے ٹوپی گر گئی اُس کو کسی نے وہاں سے ہٹادیا اور وہاں سے چور لے گیا اگر ایسی جگہ ہٹا کر رکھی کہ مُصلّی لینا چاہے تو ہاتھ بڑھا کر لے سکتا ہے تو ہٹانے والے پر تاوان نہیں اور اگر دور رکھی تو تاوان ہے۔[7] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الغصب،فصل فیمایصیربه المرء غاصباًوضامناً،ج۲،ص۲۶۲.

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الغصب، الباب الرابع عشر فی المتفرقات،ج۵،ص۱۵۴.

3 ......المرجع السابق،ص۱۵۵. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق،ص ۱۵۸. 7 ......المرجع السابق،ص۱۵۹.

شفعہ کا بیان

حدیث ۱: صحیح بخاری میں ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''پڑوسی کوشفعہ کرنے کا حق ہے''۔(1)

حدیث ۲: امام احمد وترمذی وابوداود وابن ماجہ ودارمی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''پڑوسی کو شفعہ کرنے کا حق ہے اس کا انتظار کیا جائے گا اگرچہ وہ غائب ہو جبکہ دونوں کا راستہ ایک ہو''۔(2)

حدیث ۳: ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''شریک شفیع ہے اور شفعہ ہر شے میں ہے''۔(3)

حدیث ۴: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فیصلہ فرمادیا کہ شفعہ ہر شرکت کی چیز میں ہے جو تقسیم نہ کی گئی ہو مکان ہو یا باغ ہو۔ اُسے یہ حلال نہیں کہ شریک کو بغیر خبر کیے بیچ ڈالے خبر کرنے پر وہ چاہے تو لے لے اور چاہے چھوڑ دے اور اگر بغیر خبر کیے اُس نے بیچ ڈالا تو وہ حقدار ہے۔(4)

حدیث ۵: صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فیصلہ کیا کہ شفعہ ہر غیر منقسم چیز میں ہے اور جب حدود واقع ہو گئے اور راستے پھیر دیے گئے یعنی تقسیم کر کے ہر ایک کا راستہ جدا کر دیا گیا تو اب شفعہ نہیں یعنی شرکت کی وجہ سے جو شفعہ تھا وہ اب نہیں۔(5)

حدیث ۶: صحیح بخاری میں عَمْرو بن شَرِید سے مروی ہے کہتے ہیں میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس کھڑا تھا اتنے میں ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہ آئے اور یہ کہا کہ سعد تمہارے دار میں جو میرے دو مکان ہیں اُنھیں خرید لو اُنھوں نے کہا میں نہیں خریدوں گا مِسْوَر بن مَخْرَمہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا واللہ تم کو خریدنا ہوگا سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا واللہ میں چار ہزار درہم سے زیادہ نہیں دوں گا اور وہ بھی باقساط ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا۔ مجھے پانسو اشرفیاں مل رہی ہیں

1 ...... ''صحیح البخاري''، کتاب الشفعة...إلخ، باب عرض الشفعة علی صاحبها قبل البیع، الحدیث: ٢٢٥٨، ج٢، ص٦١.

2 ...... ''جامع الترمذي''، کتاب الأحکام، باب ماجاء في الشفعة للغائب، الحدیث: ١٣٧٤، ج٣، ص٨٣.

3 ......''جامع الترمذي''، کتاب الأحکام، باب ماجاء ان الشریك شفیع، الحدیث: ١٣٧٦، ج٣، ص٨٤.

4 ......''صحیح مسلم''، کتاب المساقاة... إلخ، باب الشفعة، الحدیث: ١٣٣، ١٣٤ـ(١٦٠٨)، ص٨٦٨.

5 ......''صحیح البخاري''، کتاب الشفعة... إلخ، باب الشفعة فیما لم یقسم... إلخ، الحدیث: ٢٢٥٧، ج٢، ص٦١.

اور اگر میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے یہ سنا نہ ہوتا کہ پڑوسی کو قرب کی وجہ سے حق ہوتا ہے تو چار ہزار میں نہیں دیتا جبکہ پانسو دینار مجھے مل رہے ہیں یہ کہہ کر ان کو چار ہزار میں دے دیا۔[1]

مسائل فقهيه

غیر منقول جائداد کو کسی شخص نے جتنے میں خریدا اُتنے ہی میں اُس جائداد کے مالک ہونے کا حق جو دوسرے شخص کو حاصل ہو جاتا ہے اس کو شفعہ کہتے ہیں۔ یہاں اس کی ضرورت نہیں کہ مشتری اس پر راضی ہو جب ہی شفعہ کیا جائے وہ راضی ہو یا ناراض بہرصورت جوحق دار ہے لے سکتا ہے۔ جس شخص کو یہ حق حاصل ہے اوس کو شفیع کہتے ہیں۔ مشتری نے مثلی چیز کے عوض میں جائداد خریدی ہے مثلاً روپے اشرفی پیسے کے عوض میں ہے تو اُس کی مثل دے کر شفیع لے لے گا اور اگر قیمی چیز ثمن ہے تو اُس کی جو کچھ قیمت ہے وہ دے گا۔

مسئلہ ۱: شفعہ وہ شخص کرسکتا ہے جس کی مِلک جائداد مبیعہ سے متصل ہے خواہ اُس جائداد میں شفیع کی شرکت ہو یا اس کا جوار (پڑوس) ہو۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۲: شفعہ کے شرائط حسب ذیل ہیں۔ (۱) جائداد کا انتقال عقد معاوضہ کے ذریعہ سے ہو یعنی بیع یا معنی بیع میں ہو۔ معنی بیع مثلاً جائداد کو بدل صلح قرار دیا یعنی اُس کو دے کر صلح کی ہو اور اگر انتقال میں یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو شفعہ نہیں ہوسکتا مثلاً ہبہ، صدقہ، میراث، وصیت کی رو سے جائداد حاصل ہوئی تو اُس پر شفعہ نہیں ہوسکتا۔ ہبہ بشرط العوض میں اگر دونوں جانب سے تقابض بدلین ہو گیا تو شفعہ ہوسکتا ہے۔ اور اگر ہبہ میں عوض کی شرط نہ تھی مگر موہوب لہ نے عوض دے دیا مثلاً زید نے عَمْرو کو ایک مکان ہبہ کر دیا اور عمرو نے زید کو اُس کے عوض میں مکان ہبہ کیا تو دونوں میں سے کسی پر شفعہ نہیں ہوسکتا۔[3] (عالمگیری)
(۲) مبیع عقار یعنی جائداد غیر منقولہ ہو منقولات میں شفعہ نہیں ہوسکتا۔ (۳) بائع کی ملک زائل ہوگئی ہو لہٰذا اگر بائع کو خیار شرط ہو تو شفعہ نہیں ہوسکتا جب وہ اپنا خیار شرط ساقط کر دے گا تب ہو سکے گا۔ اور مشتری کو خیار ہو تو شفعہ ہوسکتا ہے۔ (۴) بائع کا حق بھی زائل ہو گیا ہو یعنی مبیع کے واپس لینے کا اُسے حق نہ ہو لہٰذا مشتری نے بیع فاسد کے ذریعہ سے جائداد بیچی تو شفعہ نہیں ہوسکتا۔ ہاں اگر مشتری نے اس جائداد کو بیع صحیح کے ذریعہ فروخت کر ڈالا تو اب شفعہ ہوسکتا ہے اور اس شفعہ کو اگر بیع ثانی پر بنا کرے تو بیع ثانی

1 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الشفعة... إلخ، باب عرض الشفعة... إلخ، الحديث: ٢٢٥٨، ج٢، ص٦١.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، ج٩، ص٣٦٢.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الأول في تفسيرها... إلخ، ج٥، ص١٦٠.

کا جو کچھ ثمن ہے اُس کے ساتھ لے گا اور اگر بیع اول پر بنا کرے تو مشتری کے قبضہ کرنے کے دن جو اُس کی قیمت تھی وہ دینی ہوگی۔(۵) جس جائداد کے ذریعہ سے اس جائداد پر شفعہ کرنے کا حق حاصل ہوا ہے وہ اس وقت شفیع کی ملک میں ہو یعنی جبکہ مشتری نے اس شفعہ والی جائداد کو خریدا لہٰذا اگر وہ مکان شفیع کے کرایہ میں ہو یا عاریت کے طور پر اوس میں رہتا ہے تو شفعہ نہیں کرسکتا یا اس مکان کو اس نے پہلے ہی بیع کر دیا ہے تو اب شفعہ نہیں کرسکتا۔(۶) شفیع نے اوس بیع سے نہ صراحۃً رضامندی ظاہر کی ہو نہ دلالۃً۔[1]

مسئلہ۳: دومنزلہ مکان ہے اُس کی دونوں منزل میں شفعہ ہوسکتا ہے مثلاً اگر صرف بالا خانہ فروخت ہوا تو شفعہ ہوسکتا ہے اگرچہ اوس کا راستہ نیچے کی منزل میں نہ ہو۔[2] (درمختار)

مسئلہ۴: نابالغ اور مجنون کے لیے بھی حق شفعہ ثابت ہوتا ہے ان کا وصی یا ولی اس کا مطالبہ کرے گا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۵: شفعہ کے ذریعہ سے جو جائداد حاصل کی گئی وہ اُسی کی مثل ہے جس کو خریدا ہے یعنی اس جائداد میں شفیع کو خیار رویت خیار عیب حاصل ہوگا جس طرح مشتری کو ہوتا ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ۶: شفعہ کا حکم یہ ہے کہ جب اس کا سبب پایا جائے یعنی جائداد بیچی گئی تو طلب کرنا جائز ہے اور بعد طلب و اشہاد یہ مؤکد ہوجاتا ہے اور قاضی کے فیصلہ یا مشتری کی رضامندی سے شفیع اُس چیز کا مالک ہوجاتا ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ۷: مکان موقوف کے متصل کوئی مکان فروخت ہوا تو نہ واقف شفعہ کرسکتا ہے نہ متولی نہ وہ شخص جس پر یہ مکان وقف ہے کہ شفعہ کے لیے یہ ضرورت تھی کہ جس کے ذریعہ سے شفعہ کیا جائے وہ مملوک ہو اور مکان موقوف مملوک نہیں۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ۸: زمین موقوف میں کسی نے مکان بنایا ہے اور اُس کے جوار میں کوئی مکان فروخت ہوا تو یہ شفعہ نہیں کرسکتا اور اپنی عمارت بیع کرے تو اس پر بھی شفعہ نہیں ہوسکتا۔[7] (عالمگیری)

---

1. ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الشفعة،الباب الأول فی تفسيرها... إلخ،ج٥،ص١٦٠،١٦١.
2. ......"الدرالمختار"،كتاب الشفعة،ج٩،ص٣٦٢.
3. ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الشفعة،الباب الأول فی تفسير ها... إلخ،ج٥،ص١٦١.
4. ......"الدرالمختار"،كتاب الشفعة،ج٩،ص٣٦٤.
5. ......المرجع السابق،ص ٣٦٤،٣٦٥.
6. ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الشفعة،الباب الاوّل فی تفسيرها... إلخ،ج ٥،ص١٦١.
7. ......المرجع السابق.

مسئلہ۹: جس جائداد موقوفہ کی بیع نہیں ہوسکتی اگر کسی نے ایسی جائداد بیع کردی تو اس پر شفعہ نہیں ہوسکتا کہ شفعہ کے لیے بیع ہونا ضرور ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ۱۰: اگر وقف ایسا ہو جس کی بیع جائز ہو اور وہ فروخت ہوا تو اس پر شفعہ ہوسکتا ہے اور اگر اُس کے جوار میں کوئی جائداد فروخت ہوئی تو وقف کی جانب سے شفعہ نہیں ہوسکتا کہ اس کا کوئی مالک نہیں جو شفعہ کرسکے۔ یوہیں اگر جائداد کا ایک جز وقف ہے اور ایک جز ملک اور جو حصہ مِلک ہے وہ فروخت ہوا تو وقف کی جانب سے اُس پر شفعہ نہیں ہوسکتا۔[2] (درمختار)

مسئلہ۱۱: مکان کو نکاح کا مَہر قرار دیا یا اُس کو اُجرت مقرر کیا تو اُس پر شفعہ نہیں ہوسکتا اور اگر مَہر کوئی دوسری چیز ہے مکان کو اُس کے بدلے میں بیع کیا یا نکاح میں مَہر کا ذکر نہ ہوا اور مَہر مثل واجب ہوا اُس کے بدلے میں عورت کے ہاتھ مکان بیچ دیا تو شفعہ ہوسکتا ہے۔[3] (عالمگیری)

شفعہ کے مراتب

مسئلہ۱: شفعہ کے چند اسباب مجتمع ہوجائیں تو اُن میں ترتیب کا لحاظ رکھا جائے گا جو سبب قوی ہو اُس کو مقدم کیا جائے۔ شفعہ کے تین سبب ہیں۔ (۱) شفعہ کرنے والا شریک ہے یا (۲) خلیط ہے یا (۳) جارِ ملاصق۔ شریک وہ ہے کہ خود مبیع میں اُس کی شرکت ہو مثلاً ایک مکان دو شخصوں میں مشترک ہے ایک شریک نے بیع کی تو دوسرے شریک کو شفعہ پہنچتا ہے۔ خلیط کا یہ مطلب ہے کہ خود مبیع میں شرکت نہیں ہے اس کا حصہ بائع کے حصہ سے ممتاز ہے مگر حقِ مبیع میں شرکت ہے مثلاً دونوں مکانوں کا ایک ہی راستہ ہے اور راستہ بھی خاص ہے یا دونوں کے کھیت میں ایک نالی سے پانی آتا ہو۔ جار ملاصق یہ ہے کہ اس کے مکان کی پچھیت[4] دوسرے کے مکان میں ہو۔ ان سب میں مقدم شریک ہے پھر خلیط اور جار ملاصق کا مرتبہ سب سے آخر میں ہے۔[5] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ۲: شریک نے مشتری کو تسلیم کردی یعنی شفعہ کرنا نہیں چاہتا ہے تو خلیط کو شفعہ کا حق حاصل ہوگیا کہ اُس کے بعد اسی کا مرتبہ ہے یا اُس جائداد میں کسی کی شرکت ہی نہیں ہے تو خلیط کو شفعہ کا حق ہے اور خلیط نے بھی مشتری سے

---

1. ......"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، ج۹، ص۳۷۱.
2. ......المرجع السابق، ص۳۷۲.
3. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الأوّل في تفسيرها...إلخ، ج۵، ص۱۶۱.
4. ......مکان کے پیچھے کی دیوار۔
5. ......"الهداية"، كتاب الشفعة، ج۲، ص۳۰۸.
   و"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، ج۹، ص۳۶۵-۳۶۸.

نہیں لینا چاہا تسلیم کردی یا کوئی خلیط ہی نہیں ہے تو جار کو حق ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: نہرِ عظیم اور راستۂ عام میں شرکت سبب شفعہ نہیں ہے بلکہ اس صورت میں جار ملاصق کو شفعہ کا حق ملے گا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۴: نہرِ عظیم وہ ہے جس میں کشتی چل سکتی ہو اور اگر کشتی نہ چل سکے تو نہر صغیر ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۵: کوچۂ سربستہ[4] میں جن لوگوں کے مکانات ہیں وہ سب خلیط ہیں کہ خاص راستہ میں شرکت ہوگئی۔ کوچہ سربستہ سے دوسرا راستہ نکلا کہ آگے چل کر یہ بھی بند ہوگیا اس میں بھی کچھ مکانات ہیں اگر اس میں کوئی مکان فروخت ہوا تو اس کوچہ والے حقدار ہیں پہلے کوچہ والے نہیں اور پہلے کوچہ میں مکان فروخت ہوا تو دونوں کوچہ والے برابر کے حقدار ہیں۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۶: کوچۂ سربستہ میں ایک مکان ہے جس میں ایک حصہ ایک شخص کا ہے اور ایک حصہ میں دو شخص شریک ہیں اور جس کوچہ میں یہ مکان ہے اس میں دوسروں کے بھی مکانات ہیں ایک شریک نے اپنا حصہ بیع کیا تو اُس کا شریک شفعہ کرسکتا ہے وہ نہ کرے تو دوسرا شخص کرے جو شریک نہ تھا مگر اسی مکان میں اس کا مکان بھی ہے اور یہ بھی نہ کرے تو اُس کوچہ کے دوسرے لوگ کریں۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۷: مبیع میں شرکت کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پوری مبیع میں شرکت ہے مثلاً پورا مکان دو شخصوں میں مشترک ہو۔ دوم یہ کہ بعض مبیع میں شرکت ہو یعنی مکان کا ایک جز مشترک ہے اور باقی میں شرکت نہیں مثلاً پردہ کی دیوار دونوں کی ہو اور ایک نے اپنا مکان بیع کر دیا تو پردہ کی دیوار جو مشترک ہے اس کی بھی بیع ہوگئی یہ شخص شریک کی حیثیت سے شفعہ کرے گا لہٰذا دوسرے شفیعوں پر مقدم ہوگا مگر جو شخص پورے مکان میں شریک ہے وہ اس شریک پر مقدم ہوگا۔[7] (درمختار، عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثانی فی بيان مراتب الشفعة، ج٥، ص١٦٦.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، ج٩، ص٣٦٧.

3 ......المرجع السابق، ص٣٦٦.

4 ......بند گلی۔

5 ......"الهداية"، كتاب الشفعة، ج٢، ص٣٠٩.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثانی فی بيان مراتب الشفعة، ج٥، ص١٦٦.

7 ......"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، ج٩، ص٣٦٦.

و"الفتاوی الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثانی فی بيان مراتب الشفعة، ج٥، ص١٦٦.

مسئلہ ۸: دیوار میں شرکت سے یہ مراد ہے کہ دیوار کی زمین میں شرکت ہو اور اگر زمین میں شرکت نہ ہو صرف دیوار میں شرکت ہو تو اس کو شریک نہیں شمار کیا جائے گا۔ دونوں کی صورتیں یہ ہیں ایک مکان کے بیچ میں ایک دیوار قائم کردی گئی پھر تقسیم یوں ہوئی کہ ایک شخص نے دیوار سے ادھر کا حصہ لیا اور دوسرے نے اُدھر کا اور دیوار تقسیم میں نہیں آئی لہٰذا دونوں کی ہوئی۔ اور اگر مکان کو تقسیم کرکے ایک خط کھینچ دیا پھر بیچ میں دیوار بنانے کے لیے ہر ایک نے ایک ایک بالشت زمین دے دی اور دونوں کے پیسوں سے دیوار بنی تو یہاں زمین میں بالکل شرکت نہیں ہے اگر شرکت ہے تو دیوار میں ہے اور دیوار وعمارت میں شرکت موجب شفعہ نہیں لہٰذا اس شرکت کا اعتبار نہیں بلکہ یہ شخص جار ملاصق ہے اور اسی حیثیت سے شفعہ کرسکتا ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: بیچ کی دیوار پر دونوں کی کڑیاں ہیں اور یہ معلوم نہیں کہ یہ دیوار دونوں میں مشترک ہے صرف اتنی بات سے کہ دونوں کی کڑیاں ہیں دیوار کا مشترک ہونا معلوم ہوتا ہے ان میں سے ایک کا مکان فروخت ہوا اگر دوسرے نے گواہوں سے دیوار کا مشترک ہونا ثابت کردیا تو اس کو شریک قرار دیا جائے گا اور شفعہ میں اس کا مرتبہ جار سے مقدم ہوگا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: یہ جو کہا گیا کہ شریک کے بعد جار ملاصق کا مرتبہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ بیع کی خبر سن کر اس نے شفعہ طلب کیا ہو اور اگر اُس وقت اس نے شفعہ طلب نہ کیا اور شریک نے شفعہ تسلیم کردیا یعنی بذریعۂ شفعہ لینا نہیں چاہتا تو اب اُس جار کو شفعہ کرنے کا حق نہ رہا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: دومنزلہ مکان ہے نیچے کی منزل زید وعَمْرو کی شرکت میں ہے اور اوپر کی منزل میں زید وبکر شریک ہیں اگر زید نے نیچے کی منزل بیع کی تو عَمْرو شفعہ کرسکتا ہے، بکر نہیں اور اوپر کی منزل بیچی تو بکر شفعہ کرسکتا ہے عمرو نہیں۔[4] (بدائع)

مسئلہ ۱۲: ایک مکان کی چھت پر بالاخانہ ہے مگر اس بالاخانہ کا راستہ دوسرے مکان میں ہے اُس مکان میں نہیں ہے جس کی چھت پر بالاخانہ ہے۔ یہ بالاخانہ[5] فروخت ہوا تو وہ شخص شفعہ کرے گا جس کے مکان میں اس کا راستہ ہے وہ نہیں کرسکتا جس کے مکان کی چھت پر بالاخانہ ہے۔ اور اگر پہلے شخص نے تسلیم کردیا نہ لینا چاہا تو دوسرا شخص شفعہ کرسکتا ہے مگر بالاخانہ کا کوئی جارِ ملاصق ہے تو شفعہ میں یہ بھی شریک ہے اور اگر نیچے کی منزل فروخت ہوئی تو بالاخانہ والا شفعہ کرسکتا ہے

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثاني في بيان مراتب الشفعة، ج٥، ص١٦٦.

2 ......المرجع السابق، ص١٦٧.   3 ......المرجع السابق.

4 ......"بدائع الصنائع"، كتاب الشفعة، باب بيان كيفية سبب الشفعة، ج٤، ص١٠٥.

5 ......اوپری منزل۔

اور وہ مکان جس میں بالا خانہ کا راستہ ہے فروخت ہوا تو اُس میں بھی بالا خانہ والا شفعہ کرسکتا ہے۔[1] (بدائع)

مسئلہ ۱۳: کوچۂ سربستہ میں چند اشخاص کے مکانات ہیں ان میں سے کسی نے اپنا مکان یا کوئی کمرہ بیع کر دیا اور راستہ مشتری کے ہاتھ نہیں بیچا بلکہ مشتری سے یہ طے پایا کہ اس مکان کا دروازہ شارع عام[2] میں کھول لے اس صورت میں بھی اس کوچے کے رہنے والے شفعہ کرسکتے ہیں کیونکہ بوقتِ بیع یہ لوگ راستہ میں شریک ہیں اور اگر اس وقت ان لوگوں نے شفعہ نہ کیا اور مشتری نے دروازہ کھولنے کے بعد اس کو بیع کرڈالا تو اب شفعہ نہیں کرسکتے کہ راستہ کی شرکت دوسری بیع کے وقت نہیں ہے بلکہ اب وہ شخص شفعہ کرسکتا ہے جو جار ملاصق ہو۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: مکان کے دو دروازے ہیں ایک دروازہ ایک گلی میں ہے دوسرا دوسری گلی میں ہے اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ پہلے دو مکان تھے ایک کا دروازہ ایک گلی میں تھا دوسرے کا دوسری گلی میں تھا ایک شخص نے دونوں کو خرید کر ایک مکان کر دیا اس صورت میں ہر گلی والے اپنی جانب کا مکان شفعہ کر کے لے سکتے ہیں ایک گلی والوں کو دوسری جانب کے حصہ کا حق نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ جب وہ مکان بنا تھا اُسی وقت اُس میں دو دروازے رکھے گئے تھے تو دونوں گلی والے پورے مکان میں شفعہ کا برابر حق رکھتے ہیں۔ یوہیں اگر دو گلیاں تھیں دونوں کے بیچ کی دیوار نکال کر ایک گلی کر دی گئی تو ہر ایک کوچہ والے اپنی جانب میں شفعہ کا حق رکھتے ہیں۔ دوسری جانب میں اُنھیں حق نہیں۔ اسی طرح کوچۂ سربستہ تھا[4] اُس کی دیوار نکال دی گئی کہ سربستہ نہ رہا بلکہ کوچۂ نافذہ ہوگیا تو اب بھی اس کے رہنے والے شفعہ کا حق رکھیں گے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: باپ کا مکان تھا اُس کے مرنے کے بعد بیٹوں کو ملا اور اُن میں سے کوئی لڑکا مر گیا اور اُس نے اپنے بیٹے وارث چھوڑے ان میں سے کسی نے اپنا حصہ بیع کیا تو اُس کے بھائی اور چچا سب شفعہ کرسکتے ہیں بھائیوں کو چچا پر ترجیح نہیں ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: مکان کے دو پڑوسی ہیں ایک موجود ہے دوسرا غائب ہے موجود نے شفعہ کا دعویٰ کیا مگر قاضی ایسے شفعہ کا

1. ......"بدائع الصنائع"، کتاب الشفعة، باب بیان کیفیة سبب الشفعة، ج ٤، ص ١٠٥.
2. ......عام راستہ۔
3. ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الشفعة، الباب الثانی فی بیان مراتب الشفعة، ج ٥، ص ١٦٨.
4. ......بند گلی تھی یعنی ایسی گلی تھی جو آگے جا کر بند ہو جاتی تھی۔
5. ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الشفعة، الباب الثانی فی بیان مراتب الشفعة، ج ٥، ص ١٦٩.
6. ......المرجع السابق، ص ١٧٠.

قائل نہ تھا اُس نے دعوے کو خارج کر دیا کہ شفعہ کا تجھے حق نہیں ہے پھر وہ غائب آیا اور اُس نے دوسرے قاضی کے پاس دعویٰ کیا جس کے مذہب میں پروسی کے لیے بھی شفعہ ہے یہ قاضی پورا مکان اسی شفعہ کرنے والے کو دلائے گا۔[1] (بدائع)

مسئلہ ۱۷: کسی کے مکان کا پرنالہ دوسرے کے مکان میں گرتا ہے یا اُس مکان کی نالی اس مکان میں ہے تو اُس کو اس مکان میں جوار[2] کی وجہ سے شفعہ کا حق ہے شرکت کی وجہ سے نہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۸: شفعہ کا دعویٰ کیا اور قاضی نے اس کا حکم دے دیا اس کے بعد شفیع نے[4] جائداد لینے سے انکار کر دیا تو دوسرے لوگ جو اس کے بعد شفعہ کر سکتے تھے اُن کا حق باطل ہوگیا یعنی وہ لوگ اب شفعہ نہیں کر سکتے کہ بعد قضائے قاضی[5] اس کی مِلک مُتَقَرِّر ہوگئی اور اگر قاضی کے حکم سے قبل ہی یہ اپنے حق سے دست بردار ہوگیا تو دوسرے لوگ کر سکتے ہیں۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۹: بعض حقدار موجود ہیں بعض غائب ہیں جو موجود ہیں انھوں نے دعویٰ کیا تو ان کے لیے فیصلہ کر دیا جائے گا اس کا انتظار نہ کیا جائے گا کہ وہ غائب بھی آجائے کیونکہ آجانے کے بعد وہ مطالبہ کرے یا نہ کرے کیا معلوم لہٰذا اُس کے آنے تک فیصلہ کو مؤخر نہ کیا جائے۔ پھر اس غائب نے آنے کے بعد اگر مطالبہ کیا تو اس کی تین صورتیں ہیں۔ اگر اس کا مرتبہ اُس سے کم ہے جس کے لیے فیصلہ ہوا تو اس کا مطالبہ ساقط۔ اور برابر کا ہے یعنی اگر وہ شریک ہے تو یہ بھی شریک ہے یا دونوں خلیط ہیں یا دونوں پروسی ہیں تو اس صورت میں دونوں کو برابر برابر جائداد ملے گی اور اگر اس کا مرتبہ اُس سے اونچا ہے یعنی مثلاً وہ خلیط یا پروسی تھا اور یہ شریک ہے تو کل جائداد اسی کو ملے گی۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۲۰: شفیع چاہتا ہے کہ جائداد مبیعہ[8] میں سے ایک حصہ لے لے اور باقی مشتری کے لیے چھوڑ دے اس کا حق شفیع کو نہیں یعنی مشتری کو اس کے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جائداد کا یہ جز لینے میں مشتری اپنا ضرر تصور کرتا ہو۔[9] (درمختار)

---

1 ......"بدائع الصنائع"، كتاب الشفعة، باب بيان كيفية سبب الشفعة، ج٤، ص١٠٣.

2 ......پڑوس۔

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثانى فى بيان مراتب الشفعة، ج٥، ص١٧٠.

4 ......شفعہ کرنے والے نے۔ 5 ......قاضی کے فیصلے کے بعد۔

6 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الشفعة، مطلب: فى الكلام على الشفعة... إلخ، ج٩، ص٣٦٩.

7 ......"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، ج٩، ص٣٦٩.

8 ......بیچی گئی جائداد۔

9 ......"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، ج٩، ص٣٧٠.

مسئلہ ۲۱: ایک شفیع نے اپنا حق شفعہ دوسرے کو دے دیا مثلاً تین شخص شفیع تھے ان میں سے ایک نے دوسرے کو اپنا حق دے دیا یہ دینا صحیح نہیں بلکہ اس کا حق ساقط ہوگیا اور اس کے سوا جتنے شفیع ہیں وہ سب برابر کے حقدار ہیں بلکہ اگر دو شخص حقدار ہیں ان میں سے ایک نے یہ سمجھ کر کہ مجھے نصف ہی جائداد ملے گی نصف ہی کو طلب کیا تو اس کا شفعہ ہی باطل ہو جائے گا یعنی ضروری ہے کہ ہر ایک پورے کا مطالبہ کرے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۲۲: دو شخصوں نے اپنا مشترک مکان بیع کیا شفیع یہ چاہتا ہے کہ فقط ایک کے حصہ میں شفعہ کرے یہ نہیں ہوسکتا اور اگر دو شخصوں نے ایک مکان خریدا اور شفیع فقط ایک مشتری کے حصہ میں شفعہ کرنا چاہتا ہے یہ ہوسکتا ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: ایک شخص نے ایک عقد میں دو مکان خریدے اور شفیع دونوں میں شفعہ کرسکتا ہو تو دونوں میں شفعہ کرے یا دونوں کو چھوڑے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک میں کرے اور ایک کو چھوڑے اور اگر ایک ہی میں وہ شفیع ہے تو ایک میں شفعہ کرسکتا ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۴: مشتری[4] کے وکیل نے جائداد خریدی اور وہ ابھی اسی وکیل کے ہاتھ میں ہے تو شفعہ کی طلب وکیل سے ہوسکتی ہے اور وکیل نے موکل کو دے دی تو وکیل سے طلب نہیں کرسکتا بلکہ اس سے طلب کرنے پر شفعہ ہی ساقط ہو جائے گا کہ جس سے طلب کرنا چاہیے تھا باوجود قدرت شفیع نے اُس سے طلب کرنے میں دیر کی۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

طلب شفعہ کا بیان

طلب کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) طلب مواثبہ، (۲) طلب تقریر اس کو طلب اشہاد بھی کہتے ہیں، (۳) طلب تملیک۔ طلب مواثبہ یہ ہے کہ جیسے ہی اس کو اُس جائداد کے فروخت ہونے کا علم ہو فوراً اُسی وقت یہ ظاہر کردے کہ میں طالبِ شفعہ ہوں اگر علم ہونے کے بعد اس نے طلب نہ کی تو شفعہ کا حق جاتا رہا اور بہتر یہ ہے کہ اپنے اس طلب کرنے پر لوگوں کو گواہ بھی بنالے تاکہ یہ نہ کہا جاسکے کہ اس نے طلب مواثبت نہیں کی ہے۔[6] (ہدایہ)

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الشفعة، ج۹، ص ۳۷۰.

2 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الشفعة، الباب الرابع فی استحقاق الشفيع...إلخ، ج۵، ص ۱۷۵.

3 ......المرجع السابق، ص ۱۷۵، ۱۷۶.

4 ......خریدار۔

5 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الشفعة، مطلب: فی الکلام علی الشفعة...إلخ، ج۹، ص ۳۷۱.

6 ......"الهداية"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة...إلخ، ج۲، ص ۳۱۰، ۳۱۱.

مسئلہ ۱: جائداد کی بیع کا علم کبھی تو خود مشتری[1] ہی سے ہوتا ہے کہ اس نے خود اسے خبر دی اور کبھی مشتری کے قاصد کے ذریعہ سے[2] ہوتا ہے کہ اس نے کسی کی معرفت اس کے پاس کہلا بھیجا اور کبھی کسی اجنبی کے ذریعہ سے ہوتا ہے اس صورت میں یہ ضرور ہے کہ وہ مخبر[3] عادل ہو یا خبر دہندہ[4] میں عدد شہادت پایا جائے یعنی دو مرد ہوں یا ایک مرد اور دو عورتیں۔ خبر دینے والا ایک ہی شخص ہے اور وہ بھی فاسق ہے مگر شفیع[5] نے اس خبر میں اس کی تصدیق کر لی تو بیع کا علم ہو گیا یعنی اگر طلب مواثبہ نہ کرے گا شفعہ باطل ہو جائے گا اور اگر اس کی تکذیب کی[6] تو شفیع کے نزدیک بیع کا ثبوت نہ ہوا یعنی طلب نہ کرنے پر حق شفعہ باطل نہ ہوگا اگرچہ واقع میں اُس کی خبر صحیح ہو۔[7] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: طلب مواثبہ میں ادنیٰ تاخیر بھی شفعہ کو باطل کر دیتی ہے مثلاً کسی خط کے ذریعہ سے اسے بیع کی خبر دی گئی اور اس خط میں بیع کا ذکر مقدم ہے اور اس کے بعد دوسرے مضامین ہیں یا بیع کا ذکر درمیان میں ہے اس نے پورا خط پڑھ کر طلب مواثبت کی شفعہ باطل ہو گیا کہ اتنی تاخیر بھی یہاں نہ ہونی چاہیے۔[8] (ہدایہ)

مسئلہ ۳: خطبہ ہو رہا ہے اور اس کو بیع کی خبر دی گئی اور نماز کے بعد اس نے طلب مواثبت کی اگر ایسی جگہ ہے کہ خطبہ سن رہا ہے تو شفعہ باطل نہیں ہوا اور اگر خطبہ کی آواز اس کو نہیں پہنچتی تو شفعہ باطل ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے۔ نفل نماز پڑھنے میں اسے خبر ملی اسے چاہیے کہ دو رکعت پر سلام پھیر دے اور طلب مواثبت کرے اور چار پوری کر لی یعنی دو رکعتیں اور ملائیں تو باطل ہو گیا اور قبل ظہر یا بعد ظہر کی سنتیں پڑھ رہا تھا اور چار پوری کر کے طلب کیا تو باطل نہ ہوا[9]۔[10] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: بیع کی خبر سن کر **سُبحَانَ اللّٰہِ** یا **اَلْحَمدُ لِلّٰہِ** یا **اَللّٰہُ اَکبَر** یا **لا حَولَ ولا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ** کہا تو شفعہ باطل نہ ہوا کہ ان الفاظ کا کہنا اِعراض[11] کی دلیل نہیں بلکہ خدا کا شکر کرتا ہے کہ اُس کے پروس سے نجات ملی یا تعجب کرتا ہے کہ

---

1 ......خریدار۔ 2 ......یعنی خریدار کے پیغام رساں کے ذریعے سے۔ 3 ......خبر دینے والا۔
4 ......خبر دینے والا۔ 5 ......حق شفعہ کا دعویٰ کرنے والا۔ 6 ......یعنی اسے جھٹلایا۔
7 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج۹، ص۳۷۳.
8 ......"الهداية"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة...إلخ، ج٤، ص٣١٠.
9 ......بہارِشریعت کے نسخوں میں اس مقام پر "**باطل ہو گیا**"، لکھا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب "**ردالمحتار**" میں جب دیکھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس مقام پر "باطل" کے بعد "نہ" متروک ہے، اسی وجہ سے ہم نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے "باطل نہ ہوا" کر دیا...عِلمِیه
10 ......"ردالمحتار"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج۹، ص٣٧٤.
11 ......روگردانی۔

اُس نے ضرر[1] پہنچانے کا ارادہ کیا تھا اور نتیجہ یہ ہوا۔ یوہیں اگر اس کے پاس کے کسی شخص کو چھینک آئی اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا اس نے اُس کا جواب دیا شفعہ باطل نہ ہوا۔[2] (عالمگیری، ہدایہ)

مسئلہ۵: بیع کی خبر ملنے پر اس نے دریافت کیا کہ کس نے خریدا یا کتنے میں خریدا یہ پوچھنا تاخیر میں شمار نہیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ثمن اتنا ہو جو اس کے نزدیک مناسب ہے تو شفعہ کرے اور زیادہ ثمن ہے تو اسے اُتنے داموں میں لینا منظور نہیں۔ یوہیں اگر مشتری کوئی نیک شخص ہے اُس کا پروس ناگوار نہیں ہے تو شفعہ کی کیا ضرورت اور ایسا شخص مشتری ہے جس کا قرب منظور نہیں ہے تو شفعہ کرنے کی ضرورت ہے لہٰذا یہ پوچھنا شفعہ سے اعراض کی دلیل نہیں۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ۶: شفیع نے مشتری کو سلام کیا شفعہ باطل نہیں ہوا اور کسی دوسرے کو سلام کیا تو باطل ہو گیا مثلاً مشتری کا بیٹا بھی وہیں کھڑا تھا اس لڑکے کو سلام کیا باطل ہو گیا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ۷: طلب مواثبہ کے لیے کوئی لفظ مخصوص نہیں جس لفظ سے بھی اس کا طالب شفعہ ہونا سمجھ میں آتا ہو وہ کافی ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ۸: جو جائداد فروخت ہوئی ایک شخص اُس میں شریک ہے اور ایک اُس کا پروسی ہے دونوں کو ایک ساتھ خبر ملی شریک نے طلب مواثبہ کی پروسی نے نہیں کی پھر شریک نے شفعہ چھوڑ دیا اب پروسی کو شفعہ کا حق نہیں رہا یہ بھی اگر اُسی وقت طلب کرتا تو اب شفعہ کرسکتا تھا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ۹: طلب مواثبہ کے بعد طلب اشہاد کا مرتبہ ہے جس کو طلب تقریر بھی کہتے ہیں اس کی صورت یہ ہے کہ بائع یا مشتری یا اُس جائداد مبیعہ[7] کے پاس جا کر گواہوں کے سامنے یہ کہے کہ فلاں شخص نے یہ جائداد خریدی ہے اور میں اس کا شفیع

---

1 ......نقصان۔

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الشفعة، الباب الثالث فی طلب الشفعة، ج٥، ص١٧٢.

و"الهدایة"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة...إلخ، ج٢، ص٣١٠، ٣١١.

3 ......"الهدایة"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة...إلخ، ج٢، ص٣١١.

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الشفعة، الباب التاسع فیما یبطل به...إلخ، ج٥، ص١٨٤، ١٨٥.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج٩، ص٣٧٤.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الشفعة، الباب الثالث فی طلب الشفعة، ج٥، ص١٧٢.

7 ......فروخت شدہ جائداد۔

ہوں اوراس سے پہلے میں طلب شفعہ کر چکا ہوں اوراب پھر طلب کرتا ہوں تم لوگ اس کے گواہ رہو۔[1] (ہدایہ) یہ اُس وقت ہے کہ جائداد مَبیعہ کے پاس طلب اشہاد کرے[2] اوراگر مشتری کے پاس کرے تو یہ کہے کہ اس نے فلاں جائداد خریدی ہے اور میں فلاں جائداد کے ذریعہ سے اُس کا شفیع ہوں اور بائع کے پاس یوں کہے کہ اس نے فلاں جائداد فروخت کی ہے اور میں فلاں جائداد کی وجہ سے اس کا شفیع ہوں۔[3] (نتائج)

مسئلہ ۱۰: بائع کے پاس طلب اشہاد کے لیے شرط یہ ہے کہ وہ جائداد بائع کے قبضہ میں ہو یعنی اب تک بائع نے مشتری کے قبضہ میں نہ دی ہو اور مشتری کا قبضہ ہو چکا ہو تو بائع کے پاس طلب اشہاد نہیں ہوسکتی اور مشتری کے پاس بہرصورت طلب اشہاد ہوسکتی ہے چاہے وہ جائداد بائع کے قبضہ میں ہو یا مشتری کے قبضہ میں ہو اسی طرح جائداد مبیعہ کے سامنے بھی مطلقاً طلب اشہاد ہوسکتی ہے۔[4] (ہدایہ، درمختار) طلب اشہاد میں جائداد کے حدود اربعہ بھی ذکر کر دے تو بہتر ہے تاکہ اختلاف سے بچ جائے۔

مسئلہ ۱۱: جو شخص باوجود قدرت طلب اشہاد نہ کرے تو شفعہ باطل ہو جائے گا مثلاً بغیر طلب اشہاد قاضی کے پاس دعویٰ کر دیا شفعہ باطل ہو گیا۔ طلب اشہاد قاصد اور خط کے ذریعہ سے بھی ہوسکتی ہے۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲: جو شخص دور ہے اور اُسے بیع کی خبر ملی تو خبر ملنے کے بعد اُس کو اتنا موقع ہے کہ وہاں سے آ کر یا قاصد یا وکیل کو بھیج کر طلب اشہاد کرے اس کی وجہ سے جتنی تاخیر ہوئی اس سے شفعہ باطل نہیں ہوگا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: شفیع کو رات میں خبر ملی اور وہ وقت باہر نکلنے کا نہیں ہے اس وجہ سے صبح تک طلب اشہاد کو مؤخر کیا اس سے شفعہ باطل نہیں ہوگا۔[7] (عالمگیری)

---

1. ...... "الهداية"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة... إلخ، ج٢، ص٣١١.
2. ...... یعنی گواہی طلب کرے۔
3. ...... "نتائج الأفكار" تكملة "فتح القدير"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة... إلخ، ج٨، ص٣١١.
4. ...... "الهداية"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة... إلخ، ج٢، ص٣١١.
   و"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج٩، ص٣٧٥.
5. ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج٥، ص٣٧٥، ٣٧٦.
6. ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثالث فى طلب الشفعة، ج٥، ص١٧٣.
7. ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۱۴: بائع ومشتری وجائداد مبیعہ ایک ہی شہر میں ہوں تو قرب وبعد کا اعتبار نہیں یعنی یہ ضرور نہیں کہ قریب ہی کے پاس طلب کرے بلکہ اُسے اختیار ہے کہ دور والے کے پاس کرے یا قریب والے کے پاس کرے ہاں اگر قریب کے پاس سے گزرا اور یہاں طلب اشہاد نہ کی دور والے کے پاس جا کر کی تو شفعہ باطل ہے اور اگر ان میں سے ایک اسی شہر میں ہے اور دوسرا دوسرے شہر میں یا گاؤں میں ہے اور اس شہر والے کے سامنے طلب نہ کی دوسرے شہر یا گاؤں میں اشہاد کے لیے گیا تو شفعہ باطل ہوگیا۔[1] (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۵: طلب اشہاد کا طلب مواثبہ کے بعد ہونا اُس وقت ہے کہ بیع کا جس مجلس میں علم ہوا وہاں نہ بائع ہے نہ مشتری ہے نہ جائداد مبیعہ۔ اور اگر شفیع ان تینوں میں سے کسی کے پاس موجود تھا اور بیع کی خبر ملی اور اُسی وقت اپنا شفیع ہونا ظاہر کر دیا تو یہ ایک ہی طلب دونوں کے قائم مقام ہے یعنی یہی طلب مواثبہ بھی ہے اور طلب اشہاد بھی۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۶: ان دونوں طلبوں کے بعد طلب تملیک ہے یعنی اب قاضی کے پاس جا کر یہ کہے کہ فلاں شخص نے فلاں جائداد خریدی ہے اور فلاں جائداد کے ذریعہ سے میں اُس کا شفیع ہوں وہ جائداد مجھے دِلا دی جائے۔ طلب تملیک میں تاخیر ہونے سے شفعہ باطل ہوتا ہے یا نہیں، ظاہر الروایہ یہ ہے کہ باطل نہیں ہوتا اور ہدایہ وغیرہا میں تصریح ہے کہ اسی پر فتویٰ ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں کہ بلاعذر ایک ماہ کی تاخیر سے باطل ہوجاتا ہے بعض کتابوں میں اس پر فتویٰ ہونے کی تصریح ہے اور نظر بحال زمانہ اس قول کو اختیار کرنا قرین مصلحت ہے کیونکہ اگر اس کے لیے کوئی میعاد نہ ہوگی تو خوف شفعہ کی وجہ سے مشتری نہ اُس زمین میں کوئی تعمیر کر سکے گا نہ درخت نصب کر سکے گا اور یہ مشتری کا ضرر ہے۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷: جوار[4] کی وجہ سے شفعہ کا حق ہے اور قاضی کا مذہب یہ ہے کہ جوار کی وجہ سے شفعہ نہیں ہے شفیع نے دعویٰ اس وجہ سے نہیں کیا کہ قاضی میرے خلاف فیصلہ کر دے گا اس انتظار میں ہے کہ دوسرا قاضی آئے تو دعویٰ کروں اس صورت میں بالاتفاق اُس کا حق باطل نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الشفعة، الباب الثالث فی طلب الشفعة، ج۵، ص۱۷۲.

و"رد المحتار"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، مطلب: طلب عند القاضی...إلخ، ج۹، ص۳۷٦.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج۹، ص۳۷۵.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، مطلب: طلب عند القاضی...إلخ، ج۹، ص۳۷۵، ۳۷٦.

4 ...... پڑوس۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الشفعة، الباب الثالث فی طلب الشفعة، ج۵، ص۱۷۳.

مسئلہ ۱۸: شفیع کے دعویٰ کرنے پر قاضی اس سے چند سوالات کرے گا۔ وہ جائداد کہاں ہے اور اُس کے حدودِ اربعہ کیا ہیں اور مشتری نے اس پر قبضہ کیا ہے یا نہیں اُس پر شفعہ کس جائداد کی وجہ سے کرتا ہے اور اس کے حدود کیا ہیں۔ اُس جائداد کے فروخت ہونے کا اس شفیع کو کب علم ہوا اور اس نے اس کے متعلق کیا کیا۔ پھر طلب تقریر کی یا نہیں۔ اور کن لوگوں کے سامنے طلب تقریر کی اور کس کے پاس طلب تقریر کی، وہ قریب تھا یا دور تھا۔ جب تمام سوالوں کے جوابات شفیع نے ایسے دے دیے جن سے دعویٰ پر برا اثر نہ پڑتا ہو تو اس کا دعویٰ مکمل ہو گیا اب مدعیٰ علیہ[1] سے دریافت کرے گا کہ شفیع جس جائداد کے ذریعہ سے شفعہ کرتا ہے اُس کا مالک ہے یا نہیں اگر اُس نے انکار کر دیا تو شفیع کو گواہوں کے ذریعہ سے اُس جائداد کا مالک ہونا ثابت کرنا ہوگا یا گواہ نہ ہونے کی صورت میں مدعیٰ علیہ پر حلف دیا جائے گا گواہ سے یا مدعیٰ علیہ کے حلف سے انکار کرنے سے جب شفیع کی ملک ثابت ہوگئی تو مدعیٰ علیہ سے دریافت کرے گا کہ وہ جائداد جس پر شفعہ کا دعویٰ ہے اس نے خریدی ہے یا نہیں اگر اُس نے خریدنے سے انکار کر دیا تو شفیع کو گواہوں سے اُس کا خریدنا ثابت کرنا ہوگا اور اگر گواہ نہ ہوں تو مدعیٰ علیہ پر پھر حلف پیش کیا جائے گا اگر حلف سے نکول کیا[2] یا گواہوں سے خریدنا ثابت ہو گیا تو قاضی شفعہ کا فیصلہ کر دے گا۔[3] (ہدایہ، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۹: شفعہ کا دعویٰ کرنے کے لیے یہ ضرور نہیں کہ شفیع ثمن کو قاضی کے پاس حاضر کر دے جب ہی اس کا دعویٰ سنا جائے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ فیصلہ کے وقت ثمن قاضی کے پاس پیش کر دے جب ہی وہ فیصلہ کرے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۰: فیصلہ کے بعد اسے ثمن لا کر دینا ہوگا اور اگر ثمن ادا کرنے کو کہا گیا اور اس نے ادا کرنے میں تاخیر کی یہ کہہ دیا کہ اس وقت میرے پاس نہیں ہے یا یہ کہ کل حاضر کر دوں گا یا اسی قسم کی کچھ اور بات کہی تو شفعہ باطل نہ ہوگا۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۱: فیصلہ کے بعد ثمن وصول کرنے کے لیے مشتری اُس جائداد کو روک سکتا ہے کہہ سکتا ہے کہ جب تک ثمن ادا نہ کرو گے یہ جائداد میں تم کو نہیں دوں گا۔[6] (ہدایہ)

---

[1]...... جس پر دعویٰ کیا گیا ہے۔ [2]...... یعنی انکار کیا۔

[3]...... "الهداية"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة... إلخ، ج٢، ص٤١٢.
و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، مطلب: طلب عند القاضي... إلخ، ج٩، ص٣٧٧.

[4]...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، مطلب: طلب عند القاضي... إلخ، ج٩، ص٣٧٨.

[5]...... "الهداية"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة... إلخ، ج٢، ص٣١٢، ٣١٣.

[6]...... المرجع السابق، ص٣١٣.

مسئلہ ۲۲: شفعہ کا دعویٰ مشتری پر مطلقاً ہوسکتا ہے اس نے جائداد پر قبضہ کیا ہو یا نہ کیا ہو اُس کو مدعیٰ علیہ بنایا جاسکتا ہے اور بائع کو بھی مدعیٰ علیہ بنایا جاسکتا ہے جبکہ جائداد اب تک بائع کے قبضہ میں ہو مگر بائع کے مقابل میں گواہ نہیں سنے جائیں گے جب تک مشتری حاضر نہ ہو۔ یوہیں اگر بائع پر دعویٰ ہوا تو جب تک مشتری حاضر نہ ہو حق مشتری میں وہ بیع فسخ نہیں کی جائے گی اور اگر مشتری کا قبضہ ہو چکا ہو تو بائع کے حاضر ہونے کی ضرورت نہیں۔[1] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲۳: بائع کے قبضہ میں جائداد ہو تو بائع پر قاضی شفعہ کا فیصلہ کرے گا اور اُس کی تمام تر ذمہ داری بائع پر ہوگی یعنی جائداد مشفوعہ میں اگر کسی دوسرے کا حق ثابت ہوا اور اس نے لے لی تو ثمن کی واپسی بائع کے ذمہ ہے اور اگر جائداد پر مشتری کا قبضہ ہو چکا ہے تو ذمہ داری مشتری پر ہوگی یعنی جب کہ مشتری نے بائع کو ثمن ادا کر دیا ہے اور شفیع نے مشتری کو ثمن دیا اور اگر ابھی مشتری نے ثمن ادا نہیں کیا ہے شفیع نے بائع کو ثمن دیا تو بائع ذمہ دار ہے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۴: شفیع کو خیار رویت اور خیار عیب حاصل ہے یعنی اگر اُس نے جائداد مشفوعہ نہیں دیکھی ہے تو دیکھنے کے بعد لینے سے انکار کرسکتا ہے۔ یوہیں اگر اُس میں کوئی عیب ہے تو عیب کی وجہ سے واپس کرسکتا ہے کیونکہ شفعہ کے ذریعہ سے جائداد کا ملنا بیع کا حکم رکھتا ہے لہٰذا بیع میں جس طرح یہ دونوں خیار حاصل ہوتے ہیں یہاں بھی ہوں گے اور اگر مشتری نے عیب سے براءت کر لی ہے کہہ دیا ہے کہ اس میں کوئی عیب نکلے تو اس کی ذمہ داری نہیں اس صورت میں بھی عیب کی وجہ سے واپس کرسکتا ہے۔ مشتری کا براءت قبول کرنا کوئی چیز نہیں۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۵: شفعہ میں خیار شرط نہیں ہوسکتا نہ اس میں ثمن ادا کرنے کے لیے کوئی میعاد مقرر کی جاسکتی نہ اس میں غرر یعنی دھوکے کی وجہ سے ضمان لازم ہوسکتا ہے یعنی مثلاً شفیع نے اُس جائداد میں کوئی جدید تعمیر کی اس کے بعد مستحق نے دعویٰ کیا کہ یہ جائداد میری ہے اور وہ جائداد مستحق کو مل گئی تو تعمیر کی وجہ سے شفیع کا جو کچھ نقصان ہوا وہ نہ بائع سے لے سکتا ہے نہ مشتری سے کہ اس نے یہ جائداد جبراً وصول کی ہے انھوں نے اپنے قصد و اختیار سے اسے نہیں دی ہے کہ وہ اس کے نقصان کا ضمان دیں۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

---

1. "الهداية"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة... إلخ، ج٢، ص٣١٣.
و"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج٩، ص٣٧٩.
2. "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، مطلب: طلب عند القاضي... إلخ، ج٩، ص٣٨٠.
3. "الهداية"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة... إلخ، ج٤، ص٣١٣.
4. "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، مطلب: طلب عند القاضي... إلخ، ج٩، ص٣٨١.

(اختلاف کی صورتیں)

مسئلہ ۲۶: مشتری یہ کہتا ہے کہ شفیع کو جس وقت بیع کا علم ہوا اُس نے طلب نہیں کی اور شفیع کہتا ہے میں نے اُسی وقت طلب کی تو شفیع کو گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا اور گواہ نہ ہوں تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷: شفیع و مشتری میں ثمن کا اختلاف ہے اور گواہ کسی کے پاس نہ ہوں تو قسم کے ساتھ مشتری کا قول معتبر ہے اور اگر دونوں گواہ پیش کریں تو گواہ شفیع کے معتبر ہوں گے۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۸: مشتری نے دعویٰ کیا کہ ثمن اتنا ہے اور بائع نے اُس سے کم ثمن کا دعویٰ کیا اس کی دو صورتیں ہیں بائع نے ثمن پر قبضہ کیا ہے یا نہیں۔ اگر قبضہ نہیں کیا ہے تو بائع کا قول معتبر ہے یعنی اُس نے جو کچھ بتایا شفیع اوتنے ہی میں لے گا۔ اور اگر بائع ثمن پر قبضہ کر چکا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے یعنی اگر شفیع لینا چاہے تو وہ ثمن ادا کرے جس کو مشتری بتاتا ہے اور بائع کی بات نامعتبر ہے کہ جب وہ ثمن لے چکا ہے تو اس معاملہ میں اُس کا تعلق ہی کیا ہے۔ اور اگر بائع ثمن زیادہ بتاتا ہے اور مشتری کم بتاتا ہے اور یہ اختلاف بائع کے ثمن وصول کر لینے کے بعد ہے تو مشتری کی بات معتبر ہے اور ثمن پر قبضہ کرنے سے پہلے یہ اختلاف ہے تو بائع و مشتری دونوں پر حلف ہے جو حلف سے انکار کردے اُس کے مقابل کی معتبر ہے اور اگر دونوں نے حلف کر لیا تو دونوں یعنی بائع و مشتری کے مابین بیع فسخ کر دی جائے گی مگر شفیع کے حق میں یہ بیع فسخ نہیں ہوگی وہ چاہے تو اُتنے ثمن کے عوض میں[3] لے سکتا ہے جس کو بائع نے بتایا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۹: بائع کا ثمن پر قبضہ کرنا ظاہر نہ ہو اور مقدارِ ثمن میں اختلاف ہو اس کی دو صورتیں ہیں۔ بائع نے ثمن پر قبضہ کرنے کا اقرار کیا ہے یا نہیں اگر اقرار نہیں کیا ہے تو اس کا حکم وہی ہے جو قبضہ نہ کرنے کی صورت میں ہے۔ اور اگر اقرار کر لیا ہے اور مشتری زیادہ کا دعویٰ کرتا ہے اور جائداد اس کے قبضہ میں ہے تو اس کی پھر دو صورتیں ہیں پہلے مقدار ثمن کا اقرار کیا پھر قبضہ کا یا اس کا عکس ہے یعنی پہلے قبضہ کا اقرار کیا پھر مقدار کا اگر پہلی صورت ہے مثلاً یوں کہا کہ اس مکان کو میں نے ہزار روپے میں بیچا اور ثمن پر قبضہ پالیا شفیع ایک ہزار میں لے گا اور مشتری جو ایک ہزار سے زیادہ ثمن بتاتا ہے اُس کا اعتبار نہیں

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثالث فی طلب الشفعة، ج٥، ص١٧٤.

2 ......"الهداية"، كتاب الشفعة، فصل فی مسائل الإختلاف، ج٢، ص٣١٤.

3 ......بدلے میں۔

4 ......"الهداية"، كتاب الشفعة، فصل فی مسائل الإختلاف، ج٢، ص٣١٤.

اور اگر دوسری صورت ہے یعنی پہلے قبضہ کا اقرار ہے پھر مقدار ثمن کا مثلاً یوں کہا کہ مکان میں نے بیچ دیا اور ثمن پر قبضہ کرلیا اور ثمن ایک ہزار ہے تو اس صورت میں مشتری کی بات معتبر ہے۔[1] (ہدایہ،عنایہ)

مسئلہ ۳۰: مشتری یہ کہتا ہے کہ میں نے ثمن معجّل کے عوض میں خریدا ہے یعنی ثمن ابھی واجب الادا ہے اور شفیع کہتا ہے کہ ثمن مؤجل کے عوض میں خریدا ہے یعنی فوراً واجب الادا نہیں ہے اُس کے لیے کوئی میعاد[2] مقرر ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۱: مشتری یہ کہتا ہے کہ یہ پورا مکان میں نے دو عقد کے ذریعہ سے خریدا ہے یعنی پہلے یہ حصہ اتنے میں خریدا اُس کے بعد یہ حصہ اتنے میں خریدا اور شفیع یہ کہتا ہے کہ تم نے پورا مکان ایک عقد سے خریدا ہے تو شفیع کا قول معتبر ہے اور اگر کسی کے پاس گواہ ہوں تو گواہ مقبول ہیں اور اگر دونوں گواہ پیش کریں اور گواہوں نے وقت نہیں بیان کیا تو مشتری کے گواہ معتبر ہیں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲: ایک شخص نے مکان خریدا شفیع نے شفعہ کا دعویٰ کیا اور مشتری نے اُس کا ثمن ایک ہزار بتایا تھا شفیع نے ایک ہزار دے کرلے لیا پھر شفیع کو گواہ ملے جو کہتے ہیں اُس نے پانسو میں خریدا تھا یہ گواہ سنے جائیں گے اور اگر مشتری کے کہنے کی شفیع نے تصدیق کرلی تھی تو اب یہ گواہ نہیں سنے جائیں گے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۳: بائع و مشتری[6] اس پر متفق ہیں کہ اس بیع میں بائع کو خیار شرط ہے اور شفیع اس سے انکار کرتا ہے تو اُنھیں دونوں کی بات معتبر ہے اور شفیع کو شفعہ کا حق حاصل نہیں اور اگر بائع شرط خیار کا مدعی[7] ہے اور مشتری و شفیع دونوں اس سے انکار کرتے ہیں تو مشتری کا قول معتبر ہے اور شفیع کو حق شفعہ حاصل ہے اور اگر مشتری شرط خیار کا مدعی ہے اور بائع و شفیع دونوں انکار کرتے ہیں تو بائع کا قول معتبر ہے اور شفعہ ہوسکتا ہے۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......"الھدایة"،کتاب الشفعة، فصل فی مسائل الإختلاف،ج۲،ص۳۱٤.

و"العنایة"علی"فتح القدیر"،کتاب الشفعة، فصل فی مسائل الإختلاف،ج۸،ص۳۱۷.

2 ......مدت۔

3 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الشفعة، الباب العاشر فی الإختلاف...إلخ،ج٥،ص۱۸٦.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......بیچنے والا اور خریدار۔ 7 ......دعویٰ کرنے والا۔

8 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الشفعة، الباب العاشر فی الإختلاف...إلخ،ج٥،ص۱۸٦.

مسئلہ ۳۴: ایک شخص نے اپنی جائداد بیع کی، شفیع نے بائع و مشتری دونوں کے سامنے شفعہ طلب کیا بائع نے کہا یہ بیع معاملہ یعنی فرضی بیع ہوئی ہے اور مشتری نے بھی بائع کی تصدیق کی ان دونوں کا یہ قول شفیع کے مقابل میں نامعتبر ہے بلکہ اگر وہ یہ کہتا ہے کہ جائز بیع ہوئی ہے تو شفعہ کرسکتا ہے مگر جبکہ ظاہر حال سے یہی سمجھا جاتا ہو کہ فرضی بیع ہے مثلاً اوس چیز کی قیمت بہت زیادہ ہو اور تھوڑے داموں میں بیع ہوئی کہ ایسی چیز ان داموں میں نہ بکتی ہو تو اُنھیں دونوں کی بات معتبر ہے اور شفعہ نہیں ہوسکتا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: جائداد تین شخصوں کی شرکت میں ہے اُن میں سے دو شخصوں نے یہ شہادت دی کہ ہم تینوں نے یہ جائداد فلاں شخص کے ہاتھ بیع کر دی ہے اور وہ شخص بھی کہتا ہے کہ میں نے خرید لی ہے مگر وہ تیسرا شریک بیع سے انکار کرتا ہے اُن کی گواہی شریک کے خلاف نامعتبر ہے مگر شفیع اون دونوں کے حصوں کو شفعہ کے ذریعہ سے لے سکتا ہے اور اگر مشتری خریدنے سے انکار کرتا ہے اور یہ تینوں شرکا بیع کی شہادت دیتے ہیں تو ان کی یہ گواہی بھی باطل ہے مگر شفیع پوری جائداد کو بذریعہ شفعہ لے سکتا ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۶: ایک ہزار میں مکان خریدا اُس پر شفعہ کا دعویٰ ہوا مشتری یہ کہتا ہے کہ اس مکان میں میں نے یہ جدید تعمیر کی ہے اور شفیع منکر ہے[3] اس میں مشتری کا قول معتبر ہے اور دونوں نے گواہ پیش کیے تو گواہ شفیع ہی کے معتبر ہوں گے۔ یوہیں اگر زمین خریدی ہے اور مشتری یہ کہتا ہے کہ میں نے اس میں یہ درخت نصب کیے ہیں[4] اور شفیع انکار کرتا ہے تو قول مشتری کا معتبر ہے اور گواہ شفیع کے مگر ان دونوں صورتوں میں یہ ضرور ہے کہ مشتری کا قول ظاہر کے خلاف نہ ہو مثلاً درختوں کی نسبت کہتا ہے میں نے کل نصب کیے ہیں حالانکہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ بہت دنوں کے ہیں یا عمارت کو کہتا ہے کہ میں نے اب بنائی ہے اور وہ عمارت پرانی معلوم ہوتی ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۷: مشتری کہتا ہے میں نے صرف زمین خریدی ہے اس کے بعد بائع نے یہ عمارت مجھے ہبہ کر دی ہے یا یہ کہ پہلے اس نے مجھے عمارت ہبہ کر دی تھی اس کے بعد میں نے زمین خریدی اور شفیع یہ کہتا ہے تم نے دونوں چیزیں خریدی ہیں یہاں مشتری کا قول معتبر ہے شفیع اگر چاہے تو اُس کو بذریعہ شفعہ لے لے جو مشتری نے خریدا ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸: دو مکان خریدے اور ایک شخص دونوں کا جار ملاصق[7] ہے وہ شفعہ کرتا ہے مشتری یہ کہتا ہے کہ میں نے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الشفعة، الباب العاشر فی الإختلاف...إلخ، ج٥، ص١٨٧.

2 ......المرجع السابق، ص١٨٨.

3 ......شفعہ کرنے والا انکار کرتا ہے۔ 4 ......لگائے ہیں۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الشفعة، الباب العاشر فی الإختلاف...إلخ، ج٥، ص١٨٧.

6 ......المرجع السابق، ص١٨٨، ١٨٩.

7 ......جار ملاصق وہ پڑوسی ہے جس کے مکان کے پیچھے کی دیوار دوسرے کے مکان میں ہو۔

دونوں آگے پیچھے خریدے ہیں یعنی دوعقدوں میں خریدے ہیں لہٰذا دوسرے مکان میں تمہیں شفعہ کرنے کا حق نہیں شفیع یہ کہتا ہے کہ دونوں مکان تم نے ایک عقد کے ذریعہ سے خریدے ہیں اور مجھے دونوں میں شفعہ کا حق ہے اس صورت میں مشتری کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ دوعقدوں کے ذریعہ خریدا ہے ورنہ قول شفیع کا معتبر ہوگا۔ یوہیں اگر مشتری یہ کہتا ہے کہ میں نے نصف مکان پہلے خریدا اس کے بعد نصف خریدا اور شفیع یہ کہتا ہے کہ پورا مکان ایک عقد سے خریدا ہے توشفیع کا قول معتبر ہے اور اگر مشتری یہ کہتا ہے کہ پورا مکان میں نے ایک عقد سے خریدا ہے اور شفیع یہ کہتا ہے کہ آدھا آدھا کرکے دومرتبہ میں لہٰذا میں صرف نصف مکان پر شفعہ کرتا ہوں تو اس میں مشتری کا قول معتبر ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۹: شفیع یہ کہتا ہے کہ مشتری نے مکان کا ایک حصہ مُنہدِم کردیا اور مشتری اس سے انکار کرتا ہے تو مشتری کا قول معتبر ہے اور گواہ شفیع کے معتبر ہوں گے۔[2] (عالمگیری)

جائداد کتنے داموں میں شفیع کو ملے گی

یہ بیان کیا جاچکا کہ مشتری نے جن داموں میں جائداد خریدی ہے شفیع کو اوتنے ہی میں ملے گی مگر بعض مرتبہ عقد کے بعد ثمن میں کمی بیشی کردی جاتی ہے اور بعض مرتبہ اُس چیز میں کمی بیشی ہوجاتی ہے یہاں یہ بیان کرنا ہے کہ اس کمی بیشی کا اثر شفیع پر ہوگا یانہیں۔

مسئلہ ۱: اگر بائع نے عقد کے بعد ثمن میں کچھ کمی کردی تو چونکہ یہ کمی اصل عقد کے ساتھ ملحق ہوتی ہے جس کا بیان کتاب البیوع[3] میں گزرچکا ہے لہٰذا شفیع کے حق میں بھی اس کمی کا اعتبار ہوگا یعنی اس کمی کے بعد جو کچھ باقی ہے اُس کے بدلے میں شفیع اس جائداد کو لے گا اور اگر بائع نے پورا ثمن ساقط کردیا تو اس کا اعتبار نہیں یعنی شفیع کو پورا ثمن دینا ہوگا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲: بائع نے پہلے نصف ثمن کم کردیا اس کے بعد بقیہ نصف بھی ساقط کردیا تو شفیع سے نصف اول ساقط ہوگیا اور بعد میں جو ساقط کیا ہے یہ دینا ہوگا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۳: بائع نے مشتری کو ثمن ہبہ کردیا اس کی دوصورتیں ہیں ثمن پر قبضہ کرنے کے بعد ہبہ کیا ہے تو اس کا اعتبار نہیں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الشفعة،الباب العاشر فی الإختلاف...إلخ، ج٥، ص١٨٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ...... بہارشریعت، ج۲، حصہ۱۱۔

4 ......"الهداية"، كتاب الشفعة،فصل فيما يؤخذ به المشفوع، ج٢، ص٣١٥.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الشفعة،باب طلب الشفعة، ج٩، ص٣٨٤.

یعنی شفیع پورا ثمن دے اور قبضہ سے پہلے ثمن کا کچھ حصہ ہبہ کیا تو شفیع سے یہ رقم ساقط ہوجائے گی۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۴: بائع نے ایک شخص کو بیع کا وکیل کیا اُس وکیل نے عقد کے بعد مشتری سے ثمن کا کچھ حصہ کم کردیا اگرچہ یہ کمی مشتری کے حق میں معتبر ہے کہ اُس سے یہ حصہ کم ہوجائے گا مگر اس کمی کا وکیل ضامن ہے یعنی بائع کو پورا ثمن یہ دے گا لہٰذا شفیع کے حق میں اس کمی کا اعتبار نہیں۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ۵: شفیع کو معلوم تھا کہ ایک ہزار میں مشتری نے خریدا ہے اس نے ہزار دے دیے اس کے بعد بائع نے سو روپے کی مشتری سے کمی کردی تو یہ رقم شفیع سے بھی کم ہوجائے گی یعنی شفعہ سے پہلے بائع نے کم کیا یا بعد میں دونوں کا ایک حکم ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ۶: مشتری نے عقد کے بعد ثمن میں اضافہ کیا یہ زیادتی بھی اصل عقد کے ساتھ لاحق ہوگی مگر شفیع کا حق پہلے ثمن کے ساتھ متعلق ہوچکا اور شفیع پر یہ زیادتی لازم کرنے میں اُس کا ضرر ہے لہٰذا اس کا اعتبار نہیں شفیع کو وہ چیز پہلے ہی ثمن میں مل جائے گی۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ۷: مشتری نے جائداد کو مثلی چیز کے عوض میں خریدا ہے تو شفیع اُس کی مثل دے کر جائداد کو حاصل کرسکتا ہے اور قیمی چیز کے عوض میں خریدا ہے تو اس چیز کی بیع کے وقت جو قیمت تھی شفیع کو وہ دینی ہوگی اور اگر جائداد غیر منقولہ[5] کو جائداد غیر منقولہ کے عوض میں خریدا ہے مثلاً اپنے مکان کے عوض میں دوسرا مکان خریدا اور فرض کرو دونوں مکان کے دو شفیع ہوں اور دونوں نے بذریعہ شفعہ لینا چاہا تو اُس مکان کی قیمت کے بدلے میں اس مکان کو لے گا اور اس کی قیمت کے عوض میں اس کو لے گا۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ۸: عقد بیع میں ثمن کی ادا کے لیے کوئی میعاد مقرر تھی تو شفیع کو اختیار ہے کہ ابھی ثمن دے کر مکان لے لے اور چاہے تو میعاد پوری ہونے کا انتظار کرے جب میعاد پوری ہو اُس وقت ثمن ادا کر کے چیز لے اور یہ نہیں کرسکتا کہ چیز تو اب لے

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، مطلب: طلب عند القاضي...إلخ، ج۹، ص۳۸۳.

2 ......"ردالمحتار"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، مطلب: طلب عند القاضي...إلخ، ج۹، ص۳۸۳.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج۹، ص۳۸۴.

4 ......"الهداية"، کتاب الشفعة، فصل فيما يؤخذ به المشفوع، ج۲، ص۳۱۵.

5 ......وہ جائداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوسکتی ہو۔

6 ......"الهداية"، کتاب الشفعة، فصل فيما يؤخذ به المشفوع، ج۲، ص۳۱۵.

اور ثمن میعاد پوری ہونے پر ادا کرے۔ مگر دوسری صورت میں جو انتظار کرنے کے لیے کہا گیا اس کا یہ مطلب نہیں کہ شفعہ طلب کرنے میں انتظار کرے اگر طلب شفعہ میں دیر کرے گا تو شفعہ ہی باطل ہو جائے گا بلکہ شفعہ تو اسی وقت طلب کرے گا اور چیز اُس وقت لے گا جب میعاد پوری ہوگی۔ اور پہلی صورت میں کہ اسی وقت ثمن ادا کرکے لے اگر اس نے وہ ثمن بائع کو دیا تو مشتری سے بائع کا مطالبہ ساقط ہو گیا اور اگر مشتری کو دیا تو مشتری کو اختیار ہے کہ وہ بائع کو اُس وقت دے جب میعاد پوری ہو جائے بائع اُس سے ابھی مطالبہ نہیں کرسکتا۔[1] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ۹: مشتری نے جدید تعمیر کی یا زمین میں درخت نصب کر دیے اور بذریعہ شفعہ یہ جائداد شفیع کو دلائی گئی تو وہ مشتری سے یہ کہے کہ اپنی عمارت توڑ کر اور درخت کاٹ کر لے جائے اور اگر عمارت توڑنے اور درخت کھودنے میں زمین خراب ہونے کا اندیشہ ہو تو اس عمارت کو توڑنے کے بعد اور درخت کاٹنے کے بعد جو قیمت ہو وہ قیمت مشتری کو دیدے اور ان چیزوں کو خود لے لے۔[2] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ۱۰: مشتری نے اُس زمین میں کاشت کی اور فصل طیار ہونے سے پہلے شفیع نے شفعہ کرکے لے لی تو مشتری کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ اپنی کچی کھیتی کاٹ لے بلکہ شفیع کو فصل طیار ہونے تک انتظار کرنا ہوگا اور اس زمانے کی اُجرت بھی مشتری سے نہیں دلائی جائے گی۔ ہاں اگر زراعت سے زمین میں کچھ نقصان پیدا ہو گیا تو بقدر نقصان ثمن میں سے کم کرکے بقیۂ ثمن شفیع ادا کرے گا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۱۱: مشتری نے مکان میں روغن کرلیا یا رنگ کرایا یا سفیدی کرائی یا پلاستر کرایا تو ان چیزوں کی وجہ سے مکان کی قیمت میں جو کچھ اضافہ ہوا شفیع کو یہ بھی دینا ہوگا اور اگر نہ دینا چاہے تو شفعہ چھوڑ دے۔[4] (درمختار)

مسئلہ۱۲: ایک شخص نے مکان خریدا اور اُسے خود اسی مشتری نے مُنہدِم کر دیا[5] یا کسی دوسرے شخص نے مُنہدِم کر دیا

1 ......"الهداية"، كتاب الشفعة، فصل فيما يؤخذ به المشفوع، ج٢، ص٣١٥، ٣١٦.

و"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج٩، ص٣٨٥، ٣٨٦.

2 ......"الهداية"، كتاب الشفعة، فصل فيما يؤخذ به المشفوع، ج٢، ص٣١٦.

و"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج٩، ص٣٨٧.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثامن فى تصرف المشترى...إلخ، ج٥، ص١٨٠.

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج٩، ص٣٨٧.

5 ......گرادیا۔

توثمن کوزمین اور بنی ہوئی عمارت کی قیمت پر تقسیم کریں۔ زمین کے مقابل میں ثمن کا جتنا حصہ آئے وہ دے کر زمین لے لے اور اگر وہ عمارت خود منہدم ہوگئی کسی نے گرائی نہیں توثمن کواُس زمین اوراس ملبہ پر تقسیم کریں جوحصہ زمین کے مقابل میں پڑے اوس کے عوض میں زمین کو لے لے۔ اورآگ سے وہ مکان جل گیا اورکوئی سامان باقی نہ رہا یا سیلاب ساری عمارت کو بہالے گیا تو پورے ثمن کے عوض میں شفیع اُس زمین کولے سکتا ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: مشتری نے صرف عمارت بیچ دی اور زمین نہیں بیچی ہے مگر عمارت ابھی قائم ہے تو شفیع اُس بیع کو توڑ سکتا ہے اور عمارت وزمین دونوں کو بذریعۂ شفعہ لے سکتا ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: مشتری یا کسی دوسرے نے عمارت منہدم کردی ہے یا وہ خود گرگئی اور ملبہ موجود ہے شفیع یہ چاہتا ہے کہ شفعہ میں اس سامان کو بھی لے لے وہ ایسا نہیں کرسکتا بلکہ صرف زمین کو لے سکتا ہے۔ یوہیں اگر مشتری نے مکان میں سے دروازے نکلوا کر بیچ ڈالے تو شفیع ان دروازوں کو نہیں لے سکتا بلکہ دروازوں کی قیمت کی قدر زرثمن سے کم کر کے مکان کو شفعہ میں لے سکتا ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: مکان کا کچھ حصہ دریابُرد ہوگیا[4] کہ اس حصہ میں دریا کا پانی جاری ہے تو مابقی[5] کو حصۂ ثمن کے مقابل میں شفیع لے سکتا ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: زمین خریدی جس میں درخت ہیں اور درختوں میں پھل لگے ہوئے ہیں اور مشتری نے پھل بھی اپنے لیے شرط کرلیے ہیں اوراس میں شفعہ ہوا اگر پھل اب بھی موجود ہیں تو شفیع زمین و درخت اور پھل سب کو لے گا اوراگر پھل ٹوٹ چکے ہیں تو صرف زمین و درخت لے گا اور پھلوں کی قیمت ثمن سے کم کردی جائے گی۔ اوراگر خریدنے کے بعد پھل آئے اس میں چند صورتیں ہیں ابھی تک درخت بائع ہی کے قبضہ میں تھے کہ پھل آگئے تو شفیع پھلوں کو بھی لے گا اور پھل توڑ لیے ہوں تو ان کی قیمت کی مقدار ثمن سے کم کی جائے گی۔ اوراگر مشتری کے قبضہ کرنے کے بعد پھل آئے اور پھل موجود ہیں تو شفیع پھلوں کو بھی لے گا اور ثمن میں اضافہ نہیں کیا جائے گا اوراگر مشتری نے توڑ کر بیچ ڈالے یا کھالیے تو شفیع کو زمین و درخت ملیں گے اور ثمن میں

---

1 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثامن في تصرف المشتري... إلخ، ج٥، ص ١٨٠.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

4 ...... یعنی دریا بہالے گیا۔ 5 ...... باقی ماندہ۔

6 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثامن في تصرف المشتري... إلخ، ج٥، ص ١٨٠.

کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔[1] (ہدایہ، درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۱۷: بیع میں پھل مشروط تھے اور آفت سماویہ[2] سے پھل جاتے رہے تو ان کے مقابل میں ثمن کا حصہ ساقط ہو جائے گا۔اور اگر بعد میں پیدا ہوئے اور آفت سماویہ سے جاتے رہے تو ثمن میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۸: شفیع کے لینے سے پہلے مشتری نے جائداد میں تصرفات کیے شفیع اُس کے تمام تصرفات کو رد کر دے گا مثلاً مشتری نے بیع کر دی یا ہبہ کر دی اور قبضہ بھی دے دیا یا اُس کو صدقہ کر دیا بلکہ اُس کو مسجد کر دیا اور اُس میں نماز بھی پڑھ لی گئی یا اُس کو قبرستان بنایا اور مردہ بھی اُس میں دفن کر دیا گیا یا اور کسی قسم کا وقف کیا غرض کسی قسم کا تصرف کیا ہو شفیع ان تمام تصرفات کو باطل کر کے وہ جائداد لے لے گا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۹: شفعہ سے پہلے مشتری نے جو کچھ تصرّف کیا ہے وہ تصرّف صحیح ہے مگر شفیع اُس کو توڑ دے گا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ تصرّف ہی صحیح نہیں ہے لہٰذا اس جائداد کو اگر مشتری نے کرایہ پر دیا تو یہ کرایہ مشتری کے لیے حلال ہے بلکہ اگر اُس نے بیع کر ڈالی ہے تو ثمن بھی مشتری کے لیے حلال طَیِّب ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۰: ایک مکان کا نصف حصہ غیر معین خریدا خریدنے کے بعد بذریعہ تقسیم مشتری نے اپنا حصہ جدا کر لیا یہ تقسیم آپس کی رضامندی سے ہو یا حکمِ قاضی سے بہر حال شفیع اسی حصہ کو لے سکتا ہے جو مشتری کو ملا اُس تقسیم کو توڑ کر جدید تقسیم نہیں کرا سکتا اور اگر مکان میں دو شخص شریک تھے ایک نے اپنا حصہ بیع کر دیا اور مشتری نے دوسرے شریک سے تقسیم کرائی اور اپنا حصہ جدا کر لیا اس صورت میں شفیع اس تقسیم کو توڑ سکتا ہے۔[6] (عالمگیری)

کس میں شفعہ ہوتا ہے اور کس میں نہیں

مسئلہ ۱: شفعہ صرف جائداد غیر منقولہ میں ہو سکتا ہے جس کی مِلک مال کے عوض میں حاصل ہوئی ہو اگرچہ وہ جائداد

1 ……"الهداية"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج۲، ص۳۱۷.
و"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج۹، ص۳۹۰.
و"الفتاوى الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثامن في تصرف المشترى...إلخ، ج۵، ص۱۸۰.

2 ……قدرتی آفت مثلاً بارش، آندھی، طوفان وغیرہ۔

3 ……"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، باب طلب الشفعة، ج۹، ص۳۹۰.

4 ……المرجع السابق، ص۳۸۸.

5 ……"الفتاوى الهندية"، كتاب الشفعة، الباب الثامن في تصرف المشترى...إلخ، ج۵، ص۱۸۱.

6 ……المرجع السابق.

قابل تقسیم نہ ہو جیسے چکی کا مکان اور حمام اور کوآں اور چھوٹی کوٹھری کہ یہ چیزیں اگرچہ قابل تقسیم نہیں ہیں ان میں بھی شفعہ ہوسکتا ہے۔ جائداد منقولہ میں شفعہ نہیں ہوسکتا لہٰذا کشتی اور صرف عمارت یا صرف درخت کسی نے خریدے ان میں شفعہ نہیں ہوسکتا اگرچہ یہ طے پایا ہو کہ عمارت اور درخت برقرار رہیں گے ہاں اگر عمارت یا درخت کو زمین کے ساتھ فروخت کیا تو تبعاً ان میں بھی شفعہ ہوگا۔[1] (درمختار)

مسئلہ۲: جائداد غیر منقولہ کو نکاح کا مَہر قرار دیا یا عورت نے اُس کے عوض میں خلع کرایا یا کسی چیز کی اُجرت اُس کو قرار دیا یا دم عمد کا اُسے بدل صلح قرار دیا یا وراثت میں ملی یا کسی نے بطور صدقہ دے دی یا ہبہ کی بشرطیکہ ہبہ میں عوض کی شرط نہ ہو تو شفعہ نہیں ہوسکتا کہ ان سب صورتوں میں مال کے عوض میں ملک نہیں حاصل ہوئی۔[2] (درمختار)

مسئلہ۳: کسی شخص پر ایک چیز کا دعویٰ تھا اس نے اپنا مکان دے کر مدعی سے صلح کرلی اس پر شفعہ ہوسکتا ہے اگرچہ یہ صلح انکار یا سکوت[3] کے بعد ہو کیونکہ مدعی اس کو اپنے اس حق کے عوض میں لینا قرار دیتا ہے اور شفعہ کا تعلق اسی مدعی سے ہے لہٰذا مدعیٰ علیہ کے انکار کا اعتبار نہیں اور اگر اسی مکان کا دعویٰ تھا اور مدعیٰ علیہ نے اقرار کے بعد کچھ دے کر مدعی سے صلح کرلی تو شفعہ ہوسکتا ہے کہ یہ صلح حقیقۃً اُن داموں کے عوض اس مکان کو خریدنا ہے اور اگر مدعیٰ علیہ نے انکار یا سکوت کے بعد صلح کی تو شفعہ نہیں ہوسکتا کہ یہ صلح بیع کے حکم میں نہیں ہے بلکہ کچھ دے کر جھگڑا کاٹنا ہے۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ۴: اگر بیع میں بائع نے اپنے لیے خیار شرط کیا ہو تو جب تک خیار ساقط نہ ہو شفعہ نہیں ہوسکتا کہ خیار ہوتے ہوئے مبیع مِلکِ بائع سے خارج ہی نہ ہوئی شفعہ کیونکر ہو اور صحیح یہ ہے کہ شفعہ کی طلب خیار ساقط ہونے پر کی جائے اور اگر مشتری نے اپنے لیے خیار شرط کیا تو شفعہ ہوسکتا ہے کیونکہ مبیع مِلکِ بائع سے خارج ہوگئی اور اندرون مدت خیار شفیع نے لے لیا تو بیع واجب ہوگئی اور شفیع کے لیے خیار شرط نہیں حاصل ہوگا۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ۵: بیع فاسد میں اُس وقت شفعہ ہوگا جب بائع کا حق منقطع ہو جائے یعنی اُسے واپس لینے کا حق نہ رہے مثلاً اس جائداد میں مشتری نے کوئی تصرّف کرلیا نئی عمارت بنائی اب شفعہ ہوسکتا ہے اور ہبہ بشرطِ العوض[6] میں اُس وقت شفعہ ہوسکتا ہے

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الشفعة، باب ما تثبت هی فیه أو لا تثبت، ج۹، ص۳۹۳.

2 ...... المرجع السابق، ص۳۹٤.

3 ...... خاموشی۔

4 ...... "ردالمحتار"، کتاب الشفعة، باب ما تثبت هی فیه أو لا تثبت، ج۹، ص۳۹٤.

5 ...... "الهداية"، کتاب الشفعة، باب ما تجب فیه الشفعة... إلخ، ج۲، ص۳۱۹.

6 ...... وہ ہبہ جس میں عوض مشروط ہو۔

جب تقابض بدلین ہو جائے یعنی اس نے اس کی چیز اور اس نے اس کی چیز پر قبضہ کرلیا اور فقط ایک نے قبضہ کیا ہو دوسرے نے قبضہ نہیں کیا ہو تو شفعہ نہیں ہوسکتا اور فرض کرو ایک نے ہی قبضہ کیا اور شفیع نے شفعہ کی تسلیم کردی تو دوسرے کے قبضہ کے بعد شفعہ کرسکتا ہے کہ وہ پہلی تسلیم صحیح نہیں کہ قبل از وقت ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۶: بیع فاسد کے ذریعہ سے ایک مکان خریدا اس کے بعد اس مکان کے پہلو میں دوسرا مکان فروخت ہوا اگر وہ مکان اول ابھی تک بائع ہی کے قبضہ میں ہے تو بائع شفعہ کرسکتا ہے کیوں کہ بیع فاسد سے بائع کی مِلک زائل نہیں ہوئی اور اگر مشتری کو قبضہ دے دیا ہے تو مشتری شفعہ کرسکتا ہے کہ اب یہ مالک ہے اور اگر بائع کا قبضہ تھا اور اس نے شفعہ کا دعویٰ کیا تھا اور قبل فیصلہ مشتری کو قبضہ دے دیا شفعہ باطل ہوگیا اور فیصلہ کے بعد مشتری کے قبضہ میں دیا تو جائداد مَشفوعہ[2] پر اس کا کچھ اثر نہیں اور اگر مشتری کا قبضہ تھا اور مشتری نے شفعہ کا دعویٰ بھی کیا تھا اور قبل فیصلہ بائع نے مشتری سے واپس لے لیا تو مشتری کا دعویٰ باطل ہوگیا اور بعد فیصلہ بائع نے واپس لیا تو اس کا کچھ اثر نہیں یعنی مشتری اس مکان کا مالک ہے جس کو بذریعۂ شفعہ حاصل کیا۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۷: جائداد فروخت ہوئی اور شفیع نے شفعہ سے انکار کردیا پھر مشتری نے خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے واپس کردی یا اس میں عیب نکلا اور حکم قاضی سے واپس ہوئی تو اس واپسی کو بیع قرار دے کر شفیع شفعہ نہیں کرسکتا کہ یہ واپسی فسخ ہے بیع نہیں ہے اور اگر عیب کی صورت میں بغیر حکم قاضی بائع نے خود واپس لے لی تو شفعہ ہوسکتا ہے کہ حق ثالث میں یہ بیع جدید ہے۔ یوہیں اگر بیع کا اقالہ ہوا تو شفعہ ہوسکتا ہے۔[4] (درمختار)

شفعہ باطل ہونے کے وجوہ

مسئلہ ۱: طلب مواثبت یا طلب اشہاد نہ کرنے سے شفعہ باطل ہو جاتا ہے۔ شفعہ کی تسلیم سے بھی باطل ہو جاتا ہے مثلاً یہ کہے کہ اس مکان کا شفعہ میں نے تسلیم کردیا۔ بائع کے لیے تسلیم کرے یا مشتری یا وکیل مشتری کے لیے، قبضۂ مشتری سے قبل تسلیم کرے یا بعد میں ہر صورت میں باطل ہو جاتا ہے البتہ یہ ضرور ہے کہ بیع کے بعد تسلیم ہو اور اگر بیع سے قبل تسلیم پائی گئی تو اس سے شفعہ باطل نہیں ہوگا۔ یوہیں اگر یہ کہے کہ میں نے شفعہ باطل کردیا یا ساقط کردیا جب بھی شفعہ باطل ہو جائے گا۔ نابالغ

[1] ......"الدر المختار"، کتاب الشفعة، باب طلب عند القاضی...إلخ، ج۹، ص۳۹۳.

[2] ......وہ جائداد جس پر شفعہ کا دعویٰ کیا گیا۔

[3] ......"الهداية"، کتاب الشفعة، باب ما تجب فيه الشفعة...إلخ، ج۲، ص۳۲۰.

[4] ......"الدر المختار"، کتاب الشفعة، باب ما تثبت هی فيه أو لا تثبت، ج۹، ص۳۹۶.

کے لیےحق شفعہ تھا اُس کے باپ یاوصی نےتسلیم کی شفعہ باطل ہوگیا۔[1] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ۲: طلب شفعہ کے لیے وکیل کیا تھا وکیل نے قاضی کے پاس شفعہ کی تسلیم کردی یا یہ اقرار کیا کہ میرے موکل نے تسلیم کردی ہےاس سے بھی شفعہ باطل ہوجائے گا اور اگر یہ تسلیم یا اقرار تسلیم قاضی کے پاس نہ ہوتو شفعہ باطل نہیں ہوگا مگر یہ وکیل وکالت سے خارج ہوجائے گا۔[2] (درمختار)

مسئلہ۳: جس شخص کے لیے تسلیم کا حق ہےاس کا سکوت بھی شفعہ کو باطل کردیتا ہے مثلاً باپ یاوصی کا خاموش رہنا بھی مُبطِل[3] ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ۴: مشتری نے شفیع کو کچھ دے کر مصالحت کرلی کہ شفعہ نہ کرے یہ صلح بھی باطل ہے کہ جو کچھ دینا قرار پایا ہے رشوت ہےاوراس صلح کی وجہ سے شفعہ بھی باطل ہوگیا۔ یوہیں اگرحق شفعہ کو مال کے بدلے میں بیع کیا یہ بیع بھی باطل ہےاور شفعہ بھی باطل ہوگیا۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ۵: شفیع نے مشتری سے یوں مصالحت کی نصف مکان مجھے اتنے میں دے دے یہ صلح صحیح ہے اور اگر یوں مصالحت کی کہ یہ کمرہ مجھے دے دے اس کے مقابل میں ثمن کا جو حصہ ہے وہ میں دوں گا تو صلح صحیح نہیں مگر شفعہ بھی ساقط نہ ہوگا۔[6] (درمختار)

مسئلہ۶: شفیع نے مشتری سےاوس جائداد کا نرخ چکایا یا یہ کہا کہ میرے ہاتھ بیع تولیہ کردیا اجارہ پرلیا یا مشتری سے کہا میرے پاس ودیعت[7] رکھ دو یا میرے لیے ودیعت رکھ دو یا میرے لیےاس کی وصیت کردو یا مجھے صدقہ کے طور پر دے دوان سب صورتوں میں شفعہ کی تسلیم ہے۔[8] (عالمگیری)

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الشفعة،باب ما یبطلها، ج۹،ص۳۹۸۔۴۰۰.

و"الفتاوی الهندية"، کتاب الشفعة، الباب التاسع فیما یبطل به...إلخ، ج۵،ص۱۸۲ والباب الثانی عشرفی شفعة الصبيِّ،ص۱۹۲.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الشفعة،باب ما یبطلها، ج۹،ص۴۰۰.

3 ......یعنی شفعہ کو باطل کرنے والا ہے۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الشفعة،باب ما یبطلها، ج۹،ص۴۰۰.

5 ......"الهداية"، کتاب الشفعة،باب ما یبطل به الشفعة، ج۲،ص۳۲۱.

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الشفعة،باب ما یبطلها، ج۹،ص۴۰۱.

7 ......امانت۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الشفعة، الباب التاسع فیما یبطل به...إلخ، ج۵،ص۱۸۲.

مسئلہ ۷: ہبہ بشرط العوض میں بعد تقابضِ بدلین شفیع نے شفعہ کی تسلیم کی اس کے بعد اون دونوں نے یہ اقرار کیا کہ ہم نے اُس عوض کے مقابل میں بیع کی تھی اب شفیع کو شفعہ کا حق نہیں ہے اور اگر ہبہ بغیر عوض میں بعد تسلیم شفعہ اون دونوں نے ہبہ بشرط العوض یا بیع کا اقرار کیا تو شفعہ کرسکتا ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: شفعہ کے فیصلہ سے پہلے شفیع مرگیا شفعہ باطل ہوگیا یعنی اس میں میراث نہیں ہوگی کہ وہ مرگیا تو اس کا وارث اس کے قائم مقام ہوکر شفعہ کرے اور فیصلہ کے بعد شفیع کا انتقال ہوا تو شفعہ باطل نہیں ہوا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۹: مشتری یا بائع کی موت سے شفعہ باطل نہیں ہوتا بلکہ شفیع اون کے وارثوں سے مطالبہ کرے گا کہ یہ اُن کے قائم مقام ہیں اور مشتری کے ذمہ اگر دَین ہے تو اُس کی ادا کے لیے یہ جائداد نہیں بیچی جائے گی۔ قاضی یا وصی نے بیع کر دی ہو تو شفیع اس بیع کو باطل کر دے گا اور اگر مشتری نے یہ وصیّت کی ہے کہ فلاں کو دی جائے تو یہ وصیت بھی شفیع باطل کردے گا۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰: جس جائداد کے ذریعہ سے شفعہ کرتا ہے قبل فیصلہ شفیع نے وہ جائداد بیع کر دی حق شفعہ باطل ہوگیا اگرچہ اس جائداد کی بیع کا اُسے علم نہ تھا جس پر شفعہ کرتا۔ یوہیں اگر اُس کو مسجد یا مقبرہ کر دیا یا کسی دوسری طرح وقف کر دیا اب شفعہ نہیں کرسکتا اور اگر اُس جائداد کو بیع کر دیا مگر اپنے لیے خیار شرط رکھا ہے تو جب تک خیار ساقط نہ ہو شفعہ باطل نہیں ہوگا۔[4] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۱۱: شفیع نے اپنی پوری جائداد نہیں فروخت کی ہے بلکہ آدھی یا تہائی بیچی الغرض کچھ باقی ہے تو شفعہ کا حق بدستور قائم ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: شفیع نے مشتری سے وہ جائداد خرید لی اس کا شفعہ باطل ہوگیا دوسرا شخص جو اس کی برابر کا ہے یعنی مثلاً یہ بھی شریک ہے وہ بھی شریک ہے یا اس سے کم درجہ کا ہے یعنی یہ شریک ہے وہ پڑوسی ہے یہ شفعہ کرسکتا ہے اور اختیار ہے کہ پہلی بیع کے لحاظ سے شفعہ کرے یا دوسری بیع جو مشتری و شفیع کے مابین ہوئی ہے اس کے لحاظ سے شفعہ کرے۔[6] (درمختار)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الشفعة، الباب التاسع فيما يبطل به...إلخ، ج٥، ص١٨٢.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، باب ما يُبطلها، ج٩، ص٤٠١.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الشفعة، باب ما يبطلها، ج٩، ص٤٠١.

4 ......"الهداية"، كتاب الشفعة، باب ما يبطل به الشفعة، ج٢، ص٣٢١.
و"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، باب ما يبطلها، ج٩، ص٤٠٢.

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الشفعة، الباب التاسع فيما يبطل به...إلخ، ج٥، ص١٨٤.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الشفعة، باب ما يبطلها، ج٩، ص٤٠٢.

مسئلہ ۱۳: شفیع نے ضمان درک کیا یعنی مشتری کو اندیشہ تھا کہ اگر اس جائداد کا کوئی دوسرا مالک نکل آیا تو جائداد ہاتھ سے نکل جائے گی اور بائع سے ثمن کی وصولی کی کیا صورت ہوگی شفیع نے ضمانت کر لی شفعہ باطل ہوگیا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۴: بائع نے شفیع کو بیع کا وکیل کیا اسی وکیل نے بیع کی اب شفعہ نہیں کرسکتا اور مشتری نے کسی کو مکان خریدنے کا وکیل کیا تھا اُس نے خریدا تو اس خریدنے کی وجہ سے شفعہ نہیں باطل ہوگا۔ یوہیں اگر بائع نے بیع میں شفیع کے لیے خیار شرط کیا کہ اُسے اختیار ہے بیع کو نافذ کرے یا نہ کرے اُس نے نافذ کر دی حق شفعہ باطل ہوگیا۔ اور اگر مشتری نے ایسے شخص کے لیے خیار شرط کیا جو شفعہ کرے گا اُس نے خیار ساقط کر کے بیع کو نافذ کر دیا حق شفعہ نہیں باطل ہوگا۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۵: شفیع کو یہ خبر ملی تھی کہ مکان ایک ہزار کو فروخت ہوا ہے اوس نے تسلیم شفعہ کر دی بعد میں معلوم ہوا کہ ہزار سے کم میں فروخت ہوا ہے یا ہزار روپے میں نہیں فروخت ہوا ہے بلکہ اتنے من گیہوں یا جو کے بدلے میں فروخت ہوا ہے اگرچہ ان کی قیمت ایک ہزار بلکہ ایک ہزار سے زیادہ ہو تو تسلیم صحیح نہیں بلکہ شفعہ کرسکتا ہے اور اگر بعد میں یہ معلوم ہوا کہ ہزار روپے کی اشرفیوں کے عوض میں فروخت ہوا ہے یا عروض کے عوض میں فروخت ہوا جن کی قیمت ایک ہزار ہے تو شفعہ نہیں کرسکتا۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۶: شفیع کو یہ خبر ملی کہ ثمن از قبیل مکیل و موزون فلاں چیز ہے اور تسلیم شفعہ کر دی بعد کو معلوم ہوا کہ مکیل و موزون کی دوسری جنس ثمن ہے تو شفعہ کرسکتا ہے اگرچہ اس کی قیمت اُس سے کم یا زیادہ ہو۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۷: یہ خبر ملی تھی کہ مشتری زید ہے اس نے تسلیم کر دی بعد کو معلوم ہوا کہ دوسرا شخص ہے تو شفعہ کرسکتا ہے اور اگر بعد کو معلوم ہوا کہ زید و عمرو دونوں مشتری ہیں تو زید کے حصہ میں نہیں کرسکتا عَمْرو کے حصہ میں کرسکتا ہے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۸: شفیع کو خبر ملی تھی کہ نصف مکان فروخت ہوا ہے اُس نے تسلیم شفعہ کر دی بعد میں معلوم ہوا کہ پورا مکان فروخت ہوا تو شفعہ کرسکتا ہے اور اگر پہلے یہ خبر تھی کہ کل فروخت ہوا اُس نے تسلیم کر دی بعد کو معلوم ہوا کہ نصف فروخت ہوا تو شفعہ نہیں کرسکتا۔[6] (درمختار) یہ اُس صورت میں ہے کہ کل کا جو ثمن تھا اُتنے ہی میں نصف کا فروخت ہونا معلوم ہوا اور اگر یہ صورت

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الشفعة، باب ما يبطلها، ج۹، ص۴۰۲.

2 ......"الهداية"، کتاب الشفعة، باب ما يبطل به الشفعة، ج۲، ص۳۲۱.

3 ......المرجع السابق، ص۳۲۲.

4 ......"الفتاوى الهندية"، کتاب الشفعة، الباب التاسع فيما يبطل به...إلخ، ج۵، ص۱۸۴.

5 ......"الهداية"، کتاب الشفعة، باب ما يبطل به الشفعة، ج۴، ص۳۲۲.

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الشفعة، باب ما يبطلها، ج۹، ص۴۰۳.

نہ ہو بلکہ نصف کا ثمن کل کے ثمن کا نصف ہے تو شفعہ کرسکتا ہے مثلاً پہلے یہ خبر ملی تھی کہ پورا مکان ایک ہزار میں فروخت ہوا اور اب یہ معلوم ہوا کہ نصف مکان پانسو میں فروخت ہوا تو شفعہ ہوسکتا ہے پہلے کی تسلیم مانع نہیں ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۹: شفیع نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ مکان جو فروخت ہوا ہے میرا ہی ہے بائع کا نہیں ہے شفعہ نہیں کرسکتا یعنی شفعہ باطل ہوگیا اور اگر پہلے شفعہ کا دعویٰ کیا اور اب کہتا ہے کہ میرا ہی مکان ہے یہ دعویٰ نامقبول ہے۔[2] (خانیہ) اور اگر یوں کہا کہ یہ مکان میرا ہے اور میں اس کا شفیع ہوں اگر مالک ہونے کی حیثیت سے ملا تو ملا ورنہ شفعہ سے لوں گا اس طرح کہنے سے نہ شفعہ باطل ہوا نہ دعوائے مِلک باطل۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲۰: جس جانب شفیع کا مکان یا زمین ہے اس جانب ایک کنارہ سے دوسرے کنارہ تک ایک ہاتھ چھوڑ کر باقی مکان بیچ ڈالا یعنی جائداد مبیعہ اور جائداد شفیع میں فاصلہ ہوگیا اب شفعہ نہیں کرسکتا کہ دونوں میں اتصال ہی نہ رہا۔ یوہیں اگر ایک ہاتھ کی قدر یہاں سے وہاں تک مشتری کو ہبہ کر دیا اور قبضہ بھی دے دیا اس کے بعد باقی جائداد کو فروخت کیا تو شفعہ نہیں کرسکتا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۱: مکان کے سو سہام[5] میں سے ایک سہم پہلے خرید لیا باقی سہام کو بعد میں خریدا تو پروسی کا شفعہ صرف پہلے سہم میں ہوسکتا ہے کہ بعد میں جو کچھ خریدا ہے اُس میں خود مشتری شریک ہے۔ مشتری ان ترکیبوں سے شفعہ کا حق باطل کرسکتا ہے۔[6] (ہدایہ وغیرہا)

مسئلہ ۲۲: شفعہ ثابت ہوجانے کے بعد اس کے اسقاط کا حیلہ کرنا بالاتفاق مکروہ ہے مثلاً مشتری شفیع سے یہ کہے کہ تم شفعہ کر کے کیا کروگے اگر تم اسے لینا ہی چاہتے ہو تو جتنے میں میں نے لیا ہے اتنے میں تمہارے ہاتھ فروخت کردوں گا شفیع نے کہہ دیا ہاں یا کہا میں خریدلوں گا شفعہ باطل ہوگیا یا اس سے کسی مال پر مشتری نے مصالحت کرلی شفعہ بھی باطل ہوگیا اور مال بھی نہیں دینا پڑا۔[7] (نہایہ وغیرہا)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الشفعة، الباب التاسع فيما يبطل به...إلخ، ج٥،ص١٨٤.

2 ......"الفتاوی الخانية"،كتاب الشفعة، فصل فی الطلب، ج٢،ص٤٤٧.

3 ......"الدرالمختار"،كتاب الشفعة،باب ما يبطلها، ج٩،ص٤١٧.

4 ......"الهداية"،كتاب الشفعة،باب ما يبطل به الشفعة، ج٤،ص٣٢٢.

5 ......سہم کی جمع حصے۔

6 ......"الهداية"،كتاب الشفعة،باب ما يبطل به الشفعة، ج٤،ص٣٢٢، وغيرها.

7 ......"العناية" على "فتح القدير"، كتاب الشفعة،باب ما يبطل به الشفعة، ج٨،ص٣٤٤، وغيرها.

مسئلہ ۲۳: ایسی ترکیب کرنا کہ شفعہ کا حق ہی نہ پیدا ہونے پائے امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک مکروہ ہے اور امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ اس میں کراہت نہیں قولِ امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالٰی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۲۴: نابالغ بچہ کو بھی حق شفعہ حاصل ہوتا ہے بلکہ جو بچہ ابھی پیٹ میں ہے اوس کو بھی یہ حق حاصل ہے جب کہ جائداد کی خریداری سے چھ ماہ کے اندر پیدا ہو گیا ہو اور اگر شکم میں بچہ ہے اور اس کا باپ مر گیا اور یہ جائداد کا وارث ہوا اور اس کے باپ کے مرنے کے بعد جائداد فروخت ہوئی تو اگرچہ وقت خریداری سے چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا ہو شفعہ کا بھی اسے حق ملے گا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: نابالغ کے لیے جب حق شفعہ ہے تو اس کا باپ یا باپ کا وصی یہ نہ ہو تو دادا پھر اس کے بعد اس کا وصی یہ بھی نہ ہو تو قاضی نے جس کو وصی مقرر کیا ہو وہ شفعہ کو طلب کرے گا اور ان میں سے کوئی نہ ہو تو یہ خود بالغ ہو کر مطالبہ کرے گا اور اگر ان میں سے کوئی ہو مگر اس نے قصداً طلب نہ کیا تو شفعہ کا حق جاتا رہا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶: باپ نے ایک مکان خریدا اور اُس کا نابالغ لڑکا شفیع ہے اور باپ نے نابالغ کی طرف سے طلب شفعہ نہیں کی شفعہ باطل ہو گیا کہ خریدنا طلب شفعہ کے منافی نہ تھا اور اگر باپ نے مکان بیچا اور نابالغ لڑکا شفیع ہے اور باپ نے طلب نہ کی شفعہ باطل نہ ہوا کہ بیع کرنا طلب شفعہ کے منافی تھا اور اس صورت میں وہ لڑکا بعد بلوغ شفعہ طلب کر سکتا ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷: باپ نے مکان غبن فاحش کے ساتھ خریدا تھا اس وجہ سے نابالغ کے لیے شفعہ طلب نہیں کیا کہ اُس کے مال سے نقصان کے ساتھ اُسے لینے کا حق نہ تھا اس صورت میں حق شفعہ باطل نہیں ہے وہ لڑکا بالغ ہو کر شفعہ کر سکتا ہے۔[5] (عالمگیری)

تقسیم کا بیان

تقسیم کا جواز قرآن و حدیث و اجماع سے ثابت۔

قرآن مجید میں فرمایا:

﴿وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌۢ بَيْنَهُمْ ۚ﴾[6]

''اور انھیں خبر دے دو کہ پانی کی ان کے مابین تقسیم ہے۔''

---

1 ...... ''الدرالمختار''، کتاب الشفعة، باب ما يبطلها، ج۹، ص۴۰۸.

2 ...... ''الفتاوی الهندية''، کتاب الشفعة، الباب الثانی عشر فی شفعة الصبی، ج۵، ص۱۹۱.

3 ...... المرجع السابق، ص۱۹۲. 4 ...... المرجع السابق. 5 ...... المرجع السابق.

6 ...... پ۲۷، القمر: ۲۸.

اور دوسرے مقام پر فرمایا:

﴿ وَ اِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى ﴾[1]

''جب تقسیم کے وقت رشتہ والے آجائیں۔''

اور احادیث اس بارہ میں بہت ہیں کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے غنیمتوں اور میراثوں کی تقسیم فرمائی اور اس کے جواز پر اجماع بھی منعقد ہے۔

مسئلہ ۱: شرکت کی صورت میں ہر ایک شریک کی مِلک دوسرے کی مِلک سے ممتاز نہیں ہوتی اور ہر ایک کسی مخصوص حصہ سے نفع پر قادر نہیں ہوتا ان حصوں کو جدا کر دینے کا نام تقسیم ہے جب شرکا میں سے کوئی شخص تقسیم کی درخواست کرے تو قاضی پر لازم ہے کہ اُس کی درخواست قبول کرے اور تقسیم کر دے۔[2] (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: قاضی کو اُس کی درخواست قبول کرنا اُس وقت ضروری ہے کہ تقسیم سے اس چیز کی منفعت فوت نہ ہو یعنی وہ چیز جس کام کے لیے عرف میں ہے وہ کام تقسیم کے بعد بھی اس سے لیا جاسکے اور اگر تقسیم سے منفعت جاتی رہے مثلاً حمام کو اگر تقسیم کر دیا جائے تو حمام نہ رہے گا اگرچہ اُس میں دوسرے کام ہو سکتے ہوں لہٰذا اس کی تقسیم سے منفعت فوت ہوتی ہے یہ تقسیم قاضی کے ذمہ لازم نہیں۔ جس چیز میں تقسیم سے منفعت فوت ہو اُس کی تقسیم اُس وقت کی جائے گی جب تمام شرکا تقسیم پر راضی ہوں۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳: تقسیم میں اگرچہ ایک شریک کا حصہ دوسرے شرکا کے حصوں سے جدا کرنا ہے مگر اس میں مبادَلہ کا[4] پہلو بھی پایا جاتا ہے کیونکہ شرکت کی صورت میں ہر جز میں ہر ایک شریک کی مِلک[5] ہے اور تقسیم سے یہ ہوا کہ اس کے حصہ میں جو اس کی مِلک تھی اُس کے عوض میں اس حصہ میں جو اُس کی مِلک تھی حاصل کر لی۔ مثلی چیزوں میں جُدا کرنے کا پہلو غالب ہے اور قیمی میں مبادَلہ کا پہلو غالب۔[6] (درمختار)

---

1 ......پ ٤، النساء: ٨.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة، الباب الثالث عشر فی المتفرقات، ج٥، ص ٢٣١.
و"ردالمحتار"، كتاب القسمة، ج٩، ص ٤٢١.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب القسمة، ج٩، ص ٤٢٢.

4 ......باہم تبدیل ہونے کا۔ 5 ......ملکیت۔

6 ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج٩، ص ٤٢٢.

مسئلہ ۴: مکیل[1] و موزون[2] اور دیگر مثلی چیزوں میں تقسیم کے بعد ایک شریک اپنا حصہ دوسرے کی عدم موجودگی[3] میں لے سکتا ہے اور قیمی چیزوں میں چونکہ مبادلہ کا پہلو غالب ہے تقسیم کے بعد ایک شریک دوسرے کی عدم موجودگی میں نہیں لے سکتا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۵: دو شخصوں نے چیز خریدی پھر اس کو باہم تقسیم کرلیا اب ایک شخص اپنا حصہ مرابحہ کے طور پر بیع کرنا چاہتا ہے یہ نہیں کرسکتا۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۶: مکیل یا موزوں دو شخصوں میں مشترک ہے ان میں ایک موجود ہے دوسرا غائب ہے یا ایک بالغ ہے دوسرا نابالغ ہے تقسیم کے بعد اُس موجود یا بالغ نے اپنا حصہ لے لیا یہ تقسیم اُس وقت صحیح ہے کہ دوسرے شریک یعنی غائب یا نابالغ کو اس کا حصہ پہنچ جائے اور اگر ان کو حصہ نہ ملا فرض کرو کہ ہلاک ہوگیا تو تقسیم باقی نہیں رہے گی ٹوٹ جائے گی یعنی جو شخص حصہ لے چکا ہے اُس حصہ کو ان دونوں کے مابین پھر تقسیم کیا جائے گا۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۷: غیر مثلی چیزیں اگر ایک ہی جنس کی ہوں اور ایک شریک نے تقسیم کا مطالبہ کیا تو دوسرا شریک تقسیم پر مجبور کیا جائے گا یہ نہیں خیال کیا جائے گا کہ یہ مبادلہ ہے اس میں رضامندی ضروری ہے البتہ شرکت کی لونڈی غلام میں جبر یہ تقسیم نہیں ہے۔[7] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۸: بہتر یہ ہے کہ تقسیم کے لیے کوئی شخص حکومت کی جانب سے مقرر کر دیا جائے جس کو بیتُ المال سے وظیفہ دیا جائے اور اگر بیت المال سے وظیفہ نہ دیا جائے بلکہ اُس کی مناسب اُجرت شرکا کے ذمہ ڈال دی جائے یہ بھی جائز ہے۔[8] (ہدایہ)

مسئلہ ۹: بانٹنے والے کی اُجرت تمام شرکا پر برابر برابر ڈالی جائے اُن کے حصوں کے کم زیادہ ہونے کا اعتبار نہ ہوگا

---

1 ...... ناپ سے بکنے والی اشیاء مکیل کہلاتی ہیں۔ 2 ...... وزن سے بکنے والی اشیاء موزون کہلاتی ہیں۔ 3 ...... غیر موجودگی۔

4 ...... "الهداية"، كتاب القسمة، ج۲، ص۳۲۵.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... "الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج۹، ص۴۲۳.

7 ...... "الهداية"، كتاب القسمة، ج۲، ص۳۲۵.

و"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج۹، ص۴۲۴.

8 ...... "الهداية"، كتاب القسمة، ج۲، ص۳۲۵.

مثلاً ایک شخص کی ایک تہائی ہے دوسرے کی دو تہائیاں دونوں کے ذمہ اُجرت تقسیم یکساں ہوگی کوئی فرق نہیں کیا جائے گا۔ دوسرے مواقع پر مشترک چیز میں کام کرنے والے کی اُجرت ہر ایک شریک پر بقدر حصہ ہے مثلاً مشترک غلہ کے ناپنے یا کسی چیز کے تولنے کی اُجرت یا مشترک دیوار بنانے یا اُس میں کہگل [1] کرنے کی اُجرت یا مشترک نہر کھودنے یا اُس میں سے مٹی نکالنے کی اُجرت سب شرکا کے ذمہ برابر نہیں بلکہ ہر ایک کا جتنا حصہ ہے اُسی مناسبت سے سب کو اُجرت دینی ہوگی۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۰: تقسیم کرنے کے لیے ایسا شخص مقرر کیا جائے جو عادل ہو امین ہو اور تقسیم کرنا جانتا ہو بد دیانت یا اَناڑی [3] کو یہ کام نہ سپرد کیا جائے۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۱: ایک ہی شخص اس کام کے لیے معین نہ کیا جائے یعنی لوگوں کو اس پر مجبور نہ کیا جائے کہ اُسی سے تقسیم کرائیں کہ اس صورت میں وہ جو چاہے گا اُجرت لے لیا کرے گا اور واجبی اُجرت سے زیادہ لوگوں سے وصول کرلیا کرے گا اور ایسا بھی موقع نہ دیا جائے کہ تقسیم کنندگان [5] باہم شرکت کرلیں کہ جو کچھ اس تقسیم کے ذریعہ سے حاصل کریں گے سب بانٹ لیں گے کہ اس میں بھی وہی اندیشہ ہے کہ اتفاق کرکے یہ لوگ اُجرت میں اضافہ کردیں گے۔[6] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۱۲: شرکا نے باہم رضامندی کے ساتھ خود ہی تقسیم کرلی یہ تقسیم صحیح و لازم ہے ہاں اگر ان میں کوئی نابالغ یا مجنون ہے جس کا کوئی قائم مقام نہ ہو یا کوئی شریک غائب ہے اور اس کا کوئی وکیل بھی نہیں ہے جس کی موجودگی میں تقسیم ہو تو یہ اُس وقت لازم ہوگی کہ قاضی اسے جائز کردے یا وہ غائب حاضر ہوکر یا نابالغ بالغ ہوکر یا اُس کا ولی اس تقسیم کو جائز کردے یہ تمام اَحکام اُس وقت ہیں کہ میراث میں ان کی شرکت ہو۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۱۳: جائداد منقولہ [8] میں چند اشخاص شریک ہیں وہ کہتے ہیں ہم کو یہ جائداد وراثت میں ملی ہے یا مِلک مطلق کا

---

1. ......بھس ملی ہوئی مٹی کا پلستر۔
2. ......"الدرالمختار"، کتاب القسمة، ج۹، ص ٤٢٥، ٤٢٦.
3. ......ناتجربہ کار، ان جان، ناواقف۔
4. ......"الهداية"، کتاب القسمة، ج۲، ص ٣٢٥.
5. ......تقسیم کرنے والے۔
6. ......"الهداية"، کتاب القسمة، ج۲، ص ٣٢٥، ٣٢٦. و"الدرالمختار"، کتاب القسمة، ج۹، ص ٤٢٧.
7. ......"الدرالمختار"، کتاب القسمة، ج۹، ص ٤٢٧.
8. ......وہ جائداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کی جاسکتی ہو۔

دعویٰ کرتے ہیں یا کہتے ہیں ہم نے خریدی ہے یا اور کسی سبب سے سب اپنی مِلک وشرکت کا دعویٰ کرتے ہیں یہ لوگ تقسیم کرانا چاہتے ہیں محض ان کے کہنے پر تقسیم کردی جائے گی ان سے خریداری وغیرہ کے گواہ کا مطالبہ نہیں ہوگا۔ یوہیں جائداد غیر منقولہ کے متعلق اگر یہ لوگ خرید نا بتاتے ہیں یا مِلک مطلق کا دعویٰ کرتے ہیں تو اسے بھی تقسیم کردیا جائے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۴: جائداد غیر منقولہ کے متعلق یہ کہتے ہیں کہ یہ ہم کو وراثت میں ملی ہے تو تقسیم اوس وقت کی جائے گی جب لوگ یہ ثابت کردیں کہ مورث مرگیا اور اُس کے ورثہ ہم ہی ہیں ہمارے سوا کوئی دوسرا وارث نہیں ہے۔ یوہیں اگر کسی جائداد غیر منقولہ کی نسبت چند شخص یہ کہتے ہیں کہ ہمارے قبضہ میں ہے اور تقسیم کرانا چاہتے ہیں تو تقسیم نہیں کی جائے گی جب تک یہ ثابت نہ کردیں کہ وہ جائداد اُنھیں کی ہے۔ کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اون کے قبضہ میں ہونا بطور عاریت و اِجارہ ہو۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۵: شرکا نے مورث کی موت اور ورثہ کی تعداد کو ثابت کردیا مگر ان وارثوں میں کوئی نابالغ بھی ہے یا کوئی وارث موجود نہیں ہے غائب ہے تو کسی شخص کو اس نابالغ یا غائب کے قائم مقام کیا جائے گا جو نابالغ کے لیے وصی اور غائب کی طرف سے وکیل ہوگا اس کی موجودگی میں تقسیم ہوگی۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۶: ایک وارث تنہا حاضر ہوتا ہے اور موتِ مُورِث کو ثابت کرنا چاہتا ہے تو اس کے کہنے پر تقسیم نہیں ہوسکتی جب تک کم از کم دو شخص نہ ہوں اگرچہ ان میں ایک نابالغ ہو یا موصیٰ لہ[4] ہو۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: چند اشخاص نے شرکت میں کوئی چیز خریدی ہے یا میراث کے سوا کسی دوسرے طریقہ سے چیز میں شرکت ہے اور ان شرکا میں سے بعض غائب ہیں تو جب تک یہ حاضر نہ ہوں تقسیم نہیں ہوسکتی۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۱۸: ایک وارث غائب ہے اور جائداد منقولہ کل یا اس کا جز اُسی غائب کے قبضہ میں ہے تو جو ورثہ حاضر ہیں وہ تقسیم نہیں کراسکتے۔ یوہیں اگر وارث نابالغ کے قبضہ میں جائداد غیر منقولہ کل یا جز ہے تو بالغین کے مطالبہ پر تقسیم نہیں ہوسکتی۔[7] (ہدایہ)

---

1. ......"الدرالمختار"، کتاب القسمة، ج۹، ص۴۲۸۔۴۲۹.
2. ......المرجع السابق، ص۴۲۹.
3. ......المرجع السابق، ص۴۳۰.
4. ......وہ شخص جس کے لیے وصیت کی گئی۔
5. ......"الدرالمختار"، کتاب القسمة، ج۹، ص۴۳۱.
6. ......المرجع السابق.
7. ......"الهداية"، کتاب القسمة، ج۲، ص۳۲۷.

کیا چیز تقسیم کی جائے گی اور کیا نہیں

مسئلہ ۱: مشترک چیز اگر ایسی ہے کہ تقسیم کے بعد ہر ایک شریک کو جو کچھ حصہ ملے گا وہ قابل انتفاع ہوگا تو ایک شریک کی طلب پر تقسیم کردی جائے گی اور اگر بعد تقسیم بعض شریک کو اتنی قلیل ملے گی کہ نفع کے قابل نہ ہوگی اور تقسیم وہ شخص چاہتا ہے جس کا حصہ زیادہ ہے تو تقسیم کردی جائے گی اور جس کا حصہ اتنا کم ہے کہ بعد تقسیم قابلِ نفع نہیں رہے گا اس کی طلب پر تقسیم نہیں ہوگی۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۲: تقسیم کے بعد ہر شریک کو اتنا ہی حصہ ملے گا جو قابل نفع نہیں تو جب تک سب شرکا راضی نہ ہوں ایک کے چاہنے سے تقسیم نہیں ہوگی مثلاً دکان دوشخصوں کی شرکت میں ہے اگر تقسیم کے بعد ہر ایک کو دکان کا اتنا حصہ ملتا ہے کہ جو کام اس میں کررہا تھا اب بھی کرسکے گا تو ہر ایک کے کہنے سے تقسیم کردی جائے گی اور اتنا حصہ نہ ملے تو تقسیم نہیں ہوگی جب تک دونوں راضی نہ ہوں۔[2] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۳: ایک ہی جنس کی چیز ہو یا چند طرح کی چیزیں ہوں مگر ہر ایک میں تقسیم کرنی ہو یعنی مثلاً صرف گیہوں یا صرف جَو ہوں یا دونوں ہوں مگر دونوں میں تقسیم کرنی ہو تو ایک کے کہنے سے قاضی تقسیم کردے گا اور اگر دو قسم کی چیزیں ہوں مگر دونوں میں تقسیم جاری نہ کرنی ہو بلکہ ایک کو ایک چیز دے دی جائے اور دوسرے کو دوسری اس طرح کی تقسیم بغیر ہر ایک کی رضامندی کے نہیں ہوسکتی۔[3] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۴: جواہر کی تقسیم بغیر رضا مندی شرکا نہیں ہوسکتی۔ کیونکہ ان میں بہت زیادہ تفاوت[4] ہوتا ہے۔ یوہیں حمام اور کوآں اور چکی کہ ان کی جبریہ[5] تقسیم نہیں ہوسکتی کہ تقسیم کے بعد وہ چیز قابلِ اِنتفاع[6] نہ رہے گی۔ اور حمام اگر بڑا ہے کہ بعد تقسیم ہر ایک کو جو کچھ حصہ ملے گا وہ کام کے قابل رہے گا تو تقسیم کردیا جائے گا اور اگر رضا مندی کے ساتھ حمام کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو تقسیم ہوسکتی ہے اگرچہ تقسیم کے بعد ہر ایک کا حصہ حمام نہ رہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ ان شرکا کا مقصود ہی یہ ہے کہ اسے حمام نہ رکھیں بلکہ کسی دوسرے کام میں لائیں۔[7] (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری)

---

1 ......"الهداية"، كتاب القسمة، فصل فيما يقسم...إلخ، ج٢، ص٣٢٧.

2 ......المرجع السابق، ص٣٢٩.

و"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج٩، ص٤٣٣.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج٩، ص٤٣٣، وغيره.

4 ......فرق۔ 5 ......غیر رضامندی۔ 6 ......نفع اُٹھانے کے قابل۔

7 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب القسمة، ج ٩، ص٤٣٤.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب القسمة، الباب الثالث في بيان ما يقسم...إلخ، ج٥، ص٢٠٨.

مسئلہ۵: چوکھٹ[1] کِواڑ[2] اور جانور اور موتی اور بانس اور کمان اور چراغ یہ چیزیں اگر ایک ایک ہوں تو ان کی تقسیم نہیں ہوگی کہ تقسیم سے یہ چیزیں خراب ہو جائیں گی اسی طرح ہر وہ چیز جس کی تقسیم میں توڑنے یا پھاڑنے کی ضرورت ہو تقسیم نہیں ہوگی۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۶: کوآں یا چشمہ یا نہر مشترک ہو شرکا تقسیم چاہتے ہوں اگر اس کے ساتھ زمین نہیں ہے تو تقسیم نہیں کی جائے گی اور اگر زمین بھی ہے تو زمین کی تقسیم کر دی جائے اور وہ چیزیں مشترک رہیں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ۷: کتابوں کو ورثہ کے مابین تقسیم نہیں کریں گے کہ ان میں بہت زیادہ تفاوت ہوتا ہے بلکہ ہر ایک شریک مُہایاۃ یعنی باری مقرر کر کے اُن سے نفع حاصل کرسکتا ہے اور اگر رضامندی کے طور پر تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو کر سکتے ہیں مگر وہ لوگ اگر یہ چاہتے ہیں کہ کتابوں کو ورق ورق کر کے تقسیم کر دیا جائے یعنی ہر ایک شریک کو اس کے حصہ کے اوراق دے دیئے جائیں یہ نہیں کیا جاسکتا اگرچہ وہ سب اس پر راضی بھی ہوں۔ یوہیں اگر ایک کتاب کی کئی جلدیں ہوں یعنی سب جلدیں مل کر وہ کتاب پوری ہوتی ہو اور ان جلدوں کو تقسیم کرنا چاہتے ہوں تقسیم نہیں کی جائے گی اگرچہ وہ سب رضامند ہوں۔ وُرثا اگر یہ کہیں کہ کتابوں کی قیمتیں لگا کر قیمت کے لحاظ سے شرکا پر کتابیں تقسیم کر دی جائیں اگر سب اس طرح تقسیم پر راضی ہوں تقسیم کر دی جائے گی۔[5] (درمختار)

مسئلہ۸: دو مکانوں کے مابین ایک دیوار مشترک ہے اس کی تقسیم بغیر دونوں کی رضامندی کے نہیں ہوسکتی اور رضامند ہوں تو تقسیم کر دی جائے گی یعنی جبکہ دیوار بدستور باقی رکھتے ہوئے دونوں اپنے اپنے حصہ سے نفع اوٹھا سکیں اور اگر یہ چاہیں کہ دیوار کو مُنہدم کر کے بنیاد کو تقسیم کر دیا جائے تو اگرچہ دونوں رضامند ہوں اس طرح تقسیم نہیں کی جائے گی ہاں اگر وہ خود دیوار کو گرا کر خود ہی تقسیم کرنا چاہتے ہیں تو قاضی انھیں منع بھی نہ کرے گا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ۹: ایک شخص کی زمین میں دو شخصوں نے مالک زمین کی اجازت سے دیوار بنائی اور یہ دونوں دیوار کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں ان کی رضامندی سے مالکِ زمین کی عدم موجودگی میں بھی دیوار کی تقسیم ہوسکتی ہے۔ اور اگر مالکِ زمین نے ان دونوں

---

1 ......دروازے کی چار لکڑیاں جن میں پٹ لگائے جاتے ہیں، فریم۔

2 ......لکڑی کا تختہ یا پٹ جس سے دروازہ بند کرتے ہیں۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة، الباب الثالث فى بيان ما يقسم...إلخ، ج٥، ص٢٠٨.

4 ......المرجع السابق، ص٢٠٩.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج٩، ص٤٣٥.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة، الباب الثالث فى بيان ما يقسم...إلخ، ج٥، ص٢٠٧.

سے کہہ دیا کہ میری زمین خالی کردو تو دیوار مُنہدم کرنی ہوگی اور ملبہ اگر قابل تقسیم ہے تو تقسیم کردیا جائے گا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: ایک شریک یہ چاہتا ہے کہ اس مشترک چیز کو بیع کردیا جائے اور دوسرا انکار کرتا ہے اس کو بیع کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۱: دکان مشترک قابل تقسیم نہ ہوا ایک شریک یہ کہتا ہے کہ نہ اسے کرایہ پر دوں گا نہ باری مقرر کر کے اس سے نفع حاصل کروں گا یہاں باری مقرر کردی جائے گی اور اس سے یہ کہہ دیا جائے گا کہ تم کو اختیار ہے اپنی باری میں دکان کو بند رکھو یا کسی کام میں لاؤ۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۲: زراعت مشترک ہے اگر دانے پڑ چکے ہیں مگر ابھی کاٹنے کے قابل نہیں ہے اس کی تقسیم نہیں ہوسکتی جب تک کھیت کٹ نہ جائے اگرچہ سب شرکا راضی ہوں۔ اور اگر کھیتی بالکل کچی ہے یعنی دانے پیدا نہیں ہوئے ہیں اور شرکا تقسیم پر راضی ہوں تو تقسیم ہوسکتی ہے مگر اس شرط سے کہ تقسیم کے بعد ہر ایک اپنا حصہ کاٹ لے یہ نہیں کہ پکنے تک کھیت ہی میں چھوڑ رکھے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: کپڑے کا تھان اپنی رضامندی سے پھاڑ کر تقسیم کرسکتے ہیں اس میں جبری تقسیم نہیں ہوسکتی۔ سلا ہوا کپڑا مثلاً کرتہ یا اَچکن [5] اس کی تقسیم نہیں ہوسکتی۔ دو کپڑے مختلف قیمت کے ہوں ان کی بھی جبری تقسیم نہیں ہوسکتی اس لیے کہ جو کم درجہ کا ہے اس کے ساتھ روپیہ شامل کرنا ہوگا تاکہ دونوں جانب برابری ہوجائے اور یہ بات بغیر دونوں کی رضامندی کے ہو نہیں سکتی اور جب دونوں راضی ہوں تو تقسیم کردی جائے گی۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: ایک ہی دھات کے مختلف قسم کے برتن مثلاً دیگچی، لوٹا، کٹورا، طَشت [7] ان کو بغیر رضامندی شرکا تقسیم نہیں کیا جائے گا۔ یوہیں سونے یا چاندی یا پیتل یا اور کسی دھات کے زیور بغیر رضامندی تقسیم نہیں ہوں گے اگرچہ سب زیور

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة،الباب الثالث فی بيان ما يقسم...إلخ، ج٥،ص ٢٠٨.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج٩، ص ٤٣٤، ٤٣٥.

3 ......المرجع السابق، ص٤٣٥.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة،الباب الثالث فی بيان ما يقسم...إلخ، ج٥،ص٢٠٨.

5 ......چولی دامن کا گھٹنوں سے نیچے تک کا ایک قسم کا لمبا لباس۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة،الباب الثالث فی بيان ما يقسم...إلخ، ج٥،ص٢٠٨، ٢٠٩.

7 ......تھال۔

ایک ہی دھات کے ہوں اور سونا چاندی وغیرہما دھاتیں اگر ان کی کوئی چیز بنی ہوئی نہ ہو تو ان کی تقسیم میں تمام شرکا کی رضامندی درکار نہیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: چند مکانات مشترک ہوں تو ہر ایک کو جدا تقسیم کیا جائے گا یہ نہیں کیا جائے گا کہ تمام مکانات کو ایک چیز فرض کر کے تقسیم کریں کہ ایک کو ایک مکان دے دیا جائے دوسرے کو دوسرا۔ یہ سب مکانات ایک ہی شہر میں ہوں یا مختلف شہروں میں دونوں کا ایک حکم ہے۔ یوہیں اگر چند قطعات زمین مشترک ہوں تو ہر قطعہ کی تقسیم جداگانہ ہوگی۔ یوہیں اگر مکان و دکان و زمین سب چیزیں ہوں تو ہر ایک کو علٰیحدہ علٰیحدہ تقسیم کیا جائے۔[2] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۱۶: مشترک نالی یا پرنالہ ہے ایک تقسیم چاہتا ہے دوسرا انکار کرتا ہے اگر اس کے مکان میں ایسی جگہ ہے کہ بغیر ضرر نالی یا پرنالہ ہوسکتا ہے تو تقسیم کردیں ورنہ نہیں۔[3] (عالمگیری)

طریقۂ تقسیم

مسئلہ ۱: تقسیم کرنے والے کو یہ چاہیے کہ ہر شریک کے سِہام[4] جتنے ہوں انھیں پہلے لکھ لے اور زمین کی پیمائش کر کے ہر شریک کے سہام کے مقابل میں جتنی زمین پڑے صحیح طور پر قائم کرلے اور ہر حصہ کے لیے راستہ وغیرہ علٰیحدہ قائم کردے تاکہ آئندہ جھگڑے کا احتمال نہ رہے اور ان حِصَص[5] پر ایک دو تین وغیرہ نمبر ڈال دے اور جمیع شرکا کے نام لکھ کر قرعہ اندازی کرے جس کا نام پہلے نکلے اوسے پہلا نمبر جس کا نام دوسری مرتبہ نکلے اسے نمبر دوم دے دے وعلٰی ہذا القیاس۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۲: تقسیم میں قرعہ ڈالنا ضروریات میں نہیں بلکہ تطییبِ قلب[7] کے لیے ہے کہ کہیں حصہ داروں کو یہ وہم نہ ہو کہ فلاں کا حصہ میرے حصہ سے اچھا ہے اور قصداً ایسا کیا گیا ہے اوّل تو تقسیم کرنے والا ہر حصہ میں مساوات کا ہی لحاظ رکھے گا پھر اس کے باوجود قرعہ بھی ڈالے گا تاکہ وہم ہی نہ پیدا ہوسکے اور اگر قاضی نے بغیر قرعہ ڈالے ہوئے خود ہی حصص کو نامزد کردیا

---

1 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب القسمۃ،الباب الثالث فی بیان ما یقسم...إلخ، ج٥، ص٢٠٩.

2 ...... "الھدایۃ"، کتاب القسمۃ، فصل فیما یقسم...الخ، ج٢، ص٣٢٩.

و"الدرالمختار"، کتاب القسمۃ، ج٩، ص٤٣٥، ٤٣٦.

3 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب القسمۃ،الباب الثالث فی بیان ما یقسم...إلخ، ج٥، ص٢٠٧.

4 ...... حصے۔ 5 ...... حصوں۔

6 ...... "الھدایۃ"، کتاب القسمۃ، فصل فی کیفیۃ القسمۃ، ج٢، ص٣٢٩.

7 ...... اطمینانِ قلب۔

کہ یہ تمہارا ہے اور یہ تمہارا تو اس میں بھی حرج نہیں کہ قاضی کے فیصلہ سے انکار کی گنجائش نہیں۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳: قاضی یا نائب قاضی نے تقسیم کی ہو اور قرعہ ڈالا اور بعض کے نام نکل آئے تو کسی شریک کو انکار کی گنجائش نہیں جس طرح نام نکلنے سے پہلے اسے انکار کا حق نہ تھا اب بھی نہیں ہے۔ اور اگر باہم رضامندی سے تقسیم کر رہے ہوں اور قرعہ ڈالا گیا بعض نام نکل آئے تو بعض شرکا انکار کر سکتے ہیں اور اگر سب شرکا کے نام نکل آئے یا صرف ایک ہی نام باقی رہ گیا تو قسمت[2] مکمل ہوگئی اب رضامندی کی صورت میں بھی انکار کی گنجائش باقی نہیں۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: مکان کی تقسیم میں جب زمین کی پیائش کر کے حصے قائم کرے گا عمارت کی قیمت لگائے گا کیونکہ آگے چل کر اس کی بھی ضرورت پڑے گی مثلاً کسی کے حصہ میں اچھی عمارت آئی اور کسی کے حصہ میں خراب تو بغیر قیمت معلوم کیے کیونکر مُساوات[4] قائم رہے گی۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۵: اگر زمین و عمارت دونوں کی تقسیم منظور ہے اور عمارت کچھ اچھی ہے کچھ بُری یا ایک طرف عمارت زائد ہے اور ایک طرف کم اور ایک کو اچھی یا زیادہ عمارت ملے تو دوسرے کو زمین زیادہ دے کر وہ کمی پوری کر دی جائے اور اگر زمین زیادہ دینے میں بھی کمی پوری نہ ہو کہ ایک طرف کی عمارت ایسی اچھی یا اتنی زیادہ ہے کہ بقیہ کل زمین دینے سے بھی کمی پوری نہیں ہوتی تو یہ کمی روپے سے پوری کی جائے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۶: مکان کی تقسیم میں ایک کا پرنالہ یا راستہ دوسرے کے حصے میں پڑا اگر تقسیم میں یہ شرط مذکور ہو کہ اس کا پرنالہ یا راستہ دوسرے کے حصہ میں ہوگا جب تو اس تقسیم کو بدستور باقی رکھا جائے گا اور شرط نہ ہو تو دو صورتیں ہیں اس حصہ کا راستہ وغیرہ پھیر کر دوسرا کیا جا سکتا ہے یا نہیں اگر ممکن ہو تو راستہ وغیرہ پھیر کر دوسرا کر دیا جائے اور ناممکن ہو تو اس تقسیم کو توڑ کر از سرِ نو تقسیم کی جائے۔[7] (ہدایہ، درمختار)

---

1 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب القسمة، مطلب: لکل من الشرکاء ...إلخ، ج۹، ص۴۳٦.

2 ...... تقسیم۔

3 ...... "ردالمحتار"، کتاب القسمة، مطلب: فی الرجوع عن القرعة، ج۹، ص۴۳٦-۴۳۷.

4 ...... برابری۔

5 ...... "الهداية"، کتاب القسمة، فصل فی کیفية القسمة، ج۲، ص۳۳۰.

6 ...... المرجع السابق.

7 ...... "الهداية"، کتاب القسمة، فصل فی کیفية القسمة، ج۲، ص۳۳۰.

و "الدرالمختار"، کتاب القسمة، ج۹، ص۴۳۸.

مسئلہ ۷: اگر شرکا میں اختلاف ہے بعض یہ کہتے ہیں کہ راستہ کو تقسیم میں نہ لیا جائے بلکہ جس طرح پہلے پورے مکان کا ایک راستہ تھا اب بھی رہے اور مکان کا ایسا موقع ہے کہ ہر حصہ کا جداگانہ راستہ ہوسکتا ہے یعنی جدید دروازہ کھول کر آمد ورفت ہوسکتی ہے تو اس شریک کا کہنا مانا جاسکتا ہے اور اگر یہ بات ناممکن ہے تو اس کا کہنا نہیں مانا جائے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۸: راستہ کی چوڑائی اور اونچائی میں اختلاف ہو تو صدر دروازہ کی چوڑائی کی برابر راستہ کی چوڑائی رکھی جائے اور اس کی بلندی کی برابر راستہ کی بلندی رکھی جائے یعنی اس بلندی سے اوپر اگر کوئی اپنی دیوار میں چھجا نکالنا چاہتا ہے نکال سکتا ہے اور اس سے نیچے نہیں نکال سکتا۔[2] (عنایہ، درمختار)

مسئلہ ۹: مکان کی تقسیم میں اگر یہ شرط ہو کہ راستہ کی مقداریں مختلف ہوں گی اگرچہ شرکا کے حصے اس مکان میں برابر برابر ہوں یہ جائز ہے جب کہ یہ تقسیم آپس کی رضامندی سے ہو کہ غیر اموال ربویہ[3] میں رضامندی کے ساتھ کمی بیشی ہوسکتی ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۰: دومنزلہ مکان ہے اس میں چند صورتیں ہیں پورا مکان یعنی دونوں منزلیں مشترک ہیں یا صرف نیچے کی منزل مشترک ہے یا صرف بالاخانہ مشترک ہے اس کی تقسیم میں ہر ایک کی قیمت لگائی جائے اور قیمت کے لحاظ سے تقسیم ہوگی۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۱: زمین مشترک میں درخت اور زراعت تھی صرف زمین کی تقسیم ہوئی تو جس کے حصہ میں درخت یا زراعت پڑی وہ قیمت دے کر اس کا مالک ہوگا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: بھوسے کی تقسیم گٹھریوں سے ہوسکتی ہے وزن کے ساتھ ہونا ضرور نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: ایک شخص کی دو روٹیاں ہیں اور ایک کی تین روٹیاں دونوں نے ایک ساتھ بیٹھ کر کھانا چاہا ایک تیسرا شخص آ گیا اوسے دونوں نے کھانے میں شریک کرلیا اور تینوں نے برابر برابر کھایا اس نے کھانے کے بعد پانچ روپے دیے اور یہ کہا کہ

1. ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج۹، ص۴۳۸.
2. ......"العناية"على"فتح القدير"، كتاب القسمة، فصل فی كيفية القسمة، ج۸، ص۳۶۵.
   و"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج۹، ص۴۳۸.
3. ......وہ اموال جن میں کمی بیشی کے ساتھ تبادلہ کرنے سے سود نہیں ہوتا۔
4. ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج۹، ص۴۳۹.
5. ......المرجع السابق.
6. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة، الباب الثالث فی بيان ما يقسم...إلخ، ج۵، ص۲۰۹.
7. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة، الباب الثانی فی بيان كيفية القسمة، ج۵، ص۲۰۷.

جتنی جتنی میں نے تمہاری روٹی کھائی اُسی حساب سے روپے بانٹ لوتو جس کی دو تھیں اوسے ایک روپیہ ملے گا اور جس کی تین تھیں اوسے چار۔[1] (عالمگیری)

(تقسیم میں غلطی کا دعویٰ)

مسئلہ ۱۴: تقسیم ہونے کے بعد ایک شریک یہ کہتا ہے کہ میرا حصہ مجھے نہیں ملا اور تقسیم کرنے والوں نے گواہی دی کہ اس نے اپنا حصہ وصول پالیا یہ گواہی مقبول ہے اور فقط ایک تقسیم کرنے والے نے شہادت دی تو گواہی مقبول نہیں۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۵: تقسیم کے بعد ایک شریک یہ کہتا ہے کہ فلاں چیز میرے حصہ میں تھی اور غلطی سے دوسرے کے پاس پہنچ گئی اور اس سے پہلے یہ اقرار کر چکا تھا کہ میں نے اپنا حصہ وصول پالیا یا وصول پانے کا اقرار نہ کیا ہو دونوں صورتوں میں اس کی بات جب ہی مانی جائے گی کہ اس کے قول کے صحیح ہونے پر دلیل ہو یعنی گواہوں سے ایسا ثابت کردے یا دوسرا شریک اقرار کرلے کہ ہاں اس کے حصہ کی فلاں چیز میرے پاس ہے اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو اس کے شریک پر قسم دی جائے اور وہ قسم کھانے سے نکول[3] کرے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۶: تقسیم کے بعد کہتا ہے کہ مجھے میرا حصہ مل گیا تھا اور میں نے قبضہ بھی کرلیا تھا پھر میرے شریک نے اس میں سے فلاں چیز لے لی اور شریک اس سے انکار کرتا ہے اس کا حاصل یہ ہوا کہ شریک پر غصب کا دعویٰ کرتا ہے اور وہ انکار کرتا ہے اگر اس کے پاس گواہ نہ ہوں تو شریک پر حَلف رکھا جائے۔ اور اگر وصول پانے کا اقرار نہیں کیا ہے صرف اتنی بات کہی ہے کہ یہاں سے یہاں تک میرے حصہ میں آئی مگر مجھے دی نہیں اور شریک اس کی تکذیب کرتا ہے[5] تو دونوں کو حلف دیا جائے اور دونوں قسم کھا جائیں تو تقسیم فسخ کردی جائے۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: مکان دو شخصوں میں مشترک تھا دونوں نے اسے بانٹ لیا پھر ایک یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ کمرہ جو میرے شریک کے پاس ہے یہ میرے حصہ کا ہے اور دوسرا اس سے انکاری ہے تو مدّعی کے ذمہ گواہ پیش کرنا ہے اور اگر دونوں نے گواہ پیش کیے تو مدّعی کے گواہ مقبول ہوں گے اور اگر قبضہ کرنے پر گواہ نہ کیے ہوں تو دونوں پر حلف ہے اور اس صورت میں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة، الباب الثاني في بيان كيفية القسمة، ج٥، ص٢٠٦.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج٩، ص٤٣٩، ٤٤٠.

3 ......انکار۔

4 ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج٩، ص٤٤٠.

5 ......یعنی اس بات کو جھٹلاتا ہے۔

6 ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج٩، ص٤٤١.

اگر دونوں نے قسمیں کھالیں تو تقسیم فسخ کر دی جائے گی۔ اسی طرح اگر حدود میں اختلاف ہو مثلاً ایک یہ کہتا ہے کہ یہ حد میری تھی جو اس کے حصہ میں جا پڑی اور دوسرا بھی یہی کہتا ہے کہ یہ حد میری تھی جو اس کے حصہ میں چلی گئی اگر دونوں گواہ پیش کریں تو ہر ایک کے گواہ اُس کے حق میں معتبر ہیں جو اس کے قبضہ میں نہ ہوا اور اگر فقط ایک نے گواہ پیش کیے تو اسی کے موافق فیصلہ ہوگا اور کسی نے بھی گواہ نہیں پیش کیے تو دونوں پر حلف ہے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۸: تقسیم میں چیزوں کی قیمتیں لگائی گئیں اب معلوم ہوا کہ قیمتوں میں بہت فرق ہے جس کو غبن فاحش کہتے ہیں یعنی اتنی کمی یا بیشی ہے جو اندازہ سے باہر ہے مثلاً جس چیز کی قیمت پانسو ہے اس کی ہزار روپے قیمت قرار دی یہ تقسیم توڑ دی جائے گی۔ قاضی نے اس کے متعلق فیصلہ کیا ہو یا دونوں کی رضامندی سے تقسیم ہوئی ہو بہرصورت توڑ دی جائے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۹: دو شخصوں کی سو بکریاں تھیں تقسیم کے بعد ایک یہ کہتا ہے غلطی سے تم نے پچپن بکریاں لے لیں اور مجھے پینتالیس ہی ملیں دوسرا کہتا ہے غلطی سے نہیں بلکہ تقسیم اسی طرح ہوئی اور گواہ کسی کے پاس نہ ہوں تو دونوں پر حلف[3] ہے یہ اس وقت ہے کہ اُس نے اپنا پورا حق پالینے کا اقرار نہ کیا ہو اور اگر اقرار کر چکا ہو تو غلطی کا دعویٰ نامسموع[4] ہے۔[5] (عالمگیری)

استحقاق کے مسائل

مسئلہ ۲۰: تقسیم ہو جانے کے بعد استحقاق ہوا یعنی کسی دوسرے شخص نے اس میں اپنی ملک کا دعویٰ کیا اس کی تین صورتیں ہیں۔ ایک[۱] حصہ میں جزو معین کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ چیز میری ہے یا جز[۲] و شائع کا دعویٰ کرتا ہے کہ اس کے حصہ میں نصف یا تہائی میری ہے یا کل[۳] میں جز و شائع کا مدعی ہے یعنی پوری جائداد میں مثلاً نصف یا تہائی کا مدعی ہے۔ پہلی صورت میں کہ فقط ایک کے حصہ میں جز و معین کا استحقاق کرتا ہے اس میں تقسیم کو فسخ نہیں کیا جائے گا بلکہ مستحق نے جتنا اپنا ثابت کر دیا اس کو دے دیا جائے اور مابقی[6] اس کا ہے جس کے حصہ میں تھا اور اس کے حصہ میں جو کمی پڑی اسے شریک کے حصہ میں سے اوتنی دِلا دی جائے کہ اس کا حصہ سہام کے موافق ہو جائے دوسری صورت میں کہ ایک کے حصہ میں جز و شائع کا مدعی ہے اس میں حصہ والے کو اختیار ہے کہ مُستحق کو دینے کے بعد جو کمی پڑتی ہے وہ شریک کے حصہ میں سے لے لے یا تقسیم توڑوا کر از سرِنو[7] تقسیم کرائے یہ

---

1 ......"الهداية"، كتاب القسمة، باب دعوى الغلط فى القسمة...إلخ، ج۲، ص۳۳۳.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج۹، ص۴۴۴.

3 ......یعنی قسم اُٹھانا۔

4 ......یعنی قابل قبول نہیں۔

5 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب القسمة، الباب الحادى عشر فى دعوى الغلط... إلخ، ج۵، ص ۲۲۶.

6 ......باقی ماندہ۔

7 ......نئے سرے سے۔

اُس صورت میں ہے کہ استحقاق سے پہلے اس میں کا کچھ بیع نہ کیا ہو ورنہ تقسیم نہیں توڑی جائے گی بلکہ اپنے حصہ کی قدر شریک کے حصہ میں سے لے سکتا ہے وبس۔ تیسری صورت میں کہ کل میں جز وشائع کا مدعی ہے تقسیم فسخ کردی جائے اوران تینوں یعنی مستحق اور دونوں شریکوں کے مابین اَزسرِنو تقسیم کی جائے گی۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ۲۱: اِستحقاق کی ایک چوتھی صورت بھی ہے وہ یہ کہ ہرایک کے حصہ میں مستحق نے اپنا حصہ ثابت کردیا اس کی دوصورتیں ہیں۔ **ایک** یہ کہ ہرایک کے حصہ میں اس نے جز وشائع ثابت کیا اس کا حکم یہ ہے کہ تقسیم فسخ کردی جائے۔ **دوسری صورت** یہ ہے کہ دونوں میں جز ومعیَّن ثابت کرے اس کا حکم یہ ہے کہ دونوں کے حصوں میں اس کا جو کچھ ہے اگر برابر ہے جب تو ظاہر ہے کہ مستحق کے لے لینے کے بعد ہرایک کے پاس جو کچھ بچا وہ بقدر حصہ ہے لہٰذا نہ تقسیم توڑی جائے گی نہ رجوع کا حکم دیا جائے گا اور اگر مستحق کا حق ایک کے حصہ میں زائد ہے دوسرے کے حصہ میں کم تو اس زائد کی زیادتی کا اعتبار ہوگا کہ اسی کے حساب سے کم والے کے حصہ میں رجوع کرے گا۔[2] (درمختار)

مسئلہ۲۲: سوبکریاں دوشخصوں میں مشترک تھیں تقسیم اس طرح ہوئی کہ ایک کو چالیس بکریاں ملیں جن کی قیمت پانسو ہے اور دوسرے کو ساٹھ بکریاں دی گئیں یہ بھی پانسو کی قیمت کی ہیں چالیس والے کی ایک بکری میں کسی نے اپنا حق ثابت کیا کہ یہ میری ہے اور یہ بکری دس روپے قیمت کی ہے تو یہ شخص دوسرے سے پانچ روپے وصول کرسکتا ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۲۳: مکان یا زمین مشترک کا بٹوارا ہوا[4] ایک نے دوسرے کے حصہ میں ایک کمرہ کا دعویٰ کیا کہ یہ میرا ہے میں نے اسے بنایا ہے یا یہ درخت میرا ہے میں نے اسے لگایا ہے اور اپنی اس بات پر گواہ پیش کرتا ہے یہ گواہ نامقبول ہیں کہ عمارت یا درخت زمین کی تقسیم میں تبعاً داخل ہوگئے۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۲۴: درخت یا عمارت کی تقسیم ہوئی اس کے بعد ایک نے پوری زمین کا یا اس کے جز کا دعویٰ کیا یہ دعویٰ جائز ومسموع ہے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ درخت یا عمارت مشترک ہو اور زمین مشترک نہ ہو اور زمین توابع میں بھی نہیں کہ تقسیم میں تبعاً داخل ہوجائے۔[6] (ردالمحتار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب القسمة، باب دعوى الغلط فى القسمة...إلخ، ج٢، ص٣٣٣، ٣٣٤.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج٩، ص٤٤٣.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب القسمة، الباب العاشر فى القسمة...إلخ، ج٥، ص٢٢٥.

4 ...... یعنی تقسیم ہوئی۔

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب القسمة، مطلب: فى الرجوع عن القرعة، ج٩، ص٤٤٥.

6 ......"ردالمحتار"، كتاب القسمة، مطلب: فى الرجوع عن القرعة، ج٩، ص٤٤٥.

مسئلہ ۲۵: ایک کے حصہ میں جو درخت ملا اس کی شاخیں دوسرے کے حصہ میں لٹک رہی ہیں ان شاخوں کو یہ شخص جبراً نہیں کٹوا سکتا اسی طرح مکان کی تقسیم میں جو دیوار ایک کے حصہ میں پڑی اس پر دوسرے کی کڑیاں ہیں تو دوسرے کو یہ حکم نہیں دیا جائے گا کہ اپنی کڑیاں اوٹھالے مگر جب کہ تقسیم میں یہ شرط ہو چکی ہو کہ وہ اپنی کڑیاں اوٹھا لے گا۔[1] (عالمگیری، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۶: زمین مشترک میں ایک شریک نے بغیر اجازت شریک مکان بنالیا دوسرا یہ کہتا ہے کہ اس عمارت کو ہٹالو تو اس صورت میں زمین کو تقسیم کردیا جائے اگر یہ عمارت اسی کے حصہ میں پڑی جس نے بنائی ہے فبہا اور اگر دوسرے کے حصہ میں پڑی تو ہوسکتا ہے کہ عمارت کی قیمت دے کر عمارت خود لے لے یا اس کو منہدم کرادیا[2] جائے۔ زمین مشترک میں ایک نے درخت لگایا اس کا بھی وہی حکم ہے۔ اور اگر شریک کی اجازت سے مکان بنوایا یا پیڑ[3] لگائے اگر اپنے لیے یہ تعمیر کی ہے یا پیڑ لگایا ہے اس کا بھی وہی حکم ہے کیونکہ مُعیر[4] کو اختیار ہوتا ہے کہ عاریت کو جب چاہے واپس لے سکتا ہے اور اگر اجازت اس لیے ہے کہ وہ عمارت یا درخت شرکت کا ہوگا تو بقدر حصہ اس سے مَصارف[5] وصول کرسکتا ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۷: ترکہ کی تقسیم کے بعد معلوم ہوا کہ میت کے ذمہ دَین ہے تو تقسیم توڑ دی جائے گی کیونکہ اگر دَین پورے ترکہ کی برابر ہے جب تو ظاہر ہے کہ یہ ترکہ وارثوں کی مِلک ہی نہیں تقسیم کیونکر کریں گے اور اگر دَین پورے ترکہ سے کم ہے جب بھی توڑی جائے کہ ترکہ کے ساتھ دوسروں کا حق متعلق ہے ہاں اگر میت کا متروکہ اس کے علاوہ بھی ہے جس سے دَین ادا کیا جاسکتا ہے تو جو کچھ منقسم ہو چکا ہے اس کی تقسیم باقی رہے گی۔ اگر دَین پورے ترکہ کی برابر تھا مگر جن کا تھا اونھوں نے معاف کردیا یا وارثوں نے اپنے مال سے دَین ادا کردیا تو ان صورتوں میں تقسیم نہ توڑی جائے کہ وہ سبب ہی باقی نہ رہا۔[7] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۸: جن دو شخصوں نے تقسیم کی ان میں ایک نے یہ دعویٰ کیا کہ ترکہ میں دَین ہے اس کا یہ دعویٰ مسموع ہوگا تناقض قرار دے کر دعویٰ کو رد نہ کیا جائے۔ ہاں جن چیزوں کی تقسیم ہوئی ان میں سے کسی معین چیز کا دعویٰ کرتا ہے کہ یہ میت

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة،الباب الثالث عشر فی المتفرقات، ج٥، ص٢٣٢.
و"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب القسمة، مطلب: فی الرجوع عن القرعة، ج٩، ص٤٤٥-٤٤٦.

2 ......گرادیا۔ 3 ......درخت۔

4 ......عاریت پر دینے والا۔ 5 ......اخراجات۔

6 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب القسمة، مطلب: فی الرجوع عن القرعة، ج٩، ص ٤٤٦.

7 ......"الهداية"، كتاب القسمة، باب دعوی الغلط فی القسمة...إلخ، ج٢، ص ٣٣٤.

کی متروکہ نہیں ہے بلکہ میری ہے اوراس کا سبب کچھ بھی بتائے مثلاً میں نے میت سے خریدی ہے یا اُس نے ہبہ کی بہرحال یہ دعویٰ نامسموع ہے کہ اُس چیز کوتقسیم میں داخل کرنا یہ مشترک ہونے کا اقرار ہے پھراپنی بتانا اس کے منافی ہے لہٰذا یہ دعویٰ قابل سماعت نہیں۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۹: ایک شخص مرا اور اُس نے کسی کو وصی مقرر کیا ہے اور ترکہ میں دَین غیرمستغرق ہے[2] وصی سے وُرثہ یہ کہتے ہیں کہ ترکہ میں سے بقدر دَین جدا کر کے باقی کو ان میں تقسیم کردے وصی کو یہ اختیار ہے کہ تقسیم نہ کرے بلکہ بقدرِ دَین مشاع[3] فروخت کردے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: میت نے دوشخصوں کو وصی کیا ہے دونوں نے مال کوتقسیم کر کے بعض ورثہ کا مال ایک نے رکھا اور بعض کا دوسرے نے یہ جائز نہیں۔ یوہیں ایک وصی کی عدم موجودگی میں دوسرے نے وُرثہ کے مقابل میں تقسیم کی یہ بھی ناجائز ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۱: ورثہ مسلمان ہیں اور وصی کافر ذمی، اگر چہ اس کا وصی ہونا جائز ہے مگراس کو وصیت سے خارج کر دینا چاہیے کیونکہ کافر کی جانب سے اس کا اطمینان نہیں ہے کہ وہ مسلمان کے ساتھ خیانت نہ کرے گا بلکہ مسلمان کے ساتھ اس کی مذہبی عداوت بہت ممکن ہے کہ خیانت پر آمادہ کرے۔ مگر جدا کرنے سے پہلے اس نے تقسیم کی ہوتو یہ تقسیم صحیح ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲: ایک وارث نے میت کے ذمہ دَین کا اقرار کیا دوسرے ورثہ انکار کرتے ہیں ترکہ ورثہ پر تقسیم کردیا جائے جس نے اقرار کیا ہے اس کے حصہ سے دَین ادا کیا جائے۔[7] (خانیہ)

مسئلہ ۳۳: میت کے ذمہ دَین تھا ورثہ نے جائداد تقسیم کرلی جس کا دین ہے وہ مطالبہ کرتا ہے تو تقسیم توڑی جاسکتی ہے دَین مُستَغرق ہو یا غیرمستغرق۔ اوراگر قاضی کے پاس تقسیم کی درخواست کریں اور قاضی کو معلوم ہے کہ میت پر

1 ...... "الهداية"، كتاب القسمة،باب دعوى الغلط فى القسمة...إلخ، ج٢، ص٣٣٤.

2 ...... یعنی دَین (قرض) ترکہ سے کم ہے۔

3 ...... یعنی دَین کے برابر ترکۂ مشترکہ۔

4 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب القسمة، الباب السابع فى بيان من يلى القسمة...إلخ، ج٥، ص٢٢٠.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... المرجع السابق.

7 ...... "الفتاوى الخانية"، كتاب القسمة، فصل فيما يدخل فى القسمة، ج٢، ص٢١٤.

دَین ہے اگر وہ دَین مستغرق ہے تو قاضی تقسیم کا حکم نہیں دے گا کہ ان لوگوں کا ترکہ میں حق ہی نہیں ہے اور اگر دَین غیر مستغرق ہے تو بقدرِ دَین الگ کر کے باقی کو تقسیم کر دے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۴: قاضی کے پاس تقسیم کی درخواست گزری اور قاضی کو معلوم نہیں کہ میت کے ذمہ دَین ہے تو ورثہ سے دریافت کرے اگر وہ کہیں نہیں ہے تو ان کی بات مان لی جائے گی اور اگر کہیں دَین ہے تو اس کی مقدار دریافت کرے پھر یہ دریافت کرے کہ میت نے کوئی وصیت کی ہے یا نہیں اگر وصیت کی ہے تو کسی معین چیز کی وصیت ہے یا وصیت مرسلہ ہے یعنی اپنے مال کی تہائی چوتھائی وغیرہ کی ہے کسی معین چیز سے تعلق نہیں ہے، اس کے بعد تقسیم کر دے گا اور اگر تقسیم کے بعد دَین ظاہر ہو تو تقسیم توڑ دی جائے گی۔ یوہیں اگر قاضی نے دَین کو بغیر دریافت کیے تقسیم کر دی یہ تقسیم بھی توڑ دی جائے گی ہاں اگر ورثہ اپنے مال سے دَین ادا کر دیں یا جس کا دَین ہے وہ معاف کر دے تو تقسیم نہ توڑی جائے۔ اور تقسیم توڑنا اس وقت ہے کہ دَین کے لیے ورثہ نے کچھ ترکہ جدا نہ کیا ہو اور اگر دَین کے لیے پہلے ہی سے جدا کر دیا ہو یا کل اموال کی تقسیم ہی نہ کی ہو تو تقسیم توڑنے کی کیا ضرورت۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: تقسیم کے بعد کوئی نیا وارث ظاہر ہوا یا معلوم ہوا کہ کسی کے لیے تہائی یا چوتھائی کی وصیت ہے تو تقسیم توڑ کر از سرِ نو تقسیم کی جائے اگرچہ ورثہ کہتے ہوں کہ ان کے حق ہم اپنے مال سے ادا کر دیں گے ہاں اگر یہ وارث و موصیٰ لہ[3] بھی راضی ہو جائیں تو نہ توڑیں۔ اور اگر دَین ظاہر ہو یا یہ کہ کسی کے لیے ہزار روپے کی مثلاً وصیت مرسلہ کی ہے اور ورثہ اپنے مال سے دَین و وصیت ادا کرنے کو کہتے ہیں تو تقسیم نہ توڑی جائے دائن اور موصیٰ لہ کی رضامندی کی بھی ضرورت نہیں۔ اسی طرح اگر ایک ہی وارث نے دَین ادا کرنا اپنے ذمہ لیا اور ترکہ میں سے رجوع بھی نہ کرے گا تو توڑی نہ جائے اور اگر واپس لینے کی شرط ہے یا اس سے خاموش ہے تو توڑ دی جائے مگر جبکہ بقیہ ورثا اپنے مال سے ادا کرنے کو کہتے ہوں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۶: بعض ورثہ نے میت کا دَین ادا کر دیا تو وہ باقیوں سے رجوع کرسکتا ہے[5] یعنی جبکہ میت نے ترکہ چھوڑا ہو جس سے دَین ادا کیا جا سکے۔ ادا کرنے کے وقت اس نے رجوع کی شرط کی ہو یا نہ کی ہو دونوں کا ایک حکم ہے کیونکہ

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب القسمة، الباب الثامن فی قسمة الترکة...إلخ، ج۵، ص۲۲۱.

2 ......المرجع السابق.

3 ......جس کے متعلق وصیت کی گئی۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب القسمة، الباب الثامن فی قسمة الترکة...إلخ، ج۵، ص۲۲۱.

5 ......یعنی وصول کرسکتا ہے۔

ہر وارث سے دین کا مطالبہ کیا جاسکتا ہے اور ایک ہی وارث کو دائن نے قاضی کے پاس پیش کیا تو تنہا اُسی پر پورے دَین کا فیصلہ ہوسکتا ہے لہٰذا یہ وارث ادائے دَین میں مُتَبَرِّع نہ ہوا[1] ہاں اگر مُتَبَرِّع ہو کہہ دیا ہو کہ میں رجوع نہ کروں گا تو اب رجوع نہیں کرسکتا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۷: میت کا ترکہ ورثہ نے تقسیم کیا اور ان وارثوں میں اس کی عورت بھی ہے تقسیم کے بعد عورت نے دَینِ مَہر کا[3] دعویٰ کیا اور گواہوں سے ثابت کردیا تقسیم توڑ دی جائے گی اسی طرح اگر کسی وارث نے ترکہ میں دَین کا دعویٰ کیا اس کا دعوی صحیح ہے اس پر گواہ لیے جائیں گے اور ثابت ہونے پر تقسیم توڑ دی جائے گی۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸: میت کا دَین دوسروں کے ذمہ تھا یہ دَین وعین یعنی جو کچھ ترکہ موجود ہے دونوں کو تقسیم کیا مثلاً یوں کہ یہ وارث یہ چیز لے اور یہ دَین جو فلاں کے ذمہ ہے اور وہ وارث یہ چیز اور یہ دَین لے جو فلاں کے ذمہ ہے یہ تقسیم دَین وعین دونوں میں باطل اور اگر اعیان یعنی جو چیزیں موجود ہیں ان کو تقسیم کرکے پھر دَین کی تقسیم کی تو عین کی تقسیم صحیح ہے اور دَین کی باطل۔ دَین کی تقسیم باطل ہونے کا یہ نتیجہ ہوگا کہ ایک مدیون سے دَین وصول ہوا تو وہ تنہا اُسی کا نہیں ہوگا جس کے حصہ میں کردیا گیا تھا بلکہ دوسرے ورثہ بھی اس میں شریک ہوں گے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۹: تین بھائی ہیں جن کو اپنے باپ سے زمین میراث میں ملی ان میں سے ایک کا انتقال ہوا اس نے ایک لڑکا چھوڑا اس لڑکے اور اس کے دونوں چچاؤں کے مابین زمین تقسیم ہوئی یہ لڑکا تقسیم کے بعد یہ کہتا ہے کہ میرے دادا نے جو مورث اعلی تھا اس نے اس میں ایک ثلث[6] کی میرے لیے وصیت کی تھی اور تقسیم کو باطل کرنا چاہتا ہے اس کی یہ بات نامعتبر ہے کہ تناقض ہے اور اگر یہ کہتا ہے کہ میرے باپ کے ذمہ میرا دَین ہے یہ بات سنی جائے گی اور گواہ لیے جائیں گے اگر گواہوں سے دَین ثابت ہوجائے تو تقسیم توڑ دی جائے گی۔ اس صورت میں چچا یہ نہیں کہہ سکتے کہ دَین تمہارے باپ کے ذمہ ہے اُس کا حصہ جو تمہیں ملا تم کو اختیار ہے کہ اسے دَین میں فروخت کرلو یا اپنے پاس رکھو تمہارا دَین تمہارے دادا کے ذمہ نہیں کہ پوری جائداد سے دَین وصول کیا جائے لہٰذا تقسیم کے توڑنے میں کوئی فائدہ نہیں کیونکہ یہ لڑکا کہہ سکتا ہے کہ تقسیم توڑنے میں فائدہ یہ ہے کہ مشترک

1 ...... یعنی دوسرے وارثوں سے دَین وصول کرسکتا ہے۔
2 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة، الباب الثامن في قسمة التركة...إلخ، ج٥، ص٢٢٢.
3 ...... یعنی مَہر کا میت کے ذمہ باقی ہونے کا۔
4 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة، الباب الثامن في قسمة التركة...إلخ، ج٥، ص٢٢٢.
5 ...... المرجع السابق.
6 ...... تہائی۔

چیز میں جو حصہ ہوتا ہے اُس کی قیمت کبھی زیادہ ہوتی ہے اور تقسیم کے بعد وہ قیمت نہیں رہتی لہٰذا میرا یہ فائدہ ہے کہ تقسیم نہ رہنے کی صورت میں میرے باپ کی مالیت زیادہ داموں میں فروخت ہوگی۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۰: تقسیم کو توڑا جاسکتا ہے یعنی شرکا نے اپنی رضامندی سے تقسیم کرلی اس کے بعد یہ چاہتے ہیں کہ یہ چیزیں شرکت میں رہیں یہ ہوسکتا ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۴۱: محض تقسیم کردینے سے کوئی معین حصہ شرکا میں سے کسی خاص شخص کی مِلک نہیں ہوگا بلکہ اس کے لیے یہ ضرور ہے کہ قاضی نے معین کردیا ہو کہ یہ فلاں کا ہے اور یہ فلاں کا یا یہ کہ ایک نے تقسیم کے بعد ایک حصہ پر قبضہ کرلیا تو یہ اس کا ہوگیا یا قرعہ کے ذریعہ سے حِصَص[3] کی تعیین ہوجائے یا یہ کہ شرکا نے کسی کو وکیل کردیا ہو کہ تقسیم کرکے ہر ایک کا حصہ مُشخص کردے[4] اور اُس نے مشخص کردیا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۲: دو شخصوں میں کوئی چیز مشترک تھی انھوں نے تقسیم کرلی اور قرعہ ڈال کر حصہ کا تعین کرلیا اس کے بعد ایک شریک اس تقسیم پر نادم ہوا اور چاہتا یہ ہے کہ تقسیم ٹوٹ جائے یہ نہیں ہوسکتا کہ تقسیم مکمل ہوچکی۔ یوہیں اگر ان دونوں نے کسی تیسرے شخص کو تقسیم کے لیے مقرر کیا اور اس نے انصاف کے ساتھ تقسیم کرکے قرعہ ڈالا تو جس کے نام کا جو حصہ قرعہ کے ذریعہ متعین ہوچکا بس وہی اس کا مالک ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۳: تین شریکوں میں تقسیم ہوئی اور قرعہ ڈالا گیا ابھی ایک کا نام نکلا ہے دو باقی ہیں تو ہر ایک رجوع کرسکتا ہے اور دو کے نام نکل آئے تو اب کوئی رجوع نہیں کرسکتا اور چار شریکوں میں دو کے نام نکل آئے تو رجوع کرسکتے ہیں اور تین کے نام نکلنے کے بعد رجوع نہیں کرسکتے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۴: ترکہ میں اونٹ گائے بکریاں سب ہیں ایک حصہ اونٹوں کا دوسرا گایوں کا تیسرا بکریوں کا قرار دیا اور قرعہ ڈالا گیا جس کے حصہ میں جو جانور آئے لے لے یہ جائز ہے اور اگر یہ قرار پایا کہ جس کے حصہ میں اونٹ آئیں گے وہ اونٹ لے گا اور اتنے روپے دے گا جو اس کے شریکوں کو دیے جائیں گے یہ بھی جائز ہے۔[8] (عالمگیری)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة، الباب الثامن فی قسمة التركة...إلخ، ج٥، ص٢٢٣.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب القسمة، ج٩، ص٤٤٦.

3 ......حصوں۔ 4 ......معیّن کردے۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة، الباب الخامس فی الرجوع عن القسمة...إلخ، ج٥، ص٢١٧.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴۵: تقسیم میں ایک شریک نے بیع یا ہبہ یا صدقہ کی شرط کی یعنی اس شرط پر تقسیم کرتا ہوں کہ میرا یہ مکان یا مکان مشترک میں جو میرا حصہ ہے تم خرید لو یا فلاں چیز مجھ کو ہبہ یا صدقہ کردو یہ تقسیم فاسد ہے۔ تقسیم فاسد میں قبضہ کرنے سے مِلک حاصل ہوجائے گی اور تصرفات نافذ ہوں گے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۶: مکان مشترک کی اس طرح تقسیم ہوئی کہ ایک شریک پوی زمین لے گا اور دوسرا ساری عمارت لے گا زمین اس کو بالکل نہیں ملے گی اس کی تین صورتیں ہیں۔ **ایک** یہ کہ جس کے حصہ میں عمارت آئی اس سے شرط یہ ٹھہری ہے کہ عمارت کھود کر نکال لے گا یہ صورت جائز ہے۔ **دوسری صورت** یہ کہ عمارت کھودنے یا نہ کھودنے کا کوئی ذکر نہیں ہوا یہ بھی جائز ہے۔ **تیسری صورت** یہ ہے کہ عمارت باقی رکھنے کی شرط ہے اس صورت میں تقسیم فاسد ہے۔[2] (عالمگیری)

مُہایاۃ کا بیان

مسئلہ ۱: کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مشترک چیز کو تقسیم نہ کریں اُس کو مشترک ہی رکھیں اور ہر ایک شریک نوبت اور باری کے ساتھ اس چیز سے نفع اوٹھائے اسے اصطلاح فقہا میں مہایاۃ اور تہایُؤ کہتے ہیں۔ اس طور پر نفع اوٹھانا شرعاً جائز ہے بلکہ اگر بعض شرکا قاضی کے پاس اس کی درخواست کریں اور دوسرے شرکا اِنکار کریں تو قاضی ان کو مہایاۃ پر مجبور کرے گا۔ البتہ اگر بعض مہایاۃ کو چاہیں اور دوسرے تقسیم کرانا چاہیں تو قاضی تقسیم کا حکم دے گا کہ تقسیم کا مرتبہ مہایاۃ سے بڑھ کر ہے۔[3] (عنایہ)

مسئلہ ۲: جو چیز قابل تقسیم ہے اوس سے بطور مہایاۃ دونوں نفع اوٹھا رہے تھے پھر ایک نے تقسیم کی درخواست کی تو تقسیم کردی جائے گی اور مہایاۃ باطل کردی جائے گی اور دونوں شریکوں میں سے کوئی مرگیا یا دونوں مرگئے اس سے مہایاۃ باطل نہیں ہوگی بلکہ جو مرگیا اس کا وارث اس کے قائم مقام ہوگا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۳: مہایاۃ کی کئی صورتیں ہیں۔ ایک[۱] مکان کے ایک حصہ میں ایک رہتا ہے دوسرے میں دوسرا، یا[۲] ایک بالاخانہ پر رہتا ہے دوسرا نیچے کی منزل میں، یا[۳] ایک مہینہ میں ایک رہے گا دوسرے مہینہ میں دوسرا، یا[۴] دو مکان ہیں ایک میں ایک رہے گا دوسرے میں دوسرا، یا[۵] غلام سے ایک دن ایک شخص کام کرائے گا دوسرے دن دوسرا، یا[۶] دو غلام ہیں ایک سے ایک خدمت لے گا

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب القسمة، الباب الثالث فی بیان مایقسم... إلخ، ج٥، ص٢١١.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"العناية" علی "فتح القدير"، کتاب القسمة، فصل فی المهاياة، ج٨، ص٣٧٨.

4 ......"الهداية"، کتاب القسمة، فصل فی المهاياة، ج٢، ص٣٣٤.

دوسرے سے دوسرا، یا مکان کو کرایہ پر دے دیا ایک ماہ کا کرایہ ایک لے گا دوسرے مہینہ کا دوسرا، یا دومکان ہیں ایک کا کرایہ ایک لے گا دوسرے کا دوسرا یہ سب صورتیں جائز ہیں۔[1] (درمختار)

مسئلہ۴: مہایاۃ کے طور پر جو چیز اس کے حصہ میں آئی یہ اس چیز کو کرایہ پر بھی دے سکتا ہے مثلاً اس مکان میں اس کو رہنا ہی ضرور نہیں بلکہ کرایہ پر اوٹھا سکتا ہے[2] اگرچہ مہایاۃ کے وقت یہ شرط اس نے ذکر نہیں کی ہو کہ میں اس کو کرایہ پر بھی دے سکوں گا۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ۵: غلاموں سے خدمت لینے میں یہ طے ہوا کہ جو غلام جس کی خدمت کرے گا اس کا نفقہ اسی کے ذمہ ہے یہ جائز ہے بلکہ اگر نفقہ کا ذکر نہیں آیا جب بھی اُسی کے ذمہ ہے جس کی خدمت کرتا ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ۶: مکان مشترک کو کرایہ پر دیا گیا اور یہ ٹھہرا ہے کہ باری باری دونوں کرایہ وصول کریں گے اب اس کا کرایہ زیادہ ہوگیا تو جس کی باری میں کرایہ کی زیادتی ہوئی ہے تنہا یہی اس کا مستحق نہیں بلکہ اس زیادتی کے دونوں حقدار ہیں اور اگر دو مکان تھے ایک کا کرایہ ایک لیتا تھا دوسرے کا دوسرا اور ایک مکان کے کرایہ میں اضافہ ہوا تو جو اس کا کرایہ لیتا تھا یہ زیادتی تنہا اسی کی ہے دوسرا اس میں سے مطالبہ نہیں کرسکتا۔[5] (درمختار)

مسئلہ۷: دو چیزیں مشترک ہیں اور دونوں کی منفعت مختلف قسم کی ہے مثلاً ایک مکان اور ایک غلام مشترک ہیں اور مہایاۃ اس طرح ہوئی کہ ایک سے ایک شریک منفعت حاصل کرے اور دوسرے سے دوسرا یعنی ایک شخص غلام سے خدمت لے اور دوسرا مکان میں سکونت کرے یہ بھی جائز ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ۸: اگر فریقین کی رضامندی سے مہایاۃ ہوئی ہو تو اسے توڑ بھی سکتے ہیں دونوں توڑیں یا ایک، عذر سے ہو یا بلا عذر سب جائز ہے، ہاں اگر قضائے قاضی سے مہایاۃ ہوئی ہو تو جب تک دونوں راضی نہ ہوں فقط ایک نہیں توڑ سکتا۔[7] (عالمگیری)

---

1 ......"الدرالمحتار"، کتاب القسمة، ج۹، ص ٤٤٧.

2 ......یعنی کرایہ پر دے سکتا ہے۔

3 ......"الهداية"، کتاب القسمة، فصل فی المهاياة، ج۲، ص ۳۳۵.

4 ......"الدرالمحتار"، کتاب القسمة، ج۹، ص ٤٤۹.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

7 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب القسمة، الباب الثانی عشر فی المهاياة، ج۵، ص ۲۲۹.

مسئلہ۹: غلام میں اس طرح مہایاۃ ہوئی کہ اوس سے اُجرت پر کام کرایا جائے ایک مہینہ کی اُجرت ایک شریک لے گا دوسرے مہینہ کی دوسرا یہ ناجائز ہے۔ یوہیں اگر دو غلام ہوں ایک کی اُجرت ایک شریک لے گا دوسرے کی دوسرا یہ بھی ناجائز۔ ایک جانور یا دو جانوروں کی سواری لینے یا کرایہ پر دینے میں مہایاۃ ہوئی یہ بھی ناجائز ہے۔ یوہیں اگر گائے یا بھینس مشترک ہے یہ ٹھہرا کہ پندرہ روز ایک کے یہاں رہے اور دودھ سے نفع اوٹھائے اور پندرہ دن دوسرے کے یہاں رہے اور یہ دودھ سے نفع اٹھائے یہ ناجائز ہے اور دودھ جس کے یہاں کچھ زیادہ ہوا یہ زیادتی بھی اس کے لیے حلال نہیں اگرچہ دوسرے نے اجازت دے دی ہو اور کہہ دیا ہو کہ جو کچھ زیادتی ہو وہ تمہارے لیے حلال ہے، ہاں اس زیادتی کو خرچ کر دینے کے بعد اگر حلال کر دے تو ہوسکتا ہے کہ یہ ضمان سے اِبرا ہے اور یہ جائز ہے۔[1] (خانیہ، درمختار)

مسئلہ۱۰: درختوں کے پھلوں میں مہایاۃ ہوئی یہ ناجائز ہے۔ یوہیں بکریاں مشترک تھیں دونوں نے بطور مہایاۃ کچھ کچھ بکریاں لے لیں کہ ہر ایک اپنے حصہ کی چرائے گا اور دودھ وغیرہ سے نفع اٹھائے گا یہ ناجائز ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۱۱: بکریوں اور پھلوں وغیرہ میں مہایاۃ جائز ہونے کا حیلہ یہ ہے کہ اپنی باری میں شریک کا حصہ خرید لے جب باری کی مدت پوری ہو جائے اس حصہ کو شریک کے ہاتھ بیع کر ڈالے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ روزانہ دودھ کو وزن کر لے اور شریک کے حصہ کا جتنا دودھ ہو اس سے قرض لے لے جب مدت پوری ہو جائے اور جانور دوسرے کے پاس جائے اس زمانہ میں جو کچھ دودھ اس کے حصہ کا ہو قرض میں ادا کرتا رہے یہاں تک کہ جتنا قرض لیا تھا وہ مقدار پوری ہو جائے اس طرح کرنا جائز ہے کہ مشاع[3] کو قرض لیا جاسکتا ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۱۲: کپڑا مشترک ہے اس میں اس طرح مہایاۃ ہوئی کہ دونوں باری باری سے پہنیں گے یا دو کپڑے ہیں ایک کو ایک پہنے گا دوسرے کو دوسرا یہ مہایاۃ ناجائز ہے کہ کپڑے پہننے میں لوگوں کی مختلف حالت ہوتی ہے کسی کے بدن پر جلد پھٹتا ہے اور کسی کے دیر میں۔[5] (ردالمحتار)

---

1 ......"الفتاوی الخانیة"،کتاب الصلح،فصل فی المهایاة،ج۲،ص۱۹۷.
و"الدرالمختار"،کتاب القسمة،ج۹،ص۴۴۹.

2 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب القسمة، الباب الثانی عشر فی المهایاة،ج۵،ص۲۳۰.

3 ......شے مشترک۔

4 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب القسمة، مطلب: فی الرجوع عن القرعة،ج۹،ص۴۵۰.

5 ......"ردالمحتار"،کتاب القسمة،ج۹،ص۴۵۱.

مسئلہ ۱۳: مکان میں دونوں باری سے سکونت کریں گے [1] یا دوسری چیزوں میں جبکہ باری کے ساتھ نفع حاصل کرنا ہو اس میں شروع کس سے کریں اس کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ قاضی متعین کردے کہ پہلے فلاں شخص نفع اوٹھائے دوسرا یہ کہ قرعہ ڈالا جائے جس کے نام کا قرعہ نکلے وہ پہلے نفع اوٹھائے اور یہ دوسرا طریقہ بہتر ہے کہ پہلی صورت میں قاضی کی طرف بدگمانی کا موقع ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: دونوں شریکوں میں اختلاف ہے ایک یہ کہتا ہے کہ باری مقرر کردی جائے دوسرا یہ کہتا ہے کہ مکان کے حصے متعین کردیے جائیں کہ ایک حصہ میں میں سکونت کروں دوسرے میں دوسرا اس صورت میں دونوں سے کہا جائے گا کہ تم دونوں ایک بات پر متفق ہوجاؤ جس ایک بات پر متفق ہوجائیں وہی کی جائے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۵: کسی گاؤں کی حفاظت کے لیے سپاہی مقرر ہوئے اور حکومت نے حفاظت کے مصارف گاؤں والوں پر ڈالے یہ خرچہ گاؤں والوں سے کس حساب سے وصول ہوگا اس کی دو صورتیں ہیں اگر جان کی حفاظت مقصود ہے تو گاؤں کی مردم شماری کے حساب سے ہر ایک پر ڈالا جائے یعنی جتنے مرد ہوں سب سے برابر برابر وصول کیا جائے عورتوں اور بچوں پر خرچہ نہ ڈالا جائے اور اگر اموال کی حفاظت مقصود ہے تو ان لوگوں کے اموال و املاک کے لحاظ سے خرچہ ڈالا جائے اور اگر دونوں کی حفاظت مقصود ہو تو دونوں کا لحاظ کیا جائے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

متفرقات

مسئلہ ۱: زمین کی تقسیم میں درخت تبعاً داخل ہوجاتے ہیں اگرچہ یہ ذکر نہ کیا گیا ہو کہ یہ زمین مع حقوق و مرافق [5] کے تم کو دی گئی جس طرح بیع زمین میں درخت داخل ہوا کرتے ہیں اور زراعت اور پھل زمین کی تقسیم میں داخل نہیں اگرچہ حقوق و مرافق کا ذکر کردیا ہو۔ اور اگر تقسیم میں یہ کہہ دیا کہ جو کچھ قلیل و کثیر اس میں ہے سب کے ساتھ تقسیم ہوئی تو زراعت اور پھل بھی داخل ہیں۔ جو کچھ سامان و متاع اُس میں ہیں اس کہنے سے بھی تقسیم میں داخل نہ ہوں گے۔ پرنالہ اور نالی اور راستہ اور آبپاشی [6] کا حق تقسیم میں داخل ہوتے ہیں یا نہیں اس میں تفصیل ہے اگر یہ چیزیں دوسری جانب سے ہوسکتی ہیں تو داخل

1 ......یعنی رہائش اختیار کریں گے۔

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب القسمة، الباب الثانی عشر فی المهاياة، ج٥، ص٢٣١.

3 ......"الهداية"، كتاب القسمة، فصل فی المهاياة، ج٢، ص٣٣٥.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب القسمة، مطلب: فی الرجوع عن القرعة، ج٩، ص٤٥١.

5 ......وہ اشیاء جو تبعاً، ضمناً بیع میں شامل ہوں۔

6 ......یعنی کھیت کو پانی دینے۔

نہیں اور اگر نہیں ہوسکتیں اور وقت تقسیم علم میں ہے کہ یہ چیزیں تقسیم میں نہیں دی گئیں تو تقسیم جائز ہے اور یہ چیزیں نہیں ملیں گی اور اگر علم میں نہیں تو تقسیم باطل ہے۔[1] (عالمگیری وغیرہ)

تقسیم میں خیار کے احکام

مسئلہ۲: اجناس مختلفہ کی تقسیم میں خیار رویت، خیار شرط، خیار عیب تینوں ثابت ہوتے ہیں اور ذواتُ الامثال جیسے مکیلات[2] وموزونات[3] میں خیار عیب ہوتا ہے خیار شرط وخیار رویت نہیں ہوتا اور غیر مثلی جیسے گائے بکری اور ایک قسم کے کپڑوں میں خیار عیب ہوتا ہے اور فتوےٰ اس پر ہے کہ خیار شرط وخیار رویت بھی ہوتا ہے۔صرف گیہوں تقسیم کیے گئے مگر وہ مختلف قسم کے ہیں تو اس میں بھی خیار رویت حاصل ہوگا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ۳: دو تھیلیوں میں روپے تھے ایک ایک تھیلی دونوں کو دی گئی اور ایک نے روپے دیکھ لیے تھے دوسرے نے نہیں یہ تقسیم دونوں کے حق میں جائز ہے مگر جبکہ جس نے نہیں دیکھے ہیں اس کے حصہ میں خراب روپے آئے تو اسے خیار حاصل ہوگا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ۴: مکان کی تقسیم ہوئی اسے باہر سے دیکھ لیا ہے اندر سے نہیں دیکھا ہے تو خیار حاصل نہیں۔تھان تہہ کیے ہوئے اوپر سے دیکھ لیے اندر سے نہیں دیکھے خیار باقی نہ رہا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ۵: تقسیم میں خیار کے وہی احکام ہیں جو بیع میں ہیں لہٰذا اس کے حصہ میں جو چیزیں آئیں اون میں کوئی چیز عیب دار ہے اور قبضہ سے پہلے اسے علم ہوگیا تو سب کو واپس کر دے اس کے حصہ میں ایک ہی قسم کی چیزیں ہوں یا مختلف قسم کی اور اگر قبضہ کے بعد عیب پر مطلع ہوا اور اس کا حصہ ایک چیز ہو حقیقۃً یا حکماً جیسے مکیل وموزوں تو سب واپس کر دے یہ نہیں کرسکتا کہ کچھ رکھ لے کچھ واپس کر دے اور اگر مختلف چیزیں ہوں جیسے بکریاں تو صرف عیب دار کو واپس کرسکتا ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ۶: تقسیم میں جو چیز اسے ملی اس نے بیچ ڈالی مشتری نے اس میں عیب پا کر واپس کر دی اگر یہ واپسی قاضی کے حکم سے ہوئی ہے تو تقسیم توڑی جاسکتی ہے اور بغیر حکم قاضی واپسی ہوئی تو تقسیم کو نہیں توڑ سکتا۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة، کتاب القسمة، الباب الرابع فیمایدخل تحت القسمة...إلخ، ج۵، ص۲۱۵، وغیرہ.

2 ......وہ اشیاء جو ناپ سے بکتی ہیں۔

3 ......وہ اشیاء جو وزن سے بکتی ہیں۔

4 ......"الفتاوی الھندیة، کتاب القسمة، الباب السادس فی الخیار فی القسمة، ج۵، ص۲۱۷.

5 ......المرجع السابق، ص۲۱۸.

6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق.

8 ......المرجع السابق، ص۲۱۹.

(ولی بھی تقسیم کرسکتا ہے)

مسئلہ ۷: جو شخص کسی کی چیز بیع کرسکتا ہے وہ اس کے اموال کی تقسیم بھی کرا سکتا ہے۔ نابالغ اور مجنوں و معتوہ کے اموال کی تقسیم باپ نے کرائی یہ جائز ہے جب تک اس تقسیم میں غبن فاحش نہ ہو۔ باپ نہ ہو تو اس کا وصی باپ کے قائم مقام ہے اور باپ کا وصی نہ ہو تو دادا اس کے قائم مقام ہے۔ ماں نے اولاد کے لیے ترکہ چھوڑا ہے اور کسی کو وصی مقرر کر گئی ہے یہ وصی اس ترکہ میں تقسیم کرا سکتا ہے بشرطیکہ وہ تینوں جن کا پہلے ذکر کیا گیا نہ ہوں مگر ماں کا وصی جائداد غیر منقولہ[1] میں تقسیم نہیں کرا سکتا۔ ماں اور بھائی اور چچا اور نابالغہ عورت کے شوہر کو یا بالغہ عورت جو غائب ہے اس کے شوہر کو تقسیم کرانے کا حق نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: نابالغ مسلم کا باپ کافر ہے یہ اس کی ملک کی تقسیم نہیں کرا سکتا۔ یوہیں اگر نابالغ آزاد ہے اور اس کا باپ غلام ہے یا مکاتب اسے بھی ولایت حاصل نہیں اسی طرح پڑا ہوا بچہ کوئی اوٹھا لایا وہ اگرچہ اس کی پرورش میں ہو اس کے اموال کو یہ تقسیم نہیں کرا سکتا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: قاضی نے یتیم کے لیے کسی کو وصی مقرر کر دیا ہے اگر یہ ہر چیز میں وصی ہے تو تقسیم کرا سکتا ہے جائداد منقولہ اور غیر منقولہ سب کی تقسیم کرا سکتا ہے اور اگر وہ نفقہ یا کسی معین چیز کی حفاظت کے لیے وصی ہے تو تقسیم نہیں کرا سکتا اور باپ کا وصی اگر ایک چیز میں وصی ہے تو سب چیزوں میں وصی ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: ایک شخص دو بچوں کا وصی ہے تو ان کے مشترک اموال کو تقسیم نہیں کرا سکتا جس طرح ایک کے مال کو دوسرے کے مال سے بیع نہیں کرسکتا۔[5] اور باپ اپنے نابالغ بچوں کے مشترک مال کو تقسیم کرسکتا ہے جس طرح ایک کے مال کو دوسرے کے مال سے بیع کرسکتا ہے۔ وصی اگر دونوں نابالغوں کے اموال کو تقسیم کرانا ہی چاہتا ہے تو اس کا حیلہ یہ ہے کہ ایک کا حصہ کسی کے ہاتھ بیع کردے پھر اس مشتری اور دوسرے نابالغ کے مابین تقسیم کرائے پھر اس مشتری سے پہلے نابالغ کی طرف سے خرید لے دونوں کے حصہ ممتاز ہو جائیں گے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ دونوں کے مال فروخت کردے پھر ہر ایک کے لیے مشتری سے ممتاز کر کے خرید لے۔[6] (عالمگیری)

---

1 ......وہ جائداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہو سکے۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب القسمة،الباب السابع فی بیان من یلی القسمة...إلخ،ج٥،ص٢١٩.

3 ......المرجع السابق . 4 ......المرجع السابق .

5 ......یعنی بیچ نہیں سکتا۔

6 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب القسمة، الباب السابع فی بیان من یلی القسمة...إلخ،ج٥،ص٢١٩.

مسئلہ ۱۱: اگر یتیم ووصی کے مابین مال مشترک ہے تو اس صورت میں وصی مال کو تقسیم نہیں کرا سکتا مگر جب کہ تقسیم میں نابالغ کے لیے کھلا ہوا فائدہ معلوم ہوتا ہو۔ اور باپ اور اس کے نابالغ بچہ کے مابین مال مشترک ہو تو باپ تقسیم کرا سکتا ہے اگرچہ نابالغ کا کھلا ہوا نفع نہ بھی ہو۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: بالغ ونابالغ دونوں قسم کے ورثہ ہیں اور بالغین موجود ہیں وصی نے بالغین کے مقابلہ میں تقسیم کرائی اور سب نابالغوں کے حصے یکجائی رکھے یہ جائز ہے پھر نابالغوں کے حصے تقسیم کرنا چاہے یہ نہیں ہوسکتا اور اگر ایک نابالغ ہے باقی بالغ اور بالغین میں ایک غائب ہے اور باقی موجود وصی نے موجودِین کے مقابلہ میں تقسیم کرائی اور غائب کے حصہ کو نابالغ کے ساتھ رکھا یہ جائز ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: ورثہ میں بالغ ونابالغ دونوں ہیں وصی نے اس طرح تقسیم کرائی کہ ہر نابالغ کا حصہ بھی ممتاز ہو گیا یہ تقسیم ناجائز ہے۔ میت نے کسی کے لیے تہائی کی وصیت کی ہے وصی نے موصٰی لہ[3] اور نابالغین کے مابین تقسیم کی موصٰی لہ کی تہائی اس کو دے دی اور دو تہائیاں نابالغین کے لیے رکھیں یہ جائز ہے۔ اور اگر ورثہ بالغ ہوں مگر موجود نہیں ہیں وصی نے تقسیم کر کے موصٰی لہ کی تہائی اسے دے دی اور ورثہ کا حصہ محفوظ رکھا یہ بھی جائز ہے اور اگر موصٰی لہ غائب ہے وصی نے ورثہ کے مقابل میں تقسیم کر کے موصٰی لہ کا حصہ محفوظ رکھا یہ تقسیم باطل ہے۔[4] (عالمگیری)

مزارعت کا بیان

مزارَعت کے متعلق مختلف قسم کی حدیثیں آئیں بعض سے جواز ثابت ہوتا ہے اور بعض سے عدم جواز اسی وجہ سے صحابہ وائمہ میں اس کے جواز وعدم جواز میں اختلاف رہا۔

حدیث ۱: صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی کہتے ہیں ہم مزارعت کیا کرتے تھے اس میں حرج نہیں جانتے تھے یہاں تک کہ رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ نے جب یہ کہا کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اس سے منع فرمایا ہے تو ہم نے اسے چھوڑ دیا۔[5]

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"،کتاب القسمۃ، الباب السابع فی بیان من یلی القسمۃ...إلخ،ج٥،ص ٢١٩.

2 ......المرجع السابق،ص ٢٢٠.

3 ......جس کے متعلق وصیت کی گئی۔

4 ......"الفتاوی الھندیۃ"،کتاب القسمۃ، الباب السابع فی بیان من یلی القسمۃ...إلخ،ج٥،ص ٢١٩،٢٢٠.

5 ......"صحیح مسلم"،کتاب البیوع، باب کراء الأرض، الحدیث: ١٠٦،١٠٧۔(١٥٤٧)،ص٨٣٣.

حدیث۲: صحیح بخاری ومسلم میں رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہتے ہیں مدینہ میں سب سے زیادہ ہمارے کھیت تھے اور ہم میں کوئی شخص زمین کو اس طرح کرایہ پر دیتا کہ اس ٹکڑے کی پیداوار میری ہے اور اس کی تمہاری تو کبھی ایسا ہوتا کہ ایک میں پیداوار ہوتی اور دوسرے میں نہیں ہوتی لہٰذا نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے اُن کو منع فرمادیا۔[1]

حدیث۳: صحیحین میں حنظلہ بن قیس، رافع بن خدیج رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں میرے دو چچاؤں نے مجھے خبر دی کہ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) کے زمانہ میں کچھ لوگ زمین کو اس طرح دیتے کہ جو کچھ نالیوں کے آس پاس پیداوار ہوگی وہ مالک زمین کی ہے یا مالکِ زمین پیداوار میں سے کسی مخصوص شے کو اپنے لیے مستثنیٰ کرلیتا۔ لہٰذا نبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے اس سے منع فرمادیا۔ کہتے ہیں: میں نے رافع سے پوچھا کہ روپیہ اشرفی[2] سے زمین کو دینا کیسا ہے تو کہا: اس میں حرج نہیں۔ بعض راوی یہ کہتے ہیں کہ جس صورت میں ممانعت ہے اُس کو جب وہ شخص دیکھے گا جسے حلال وحرام کی سمجھ ہے تو جائز نہیں کہہ سکتا۔[3]

حدیث۴: صحیح بخاری ومسلم میں عمرو بن دینار (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے مروی ہے، کہتے ہیں: میں نے طاوس (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے کہا کہ آپ مزارعت چھوڑ دیتے تو اچھا تھا کیونکہ لوگ یہ کہتے ہیں اس سے نبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے ممانعت فرمائی ہے۔ اُنھوں نے کہا: اے عَـمْـرُو! اس ذریعہ سے لوگوں کو میں دیتا ہوں اور لوگوں کی اعانت[4] کرتا ہوں اور مجھے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے یہ خبر دی کہ نبی صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے اس کو منع نہیں فرمایا اور حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے یہ فرمایا کہ ''کوئی شخص اپنے بھائی کو زمین مفت دیدے یہ اس سے بہتر ہے کہ اس پر اُجرت لے۔''[5]

حدیث۵: صحیح بخاری میں ابوجعفر یعنی امام محمد باقر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہتے ہیں مدینہ میں مہاجرین کا کوئی گھرانا ایسا نہیں جو تہائی اور چوتھائی پر مزارعت نہ کرتا ہو اور حضرت علی وسعد بن مالک وعبداللہ بن مسعود وعمر بن عبدالعزیز وقاسم وعروہ وآل ابی بکر وآل عمر وآل علی وابن سیرین سب نے مزارعت کی رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین۔[6]

مسئلہ۱: کسی کو اپنی زمین اس طور پر کاشت کے لیے دینا کہ جو کچھ پیداوار ہوگی دونوں میں مثلاً نصف نصف

---

1. ...."صحیح البخاري"، کتاب الحرث والمزارعة، باب ما یکرہ من الشروط في المزارعة، الحدیث:۲۳۳۲، ج۲، ص۸۹.
2. ....سونے کا سکہ۔
3. ...."صحیح البخاري"، کتاب الحرث والمزارعة، باب کراء الأرض بالذهب والفضة، الحدیث:۲۳۴۶،۲۳۴۷، ج۲، ص۹۳.
4. ....مدد۔
5. ...."صحیح البخاري"، کتاب الحرث والمزارعة، باب:۱۰، الحدیث:۲۳۳۰، ج۲، ص۸۸.
6. ...."صحیح البخاري"، کتاب الحرث والمزارعة، باب المزارعة بالشطر ونحوه، ج۲، ص۸۷.

یا ایک تہائی دو تہائیاں تقسیم ہو جائے گی اس کو مزارعت کہتے ہیں، اسی کو ہندوستان میں بٹائی پر کھیت دینا کہتے ہیں امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک مزارعت ناجائز ہے مگر فتویٰ قول صاحبین پر[1] ہے کہ مزارعت جائز ہے۔[2]

مزارعت کے جواز کے لیے چند شرطیں ہیں کہ بغیر ان شرطوں کے جائز نہیں۔

(۱) عاقدین عاقل بالغ آزاد ہوں اگر نابالغ یا غلام ہو تو اس کا ماذون ہونا[3] ضروری ہے۔

(۲) زمین قابلِ زراعت ہو۔ اگر شور زمین[4] یا بنجر جس میں زراعت کی قابلیت نہیں ہے مزارعت پر دی گئی تو یہ عقد ناجائز ہے۔ اگر کسی وجہ سے اس وقت زمین قابل زراعت نہیں ہے مگر وہ وجہ زائل ہو جائے گی مثلاً اس وقت وہاں پانی نہیں ہے مگر وقت پر پانی ہو جائے گا یا اُس وقت کھیت پانی میں ڈوبا ہوا ہے بونے کے وقت تک سوکھ جائے گا تو مزارعت جائز ہے۔

(۳) وہ زمین جو مزارعت پر دی گئی معلوم ہو۔

(۴) مالکِ زمین کاشتکار کو وہ زمین سپرد کر دے اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ مالکِ زمین بھی اس میں کام کرے گا تو مزارعت صحیح نہیں۔

(۵) بیان مدت مثلاً ایک سال دو سال کے لیے زمین دی اور اگر مدت کا بیان نہ ہو تو صرف پہلی فصل کے لیے مزارعت ہوئی اور اگر ایسی مدت بیان کی جس میں زراعت نہ ہو سکے یا اتنی مدت بیان کی کہ اوتنی مدت تک ایک کے زندہ رہنے کی بظاہر اُمید نہیں ہے تو ان دونوں صورتوں میں مزارعت فاسد۔

(۶) یہ بیان کہ بیج مالک زمین دے گا یا کاشتکار کے ذمہ ہوگا۔ اگر بیان نہ ہو تو وہاں کا جو عرف ہو وہ کیا جائے جیسے یہاں ہندوستان بھر میں یہی عرف ہے کہ بیج کاشتکار کے ہوتے ہیں۔

(۷) یہ بیان کہ کیا چیز بوئے گا اور اگر متعین نہ کرے تو یہ اجازت دے کہ تیرا جو جی چاہے اس میں بونا۔ یہ بتانے کی ضرورت نہیں کہ کتنے بیج ڈالے گا کہ زمین جتنی ہوتی ہے اسی حساب سے کاشتکار بیج ڈالا کرتے ہیں۔

(۸) ہر ایک کو کیا ملے گا اس کا عقد میں ذکر کرنا ضروری ہے۔ اور جو کچھ پیداوار ہو اس میں دونوں کی شرکت ہو اگر فقط ایک کو دینا قرار پایا تو عقد صحیح نہیں۔ اور یہ شرط کہ دوسری چیز میں سے دیا جائے گا اس سے بھی شرکت نہ ہوئی۔

---

1 ......یعنی امام ابو یوسف و امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کے قول پر۔

2 ......"الدر المختار"، کتاب المزارعة، ج۹، ص۴۵۶۔۴۵۸.

3 ......یعنی اپنے ولی یا آقا کی طرف سے انہیں خرید و فروخت کی اجازت کا ہونا۔

4 ......کھاری زمین، وہ زمین جو کھاریا تھور کے باعث قابل کاشت نہ ہو۔

اور جو مقدار ہو ہر ایک کے لیے اوس کا متعین ہو جانا ضرور ہے مثلاً نصف یا تہائی یا چوتھائی اور جو کچھ حصہ ہو وہ جز وشائع ہو لہٰذا اگر ایک کے لیے یہ ٹھہرا کہ ایک من یا دو من دیے جائیں گے تو صحیح نہیں۔ یوہیں اگر یہ ٹھہرا کہ بیج کی مقدار نکالنے کے بعد باقی کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا تو مزارعت صحیح نہ ہوئی۔ اسی طرح اگر یہ ٹھہرا کہ کھیت کے اس حصہ کی پیداوار فلاں لے گا اور باقی فلاں یا باقی کو دونوں میں تقسیم کیا جائے گا یہ مزارعت صحیح نہیں۔ اور اگر یہ ٹھہرا کہ زمین کا عشر (1) نکال کر باقی کو تقسیم کیا جائے گا تو حرج نہیں۔ یوہیں اگر یہ طے ہوا کہ دونوں میں ایک کو پہلے پیداوار کا دسواں حصہ دیا جائے اُس کے بعد اس طرح تقسیم ہو تو اس میں بھی حرج نہیں۔ (2)

شروط مندرجہ ذیل سے مزارعت فاسد ہو جاتی ہے۔ پیداوار[1] کا ایک کے لیے مخصوص ہونا۔ مالک[2] زمین کے کام کرنے کی شرط۔ ہل[3] بیل مالک زمین کے ذمہ شرط کر دینا۔ کھیت کاٹنا اور ڈھو کر (3) خِرمَن (4) میں پہنچانا پھر دائیں چلانا اور غلہ کو بھوسہ اوڑا کر جدا کرنا ان سب کو مزارع پر شرط کرنا مفسد ہے یا نہیں اس میں دو روایتیں ہیں اور یہاں کا عرف یہ ہے کہ یہ چیزیں بھی مزارع (5) ہی کرتا ہے مگر رواج یہ ہے کہ ان سب چیزوں میں مزدوری جو کچھ دی جاتی ہے وہ مشترک غلہ سے دی جاتی ہے مزارع اپنے پاس سے نہیں دیتا بلکہ ان تمام مصارف کے بعد جو کچھ غلہ بچتا ہے وہ حسب قرارداد تقسیم ہوتا ہے۔ ایک[4] کو غلہ ملے گا اور دوسرے کو صرف بھوسا۔ غلّہ[5] بانٹا جائے گا اور بھوسا وہ لے گا جس کے بیج نہیں ہیں مثلاً مالک زمین۔ بھوسا[6] بانٹا جائے گا اور غلہ صرف ایک کو ملے گا۔ اور اگر یہ شرط ہے کہ غلہ بٹے گا اور بھوسا اُس کو ملے گا جس کے بیج ہیں جیسا یہاں کا یہی عرف ہے کہ مزارع ہی بیج دیتا ہے اور بھوسہ لیتا ہے یہ صورت صحیح ہے۔ یوہیں اگر بھوسے کے متعلق کچھ ذکر ہی نہ آیا کہ اس کو کون لے گا یہ بھی صحیح ہے مگر اس صورت میں بھوسا کون لے گا اس میں دو قول ہیں ایک یہ کہ یہ بھی بٹے گا دوسرا یہ کہ جس کے بیج ہیں اسے ملے گا یہی ظاہر الروایہ ہے اور یہاں کا عرف دوسرے قول کے موافق ہے۔ (6)

مسئلہ ۲: ایک[1] شخص کی زمین اور بیج اور دوسرا شخص اپنے ہل بیل سے جوتے بوئے گا[2] یا ایک کی فقط زمین باقی سب کچھ دوسرے کا یعنی بیج بھی اسی کے اور ہل بیل بھی اسی کے اور کام بھی یہی کرے گا[3] یا مزارع صرف کام کرے گا باقی سب کچھ مالک زمین کا، یہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔ اور اگر یہ ہو کہ زمین[1] اور بیل ایک کے اور کام کرنا اور بیج مزارع کے ذمہ یا[2] یہ کہ

1 ......یعنی پیداوار کا دسواں حصہ۔

2 ......"الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب المزارعة، ج۹، ص۴۵۸-۴۶۰.

و"الفتاوی الهندیة"، کتاب المزارعة، الباب الأول فی شرعیتها...إلخ، ج۵، ص۲۳۵، ۲۳۶.

3 ......یعنی ایک جگہ سے اُٹھا کر دوسری جگہ لے جانا۔ 4 ......غلے کا ڈھیر لگانے کی جگہ۔ 5 ......کاشتکار۔

6 ......"الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب المزارعة، ج۹، ص۴۶۰-۴۶۴.

و"الفتاوی الهندیة"، کتاب المزارعة، الباب الأول فی شرعیتها...إلخ، ج۵، ص۲۳۶.

بیل اور بیج ایک کے اور زمین اور کام دوسرے کا یا یہ کہ ایک کے ذمہ فقط بیل یا بیج باقی سب کچھ دوسرے کا یہ چاروں صورتیں ناجائز و باطل ہیں۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳: مزارعت جب صحیح ہو تو جو کچھ پیداوار ہو اُس کو اس طور پر تقسیم کریں جیسا طے ہوا ہے اور کچھ پیداوار نہ ہوئی تو کسی کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر مزارعت فاسد ہو تو بہر صورت کام کرنے والے کو اُجرت ملے گی پیداوار ہو یا نہ ہو۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۴: تین یا چار شخص مزارعت میں شریک ہوئے یوں کہ ایک کے فقط بیج یا بیل ہوں گے یا یوں کہ ایک کی زمین اور ایک کے بیج اور ایک کے بیل اور ایک کام کرے گا یا یوں کہ ایک کی زمین اور بیج اور دوسرے کے بیل اور تیسرا کام کرے گا یہ سب صورتیں مزارعت فاسدہ کی ہیں۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۵: عقدِ مزارعت ہو جانے کے بعد یہ عقد لازم ہوتا ہے یا نہیں اس میں یہ تفصیل ہے کہ جس کے بیج ہوں گے اس کی جانب سے لازم نہیں وہ اس پر عمل پیرا ہونے سے انکار کرسکتا ہے اور جس کے بیج نہیں اس پر لازم ہے یہ نہیں کہہ سکتا کہ مجھے یہ عقد منظور نہیں بلکہ اس کو عقد کے موافق کرنا ہی پڑے گا اور بیج زمین میں ڈال دینے کے بعد دونوں طرف سے لازم ہو گیا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۶: جس کے بیج ہیں اگر وہ اس عقد سے انکار اس وجہ سے کرتا ہے کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے بونا چاہتا ہے یا اس کو کوئی دوسرا شخص مل گیا جو کم میں کام کرے گا مثلاً یہ مزارع نصف لینا چاہتا ہے وہ دوسرا تہائی پر کام کرنے کو طیار ہے ان صورتوں میں بیج والا انکار نہیں کرسکتا اُس کو اس عقد کے موافق کرنا ہی ہوگا۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۷: مزارعت میں اگر مزارِع کے ذمہ کھیت کا جوتنا[6] شرط ہے جب تو اُسے جوتنا ہی ہے اور اگر عقد میں یہ شرط مذکور نہ ہوئی تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر وہ زمین ایسی ہے کہ بغیر جوتے بھی اس میں ویسی ہی پیداوار ہوسکتی ہے جو مقصود ہے تو جبراً اس سے نہیں جتوایا جاسکتا اور اگر بغیر جوتے کچھ پیداوار نہ ہوگی یا بہت کم ہوگی تو کھیت جوتنے پر مجبور کیا جائے گا۔ یہی حکم آبپاشی کا[7] ہے کہ اگر محض آسمانی بارش کافی ہے پانی نہ دیا جائے جب بھی ٹھیک پیداوار ہوگی تو پانی دینے پر مجبور نہیں

1 ......"الدرالمختار"، كتاب المزارعة، ج٩، ص٤٦٢.

2 ......المرجع السابق، ص٤٦٤-٤٦٦.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب المزارعة، ج٩، ص٤٦٤.

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الأول فى شرعيتها...إلخ، ج٥، ص٢٣٧.

5 ......"ردالمحتار"، كتاب المزارعة، ج٩، ص٤٦٥.

6 ......زمین کو قابلِ کاشت بنانا، ہل چلانا۔

7 ......زمین کو پانی دینے کا۔

کیا جاسکتا ورنہ اُسے پانی دینا ہی ہوگا انکار نہیں کرسکتا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: مزارعت ہوجانے کے بعد پیداوار کی تقسیم جس طرح طے پا گئی ہے اس میں کمی بیشی ہوسکتی ہے یا نہیں مثلاً نصف نصف تقسیم کرنا طے پایا تھا اب ایک تہائی دو تہائیاں لینا دینا چاہتے ہیں اس کی تفصیل یہ ہے کہ یہ کمی یا بیشی مالکِ زمین کی طرف سے ہوگی یا مزارِع کی طرف سے اور بہرصورت بیج مالکِ زمین کے ہیں یا مزارِع کے۔ اگر کھیت طیار ہوگیا اور بیج مزارِع کے ہیں اور پہلے مزارعت نصف پر تھی اب کاشتکار مالکِ زمین کا حصہ بڑھانا چاہتا ہے اسے دو تہائیاں دینا چاہتا ہے یہ ناجائز ہے بلکہ پیداوار اسی طور پر تقسیم ہوگی جو طے ہے اور اگر مالکِ زمین مزارع کا حصہ بڑھانا چاہتا ہے بجائے نصف اس کو دو تہائیاں دینا چاہتا ہے یہ جائز ہے اور اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں اور یہ مزارِع کا حصہ زیادہ کرنا چاہتا ہے یہ ناجائز ہے اور مزارِع مالکِ زمین کا حصہ زیادہ کرنا چاہتا ہے یہ جائز ہے اور اگر فصل طیار ہونے سے پہلے کمی بیشی کرنا چاہتے ہیں تو مطلقاً جائز ہے مزارِع کی طرف سے ہو یا مالکِ زمین کی طرف سے بیج اس کے ہوں یا اس کے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: مزارعت اس طرح ہوئی کہ ایک کی زمین ہے اور بیج دونوں کے ہیں اور مزارع کے ذمہ کام کرنا ہے اور شرط یہ ہے کہ جو کچھ پیداوار ہوگی دونوں برابر بانٹ لیں گے یہ مزارعت فاسد ہے۔ یوہیں اگر ایک کے لیے دو تہائیاں اور دوسرے کے لیے ایک تہائی ملنا شرط ہو یہ بھی فاسد ہے۔ اور اگر زمین دونوں کی ہو اور بیج بھی دونوں دیں گے اور کام بھی دونوں کریں گے اور جو کچھ پیداوار ہوگی دونوں برابر بانٹ لیں گے یہ مزارعت صحیح ہے اور اگر زمین دونوں میں مشترک ہے اور بیج ایک کے ہیں اور پیداوار برابر لیں گے یہ صورت فاسد ہے۔ اور اگر اسی صورت میں کہ زمین مشترک ہے یہ شرط ہو کہ جو کام کرے گا اس کی دو تہائیاں اور دوسرے کو یعنی جس کے بیج نہیں ہیں اس کو ایک تہائی ملے گی یہ جائز ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: مزارعت فاسدہ کے یہ احکام ہیں۔ جو کچھ اس صورت میں پیداوار ہو اس کا مالک تنہا وہ شخص ہے جس کے بیج ہیں پھر اگر بیج مزارِع کے ہیں تو یہ مالکِ زمین کو زمین کی اُجرتِ مثل دے گا اور اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں تو یہ مزارِع کو اس کے کام کی اُجرتِ مثل دے گا اور اگر بیل بھی مالکِ زمین ہی کے ہیں تو زمین اور بیل دونوں کی اُجرتِ مثل اس کو ملے گی۔ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک اُجرتِ مثل اوتنی ہی دی جائے جو مقرر شدہ سے زائد نہ ہو یعنی اگر مقرر شدہ سے زائد ہوتی ہو تو اوتنی ہی دیں جو مقرر ہے یعنی مثلاً نصف پیداوار کی برابر اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک یہ پابندی

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الأوّل فی شرعيتها... إلخ، ج٥، ص٢٣٧.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الثانی فی بيان أنواع المزارعة، ج٥، ص٢٣٨، ٢٣٩.

نہیں بلکہ جتنی بھی اُجرت مثل ہوا گرچہ مقرر شدہ سے زیادہ ہو وہی دی جائے گی۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۱: مزارعت فاسدہ میں اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں اور پیداوار اس نے لی یہ اس کے لیے حلال وطیّب ہے اور اگر مزارِع کے بیج تھے اور پوری پیداوار اس نے لی تو اس کے لیے فقط اوتنا ہی طیّب ہے جو بیج اور لگان کے مقابل میں ہے باقی کو صدقہ کرے۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۲: مزارعت فاسدہ میں اگر یہ چاہیں کہ پیداوار کا جو کچھ حصہ ملا ہے وہ طیّب وطاہر ہوجائے تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ حصے بنٹ جانے کے بعد[3] مالکِ زمین مزارِع سے کہے کہ تمہارا میرے ذمہ یہ واجب ہے اور میرا تمہارے ذمہ یہ واجب ہے اس غلہ کو لے کر مصالحت کرلو اور مزارع بھی اسی طرح کرے اور دونوں آپس میں مصالحت کرلیں اب کوئی حرج نہ رہے گا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: ایک شخص نے دوسرے کو بیج دیے اور یہ کہا کہ تم انھیں اپنی زمین میں بودو اور جو کچھ غلہ پیدا ہو وہ تمہارا ہے یا یوں کہا کہ اپنی زمین میں میرے بیج سے کاشت کرو جو کچھ پیداوار ہو وہ تمہاری ہے یہ دونوں صورتیں جائز ہیں مگر یہ مزارعت نہیں ہے کیونکہ پیداوار میں شرکت نہیں ہے بلکہ اس شخص نے اپنے بیج اسے قرض دیے اور اگر بیج والے نے مالک زمین سے یہ کہا کہ میرے بیج سے تم اپنی زمین میں کاشت کرو اور جو کچھ پیداوار ہو میری ہے یہ صورت بھی جائز ہے اور اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس کی زمین کاشت کے لیے عاریت لی۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: مزارِع کو زمین دی اور یہ کہا کہ اس میں گیہوں[6] اور جَو دونوں بوئے جائیں ایک کو گیہوں ملیں گے اور دوسرے کو جَو یہ مزارعت فاسد ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: مزارع کو زمین دی اور یہ کہا کہ اگر تم نے گیہوں بوئے تو نصف نصف دونوں کے اور جَو بوئے تو کل

---

1 ...... "الهداية"، كتاب المزارعة، ج٢، ص٣٣٩۔٣٤٠.

2 ...... المرجع السابق، ص٣٤٠.

3 ...... یعنی تقسیم ہوجانے کے بعد۔

4 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الثاني في بيان أنواع المزارعة، ج٥، ص٢٣٨.

5 ...... المرجع السابق، الباب الثالث في الشروط...إلخ، ج٥، ص٢٤١.

6 ...... گندم۔

7 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الثالث في الشروط...إلخ، ج٥، ص٢٤٥.

مزارِع کے، یہ صورت جائز ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ گیہوں بونے کی صورت میں مزارَعت ہے اور جو بونے کی صورت میں عاریت ہے اور اگر یہ کہہ کر زمین دی کہ گیہوں بوئے تو نصف نصف اور جو بوئے تو یہ کل مالکِ زمین کے، اس کا حکم یہ ہے کہ گیہوں بونے کی صورت میں مزارَعت ہے اور جائز ہے اور جو بوئے تو یہ کل مزارِع کے ہوں گے اور مالکِ زمین کو زمین کی اُجرتِ مثل یعنی واجبی لگان دیا جائے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: یہ کہہ کر زمین دی کہ اگر گیہوں بوئے تو نصف نصف اور جو بوئے تو مالکِ زمین کے لیے ایک تہائی اور مزارِع کے لیے دو تہائیاں اور تل بوئے تو مالکِ زمین کی ایک چوتھائی باقی مزارِع کی، یہ صورت جائز ہے جو کچھ بوئے گا اسی شرط کے موافق تقسیم ہوگی۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۷: ایک شخص کو تیس برس کے لیے زمین دے دی کہ گیہوں یا جَو یا جو کچھ ربیع یا خریف کی پیداوار ہو دونوں میں برابر تقسیم ہوگی اور اس زمین میں مزارع جو درخت لگائے گا وہ ایک تہائی مالکِ زمین کا باقی مزارِع کا، یہ جائز ہے وہ جو کچھ بوئے یا جس قسم کے درخت لگائے اسی شرط کے موافق کیا جائے گا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۸: مزارَعت میں یہ شرط ہوئی کہ اگر مزدور سے کام لیا جائے گا تو اس کی اُجرت مزارِع کے ذمہ ہوگی یہ جائز ہے اور اگر یہ شرط ہو کہ مزدوری مالکِ زمین کے ذمہ ہوگی یہ ناجائز ہے اور مزارعت فاسد۔ یوہیں اگر یہ شرط ہو کہ مزدوری مزارِع دے گا مگر جو کچھ اُجرت میں صرف ہوگا اس کے عوض کا غلہ نکال کر باقی کو تقسیم کیا جائے گا یہ بھی ناجائز۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۹: مزارَعت میں ایسی شرط تھی جس کی وجہ سے مزارعت فاسد ہوگئی تھی اور وہ شرط جس کے لیے مفید تھی اس نے عمل سے پہلے شرط باطل کردی مثلاً یہ شرط تھی کہ مالکِ زمین یا مزارِع بیس روپے اور نصف پیداوار لے گا جس کو یہ روپے ملتے اوس نے یہ شرط باطل کردی تو اب یہ مزارَعت جائز ہوگئی اور اگر وہ شرط دونوں کے لیے مفید ہو تو جب تک دونوں اس شرط کو باطل نہ کریں فقط ایک کے باطل کرنے سے مزارَعت جائز نہ ہوگی۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۰: کاشتکار نے کھیت جوت لیا[6] اب مالکِ زمین کہتا ہے میں بٹائی پر بونا[7] نہیں چاہتا اگر بیج کاشتکار کے ذمہ ہیں تو مالکِ زمین کو انکار کرنے کا کوئی حق نہیں اس سے زمین جبراً لی جائے گی اور کاشتکار بوئے گا اور اگر بیج مالکِ زمین

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب المزارعة، الباب الثالث فی الشروط...إلخ، ج٥، ص٢٤٧.

2 ......المرجع السابق، ص٢٤٨.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق، ص٢٤٥.

6 ......یعنی ہل چلادیا۔

7 ......تقسیم پر کاشت کرانا۔

کے ذمہ ہیں تو وہ انکار کرسکتا ہے اس پر جبر نہیں کیا جاسکتا رہا یہ کہ کاشتکار کو کھیت جوتنے کا معاوضہ دیا جائے گا یا نہیں دیانت کا حکم یہ ہے کہ کاشتکار کو کھیت جوتنے کی اُجرت مثل دے کر راضی کرے کیونکہ اگرچہ کھیت جوتنے پر وہ اجیر نہیں ہے مگر چونکہ مالکِ زمین نے اس سے عقد مزارعت کیا اس وجہ سے اس نے جوتا ورنہ کیوں جوتتا۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

(مزارِع کا دوسرے کو مزارَعت پر زمین دے دینا)

مسئلہ ۲۱: کاشتکار کو مزارعت پر زمین دی کاشتکار یہ چاہتا ہے کہ دوسرے شخص کو مزارعت پر دے دے اگر بیج مالکِ زمین کے ہیں تو ایسا نہیں کرسکتا جب تک مالک زمین سے صراحۃً یا دلالۃً اجازت نہ حاصل کرے دلالۃً اجازت کی یہ صورت ہے کہ اس نے کہہ دیا ہو تم اپنی رائے سے کام کرو اور بغیر اجازت اس نے دوسرے کو دے دی تو ان دونوں کے مابین حسبِ شرائط غلہ تقسیم ہوگا اور مالکِ زمین بیج کا تاوان لے گا پہلے سے لے گا تو وہ دوسرے سے واپس نہیں لے سکتا اور دوسرے سے لے گا تو وہ پہلے سے رجوع کرے گا اور زراعت کی وجہ سے زمین میں جو کچھ نقصان ہوگا وہ مزارع دوم سے مالکِ زمین وصول کرے گا پھر اس صورت میں مزارع اول کو پیداوار کا جو حصہ ملا ہے اس میں سے اوتنا حصہ اس کے لیے جائز ہے جو تاوان میں دے چکا ہے باقی کو صدقہ کردے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۲: مالکِ زمین نے مزارع کو صراحۃً یا دلالۃً اجازت دے دی ہے کہ وہ دوسرے کو مزارَعت کے طور پر دے دے اور مالکِ زمین نے نصف پر اس کو دی تھی اور اس نے دوسرے کو نصف پر دے دی تو یہ دوسری مزارَعت جائز ہے اور جو پیداوار ہوگی اس میں کا نصف مالکِ زمین لے گا اور نصف مزارِع دوم لے گا مزارِع اول کے لیے کچھ نہیں بچا۔ اور اگر مزارِع اول نے دوسرے سے یہ طے کرلیا ہے کہ آدھا مالکِ زمین کو ملے گا اور آدھے میں ہم دونوں برابر لیں گے یا ایک تہائی دو تہائی لیں گے تو جو کچھ طے پایا اُس کے موافق تقسیم ہو۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: مالکِ زمین نے مزارَعت پر زمین دی اور یہ کہا کہ اپنے بیج سے کاشت کرو اس نے زمین اور بیج دوسرے کو بونے کے لیے مزارعت پر دے دی یہ جائز ہے مالکِ زمین نے صراحۃً یا دلالۃً ایسا کرنے کی اجازت دی ہو یا نہ دی ہو دونوں کا ایک حکم ہے اب اگر پہلی مزارَعت نصف پر تھی اور دوسری بھی نصف پر ہوئی تو نصف غلہ مالکِ زمین لے گا اور نصف مزارِع دوم

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب المزارعة، ج۹، ص٤٦٦.

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب المزارعة، الباب الخامس فی دفع المزارع...إلخ، ج٥، ص٢٥٠.

3 ......المرجع السابق.

اور مزارِع اول کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر دوسری مزارَعت میں یہ ٹھہرا ہے کہ ایک تہائی مزارِع دوم کی تو نصف مالکِ زمین کا اور ایک تہائی دوم کی اور چھٹا حصہ مزارع اول کا یا اس کے سوا جو صورت طے پا گئی ہو اس کے مطابق تقسیم ہو۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۴: مالکِ زمین نے مزارِع سے کہا کہ تم اپنے بیجوں سے کاشت کرو دونوں نصف نصف لیں گے اور مزارِع نے دوسرے کو دے دی کہ تم اپنے بیج سے کاشت کرو اور جو کچھ پیداوار ہو اس میں دو تہائیاں تمہاری اس صورت میں مزارِع دوم حسب شرط دو تہائیاں لے گا اور ایک تہائی مالکِ زمین لے گا اور مالکِ زمین مزارِع اول سے تہائی زمین کی اُجرت (لگان) لے گا اور اگر بیج مزارِع اول ہی نے دیے مگر مزارِع دوم کے لیے پیداوار کی دو تہائیاں دینا طے پایا اس صورت میں بھی وہی حکم ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: کاشت کے لیے دوسرے کو زمین دی اور یہ ٹھہرا کہ بیج دونوں کے ہوں گے اور بیل کاشتکار کے ہوں گے اور پیداوار دونوں میں نصف نصف تقسیم ہو جائے گی کاشتکار نے ایک دوسرے شخص کو اپنے حصہ میں شریک کر لیا کہ یہ بھی اس کے ساتھ کام کرے گا اس صورت میں مزارعت اور شرکت دونوں فاسد ہیں۔ جتنے جتنے دونوں کے بیج ہوں اسی حساب سے غلہ دونوں میں تقسیم ہوگا اور مالک زمین مزارع اول سے نصف زمین کی اُجرت مثل لے گا اور یہ دوسرا شخص بھی مزارع اول سے اپنے کام کی اُجرت مثل لے گا۔ اور مزارع اول اپنے بیج کی قدر اور جو کچھ زمین کی اُجرت اور کام کی اُجرت دے چکا ہے ان کی قیمت کا غلہ رکھ لے باقی کو صدقہ کر دے۔[3] (عالمگیری) اور اگر کاشتکار نے دوسرے کو شریک نہ کیا ہو جب بھی فاسد ہے اور وہی احکام ہیں جو مذکور ہوئے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

(مزارَعت فسخ ہونے کی صورتیں)

مسئلہ ۲۶: جن دو شخصوں کے مابین مزارَعت ہوئی ان میں کسی کے مرجانے سے مزارَعت فسخ ہو جائے گی جیسا کہ اِجارہ کا حکم تھا پھر اگر مثلاً تین سال کے لیے مزارَعت پر زمین دی تھی اور پہلے سال میں کھیت بونے اور اوگنے کے بعد مالکِ زمین مر گیا اور کھیت ابھی کاٹنے کے قابل نہیں ہوا تو زمین مزارِع کے پاس اس وقت تک چھوڑ دی جائے گی کہ فصل طیار ہو جائے اس صورت میں پیداوار حسب قرار تقسیم ہوگی اور دوسرے تیسرے سال کے حق میں مزارَعت فسخ ہو جائے گی۔[5] (ہدایہ)

1 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب المزارعة، الباب الخامس فی دفع المزارع...إلخ، ج٥، ص٢٥١.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

4 ...... "الدرالمختار" و "رد المحتار"، کتاب المزارعة، ج٩، ص٤٦٨.

5 ...... "الھدایة"، کتاب المزارعة، ج٢، ص٣٤٠.

مسئلہ ۲۷: مزارِع نے کھیت جوت کر طیار کیا مینڈھ[1] بھی درست کر لی نالیاں بھی بنالیں مگر ابھی بویا نہیں ہے کہ مالکِ زمین مرگیا تو مزارَعت فسخ ہوگئی اور مزارِع نے جو کچھ کام کیا ہے اس صورت میں اوس کا کوئی معاوضہ نہیں۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۸: کھیت بو دیا گیا اور ابھی اوگا نہیں کہ مالکِ زمین مرگیا اس صورت میں مزارَعت فسخ ہوگی یا باقی رہے گی اس میں مشایخ کا اختلاف ہے۔[3] (عالمگیری) جو مشایخ یہ کہتے ہیں کہ مزارَعت فسخ نہیں ہوگی اون کا قول بہتر معلوم ہوتا ہے کہ مزارِع کو نقصان سے بچانا ہے جب کہ بیج مزارِع کے ہوں۔

مسئلہ ۲۹: مزارِع نے کھیت بونے میں دیر کی کہ مدت ختم ہوگئی اور ابھی زراعت کچی ہے کٹنے کے قابل نہیں ہوئی مالکِ زمین کہتا ہے کچی کھیتی کاٹ لی جائے اور مزارِع انکار کرتا ہے مالکِ زمین کو کھیت کاٹنے سے روکا جائے گا اور چونکہ آدھی زراعت مزارِع کی ہے کھیت طیار ہونے تک دونوں کے مابین ایک جدید اجارہ قرار دیا جائے گا لہٰذا اتنے دنوں کی جو کچھ اُجرت اس زمین کی ہو اس کا نصف مزارِع مالکِ زمین کو دے گا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: فصل طیار ہونے سے پہلے مزارِع مرگیا اس کے ورثہ کہتے ہیں کہ ہم اس کھیت کا کام کریں گے ان کو یہ حق دیا جائے گا کہ یہ لوگ مزارِع کے قائم مقام ہیں اس صورت میں کام کی ان کو کچھ اُجرت نہیں ملے گی بلکہ پیداوار کا حصہ ملے گا اور اگر یہ لوگ زراعت کے کام سے انکار کرتے ہیں تو ان کو مجبور نہیں کیا جاسکتا بلکہ مالکِ زمین کو اختیار ہے کہ کچی کھیتی کاٹ کر آدھی ان کو دے دے اور آدھی خود لے لے یا ان کے حصہ کی قیمت دے کر زراعت لے لے یا ان کے حصہ پر بھی خرچ کرے اور جو کچھ ان کے حصہ پر صرف ہو[5] وہ ان کے حصہ کی پیداوار سے وصول کرے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۱: کھیت بونے کے بعد مزارِع غائب ہوگیا معلوم نہیں کہاں ہے مالکِ زمین نے قاضی سے حکم حاصل کر کے زراعت پر صرف کیا کھیت جب طیار ہوگیا مزارِع آیا اور اپنا حصہ مانگتا ہے تو جو کچھ صرفہ ہوا ہے جب تک سب نہ دے دے اپنا حصہ لینے کا حقدار نہیں اور اگر بغیر حکم قاضی مالکِ زمین نے صرف کیا تو مُتبرِّع ہے[7] وصول نہیں کرسکتا اور قاضی حکم اس وقت

1 ......منڈیر، بنیرا، کنارہ۔

2 ......"الھدایة"، کتاب المزارعة، ج۲، ص۳٤٠.

3 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب المزارعة، الباب التاسع فیما اذا مات رب الأرض...إلخ، ج۹، ص۲٥٤.

4 ......المرجع السابق.

5 ......خرچ ہو۔

6 ......"الھدایة"، کتاب المزارعة، ج۲، ص۳٤١.

7 ......احسان کرنے والا ہے۔

دے گا جب مالکِ زمین گواہوں سے یہ ثابت کردے کہ زمین میری ہے مزارَعت پر فلاں کو دے دی ہے وہ کھیت بوکر غائب ہوگیا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲: فصل طیار ہونے کے بعد مزارِع مرگیا مالکِ زمین یہ دیکھتا ہے کہ کھیت میں زراعت موجود نہیں ہے اور یہ معلوم نہیں کہ کیا ہوئی تو اپنے حصہ کا تاوان اس کے ترکہ سے وصول کرے گا اگرچہ ورثہ کہتے ہوں کہ زراعت چوری ہوگئی۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۳: مالکِ زمین پر دَین ہے اور سوا اس زمین کے جس کو مزارعت پر دے چکا ہے کوئی مال نہیں ہے جس سے دَین ادا کیا جائے اگر ابھی فقط عقدِ مزارَعت ہی ہوا ہے کاشتکار نے کھیت بویا نہیں ہے تو زمین دَین کی ادا کے لیے بیع کردی جائے اور مزارعت فسخ کردی جائے اور اگر کھیت بویا جاچکا ہے مگر ابھی اوگا نہیں ہے جب بھی بیع ہوسکتی ہے اور دیانت کا حکم یہ ہے کہ مزارع کو کچھ دے کر راضی کرلیا جائے اور زراعت اوگ چکی ہے مگر ابھی طیار نہیں ہوئی ہے تو بغیر اجازت مزارع نہیں بیچی جاسکتی وہ اگر اجازت دے دے تو اب بیچنا جائز ہے۔ اور اس میں دو صورتیں ہیں صرف زمین کی بیع ہو یا زمین و زراعت دونوں کی ہوا گر دونوں کی بیع ہو اور مزارِع نے اجازت دے دی تو دونوں میں بیع نافذ ہوگی اور اس صورت میں ثمن کو قیمت زمین اور قیمت زراعت پر تقسیم کریں جو حصہ زمین کے مقابل میں ہو وہ مالکِ زمین کا ہے اور جو حصہ زراعت کے مقابل میں ہے دونوں پر حسب قرارداد تقسیم کیا جائے۔ اور اگر مزارِع نے اجازت نہیں دی تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کردے یا زراعت طیار ہونے کا انتظار کرے۔ اور اگر صرف زمین کی بیع ہوئی ہے اور مزارِع نے اجازت دے دی تو زمین مشتری کی ہے اور زراعت بائع و مزارِع کی ہے۔ اور اگر مزارِع نے اجازت نہیں دی تو مشتری کو اختیار ہے کہ بیع فسخ کردے یا انتظار کرے اور اگر مالکِ زمین نے زمین اور زراعت کا اپنا حصہ بیع کیا تو اس میں بھی وہی دو صورتیں ہیں۔ اور مزارِع یہ چاہے کہ بیع کو فسخ کردے یہ حق اسے حاصل نہیں۔[3] (ہدایہ، درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۳۴: فصل طیار ہونے کے بعد دَین ادا کرنے کے لیے زمین بیچی گئی اگر صرف زمین کی بیع ہوئی تو بلا توقُّف جائز ہے اور اگر زمین اور پوری زراعت بیع کردی تو زمین اور زراعت کے اس حصہ میں جو مالکِ زمین کا ہے بیع جائز ہے اور

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب المزارعة، الباب التاسع فيما اذا مات رب الأرض... إلخ، ج٥، ص٢٥٤.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الثالث عشر فيما اذا مات المزارع... إلخ، ج٥، ص٢٦١.

3 ......"الهداية"، كتاب المزارعة، ج٢، ص٣٤٠.

و"الدرالمختار"، كتاب المزارعة، ج٩، ص٤٦٦ ـ ٤٦٧.

و"الفتاوی الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الحادی عشر فی بيع الأرض... إلخ، ج٥، ص٢٥٩.

مزارِع کے حصہ میں اس کی اجازت پر موقوف ہے اورفرض کرو مزارِع نے اجازت نہیں دی اور مشتری کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ زمین مزارَعت پر ہے تو مشتری کو اختیار حاصل ہے کہ صرف بائع کے حصہ پر قناعت کرے اور حصۂ مزارع کے مقابل میں ثمن کا جو حصہ ہو وہ کم کردے اور چاہے تو بیع فسخ کردے کہ اس نے پوری زراعت خریدی تھی فقط اتنا ہی حصہ اسے خریدنا مقصود نہ تھا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: کھیت میں بیج ڈال دیے گئے اور ابھی اوگے نہیں کھیت کو بیع کردیا اگر وہ بیج سڑ گئے ہیں[2] تو مشتری کے ہیں اور اگر سڑے نہیں ہیں تو یہ بیج بائع کے ہیں اور فرض کرو مشتری نے پانی دیا بیج اوگے غلہ پیدا ہوا تو یہ سب بائع ہی کا ہے مشتری کو کوئی معاوضہ نہیں ملے گا کہ اس نے جو کچھ کیا تبرع[3] ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۶: مدیون دَین کی وجہ سے قید کیا گیا اور اس کے پاس یہی زمین ہے جو مزارَعت پر اوٹھا چکا ہے اور زمین میں کچی زراعت ہے جس کی وجہ سے بیع نہیں کی جاسکتی کہ بیچ کر دَین ادا کیا جاتا تو اسے قید خانہ سے رہا کیا جائے گا کہ دَین کی ادا میں جو کچھ دیر ہوگی وہ عذر سے ہے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۷: مزارِع ایسا بیمار ہوگیا کہ کام نہیں کرسکتا یا سفر میں جانا چاہتا ہے یا وہ اس پیشۂ زراعت ہی کو چھوڑنا چاہتا ہے ان صورتوں میں مزارَعت فسخ کردی جائے گی یا مزارع یہ کہتا ہے کہ میں دوسری زمین کی کاشت کروں گا اور بیج اسی کے ہیں تو چھوڑ سکتا ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸: مدت پوری ہوگئی اور ابھی فصل طیار نہیں ہے تو مدت کے بعد جتنوں دنوں تک زراعت طیار نہ ہوگی اوتنے دنوں کی مزارع کے ذمہ نصف زمین کی اُجرتِ مثل واجب ہے اور مدت کے بعد زراعت پر جو کچھ صرف ہوگا وہ دونوں کے ذمہ ہوگا کیونکہ عقدِ مزارعت ختم ہو چکا اب یہ زراعت دونوں کی مشترک چیز ہے لہٰذا خرچ بھی دونوں کے ذمہ مگر یہ ضرور ہے کہ جو کچھ ایک خرچ کرے وہ دوسرے کی اجازت سے ہو یا حکم قاضی سے بغیر اس کے جو کچھ خرچ کیا مُتبرِّع ہے اس کا معاوَضہ نہیں ملے گا۔[7] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۹: مدت ختم ہوگئی مالکِ زمین یہ چاہتا ہے کہ یہی کچی کھیتی کاٹ لی جائے یہ نہیں کیا جاسکتا اور اگر مزارع کچی

---

1. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الحادى عشرفى بيع الأرض...إلخ، ج٥، ص٢٥٩.
2. ......یعنی ثابت نہیں رہے۔
3. ......احسان۔
4. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الحادى عشرفى بيع الأرض...إلخ، ج٥، ص٢٦٠.
5. ......"الهداية"، كتاب المزارعة، ج٢، ص٣٤٠، ٣٤١.
6. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الثانى عشرفى العذر...إلخ، ج٥، ص٢٦٠.
7. ......"الهداية"، كتاب المزارعة، ج٢، ص٣٤١.

کاٹنا چاہتا ہے تو مالکِ زمین کو اختیار دیا جائے گا کہ کچا کھیت کاٹ کر دونوں بانٹ لیں یا مزارع کے حصہ کی قیمت دے کر کل زراعت لے لے یا کھیت پر اپنے پاس سے صرف کرے اور طیار ہونے پر اس کے حصہ سے وصول کرے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ۴۰: دو شخصوں کی مشترک زمین ہے ایک غائب ہے تو جو موجود ہے وہ پوری زمین میں کاشت کرسکتا ہے جب شریک آجائے تو جتنے دنوں تک اس کی کاشت میں رہی اب یہ اوتنے دنوں کاشت میں رکھے یہ اُس صورت میں ہے کہ زراعت سے زمین کو نقصان نہ پہنچے اوس کی قوت کم نہ ہو اور اگر معلوم ہے کہ زراعت سے زمین کمزور ہو جائے گی یا زراعت نہ کرنے میں زمین کو نفع پہنچے گا، اُس کی قوت زیادہ ہوگی تو شریک موجود کو زراعت کی اجازت نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۴۱: دوسرے کی زمین میں بغیر اجازت کاشت کی اور مالک کو اُس وقت خبر ہوئی جب فصل طیار ہوئی اُس نے اپنی رضامندی ظاہر کی یا یہ ہوا کہ پہلے ناراض ہوا پھر رضامندی دے دی دونوں صورتوں میں کاشتکار کے لیے پیداوار حلال ہوگئی۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۴۲: ایک شخص نے دوسرے کی زمین پر غاصبانہ قبضہ کیا اور مزارعت پر اوٹھا دی[4] مزارع[5] نے اپنے بیج بوئے اور ابھی اوگے نہیں تھے کہ مالکِ زمین نے اجازت دے دی تو اجازت ہوگئی اور جو کچھ پیداوار ہوگی وہ مالکِ زمین اور مزارع کے مابین اس طرح تقسیم ہوگی جو غاصب نے طے کی تھی۔ اور اگر کھیتی اوگ آئی ہے اور ایسی ہوگئی ہے کہ اس کی کچھ قیمت ہو اور اب مالکِ زمین نے اجازت دی تو مزارعت جائز ہوگئی یعنی مالکِ زمین اس کے بعد ناجائز کرنا چاہے تو نہیں کرسکتا اور اجازت سے پہلے اپنا کھیت خالی کراسکتا تھا مزارعت کے جائز ہونے کا یہ مطلب نہیں کہ پیداوار میں اسے حصہ ملے گا بلکہ اس صورت میں جو کچھ پیداوار ہوگی وہ مزارع و غاصب کے مابین تقسیم ہوگی۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ۴۳: بیج غصب کر کے اپنی زمین میں بو دیے تو جب تک اوگے نہ ہوں مالک اجازت دے سکتا ہے کہ ابھی بیج موجود ہیں اور اوگنے کے بعد اجازت نہیں ہوسکتی کہ بیج موجود نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ۴۴: مالکِ زمین نے اپنی زمین رہن رکھی پھر وہ زمین مرتہن کو مزارَعت پر دے دی کہ مرتہن اپنے بیج

---

1 ......"الهداية"، كتاب المزارعة، ج۲، ص۳۴۱.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب المزارعة، الباب العاشر في زراعة...إلخ، ج۵، ص۲۵۵.

3 ......المرجع السابق، ص۲۵۶.

4 ......مزارعت پر دے دی۔

5 ......کاشتکار۔

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب المزارعة، الباب العاشر في زراعة...إلخ، ج۵، ص۲۵۷.

7 ......المرجع السابق، ص۲۵۸.

سے کاشت کرے گا یہ مزارَعت صحیح ہے مگر زمین رہن سے خارج ہوگئی جب تک پھر سے رہن نہ رکھی جائے رہن میں نہیں آئے گی۔[8] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۵: زمین کسی کے پاس رہن ہے اس کو بطور مزارعت کوئی شخص لینا چاہتا ہے تو راہن سے لے سکتا ہے جبکہ مرتہن بھی اس کی اجازت دے دے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۶: زراعت طیار ہونے سے پہلے جو کچھ کام ہوگا مثلاً کھیت جوتنا، بونا، پانی دینا، حفاظت کرنا وغیرہ یہ سب مزارِع کے ذمہ ہے چاہے وہ خود کرے یا مزدوروں سے کرائے اور دوسری صورت میں [3] مزدوری اوسی کے ذمہ ہوگی۔اور جو کام زراعت طیار ہونے کے بعد کے ہیں مثلاً کھیت کاٹنا اوسے لاکر خِرْمَنْ میں جمع کرنا دائیں چلانا بھوسا اوڑانا وغیرہ اس کے متعلق ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ دونوں کے ذمہ ہیں کیونکہ مزارع کا کام فصل طیار ہونے پر ختم ہوگیا مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی سے ایک روایت یہ ہے کہ یہ کام بھی مزارع کے ذمہ ہیں اور بعض مشایخ نے اسی کو اختیار فرمایا کہ مسلمانوں کا اس پر عمل ہے۔اور جو کام تقسیم کے بعد ہے مثلاً غلہ مکان پر پہنچانا یہ بالاتفاق دونوں کے ذمہ ہے مزارع اپنا غلہ خود لے جائے اور مالک اپنا غلہ اپنے گھر لائے یا دونوں اپنے اپنے مزدوروں سے اوٹھوا لے جائیں۔[4] (ہدایہ) قسم دوم یعنی فصل تیار ہونے کے بعد جو کام ہیں ان کے متعلق مزارع کے کرنے کی شرط کر لی تو یہ شرط صحیح ہے اس کی وجہ سے مزارعت فاسد نہیں ہوگی تنویر میں اس قول کو اصح کہا اور درمختار میں مُلتقی سے اسی پر فتویٰ ہونا بتایا۔[5] مگر ہندوستان میں عموماً یہ ہوتا ہے کہ فصل طیار ہونے کے بعد مزدوروں سے کام کراتے ہیں اور مزدوری اسی غلہ میں سے دی جاتی ہے یعنی کھیت کاٹنے والے اور دائیں چلانے والے وغیرہ کو جو کچھ مزدوری دی جاتی ہے وہ کوئی اپنے پاس سے نہیں دیتا بلکہ اسی غلہ کی کچھ مقدار مزدوری میں دی جاتی ہے یہ طریقہ کہ جس کام کو کیا اوسی میں سے مزدوری دی جائے اگرچہ ناجائز ہے جس کو ہم اجارہ میں بیان کر چکے ہیں مگر اس سے اتنا ضرور معلوم ہوا کہ فصل کی طیاری کے بعد جو کام کیا جائے گا یہاں کے عرف کے مطابق وہ تنہا مزارع کے ذمہ نہیں ہے بلکہ دونوں کے ذمہ ہے کیونکہ مزدوری میں دونوں کی مشترک چیز دی جاتی ہے۔

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الخامس عشر فی الرهن... إلخ، ج٥، ص٢٦٤.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب المزارعة، الباب الرابع والعشرون فی المتفرقات، ج٥، ص٢٧٣.

3 ......یعنی مزدوروں سے کروانے کی صورت میں۔

4 ......"الهداية"، كتاب المزارعة، ج٢، ص٣٤١، ٣٤٢.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب المزارعة، ج٩، ص٤٧١.

مسئلہ ۴۷: فصل طیار ہونے کے بعد کے جو کام ہیں اگر مالکِ زمین کے ذمہ شرط کیے گئے یہ بالاتفاق فاسد ہے کہ اس کے متعلق عرف بھی ایسا نہیں جس کی وجہ سے جائز کہا جائے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۸: مزارعت میں جو کچھ غلہ ہے یہ مزارع کے پاس امانت ہے اگرچہ وہ مزارعت فاسدہ ہو لہٰذا اگر مزارِع کے پاس ہلاک ہوجائے مگر اُس کے فعل سے ہلاک نہ ہوا تو مزارع کے ذمہ اس کا تاوان نہیں۔ اور اس غلہ کی مزارع کی طرف سے کسی نے کفالت بھی کی یہ کفالت صحیح نہیں اس کفیل سے مطالبہ نہیں کیا جاسکتا ہاں اگر مالک زمین کے حصہ کی مزارع کی طرف سے کسی نے یوں کفالت کی کہ اگر مزارع خود ہلاک کردے گا تو میں ضامن ہوں اور یہ کفالت مزارعت کے لیے شرط نہ ہو تو مزارعت بھی جائز ہے اور کفالت بھی اور اگر کفالت شرط ہو تو مزارَعت فاسد۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۴۹: مزارِع نے کھیت کو پانی دینے میں کوتاہی کی جس کی وجہ سے زراعت برباد ہوگئی اگر یہ مزارعت فاسدہ ہے تو مزارع پر تاوان نہیں کہ اس میں مزارِع پر کام کرنا واجب نہیں اور اگر مزارعت صحیحہ ہے تو تاوان واجب ہے کہ اس میں کام کرنا واجب تھا۔ ضمان کی صورت یہ ہوگی کہ زراعت اوگی تھی اور پانی نہ دینے سے خشک ہوگئی تو اس زراعت کی جو قیمت ہو اوس کا نصف بطور تاوان مالک زمین کو دے اور قیمت نہ ہو تو خالی کھیت کی قیمت اور اس بوئے ہوئے کھیت میں جو تفاوت ہو اوس کا نصف تاوان دلایا جائے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۵۰: کاشتکار نے پانی دینے میں تاخیر کی اگر اتنی تاخیر ہے کہ کاشتکاروں کے یہاں اتنی تاخیر ہوا کرتی ہے جب تو تاوان نہیں اور غیر معمولی تاخیر کی تو تاوان ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۵۱: فصل کاٹنا کاشتکار کے ذمہ شرط تھا اس نے کاٹنے میں دیر کی اور فصل ضائع ہوگئی اگر معمولی تاخیر ہے تو کچھ نہیں اور غیر معمولی دیر کی تو تاوان واجب۔ یوہیں اگر کاشتکار نے حفاظت نہیں کی جانوروں نے کھیت چرلیا کاشتکار کو تاوان دینا ہوگا۔ ٹڈیاں کھیت میں گریں اگر اُڑانے پر قدرت تھی اور نہ اوڑائیں اور ٹڈیاں کھیت کھا گئیں تاوان ہے اور اگر اس کے بس کی بات نہ تھی تو تاوان واجب نہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۵۲: دوشخصوں نے شرکت میں کھیت بویا تھا ایک شریک اوس میں پانی دینے سے انکار کرتا ہے یہ معاملہ حاکم کے

---

1 ......"الهداية"، كتاب المزارعة، ج٢، ص٣٤٢.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب المزارعة، ج٩، ص٤٧١.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص٤٧٢. 5 ......المرجع السابق.

پاس پیش کیا جائے اوس کے حکم دینے کے بعد بھی اگر اس نے پانی نہیں دیا اور فصل ماری گئی تو اس پر تاوان ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۵۳: مزارعت میں بیج مزارع کے ذمہ تھے مگر مالک زمین نے خود اس کھیت کو بویا اگر اس سے مقصود مزارع کی مدد کرنا ہے جب تو مزارعت باقی رہے گی اور یہ مقصود نہ ہوتو مزارعت جاتی رہی۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۵۴: کسی سے اجارہ پر زمین لی مثلاً زمیندار سے بونے کے لیے کھیت لیا پھر اوس مالک زمین کو اوس میں کام کرنے کے لیے اَجیر رکھا یہ جائز ہے اُجرت پر کام کرنے سے زمین کے اِجارہ میں کوئی خرابی پیدا نہیں ہوگی۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۵۵: ایک شخص مرگیا اور اوس نے بی بی اور نابالغ اور بالغ اولادیں چھوڑیں یہ سب چھوٹے بڑے ایک ساتھ رہتے ہیں اور وہ عورت سب کی نگہداشت کرتی ہے بڑے لڑکوں نے زمین مشترک یا دوسرے سے زمین لے کر اوس میں کاشت کی اور جو کچھ غلّہ پیدا ہوا مکان پر لائے اور یکجائی طور پر سب کے خرچ میں آیا جیسا کہ عموماً دیہاتوں میں ایسا ہوتا ہے۔ یہ غلّہ آیا مشترک قرار پائے گا یا صرف بڑے لڑکوں کا ہوگا جنھوں نے کاشت کی اس کا حکم یہ ہے کہ اگر مشترک بیج بوئے گئے ہیں اور سب کی اجازت سے بوئے ہیں یعنی جو اون میں بالغ ہیں اون سے اجازت حاصل کر لی ہے اور جو نابالغ ہیں اون کے وصی سے اجازت لے لی ہے تو پیداوار مشترک ہے اور اگر بڑوں نے خود اپنے بیج سے کاشت کی ہے یا مشترک سے کی ہے مگر اجازت نہیں لی ہے تو غلہ ان کاشت کرنے والوں کا ہے دوسرے اس میں شریک نہیں۔[4] (عالمگیری، ردالمحتار)

مُعامَلہ یا مُساقاۃ کا بیان

باغ یا درخت کسی کو اس لیے دینا کہ اوس کی خدمت کرے اور جو کچھ اوس سے پیداوار ہوگی اوس کا ایک حصہ کام کرنے والے کو اور ایک حصہ مالک کو دیا جائے گا اس کو مساقاۃ کہتے ہیں اور اس کا دوسرا نام معاملہ بھی ہے جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فتح خیبر کے بعد وہاں کے باغات یہودیوں کو دے دیے تھے کہ اون باغات کے کام کریں اور جو کچھ پھل ہوں گے اون میں سے نصف اون کو دیے جائیں گے۔[5] جس طرح مزارعت جائز ہے معاملہ بھی جائز ہے اور اس کے جواز

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب المزارعة، ج۹، ص۴۷۲.

2 ......المرجع السابق، ص۴۷۳.　　3 ......المرجع السابق، ص۴۷۳.

4 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب المزارعة، الباب الرابع والعشرون في المتفرقات، ج۵، ص۲۷۴.
و"ردالمحتار"، کتاب المزارعة، ج۹، ص۴۷۴.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب المزارعة، ج۹، ص۴۷۶.

کے شرائط یہ ہیں۔(۱)عاقدین کا عاقل ہونا(۲) جو پیداوار ہو وہ دونوں میں مشترک ہواور اگر فقط ایک کے لیے پیداوار مخصوص کر دی گئی تو عقد فاسد ہے(۳) ہر ایک کا حصہ مَشاع ہو جس کی مقدار معلوم ہو مثلاً نصف یا تہائی یا چوتھائی۔(۴) باغ یا درخت عامل کو سپرد کر دینا یعنی مالک کا قبضہ اوس پر نہ رہے۔ اور اگر یہ قرار پایا کہ مالک بھی اوس میں کام کرے گا تو معاملہ فاسد ہے۔ (۵) جو درخت مساقاۃ کے طور پر دیے گئے وہ ایسے ہوں کہ عامل کے کام کرنے سے اوس میں زیادتی ہو سکے یعنی اگر پھل پورے ہو چکے جتنا بڑھنا تھا بڑھ چکے صرف پکنا ہی باقی رہ گیا ہے تو یہ عقد صحیح نہیں۔ بعض شرائط ایسے ہیں جن کی وجہ سے معاملہ فاسد ہو جائے گا مثلاً یہ کہ کل پیداوار ایک کو ملے گی یا پیداوار میں سے اتنا مالک یا عامل لے گا اوس کے بعد نصف نصف تقسیم ہوگی۔ عامل کے ذمہ پھل توڑنا وغیرہ جو کام پھل طیار ہونے کے بعد ہوتے ہیں شرط کر دینا یا یہ کہ تقسیم کے بعد عامل اون کی حفاظت کرے یا مالک کے مکان پر پہنچائے۔ ایسے کسی کام کی شرط کر دینا جس کی منفعت مدت معاملہ پوری ہونے کے بعد باقی رہے مثلاً پیڑوں میں کھات ڈالنا انگوروں کے لیے چھپر بنانا باغ کی زمین کھودنا یا اس میں نئے پودے لگانا وغیرہ۔

مسئلہ ۱: معاملہ اونھیں پیڑوں کا ہوسکتا ہے جو ایک سال یا زیادہ تک باقی رہ سکیں اور جو ایسے نہیں ہیں اون کا معاملہ جائز نہیں۔ بیگن اور مرچ کے درختوں میں معاملہ ہوسکتا ہے کہ یہ مدتوں باقی رہتے اور پھلتے رہتے ہیں۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲: درختوں کے سوا مثلاً بکریاں یا مرغیاں کسی مدت تک کے لیے بطور معاملہ کسی کو دیں یہ ناجائز ہے۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳: ایسے درخت جو پھلتے نہ ہوں اور اون کی شاخوں اور پتوں سے نفع اوٹھایا جاتا ہو جیسے سینٹھے، نرکل، بید وغیرہ اگر ایسے درختوں میں پانی دینے اور حفاظت کرنے کی ضرورت ہوتی ہو تو معاملہ ہوسکتا ہے ورنہ نہیں۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: مزارعت اور معاملہ میں بعض باتوں میں فرق ہے۔ معاملہ عقد لازم ہے دونوں میں سے کوئی بھی اس سے انحراف نہیں کرسکتا[4] ہر ایک کو پابندی پر مجبور کیا جائے گا اگر مدت پوری ہوگئی اور پھل طیار نہیں ہیں تو باغ عامل ہی کے پاس رہے گا اور ان زائد دنوں کی اوسے اُجرت نہیں ملے گی اور عامل کو بھی بلا اُجرت اتنے دنوں کام کرنا ہوگا اور مزارَعت میں مالکِ زمین اُتنے دنوں کی اُجرت لے گا اور مزارع بھی ان زائد دنوں کے کام کی اُجرت لے گا۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

1 ......"ردالمحتار"، كتاب المساقاة، ج۹، ص۴۷۶.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص۴۷۷.

4 ......یعنی پھر نہیں سکتا۔

5 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب المساقاة، ج۹، ص۴۷۷.

مسئلہ۵: معاملہ میں مدت بیان کرنا ضرور نہیں بغیر بیان مدّت بھی معاملہ صحیح ہے اوراس صورت میں پہلی مرتبہ پھل طیار ہونے پر معاملہ ختم ہوگا اور ترکاریوں میں بیج طیار ہونے پر ختم ہوگا جب کہ بیج مقصود ہوں ورنہ خود ترکاریوں کی پہلی فصل ہوجانے پر معاملہ ختم ہوگا اوراگر مدت ذکر نہیں کی گئی اوراوس سال پھل پیدا ہی نہ ہوئے تو معاملہ فاسد ہے۔[1] (درمختار، ہدایہ)

مسئلہ۶: معاملہ میں مدت ذکر ہوئی مگر معلوم ہے کہ اوس مدّت میں پھل نہیں پیدا ہوں گے تو معاملہ فاسد ہے اوراگر ایسی مدت ذکر کی جس میں احتمال ہے کہ پھل پیدا ہوں یا نہ ہوں تو معاملہ صحیح ہے۔ پھراس صورت میں اگر پھل آ گئے تو جو شرائط ہیں اون پر عمل ہوگا اوراگر اس مدت میں نہیں آئے بلکہ مدت پوری ہونے کے بعد پھل آئے تو معاملہ فاسد ہے اوراس صورت میں عامل کو اُجرت مثل ملے گی یعنی ابتدا سے پھل طیار ہونے تک کی اُجرت مثل پائے گا اوراگر اس صورت میں کہ مدت مذکور ہوئی اور یہ احتمال تھا کہ پھل آئیں گے مگر اوس سال بالکل پھل نہیں آئے نہ مدت میں نہ بعد مدت تو عامل کو کچھ نہیں ملے گا کیوں کہ یہ معاملہ صحیح ہے فاسد نہیں ہے کہ اُجرت مثل دلائی جائے اوراگر اوس مدت معینہ میں کچھ پھل نکلے کچھ بعد میں نکلے تو جو پھل مدت کے اندر پیدا ہوئے اُن میں عامل کو حصّہ ملے گا بعد والوں میں نہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۷: نئے پودے جو ابھی پھلنے کے قابل نہیں ہیں بطور معاملہ دیے کہ عامل اوس میں کام کرے جب پھل آئیں گے تو دونوں نصف نصف تقسیم کرلیں گے یہ معاملہ فاسد ہے کیونکہ یہ معلوم نہیں کتنے دنوں میں پھل آئیں زمین موافق ہے تو جلد پھلیں گے ناموافق ہے تو دیر میں پھلیں گے ہاں اگر مدت ذکر کردی جائے اور وہ اتنی ہو کہ اون میں پھلنے کا احتمال ہو تو معاملہ صحیح ہے۔[4] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ۸: ترکاریوں کے درخت معاملہ کے طور پر دیے کہ جب تک پھلتے رہیں کام کرو اور اتنا حصہ تم کو ملا کرے گا یہ معاملہ فاسد ہے یوہیں باغ دیا اور کہہ دیا کہ جب تک یہ پھلتا رہے کام کرو اور نصف لیا کرو یہ معاملہ فاسد ہے کہ مدت نہ بیان کرنے کی صورت میں صرف پہلی فصل پر معاملہ ہوتا ہے۔[4] (ہدایہ، درمختار)

1 ......"الدرالمختار"، کتاب المساقاۃ، ج۹، ص۴۷۸.
و"الهداية"، کتاب المساقاۃ، ج۲، ص۳۴۳.

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب المساقاۃ، ج۹، ص۴۷۹.

3 ......"الهداية"، کتاب المساقاۃ، ج۲، ص۳۴۳.
و"الدرالمختار"، کتاب المساقاۃ، ج۹، ص۴۸۰.

4 ......"الهداية"، کتاب المساقاۃ، ج۲، ص۳۴۳.
و"الدرالمختار"، کتاب المساقاۃ، ج۹، ص۴۸۰.

مسئلہ ۹: ترکاریوں[1] کے درخت کا معاملہ کیا اور اب ان میں سے ترکاریوں کے نکلنے کا وقت ختم ہو چکا بیج لینے کا وقت باقی ہے جیسے میتھی، پالک، سویا[2]، وغیرہ جب اس حد کو پہنچ جائیں کہ ان سے ساگ نہیں لیا جاسکتا بیج لیے جاسکتے ہیں اور یہ بیج کام کے ہوں ان کی خواہش ہوتی ہو اور عامل سے کہہ دیا کہ کام کرے آدھے بیج اوسے ملیں گے یہ معاملہ صحیح ہے اگرچہ مدّت نہ ذکر کی جائے اور اس صورت میں وہ پیڑ مالک کے ہوں گے صرف بیجوں کی تقسیم ہوگی اور اگر پیڑوں کی تقسیم بھی مشروط ہو تو معاملہ فاسد ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۰: درختوں میں پھل آچکے ہیں ان کو معاملہ کے طور پر دینا چاہتا ہے مگر ابھی وہ پھل تیار نہیں ہیں عامل کے کام کرنے سے اون میں زیادتی ہوگی تو معاملہ صحیح ہے اور اگر پھل بالکل پورے ہو چکے ہیں اب ان کے بڑھنے کا وقت ختم ہو چکا تو معاملہ صحیح نہیں۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۱: کسی کو خالی زمین دی کہ اس میں درخت لگائے پھل اور درخت دونوں نصف نصف تقسیم ہو جائیں گے یہ جائز ہے اور اگر یہ ٹھہرا ہے کہ زمین و درخت دونوں چیزیں دونوں کے مابین تقسیم ہوں گی تو یہ معاملہ ناجائز ہے اور اس صورت میں پھل اور درخت مالکِ زمین کے ہوں گے اور دوسرے کو پودوں کی قیمت ملے گی اور اُجرت مثل۔ اور قیمت سے مراد اوس روز کی قیمت ہے جس دن لگائے گئے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۲: کسی شخص کے باغ سے گٹھلی اوڑ کر دوسرے کی زمین میں چلی گئی اور یہاں جم گئی اور پیڑ ہو گیا جیسا کہ خودرو[6] درختوں میں اکثر یہی ہوتا ہے کہ ادھر اودھر سے بیج آکر جم جاتا ہے یہ درخت اوس کا ہے جس کی زمین ہے اس کا نہیں ہے جس کی گٹھلی ہے کیوں کہ گٹھلی کی کوئی قیمت نہیں ہے اسی طرح شفتالو یا آم یا اسی قسم کے دوسرے پھل اگر دوسرے کی زمین میں گرے اور جم گئے یہ درخت بھی مالکِ زمین کے ہوں گے کہ پہلے یہ پھل سڑیں گے اوس کے بعد جمیں گے اور جب سڑ کر اوپر کا حصہ جاتا رہا تو فقط گٹھلی باقی رہی جس کی کوئی قیمت نہیں۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۱۳: معاملۂ صحیحہ کے احکام حسب ذیل ہیں۔ درختوں کے لیے جن کاموں کی ضرورت ہے مثلاً نالیاں ٹھیک کرنا

---

1 ......سبزیوں۔ 2 ......ایک خوشبودار ساگ۔

3 ......"الدرالمختار"، کتاب المساقاۃ، ج۹، ص ٤٨٠.

4 ......المرجع السابق، ص ٤٨١. 5 ......المرجع السابق، ص ٥٨١ـ٥٨٣.

6 ......خوداُگے ہوئے۔

7 ......"الدرالمختار"، کتاب المساقاۃ، ج۹، ص ٤٨٤.

درختوں کو پانی دینا اون کی حفاظت کرنا یہ سب کام عامل کے ذمہ ہیں اور جن چیزوں میں خرچ کی ضرورت ہوتی ہے مثلاً زمین کو کھودنا اوس میں کھات ڈالنا انگور کی بیلوں کے لیے چھپر بنوانا یہ بقدرِ حصص [1] دونوں کے ذمہ ہیں اسی طرح پھل توڑنا۔ جو کچھ پھل پیدا ہوں وہ حسب قرار داد دونوں تقسیم کرلیں۔ کچھ پیدا نہ ہوا تو کسی کو کچھ نہیں ملے گا۔ یہ عقد دونوں جانب سے لازم ہوتا ہے بعد عقد دونوں میں سے کسی کو بغیر عذر منع کا اختیار نہیں اور نہ بغیر دوسرے کی رضامندی کے فسخ کرسکتا ہے۔ عامل کو کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا مگر جب کہ عذر ہو۔ جو کچھ طرفین کے لیے مقرر ہوا ہے اوس میں کمی بیشی بھی ہوسکتی ہے۔ عامل کو یہ اختیار نہیں کہ دوسرے کو معاملہ کے طور پر دے دے مگر جب کہ مالک نے یہ کہہ دیا ہو کہ تم اپنی رائے سے کام کرو۔ [2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: معاملۂ فاسدہ کے احکام یہ ہیں۔ عامل کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جاسکتا، جو کچھ پیداوار ہو وہ کل مالک کی ہے اور اوس پر یہ ضرور نہیں کہ اوس میں کا کوئی جز صدقہ کرے، عامل کے لیے اُجرتِ مثل واجب ہے پیداوار ہو یا نہ ہوا اور اوس میں وہی صاحبین [3] کا اختلاف ہے کہ پوری اُجرتِ مثل اگرچہ مقرر سے زیادہ ہو واجب ہے یا یہ کہ مقرر شدہ سے زائد نہ ہونے پائے۔ اور اگر حصہ کی تعیین نہ ہوئی ہو تو بالاتفاق پوری اُجرتِ مثل واجب ہے۔ [4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: عامل اگر چور ہے اوس کا چور ہونا لوگوں کو معلوم ہے اندیشہ ہے کہ پھلوں کو چورائے گا تو معاملہ کو فسخ کیا جاسکتا ہے۔ یوہیں اگر عامل بیمار ہوگیا کہ پوری طرح کام نہ کرسکے گا معاملہ فسخ کیا جاسکتا ہے۔ دونوں میں سے ایک کے مرجانے سے معاملہ خود ہی فسخ ہوجاتا ہے اور اسی طرح مدت کا پورا ہونا بھی سبب فسخ ہے جبکہ ان دونوں صورتوں میں پھل طیار نہ ہوئے ہوں۔ [5] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: مرنے کی صورت میں اگرچہ معاملہ فسخ ہوجاتا ہے مگر دفعِ ضرر کے لیے عقد کو پھل طیار ہونے تک باقی رکھا جائے گا لہٰذا عامل کے مرنے کے بعد اس کے ورثہ اگر یہ چاہیں کہ پھل طیار ہونے تک ہم کام کریں گے تو اُن کو ایسا موقع دیا جائے گا اگرچہ مالکِ زمین ان کو دینے سے انکار کرتا ہو۔ اور اگر وُرثہ کام کرنا نہ چاہتے ہوں کہتے ہوں کہ کچے ہی پھل توڑ کر تقسیم کردیے جائیں تو اون کو کام کرنے پر مجبور نہیں کیا جائے گا بلکہ اس صورت میں مالک کو اختیار دیا جائے گا کہ یہ بھی اگر یہی چاہتا

---

1 ......اپنے حصوں کے مقدار۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب المعاملة،الباب الأول فی تفسیرھا...إلخ،ج٥،ص٢٧٧.

3 ......یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب المعاملة ،الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ،ج٥،ص ٢٧٨.

5 ......"الدرالمختار"،کتاب المساقاة،ج٩،ص٤٨٤،٤٨٦.

و"الفتاوی الھندیة"،کتاب المعاملة،الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ،ج٥،ص ٢٧٨.

ہوتو توڑ کر تقسیم کرلیں یا ورثۂ عامل کو اون کے حصہ کی قیمت دے دے یا خود اپنے صرفہ سے کام کرائے اور طیار ہونے کے بعد صرفہ[1] اون کے حصہ سے منہا[2] کر کے باقی پھل اون کو دے دے۔[3] (ہدایہ، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷: دو شخص باغ میں شریک ہیں ایک نے دوسرے کو بطور معاملہ دے دیا یہ معاملہ فاسد ہے جب کہ عامل کو نصف سے زیادہ دینا قرار پایا اوراس صورت میں دونوں نصف نصف تقسیم کرلیں اور اگر یہ شرط ٹھہری ہے کہ دونوں نصف نصف لیں گے تو معاملہ جائز ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۸: دو شخصوں کو معاملہ پر دیا اور یہ ٹھہرا کہ تینوں ایک ایک تہائی لیں گے یہ جائز ہے اور اگر یہ ٹھہرا کہ مالک ایک تہائی لے گا اور ایک عامل نصف لے گا اور دوسرا عامل چھٹا حصہ لے گا یہ بھی جائز ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۹: دو شخصوں کا باغ ہے اسے معاملہ پر دیا یوں کہ نصف عامل لے گا اور نصف میں وہ دونوں،[6] یہ جائز ہے اور اگر یہ شرط ہوئی کہ نصف ایک حصہ دار لے گا اور دوسرے نصف میں عامل اور دوسرا حصہ دار دونوں شریک ہوں گے یہ ناجائز ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۰: کاشتکار نے بغیر اجازت زمیندار پیڑ لگا دیا جب درخت بڑا ہو گیا تو زمیندار کہتا ہے میرا ہے اور کاشتکار کہتا ہے میرا ہے اگر زمیندار نے یہ اقرار کرلیا ہے کہ کاشتکار ہی نے لگایا ہے اور پودہ بھی اوسی کا تھا تو کاشتکار کو ملے گا مگر دیانۃً اوس کے لیے یہ درخت جائز نہیں کیوں کہ بغیر اجازت لگایا ہے اور اگر اجازت لے کر لگاتا اور مالک زمین شرکت کی بھی شرط نہ کرتا تو کاشتکار کے لیے دیانۃً بھی جائز ہوتا۔[8] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۱: گاؤں کے بچوں کو معلّم پڑھاتا ہے گاؤں کے لوگوں نے اس بات پر اتفاق کیا کہ میاں جی کے لیے کھیت بو دیا جائے تھوڑے تھوڑے بیج سب نے دیے اور میاں جی کے لیے کھیت بو دیا گیا تو جو کچھ پیداوار ہوئی وہ اون کی ملک ہے جنھوں نے بیج دیے ہیں معلّم کی ملک نہیں کیوں کہ بیج اونھوں نے معلم کو دیا نہیں تھا کہ معلم مالک ہو جاتا ہاں اب اگر پیداوار معلم

1 ......خرچہ۔ 2 ......کٹوتی۔

3 ......"الهداية"، كتاب المساقاة، ج٢، ص٣٤٥.

و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب المساقاة، مطلب:يشترط فى المناصبة...إلخ، ج٩، ص٤٨٤.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب المساقاة، مطلب:يشترط فى المناصبة...إلخ، ج٩، ص ٤٨٧.

5 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب المعاملة، الباب الثانى فى المتفرقات، ج٥، ص٢٧٨.

6 ......یعنی نصف میں وہ دونوں شریک ہوں گے۔

7 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب المعاملة، الباب الثانى فى المتفرقات، ج٥، ص٢٧٩.

8 ......المرجع السابق، ص٢٨١.

کودے دیں تو معلم مالک ہوجائے گا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۲: خربزہ یا تربز کی پالیز[2] مالک نے پھل توڑنے کے بعد چھوڑ دی اگر چھوڑنے کا یہ مقصد ہے کہ جس کا جی چاہے وہ باقی پھلوں کو لے جائے تو لوگوں کو اوس کے پھل لینا جائز ہے جیسا کہ عموماً آخر فصل میں ایسا کیا کرتے ہیں۔ اسی طرح کھیت کٹنے کے بعد جو کچھ بالیں یا دانے گرتے ہیں اگر مالک نے لوگوں کے لیے چھوڑ دیے تو لینا جائز ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: عامل پر لازم ہے کہ اپنے کو حرام سے بچائے مثلاً باغ کے درخت خشک ہوگئے تو اُن کا جلانا عامل کے لیے جائز نہیں۔ یوہیں سوکھی شاخیں توڑ کر ان سے کھانا پکانا جائز نہیں یوہیں چھپر تھُنیاں[4] اور اس کے بانس پھونس کو جلانا جائز نہیں۔ یوہیں مہمان یا ملاقاتی آجائے تو پھلوں سے اوس کی تواضع جائز نہیں ان سب میں مالک کی اجازت درکار ہے۔[5] (عالمگیری)

ذبح کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۫ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ؕ ﴾[6]

''تم پر حرام ہے مردار اور خون اور سوئر کا گوشت اور جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا اور جو گلا گھونٹنے سے مرجائے اور دب کر مرا ہو یعنی بے دھار کی چیز سے مارا ہوا اور جو گر کر مرا ہو اور جس کو کسی جانور نے سینگ مارا ہو اور جس کو درندہ نے کچھ کھالیا ہو مگر وہ جنھیں تم ذبح کرلو اور جو کسی تھان[7] پر ذبح کیا گیا ہو اور تیروں سے تقدیر کو معلوم کرنا یہ گناہ کا کام ہے۔''

---

1. ......''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب المعاملۃ، الباب الثانی فی المتفرقات، ج٥، ص٢٨٢.
2. ......خربوزہ یا تربوز کی فصل۔
3. ......''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب المعاملۃ، الباب الثانی فی المتفرقات، ج٥، ص٢٨٢، ٢٨٣.
4. ......وہ لکڑی جو چھپر کے نیچے سہارا دینے کے لیے لگاتے ہیں۔
5. ......''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب المعاملۃ، الباب الثانی فی المتفرقات، ج٥، ص٢٨٣.
6. ......پ٦، المائدہ:٣.
7. ......امام ابن جریر طبری نے ابن جریج اور مجاہد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہما سے نقل کیا ہے کہ نُصُب (تھان) وہ پتھر ہیں جو زمانہ جاہلیت میں کعبہ کے اردگرد مشرکین نے نصب کر رکھے تھے ان کی تعداد تین سو ساٹھ تھی، اہل عرب ان کے سامنے جانور ذبح کرتے اور بیت اللہ سے متصل بتوں پر ان کا خون چھڑکتے اور گوشت کاٹ کر ان بتوں پر چڑھاوا چڑھاتے تھے۔ (تفسیر طبری، پ٦، المائدہ تحت الآیۃ:٣، ج٤، ص٤١٤)
اور مفتی نعیم الدین مرادآبادی علیہ رحمۃ اللہ الھادی خزائن العرفان میں فرماتے ہیں: ''اہل جاہلیت نے کعبہ شریف کے گرد تین سو ساٹھ پتھر (بت) نصب کیے تھے جن کی وہ عبادت کرتے اور ان کے لیے ذبح کرتے تھے اور اس ذبح سے ان کی تعظیم و تقرب کی نیت کرتے تھے''۔
(خزائن العرفان، پ٦، المائدۃ تحت الآیۃ٣، حاشیۃ١٣)

اورفرماتا ہے:

﴿ اَلْیَوْمَ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّیِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۪ وَ طَعَامُكُمْ حِلٌّ لَّهُمْ ﴾[1]

''آج تمہارے لیے پاک چیزیں حلال ہوئیں اور کتابیوں کا کھانا (ذبیحہ) تمہارے لیے حلال ہے اور تمہارا کھانا اون کے لیے حلال ہے۔''

اورفرماتا ہے:

﴿ فَكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰیٰتِهٖ مُؤْمِنِیْنَ ۝۱۱۸ وَ مَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ قَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَیْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَیْهِ ؕ ﴾[2]

''کھاؤ اوس میں سے جس پر اللہ (عزوجل) کا نام لیا گیا اگر تم اوس کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو اور تمہیں کیا ہوا کہ اوس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ (عزوجل) کا نام لیا گیا۔ اور اوس نے تومفصل[3] بیان کر دیا جو کچھ تم پر حرام ہے مگر جب تم اوس کی طرف مجبور ہو۔''

اورفرماتا ہے:

﴿ وَ لَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ یُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَیْهِ وَ اِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ ﴾[4]

''اور اوس سے نہ کھاؤ جس پر اللہ (عزوجل) کا نام نہیں لیا گیا اور وہ بے شک حکم عدولی ہے۔''

حدیث ۱: صحیح مسلم میں ہے حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ کیا رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے آپ لوگوں کو کوئی خاص بات ایسی بتائی ہے جو عام لوگوں کو نہ بتائی ہو فرمایا کہ نہیں مگر صرف وہ باتیں جو میری تلوار کی میان[5] میں ہیں پھر میان میں سے ایک پرچہ نکالا جس میں یہ تھا اللہ کی لعنت اوس پر جو غیر خدا کے نام پر ذبح کرے اور اللہ کی لعنت اوس پر جو زمین کی مینڈھ[6] بدل دے (جیسا کہ بعض کاشتکار کرتے ہیں کہ کھیت کی مینڈھ جگہ سے ہٹا دیتے ہیں) اور اللہ کی لعنت اوس پر جو اپنے باپ پر لعنت کرے۔ اور اللہ کی لعنت اوس پر جو بدمذہب کو پناہ دے۔[7]

1 ......پ٦،المائدہ:٥.

2 ......پ٨،الأنعام:١١٨-١١٩.

3 ......یعنی تفصیل کے ساتھ۔

4 ......پ٨،الأنعام:١٢١.

5 ......نیام۔ 6 ......زمین کی حد بندی کا نشان۔

7 ......"صحیح مسلم"، کتاب الأضاحی، باب تحریم الذبح لغیراللّٰہ تعالٰی...إلخ، الحدیث:٤٥-(١٩٧٨)ص١٠٩٣.

حدیث۲: صحیح بخاری و مسلم میں رافع بن خدیج رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) ہمیں کل دشمن سے لڑنا ہے اور ہمارے پاس چھری نہیں ہے کیا ہم کھپچّی [1] سے ذبح کر سکتے ہیں فرمایا: ''جو چیز خون بہادے اور اللہ (عزوجل) کا نام لیا گیا ہو اوسے کھاؤ سوا دانت اور ناخن کے (جو جدانہ [2] ہوں) اور اسے میں بتاتا ہوں دانت تو ہڈی ہے اور ناخن حبشیوں کی چھری ہے۔ اور غنیمت میں ہم کو اونٹ اور بکریاں ملی تھیں اون میں سے ایک اونٹ بھاگ گیا ایک شخص نے اوسے تیر مار کر گرادیا حضور صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ان اونٹوں میں بعض اونٹ وحشی جانوروں کی طرح ہو جاتے ہیں جب تم کو اوس پر قابو نہ ملے تو اوس کے ساتھ یہی کرو۔'' [3]

حدیث۳: صحیح بخاری شریف میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ان کی بکریاں سلع (مدینہ منورہ میں ایک پہاڑی کا نام ہے) میں چرتی تھیں لونڈی (جو بکریاں چراتی تھی) اوس نے دیکھا کہ ایک بکری مرنا چاہتی ہے اوس نے پتھر توڑ کر اوس سے ذبح کر دی اونھوں نے نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے دریافت کیا حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے اوس کے کھانے کا حکم دے دیا۔ [4]

حدیث۴: ابوداود و نسائی نے عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) یہ فرمائیے کسی کو شکار ملے اور اوس کے پاس چھری نہ ہو تو کیا پتھر اور لاٹھی کی کھپچّی سے ذبح کر سکتا ہے فرمایا: ''جس چیز سے چاہو خون بہادو اور اللہ (عزوجل) کا نام ذکر کرو۔'' [5]

حدیث۵: ترمذی و ابوداود و نسائی ابو العشراء اور وہ اپنے والد سے راوی اونھوں نے عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کیا ذکاۃ (ذبح شرعی) حلق اور لبہ [6] ہی میں ہوتی ہے فرمایا: ''اگر تم اوس کی ران میں نیزہ بھونک دو تو بھی کافی ہے۔ ذبح کی یہ صورت مجبوری اور ضرورت کی حالت میں ہے'' جیسا کہ ابوداود و ترمذی نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔ [7]

---

1. ...... بانس کا چرا ہوا ٹکڑا۔
2. ...... بہار شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر ''جو جدا ہوں'' لکھا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کہ خود صدر الشریعہ علیہ الرحمۃ اسی باب کے مسئلہ (۱۲) میں جدا ناخن سے ذبح کرنے کی وضاحت فرماتے ہیں اسی وجہ سے ہم نے اس کی تصحیح کرتے ہوئے لفظ ''نہ'' بڑھا دیا ہے نیز '' عمدة القاری، ج۹، ص۲۶۹'' پر وضاحت ملاحظہ فرمائیں۔... عِلْمِیه
3. ......''صحیح البخاري''، کتاب الذبائح و الصید، باب التسمیة... إلخ، الحدیث۵۴۹۸، ج۳، ص۵۵۸ و باب ما ندَّ مِن البهائم... إلخ، الحدیث: ۵۵۰۹، ج۳، ص ۵۶۱.
4. ......''صحیح البخاري''، کتاب الوکالة، باب اذا أبصر الراعی... إلخ، الحدیث: ۲۳۰٤، ج۲، ص۷۹.
5. ......''سنن أبي داود''، کتاب الضحایا، باب فی الذبیحة بالمروة، الحدیث: ۲۸۲٤، ج۳، ص۱۳٦.
6. ...... سینے کا بالائی حصہ۔
7. ......''جامع الترمذي''، کتاب الأطعمة، باب ماجاء في الذکاة في الحلق و اللبّة، الحدیث: ۱٤۸٦، ج۳، ص۱۵٤.

حدیث ۶: ترمذی نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے مجثمہ کے کھانے سے منع فرمایا۔ مجثمہ وہ جانور ہے جس کو باندھ کر تیر مارا جائے اور وہ مر جائے۔[1]

حدیث ۷: ابوداود نے ابن عباس و ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے شریطۃ الشیطان سے ممانعت فرمائی یہ وہ ذبیحہ ہے جس کی کھال کاٹی جائے اور رگیں نہ کاٹی جائیں اور چھوڑ دیا جائے یہاں تک کہ مر جائے۔[2]

حدیث ۸: صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی کہ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) یہاں کچھ لوگ ابھی نئے مسلمان ہوئے ہیں اور وہ ہمارے پاس گوشت لاتے ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ اللہ (عزوجل) کا نام اونھوں نے ذکر کیا ہے یا نہیں، فرمایا کہ ''تم بِسْمِ اللہ کہو اور کھاؤ''[3] یعنی مسلم کی ذبیحہ میں اس قسم کے احتمالات نہ کیے جائیں۔

حدیث ۹: صحیح مسلم میں شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اللہ تبارک وتعالٰی نے ہر چیز میں خوبی کرنا لکھ دیا ہے لہٰذا قتل کرو تو اس میں بھی خوبی کا لحاظ رکھو (یعنی بے سبب اوس کو ایذا مت پہنچاؤ) اور ذبح کرو تو ذبح میں خوبی کرو اور[4] اپنی چھری کو تیز کرلے اور ذبیحہ کو تکلیف نہ پہنچائے۔''[5]

حدیث ۱۰: صحیح بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے چوپایہ یا اس کے سوا دوسرے جانور کو باندھ کر اوس کو تیر سے قتل کرنے کی ممانعت فرمائی۔[6]

حدیث ۱۱: صحیحین میں اونھیں سے مروی نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اوس پر لعنت کی جس نے ذی روح کو نشانہ بنایا۔[7]

حدیث ۱۲: صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس میں روح ہو اوس کو نشانہ نہ بناؤ۔''[8]

---

1 ......"جامع الترمذي"، كتاب الأطعمة، باب ماجاء في كراهية أكل المصبورة، الحديث: ۱٤۷۸، ج۳، ص۱۵۰.

2 ......"سنن أبي داود"، كتاب الضحايا، باب في المبالغة في الذبح، الحديث: ۲۸۲٦، ج۳، ص۱۳۷.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب التوحيد، باب السوال باسماء الله تعالٰى... إلخ، الحديث: ۷۳۹۸، ج٤، ص۵۳۹.

4 ......غالبًا یہاں عبارت ''تم میں کوئی'' متروک ہے۔... **علمیہ**

5 ......"صحيح مسلم"، كتاب الصيد... إلخ، باب الأمر بإحسان الذبح والقتل... إلخ، الحديث: ۵۷-(۱۹۵۵)، ص۱۰۸۰.

6 ......"صحيح البخاري"، كتاب الذبائح والصيد، باب ما يكره من المثلة... إلخ، الحديث: ۵۵۱٤، ج۳، ص۵٦۳.

7 ......"صحيح مسلم"، كتاب الصيد... إلخ، باب النهى عن صبر البهائم، الحديث: ۵۹-(۱۹۵۸)، ص۱۰۸۱.

8 ......المرجع السابق، الحديث: ۵۸-(۱۹۵۷)، ص۱۰۸۱.

مسئلہ ۱: گلے میں چند رگیں ہیں ان کے کاٹنے کو ذَبح کہتے ہیں اور اس جانور کو جس کی وہ رگیں کاٹی گئیں ذبیحہ اور ذِبح کہتے ہیں۔ یہاں ذال کو زیر ہے اور پہلی جگہ زبر ہے۔[1]

مسئلہ ۲: بعض جانور ذبح کیے جاسکتے ہیں بعض نہیں۔ جو شرعاً ذبح نہیں کیے جاسکتے ہیں ان میں یہ دو۲ مچھلی اور ٹڈی بغیر ذبح حلال ہیں اور جو ذبح کیے جاسکتے ہیں وہ بغیر ذکاۃ شرعی حلال نہیں۔[2] (درمختار) ذکاۃ شرعی کا یہ مطلب ہے کہ جانور کو اس طرح نحر یا ذبح کیا جائے کہ حلال ہو جائے۔

مسئلہ ۳: ذکاۃ شرعی دو قسم ہے۔ اختیاری۱ اور اضطراری۲۔ ذکاۃ اختیاری کی دو۲ قسمیں ہیں۔ ذبح۱ اور نحر۲۔ ذکاۃ اضطراری یہ ہے کہ جانور کے بدن میں کسی جگہ نیزہ وغیرہ بھونک کر خون نکال دیا جائے اس سے مخصوص صورتوں میں جانور حلال ہوتا ہے جو بیان کی جائیں گی۔ حلق کے آخری حصہ میں نیزہ وغیرہ بھونک کر رگیں کاٹ دینے کو نحر کہتے ہیں۔ ذبح کی جگہ حلق اور لبہ کے مابین ہے لبہ سینہ کے بالائی حصہ کو کہتے ہیں۔ اونٹ کو نحر کرنا اور گائے بکری وغیرہ کو ذبح کرنا سنت ہے اور اگر اس کا عکس کیا یعنی اونٹ کو ذبح کیا اور گائے وغیرہ کو نحر کیا تو جانور اس صورت میں بھی حلال ہو جائے گا مگر ایسا کرنا مکروہ ہے کہ سنت کے خلاف ہے۔[3] (عالمگیری، درمختار)

مسئلہ ۴: عوام میں یہ مشہور ہے کہ اونٹ کو تین جگہ ذبح کیا جاتا ہے غلط ہے اور یوں کرنا مکروہ ہے کہ بلا فائدہ ایذا دینا ہے۔

مسئلہ ۵: جو رگیں ذبح میں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں۔ حلقوم۱ یہ وہ ہے جس میں سانس آتی جاتی ہے، مری۲ اس سے کھانا پانی اوترتا ہے ان دونوں کے اغل بغل اور دو رگیں ہیں جن میں خون کی روانی ہے ان کو وَدجین۳،۴ کہتے ہیں۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۶: پورا حلقوم[5] ذبح کی جگہ ہے یعنی اوس کے اعلی، اوسط، اسفل جس جگہ میں ذبح کیا جائے جانور حلال ہوگا۔ آج کل چونکہ چمڑے کا نرخ زیادہ ہے اور یہ وزن یا ناپ سے فروخت ہوتا ہے اس لیے قصاب[6] اس کی کوشش کرتے ہیں کہ

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص ۴۹۰.

2 ......المرجع السابق .

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه...إلخ، ج۵، ص ۲۸۵.

و"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص ۴۹۱.

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص ۴۹۱۔۴۹۳.

5 ......گلا۔ 6 ......قصائی۔

کسی طرح چمڑے کی مقدار بڑھ جائے اوراس کے لیے یہ ترکیب کرتے ہیں کہ بہت اوپر سے ذبح کرتے ہیں اوراس صورت میں ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ یہ ذبح فوق العقدہ[1] ہوجائے اوراس میں علما کواختلاف ہے کہ جانور حلال ہوگا یا نہیں۔اس باب میں قولِ فیصل یہ ہے کہ ذبح فوق العقدہ میں اگرتین رگیں کٹ جائیں تو جانور حلال ہے ورنہ نہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار) علما کا یہ اختلاف اوررگوں کے کٹنے میں احتمال دیکھتے ہوئے احتیاط ضروری ہے کہ یہ معاملہ حلت وحرمت کا ہے[3] اورایسے مقام پراحتیاط لازم ہوتی ہے۔

مسئلہ۷: ذبح کی چاررگوں میں سے تین کا کٹ جانا کافی ہے یعنی اس صورت میں بھی جانور حلال ہوجائے گا کہ اکثر کے لیے وہی حکم ہے جوکل کے لیے ہے اوراگر چاروں میں سے ہرایک کا اکثر حصہ کٹ جائے گا جب بھی حلال ہوجائے گا اوراگرآدھی آدھی ہررگ کٹ گئی اورآدھی باقی ہے تو حلال نہیں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ۸: ذبح سے جانور حلال ہونے کے لیے چند شرطیں ہیں۔(۱) ذبح کرنے والا عاقل ہو۔مجنوں یا اتنا چھوٹا بچہ جو بے عقل ہو ان کا ذبیحہ جائز نہیں اوراگرچھوٹا بچہ ذبح کو سمجھتا ہواوراس پرقدرت رکھتا ہوتواس کا ذبیحہ حلال ہے،(۲) ذبح کرنے والا مسلم ہو یا کتابی۔مشرک اورمرتد کا ذبیحہ حرام ومردار ہے۔کتابی اگرغیرکتابی ہوگیا تواب اس کا ذبیحہ حرام ہے اورغیر کتابی، کتابی ہوگیا تواس کا ذبیحہ حلال ہے اورمعاذاللہ مسلمان اگرکتابی ہوگیا تواس کا ذبیحہ حرام ہے کہ یہ مرتد ہے۔لڑکا نابالغ ایسا ہے کہ اوس کے والدین میں ایک کتابی ہے اورایک غیرکتابی تواس کوکتابی قرار دیا جائے گا اوراس کا ذبیحہ حلال سمجھا جائے گا۔[5]

مسئلہ۹: کتابی کا ذبیحہ اوس وقت حلال سمجھا جائے گا جب مسلمان کے سامنے ذبح کیا ہواور یہ معلوم ہوکہ اللہ (عزوجل) کا نام لے کرذبح کیا اوراگرذبح کے وقت اوس نے حضرت مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کا نام لیا اورمسلمان کے علم میں یہ بات ہے تو جانورحرام ہے اوراگرمسلمان کے سامنے اوس نے ذبح نہیں کیا اورمعلوم نہیں کہ کیا پڑھ کرذبح کیا جب بھی حلال ہے۔(۳) اللہ عزوجل کے نام کے ساتھ ذبح کرنا۔ذبح کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام ذکرکرے جانور حلال ہوجائے گا یہی ضروری نہیں کہ لفظ اللہ (عزوجل) ہی زبان سے کہے۔[6]

---

1 ......گھنڈی (گلے کی ابھری ہوئی ہڈی) سے اوپر ذبح۔

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۹۱.

3 ......یعنی حلال وحرام کا معاملہ ہے۔

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه...إلخ، ج۵، ص۲۸۷.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۹۵۔۴۹۹.

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۹۶۔۵۰۰.

مسئلہ ۱۰: تنہا نام ہی ذکر کرے یا نام کے ساتھ صفت بھی ذکر کرے دونوں صورتوں میں جانور حلال ہوجاتا ہے مثلاً **اللہ اکبر، اللہ اعظم، اللہ اجل، اللہ الرحمن، اللہ الرحیم**، یاصرف **اللہ یا الرحمن یاالرحیم** کہے اسی طرح **سُبحَانَ اللّٰہ یا الحمد للہ یالآالٰہ الا اللہ** پڑھنے سے بھی حلال ہوجائے گا۔ اللہ عزوجل کا نام عربی کے سوا دوسری زبان میں لیا جب بھی حلال ہوجائے گا۔[1] (عالمگیری) (۴) خود ذبح کرنے والا اللہ عزوجل کا نام اپنی زبان سے کہے اگر یہ خود خاموش رہا دوسروں نے نام لیا اور اسے یاد بھی تھا بھولا نہ تھا تو جانور حرام ہے، (۵) نام الٰہی (عزوجل) لینے سے ذبح پر نام لینا مقصود ہو اور اگر کسی دوسرے مقصد کے لیے **بسم اللہ** پڑھی اور ساتھ لگے ذبح کردیا اور اس پر **بسم اللہ** پڑھنا مقصود نہیں ہے تو جانور حلال نہ ہوا مثلاً چھینک آئی اور اس پر **الحمد للہ** کہا اور جانور ذبح کردیا اس پر نام الٰہی (عزوجل) ذکر کرنا مقصود نہ تھا بلکہ چھینک پر مقصود تھا جانور حلال نہ ہوا (۶) ذبح کے وقت غیر خدا کا نام نہ لے (۷) جس جانور کو ذبح کیا جائے وہ وقت ذبح زندہ ہو اگرچہ اوس کی حیات کا تھوڑا ہی حصہ باقی رہ گیا ہو۔ ذبح کے بعد خون نکلنا یا جانور میں حرکت پیدا ہونا یوں ضروری ہے کہ اوس سے اوس کا زندہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔

مسئلہ ۱۱: بکری ذبح کی اور خون نکلا مگر اوس میں حرکت پیدا نہ ہوئی اگر وہ ایسا خون ہے جیسے زندہ جانور میں ہوتا ہے حلال ہے۔ بیمار بکری ذبح کی صرف اوس کے مونھ کو حرکت ہوئی اور اگر وہ حرکت یہ ہے کہ مونھ کھول دیا تو حرام ہے اور بند کرلیا تو حلال ہے اور آنکھیں کھول دیں تو حرام اور بند کرلیں تو حلال اور پاؤں پھیلا دیے تو حرام اور سمیٹ لیے تو حلال اور بال کھڑے نہ ہوئے تو حرام اور کھڑے ہوگئے تو حلال یعنی اگر صحیح طور پر اوس کے زندہ ہونے کا علم نہ ہو تو ان علامتوں سے کام لیا جائے اور اگر زندہ ہونا یقیناً معلوم ہے تو ان چیزوں کا خیال نہیں کیا جائے گا بہر حال جانور حلال سمجھا جائے گا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: ذبح ہر اوس چیز سے کرسکتے ہیں جو رگیں کاٹ دے اور خون بہا دے یہ ضرور نہیں کہ چھری ہی سے ذبح کریں بلکہ **کھپچی**[3] اور دھاردار پتھر سے بھی ذبح ہوسکتا ہے صرف ناخن اور دانت سے ذبح نہیں کرسکتے جب کہ یہ اپنی جگہ پر قائم ہوں اور اگر ناخن کاٹ کر جدا کرلیا ہو یا دانت علٰیحدہ ہوگیا ہو تو اس سے اگرچہ ذبح ہوجائے گا مگر پھر بھی اس کی ممانعت ہے کہ جانور کو اس سے اذیت ہوگی۔ اسی طرح کند چھری سے بھی ذبح کرنا مکروہ ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۳: مستحب یہ ہے کہ جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کریں اور لٹانے کے بعد چھری تیز کرنا مکروہ ہے۔

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الذبائح، الباب الاوّل فی رکنہ...إلخ، ج۵، ص۲۸۵.

2 ......المرجع السابق، ص۲۸۶.

3 ......بانس کا چرا ہوا ٹکڑا۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۹۴.

یوہیں جانور کو پاؤں پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مذبح کو[1] لے جانا بھی مکروہ ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۴: اس طرح ذبح کرنا کہ چھری حرام مغز تک پہنچ جائے یا سر کٹ کر جدا ہو جائے مکروہ ہے مگر وہ ذبیحہ کھایا جائے گا یعنی کراہت اوس فعل میں ہے نہ کہ ذبیحہ میں۔[3] (ہدایہ) عام لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ ذبح کرنے میں اگر سر جدا ہو جائے تو اس سر کا کھانا مکروہ ہے یہ کتب فقہ میں نظر سے نہیں گزرا بلکہ فقہا کا یہ ارشاد کہ ذبیحہ کھایا جائے گا اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ سر بھی کھایا جائے گا۔

مسئلہ ۱۵: ہر وہ فعل جس سے جانور کو بلا فائدہ تکلیف پہنچے مکروہ ہے مثلاً جانور میں ابھی حیات باقی ہو ٹھنڈا ہونے سے پہلے اوس کی کھال اوتارنا اوس کے اعضا کاٹنا یا ذبح سے پہلے اوس کے سر کو کھینچنا کہ رگیں ظاہر ہو جائیں یا گردن کو توڑنا یوہیں جانور کو گردن کی طرف سے ذبح کرنا مکروہ ہے بلکہ اس کی بعض صورتوں میں جانور حرام ہو جائے گا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۶: سنت یہ ہے کہ ذبح کرتے وقت جانور کا مونھ قبلہ کو کیا جائے اور ایسا نہ کرنا مکروہ ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: اگر جانور شکار ہو تو ضرور ہے کہ ذبح کرنے والا حلال ہو یعنی احرام نہ باندھے ہوئے ہو اور ذبح کرنا بیرونِ حرم[6] ہو لہٰذا مُحرِم[7] کا ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے اور حرم میں شکار کو ذبح کیا تو ذبح کرنے والا محرم ہو یا حلال دونوں صورتوں میں جانور حرام ہے اور اگر وہ جانور شکار نہ ہو بلکہ پلاؤ ہو[8] جیسے مرغی، بکری وغیرہ اس کو محرم بھی ذبح کر سکتا ہے اور حرم میں بھی ذبح کر سکتے ہیں۔ نصرانی نے حرم میں جنگلی جانور کو ذبح کیا تو جانور حرام ہے یعنی مسلم ذبح کرے یا کتابی دونوں صورتوں میں حرام ہے۔[9] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۱۸: جنگلی جانور اگر مانوس ہو جائے مثلاً ہرن وغیرہ پال لیتے ہیں اور وہ مانوس ہو جاتے ہیں ان کو اوسی طرح ذبح کیا جائے جیسے پلاؤ جانور ذبح کیے جاتے ہیں یعنی ذبح اختیاری ہونا ضرور ہے جس کا ذکر گزر چکا اور اگر گھریلو جانور وحشی کی طرح ہو جائے کہ قابو میں نہ آئے تو اس کا ذبح اضطراری ہے کہ جس طرح ممکن ہو ذبح کر سکتے ہیں۔ یوہیں اگر چوپایہ کوئیں میں

---

1 ......ذبح گاہ تک۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۹۴.

3 ......"الهداية"، کتاب الذبائح، ج۲، ص۳۵۰.

4 ......المرجع السابق.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۹۵.

6 ......حرم کے باہر۔ 7 ......یعنی حالتِ احرام میں ہونے والے فرد۔ 8 ......گھریلو ہو۔

9 ......"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۴۹۵، وغیرہ.

گر پڑا کہ اوسے با قاعدہ ذبح نہ کرسکتے ہوں تو جس طرح ممکن ہو ذبح کرسکتے ہیں۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۹: ذبح میں عورت کا وہی حکم ہے جو مرد کا ہے یعنی مسلمہ یا کتابیہ عورت کا ذبیحہ حلال ہے اور مشرکہ و مرتدہ کا ذبیحہ حرام ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۰: گونگے کا ذبیحہ حلال ہے اگر وہ مسلم یا کتابی ہو اسی طرح اقلف کا یعنی جس کا ختنہ نہ ہوا ہو اور ابرص یعنی سپید داغ[3] والے کا ذبیحہ بھی حلال ہے۔[4] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۲۱: جن اگر انسان کی شکل میں ہو تو اس کا ذبیحہ جائز ہے اور انسانی شکل میں نہ ہو تو اوس کا ذبیحہ جائز نہیں۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۲: مجوسی نے آتش کدہ[6] کے لیے یا مشرک نے اپنے معبودان باطل کے لیے مسلمان سے جانور ذبح کرایا اور اس نے اللہ (عزوجل) کا نام لے کر جانور ذبح کیا یہ جانور حرام نہ ہوا مگر مسلمان کو ایسا کرنا مکروہ ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: مسلمان نے جانور ذبح کردیا اس کے بعد مشرک نے اوس پر چھری پھیری تو جانور حرام نہ ہوا کہ ذبح تو پہلے ہی ہو چکا اور اگر مشرک نے ذبح کر ڈالا اس کے بعد مسلم نے چھری پھیری تو حرام ہی ہے اس کے چھری پھیرنے سے حلال نہ ہوگا۔[8] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۴: ذبح کرنے میں قصداً بسم اللہ نہ کہی جانور حرام ہے اور اگر بھول کر ایسا ہوا جیسا کہ بعض مرتبہ شکار کے ذبح میں جلدی ہوتی ہے اور جلدی میں بسم اللہ کہنا بھول جاتا ہے اس صورت میں جانور حلال ہے۔[9] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۵: ذبح کرتے وقت بسم اللہ کے ساتھ غیر خدا کا نام بھی لیا اس کی دو صورتیں ہیں اگر بغیر عطف ذکر کیا ہے

---

1. ......"الهداية"، كتاب الذبائح، ج۲، ص ۳۵۰.
2. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه...إلخ، ج۵، ص۲۸٦.
3. ......برص کی بیماری۔
4. ......"الدرالمختار"، كتاب الذبائح، ج۹، ص۴۹۷.
   و"الفتاوی الهندية"، كتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه...إلخ، ج۵، ص۲۸٦.
5. ......"ردالمحتار"، كتاب الذبائح، ج۹، ص۴۹۷.
6. ......آگ کے پجاریوں کا عبادت خانہ۔
7. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنه...إلخ، ج۵، ص۲۸٦.
8. ......المرجع السابق، ص۲۸۷.
9. ......"الهداية"، كتاب الذبائح، ج۲، ص۳۴۷.

مثلاً یوں کہا بسم اللہ محمد رسول اللہ یابسم اللہ اللّٰھم تقبل من فلان ایسا کرنا مکروہ ہے مگر جانور حرام نہیں ہوگا۔اور اگر عطف کے ساتھ دوسرے کا نام ذکر کیا مثلاً یوں کہا بسم اللہ و اسم فلان اس صورت میں جانور حرام ہے کہ یہ جانور غیر خدا کے نام پر ذبح ہوا۔تیسری صورت یہ ہے کہ ذبح سے پہلے مثلاً جانور کو لٹانے سے پہلے اس نے کسی کا نام لیا یا ذبح کرنے کے بعد نام لیا تو اس میں حرج نہیں جس طرح قربانی اور عقیقہ میں دعائیں پڑھی جاتی ہیں اور قربانی میں اون لوگوں کے نام لیے جاتے ہیں جن کی طرف سے قربانی ہے اور حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کے نام بھی لیے جاتے ہیں۔[1] (ہدایہ وغیرہا)۔یہاں سے معلوم ہوا کہ مَااُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِه جو حرام ہے اوس کا مطلب یہ ہے کہ ذبح کے وقت جب غیر خدا کا نام اس طرح لیا جائے گا اوس وقت حرام ہوگا اور وہابیہ یہ کہتے ہیں کہ آگے پیچھے جب کبھی غیر خدا کا نام لے دیا جائے حرام ہوجاتا ہے بلکہ یہ لوگ تو مطلقاً ہر چیز کو حرام کہتے ہیں جس پر غیر خدا کا نام لیا جائے اون کا یہ قول غلط اور باطل محض ہے اگر ایسا ہو تو سب ہی چیزیں حرام ہوجائیں گی۔کھانے پینے اور استعمال کی سب چیزوں پر لوگوں کے نام لے دیے جاتے ہیں اور ان سب کو حرام قرار دینا شریعت پر افترا اور مسلم کو زبردستی حرام کا مرتکب بنانا ہے معلوم ہوا کہ بعض مسلمان گائے،بکرا،مرغ جو اس لیے پالتے ہیں کہ ان کو ذبح کرکے کھانا پکوا کر کسی ولی اللہ کی روح کو ایصال ثواب کیا جائے گا یہ جائز ہے اور جانور بھی حلال ہے اس کو مَااُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ میں داخل کرنا جہالت ہے کیونکہ مسلمان کے متعلق یہ خیال کرنا کہ اوس نے تَقَرُّب اِلٰی غِیرِ اللہ کی نیت کی،ہٹ دھرمی اور سخت بدگمانی ہے مسلم ہرگز ایسا خیال نہیں رکھتا۔عقیقہ اور ولیمہ اور ختنہ وغیرہ کی تقریبوں میں جس طرح جانور ذبح کرتے ہیں اور بعض مرتبہ پہلے ہی سے متعین کر لیتے ہیں کہ فلاں موقع اور فلاں کام کے لیے ذبح کیا جائے گا جس طرح یہ حرام نہیں ہے وہ بھی حرام نہیں۔

مسئلہ ۲۶: بسم اللہ کی (ہ) کو ظاہر کرنا چاہیے اگر ظاہر نہ کی جیسا کہ بعض عوام اس کا تلفظ اس طرح کرتے ہیں کہ (ہ) ظاہر نہیں ہوتی اور مقصود اللہ کا نام ذکر کرنا ہے تو جانور حلال ہے اور اگر یہ مقصود نہ ہو اور (ہ) کا چھوڑنا ہی مقصود ہو تو حلال نہیں۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۷: مستحب یہ ہے کہ ذبح کے وقت بسم اللہ اللہ اکبر کہے یعنی بسم اللہ اور اللہ اکبر کے درمیان واؤ نہ لائے اور اگر بسم اللہ و اللہ اکبر واؤ کے ساتھ کہا تو جانور اس صورت میں بھی حلال ہوگا مگر بعض علماء اس طرح کہنے کو مکروہ بتاتے ہیں۔[3] (درمختار وغیرہ)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الذبائح، ج٢، ص٣٤٨، وغيرها.

2 ......"ردالمحتار"، كتاب الذبائح، ج٩، ص٥٠٣.

3 ......"الدرالمحتار"، كتاب الذبائح، ج٩، ص٥٠٣، وغيره.

مسئلہ ۲۸: بسم اللہ کسی دوسرے مقصد سے پڑھی اور جانور کو ذبح کر دیا تو جانور حلال نہیں اور اگر زبان سے بسم اللہ کہی اور دل میں یہ نیت حاضر نہیں کہ جانور ذبح کرنے کے لیے بسم اللہ کہتا ہوں تو جانور حلال ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۲۹: ذبح اختیاری میں شرط یہ ہے کہ ذبح کرنے والا ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھے یہاں مذبوح پر بسم اللہ پڑھی جاتی ہے یعنی جس جانور کو ذبح کرنے کے لیے بسم اللہ پڑھی اوسی کو ذبح کر سکتے ہیں دوسرا جانور اس تسمیہ سے حلال نہ ہوگا مثلاً بکری ذبح کرنے کے لیے لٹائی اور اس کے ذبح کرنے کو بسم اللہ پڑھی مگر اس کو ذبح نہیں کیا بلکہ اس کی جگہ دوسری بکری ذبح کر دی یہ حلال نہیں ہوئی یہ ضرور نہیں کہ جس چھری سے ذبح کرنا چاہتا تھا اور بسم اللّٰہ پڑھ لی تو اوسی سے ذبح کرے بلکہ دوسری چھری سے بھی ذبح کر سکتا ہے اور شکار کرنے میں آلہ پر بسم اللہ پڑھی جاتی ہے یعنی اوسی آلہ سے شکار کرنا ہوگا دوسرے سے کرے گا حلال نہ ہوگا مثلاً تیر چھوڑنا چاہتا ہے اور بسم اللہ پڑھی مگر اس کو رکھ دیا دوسرا تیر چلایا تو جانور حلال نہیں اور اگر جس جانور کو تیر سے مارنا چاہتا ہے اوس کو تیر نہیں لگا دوسرا جانور اس تیر سے مارا تو یہ حلال ہے۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۰: خود ذبح کرنے والے کو بسم اللہ کہنا ضرور ہے دوسرے کا کہنا اس کے کہنے کے قائم مقام نہیں یعنی دوسرے کے بسم اللہ پڑھنے سے جانور حلال نہ ہوگا جبکہ ذابح نے قصداً[3] ترک کیا ہو اور دو شخصوں نے ذبح کیا تو دونوں کا پڑھنا ضروری ہے ایک نے قصداً ترک کیا تو جانور حرام ہے۔[4] (ردالمحتار) معین ذابح سے یہی مراد ہے کہ ذبح کرنے میں اوس کا معین ہو یعنی دونوں نے مل کر ذبح کیا ہو دونوں نے چھری پھیری ہو مثلاً ذابح کمزور ہے کہ اوس کی تنہا قوت کام نہیں دے گی دوسرے نے بھی شرکت کی دونوں نے مل کر چھری چلائی۔ اگر دوسرا شخص جانور کو فقط پکڑے ہوئے ہے تو یہ معین ذابح نہیں اس کے پڑھنے نہ پڑھنے کو کچھ دخل نہیں۔ یہ اگر پڑھتا ہے تو اس کا مقصد یہ ہوسکتا ہے کہ ذابح کو بسم اللہ یاد آجائے اور پڑھ لے۔

مسئلہ ۳۱: بسم اللہ کہنے اور ذبح کرنے کے درمیان طویل فاصلہ نہ ہو اور مجلس بدلنے نہ پائے اگر مجلس بدل گئی اور عمل کثیر بیچ میں پایا گیا تو جانور حلال نہ ہوا۔ ایک لقمہ کھایا یا ذرا سا پانی پیا یا چھری تیز کر لی یہ عمل قلیل ہے جانور اس صورت میں حلال ہے۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص٥٠٤.

2 ...... "الهداية"، کتاب الذبائح، ج۲، ص٣٤٧.

3 ...... یعنی جان بوجھ کر۔

4 ...... "ردالمحتار"، کتاب الذبائح، ج۲، ص٥٠٤.

5 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص٥٠٤.

مسئلہ ۳۲: دو بکریوں کو نیچے اوپر لٹا کر دونوں کو ایک ساتھ **بسم اللہ** پڑھ کر ذبح کر دیا دونوں حلال ہیں اور اگر ایک کو ذبح کر کے فوراً دوسری کو ذبح کرنا چاہتا ہے تو اوس کو پھر **بسم اللہ** پڑھنی ہوگی پہلے جو پڑھ چکا ہے وہ دوسری کے لیے کافی نہیں۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳۳: بکری ذبح کے لیے لٹائی تھی **بسم اللہ** کہہ کر ذبح کرنا چاہتا تھا کہ وہ اوٹھ کر بھاگ گئی پھر اوسے پکڑ کے لایا اور لٹایا تو اب پھر **بسم اللہ** پڑھے پہلے کا پڑھنا ختم ہوگیا۔ یوہیں بکریوں کا گلہ[2] دیکھا اور **بسم اللہ** پڑھ کر اون میں سے ایک بکری پکڑ لایا اور ذبح کر دی اس وقت قصداً **بسم اللہ** ترک کر دی یہ خیال کر کے کہ پہلے پڑھ چکا ہے بکری حرام ہوگئی۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۴: پلاؤ جانور اگر بھاگ جائے اور پکڑنے میں نہ آئے تو اس کے لیے ذبح اضطراری ہے یعنی تیر یا نیزہ وغیرہ سے بہ نیت ذبح **بسم اللّٰہ** پڑھ کر ماریں اور اس کے لیے گردن میں ہی ذبح کرنا ضرور نہیں بلکہ جس جگہ بھی زخمی کر دیا جائے کافی ہے۔ یوہیں اگر جانور کوئیں میں گر گیا اوس کو نیزہ وغیرہ سے بہ نیت ذبح **بسم اللہ** کہہ کر ہلاک کر دیں ذبح ہوگیا۔ اسی طرح اگر جانور اس پر حملہ آور ہوا جیسا کہ بھینسے اور سانڈ اکثر حملہ کر دیتے ہیں ان کو بھی اوسی طرح ذبح کیا جا سکتا ہے اور اگر محض اپنے سے دفع کرنے کے لیے اوسے نیزہ مارا ذبح کرنا مقصود نہ تھا تو جانور حرام ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۵: آبادی میں اگر بکری بھاگ گئی تو اس کے لیے ذبح اضطراری نہیں ہے کہ بکری پکڑی جا سکتی ہے اور میدان میں بھاگ گئی تو ذبح اضطراری ہوسکتا ہے اور گائے، بیل، اونٹ اگر بھاگ جائیں تو آبادی اور جنگل دونوں کا ان کے لیے یکساں حکم ہے ہوسکتا ہے کہ آبادی میں بھی ان کے پکڑنے پر قدرت نہ ہو۔[5] (ہدایہ وغیرہا)

مسئلہ ۳۶: مرغی اوڑ کر درخت پر چلی گئی اگر وہاں تک نہیں پہنچ سکتا ہے اور **بسم اللہ** پڑھ کر اوسے تیر مار کر ہلاک کیا اگر اوس کے جاتے رہنے کا اندیشہ نہ تھا تو نہ کھائی جائے اور اندیشہ تھا تو کھا سکتے ہیں کہ اس صورت میں ذبح اضطراری ہوسکتا ہے۔ کبوتر اوڑ گیا اگر وہ مکان پر واپس آ سکتا ہے اور اوسے تیر سے مارا اگر تیر جائے ذبح پر لگا

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۰٤.

2 ...... بکریوں کا ریوڑ۔

3 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنہ... إلخ، ج۵، ص۲۸۹.

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۰۵.

5 ...... "الهداية"، کتاب الذبائح، ج۲، ص۳۵۰، وغيرها.

کھایا جاسکتا ہے ورنہ نہیں اگر وہ واپس نہیں آسکتا تو بہر صورت کھایا جاسکتا ہے۔[1] (خانیہ)

مسئلہ ۳۷: ہرن کو پال لیا وہ اتفاق سے جنگل میں چلا گیا کسی نے **بسم اللہ** کہہ کر اوسے تیر مارا اگر تیر ذبح کی جگہ پر لگا حلال ہے ورنہ نہیں ہاں اگر وحشی ہوگیا اور اب بغیر شکار کئے ہاتھ نہ آئے گا تو جہاں بھی لگے حلال ہے۔[2] (خانیہ)

مسئلہ ۳۸: گائے یا بکری ذبح کی اور اس کے پیٹ میں بچہ نکلا اگر وہ زندہ ہے ذبح کردیا جائے حلال ہوجائے گا اور مرا ہوا ہے تو حرام ہے اوس کی ماں کا ذبح کرنا اوس کے حلال ہونے کے لیے کافی نہیں۔[3] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۳۹: بلی نے مرغی کا سر کاٹ لیا اور وہ ابھی زندہ ہے پھڑک رہی ہے ذبح نہیں کی جاسکتی۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۰: جانور کو دن میں ذبح کرنا بہتر ہے اور مستحب یہ ہے کہ ذبح سے پہلے چھری تیز کرلے کند چھری یا ایسی چیزوں سے ذبح کرنے سے بچے جس سے جانور کو ایذا ہو۔[5] (عالمگیری)

حلال و حرام جانوروں کا بیان

حدیث ۱: ترمذی نے عرِباض بن ساریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ **رسول اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے خیبر کے دن کیلے والے درندہ سے اور پنجہ والے پرند سے اور گھریلو گدھے اور مجثمہ اور خلیسہ سے ممانعت فرمائی اور حاملہ عورت جب تک وضع حمل نہ کرلے اس کی وطی سے ممانعت فرمائی یعنی حاملہ لونڈی کا مالک ہوا یا زانیہ عورت حاملہ سے نکاح کیا تو جب تک وضع حمل نہ ہو اوس سے وطی نہ کرے۔ مجثمہ یہ ہے کہ پرند یا کسی جانور کو باندھ کر اوس پر تیر مارا جائے۔ خلیسہ یہ ہے کہ بھیڑیے یا کسی درندہ نے جانور پکڑا اوس سے کسی نے چھین لیا اور ذبح سے پہلے وہ مرگیا۔[6]

حدیث ۲: ابوداود و دارمی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ **رسول اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جنین (پیٹ کے بچہ) کا ذبح اوس کی ماں کے ذبح کی مثل ہے''۔[7]

---

1 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الصید والذبائح، ج٤، ص٣٣٨.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج٩، ص٥٠٧، وغیرہ.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الذبائح، الباب الاول فی رکنہ...إلخ، ج٥، ص٢٨٧.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"جامع الترمذي"، کتاب الأطعمة، باب ماجاء في کراھیة أکل المصبورة، الحدیث:١٤٧٩، ج٣، ص١٥٠.

7 ......"سنن أبي داود"، کتاب الضحایا، باب ما جاء في ذکاة الجنین، الحدیث:٢٨٢٨، ج٣، ص١٣٨.

حدیث ۳: احمد ونسائی ودارمی عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس نے چڑیا یا کسی جانور کو ناحق قتل کیا اوس سے اللہ تعالٰی قیامت کے دن سوال کرے گا عرض کیا گیا یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) اوس کا حق کیا ہے فرمایا کہ 'اوس کا حق یہ ہے کہ ذبح کرے اور کھائے یہ نہیں کہ سر کاٹے اور پھینک دے۔''[1]

حدیث ۴: ترمذی وابوداود ابوواقد لیثی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں جب نبی کریم صلَّی اللہ علیہ وسلَّم مدینہ میں تشریف لائے اس زمانہ میں یہاں کے لوگ زندہ اونٹ کا کوہان کاٹ لیتے اور زندہ دنبہ کی چکی کاٹ لیتے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''زندہ جانور کا جوٹکڑا کاٹ لیا جائے وہ مردار ہے کھایا نہ جائے''۔[2]

حدیث ۵: دارقطنی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''دریا کے جانور (مچھلی) کو خدا نے حلال کردیا ہے''۔[3]

حدیث ۶: صحیح بخاری ومسلم میں ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی انھوں نے حمار وحشی (گورخر) دیکھا اوس کا شکار کیا حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''کیا تمہارے پاس اوس کے گوشت میں کا کچھ ہے''؟ عرض کی ہاں اوس کی ران ہے اوس کو حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے قبول فرمایا اور کھایا۔[4]

حدیث ۷: صحیح بخاری ومسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہتے ہیں ہم نے مَرّ الظَّهْرَان[5] میں خرگوش بھگا کر پکڑا میں اوس کو ابوطلحہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس لایا انھوں نے ذبح کیا اور اوس کی پُٹھ اور رانیں حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں بھیجیں حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے قبول فرمائیں۔[6]

حدیث ۸: صحیحین میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو مرغی کا گوشت کھاتے دیکھا ہے۔[7]

---

1 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل،مسندعبداللّٰه بن عمرو،الحديث:٦٥٦٢،ج٢،ص٥٦٧.
و"سنن النسائي"،كتاب الصيد...إلخ،باب إباحة أكل العصافير،الحديث:٤٣٥٥،ص٧٠٧.

2 ......"جامع الترمذي"،كتاب الأطعمة،باب ما قطع من الحى...إلخ،الحديث:١٤٨٥،ج٣،ص١٥٣.

3 ......"سنن الدارقطني"،كتاب الأشربةوغيرها،باب الصيد...إلخ،الحديث:٤٦٦٦،ج٤،ص٣١٧.

4 ......"صحيح مسلم"،كتاب الحج،باب تحريم الصيدللمحرم،الحديث:٥٧-(١١٩٦)و٦٣-(١١٩٦)،ص٦١١،٦١٣.

5 ......مکۂ مکرمہ کے قریب ایک جگہ کا نام۔

6 ......"صحيح البخاري"،كتاب الذبائح...إلخ،باب ماجاء فى التصيد،الحديث:٥٤٨٩،ج٣،ص٥٥٤.

7 ......"صحيح البخاري"،كتاب الذبائح...إلخ،باب الدجاج،الحديث:٥٥١٧،ج٣،ص٥٦٣.

حدیث ۹: صحیحین میں عبداللہ بن ابی اَوفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہتے ہیں ہم رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے ساتھ سات غزوے میں تھے ہم حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی موجودگی میں ٹڈی کھاتے تھے۔[1]

حدیث ۱۰: صحیحین میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہتے ہیں میں جیش الخبط[2] میں گیا تھا اور امیر لشکر ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالٰی عنہ تھے ہمیں بہت سخت بھوک لگی تھی دریا نے مری ہوئی ایک مچھلی پھینکی کہ ویسی مچھلی ہم نے نہیں دیکھی اوس کا نام عنبر ہے ہم نے آدھے مہینے تک اوسے کھایا ابوعبیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اوس کی ایک ہڈی کھڑی کی بعض روایت میں ہے پسلی کی ہڈی تھی اوس کی کجی اتنی تھی کہ اوس کے نیچے سے اونٹ مع سوار گزر گیا جب ہم واپس آئے تو حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سے ذکر کیا فرمایا: ''کھاؤ اللہ (عزوجل) نے تمہارے لیے رزق بھیجا ہے اور تمہارے پاس ہو تو ہمیں بھی کھلاؤ'' ہم نے اوس میں سے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے پاس بھیجا حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے تناول فرمایا۔[3]

حدیث ۱۱ و ۱۲: صحیح بخاری و مسلم میں ام شریک رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے وزغ (چھپکلی اور گرگٹ) کے قتل کا حکم دیا اور فرمایا کہ ''ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کے لیے کافروں نے جو آگ جلائی تھی اوسے یہ پھونکتا تھا۔''[4] اور صحیح مسلم میں سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے جو روایت ہے اوس میں یہ بھی ہے کہ اس کا نام حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فُوَیْسِق رکھا[5] یعنی چھوٹا فاسق یا بڑا فاسق اس لفظ میں دونوں معنی کا احتمال ہے۔

---

1 ......"صحیح البخاري"، کتاب الذبائح... إلخ، باب أکل الجراد، الحدیث: ۵۴۹۵، ج۳، ص۵۵۷.

2 ......اس لشکر میں جب توشہ کی کمی ہوئی تو سب کے پاس جو کچھ تھا اکٹھا کر لیا گیا روزانہ فی کس ایک مٹھی کھجور ملتی جب اور کمی ہوئی تو روزانہ ایک کھجور ملتی جس کو صحابۂ کرام مونھ میں رکھ کر کچھ چوس کر نکال لیتے اور رکھ لیتے پھر اوپر سے پانی پی لیتے اسی ایک کھجور کو چوس چوس کر ایک دن رات گزارتے اور شدت گُرُسنگی (بھوک) سے درختوں کے پتے جھاڑ کر کھاتے جس سے اون کے مونھ چھل گئے اور زخمی ہو گئے اسی وجہ سے اس کا نام جیش الخبط ہے کہ خبط درختوں کے پتوں کو کہتے ہیں جو جھاڑ لیے جاتے ہیں اور پتوں کے کھانے کی وجہ سے اونٹ اور بکری کی مینگنی کی طرح اون کو اجابت ہوتی۔ خدا (تعالٰی) نے اپنا کرم کیا کہ ساحل پر ٹیلے برابر کی یہ عنبر مچھلی اون کو ملی جس کی آنکھوں کے حلقے سے مٹکے برابر چربی نکلی اوس کو پندرہ دن تک یا ایک ماہ تک جیسا کہ دوسری روایت میں ہے اون حضرات نے کھایا۔ اس واقعہ کو مختصر طور پر بیان کرنے کا یہ مقصد بھی ہے کہ مسلمان دیکھیں اور غور کریں کہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے اسلام کی تبلیغ واشاعت میں کیسی کیسی تکالیف برداشت کیں انھیں حضرات کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ اسلام اپنی کمال تابانی سے تمام عالم کو منور کر رہا ہے۔ ۱۲ منہ

3 ......"صحیح البخاري"، کتاب المغازی، باب غزوۃ سِیفِ البحر... إلخ، الحدیث: ۴۳۶۰ و ۴۳۶۲، ج۳، ص۱۲۷، ۱۲۸.

4 ......"صحیح البخاري"، کتاب أحادیث الأنبیاء، باب قول اللہ تعالٰی ﴿واتخذ اللہ ابراھیم خلیلاً﴾، الحدیث: ۳۳۵۹، ج۲، ص۴۲۳.

5 ......"صحیح مسلم"، کتاب السلام، باب إستحباب قتل الوزغ، الحدیث: ۱۴۴-(۲۲۳۸)، ص۱۲۳۰.

حدیث ۱۳: صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو چھپکلی یا گرگٹ کو پہلی ضرب میں مارے اوس کے لیے سَو نیکیاں اور دوسری میں اس سے کم اور تیسری میں اس سے بھی کم۔''[1]

حدیث ۱۴: ترمذی نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے جَلّالہ[2] اوراس کا دودھ کھانے سے منع فرمایا۔[3]

حدیث ۱۵: ابوداود نے عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع فرمایا۔[4]

حدیث ۱۶: ابوداود و ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) نے بلی کھانے سے اوراس کے ثمن کھانے سے منع فرمایا۔[5]

حدیث ۱۷: امام احمد و ابن ماجہ و دار قطنی ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ہمارے لیے دو مرے ہوئے جانور اور دو خون حلال ہیں۔ دو مردے مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں۔''[6]

حدیث ۱۸: ابوداود و ترمذی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''دریا نے جس مچھلی کو پھینک دیا ہو اور وہاں سے پانی جاتا رہا او سے کھاؤ اور جو پانی میں مر کر تیر جائے اوسے نہ کھاؤ۔''[7]

حدیث ۱۹: شرح السنہ میں زید بن خالد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے مرغ کو برا کہنے سے منع فرمایا کیونکہ وہ نماز کے لیے اذان کہتا ہے یا خبردار کرتا ہے[8] اور ابوداود کی روایت میں ہے کہ وہ نماز کے لیے جگاتا ہے۔[9]

تنبیہ: گوشت یا جو کچھ غذا کھائی جاتی ہے وہ جزو بدن ہو جاتی ہے اور اوس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں اور چونکہ بعض جانوروں میں مذموم صفات پائے جاتے ہیں اون جانوروں کے کھانے میں اندیشہ ہے کہ انسان بھی اون بری صفتوں کے

1 ......"صحیح مسلم"،کتاب السلام،باب إستحباب قتل الوزغ،الحدیث:۱۴۷۔(۲۲۴۰)،ص۱۲۳۰.

2 ......گندگی کھانے والا جانور۔

3 ......"جامع الترمذي"،کتاب الأطعمة،باب ما جاء في أکل لحوم الجلالة وألبانها،الحدیث:۱۸۳۱،ج۳،ص۳۲۴.

4 ......"سنن أبي داود"،کتاب الأطعمة،باب في أکل الضب،الحدیث:۳۷۹۶،ج۳،ص۴۹۶.

5 ......"جامع الترمذی"،کتاب البیوع،باب ماجاء في ثمن الکلب والسنّور،الحدیث:۱۲۸۴،ج۳،ص۴۱.

6 ......"سنن ابن ماجه"،کتاب الأطعمة،باب الکبد والطحال،الحدیث:۳۳۱۴،ج۴،ص۳۲.

7 ......"سنن أبي داود"،کتاب الأطعمة،باب في أکل الطافي من السمك،الحدیث:۳۸۱۵،ج۳،ص۵۰۲.

8 ......"شرح السنة"،کتاب الطب والرقی،باب الدیك،الحدیث:۳۱۶۳،ج۶،ص۲۸۸۔۲۸۹.

9 ......"سنن أبي داود"،کتاب الأدب،باب ماجاء فی الدیك والنهائم،الحدیث:۵۱۰۱،ج۴،ص۴۲۲.

ساتھ متصف ہو جائے لہٰذا انسان کو اون کے کھانے سے منع کیا گیا حلال وحرام جانوروں کی تفصیل دشوار ہے۔ یہاں چند کلیات بیان کیے جاتے ہیں جن کے ذریعہ سے جزئیات جانے جاسکتے ہیں۔

مسئلہ ۱: کیلے والا[1] جانور جو کیلے سے شکار کرتا ہو حرام ہے جیسے شیر، گیدڑ، لومڑی، بِجُّو، کتا وغیرہا کہ ان سب میں کیلے ہوتے ہیں اور شکار بھی کرتے ہیں۔ اونٹ کے کیلا ہوتا ہے مگر وہ شکار نہیں کرتا لہٰذا وہ اس حکم میں داخل نہیں۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۲: پنجہ والا پرند جو پنجہ سے شکار کرتا ہے حرام ہے جیسے شکرا، باز، بہری، چیل۔ حشرات الارض حرام ہیں جیسے چوہا، چھپکلی، گرگٹ، گھونس، سانپ، بچھو، بر[3]، مچھر، پسو، کھٹمل، مکھی، کلی، مینڈک وغیرہا۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳: گھریلو گدھا اور خچر حرام ہے اور جنگلی گدھا جسے گورخر کہتے ہیں حلال ہے گھوڑے کے متعلق روایتیں مختلف ہیں یہ آلۂ جہاد ہے اس کے کھانے میں تقلیل آلۂ جہاد ہوتی ہے لہٰذا نہ کھایا جائے۔[5] (درمختار وغیرہا)

مسئلہ ۴: کچھوا خشکی کا ہو یا پانی کا حرام ہے۔ غراب ابقع یعنی کوا جو مردار کھاتا ہے حرام ہے۔ اور مہوکا کہ یہ بھی کوے سے ملتا جلتا ایک جانور[6] ہوتا ہے حلال ہے۔[7] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵: پانی کے جانوروں میں صرف مچھلی حلال ہے۔ جو مچھلی پانی میں مر کر تیر گئی یعنی جو بغیر مارے اپنے آپ مر کر پانی کی سطح پر اولٹ گئی وہ حرام ہے مچھلی کو مارا اور وہ مر کر اولٹی تیرنے لگی یہ حرام نہیں۔[8] (درمختار) ٹِڈّی بھی حلال ہے۔ مچھلی اور ٹڈی یہ دونوں بغیر ذبح حلال ہیں جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ دو مردے حلال ہیں مچھلی اور ٹڈی۔

مسئلہ ۶: پانی کی گرمی یا سردی سے مچھلی مرگئی یا مچھلی کو ڈورے میں باندھ کر پانی میں ڈال دیا اور مرگئی یا جال میں پھنس کر مرگئی یا پانی میں کوئی ایسی چیز ڈال دی جس سے مچھلیاں مرگئیں اور یہ معلوم ہے کہ اوس چیز کے ڈالنے سے مریں یا گھڑے یا گڑھے میں مچھلی پکڑ کر ڈال دی اور اوس میں پانی تھوڑا تھا اس وجہ سے یا جگہ کی تنگی کی وجہ سے مرگئی ان سب

---

1. ......نوکیلے دانتوں والا۔
2. ......"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۰۷.
3. ......بھڑ۔
4. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۰۸.
5. ......"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۰۸، وغیرھا.
6. ......یعنی پرندہ۔
7. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۰۹.
8. ......"الدرالمختار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۱۱.

صورتوں میں وہ مری ہوئی مچھلی حلال ہے۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۷: جھینگے کے متعلق اختلاف ہے کہ یہ مچھلی ہے یا نہیں اسی بنا پر اس کی حلت وحرمت میں بھی اختلاف ہے بظاہر اوس کی صورت مچھلی کی سی نہیں معلوم ہوتی بلکہ ایک قسم کا کیڑا معلوم ہوتا ہے لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔

مسئلہ ۸: چھوٹی مچھلیاں بغیر شکم چاک کیے بھون لی گئیں ان کا کھانا حلال ہے۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۹: مچھلی کا پیٹ چاک کیا اوس میں موتی نکلا اگر یہ سیپ کے اندر ہے تو مچھلی والا اس کا مالک ہے۔ شکاری نے مچھلی بیچ ڈالی ہے تو وہ موتی مشتری کا ہے اور اگر موتی سیپ میں نہیں ہے تو مشتری شکاری کو دے دے اور یہ لقطہ ہے۔ اور مچھلی کے شکم میں انگوٹھی یا روپیہ یا اشرفی یا کوئی زیور ملا تو لقطہ ہے اگر یہ شخص خود محتاج وفقیر ہے تو اپنے صرف میں لاسکتا ہے[3] ورنہ تصدق کردے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰: بعض گائیں، بکریاں غلیظ کھانے لگتی ہیں ان کو جلّالہ کہتے ہیں اس کے بدن اور گوشت وغیرہ میں بدبو پیدا ہو جاتی ہے اس کو کئی دن تک باندھ رکھیں کہ نجاست نہ کھانے پائے جب بدبو جاتی رہے ذبح کرکے کھائیں اسی طرح جو مرغی غلیظ کھانے کی عادی ہو اوسے چند روز بند رکھیں جب اثر جاتا رہے ذبح کرکے کھائیں۔ جو مرغیاں چھوٹی پھرتی ہیں ان کو بند کرنا ضروری نہیں جبکہ غلیظ کھانے کی عادی نہ ہوں اور ان میں بدبو نہ ہو ہاں بہتر یہ ہے کہ ان کو بھی بند رکھ کر ذبح کریں۔[5] (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۱: بکرا جو خصی نہیں ہوتا وہ اکثر پیشاب پینے کا عادی ہوتا ہے اور اوس میں ایسی سخت بدبو پیدا ہو جاتی ہے کہ جس راستہ سے گزرتا ہے وہ راستہ کچھ دیر کے لیے بدبودار ہو جاتا ہے اس کا بھی حکم وہی ہے جو جلالہ کا ہے کہ اگر اس کے گوشت سے بدبو دفع ہوگئی تو کھاسکتے ہیں ورنہ مکروہ وممنوع۔

مسئلہ ۱۲: بکری کے بچہ کو کتیا کا دودھ پلاتا رہا اس کا بھی حکم جلالہ کا ہے کہ چند روز تک اوسے باندھ کر چارہ کھلائیں کہ وہ اثر جاتا رہے۔[6] (عالمگیری)

---

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۱۲.

2 ......"ردالمحتار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۱۵.

3 ......یعنی تشہیر کے بعد اپنے استعمال میں لاسکتا ہے۔

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۱۵.

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الذبائح، الباب الثانی فی بیان مایؤکل...إلخ، ج۵، ص۲۸۹، ۲۹۰.
و"ردالمحتار"، کتاب الذبائح، ج۹، ص۵۱۱.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الذبائح، الباب الثانی فی بیان مایؤکل...إلخ، ج۵، ص۲۹۰.

مسئلہ ۱۳: بکری سے کتے کی شکل کا بچہ پیدا ہوا اگر وہ بھونکتا ہے تو نہ کھایا جائے اور اگر اوس کی آواز بکری کی طرح ہے کھایا جاسکتا ہے اور اگر دونوں طرح آواز دیتا ہے تو اوس کے سامنے پانی رکھا جائے اگر زبان سے چاٹے کتا ہے اور مونھ سے پیے تو بکری ہے اور اگر دونوں طرح پانی پیے تو اوس کے سامنے گھاس اور گوشت دونوں چیزیں رکھیں گھاس کھائے تو بکری مگر اس کا سر کاٹ کر پھینک دیا جائے کھایا نہ جائے اور گوشت کھائے تو کتا ہے اور اگر دونوں چیزیں کھائے تو اوسے ذبح کر کے دیکھیں اوس کے پیٹ میں معدہ ہے تو کھاسکتے ہیں اور نہ ہو تو نہ کھائیں۔[1] (عالمگیری، درمختار)

مسئلہ ۱۴: جانور کو ذبح کیا وہ اٹھ کر بھاگا اور پانی میں گر کر مر گیا یا اونچی جگہ سے گر کر مر گیا اوس کے کھانے میں حرج نہیں کہ اوس کی موت ذبح ہی سے ہوئی پانی میں گرنے یا لڑھکنے کا اعتبار نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: زندہ جانور سے اگر کوئی ٹکڑا کاٹ کر جدا کرلیا گیا مثلاً دنبہ کی چکی کاٹ لی یا اونٹ کا کوہان کاٹ لیا یا کسی جانور کا پیٹ پھاڑ کر اوس کی کلیجی نکال لی یہ ٹکڑا حرام ہے۔ جدا کرنے کا یہ مطلب ہے کہ وہ گوشت سے جدا ہو گیا اگرچہ ابھی چمڑا لگا ہوا ہو اور اگر گوشت سے اس کا تعلق باقی ہے تو مردار نہیں یعنی اس کے بعد اگر جانور کو ذبح کرلیا تو یہ ٹکڑا بھی کھایا جاسکتا ہے۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۶: جانور کو ذبح کرلیا ہے مگر ابھی اوس میں حیاۃ باقی ہے اوس کا کوئی ٹکڑا کاٹ لیا یہ حرام نہیں کہ ذبح کے بعد اوس جانور کا زندوں میں شمار نہیں اگرچہ جب تک جانور ذبح کے بعد ٹھنڈا نہ ہو جائے اوس کا کوئی عضو کاٹنا مکروہ ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: شکار پر تیر چلایا اوس کا کوئی ٹکڑا کٹ کر جدا ہو گیا اگر وہ ایسا عضو ہے کہ بغیر اوس کے جانور زندہ رہ سکتا ہے تو اوس کا کھانا حرام ہے اور اگر بغیر اوس کے زندہ نہیں رہ سکتا مثلاً سر جدا ہو گیا تو سر بھی کھایا جائے گا اور وہ جانور بھی۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۸: زندہ مچھلی میں سے ایک ٹکڑا کاٹ لیا یہ حلال ہے اور اس کاٹنے سے اگر مچھلی پانی میں مرگئی تو وہ بھی حلال ہے۔[6] (ہدایہ)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الذبائح، الباب الثالث فی المتفرقات، ج٥، ص٢٩٠.
و"الدرالمختار"، كتاب الذبائح، ج٩، ص٥١٨.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الذبائح، الباب الثالث فی المتفرقات، ج٥، ص٢٩٠.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الذبائح، ج٩، ص٥١٦-٥١٧.

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الذبائح، ج٩، ص٥١٧.

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الذبائح، الباب الثالث فی المتفرقات، ج٥، ص٢٩١.

6 ......"الهداية"، كتاب الذبائح، فصل فيما يحل أكله...إلخ، ج٢، ص٣٥٤.

مسئلہ ۱۹: کسی نے دوسرے سے اپنے جانور کے متعلق کہا اسے ذبح کردو اوس نے اوس وقت ذبح نہیں کیا مالک نے وہ جانور کسی کے ہاتھ بیچ ڈالا اب اوس نے ذبح کر دیا اس کو تاوان دینا ہوگا اور جس نے اس سے ذبح کرنے کو کہا تھا تاوان کی رقم اوس سے واپس نہیں لے سکتا ذبح کرنے والے کو بیع کا علم ہو یا نہ ہو دونوں صورتوں کا ایک ہی حکم ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۰: جن جانوروں کا گوشت نہیں کھایا جاتا ذبح شرعی سے اون کا گوشت اور چربی اور چمڑا پاک ہو جاتا ہے مگر خنزیر کہ اس کا ہر جز نجس ہے اور آدمی اگرچہ طاہر ہے اس کا استعمال ناجائز ہے۔[2] (درمختار) ان جانوروں کی چربی وغیرہ کو اگر کھانے کے سوا خارجی طور پر استعمال کرنا چاہیں تو ذبح کرلیں کہ اس صورت میں اوس کے استعمال سے بدن یا کپڑا نجس نہیں ہوگا اور نجاست کے استعمال کی قباحت سے بھی بچنا ہوگا۔

اضحیہ یعنی قربانی کا بیان

مخصوص جانور کو مخصوص دن میں بہ نیت تقرب ذبح کرنا قربانی ہے اور کبھی اوس جانور کو بھی اضحیہ اور قربانی کہتے ہیں جو ذبح کیا جاتا ہے۔قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے جو اس امت کے لیے باقی رکھی گئی اور نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کو قربانی کرنے کا حکم دیا گیا، ارشاد فرمایا:

﴿ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ﴾[3]

''تم اپنے رب کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔''

اس کے متعلق پہلے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں پھر فقہی مسائل بیان ہوں گے۔

حدیث ۱: ابوداود، ترمذی وابن ماجہ ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی کہ حضور اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''یوم النحر (دسویں ذی الحجہ) میں ابن آدم کا کوئی عمل خدا کے نزدیک خون بہانے (قربانی کرنے) سے زیادہ پیارا نہیں اور وہ جانور قیامت کے دن اپنے سینگ اور بال اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون زمین پر گرنے سے قبل خدا کے نزدیک مقام قبول میں پہنچ جاتا ہے لہٰذا اس کو خوش دلی سے کرو۔''[4]

حدیث ۲: طبرانی حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الذبائح،الباب الثالث فی المتفرقات، ج٥، ص ٢٩١.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الذبائح، ج٩، ص ٥١٣.

3 ......پ ٣٠، الكوثر: ٢.

4 ......"جامع الترمذي"، كتاب الأضاحی، باب ماجاء في فضل الأضحية، الحديث: ١٤٩٨، ج٣، ص ١٦٢.

فرمایا: ''جس نے خوشیِ دل سے طالبِ ثواب ہوکر قربانی کی وہ آتشِ جہنم سے حجاب (روک) ہوجائے گی۔''(1)

حدیث ۳: طبرانی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ارشاد فرمایا: ''جو روپیہ عید کے دن قربانی میں خرچ کیا گیا اس سے زیادہ کوئی روپیہ پیارا نہیں۔''(2)

حدیث ۴: ابن ماجہ ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ حضورِ اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس میں وسعت ہو اور قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔''(3)

حدیث ۵: ابن ماجہ نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ صحابہ (رضی اللہ تعالٰی عنہم) نے عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) یہ قربانیاں کیا ہیں فرمایا کہ ''تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے'' لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) ہمارے لیے اس میں کیا ثواب ہے فرمایا: ''ہر بال کے مقابل نیکی ہے عرض کی اُون کا کیا حکم ہے فرمایا: ''اُون کے ہر بال کے بدلے میں نیکی ہے۔''(4)

حدیث ۶: صحیح بخاری میں براء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''سب سے پہلے جو کام آج ہم کریں گے وہ یہ ہے کہ نماز پڑھیں پھر اوس کے بعد قربانی کریں گے جس نے ایسا کیا اوس نے ہماری سنت (طریقہ) کو پالیا اور جس نے پہلے ذبح کرلیا وہ گوشت ہے جو اوس نے پہلے سے اپنے گھر والوں کے لیے طیار کرلیا قربانی سے اوسے کچھ تعلق نہیں۔'' ابو بردہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کھڑے ہوئے اور یہ پہلے ہی ذبح کر چکے تھے (اس خیال سے کہ پروس کے لوگ غریب تھے انھوں نے چاہا کہ اون کو گوشت مل جائے) اور عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) میرے پاس بکری کا چھ ماہہ ایک بچہ ہے فرمایا: ''تم اوسے ذبح کرلو اور تمہارے سوا کسی کے لیے چھ ماہہ بچہ کفایت نہیں کرے گا۔''(5)

حدیث ۷: امام احمد وغیرہ براء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ حضورِ اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''آج کے دن جو کام ہم کو پہلے کرنا ہے وہ نماز ہے اوس کے بعد قربانی کرنا ہے جس نے ایسا کیا وہ ہماری سنت کو پہنچا اور جس نے پہلے ذبح کرڈالا وہ گوشت ہے جو اوس نے اپنے گھر والوں کے لیے پہلے ہی سے کرلیا۔ نسک یعنی قربانی سے اوس کو کچھ تعلق نہیں۔''(6)

1 ......"المعجم الکبیر"،الحدیث:٢٧٣٦،ج٣،ص٨٤.

2 ......"المعجم الکبیر"،الحدیث:١٠٨٩٤،ج١١،ص١٤۔١٥.

3 ......"سنن ابن ماجة"،کتاب الأضاحی،باب الأضاحی واجبة ھی أم لا،الحدیث:٣١٢٣،ج٣،ص٥٢٩.

4 ......المرجع السابق،باب ثواب الأضحیة،الحدیث:٣١٢٧،ص٥٣١.

5 ......"صحیح البخاري"،کتاب الأضاحی،باب سنة الأضحیة،الحدیث:٥٥٤٥،ج٣،ص٥٧١.

6 ......"المسند"،للإمام أحمد بن حنبل،مسند الکوفیین،حدیث البراء بن عازب،الحدیث:١٨٧١٥،ج٦،ص٤٤٤،وغیرہ.

حدیث ۸: امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے حکم فرمایا کہ ''سینگ والا مینڈھا لایا جائے جو سیاہی میں چلتا ہو اور سیاہی میں بیٹھتا ہو اور سیاہی میں نظر کرتا ہو یعنی اوس کے پاؤں سیاہ ہوں اور پیٹ سیاہ ہو اور آنکھیں سیاہ ہوں وہ قربانی کے لیے حاضر کیا گیا حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا: ''عائشہ چھری لاؤ پھر فرمایا اسے پتھر پر تیز کرلو پھر حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے چھری لی اور مینڈھے کو لٹایا اور اوسے ذبح کیا پھر فرمایا:

''بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُّحَمَّدٍ. وَاٰلِ مُحَمَّدٍ. وَمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ.''[1]

الٰہی تو اس کو محمد صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی طرف سے اور اون کی آل اور امت کی طرف سے قبول فرما۔

حدیث ۹: امام احمد و ابو داود و ابن ماجہ و دارمی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ''نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے ذبح کے دن دو مینڈھے سینگ والے چت کبرے خصی کیے ہوئے ذبح کیے جب اون کا مونھ قبلہ کو کیا یہ پڑھا:

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلٰی مِلَّةِ اِبْرَاهِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَ نُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَهٗ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ مِنْکَ وَلَکَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّاُمَّتِهٖ بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَرُ.[2]

اس کو پڑھ کر ذبح فرمایا''[3] اور ایک روایت میں ہے کہ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے یہ فرمایا کہ ''الٰہی یہ میری طرف سے ہے اور میری امت میں اوس کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔''[4]

حدیث ۱۰: امام بخاری و مسلم نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ ''رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے دو مینڈھے چت کبرے سینگ والوں کی قربانی کی اونھیں اپنے دست مبارک سے ذبح کیا اور بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَر کہا، کہتے ہیں میں نے حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) کو دیکھا کہ اپنا پاؤں ان کے پہلوؤں پر رکھا اور بِسْمِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ اَکْبَر کہا۔''[5]

حدیث ۱۱: ترمذی میں حنش سے مروی وہ کہتے ہیں میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دیکھا کہ دو مینڈھے کی قربانی

---

1 ......''صحیح مسلم''، کتاب الأضاحی، باب إستحباب إستحسان الضحیة... إلخ، الحدیث: ۱۹۔(۱۹۶۷) ص ۱۰۸۷.

2 ......میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے ملت ابراہیمی پر ایک اسی کا ہو کر، اور میں مشرکوں میں نہیں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ (عزوجل) کے لئے ہے جو رب (ہے) سارے جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہوا ہے اور میں مسلمانوں میں ہوں، الٰہی یہ تیری توفیق سے ہے اور تیرے لیے ہی ہے محمد (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) اور آپ کی امت کی طرف سے، بسم اللہ واللہ اکبر۔

3 ......''سنن أبي داود''، کتاب الضحایا، باب ما یستحب من الضحایا، الحدیث: ۲۷۹۵، ج۳، ص ۱۲۶.

4 ......''سنن أبي داود''، کتاب الضحایا، باب في الشاة یضحی بها عن جماعة، الحدیث: ۲۸۱۰، ج۳، ص ۱۳۱.

5 ......''صحیح مسلم''، کتاب الأضاحی، باب إستحباب إستحسان الضحیة... إلخ، الحدیث: ۱۷(۱۹۶۶)، ۱۸(۱۹۶۶) ص ۱۰۸۶.

کرتے ہیں میں نے کہا یہ کیا اونھوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے مجھے وصیت فرمائی کہ میں حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی طرف سے قربانی کروں لہٰذا میں حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔[1]

حدیث ۱۲: ابوداود ونسائی عبد اللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مجھے یوم اضحیٰ کا حکم دیا گیا اس دن کو خدا نے اس امت کے لیے عید بنایا ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) یہ بتایے اگر میرے پاس منیحہ[2] کے سوا کوئی جانور نہ ہو تو کیا اوسی کی قربانی کر دوں فرمایا: ''نہیں۔ ہاں تم اپنے بال اور ناخن ترشواؤ اور مونچھیں ترشواؤ اور موئے زیرناف کو مونڈو اسی میں تمہاری قربانی خدا کے نزدیک پوری ہو جائے گی''[3] یعنی جس کو قربانی کی توفیق نہ ہو اوسے ان چیزوں کے کرنے سے قربانی کا ثواب حاصل ہو جائے گا۔

حدیث ۱۳: مسلم وترمذی ونسائی وابن ماجہ ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھ لیا اور اوس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہے تو جب تک قربانی نہ کرلے بال اور ناخنوں سے نہ لے یعنی نہ ترشوائے۔[4]

حدیث ۱۴: طبرانی عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: '' قربانی میں گائے سات کی طرف سے اور اونٹ سات کی طرف سے ہے۔''[5]

حدیث ۱۵: ابوداود ونسائی وابن ماجہ مجاشع بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''بھیڑ کا جذع (چھ مہینے کا بچہ) سال بھر والی بکری کے قائم مقام ہے۔''[6]

حدیث ۱۶: امام احمد نے روایت کی کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''افضل قربانی وہ ہے جو باعتبار قیمت اعلیٰ ہو اور خوب فربہ ہو۔[7]

حدیث ۱۷: طبرانی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے رات میں قربانی کرنے سے منع فرمایا۔[8]

---

1 ...."جامع الترمذي"، كتاب الأضاحي، باب ماجاء في الأضحية... إلخ، الحديث: ١٥٠٠، ج٣، ص١٦٣.

2 ....منیحہ اوس جانور کو کہتے ہیں جو دوسرے نے اسے اس لیے دیا ہے کہ یہ کچھ دنوں اوس کے دودھ وغیرہ سے فائدہ اٹھائے پھر مالک کو واپس کردے۔ ۱۲ منہ۔

3 ...."سنن أبي داود"، كتاب الضحايا، باب ماجاء في إيجاب الأضاحي، الحديث: ٢٧٨٩، ج٣، ص١٢٣.

4 ...."جامع الترمذي"، كتاب الأضاحي، باب ترك أخذ الشعر لمن أراد أن يضحّي، الحديث: ١٥٢٨، ج٣، ص١٧٧.

5 ...."المعجم الكبير"، الحديث: ١٠٠٢٦، ج١٠، ص٨٣.

6 ...."سنن أبي داود"، كتاب الضحايا، باب ما يجوز من السن في الضحايا، الحديث: ٢٧٩٩، ج٣، ص١٢٧.

7 ...."المسند"، للإمام أحمد بن حنبل، حديث جد أبي الأشد، الحديث: ١٥٤٩٤، ج٥، ص٢٧٩.

8 ...."المعجم الكبير"، الحديث: ١١٤٥٨، ج١١، ص١٥٢.

حدیث ۱۸: امام احمد وغیرہ حضرت علی سے راوی کہ حضورِ اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''چار قسم کے جانور قربانی کے لیے درست نہیں۔ کانا[۱] جس کا کانا پن ظاہر ہے اور بیمار[۲] جس کی بیماری ظاہر ہو اور لنگڑا[۳] جس کا لنگ ظاہر ہے اور ایسا لاغر[۴] جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو۔''(1) اسی کی مثل امام مالک و احمد و ترمذی و ابو داود و نسائی و ابن ماجہ و دارمی براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی۔

حدیث ۱۹: امام احمد و ابن ماجہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے کان کٹے ہوئے اور سینگ ٹوٹے ہوئے کی قربانی سے منع فرمایا۔(2)

حدیث ۲۰: ترمذی و ابو داود و نسائی و دارمی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''ہم جانوروں کے کان اور آنکھیں غور سے دیکھ لیں اور اوس کی قربانی نہ کریں جس کے کان کا اگلا حصہ کٹا ہو اور نہ اوس کی جس کے کان کا پچھلا حصہ کٹا ہو نہ اوس کی جس کا کان پھٹا ہو یا کان میں سوراخ ہو۔''(3)

حدیث ۲۱: امام بخاری ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم عیدگاہ میں نحر و ذبح فرماتے تھے۔(4)

مسائل فقهيه

قربانی کئی قسم کی ہے۔ غنی[۱] اور فقیر دونوں پر واجب، فقیر[۲] پر واجب ہو غنی پر واجب نہ ہو، غنی[۳] پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو۔ دونوں پر واجب ہو اوس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کی منت مانی یہ کہا کہ اللہ (عزوجل) کے لیے مجھ پر بکری یا گائے کی قربانی کرنا ہے یا اس بکری یا اس گائے کو قربانی کرنا ہے۔ فقیر پر واجب ہو غنی پر نہ ہو اس کی صورت یہ ہے کہ فقیر نے قربانی کے لیے جانور خریدا اس پر اس جانور کی قربانی واجب ہے اور غنی اگر خریدتا تو اس خریدنے سے قربانی اوس پر واجب نہ ہوتی۔ غنی پر واجب ہو فقیر پر واجب نہ ہو اس کی صورت یہ ہے کہ قربانی کا وجوب نہ خریدنے سے ہو نہ منت ماننے سے بلکہ خدا نے جو اسے زندہ رکھا ہے اس کے شکریہ میں اور حضرت ابراہیم علیہ الصلاۃ والسلام کی سنت کے اِحیا میں(5) جو قربانی واجب ہے وہ صرف غنی پر ہے۔(6) (عالمگیری)

---

1. ''المسند''، للإمام أحمد بن حنبل، مسند الكوفيين، حديث البراء بن عازب، الحديث: ١٨٥٣٥، ج٦، ص٤٠٧، وغيره.
2. ''سنن ابن ماجة''، كتاب الأضاحي، باب ما يكره أن يضحى به، الحديث: ٣١٤٥، ج٣، ص٥٤٠.
3. ''جامع الترمذي''، كتاب الأضاحي، باب مايكره من الأضاحي، الحديث: ١٥٠٣، ج٣، ص١٦٥.
4. ''صحيح البخاري''، كتاب الأضاحي، باب الأضحى والنحر بالمصلّى، الحديث: ٥٥٥٢، ج٣، ص٥٧٣.
5. یعنی سنت ابراہیمی کو قائم رکھنے کے لیے۔
6. ''الفتاوى الهندية''، كتاب الأضحية، الباب الاوّل فى تفسيرها...إلخ، ج٥، ص٢٩١، ٢٩٢.

مسئلہ۱: مسافر پر قربانی واجب نہیں اگر مسافر نے قربانی کی یہ تطوّع (نفل) ہے اور فقیر نے اگر نہ منت مانی ہو نہ قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہو اوس کا قربانی کرنا بھی تطوّع ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ۲: بکری کا مالک تھا اور اوس کی قربانی کی نیت کر لی یا خریدنے کے وقت قربانی کی نیت نہ تھی بعد میں نیت کر لی تو اس نیت سے قربانی واجب نہیں ہوگی۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۳: قربانی واجب ہونے کے شرائط یہ ہیں۔ اسلام یعنی غیر مسلم پر قربانی واجب نہیں، اقامت یعنی مقیم ہونا، مسافر پر واجب نہیں، تونگری یعنی مالک نصاب ہونا یہاں مالداری سے مراد وہی ہے جس سے صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے وہ مراد نہیں جس سے زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، حریت یعنی آزاد ہونا جو آزاد نہ ہو اوس پر قربانی واجب نہیں کہ غلام کے پاس مال ہی نہیں لہٰذا عبادت مالیہ اوس پر واجب نہیں۔ مرد ہونا اس کے لیے شرط نہیں۔ عورتوں پر واجب ہوتی ہے جس طرح مردوں پر واجب ہوتی ہے اس کے لیے بلوغ شرط ہے یا نہیں اس میں اختلاف ہے اور نابالغ پر واجب ہے تو آیا خود اوس کے مال سے قربانی کی جائے گی یا اوس کا باپ اپنے مال سے قربانی کرے گا۔ ظاہر الروایۃ یہ ہے کہ نہ خود نابالغ پر واجب ہے اور نہ اوس کی طرف سے اوس کے باپ پر واجب ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔[3] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ۴: مسافر پر اگرچہ واجب نہیں مگر نفل کے طور پر کرے تو کر سکتا ہے ثواب پائے گا۔ حج کرنے والے جو مسافر ہوں اون پر قربانی واجب نہیں اور مقیم ہوں تو واجب ہے جیسے کہ مکہ کے رہنے والے حج کریں تو چونکہ یہ مسافر نہیں ان پر واجب ہوگی۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۵: شرائط کا پورے وقت میں پایا جانا ضروری نہیں بلکہ قربانی کے لیے جو وقت مقرر ہے اوس کے کسی حصہ میں شرائط کا پایا جانا وجوب کے لیے کافی ہے مثلاً ایک شخص ابتدائے وقت قربانی میں کافر تھا پھر مسلمان ہوگیا اور ابھی قربانی کا وقت باقی ہے اوس پر قربانی واجب ہے جبکہ دوسرے شرائط بھی پائے جائیں اسی طرح اگر غلام تھا اور آزاد ہوگیا اوس کے لیے بھی یہی حکم ہے۔ یوہیں اول وقت میں مسافر تھا اور اثنائے وقت میں مقیم ہوگیا اس پر بھی قربانی واجب ہوگئی یا فقیر تھا اور وقت کے اندر مالدار ہوگیا اس پر بھی قربانی واجب ہے۔[5] (عالمگیری)

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الاوّل فی تفسيرها...إلخ، ج٥، ص٢٩١.
2. ......المرجع السابق، ص٢٩١.
3. ......"الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٢٤، وغيره.
4. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٢٤.
5. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الاوّل فی تفسيرها...إلخ، ج٥، ص٢٩٣.

مسئلہ ٦: قربانی واجب ہونے کا سبب وقت ہے جب وہ وقت آیا اورشرائط وجوب پائے گئے قربانی واجب ہوگئی اور اس کا رکن اون مخصوص جانوروں میں کسی کو قربانی کی نیت سے ذبح کرنا ہے۔قربانی کی نیت سے دوسرے جانور مثلاً مرغ کو ذبح کرنا ناجائز ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ٧: جو شخص دوسو درہم یا بیس دینار کا مالک ہو یا حاجت کے سوا کسی ایسی چیز کا مالک ہو جس کی قیمت دوسو درہم ہو وہ غنی ہے اوس پر قربانی واجب ہے۔حاجت سے مراد رہنے کا مکان اور خانہ داری کے سامان جن کی حاجت ہو اور سواری کا جانور اور خادم اور پہننے کے کپڑے ان کے سوا جو چیزیں ہوں وہ حاجت سے زائد ہیں۔[2] (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ ٨: اوس شخص پر دَین ہے اور اوس کے اموال سے دَین کی مقدار مُجرا کی جائے[3] تو نصاب نہیں باقی رہتی اوس پر قربانی واجب نہیں اور اگر اس کا مال یہاں موجود نہیں ہے اور ایامِ قربانی[4] گزرنے کے بعد وہ مال اوسے وصول ہوگا تو قربانی واجب نہیں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ٩: ایک شخص کے پاس دوسو درہم تھے سال پورا ہوا اور ان میں سے پانچ درہم زکوۃ میں دیے ایک سو پچانوے باقی رہے اب قربانی کا دن آیا تو قربانی واجب ہے اور اگر اپنے ضروریات میں پانچ درہم خرچ کرتا تو قربانی واجب نہ ہوتی۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ١٠: مالکِ نصاب نے قربانی کے لیے بکری خریدی تھی وہ گم ہوگئی اور اس شخص کا مال نصاب سے کم ہوگیا اب قربانی کا دن آیا تو اس پر یہ ضرور نہیں کہ دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اور اگر وہ بکری قربانی ہی کے دنوں میں مل گئی اور یہ شخص اب بھی مالک نصاب نہیں ہے تو اوس پر اس بکری کی قربانی واجب نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ١١: عورت کا مَہر شوہر کے ذمہ باقی ہے اور شوہر مالدار ہے تو اس مَہر کی وجہ سے عورت کو مالک نصاب نہیں مانا جائے گا اگرچہ مَہر معجّل ہو اور اگر عورت کے پاس اس کے سوا بقدر نصاب مال نہیں ہے تو عورت پر قربانی واجب نہیں ہوگی۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الأضحیة، ج٩، ص ٥٢٠.

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الأضحیة، الباب الاوّل فی تفسیرها...إلخ، ج٥، ص ٢٩٢، وغیره.

3 ......کٹوتی کی جائے۔ 4 ......ایامِ قربانی یعنی دس، گیارہ، بارہ (١٠،١١،١٢) ذوالحجہ۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الأضحیة، الباب الاوّل فی تفسیرها...إلخ، ج٥، ص ٢٩٢.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۲: کسی کے پاس دو سو درہم کی قیمت کا مصحف شریف (قرآن مجید) ہے اگر وہ اوسے دیکھ کر اچھی طرح تلاوت کرسکتا ہے تو اوس پر قربانی واجب نہیں چاہے اوس میں تلاوت کرتا ہو یا نہ کرتا ہو اور اگر اچھی طرح اوسے دیکھ کر تلاوت نہ کرسکتا ہو تو واجب ہے۔ کتابوں کا بھی یہی حکم ہے کہ اوس کے کام کی ہیں تو قربانی واجب نہیں ورنہ ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: ایک مکان جاڑے کے لیے[2] اور ایک گرمی کے لیے یہ حاجت میں داخل ہے ان کے علاوہ اس کے پاس تیسرا مکان ہو جو حاجت سے زائد ہے اگر یہ دو سو درہم کا ہے تو قربانی واجب ہے اسی طرح گرمی جاڑے کے بچھونے حاجت میں داخل ہیں اور تیسرا بچھونا جو حاجت سے زائد ہے اوس کا اعتبار ہوگا۔ غازی کے لیے دو گھوڑے حاجت میں ہیں تیسرا حاجت سے زائد ہے۔ اسلحہ غازی کی حاجت میں داخل ہیں ہاں اگر ہر قسم کے دو ہتھیار ہوں تو دوسرے کو حاجت سے زائد قرار دیا جائے گا۔ گاؤں کے زمیندار کے پاس ایک گھوڑا حاجت میں داخل ہے اور دو ہوں تو دوسرے کو زائد مانا جائے گا۔ گھر میں پہننے کے کپڑے اور کام کاج کے وقت پہننے کے کپڑے اور جمعہ وعید اور دوسرے موقعوں پر پہن کر جانے کے کپڑے یہ سب حاجت میں داخل ہیں اور ان تین کے سوا چوتھا جوڑا اگر دو سو درہم کا ہے تو قربانی واجب ہے۔[3] (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۴: بالغ لڑکوں یا بی بی کی طرف سے قربانی کرنا چاہتا ہے تو اون سے اجازت حاصل کرے بغیر اون کے کہے اگر کردی تو اون کی طرف سے واجب ادا نہ ہوا اور نابالغ کی طرف سے اگرچہ واجب نہیں ہے مگر کر دینا بہتر ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: قربانی کا حکم یہ ہے کہ اس کے ذمہ جو قربانی واجب ہے کر لینے سے بری الذمہ ہوگیا اور اچھی نیت سے کی ہے ریا وغیرہ کی مداخلت نہیں تو اللہ (عزوجل) کے فضل سے امید ہے کہ آخرت میں اس کا ثواب ملے۔[5] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۱۶: یہ ضرور نہیں کہ دسویں ہی کو قربانی کر ڈالے اس کے لیے گنجائش ہے کہ پورے وقت میں جب چاہے کرے لہٰذا اگر ابتدائے وقت میں اس کا اہل نہ تھا وجوب کے شرائط نہیں پائے جاتے تھے اور آخر وقت میں اہل ہوگیا یعنی وجوب کے شرائط پائے گئے تو اوس پر واجب ہوگئی اور اگر ابتدائے وقت میں واجب تھی اور ابھی کی نہیں اور آخر وقت میں شرائط جاتے رہے تو واجب نہ رہی۔[6] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الاوّل فی تفسيرها...إلخ، ج٥، ص٢٩٢، ٢٩٣.

2 ......سردی یعنی موسم سرما کے لیے۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الاوّل فی تفسيرها...إلخ، ج٥، ص٢٩٣.
و"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٢٠.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الاوّل فی تفسيرها...إلخ، ج٥، ص٢٩٣.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٢١، وغيره.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الاوّل فی تفسيرها...إلخ، ج٥، ص٢٩٣.

مسئلہ ۱۷: ایک شخص فقیر تھا مگر اوس نے قربانی کر ڈالی اس کے بعد ابھی وقت قربانی کا باقی تھا کہ غنی ہوگیا تو اوس کو پھر قربانی کرنی چاہیے کہ پہلے جو کی تھی وہ واجب نہ تھی اور اب واجب ہے بعض علماء نے فرمایا کہ وہ پہلی قربانی کافی ہے اور اگر باوجود مالک نصاب ہونے کے اوس نے قربانی نہ کی اور وقت ختم ہونے کے بعد فقیر ہوگیا تو اوس پر بکری کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے یعنی وقت گزرنے کے بعد قربانی ساقط نہیں ہوگی۔ اور اگر مالک نصاب بغیر قربانی کیے ہوئے انھیں دنوں میں مرگیا تو اوس کی قربانی ساقط ہوگئی۔ (1) (عالمگیری، درمختار)

مسئلہ ۱۸: قربانی کے وقت میں قربانی کرنا ہی لازم ہے کوئی دوسری چیز اس کے قائم مقام نہیں ہوسکتی مثلاً بجائے قربانی اوس نے بکری یا اس کی قیمت صدقہ کردی یہ نا کافی ہے اس میں نیابت ہوسکتی ہے یعنی خود کرنا ضرور نہیں بلکہ دوسرے کو اجازت دے دی اوس نے کردی یہ ہوسکتا ہے۔ (2) (عالمگیری)

مسئلہ ۱۹: جب قربانی کے شرائط مذکورہ پائے جائیں تو بکری کا ذبح کرنا یا اونٹ یا گائے کا ساتواں حصہ واجب ہے۔ ساتویں حصہ سے کم نہیں ہوسکتا بلکہ اونٹ یا گائے کے شرکا میں اگر کسی شریک کا ساتویں حصہ سے کم ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی یعنی جس کا ساتواں حصہ یا اس سے زیادہ ہے اوس کی بھی قربانی نہیں ہوئی۔ گائے یا اونٹ میں ساتویں حصہ سے زیادہ کی قربانی ہوسکتی ہے۔ مثلاً گائے کو چھ یا پانچ یا چار شخصوں کی طرف سے قربانی کریں ہوسکتا ہے اور یہ ضرور نہیں کہ سب شرکا کے حصے برابر ہوں بلکہ کم وبیش بھی ہوسکتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ جس کا حصہ کم ہے تو ساتویں حصہ سے کم نہ ہو۔ (3) (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۰: سات شخصوں نے پانچ گایوں کی قربانی کی یہ جائز ہے کہ ہر گائے میں ہر شخص کا ساتواں حصہ ہوا اور آٹھ شخصوں نے پانچ یا چھ گایوں میں بحصۂ مساوی شرکت کی یہ ناجائز ہے کہ ہر گائے میں ہر ایک کا ساتویں حصہ سے کم ہے۔ سات بکریوں کی سات شخصوں نے شریک ہو کر قربانی کی یعنی ہر ایک کا ہر بکری میں ساتواں حصہ ہے استحساناً قربانی ہوجائے گی یعنی ہر ایک کی ایک ایک بکری پوری قرار دی جائے گی۔ یوہیں دو شخصوں نے دو بکریوں میں شرکت کر کے قربانی کی تو بطور استحسان ہر ایک کی قربانی ہوجائے گی۔ (4)

مسئلہ ۲۱: شرکت میں گائے کی قربانی ہوئی تو ضرور ہے کہ گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے اندازہ سے تقسیم نہ ہو

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الاوّل فی تفسيرها...إلخ، ج٥، ص٢٩٣.
و"الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٢٥.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الاوّل فی تفسيرها...إلخ، ج٥، ص٢٩٣، ٢٩٤.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٢١۔٥٢٥.

4 ......"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٢٥.

کیونکہ ہوسکتا ہے کہ کسی کو زائد یا کم ملے اور یہ ناجائز ہے یہاں یہ خیال نہ کیا جائے کہ کم وبیش ہوگا تو ہر ایک اس کو دوسرے کے لیے جائز کردے گا کہہ دے گا کہ اگر کسی کو زائد پہنچ گیا ہے تو معاف کیا کہ یہاں عدم جواز حق شرع ہے اور ان کو اس کے معاف کرنے کا حق نہیں۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۲۲: قربانی کا وقت دسویں ذی الحجہ کے طلوع صبح صادق سے بارہویں کے غروب آفتاب تک ہے یعنی تین دن، دو راتیں اور ان دنوں کو ایام نحر کہتے ہیں اور گیارہ سے تیرہ تک تین دنوں کو ایام تشریق کہتے ہیں لہٰذا بیچ کے دو دن ایام نحر و ایام تشریق دونوں ہیں اور پہلا دن یعنی دسویں ذی الحجہ صرف یوم النحر ہے اور پچھلا دن یعنی تیرہویں ذی الحجہ صرف یوم التشریق ہے۔[2] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ۲۳: دسویں کے بعد کی دونوں راتیں ایام نحر میں داخل ہیں ان میں بھی قربانی ہوسکتی ہے مگر رات میں ذبح کرنا مکروہ ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۲۴: پہلا دن یعنی دسویں تاریخ سب میں افضل ہے پھر گیارہویں اور پچھلا دن یعنی بارہویں سب میں کم درجہ ہے اور اگر تاریخوں میں شک ہو یعنی تیس کا چاند مانا گیا ہے اور انتیس کے ہونے کا بھی شبہہ ہے مثلاً گمان تھا کہ انتیس کا چاند ہوگا مگر ابر وغیرہ کی وجہ سے نہ دکھایا شہادتیں گزریں مگر کسی وجہ سے قبول نہ ہوئیں ایسی حالت میں دسویں کے متعلق یہ شبہہ ہے کہ شاید آج گیارہویں ہو تو بہتر یہ ہے کہ قربانی کو بارہویں تک مؤخر نہ کرے یعنی بارہویں سے پہلے کر ڈالے کیونکہ بارہویں کے متعلق تیرہویں تاریخ ہونے کا شبہہ ہوگا تو یہ شبہہ ہوگا کہ وقت سے بعد میں ہوئی اور اس صورت میں اگر بارہویں کو قربانی کی جس کے متعلق تیرہویں ہونے کا شبہہ ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت صدقہ کر ڈالے بلکہ ذبح کی ہوئی بکری اور زندہ بکری میں قیمت کا تفاوت ہو کہ زندہ کی قیمت کچھ زائد ہو تو اس زیادتی کو بھی صدقہ کردے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ۲۵: ایام نحر میں قربانی کرنا اوتنی قیمت کے صدقہ کرنے سے افضل ہے کیونکہ قربانی واجب ہے یا سنت اور صدقہ کرنا تطوّع محض ہے[5] لہٰذا قربانی افضل ہوئی۔[6] (عالمگیری) اور وجوب کی صورت میں بغیر قربانی کیے عہدہ برآ نہیں ہوسکتا۔[7]

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الأضحية،ج۹،ص۵۲۷.

2 ......"الدرالمختار"،کتاب الأضحية،ج۹،ص۵۲۰و۵۲۷۔۵۲۹،وغیرہ.

3 ......"الفتاوی الهندية"،کتاب الأضحية،الباب الثالث في وقت الأضحية،ج۵،ص۲۹۵.

4 ......المرجع السابق.

5 ......یعنی نفلی عبادت ہے۔

6 ......"الفتاوی الهندية"،کتاب الأضحية،الباب الثالث في وقت الأضحية،ج۵،ص۲۹۵.

7 ......یعنی واجب ادا نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ ۲۶: شہر میں قربانی کی جائے تو شرط یہ ہے کہ نماز ہوچکے لہٰذا نماز عید سے پہلے شہر میں قربانی نہیں ہوسکتی اور دیہات میں چونکہ نماز عید نہیں ہے یہاں طلوع فجر کے بعد سے ہی قربانی ہوسکتی ہے اور دیہات میں بہتر یہ ہے کہ بعد طلوع آفتاب قربانی کی جائے اور شہر میں بہتر یہ ہے کہ عید کا خطبہ ہوچکنے کے بعد قربانی کی جائے۔[1] (عالمگیری) یعنی نماز ہوچکی ہے اور ابھی خطبہ نہیں ہوا ہے اس صورت میں قربانی ہوجائے گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے۔

مسئلہ ۲۷: یہ جو شہر و دیہات کا فرق بتایا گیا یہ مقام قربانی کے لحاظ سے ہے قربانی کرنے والے کے اعتبار سے نہیں یعنی دیہات میں قربانی ہو تو وہ وقت ہے اگرچہ قربانی کرنے والا شہر میں ہو اور شہر میں ہو تو نماز کے بعد ہو اگرچہ جس کی طرف سے قربانی ہے وہ دیہات میں ہو لہٰذا شہری آدمی اگر یہ چاہتا ہے کہ صبح ہی نماز سے پہلے قربانی ہوجائے تو جانور دیہات میں بھیج دے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۲۸: اگر شہر میں متعدد جگہ عید کی نماز ہوتی ہو تو پہلی جگہ نماز ہوچکنے کے بعد قربانی جائز ہے یعنی یہ ضرور نہیں کہ عیدگاہ میں نماز ہوجائے جب ہی قربانی کی جائے بلکہ کسی مسجد میں ہوگئی اور عیدگاہ میں نہ ہوئی جب بھی ہوسکتی ہے۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۹: دسویں کو اگر عید کی نماز نہیں ہوئی تو قربانی کے لیے یہ ضرور ہے کہ وقت نماز جاتا رہے یعنی زوال کا وقت آجائے اب قربانی ہوسکتی ہے اور دوسرے یا تیسرے دن نماز عید سے قبل ہوسکتی ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۳۰: منیٰ میں چونکہ عید کی نماز نہیں ہوتی لہٰذا وہاں جو قربانی کرنا چاہے طلوع فجر کے بعد سے کرسکتا ہے اوس کے لیے وہی حکم ہے جو دیہات کا ہے کسی شہر میں اگر فتنہ کی وجہ سے نماز عید نہ ہو تو وہاں دسویں کی طلوع فجر کے بعد قربانی ہوسکتی ہے۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۱: امام ابھی نماز ہی میں ہے اور کسی نے جانور ذبح کرلیا اگرچہ امام قعدہ میں ہو اور بقدر تشہد بیٹھ چکا ہو مگر ابھی سلام نہ پھیرا ہو تو قربانی نہیں ہوئی اور اگر امام نے ایک طرف سلام پھیرلیا ہے دوسری طرف باقی تھا کہ اس نے ذبح کردیا قربانی

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الثالث فی وقت الأضحية، ج٥، ص٢٩٥.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٢٩.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٢٧، ٥٢٨.

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٣٠.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٢٨، ٥٣٠.

ہوگئی اور بہتر یہ ہے کہ خطبہ سے جب امام فارغ ہو جائے اوس وقت قربانی کی جائے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲: امام نے نماز پڑھ لی اس کے بعد قربانی ہوئی پھر معلوم ہوا کہ امام نے بغیر وضو نماز پڑھا دی تو نماز کا اعادہ کیا جائے قربانی کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۳۳: یہ گمان تھا کہ آج عرفہ کا دن[3] ہے اور کسی نے زوال آفتاب کے بعد قربانی کرلی پھر معلوم ہوا کہ عرفہ کا دن نہ تھا بلکہ دسویں تاریخ تھی تو قربانی جائز ہوگئی۔ یوہیں اگر دسویں کو نماز عید سے پہلے قربانی کر لی پھر معلوم ہوا کہ وہ دسویں نہ تھی بلکہ گیارہویں تھی تو اس کی بھی قربانی جائز ہوگئی۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۴: نویں کے متعلق کچھ لوگوں نے گواہی دی کہ دسویں ہے اس بنا پر اوسی روز نماز پڑھ کر قربانی کی پھر معلوم ہوا کہ گواہی غلط تھی وہ نویں تاریخ تھی تو نماز بھی ہوگئی اور قربانی بھی۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۳۵: ایامِ نحر گزر گئے اور جس پر قربانی واجب تھی اوس نے نہیں کی ہے تو قربانی فوت ہوگئی اب نہیں ہوسکتی پھر اگر اوس نے قربانی کا جانور معین کر رکھا ہے مثلاً معین جانور کے قربانی کی منت مان لی ہے وہ شخص غنی ہو یا فقیر بہر صورت اوسی معین جانور کو زندہ صدقہ کرے اور اگر ذبح کرڈالا تو سارا گوشت صدقہ کرے اوس میں سے کچھ نہ کھائے اور اگر کچھ کھالیا ہے تو جتنا کھایا ہے اوس کی قیمت صدقہ کرے اور اگر ذبح کیے ہوئے جانور کی قیمت زندہ جانور سے کچھ کم ہے تو جتنی کمی ہے اوسے بھی صدقہ کرے اور فقیر نے قربانی کی نیت سے جانور خریدا ہے اور قربانی کے دن نکل گئے چونکہ اس پر بھی اسی معین جانور کی قربانی واجب ہے لہٰذا اس جانور کو زندہ صدقہ کردے اور اگر ذبح کرڈالا تو وہی حکم ہے جو منت میں مذکور ہوا۔ یہ حکم اوسی صورت میں ہے کہ قربانی ہی کے لیے خریدا ہو اور اگر اوس کے پاس پہلے سے کوئی جانور تھا اور اوس نے اوس کے قربانی کرنے کی نیت کرلی یا خریدنے کے بعد قربانی کی نیت کی تو اوس پر قربانی واجب نہ ہوئی۔ اور غنی نے قربانی کے لیے جانور خرید لیا ہے تو وہی جانور صدقہ کردے اور ذبح کرڈالا تو وہی حکم ہے جو مذکور ہوا اور خریدا نہ ہو تو بکری کی قیمت صدقہ کرے۔[6] (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری)

---

[1] ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية،الباب الثالث فی وقت الأضحية، ج٥، ص٢٩٥.

[2] ......"الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٢٩.

[3] ......یعنی نویں ذی الحجہ کا دن۔

[4] ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية،الباب الثالث فی وقت الأضحية، ج٥، ص٢٩٥.

[5] ......"الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٣٠.

[6] ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٣١.

و"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية،الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان و الزمان، ج٥، ص٢٩٦.

مسئلہ ۳۶: قربانی کے دن گزر گئے اوراوس نے قربانی نہیں کی اور جانور یااوس کی قیمت کوصدقہ بھی نہیں کیا یہاں تک کہ دوسری بقرعید آ گئی اب یہ چاہتا ہے کہ سال گزشتہ کی قربانی کی قضااس سال کرلے یہ نہیں ہوسکتا بلکہ اب بھی وہی حکم ہے کہ جانور یااوس کی قیمت صدقہ کرے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۷: جس جانور کی قربانی واجب تھی ایامِ نحر گزرنے کے بعد اوسے بیچ ڈالا تو ثمن کا صدقہ کرنا واجب ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸: کسی شخص نے یہ وصیت کی کہ اوس کی طرف سے قربانی کردی جائے اور یہ نہیں بتایا کہ گائے یا بکری کس جانور کی قربانی کی جائے اور نہ قیمت بیان کی کہ اتنے کا جانور خرید کر قربانی کی جائے یہ وصیت جائز ہے اور بکری قربان کردینے سے وصیت پوری ہوگئی اور اگر کسی کو وکیل کیا کہ میری طرف سے قربانی کردینا اور گائے یا بکری کا تعین نہ کیا اور قیمت بھی بیان نہیں کی تو یہ توکیل صحیح نہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۹: قربانی کی منت مانی اور یہ معین نہیں کیا کہ گائے کی قربانی کرے گا یا بکری کی تو منت صحیح ہے بکری کی قربانی کردینا کافی ہے اور اگر بکری کی قربانی کی منت مانی تو اونٹ یا گائے قربانی کردینے سے بھی منت پوری ہوجائے گی منت کی قربانی میں سے کچھ نہ کھائے بلکہ سارا گوشت وغیرہ صدقہ کردے اور کچھ کھالیا تو جتنا کھایا اوس کی قیمت صدقہ کرے۔[4] (عالمگیری)

قربانی کے جانور کا بیان

مسئلہ ۱: قربانی کے جانور تین قسم کے ہیں۔ اونٹ، گائے، بکری ہر قسم میں اوس کی جتنی نوعیں ہیں سب داخل ہیں نر اور مادہ، خصی[5] اور غیر خصی سب کا ایک حکم ہے یعنی سب کی قربانی ہوسکتی ہے۔ بھینس گائے میں شمار ہے اس کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔ بھیڑ اور دنبہ بکری میں داخل ہیں ان کی بھی قربانی ہوسکتی ہے۔[6] (عالمگیری وغیرہ)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الرابع فيما يتعلق بالمكان والزمان، ج٥، ص٢٩٦، ٢٩٧.

2 ......المرجع السابق، ص٢٩٧.

3 ......المرجع السابق.

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الثاني في وجوب الأضحية...إلخ، ج٥، ص٢٩٥.

5 ......وہ جانور جس کے فوطے نکال دیئے گئے ہوں۔

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الخامس في بيان محل اقامة الواجب، ج٥، ص٢٩٧، وغيره.

مسئلہ ۲: وحشی جانور جیسے نیل گائے اور ہرن ان کی قربانی نہیں ہوسکتی وحشی اور گھریلو جانور سے مل کر بچہ پیدا ہوا مثلاً ہرن اور بکری سے اس میں ماں کا اعتبار ہے یعنی اوس بچہ کی ماں بکری ہے تو جائز ہے اور بکرے اور ہرنی سے پیدا ہے تو ناجائز۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: قربانی کے جانور کی عمر یہ ہونی چاہیے اونٹ پانچ سال کا گائے دو سال کی بکری ایک سال کی اس سے عمر کم ہو تو قربانی جائز نہیں زیادہ ہو تو جائز بلکہ افضل ہے۔ ہاں دنبہ یا بھیڑ کا چھ ماہہ بچہ اگر اتنا بڑا ہو کہ دور سے دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہوتا ہو تو اوس کی قربانی جائز ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۴: بکری کی قیمت اور گوشت اگر گائے کے ساتویں حصہ کی برابر ہو تو بکری افضل ہے اور گائے کے ساتویں حصہ میں بکری سے زیادہ گوشت ہو تو گائے افضل ہے یعنی جب دونوں کی ایک ہی قیمت ہو اور مقدار بھی ایک ہی ہو تو جس کا گوشت اچھا ہو وہ افضل ہے اور اگر گوشت کی مقدار میں فرق ہو تو جس میں گوشت زیادہ ہو وہ افضل ہے اور مینڈھا بھیڑ سے اور دنبہ دنبی سے افضل ہے جبکہ دونوں کی ایک قیمت ہو اور دونوں میں گوشت برابر ہو۔ بکری بکرے سے افضل ہے مگر خصی بکرا بکری سے افضل ہے اور اونٹنی اونٹ سے اور گائے بیل سے افضل ہے جبکہ گوشت اور قیمت میں برابر ہوں۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵: قربانی کے جانور کو عیب سے خالی ہونا چاہیے اور تھوڑا سا عیب ہو تو قربانی ہو جائے گی مگر مکروہ ہوگی اور زیادہ عیب ہو تو ہوگی ہی نہیں۔ جس کے پیدائشی سینگ نہ ہوں اوس کی قربانی جائز ہے اور اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گیا اور مینگ تک[4] ٹوٹا ہے تو ناجائز ہے اس سے کم ٹوٹا ہے تو جائز ہے۔ جس جانور میں جنوں ہے اگر اس حد کا ہے کہ وہ جانور چرتا بھی نہیں ہے تو اوس کی قربانی ناجائز ہے اور اس حد کا نہیں ہے تو جائز ہے۔ خصی یعنی جس کے خصیے نکال لیے گئے ہیں یا مجبوب یعنی جس کے خصیے اور عضو تناسل سب کاٹ لیے گئے ہوں ان کی قربانی جائز ہے۔ اتنا بوڑھا کہ بچہ کے قابل نہ رہا یا داغا ہوا جانور یا جس کے دودھ نہ اوترتا ہو ان سب کی قربانی جائز ہے۔ خارشتی جانور کی قربانی جائز ہے جبکہ فربہ[5] ہو اور اتنا لاغر ہو کہ ہڈی میں مغز نہ رہا تو قربانی جائز نہیں۔[6] (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الأضحیۃ، الباب الخامس فی بیان محل إقامۃ الواجب، ج۵، ص۲۹۷.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الأضحیۃ، ج۹، ص۵۳۳.

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الأضحیۃ، ج۹، ص۵۳۴.

4 ......یعنی جڑ تک۔ 5 ......موٹا، صحت مند۔

6 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الأضحیۃ، ج۹، ص۵۳۵.

و "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الأضحیۃ، الباب الخامس فی بیان محل إقامۃ الواجب، ج۵، ص۲۹۷.

مسئلہ۶: بھینگے جانور کی قربانی جائز ہے۔ اندھے جانور کی قربانی جائز نہیں اور کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو اس کی بھی قربانی ناجائز۔ اتنالاغر جس کی ہڈیوں میں مغز نہ ہو اور لنگڑا جو قربان گاہ تک[1] اپنے پاؤں سے نہ جاسکے اور اتنا بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو اور جس کے کان یا دم یا چکی[2] کٹے ہوں یعنی وہ عضو تہائی سے زیادہ کٹا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے اور اگر کان یا دم یا چکی تہائی یا اس سے کم کٹی ہو تو جائز ہے جس جانور کے پیدائشی کان نہ ہوں یا ایک کان نہ ہو اوس کی ناجائز ہے اور جس کے کان چھوٹے ہوں اوس کی جائز ہے۔ جس جانور کی تہائی سے زیادہ نظر جاتی رہی اوس کی بھی قربانی ناجائز ہے اگر دونوں آنکھوں کی روشنی کم ہو تو اس کا پہچاننا آسان ہے اور صرف ایک آنکھ کی کم ہو تو اس کے پہچاننے کا طریقہ یہ ہے کہ جانور کو ایک دو دن بھوکا رکھا جائے پھر اوس آنکھ پر پٹی باندھ دی جائے جس کی روشنی کم ہے اور اچھی آنکھ کھلی رکھی جائے اور اتنی دور چارہ رکھیں جس کو جانور نہ دیکھے پھر چارہ کو نزدیک لاتے جائیں جس جگہ وہ چارے کو دیکھنے لگے وہاں نشان رکھ دیں پھر اچھی آنکھ پر پٹی باندھ دیں اور دوسری کھول دیں اور چارہ کو قریب کرتے جائیں جس جگہ اس آنکھ سے دیکھ لے یہاں بھی نشان کر دیں پھر دونوں جگہوں کی پیمائش کریں اگر یہ جگہ اوس پہلی جگہ کی تہائی ہے تو معلوم ہوا کہ تہائی روشنی کم ہے اور اگر نصف ہے تو معلوم ہوا کہ بہ نسبت اچھی آنکھ کی اس کی روشنی آدھی ہے۔[3] (ہدایہ، درمختار، عالمگیری)

مسئلہ۷: جس کے دانت نہ ہوں[4] یا جس کے تھن کٹے ہوں یا خشک ہوں اوس کی قربانی ناجائز ہے بکری میں ایک کا خشک ہونا ناجائز ہونے کے لیے کافی ہے اور گائے بھینس میں دو خشک ہوں تو ناجائز ہے۔ جس کی ناک کٹی ہو یا علاج کے ذریعہ اوس کا دودھ خشک کر دیا ہو اور خنثٰی جانور یعنی جس میں نر و مادہ دونوں کی علامتیں ہوں اور جلّالہ جو صرف غلیظ کھاتا ہو ان سب کی قربانی ناجائز ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ۸: بھیڑ یا دنبہ کی اون کاٹ لی گئی ہو اس کی قربانی جائز ہے اور جس جانور کا ایک پاؤں کاٹ لیا گیا ہو اوس کی قربانی ناجائز ہے۔[6] (عالمگیری)

---

1 ......ذبح کرنے کی جگہ تک۔ 2 ......دنبے کی گول چپٹی دم۔

3 ......"الهداية"، كتاب الأضحية، ج۲، ص۳۵۸.
و"الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج۹، ص۵۳۵۔۵۳۷.
و"الفتاوى الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب، ج۵، ص۲۹۷۔۲۹۸.

4 ......یعنی ایسا جانور جو گھاس کھانے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، ہاں البتہ اگر گھاس کھانے کی صلاحیت رکھتا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے جیسا کہ **بحر الرائق، ج۸، ص۳۲۳، الهداية، ج۲، ص۳۵۹، تبيين الحقائق، ج۶، ص۴۸۱، الفتاوى الخانية، ج۲، ص۳۳۴، الفتاوى الهندية، ج۵، ص۲۹۸ پر مذکور ہے... علمیه**

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج۹، ص۵۳۷.

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الخامس فى بيان محل إقامة الواجب، ج۵، ص۲۹۸، ۲۹۹.

مسئلہ ۹: جانور کو جس وقت خریدا تھا اوس وقت اوس میں ایسا عیب نہ تھا جس کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے بعد میں وہ عیب پیدا ہوگیا تو اگر وہ شخص مالک نصاب ہے تو دوسرے جانور کی قربانی کرے اور مالک نصاب نہیں ہے تو اوسی کی قربانی کرلے یہ اوس وقت ہے کہ اوس فقیر نے پہلے سے اپنے ذمہ قربانی واجب نہ کی ہو اور اگر اوس نے منت مانی ہے کہ بکری کی قربانی کروں گا اور منت پوری کرنے کے لیے بکری خریدی اوس وقت بکری میں ایسا عیب نہ تھا پھر پیدا ہوگیا اس صورت میں فقیر کے لیے بھی یہی حکم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے۔[1] (ہدایہ، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰: فقیر نے جس وقت جانور خریدا تھا اوسی وقت اوس میں ایسا عیب تھا جس سے قربانی ناجائز ہوتی ہے اور وہ عیب قربانی کے وقت تک باقی رہا تو اس کی قربانی کرسکتا ہے اور غنی عیب دار خریدے اور عیب دار ہی کی قربانی کرے تو ناجائز ہے اور اگر عیبی جانور کو خریدا تھا اور بعد میں اوس کا عیب جاتا رہا تو غنی اور فقیر دونوں کے لیے اوس کی قربانی جائز ہے مثلاً ایسا لاغر جانور خریدا جس کی قربانی ناجائز ہے اور اوس کے یہاں وہ فربہ ہوگیا تو غنی بھی اس کی قربانی کرسکتا ہے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۱: قربانی کرتے وقت جانور اوچھلا کودا جس کی وجہ سے عیب پیدا ہوگیا یہ عیب مضر نہیں یعنی قربانی ہوجائے گی اور اگر اوچھلنے کودنے سے عیب پیدا ہوگیا اور وہ چھوٹ کر بھاگ گیا اور فوراً پکڑ لایا گیا اور ذبح کردیا گیا جب بھی قربانی ہوجائے گی۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲: قربانی کا جانور مرگیا تو غنی پر لازم ہے کہ دوسرے جانور کی قربانی کرے اور فقیر کے ذمہ دوسرا جانور واجب نہیں اور اگر قربانی کا جانور گم ہوگیا یا چوری ہوگیا اور اوس کی جگہ دوسرا جانور خریدلیا اب وہ مل گیا تو غنی کو اختیار ہے کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے قربانی کرے اور فقیر پر واجب ہے کہ دونوں کی قربانیاں کرے۔[4] (درمختار) مگر غنی نے اگر پہلے جانور کی قربانی کی تو اگرچہ اس کی قیمت دوسرے سے کم ہو کوئی حرج نہیں اور اگر دوسرے کی قربانی کی اور اس کی قیمت پہلے سے کم ہے تو جتنی کمی ہے اوتنی رقم صدقہ کرے ہاں اگر پہلے کو بھی قربان کردیا تو اب وہ تصدق[5] واجب نہ رہا۔[6] (ردالمحتار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الأضحية، ج٢، ص٣٥٩.

و"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٣٩.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٣٩.

3 ......المرجع السابق.

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٣٩.

5 ......صدقہ کرنا۔

6 ......"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٣٩.

(قربانی کے جانور میں شرکت)

مسئلہ ۱۳: سات شخصوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی تھی ان میں ایک کا انتقال ہوگیا اس کے ورثہ نے شرکا سے یہ کہہ دیا کہ تم اس گائے کو اپنی طرف سے اور اوس کی طرف سے قربانی کرو اونھوں نے کرلی تو سب کی قربانیاں جائز ہیں اور اگر بغیر اجازت ورثہ ان شرکا نے کی تو کسی کی نہ ہوئی۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۴: گائے کے شرکا میں سے ایک کافر ہے یا ان میں ایک شخص کا مقصود قربانی نہیں ہے بلکہ گوشت حاصل کرنا ہے تو کسی کی قربانی نہ ہوئی بلکہ اگر شرکا میں سے کوئی غلام یا مدبر ہے جب بھی قربانی نہیں ہوسکتی کیونکہ یہ لوگ اگر قربانی کی نیت بھی کریں تو نیت صحیح نہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۵: شرکا میں سے ایک کی نیت اس سال کی قربانی ہے اور باقیوں کی نیت سال گزشتہ کی قربانی ہے تو جس کی اس سال کی نیت ہے اوس کی قربانی صحیح ہے اور باقیوں کی نیت باطل کیونکہ سال گزشتہ کی قربانی اس سال نہیں ہوسکتی ان لوگوں کی یہ قربانی تطوّع یعنی نفل ہوئی اور ان لوگوں پر لازم ہے کہ گوشت کو صدقہ کردیں بلکہ ان کا ساتھی جس کی قربانی صحیح ہوئی ہے وہ بھی گوشت صدقہ کردے۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۶: قربانی کے سب شرکا کی نیت تقَرُّب ہو[4] اس کا یہ مطلب ہے کہ کسی کا ارادہ گوشت نہ ہو اور یہ ضرور نہیں کہ وہ تقرب ایک ہی قسم کا ہو مثلاً سب قربانی ہی کرنا چاہتے ہیں بلکہ اگر مختلف قسم کے تقرب ہوں وہ تقرب سب پر واجب ہو یا کسی پر واجب ہو اور کسی پر واجب نہ ہو ہر صورت میں قربانی جائز ہے مثلاً دَمِ اِحصار اور احرام میں شکار کرنے کی جزا اور سر منڈانے کی وجہ سے دَم واجب ہوا ہو اور تمتع و قران کا دَم[5] کہ ان سب کے ساتھ قربانی کی شرکت ہوسکتی ہے۔ اسی طرح قربانی اور عقیقہ کی بھی شرکت ہوسکتی ہے کہ عقیقہ بھی تقرب کی ایک صورت ہے۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷: تین شخصوں نے قربانی کے جانور خریدے ایک نے دس کا دوسرے نے بیس کا تیسرے نے تیس کا اور ہر ایک نے جتنے میں خریدا ہے اوس کی واجبی قیمت بھی اوتنی ہی ہے یہ تینوں جانور مل گئے یہ پتا نہیں چلتا کہ کس کا کون ہے تینوں نے

---

1 ......"الهداية"، كتاب الأضحية، ج٢، ص ٣٦٠.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص ٥٤٠.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص ٥٤٠.

4 ......یعنی اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنا مقصود ہو۔ 5 ......یعنی حج تمتع اور حج قران کا دم، تفصیل کے لیے بہارِ شریعت، ج۱، حصہ ۶ ملاحظہ فرمائیں۔

6 ......"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص ٥٤٠.

یہ اتفاق کرلیا کہ ایک ایک جانور ہر شخص قربانی کرے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا سب کی قربانیاں ہوگئیں مگر جس نے تیس میں خریدا تھا وہ بیس روپے خیرات کرے کیوں کہ ممکن ہے کہ دس والے کو اوس نے قربانی کیا ہو اور جس نے بیس میں خریدا تھا وہ دس روپے خیرات کرے اور جس نے دس میں خریدا تھا اوس پر کچھ صدقہ کرنا واجب نہیں اور اگر ہر ایک نے دوسرے کو ذبح کرنے کی اجازت دے دی تو قربانی ہوجائے گی اور اوس پر کچھ واجب نہ ہوگا۔[1] (درمختار)

(قربانی کے بعض مستحبات)

مسئلہ ۱۸: مستحب یہ ہے کہ قربانی کا جانور خوب فربہ اور خوبصورت اور بڑا ہو اور بکری کی قسم میں سے قربانی کرنی ہو تو بہتر سینگ والا مینڈھا چت کبرا ہو[2] جس کے خصیے کوٹ کر خصی کر دیا ہو کہ حدیث میں ہے حضور نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ایسے مینڈھے کی قربانی کی۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۹: ذبح کرنے سے پہلے چھری کو تیز کرلیا جائے اور ذبح کے بعد جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہوجائے اوس کے تمام اعضا سے روح نکل نہ جائے اوس وقت تک ہاتھ پاؤں نہ کاٹیں اور نہ چمڑا اوتاریں اور بہتر یہ ہے کہ اپنی قربانی اپنے ہاتھ سے کرے اگر اچھی طرح ذبح کرنا جانتا ہو اور اگر اچھی طرح نہ جانتا ہو تو دوسرے کو حکم دے وہ ذبح کرے مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ وقت قربانی حاضر ہو حدیث میں ہے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: ''کھڑی ہوجاؤ اور اپنی قربانی کے پاس حاضر ہوجاؤ کہ اوس کے خون کے پہلے ہی قطرہ میں جو کچھ گناہ کیے ہیں سب کی مغفرت ہوجائے گی اس پر ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا نبی اللہ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) یہ آپ کی آل کے لیے خاص ہے یا آپ کی آل کے لیے بھی ہے اور عامۂ مسلمین کے لیے بھی فرمایا کہ میری آل کے لیے خاص بھی ہے اور تمام مسلمین کے لیے عام بھی ہے۔[4] (عالمگیری، زیلعی، شلبیہ)

مسئلہ ۲۰: قربانی کا جانور مسلمان سے ذبح کرانا چاہیے اگر کسی مجوسی یا دوسرے مشرک سے قربانی کا جانور ذبح کرادیا تو قربانی نہیں ہوئی بلکہ یہ جانور حرام و مردار ہے اور کتابی سے قربانی کا جانور ذبح کرانا مکروہ ہے کہ قربانی سے مقصود

---

1 ...... "الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص ٥٤١.

2 ...... یعنی سفید و سیاہ رنگ والا ہو۔

3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الخامس فی بيان محل إقامة الواجب، ج٥، ص ٣٠٠.
و"سنن أبي داود"، كتاب الضحايا، باب مايستحب من الضحايا، الحديث: ٢٧٩٥، ج٣، ص١٢٦.

4 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الخامس فی بيان محل إقامة الواجب، ج٥، ص ٣٠٠.
و"تبيين الحقائق"، كتاب الأضحية، ج٦، ص٤٨٧.
و"حاشية الشلبية" هامش علی "تبيين الحقائق"، كتاب الأضحية، ج٦، ص٤٨٧.

تقرب الی اللہ ہے[1] اس میں کافر سے مدد نہ لی جائے بلکہ بعض ائمہ کے نزدیک اس صورت میں بھی قربانی نہیں ہوگی مگر ہمارا مذہب وہی پہلا ہے کہ قربانی ہوجائے گی اور مکروہ ہے۔[2] (زیلعی، شلبیہ)

(قربانی کا گوشت و پوست وغیرہ کیا کرے)

مسئلہ ۲۱: قربانی کا گوشت خود بھی کھا سکتا ہے اور دوسرے شخص غنی یا فقیر کو دے سکتا ہے کھلا سکتا ہے بلکہ اوس میں سے کچھ کھالینا قربانی کرنے والے کے لیے مستحب ہے۔ بہتر یہ ہے کہ گوشت کے تین حصے کرے ایک حصہ فقرا کے لیے اور ایک حصہ دوست واحباب کے لیے اور ایک حصہ اپنے گھر والوں کے لیے، ایک تہائی سے کم صدقہ نہ کرے۔ اور کل کو صدقہ کردینا بھی جائز ہے اور کل گھر ہی رکھ لے یہ بھی جائز ہے۔ تین دن سے زائد اپنے اور گھر والوں کے کھانے کے لیے رکھ لینا بھی جائز ہے اور بعض حدیثوں میں جو اس کی ممانعت آئی ہے وہ منسوخ ہے اگر اوس شخص کے اہل وعیال بہت ہوں اور صاحب وسعت نہیں ہے تو بہتر یہ ہے کہ سارا گوشت اپنے بال بچوں ہی کے لیے رکھ چھوڑے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۲: قربانی کا گوشت کافر کو نہ دے کہ یہاں کے کفار حربی ہیں۔

مسئلہ ۲۳: قربانی اگر منت کی ہے تو اوس کا گوشت نہ خود کھا سکتا ہے نہ اغنیا کو کھلا سکتا ہے بلکہ اس کو صدقہ کردینا واجب ہے وہ منت ماننے والا فقیر ہو یا غنی دونوں کا ایک ہی حکم ہے کہ خود نہیں کھا سکتا ہے نہ غنی کو کھلا سکتا ہے۔[4] (زیلعی)

مسئلہ ۲۴: میت کی طرف سے قربانی کی تو اوس کے گوشت کا بھی وہی حکم ہے کہ خود کھائے دوست احباب کو دے فقیروں کو دے یہ ضرور نہیں کہ سارا گوشت فقیروں ہی کو دے کیوں کہ گوشت اس کی مِلک ہے یہ سب کچھ کرسکتا ہے اور اگر میت نے کہہ دیا ہے کہ میری طرف سے قربانی کردینا تو اس میں سے نہ کھائے بلکہ کل گوشت صدقہ کردے۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۵: قربانی کا چمڑا اور اوس کی جھول[6] اور رسّی اور اوس کے گلے میں ہار ڈالا ہے وہ ہار ان سب چیزوں کو صدقہ کردے۔ قربانی کے چمڑے کو خود بھی اپنے کام میں لاسکتا ہے یعنی اوس کو باقی رکھتے ہوئے اپنے کسی کام میں لاسکتا ہے

1 ...... یعنی اللہ عزوجل کی رضا حاصل کرنا ہے۔

2 ...... "تبیین الحقائق"، کتاب الأضحیة، ج٦، ص٤٨٧.
و "حاشیة الشلبیة" هامش علی "تبیین الحقائق"، کتاب الأضحیة، ج٦، ص٤٨٧.

3 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الأضحیة، الباب الخامس فی بیان محل إقامة الواجب، ج٥، ص٣٠٠.

4 ...... "تبیین الحقائق"، کتاب الأضحیة، ج٦، ص٤٨٦.

5 ...... "ردالمحتار"، کتاب الأضحیة، ج٩، ص٥٤٢.

6 ...... قربانی کے جانوروں پر ڈالنے والا کپڑا۔

مثلاً اوس کی جانماز بنائے، چلنی [1]، تھیلی، مشکیزہ، دسترخوان، ڈول وغیرہ بنائے یا کتابوں کی جلدوں میں لگائے یہ سب کر سکتا ہے۔[2] (درمختار) چمڑے کا ڈول بنایا تو اسے اپنے کام میں لائے اُجرت پر نہ دے اور اگر اُجرت پر دے دیا تو اس اُجرت کو صدقہ کرے۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۶: قربانی کے چمڑے کو ایسی چیزوں سے بدل سکتا ہے جس کو باقی رکھتے ہوئے اوس سے نفع اٹھایا جائے جیسے کتاب، ایسی چیز سے بدل نہیں سکتا جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جاتا ہو جیسے روٹی، گوشت، سرکہ، روپیہ، پیسہ اور اگر اوس نے ان چیزوں کو چمڑے کے عوض میں حاصل کیا تو ان چیزوں کو صدقہ کردے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۲۷: اگر قربانی کی کھال کو روپے کے عوض میں بیچا مگر اس لیے نہیں کہ اوس کو اپنی ذات پر یا بال بچوں پر صرف کرے گا بلکہ اس لیے کہ اوسے صدقہ کردے گا تو جائز ہے۔[5] (عالمگیری) جیسا کہ آج کل اکثر لوگ کھال مدارس دینیہ میں دیا کرتے ہیں اور بعض مرتبہ وہاں کھال بھیجنے میں دقت ہوتی ہے اوسے بیچ کر روپیہ بھیج دیتے ہیں یا کئی شخصوں کو دینا ہوتا ہے اوسے بیچ کر دام ان فقرا پر تقسیم کردیتے ہیں یہ بیع جائز ہے اس میں حرج نہیں اور حدیث میں جو اس کے بیچنے کی ممانعت آئی ہے اس سے مراد اپنے لیے بیچنا ہے۔

مسئلہ ۲۸: گوشت کا بھی وہی حکم ہے جو چمڑے کا ہے کہ اس کو اگر ایسی چیز کے بدلے میں بیچا جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کیا جائے تو صدقہ کردے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۹: قربانی کی چربی اور اوس کی سری، پائے اور اون اور دودھ جو ذبح کے بعد دوہا ہے ان سب کا وہی حکم ہے کہ اگر ایسی چیز اس کے عوض میں لی جس کو ہلاک کر کے نفع حاصل کرے گا تو اوس کو صدقہ کردے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: قربانی کا چمڑا یا گوشت یا اس میں کی کوئی چیز قصاب یا ذبح کرنے والے کو اُجرت میں نہیں دے سکتا کہ اس کو اُجرت میں دینا بھی بیچنے ہی کے معنی میں ہے۔[8] (ہدایہ)

---

1 ...... آٹا وغیرہ چھاننے کا آلہ، چھلنی۔
2 ...... "الدرالمختار"، کتاب الأضحیة، ج۹، ص۵۴۳.
3 ...... "ردالمحتار"، کتاب الأضحیة، ج۹، ص۵۴۴.
4 ...... "الدرالمختار"، کتاب الأضحیة، ج۹، ص۵۴۳.
5 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الأضحیة، الباب السادس فی بیان ما یستحب... إلخ، ج۵، ص۳۰۱.
6 ...... "الهدایة"، کتاب الأضحیة، ج۲، ص۳۶۰.
7 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الأضحیة، الباب السادس فی بیان ما یستحب... إلخ، ج۵، ص۳۰۱.
8 ...... "الهدایة"، کتاب الأضحیة، ج۲، ص۳۶۱.

مسئلہ ۳۱: قصاب کو اُجرت میں نہیں دیا بلکہ جیسے دوسرے مسلمانوں کو دیتا ہے اس کو بھی دیا اور اُجرت اپنے پاس سے دوسری چیز دے گا تو جائز ہے۔

مسئلہ ۳۲: بھیڑ کے کسی جگہ کے بال نشانی کے لیے کاٹ لیے ہیں ان بالوں کو پھینک دینا یا کسی کو ہبہ کر دینا ناجائز ہے بلکہ انھیں صدقہ کرے۔[1] (عالمگیری)

(ذبح سے پہلے قربانی کے جانور سے منفعت حاصل کرنا منع ہے)

مسئلہ ۳۳: ذبح سے پہلے قربانی کے جانور کے بال اپنے کسی کام کے لیے کاٹ لینا یا اوس کا دودھ دوہنا مکروہ و ممنوع ہے اور قربانی کے جانور پر سوار ہونا یا اوس پر کوئی چیز لادنا یا اوس کو اُجرت پر دینا غرض اوس سے منافع حاصل کرنا منع ہے اگر اوس نے اون کاٹ لی یا دودھ دوہ لیا تو اوسے صدقہ کر دے اور اُجرت پر جانور کو دیا ہے تو اُجرت کو صدقہ کرے اور اگر خود سوار ہوا یا اوس پر کوئی چیز لادی تو اس کی وجہ سے جانور میں جو کچھ کمی آئی اوتنی مقدار میں صدقہ کرے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۴: جانور دودھ والا ہے تو اوس کے تھن پر ٹھنڈا پانی چھڑ کے کہ دودھ خشک ہو جائے اگر اس سے کام نہ چلے تو جانور کو دوہ کر دودھ صدقہ کرے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: جانور ذبح ہو گیا تو اب اوس کے بال کو اپنے کام کے لیے کاٹ سکتا ہے اور اگر اوس کے تھن میں دودھ ہے تو دوہ سکتا ہے کہ جو مقصود تھا وہ پورا ہو گیا اب یہ اس کی مِلک ہے اپنے صرف میں لا سکتا ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۶: قربانی کے لیے جانور خریدا تھا قربانی کرنے سے پہلے اوس کے بچہ پیدا ہوا تو بچہ کو بھی ذبح کر ڈالے اور اگر بچہ کو بیچ ڈالا تو اوس کا ثمن صدقہ کر دے اور اگر نہ ذبح کیا نہ بیع کیا اور ایام نحر[5] گزر گئے تو اوس کو زندہ صدقہ کر دے اور اگر کچھ نہ کیا اور بچہ اوس کے یہاں رہا اور قربانی کا زمانہ آ گیا یہ چاہتا ہے کہ اس سال کی قربانی میں اسی کو ذبح کرے یہ نہیں کر سکتا اور اگر قربانی اسی کی کر دی تو دوسری قربانی پھر کرے کہ وہ قربانی نہیں ہوئی اور وہ بچہ ذبح کیا ہوا صدقہ کر دے بلکہ ذبح سے جو کچھ اوس کی قیمت میں کمی ہوئی اسے بھی صدقہ کرے۔[6] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب السادس فی بيان ما يستحب... إلخ، ج٥، ص٣٠١.

2 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٤٤.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب السادس فی بيان ما يستحب... إلخ، ج٥، ص٣٠١.

4 ......المرجع السابق.

5 ......قربانی کے دن یعنی دس، گیارہ، بارہ ذی الحجہ کے دن۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب السادس فی بيان ما يستحب... إلخ، ج٥، ص٣٠١۔٣٠٢.

مسئلہ ۳۷: قربانی کی اوراوس کے پیٹ میں زندہ بچہ ہے تو اسے بھی ذبح کر دے اوراسے صرف میں لاسکتا ہے اور مراہوا بچہ ہوتو اسے پھینک دے مردار ہے۔

(دوسرے کے قربانی کے جانور کو بلا اِجازت ذبح کردیا)

مسئلہ ۳۸: دوشخصوں نے غلطی سے یہ کیا کہ ہرایک نے دوسرے کی قربانی کی بکری ذبح کردی یعنی ہرایک نے دوسرے کی بکری کو اپنی سمجھ کر قربانی کردیا تو بکری جس کی تھی اوسی کی قربانی ہوئی اور چونکہ دونوں نے ایسا کیا لہٰذا دونوں کی قربانیاں ہوگئیں اوراس صورت میں کسی پر تاوان نہیں بلکہ ہرایک اپنی اپنی بکری ذبح شدہ لے لے اورفرض کرو کہ ہرایک کو اپنی غلطی اوس وقت معلوم ہوئی جب اوس بکری کو صرف کر چکا تو چونکہ ہرایک نے دوسرے کی بکری کھاڈالی لہٰذا ہرایک دوسرے سے معاف کرالے اوراگر معافی پر راضی نہ ہوں تو چونکہ ہرایک نے دوسرے کی قربانی کا گوشت بلا اجازت کھاڈالا گوشت کی قیمت کا تاوان لے لے اس تاوان کو صدقہ کرے کہ قربانی کے گوشت کے معاوضہ کا یہی حکم ہے۔ یہ تمام باتیں اوس وقت ہیں کہ ہرایک دوسرے کے اس فعل پر کہ اوس نے اس کی بکری ذبح کرڈالی راضی ہوتو جس کی بکری تھی اوسی کی قربانی ہوئی اور اگر راضی نہ ہوتو بکری کی قیمت کا تاوان لے گا اوراس صورت میں جس نے ذبح کی اوس کی قربانی ہوئی یعنی بکری کا جب تاوان لیا تو بکری ذابح کی[1] ہوگئی اوراسی کی جانب سے قربانی ہوئی اور گوشت کا بھی یہی مالک ہوا۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۹: دوسرے کی قربانی کی بکری بغیر اوس کی اجازت کے قصداً ذبح کردی اس کی دوصورتیں ہیں مالک کی طرف سے اس نے قربانی کی یا اپنی طرف سے، اگر مالک کی نیت سے قربانی کی تو اوس کی قربانی ہوگئی کہ وہ جانور قربانی کے لیے تھا اور قربان کردیا گیا اس صورت میں مالک اوس سے تاوان نہیں لے سکتا اوراگر اوس نے اپنی طرف سے قربانی کی اور ذبح شدہ بکری کے لینے پر مالک راضی ہے تو قربانی مالک کی جانب سے ہوئی اور ذابح کی نیت کا اعتبار نہیں اور مالک اگراس پر راضی نہیں بلکہ بکری کا تاوان لیتا ہے تو مالک کی قربانی نہیں ہوئی بلکہ ذابح کی ہوئی کہ تاوان دینے سے بکری کا مالک ہوگیا اور اوس کی اپنی قربانی ہوگئی۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۴۰: اگر بکری قربانی کے لیے معین نہ ہوتو بغیر اجازتِ مالک اگر دوسرا شخص قربانی کردے گا تو قربانی نہ ہوگی مثلاً ایک شخص نے پانچ بکریاں خریدی تھیں اوراوس کا یہ خیال تھا کہ ان میں سے ایک بکری کو قربانی کروں گا اوراون میں

---

1 ......ذبح کرنے والے کی۔

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الأضحیة، ج۹، ص٥٤٤۔٥٤٦.

3 ......المرجع السابق، ص٥٤٦.

سے کسی ایک کو معیّن نہیں کیا تھا تو دوسرا شخص مالک کی جانب سے قربانی نہیں کرسکتا اگر کرے گا تو تاوان لازم ہوگا ذبح کے بعد مالک اوس کی قربانی کی نیت کرے بیکار ہے یعنی اس صورت میں قربانی نہیں ہوئی۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴۱: دوسرے کی بکری غصب کرلی اور اوس کی قربانی کرلی اگر مالک نے زندہ بکری کا اوس شخص سے تاوان لے لیا تو قربانی ہوگئی مگر یہ شخص گنہگار رہے اس پر توبہ و استغفار لازم ہے اور اگر مالک نے تاوان نہیں لیا بلکہ ذبح کی ہوئی بکری لی اور ذبح کرنے سے جو کچھ کمی ہوئی اوس کا تاوان لیا تو قربانی نہیں ہوئی۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴۲: اپنی بکری دوسرے کی طرف سے ذبح کردی اوس کے حکم سے ایسا کیا یا بغیر حکم بہرصورت اوس کی قربانی نہیں کیونکہ اوس کی طرف سے قربانی اوس وقت ہوسکتی ہے جب اوس کی مِلک ہو۔[3] (شلبیہ)

مسئلہ ۴۳: ایک شخص کے پاس کسی کی بکری امانت کے طور پر تھی امین نے قربانی کردی یہ قربانی صحیح نہیں نہ مالک کی طرف سے نہ امین کی طرف سے اگرچہ مالک نے امین سے اپنی بکری کا تاوان لیا ہو اسی طرح اگر کسی کا جانور اس کے پاس عاریت یا اجارہ کے طور پر[4] ہے اور اس نے قربانی کردیا یہ قربانی جائز نہیں۔ مرہون کو[5] راہن نے[6] قربانی کیا تو ہو جائے گی کہ جانور اوس کی مِلک ہے اور مرتہن نے کیا تو اس میں اختلاف ہے۔[7] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴۴: مویشی خانہ کے جانور ایک مدت مقررہ کے بعد نیلام ہوجاتے ہیں اور بعض لوگ اوسے لے لیتے ہیں اس کی قربانی جائز نہیں کیونکہ یہ جانور اس کی مِلک نہیں۔

مسئلہ ۴۵: دو شخصوں کے مابین ایک جانور مشترک ہے[8] اوس کی قربانی نہیں ہوسکتی کہ مشترک مال میں دونوں کا حصہ ہے ایک کا حصہ دوسرے کے پاس امانت ہے اور اگر دو جانوروں میں دو شخص برابر کے شریک ہیں ہر ایک نے ایک ایک کی قربانی کردی دونوں کی قربانیاں ہوجائیں گی۔[9] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴۶: ایک شخص کے نو بال بچے ہیں اور ایک خود، اوس نے دس بکریوں کی قربانی کی اور یہ نیت نہیں کہ کس کی

---

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج۹، ص۵٤۷.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"حاشية الشلبية" هامش على "تبيين الحقائق"، كتاب الأضحية، ج ٦، ص٤٨٨.

4 ......یعنی کرائے کے طور پر۔ 5 ......رہن رکھی ہوئی چیز کو۔ 6 ......رہن رکھوانے والے نے۔

7 ......"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج۹، ص۵٤۷.

8 ...... یہاں جانور سے مراد بکری یا اس جیسا جانور مراد ہے جس میں صرف ایک حصہ ہوتا ہے۔...علمیه

9 ......"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج۹، ص۵٤۸.

طرف سے کس بکری کی قربانی ہے مگر یہ نیت ضرور ہے کہ دسوں بکریاں ہم دسوں کی طرف سے ہیں یہ قربانی جائز ہے سب کی قربانیاں ہوجائیں گی۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۷: اپنی طرف سے اوراپنے بچوں کی طرف سے گائے کی قربانی کی اگر وہ نابالغ ہیں تو سب کی قربانیاں جائز ہیں اور بالغ ہیں اور سب لڑکوں نے کہہ دیا ہے تو سب کی طرف سے صحیح ہے اور اگر اونھوں نے کہا نہیں یا بعض نے نہیں کہا ہے تو کسی کی قربانی نہیں ہوئی۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۸: بیع فاسد کے ذریعہ بکری خریدی اور قربانی کردی یہ قربانی ہوگئی کہ بیع فاسد میں قبضہ کرلینے سے مِلک ہوجاتی ہے اور بائع کو اختیار ہے اگر اوس نے زندہ بکری کی واجبی قیمت مشتری سے لے لی تو اب اس کے ذمہ کچھ واجب نہیں اور اگر بائع نے ذبح کی ہوئی بکری لے لی تو قربانی کرنے والا اس ذبح کی ہوئی بکری کی قیمت صدقہ کرے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۹: ایک شخص نے دوسرے کو بکری ہبہ کردی موہوب لہ[4] نے اوس کی قربانی کردی اس کے بعد واہب[5] اپنا ہبہ واپس لینا چاہتا ہے وہ واپس لے سکتا ہے اور موہوب لہ کی قربانی صحیح ہے اور اس کے ذمہ کچھ صدقہ کرنا بھی واجب نہیں۔[6] (عالمگیری)

(متفرق مسائل)

مسئلہ ۵۰: دوسرے سے قربانی ذبح کرائی ذبح کے بعد وہ یہ کہتا ہے میں نے قصداً بِسْمِ اللّٰہ نہیں پڑھی اس کو اوس جانور کی قیمت دینی ہوگی پھر اگر قربانی کا وقت باقی ہے تو اس قیمت سے دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اور اس کا گوشت صدقہ کرے خود نہ کھائے اور وقت باقی نہ ہو تو اس قیمت کو صدقہ کردے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۱: تین شخصوں نے تین بکریاں قربانی کے لیے خریدیں پھر یہ بکریاں مل گئیں پتا نہیں چلتا کہ کس کی کونسی بکری ہے اس صورت میں یہ کرنا چاہیے کہ ہر ایک دوسرے کو ذبح کرنے کا وکیل کردے سب کی قربانیاں ہوجائیں گی کہ اس نے

---

1. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الأضحیة،الباب الخامس فی بیان محل إقامة الواجب...إلخ، ج۵، ص۳۰۰.
2. ......المرجع السابق،الباب السابع فی التضحیة عن الغیر...إلخ، ج۵، ص۳۰۲.
3. ......المرجع السابق.
4. ......جسے بکری ہبہ کی گئی۔
5. ......ہبہ کرنے والا۔
6. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الأضحیة،الباب السابع فی التضحیة عن الغیر...إلخ، ج۵، ص۳۰۳.
7. ......المرجع السابق.

اپنی بکری ذبح کی جب بھی جائز ہے اور دوسرے کی ذبح کی جب بھی جائز ہے کہ یہ اوس کا وکیل ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۲: دوسرے سے ذبح کرایا اور خود اپنا ہاتھ بھی چھری پر رکھ دیا کہ دونوں نے مل کر ذبح کیا تو دونوں پر بِسْمِ اللہ کہنا واجب ہے ایک نے بھی قصداً چھوڑ دی یا یہ خیال کر کے چھوڑ دی کہ دوسرے نے کہہ لی مجھے کہنے کی کیا ضرورت دونوں صورتوں میں جانور حلال نہ ہوا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۵۳: قربانی کے لیے گائے خریدی پھر اس میں چھ شخصوں کو شریک کرلیا سب کی قربانیاں ہو جائیں گی مگر ایسا کرنا مکروہ ہے ہاں اگر خریدنے ہی کے وقت اوس کا یہ ارادہ تھا کہ اس میں دوسروں کو شریک کروں گا تو مکروہ نہیں اور اگر خریدنے سے پہلے ہی شرکت کرلی جائے تو یہ سب سے بہتر اور اگر غیر مالک نصاب نے قربانی کے لیے گائے خریدی تو خریدنے سے ہی اوس پر اس گائے کی قربانی واجب ہوگئی اب وہ دوسرے کو شریک نہیں کرسکتا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۴: پانچ شخصوں نے قربانی کے لیے گائے خریدی ایک شخص آتا ہے وہ یہ کہتا ہے مجھے بھی اس میں شریک کرلو چار نے منظور کرلیا اور ایک نے انکار کیا اوس گائے کی قربانی ہوئی سب کی طرف سے جائز ہوگئی کیونکہ یہ چھٹا شخص اون چاروں کا شریک ہے اور ان میں ہر ایک کا ساتویں حصہ سے زیادہ ہے اور گوشت یوں تقسیم ہوگا کہ پانچواں حصہ اوس کا ہے جس نے شرکت سے انکار کیا باقی چار حصوں کو یہ پانچوں برابر بانٹ لیں۔ یا یوں کرو کہ پچیس حصے کر کے اوس کو پانچ حصے دو جس نے شرکت سے انکار کیا ہے باقیوں کو چار چار حصے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۵: قربانی کے لیے بکری خریدی اور قربانی کردی پھر معلوم ہوا کہ بکری میں عیب ہے مگر ایسا عیب نہیں جس کی قربانی نہ ہوسکے اس کو اختیار ہے کہ اوس کی وجہ سے جو کچھ قیمت میں کمی ہوسکتی ہے وہ بائع سے واپس لے اور اوس کا صدقہ کرنا اس پر واجب نہیں اور اگر بائع[5] کہتا ہے کہ میں ذبح کی ہوئی بکری لوں گا اور ثمن واپس کردوں گا تو مشتری[6] اس ثمن کو صدقہ کردے صرف اوتنا حصہ جو عیب کی وجہ سے کم ہوسکتا ہے اوس کو رکھ سکتا ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۶: قربانی کی ذبح کی ہوئی بکری غصب کرلی غاصب سے اس کا تاوان لے سکتا ہے مگر اس تاوان کو صدقہ

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب السابع فی التضحية عن الغير...إلخ، ج٥، ص٣٠٤.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٥١.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب الثامن فيما يتعلق بالشركة فی الضحايا، ج٥، ص٣٠٤.

4 ......المرجع السابق، ص٣٠٤، ٣٠٥.

5 ......بیچنے والا۔ 6 ......خریدار۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب التاسع فی المتفرقات، ج٥، ص٣٠٧.

کرنا ضروری ہے کہ یہ اوس قربانی کا معاوضہ ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۷: مالکِ نصاب نے قربانی کی منت مانی تو اوس کے ذمہ دو قربانیاں واجب ہوگئیں ایک وہ جو غنی پر واجب ہوتی ہے اور ایک منت کی وجہ سے۔ دو یا دو سے زیادہ قربانیوں کی منت مانی تو جتنی قربانیوں کی منت ہے سب واجب ہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵۸: ایک سے زیادہ قربانی کی سب قربانیاں جائز ہیں ایک واجب باقی نفل اور اگر ایک پوری گائے قربانی کی تو پوری سے واجب ہی ادا ہوگا یہ نہیں کہ ساتواں حصہ واجب ہو باقی نفل۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

تنبیہ: قربانی کے مسائل تفصیل کے ساتھ مذکور ہو چکے اب مختصر طور پر اس کا طریقہ بیان کیا جاتا ہے تاکہ عوام کے لیے آسانی ہو۔ قربانی کا جانور اون شرائط کے موافق ہو جو مذکور ہوئیں یعنی جو اوس کی عمر بتائی گئی اوس سے کم نہ ہو اور اون عیوب سے پاک ہو جن کی وجہ سے قربانی ناجائز ہوتی ہے اور بہتر یہ کہ عمدہ اور فربہ ہو۔ قربانی سے پہلے اوسے چارہ پانی دے دیں یعنی بھوکا پیاسا ذبح نہ کریں۔ اور ایک کے سامنے دوسرے کو نہ ذبح کریں اور پہلے سے چھری تیز کرلیں ایسا نہ ہو کہ جانور گرانے کے بعد اوس کے سامنے چھری تیز کی جائے۔ جانور کو بائیں پہلو پر اس طرح لٹائیں کہ قبلہ کو اوس کا مونھ ہو اور اپنا داہنا پاؤں اوس کے پہلو پر رکھ کر تیز چھری سے جلد ذبح کر دیا جائے اور ذبح سے پہلے یہ دُعا پڑھی جائے۔

اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَ مَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَاشَرِیْکَ لَهٗ وَ بِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰهُمَّ لَکَ وَمِنْکَ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَکْبَرُ.[4]

اسے پڑھ کر ذبح کر دے۔ قربانی اپنی طرف سے ہو تو ذبح کے بعد یہ دُعا پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنِّیْ کَمَا تَقَبَّلْتَ مِنْ خَلِیْلِکَ اِبْرَاهِیْمَ عَلَیْهِ السَّلَامُ وَحَبِیْبِکَ مُحَمَّدٍ[5] صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم.

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الأضحية، الباب التاسع فی المتفرقات، ج٥، ص٣٠٧.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الأضحية، ج٩، ص٥٤٩، ٥٥٠.

3 ......المرجع السابق، ص٥٥١.

4 ......میں نے اپنا منہ اس کی طرف کیا جس نے آسمان اور زمین بنائے، ایک اسی کا ہو کر، اور میں مشرکوں میں نہیں۔ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا، اس کا کوئی شریک نہیں، مجھے یہی حکم ہے اور میں مسلمانوں میں ہوں، اے اللہ (عَزَّوَجَلَّ) تیرے ہی لیے اور تیری دی ہوئی توفیق سے، اللہ کے نام سے شروع اللہ سب سے بڑا ہے، بسم اللہ اللہ اکبر۔

5 ......اے اللہ (عزوجل) تو مجھ سے (اس قربانی کو) قبول فرما جیسے تو نے اپنے خلیل ابراہیم علیہ السلام اور اپنے حبیب محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم سے قبول فرمائی۔

اس طرح ذبح کرے کہ چاروں رگیں کٹ جائیں یا کم سے کم تین رگیں کٹ جائیں۔اس سے زیادہ نہ کاٹیں کہ چھری گردن کے مہرہ تک پہنچ جائے کہ یہ بے وجہ کی تکلیف ہے پھر جب تک جانور ٹھنڈا نہ ہوجائے یعنی جب تک اوس کی روح بالکل نہ نکل جائے اوس کے نہ پاؤں وغیرہ کاٹیں نہ کھال اوتاریں اور اگر دوسرے کی طرف سے ذبح کرتا ہے تو مِنّی کی جگہ مِنْ کے بعد اوس کا نام لے۔اور اگر وہ مشترک جانور ہے جیسے گائے اونٹ تو وزن سے گوشت تقسیم کیا جائے محض تخمینہ سے[1] تقسیم نہ کریں۔ پھراس گوشت کے تین حصے کرکے ایک حصہ فقرا پر تصدّق کرے[2] اور ایک حصہ دوست واحباب کے یہاں بھیجے اور ایک اپنے گھر والوں کے لیے رکھے اوراس میں سے خود بھی کچھ کھالے اور اگر اہل وعیال زیادہ ہوں تو تہائی سے زیادہ بلکہ کل گوشت بھی گھر کے صرف میں[3] لاسکتا ہے۔اور قربانی کا چمڑا اپنے کام میں بھی لاسکتا ہے اور ہوسکتا ہے کہ کسی نیک کام کے لیے دیدے مثلاً مسجد یا دینی مدرسہ کو دیدے یا کسی فقیر کو دیدے۔بعض جگہ یہ چمڑا امام مسجد کو دیا جاتا ہے اگر امام کی تنخواہ میں نہ دیا جاتا ہو بلکہ اعانت کے طور پر ہو تو حرج نہیں۔بحرالرائق میں مذکور ہے کہ قربانی کرنے والا بقرعید کے دن سب سے پہلے قربانی کا گوشت کھائے اس سے پہلے کوئی دوسری چیز نہ کھائے یہ مستحب ہے اس کے خلاف کرے جب بھی حرج نہیں۔[4]

فائدہ: احادیث سے ثابت ہے کہ سیدعالم حضرت محمد رسول اللہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم نے اس امت مرحومہ کی طرف سے قربانی کی یہ حضور (صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) کے بے شمار الطاف میں سے ایک خاص کرم ہے کہ اس موقع پر بھی امت کا خیال فرمایا اور جو لوگ قربانی نہ کرسکے اون کی طرف سے خود ہی قربانی ادا فرمائی۔ یہ شبہہ کہ ایک مینڈھا ان سب کی طرف سے کیونکر ہوسکتا ہے یا جو لوگ ابھی پیدا ہی نہ ہوئے اون کی قربانی کیونکر ہوئی اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حضور اقدس صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم کے خصائص سے ہے۔جس طرح حضور (صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے چھ مہینے کے بکری کے بچہ کی قربانی ابو بردہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کے لیے جائز فرمادی اوروں کے لیے اس کی ممانعت کردی۔اسی طرح اس میں خود حضور (صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) کی خصوصیت ہے۔کہنا یہ ہے کہ جب حضور (صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے اُمت کی طرف سے قربانی کی تو جو مسلمان صاحب استطاعت ہو اگر حضور اقدس صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم کے نام کی ایک قربانی کرے تو زہے نصیب اور بہتر سینگ والا مینڈھا ہے جس کی سیاہی میں سفیدی کی بھی آمیزش ہو جیسے مینڈھے کی خود حضور اکرم (صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے قربانی فرمائی۔

عقیقہ کا بیان

اس کے متعلق پہلے چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں وہ یہ ہیں۔

---

1 ......اندازہ سے۔ 2 ......صدقہ کردے۔ 3 ......استعمال میں۔

4 ......"البحر الرائق"، كتاب الصلاة، باب مايفسد الصلاة... إلخ، ج ٢، ص ٥٧.

حدیث ۱: امام بخاری نے سلمان بن عامر ضبی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سنا کہ ''لڑکے کے ساتھ عقیقہ ہے اوس کی طرف سے خون بہاؤ (یعنی جانور ذبح کرو) اور اوس سے اذیت کو دور کرو''(1) یعنی اوس کا سر مونڈا دو۔

حدیث ۲: ابوداود وترمذی ونسائی نے اُمّ کرز رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہتی ہیں میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سُنا کہ ''لڑکے کی طرف سے دو بکریاں اور لڑکی کی طرف سے ایک اس میں حرج نہیں کہ نر ہوں یا مادہ۔''(2)

حدیث ۳: امام احمد وابوداود وترمذی ونسائی سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''لڑکا اپنے عقیقہ میں گروی ہے ساتویں دن اوس کی طرف سے جانور ذبح کیا جائے اور اوس کا نام رکھا جائے اور سر مونڈا جائے۔''(3) گروی ہونے کا یہ مطلب یہ ہے کہ اوس سے پورا نفع حاصل نہ ہوگا جب تک عقیقہ نہ کیا جائے اور بعض نے کہا بچہ کی سلامتی اور اوس کی نشو ونما اور اوس میں اچھے اوصاف ہونا عقیقہ کے ساتھ وابستہ ہیں۔

حدیث ۴: ترمذی نے اَمیر المومنین حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے حضرت حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف سے عقیقہ میں بکری ذبح کی اور یہ فرمایا کہ ''اے فاطمہ اس کا سر مونڈا دو اور بال کے وزن کی چاندی صدقہ کرو'' ہم نے بالوں کو وزن کیا تو ایک درہم یا کچھ کم تھے۔(4)

حدیث ۵: ابوداود ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے امام حسن و امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما کی طرف سے ایک ایک مینڈھے کا عقیقہ کیا اور نسائی کی روایت میں ہے کہ دو دو مینڈھے۔(5)

حدیث ۶: ابوداود بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ زمانۂ جاہلیت میں جب ہم میں کسی کے بچہ پیدا ہوتا تو بکری ذبح کرتا اور اوس کا خون بچہ کے سر پر پوت دیتا(6) اب جبکہ اسلام آیا تو ساتویں دن ہم بکری ذبح کرتے ہیں اور بچہ کا سر مونڈاتے ہیں اور سر پر زعفران لگا دیتے ہیں۔(7)

حدیث ۷: ابوداود وترمذی ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ جب حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالٰی عنہما

---

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب العقيقة، باب إماطة الأذى عن الصبي في العقيقة، الحديث: ٥٤٧٢، ج٣، ص٥٤٧.

2 ......"سنن أبي داود"، كتاب الضحايا، باب العقيقة، الحديث: ٢٨٣٥، ج٣، ص١٤١.

3 ......"جامع الترمذي"، كتاب الأضاحي، باب من العقيقة، الحديث: ١٥٢٧، ج٣، ص١٧٧.

4 ......المرجع السابق، باب العقيقة بشاة، الحديث: ١٥٢٤، ص١٧٥.

5 ......"سنن أبي داود"، كتاب الضحايا، باب العقيقة، الحديث: ٢٨٤١، ج٣، ص١٤٣.
و"سنن النسائي"، كتاب العقيقة، باب كم يعق عن الجارية، الحديث: ٤٢٢٥، ص٦٨٨.

6 ......یعنی سر پر مَل لیتا۔

7 ......"سنن أبي داود"، كتاب الضحايا، باب العقيقة، الحديث: ٢٨٤٣، ج٣، ص١٤٤.

پیدا ہوئے تو میں نے دیکھا کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اون کے کان میں وہی اذان کہی جو نماز کے لیے کہی جاتی ہے۔[1]

حدیث ۸: امام مسلم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں بچے لائے جاتے حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) ان کے لیے برکت کی دعا کرتے اور **تحنیک** کرتے یعنی کوئی چیز مثلاً کھجور چبا کر اوس بچہ کے تالو میں لگا دیتے کہ سب سے پہلے اوس کے شکم میں حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کا لعاب دہن پہنچے۔[2]

حدیث ۹: بخاری و مسلم حضرت اسما بنت ابی بکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہتی ہیں کہ عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ مکہ ہی میں ہجرت سے قبل میرے پیٹ میں تھے بعد ہجرت قبا میں یہ پیدا ہوئے میں ان کو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں لائی اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی گود میں ان کو رکھ دیا پھر حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے کھجور منگائی اور چبا کر ان کے موںھ میں ڈال دی اور ان کے لیے دُعائے برکت کی اور بعد ہجرت مسلمان مہاجرین کے یہاں یہ سب سے پہلے بچہ ہیں۔[3]

مسائل: بچہ پیدا ہونے کے شکریہ میں جو جانور ذبح کیا جاتا ہے اوس کو عقیقہ کہتے ہیں۔ حنفیہ کے نزدیک عقیقہ مباح و مستحب ہے۔ یہ جو بعض کتابوں میں مذکور ہے کہ عقیقہ سنت نہیں اس سے مراد یہ ہے کہ سنت مؤکدہ نہیں ورنہ جب خود حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے فعل سے اس کا ثبوت موجود ہے تو مطلقاً اس کی سنیت سے انکار صحیح نہیں۔ بعض کتابوں میں یہ آیا ہے کہ قربانی سے یہ منسوخ ہے اس کا یہ مطلب ہے کہ اوس کا وجوب منسوخ ہے جس طرح یہ کہا جاتا ہے کہ زکوۃ نے حقوق مالیہ کو منسوخ کر دیا یعنی اون کی فرضیت منسوخ ہوگئی۔ جب بچہ پیدا ہو تو مستحب یہ ہے کہ اوس کے کان میں اذان و اقامت کہی جائے اذان کہنے سے ان شاءاللہ تعالٰی بلائیں دور ہو جائیں گی۔ بہتر یہ ہے کہ دہنے کان میں چار مرتبہ اذان اور بائیں میں تین مرتبہ اقامت کہی جائے۔ بہت لوگوں میں یہ رواج ہے کہ لڑکا پیدا ہوتا ہے تو اذان کہی جاتی ہے اور لڑکی پیدا ہوتی ہے تو نہیں کہتے۔ یہ نہ چاہیے بلکہ لڑکی پیدا ہو جب بھی اذان و اقامت کہی جائے۔ ساتویں دن اوس کا نام رکھا جائے اور اوس کا سر مونڈا جائے اور سر مونڈنے کے وقت عقیقہ کیا جائے۔ اور بالوں کو وزن کر کے اوتنی چاندی یا سونا صدقہ کیا جائے۔

مسئلہ ۱: ہندوستان میں عموماً بچہ پیدا ہونے پر چھٹی [4] کی جاتی ہے۔ بعض لوگوں میں اس موقع پر ناجائز رسمیں برتی جاتی ہیں مثلاً عورتوں کا گانا بجانا ایسی باتوں سے بچنا اور ان کو چھوڑنا ضروری و لازم ہے بلکہ مسلمانوں کو وہ کرنا چاہیے جو حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے قول و فعل سے ثابت ہے۔ عقیقہ سے بہت زائد رسوم میں صرف کر دیتے ہیں اور عقیقہ نہیں

---

1 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في الصبي يولد فيؤذن في أذنه، الحديث: ٥١٠٥، ج٤، ص٤٢٣.

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب الطهارة، باب حكم بول الطفل الرضيع... إلخ، الحديث: ١٠١ ـ (٢٨٦)، ص١٦٥.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب العقيقة، باب تسمية المولود... إلخ، الحديث: ٥٤٦٩، ج٣، ص٥٤٦.

4 ...... بچے کی پیدائش کے چھٹے دن منائی جانے والی خوشی۔

کرتے۔عقیقہ کریں تو سنت بھی ادا ہو جائے اور مہمانوں کے کھلانے کے لیے گوشت بھی ہو جائے۔

مسئلہ۲: بچہ کا اچھا نام رکھا جائے۔ ہندوستان میں بہت لوگوں کے ایسے نام ہیں جن کے کچھ معنی نہیں یا اون کے برے معنی ہیں ایسے ناموں سے احتراز کریں۔ انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام کے اسمائے طیبہ اور صحابہ وتابعین و بزرگانِ دین کے نام پر نام رکھنا بہتر ہے امید ہے کہ اون کی برکت بچہ کے شاملِ حال ہو۔

مسئلہ۳: عبداللہ وعبدالرحمٰن بہت اچھے نام ہیں مگر اس زمانہ میں یہ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ بجائے عبدالرحمٰن اوس شخص کو بہت سے لوگ رحمٰن کہتے ہیں اور غیر خدا کو رحمٰن کہنا حرام ہے۔ اسی طرح عبدالخالق کو خالق اور عبدالمعبود کو معبود کہتے ہیں اس قسم کے ناموں میں ایسی ناجائز ترمیم ہرگز نہ کی جائے۔ اسی طرح بہت کثرت سے ناموں میں تصغیر کا رواج ہے یعنی نام کو اس طرح بگاڑتے ہیں جس سے حقارت نکلتی ہے اور ایسے ناموں میں تصغیر ہرگز نہ کی جائے لہٰذا جہاں یہ گمان ہو کہ ناموں میں تصغیر کی جائے گی یہ نام نہ رکھے جائیں دوسرے نام رکھے جائیں۔[1] (عالمگیری وغیرہ)

مسئلہ۴: محمد بہت پیارا نام ہے اس نام کی بڑی تعریف حدیثوں میں آئی ہے اگر تصغیر کا اندیشہ نہ ہو تو یہ نام رکھا جائے اور ایک صورت یہ ہے کہ عقیقہ کا یہ نام ہو اور پکارنے کے لیے کوئی دوسرا نام تجویز کرلیا جائے اور ہندوستان میں ایسا بہت ہوتا ہے کہ ایک شخص کے کئی نام ہوتے ہیں اس صورت میں نام کی برکت بھی ہوگی اور تصغیر سے بھی بچ جائیں گے۔

مسئلہ۵: مردہ بچہ پیدا ہوا تو اوس کا نام رکھنے کی ضرورت نہیں بغیر نام اس کو دفن کر دیں[2] اور زندہ پیدا ہو تو اس کا نام رکھا جائے اگرچہ پیدا ہو کر مر جائے۔[3]

مسئلہ۶: عقیقہ کے لیے ساتواں دن بہتر ہے اور ساتویں دن نہ کرسکیں تو جب چاہیں کرسکتے ہیں سنت ادا ہو جائے گی۔ بعض نے یہ کہا کہ ساتویں یا چودھویں یا اکیسویں دن یعنی سات دن کا لحاظ رکھا جائے یہ بہتر ہے اور یاد نہ رہے تو یہ کرے کہ جس دن بچہ پیدا ہوا اوس دن کو یاد رکھیں اوس سے ایک دن پہلے والا دن جب آئے وہ ساتواں ہوگا مثلاً جمعہ کو پیدا ہوا تو جمعرات ساتویں دن ہے اور سنیچر کو پیدا ہوا تو ساتویں دن جمعہ ہوگا پہلی صورت میں جس جمعرات کو اور دوسری صورت میں جس جمعہ کو عقیقہ کرے گا اوس میں ساتویں کا حساب ضرور آئے گا۔

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الکراهية،الباب الثاني والعشرون في تسمية الاولاد...إلخ، ج٥، ص٣٦٢، وغیرہ.

2 ......یہ ظاہر الروایہ ہے مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا مذہب یہ ہے کہ بچہ زندہ پیدا ہو یا مردہ بہرحال اس کی تکریم کے لیے اس کا نام رکھا جائے۔ ملتقی الابحر میں ہے کہ اس پر فتویٰ ہے اور نہر سے مستفاد ہے کہ یہی مختار ہے ایسا ہی درمختار باب صلاۃ الجنازۃ جلد۳، صفحہ۱۵۳ میں ہے۔ بہارِشریعت، ج۱ حصہ۴، صفحہ۸۴۱، نماز جنازہ کا بیان میں بھی اسی کو اختیار کیا اور اس حصے پر اعلیٰ حضرت کی یہ تصدیق بھی ہے کہ اسے مسائل صحیحہ، رجیحہ، محققہ، منقحہ پر مشتمل پایا لہٰذا مسلمانوں کو اسی پر عمل کرنا چاہیے۔...علمیه

3 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الکراهية،الباب الثاني والعشرون في تسمية الاولاد...إلخ، ج ٥، ص٣٦٢.

مسئلہ ۷: لڑکے کے عقیقہ میں دو بکرے اور لڑکی میں ایک بکری ذبح کی جائے یعنی لڑکے میں نر جانور اور لڑکی میں مادہ مناسب ہے۔ اور لڑکے کے عقیقہ میں بکریاں اور لڑکی میں بکرا کیا جب بھی حرج نہیں۔ اور عقیقہ میں گائے ذبح کی جائے تو لڑکے کے لیے دو حصے اور لڑکی کے لیے ایک حصہ کافی ہے یعنی سات حصوں میں دو حصے یا ایک حصہ۔

مسئلہ ۸: گائے کی قربانی ہوئی اس میں عقیقہ کی شرکت ہوسکتی ہے جس کا ذکر قربانی میں گزرا۔

مسئلہ ۹: بچہ کا سر مونڈنے کے بعد سر پر زعفران پیس کر لگا دینا بہتر ہے۔

مسئلہ ۱۰: عقیقہ کا جانور اونھیں شرائط کے ساتھ ہونا چاہیے جیسا قربانی کے لیے ہوتا ہے۔ اس کا گوشت فقرا اور عزیز وقریب دوست واحباب کو کچا تقسیم کردیا جائے یا پکا کر دیا جائے یا اون کو بطورِ ضیافت [1] ودعوت کھلایا جائے یہ سب صورتیں جائز ہیں۔

مسئلہ ۱۱: بہتر یہ ہے کہ اوس کی ہڈی نہ توڑی جائے بلکہ ہڈیوں پر سے گوشت اوتار لیا جائے یہ بچہ کی سلامتی کی نیک فال ہے [2] اور ہڈی توڑ کر گوشت بنایا جائے اس میں بھی حرج نہیں۔ گوشت کو جس طرح چاہیں پکا سکتے ہیں مگر میٹھا پکایا جائے تو بچہ کے اخلاق اچھے ہونے کی فال ہے۔

مسئلہ ۱۲: بعض کا یہ قول ہے کہ سری پائے حجام کو اور ایک ران دائی کو دیں باقی گوشت کے تین حصے کریں ایک حصہ فقرا کا ایک احباب کا اور ایک حصہ گھر والے کھائیں۔

مسئلہ ۱۳: عوام میں یہ بہت مشہور ہے کہ عقیقہ کا گوشت بچہ کے ماں باپ اور دادا دادی، نانا نانی نہ کھائیں یہ محض غلط ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

مسئلہ ۱۴: لڑکے کے عقیقہ میں دو بکریوں کی جگہ ایک ہی بکری کسی نے کی تو یہ بھی جائز ہے۔ ایک حدیث سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقیقہ میں ایک مینڈھا ذبح ہوا۔

مسئلہ ۱۵: اس کی کھال کا وہی حکم ہے جو قربانی کی کھال کا ہے کہ اپنے صرف میں لائے یا مساکین کو دے یا کسی اور نیک کام مسجد یا مدرسہ میں صرف کرے۔

مسئلہ ۱۶: عقیقہ میں جانور ذبح کرتے وقت ایک دعا پڑھی جاتی ہے اوسے پڑھ سکتے ہیں اور یاد نہ ہو تو بغیر دعا پڑھے بھی ذبح کرنے سے عقیقہ ہوجائے گا۔

واللّٰہُ تَعَالٰی اَعۡلَمُ قَدۡ تَمّ ھٰذَا الۡجُزۡءُ بِحَمۡدِ اللّٰہِ سُبۡحٰنَہٗ وَتَعَالٰی وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی اَفۡضَلِ خَلۡقِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ وَابۡنِہٖ وَحِزۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ.

وَاَنَا الۡفَقِیۡرُ اَبُو الۡعُلَا مُحَمَّد اَمۡجَدُ عَلِی الۡاَعۡظَمِی عفی عنہ.

---

1 ......یعنی بطور مہمان نوازی۔ 2 ......یعنی نیک شگون ہے۔

حظر واباحت، سلام، آداب مسجد وقبلہ، زیارتِ قبور اور ایصالِ ثواب کا بیان

بہارِ شریعت

حصہ شانزدہم (16)

(......تسہیل وتخریج شدہ......)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

پیشکش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوت اسلامی)

شعبہ تخریج

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط
نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ط

حظر و اِباحت کا بیان [1]

اس کتاب میں ان چیزوں کا بیان ہے جوشرعاً ممنوع یا مباح ہیں۔اصطلاح شرح میں مباح اس کو کہتے ہیں، جس کے کرنے اور چھوڑنے دونوں کی اجازت ہو، نہ اس میں ثواب ہے نہ اس میں عذاب ہے۔مکروہ کی دونوں قسموں کی تعریفیں حصہ دوم [2] میں ذکر کردی گئیں وہاں سے معلوم کریں۔

اس کتاب کے مسائل چند ابواب پر منقسم ہیں۔سب سے پہلے کھانے پینے سے جن مسائل کا تعلق ہے، وہ بیان کیے جاتے ہیں کہ انسانی زندگی کا تعلق کھانے پینے سے ہے۔قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے۔

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَیِّبٰتِ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَ لَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ الْمُعْتَدِیْنَ ﴿۸۷﴾ وَ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَیِّبًا ۪ وَّ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾ ﴾ [3]

''اے ایمان والو! اللہ (عزوجل) نے جو تمھارے لیے حلال کیا ہے اسے حرام نہ کرو اور حد سے نہ گزرو، بے شک اللہ (عزوجل) حد سے گزرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا اور اللہ (عزوجل) نے جو تمہیں حلال پاکیزہ رزق دیا ہے، اس میں سے کھاؤ اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو جس پر تم ایمان لائے ہو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَ لَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ ﴿۱۴۲﴾ ﴾ [4]

''کھاؤ اس میں سے جو اللہ (عزوجل) نے تمھیں روزی دی اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو بیشک وہ تمہارا کھلا دشمن ہے۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا وَ لَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الْمُسْرِفِیْنَ ﴿۳۱﴾ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِیْنَةَ اللّٰهِ الَّتِیْۤ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّیِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِیَ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا خَالِصَةً

---

1 ......یعنی ممنوع اور مباح چیزوں کا بیان۔
2 ......یعنی بہارِ شریعت، ج۱، حصہ دوم۔
3 ......پ۷، المآئدۃ: ۸۷ ۔ ۸۸.
4 ......پ۸، الانعام: ۱۴۲.

یَوْمَ الْقِیٰمَةِؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۝۳۲ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ مَا بَطَنَ وَ الْاِثْمَ وَ الْبَغْیَ بِغَیْرِ الْحَقِّ وَ اَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ یُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّ اَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ۝۳۳﴾ [1]

''اے بنی آدم! اپنی زینت لو، جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور اسراف (زیادتی) نہ کرو، بے شک وہ اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اے محبوب! تم فرمادو، کس نے حرام کی اللہ (عزوجل) کی وہ زینت جو اس نے اپنے بندوں کے لیے نکالی اور ستھرا رزق، تم فرمادو کہ وہ ایمان والوں کے لیے ہے دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن تو خاص انھیں کے لیے ہے، اسی طرح ہم تفصیل کے ساتھ اپنی آیتوں کو بیان کرتے ہیں علم والوں کے لیے۔ تم فرمادو کہ میرے رب (عزوجل) نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں ظاہر ہیں اور جو چھپی ہیں اور گناہ اور ناحق زیادتی اور یہ کہ اللہ (عزوجل) کا شریک کرو جس کی اس نے کوئی دلیل نہیں اُتاری اور یہ کہ اللہ (عزوجل) پر وہ بات کہو جس کا تمھیں علم نہیں۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ لَیْسَ عَلَى الْاَعْمٰى حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْاَعْرَجِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلَى الْمَرِیْضِ حَرَجٌ وَّ لَا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ اَنْ تَاْكُلُوْا مِنْۢ بُیُوْتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اٰبَآىٕكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اُمَّهٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اِخْوَانِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخَوٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَعْمَامِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ عَمّٰتِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِكُمْ اَوْ بُیُوْتِ خٰلٰتِكُمْ اَوْ مَا مَلَكْتُمْ مَّفَاتِحَهٗۤ اَوْ صَدِیْقِكُمْؕ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَاْكُلُوْا جَمِیْعًا اَوْ اَشْتَاتًاؕ ﴾ [2]

''نہ اندھے پر تنگی ہے اور نہ لنگڑے پر مضایقہ اور نہ بیمار پر حرج اور نہ تم میں کسی پر کہ کھاؤ اپنی اولاد کے گھر یا اپنے باپ کے گھر یا اپنی ماں کے گھر یا اپنے بھائیوں کے یہاں یا اپنی بہنوں کے یہاں یا اپنے چچاؤں کے یہاں یا اپنی پھپیوں کے گھر یا اپنے ماموؤں کے یہاں [3] یا اپنی خالاؤں کے گھر یا جہاں کی کنجیاں تمھارے قبضہ میں ہیں یا اپنے دوست کے یہاں، تم پر اس میں کوئی گناہ نہیں کہ مجتمع ہو کر کھاؤ یا الگ الگ۔''

پہلے کھانے کے متعلق چند حدیثیں بیان کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱: صحیح مسلم شریف میں حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جس کھانے پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے، شیطان کے لیے وہ کھانا حلال ہوجاتا ہے۔'' [4] یعنی بسم اللہ نہ پڑھنے کی صورت میں شیطان اس کھانے میں شریک ہوجاتا ہے۔

---

1 ......پ۸، الاعراف: ۳۱ ۔ ۳۳.
2 ......پ۱۸، النور: ۶۱.
3 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر ''اَوْ بُیُوْتِ اَخْوَالِكُمْ'' کا ترجمہ ''یا اپنے ماموؤں کے یہاں'' موجود نہیں تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے لہذا متن میں کنزالایمان سے اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔... **علمیه**
4 ......''صحیح مسلم''، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشرب...إلخ، الحدیث: ۱۰۲ ـ (۲۰۱۷)، ص۱۱۱۶.

حدیث ۲: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص مکان میں آیا اور داخل ہوتے وقت اور کھانے کے وقت اس نے بسم اللہ پڑھ لی تو شیطان اپنی ذرّیت سے کہتا ہے کہ اس گھر میں نہ تمھیں رہنا ملے گا نہ کھانا اور اگر داخل ہوتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی تو کہتا ہے، اب تمھیں رہنے کی جگہ مل گئی اور کھانے کے وقت بھی بسم اللہ نہ پڑھی تو کہتا ہے کہ رہنے کی جگہ بھی ملی اور کھانا بھی ملا۔'' (1)

حدیث ۳: صحیح بخاری و صحیح مسلم میں عمر بن ابی سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہتے ہیں کہ میں بچہ تھا، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی پرورش میں تھا (یعنی یہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے ربیب اور اُم المومنین اُم سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے فرزند ہیں) کھاتے وقت برتن میں ہر طرف ہاتھ ڈال دیتا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ارشاد فرمایا: ''بسم اللہ پڑھو اور داہنے ہاتھ سے کھاؤ اور برتن کی اس جانب سے کھاؤ، جو تمھارے قریب ہے۔''(2)

حدیث ۴: ابوداود و ترمذی و حاکم حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کھانا کھائے تو اللہ (عزوجل) کا نام ذکر کرے یعنی بسم اللہ پڑھے اور اگر شروع میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو یوں کہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَوَّلَهٗ وَاٰخِرَهٗ ۔''(3)

اور امام احمد و ابن ماجہ و ابن حبان و بیہقی کی روایت میں یوں ہے۔ بِسْمِ اللّٰهِ فِیْ اَوَّلِهٖ وَاٰخِرِهٖ . (4)

حدیث ۵: امام احمد و ابوداود و ابن ماجہ و حاکم وحشی بن حرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ ارشاد فرمایا: ''مجتمع ہوکر کھانا کھاؤ اور بسم اللہ پڑھو، تمھارے لیے اس میں برکت ہوگی۔''(5) ابن ماجہ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) ہم کھاتے ہیں اور پیٹ نہیں بھرتا۔ ارشاد فرمایا کہ ''شاید تم الگ الگ کھاتے ہوگے۔ عرض کی، ہاں۔ فرمایا: اکٹھے ہوکر کھاؤ اور بسم اللہ پڑھو، برکت ہوگی۔''(6)

حدیث ۶: شرح سنہ میں ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر تھے، کھانا پیش کیا گیا ابتدا میں اتنی برکت ہم نے کسی کھانے میں نہیں دیکھی، مگر آخر میں بڑی بے برکتی دیکھی،

---

1 ......"صحیح مسلم"، کتاب الأشربۃ، باب آداب الطعام و الشرب... إلخ، الحدیث: ۱۰۳ ـ (۲۰۱۸)، ص ۱۱۱٦ .

2 ......المرجع السابق، الحدیث: ۱۰۸ ـ (۲۰۲۲)، ص ۱۱۱۸ .

3 ......"سنن أبي داود"، کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ علی الطعام، الحدیث: ۳۷٦۷، ج۳، ص ٤۸۷ .

4 ......"سنن ابن ماجه"، کتاب الأطعمۃ، باب التسمیۃ عند الطعام، الحدیث: ۳۲٦٤، ج ٤، ص ۱۱ .

5 ......"سنن أبي داود"، کتاب الأطعمۃ، باب في الإجتماع علی الطعام، الحدیث: ۳۷٦٤، ج۳، ص ٤۸٦ .

6 ......"سنن ابن ماجه"، کتاب الأطعمۃ، باب الإجتماع علی الطعام، الحدیث: ۳۲۸٦، ج ٤، ص ۲۱ .

ہم نے عرض کی، یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)! ایسا کیوں ہوا؟ ارشادفرمایا: ''ہم سب نے کھانے کے وقت **بسم اللہ** پڑھی تھی، پھرایک شخص بغیر **بسم اللہ** پڑھے کھانے کو بیٹھ گیا، اس کے ساتھ شیطان نے کھانا کھالیا۔'' (1)

حدیث ۷: ابوداود نے اُمَیَّہ بن مخشی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: ایک شخص بغیر **بسم اللہ** پڑھے کھانا کھارہا تھا، جب کھاچکا صرف ایک لقمہ باقی رہ گیا، یہ لقمہ اٹھایا اور یہ کہا: **بِسْمِ اللّٰہِ اَوَّلَہٗ وَاٰخِرَہٗ** رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے تبسم کیا اور یہ فرمایا کہ ''شیطان اس کے ساتھ کھارہا تھا، جب اس نے اللہ (عزوجل) کا نام ذکر کیا جو کچھ اس کے پیٹ میں تھا اُگل دیا۔'' (2) اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ بسم اللہ نہ کہنے سے کھانے کی برکت جو چلی گئی تھی واپس آ گئی۔

حدیث ۸: صحیح مسلم میں حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: جب ہم لوگ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے ساتھ کھانے میں حاضر ہوتے تو جب تک حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) شروع نہ کرتے، کھانے میں ہم ہاتھ نہیں ڈالتے۔ ایک مرتبہ کا واقعہ ہے کہ ہم حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے پاس حاضر تھے، ایک لڑکی دوڑتی ہوئی آئی، جیسے اسے کوئی ڈھکیل رہا ہے، اس نے کھانے میں ہاتھ ڈالنا چاہا، حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر ایک اعرابی دوڑتا ہوا آیا جیسے اسے کوئی ڈھکیل رہا ہے، حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا۔

اور یہ فرمایا کہ ''جب کھانے پر اللہ (عزوجل) کا نام نہیں لیا جاتا تو وہ کھانا شیطان کے لیے حلال ہوجاتا ہے۔ شیطان اس لڑکی کے ساتھ آیا کہ اس کے ساتھ کھائے، میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا پھر اس اعرابی کے ساتھ آیا کہ اس کے ساتھ کھائے، میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا۔ قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، اس کا ہاتھ ان کے ہاتھ کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے، اس کے بعد حضور (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے اللہ (عزوجل) کا نام ذکر کیا یعنی بسم اللہ کہی اور کھانا کھایا۔ (3) اسی کے مثل امام احمد وابوداود ونسائی وحاکم نے بھی روایت کی ہے۔

حدیث ۹: ابن عساکر نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا کہ ''جس کھانے پر اللہ (عزوجل) کا نام ذکر نہ کیا ہو، وہ بیماری ہے اور اس میں برکت نہیں ہے اور اس کا کفارہ یہ ہے کہ اگر ابھی دسترخوان نہ اٹھایا گیا ہو تو بسم اللہ پڑھ کر کچھ کھالے اور دسترخوان اٹھایا گیا ہو تو **بسم اللہ** پڑھ کر انگلیاں چاٹ لے۔'' (4)

---

1 ......"شرح السنة"،كتاب الأطعمة،باب التسمية على الأكل...إلخ، الحديث: ٢٨١٨،ج٦،ص٦١-٦٢.

2 ......"سنن أبي داود"،كتاب الأطعمة،باب التسمية على الطعام،الحديث:٣٧٦٨،ج٣،ص٣٨٨.

3 ......"صحيح مسلم"،كتاب الأشربة،باب آداب الطعام والشرب...إلخ، الحديث:١٠٢-(٢٠١٧)،ص١١١٦.

4 ......"تاريخ دمشق" لابن عساكر، رقم: ١٢٤٧٤،ج٦٠،ص٣٢٥.

حدیث۱۰: دیلمی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کھائے یاپیے تو یہ کہہ لے: **بِسْمِ اللّٰہِ وَبِاللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْئٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ .** [1] پھراس سے کوئی بیماری نہ ہوگی، اگرچہ اس میں زہر ہو۔'' [2]

حدیث۱۱: صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کھانا کھائے تو داہنے ہاتھ سے کھائے اور پانی پیے تو داہنے ہاتھ سے پیے۔'' [3]

حدیث۱۲: صحیح مسلم میں انھیں سے مروی ہے کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''کوئی شخص نہ بائیں ہاتھ سے کھانا کھائے، نہ پانی پیے کہ بائیں ہاتھ سے کھانا پینا شیطان کا طریقہ ہے۔'' [4]

حدیث۱۳: ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''دہنے ہاتھ سے کھائے اور دہنے ہاتھ سے پیے اور دہنے ہاتھ سے لے اور دہنے ہاتھ سے دے، کیونکہ شیطان بائیں سے کھاتا ہے، بائیں سے پیتا ہے اور بائیں سے لیتا ہے اور بائیں سے دیتا ہے۔'' [5]

حدیث۱۴: ابن النجار نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''تین انگلیوں سے کھانا انبیا علیہم السلام کا طریقہ ہے۔'' [6]

اور حکیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''تین انگلیوں سے کھاؤ کہ یہ سنت ہے اور پانچوں انگلیوں سے نہ کھاؤ کہ یہ اعراب (گنواروں) کا طریقہ ہے۔'' [7]

حدیث۱۵: صحیح مسلم میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم تین انگلیوں سے کھانا تناول فرماتے اور پونچھنے سے پہلے ہاتھ چاٹ لیتے۔ [8]

---

1 ......ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے نام سے شروع کرتا ہوں، جس کے نام کی برکت سے زمین وآسمان کی کوئی چیز نقصان نہیں پہنچاسکتی، اے ہمیشہ زندہ وقائم رہنے والے!

2 ......"الفردوس بمأثور الخطاب"، الحدیث: ۱۱۱۳، ج۱، ص۱۶۸.

3 ......"صحیح مسلم"، کتاب الأشربة، باب آداب الطعام والشرب...إلخ، الحدیث: ۱۰۵-(۲۰۲۰)، ص۱۱۱۷.

4 ......المرجع السابق، الحدیث: ۱۰۶-(۲۰۲۰)، ص۱۱۱۷.

5 ......"سنن ابن ماجه"، کتاب الأطعمة، باب الأکل بالیمین، الحدیث: ۳۲۶۶، ج۴، ص۱۲.

6 ......"الجامع الصغیر" للسیوطي، الحدیث: ۳۰۷۴، ص۱۸۴.

7 ......"کنزالعمال"، کتاب المعیشة...إلخ، رقم: ۴۰۸۷۲، ج۱۵، ص۱۱۵.

8 ......"صحیح مسلم"، کتاب الأشربة، باب استحباب لعق الاصابع...إلخ، الحدیث: ۱۳۲-(۲۰۳۲)، ص۱۱۲۲.

حدیث۱۶: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے انگلیوں اور برتن کے چاٹنے کا حکم دیا اور یہ فرمایا کہ ''تمھیں معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔'' (1)

حدیث۱۷: صحیح بخاری ومسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''کھانے کے بعد ہاتھ کو نہ پونچھے، جب تک چاٹ نہ لے یا دوسرے کو چٹا نہ دے۔'' (2) یعنی ایسے شخص کو چٹا دے جو کراہت ونفرت نہ کرتا ہو، مثلاً تلامذہ ومریدین کہ یہ استاد وشیخ کے جھوٹے کو تبرک جانتے ہیں اور بڑی خوشی سے استعمال کرتے ہیں۔

حدیث۱۸: امام احمد وترمذی وابن ماجہ نے نُبیشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو کھانے کے بعد برتن کو چاٹ لے گا وہ برتن اس کے لیے استغفار کرے گا۔'' (3)

رزین کی روایت میں یہ بھی ہے، کہ وہ برتن یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالٰی تجھ کو جہنم سے آزاد کرے، جس طرح تو نے مجھے شیطان سے نجات دی۔ (4)

حدیث۱۹: طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے کھانے اور پانی میں پھونکنے سے ممانعت فرمائی۔ (5)

حدیث۲۰: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''شیطان تمھارے ہر کام میں حاضر ہوجاتا ہے۔ کھانے کے وقت بھی حاضر ہوجاتا ہے۔ لہٰذا اگر لقمہ گر جائے اور اس میں کچھ لگ جائے تو صاف کرکے کھالے اسے شیطان کے لیے چھوڑ نہ دے اور جب کھانے سے فارغ ہوجائے تو انگلیاں چاٹ لے کیونکہ یہ معلوم نہیں کہ کھانے کے کس حصّے میں برکت ہے۔'' (6)

حدیث۲۱: ابن ماجہ نے حسن بصری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ معقل بن یسار رضی اللہ تعالٰی عنہ کھانا کھارہے

---

1 ......''صحیح مسلم''، کتاب الأشربة، باب استحباب لعق الاصابع...إلخ، الحدیث:۱۳۳۔(۲۰۳۳)، ص۱۱۲۲.

2 ......''صحیح البخاري''، کتاب الأطعمة، باب لعق الاصابع...إلخ، الحدیث:۵۴۵٦، ج۳، ص۵۴۲.

3 ......''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، مسند البصریین، حدیث نبیشة الھذلی، الحدیث: ۲۰۷۵۰، ج۷، ص۳۸۲.

4 ......''مشکاة المصابیح''، کتاب الأطعمة، الفصل الثالث، الحدیث:۴۲۴۲، ج۲، ص۴۵۵.

5 ......''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد اللہ بن العباس، الحدیث: ۲۸۱۸، ج۱، ص٦٦۲.

و''المعجم الأوسط'' باب المیم، الحدیث: ۵۱۳۸، ج٤، ص۴۰.

6 ......''صحیح مسلم''، کتاب الأشربة، باب استحباب لعق الاصابع...إلخ، الحدیث: ۱۳۵۔(۲۰۳۳)، ص۱۱۲۳.

تھے، ان کے ہاتھ سے لقمہ گر گیا، انہوں نے اٹھالیا اور صاف کرکے کھالیا۔ یہ دیکھ کر گنواروں نے آنکھوں سے اشارہ کیا (کہ یہ کتنی حقیر و ذلیل بات ہے کہ گرے ہوئے لقمہ کو انھوں نے کھالیا) کسی نے ان سے کہا، خدا امیر کا بھلا کرے (معقل بن یسار وہاں امیر و سردار کی حیثیت سے تھے) یہ گنوار کنکھیوں سے اشارہ کرتے ہیں کہ آپ نے گرا ہوا لقمہ کھالیا اور آپ کے سامنے یہ کھانا موجود ہے۔ انھوں نے فرمایا ان عجمیوں کی وجہ سے میں اس چیز کو نہیں چھوڑ سکتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے سنا ہے، ہم کو حکم تھا کہ جب لقمہ گر جائے، اسے صاف کرکے کھا جائے، شیطان کے لیے نہ چھوڑ دے۔ [1]

حدیث ۲۲: ابن ماجہ نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم مکان میں تشریف لائے، روٹی کا ٹکڑا پڑا ہوا دیکھا، اس کو لے کر پونچھا پھر کھالیا اور فرمایا: ''عائشہ! اچھی چیز کا احترام کرو کہ یہ چیز (یعنی روٹی) جب کسی قوم سے بھاگی ہے تو لوٹ کر نہیں آئی۔'' [2] یعنی اگر ناشکری کی وجہ سے کسی قوم سے رزق چلا جاتا ہے تو پھر واپس نہیں آتا۔

حدیث ۲۳: طبرانی نے عبداللہ ابن اُم حرام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا کہ ''روٹی کا احترام کرو کہ وہ آسمان و زمین کی برکات سے ہے، جو شخص دسترخوان سے گری ہوئی روٹی کو کھالے گا، اس کی مغفرت ہو جائے گی۔'' [3]

حدیث ۲۴: دارمی نے اسما رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ جب ان کے پاس ثرید لایا جاتا تو حکم کرتیں کہ چھپا دیا جائے کہ اس کی بھاپ کا جوش ختم ہو جائے اور فرماتیں کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے سنا ہے کہ اس سے برکت زیادہ ہوتی ہے۔ [4]

حدیث ۲۵: حاکم جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ابوداود اسما رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کرتے ہیں، کہ ارشاد فرمایا: ''کھانے کو ٹھنڈا کرلیا کرو کہ گرم کھانے میں برکت نہیں ہے۔'' [5]

حدیث ۲۶: صحیح بخاری شریف میں ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، کہ جب دسترخوان اٹھایا جاتا، اُس وقت نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم یہ پڑھتے: **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ حَمْدًا كَثِيرًا طَيِّباً مُّبَارَكاً فِيْهِ غَيْرَ مَكْفِيٍّ وَلَا**

1 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الأطعمة، باب اللقمة إذا سقطت، الحديث: ٣٢٧٨، ج٤، ص١٧.

2 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الأطعمة، باب النهى عن إلقاء الطعام، الحديث: ٣٣٥٣، ج٤، ص٤٩.

3 ......"الجامع الصغير" للسيوطي، الحديث: ١٤٢٦، ص٨٨.

4 ......"سنن الدارمي"، كتاب الأطعمة، باب النهى عن اكل الطعام الحار، الحديث: ٢٠٤٧، ج٢، ص١٣٧.

5 ......"المستدرك" للحاكم، كتاب الأطعمة، باب أبردوا الطعام الحار، الحديث: ٧٢٠٧، ج٥، ص١٦٢.

مُوَدَّعٍ وَلَا مُسْتَغْنًى عَنْهُ رَبَّنَا .[1]

حدیث ۲۷: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اللہ تعالٰی اس بندہ سے راضی ہوتا ہے کہ جب لقمہ کھاتا ہے تو اس پر اللہ (عزوجل) کی حمد کرتا ہے اور پانی پیتا ہے تو اس پر اس کی حمد کرتا ہے۔''[2]

حدیث ۲۸: ترمذی وابوداود وابن ماجہ ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کھانے سے فارغ ہوکر یہ پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ .[3]

حدیث ۲۹: ترمذی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''کھانے والا شکرگزار ویسا ہی ہے جیسا روزہ دار صبر کرنے والا۔''[4]

حدیث ۳۰: ابوداود نے ابوایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم جب کھاتے یا پیتے، یہ پڑھتے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَ وَسَقٰی وَسَوَّغَهٗ وَجَعَلَ لَهٗ مَخْرَجًا .[5]

حدیث ۳۱: ضیا نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ ارشاد فرمایا: ''آدمی کے سامنے کھانا رکھا جاتا ہے اور اٹھانے سے پہلے اس کی مغفرت ہوجاتی ہے۔''[6] اس کی صورت یہ ہے کہ جب رکھا جائے بسم اللہ کہے اور جب اٹھایا جانے لگے الحمد للہ کہے۔

حدیث ۳۲: نسائی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ کھانے کے بعد یہ دُعا پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ

---

1 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الأطعمة، باب ما یقول إذا فرغ من طعامه، الحدیث: ٥٤٥٨، ج٣، ص٥٤٣.
و"سنن الترمذي"، کتاب الدعوات، باب ما یقول إذا فرغ من الطعام، الحدیث: ٣٤٦٧، ج٥، ص٢٨٣.
ترجمہ: اللہ تعالٰی کے لیے بے شمار تعریفیں، نہایت پاکیزہ اور بابرکت نہ کفایت کی گئی نہ چھوڑی گئی اور نہ اس سے لاپرواہی برتی گئی۔ اے ہمارے رب! (قبول فرما)

2 ...... "صحیح مسلم"، کتاب الذکر والدعاء... إلخ، باب استحباب حمد اللہ ... إلخ، الحدیث: ٨٩-(٢٧٣٤)، ص١٤٦٣.

3 ...... "سنن أبي داود"، کتاب الأطعمة، باب ما یقول الرجل إذا طعم، الحدیث: ٣٨٥٠، ج٣، ص٥١٣.
ترجمہ: اللہ تعالٰی کا شکر ہے جس نے ہمیں کھلایا، پلایا اور ہمیں مسلمان بنایا۔
نوٹ: بہارِشریعت کے بعض نسخوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَامِنَ الْمُسْلِمِیْنَ. لکھا ہے۔ جبکہ بہارِشریعت مطبوعہ مکتبہ رضویہ، باب المدینہ کراچی، ابوداود (الحدیث: 3850)، ترمذی (الحدیث: 3457) اور ابن ماجہ (الحدیث: 3283) میں یہ دعا ان الفاظ کے ساتھ ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَجَعَلَنَا مُسْلِمِیْنَ .

4 ...... "سنن الترمذی"، کتاب صفة القیامة، باب: ٤٣، الحدیث: ٢٤٩٤، ج٤، ص٢١٩.

5 ...... "سنن أبي داود"، کتاب الأطعمة، باب ما یقول الرجل اذا طعم، الحدیث: ٣٨٥١، ج٣، ص٥١٣.
ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں، جس نے کھلایا، پلایا اور اسے باآسانی اتارا اور اس کے نکلنے کا راستہ بنایا۔

6 ...... "الاحادیث المختارة"، مسند انس بن مالک، الحدیث: ٢٣٠٠، ج٦، ص٢٨٦.

الَّذِیْ یُطْعِمُ وَلَا یُطْعَمُ وَمَنَّ عَلَیْنَا فَھَدٰنَا وَاَطْعَمَنَا وَسَقَانَا وَکُلَّ بَلَاءٍ حَسَنٍ اَبْلَانَا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ غَیْرَ مُوَدَّعٍ رَّبِّیْ وَلَا مُکَافًی وَّلَا مَکْفُوْرٍ وَّلَا مُسْتَغْنًی عَنْہُ، اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا مِنَ الطَّعَامِ وَسَقَانَا مِنَ الشَّرَابِ وَکَسَانَا مِنَ الْعُرْیِ وَھَدٰنَا مِنَ الضَّلَالِ وَبَصَّرَنَا مِنَ الْعَمٰی وَفَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍ مِّنْ خَلْقِہٖ تَفْضِیْلاً وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.[1]

حدیث ۳۳: امام احمد و ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کھانا کھائے تو یہ کہے۔ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَاَبْدِلْنَا خَیْرًا مِّنْہُ.[2] اور جب دودھ پیے تو یہ کہے: اَللّٰھُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْہِ وَزِدْنَا مِنْہُ.[3] کیونکہ دودھ کے سوا کوئی چیز ایسی نہیں جو کھانے اور پانی دونوں کی قائم مقام ہو۔''[4]

حدیث ۳۴: ابن ماجہ نے عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے کھانے پر سے اُٹھنے کی ممانعت کی، جب تک کھانا اٹھا نہ لیا جائے۔[5]

حدیث ۳۵: ابن ماجہ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جب دسترخوان چنا جائے تو کوئی شخص دسترخوان سے نہ اٹھے، جب تک دسترخوان نہ اٹھالیا جائے اور کھانے سے ہاتھ نہ کھینچے اگرچہ کھاچکا ہو، جب تک سب لوگ فارغ نہ ہوجائیں اور اگر ہاتھ روکنا ہی چاہتا ہے تو معذرت پیش کرے کیونکہ اگر بغیر معذرت کیے ہاتھ روک لے گا تو اس کے ساتھ دوسرا شخص جو کھانا کھا رہا ہے شرمندہ ہوگا، وہ بھی ہاتھ کھینچ لے گا اور شاید ابھی اس کو کھانے کی حاجت باقی ہو۔'' [6]

---

1 ......''کنز العمال''، کتاب المعیشۃ، رقم:۴۰۸۴۳، ج۱۵، ص۱۱۳.

ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں، جو کھلاتا ہے اور خود نہیں کھاتا، اس نے ہم پر احسان فرمایا کہ ہمیں ہدایت دی اور ہمیں کھلایا، پلایا اور ہمیں ہر نعمت خوب عطا کی۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں، اس حال میں کہ نہ تو وہ نعمت چھوڑی گئی نہ اس کا بدلہ دیا گیا اور نہ ناشکری کی گئی اور نہ اس سے لاپرواہی برتی گئی۔ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں، جس نے کھانا کھلایا اور پانی پلایا اور برہنگی میں کپڑا پہنایا اور گمراہی سے ہدایت دی اور اندھے پن سے بینا کیا اور اپنی بہت سی مخلوق پر ہمیں فضیلت دی تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں، جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔

2 ......ترجمہ: اے اللہ! عزوجل ہمارے لیے اس (کھانے) میں برکت عطا فرما اور ہمیں اس سے بہتر بدل عطا فرما۔

3 ......ترجمہ: اے اللہ! عزوجل ہمارے لیے اس میں برکت عطا فرما اور ہمیں مزید عطا فرما۔

4 ......''شعب الایمان''، باب في المطاعم والمشارب، الحدیث: ۵۹۵۷، ج۵، ص۱۰۴.

5 ......''سنن ابن ماجہ''، کتاب الأطعمۃ، باب النھی ان یقام عن الطعام حتی یرفع...إلخ، الحدیث: ۳۲۹۴، ج۴، ص۲۴.

6 ......المرجع السابق، الحدیث: ۳۲۹۵، ج۴، ص۲۴.

اسی حدیث کی بناء پر علما یہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کم خوراک ہو تو آہستہ آہستہ تھوڑا تھوڑا کھائے اور اس کے باوجود بھی اگر جماعت کا ساتھ نہ دے سکے تو معذرت پیش کرے تاکہ دوسروں کو شرمندگی نہ ہو۔

حدیث ۳۶: ترمذی وابوداود نے سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے توریت میں پڑھا تھا کہ کھانے کے بعد وضو کرنا یعنی ہاتھ دھونا اور کلی کرنا برکت ہے۔ اس کو میں نے نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے ذکر کیا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ارشاد فرمایا: ''کھانے کی برکت اس کے پہلے وضو کرنا اور اس کے بعد وضو کرنا ہے۔''[1] (اس حدیث میں وضو سے مراد ہاتھ دھونا ہے)۔

حدیث ۳۷: طبرانی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما سے راوی، کہ ارشاد فرمایا: ''کھانے سے پہلے اور بعد میں وضو کرنا (ہاتھ مونھ دھونا) محتاجی کو دور کرتا ہے اور یہ مرسلین (علیہم السلام) کی سنتوں میں سے ہے۔''[2]

حدیث ۳۸: ابن ماجہ نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ فرمایا: ''جو یہ پسند کرے کہ اللہ تعالٰی اس کے گھر میں خیر زیادہ کرے تو جب کھانا حاضر کیا جائے، وضو کرے اور جب اٹھایا جائے اس وقت وضو کرے۔''[3] یعنی ہاتھ مونھ دھولے۔

حدیث ۳۹: ابن ماجہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کرتے ہیں، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا کہ ''اکٹھے ہو کر کھاؤ، الگ الگ نہ کھاؤ کہ برکت جماعت کے ساتھ ہے۔''[4]

حدیث ۴۰: ترمذی نے عکراش بن ذؤیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: ہمارے پاس ایک برتن میں بہت سی ثرید اور بوٹیاں لائی گئیں۔ میرا ہاتھ برتن میں ہر طرف پڑنے لگا اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اپنے سامنے سے تناول فرمایا۔ پھر حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اپنے بائیں ہاتھ سے میرا داہنا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا کہ عکراش ایک جگہ سے کھاؤ کہ یہ ایک ہی قسم کا کھانا ہے۔ اسکے بعد طبق میں طرح طرح کی کھجوریں لائی گئیں، میں نے اپنے سامنے سے کھانی شروع کیں اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کا ہاتھ مختلف جگہ طباق میں پڑتا۔

پھر فرمایا کہ عکراش جہاں سے چاہو کھاؤ، کہ یہ ایک قسم کی چیز نہیں۔ پھر پانی لایا گیا حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ہاتھ دھوئے اور ہاتھوں کی تری سے مونھ اور کلائیوں اور سر پر مسح کر لیا اور فرمایا کہ ''عکراش جس چیز کو آگ نے چھوا یعنی جو

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأطعمة، باب ماجاء في الوضوء قبل الطعام وبعده، الحديث: ۱۸۵۳، ج٤، ص٣٣٤.

2 ......"المعجم الأوسط"، باب الميم، الحديث: ٧١٦٦، ج٥، ص٢٣١.

3 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الأطعمة، باب الوضوء عند الطعام، الحديث: ٣٢٦٠، ج٤، ص٩.

4 ......المرجع السابق، باب الإجتماع على الطعام، الحديث: ٣٢٨٧، ج٤، ص٢١.

آگ سے پکائی گئی ہو،اس کے کھانے کے بعد یہ وضو ہے۔'' (1)

حدیث ۴۱: ترمذی وابوداود وابن ماجہ نے ابوہریرہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کسی کے ہاتھ میں چکنائی کی بُو ہو اور بغیر ہاتھ دھوئے سو جائے اور اس کو کچھ تکلیف پہنچ جائے تو وہ خود اپنے ہی کو ملامت کرے۔''(2) اسی کی مثل حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالٰی عنہا سے بھی مروی ہے۔

حدیث ۴۲: حاکم نے ابوعبس بن جبر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ ارشاد فرمایا: ''کھانے کے وقت جوتے اتار لو کہ یہ سنتِ جمیلہ (اچھا طریقہ) ہے۔''(3) اور اَنس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے، کہ ''کھانا رکھا جائے تو جوتے اتارلو، کہ اس سے تمھارے پاؤں کے لیے راحت ہے۔'' (4)

حدیث ۴۳: ابوداود عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ارشاد فرمایا کہ (کھاتے وقت) گوشت کو چھری سے نہ کاٹو کہ یہ عجمیوں کا طریقہ ہے، اس کو دانت سے نوچ کر کھاؤ کہ یہ خوش گوارا اور زود ہضم ہے۔ (5)

یہ اس وقت ہے کہ گوشت اچھی طرح پک گیا ہو۔ ہاتھ یا دانت سے نوچ کر کھایا جاسکتا ہو۔ آج کل یورپ کی تقلید میں بہت سے مسلمان بھی چھری کانٹے سے کھاتے ہیں، یہ مذموم طریقہ ہے اور اگر بوجہ ضرورت چھری سے گوشت کاٹ کر کھایا جائے کہ گوشت اتنا گلا ہوا نہیں ہے کہ ہاتھ سے توڑا جاسکے یا دانتوں سے نوچا جاسکے یا مثلاً مسلّم ران بھنی ہوئی ہے کہ دانتوں سے نوچنے میں دقت ہوگی تو چھری سے کاٹ کر کھانے میں حرج نہیں، اسی قسم کے بعض مواقع پر حضورِ اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کا چھری سے گوشت کاٹ کر تناول فرمانا آیا ہے، اس سے آج کل کے چھری کانٹے سے کھانے کی دلیل لانا صحیح نہیں۔

حدیث ۴۴: صحیح بخاری میں اَبُو جُحَیْفَہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''میں تکیہ لگا کر کھانا نہیں کھاتا۔'' (6)

حدیث ۴۵: صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے خوان پر کھانا

---

1 ......"سنن الترمذي"،كتاب الأطعمة،باب ماجاء في التسمية،الحديث:١٨٥٥،ج٣،ص٣٣٥.

2 ......"سنن أبي داود"،كتاب الأطعمة،باب في غسل اليد من الطعام،الحديث:٣٨٥٢،ج٣،ص٥١٤.

3 ......"المستدرك"للحاكم،كتاب معرفة الصحابة رضى الله عنهم،باب دعا النبى...إلخ، الحديث: ٥٥٥٠،ج٤،ص٤٢٣.

4 ......"سنن الدارمي"،كتاب الأطعمة،باب في خلع النعال عند الاكل، الحديث: ٢٠٨٠،ج٢،ص١٤٨.

5 ......"سنن أبي داود"،كتاب الأطعمة،باب في أكل اللحم، الحديث: ٣٧٧٨،ج٣ص٤٩٠.

6 ......"صحيح البخاري"،كتاب الأطعمة،باب الأكل متكئاً، الحديث:٥٣٩٨،ج٣،ص٥٢٨.

نہیں تناول فرمایا، نہ چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں کھایا اور نہ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے لیے پتلی چپاتیاں پکائی گئیں۔ دوسری روایت میں یہ ہے، کہ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے پتلی چپاتی دیکھی بھی نہیں۔ قتادہ سے پوچھا گیا کہ کس چیز پر وہ لوگ کھانا کھایا کرتے تھے؟ کہا کہ دسترخوان پر۔ [1]

خوان تپائی کی طرح اونچی چیز ہوتی ہے، جس پر امراء کے یہاں کھانا چنا جاتا ہے تاکہ کھاتے وقت جھکنا نہ پڑے، اس پر کھانا کھانا متکبرین کا طریقہ تھا۔ جس طرح بعض لوگ اس زمانہ میں میز پر کھاتے ہیں، چھوٹی چھوٹی پیالیوں میں کھانا کھانا بھی امراء کا طریقہ ہے کہ ان کے یہاں مختلف قسم کے کھانے ہوتے ہیں، چھوٹے چھوٹے برتنوں میں رکھے جاتے ہیں۔

حدیث ۴۶: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں کہ نبی کریم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے کھانے کو کبھی عیب نہیں لگایا (یعنی بُرا نہیں کہا)، اگر خواہش ہوئی کھا لیا ورنہ چھوڑ دیا۔ [2]

حدیث ۴۷: صحیح مسلم میں جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم فرماتے ہیں کہ ''ایک شخص کا کھانا، دو کے لیے کفایت کرتا ہے اور دو کا کھانا، چار کے لیے کفایت کرتا ہے اور چار کا کھانا، آٹھ کو کفایت کرتا ہے۔'' [3]

حدیث ۴۸: صحیح بخاری میں مقدام بن معدیکرب رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اپنے اپنے کھانے کو ناپ لیا کرو، تمھارے لیے اس میں برکت ہوگی۔'' [4]

حدیث ۴۹: ابن ماجہ و ترمذی و دارمی نے ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کی خدمت میں ایک برتن میں ثرید پیش کیا گیا۔ ارشاد فرمایا کہ ''کناروں سے کھاؤ، بیچ میں سے نہ کھاؤ کہ بیچ میں برکت اترتی ہے۔'' [5] ثرید ایک قسم کا کھانا ہے، روٹی توڑ کر شوربے میں مَل دیتے ہیں۔ حضور اقدس صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو یہ کھانا پسند تھا۔

حدیث ۵۰: طبرانی نے عبدالرحمٰن بن موقع سے روایت کی کہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''کوئی ظرف [6] جو بھرا جائے، پیٹ سے زیادہ برا نہیں اگر تمھیں پیٹ میں کچھ ڈالنا ہی ہے تو ایک تہائی میں کھانا ڈالو اور ایک تہائی میں

---

1 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الاطعمة، باب ما کان النبی صلی اللّٰہ تعالی علیہ وسلم و اصحابہ یأ کلون، باب شاۃ مسموطة ... إلخ، الحدیث: ۵۴۱۵، ۵۴۲۱، ج۳، ص ۵۳۲، ۵۳۳.

2 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الأطعمة، باب ما عاب النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم طعاما، الحدیث: ۵۴۰۹، ج۳، ص ۵۳۱.

3 ...... "صحیح مسلم"، کتاب الأشربة، باب فضیلة المواساة... إلخ، الحدیث: ۱۷۹-(۲۰۵۹)، ص ۱۱۴۰.

4 ...... "صحیح البخاري"، کتاب البیوع، باب ما یستحب من الکیل، الحدیث: ۲۱۲۸، ج۲ ص ۲۷.
و "مشکاة المصابیح"، کتاب الأطعمة، الفصل الاول، الحدیث: ۴۱۹۸، ج۲، ص ۴۴۸.

5 ...... "سنن الدارمي"، کتاب الأطعمة، باب النهی عن اکل وسط الثرید... إلخ، الحدیث: ۲۰۴۶، ج۲، ص ۱۳۷.
و "مشکاة المصابیح"، کتاب الأطعمة، الفصل الثاني، الحدیث: ۴۲۱۱، ج۲، ص ۴۴۹.

6 ...... برتن۔

پانی اور ایک تہائی ہوا اور سانس کے لیے رکھو۔'' (1)

حدیث ۵۱: ترمذی وابن ماجہ نے مقدام بن معدیکرب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ ''آدمی نے پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرا۔ ابن آدم کو چند لقمے کافی ہیں جو اس کی پیٹھ کو سیدھا رکھیں۔ اگر زیادہ کھانا ضروری ہو تو تہائی پیٹ کھانے کے لیے اور تہائی پانی کے لیے اور تہائی سانس کے لیے۔'' (2)

حدیث ۵۲: ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ایک شخص کی ڈکار کی آواز سنی، فرمایا: ''اپنی ڈکار کم کر، اس لیے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ بھوکا وہ ہوگا جو دنیا میں زیادہ پیٹ بھرتا ہے۔'' (3)

حدیث ۵۳: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو کھجور کھاتے دیکھا اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سرین پر اس طرح بیٹھے تھے کہ دونوں گھٹنے کھڑے تھے۔ (4)

حدیث ۵۴: صحیح بخاری ومسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے دو کھجوریں ملا کر کھانے سے منع فرمایا، جب تک ساتھ والے سے اجازت نہ لے لے۔ (5)

حدیث ۵۵: صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جن کے یہاں کھجوریں ہیں، اس گھر والے بھوکے نہیں۔'' (6) دوسری روایت میں یہ ہے، کہ ''جس گھر میں کھجوریں نہ ہوں، اس گھر والے بھوکے ہیں۔'' (7)

یہ اس زمانے اور اس ملک کے لحاظ سے ہے کہ وہاں کھجوریں بکثرت ہوتی ہیں اور جب گھر میں کھجوریں ہیں تو بال بچوں اور گھر والوں کے لیے اطمینان کی صورت ہے کہ بھوک لگے گی تو انھیں کھالیں گے، بھوکے نہیں رہیں گے۔

---

(1) ......''کنز العمال''، کتاب المعیشة...إلخ، رقم: ٤٠٨١٣، ج١٥، ص١١٠.

(2) ......''سنن الترمذي''، کتاب الزهد، باب ماجاء في كراهية كثرة الاكل، الحديث: ٢٣٨٧، ج٤، ص١٦٨.

(3) ......''سنن الترمذي''، كتاب صفة القيامة...إلخ، باب حديث أكثرهم شبعا في الدنيا...إلخ، الحديث: ٢٤٨٦، ج٤، ص٢١٧.

(4) ......''صحيح مسلم''، كتاب الأشربة، باب إستحباب تواضع الأكل...إلخ، الحديث: ١٤٨ ـ (٢٠٤٤)، ص١١٣٠.

(5) ......المرجع السابق، باب نهى الآكل مع جماعة عن قران تمرتين...إلخ، الحديث: ١٥١ ـ (٢٠٤٥)، ص١١٣١.

(6) ......المرجع السابق، باب في إدخال التمر ونحوه من الأقوات للعيال، الحديث: ١٥٢ ـ (٢٠٤٦)، ص١١٣١.

(7) ......المرجع السابق، الحديث: ١٥٣ ـ (٢٠٤٦)، ص١١٣١.

حدیث ۵۶: صحیح مسلم میں ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کے پاس جب کھانا حاضر کیا جاتا تو تناول فرمانے کے بعد اس کا بقیہ (اولش) میرے پاس بھیج دیتے۔ ایک دن کھانے کا برتن میرے پاس بھیج دیا، اس میں سے کچھ نہیں تناول فرمایا تھا کیونکہ اس میں لہسن پڑا ہوا تھا۔ میں نے دریافت کیا، کیا یہ حرام ہے؟ فرمایا: ''نہیں، مگر میں بُو کی وجہ سے اسے ناپسند کرتا ہوں۔'' میں نے عرض کی، جس کو حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) ناپسند فرماتے ہیں، میں بھی ناپسند کرتا ہوں۔ (1)

حدیث ۵۷: صحیح بخاری و مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جو شخص لہسن یا پیاز کھائے وہ ہم سے علیحدہ رہے یا فرمایا: وہ ہماری مسجد سے علیحدہ رہے یا اپنے گھر میں بیٹھ جائے اور حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں ایک ہانڈی پیش کی گئی، جس میں سبز ترکاریاں تھیں۔ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا کہ ''بعض صحابہ کو پیش کر دو اور ان سے فرمایا کہ تم کھالو، اس لیے کہ میں ان سے باتیں کرتا ہوں کہ تم ان سے باتیں نہیں کرتے۔'' (2) یعنی ملائکہ سے۔

حدیث ۵۸: ترمذی و ابوداود نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے لہسن کھانے سے منع فرمایا، مگر یہ کہ پکا ہوا ہو۔ (3)

حدیث ۵۹: ترمذی نے اُم ہانی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں کہ میرے یہاں حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) تشریف لائے، فرمایا: ''کچھ تمھارے یہاں ہے۔ میں نے عرض کی، سوکھی روٹی اور سرکہ کے سوا کچھ نہیں، فرمایا: لاؤ، جس گھر میں سرکہ ہے، اس گھر والے سالن سے محتاج نہیں۔'' (4)

حدیث ۶۰: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے گھر والوں سے سالن کو دریافت کیا۔ لوگوں نے کہا، ہمارے یہاں سرکہ کے سوا کچھ نہیں۔ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے اسے طلب فرمایا اور اس سے کھانا شروع کیا اور بار بار فرمایا کہ ''سرکہ اچھا سالن ہے۔'' (5)

1 ......"صحيح مسلم"، كتاب الأشربة، باب إباحة أكل الثوم... إلخ، الحديث: ١٧٠-(٢٠٥٣)، ص١١٣٥.

2 ......"صحيح البخاري"، كتاب الاذان، باب الإنفتال والإنصراف... إلخ، الحديث: ٨٥٥، ج١، ص٢٩٧.

3 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأطعمة، باب في أكل الثوم، الحديث: ٣٨٢٨، ج٣، ص٥٠٦.

4 ......"سنن الترمذي" "الشمائل المحمدية"، باب ماجاء في إدام رسول الله صلى الله عليه وسلم، الحديث: ١٧٢، ج٥، ص٥٣٢.
و"سنن الترمذي"، كتاب الأطعمة، باب ماجاء في الخل، الحديث: ١٨٤٨، ج٣، ص٣٣٢.

5 ......"صحيح مسلم"، كتاب الأشربة، باب فضيلة الخل... إلخ، الحديث: ١٦٦-(٢٠٥٢)، ص١١٣٤.

حدیث ۶۱: ابن ماجہ نے اسما بنتِ یزید رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں کھانا حاضر لایا گیا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ہم پر پیش فرمایا، ہم نے کہا ہمیں خواہش نہیں ہے۔ فرمایا: ''بھوک اور جھوٹ دونوں چیزوں کو اکٹھا مت کرو۔'' (1)

یعنی بھوک کے وقت کوئی کھانا کھلائے تو کھالے یہ نہ کہے کہ بھوک نہیں ہے کہ کھانا بھی نہ کھانا اور جھوٹ بھی بولنا دنیا و آخرت دونوں کا خسارہ ہے۔ بعض تکلف کرنے والے ایسا کیا کرتے ہیں اور بہت سے دیہاتی اس قسم کی عادت رکھتے ہیں کہ جب تک ان سے بار بار نہ کہا جائے، کھانے سے انکار کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمیں خواہش نہیں ہے، جھوٹ بولنے سے بچنا ضروری ہے۔

حدیث ۶۲: صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم باہر تشریف لائے اور ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما ملے، ارشاد فرمایا: کیا چیز تمھیں اس وقت گھر سے باہر لائی؟ عرض کی، بھوک۔ فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! جو چیز تمھیں گھر سے باہر لائی، وہی مجھے بھی لائی۔ ارشاد فرمایا: اُٹھو! وہ لوگ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے ساتھ کھڑے ہوگئے اور ایک انصاری کے یہاں تشریف لے گئے، دیکھا تو وہ گھر میں نہیں ہیں، انصاری کی بی بی نے جُوہیں ان حضرات کو دیکھا مرحبا و اہلاً کہا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے دریافت فرمایا کہ فلاں شخص کہاں ہے؟ کہا کہ میٹھا پانی لینے گئے ہیں۔

اتنے میں انصاری آ گئے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو اور شیخین کو دیکھ کر کہا، **الحمد للہ** آج مجھ سے بڑھ کر کوئی نہیں، جس کے یہاں ایسے معزز مہمان آئے ہوں پھر وہ کھجور کا ایک خوشہ لائے، جس میں ادھ پکی اور خشک کھجوریں بھی تھیں اور رطب بھی تھے اور ان حضرات سے کہا، کہ کھایئے اور خود چھری نکالی (یعنی بکری ذبح کرنے کا ارادہ کیا) حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: دودھ والی کو نہ ذبح کرنا۔ انصاری نے بکری ذبح کی، ان حضرات نے بکری کا گوشت کھایا اور کھجوریں کھائیں، پانی پیا۔ جب کھا پی کر فارغ ہوئے، ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے فرمایا کہ ''قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! قیامت کے دن اس نعمت کا سوال ہوگا، تمھیں بھوک گھر سے لائی اور واپس ہونے سے پہلے یہ نعمت تم کو ملی۔'' (2)

حدیث ۶۳: مسلم و ابو داود نے اُمِ سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''جو شخص چاندی یا سونے کے برتن میں کھاتا یا پیتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ اُتارتا ہے۔'' (3)

---

1 ...... "سنن ابن ماجه"، كتاب الأطعمة، باب عرض الطعام، الحديث: ٣٢٩٨، ج٤، ص٢٦.

2 ...... "صحيح مسلم"، كتاب الأشربة، باب جواز استتباعه غيره... إلخ، الحديث: ١٤٠ـ(٢٠٣٨)، ص١١٢٥.

3 ...... "صحيح مسلم"، كتاب اللباس والزينة، باب تحريم إستعمال أواني الذهب... إلخ، الحديث: ١ـ(٢٠٦٥)، ص١١٤٢.

حدیث ۶۴: ابوداود وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کھانے میں مکھی گر جائے تو اسے غوطہ دے دو (اور پھینک دو) کیونکہ اس کے ایک بازو میں بیماری ہے اور دوسرے میں شِفا ہے اور اسی بازو سے اپنے کو بچاتی ہے جس میں بیماری ہے۔''(1) یعنی وہی بازو کھانے میں پہلے ڈالتی ہے جس میں بیماری ہے، لہٰذا پوری کو غوطہ دیدو۔

حدیث ۶۵: ابوداود و ابن ماجہ و دارمی ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص کھانا کھائے (اور دانتوں میں کچھ رہ جائے) اسے اگر خلال سے نکالے تو تھوک دے اور زبان سے نکالے تو نگل جائے، جس نے ایسا کیا اچھا کیا اور نہ کیا تو بھی حرج نہیں۔'' (2)

مسائل فقهيه

بعض صورت میں کھانا فرض ہے کہ کھانے پر ثواب ہے اور نہ کھانے میں عذاب۔ اگر بھوک کا اتنا غلبہ ہو کہ جانتا ہو کہ نہ کھانے سے مر جائے گا تو اتنا کھالینا جس سے جان بچ جائے فرض ہے اور اس صورت میں اگر نہیں کھایا یہاں تک کہ مر گیا تو گنہگار ہوا۔ اتنا کھالینا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی طاقت آجائے اور روزہ رکھ سکے یعنی نہ کھانے سے اتنا کمزور ہو جائے گا کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا اور روزہ نہ رکھ سکے گا تو اس مقدار سے کھالینا ضروری ہے اور اس میں بھی ثواب ہے۔(3) (درمختار)

مسئلہ ۱: اضطرار کی حالت میں یعنی جبکہ جان جانے کا اندیشہ ہے اگر حلال چیز کھانے کے لیے نہیں ملتی تو حرام چیز یا مردار یا دوسرے کی چیز کھا کر اپنی جان بچائے اور ان چیزوں کے کھالینے پر اس صورت میں مؤاخذہ نہیں، بلکہ نہ کھا کر مر جانے میں مؤاخذہ ہے اگرچہ پرائی چیز کھانے میں تاوان(4) دینا ہوگا۔(5) (درمختار)

مسئلہ ۲: پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے، تو کسی چیز کو پی کر اپنے کو ہلاکت سے بچانا فرض ہے۔ پانی نہیں ہے اور شراب موجود ہے اور معلوم ہے کہ اس کے پی لینے میں جان بچ جائے گی، تو اتنی پی لے جس سے یہ اندیشہ جاتا رہے۔(6) (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأطعمة، باب في الذباب يقع في الطعام، الحديث: ٣٨٤٤، ج٣، ص٥١١.

2 ......"سنن أبي داود"، كتاب الطهارة، باب الاستتار في الخلاء، الحديث: ٣٥، ج١، ص٤٦.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٥٩.

4 ......یعنی جو کچھ نقصان ہوا، وہ ادا کرے۔

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٥٩.

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٥٩.

مسئلہ ۳: دوسرے کے پاس کھانے پینے کی چیز ہے، تو قیمت سے خرید کر کھا پی لے وہ قیمت سے بھی نہیں دیتا اور اس کی جان پر بنی ہے، تو اس سے زبردستی چھین لے اور اگر اس کے لیے بھی یہی اندیشہ ہے تو کچھ لے لے اور کچھ اس کے لیے چھوڑ دے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: ایک شخص اضطرار کی حالت میں ہے دوسرا شخص اس سے یہ کہتا ہے کہ تم میرا ہاتھ کاٹ کر اس کا گوشت کھالو۔ اس کے لیے اس گوشت کے کھانے کی اجازت نہیں ہے، یعنی انسان کا گوشت کھانا اس حالت میں بھی مباح نہیں۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۵: کھانے پینے پر دوا اور علاج کو قیاس نہ کیا جائے، یعنی حالتِ اضطرار میں مردار اور شراب کو کھانے پینے کا حکم ہے، مگر دوا کے طور پر شراب جائز نہیں کیونکہ مردار کا گوشت اور شراب یقینی طور پر بھوک اور پیاس کا دفعیہ ہے اور دوا کے طور پر شراب پینے میں یہ یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا کہ مرض کا ازالہ ہی ہوجائے گا۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۶: بھوک سے کم کھانا چاہیے اور پوری بھوک بھر کر کھانا کھالینا مباح ہے یعنی نہ ثواب ہے نہ گناہ، کیونکہ اس کا بھی صحیح مقصد ہوسکتا ہے کہ طاقت زیادہ ہوگی اور بھوک سے زیادہ کھالینا حرام ہے۔ زیادہ کا یہ مطلب ہے کہ اتنا کھالینا جس سے پیٹ خراب ہونے کا گمان ہے، مثلاً دست آئیں گے اور طبیعت بدمزہ ہوجائے گی۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۷: اگر بھوک سے کچھ زیادہ اس لیے کھالیا کہ کل کا روزہ اچھی طرح رکھ سکے گا روزہ میں کمزوری نہیں پیدا ہوگی تو حرج نہیں، جبکہ اتنی ہی زیادتی ہو جس سے معدہ خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور معلوم ہے کہ زیادہ نہ کھایا تو کمزوری ہوگی، دوسرے کاموں میں دقت ہوگی۔ یوہیں اگر مہمان کے ساتھ کھا رہا ہے اور معلوم ہے کہ یہ ہاتھ روک دے گا تو مہمان شرما جائے گا اور سیر ہو کر نہ کھائے گا تو اس صورت میں بھی کچھ زیادہ کھالینے کی اجازت ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۸: سیر ہو کر کھانا اس لیے کہ نوافل کثرت سے پڑھ سکے گا اور پڑھنے پڑھانے میں کمزوری پیدا نہ ہوگی، اچھی طرح اس کام کو انجام دے سکے گا یہ مندوب ہے اور سیری سے زیادہ کھایا مگر اتنا زیادہ نہیں کہ شکم خراب ہوجائے یہ مکروہ ہے۔ عبادت گزار شخص کو یہ اختیار ہے کہ بقدر مباح تناول کرے یا بقدر مندوب، مگر اسے یہ نیت کرنی چاہیے کہ اس کے لیے کھاتا ہوں

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحۃ، ج۹، ص۵۵۹.
2 ......المرجع السابق.
3 ...... المرجع السابق.
4 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحۃ، ج۹، ص۵٦٠.
5 ......المرجع السابق، ص۵٦۱.

کہ عبادت کی قوت پیدا ہو[1] کہ اس نیت سے کھانا ایک قسم کی طاعت ہے۔ کھانے سے اس کا مقصود تلذذ و تنعم نہ ہو[2] کہ یہ بری صفت ہے۔

قرآن مجید میں کفار کی صفت یہ بیان کی گئی، کہ کھانے سے ان کا مقصود تمتع و تنعم[3] ہوتا ہے اور حدیث میں کثرت خوری کفار کی صفت بتائی گئی۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ۹: ریاضت و مجاہدہ میں ایسی تقلیل غذا[5] کہ عبادت مفروضہ[6] کی ادا میں ضعف پیدا ہو جائے، مثلاً اتنا کمزور ہو گیا کہ کھڑا ہو کر نماز نہ پڑھ سکے گا یہ ناجائز ہے اور اگر اس حد کی کمزوری نہ پیدا ہو تو حرج نہیں۔[7] (درمختار)

مسئلہ۱۰: زیادہ کھالیا اس لیے کہ قے کر ڈالے گا اور یہ صورت اس کے لیے مفید ہو تو حرج نہیں کیونکہ بعض لوگوں کے لیے یہ طریقہ نافع ہوتا ہے۔[8] (ردالمحتار)

مسئلہ۱۱: طرح طرح کے میوے کھانے میں حرج نہیں، اگرچہ افضل یہ ہے کہ ایسا نہ کرے۔[9] (درمختار)

مسئلہ۱۲: جوان آدمی کو یہ اندیشہ ہے کہ سیر ہو کر کھائے گا تو غلبۂ شہوت ہوگا تو کھانے میں کمی کرے کہ غلبۂ شہوت نہ ہو، مگر اتنی کمی نہ کرے کہ عبادت میں قصور پیدا ہو۔[10] (عالمگیری) اسی طرح بعض لوگوں کو گوشت کھانے سے غلبۂ شہوت

---

1 ......مزید نیتوں کے لیے امیرِ اہلسنّت، حضرت علامہ مولانا ابو بلال **محمد الیاس** عطار قادری رضوی مدظلہ العالی کی طرف سے **فیضانِ سنت** (تخریج شدہ) میں بیان کردہ کھانے کی **7 نیتیں** پیشِ خدمت ہیں:
﴿۱﴾ تِلاوت۔ ﴿۲﴾ والدین کی خدمت۔ ﴿۳﴾ تحصیلِ عِلمِ دین۔ ﴿۴﴾ سنّتوں کی تربیّت کی خاطِر مَدَنی قافِلے میں سفر۔ ﴿۵﴾ عَلاقائی دَورہ برائے نیکی کی دعوت میں شرکت۔ ﴿۶﴾ اُمورِ آخرت اور ﴿۷﴾ حسبِ ضَرورت کسبِ حلال کیلئے بھاگ دوڑ پر قوّت حاصِل کروں گا (یہ نیّتیں اُسی صورت میں مُفید ہوں گی جبکہ بھوک سے کم کھائے، خوب ڈٹ کر کھانے سے اُلٹا عبادت میں سُستی پیدا ہوتی، گناہوں کی طرف رُجحان بڑھتا اور پیٹ کی خرابیاں جَنم لیتی ہیں) (ماخوذ از: فیضان سنت (تخریج شدہ) ج۱ص۱۸۲)

2 ......یعنی صرف حصول لذت اور خواہش کی تکمیل کے لیے نہ ہو۔

3 ...... یعنی صرف لطف و لذت اٹھانا۔

4 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵٦٠.

5 ......یعنی کھانے میں کمی کرنا۔

6 ...... یعنی فرض کی ہوئی عبادت۔

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵٦١.

8 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵٦١.

9 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵٦١.

10 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية، ج۵، ص۳۳٦.

ہوتا ہے، وہ بھی گوشت میں کمی کر دیں۔

مسئلہ ۱۳: ایک قسم کا کھانا ہوگا تو بقدر حاجت نہ کھا سکے گا طبیعت گھبرا جائے گی، لہٰذا کئی قسم کے کھانے طیار کراتا ہے کہ سب میں سے کچھ کچھ کھا کر ضرورت پوری کر لے گا اس مقصد کے لیے متعدد قسم کے کھانے میں حرج نہیں یا اس لیے بہت سے کھانے پکواتا ہے کہ لوگوں کی ضیافت کرنی ہے، وہ سب کھانے صرف ہو جائیں گے تو اس میں بھی حرج نہیں اور یہ مقصود نہ ہو تو اسراف ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: کھانے کے آداب وسنن یہ ہیں۔

(۱) کھانے سے پہلے اور

(۲) بعد میں ہاتھ دھونا

(۳) کھانے سے پہلے ہاتھ دھو کر پونچھے نہ جائیں اور

(۴) کھانے کے بعد ہاتھ دھو کر رومال یا تولیا سے پونچھ لیں کہ کھانے کا اثر باقی نہ رہے۔[2]

مسئلہ ۱۵: سنت یہ ہے کہ قبل طعام اور بعد طعام دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے جائیں، بعض لوگ صرف ایک ہاتھ یا فقط انگلیاں دھو لیتے ہیں بلکہ صرف چٹکی دھونے پر کفایت کرتے ہیں اس سے سنت ادا نہیں ہوتی۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: مستحب یہ ہے کہ ہاتھ دھوتے وقت خود اپنے ہاتھ سے پانی ڈالے، دوسرے سے اس میں مدد نہ لے یعنی اس کا وہی حکم ہے جو وضو کا ہے۔[4] (عالمگیری)

(۵) کھانے کے بعد اچھی طرح ہاتھ دھوئیں، کہ کھانے کا اثر باقی نہ رہے، بھوسی یا آٹے یا بیسن سے ہاتھ دھونے میں حرج نہیں۔ اس زمانے میں صابون سے ہاتھ دھونے کا رواج ہے اس میں بھی حرج نہیں، کھانے کے لیے مونھ دھونا سنت نہیں یعنی اگر کسی نے نہ دھویا تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ اس نے سنت ترک کر دی، ہاں جُنب نے اگر مونھ نہ دھویا تو مکروہ ہے اور حیض والی کا بغیر دھوئے کھانا مکروہ نہیں۔

(۶) کھانے سے قبل جوانوں کے ہاتھ پہلے دھلائے جائیں اور کھانے کے بعد پہلے بوڑھوں کے ہاتھ دھلائے جائیں، اس کے بعد جوانوں کے۔

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية، ج٥، ص٣٣٦.

2 ......المرجع السابق، ص٣٣٧. 3 ...... المرجع السابق.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية، ج٥، ص٣٣٧.

(۷) یہی حکم علما و مشایخ کا ہے کہ کھانے سے قبل ان کے ہاتھ آخر میں دھلائے جائیں اور کھانے کے بعد ان کے پہلے دھلائے جائیں۔

(۸) کھانا بسم اللہ پڑھ کر شروع کیا جائے اور

(۹) ختم کر کے **الحمدللہ** پڑھیں اگر **بسم اللہ** کہنا بھول گیا ہے تو جب یاد آجائے یہ کہے **بِسْمِ اللّٰہِ فِیْ اَوَّلِہٖ وَاٰخِرِہٖ.**

(۱۰) بسم اللہ بلند آواز سے کہے کہ ساتھ والوں کو اگر یاد نہ ہو تو اس سے سن کر انھیں یاد آجائے اور **الحمد للہ** آہستہ کہے۔ مگر جب سب لوگ فارغ ہو چکے ہوں تو الحمدللہ بھی زور سے کہے کہ دوسرے لوگ سن کر شکر خدا بجالائیں۔

(۱۱) روٹی پر کوئی چیز نہ رکھی جائے، بعض لوگ سالن کا پیالہ یا چٹنی کی پیالی یا نمک دانی رکھ دیتے ہیں، ایسا نہ کرنا چاہیے نمک اگر کاغذ میں ہے تو اسے روٹی پر رکھ سکتے ہیں۔

(۱۲) ہاتھ یا چھری کو روٹی سے نہ پونچھیں۔

(۱۳) تکیہ لگا کر یا

(۱۴) ننگے سر کھانا ادب کے خلاف ہے۔

(۱۵) بائیں ہاتھ کو زمین پر ٹیک دے کر کھانا بھی مکروہ ہے۔

(۱۶) روٹی کا کنارہ توڑ کر ڈال دینا اور بیچ کی کھا لینا اسراف ہے، بلکہ پوری روٹی کھائے، ہاں اگر کنارے کچے رہ گئے ہیں، اس کے کھانے سے ضرر ہوگا تو توڑ سکتا ہے۔ اسی طرح اگر معلوم ہے کہ یہ ٹوٹے ہوئے دوسرے لوگ کھالیں گے، ضائع نہ ہوں گے تو توڑنے میں حرج نہیں۔ یہی حکم اس کا بھی ہے کہ روٹی میں جو حصہ پھولا ہوا ہے اسے کھا لیتا ہے، باقی کو چھوڑ دیتا ہے۔

(۱۷) روٹی جب دسترخوان پر آگئی تو کھانا شروع کر دے سالن کا انتظار نہ کرے، اسی لیے عموماً دسترخوان پر روٹی سب سے آخر میں لاتے ہیں تا کہ روٹی کے بعد انتظار نہ کرنا پڑے۔

(۱۸) دہنے ہاتھ سے کھانا کھائے۔

(۱۹) ہاتھ سے لقمہ چھوٹ کر دسترخوان پر گر گیا، اسے چھوڑ دینا اسراف ہے بلکہ پہلے اس کو اٹھا کر کھائے۔

(۲۰) رکابی یا پیالے کے بیچ میں سے ابتداءً نہ کھائے، بلکہ ایک کنارہ سے کھائے اور

(۲۱) جو کنارہ اس کے قریب ہے، وہاں سے کھائے۔

(۲۲) جب کھانا ایک قسم کا ہو تو ایک جگہ سے کھائے ہر طرف ہاتھ نہ مارے۔ ہاں اگر طباق میں مختلف قسم کی چیزیں لاکر رکھی گئیں، ادھر ادھر سے کھانے کی اجازت ہے کہ یہ ایک چیز نہیں۔

(۲۳) کھانے کے وقت بایاں پاؤں بچھا دے اور داہنا کھڑا رکھے یا سرین پر بیٹھے اور دونوں گھٹنے کھڑے رکھے۔

(۲۴) گرم کھانا نہ کھائے اور

(۲۵) نہ کھانے پر پھونکے۔

(۲۶) نہ کھانے کو سونگھے۔

(۲۷) کھانے کے وقت باتیں کرتا جائے، بالکل چپ رہنا مجوسیوں [1] کا طریقہ ہے، مگر بیہودہ باتیں نہ بکے بلکہ اچھی باتیں کرے۔

(۲۸) کھانے کے بعد انگلیاں چاٹ لے، ان میں جھوٹا نہ لگا رہنے دے اور

(۲۹) برتن کو اونگلیوں سے پونچھ کر چاٹ لے۔ حدیث میں ہے، ''کھانے کے بعد جو شخص برتن چاٹتا ہے تو وہ برتن اس کے لیے دعا کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ اللہ (عزوجل) تجھے جہنم کی آگ سے آزاد کرے جس طرح تو نے مجھے شیطان سے آزاد کیا۔'' [2] اور ایک روایت میں ہے، ''برتن اس کے لیے استغفار کرتا ہے۔'' [3]

(۳۰) کھانے کی ابتدا نمک سے کی جائے اور

(۳۱) ختم بھی اسی پر کریں، اس سے ستر بیماریاں دفع ہو جاتی ہیں۔ [4] (بزازیہ، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷: راستہ اور بازار میں کھانا مکروہ ہے۔ [5]

مسئلہ ۱۸: دسترخوان پر روٹی کے ٹکڑے جمع ہو گئے اگر کھانا ہے تو کھا لے ورنہ مرغی، گائے، بکری وغیرہ کو کھلا دے یا کہیں احتیاط کی جگہ پر رکھ دے، کہ چیونٹیاں یا چڑیاں کھالیں گی راستہ پر نہ پھینکے۔ [6] (بزازیہ)

---

1 ...... یعنی آگ کی پوجا کرنے والوں۔

2 ...... "كنزالعمال"، كتاب المعيشة...إلخ، رقم: ٤٠٨٢٢، ج١٥، ص١١١.

3 ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، الحديث: ٢٠٧٥٠، ج٧، ص٣٨٢.

4 ...... "البزازية" هامش على "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل، ج٦، ص٣٦٥.
و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٦١، وغيرهما.

5 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية، ج٥، ص٣٣٧، وغيرها.

6 ...... "البزازية" هامش على "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الفصل الخامس في الأكل، ج٦، ص٣٦٥-٣٦٦.

مسئلہ۱۹: کھانے میں عیب نہ بتانا چاہیے نہ یہ کہنا چاہیے کہ برا ہے۔ ''حضور اقدس صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے کبھی کھانے کو عیب نہ لگایا، اگر پسند آیا تناول فرمایا، ورنہ نہ کھایا۔'' (1)

مسئلہ۲۰: کھانا کھاتے وقت جب کوئی آجاتا ہے تو ہندوستان کا عرف یہ ہے کہ اسے کھانے کو پوچھتے ہیں، کہتے ہیں آؤ کھانا کھاؤ، اگر نہ پوچھیں تو طعن (2) کرتے ہیں کہ انھوں نے پوچھا تک نہیں، یہ بات یعنی دوسرے مسلمان کو کھانے کے لیے بلانا اچھی بات ہے، مگر بلانے والے کو یہ چاہیے، کہ یہ پوچھنا محض نمائش کے لیے نہ ہو بلکہ دل سے پوچھے۔

یہ بھی رواج ہے کہ جب پوچھا جاتا ہے تو وہ کہتا ہے **بسم اللہ**، یہ نہ کہنا چاہیے، کہ یہاں **بسم اللہ** کہنے کے کوئی معنی نہیں، اس موقع پر **بسم اللہ** کہنے کو علما نے بہت سخت ممنوع فرمایا بلکہ ایسے موقع پر دعائیہ الفاظ کہنا بہتر ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ برکت دے، زیادہ دے۔

مسئلہ۲۱: باپ کو بیٹے کے مال کی حاجت ہے، اگر احتیاج (3) اس وجہ سے ہے کہ اس کے پاس دام (4) نہیں ہیں کہ اس چیز کو خرید سکے تو بیٹے کی چیز بلا کسی معاوضہ کے استعمال کرنا جائز ہے اور اگر دام ہیں مگر چیز نہیں ملتی تو معاوضہ دے کر لے، یہ اس وقت ہے کہ بیٹا نالائق ہے اور اگر لائق ہے تو بغیر حاجت بھی اس کی چیز لے سکتا ہے۔ (5) (عالمگیری)

مسئلہ۲۲: ایک شخص بھوک سے اتنا کمزور ہوگیا ہے کہ گھر سے باہر نہیں جاسکتا، کہ لوگوں سے اپنی حالت بیان کرے تو جس کو اس کی یہ حالت معلوم ہے، اُس پر فرض ہے کہ اسے کھانے کو دے تاکہ گھر سے نکلنے کے قابل ہوجائے، اگر ایسا نہیں کیا اور وہ بھوک سے مرگیا تو جن لوگوں کو اس کا یہ حال معلوم تھا سب گنہگار رہوئے اور اگر یہ شخص جس کو اس کا حال معلوم تھا اس کے پاس بھی کچھ نہیں ہے کہ اسے کھلائے تو اس پر یہ فرض ہے کہ دوسروں سے کہے اور لوگوں سے کچھ مانگ لائے اور ایسا نہ ہوا اور وہ مرگیا تو یہ سب لوگ جن کو اس کے حال کی خبر تھی گنہگار ہوئے۔

اور اگر یہ شخص گھر سے باہر جاسکتا ہے مگر کمانے پر قادر نہیں تو جا کر لوگوں سے مانگے اور جس کے پاس صدقے کی قسم سے کوئی چیز ہو، اس پر دینا واجب ہے اور اگر وہ محتاج شخص کما سکتا ہے تو کام کر کے پیسے حاصل کرے، اس کے لیے مانگنا حلال نہیں، محتاج شخص اگر کمانے پر قادر نہیں ہے مگر یہ کرسکتا ہے کہ دروازوں پر جا کر سوال کرے تو اس پر ایسا کرنا فرض ہے، ایسا نہ کیا

---

1 ......انظر: "صحیح البخاري"، کتاب الأطعمة، باب ما عاب النبي صلی اللہ تعالی علیہ وسلم طعاما، الحدیث: ۵۴۰۹، ج۳، ص۵۳۱.

2 ......ملامت۔ 3 ......یعنی ضرورت۔ 4 ......یعنی روپیہ۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب الحادي عشر في الکراهیة، ج۵، ص۳۳۸.

اور بھوک سے مرگیا تو گنہگار ہوگا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: کھانے میں پسینہ ٹپک گیا یا رال ٹپک پڑی یا آنسو گر گیا وہ کھانا حرام نہیں ہے، کھایا جاسکتا ہے۔ اسی طرح اگر پانی میں کوئی پاک چیز مل گئی اور اس سے طبیعت کو نفرت پیدا ہوگئی وہ پیا جاسکتا ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۴: روٹی میں اگر اُپلے کا ٹکڑا[3] ملا اور وہ سخت ہے تو اتنا حصہ توڑ کر پھینک دے، پوری روٹی کو نجس نہیں کہا جائے گا اور اگر اس میں نرمی آگئی ہے تو بالکل نہ کھائے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: نالی وغیرہ کسی ناپاک جگہ میں روٹی کا ٹکڑا دیکھا تو اس پر یہ لازم نہیں کہ اسے نکال کر دھوئے اور کسی دوسری جگہ ڈال دے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶: گیہوں[6] کے ساتھ آدمی کا دانت بھی چکی میں پس گیا، اس آٹے کو نہ خود کھا سکتا ہے نہ جانوروں کو کھلا سکتا ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷: گوشت سڑ گیا تو اس کا کھانا حرام ہے۔[8] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۸: باغ میں پہنچا وہاں پھل گرے ہوئے ہیں، تو جب تک مالکِ باغ کی اجازت نہ ہو پھل نہیں کھا سکتا اور اجازت دونوں طرح ہوسکتی ہے۔ صراحۃً اجازت ہو، مثلاً مالک نے کہہ دیا ہو کہ گرے ہوئے پھلوں کو کھا سکتے ہو یا دلالۃً اجازت ہو یعنی وہاں ایسا عرف و عادت ہے کہ باغ والے گرے ہوئے پھلوں سے لوگوں کو منع نہیں کرتے۔

درختوں سے پھل توڑ کر کھانے کی اجازت نہیں، مگر جبکہ پھلوں کی کثرت ہو معلوم ہو کہ توڑ کر کھانے میں بھی مالک کو ناگواری نہیں ہوگی تو توڑ کر بھی کھا سکتا ہے، مگر کسی صورت میں یہ اجازت نہیں کہ وہاں سے پھل اٹھا لائے۔[9] (عالمگیری) ان سب صورتوں میں عرف و عادت کا لحاظ ہے اور اگر عرف و عادت نہ ہو یا معلوم ہو کہ مالک کو ناگواری ہوگی تو کھانا جائز نہیں۔

---

1. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية، ج٥، ص٣٣٨.
2. ......المرجع السابق.
3. ......وہ گوبر جس کو جلانے کے لیے سُکھاتے ہیں اس کا ٹکڑا۔
4. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية، ج٥، ص٣٣٩.
5. ...... المرجع السابق.
6. ......گندم۔
7. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية، ج٥، ص٣٣٩.
8. ......المرجع السابق.
9. ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۲۹: خریف[1] کے موسم میں درختوں کے پتے گر جاتے ہیں، اگر وہ پتے کام کے ہوں تو اٹھا لانا ناجائز ہے اور مالک کے لیے بیکار ہوں جیسا کہ ہمارے ملک میں باغات میں پتے گر جاتے ہیں اور مالک ان کو کام میں نہیں لاتا، بھاڑ[2] جلانے والے اٹھا لاتے ہیں ایسے پتوں کو اٹھا لانے میں حرج نہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: دوست کے گھر گیا جو چیز پکی ہوئی ملی، خود لے کر کھالی یا اس کے باغ میں گیا اور پھل توڑ کر کھا لیے، اگر معلوم ہے کہ اسے ناگوار نہ ہوگا تو کھانا جائز ہے، مگر یہاں اچھی طرح غور کر لینے کی ضرورت ہے بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ سمجھتا ہے کہ اسے ناگوار نہ ہوگا حالانکہ اسے ناگوار ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۱: روٹی کو چھری سے کاٹنا نصاریٰ کا طریقہ ہے، مسلمانوں کو اس سے بچنا چاہیے۔ ہاں اگر ضرورت ہو، مثلاً ڈبل روٹی کہ چھری سے کاٹ کر اس کے ٹکڑے کر لیے جاتے ہیں تو حرج نہیں یا دعوتوں میں بعض مرتبہ ہر شخص کو نصف نصف شیر مال دی جاتی ہے، ایسے موقع پر چھری سے کاٹ کر ٹکڑے بنانے میں حرج نہیں کہ یہاں مقصود دوسرا ہے۔ اسی طرح اگر مُسلّم ران بھنی ہوئی ہو اور چھری سے کاٹ کر کھائی جائے تو حرج نہیں۔

مسئلہ ۳۲: مسلمانوں کے کھانے کا طریقہ یہ ہے کہ فرش وغیرہ پر بیٹھ کر کھانا کھاتے ہیں، میز کرسی پر کھانا نصاریٰ کا طریقہ ہے، اس سے اجتناب چاہیے بلکہ مسلمانوں کو ہر کام سلف صالحین کے طریقہ پر کرنا چاہیے، غیروں کے طریقہ کو ہرگز اختیار نہ کرنا چاہیے۔

مسئلہ ۳۳: خمیری روٹی پکوانے میں نانبائی[5] سے خمیر لے لیتے ہیں پھر ان کے آٹے میں سے اسی انداز سے نانبائی لے لیتا ہے اس میں حرج نہیں۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۴: بہت سے لوگوں نے چندہ کر کے کھانے کی چیز طیار کی اور سب مل کر اسے کھائیں گے، چندہ سب نے برابر دیا ہے اور کھانا کوئی کم کھائے گا کوئی زیادہ اس میں حرج نہیں۔ اسی طرح مسافروں نے اپنے توشے اور کھانے کی چیزیں ایک ساتھ مل کر کھائیں اس میں بھی حرج نہیں، اگرچہ کوئی کم کھائے گا کوئی زیادہ یا بعض کی چیزیں اچھی ہیں

---

1 ...... یعنی خزاں۔ 2 ...... بھٹی، تنور۔

3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهية، ج٥، ص٣٤٠.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... یعنی روٹی پکانے والا۔

6 ......

اور بعض کی ویسی نہیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: کھانا کھانے کے بعد خلال کرنے میں جو کچھ دانتوں میں سے ریشہ وغیرہ نکلا بہتر ہے کہ اسے پھینک دے اور نگل گیا تو اس میں بھی حرج نہیں اور خلال کا تنکا یا جو کچھ خلال سے نکلا اس کو لوگوں کے سامنے نہ پھینکے، بلکہ اسے لیے رہے جب اس کے سامنے طشت[2] آئے، اس میں ڈال دے پھول اور میوہ کے تنکے سے خلال نہ کرے۔[3] (عالمگیری)

خلال کے لیے نیم کی سینک بہت بہتر ہے کہ اس کی تلخی سے مونھ کی صفائی ہوتی ہے اور یہ مسوڑوں کے لیے بھی مفید ہے جھاڑو کی سینکیں[4] بھی اس کام میں لا سکتے ہیں جبکہ وہ کوری ہوں مستعمل نہ ہوں۔

پانی پینے کا بیان

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم پانی پینے میں تین بار سانس لیتے تھے۔'' [5]

اور مسلم کی روایت میں یہ بھی ہے، کہ فرماتے تھے کہ ''اس طرح پینے میں زیادہ سیرابی ہوتی ہے اور صحت کے لیے مفید اور خوشگوار ہے۔'' [6]

حدیث ۲: ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''ایک سانس میں پانی نہ پیو جیسے اونٹ پیتا ہے، بلکہ دو اور تین مرتبہ میں پیو اور جب پیو تو بسم اللہ کہہ لو اور جب برتن کو مونھ سے ہٹاؤ تو اللہ (عزوجل) کی حمد کرو۔'' [7]

حدیث ۳: ابو داود و ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے برتن میں سانس لینے اور پھونکنے سے منع فرمایا۔[8]

1 ......''الفتاوی الھندیة''، کتاب الکراھیة، الباب الحادي عشر في الکراھیة، ج۵، ص۳۴۱.
2 ......یعنی ہاتھ دھونے کا برتن، تھال۔
3 ......''الفتاوی الھندیة''، کتاب الکراھیة، الباب الثاني عشر في الھدایا والضیافات، ج۵، ص۳۴۵.
4 ......یعنی جھاڑو کی تیلیاں۔
5 ......''صحیح مسلم''، کتاب الأشربة، باب کراھة التنفس في نفس الاناء...إلخ، الحدیث:۱۲۳-(۲۰۲۸)، ص۱۱۲۰.
6 ......المرجع السابق.
7 ......''سنن الترمذي''، کتاب الاشربة، باب ماجاء في التنفس في الاناء، الحدیث:۱۸۹۲، ج۳، ص۳۵۲.
8 ......''سنن أبي داود''، کتاب الأشربة، باب في النفخ في الشراب...إلخ، الحدیث: ۳۷۲۸، ج۳ ص۴۷۴.

حدیث ۴: ترمذی نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے پینے کی چیز میں پھونکنے سے منع فرمایا۔ ایک شخص نے عرض کی، کہ برتن میں کبھی کوڑا دکھائی دیتا ہے، فرمایا: ''اسے گرادو۔'' اس نے عرض کی، کہ ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا ہوں، فرمایا: ''برتن کو مونھ سے جدا کرکے سانس لو۔''[1]

حدیث ۵: ابوداود نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے پیالے میں جوجگہ ٹوٹی ہوئی ہے، وہاں سے پینے کی اور پینے کی چیز میں پھونکنے کی ممانعت فرمائی۔[2]

حدیث ۶: صحیح بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے مشک کے دہانے سے پینے کو منع فرمایا۔[3]

حدیث ۷: صحیح بخاری و مسلم و سنن ترمذی میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے مشک کے دہانے کو موڑ کر اس سے پانی پینے کو منع فرمایا۔[4]

ابن ماجہ نے اس حدیث کو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بھی روایت کیا ہے اور اس روایت میں یہ بھی ہے کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کے منع فرمانے کے بعد ایک شخص رات میں اُٹھا اور مشک کا دہانہ پانی پینے کے لیے موڑا، اس میں سے سانپ نکلا۔[5]

حدیث ۸: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے کھڑے ہوکر پانی پینے سے منع فرمایا۔[6]

حدیث ۹: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''کھڑے ہوکر ہرگز کوئی شخص پانی نہ پیے اور جو بھول کر ایسا کرگزرے، وہ قے کردے۔''[7]

---

1 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الأشربة، باب ماجاء في كراهية النفخ في الشراب، الحديث: ١٨٩٤، ج٣، ص٣٥٣.

2 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأشربة، باب في الشرب من ثلمة القدح، الحديث: ٣٧٢٢، ج٣، ص٤٧٣.
و"سنن الدارمي"، كتاب الأشربة، باب من شرب بنفس واحد، الحديث: ٢١٢١، ج٢، ص١٦١.

3 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الأشربة، باب الشرب من فم السقاء، الحديث: ٥٦٢٩، ج٣، ص٥٩٢.

4 ...... المرجع السابق، باب إختناث الأسقية، الحديث: ٥٦٢٦، ج٣، ص٥٩٢.

5 ...... "سنن ابن ماجه"، كتاب الأشربة، باب اختناث الأسقية، الحديث: ٣٤١٩، ج٤، ص٧٨.

6 ...... "صحيح مسلم"، كتاب الأشربة، باب في الشرب قائما... إلخ، الحديث: ١١٣-(٢٠٢٤)، ص١١١٩.

7 ...... المرجع السابق، الحديث: ١١٦-(٢٠٢٦)، ص١١١٩.

حدیث ۱۰: صحیح بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہتے ہیں: میں آبِ زمزم کا ایک ڈول نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر لایا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے کھڑے کھڑے اسے پیا۔[1]

حدیث ۱۱: صحیح بخاری میں ہے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ظہر کی نماز پڑھی اور لوگوں کی حاجات پوری کرنے کے لیے رحبۂ کوفہ[2] میں بیٹھ گئے، جب عصر کا وقت آیا ان کے پاس پانی لایا گیا۔ انھوں نے پیا اور وضو کیا پھر وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہوکر پیا اور یہ فرمایا کہ لوگ کھڑے ہوکر پانی پینے کو مکروہ بتاتے ہیں اور جس طرح میں نے کیا نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے بھی ویسا ہی کیا تھا۔[3]

اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگ مطلقاً کھڑے ہوکر پانی پینے کو مکروہ بتاتے ہیں حالانکہ وضو کے پانی کا یہ حکم نہیں بلکہ اس کو کھڑے ہوکر پینا مستحب ہے۔ اسی طرح آبِ زمزم کو بھی کھڑے ہوکر پینا سنت ہے۔ یہ دونوں پانی اس حکم سے مستثنیٰ ہیں اور اس میں حکمت یہ ہے کہ کھڑے ہوکر جب پانی پیا جاتا ہے وہ فوراً تمام اعضا کی طرف سرایت کر جاتا ہے اور یہ مضر ہے، مگر یہ دونوں برکت والے ہیں اور ان سے مقصود ہی تبرک ہے، لہٰذا ان کا تمام اعضاء میں پہنچ جانا فائدہ مند ہے۔

بعض لوگوں سے سنا گیا ہے کہ مسلم کا جھوٹا پانی بھی کھڑے ہوکر پینا چاہیے، مگر میں نے کسی کتاب میں اس کو نہیں دیکھا، صرف دو ہی پانیوں کا کتابوں میں استثناء مذکور پایا۔ **والعلم عنداللہ۔**

حدیث ۱۲: ترمذی نے کبشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں: میرے یہاں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم تشریف لائے، مشک لٹکی ہوئی تھی، اس کے دہانے سے کھڑے ہوکر پانی پیا۔ (حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے اس فعل کو علما نے بیان جواز پر محمول کیا ہے)، میں نے مشک کے دہانے کو کاٹ کر رکھ لیا۔[4] ان کا کاٹ کر رکھ لینا بغرض تبرک تھا، کہ چونکہ اس سے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کا دہن اقدس لگا ہے، یہ برکت کی چیز ہے اور اس سے بیماروں کو شفا ہوگی۔

حدیث ۱۳: صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم اور ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک انصاری کے پاس تشریف لے گئے وہ اپنے باغ میں پیڑوں کو پانی دے رہے تھے ارشاد فرمایا: ''کیا تمھارے یہاں باسی پانی پرانی مشک میں ہے؟ (اگر ہو تو لاؤ) ورنہ ہم مونھ لگا کر پانی پی لیں۔'' انھوں نے کہا، میرے یہاں باسی پانی پرانی مشک میں ہے، اپنی جھونپڑی میں گئے اور برتن میں پانی انڈیل کر اس میں بکری کا دودھ دوہا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے

1 ...... "صحیح مسلم"، کتاب الأشربة، باب في الشرب من زمزم قائما، الحدیث: ۱۱۷ ـ (۲۰۲۷)، ص ۱۱۱۹.

2 ...... یعنی کوفہ کی جامع مسجد کے صحن۔

3 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الأشربة، باب الشرب قائما، الحدیث: ۵۶۱۶، ج ۳، ص ۵۸۹.

4 ...... "سنن الترمذي"، کتاب الأشربة، باب ماجاء في الرخصة... إلخ، الحدیث: ۱۸۹۹، ج ۳، ص ۳۵۵.

پیا پھر دوبارہ انھوں نے پانی لے کر دودھ دوہا، حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے ساتھی نے پیا۔[1]

حدیث ۱۴: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے لیے بکری کا دودھ دوہا گیا اور انس کے گھر میں جو کوآں تھا، اس کا پانی اس میں ملایا گیا یعنی لسی بنائی گئی پھر حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے نوش فرمایا۔ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی بائیں طرف ابوبکر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ تھے اور دہنی طرف ایک اعرابی تھے، حضرت عمر (رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ) نے عرض کی، یارسول اللّٰہ! (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) ابوبکر (رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ) کو دیجیے، حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اعرابی کو دیا کیونکہ یہ دہنی جانب تھے اور ارشاد فرمایا: ''دہنا مستحق ہے پھر اس کے بعد جو دہنے ہو، دہنے کو مقدم رکھا کرو۔''[2]

حدیث ۱۵: بخاری و مسلم میں سہل بن سعد رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ نبی کریم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں پیالہ پیش کیا گیا، حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے نوش فرمایا، حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی دہنی جانب سب سے چھوٹے ایک شخص تھے (عبداللّٰہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما) اور بڑے بڑے اصحاب بائیں جانب تھے۔ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''لڑکے اگر تم اجازت دو تو بڑوں کو دے دوں۔'' انہوں نے عرض کی، حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے اولش[3] میں دوسروں کو اپنے پر ترجیح نہیں دوں گا، حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ان کو دے دیا۔[4]

حدیث ۱۶: صحیح بخاری و مسلم میں حذیفہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم فرماتے ہیں: ''حریر اور دیباج نہ پہنو اور نہ سونے اور چاندی کے برتن میں پانی پیو اور نہ ان کے برتنوں میں کھانا کھاؤ کہ یہ چیزیں دنیا میں کافروں کے لیے ہیں اور تمھارے لیے آخرت میں ہیں۔''[5]

حدیث ۱۷: ترمذی نے زہری سے روایت کی، کہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو پینے کی وہ چیز زیادہ پسند تھی جو شیریں اور ٹھنڈی ہو۔[6]

---

1 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الأشربة، باب شرب اللبن بالماء، الحديث: ٥٦١٣، ج٣، ص٥٨٨.
و باب الكرع في الحوض، الحديث: ٥٦٢١، ج٣، ص٥٩٠.

2 ...... "صحيح البخاري"، كتاب المساقاة، باب من رأى صدقة الماء...إلخ، الحديث: ٢٣٥٢، ج٢، ص٩٥.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب الأطعمة، باب الاشربة، الحديث: ٤٢٧٣، ج٢، ص٤٦٢.

3 ...... یعنی حضور اقدس صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے تبرک۔

4 ...... "صحيح البخاري"، كتاب المساقاة، باب من رأى صدقة الماء...إلخ، الحديث: ٢٣٥١، ج٢، ص٩٥.

5 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الأطعمة، باب الاكل في إناء...إلخ، الحديث: ٥٤٢٦، ج٣، ص٥٣٥.
و كتاب الأشربة، باب الشرب في آنية الذهب، الحديث: ٥٦٣٢، ج٣، ص٥٩٣.

6 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الأشربة، باب ماجاء اى الشراب...إلخ، الحديث: ١٩٠٣، ج٣، ص٣٥٧.

حدیث ۱۸: ابن ماجہ نے **عبد اللہ بن عمر** رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ ''رسول **اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے پیٹ کے بل جھک کر پانی میں مونھ ڈال کر پینے سے منع فرمایا اور نہ ایک ہاتھ سے چلو لے کر پیے جیسے وہ لوگ پیتے ہیں، جن پر خدا ناراض ہے اور رات میں جب کسی برتن میں پانی پیے تو اسے ہلالے، مگر جبکہ وہ برتن ڈھکا ہو تو ہلانے کی ضرورت نہیں اور جو شخص برتن سے پینے پر قادر ہے اور تواضع کے طور پر ہاتھ سے پیتا ہے، **اللّٰہ** تعالٰی اس کے لیے نیکیاں لکھتا ہے جتنی اس کے ہاتھ میں انگلیاں ہیں۔ ہاتھ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا برتن تھا کہ انھوں نے اپنا پیالہ بھی پھینک دیا اور یہ کہا کہ یہ بھی دنیا کی چیز ہے۔''(1)

حدیث ۱۹: ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول **اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ہاتھوں کو دھوؤ اور ان میں پانی پیو کہ ہاتھ سے زیادہ پاکیزہ کوئی برتن نہیں۔'' (2)

حدیث ۲۰: مسلم و احمد و ترمذی نے ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول **اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''ساقی (جو لوگوں کو پانی پلا رہا ہے) وہ سب کے آخر میں پیے گا۔''(3)

حدیث ۲۱: دیلمی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''پانی کو چوس کر پیو کہ یہ خوش گوار اور زود ہضم ہے اور بیماری سے بچاؤ ہے۔'' (4)

حدیث ۲۲: ابن ماجہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، انھوں نے کہا یارسول **اللہ**! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کس چیز کا منع کرنا حلال نہیں؟ فرمایا: ''پانی اور نمک اور آگ۔'' کہتی ہیں: میں نے عرض کی، یارسول **اللہ**! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) پانی کو تو ہم نے سمجھ لیا، مگر نمک اور آگ کا منع کرنا کیوں حلال نہیں؟ فرمایا: ''اے حمیراء! جس نے آگ دے دی گویا اس نے اُس پورے کو صدقہ کیا جو آگ سے پکایا گیا اور جس نے نمک دے دیا گویا اُس نے تمام اُس کھانے کو صدقہ کیا جو اس نمک سے درست کیا گیا اور جس نے مسلمان کو اُس جگہ پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی ملتا ہے تو گویا گردن کو آزاد کیا(5) اور جس نے مسلم کو ایسی جگہ پانی کا گھونٹ پلایا جہاں پانی نہیں ملتا ہے تو گویا اُسے زندہ کر دیا۔''(6)

---

1 ......"سنن ابن ماجہ"، کتاب الأشربة، باب الشرب بالاكف والكرع، الحديث: ٣٤٣١، ج٤، ص٨٢.

2 ......المرجع السابق،الحديث: ٣٤٣٣، ج٤، ص٨٤.

3 ......"صحيح مسلم"، کتاب المساجد... إلخ، باب قضاء الصلاة الفائتة... إلخ، الحديث: ٣١١ـ(٦٨١)، ص٣٤٤.
و"سنن الترمذي"، کتاب الأشربة، باب ماجاء أن ساقي القوم... إلخ، الحديث: ١٩٠١، ج٣، ص٣٥٦.

4 ...... "كنزالعمال"، کتاب المعيشة... إلخ، رقم: ٤١٠٤٢، ج١٥، ص١٢٦.

5 ......یعنی غلام آزاد کیا۔

6 ......"سنن ابن ماجہ"، کتاب الرهون، باب المسلمون شركاء في ثلاث، الحديث: ٢٤٧٤، ج٣، ص١٧٧.

مسائل فقهيه

مسئلہ ۱: پانی بسم اللہ کہہ کر دہنے ہاتھ سے پیے اور تین سانس میں پیے، ہر مرتبہ برتن کو مونھ سے ہٹا کر سانس لے۔ پہلی اور دوسری مرتبہ ایک ایک گھونٹ پیے اور تیسری سانس میں جتنا چاہے پی ڈالے۔ اس طرح پینے سے پیاس بجھ جاتی ہے اور پانی کو چوس کر پیے، غٹ غٹ بڑے بڑے گھونٹ نہ پیے، جب پی چکے الحمدللہ کہے۔

اس زمانہ میں بعض لوگ بائیں ہاتھ میں کٹورا یا گلاس لے کر پانی پیتے ہیں خصوصاً کھانے کے وقت دہنے ہاتھ سے پینے کو خلافِ تہذیب جانتے ہیں ان کی یہ تہذیب تہذیبِ نصاریٰ ہے۔ اسلامی تہذیب دہنے ہاتھ سے پینا ہے۔

آجکل ایک تہذیب یہ بھی ہے کہ گلاس میں پینے کے بعد جو پانی بچا اسے پھینک دیتے ہیں کہ اب وہ پانی جھوٹا ہو گیا جو دوسرے کو نہیں پلایا جائے گا، یہ ہندوؤں سے سیکھا ہے اسلام میں چھوت چھات نہیں، مسلمان کے جھوٹے سے بچنے کے کوئی معنی نہیں اور اس علت سے پانی کو پھینکنا اسراف ہے۔

مسئلہ ۲: مشک کے دہانے میں مونھ لگا کر پانی پینا مکروہ ہے۔ کیا معلوم کوئی مضر [1] چیز اس کے حلق میں چلی جائے۔ [2] (عالمگیری) اسی طرح لوٹے کی ٹونٹی سے پانی پینا مگر جبکہ لوٹے کو دیکھ لیا ہو کہ اس میں کوئی چیز نہیں ہے۔ صراحی میں مونھ لگا کر پانی پینے کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۳: سبیل کا پانی مالدار شخص بھی پی سکتا ہے مگر وہاں سے پانی کوئی شخص گھر نہیں لے جا سکتا۔ کیونکہ وہاں پینے کے لیے پانی رکھا گیا ہے نہ کہ گھر لے جانے کے لیے۔ ہاں اگر سبیل لگانے والے کی طرف سے اس کی اجازت ہو تو لے جا سکتا ہے۔ [3] (عالمگیری) جاڑوں [4] میں اکثر جگہ مسجد کے سقایہ میں پانی گرم کیا جاتا ہے تاکہ مسجد میں جو نمازی آئیں، اس سے وضو و غسل کریں، یہ پانی بھی وہیں استعمال کیا جا سکتا ہے گھر لے جانے کی اجازت نہیں۔ اسی طرح مسجد کے لوٹوں کو بھی وہیں استعمال کر سکتے ہیں گھر نہیں لے جا سکتے، بعض لوگ تازہ پانی بھر کر مسجد کے لوٹوں میں گھر لے جاتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ ۴: لوٹوں میں وضو کا پانی بچا ہوا ہوتا ہے اسے بعض لوگ پھینک دیتے ہیں، یہ ناجائز و اسراف ہے۔

---

1 ......نقصان دہ۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الحادي عشر في الكراهة، ج٥، ص ٣٤١.

3 ......المرجع السابق.

4 ......سردیوں۔

مسئلہ۵: وضو کا پانی اور آبِ زم زم کو کھڑے ہوکر پیا جائے، باقی دوسرے پانی کو بیٹھ کر۔[1]

ولیمہ اور ضیافت کا بیان

حدیث۱: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ پر زردی کا اثر دیکھا (یعنی خلوق کا رنگ ان کے بدن یا کپڑوں پر لگا ہوا دیکھا) فرمایا: یہ کیا ہے؟ (یعنی مرد کے بدن پر اس رنگ کو نہ ہونا چاہیے یہ کیونکر لگا) عرض کی، میں نے ایک عورت سے نکاح کیا ہے (اس کے بدن سے یہ زردی چھوٹ کر لگ گئی)، فرمایا: "اللہ تعالٰی تمھارے لیے مبارک کرے، تم ولیمہ کرو اگرچہ ایک بکری سے یا ایک ہی بکری سے۔"[2]

حدیث۲: بخاری و مسلم نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے جتنا حضرت زینب رضی اللہ تعالٰی عنہا کے نکاح پر ولیمہ کیا، ایسا ولیمہ ازواجِ مطہرات میں سے کسی کا نہیں کیا۔ ایک بکری سے ولیمہ کیا۔[3] یعنی تمام ولیموں میں یہ بہت بڑا ولیمہ تھا کہ ایک پوری بکری کا گوشت پکا تھا۔

صحیح بخاری شریف کی دوسری روایت انھیں سے ہے کہ حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ تعالٰی عنہا کے زفاف کے بعد جو ولیمہ کیا تھا، لوگوں کو پیٹ بھر روٹی گوشت کھلایا تھا۔[4]

حدیث۳: صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں: خیبر سے واپسی میں خیبر و مدینہ کے مابین صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے زفاف کی وجہ سے تین راتوں تک حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے قیام فرمایا، میں مسلمانوں کو ولیمہ کی دعوت میں بُلا لایا، ولیمہ میں نہ گوشت تھا، نہ روٹی تھی، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے حکم دیا، دسترخوان بچھا دیے گئے، اُس پر کھجوریں اور پنیر اور گھی ڈال دیا گیا۔[5]

امام احمد و ترمذی و ابوداود و ابن ماجہ کی روایت میں ہے، کہ حضرت صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے ولیمہ میں ستو اور کھجوریں تھیں۔[6]

---

1 ......انظر "صحیح مسلم"، کتاب الأشربة، باب في الشرب من زمزم قائما، الحدیث: ۱۱۷ـ(۲۰۲۷)، ص۱۱۱۹.
و "صحیح البخاري"، کتاب الأشربة، باب الشرب قائما، الحدیث: ۵۶۱۶، ج۳، ص۵۸۹.

2 ......"صحیح البخاري"، کتاب النکاح، باب کیف یدعی للمتزوج، الحدیث: ۵۱۵۵، ج۳، ص۴۴۹.

3 ......المرجع السابق، باب الولیمة ولو بشاة، الحدیث: ۵۱۶۸، ج۳، ص۴۵۳.

4 ......"صحیح البخاري"، کتاب التفسیر، باب قوله ﴿ لا تدخلوا بیوت النبی... إلخ ﴾، الحدیث: ۴۷۹۴، ج۳، ص۳۰۶.

5 ......"صحیح البخاري"، کتاب المغازی، باب غزوة خیبر، الحدیث: ۴۲۱۳، ج۳، ص۸۶.

6 ......"سنن الترمذي"، کتاب النکاح، باب ماجاء في الولیمة، الحدیث: ۱۰۹۷، ج۲، ص۳۴۹.

حدیث۴: صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کسی شخص کو ولیمہ کی دعوت دی جائے تو اسے آنا چاہیے۔''[1]

حدیث۵: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کسی کو کھانے کی دعوت دی جائے تو قبول کرنی چاہیے پھر اگر چاہے کھائے، چاہے نہ کھائے۔''[2]

حدیث۶: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''برا کھانا ولیمہ کا کھانا ہے، جس میں مالدار لوگ بلائے جاتے ہیں اور فقرا چھوڑ دیے جاتے ہیں اور جس نے دعوت کو ترک کیا (یعنی بلاسبب انکار کردیا) اس نے اللہ و رسول (عزوجل و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی نافرمانی کی۔''[3]

مسلم کی ایک روایت میں ہے، ولیمہ کا کھانا برا کھانا ہے کہ جو اس میں آتا ہے اسے منع کرتا ہے۔ اور اس کو بلایا جاتا ہے جو انکار کرتا ہے اور جس نے دعوت قبول نہیں کی اس نے اللہ و رسول (عزوجل و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی نافرمانی کی۔[4]

حدیث۷: ابوداود نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس کو دعوت دی گئی اور اس نے قبول نہ کی اس نے اللہ و رسول (عزوجل و صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی نافرمانی کی اور جو بغیر بلائے گیا وہ چور ہو کر گھسا اور غارت گری کر کے نکلا۔''[5]

حدیث۸: ترمذی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''(شادیوں میں) پہلے دن کا کھانا حق ہے یعنی ثابت ہے، اسے کرنا ہی چاہیے اور دوسرے دن کا کھانا سنت ہے اور تیسرے دن کا کھانا سمعہ ہے (یعنی سنانے اور شہرت کے لیے ہے)۔ جو سنانے کے لیے کوئی کام کرے گا، اللہ تعالٰی اس کو سنائے گا۔''[6] یعنی اس کی سزا دے گا۔

حدیث۹: ابوداود نے عکرمہ سے روایت کی، کہ ایسے دو شخص جو مقابلہ اور تفاخر کے طور پر دعوت کریں، رسول اللہ

---

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب النكاح، باب حق إجابة الوليمة...إلخ، الحديث:٥١٧٣، ج٣، ص٤٥٤.

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب النكاح، باب الأمر بإجابة الداعي...إلخ، الحديث:١٠٥ـ(١٤٣٠)، ص٧٤٩.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب النكاح، باب من ترك الدعوة...إلخ، الحديث: ٥١٧٧، ج٣، ص٤٥٥.

4 ......"صحيح مسلم"، كتاب النكاح، باب الامر بإجابة الداعي...إلخ، الحديث:١٠٧ـ(١٤٣٢)، ص٧٤٩.

5 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأطعمة، باب ماجاء في إجابة الدعوة، الحديث:٣٧٤١، ج٣، ص٤٧٩.

6 ......"سنن الترمذي"، كتاب النكاح، باب ماجاء في الوليمة، الحديث:١٠٩٩، ج٢، ص٣٤٩.

صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کے یہاں کھانے سے منع فرمایا۔ (1)

حدیث ۱۰: امام احمد و ابوداود نے ایک صحابی سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب دو شخص دعوت دینے بیک وقت آئیں تو جس کا دروازہ تمھارے دروازہ سے قریب ہو اس کی دعوت قبول کرو اور اگر ایک پہلے آیا تو جو پہلے آیا اس کی قبول کرو۔'' (2)

حدیث ۱۱: صحیح بخاری و مسلم میں ابومسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ ایک انصاری جن کی کنیت ابوشعیب تھی، انھوں نے اپنے غلام سے کہا، کہ اتنا کھانا پکاؤ جو پانچ شخصوں کے لیے کفایت کرے۔ میں نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کی مع چار اصحاب کے دعوت کروں گا۔ تھوڑا سا کھانا طیار کیا اور حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کو بلانے آئے، ایک شخص حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کے ساتھ ہو لیے، نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ابوشعیب ہمارے ساتھ یہ شخص چلا آیا، اگر تم چاہو اسے اجازت دو اور چاہو تو نہ اجازت دو، انھوں نے عرض کی، میں نے ان کو اجازت دی۔'' (3)

یعنی اگر کسی کی دعوت ہو اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا شخص بغیر بلائے چلا آئے تو ظاہر کر دے کہ میں نہیں لایا ہوں اور صاحب خانہ کو اختیار ہے، اسے کھانے کی اجازت دے یا نہ دے، کیونکہ ظاہر نہ کرے گا تو صاحبِ خانہ کو یہ ناگوار ہوگا کہ اپنے ساتھ دوسروں کو کیوں لایا۔

حدیث ۱۲: بیہقی نے شعب الایمان میں عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فاسقوں کی دعوت قبول کرنے سے منع فرمایا۔ (4)

حدیث ۱۳: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ (عزوجل) اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ مہمان کا اکرام کرے اور جو شخص اللہ (عزوجل) اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے پڑوسی کو ایذا نہ دے اور جو شخص اللہ (عزوجل) اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے، وہ بھلی بات بولے یا چپ رہے۔'' (5)

1 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأطعمة، باب في طعام المتباريين، الحديث: ٣٧٥٤، ج٣، ص٤٨٣.

2 ...... المرجع السابق، باب اذا إجتمع داعيان... إلخ، الحديث: ٣٧٥٦، ج٣، ص٤٨٤.

و "المسند"، حديث رجل من اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، الحديث: ٢٣٥٢٦، ج٩، ص١٢٢.

3 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الأطعمة، باب الرجل يدعى إلى الطعام... إلخ، الحديث: ٥٤٦١، ج٣، ص٥٤٣.

4 ...... "شعب الإيمان"، باب في المطاعم والمشارب، فصل في طيب المطعم... إلخ، الحديث: ٥٨٠٣، ج٥، ص٦٨.

5 ...... "صحيح مسلم"، كتاب الإيمان، باب الحث على إكرام الجار... إلخ، الحديث: ٧٧-(٣٨)، ص٤٤.

"مشكاة المصابيح"، كتاب الأطعمة، باب الضيافة، الحديث: ٤٢٤٣، ج٢، ص٤٥٦.

اور ایک روایت میں یہ ہے کہ ''جو شخص اللہ (عزوجل) اور قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ صلہ رحمی کرے۔'' (1)

حدیث ۱۴: صحیح بخاری و مسلم میں ابوشریح کعبی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جو شخص اللہ (عزوجل) اور قیامت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ مہمان کا اکرام کرے، ایک دن رات اُس کا جائزہ ہے (یعنی ایک دن اس کی پوری خاطر داری کرے، اپنے مقدور بھر اس کے لیے تکلف کا کھانا طیار کرائے) اور ضیافت تین دن ہے (یعنی ایک دن کے بعد ماحضر پیش کرے) اور تین دن کے بعد صدقہ ہے، مہمان کے لیے یہ حلال نہیں کہ اس کے یہاں ٹھہرا رہے کہ اسے حرج میں ڈال دے۔'' (2)

حدیث ۱۵: ترمذی ابی الاحوص جشمی سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں: میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) یہ فرمائیے کہ میں ایک شخص کے یہاں گیا، اس نے میری مہمانی نہیں کی، اب وہ میرے یہاں آئے تو اس کی مہمانی کروں یا بدلا دوں۔ ارشاد فرمایا: ''بلکہ تم اس کی مہمانی کرو۔'' (3)

حدیث ۱۶: ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''سنت یہ ہے کہ مہمان کو دروازہ تک رخصت کرنے جائے۔'' (4)

مسائل فقهيه

دعوتِ ولیمہ سنت ہے۔ ولیمہ یہ ہے کہ شبِ زفاف کی صبح کو اپنے دوست احباب عزیز و اقارب اور محلّہ کے لوگوں کی حسب استطاعت ضیافت کرے اور اس کے لیے جانور ذبح کرنا اور کھانا طیار کرانا جائز ہے اور جو لوگ بلائے جائیں ان کو جانا چاہیے کہ ان کا جانا اس کے لیے مسرت کا باعث ہوگا۔ ولیمہ میں جس شخص کو بلایا جائے اس کو جانا سنت ہے یا واجب۔ علما کے دونوں قول ہیں، بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اجابت سنت مؤکدہ ہے۔

ولیمہ کے سوا دوسری دعوتوں میں بھی جانا افضل ہے اور یہ شخص اگر روزہ دار نہ ہو تو کھانا افضل ہے کہ اپنے مسلم بھائی کی خوشی میں شرکت اور اس کا دل خوش کرنا ہے اور روزہ دار ہو جب بھی جائے اور صاحب خانہ کے لیے دعا کرے اور ولیمہ کے سوا

1 ......''صحيح البخاري''، كتاب الأدب، باب إكرام الضيف... إلخ، الحديث: ٦١٣٨، ج٤، ص١٣٦.

2 ......المرجع السابق، الحديث: ٦١٣٥، ج٤، ص١٣٦.

3 ......''سنن الترمذي''، كتاب البروالصلة، باب ماجاء في الإحسان والعفو، الحديث: ٢٠١٣، ج٣، ص٤٠٥.

4 ......''سنن ابن ماجه''، كتاب الأطعمة، باب الضيافة، الحديث: ٣٣٥٨، ج٤، ص٥٢.

دوسری دعوتوں کا بھی یہی حکم ہے کہ روزہ دار نہ ہو تو کھائے، ورنہ اس کے لیے دعا کرے۔[1] (عالمگیری، ردالمحتار)

مسئلہ ۱: دعوتِ ولیمہ کا یہ حکم جو بیان کیا گیا ہے، اس وقت ہے کہ دعوت کرنے والوں کا مقصود ادائے سنت ہو اور اگر مقصود تفاخر ہو یا یہ کہ میری واہ واہ ہوگی جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر یہی دیکھا جاتا ہے، تو ایسی دعوتوں میں نہ شریک ہونا بہتر ہے خصوصاً اہلِ علم کو ایسی جگہ نہ جانا چاہیے۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲: دعوت میں جانا اس وقت سنت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا، لہو ولعب نہیں ہے اور اگر معلوم ہے کہ یہ خرافات وہاں ہیں تو نہ جائے۔ جانے کے بعد معلوم ہوا کہ یہاں لغویات ہیں، اگر وہیں یہ چیزیں ہوں تو واپس آئے اور اگر مکان کے دوسرے حصے میں ہیں جس جگہ کھانا کھلایا جاتا ہے وہاں نہیں ہیں تو وہاں بیٹھ سکتا ہے اور کھا سکتا ہے پھر اگر یہ شخص ان لوگوں کو روک سکتا ہے تو روک دے اور اگر اس کی قدرت اسے نہ ہو تو صبر کرے۔

یہ اس صورت میں ہے کہ یہ شخص مذہبی پیشوا نہ ہو اور اگر مقتدیٰ و پیشوا ہو، مثلاً علما و مشائخ، یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے آئیں نہ وہاں بیٹھیں نہ کھانا کھائیں اور پہلے ہی سے یہ معلوم ہو کہ وہاں یہ چیزیں ہیں تو مقتدیٰ ہو یا نہ ہو کسی کو جانا جائز نہیں اگرچہ خاص اُس حصہ مکان میں یہ چیزیں نہ ہوں بلکہ دوسرے حصہ میں ہوں۔[3] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۳: اگر وہاں لہو ولعب ہو اور یہ شخص جانتا ہے کہ میرے جانے سے یہ چیزیں بند ہو جائیں گی تو اس کو اس نیت سے جانا چاہیے کہ اس کے جانے سے منکراتِ شرعیہ روک دیے جائیں گے اور اگر معلوم ہے کہ وہاں نہ جانے سے ان لوگوں کو نصیحت ہوگی اور ایسے موقع پر یہ حرکتیں نہ کریں گے، کیونکہ وہ لوگ اس کی شرکت کو ضروری جانتے ہیں اور جب یہ معلوم ہوگا کہ اگر شادیوں اور تقریبوں میں یہ چیزیں ہوں گی تو وہ شخص شریک نہ ہوگا تو اس پر لازم ہے کہ وہاں نہ جائے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو اور ایسی حرکتیں نہ کریں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: دعوتِ ولیمہ صرف پہلے دن ہے یا اس کے بعد دوسرے دن بھی یعنی دو۲ ہی دن تک یہ دعوت ہو سکتی ہے، اس

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، ج٥، ص٣٤٣.
و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٧٤.

2 ...... "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٧٤.

3 ...... "الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، ج٢، ص٣٦٥.
و"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٧٤.

4 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، ج٥، ص٣٤٣.

کے بعد ولیمہ اور شادی ختم۔[1] (عالمگیری) ہندوستان میں شادیوں کا سلسلہ کئی دن تک قائم رہتا ہے۔ سنت سے آگے بڑھنا ریا وسمعہ[2] ہے اس سے بچنا ضروری ہے۔

مسئلہ۵: ایک دسترخوان پر جو لوگ کھانا تناول کرتے ہیں، ان میں سے ایک شخص کوئی چیز اٹھا کر دوسرے کو دیدے یہ جائز ہے، جبکہ معلوم ہو کہ صاحبِ خانہ کو یہ دینا ناگوار نہ ہوگا اور اگر معلوم ہے کہ اسے ناگوار ہوگا تو دینا جائز نہیں، بلکہ اگر مشتبہ حال ہو معلوم نہ ہو کہ ناگوار ہوگا یا نہیں جب بھی نہ دے۔[3] (عالمگیری)

بعض لوگ ایک ہی دسترخوان پر معززین کے سامنے عمدہ کھانے چنتے ہیں اور غریبوں کے لیے معمولی چیزیں رکھ دیتے ہیں۔ اگرچہ ایسا نہ کرنا چاہیے کہ غریبوں کی اس میں دل شکنی ہوتی ہے۔ مگر اس صورت میں جس کے پاس کوئی اچھی چیز ہے، اس نے ایسے کو دے دی جس کے پاس نہیں ہے تو ظاہر یہی ہے کہ صاحبِ خانہ کو ناگوار ہوگا کیونکہ اگر دینا ہوتا تو وہ خود ہی اس کے سامنے بھی یہ چیز رکھتا یا کم از کم یہ صورت اشتباہ کی ہے، لہٰذا ایسی حالت میں چیز دینا ناجائز ہے اور اگر ایک ہی قسم کا کھانا ہے، مثلاً روٹی، گوشت اور ایک کے پاس روٹی ختم ہوگئی، دوسرے نے اپنے پاس سے اٹھا کر دے دی تو ظاہر یہی ہے کہ صاحبِ خانہ کو ناگوار نہ ہوگا۔

مسئلہ۶: دوسرے کے یہاں کھانا کھا رہا ہے، سائل نے مانگا اس کو یہ جائز نہیں کہ سائل کو روٹی کا ٹکڑا دیدے کیونکہ اس نے اس کے کھانے کے لیے رکھا ہے، اس کو مالک نہیں کر دیا کہ جس کو چاہے دیدے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ۷: دو دسترخوان پر کھانا کھایا جارہا ہے تو ایک دسترخوان والا دوسرے دسترخوان والے کو کوئی چیز اس پر سے اٹھا کر نہ دے۔ مگر جبکہ یقین ہو کہ صاحبِ خانہ کو ایسا کرنا ناگوار نہ ہوگا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ۸: کھاتے وقت صاحبِ خانہ کا بچہ آ گیا تو اس کو یا صاحبِ خانہ کے خادم کو اس کھانے میں سے نہیں دے سکتا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ۹: کھانا ناپاک ہوگیا تو یہ جائز نہیں کہ کسی پاگل یا بچہ کو کھلائے یا کسی ایسے جانور کو کھلائے جس کا کھانا حلال ہے۔[7] (عالمگیری)

---

1 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب الثاني عشر في الهدایا و الضیافات، ج٥، ص٣٤٣.

2 ...... ریا یعنی دکھاوے کے لیے کام کرنا اور سمعہ یعنی اس لیے کام کرنا کہ لوگ سنیں گے اور اچھا جانیں گے۔

3 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب الثاني عشر في الهدایا و الضیافات، ج٥، ص٣٤٤.

4 ...... المرجع السابق. 5 ...... المرجع السابق.

6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۱۰: مہمان کو چار باتیں ضروری ہیں۔

(۱) جہاں بٹھایا جائے وہیں بیٹھے۔

(۲) جو کچھ اس کے سامنے پیش کیا جائے اس پر خوش ہو، یہ نہ ہو کہ کہنے لگے اس سے اچھا تو میں اپنے ہی گھر کھایا کرتا ہوں یا اسی قسم کے دوسرے الفاظ جیسا کہ آج کل اکثر دعوتوں میں لوگ آپس میں کہا کرتے ہیں۔

(۳) بغیر اجازتِ صاحبِ خانہ وہاں سے نہ اٹھے۔

(۴) اور جب وہاں سے جائے تو اس کے لیے دعا کرے۔ میزبان کو چاہیے کہ مہمان سے وقتاً فوقتاً کہے کہ اور کھاؤ مگر اس پر اصرار نہ کرے، کہ کہیں اصرار کی وجہ سے زیادہ نہ کھا جائے اور یہ اس کے لیے مضر ہو، میزبان کو بالکل خاموش نہ رہنا چاہیے اور یہ بھی نہ کرنا چاہیے کہ کھانا رکھ کر غائب ہو جائے، بلکہ وہاں حاضر رہے اور مہمانوں کے سامنے خادم وغیرہ پر ناراض نہ ہو اور اگر صاحبِ وسعت ہو تو مہمان کی وجہ سے گھر والوں پر کھانے میں کمی نہ کرے۔

میزبان کو چاہیے کہ مہمان کی خاطر داری میں خود مشغول ہو، خادموں کے ذمہ اس کو نہ چھوڑے کہ یہ حضرت ابراہیم علیہ الصلوۃ والتسلیم کی سنت ہے اگر مہمان تھوڑے ہوں تو میزبان ان کے ساتھ کھانے پر بیٹھ جائے کہ یہی تقاضائے مُروت ہے اور بہت سے مہمان ہوں تو ان کے ساتھ نہ بیٹھے بلکہ ان کی خدمت اور کھلانے میں مشغول ہو۔ مہمانوں کے ساتھ ایسے کو نہ بٹھائے جس کا بیٹھنا ان پر گراں ہو۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: جب کھا کر فارغ ہوں ان کے ہاتھ دھلائے جائیں اور یہ نہ کرے کہ ہر شخص کے ہاتھ دھونے کے بعد پانی پھینک کر دوسرے کے سامنے ہاتھ دھونے کے لیے طشت پیش کرے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: جس نے ہدیہ بھیجا اگر اس کے پاس حلال وحرام دونوں قسم کے اموال ہوں مگر غالب مال حلال ہے تو اس کے قبول کرنے میں حرج نہیں۔ یہی حکم اس کے یہاں دعوت کھانے کا ہے اور اگر اس کا غالب مال حرام ہے تو نہ ہدیہ قبول کرے اور نہ اس کی دعوت کھائے، جب تک یہ نہ معلوم ہو کہ یہ چیز جو اُسے پیش کی گئی ہے حلال ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: جس شخص پر اس کا دَین[4] ہے، اگر اس نے دعوت کی اور قرض سے پہلے بھی وہ اسی طرح دعوت کرتا تھا تو قبول کرنے میں حرج نہیں اور اگر پہلے بیس دن میں دعوت کرتا تھا اور اب دس دن میں کرتا ہے یا اب اُس نے کھانے میں تکلّفات

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا والضيافات، ج٥، ص٣٤٤ ـ ٣٤٥.

2 ......المرجع السابق، ص٣٤٥.

3 ......المرجع السابق، ص٣٤٢.

4 ......اُدھار یعنی قرض۔

بڑھا دیے، تو قبول نہ کرے کہ یہ قرض کی وجہ سے ہے۔[1] (عالمگیری)

ظروف کا بیان

مسئلہ ۱: سونے چاندی کے برتن میں کھانا پینا اوران کی پیالیوں سے تیل لگانا یا ان کے عطر دان سے عطر لگانا یا ان کی انگیٹھی سے بخور کرنا[2] منع ہے اور یہ ممانعت مرد وعورت دونوں کے لیے ہے۔ عورتوں کو ان کے زیور پہننے کی اجازت ہے۔ زیور کے سوا دوسری طرح سونے چاندی کا استعمال مرد وعورت دونوں کے لیے ناجائز ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲: سونے چاندی کے چمچے سے کھانا، ان کی سلائی یا سرمہ دانی سے سرمہ لگانا، ان کے آئینہ میں مونھ دیکھنا، ان کی قلم دوات سے لکھنا، ان کے لوٹے یا طشت سے وضو کرنا یا ان کی کرسی پر بیٹھنا، مرد وعورت دونوں کے لیے ممنوع ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳: سونے چاندی کی آرسی[5] پہننا عورت کے لیے جائز ہے، مگر اُس آرسی میں مونھ دیکھنا عورت کے لیے بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ ۴: سونے چاندی کی چیزوں کے استعمال کی ممانعت اس صورت میں ہے کہ ان کو استعمال کرنا ہی مقصود ہو اور اگر یہ مقصود نہ ہو تو ممانعت نہیں، مثلاً سونے چاندی کی پلیٹ یا کٹورے میں کھانا رکھا ہوا ہے اگر یہ کھانا اسی میں چھوڑ دیا جائے تو اضاعتِ مال ہے اُس کو اُس میں سے نکال کر دوسرے برتن میں لے کر کھائے یا اُس میں سے پانی چلّو میں لے کر پیا یا پیالی میں تیل تھا، سر پر پیالی سے تیل نہیں ڈالا بلکہ کسی برتن میں یا ہاتھ پر تیل اس غرض سے لیا کہ اُس سے استعمال ناجائز ہے، لہٰذا تیل کو اُس میں سے لے لیا جائے اور اب استعمال کیا جائے یہ جائز ہے اور اگر ہاتھ میں تیل کا لینا بغرض استعمال ہو جس طرح پیالی سے تیل لے کر سر یا داڑھی میں لگاتے ہیں، اس طرح کرنے سے ناجائز استعمال سے بچنا نہیں ہے کہ یہ بھی استعمال ہی ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثاني عشر في الهدايا و الضيافات، ج٥، ص٣٤٢.

2 ......یعنی دھونی لینا۔

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر و الإباحة، ج٩، ص٥٦٤.

4 ......المرجع السابق.

5 ......ایک زیور جو عورتیں ہاتھ کے انگوٹھے میں پہنتی ہیں، اس میں شیشہ جڑا ہوتا ہے۔

6 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر و الإباحة، ج٩، ص٥٦٤.

مسئلہ۵: چائے کے برتن سونے چاندی کے استعمال کرنا ناجائز ہے۔اسی طرح سونے چاندی کی گھڑی ہاتھ میں باندھنا بلکہ اس میں وقت دیکھنا بھی ناجائز ہے، کہ گھڑی کا استعمال یہی ہے کہ اس میں وقت دیکھا جائے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ۶: سونے چاندی کی چیزیں محض مکان کی آرائش و زینت کے لیے ہوں، مثلاً قرینہ سے[2] یہ برتن وقلم و دوات لگا دیے، کہ مکان آراستہ ہو جائے اس میں حرج نہیں۔ یوہیں سونے چاندی کی کرسیاں یا میز یا تخت وغیرہ سے مکان سجا رکھا ہے،ان پر بیٹھتا نہیں ہے تو حرج نہیں۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۷: بچوں کو بسم اللہ پڑھانے کے موقع پر چاندی کی دوات قلم تختی لا کر رکھتے ہیں، یہ چیزیں استعمال میں نہیں آتیں، بلکہ پڑھانے والے کو دے دیتے ہیں، اس میں حرج نہیں۔

مسئلہ۸: سونے چاندی کے سوا ہر قسم کے برتن کا استعمال جائز ہے، مثلاً تانبے، پیتل، سیسہ، بلور وغیرہا۔ مگر مٹی کے برتنوں کا استعمال سب سے بہتر کہ حدیث میں ہے کہ ''جس نے اپنے گھر کے برتن مٹی کے بنوائے، فرشتے اُس کی زیارت کو آئیں گے۔'' تانبے اور پیتل کے برتنوں پر قلعی ہونی چاہیے، بغیر قلعی ان کے برتن استعمال کرنا مکروہ ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۹: جس برتن میں سونے چاندی کا کام بنا ہوا ہے اس کا استعمال جائز ہے، جبکہ موضع استعمال[5] میں سونا چاندی نہ ہو، مثلاً کٹورے یا گلاس میں چاندی کا کام ہو تو پانی پینے میں اس جگہ مونھ نہ لگے جہاں سونا یا چاندی ہے اور بعض کا قول یہ ہے کہ وہاں ہاتھ بھی نہ لگے، اور قول اول اصح ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۱۰: چھڑی کی موٹھ[7] سونے چاندی کی ہو تو اس کا استعمال ناجائز ہے۔ کیونکہ اس میں استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ موٹھ پر ہاتھ رکھا جاتا ہے، لہٰذا موضع استعمال میں سونا چاندی ہوئی اور اگر اُس کی شام[8] سونے چاندی کی ہو، دستہ سونے چاندی کا نہ ہو تو استعمال میں حرج نہیں، کیونکہ ہاتھ رکھنے کی جگہ پر سونا چاندی نہیں ہے۔ اسی طرح قلم کی نب اگر سونے چاندی کی ہو تو اس سے لکھنا ناجائز ہے کہ وہی موضع استعمال ہے اور اگر قلم کے بالائی حصہ میں ہو تو ناجائز نہیں۔

---

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵٦۵.

2 ...... یعنی سجا کر، ترتیب سے رکھنا۔

3 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵٦٦.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... استعمال کی جگہ۔

6 ...... "الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵٦۷.

7 ...... یعنی چھڑی کا دستہ۔ 8 ...... یعنی چھڑی کے سروں پر چڑھایا جانے والا کسی دھات کا چھلے کی طرح کا خول۔

مسئلہ ۱۱: چاندی سونے کا کرسی یا تخت میں کام بنا ہوا ہے یا زین میں کام بنا ہوا ہے تو اس پر بیٹھنا جائز ہے، جبکہ سونے چاندی کی جگہ سے بچ کر بیٹھے۔ محصل[1] یہ ہے کہ جو چیز خالص سونے چاندی کی ہے، اُس کا استعمال مطلقاً ناجائز ہے اور اگر اس میں جگہ جگہ سونا چاندی ہے تو اگر موضع استعمال میں ہے تو ناجائز، ورنہ جائز۔ مثلاً چاندی کی انگیٹھی سے بخور کرنا مطلقاً ناجائز ہے، اگرچہ دھونی لیتے وقت اس کو ہاتھ بھی نہ لگائے۔ اسی طرح اگر حقہ کی فرشی[2] چاندی کی ہے تو اس سے حقہ پینا ناجائز ہے، اگرچہ یہ شخص فرشی پر ہاتھ نہ لگائے۔

اسی طرح حقہ کی مونھ نال[3] سونے چاندی کی ہے تو اس سے حقہ پینا ناجائز ہے اور اگر نیچہ[4] پر جگہ جگہ چاندی سونے کا تار ہو تو اس سے حقہ پی سکتا ہے، جبکہ استعمال کی جگہ پر تار نہ ہو۔ کرسی میں استعمال کی جگہ بیٹھنے کی جگہ ہے اور اس کا تکیہ ہے جس سے پیٹھ لگاتے ہیں اور اس کے دستے ہیں جن پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ تخت میں موضع استعمال بیٹھنے کی جگہ ہے۔ اسی طرح زین میں اور رکاب بھی سونے چاندی کی ناجائز ہے اور اس میں کام بنا ہوا ہو تو موضع استعمال میں نہ ہو۔ یہی حکم لگام اور دُمچی[5] کا ہے۔[6] (ہدایہ، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲: برتن پر سونے چاندی کا مُلمّع ہو[7] تو اس کے استعمال میں حرج نہیں۔[8] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۳: آئینہ کا حلقہ جو بوقتِ استعمال پکڑنے میں نہ آتا ہو اس میں سونے چاندی کا کام ہو، اس کا بھی وہی حکم ہے۔[9] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۱۴: تلوار کے قبضے میں اور چھری یا پیش قبض[10] کے دستے میں چاندی یا سونے کا کام ہے تو ان کا بھی وہی حکم ہے۔[11] (ہدایہ، درمختار)

---

1 ......خلاصہ۔ 2 ......یعنی پینداِ۔ 3 ......دھات وغیرہ کی بنی ہوئی چھوٹی سی نلی جسے حقے میں لگاتے ہیں۔

4 ......حقہ کی نلیاں۔ 5 ......یعنی تسمہ جو زین کے پچھلے حصے سے جڑا ہوتا ہے، دُم کے نیچے سے گزرتا اور زین کو آگے کی طرف سے جانے سے روکتا ہے۔

6 ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، ج٢، ص٣٦٣.
و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٦٧.

7 ......یعنی برتن پر سونے یا چاندی کا پانی چڑھایا ہوا ہو۔

8 ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، ج٢، ص٣٦٤.

9 ......المرجع السابق.
و"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٦٨.

10 ......یعنی خنجر۔

11 ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، ج٢، ص٣٦٤.
و"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٦٨.

مسئلہ ۱۵: کپڑے میں سونے چاندی کے حروف بنائے گئے، اس کے استعمال کا بھی وہی حکم ہے۔[1] (درمختار) اس میں تفصیل ہے جو لباس کے بیان میں آئے گی۔

مسئلہ ۱۶: ٹوٹے ہوئے برتن کو چاندی یا سونے کے تار سے جوڑنا، جائز ہے اور اُس کا استعمال بھی جائز ہے، جبکہ اُس جگہ سے استعمال نہ کرے۔ جیسا کہ حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا لکڑی کا پیالہ تھا، وہ ٹوٹ گیا تو چاندی کے تار سے جوڑا گیا۔[2] اور یہ پیالہ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس تھا۔[3]

خبر کہاں معتبر ہے؟

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْۤا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۝﴾[4]

''اے ایمان والو! اگر فاسق تمھارے پاس کوئی خبر لائے تو اُسے خوب جانچ لو، کہیں ایسا نہ ہو کہ ناواقفی میں کسی قوم کو تکلیف پہنچا دو پھر تمھیں اپنے کیے پر شرمندہ ہونا پڑے۔''

مسئلہ ۱: اپنے نوکر یا غلام کو گوشت لانے کے لیے بھیجا، اگرچہ یہ مجوسی یا ہندو ہو وہ گوشت لایا اور کہتا ہے کہ مسلمان یا کتابی سے خرید کر لایا ہوں تو یہ گوشت کھایا جاسکتا ہے اور اگر اس نے آکر یہ کہا کہ مشرک مثلاً مجوسی یا ہندو سے خرید کر لایا ہوں تو اس گوشت کا کھانا حرام ہے کہ خریدنا بیچنا معاملات میں ہے اور معاملات میں کافر کی خبر معتبر ہے، اگرچہ حلّت و حرمت[5] دِیانات[6] میں سے ہیں اور دیانات میں کافر کی خبر نامقبول ہے، مگر چونکہ اصل خبر خریدنے کی ہے اور حلت و حرمت اس مقام پر ضمنی چیز ہے، لہٰذا جب وہ خبر معتبر ہوئی تو ضمناً یہ بھی ثابت ہو جائے گی اور اصل خبر حلت و حرمت کی ہوتی تو نامعتبر ہوتی۔[7] (ہدایہ، درمختار)

---

1 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵٦٨.

2 ......"صحيح البخاري"، كتاب فرض الخمس، باب ما ذكر...إلخ، الحديث:۳۱۰۹، ج۲، ص۳٤٤.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الأشربة، باب الشرب...إلخ، الحديث:٥٦٣٨، ج۳، ص٥۹٥.

4 ......پ٢٦، الحجرات: ٦.

5 ......یعنی حلال و حرام ہونا۔

6 ...... اس کی وضاحت صفحہ 400 پر آرہی ہے۔

7 ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الأكل والشرب، ج٢، ص٣٦٤.
و"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص٥٦۹.

مسئلہ۲: معاملات میں کافر کی خبر معتبر ہونا اس وقت ہے، جب غالب گمان یہ ہو کہ سچ کہتا ہے اور اگر غالب گمان اس کا جھوٹا ہونا ہو تو اس پر عمل نہ کرے۔[1] (جوہرہ)

مسئلہ۳: گوشت خریدا پھر یہ معلوم ہوا کہ جس سے خریدا ہے وہ مشرک ہے، پھیرنے[2] کو لے گیا، اس نے کہا کہ اس جانور کو مسلم نے ذبح کیا ہے، اب بھی اس گوشت کو کھانا ممنوع ہے۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ۴: لونڈی غلام اور بچے کی ہدیہ کے متعلق خبر معتبر ہے، مثلاً بچے نے کسی کے پاس کوئی چیز لاکر یہ کہا کہ میرے والد نے آپ کے پاس یہ ہدیہ بھیجا ہے، وہ شخص چیز کو لے سکتا ہے اور اس میں تصرف کرسکتا ہے، کھانے کی چیز ہو تو کھا سکتا ہے۔ اسی طرح لونڈی غلام نے کوئی چیز دی اور یہ کہا کہ میرے مولیٰ نے یہ چیز ہدیہ بھیجی ہے، بلکہ یہ دونوں خود اپنے متعلق اس کی خبر دیں کہ ہمارے مولیٰ نے خود ہمیں ہدیہ کیا ہے یہ خبر بھی مقبول ہے۔ فرض کرو لونڈی نے یہ خبر دی تو اس سے یہ شخص وطی بھی کرسکتا ہے۔[4] (زیلعی)

مسئلہ۵: ان لوگوں نے یہ خبر دی کہ ہمارے ولی یا مولیٰ نے ہمیں خریدنے کی اجازت دی ہے یہ خبر بھی معتبر ہے، جبکہ غالب گمان ان کی سچائی ہو، لہٰذا بچہ نے کوئی چیز خریدی مثلاً نمک، مرچ، ہلدی، دھنیا اور کہتا ہے ہم کو اس کی اجازت ہے تو اس کے ہاتھ اس چیز کو بیچ سکتے ہیں اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ جھوٹ کہتا ہے تو اس کی بات کا اعتبار نہ کیا جائے۔ مثلاً اسے چند پیسوں کی مٹھائی یا پھل وغیرہ خریدنا ہے اور یہ بتاتا ہے کہ مجھے اجازت ہے اس کا اعتبار نہ کیا جائے، جبکہ اس صورت میں بظاہر یہ معلوم ہوتا ہو کہ اُس کو پیسے اس لیے نہیں ملے ہیں کہ مٹھائی وغیرہ خرید کر کھالے۔[5] (درمختار، ردالمحتار) یعنی جبکہ گمان غالب یہ ہو کہ اسے خریدنے کی اجازت نہیں ہے، مثلاً یہ گمان ہے کہ چھپا کر لایا ہے، مٹھائی خرید رہا ہے، اس کے گھر والے ایسے کہاں ہیں کہ مٹھائی کھانے کو پیسے دے دیں اس صورت میں اس کے ہاتھ مٹھائی کا بیچنا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ۶: کافر یا فاسق نے یہ خبر دی کہ میں فلاں شخص کا اس چیز کے بیچنے میں وکیل ہوں، اس کی خبر اعتبار کی جاسکتی ہے اور اُس چیز کو خرید سکتے ہیں۔ اسی طرح دیگر معاملات میں بھی ان کی خبریں مقبول ہیں، جبکہ ظن غالب یہ ہو کہ سچ کہتا ہے۔[6] (درمختار)

---

1 ......الجوهرة النيرة، كتاب الحظر والاباحة، جز۲، ص۳۶۲.

2 ...... واپس کرنے۔

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵۶۹.

4 ......"تبيين الحقائق"، كتاب الكراهية، ج۷، ص۲۸.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵۷۰.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵۷۰.

مسئلہ ۷: دیانات میں مخبر[1] کا عادل ہونا ضروری ہے۔ دیانات سے مراد وہ چیزیں ہیں جن کا تعلق بندہ اور رب کے مابین ہے۔ مثلاً حلت، حرمت، نجاست، طہارت اور اگر دیانت کے ساتھ زوالِ ملک بھی ہو مثلاً میاں بی بی کے متعلق کسی نے یہ خبر دی کہ یہ دونوں رضاعی بھائی بہن ہیں تو اس کے ثبوت کے لیے فقط عدالت کافی نہیں، بلکہ عدد اور عدالت دونوں چیزیں درکار ہیں یعنی خبر دینے والے دو۲ مرد یا ایک مرد دو۲ عورتیں ہوں اور یہ سب عادل ہوں۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۸: پانی کے متعلق کسی مسلم عادل نے یہ خبر دی کہ یہ نجس ہے تو اس سے وضو نہ کرے، بلکہ اگر دوسرا پانی نہ ہو تو تیمّم کرے اور اگر فاسق یا مستور[3] نے خبر دی کہ پانی نجس ہے تو تحری (غور) کرے اگر دل پر یہ بات جمتی ہے کہ سچ کہتا ہے تو پانی کو پھینک دے اور تیمّم کرے وضو نہ کرے اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ جھوٹ کہتا ہے تو وضو کرے اور احتیاط یہ ہے کہ وضو کے بعد تیمّم بھی کرلے اور اگر کافر نے نجاست کی خبر دی اور غالب گمان یہ ہے کہ سچ کہتا ہے جب بھی بہتر یہ ہے کہ اسے پھینک دے پھر تیمّم کرے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۹: ایک عادل نے یہ خبر دی کہ پاک ہے اور دوسرے عادل نے نجاست کی خبر دی یا ایک نے خبر دی کہ یہ مسلم کا ذبیحہ ہے اور دوسرے نے یہ کہ مشرک کا ذبیحہ ہے، اس میں بھی تحری کرے، جدھر غالب گمان ہو اُس پر عمل کرے۔[5] (ردالمحتار)

لباس کا بیان

حدیث ۱: امام بخاری نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ فرماتے ہیں صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم: ''تُو جو چاہے کھا اور تُو جو چاہے پہن، جب تک دو باتیں نہ ہوں، اسراف وتکبر۔'' [6]

حدیث ۲: امام احمد ونسائی وابن ماجہ بروایت عَمْرُو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ راوی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''کھاؤ اور پیو اور صدقہ کرو اور پہنو، جب تک اسراف وتکبر کی آمیزش نہ ہو۔''[7]

---

1 ...... خبر دینے والا۔

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص ۵۷۱.

3 ...... **مستور:** یعنی وہ شخص جس کا عادل یا فاسق ہونا ظاہر نہ ہو۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص ۵۷۱.

5 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص ۵۷۳.

6 ......"صحیح البخاري"، کتاب اللباس، باب قول اللّٰه تعالٰی: ﴿قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ﴾، ج۴، ص ۴۵.

7 ......"سنن ابن ماجه"، کتاب اللباس، باب البس ما شئت... إلخ، الحديث: ۳۶۰۵، ج۴، ص ۱۶۲.
و"سنن النسائي"، کتاب الزکاة، باب الإختيال في الصدقة، الحديث: ۲۵۵۵، ص ۴۲۰.

حدیث ۳: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں: رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو حِبرہ بہت پسند تھا۔ یہ ایک قسم کی دھاری دار چادر ہوتی تھی جو یمن میں بنتی تھی۔[1]

حدیث ۴: ترمذی نے جابر بن سمرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے چاندنی رات میں نبی کریم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو دیکھا، حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سرخ حُلّہ[2] پہنے ہوئے تھے یعنی اس میں سرخ دھاریاں تھیں، میں کبھی حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو دیکھتا اور کبھی چاند کو، حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) میرے نزدیک چاند سے زیادہ حسین تھے۔[3]

حدیث ۵: صحیح بخاری و مسلم میں ابو بردہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: کہ حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا نے پیوند لگی ہوئی کملی اور موٹا تہبند نکالا اور یہ کہا، کہ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی وفات انھیں میں ہوئی۔[4] (یعنی بوقت وفات اسی قسم کے کپڑے پہنے ہوئے تھے)۔

حدیث ۶: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: کہ ''جو شخص تکبر کے طور پر تہبند گھسیٹے (یعنی اتنا نیچا کرلے کہ زمین سے لگ جائے) اُس کی طرف اللہ تعالٰی نظر رحمت نہیں فرمائے گا۔''[5] ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کی روایت میں ہے، ''جو اِترانے کے طور پر کپڑا گھسیٹے گا، اس کی طرف اللہ (عزوجل) نظرِ رحمت نہیں کرے گا۔''[6] صحیح بخاری کی انھیں سے روایت ہے، کہ ''ایک شخص اترانے کے طور پر تہبند گھسیٹ رہا تھا، زمین میں دھنسا دیا گیا، اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی چلا جائے گا۔''[7]

حدیث ۷: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''ٹخنوں سے نیچے تہبند کا جو حصہ ہے، وہ آگ میں ہے۔''[8]

حدیث ۸: ابوداود و ابن ماجہ ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ

---

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب البرود و الحبرة... إلخ، الحديث: ٥٨١٣، ج٤، ص٥٤.

2 ......**حُلّہ:** چادر و تہبند کے مجموعہ کو کہتے ہیں یعنی جوڑا۔

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء في الرخصة في لبس الحمرة للرجال، الحديث: ٢٨٢٠، ج٤، ص٣٧٠.

4 ......"صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب الأكسية والخمائص، الحديث: ٥٨١٨، ج٤، ص٥٥.

5 ......المرجع السابق، باب من جر ثوبه من الخيلاء، الحديث: ٥٧٨٨، ج٤، ص٤٦.

6 ...... المرجع السابق، الحديث: ٥٧٩١، ج٤، ص٤٧.

7 ......المرجع السابق، الحديث: ٥٧٩٠، ج٤، ص٤٧.

8 ......المرجع السابق، باب ما أسفل من الكعبين فهو في النار، الحديث: ٥٧٨٧، ج٤، ص٤٦.

وسلَّم فرماتے ہیں: ''مومن کا تہبند آدھی پنڈلیوں تک ہے اور اس کے اور ٹخنوں کے درمیان میں ہو، اس میں بھی حرج نہیں اور اس سے جو نیچے ہو آگ میں ہے اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہیں فرمائے گا، جو تہبند کو ازراہِ تکبر گھسیٹے۔''[1]

حدیث ۹: ابوداود ونسائی وابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اسبال یعنی کپڑے کے نیچا کرنے کی ممانعت تہبند وقمیص وعمامہ سب میں ہے۔ حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عرض کی، عورتوں کے لیے کیا حکم ہے؟ فرمایا: ایک بالشت لٹکالیں (یعنی آدھی پنڈلی کے نیچے ایک بالشت لٹکائیں) عرض کی، اب تو عورتوں کے قدم کھل جائیں گے، ارشاد فرمایا: ایک ہاتھ لٹکالیں اس سے زیادہ نہیں۔''[2]

حدیث ۱۰: صحیح مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کے پاس سے گزرا اور میرا تہبند کچھ لٹک رہا تھا، ارشاد فرمایا: ''عبداللہ! اپنے تہبند کو اونچا کرو۔'' میں نے اونچا کرلیا پھر فرمایا: ''زیادہ اونچا کرو۔'' میں نے زیادہ کرلیا۔ اس کے بعد میں ہمیشہ کوشش کرتا رہا۔ کسی نے عبداللہ سے پوچھا، کہاں تک اونچا کیا جائے؟ کہا، نصف پنڈلی تک۔[3]

حدیث ۱۱: صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص اپنا کپڑا تکبر سے نیچا کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف نظر نہیں فرمائے گا۔'' حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) میرا تہبند لٹک جاتا ہے، مگر اس وقت کہ میں پورا خیال رکھوں (یعنی ان کے شکم پر تہبند رکتا نہیں تھا، سرک جاتا تھا)۔ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''تم ان میں سے نہیں جو براہِ تکبر لٹکاتے ہیں۔''[4] (یعنی جو بالقصد تہبند کو نیچا کرتے ہیں، اُن کے لیے وہ وعید ہے۔)

حدیث ۱۲: ابوداود نے عکرمہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا کہ ان کے تہبند کا حاشیہ پشت قدم پر تھا، میں نے کہا: آپ اس طرح کیوں تہبند باندھتے ہیں؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کو اس طرح تہبند باندھے ہوئے دیکھا ہے۔''[5]

---

1 ...... "سنن ابن ماجه"، كتاب اللباس، باب موضع الإزار أين هو، الحديث: ٣٥٧٣، ج٤، ص١٤٨.
و "مشكاة المصابيح"، كتاب اللباس، الحديث: ٤٣٣١، ج٢، ص٤٧٢.

2 ...... "سنن أبي داود"، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الإزار، الحديث: ٤٠٩٤، ج٤، ص٨٣.
و باب في قدر الذيل، الحديث: ٤١١٧، ج٤، ص٨٩.

3 ...... "صحيح مسلم"، كتاب اللباس، باب تحريم جر الثوب خيلاء...إلخ، الحديث: ٤٧-(٢٠٨٦)، ص١١٥٦.

4 ...... "صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب من جر إزاره من غير خيلاء، الحديث: ٥٧٨٤، ج٤، ص٤٥.

5 ...... "سنن أبي داود"، كتاب اللباس، باب في قدر موضع الازار، الحديث: ٤٠٩٦، ج٤، ص٨٣.

حدیث ۱۳: ترمذی وابوداود نے اسما بنت یزید رضی اللہ تعالٰی عنھا سے روایت کی، کہتی ہیں: رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی قمیص کی آستین گٹے تک تھی۔ (1)

حدیث ۱۴: امام احمد وترمذی ونسائی وابن ماجہ نے سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''سپید کپڑے پہنو کہ وہ زیادہ پاک اور ستھرے ہیں اور انھیں میں اپنے مردے کفناؤ۔'' (2)

حدیث ۱۵: ابن ماجہ نے ابوداود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''سب میں اچھے وہ کپڑے جنھیں پہن کر تم خدا کی زیارت قبروں اور مسجدوں میں کرو، سپید ہیں یعنی سپید کپڑوں میں نماز پڑھنا اور مردے کفنانا اچھا ہے۔'' (3)

حدیث ۱۶: ترمذی وابوداود نے عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کی، کہتے ہیں: ایک شخص سرخ کپڑے پہنے ہوئے گزرے اور انھوں نے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو سلام کیا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے سلام کا جواب نہیں دیا۔'' (4)

حدیث ۱۷: ابوداود نے عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنھا سے روایت کی، کہ اسماء رضی اللہ تعالٰی عنھا باریک کپڑے پہن کر حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے سامنے آئیں، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے مونھ پھیر لیا اور یہ فرمایا: ''اے اسماء! جب عورت بالغ ہوجائے تو اُس کے بدن کا کوئی حصہ دکھائی نہ دینا چاہیے، سوا مونھ اور ہتھیلیوں کے۔'' (5)

حدیث ۱۸: امام مالک علقمہ بن ابی علقمہ سے وہ اپنی ماں سے روایت کرتے ہیں، کہ حفصہ بنتِ عبدالرحمٰن حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنھا کے پاس باریک دوپٹا اوڑھ کر آئیں، حضرت عائشہ نے ان کا دوپٹا پھاڑ دیا اور موٹا دوپٹا دے دیا۔ (6)

حدیث ۱۹: ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم عمامہ باندھتے تو دونوں شانوں کے درمیان شملہ لٹکاتے۔ (7)

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب اللباس، باب ما جاء في القميص، الحديث: ٤٠٢٧، ج٤، ص٦١.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب اللباس، الحديث: ٤٣٢٩، ج٢، ص٤٧٢.

2 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند البصريين، حديث سمرة بن جندب، الحديث: ٢٠١٧٤، ج٧، ص٢٦٠.

3 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب اللباس، باب البياض من الثياب، الحديث: ٣٥٦٨، ج٤، ص١٤٦.

4 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء في كراهية لبس المعصفر للرجال، الحديث: ٢٨١٦، ج٤، ص٣٦٨.

5 ......"سنن أبي داود"، كتاب اللباس، باب فيما تبدى المرأة من زينتها، الحديث: ٤١٠٤، ج٤، ص٨٥.

6 ......"الموطأ" للإمام مالك، كتاب اللباس، باب مايكره للنساء لبسه من الثياب، الحديث: ١٧٣٩، ج٢، ص٤١٠.

7 ......"سنن الترمذي"، كتاب اللباس، باب في سدل العمامة بين الكتفين، الحديث: ١٧٤٢، ج٣، ص٢٨٦.

حدیث ۲۰: بیہقی نے شعب الایمان میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''عمامہ باندھنا اختیار کرو کہ یہ فرشتوں کا نشان ہے اور اس کو پیٹھ کے پیچھے لٹکا لو۔'' (1)

حدیث ۲۱: ترمذی نے رکانہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا کہ ''ہمارے اور مشرکین کے مابین یہ فرق ہے کہ ہمارے عمامہ ٹوپیوں پر ہوتے ہیں۔''(2)

حدیث ۲۲: ترمذی نے عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں: حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے مجھ سے یہ فرمایا: ''عائشہ! اگر تم مجھ سے ملنا چاہتی ہو تو دنیا سے اتنے ہی پر بس کرو جتنا سوار کے پاس توشہ ہوتا ہے اور مال داروں کے پاس بیٹھنے سے بچو اور کپڑے کو پرانا نہ سمجھو، جب تک پیوند نہ لگا لو۔''(3)

حدیث ۲۳: ابوداود نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''کیا سنتے نہیں ہو، کیا سنتے نہیں ہو؟ ردی حالت میں ہونا(4) ایمان سے ہے، ردی حالت میں ہونا ایمان سے ہے۔'' (5)

حدیث ۲۴: امام احمد و ابوداود و ابن ماجہ نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص شہرت کا کپڑا پہنے، قیامت کے دن اللہ تعالٰی اُس کو ذلت کا کپڑا پہنائے گا۔'' (6)

لباس شہرت سے مراد یہ ہے کہ تکبر کے طور پر اچھے کپڑے پہنے یا جو شخص درویش نہ ہو، وہ ایسے کپڑے پہنے جس سے لوگ اسے درویش سمجھیں یا عالم نہ ہو اور علما کے سے کپڑے پہن کر لوگوں کے سامنے اپنا عالم ہونا جتاتا ہے یعنی کپڑے سے مقصود کسی خوبی کا اظہار ہو۔

حدیث ۲۵: ابوداود نے ایک صحابی سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو باوجود قدرت اچھے کپڑے پہننا تواضع کے طور پر چھوڑ دے، اللہ تعالٰی اس کو کرامت کا حُلّہ پہنائے گا۔''(7)

حدیث ۲۶: امام احمد و نسائی جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم ہمارے

---

1 ......"شعب الإيمان"،باب في الملابس،فصل في العمائم،الحديث:٦٢٦٢،ج٥،ص١٧٦.

2 ......"سنن الترمذي"،كتاب اللباس، باب العمائم على القلانس،الحديث:١٧٩١،ج٣،ص٣٠٥.

3 ......المرجع السابق، باب ما جاء في ترقيع الثوب،الحديث:١٧٨٧،ج٣ص٣٠٢.

4 ......یعنی لباس کی سادگی۔

5 ......"سنن أبي داود"،كتاب الترجل، باب النهى عن كثير من الإرفاه،الحديث:٤١٦١،ج٤،ص١٠٣.

6 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب،الحديث:٥٦٦٨،ج٢،ص٤٠٣.

7 ......"سنن أبي داود"،كتاب الادب، باب من كظم غيظا،الحديث:٤٧٧٨،ج٤،ص٣٢٦.

یہاں تشریف لائے، ایک شخص کو پراگندہ سر دیکھا، جس کے بال بکھرے ہوئے ہیں، فرمایا: ''کیا اس کو ایسی چیز نہیں ملتی جس سے بالوں کو اکٹھا کرلے اور دوسرے شخص کو میلے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا فرمایا: کیا اسے ایسی چیز نہیں ملتی، جس سے کپڑے دھولے۔''(1)

حدیث ۲۷: ترمذی نے **عبداللہ ابن عَمْرو** رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالٰی کو یہ بات پسند ہے کہ اس کی نعمت کا اثر بندہ پر ظاہر ہو۔''(2)

حدیث ۲۸: امام احمد ونسائی نے ابوالاحوص سے انھوں نے اپنے والد سے روایت کی، کہتے ہیں: میں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور میرے کپڑے گھٹیا تھے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''کیا تمھارے پاس مال نہیں ہے؟ میں نے عرض کی، ہاں ہے۔ فرمایا: کس قسم کا مال ہے؟ میں نے عرض کی، خدا کا دیا ہوا ہر قسم کا مال ہے۔ اونٹ، گائے، بکریاں، گھوڑے، غلام۔ فرمایا: جب خدا نے تمھیں مال دیا ہے تو اس کی نعمت وکرامت کا اثر تم پر دکھائی دینا چاہیے۔'' (3)

حدیث ۲۹: صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عمر وانس وابن زبیر وابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے مروی، نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو دنیا میں ریشم پہنے گا، وہ آخرت میں نہیں پہنے گا۔'' (4)

حدیث ۳۰: صحیح بخاری ومسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو دنیا میں ریشم پہنے گا، اس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہے۔'' (5)

حدیث ۳۱: صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ریشم پہننے کی ممانعت فرمائی، مگر اتنا۔ اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے دوؔ انگلیاں بیچ والی اور کلمہ کی انگلیوں کو ملا کر اشارہ کیا۔'' (6)

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے خطبہ میں فرمایا: رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ریشم کی ممانعت فرمائی ہے، مگر دوؔ یا تین یا چار اُنگلیوں کی برابر یعنی کسی کپڑے میں اتنی چوڑی ریشم کی گوٹ لگائی جاسکتی ہے۔(7)

حدیث ۳۲: صحیح مسلم میں اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے، انھوں نے ایک کسروانی جبہ نکالا،

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب اللباس، باب في الخلقان وفي غسل الثوب،الحديث:٤٠٦٢،ج٤،ص٧٢.

2 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء ان اللّٰه تعالٰى يحب أن يرى أثر نعمته على عبده،الحديث:٢٨٢٨،ج٤،ص٣٧٤.

3 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند المكيين،حديث مالك بن نضلة أبي الأحوص، الحديث:١٥٨٨٨،ج٥،ص٣٨٣.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب اللباس،الحديث:٤٣٥٢،ج٢،ص٤٧٥.

4 ......"صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب لبس الحرير...إلخ،الحديث:٥٨٣٤،ج٤،ص٥٩.

5 ......المرجع السابق،الحديث:٥٨٣٥،ج٤،ص٥٩.

6 ......"صحيح مسلم"، كتاب اللباس، باب تحريم إستعمال إناء الذهب،الحديث:١٢-(٢٠٦٩)،ص١١٤٨.

7 ......المرجع السابق،الحديث:١٥-(٢٠٦٩)،ص١١٤٩.

جس کا گریبان دیباج کا تھا اور دونوں چاکوں میں دیباج کی گوٹ لگی ہوئی تھی اور یہ کہا کہ یہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کا جبہ ہے جو حضرت عائشہ کے پاس تھا۔ جب حضرت عائشہ کا انتقال ہوگیا میں نے لے لیا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) اسے پہنا کرتے تھے اور ہم اسے دھوکر بیماروں کو بغرض شفا پلاتے ہیں۔[1]

حدیث ۳۳: ترمذی ونسائی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''سونا اور ریشم میری اُمت کی عورتوں کے لیے حلال ہے اور مردوں پر حرام۔''[2]

حدیث ۳۴: صحیح مسلم میں عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے مجھے کسم کے رنگے ہوئے کپڑے پہنے ہوئے دیکھا، فرمایا: ''یہ کافروں کے کپڑے ہیں، انھیں تم مت پہنو۔'' میں نے کہا، انھیں دھوڈالوں۔ فرمایا کہ ''جلادو۔''[3]

حدیث ۳۵: ترمذی ابوالملیح سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے درندہ کی کھال بچھانے سے منع فرمایا ہے۔[4]

حدیث ۳۶: ترمذی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم جب قمیص پہنتے تو دہنے سے شروع کرتے۔[5]

حدیث ۳۷: ترمذی وابوداود نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم جب نیا کپڑا پہنتے، اُس کا نام لیتے عمامہ یا قمیص یا چادر پھر یہ دعا پڑھتے: **اَللّٰھُمَّ لَکَ الْحَمْدُ کَمَا کَسَوْتَنِیْهِ اَسْأَ لُکَ خَیْرَهٗ وَخَیْرَ مَا صُنِعَ لَهٗ وَاَعُوْذُ بِکَ مِنْ شَرِّهٖ وَشَرِّ مَا صُنِعَ لَهٗ.**[6]

---

1 ......"صحيح مسلم"، كتاب اللباس، باب تحريم إستعمال إناء الذهب،الحديث: ١٠ـ(٢٠٦٩)،ص١١٤٧.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب اللباس،الحديث:٤٣٢٥، ج٢،ص ٤٧١.

2 ......"سنن النسائي"، كتاب الزينة من السنن، باب تحريم الذهب على الرجال،الحديث:٥١٥٨،ص ٧٢١.

3 ......"صحيح مسلم"، كتاب اللباس،باب النهى عن لبس الرجل الثوب المعصفر،الحديث:٢٧،٢٨ـ(٢٠٧٧)،ص ١١٥١.

4 ......"سنن الترمذي"، كتاب اللباس،باب ماجاء في النهى عن جلود السباع،الحديث:١٧٧٧،ج٣،ص٢٩٩.

5 ......المرجع السابق،باب ماجاء في القمص،الحديث:١٧٧٢،ج٣ص٢٩٧.

6 ......المرجع السابق،باب مايقول إذا لبس ثوبا جديدا،الحديث:١٧٧٣،ج٣،ص٢٩٧.

ترجمہ: اے اللہ عزوجل! تیرا شکر ہے جیسے تو نے مجھے یہ (کپڑا) پہنایا، ویسے ہی میں تجھ سے اس کی بھلائی اور جس مقصد کے لیے یہ بنایا گیا، اس کی بھلائی کا سوال کرتا ہوں اور اس کے شر اور جس مقصد کے لیے یہ بنایا گیا ہے، اس کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں۔

حدیث ۳۸: ابوداود نے معاذ بن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص کپڑا پہنے اور یہ پڑھے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ هٰذَا وَرَزَقَنِیْهِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَلَا قُوَّةٍ [1] تو اُس کے اگلے گناہ بخش دیے جائیں گے۔''[2]

حدیث ۳۹: امام احمد نے ابومطر سے روایت کی، کہ حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے تین درہم میں کپڑا خریدا، اُس کو پہنتے وقت یہ پڑھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ رَزَقَنِیْ مِنَ الرِّیَاشِ مَا اَتَجَمَّلُ بِهٖ فِی النَّاسِ وَاُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ .[3] پھر یہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو یہی پڑھتے ہوئے سنا۔[4]

حدیث ۴۰: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے نیا کپڑا پہنا اور یہ پڑھا: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ کَسَانِیْ مَا اُوَارِیْ بِهٖ عَوْرَتِیْ وَاَتَجَمَّلُ بِهٖ فِیْ حَیَاتِیْ.[5] پھر یہ کہا کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے سنا ہے، کہ جو شخص نیا کپڑا پہنتے وقت یہ پڑھے اور پرانے کپڑے کو صدقہ کردے، وہ زندگی میں اور مرنے کے بعد اللہ تعالٰی کے کنف و حفظ و ستر میں رہے گا۔[6] تینوں لفظ کے ایک ہی معنی ہیں یعنی اللہ تعالٰی اُس کا حافظ و نگہبان ہے۔

حدیث ۴۱: امام احمد و ابوداود نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص جس قوم سے تشبہ کرے، وہ انھیں میں سے ہے۔''[7] یہ حدیث ایک اصل کلی ہے۔ لباس و عادات و اطوار میں کن لوگوں سے مشابہت کرنی چاہیے اور کن سے نہیں کرنی چاہیے۔ کفار و فساق و فجار سے مشابہت بری ہے اور اہل صلاح و تقویٰ کی مشابہت اچھی ہے پھر اس تشبہ کے بھی درجات ہیں اور انھیں کے اعتبار سے احکام بھی مختلف ہیں۔ کفار و فساق سے تشبہ کا ادنیٰ مرتبہ کراہت ہے، مسلمان اپنے کو ان لوگوں سے ممتاز رکھے کہ پہچانا جاسکے اور غیر مسلم کا شبہ اس پر نہ ہو سکے۔

---

1 ...... تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے مجھے یہ (لباس) پہنایا اور میری طاقت وقوت کے بغیر یہ عطا فرمایا۔

2 ...... "سنن أبي داود"، کتاب اللباس، باب مایقول اذا لبس ثوبا جدیدا، الحدیث: ۴۰۲۳، ج۴، ص۵۹.
و"المستدرك" للحاکم، کتاب اللباس، باب الدعاء عند فراغ الطعام، الحدیث: ۷۴۸۶، ج۵، ص۲۷۰.
و"مشکوة المصابیح" کتاب اللباس، الفصل الثاني، الحدیث ۴۳۴۳، ج۲، ص۱۱۷.

3 ...... اللہ تعالیٰ کا شکر ہے، جس نے مجھے وہ لباس پہنایا جس سے میں اپنا ستر ڈھانپتا ہوں اور اپنی زندگی میں اس سے زینت کرتا ہوں۔

4 ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند علي بن أبي طالب، الحدیث: ۱۳۵۲، ج۱، ص۳۳۱.

5 ...... تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں، جس نے مجھے وہ لباس عطا فرمایا جس سے میں لوگوں میں زینت کرتا ہوں اور اپنا ستر ڈھانپتا ہوں۔

6 ...... "سنن الترمذي"، احادیث شتی، باب ۱۰۷: (۱۲۱)، الحدیث: ۳۵۷۱، ج۵، ص۳۲۷.

7 ...... "سنن أبي داود"، کتاب اللباس، باب في لبس الشهرة، الحدیث: ۴۰۳۱، ج۴، ص۶۲.

حدیث ۴۲: ابوداود نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ان عورتوں پر لعنت کی جو مردوں سے تشبہ کریں اوران مردوں پر جو عورتوں سے تشبہ کریں۔ [1]

حدیث ۴۳: ابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اس مرد پر لعنت کی، جو عورت کالباس پہنتا ہے اوراس عورت پر لعنت کی، جو مردانہ لباس پہنتی ہے۔ [2]

حدیث ۴۴: ابوداود عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''نہ میں سرخ زین پوش پر سوار ہوتا ہوں اور نہ کسم کا رنگا ہوا کپڑا پہنتا ہوں اور نہ وہ قمیص پہنتا ہوں، جس میں ریشم کا کف لگا ہوا ہو (یعنی چار انگل سے زائد)، سن لو! مردوں کی خوشبو وہ ہے، جس میں بو ہو اور رنگ نہ ہو اور عورتوں کی خوشبو وہ ہے، جس میں رنگ ہو، بو نہ ہو۔'' [3]

یعنی مردوں میں خوشبو مقصود ہوتی ہے، اس کا رنگ نمایاں نہ ہونا چاہیے کہ بدن یا کپڑے رنگین ہو جائیں اور عورتیں ہلکی خوشبو استعمال کریں کہ یہاں زینت مقصود ہوتی ہے اور یہ رنگین خوشبو مثلاً خلوق سے حاصل ہوتی ہے، تیز خوشبو سے خواہ مخواہ لوگوں کی نگاہیں اٹھیں گی۔

حدیث ۴۵: ترمذی نے ابورمثہ تیمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ میں نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) دو سبز کپڑے پہنے ہوئے تھے۔ [4]

حدیث ۴۶: ابوداود نے دحیہ بن خلیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں چند قبطی کپڑے لائے گئے، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ایک مجھے دیا اور یہ فرمایا کہ ''اس کے دو ٹکڑے کرلو، ایک ٹکڑے کی قمیص بنوالو اور ایک اپنی بی بی کو دے دینا، وہ اوڑھنی بنالے گی۔'' جب یہ چلے تو حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا کہ ''اپنی بی بی سے کہہ دینا کہ اس کے نیچے کوئی دوسرا کپڑا لگالے تاکہ بدن نہ جھلکے۔'' [5]

حدیث ۴۷: صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کا بچھونا جس پر آرام فرماتے تھے، چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری ہوئی تھی۔'' [6]

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب اللباس، باب في لباس النساء، الحديث:٤٠٩٧، ج٤، ص٨٣.

2 ......المرجع السابق، الحديث:٤٠٩٨، ج٤، ص٨٣.

3 ......المرجع السابق، باب من كرهه، الحديث:٤٠٤٨، ج٤، ص٦٨.

4 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء في الثوب الأخضر، الحديث:٢٨٢١، ج٤، ص٣٧١.

5 ......"سنن أبي داود"، كتاب اللباس، باب في لبس القباطي للنساء، الحديث:٤١١٦، ج٤، ص٨٨.

6 ......"صحيح مسلم"، كتاب اللباس، باب التواضع في اللباس...إلخ، الحديث:٣٨-(٢٠٨٢)، ص١١٥٣.

مسلم کی روایت میں ہے کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کا تکیہ چمڑے کا تھا جس میں کھجور کی چھال بھری تھی۔'' [1]

حدیث ۴۸: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''ایک بچھونا مرد کے لیے اور ایک اُس کی زوجہ کے لیے اور تیسرا مہمان کے لیے اور چوتھا شیطان کے لیے۔'' [2] یعنی گھر کے آدمیوں اور مہمانوں کے لیے بچھونے جائز ہیں اور حاجت سے زیادہ نہ چاہیے۔

مسئلہ ۱: اتنا لباس جس سے سترِ عورت ہو جائے اور گرمی سردی کی تکلیف سے بچے فرض ہے اور اس سے زائد جس سے زینت مقصود ہو اور یہ کہ جبکہ اللہ (عزوجل) نے دیا ہے تو اُس کی نعمت کا اظہار کیا جائے۔ یہ مستحب ہے خاص موقع پر مثلاً جمعہ یا عید کے دن عمدہ کپڑے پہننا مباح ہے۔ اس قسم کے کپڑے روز نہ پہنے کیونکہ ہوسکتا ہے کہ اِترانے لگے اور غریبوں کو جن کے پاس ایسے کپڑے نہیں ہیں نظرِ حقارت سے دیکھے، لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔

اور تکبر کے طور پر جو لباس ہو وہ ممنوع ہے، تکبر ہے یا نہیں اس کی شناخت یوں کرے کہ ان کپڑوں کے پہننے سے پہلے اپنی جو حالت پاتا تھا اگر پہننے کے بعد بھی وہی حالت ہے تو معلوم ہوا کہ ان کپڑوں سے تکبر پیدا نہیں ہوا۔ اگر وہ حالت اب باقی نہیں رہی تو تکبر آ گیا۔ لہٰذا ایسے کپڑے سے بچے کہ تکبر بہت بری صفت ہے۔ [3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲: بہتر یہ ہے کہ اونی یا سوتی یا کتان کے کپڑے بنوائے جائیں جو سنت کے موافق ہوں، نہ نہایت اعلیٰ درجہ کے ہوں نہ بہت گھٹیا، بلکہ متوسط [4] قسم کے ہوں کہ جس طرح بہت اعلیٰ درجہ کے کپڑوں سے نمود [5] ہوتی ہے، بہت گھٹیا کپڑے پہننے سے بھی نمائش ہوتی ہے۔ لوگوں کی نظریں اُٹھتی ہیں سمجھتے ہیں کہ یہ کوئی صاحبِ کمال اور تارک الدنیا شخص ہیں۔ سفید کپڑے بہتر ہیں کہ حدیث میں اس کی تعریف آئی ہے اور سیاہ کپڑے بھی بہتر ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم فتح مکہ کے دن جب مکہ معظّمہ میں تشریف لائے تو سرِ اقدس پر سیاہ عمامہ تھا۔ سبز کپڑوں کو بعض کتابوں میں سنت لکھا ہے۔ [6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳: سنت یہ ہے کہ دامن کی لمبائی آدھی پنڈلی تک ہو اور آستین کی لمبائی زیادہ سے زیادہ انگلیوں کے پوروں تک اور چوڑائی ایک بالشت ہو۔ [7] (ردالمحتار) اس زمانہ میں بہت سے مسلمان پاجامہ کی جگہ جانگھیا [8] پہننے لگے ہیں۔ اس

---

1 ......"صحیح مسلم"، کتاب اللباس، باب التواضع في اللباس...إلخ، الحدیث:۳۷-(۲۰۸۲)، ص۱۱۵۳.

2 ......المرجع السابق، باب کراھة مازاد علی الحاجة...إلخ، الحدیث:۴۱-(۲۰۸۴)، ص۱۱۵۴.

3 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۷۹.

4 ......درمیانہ۔ 5 ...... نمائش۔

6 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۷۹.

7 ......المرجع السابق. 8 ...... یعنی نیکر۔ گھٹنوں سے اوپر کا پاجامہ۔

کے ناجائز ہونے میں کیا کلام کہ گھٹنے کا کھلا ہونا حرام ہے اور بہت لوگوں کے کُرتے کی آستینیں کہنی کے اوپر ہوتی ہیں یہ بھی خلافِ سنت ہے اور یہ دونوں کپڑے نصاریٰ کی تقلید میں پہنے جاتے ہیں، اس چیز نے ان کی قباحت میں اور اضافہ کر دیا۔

اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی آنکھیں کھولے، کہ وہ کفار کی تقلید اور ان کی وضع قطع سے بچیں۔ حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ارشاد جو آپ نے لشکریوں کے لیے بھیجا تھا، جن میں بیشتر حضرات صحابۂ کرام تھے، اس کو مسلمان پیش نظر رکھیں اور عمل کی کوشش کریں اور وہ ارشاد یہ ہے: اِيَّاكُمْ وَزِيَّ الْاَعَاجِمِ[1]

عجمیوں کے بھیس سے بچو، ان جیسی وضع قطع نہ بنالینا۔

مسئلہ ۴: ریشم کے کپڑے مرد کے لیے حرام ہیں، بدن اور کپڑوں کے درمیان کوئی دوسرا کپڑا حائل ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں حرام ہیں اور جنگ کے موقع پر بھی نرے ریشم کے کپڑے حرام ہیں، ہاں اگر تانا سوت ہو اور بانا ریشم تو لڑائی کے موقع پر پہننا جائز ہے اور اگر تانا ریشم ہو اور بانا سوت ہو تو ہر شخص کے لیے ہر موقع پر جائز ہے۔ مجاہد اور غیر مجاہد دونوں پہن سکتے ہیں۔ لڑائی کے موقع پر ایسا کپڑا پہننا جس کا بانا ریشم ہو اس وقت جائز ہے جبکہ کپڑا موٹا ہو اور اگر باریک ہو تو ناجائز ہے کہ اس کا جو فائدہ تھا، اس صورت میں حاصل نہ ہوگا۔[2] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۵: تانا ریشم ہو اور بانا سوت، مگر کپڑا اس طرح بنایا گیا ہے کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دیتا ہے تو اس کا پہننا مکروہ ہے۔[3] (عالمگیری) بعض قسم کی مخمل ایسی ہوتی ہے کہ اس کے روئیں ریشم کے ہوتے ہیں، اس کے پہننے کا بھی یہی حکم ہے، اس کی ٹوپی اور صدری[4] وغیرہ نہ پہنی جائے۔

مسئلہ ۶: ریشم کے بچھونے پر بیٹھنا، لیٹنا اور اس کا تکیہ لگانا بھی ممنوع ہے، اگرچہ پہننے میں بہ نسبت اس کے زیادہ برائی ہے۔[5] (عالمگیری) مگر درمختار میں اسے مشہور کے خلاف بتایا ہے[6] اور ظاہر یہی ہے کہ یہ جائز ہے۔

مسئلہ ۷: ٹسر، کہ ایک قسم کے ریشم کا نام ہے، بھاگلپوری کپڑے ٹسر کے کہلاتے ہیں۔ وہ موٹا ریشم ہوتا ہے، اس کا حکم بھی وہی ہے، جو باریک ریشم کا ہے۔ کاشی سلک اور چینا سلک بھی ریشم ہی ہے، اس کے پہننے کا بھی وہی حکم ہے۔ سن اور رام بانس

---

1 ......"المقاصد الحسنة" للسخاوي، حرف الهمزة، رقم: ٢٧٢، ص١٤٢.

2 ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في اللبس، ج٢، ص٣٦٥.
و"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج٩، ص٥٨٠.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس ما يكره... إلخ، ج٥، ص٣٣١.

4 ......یعنی واسکٹ۔

5 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس ما يكره... إلخ، ج٥، ص٣٣١.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج٩، ص٥٨٧.

کے کپڑے جو بظاہر بالکل ریشم معلوم ہوتے ہوں، ان کا پہننا اگرچہ ریشم کا پہننا نہیں ہے مگر اس سے بچنا چاہیے۔ خصوصاً علما کو کہ لوگوں کو بدظنی کا موقع ملے گا یا دوسروں کو ریشم پہننے کا ذریعہ بنے گا۔ اس زمانہ میں کیلے کا ریشم چلا ہے۔ یہ ریشم نہیں ہے بلکہ کسی درخت کی چھال سے اس کو بناتے ہیں اور یہ بہت ظاہر طور پر شناخت میں آتا ہے، اس کو پہننے میں حرج نہیں۔

مسئلہ ۸: ریشم کا لحاف اوڑھنا ناجائز ہے کہ یہ بھی لبس میں داخل ہے۔ ریشم کے پردے دروازوں پر لٹکانا مکروہ ہے۔ کپڑے بیچنے والے نے ریشم کے کپڑے کندھے پر ڈال لیے جیسا کہ پھیری کرنے والے کندھوں پر ڈال لیا کرتے ہیں، یہ ناجائز نہیں کہ یہ پہننا نہیں ہے اور اگر جبہ یا کرتہ ریشم کا ہو اور اُس کی آستینوں میں ہاتھ ڈال لیے، اگرچہ بیچنے ہی کے لیے لے جارہا ہے یہ ممنوع ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: عورتوں کو ریشم پہننا جائز ہے اگرچہ خالص ریشم ہو اس میں سوت کی بالکل آمیزش نہ ہو۔[2] (عامۂ کتب)

مسئلہ ۱۰: مردوں کے کپڑوں میں ریشم کی گوٹ چار انگل تک کی جائز ہے اس سے زیادہ ناجائز، یعنی اس کی چوڑائی چار انگل تک ہو، لمبائی کا شمار نہیں۔ اسی طرح اگر کپڑے کا کنارہ ریشم سے بُنا ہو جیسا کہ بعض عمامے یا چادروں یا تہبند کے کنارے اس طرح کے ہوتے ہیں، اس کا بھی یہی حکم ہے کہ اگر چار انگل تک کا کنارہ ہو تو جائز ہے، ورنہ ناجائز۔[3] (درمختار، ردالمحتار) یعنی جبکہ اس کنارہ کی بناوٹ بھی ریشم کی ہو اور اگر سوت کی بناوٹ ہو تو چار انگل سے زیادہ بھی جائز ہے۔ عمامہ یا چادر کے پلّو ریشم سے بُنے ہوں تو چونکہ بانا ریشم کا ہونا ناجائز ہے، لہٰذا یہ پلّو بھی چار انگل تک کا ہی ہونا چاہیے زیادہ نہ ہو۔

مسئلہ ۱۱: آستین یا گریبان یا دامن کے کنارہ پر ریشم کا کام ہو تو وہ بھی چار انگل ہی تک ہو صدری یا جبہ کا ساز ریشم کا ہو تو چار انگل تک جائز ہے اور ریشم کی گھنڈیاں بھی جائز ہیں۔ ٹوپی کا طرہ بھی چار انگل کا جائز ہے، پائجامہ کا نیفہ بھی چار انگل تک کا جائز ہے، اچکن یا جبہ میں شانوں اور پیٹھ پر ریشم کے پان یا کیری چار انگل تک کے جائز ہیں۔[4] (ردالمحتار) یہ حکم اس وقت ہے کہ پان[5] وغیرہ مغرق ہوں[6] کہ کپڑا دکھائی نہ دے اور اگر مغرق نہ ہوں تو چار انگل سے زیادہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۱۲: ریشم کے کپڑے کا پیوند کسی کپڑے میں لگایا اگر یہ پیوند چار انگل تک کا ہو جائز ہے اور زیادہ ہو تو ناجائز۔ ریشم کو روئی کی طرح کپڑے میں بھر دیا گیا مگر ابرا[7] اور استر[8] دونوں سوتی ہوں تو اس کا پہننا جائز ہے اور اگر ابرا یا استر دونوں

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس ما يكره...إلخ، ج٥، ص٣٣١.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج٩، ص٥٨٠.

4 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج٩، ص٥٨١.

5 ......پان کے پتے کی شکل۔

6 ......یعنی ریشم سے بالکل ڈھکا ہوا ہوں۔

7 ......یعنی دوہرے کپڑے کی اوپری تہ۔

8 ......یعنی دوہرے کپڑے کی نیچے کی تہ۔

میں سے کوئی بھی ریشم ہوتو ناجائز ہے۔ اسی طرح ٹوپی کا استر بھی ریشم کا ناجائز ہے اور ٹوپی میں ریشم کا کنارہ چار انگل تک جائز ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳: ٹوپی میں لیس لگائی گئی یا عمامہ میں گوٹا لچکا لگایا گیا، اگر یہ چار انگل سے کم چوڑا ہے جائز ہے ورنہ نہیں۔

مسئلہ ۱۴: متفرق جگہوں پر ریشم کا کام ہے، تو اس کو جمع نہیں کیا جائے گا یعنی اگر ایک جگہ چار انگل سے زیادہ نہیں ہے مگر جمع کریں تو زیادہ ہوجائے گا یہ ناجائز نہیں، لہٰذا کپڑے کی بناوٹ میں جگہ جگہ ریشم کی دھاریاں ہوں تو جائز ہے، جبکہ ایک جگہ چار انگل سے زیادہ چوڑی کوئی دھاری نہ ہو۔ یہی حکم نقش و نگار کا ہے کہ ایک جگہ چار انگل سے زیادہ نہ ہونا چاہیے۔

اور اگر پھول یا کام اس طرح بنایا ہے کہ ریشم ہی ریشم نظر آتا ہو جس کو مغرق کہتے ہیں، جس میں کپڑا نظر ہی نہیں آتا تو اس کام کو متفرق نہیں کہا جاسکتا۔ اس قسم کا ریشم یا زری کا کام ٹوپی یا اچکن یا صدری یا کسی کپڑے پر ہو اور چار انگل سے زائد ہو تو ناجائز ہے۔[2] (درمختار، ردالمحتار) دھاریوں کے لیے چار انگل سے زیادہ نہ ہونا، اس وقت ضروری ہے کہ بانے میں دھاریاں ہوں اور اگر تانے میں ہوں اور بانا سوت ہو تو چار انگل سے زیادہ ہونے کی صورت میں بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۱۵: کپڑا اس طرح بُنا گیا کہ ایک تاگا سوت ہے اور ایک ریشم، مگر دیکھنے میں بالکل ریشم معلوم ہوتا ہے یعنی سوت نظر نہیں آتا یہ ناجائز ہے۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۶: سونے چاندی سے کپڑا بُنا جائے جیسا کہ بنارسی کپڑے میں زری بنی جاتی ہے۔ کمخواب اور پوت میں زری ہوتی ہے اور اسی طرح بنارسی عمامہ کے کنارے اور دونوں طرف کے حاشیے زری کے ہوتے ہیں ان کا یہ حکم ہے کہ اگر ایک جگہ چار انگل سے زیادہ ہو تو ناجائز ہے، ورنہ جائز، مگر کمخواب اور پوت میں چونکہ تانا بانا[4] دونوں ریشم ہوتا ہے، لہٰذا زری اگرچہ چار انگل سے کم ہو، جب بھی ناجائز ہے۔

ہاں اگر سوتی کپڑا ہوتا یا تانا ریشم اور بانا سوت ہوتا اور اُس میں زری بنی جاتی تو چار انگل تک جائز ہوتا۔ جیسا کہ عمامہ سوت کا ہوتا ہے اور اس میں زری بنی جاتی ہے، اس کا یہی حکم ہے کہ ایک جگہ چار انگل سے زیادہ ناجائز ہے، یہ حکم مردوں کے لیے ہے۔ عورتوں کے لیے ریشم اور سونا چاندی پہننا جائز ہے، ان کے لیے چار انگل کی تخصیص نہیں۔ اسی طرح عورتوں کے لیے

---

1 ...... "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸۱.

2 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ۹، ص۵۸۲.

3 ...... "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸۲.

4 ...... وہ دھاگے جو کپڑا بُننے میں لمبائی اور چوڑائی میں دیئے جاتے ہیں۔

گوٹے لچکے[1]، اگرچہ کتنے ہی چوڑے ہوں جائز ہیں اور مغرق[2] اور غیر مغرق کا فرق بھی مردوں ہی کے لیے ہے۔ عورتوں کے لیے مطلقاً جائز ہے۔[3] (المستفاد من ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷: زری کی بناوٹ کا جو حکم ہے وہی اس کے نقش و نگار کا بھی ہے، اب بھی زری کی ٹوپیاں بعض لوگ پہنتے ہیں، اگر کام کے درمیان سے کپڑا نظر آتا ہو تو چونکہ ایک جگہ چار انگل نہیں ہے جائز ہے اور مغرق ہو کہ بالکل کام لسا ہوا ہو[4] تو چار انگل سے زیادہ ناجائز ہے۔ اسی طرح کامدانی[5] کہ کپڑا زری کے کام سے چھپ گیا ہو تو چار انگل سے زیادہ جب ایک جگہ ہو ناجائز ہے، ورنہ جائز۔

مسئلہ ۱۸: کمر کی پیٹی ریشم کی ہو تو ناجائز ہے اور اگر سوتی ہو، اس میں ریشم کی دھاری ہو اور چار انگل تک ہو تو جائز ہے۔[6] (عالمگیری) کلابتو[7] کی پیٹی ناجائز ہے۔ بعض رؤسا اپنے سپاہیوں اور چپراسیوں کی پیٹیاں اس قسم کی بنواتے ہیں، ان کو بچنا چاہیے۔

مسئلہ ۱۹: ریشم کی مچھر دانی مردوں کے لیے بھی جائز ہے، کیونکہ اس کا استعمال پہننے میں داخل نہیں۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۲۰: ریشم کے کپڑے میں تعویذ سی کر گلے میں لٹکانا یا بازو پر باندھنا ناجائز ہے کہ یہ پہننے میں داخل ہے۔ اسی طرح سونے اور چاندی میں رکھ کر پہننا بھی ناجائز ہے اور چاندی یا سونے ہی پر تعویذ کھدا ہوا ہو، یہ بدرجۂ اَولیٰ ناجائز ہے۔

مسئلہ ۲۱: ریشم کی ٹوپی اگرچہ عمامہ کے نیچے ہو، یہ بھی ناجائز ہے۔ اسی طرح زری کی ٹوپی بھی ناجائز ہے، اگرچہ عمامہ کے نیچے ہو۔[9] (درمختار، ردالمحتار) زریں کلاہ جو افغانی اور سرحدی اور پنجابی عمامہ کے نیچے پہنتے ہیں اور وہ مغرق ہوتی ہے اور اس کا کام چار انگل سے زیادہ ہوتا ہے یہ ناجائز ہے، ہاں اگر چار انگل یا کم ہو تو جائز ہے۔

مسئلہ ۲۲: ریشم کا کمر بند ممنوع ہے۔ ریشم کے ڈورے میں تسبیح گوندھی جائے تو اُس کو گلے میں ڈالنا منع ہے۔ اسی طرح گھڑی کا ڈورا ریشم کا ہو تو اس کو گلے میں ڈالنا یا ریشم کی چین کاج میں ڈال کر لٹکانا بھی ممنوع ہے، ریشم کا ڈورا یا فیتا کلائی پر

---

1 ...... دیکھئے اعلام۔
2 ...... سونے چاندی سے اس طرح لپا ہو کہ اس میں کپڑا نظر نہ آئے۔
3 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸۲. وغیرہ
4 ...... یعنی بالکل ڈھکا ہوا ہو۔
5 ...... یعنی وہ ریشمی کپڑا جس پر سونے چاندی کے تاروں سے بوٹے کاڑھے گئے ہوں۔
6 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الکراهية، الباب التاسع فی اللبس مایکره... إلخ، ج۵، ص۳۳۲.
7 ...... یعنی چاندی یا سونے کے تاروں کی ڈور۔
8 ...... "الدرالمختار" کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸۳.
9 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸٤.

باندھنا بھی منع ہے۔ ان سب میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ یہ چیز چار انگل سے کم ہے کیونکہ یہ چیز پوری ریشم کی ہے۔ سونے چاندی کی زنجیر گھڑی میں لگا کر اس کو گلے میں پہننا یا کاج میں لٹکانا یا کلائی پر باندھنا منع ہے۔[1] (ردالمحتار) بلکہ دوسری دھات مثلاً تانبے، پیتل، لوہے وغیرہ کی چینوں کا بھی یہی حکم ہے، کیونکہ ان دھاتوں کا بھی پہننا ناجائز ہے اور اگر ان چیزوں کو لٹکایا نہیں اور نہ کلائی پر باندھا بلکہ جیب میں پڑی رہتی ہیں تو ناجائز نہیں کہ ان کے پہننے سے ممانعت ہے، جیب میں رکھنا منع نہیں۔

مسئلہ ۲۳: قرآن مجید کا جزدان ایسے کپڑے کا بنایا جس کا پہننا ممنوع ہے تو اس میں قرآن مجید رکھ سکتا ہے، مگر اُس میں فیتا لگا کر گلے میں ڈالنا ممنوع ہے یعنی ممانعت اُسی صورت میں ہے کہ جزدان ریشم یا زری کا ہو۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۴: ریشم کی تھیلی میں روپیہ رکھنا منع نہیں، ہاں اس کو گلے میں لٹکانا منع ہے۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۵: ریشم کا بٹوا گلے میں لٹکانا منع ہے اور اُس میں چھالیا، تمبا کو رکھ کر اُسے جیب میں رکھنا اور اُس میں سے کھانا منع نہیں کہ اُس کا پہننا منع ہے نہ کہ مطلقاً استعمال اور زری کے بٹوے کا مطلقاً استعمال منع ہے، کیونکہ سونے چاندی کا مطلقاً استعمال منع ہے، اس میں سے چھالیا، تمباکو کھانا بھی منع ہے۔

مسئلہ ۲۶: فصاد فصد لیتے وقت [4] پٹی باندھتا ہے تاکہ رگیں ظاہر ہوجائیں، یہ پٹی ریشم کی ہو تو مرد کو باندھنا ناجائز ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷: ریشم کے مُصلّے پر نماز پڑھنا حرام نہیں۔[6] (ردالمحتار) مگر اس پر پڑھنا نہ چاہیے۔

مسئلہ ۲۸: مکان کو ریشم، چاندی، سونے سے آراستہ کرنا مثلاً دیواروں، دروازوں پر ریشمی پردے لٹکانا اور جگہ جگہ قرینہ سے سونے چاندی کے ظروف وآلات [7] رکھنا، جس سے مقصود محض آرائش وزیبائش ہو تو کراہت ہے اور اگر تکبر وتفاخر سے ایسا کرتا ہے تو ناجائز ہے۔[8] (ردالمحتار) غالباً کراہت کی وجہ یہ ہوگی کہ ایسی چیزیں اگرچہ ابتداءً تکبر سے نہ ہوں، مگر

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸٤.

2 ......المرجع السابق، ص۵۸۵

3 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸٤.

4 ......یعنی فصد کھولنے والا رگ سے خون نکالتے وقت۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس ما يكره...إلخ، ج۵، ص۳۳۲.

6 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸۵.

7 ......یعنی برتن اور اَوزار۔

8 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸۵.

بالآخر عموماً ان سے تکبر پیدا ہو جایا کرتا ہے۔

مسئلہ ۲۹: فقہا و علما کو ایسے کپڑے پہننے چاہیے کہ وہ پہچانے جائیں تاکہ لوگوں کو ان سے استفادہ[1] کا موقع ملے اور علم کی وقعت لوگوں کے ذہن نشین ہو۔[2] (ردالمحتار) اور اگر اُس کو اپنا ذاتی تشخص و امتیاز مقصود ہو تو یہ مذموم ہے۔

مسئلہ ۳۰: کھانے کے وقت بعض لوگ گھٹنوں پر کپڑا ڈال لیتے ہیں تاکہ اگر شوربا ٹپکے تو کپڑے خراب نہ ہوں، جو کپڑا گھٹنوں پر ڈالا گیا اگر ریشم ہے تو ناجائز ہے۔ ریشم کا رومال ناک وغیرہ پونچھنے یا وضو کے بعد ہاتھ منھ پونچھنے کے لیے جائز ہے یعنی جبکہ اس سے پونچھنے کا کام لے، رومال کی طرح اُسے نہ رکھے اور تکبر بھی مقصود نہ ہو۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۱: سونے چاندی کے بٹن کرتے یا اچکن میں لگانا جائز ہے، جس طرح ریشم کی گھنڈی جائز ہے۔[4] (درمختار) یعنی جبکہ بٹن بغیر زنجیر ہوں اور اگر زنجیر والے بٹن ہوں تو ان کا استعمال ناجائز ہے کہ یہ زنجیر زیور کے حکم میں ہے، جس کا استعمال مرد کو ناجائز ہے۔

مسئلہ ۳۲: آشوبِ چشم[5] کی وجہ سے منھ پر سیاہ ریشم کا نقاب ڈالنا جائز ہے کہ یہ عذر کی صورت ہے۔[6] (درمختار) اس زمانے میں رنگین چشمے بکتے ہیں، جو دھوپ اور روشنی کے موقع پر لگائے جاتے ہیں، ایسا چشمہ ہوتے ہوئے ریشم کے استعمال کی ضرورت نہیں رہتی۔

مسئلہ ۳۳: نابالغ لڑکوں کو بھی ریشم کے کپڑے پہنانا حرام ہے اور گناہ پہنانے والے پر ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۴: کسم یا زعفران کا رنگا ہوا کپڑا پہننا مرد کو منع ہے گہرا رنگ ہو کہ سرخ ہو جائے یا ہلکا ہو کہ زرد رہے دونوں کا ایک حکم ہے۔ عورتوں کو یہ دونوں قسم کے رنگ جائز ہیں، ان دونوں رنگوں کے سوا باقی ہر قسم کے رنگ زرد، سرخ، دھانی، بسنتی، چمپئی، نارنجی وغیرہا مردوں کو بھی جائز ہیں۔ اگرچہ بہتر یہ ہے کہ سرخ رنگ یا شوخ رنگ کے کپڑے مرد نہ پہنے، خصوصاً جن رنگوں میں زنانہ پن ہو مرد اس کو بالکل نہ پہنے۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... یعنی فائدہ حاصل کرنے۔ نفع اٹھانے۔

2 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸۶.

3 ...... المرجع السابق، ص۵۸۷۔۵۸۸.

4 ...... "الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸۶.

5 ...... یعنی آنکھ دُکھنا۔

6 ...... "الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۸۶.

7 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الکراهية، الباب التاسع في اللبس، ج۵، ص۳۳۱.

8 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۹۰.

اور یہ ممانعت رنگ کی وجہ سے نہیں بلکہ عورتوں سے تشبہ ہوتا ہے اس وجہ سے ممانعت ہے، لہٰذا اگر یہ علت نہ ہو تو ممانعت بھی نہ ہوگی، مثلاً بعض رنگ اس قسم کے ہیں کہ عمامہ رنگا جاسکتا ہے اور کرتہ پاجامہ اسی رنگ سے رنگا جائے یا چادر رنگ کر اوڑھیں تو اس میں زنانہ پن ظاہر ہوتا ہے تو عمامہ کو جائز کہا جائے گا اور دوسرے کپڑوں کو مکروہ۔

مسئلہ ۳۵: جس کے یہاں میت ہوئی اسے اظہارِ غم میں سیاہ کپڑے پہننا، ناجائز ہے۔[1] (عالمگیری) سیاہ بلے لگانا[2] بھی ناجائز ہے کہ **اولاً** تو وہ سوگ کی صورت ہے، **دوم** یہ کہ نصاریٰ کا یہ طریقہ ہے۔

ایام محرم میں یعنی پہلی محرم سے بارہویں تک تین قسم کے رنگ نہ پہنے جائیں، **سیاہ** کہ یہ رافضیوں کا طریقہ ہے اور **سبز** کہ یہ مبتدعین یعنی تعزیہ داروں کا طریقہ ہے اور **سُرخ** کہ یہ خارجیوں کا طریقہ ہے، کہ وہ معاذ اللہ اظہارِ مسرت کے لیے سُرخ پہنتے ہیں۔[3] (اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ)

مسئلہ ۳۶: اون اور بالوں کے کپڑے انبیائے کرام علیہم السلام کی سنت ہے۔ سب سے پہلے سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام نے یہ کپڑے پہنے۔ حدیث میں ہے کہ اون کے کپڑے پہن کر اپنے دلوں کو منور کرو کہ یہ دنیا میں مذلّت ہے اور آخرت میں نور ہے۔[4] (عالمگیری)

اور صوف یعنی اون کے کپڑے، اولیائے کاملین اور بزرگانِ دین نے پہنے اور ان کو صوفی کہنے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ وہ صوف یعنی اون کے کپڑے پہنتے تھے۔ اگرچہ ان کے جسم پر کالی کملی ہوتی، مگر دل مخزن انوارِ الٰہی اور معدن اسرارِ نامتناہی ہوتا، مگر اس زمانے میں اون کے کپڑے بہت بیش قیمت ہوتے ہیں اور ان کا شمار لباسہائے فاخرہ میں ہوتا ہے، یہ چیزیں فقرا اور غربا کو کہاں ملیں، انھیں تو امرا اور رؤسا استعمال کرتے ہیں۔

فقہا اور حدیث کا مقصد غالباً ان بیش قیمت اونی کپڑوں سے پورا نہ ہوگا، بلکہ وہی معمولی دیسی کمبل جو کم وقعت سمجھے جاتے ہیں، ان کے استعمال سے وہ بات پوری ہوگی۔

مسئلہ ۳۷: پاجامہ پہننا سنت ہے، کیونکہ اس میں بہت زیادہ ستر عورت ہے۔[5] (عالمگیری) اس کو سنت بایں معنی کہا گیا ہے کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اسے پسند فرمایا اور صحابۂ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے پہنا۔ خود حضور اقدس

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس، ج٥، ص٣٣٣.

2 ......یعنی بازو پر سیاہ پٹی لگانا۔

3 ......**ماخوذ از فتاویٰ رضویہ، ج٢٢، ص١٨٥.**

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس، ج٥، ص٣٣٣.

5 ......المرجع السابق.

صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم تہبند پہنا کرتے تھے، پاجامہ پہننا ثابت نہیں۔

مسئلہ ۳۸: مرد کو ایسا پاجامہ پہننا جس کے پائنچے کے اگلے حصے پشت قدم پر رہتے ہوں مکروہ ہے۔ کپڑوں میں اسبال یعنی اتنا نیچا کرتہ، جبہ، پاجامہ، تہبند پہننا کہ ٹخنے چھپ جائیں ممنوع ہے، یہ کپڑے آدھی پنڈلی سے لے کر ٹخنے تک ہوں یعنی ٹخنے نہ چھپنے پائیں۔[1] (عالمگیری)

مگر پاجامہ یا تہبند بہت اونچا پہننا آج کل وہابیوں کا طریقہ ہے، لہٰذا اتنا اونچا بھی نہ پہنے کہ دیکھنے والا وہابی سمجھے۔ اس زمانے میں بعض لوگوں نے پاجامے بہت نیچے پہننے شروع کر دیے ہیں کہ ٹخنے تو کیا ایڑیاں بھی چھپ جاتی ہیں، حدیث میں اس کی بہت سخت ممانعت آئی ہے، یہاں تک کہ ارشاد فرمایا: ''ٹخنے سے جو نیچا ہو، وہ جہنم میں ہے۔''[2]

اور بعض لوگ اتنا اونچا پہنتے ہیں کہ گھٹنے بھی کھل جاتے ہیں جس کو نیکر کہتے ہیں، یہ نصرانیوں سے سیکھا ہے، اونچا پہنتے ہیں تو گھٹنے کھول دیتے ہیں اور نیچا پہنتے ہیں تو ایڑیاں چھپا دیتے ہیں۔ افراط و تفریط سے علیحدہ ہو کر مسنون طریقہ نہیں اختیار کرتے۔

بعض لوگ چوڑی دار پاجامہ پہنتے ہیں، اس میں بھی ٹخنے چھپتے ہیں اور عضو کی پوری ہیأت نظر آتی ہے۔ عورتوں کو بالخصوص چوڑی دار پاجامہ نہیں پہننا چاہیے، عورتوں کے پاجامے ڈھیلے ڈھالے ہوں اور نیچے ہوں کہ قدم چھپ جائیں، ان کے لیے جہاں تک پاؤں کا زیادہ حصہ چھپے اچھا ہے۔

مسئلہ ۳۹: موٹے کپڑے پہننا اور پرانا ہو جائے تو پیوند لگا کر پہننا اسلامی طریقہ ہے۔[3] (عالمگیری) حدیث میں فرمایا کہ ''جب تک پیوند لگا کر پہن نہ لو، کپڑے کو پرانا نہ سمجھو۔''[4]

اور بہت باریک کپڑے نہ پہنے جس سے بدن کی رنگت جھلکے، خصوصاً تہبند کہ اگر یہ باریک ہے تو ستر عورت نہ ہو سکے گا۔ اس زمانہ میں ایک یہ بلا بھی پیدا ہوگئی ہے کہ ساڑی کا تہبند پہنتے ہیں جس سے بالکل ستر عورت نہیں ہوتا اور اسی کو پہن کر بعض لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں اور ان کی نماز بھی نہیں ہوتی کہ ستر عورت نماز میں فرض ہے۔ بعض لوگ پاجامہ اور تہبند کی جگہ دھوتی باندھتے ہیں، دھوتی باندھنا ہندوؤں کا طریقہ ہے اور اس سے ستر عورت بھی نہیں ہوتا، چلنے میں ران کا پچھلا حصہ کھل جاتا ہے اور نظر آتا ہے۔

مسئلہ ۴۰: سدل یعنی سر یا شانے پر کپڑا ڈال کر اس کے کنارے لٹکائے رکھنا نماز میں مکروہ ہے، جس کا بیان گزر چکا

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس، ج٥، ص٣٣٣.

2 ...... "صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب ما اسفل من الكعبين فهو في النار، الحديث: ٥٧٨٧، ج٤، ص٤٦.

3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس، ج٥، ص٣٣٣.

4 ...... "سنن الترمذی"، كتاب اللباس، باب ماجاء فی ترقيع الثوب، الحديث: ١٧٨٧، ج٣، ص٣٠٢.

مگر نماز میں نہ ہو تو مکروہ ہے یا نہیں اس میں تفصیل یہ ہے کہ اگر کرتہ یا پاجامہ یا تہبند پہنے ہوئے ہے اور چادر کو سر یا شانوں سے لٹکا دیا تو مکروہ نہیں اور اگر کرتہ نہیں پہنے ہوئے ہے تو سدل مکروہ ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۱: پوستین [2] پہننا جائز ہے۔ بزرگانِ دین، علما و مشائخ نے پہنی ہے۔ جو جانور حلال نہیں، اگر اس کو ذبح کرلیا ہو یا اس کے چمڑے کی دباغت کرلی ہو تو اُس کی پوستین بھی پہنی جاسکتی ہے اور اس کی ٹوپی اوڑھی جاسکتی ہے، مثلاً لومڑی کی پوستین یا سمور کی پوستین کہ بلی کی شکل کا ایک جانور ہوتا ہے جس کی پوستین بنائی جاتی ہے۔ اسی طرح سنجاب کی پوستین، یہ گھونس [3] کی شکل کا جانور ہوتا ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۲: درندہ جانور شیر چیتا وغیرہ کی پوستین میں بھی حرج نہیں اس کو پہن سکتے ہیں، اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں۔[5] (عالمگیری) اگرچہ افضل اس سے بچنا ہے۔ حدیث میں ''چیتے کی کھال پر سوار ہونے کی ممانعت آئی ہے۔'' [6]

مسئلہ ۴۳: ناک منھ پونچھنے کے لیے رومال رکھنا یا وضو کے بعد ہاتھ منھ پونچھنے کے لیے رومال رکھنا جائز ہے، اسی طرح پسینہ پونچھنے کے لیے رومال رکھنا جائز ہے اور اگر براہ تکبر ہو تو منع ہے۔[7] (عالمگیری)

عمامہ کا بیان

عمامہ باندھنا سنت ہے، خصوصاً نماز میں کہ جو نماز عمامہ کے ساتھ پڑھی جاتی ہے، اس کا ثواب بہت زیادہ ہوتا ہے۔ عمامہ کے متعلق چند حدیثیں اوپر ذکر کی جاچکی ہیں۔

مسئلہ ۱: عمامہ باندھے تو اس کا شملہ پیٹھ پر دونوں شانوں کے درمیان لٹکالے۔ شملہ کتنا ہونا چاہیے اس میں اختلاف ہے، زیادہ سے زیادہ اتنا ہو کہ بیٹھنے میں نہ دبے۔[8] (عالمگیری) بعض لوگ شملہ بالکل نہیں لٹکاتے، یہ سنت کے خلاف ہے اور بعض شملہ کو اوپر لاکر عمامہ میں گھرس دیتے ہیں، یہ بھی نہ چاہیے خصوصاً حالتِ نماز میں ایسا ہے تو نماز مکروہ ہوگی۔

---

1 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس، ج٥، ص٣٣٣.

2 ......یعنی کھال کا کوٹ یا کُرتہ۔　　3 ...... یعنی بڑا چوہا۔

4 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس، ج٥، ص٣٣٣.

5 ......المرجع السابق.

6 ......''المصنف'' لعبد الرزاق، كتاب الطهارة، باب جلود السباع، رقم: ٢٢٠، ج١، ص٥٤.

7 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس، ج٥، ص٣٣٣.

8 ......المرجع السابق، ص٣٣٠.

مسئلہ۲: عمامہ کو جب پھر سے باندھنا ہو تو اسے اتار کر زمین پر پھینک نہ دے، بلکہ جس طرح لپیٹا ہے اُسی طرح اودھیڑا جائے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ۳: ٹوپی پہننا خود حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے ثابت ہے۔[2] (عالمگیری) مگر حضور علیہ الصلوۃ والسلام عمامہ بھی باندھتے تھے یعنی عمامہ کے نیچے ٹوپی ہوتی اور یہ فرمایا کہ ''ہم میں اور اُن میں فرق ٹوپی پر عمامہ باندھنا ہے۔''[3] یعنی ہم دونوں چیزیں رکھتے ہیں اور وہ صرف عمامہ ہی باندھتے ہیں، اس کے نیچے ٹوپی نہیں رکھتے۔ چنانچہ یہاں کے کفار بھی اگر پگڑی باندھتے ہیں تو اس کے نیچے ٹوپی نہیں پہنتے۔

بعض نے حدیث کا یہ مطلب بیان کیا کہ صرف ٹوپی پہننا مشرکین کا طریقہ ہے، مگر یہ قول صحیح نہیں کیونکہ مشرکینِ عرب بھی عمامہ باندھا کرتے تھے۔

مرقاۃ شرح مشکوۃ میں مذکور ہے کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کا چھوٹا عمامہ سات ہاتھ کا اور بڑا عمامہ بارہ ہاتھ کا تھا۔[4] بس اسی سنت کے مطابق عمامہ رکھے، اس سے زیادہ بڑا نہ رکھے۔ بعض لوگ بہت بڑے عمامے باندھتے ہیں، ایسا نہ کرے کہ سنت کے خلاف ہے۔ مارواڑ کے علاقے میں بہت سے لوگ پگڑیاں باندھتے ہیں، جو بہت کم چوڑی ہوتی ہیں اور چالیس پچاس گز لمبی ہوتی ہیں، اس طرح کی پگڑیاں مسلمان نہ باندھیں۔

متفرق مسائل: بزرگانِ دین، اولیا وصالحین کے مزاراتِ طیبہ پر غلاف ڈالنا جائز ہے، جبکہ یہ مقصود ہو کہ صاحبِ مزار کی وقعت نظرِ عوام میں پیدا ہو، اُن کا ادب کریں اُن کے برکات حاصل کریں۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ۴: یادداشت کے لیے یعنی اس غرض سے کہ بات یاد رہے بعض لوگ رومال یا کمر بند میں گرہ لگا لیتے ہیں یا کسی جگہ انگلی وغیرہ پر ڈورا باندھ لیتے ہیں، یہ جائز ہے اور بلاوجہ ڈورا باندھ لینا مکروہ ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ۵: گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے، جبکہ وہ تعویذ جائز ہو یعنی آیاتِ قرآنیہ یا اسماء الٰہیہ[7] یا ادعیہ[8] سے تعویذ کیا

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع في اللبس... إلخ، ج٥، ص٣٣٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب اللباس، باب العمائم على القلانس، الحديث: ١٧٩١، ج٣، ص٣٠٥.

4 ......"مرقاة المفاتيح" شرح "مشكاة المصابيح"، كتاب اللباس، الباب الثاني، تحت الحديث: ٤٣٤٠، ج٨، ص١٤٨.

5 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج٩، ص٥٩٩.

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج٩، ص٥٩٩.

7 ...... اللہ تعالٰی کے ناموں۔　8 ...... دعاؤں۔

جائے اور بعض حدیثوں میں جوممانعت آئی ہے، اس سے مراد وہ تعویذات ہیں جو ناجائز الفاظ پر مشتمل ہوں، جو زمانۂ جاہلیت میں کیے جاتے تھے، اسی طرح تعویذات اور آیات واحادیث وادعیہ کو رکابی میں لکھ کر مریض کو بہ نیت شفا پلانا بھی جائز ہے۔ جنب وحائض ونفسا بھی تعویذات کو گلے میں پہن سکتے ہیں، بازو پر باندھ سکتے ہیں جبکہ غلاف میں ہوں۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۶: بچھونے یا مُصلّے پر کچھ لکھا ہوا ہو تو اس کو استعمال کرنا ناجائز ہے۔ یہ عبارت اس کی بناوٹ میں ہو یا کاڑھی گئی ہو[2] یا روشنائی سے لکھی ہو، اگرچہ حروف مفردہ لکھے ہوں کیونکہ حروف مفردہ[3] کا بھی احترام ہے۔[4] (ردالمحتار) اکثر دسترخوان پر عبارت لکھی ہوتی ہے ایسے دسترخوانوں کو استعمال میں لانا، اُن پر کھانا کھانا نہ چاہیے۔ بعض لوگوں کے تکیوں پر اشعار لکھے ہوتے ہیں، ان کا بھی استعمال نہ کیا جائے۔

مسئلہ۷: بعض کاشتکار اپنے کھیتوں میں کپڑا لپیٹ کر کسی لکڑی پر لگا دیتے ہیں، اس سے مقصود نظرِ بد سے کھیتوں کو بچانا ہوتا ہے کیونکہ دیکھنے والے کی نظر پہلے اس پر پڑے گی، اس کے بعد زراعت پر پڑے گی اور اُس صورت میں زراعت کو نظر نہیں لگے گی، ایسا کرنا ناجائز نہیں کیونکہ نظر کا لگنا صحیح ہے، احادیث سے ثابت ہے، اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حدیث میں ہے کہ جب اپنی یا کسی مسلمان بھائی کی چیز دیکھے اور پسند آئے تو برکت کی دعا کرے یہ کہے:

تَبَارَکَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ فِیْهِ .

یا اردو میں یہ کہدے کہ اللہ (عزوجل) برکت کرے۔ اس طرح کہنے سے نظر نہیں لگے گی۔[5] (ردالمحتار)

جوتا پہننے کا بیان

حدیث۱: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ ''جوتے بکثرت استعمال کرو کہ آدمی جب تک جوتے پہنے ہوئے ہے، گویا وہ سوار ہے یعنی کم تھکتا ہے۔''[6]

حدیث۲: صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کو میں نے ایسی

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۶۰۰.

2 ......یعنی کڑھائی کی گئی ہو۔ 3 ...... یعنی جُدا جُدا لکھے ہوئے حروف۔

4 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۶۰۰.

5 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۶۰۱.

6 ......"صحيح مسلم"، كتاب اللباس، باب إستحباب لبس النعال...إلخ، الحديث:۶۷-(۲۰۹۷)، ص۱۱۶۱.

نعلین پہنے دیکھا، جن میں بال نہ تھے۔[1]

حدیث ۳: صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) کی نعلین میں دو قبال تھے۔[2] یعنی انگلیوں کے مابین دو تسمے تھے۔

حدیث ۴: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جب جوتا پہنے تو پہلے دہنے پاؤں میں پہنے اور جب اوتارے تو پہلے بائیں پاؤں کا اُتارے کہ دہنا پہننے میں پہلے ہو اور اُتارنے میں پیچھے۔''[3]

حدیث ۵: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''ایک جوتا پہن کر نہ چلے، دونوں اتار دے یا دونوں پہن لے۔''[4]

حدیث ۶: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جوتے کا تسمہ ٹوٹ جائے تو فقط ایک جوتا پہن کر نہ چلے بلکہ تسمہ کو درست کرلے اور ایک موزہ پہن کر نہ چلے۔''[5]

حدیث ۷: ترمذی نے جابر سے اور ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) نے کھڑے ہو کر جوتا پہننے سے منع فرمایا۔[6]

یہ حکم ان جوتوں کا ہے جن کو کھڑے ہو کر پہننے میں دِقت ہوتی ہے، جن میں تسمے باندھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح بوٹ جوتا بھی بیٹھ کر پہنے کہ اس میں بھی فیتہ باندھنا پڑتا ہے اور کھڑے ہو کر باندھنے میں دشواری ہوتی ہے اور جو اس قسم کے نہ ہوں جیسے سلیم شاہی یا پمپ یا وہ چپل جس میں تسمہ باندھنا نہیں ہوتا، ان کو کھڑے ہو کر پہننے میں مضایقہ نہیں۔

حدیث ۸: ترمذی نے عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کبھی ایک نعل پہن کر بھی چلے ہیں۔[7] یہ بیان جواز کے لیے ہوگا یا دو ایک قدم چلنا ہوا ہوگا مثلاً حجرے کا دروازہ کھولنے کے لیے۔

---

1 ...... "صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب النعال السبتية وغيرها، الحديث: ٥٨٥١، ج٤، ص٦٤.

2 ...... المرجع السابق، باب قبالان في نعل... إلخ، الحديث: ٥٨٥٧، ج٤، ص٦٦.

3 ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، الحديث: ١٠٠١٠، ج٣، ص٤٩٤.

4 ...... "صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب لايمشي في نعل واحدة، الحديث: ٥٨٥٦، ج٤، ص٦٦.

5 ...... "صحيح مسلم"، كتاب اللباس، باب النهى عن اشتمال الصماء، الحديث: ٧١ـ(٢٠٩٩)، ص١١٦٢.

6 ...... "سنن ابن ماجه"، كتاب اللباس، باب الإنتعال قائما، الحديث: ٣٦١٨، ج٤، ص١٦٧.

7 ...... "سنن الترمذي"، كتاب اللباس، باب ماجاء في الرخصة في المشي... إلخ، الحديث: ١٧٨٤، ج٣، ص٣٠١.

حدیث۹: ابوداود نے ابن ابی ملیکہ سے روایت کی، کہ کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے کہا کہ ایک عورت (مردوں کی طرح) جوتے پہنتی ہے۔ انھوں نے فرمایا: رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے مردانی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔[1]

یعنی عورتوں کو مردانہ جوتا نہیں پہننا چاہیے، بلکہ وہ تمام باتیں جن میں مردوں اور عورتوں کا امتیاز ہوتا ہے، ان میں ہر ایک کو دوسرے کی وضع اختیار کرنے سے ممانعت ہے، نہ مرد عورت کی وضع اختیار کرے، نہ عورت مرد کی۔

حدیث۱۰: ابوداود نے عبداللہ بن بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ کسی نے فضالہ بن عبید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے کہا کہ کیا بات ہے کہ آپ کو پراگندہ سر دیکھتا ہوں؟ انھوں نے کہا، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم ہم کو کثرتِ ارفاہ یعنی بنے سنورے رہنے سے منع فرماتے تھے۔ اُس نے کہا، کیا بات ہے کہ آپ کو ننگے پاؤں دیکھتا ہوں؟ انھوں نے کہا، کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہم کو حکم فرماتے کہ کبھی کبھی ہم ننگے پاؤں رہیں۔[2]

مسئلہ۱: بال کے چمڑے کی جوتیاں جائز ہیں، بلکہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے بعض مرتبہ اس قسم کی نعلین استعمال فرمائی ہیں۔ لوہے کی کیلوں سے سلے ہوئے جوتے جائز ہیں، بلکہ اس زمانے میں ایسے بہت جوتے بنتے ہیں جن کی سلائی کیلوں سے ہوتی ہے۔[3] (عالمگیری)

انگوٹھی اور زیور کا بیان

حدیث۱: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے جب یہ ارادہ فرمایا کہ کسریٰ وقیصر ونجاشی کو خطوط لکھے جائیں تو کسی نے یہ عرض کی، کہ وہ لوگ بغیر مہر کے خط کو قبول نہیں کرتے، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے چاندی کی انگوٹھی بنوائی، جس میں یہ نقش تھا ''محمد رسول اللہ۔''[4]

امام بخاری کی روایت میں ہے، کہ ''انگوٹھی کا نقش تین سطر میں تھا۔
ایک سطر میں محمد، دوسری میں رسول، تیسری میں اللہ۔''[5]

حدیث۲: صحیح بخاری ومسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم

---

1 ......"سنن أبي داود"، کتاب اللباس، باب في لباس النساء...إلخ، الحدیث: ٤٠٩٩، ج٤، ص٨٤.

2 ......"سنن أبي داود"، کتاب الترجل، باب النهی عن کثیر من الارفاه...إلخ، الحدیث: ٤١٦٠، ج٤، ص١٠٢.

3 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الکراهية، الباب التاسع في اللبس...إلخ، ج٥، ص٣٣٣.

4 ......"صحیح مسلم"، کتاب اللباس، باب فی اتخاذ النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتما...إلخ، الحدیث: ٥٦-(٢٠٩٢)، ص١١٥٩.

5 ......"صحیح البخاري"، کتاب اللباس، باب هل یجعل نقش الخاتم ثلاثة أسطر، الحدیث: ٥٨٧٨، ج٤، ص٧١.

نے سونے کی انگوٹھی بنوائی۔[1]

اور ایک روایت میں ہے، کہ اس کو دہنے ہاتھ میں پہنا پھر اس کو پھینک دیا اور چاندی کی انگوٹھی بنوائی، جس میں یہ نقش تھا۔ محمد رسول اللہ اور یہ فرمایا کہ ''کوئی شخص میری انگوٹھی کے نقش کے موافق اپنی انگوٹھی میں نقش کندہ نہ کرائے اور حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) جب انگوٹھی پہنتے تو نگینہ ہتھیلی کی طرف ہوتا۔[2]

حدیث ۳: صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کی انگوٹھی چاندی کی تھی اور اُس کا نگینہ بھی تھا۔[3]

حدیث ۴: صحیح بخاری و مسلم میں انھیں سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے دہنے ہاتھ میں چاندی کی انگوٹھی پہنی اور اس کا نگینہ حبشی ساخت کا تھا اور نگینہ ہتھیلی کی جانب رکھتے۔[4]

حدیث ۵: مسلم کی روایت انھیں سے ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کی انگوٹھی اس انگلی میں تھی یعنی بائیں ہاتھ کی چھنگلیا میں۔[5]

حدیث ۶: صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے اس میں یا اس میں یعنی بیچ والی میں یا کلمہ کی انگلی میں انگوٹھی پہننے سے مجھے منع فرمایا۔[6]

حدیث ۷: ابن ماجہ نے عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے اور ابوداود و نسائی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم دہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہنتے تھے۔[7] اور ابوداود نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ بائیں ہاتھ میں پہنتے تھے۔[8]

---

1 ......"صحیح مسلم"، کتاب اللباس، باب تحریم خاتم الذهب علی الرجال...إلخ، الحدیث:٥٣ـ(٢٠٩١)، ص١١٥٧.

2 ......المرجع السابق، باب لبس النبی صلی اللہ علیہ وسلم خاتما، الحدیث:٥٥ـ(٢٠٩١)، ص١١٥٨.

3 ......"صحیح البخاري"، کتاب اللباس، باب فص الخاتم، الحدیث:٥٨٧٠، ج٤، ص٦٩.

4 ......"صحیح مسلم"، کتاب اللباس، باب في خاتم الورق فصه حبشي، الحدیث:٦٢ـ(٢٠٩٤)، ص١١٦٠.

5 ......المرجع السابق، باب في لبس الخاتم في الخنصر من الید، الحدیث:٦٣ـ(٢٠٩٥)، ص١١٦٠.

6 ......المرجع السابق، باب النهی عن التختم في الوسطی...إلخ، الحدیث:٦٥ـ(٢٠٩٥)، ص١١٦١.

7 ......"سنن أبي داود"، کتاب الخاتم، باب ماجاء في التختم في الیمین أو الیسار، الحدیث:٤٢٢٦، ج٤، ص١٢٣.

8 ......المرجع السابق، الحدیث:٤٢٢٧، ج٤، ص١٢٤.

ان دونوں حدیثوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کبھی دہنے میں پہنی اور کبھی بائیں میں، مگر بیہقی نے کہا کہ دہنے ہاتھ میں انگوٹھی پہننا منسوخ ہے۔[1]

حدیث ۸: ابوداود ونسائی نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے دہنے ہاتھ میں ریشم لیا اور بائیں ہاتھ میں سونا پھر یہ فرمایا کہ ''یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں''[2]

حدیث ۹: صحیح مسلم میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے قسی (یہ ایک قسم کا ریشمی کپڑا ہے) اور کسم کے رنگے ہوئے کپڑے اور سونے کی انگوٹھی پہننے سے اور رکوع میں قرآن مجید پڑھنے سے منع فرمایا۔[3]

حدیث ۱۰: صحیح مسلم میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی تو اُس کو اُتار کر پھینک دیا اور یہ فرمایا کہ کیا کوئی اپنے ہاتھ میں انگارہ رکھتا ہے؟ جب حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) تشریف لے گئے۔ کسی نے ان سے کہا، اپنی انگوٹھی اٹھالو اور کسی کام میں لانا۔ انھوں نے کہا، خدا کی قسم! میں اُسے کبھی نہ لوں گا، جبکہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اُسے پھینک دیا۔[4]

حدیث ۱۱: ابوداود ونسائی نے معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے چیتے کی کھال پر سوار ہونے سے اور سونا پہننے سے ممانعت فرمائی، مگر ریزہ ریزہ کر کے یعنی اگر کپڑے میں سونے کے باریک باریک ریزہ لگائے جائیں تو ممنوع نہیں۔[5]

حدیث ۱۲: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ موطا میں فرماتے ہیں، کہ بچوں کو سونا پہنانا برا جانتا ہوں، کیونکہ مجھے یہ حدیث پہنچی ہے، کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے سونے کی انگوٹھی سے ممانعت فرمائی۔''[6] لہٰذا مردوں کے لیے برا ہے، چھوٹے اور بڑے دونوں کے لیے۔

حدیث ۱۳: ترمذی وابوداود ونسائی نے بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ ایک شخص پیتل کی انگوٹھی پہنے

---

1 ......انظر: ''التوشیح'' شرح ''الجامع الصحیح'' للسیوطي، کتاب اللباس، باب من جعل فص الخاتم في بطن کفه، تحت الحدیث: ۵۸۷۶، ج۸، ص۳۵۹۸.

2 ......''سنن أبي داود''، کتاب اللباس، باب في الحریر للنساء، الحدیث: ۴۰۵۷، ج۴، ص۷۱.

3 ......''صحیح مسلم''، کتاب اللباس، باب النهي عن لبس الرجل الثوب المعصفر، الحدیث: ۲۹-(۲۰۷۸)، ص۱۱۵۲.

4 ......المرجع السابق، باب تحریم خاتم الذهب علی الرجال...إلخ، الحدیث: ۵۲-(۲۰۹۰)، ص۱۱۵۷.

5 ......''سنن أبي داود''، کتاب الخاتم، باب ماجاء في الذهب للنساء، الحدیث: ۴۲۳۹، ج۴، ص۱۲۷.

6 ......''الموطأ'' للإمام مالك، کتاب اللباس، باب ماجاء في لبس الثیاب المصبغة والذهب، الحدیث: ۱۷۳۷، ج۲، ص۴۰۹.

ہوئے تھے، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''کیا بات ہے کہ تم سے بُت کی بو آتی ہے؟ انھوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی، پھر لوہے کی انگوٹھی پہن کر آئے، فرمایا: کیا بات ہے کہ تم جہنمیوں کا زیور پہنے ہوئے ہو؟ اسے بھی پھینکا اور عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا: چاندی کی بناؤ اور ایک مثقال پورا نہ کرو یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم کی ہو۔'' (1)

ترمذی کی روایت میں ہے کہ لوہے کے بعد سونے کی انگوٹھی پہن کر آئے، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: کہ ''کیا بات ہے کہ تم کو جنتیوں کا زیور پہنے دیکھتا ہوں۔'' (2) یعنی سونا تو اہلِ جنت جنت میں پہنیں گے۔

حدیث ۱۴: ابوداود ونسائی نے **عبداللہ بن مسعود** رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ نبی (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) دس چیزوں کو برا بتاتے تھے:

① زردی یعنی مرد کو خلوق استعمال کرنا۔ ② سپید بالوں میں سیاہ خضاب کرنا۔ ③ تہبند لٹکانا۔ ④ سونے کی انگوٹھی پہننا۔ ⑤ بے محل عورت کا زینت کو ظاہر کرنا یعنی شوہر اور محارم کے سوا دوسروں کے سامنے اظہارِ زینت۔ ⑥ پانسا پھینکنا یعنی چوسر اور شطرنج وغیرہ کھیلنا۔ ⑦ جھاڑ پھونک کرنا، مگر معوذات سے یعنی جس میں ناجائز الفاظ ہوں ان سے جھاڑ پھونک منع ہے۔ اور ⑧ تعویذ باندھنا یعنی وہ تعویذ باندھنا جس میں خلاف شرع الفاظ ہوں۔ اور ⑨ پانی کو غیر محل میں گرانا یعنی وطی کے بعد منی کو باہر گرانا کہ یہ آزاد عورت میں بغیر اجازت ناجائز ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے مراد لواطت ہو۔ اور ⑩ بچہ کو فاسد کردینا، مگر اس دسویں کو حرام نہیں کیا یعنی بچہ کے دودھ پینے کے زمانے میں اس کی ماں سے وطی کرنا کہ اگر وہ حاملہ ہوگئی تو بچہ خراب ہوجائے گا۔ (3)

حدیث ۱۵: ابوداود نے **عبداللہ بن زبیر** رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں کی لونڈی حضرت زبیر کی لڑکی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس لائی اور اُس کے پاؤں میں گھنگرو تھے۔ حضرت عمر نے انھیں کاٹ دیا اور فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے سنا ہے کہ ''ہر گھنگرو کے ساتھ شیطان ہوتا ہے۔'' (4)

حدیث ۱۶: ابوداود نے روایت کی، کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے پاس ایک لڑکی آئی، جس کے پاؤں میں

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الخاتم، باب ماجاء في خاتم الحديد، الحديث: ٤٢٢٣، ج٤، ص١٢٢.

2 ......"سنن الترمذي"، كتاب اللباس، باب ماجاء في خاتم الحديد، الحديث: ١٧٩٢، ج٣، ص٣٠٥.

3 ......"سنن أبي داود"، كتاب الخاتم، باب ماجاء في خاتم الذهب، الحديث: ٤٢٢٢، ج٤، ص١٢١.

4 ......المرجع السابق، باب ماجاء في الجلاجل، الحديث: ٤٢٣٠، ج٤، ص١٢٤.

گھنگرو بج رہے تھے، فرمایا کہ اسے میرے پاس نہ لانا، جب تک اس کے گھنگرو کاٹ نہ لینا۔ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے سنا ہے، کہ ''جس گھر میں جرس یعنی گھنٹی یا گھنگرو ہوتے ہیں، اس میں فرشتے نہیں آتے۔'' (1)

مسئلہ ۱: مرد کو زیور پہننا مطلقاً حرام ہے، صرف چاندی کی ایک انگوٹھی جائز ہے، جو وزن میں ایک مثقال یعنی ساڑھے چار ماشہ سے کم ہو اور سونے کی انگوٹھی بھی حرام ہے۔ تلوار کا حلیہ چاندی کا جائز ہے یعنی اس کے نیام اور قبضہ یا پر تلے (2) میں چاندی لگائی جاسکتی ہے، بشرطیکہ وہ چاندی موضع استعمال میں نہ ہو۔ (3) (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: انگوٹھی صرف چاندی ہی کی پہنی جاسکتی ہے، دوسری دھات کی انگوٹھی پہننا حرام ہے، مثلاً لوہا، پیتل، تانبا، جست وغیرہا ان دھاتوں کی انگوٹھیاں مرد و عورت دونوں کے لیے ناجائز ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ عورت سونا بھی پہن سکتی ہے اور مرد نہیں پہن سکتا۔

حدیث میں ہے کہ ایک شخص حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں پیتل کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوئے، فرمایا: کیا بات ہے کہ تم سے بُت کی بُو آتی ہے؟ انھوں نے وہ انگوٹھی پھینک دی پھر دوسرے دن لوہے کی انگوٹھی پہن کر حاضر ہوئے، فرمایا: کیا بات ہے کہ تم پر جہنمیوں کا زیور دیکھتا ہوں؟ انھوں نے اس کو بھی اتار دیا اور عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کس چیز کی انگوٹھی بناؤں؟ فرمایا کہ ''چاندی کی اور اس کو ایک مثقال پورا نہ کرنا۔'' (4) (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳: بعض علما نے یشب (5) اور عقیق (6) کی انگوٹھی جائز بتائی اور بعض نے ہر قسم کے پتھر کی انگوٹھی کی اجازت دی اور بعض ان سب کی ممانعت کرتے ہیں۔

لہٰذا احتیاط کا تقاضا یہ ہے کہ چاندی کے سوا ہر قسم کی انگوٹھی سے بچا جائے، خصوصاً جبکہ صاحبِ ہدایہ جیسے جلیل القدر کا میلان ان سب کے عدم جواز (7) کی طرف ہے۔

مسئلہ ۴: انگوٹھی سے مراد حلقہ ہے نگینہ نہیں، نگینہ ہر قسم کے پتھر کا ہوسکتا ہے۔ عقیق، یاقوت، زمرد، فیروزہ وغیرہا سب کا نگینہ جائز ہے۔ (8) (درمختار)

---

1 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الخاتم، باب ماجاء في الجلاجل، الحديث: ٤٢٣١، ج٤، ص١٢٥.

2 ...... یعنی وہ پٹی یا چوڑا تسمہ جس میں تلوار لٹکی رہتی ہے۔

3 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج٩، ص٥٩٢.

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج٩، ص٥٩٣.

"سنن أبي داود"، كتاب الخاتم، باب ماجاء في خاتم الحديد، الحديث: ٤٢٢٣، ج٤، ص١٢٢.

5 ...... یعنی ایک قیمتی پتھر کا نام جو مائل بہ سبزی ہوتا ہے۔ 6 ...... یعنی ایک سرخ رنگ کا قیمتی پتھر۔ 7 ...... یعنی ناجائز ہونے۔

8 ...... "الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج٩، ص٥٩٥.

مسئلہ۵: جب ان چیزوں کی انگوٹھیاں مرد و عورت دونوں کے لیے ناجائز ہیں تو ان کا بنانا اور بیچنا بھی ممنوع ہوا کہ یہ ناجائز کام پر اعانت[1] ہے۔ ہاں بیع کی[2] ممانعت ویسی نہیں جیسی پہننے کی ممانعت ہے۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۶: لوہے کی انگوٹھی پر چاندی کا خول چڑھا دیا کہ لوہا بالکل نہ دکھائی دیتا ہو، اس انگوٹھی کے پہننے کی ممانعت نہیں۔[4] (عالمگیری) اس سے معلوم ہوا کہ سونے کے زیوروں میں جو بہت لوگ اندر تانبے یا لوہے کی سلاخ رکھتے ہیں اور اوپر سے سونے کا پتّر چڑھا دیتے ہیں، اس کا پہننا جائز ہے۔

مسئلہ۷: انگوٹھی کے نگینہ میں سوراخ کر کے اس میں سونے کی کیل ڈال دینا جائز ہے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ۸: انگوٹھی اُنھیں کے لیے مسنون ہے جن کو مہر کرنے کی حاجت ہوتی ہے، جیسے سلطان و قاضی اور علما جو فتوی پر مہر کرتے ہیں، ان کے سوا دوسروں کے لیے جن کو مہر کرنے کی حاجت نہ ہو مسنون نہیں مگر پہننا جائز ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ۹: مرد کو چاہیے کہ اگر انگوٹھی پہنے تو اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف رکھے اور عورتیں نگینہ ہاتھ کی پشت کی طرف رکھیں کہ ان کا پہننا زینت کے لیے ہے اور زینت اسی صورت میں زیادہ ہے کہ نگینہ باہر کی جانب رہے۔[7] (ہدایہ)

مسئلہ۱۰: دہنے یا بائیں جس ہاتھ میں چاہیں انگوٹھی پہن سکتے ہیں اور چھنگلیا میں پہنی جائے۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۱۱: انگوٹھی پر اپنا نام کندہ کرا سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کا نام پاک بھی کندہ کرا سکتا ہے، مگر ''محمد رسول اللہ'' یعنی یہ عبارت کندہ نہ کرائے کہ یہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی انگشتری پر تین سطروں میں کندہ تھی، پہلی سطر محمد (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)، دوسری رسول، تیسری اسم جلالت اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرما دیا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اپنی انگوٹھی پر یہ نقش کندہ نہ کرائے۔ نگینہ پر انسان یا کسی جانور کی تصویر کندہ نہ کرائے۔[9] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۱۲: انگوٹھی وہی جائز ہے جو مردوں کی انگوٹھی کی طرح ہو یعنی ایک نگینہ کی ہو اور اگر اس میں کئی نگینے ہوں تو اگرچہ

---

1 ...... مدد۔ 2 ...... یعنی فروخت کرنے کی۔

3 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۹۵.

4 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الکراھیۃ، الباب العاشر في إستعمال الذھب والفضۃ، ج۵، ص۳۳۵.

5 ...... "الھدایۃ"، کتاب الکراھیۃ، فصل في اللبس، ج۴، ص۳۶۷.

6 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الکراھیۃ، الباب العاشر في إستعمال الذھب والفضۃ، ج۵، ص۳۳۵.

7 ...... "الھدایۃ"، کتاب الکراھیۃ، فصل في اللبس، ج۴، ص۳۶۷.

8 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۹۶.

9 ...... المرجع السابق.

وہ چاندی ہی کی ہو، مرد کے لیے ناجائز ہے۔[1] (ردالمحتار) اسی طرح مردوں کے لیے ایک سے زیادہ انگوٹھی پہننا یا چھلے پہننا بھی ناجائز ہے کہ یہ انگوٹھی نہیں، عورتیں چھلے پہن سکتی ہیں۔

مسئلہ ۱۳: ہلتے ہوئے دانتوں کو سونے کے تار سے بندھوانا جائز ہے اور اگر کسی کی ناک کٹ گئی ہو تو سونے کی ناک بنوا کر لگا سکتا ہے۔ ان دونوں صورتوں میں ضرورت کی وجہ سے سونے کو جائز کہا گیا، کیونکہ چاندی کے تار سے دانت باندھے جائیں یا چاندی کی ناک لگائی جائے تو اس میں تعفن[2] پیدا ہوگا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: دانت گر گیا اسی دانت کو سونے یا چاندی کے تار سے بندھوا سکتا ہے، دوسرے شخص کا دانت اپنے میں نہیں لگا سکتا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: لڑکوں کو سونے چاندی کے زیور پہنانا حرام ہے اور جس نے پہنایا، وہ گنہگار ہوگا۔ اسی طرح بچوں کے ہاتھ پاؤں میں بلاضرورت مہندی لگانا ناجائز ہے۔ عورت خود اپنے ہاتھ پاؤں میں لگا سکتی ہے، مگر لڑکے کو لگائے گی تو گنہگار ہوگی۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

برتن چھپانے اور سونے کے وقت کے آداب

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب رات کی ابتدائی تاریکی آجائے یا یہ فرمایا کہ جب شام ہو جائے تو بچوں کو سمیٹ لو کہ اُس وقت شیاطین منتشر ہوتے ہیں پھر جب ایک گھڑی رات چلی جائے، اب اُنھیں چھوڑ دو اور **بسم اللہ** کہہ کر دروازے بند کرلو کہ اس طرح جب دروازہ بند کیا جائے تو شیطان نہیں کھول سکتا اور **بسم اللہ** کہہ کر مشکوں کے دہانے باندھو اور **بسم اللہ** پڑھ کر برتنوں کو ڈھانک دو، ڈھانکو نہیں تو یہی کرو کہ اس پر کوئی چیز آڑی کر کے رکھ دو اور چراغوں کو بجھا دو۔'' [6]

اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں ہے، کہ ''برتن چھپا دو اور مشکوں کے مونھ بند کردو اور دروازے بھیڑ دو اور بچوں کو

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۹۷.

2 ...... بدبو۔

3 ...... "الفتاوى الهندية"، کتاب الكراهية، الباب العاشر في إستعمال الذهب والفضة، ج۵، ص۳۳٦.

4 ......"الفتاوى الهندية"، کتاب الكراهية، الباب العاشر في إستعمال الذهب والفضة، ج۵، ص۳۳٦.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۹۸.

6 ......"صحيح مسلم"، کتاب الأشربة، باب الأمر بتغطية الإناء...إلخ، الحديث: ۹۷-(۲۰۱۲)، ص۱۱۱٤.

سمیٹ لو، شام کے وقت کیونکہ اس وقت جن منتشر ہوتے ہیں اور اچک لیتے ہیں اور سوتے وقت چراغ بجھا دو کہ کبھی چوہا بتی گھسیٹ کر لے جاتا ہے اور گھر جل جاتا ہے۔'' (1)

مسلم کی ایک روایت میں ہے، ''برتن چھپا دو اور مشک کا مونھ باندھ دو اور دروازے بند کردو اور چراغ بجھا دو کہ شیطان مشک کو نہیں کھولے گا اور نہ دروازہ اور برتن کھولے گا، اگر کچھ نہ ملے تو بسم اللہ کہہ کر ایک لکڑی آڑی کر کے رکھ دے۔'' (2)

اور مسلم کی ایک روایت میں ہے، کہ ''سال میں ایک رات ایسی ہوتی ہے کہ اس میں وبا اترتی ہے، جو برتن چھپا ہوا نہیں ہے یا مشک کا مونھ باندھا ہوا نہیں ہے، اگر وہاں سے وہ وبا گزرتی ہے تو اس میں اتر جاتی ہے۔'' (3)

حدیث ۲: امام احمد و مسلم و ابوداود نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب آفتاب ڈوب جائے تو جب تک عشا کی سیاہی جاتی نہ رہے اپنے چوپایوں اور بچوں کو نہ چھوڑو، کیونکہ اس وقت شیاطین منتشر ہوتے ہیں۔'' (4)

حدیث ۳: صحیح بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''سوتے وقت اپنے گھروں میں آگ مت چھوڑا کرو۔'' (5)

حدیث ۴: صحیح بخاری میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ مدینہ میں ایک مکان رات میں جل گیا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا کہ ''یہ آگ تمھاری دشمن ہے، جب سویا کرو تو بجھا دیا کرو۔'' (6)

حدیث ۵: شرح السنہ میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جب رات میں کتے کا بھونکنا اور گدھے کی آواز سنو تو اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ پڑھو کہ وہ اُس چیز کو دیکھتے ہیں جس کو تم نہیں دیکھتے اور جب پہچل بند ہو جائے (7) تو گھر سے کم نکلو کہ اللہ عزوجل رات میں اپنی مخلوقات میں سے جس کو چاہتا ہے، زمین پر منتشر کرتا ہے۔'' (8)

---

1. ......"صحيح البخاري"، كتاب بدء الخلق، باب إذا وقع الذباب في شراب أحدكم...إلخ، الحديث:٣٣١٦، ج٢، ص٤٠٨.
2. ......"صحيح مسلم"، كتاب الأشربة، باب الأمربتغطية الإناء...إلخ، الحديث:٩٦ـ(٢٠١٢)، ص١١١٤.
3. ......المرجع السابق،الحديث:٩٩ـ(٢٠١٤)، ص١١١٥.
4. ......المرجع السابق،الحديث:٩٨ـ(٢٠١٣)، ص١١١٥.
5. ......"صحيح البخاري"، كتاب الإستئذان، باب لا تترك النار في البيت عند النوم،الحديث:٦٢٩٣، ج٤، ص١٨٦.
6. ......المرجع السابق،الحديث:٦٢٩٤، ج٤، ص١٨٦.
7. ......یعنی جب لوگوں کی آمد و رفت بند ہو جائے۔
8. ......"شرح السنة"، كتاب الأشربة، باب إيكاء الأسقية وتخمير الآنية،الحديث:٢٩٥٤، ج٦، ص١٤١ـ١٤٢.

بیٹھنے اور سونے اور چلنے کے آداب

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

﴿ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ؕ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ۚ﴿١٨﴾ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ؕ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ﴿١٩﴾ ﴾ (1)

''(لقمان نے بیٹے سے کہا) کسی سے بات کرنے میں اپنا رخسارہ ٹیڑھا نہ کر اور زمین پر اِتراتا نہ چل، بے شک اللہ (عزوجل) کو پسند نہیں ہے کوئی اِترانے والا، فخر کرنے والا اور میانہ چال چل اور اپنی آواز پست کر، بے شک سب آوازوں میں بُری آواز گدھے کی آواز ہے۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿٣٧﴾ ﴾ (2)

''اور زمین میں اِتراتا نہ چل، بے شک تو ہرگز نہ تو زمین چیر ڈالے گا اور نہ تو بلندی میں پہاڑوں کو پہنچے گا۔''

﴿ وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَّإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُونَ قَالُوا سَلٰمًا ﴿٦٣﴾ وَالَّذِينَ يَبِيتُونَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّقِيَامًا ﴿٦٤﴾ ﴾ (3)

''اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ چلتے ہیں، جاہل جب ان سے مخاطبہ کرتے ہیں تو کہتے ہیں: سلام اور وہ جو اپنے رب کے لیے سجدہ اور قیام میں رات گزارتے ہیں۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا إِذَا قِيلَ لَكُمْ تَفَسَّحُوا فِي الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوا يَفْسَحِ اللّٰهُ لَكُمْ ۚ وَإِذَا قِيلَ انْشُزُوا فَانْشُزُوا يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِينَ اٰمَنُوا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ ﴾ (4)

''اے ایمان والو! جب تم سے کہا جائے مجلسوں میں جگہ دو تو جگہ دے دو، اللہ (عزوجل) تم کو جگہ دے گا اور جب کہا جائے اوٹھ کھڑے ہو تو اُٹھ کھڑے ہو، اللہ تعالیٰ تم میں ایمان والوں اور علم والوں کو درجوں بلند کرے گا۔''

---

1 ......پ ۲۱، لقمٰن: ۱۸ ـ ۱۹.

2 ......پ ۱۵، بنیٓ اسرآء یل: ۳۷.

3 ......پ ۱۹، الفرقان: ٦٣ ـ ٦٤.

4 ......پ ۲۸، المجادلة: ۱۱.

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ایسا نہ کرے کہ ایک شخص دوسرے کو اس کی جگہ سے اوٹھا کر خود بیٹھ جائے ولیکن ہٹ جایا کرو اور جگہ کشادہ کر دیا کرو۔''(1) یعنی بیٹھنے والوں کو یہ چاہیے کہ آنے والے کے لیے سرک جائیں اور جگہ دے دیں کہ وہ بھی بیٹھ جائے یا یہ کہ آنے والا کسی کو نہ اٹھائے بلکہ ان سے کہے کہ سرک جاؤ، مجھے بھی جگہ دیدو۔

صحیح بخاری میں یہ بھی مذکور ہے کہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما اسے مکروہ جانتے تھے کہ کوئی شخص اپنی جگہ سے اٹھ جائے اور یہ اس کی جگہ پر بیٹھیں۔(2) حضرت ابن عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہما) کا یہ فعل کمال ورع سے تھا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا جی نہ چاہتا ہو اور محض ان کی خاطر سے جگہ چھوڑ دی ہو۔

حدیث ۲: ابوداود نے سعید بن ابی الحسن سے روایت کی، کہتے ہیں: کہ ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمارے پاس ایک شہادت میں آئے۔ ایک شخص ان کے لیے اپنی جگہ سے اٹھ گیا، انھوں نے اس جگہ پر بیٹھنے سے انکار کیا اور یہ کہا کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے اس سے منع فرمایا ہے اور حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے اس سے بھی منع فرمایا ہے کہ ''کوئی شخص ایسے شخص کے کپڑے سے ہاتھ پونچھے جس کو یہ کپڑا پہنایا نہیں ہے۔''(3)

اس حدیث میں بھی اگرچہ یہ نہیں ہے کہ ابوبکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس شخص کو اس کی جگہ سے اٹھایا ہو، بلکہ وہ شخص خود اٹھ گیا تھا اور بظاہر یہ صورت ممانعت کی نہیں ہے مگر یہ کمال احتیاط ہے کہ انھوں نے اس صورت میں بھی بیٹھنا گوارا نہ کیا کہ اگرچہ اٹھنے کو کہا نہیں مگر اٹھنا چونکہ انھیں کے لیے ہوا، لہٰذا یہ خیال کیا کہ کہیں یہ بھی اٹھانے ہی کے حکم میں نہ ہو۔

حدیث ۳: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص اپنی جگہ سے اٹھ کر گیا، پھر آ گیا تو اس جگہ کا وہی حق دار ہے۔''(4) یعنی جبکہ جلد آ جائے۔

حدیث ۴: ابوداود نے ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم جب بیٹھتے اور ہم لوگ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کے پاس بیٹھتے اور اٹھ کر تشریف لے جاتے مگر واپسی کا ارادہ ہوتا تو نعلین مبارک یا کوئی چیز وہاں چھوڑ جاتے اس سے صحابہ کو یہ پتا چلتا کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) تشریف لائیں گے اور سب لوگ ٹھہرے رہتے۔(5)

---

1 ......"صحيح مسلم"، كتاب السلام، باب تحريم إقامة الإنسان من موضعه... إلخ، الحديث:٢٨-(٢١٧٧)، ص١١٩٨.

2 ......"صحيح البخاري"، كتاب الإستئذان، باب ﴿إذا قيل لكم ... إلخ﴾، الحديث: ٦٢٧٠، ج٤، ص١٧٩.

3 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في الرجل يقوم للرجل من مجلسه، الحديث: ٤٨٢٧، ج٤، ص٣٣٩.

4 ......"صحيح مسلم"، كتاب السلام، باب إذا قام من مجلسه ثم عاد فهو أحق به، الحديث: ٣١-(٢١٧٩)، ص١١٩٩.

5 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب إذا قام من مجلسه ثم رجع، الحديث: ٤٨٥٤، ج٤، ص٣٤٦.

حدیث ۵: ترمذی وابوداود نے عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''کسی کو یہ حلال نہیں کہ دو شخصوں کے درمیان جدائی کر دے (یعنی دونوں کے درمیان میں بیٹھ جائے)، مگر ان کی اجازت سے۔'' (1)

حدیث ۶: بیہقی نے شعب الایمان میں واثلہ بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ ایک شخص رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) مسجد میں تشریف فرما تھے۔ اس کے لیے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) اپنی جگہ سے سرک گئے اس نے عرض کیا، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) جگہ کشادہ موجود ہے، (حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو سرکنے اور تکلیف فرمانے کی ضرورت نہیں)۔ ارشاد فرمایا: ''مسلم کا یہ حق ہے کہ جب اس کا بھائی اسے دیکھے، اس کے لیے سرک جائے۔'' (2)

حدیث ۷: رزین نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم جب مسجد میں بیٹھتے دونوں ہاتھوں سے احتبا کرتے۔'' (3)

احتبا کی صورت یہ ہے کہ آدمی سرین کو زمین پر رکھ دے اور گھٹنے کھڑے کر کے دونوں ہاتھوں سے گھیر لے اور ایک ہاتھ کو دوسرے سے پکڑ لے اس قسم کا بیٹھنا تواضع اور انکسار میں شمار ہوتا ہے۔

حدیث ۸: ابوداود نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں کہ ''نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم جب نماز فجر پڑھ لیتے چار زانو بیٹھے رہتے، یہاں تک کہ آفتاب اچھی طرح طلوع ہو جاتا۔'' (4)

حدیث ۹: ابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص سایہ میں ہو اور سایہ سمٹ گیا کچھ سایہ میں ہو گیا کچھ دھوپ میں تو وہاں سے اٹھ جائے۔'' (5)

حدیث ۱۰: ابوداود نے عمرو بن شرید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے وہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں، کہتے ہیں: میں اس طرح بیٹھا ہوا تھا کہ بائیں ہاتھ کو پیٹھ کے پیچھے کر لیا اور داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کی گدی پر ٹیک لگائی۔ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم

---

1 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء في كراهية الجلوس... إلخ، الحديث: ٢٧٦١، ج٤، ص٣٤٦.

2 ...... "شعب الإيمان"، باب في مقاربة و موادة أهل الدين، فصل في قيام المرء... إلخ، الحديث: ٨٩٣٣، ج٦، ص٤٦٨.

3 ...... "مشكاة المصابيح"، كتاب الآداب، باب الجلوس... إلخ، الحديث: ٤٧١٣، ج٣، ص٢١.

4 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الادب، باب في الرجل يجلس متربعا، الحديث: ٤٨٥٠، ج٤، ص٣٤٥.

5 ...... المرجع السابق، باب في الجلوس بين الظل الشمس، الحديث: ٤٨٢١، ج٤، ص٣٣٧.

میرے پاس سے گزرے اور یہ فرمایا: ''کیا تم ان لوگوں کی طرح بیٹھتے ہو، جن پر خدا کا غضب ہے۔'' (1)

حدیث ۱۱: ابوداود نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں کہ جب ہم نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوتے تو وہاں بیٹھ جاتے جہاں مجلس ختم ہوتی یعنی مجلس کے کنارہ پر بیٹھتے اسے چیر کر اندر نہیں گھستے۔ (2)

حدیث ۱۲: طبرانی نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول **اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کسی قوم کے پاس آئے اور اس کی خوشنودی کے لیے وہ لوگ جگہ میں وسعت کر دیں، تو اللہ عزوجل پر حق ہے کہ ان کو راضی کرے۔'' (3)

حدیث ۱۳: ابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول **اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''چند کلمات ہیں کہ جو شخص مجلس سے فارغ ہوکر ان کو تین مرتبہ کہہ لے گا۔ **اللہ** تعالیٰ اس کے گناہ مٹا دے گا اور جو شخص مجلس خیر و مجلس ذکر میں ان کو کہے گا، تو اللہ عزوجل ان کو اس خیر پر مہر کر دے گا، جس طرح کوئی شخص انگوٹھی سے مہر کرتا ہے۔ وہ یہ ہیں:

سُبْحَانَکَ اللّٰھُمَّ وَبِحَمْدِکَ لَا اِلٰـهَ اِلَّا اَنْتَ اَسْتَغْفِرُکَ وَاَتُوْبُ اِلَیْکَ.'' (4)

حدیث ۱۴: حاکم نے مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول **اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو لوگ دیر تک کسی جگہ بیٹھے اور بغیر ذکر **اللہ** اور نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم پر درود پڑھے وہاں سے متفرق ہوگئے۔ انھوں نے نقصان کیا اگر **اللہ** عزوجل چاہے عذاب دے اور چاہے تو بخش دے۔ (5)

حدیث ۱۵: بزار نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول **اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب بیٹھو جوتے اتار لو، تمھارے قدم آرام پائیں گے۔'' (6)

حدیث ۱۶: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول **اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے پاؤں پر پاؤں رکھنے سے منع فرمایا ہے، جبکہ چت لیٹا ہو۔ (7)

---

1. ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في الجلسة المكروهة، الحديث:٤٨٤٨، ج٤، ص٣٤٥.
2. ......المرجع السابق، باب في التحلق، الحديث:٤٨٢٥، ج٤، ص٣٣٩.
3. ......"كنزالعمال"، كتاب الصحبة، رقم: ٢٥٣٧٠، ج٩، ص٥٨.
4. ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في كفارة المجلس، الحديث:٤٨٥٧، ج٤، ص٣٤٧.
5. ......"المستدرك"، كتاب الدعاء والتكبير...إلخ، باب ما عمل آدمي من عمل...إلخ، الحديث:١٨٦٩، ج٢، ص١٦٨.
6. ......"كنزالعمال"، كتاب الصحبة، رقم: ٢٥٣٩٠، ج٩، ص٥٩.
7. ......"صحيح مسلم"، كتاب اللباس...إلخ، باب فی منع الإستلقاء..إلخ، الحديث:٧٢-(٢٠٩٩)، ص١١٦٢.

حدیث ۱۷: صحیح بخاری و مسلم میں عباد بن تمیم سے روایت ہے، وہ اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو مسجد میں لیٹے ہوئے میں نے دیکھا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ایک پاؤں کو دوسرے پر رکھا تھا۔'' (1)

یہ بیان جواز کے لیے ہے اور اس صورت میں کہ ستر کھلنے کا اندیشہ نہ ہو، اور پہلی حدیث اس صورت میں ہے کہ ستر کھلنے کا اندیشہ ہو۔ مثلاً آدمی تہبند پہنے ہو اور چت لیٹ کر ایک پاؤں کھڑا کرکے اس پر دوسرے کو رکھے تو ستر کھلنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اگر پاؤں پھیلا کر ایک کو دوسرے پر رکھے تو اس صورت میں کھلنے کا اندیشہ نہیں ہوتا۔

حدیث ۱۸: شرح سنہ میں ہے کہ ابو قتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم جب رات میں منزل میں اوترتے تو دہنی کروٹ پر لیٹتے اور جب صبح سے کچھ ہی پہلے اوترتے تو دہنے ہاتھ کو کھڑا کرتے اور اس کی ہتھیلی پر سر رکھ کر لیٹتے۔'' (2)

حدیث ۱۹: ترمذی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو بائیں کروٹ پر تکیہ لگائے ہوئے دیکھا۔ (3)

حدیث ۲۰: ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ایک شخص کو پیٹ کے بل لیٹے ہوئے دیکھا، فرمایا: ''اس طرح لیٹنے کو اللہ (عزوجل) پسند نہیں کرتا۔'' (4)

حدیث ۲۱: ابوداود و ابن ماجہ نے **طخفہ غفاری** رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، (یہ اصحاب صفہ میں سے تھے) کہتے ہیں، سینے کی بیماری کی وجہ سے میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا کہ اچانک کوئی شخص اپنے پاؤں سے مجھے حرکت دیتا ہے اور یہ کہتا ہے کہ ''اس طرح لیٹنے کو اللہ تعالٰی مبغوض رکھتا ہے۔'' میں نے دیکھا تو وہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم تھے۔ (5)

حدیث ۲۲: ابن ماجہ نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں پیٹ کے بل لیٹا ہوا تھا رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم میرے پاس سے گزرے اور پاؤں سے ٹھوکر ماری اور فرمایا: ''اے جندب (یہ حضرت ابوذر کا نام ہے) یہ جہنمیوں کے لیٹنے کا طریقہ ہے۔'' (6) یعنی اس طرح کافر لیٹتے ہیں یا یہ کہ جہنمی جہنم میں اس طرح لیٹیں گے۔

---

1 ......"صحیح البخاري"، کتاب الإستئذان، باب الإستلقاء، الحدیث: ۶۲۸۷، ج ۴، ص ۱۸۴.

2 ......"شرح السنة"، کتاب الإستئذان، باب کیفیة النوم، الحدیث: ۳۲۵۲، ج ۶، ص ۳۸۰.

3 ......"سنن الترمذي"، کتاب الأدب، باب ماجاء، في الاتکاء، الحدیث: ۲۷۷۹، ج ۴، ص ۳۵۳.

4 ......المرجع السابق، باب ماجاء في کراھیة الإضطجاع علی البطن، الحدیث: ۲۷۷۷، ج ۴، ص ۳۵۲.

5 ......"سنن أبي داود"، کتاب الأدب، باب في الرجل ینبطح علی بطنه، الحدیث: ۵۰۴۰، ج ۴، ص ۴۰۲.

6 ......"سنن ابن ماجه"، کتاب الأدب، باب النھی عن الإضطجاع علی الوجه، الحدیث: ۳۷۲۴، ج ۴، ص ۲۱۴.
و"المشکوٰة المصابیح"، کتاب الآداب، باب الجلوس...إلخ، الحدیث ۴۷۳۱، ج ۲، ص ۱۷۷.

حدیث ۲۳: ابوداود نے علی بن شیبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص ایسی چھت پر رات میں رہے، جس پر روک نہیں ہے یعنی دیوار یا منڈیر نہیں ہے اس سے ذمہ بری ہے۔''(1) یعنی اگر رات میں چھت سے گر جائے تو اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔

حدیث ۲۴: ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اس چھت پر سونے سے منع فرمایا کہ جس پر روک نہ ہو۔(2)

حدیث ۲۵: ابویعلٰی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص عصر کے بعد سوئے اور اس کی عقل جاتی رہے تو وہ اپنے ہی کو ملامت کرے۔'' (3)

حدیث ۲۶: امام احمد نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے تنہائی سے منع فرمایا۔'' (4) یعنی اس سے کہ آدمی تنہا سوئے۔

حدیث ۲۷: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ایک شخص دو چادریں اوڑھے ہوئے اِترا کر چل رہا تھا اور گھمنڈ میں تھا، وہ زمین میں دھنسا دیا گیا، وہ قیامت تک دھنستا ہی جائے گا۔'' (5)

حدیث ۲۸: ابوداود نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے مرد کو دو عورتوں کے درمیان میں چلنے سے منع فرمایا۔'' (6)

حدیث ۲۹: بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب تمھارے سامنے عورتیں آ جائیں تو ان کے درمیان میں نہ گزرو، داہنے یا بائیں کا راستہ لے لو۔'' (7)

مسئلہ ۱: قیلولہ (8) کرنا جائز بلکہ مستحب ہے۔(9) (عالمگیری) غالباً یہ ان لوگوں کے لیے ہوگا جو شب بیداری کرتے

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في النوم على سطح غير محجر، الحديث: ٥٠٤١، ج٤، ص٤٠٢.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب الأدب، باب الجلوس... إلخ، الحديث: ٤٧٢٠، ج٣، ص٢٢.

2 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب...، الحديث: ٢٨٦٣، ج٤، ص٣٨٨.

3 ......"المسند أبي يعلى"، مسند عائشه رضى الله عنها، الحديث: ٤٨٩٧، ج٤، ص٢٧٨.

4 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر، الحديث: ٥٦٥٤، ج٢، ص٤٠١.

5 ......"صحيح مسلم"، كتاب اللباس، باب تحريم التبختر في المشي... إلخ، الحديث: ٤٩، ٥٠-(٢٠٨٨) ١١٥٦.

6 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في مشى النساء مع الرجال في الطريق، الحديث: ٥٢٧٣، ج٤، ص٤٧٠.

7 ......"شعب الإيمان"، باب في تحريم الفروج، الحديث: ٥٤٤٧، ج٤، ص٣٧١-٣٧٢.

8 ......یعنی دوپہر کی تھوڑی نیند یا دوپہر کا (بغیر سوئے ہوئے) آرام۔

9 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٦.

ہیں، رات میں نمازیں پڑھتے ذکرِالٰہی کرتے ہیں یا کُتب بینی یا مطالعہ میں مشغول رہتے ہیں کہ شب بیداری میں جو تکان ہوا قیلولہ سے دفع ہوجائے گا۔

مسئلہ۲: دن کے ابتدائی حصہ میں سونا یا مغرب وعشا کے درمیان میں سونا مکروہ ہے۔ سونے میں مستحب یہ ہے کہ باطہارت سوئے اور کچھ دیر دہنی کروٹ پر دہنے ہاتھ کو رخسارہ کے نیچے رکھ کر قبلہ رو سوئے پھر اس کے بعد بائیں کروٹ پر اور سوتے وقت قبر میں سونے کو یاد کرے کہ وہاں تنہا سونا ہوگا سوا اپنے اعمال کے کوئی ساتھ نہ ہوگا، سوتے وقت یادِ خدا میں مشغول ہو تہلیل و تسبیح و تحمید پڑھے یہاں تک کہ سو جائے، کہ جس حالت پر انسان سوتا ہے اسی پر اٹھتا ہے اور جس حالت پر مرتا ہے قیامت کے دن اسی پر اٹھے گا۔ سو کر صبح سے پہلے ہی اٹھ جائے اور اٹھتے ہی یادِ خدا کرے یہ پڑھے: **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْۤ اَحْیَانَا بَعْدَ مَاۤ اَمَا تَنَا وَاِلَیْهِ النُّشُوْرُ** .[1] اسی وقت اس کا پکا ارادہ کرے کہ پرہیزگاری و تقویٰ کرے گا کسی کو ستائے گا نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۳: بعد نمازِ عشا باتیں کرنے کی تین صورتیں ہیں۔

اول: علمی گفتگو کسی سے مسئلہ پوچھنا یا اس کا جواب دینا یا اس کی تحقیق و تفتیش کرنا اس قسم کی گفتگو سونے سے افضل ہے۔

دوم: جھوٹے قصے کہانی کہنا مسخرہ پن اور ہنسی مذاق کی باتیں کرنا یہ مکروہ ہے۔

سوم: موانست کی بات چیت کرنا جیسے میاں بیوی میں یا مہمان سے اس کے انس کے لیے کلام کرنا یہ جائز ہے اس قسم کی باتیں کرے تو آخر میں ذکرِالٰہی میں مشغول ہوجائے اور تسبیح و استغفار پر کلام کا خاتمہ ہونا چاہیے۔

مسئلہ۴: دو مرد برہنہ ایک ہی کپڑے کو اوڑھ کر لیٹیں یہ ناجائز ہے۔ اگرچہ بچھونے کے ایک کنارہ پر ایک لیٹا ہو اور دوسرے کنارہ پر دوسرا ہو، اسی طرح دو عورتوں کا برہنہ ہو کر ایک کپڑے کو اوڑھ کر لیٹنا بھی ناجائز ہے۔[3] ''حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے۔''[4]

مسئلہ۵: جب لڑکے اور لڑکی کی عمر دس سال کی ہوجائے تو ان کو الگ الگ سلانا چاہیے یعنی لڑکا جب اتنا بڑا ہوجائے اپنی ماں یا بہن یا کسی عورت کے ساتھ نہ سوئے صرف اپنی زوجہ یا باندی کے ساتھ سو سکتا ہے، بلکہ اس عمر کا لڑکا اتنے بڑے لڑکوں یا مردوں کے ساتھ بھی نہ سوئے۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......ترجمہ: تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے جس نے ہمیں موت (نیند) کے بعد زندگی دی اور (قیامت کے دن) اسی کی طرف اٹھنا ہے۔

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٦.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغیره، ج٩، ص٦٢٩.

4 ......انظر: "صحیح مسلم"، کتاب الحیض، باب تحریم النظر إلی العورات، الحدیث: ٧٤۔(٣٣٨)، ص١٨٦.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغیره، ج٩، ص٦٢٩.

مسئلہ ۶: میاں بیوی جب ایک چار پائی پر سوئیں تو دس برس کے بچہ کو اپنے ساتھ نہ سلائیں، لڑکا جب حدِشہوت کو پہنچ جائے تو وہ مرد کے حکم میں ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۷: راستہ چھوڑ کر کسی کی زمین میں چلنے کا حق نہیں اور اگر وہاں راستہ نہیں ہے تو چل سکتا ہے، مگر جبکہ مالک زمین منع کرے تو اب نہیں چل سکتا، یہ حکم ایک شخص کے متعلق ہے اور جو بہت سے لوگ ہوں تو جب تک مالک زمین راضی نہ ہو نہیں چلنا چاہیے۔ راستہ میں پانی ہے اس کے کنارہ کسی کی زمین ہے، ایسی صورت میں اس زمین میں چل سکتا ہے۔[2] (عالمگیری)

بعض مرتبہ کھیت بویا ہوتا ہے ظاہر ہے کہ اس میں چلنا کاشتکار کے نقصان کا سبب ہے، ایسی صورت میں ہرگز اُس میں چلنا نہ چاہیے۔ بلکہ بعض مرتبہ کاشت کار کھیت کے کنارہ پر جہاں سے چلنے کا احتمال ہوتا ہے کانٹے رکھ دیتے ہیں، یہ صاف اس کی دلیل ہے کہ اس کی جانب سے چلنے کی ممانعت ہے۔ مگر اس پر بھی بعض لوگ توجہ نہیں کرتے ان کو جاننا چاہیے کہ اس صورت میں چلنا منع ہے۔

دیکھنے اور چھونے کا بیان

اللہ عزوجل ارشاد فرماتا ہے:

﴿ قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَ یَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ؕ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِیْرٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ۝۳۰ وَ قُلْ لِّلْمُؤْمِنٰتِ یَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَ یَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَ لْیَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُیُوْبِهِنَّ ۪ وَ لَا یُبْدِیْنَ زِیْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآىٕهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآىٕهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِیْۤ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآىٕهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِیْنَ غَیْرِ اُولِی الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِیْنَ لَمْ یَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ ۪ وَ لَا یَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِیُعْلَمَ مَا یُخْفِیْنَ مِنْ زِیْنَتِهِنَّ ؕ وَ تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ جَمِیْعًا اَیُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝۳۱ ﴾[3]

''مسلمان مردوں سے فرمادو اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں، یہ ان کے لیے بہت ستھرا ہے بے شک اللہ (عزوجل) کو ان کے کاموں کی خبر ہے اور مسلمان عورتوں کو حکم دو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کریں اور اپنا بناؤ نہ دکھائیں مگر جتنا خود ہی ظاہر ہے اور دوپٹے اپنے گریبانوں پر ڈالے رہیں اور اپنا سنگار ظاہر نہ کریں مگر اپنے شوہروں پر یا اپنے باپ یا شوہروں کے باپ یا اپنے بیٹے یا شوہروں کے بیٹے یا اپنے بھائی یا اپنے بھتیجے یا اپنے بھانجے یا اپنے دین

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغیرہ، ج۹، ص۶۳۰.

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج۵، ص۳۷۳.

3 ......پ۱۸، النور: ۳۰۔۳۱.

کی عورتیں یا اپنی کنیزیں جو اپنے ہاتھ کی مِلک ہوں یا نوکر بشرطیکہ شہوت والے مرد نہ ہوں یا وہ بچے جنھیں عورتوں کی شرم کی چیزوں کی خبر نہیں اور زمین پر پاؤں نہ ماریں جس سے ان کا چھپا ہوا سنگار معلوم ہو جائے اور اللہ (عزوجل) کی طرف توبہ کرو، اے مسلمانو! سب کے سب اس امید پر کہ فلاح پاؤ۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰۤى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝۵۹ ﴾ [1]

''اے نبی! اپنی ازواج اور صاحبزادیوں اور مومنین کی عورتوں سے فرما دو کہ اپنے اوپر اپنی اوڑھنیاں لٹکا لیں یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ [2] وہ پہچانی جائیں گی اور ان کو ایذا نہیں دی جائے گی اور اللہ (عزوجل) بخشنے والا مہربان ہے۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَالْقَوَاعِدُ مِنَ النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا يَرْجُوْنَ نِكَاحًا فَلَيْسَ عَلَيْهِنَّ جُنَاحٌ اَنْ يَّضَعْنَ ثِيَابَهُنَّ غَيْرَ مُتَبَرِّجٰتٍۭ بِزِيْنَةٍ ؕ وَاَنْ يَّسْتَعْفِفْنَ خَيْرٌ لَّهُنَّ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝۶۰ ﴾ [3]

''اور بوڑھی خانہ نشین عورتیں جنھیں نکاح کی آرزو نہیں ان پر کچھ گناہ نہیں کہ اپنے بالائی کپڑے اتار رکھیں جبکہ سنگار ظاہر نہ کریں اور اس سے بچنا ان کے لیے بہتر ہے اور اللہ (عزوجل) سنتا جانتا ہے۔''

حدیث ۱: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''عورت شیطان کی صورت میں آگے آتی ہے اور شیطان کی صورت میں پیچھے جاتی ہے، جب کسی نے کوئی عورت دیکھی اور وہ پسند آ گئی اور اس کے دل میں کچھ واقع ہو تو اپنی عورت سے جماع کرے، اس سے وہ بات جاتی رہے گی جو دل میں پیدا ہوگئی ہے۔'' [4]

حدیث ۲: دارمی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس نے کسی عورت کو دیکھا اور وہ پسند آ گئی تو اپنی زوجہ کے پاس چلا جائے کہ اس کے پاس بھی ویسی ہی چیز ہے جو اس کے پاس ہے۔'' [5]

---

1 ...... پ ۲۲، الاحزاب: ۵۹.

2 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر ''ذٰلِکَ اَدْنٰی'' کا ترجمہ ''یہ اس سے نزدیک تر ہے کہ'' موجود نہیں تھا، لہذا متن میں کنز الایمان سے اس کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔...علمیه

3 ...... پ ۱۸، النور: ۶۰.

4 ...... ''صحیح مسلم''، کتاب النکاح، باب ندب من رأى إمرأة...إلخ، الحديث: ۹۔(۱۴۰۳)، ص۷۲۶.

5 ...... ''سنن الدارمي''، کتاب النکاح، باب الرجل یری المرأة فیخاف علی نفسه، الحديث: ۲۲۱۵، ج۲، ص۱۹۶.

حدیث ۳: صحیح مسلم میں جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے اچانک نظر پڑ جانے کے متعلق دریافت کیا۔ ''حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے حکم دیا کہ اپنی نگاہ پھیر لو۔'' (1)

حدیث ۴: امام احمد و ابو داود و ترمذی و دارمی نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ ''ایک نظر کے بعد دوسری نظر نہ کرو (یعنی اگر اچانک بلاقصد کسی عورت پر نظر پڑ جائے تو فوراً نظر ہٹا لے اور دوبارہ نظر نہ کرے) کہ پہلی نظر جائز ہے اور دوسری نظر جائز نہیں۔'' (2)

حدیث ۵: ترمذی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''عورت عورت ہے یعنی چھپانے کی چیز ہے جب وہ نکلتی ہے، تو اسے شیطان جھانک کر دیکھتا ہے۔'' (3) یعنی اسے دیکھنا شیطانی کام ہے۔

حدیث ۶: امام احمد نے ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو مسلمان کسی عورت کی خوبیوں کی طرف پہلی دفعہ نظر کرے یعنی بلاقصد پھر اپنی آنکھ میچ لے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایسی عبادت پیدا کردے گا جس کا مزہ اس کو ملے گا۔'' (4)

حدیث ۷: بیہقی نے حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں مجھے یہ خبر پہنچی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''دیکھنے والے پر اور اُس پر جس کی طرف نظر کی گئی اللہ (عزوجل) کی لعنت۔'' (5) یعنی دیکھنے والا جب بلاعذر قصداً دیکھے اور دوسرا اپنے کو بلاعذر قصداً دکھائے۔

حدیث ۸: ابن ماجہ نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں میں نے حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کی شرم گاہ کی طرف کبھی نظر نہیں کی۔ (6)

حدیث ۹: ترمذی و ابو داود و ابن ماجہ بروایت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: اپنی عورت یعنی ستر کی جگہ کو محفوظ رکھو، مگر بی بی سے یا اس باندی سے جس کے تم مالک ہو۔ میں نے عرض کی،

---

(1) ...... "صحیح مسلم"، کتاب الآداب، باب نظر الفجاءة، الحدیث: ٤٥ ـ (٢١٥٩)، ص ١١٩٠.

(2) ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حدیث بریدة الأسلمي، الحدیث: ٢٣٠٥٢، ج٩، ص١٨ ـ ١٩.
و "سنن الترمذي"، کتاب الأدب، باب ماجاء في نظرة الفجاءة، الحدیث: ٢٧٨٦، ج٤، ص٣٥٦.

(3) ...... "سنن الترمذي"، کتاب الرضاع، باب: ١٨، الحدیث: ١١٧٦، ج٢، ص٣٩٢.

(4) ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند الانصار، حدیث أبي أمامة الباهلي، الحدیث: ٢٢٣٤١، ج٨، ص٢٩٩.

(5) ...... "شعب الإیمان"، باب الحیاء، فصل في الحمام، الحدیث: ٧٧٨٨، ج٦، ص١٦٢.

(6) ...... "سنن ابن ماجه"، کتاب الطهارة، باب النهی أن یری عورة أخیه، الحدیث: ٦٦٢، ج١، ص٣٦٥.

یارسول اللہ(صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) یہ فرمایئے کہ اگر مرد تنہائی میں ہو ارشاد فرمایا: ''اللہ عزوجل سے شرم کرنا زیادہ سزاوار ہے۔''(1)

حدیث۱۰: ترمذی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب مرد عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے، تو تیسرا شیطان ہوتا ہے۔''(2)

حدیث۱۱: ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جن عورتوں کے شوہر غائب ہیں ان کے پاس نہ جاؤ، کہ شیطان تم میں خون کی طرح تیرتا ہے یعنی شیطان کو بہکاتے دیر نہیں لگتی۔ ہم نے عرض کی، اور حضور(صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سے، یارسول اللہ!(صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)۔ فرمایا: اور مجھ سے بھی، مگر اللہ (عزوجل) نے میری اس کے مقابل میں مدد فرمائی، وہ مسلمان ہوگیا یا میں سلامت رہتا ہوں۔''(3) حدیث کے لفظ میں دونوں معنی ہوسکتے ہیں۔

حدیث۱۲: صحیح بخاری و مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''عورتوں کے پاس جانے سے بچو۔'' ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ(صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)! دیور کے متعلق کیا حکم ہے؟ فرمایا کہ ''دیور موت ہے۔'' (4) یعنی دیور کے سامنے ہونا گویا موت کا سامنا ہے کہ یہاں فتنہ کا زیادہ احتمال ہے۔

حدیث۱۳: ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''برہنہ ہونے سے بچو، کیونکہ تمھارے ساتھ وہ (فرشتے) ہوتے ہیں جو جدا نہیں ہوتے مگر صرف پاخانہ کے وقت اور اس وقت جب مرد اپنی عورت کے پاس جاتا ہے، لہٰذا ان سے حیا کرو اور ان کا اکرام کرو۔''(5)

حدیث۱۴: ترمذی و ابوداود نے جرہد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''کیا تمھیں معلوم نہیں کہ ران عورت ہے۔'' (6) یعنی چھپانے کی چیز ہے۔

---

1 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب النكاح، باب التستر عند الجماع، الحديث: ١٩٢٠، ج٢، ص٤٤٨.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب النكاح، باب النظر إلى المخطوبة...إلخ، الحديث: ٣١١٧، ج٢، ص٢٠٨.

2 ......"سنن الترمذي"، كتاب الفتن، باب ماجاء في لزوم الجماعة، الحديث: ٢١٧٢، ج٤، ص٦٧.

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب الرضاع، باب: ١٧، الحديث: ١١٧٥، ج٢، ص٣٩١.

4 ......"صحيح البخاري"، كتاب النكاح، باب لايخلون رجل بامرأة إلا ذو محرم...إلخ، الحديث: ٥٢٣٢، ج٣، ص٣٧٢.
و"صحيح مسلم"، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالأجنبية...إلخ، الحديث: ٢٠-(٢١٧٢)، ص١١٩٦.

5 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء في الإستتار عند الجماع، الحديث: ٢٨٠٩، ج٤، ص٣٦٥.

6 ......"سنن أبي داود"، كتاب الحمام، باب النهى عن التعرى، الحديث: ٤٠١٤، ج٤، ص٥٦.

حدیث ۱۵: ابوداود وابن ماجہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا کہ ''اے علی! ران کو نہ کھولو اور نہ زندہ کی ران کی طرف نظر کرو نہ مردہ کی۔''[1]

حدیث ۱۶: صحیح مسلم میں ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''ایک مرد دوسرے مرد کی ستر کی جگہ نہ دیکھے اور نہ عورت دوسری عورت کی ستر کی جگہ دیکھے اور نہ مرد دوسرے مرد کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ سوئے اور نہ عورت دوسری عورت کے ساتھ ایک کپڑے میں برہنہ سوئے۔''[2]

حدیث ۱۷: امام احمد و ترمذی و ابوداود نے حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ یہ اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہما حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) کی خدمت میں حاضر تھیں کہ عبداللہ بن اُم مکتوم رضی اللہ تعالٰی عنہ آئے۔ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے ان دونوں سے فرمایا کہ ''پردہ کرلو۔'' کہتی ہیں: میں نے عرض کی، یارسول اللہ (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم)! وہ تو نابینا ہیں، ہمیں نہیں دیکھیں گے۔ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا: ''کیا تم دونوں اندھی ہو، کیا تم انھیں نہیں دیکھو گی۔''[3]

حدیث ۱۸: صحیح بخاری ومسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''ایسا نہ ہو کہ ایک عورت دوسری عورت کے ساتھ رہے پھر اپنے شوہر کے سامنے اس کا حال بیان کرے، گویا یہ اسے دیکھ رہا ہے۔''[4]

حدیث ۱۹: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''خبردار کوئی مرد ثیب عورت کے یہاں رات کو نہ رہے مگر اس صورت میں کہ اس سے نکاح کرنے والا ہو یا اس کا ذی محرم ہو۔''[5]

حدیث ۲۰: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ ایک شخص نے نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کی خدمت میں یہ عرض کی کہ انصاریہ عورت سے نکاح کا میرا ارادہ ہے۔ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا کہ ''اسے دیکھ لو! کیونکہ انصار کی آنکھوں میں کچھ ہے۔''[6] یعنی ان کی آنکھیں کچھ بھوری ہوتی ہیں۔

1 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب ماجاء في الجنائز، باب ماجاء في غسل الميت، الحديث: ١٤٦٠، ج٢، ص٢٠٠.

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب الحيض، باب تحريم النظر إلى العورات، الحديث: ٧٤-(٣٣٨)، ص١٨٦.

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء في إحتجاب النساء من الرجال، الحديث: ٢٧٨٧، ج٤، ص٣٥٦.
و"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث ام سلمة زوج النبي صلى الله تعالى عليه وسلم، الحديث: ٢٦٥٩٩، ج١٠، ص١٨٣.

4 ......"صحيح البخاري"، كتاب النكاح، باب لا تباشر المرأة... إلخ، الحديث: ٥٢٤٠، ج٣، ص٤٧٤.

5 ......"صحيح مسلم"، كتاب السلام، باب تحريم الخلوة بالأجنبية... إلخ، الحديث: ١٩-(٢١٧٢)، ص١١٩٦.

6 ......"صحيح مسلم"، كتاب النكاح، باب ندب من اراد نكاح إمرأة... إلخ، الحديث: ٧٤-(١٤٢٤)، ص٧٣٩.

حدیث ۲۱: امام احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی نے مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا۔ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا کہ تم نے اسے دیکھ لیا ہے؟ عرض کی، نہیں۔ فرمایا: ''اسے دیکھ لو! کہ اس کی وجہ سے تم دونوں کے درمیان موافقت ہونے کا پہلو غالب ہے۔''[1]

مسائل فقہیہ

اس باب کے مسائل چار قسم کے ہیں۔ مرد کا مرد کو دیکھنا، عورت کا عورت کو دیکھنا، عورت کا مرد کو دیکھنا، مرد کا عورت کو دیکھنا۔

مرد مرد کے ہر حصۂ بدن کی طرف نظر کرسکتا ہے سوا ان اعضا کے جن کا ستر ضروری ہے۔ وہ ناف کے نیچے سے گھٹنے کے نیچے تک ہے کہ اس حصۂ بدن کا چھپانا فرض ہے، جن اعضا کا چھپانا ضروری ہے ان کو عورت کہتے ہیں۔ کسی کو گھٹنا کھولے ہوئے دیکھے تو اسے منع کرے اور ران کھولے ہوئے دیکھے تو سختی سے منع کرے اور شرم گاہ کھولے ہوئے ہو تو اسے سزا دی جائے گی۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱: بہت چھوٹے بچے کے لیے عورت نہیں یعنی اس کے بدن کے کسی حصہ کا چھپانا فرض نہیں، پھر جب کچھ بڑا ہوگیا تو اس کے آگے پیچھے کا مقام چھپانا ضروری ہے۔ پھر جب اور بڑا ہو جائے دس برس سے بڑا ہو جائے تو اس کے لیے بالغ کا سا حکم ہے۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲: جس حصۂ بدن کی طرف نظر کرسکتا ہے اس کو چھو بھی سکتا ہے۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۳: لڑکا جب مراہق[5] ہو جائے اور وہ خوبصورت نہ ہو تو نظر کے بارے میں اس کا وہی حکم ہے جو مرد کا ہے اور خوبصورت ہو تو عورت کا جو حکم ہے وہ اس کے لیے ہے یعنی شہوت کے ساتھ اس کی طرف نظر کرنا حرام ہے اور شہوت نہ ہو تو اس کی طرف بھی نظر کرسکتا ہے اور اس کے ساتھ تنہائی بھی جائز ہے۔

---

1 ......"سنن النسائی"، کتاب النکاح، باب إباحة النظر قبل التزویج، الحدیث: ۳۲۳۲، ص۵۲۷.

و"مشکاة المصابیح"، کتاب النکاح، باب النظر إلی المخطوبة، الحدیث: ۳۱۰۷، ج۲، ص۲۰۶.

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب الثامن فیما یحل... إلخ، ج۵، ص۳۲۷.

3 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، ج۹، ص۶۰۲.

4 ......"الهدایة"، کتاب الکراهیة، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج۲، ص۳۷۱.

5 ......یعنی بالغ ہونے کے قریب۔

شہوت نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اسے یقین ہو کہ نظر کرنے سے شہوت نہ ہوگی اور اگر اس کا شبہہ بھی ہو تو ہرگز نظر نہ کرے، بوسہ کی خواہش پیدا ہونا بھی شہوت کی حد میں داخل ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: عورت کا عورت کو دیکھنا، اس کا وہی حکم ہے جو مرد کو مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے یعنی ناف کے نیچے سے گھٹنے تک نہیں دیکھ سکتی باقی اعضا کی طرف نظر کرسکتی ہے۔ بشرطیکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۵: عورت صالحہ کو یہ چاہیے کہ اپنے کو بدکار عورت کے دیکھنے سے بچائے، یعنی اس کے سامنے دوپٹا وغیرہ نہ اتارے کیونکہ وہ اسے دیکھ کر مردوں کے سامنے اس کی شکل وصورت کا ذکر کرے گی، مسلمان عورت کو یہ بھی حلال نہیں کہ کافرہ کے سامنے اپنا ستر کھولے۔[3] (عالمگیری)

گھروں میں کافرہ عورتیں آتی ہیں اور بیبیاں ان کے سامنے اسی طرح مواضع ستر کھولے ہوئے ہوتی ہیں جس طرح مسلمہ کے سامنے رہتی ہیں ان کو اس سے اجتناب [4] لازم ہے۔ اکثر جگہ دائیاں کافرہ ہوتی ہیں اور وہ بچہ جنانے کی خدمت انجام دیتی ہیں، اگر مسلمان دائیاں مل سکیں تو کافرہ سے ہرگز یہ کام نہ کرایا جائے کہ کافرہ کے سامنے ان اعضا کے کھولنے کی اجازت نہیں۔

مسئلہ ۶: عورت کا مرد اجنبی کی طرف نظر کرنے کا وہی حکم ہے، جو مرد کا مرد کی طرف نظر کرنے کا ہے اور یہ اس وقت ہے کہ عورت کو یقین کے ساتھ معلوم ہو، کہ اس کی طرف نظر کرنے سے شہوت نہیں پیدا ہوگی اور اگر اس کا شبہہ بھی ہو تو ہرگز نظر نہ کرے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۷: عورت مرد اجنبی کے جسم کو ہرگز نہ چھوئے جبکہ دونوں میں سے کوئی بھی جوان ہو، اس کو شہوت ہوسکتی ہو اگرچہ اس بات کا دونوں کو اطمینان ہو کہ شہوت نہیں پیدا ہوگی۔[6] (عالمگیری) بعض جوان عورتیں اپنے پیروں کے ہاتھ پاؤں دباتی ہیں اور بعض پیر اپنی مریدہ سے ہاتھ پاؤں دبواتے ہیں اور ان میں اکثر دونوں یا ایک حدِ شہوت میں ہوتا ہے ایسا کرنا ناجائز ہے اور دونوں گنہگار ہیں۔

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، ج۹، ص۶۰۲.

2 ......"الهداية"، کتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج۲، ص۳۷۰.

3 ......"الفتاوى الهندية"، کتاب الكراهية، الباب الثامن فيمايحل...إلخ، ج۵، ص۳۲۷.

4 ......بچنا۔

5 ......"الفتاوى الهندية"، کتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل...إلخ، ج۵، ص۳۲۷.

6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۸: مرد کا عورت کو دیکھنا، اس کی کئی صورتیں ہیں:

① مرد کا اپنی زوجہ یا باندی کو دیکھنا۔ ② مرد کا اپنے محارم کی طرف نظر کرنا۔ ③ مرد کا آزاد عورت اجنبیہ کو دیکھنا۔
④ مرد کا دوسرے کی باندی کو دیکھنا۔

پہلی صورت کا حکم یہ ہے کہ عورت کی ایڑی سے چوٹی تک ہر عضو کی طرف نظر کرسکتا ہے شہوت اور بلاشہوت دونوں صورتوں میں دیکھ سکتا ہے، اسی طرح یہ دونوں قسم کی عورتیں اس مرد کے ہر عضو کو دیکھ سکتی ہیں، ہاں بہتر یہ ہے کہ مقام مخصوص کی طرف نظر نہ کرے، کیونکہ اس سے نسیان پیدا ہوتا ہے اور نظر میں بھی ضعف پیدا ہوتا ہے۔ اس مسئلہ میں باندی سے مراد وہ ہے جس سے وطی جائز ہے۔[1] (عالمگیری، درمختار وردالمحتار)

مسئلہ ۹: جس باندی سے وطی نہ کرسکتا ہو مثلاً وہ مشرکہ ہے یا مکاتبہ یا مشترکہ یا رضاعت یا مصاہرت کی وجہ سے اس سے وطی حرام ہو وہ اجنبیہ کے حکم میں ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۰: زوجہ اور اس باندی کے ہر عضو کو چھو بھی سکتا ہے اور یہ بھی اس کے ہر عضو کو چھو سکتی ہے، یہاں تک کہ ہر ایک دوسرے کی شرم گاہ کو بھی چھو سکتا ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: جماع کے وقت دونوں بالکل برہنہ بھی ہو سکتے ہیں جبکہ وہ مکان بہت چھوٹا دس پانچ ہاتھ کا ہو۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: میاں بی بی جب بچھونے پر ہوں مگر جماع میں مشغول نہ ہوں، اس حالت میں ان کے محارم وہاں اجازت لے کر آ سکتے ہیں، بغیر اجازت نہیں آ سکتے۔ اسی طرح خادم یعنی غلام اور باندی بھی آ سکتی ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: باندی کا ہاتھ پکڑ کر مکان کے اندر لے گیا اور دروازہ بند کرلیا اور لوگوں کو معلوم ہو گیا کہ وطی کرنے کے لیے ایسا کیا ہے یہ مکروہ ہے۔ یوہیں سَوت[6] کے سامنے بی بی سے وطی کرنا مکروہ ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: جو عورت اس کے محارم میں ہو اس کے سر، سینہ، پنڈلی، بازو، کلائی، گردن، قدم کی طرف نظر کرسکتا

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل... إلخ، ج٥، ص٣٢٧.
و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، ج٩، ص٦٠٥.

2 ...... "الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، ج٩، ص٦٠٤.

3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل... إلخ، ج٥، ص٣٢٨.

4 ...... المرجع السابق.　5 ...... المرجع السابق.

6 ...... یعنی ایک خاوند کی دو یا زیادہ بیویاں آپس میں ایک دوسرے کی سَوت کہلاتی ہیں۔

7 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل... إلخ، ج٥، ص٣٢٨.

ہے، جبکہ دونوں میں سے کسی کی شہوت کا اندیشہ نہ ہومحارم کے پیٹ، پیٹھ اور ران کی طرف نظر کرنا ناجائز ہے۔[1] (ہدایہ) اسی طرح کروٹ اور گھٹنے کی طرف نظر کرنا بھی ناجائز ہے۔[2] (ردالمحتار) کان اور گردن اور شانہ اور چہرہ کی طرف نظر کرنا جائز ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: محارم سے مراد وہ عورتیں ہیں جن سے ہمیشہ کے لیے نکاح حرام ہے، یہ حرمت نسب سے ہو یا سبب سے مثلاً رضاعت یا مصاہرت[4] اگر زنا کی وجہ سے حرمت مصاہرت ہو جیسے مزنیہ کے اصول وفروع[5] ان کی طرف نظر کا بھی وہی حکم ہے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۶: محارم کے جن اعضا کی طرف نظر کرسکتا ہے ان کو چھو بھی سکتا ہے، جبکہ دونوں میں سے کسی کی شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔ مرد اپنی والدہ کے پاؤں دبا سکتا ہے مگر ران اس وقت دبا سکتا ہے جب کپڑے سے چھپی ہو، یعنی کپڑے کے اوپر سے اور بغیر حائل چھونا جائز نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۷: والدہ کے قدم کو بوسہ بھی دے سکتا ہے۔ حدیث میں ہے ''جس نے اپنی والدہ کا پاؤں چوما، تو ایسا ہے جیسے جنت کی چوکھٹ کو بوسہ دیا۔''[8] (درمختار)

مسئلہ ۱۸: محارم کے ساتھ سفر کرنا یا خلوت میں اس کے ساتھ ہونا، یعنی مکان میں دونوں کا تنہا ہونا کہ کوئی دوسرا وہاں نہ ہو جائز ہے بشرطیکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔[9] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۹: دوسرے کی باندی کی طرف نظر کرنے کا وہی حکم ہے جو محارم کا ہے۔ مدبرہ اور مکاتبہ کا بھی یہی حکم ہے۔[10] (ہدایہ)

---

1. ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج٢، ص٣٧٠.
2. ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، ج٩، ص٦٠٦.
3. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل...إلخ، ج٥، ص٣٢٨.
4. ......**رضاعت** (یعنی دودھ کے رشتے) اور **مصاہرت** (یعنی سسرالی رشتے) کی معلومات کے لیے **''بہارِشریعت، جلد دوم، حصہ ۷''**، ملاحظہ فرمائیں۔
5. ......یعنی جس عورت سے زنا کیا، اس کی ماں اور لڑکیاں زانی کے لیے۔
6. ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج٢، ص٣٧٠.
7. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل...إلخ، ج٥، ص٣٢٨.
8. ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، ج٩، ص٦٠٦.
9. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل...إلخ، ج٥، ص٣٢٨.
10. ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج٢، ص٣٧١.

مسئلہ ۲۰: کنیز کو خریدنے کا ارادہ ہو تو اس کی کلائی اور بازو اور پنڈلی اور سینہ کی طرف نظر کرسکتا ہے، کیونکہ اس حالت میں دیکھنے کی ضرورت ہے اور اس کے ان اعضا کو چھو بھی سکتا ہے بشرطیکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۱: اجنبی عورت کی طرف نظر کرنے کا حکم یہ ہے کہ اس کے چہرہ اور ہتھیلی کی طرف نظر کرنا جائز ہے، کیونکہ اس کی ضرورت پڑتی ہے کہ کبھی اس کے موافق یا مخالف شہادت دینی ہوتی ہے یا فیصلہ کرنا ہوتا ہے اگر اسے نہ دیکھا ہو تو کیونکر گواہی دے سکتا ہے کہ اس نے ایسا کیا ہے اس کی طرف دیکھنے میں بھی وہی شرط ہے کہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو اور یوں بھی ضرورت ہے کہ بہت سی عورتیں گھر سے باہر آتی جاتی ہیں، لہٰذا اس سے بچنا بہت دشوار ہے۔ بعض علما نے قدم کی طرف بھی نظر کو جائز کہا ہے۔[2] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۲۲: اجنبیہ عورت کے چہرہ اور ہتھیلی کو دیکھنا اگرچہ جائز ہے مگر چھونا جائز نہیں، اگرچہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو کیونکہ نظر کے جواز کی وجہ ضرورت اور بلوائے عام ہے چھونے کی ضرورت نہیں، لہٰذا چھونا حرام ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان سے مصافحہ جائز نہیں اسی لیے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بوقت بیعت بھی عورتوں سے مصافحہ نہ فرماتے صرف زبان سے بیعت لیتے۔ ہاں اگر وہ بہت زیادہ بوڑھی ہو کہ محل شہوت نہ ہو تو اس سے مصافحہ میں حرج نہیں۔ یو ہیں اگر مرد بہت زیادہ بوڑھا ہو کہ فتنہ کا اندیشہ ہی نہ ہو تو مصافحہ کرسکتا ہے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۳: بہت چھوٹی لڑکی جو مشتہاۃ[4] نہ ہو اس کو دیکھنا بھی جائز ہے اور چھونا بھی جائز ہے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۴: اجنبیہ عورت نے کسی کے یہاں کام کاج کرنے روٹی پکانے کی نوکری کی ہے اس صورت میں اس کی کلائی کی طرف نظر جائز ہے۔ کہ وہ کام کاج کے لیے آستین چڑھائے گی کلائیاں اس کی کھلیں گی اور جب اس کے مکان میں ہے تو کیوں کر بچ سکے گا، اسی طرح اس کے دانتوں کی طرف نظر کرنا بھی جائز ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: اجنبیہ عورت کے چہرہ کی طرف اگرچہ نظر جائز ہے، جبکہ شہوت کا اندیشہ نہ ہو مگر یہ زمانہ فتنہ کا ہے اس زمانے میں ویسے لوگ کہاں جیسے اگلے زمانہ میں تھے، لہٰذا اس زمانہ میں اس کو دیکھنے کی ممانعت کی جائے گی مگر گواہ و قاضی کے لیے

---

1 ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج٢، ص ٣٧١.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص ٦١٠.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل...إلخ، ج٥، ص٣٢٩.

3 ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج٢، ص٣٦٨، وغيرها .

4 ......یعنی قابلِ شہوت۔

5 ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج٢، ص٣٦٨.

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل...إلخ، ج٥، ص٣٢٩.

کہ بوجہ ضرورت ان کے لیے نظر کرنا جائز ہے اور ایک صورت اور بھی ہے وہ یہ کہ اس عورت سے نکاح کرنے کا ارادہ ہو تو اس نیت سے دیکھنا جائز ہے۔ کہ حدیث میں یہ آیا ہے کہ ''جس سے نکاح کرنا چاہتے ہو اس کو دیکھ لو کہ یہ بقائے محبت کا ذریعہ ہوگا۔''[1] اسی طرح عورت اُس مرد کو جس نے اس کے پاس پیغام بھیجا ہے دیکھ سکتی ہے، اگرچہ اندیشۂ شہوت ہو مگر دیکھنے میں دونوں کی یہی نیت ہو کہ حدیث پر عمل کرنا چاہتے ہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۶: جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے اگر اس کو دیکھنا ناممکن ہو جیسا کہ اس زمانہ کا رواج یہ ہے کہ اگر کسی نے نکاح کا پیغام دے دیا تو کسی طرح بھی اسے لڑکی کو نہیں دیکھنے دیں گے یعنی اس سے اتنا زبردست پردہ کیا جاتا ہے کہ دوسرے سے اتنا پردہ نہیں ہوتا اس صورت میں اس شخص کو یہ چاہیے کہ کسی عورت کو بھیج کر دکھوالے اور وہ آکر اس کے سامنے سارا حلیہ و نقشہ وغیرہ بیان کردے تاکہ اسے اس کی شکل و صورت کے متعلق اطمینان ہو جائے۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۷: جس عورت سے نکاح کرنا چاہتا ہے، اس کی ایک لڑکی بھی ہے اور معلوم ہوا کہ یہ لڑکی بالکل اپنی ماں کی شکل و صورت کی ہے اس مقصد سے کہ اس کی ماں سے نکاح کرنا ہے لڑکی کو دیکھنا جائز نہیں جبکہ یہ مشتہاۃ ہو۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۸: اجنبیہ عورت کی طرف نظر کرنے میں ضرورت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ عورت بیمار ہے اس کے علاج میں بعض اعضا کی طرف نظر کرنے کی ضرورت پڑتی ہے بلکہ اس کے جسم کو چھونا پڑتا ہے۔ مثلاً نبض دیکھنے میں ہاتھ چھونا ہوتا ہے یا پیٹ میں ورم کا خیال ہو تو ٹٹول کر دیکھنا ہوتا ہے یا کسی جگہ پھوڑا ہو تو اسے دیکھنا ہوتا ہے بلکہ بعض مرتبہ ٹٹولنا بھی پڑتا ہے اس صورت میں موضعِ مرض کی طرف نظر کرنا یا اس ضرورت سے بقدرِ ضرورت اس جگہ کو چھونا جائز ہے۔

یہ اس صورت میں ہے کوئی عورت علاج کرنے والی نہ ہو، ورنہ چاہیے یہ کہ عورتوں کو بھی علاج کرنا سکھایا جائے تاکہ ایسے مواقع پر وہ کام کریں کہ ان کے دیکھنے وغیرہ میں اتنی خرابی نہیں جو مرد کے دیکھنے وغیرہ میں ہے۔ اکثر جگہ دائیاں ہوتی ہیں جو پیٹ کے ورم کو دیکھ سکتی ہیں جہاں دائیاں دستیاب ہوں مرد کو دیکھنے کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔ علاج کی ضرورت سے نظر کرنے میں بھی یہ احتیاط ضروری ہے کہ صرف اتنا ہی حصۂ بدن کھولا جائے جس کے دیکھنے کی ضرورت ہے باقی حصۂ بدن کو اچھی طرح چھپا دیا جائے کہ اس پر نظر نہ پڑے۔[5] (ہدایہ وغیرہا)

---

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب النكاح، باب ماجاء في النظر إلى المخطوبة، الحديث: ١٠٨٩، ج٢، ص٣٤٦.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، ج٩، ص٦١٠.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، ج٩، ص٦١١.

4 ......المرجع السابق.

5 ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج٢، ص٣٦٩، وغيرها.

مسئلہ ۲۹: عمل دینے [1] کی ضرورت ہو تو مرد مرد کے موضع حقنہ [2] کی طرف نظر کر سکتا ہے یہ بھی بوجہ ضرورت جائز ہے اور ختنہ کرنے میں موضع ختنہ کی طرف نظر کرنا بلکہ اس کا چھونا بھی جائز ہے کہ یہ بھی بوجہ ضرورت ہے۔[3] (ہدایہ، عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: عورت کو فصد کرانے [4] کی ضرورت ہے اور کوئی عورت ایسی نہیں ہے جو اچھی طرح فصد کھولے تو مرد سے فصد کرانا جائز ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۱: اجنبیہ عورت نے خوب موٹے کپڑے پہن رکھے ہیں کہ بدن کی رنگت وغیرہ نظر نہیں آتی، تو اس صورت میں اس کی طرف نظر کرنا جائز ہے، کہ یہاں عورت کو دیکھنا نہیں ہوا بلکہ ان کپڑوں کو دیکھنا ہوا یہ اس وقت ہے کہ اس کے کپڑے چست نہ ہوں اور اگر چست کپڑے پہنے ہو کہ جسم کا نقشہ کھنچ جاتا ہو مثلاً چست پائجامہ میں پنڈلی اور ران کی پوری ہیئت نظر آتی ہے تو اس صورت میں نظر کرنا ناجائز ہے۔

اسی طرح بعض عورتیں بہت باریک کپڑے پہنتی ہیں مثلاً آبِ رواں [6] یا جالی یا باریک ململ ہی کا ڈوپٹا [7] جس سے سر کے بال یا بالوں کی سیاہی یا گردن یا کان نظر آتے ہیں اور بعض باریک تنزیب یا جالی کے کرتے پہنتی ہیں کہ پیٹ اور پیٹھ بالکل نظر آتی ہے اس حالت میں نظر کرنا حرام ہے اور ایسے موقع پر ان کو اس قسم کے کپڑے پہننا بھی ناجائز۔[8] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲: خصی یعنی جس کے انثیین نکال لیے گئے ہوں یا مجبوب جس کا عضو تناسل کاٹ لیا گیا جب ان کی عمر پندرہ سال کی ہو تو ان کے لیے بھی اجنبیہ کی طرف نظر کرنا ناجائز ہے۔ یہی حکم زنخوں [9] کا بھی ہے۔[10] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۳: جس عضو کی طرف نظر کرنا ناجائز ہے اگر وہ بدن سے جدا ہو جائے تو اب بھی اس کی طرف نظر کرنا ناجائز ہی رہے گا، مثلاً پیڑو کے بال [11] کہ ان کو جدا کرنے کے بعد بھی دوسرا شخص دیکھ نہیں سکتا۔ عورت کے سر کے بال یا اس کے

---

1 ...... یعنی دوا دینے۔ 2 ...... یعنی کسی دوا کی بتی یا پچکاری چڑھانے کی جگہ (یعنی پیچھے کا مقام)۔

3 ...... "الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج٢، ص٣٦٩.
و"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل...إلخ، ج٥، ص٣٣٠.

4 ...... یعنی رگ سے خون نکلوانے۔

5 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل...إلخ، ج٥، ص٣٣٠.

6 ...... ایک قسم کا نہایت اچھا اور باریک کپڑا۔ 7 ...... دوپٹا۔

8 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن فيما يحل...إلخ، ج٥، ص٣٢٩.

9 ...... یعنی ہیجڑے۔

10 ...... "الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في الوطء والنظر واللمس، ج٢، ص٣٧٢.

11 ...... یعنی ناف کے نیچے کے بال۔

پاؤں یا کلائی کی ہڈی کہ اس کے مرنے کے بعد بھی اجنبی شخص اُن کو نہیں دیکھ سکتا۔ عورت کے پاؤں کے ناخن کہ ان کو بھی اجنبی شخص نہیں دیکھ سکتا اور ہاتھ کے ناخن کو دیکھ سکتا ہے۔[1] (درمختار) اکثر دیکھا گیا ہے کہ غسل خانہ یا پاخانہ میں موئے زیرناف مونڈ کر بعض لوگ چھوڑ دیتے ہیں ایسا کرنا درست نہیں بلکہ ان کو ایسی جگہ ڈال دیں کہ کسی کی نظر نہ پڑے یا زمین میں دفن کردیں۔ عورتوں کو بھی لازم ہے کہ کنگھا کرنے میں یا سر دھونے میں جو بال نکلیں انھیں کہیں چھپادیں کہ ان پر اجنبی کی نظر نہ پڑے۔

مسئلہ ۳۴: عورت کو داڑھی یا مونچھ کے بال نکل آئیں تو ان کا نوچنا جائز بلکہ مستحب ہے کہ کہیں اس کے شوہر کو اس سے نفرت نہ پیدا ہو۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۵: اجنبیہ عورت کے ساتھ خلوت یعنی دونوں کا ایک مکان میں تنہا ہونا حرام ہے ہاں اگر وہ بالکل بوڑھی ہے کہ شہوت کے قابل نہ ہو تو خلوت ہوسکتی ہے۔ عورت کو طلاق بائن دے دی تو اس کے ساتھ تنہا مکان میں رہنا ناجائز ہے اور اگر دوسرا مکان نہ ہو تو دونوں کے مابین پردہ لگا دیا جائے، تاکہ دونوں اپنے اپنے حصہ میں رہیں یہ اس وقت ہے کہ شوہر فاسق نہ ہو اور اگر فاسق ہو تو ضروری ہے کہ وہاں کوئی ایسی عورت بھی رہے جو شوہر کو عورت سے روکنے پر قادر ہو۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۶: محارم کے ساتھ خلوت جائز ہے، یعنی دونوں ایک مکان میں تنہا ہوسکتے ہیں۔ مگر رضاعی بہن اور ساس کے ساتھ تنہائی جائز نہیں جبکہ یہ جوان ہوں۔ یہی حکم عورت کی جوان لڑکی کا ہے جو دوسرے شوہر سے ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مکان میں جانے کے لیے اجازت لینا

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ بُیُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَاْنِسُوْا وَ تُسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَهْلِهَاؕ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۝۲۷ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فِیْهَاۤ اَحَدًا فَلَا تَدْخُلُوْهَا حَتّٰى یُؤْذَنَ لَكُمْۚ وَ اِنْ قِیْلَ لَكُمُ ارْجِعُوْا فَارْجِعُوْا هُوَ اَزْكٰى لَكُمْؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِیْمٌ۝۲۸ لَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَدْخُلُوْا بُیُوْتًا غَیْرَ مَسْكُوْنَةٍ فِیْهَا مَتَاعٌ لَّكُمْؕ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَ مَا تَكْتُمُوْنَ۝۲۹ ﴾[5]

---

1 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر و المس، ج۹، ص۶۱۲ - ۶۱٤.

2 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر و المس، ج۹، ص۶۱۵.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر و المس، ج۹، ص۶۰۷.

4 ......المرجع السابق، ص۶۰۸.

5 ......پ۱۸، النور: ۲۷ - ۲۹.

''اے ایمان والو! اپنے گھروں کے سوا دوسرے گھروں میں داخل نہ ہو جب تک اجازت نہ لے لو اور گھر والوں پر سلام نہ کرلو، یہ تمھارے لیے بہتر ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور اگر ان گھروں میں کسی کو نہ پاؤ تو اندر نہ جاؤ جب تک تمھیں اجازت نہ ملے اور اگر تم سے کہا جائے کہ لوٹ جاؤ تو واپس چلے آؤ، یہ تمھارے لیے زیادہ پاکیزہ ہے، اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ (عزوجل) اس کو جانتا ہے، اس میں تم پر کوئی گناہ نہیں کہ ایسے گھروں کے اندر چلے جاؤ جن میں کوئی رہتا نہیں ہے اور ان میں تمھارا سامان ہے اور اللہ (عزوجل) جانتا ہے جو تم ظاہر کرتے ہو اور جس کو چھپاتے ہو۔'' اور فرماتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لِيَسْتَاْذِنْكُمُ الَّذِيْنَ مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَبْلُغُوا الْحُلُمَ مِنْكُمْ ثَلٰثَ مَرّٰتٍ ؕ مِنْ قَبْلِ صَلٰوةِ الْفَجْرِ وَحِيْنَ تَضَعُوْنَ ثِيَابَكُمْ مِّنَ الظَّهِيْرَةِ وَمِنْۢ بَعْدِ صَلٰوةِ الْعِشَآءِ ؕ ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ ؕ لَيْسَ عَلَيْكُمْ وَلَا عَلَيْهِمْ جُنَاحٌۢ بَعْدَهُنَّ ؕ طَوّٰفُوْنَ عَلَيْكُمْ بَعْضُكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۸﴾ وَاِذَا بَلَغَ الْاَطْفَالُ مِنْكُمُ الْحُلُمَ فَلْيَسْتَاْذِنُوْا كَمَا اسْتَاْذَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۵۹﴾ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! چاہیے کہ تم سے اذن لیں وہ جن کے تم مالک ہو (غلام) اور وہ جو تم میں ابھی جوانی کو نہ پہنچے تین وقت نماز صبح سے پہلے اور جب تم اپنے کپڑے اتار رکھتے ہو دوپہر کو اور نماز عشا کے بعد یہ تین وقت تمھاری شرم کے ہیں، ان تین کے علاوہ کچھ گناہ نہیں تم پر، نہ ان پر، تمھارے پاس آمدورفت رکھتے ہیں بعض بعض کے پاس۔ یوہیں اللہ (عزوجل) تمھارے لیے آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ (عزوجل) علم وحکمت والا ہے اور جب تم میں کے لڑکے جوانی کو پہنچ جائیں تو وہ بھی اذن مانگیں جیسے ان کے اگلوں نے اذن مانگا۔ یوہیں اللہ (عزوجل) تمھارے لیے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے اور اللہ (عزوجل) علم وحکمت والا ہے۔''

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، کہ ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ ہمارے پاس آئے اور یہ کہا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مجھے بلایا تھا۔ میں نے ان کے دروازہ پر جاکر تین بار سلام کیا، جب جواب نہیں ملا تو میں واپس چلا آیا۔ اب حضرت عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) فرماتے ہیں کہ تم کیوں نہیں آئے؟ میں نے کہا کہ میں آیا تھا اور دروازہ پر تین بار سلام کیا جب جواب نہیں ملا تو واپس گیا اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے مجھ سے فرمایا ہے کہ جب کوئی شخص تین بار اجازت مانگے اور جواب نہ ملے تو واپس جائے۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) یہ فرماتے ہیں کہ گواہ لاؤ کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وآلہٖ وسلَّم) نے ایسا فرمایا ہے۔ ابوسعید خدری (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کہتے ہیں میں نے جاکر گواہی دی۔ [2]

1 ......پ۱۸، النور: ۵۸۔۵۹.

2 ......"صحیح مسلم"، کتاب الأدب، باب الاستئذان، الحدیث: ۳۳۔(۲۱۵۳)، ص۱۱۸۶.

حدیث۲: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے ساتھ میں مکان میں گیا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو پیالے میں دودھ ملا اور فرمایا: ''ابو ہریرہ! اصحاب صفہ کے پاس جاؤ انھیں بلا لاؤ۔'' (تاکہ ان کو دودھ دیا جائے) میں انھیں بلا لایا، وہ آئے اور اجازت طلب کی، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اجازت دی تب وہ مکان کے اندر داخل ہوئے۔ [1]

حدیث۳: ابوداود نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص بلایا جائے اور اسی بلانے والے کے ساتھ ہی آئے تو یہی (بلانا) اس کے لیے اجازت ہے۔'' [2] یعنی اس صورت میں اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور ایک روایت میں ہے کہ ''آدمی بھیجنا ہی اجازت ہے۔'' [3]

یہ حکم اس وقت ہے کہ فوراً آئے اور قرائن سے معلوم ہو کہ صاحبِ خانہ انتظار میں ہے، مکان میں پردہ ہو چکا ہے تو اجازت لینے کی ضرورت نہیں اور اگر دیر میں آئے تو اجازت حاصل کرے، جیسا کہ اصحاب صفہ نے کیا تھا۔

حدیث۴: ترمذی و ابوداود نے کلدہ بن حنبل سے روایت کی، کہتے ہیں کہ صفوان بن امیہ نے مجھے نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس بھیجا تھا میں بغیر سلام کیے اور بغیر اجازت اندر چلا گیا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''باہر جاؤ اور یہ کہو اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ءَ اَدْخُلُ کیا اندر آجاؤں۔'' [4]

حدیث۵: امام مالک نے عطا بن یسار (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت کی، کہتے ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے دریافت کیا کہ کیا میں اپنی ماں کے پاس جاؤں تو اس سے بھی اجازت لوں۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ہاں۔ انھوں نے کہا میں تو اس کے ساتھ اسی مکان میں رہتا ہی ہوں۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: اجازت لے کر اس کے پاس جاؤ، انھوں نے کہا، میں اس کی خدمت کرتا ہوں یعنی بار بار آنا جانا ہوتا ہے۔ پھر اجازت کی کیا ضرورت ہے؟ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اجازت لے کر جاؤ، کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ اسے برہنہ دیکھو؟ عرض کی نہیں، فرمایا: تو اجازت حاصل کرو۔'' [5]

---

1 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الإستئذان، باب إذا دعی الرجل فجاء هل یستأذن، الحدیث: ٦٢٤٦، ج٤، ص١٧٠.

2 ...... "سنن أبي داود"، کتاب الأدب، باب في الرجل یدعی أیکون ذلك إذنه، الحدیث: ٥١٩٠، ج٤، ص٤٤٧.

3 ...... المرجع السابق، الحدیث: ٥١٨٩، ج٤ ص٤٤٧.

4 ...... "سنن الترمذي"، کتاب الإستئذان... إلخ، باب ماجاء في التسلیم قبل الإستئذان، الحدیث: ٢٧١٩، ج٤، ص٣٢٥.
و "مشکاة المصابیح"، کتاب الآداب، باب الإستئذان، الحدیث: ٤٦٧١، ج٣، ص، ١٢-١٣.

5 ...... "الموطأ" للإمام مالك، کتاب الإستئذان، باب الإستئذان، الحدیث: ١٨٤٧، ج٢، ص٤٤٦.

حدیث ۶: بیہقی نے شعب الایمان میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جوشخص اجازت طلب کرنے سے پہلے سلام نہ کرے، اسے اجازت نہ دو۔'' [1]

حدیث ۷: ابوداود نے **عبداللہ بن بسر** رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں جب رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کسی کے دروازہ پر تشریف لے جاتے تو دروازہ کے سامنے نہیں کھڑے ہوتے تھے بلکہ دہنے یا بائیں ہٹ کر کھڑے ہوتے اور یہ فرماتے: ''**اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ، اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ**''۔[2] اور اس کی وجہ یہ تھی کہ اس زمانہ میں دروازوں پر پردے نہیں ہوتے تھے۔

حدیث ۸: ترمذی نے ثوبان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''کسی شخص کو یہ حلال نہیں کہ دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت حاصل کیے نظر کرے اور اگر نظر کرلی تو داخل ہی ہوگیا اور یہ نہ کرے کہ کسی قوم کی امامت کرے اور خاص اپنے لیے دعا کرے، ان کے لیے نہ کرے اور ایسا کیا تو ان کی خیانت کی۔'' [3]

حدیث ۹: امام احمد و نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو کسی کے گھر میں بغیر اجازت لیے جھانکے اور انھوں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو نہ دیت ہے نہ قصاص[4]۔''[5]

حدیث ۱۰: ترمذی نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جس نے اجازت سے قبل پردہ ہٹا کر مکان کے اندر نظر کی، اس نے ایسا کام کیا جو اس کے لیے حلال نہ تھا اور اگر کسی نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو اس پر کچھ نہیں اور اگر کوئی شخص ایسے دروازہ پر گیا جس پر پردہ نہیں اور اس کی نظر گھر والے کی عورت پر پڑ گئی (یعنی بلا قصد) تو اس کی خطا نہیں خطا گھر والوں کی ہے۔'' [6] (کہ انہوں نے دروازہ پر پردہ کیوں نہیں لٹکایا)۔

مسائل فقهیه

مسئلہ ۱: جب کوئی شخص دوسرے کے مکان پر جائے، تو پہلے اندر آنے کی اجازت حاصل کرے پھر جب اندر جائے تو پہلے سلام کرے، اس کے بعد بات چیت شروع کرے اور اگر جس کے پاس گیا ہے وہ باہر ہے تو اجازت کی ضرورت

1 ...... "شعب الإيمان"، باب في مقاربة و موادة أهل الدين، الحديث: ٨٨١٦، ج٦، ص٤٤١.

2 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب كم مرة يسلم الرجل في الاستئذان، الحديث: ٥١٨٦، ج٤، ص٤٤٦.

3 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الصلاة، باب ماجاء في كراهية أن يخص الإمام نفسه بالدعاء، الحديث: ٣٥٧، ج١، ص٣٧٣.

4 ...... یعنی آنکھ پھوڑنے کے عوض نہ مال دیا جائے گا نہ بدلہ میں اس کی آنکھ پھوڑی جائے گی۔

5 ...... "سنن النسائي"، كتاب القسامة والقود، باب من إقتص و أخذحقه دون السلطان، الحديث: ٤٨٧٠، ص٧٨٠.

6 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الإستئذان... إلخ، باب ماجاء في الاستئذان قبالة البيت، الحديث: ٢٧١٦، ج٤، ص٣٢٤.

نہیں سلام کرے اس کے بعد کلام شروع کرے۔[1] (خانیہ)

مسئلہ۲: کسی کے دروازہ پر جا کر آواز دی اس نے کہا کون؟ تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے، کہ میں جیسا کہ بہت سے لوگ میں کہہ کر جواب دیتے ہیں اس جواب کو حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ناپسند فرمایا۔[2] بلکہ جواب میں اپنا نام ذکر کرے کیونکہ میں کا لفظ تو ہر شخص اپنے کو کہہ سکتا ہے یہ جواب ہی کب ہوا۔

مسئلہ۳: اگر تم نے اجازت مانگی اور صاحبِ خانہ نے اجازت نہ دی تو اس سے ناراض نہ ہو، اپنے دل میں کدورت[3] نہ لاؤ، خوشی خوشی وہاں سے واپس آؤ۔ ہوسکتا ہے اس کو اس وقت تم سے ملنے کی فرصت نہ ہو کسی ضروری کام میں مشغول ہو۔

مسئلہ۴: اگر ایسے مکان میں جانا ہو کہ اس میں کوئی نہ ہو تو یہ کہو: **اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْن** فرشتے اس سلام کا جواب دیں گے۔[4] (ردالمحتار) یا اس طرح کہے: **اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَاالنَّبِیُّ** کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی روح مبارک مسلمانوں کے گھروں میں تشریف فرما ہے۔[5]

مسئلہ۵: آنے والے نے سلام نہیں کیا اور بات چیت شروع کردی تو اسے اختیار ہے، کہ اسکی بات کا جواب نہ دے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''جس نے سلام سے قبل کلام کیا، اس کی بات کا جواب نہ دو۔''[6] (ردالمحتار)

مسئلہ۶: آنے کے وقت بھی سلام کرے اور جاتے وقت بھی یہاں تک کہ دونوں کے درمیان میں اگر دیوار یا درخت حائل ہوجائے، جب بھی سلام کرے۔[7] (ردالمحتار)

سلام کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَاِذَا حُیِّیْتُمْ بِتَحِیَّةٍ فَحَیُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَاۤ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ۝۸۶ ﴾[8]

---

1 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في التسبیح... إلخ، ج۲، ص۳۷۷.

2 ...... انظر: "سنن أبي داود"، کتاب الأدب، باب الرجل یستأذن بالدق، الحدیث: ۵۱۸۷، ج۴، ص۴۴۶.

3 ...... یعنی ناراضگی۔

4 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۸۲.

5 ...... انظر: "شرح الشفاء" للقاري، الباب الرابع، فصل في المواطن التی تستحب فیها الصلاة والسلام، ج۲، ص۱۱۸.

6 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۸۲.

7 ...... المرجع السابق.

8 ...... پ۵، النسآء: ۸۶.

''جب تم کو کوئی کسی لفظ سے سلام کرے تو تم اس سے بہتر لفظ جواب میں کہو یا وہی کہہ دو، بے شک اللّٰہ (عزوجل) ہر چیز پر حساب لینے والا ہے۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ فَاِذَا دَخَلْتُمْ بُیُوْتًا فَسَلِّمُوْا عَلٰۤى اَنْفُسِكُمْ تَحِیَّةً مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُبٰرَكَةً طَیِّبَةً ؕ ﴾ [1]

''جب تم گھروں میں جاؤ تو اپنوں کو سلام کرو، اللہ (عزوجل) کی طرف سے تحیت ہے مبارک پاکیزہ۔''

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو ان کی صورت پر پیدا فرمایا، ان کا قد ساٹھ ہاتھ کا تھا، جب پیدا کیا یہ فرمایا کہ ان فرشتوں کے پاس جاؤ اور سلام کرو اور سنو کہ وہ تمھیں کیا جواب دیتے ہیں جو کچھ وہ تحیت کریں وہی تمھاری اور تمھاری ذریت کی تحیت ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے ان کے پاس جاکر **اَلسَّلَامُ عَلَیْكُمْ** کہا، انھوں نے جواب میں کہا: **اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ وَرَحْمَةُ اللهِ**۔ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا کہ جواب میں ملائکہ نے **وَرَحْمَةُ اللّٰه** زیادہ کیا۔ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: جو شخص جنت میں جائے گا وہ آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوگا اور ساٹھ ہاتھ لمبا ہوگا۔ آدم علیہ السلام کے بعد لوگوں کی خلقت کم ہوتی گئی یہاں تک کہ اب۔ [2] (بہت چھوٹے قد کا انسان ہوتا ہے)۔

حدیث ۲: صحیح بخاری و مسلم میں **عبد اللّٰه بن عَمْرو** رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے دریافت کیا کہ اسلام کی کون سی چیز سب سے اچھی ہے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''کھانا کھلاؤ اور جس کو پہچانتے ہو اور نہیں پہچانتے سب کو سلام کرو۔'' [3]

حدیث ۳: نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ایک مومن کے دوسرے مومن پر چھ حق ہیں۔ ① جب وہ بیمار ہو تو عیادت کرے اور ② جب وہ مرجائے تو اس کے جنازے میں حاضر ہو اور ③ جب وہ بلائے تو اجابت کرے، یعنی حاضر ہو اور ④ جب اس سے ملے تو سلام کرے اور ⑤ جب چھینکے تو جواب دے اور ⑥ حاضر و غائب اس کی خیر خواہی کرے۔'' [4]

1 ...... پ۱۸، النور: ٦١.

2 ...... "صحیح مسلم"، کتاب الجنة... إلخ، باب یدخل الجنة اقوام... إلخ، الحدیث: ٢٨-(٢٨٤١)، ص١٥٢٢.
و"صحیح البخاري"، کتاب الإستئذان، باب بدء السلام، الحدیث: ٦٢٢٧، ج٤، ص١٦٤.

3 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الإیمان، باب إطعام الطعام من الإسلام، الحدیث: ١٢، ج١ ص١٦.

4 ...... "سنن النسائي"، کتاب الجنائز، باب النهی عن سب الأموات، الحدیث: ١٩٣٥، ص٣٢٨.

حدیث ۴: ترمذی و دارمی نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مسلم کے مسلم پر چھ حقوق ہیں، معروف کے ساتھ ① جب اس سے ملے تو سلام کرے اور ② جب وہ بلائے اجابت کرے اور ③ جب چھینکے یہ جواب دے اور ④ جب بیمار ہو عیادت کرے اور ⑤ جب وہ مرجائے اس کے جنازے کے ساتھ جائے اور ⑥ جو چیز اپنے لیے پسند کرے، اس کے لیے پسند کرے۔'' (1)

حدیث ۵: صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جنت میں تم نہیں جاؤ گے، جب تک ایمان نہ لاؤ اور تم مومن نہیں ہو گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو۔ کیا تمھیں ایسی چیز نہ بتاؤں کہ جب تم اسے کرو تو آپس میں محبت کرنے لگو گے، وہ یہ ہے کہ آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔'' (2)

حدیث ۶: امام احمد و ترمذی و ابوداود، ابو امامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص پہلے سلام کرے وہ رحمتِ الٰہی کا زیادہ مستحق ہے۔'' (3)

حدیث ۷: بیہقی نے شعب الایمان میں **عبداللہ بن مسعود** رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص پہلے سلام کرتا ہے، وہ تکبر سے بری ہے۔'' (4)

حدیث ۸: ابوداود نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص اپنے بھائی سے ملے تو اسے سلام کرے پھر ان دونوں کے درمیان درخت یا دیوار یا پتھر حائل ہو جائے اور پھر ملاقات ہو تو پھر سلام کرے۔'' (5)

حدیث ۹: ترمذی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''بیٹے جب گھر والوں کے پاس جاؤ تو انھیں سلام کرو، تم پر تمھارے گھر والوں پر اس کی برکت ہوگی۔'' (6)

حدیث ۱۰: ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''سلام بات چیت کرنے سے پہلے ہے۔'' (7)

---

1 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء في تشميت العاطس، الحديث: ٢٧٤٥، ج٤، ص٣٣٨.

2 ...... "صحيح مسلم"، كتاب الإيمان، باب بيان أنه لايدخل الجنة إلا المؤمنون... إلخ، الحديث: ٩٣-(٥٤)، ص٤٧.

3 ...... "سنن أبي داود"، كتاب السلام، باب في فضل من بدأ بالسلام، الحديث: ٥١٩٧، ج٤، ص٤٤٩.

4 ...... "شعب الإيمان"، باب في مقاربة و موادة أهل الدين، الحديث: ٨٧٨٦، ج٦، ص٤٣٣.

5 ...... "سنن أبي داود"، كتاب السلام، باب في الرجل يفارق الرجل... إلخ، الحديث: ٥٢٠٠، ج٤، ص٤٥٠.

6 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الإستئذان... إلخ، باب ماجاء في التسليم إذا دخل بيته، الحديث: ٢٧٠٧، ج٤، ص٣٢٠.

7 ...... المرجع السابق، باب ماجاء في السلام قبل الكلام، الحديث: ٢٧٠٨، ج٤، ص٣٢١.

حدیث۱۱: ترمذی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''سلام کو کلام سے پہلے ہونا چاہیے اور کسی کو کھانے کے لیے نہ بلاؤ، جب تک وہ سلام نہ کرلے۔'' (1)

حدیث۱۲: ابن النجار نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''سوال سے پہلے سلام ہے، جو شخص سلام سے پہلے سوال کرے، اسے جواب نہ دو۔'' (2)

حدیث۱۳: ترمذی و ابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''جب کسی مجلس تک کوئی پہنچے تو سلام کرے، پھر اگر وہاں بیٹھنا ہو تو بیٹھ جائے پھر جب وہاں سے اٹھے سلام کرے، کیونکہ پہلی مرتبہ کا سلام پچھلی مرتبہ کے سلام سے زیادہ بہتر نہیں ہے۔'' (3) یعنی جیسے وہ سنت ہے، یہ بھی سنت ہے۔

حدیث۱۴: امام مالک و بیہقی نے شعب الایمان میں طفیل بن ابی بن کعب سے روایت کی، کہ یہ صبح کو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس جاتے تو وہ ان کو اپنے ساتھ بازار لے جاتے۔ وہ گھٹیا چیزوں کے بیچنے والے اور کسی بیچنے والے اور مسکین یا کسی کے سامنے سے گزرتے سب کو سلام کرتے۔ طفیل کہتے ہیں کہ ایک دن میں عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس آیا، انھوں نے بازار چلنے کو کہا، میں نے کہا، آپ بازار جاکر کیا کریں گے نہ تو آپ وہاں کھڑے ہوتے ہیں، نہ سودے کے متعلق کچھ دریافت کرتے ہیں، نہ کسی چیز کا نرخ چکاتے ہیں اور نہ بازار کی مجلسوں میں بیٹھتے ہیں؟ یہیں بیٹھے باتیں کیجیے یعنی حدیثیں سنائیے۔ انھوں نے فرمایا: ''ہم سلام کرنے کے لیے بازار جاتے ہیں کہ جو ملے گا، اسے سلام کریں گے۔'' (4)

حدیث۱۵: امام احمد و بیہقی نے شعب الایمان میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ ایک دن نبی کریم صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور یہ عرض کی کہ فلاں شخص کے میرے باغ میں کچھ پھل ہیں، ان کی وجہ سے مجھے تکلیف ہے۔ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے آدمی بھیج کر اسے بلایا اور یہ فرمایا کہ اپنے پھلوں کو بیچ ڈالو۔ اُس نے کہا، نہیں بیچوں گا۔ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا: ہبہ کردو۔ اس نے کہا، نہیں۔ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا: اس کو جنت کے پھل کے عوض بیچ دو۔ اس نے کہا، نہیں۔ حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا: ''تجھ سے بڑھ کر بخیل میں نے نہیں دیکھا، مگر وہ شخص جو سلام کرنے میں بخل کرتا ہے۔'' (5)

---

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب الإستئذان... إلخ، باب في السلام قبل الكلام، الحديث: ٢٧٠٨، ج٤، ص٣٢١.

2 ......"كنز العمال"، كتاب الصحبة، رقم: ٢٥٢٨٧، ج٩، ص٥٢.

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب الإستئذان... إلخ، باب في التسليم عند القيام... إلخ، الحديث: ٢٧١٥، ج٤، ص٣٢٤.

4 ......"المؤطا" للإمام مالك، كتاب السلام، باب جامع السلام، الحديث: ١٨٤٤، ج٢، ص٤٤٤ ـ ٤٤٥.

5 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند جابر بن عبد الله، الحديث: ١٤٥٢٤، ج٥، ص٧٩.

حدیث۱۶: بیہقی نے حضرت علی رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ فرمایا: ''جماعت کہیں سے گزری اور اس میں سے ایک نے سلام کرلیا یہ کافی ہے اور جولوگ بیٹھے ہیں، ان میں سے ایک نے جواب دے دیا یہ کافی ہے۔''[1] یعنی سب پر جواب دینا ضروری نہیں۔

حدیث۱۷: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''سوار پیدل کو سلام کرے اور چلنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور تھوڑے آدمی زیادہ آدمیوں کو سلام کریں۔''[2] یعنی ایک طرف زیادہ ہوں اور دوسری طرف کم تو سلام وہ لوگ کریں جو کم ہیں۔ بخاری کی دوسری روایت انھیں سے یہ ہے کہ ''چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو اور تھوڑے زیادہ کو۔''[3]

حدیث۱۸: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم بچوں کے سامنے سے گزرے اور بچوں کو سلام کیا۔[4]

حدیث۱۹: صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''یہود و نصاریٰ کو ابتداءً سلام نہ کرو اور جب تم ان سے راستہ میں ملو تو ان کو تنگ راستہ کی طرف مضطر کرو۔''[5]

حدیث۲۰: صحیح بخاری و مسلم میں اسامہ بن زید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم ایک مجلس پر گزرے، جس میں مسلمان اور مشرکین بت پرست اور یہود سب ہی تھے، حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے سلام کیا۔[6] یعنی مسلمانوں کی نیت سے۔

حدیث۲۱: صحیح بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب یہود تم کو سلام کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں **السام علیک** تو تم اس کے جواب میں **وعلیک** کہو یعنی **وعلیک السلام** نہ کہو۔''[7]

سام کے معنی موت ہیں وہ لوگ حقیقۃً سلام نہیں کرتے، بلکہ مسلم کے جلد مرجانے کی دعا کرتے ہیں۔ اسی کی مثل انس

---

1 ......''شعب الإیمان''،باب في مقاربة و موادة اهل الدین، فصل في سلام الواحد...إلخ،الحدیث:۸۹۲۲،ج۶،ص۴۶۶.

2 ......''صحیح البخاري''،کتاب الاستئذان،باب یسلم الراکب علی الماشي،الحدیث:۶۲۳۲،ج۴،ص۱۶۶.

3 ......المرجع السابق،باب تسلیم القلیل علی الکثیر،الحدیث:۶۲۳۱،ج۴،ص۱۶۶.

4 ......المرجع السابق،باب التسلیم علی الصبیان،الحدیث:۶۲۴۷،ج۴،ص۱۷۰.

5 ......''صحیح مسلم''،کتاب السلام،باب النهی عن إبتداء أهل الکتاب بالسلام...إلخ،الحدیث:۱۳۔(۲۱۶۷)،ص۱۱۹۴.

6 ......''صحیح البخاري''،کتاب الإستئذان،باب التسلیم في مجلس فیه...إلخ،الحدیث:۶۲۵۴،ج۴،ص۱۷۲.
و''مشکاة المصابیح''،کتاب الآداب،باب السلام،الحدیث:۴۶۳۹،ج۳،ص۵.

7 ......''صحیح البخاري''،کتاب الاستئذان،باب کیف الرد علی اهل الذمة بالسلام،الحدیث:۶۲۵۷،ج۴،ص۱۷۴.

رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بھی مروی ہے، کہ ''اہلِ کتاب سلام کریں تو ان کے جواب میں وعلیکم کہہ دو۔'' (1)

حدیث ۲۲: صحیح بخاری و مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''راستوں میں بیٹھنے سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)! ہمیں راستہ میں بیٹھنے سے چارہ نہیں، ہم وہاں آپس میں بات چیت کرتے ہیں۔ فرمایا: جب تم نہیں مانتے اور بیٹھنا ہی چاہتے ہو تو راستہ کا حق ادا کرو۔ لوگوں نے عرض کی، راستہ کا حق کیا ہے؟ فرمایا کہ ''نظر نیچی رکھنا اور اذیت کو دور کرنا اور سلام کا جواب دینا اور اچھی بات کا حکم کرنا اور بری باتوں سے منع کرنا۔''(2)

دوسری روایت میں ہے اور راستہ بتانا۔(3) ایک اور روایت میں ہے فریاد کرنے والے کی فریاد سننا اور بھولے ہوئے کو ہدایت کرنا۔(4)

حدیث ۲۳: شرح سنہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''راستوں کے بیٹھنے میں بھلائی نہیں ہے، مگر اس کے لیے جو راستہ بتائے اور سلام کا جواب دے اور نظر نیچی رکھے اور بوجھ لادنے پر مدد کرے۔'' (5)

حدیث ۲۴: ترمذی و ابوداود نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ ایک شخص نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں آیا اور **اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ** کہا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اسے جواب دیا وہ بیٹھ گیا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ارشاد فرمایا: اس کے لیے دس یعنی دس نیکیاں ہیں۔ پھر دوسرا آیا اور **اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰه** کہا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے جواب دیا وہ بیٹھ گیا۔ ارشاد فرمایا: اس کے لیے بیس۔ پھر تیسرا شخص آیا اور **اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُه** کہا اس کو جواب دیا اور یہ بھی بیٹھ گیا حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''اس کے لیے تیس۔''(6) اور معاذ بن انس (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی روایت میں ہے، کہ پھر ایک شخص آیا اس نے کہا **اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ وَمَغْفِرَتُه**۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''اس کے لیے چالیس۔''(7) اور فضائل اسی طرح ہوتے ہیں یعنی جتنا کام زیادہ ہوگا ثواب بھی بڑھتا جائے گا۔

---

1 ......"صحیح البخاري"، کتاب الاستئذان، باب کیف الرد علی أهل الذمة بالسلام، الحدیث: ٦٢٥٨، ج٤، ص١٧٤.
2 ......"صحیح مسلم"، کتاب السلام، باب من حق الجلوس علی الطریق رد السلام، الحدیث: ٣ـ(٢١٦١)، ص١١٩١.
3 ......"سنن أبي داود"، کتاب الأدب، باب في الجلوس بالطرقات، الحدیث: ٤٨١٦، ج٤، ص٣٣٧.
4 ......المرجع السابق، الحدیث: ٤٨١٧، ج٤، ص٣٣٧.
5 ......"شرح السنة"، کتاب الاستئذان...إلخ، باب کراهیة الجلوس علی الطرق، الحدیث: ٣٢٣٢، ج٦، ص٣٦٥.
6 ......"سنن أبي داود"، کتاب السلام، باب کیف السلام، الحدیث: ٥١٩٥، ج٤، ص٤٤٩.
7 ......المرجع السابق، الحدیث: ٥١٩٦، ج٤، ص٤٤٩.

حدیث ۲۵: ترمذی میں بروایت عَمْرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص ہمارے غیر کے ساتھ تَشَبُّہ[1] کرے، وہ ہم میں سے نہیں۔ یہود و نصاریٰ کے ساتھ تَشَبُّہ نہ کرو، یہودیوں کا سلام انگلیوں کے اشارے سے ہے اور نصاریٰ کا سلام ہتھیلیوں کے اشارے سے ہے۔'' [2]

حدیث ۲۶: ابوداود و ترمذی نے ابوجری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ کہا علیک السلام یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)۔ میں نے دومرتبہ کہا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''علیک السلام نہ کہو، علیک السلام مردہ کی تحیت ہے، السلام علیک کہا کرو۔'' [3]

مسائل فقهيه

سلام کرنے میں یہ نیت ہو کہ اس کی عزت و آبرو اور مال سب کچھ اس کی حفاظت میں ہے، ان چیزوں سے تعرض کرنا حرام ہے۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱: صرف اسی کو سلام نہ کرے جس کو پہچانتا ہو، بلکہ ہر مسلمان کو سلام کرے چاہے پہچانتا ہو یا نہ پہچانتا ہو۔ بلکہ بعض صحابۂ کرام اسی ارادہ سے بازار جاتے تھے کہ کثرت سے لوگ ملیں گے اور زیادہ سلام کرنے کا موقع ملے گا۔

مسئلہ ۲: اس میں اختلاف ہے کہ افضل کیا ہے سلام کرنا یا جواب دینا کسی نے کہا جواب دینا افضل ہے کیونکہ سلام کرنا سنت ہے اور جواب دینا واجب۔ بعض نے کہا کہ سلام کرنا افضل ہے کہ اس میں تواضع ہے جواب تو سبھی دے دیتے ہیں مگر سلام کرنے میں بعض مرتبہ بعض لوگ کسرِ شان[5] سمجھتے ہیں۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: ایک شخص کو سلام کرے تو اس کے لیے بھی لفظ جمع ہونا چاہیے یعنی اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ کہے اور جواب دینے والا بھی وَعَلَیْکُمُ السَّلام کہے بجائے عَلَیْکُمْ عَلَیْکَ نہ کہے اور دو یا دو سے زیادہ کو سلام کرے جب بھی عَلَیْکُمْ کہے اور بہتر یہ ہے کہ سلام میں رحمت و برکت کا بھی ذکر کرے یعنی اَلسَّلامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ کہے اور جواب دینے والا بھی وہی کہے

---

1 ...... یعنی مشابہت کرے۔

2 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الإستئذان... إلخ، باب ماجاء في كراهية إشارة اليد بالسلام، الحديث: ٢٧٠٤، ج٤، ص٣١٩.

3 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الإستئذان... إلخ، باب ماجاء في كراهية أن يقول... إلخ، الحديث: ٢٧٣٠، ٢٧٣١، ج٤، ص٣٣١.

4 ...... "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٢.

5 ...... یعنی خلافِ شان۔

6 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، ج٥، ص٣٢٤، ٣٢٥.

بَرَکَاتُہٗ پر سلام کا خاتمہ ہوتا ہے۔اس کے بعد اور الفاظ زیادہ کرنے کی ضرورت نہیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ۴: جواب میں واوٗ ہونا یعنی وَعَلَیْکُمُ السَّلَامُ کہنا بہتر ہے اور اگر صرف عَلَیْکُمُ السَّلَامُ بغیر واوٗ کہا یہ بھی ہوسکتا ہے اور اگر جواب میں اس نے بھی وہی السَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ دیا تو اس سے بھی جواب ہوجائے گا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۵: اگرچہ سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بھی سلام ہے مگر یہ لفظ شیعوں میں اس طرح جاری ہے کہ اس کے کہنے سے سننے والے کا ذہن فوراً اس کی طرف منتقل ہوتا ہے، کہ یہ شخص شیعی ہے، لہٰذا اس سے بچنا ضروری ہے۔

مسئلہ۶: سلام کا جواب فوراً دینا واجب ہے، بلاعذر تاخیر کی تو گنہگار ہوا اور یہ گناہ جواب دینے سے دفع نہ ہوگا، بلکہ توبہ کرنی ہوگی۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۷: جن لوگوں کو اس نے سلام کیا ان میں سے کسی نے جواب نہ دیا، بلکہ کسی اور نے جو اس مجلس سے خارج تھا جواب دیا تو یہ جواب اہلِ مجلس کی طرف سے نہیں ہوا یعنی وہ لوگ بریٔ الذمہ نہ ہوئے۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ۸: ایک جماعت دوسری جماعت کے پاس آئی اور کسی نے سلام نہ کیا تو سب نے سنت کو ترک کیا، سب پر الزام ہے[5] اور اگر ان میں سے ایک نے سلام کرلیا تو سب بری ہوگئے اور افضل یہ ہے کہ سب ہی سلام کریں۔ یوہیں اگر ان میں سے کسی نے جواب نہ دیا تو سب گنہگار ہوئے اور اگر ایک نے جواب دے دیا تو سب بری ہوگئے اور افضل یہ ہے کہ سب جواب دیں۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ۹: ایک شخص مجلس میں آیا اور اس نے سلام کیا اہلِ مجلس پر جواب دینا واجب ہے اور دوبارہ پھر سلام کیا تو جواب دینا واجب نہیں۔ مجلس میں آ کر کسی نے السلام علیک کہا یعنی صیغہ واحد بولا اور کسی ایک شخص نے جواب دے دیا تو جواب ہوگیا خاص اس کو جواب دینا واجب نہیں جس کی طرف اس نے اشارہ کیا ہے۔ ہاں اگر اس نے کسی شخص کا نام لے کر سلام کیا کہ فلاں صاحب السلام علیک تو خاص اس شخص کو جواب دینا ہوگا، دوسرے کا جواب اس کے جواب کے قائم مقام نہیں ہوگا۔[7] (خانیہ، عالمگیری)

مسئلہ۱۰: اہلِ مجلس پر سلام کیا ان میں سے کسی نابالغ عاقل نے جواب دے دیا تو یہ جواب کافی ہے اور بڑھیا نے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، ج٥، ص٣٢٤، ٣٢٥.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٣.

4 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٢.

5 ......یعنی سب گنہگار ہوں گے۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، ج٥، ص٣٢٥.

7 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في التسبيح والتسليم، ج٢، ص٣٧٧.
و"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، ج٥، ص٣٢٥.

جواب دیا، یہ جواب بھی ہوگیا۔ جوان عورت یا مجنون یا ناسمجھ بچہ نے جواب دیا، یہ ناکافی ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۱: سائل نے دروازہ پر آ کر سلام کیا اس کا جواب دینا واجب نہیں۔ کچہری میں قاضی جب اجلاس کر رہا ہو، اس کو سلام کیا گیا قاضی پر جواب دینا واجب نہیں۔ لوگ کھانا کھا رہے ہوں اس وقت کوئی آیا تو سلام نہ کرے، ہاں اگر یہ بھوکا ہے اور جانتا ہے کہ اسے وہ لوگ کھانے میں شریک کرلیں گے تو سلام کرلے۔[2] (خانیہ، بزازیہ) یہ اس وقت ہے کہ کھانے والے کے مونھ میں لقمہ ہے اور وہ چبا رہا ہے کہ اس وقت وہ جواب دینے سے عاجز ہے اور ابھی کھانے کے لیے بیٹھا ہی ہے یا کھا چکا ہے تو سلام کرسکتا ہے کہ اب وہ عاجز نہیں۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲: ایک شخص شہر سے آرہا ہے دوسرا دیہات سے، دونوں میں کون سلام کرے؟ بعض نے کہا شہری دیہاتی کو سلام کرے اور بعض علما فرماتے ہیں دیہاتی شہری کو سلام کرے۔ ایک شخص بیٹھا ہوا ہے، دوسرا یہاں سے گزرا تو یہ گزرنے والا بیٹھے ہوئے کو سلام کرے اور چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور سوار پیدل کو سلام کرے اور تھوڑے زیادہ کو سلام کریں، ایک شخص پیچھے سے آیا، یہ آگے والے کو سلام کرے۔[4] (بزازیہ، عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: مرد اور عورت کی ملاقات ہو تو مرد عورت کو سلام کرے اور اگر عورت اجنبیہ نے مرد کو سلام کیا اور وہ بوڑھی ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ بھی سنے اور وہ جوان ہو تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔[5] (خانیہ)

مسئلہ ۱۴: جب اپنے گھر میں جائے تو گھر والوں کو سلام کرے بچوں کے سامنے گزرے تو ان بچوں کو سلام کرے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: کفار کو سلام نہ کرے اور وہ سلام کریں تو جواب دے سکتا ہے مگر جواب میں صرف **عَلَیْکُمْ** کہے اگر ایسی جگہ گزرنا ہو جہاں مسلم و کافر دونوں ہوں تو **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ** کہے اور مسلمانوں پر سلام کا ارادہ کرے اور یہ بھی ہوسکتا ہے۔ کہ

---

1 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٣.

2 ......"الفتاوى الخانية"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في التسبيح والتسليم، ج٢، ص٣٧٧.

و"البزازية" هامش على "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، نوع في السلام، ج٦، ص٣٥٤ـ٣٥٥.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٥.

4 ......"البزازية" هامش على "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، نوع في السلام، ج٦، ص٣٥٥.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، ج٥، ص٣٢٥.

5 ......"الفتاوى الخانية"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في التسبيح...إلخ، ج٢، ص٣٧٧.

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، ج٥، ص٣٢٥.

السَّلامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی کہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: کافر کو اگر حاجت کی وجہ سے سلام کیا، مثلاً سلام نہ کرنے میں اس سے اندیشہ ہے تو حرج نہیں اور بقصد تعظیم کافر کو ہرگز ہرگز سلام نہ کرے کہ کافر کی تعظیم کفر ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: سلام اس لیے ہے کہ ملاقات کرنے کو جو شخص آئے وہ سلام کرے کہ زائر اور ملاقات کرنے والے کی یہ تحیت ہے۔ لہٰذا جو شخص مسجد میں آیا اور حاضرین مسجد تلاوت قرآن و تسبیح و درود میں مشغول ہیں یا انتظارِ نماز میں بیٹھے ہیں تو سلام نہ کرے کہ یہ سلام کا وقت نہیں۔ اسی واسطے فقہا یہ فرماتے ہیں کہ ان کو اختیار ہے کہ جواب دیں یا نہ دیں۔ ہاں اگر کوئی شخص مسجد میں اس لیے بیٹھا ہے کہ لوگ اس کے پاس ملاقات کو آئیں تو آنے والے سلام کریں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۸: کوئی شخص تلاوت میں مشغول ہے یا درس و تدریس یا علمی گفتگو یا سبق کی تکرار میں ہے تو اس کو سلام نہ کرے۔ اسی طرح اذان و اقامت و خطبۂ جمعہ و عیدین کے وقت سلام نہ کرے۔ سب لوگ علمی گفتگو کررہے ہوں یا ایک شخص بول رہا ہے باقی سن رہے ہوں، دونوں صورتوں میں سلام نہ کرے، مثلاً عالم وعظ کہہ رہا ہے یا دینی مسئلہ پر تقریر کررہا ہے اور حاضرین سن رہے ہیں، آنے والا شخص چپکے سے آکر بیٹھ جائے سلام نہ کرے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۹: عالمِ دین تعلیمِ علمِ دین میں مشغول ہے، طالب علم آیا تو سلام نہ کرے اور سلام کیا تو اس پر جواب دینا واجب نہیں۔[5] (عالمگیری) اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اگرچہ وہ پڑھا نہ رہا ہو سلام کا جواب دینا واجب نہیں، کیونکہ یہ اس کی ملاقات کو نہیں آیا ہے کہ اس کے لیے سلام کرنا مسنون ہو بلکہ پڑھنے کے لیے آیا ہے، جس طرح قاضی کے پاس جو لوگ اجلاس میں جاتے ہیں وہ ملنے کو نہیں جاتے بلکہ اپنے مقدمہ کے لیے جاتے ہیں۔

مسئلہ ۲۰: جو شخص ذکر میں مشغول ہو اس کے پاس کوئی شخص آیا تو سلام نہ کرے اور کیا تو ذاکر[6] پر جواب واجب نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۱: جو شخص پیشاب پاخانہ پھر رہا ہے یا کبوتر اڑا رہا ہے یا گا رہا ہے یا حمام یا غسل خانہ میں ننگا نہا رہا ہے، اس کو

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب السابع في السلام، ج۵، ص۳۲۵.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۸۱.

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب السابع في السلام، ج۵، ص۳۲۵.

4 ......المرجع السابق، ص۳۲۵ ۔ ۳۲۶.

5 ...... المرجع السابق، ص۳۲۶.

6 ......یعنی ذکر کرنے والا۔

7 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب السابع في السلام، ج۵، ص۳۲۶.

سلام نہ کیا جائے اوراس پر جواب دیناواجب نہیں۔[1] (عالمگیری) پیشاب کے بعد ڈھیلا لے کر استنجا سکھانے کے لیے ٹہلتے ہیں، یہ بھی اسی حکم میں ہے کہ پیشاب کررہا ہے۔

مسئلہ۲۲: جو شخص علانیہ فسق کرتا ہوا سے سلام نہ کرے کسی کے پروس میں فساق رہتے ہیں، مگران سے یہ اگرسختی برتتا ہے تو وہ اس کو زیادہ پریشان کریں گے اورنرمی کرتا ہے ان سے سلام کلام جاری رکھتا ہے تو وہ ایذا پہنچانے سے باز رہتے ہیں تو ان کے ساتھ ظاہری طور پر میل جول رکھنے میں یہ معذور ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۲۳: جولوگ شطرنج کھیل رہے ہوں ان کوسلام کیا جائے یا نہ کیا جائے، جوعلما سلام کرنے کو جائز فرماتے ہیں۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ سلام اس مقصد سے کرے کہ اتنی دیرتک کہ وہ جواب دیں گے، کھیل سے باز رہیں گے۔ یہ سلام ان کو معصیت سے بچانے کے لیے ہے، اگرچہ اتنی ہی دیر تک سہی۔ جوفرماتے ہیں کہ سلام کرنا ناجائز ہے ان کا مقصد زجر و توبیخ ہے کہ اس میں ان کی تذلیل ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۲۴: کسی سے کہہ دیا کہ فلاں کو میرا سلام کہہ دینا اوس پر سلام پہنچانا واجب ہے اور جب اس نے سلام پہنچایا تو جواب یوں دے کہ پہلے اس پہنچانے والے کواس کے بعد اس کوجس نے سلام بھیجا ہے یعنی یہ کہے وَعَلَیْکَ وَعَلَیْہِ السَّلام۔[4] (عالمگیری)

یہ سلام پہنچانا اس وقت واجب ہے جب اس نے اس کا التزام کرلیا ہو یعنی کہہ دیا ہو کہ ہاں تمہارا سلام کہہ دوں گا کہ اس وقت یہ سلام اس کے پاس امانت ہے جواس کا حقدار ہے اس کو دینا ہی ہوگا ورنہ یہ بمنزلہ ودیعت ہے کہ اس پر یہ لازم نہیں کہ سلام پہنچانے وہاں جائے۔اسی طرح حاجیوں سے لوگ یہ کہہ دیتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کے دربار میں میرا سلام عرض کردینا یہ سلام بھی پہنچانا واجب ہے۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ۲۵: خط میں سلام لکھا ہوتا ہے اس کا بھی جواب دینا واجب ہے اور یہاں جواب دوطرح ہوتا ہے، ایک یہ کہ زبان سے جواب دے، دوسری صورت یہ ہے کہ سلام کا جواب لکھ کر بھیجے۔[6] (درمختار، ردالمحتار) مگر چونکہ جواب سلام فوراً دینا واجب ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہوا تو اگرفوراً تحریری جواب نہ ہو جیسا کہ عموماً یہی ہوتا ہے کہ خط کا جواب فوراً ہی نہیں لکھا جاتا خواہ

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام، ج٥، ص٣٢٦.

2 ......المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٥.

6 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٥.

مخواہ کچھ دیر ہوتی ہے تو زبان سے جواب فوراً دے دے، تاکہ تاخیر سے گناہ نہ ہو۔اسی وجہ سے علامہ سید احمد طحطاوی نے اس جگہ فرمایا: وَالنَّاسُ عَنْهُ غَافِلُوْنَ.[1] یعنی لوگ اس سے غافل ہیں۔

اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہ جب خط پڑھا کرتے تو خط میں جو اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ لکھا ہوتا ہے اس کا جواب زبان سے دے کر بعد کا مضمون پڑھتے۔

مسئلہ ۲۶: سلام کی میم کو ساکن کہا یعنی سَلامْ عَلَيْكُمْ ،جیسا کہ اکثر جاہل اسی طرح کہتے ہیں یا سَلامُ عَلَيْكُمْ میم کے پیش کے ساتھ کہا، ان دونوں صورتوں میں جواب واجب نہیں کہ یہ مسنون سلام نہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۷: ابتداءً کسی نے یہ کہا عَلَيْكَ السَّلام یا عَلَيْكُمُ السَّلام، تو اس کا جواب نہیں۔حدیث میں فرمایا کہ ''یہ مُردوں کی تحیت ہے۔''[3]

مسئلہ ۲۸: سلام اتنی آواز سے کہے کہ جس کو سلام کیا ہے وہ سن لے اور اگر اتنی آواز نہ ہو تو جواب دینا واجب نہیں، جواب سلام میں بھی اتنی آواز ہو کہ سلام کرنے والا سن لے اور اتنا آہستہ کہا کہ وہ سن نہ سکا تو واجب ساقط نہ ہوا اور اگر وہ بہرا ہے تو اس کے سامنے ہونٹ کو جنبش دے کہ اس کی سمجھ میں آجائے کہ جواب دے دیا۔ چھینک کے جواب کا بھی یہی حکم ہے۔[4] (بزازیہ)

مسئلہ ۲۹: انگلی یا ہتھیلی سے سلام کرنا ممنوع ہے۔حدیث میں فرمایا کہ ''انگلیوں سے سلام کرنا یہودیوں کا طریقہ ہے اور ہتھیلی سے اشارہ کرنا نصاریٰ کا۔''[5]

مسئلہ ۳۰: بعض لوگ سلام کے جواب میں ہاتھ یا سر سے اشارہ کردیتے ہیں، بلکہ بعض صرف آنکھوں کے اشارہ سے جواب دیتے ہیں یوں جواب نہیں ہوا، ان کو مونھ سے جواب دینا واجب ہے۔

مسئلہ ۳۱: بعض لوگ سلام کرتے وقت جھک بھی جاتے ہیں، یہ جھکنا اگر حدِ رکوع تک ہو تو حرام ہے اور اس سے کم ہو تو مکروہ ہے۔

مسئلہ ۳۲: اس زمانہ میں کئی طرح کے سلام لوگوں نے ایجاد کرلیے ہیں۔ان میں سب سے بُرا یہ ہے جو بعض لوگ

---

1 ......''حاشية الطحطاوي''على''الدرالمختار''، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٤، ص٢٠٧.

2 ......''الدرالمختار''و''ردالمحتار''، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٦.

3 ......''ردالمحتار''، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٦.
و''سنن أبي داود''، كتاب السلام، باب كراهية أن يقول عليك السلام، الحديث:٥٢٠٩، ج٤، ص٣٥٢.

4 ......''البزازية''هامش على''الفتاوى الهندية''، كتاب الكراهية، نوع في السلام، ج٦، ص٣٥٥.

5 ......''سنن الترمذي''، كتاب الإستئذان والآداب، باب في كراهية إشارة اليد بالسلام، الحديث:٢٧٠٤، ج٤، ص٣١٩.

کہتے ہیں بندگی عرض یہ لفظ ہرگز نہ کہا جائے۔ بعض لوگ آداب عرض کہتے ہیں، اگرچہ اس میں اتنی برائی نہیں مگر سنت کے خلاف ہے۔ بعض لوگ تسلیم یا تسلیمات عرض کہتے ہیں، اس کو سلام کہا جاسکتا ہے کہ یہ سلام ہی کے معنی میں ہے۔

بعض کہتے ہیں سلام۔ اس کو بھی سلام کہا جاسکتا ہے قرآن مجید میں ہے کہ ملائکہ جب ابراہیم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ﴿فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ﴾ [1] انھوں نے آکر سلام کہا، اس کے جواب میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی سلام کہا یعنی اگر کسی نے کہا سلام تو سلام کہہ دینے سے جواب ہوجائے گا۔

بعض لوگ اس قسم کے ہیں کہ وہ خود تو کیا سلام کریں گے، اگر ان کو سلام کیا جاتا ہے تو بگڑتے ہیں، کہتے ہیں کہ کیا ہمیں برابر کا سمجھ لیا ہے، یعنی کوئی غریب آدمی سلام مسنون کرے تو وہ اپنی کسرشان [2] سمجھتے ہیں۔

اور بعض یہ چاہتے ہیں کہ انھیں آداب عرض کہا جائے یا جھک کر ہاتھ سے اشارہ کیا جائے اور بعض یہاں تک بے باک ہیں کہ یہ کہتے ہیں، کیا ہمیں دُھنا [3] جولاہا [4] مقرر کر رکھا ہے؟ اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت دے اور ان کی آنکھیں کھولے۔

مسئلہ ۳۳: کسی کے نام کے ساتھ علیہ السلام کہنا یہ انبیا وملائکہ علیہم السلام کے ساتھ خاص ہے، مثلاً موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام، جبریل علیہ السلام، نبی اور فرشتہ کے سوا کسی دوسرے کے نام کے ساتھ یوں نہ کہا جائے۔

مسئلہ ۳۴: اکثر جگہ یہ طریقہ ہے کہ چھوٹا جب بڑے کو سلام کرتا ہے تو وہ جواب میں کہتا ہے جیتے رہو۔ یہ سلام کا جواب نہیں ہے، بلکہ یہ جواب جاہلیت میں کفار دیا کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے **حیاک اللّٰہ**۔ اسلام نے یہ بتایا کہ جواب میں **وَعَلَيْكُمُ السَّلام** کہا جائے۔

مصافحہ و معانقہ و بوسہ و قیام کا بیان

حدیث ۱: امام احمد وترمذی وابن ماجہ نے براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب دو مسلمان مل کر مصافحہ کرتے ہیں تو جدا ہونے سے پہلے ہی ان کی مغفرت ہوجاتی ہے۔'' [5]

اور ابوداود کی روایت میں ہے، ''جب دو مسلمان ملیں اور مصافحہ کریں اور اللہ (عزوجل) کی حمد کریں اور استغفار کریں تو دونوں کی مغفرت ہوجائے گی۔'' [6]

---

1. پ ١٤، الحجر: ٥٢.
2. یعنی اپنی بے عزتی۔
3. یعنی روئی دُھننے والا۔
4. یعنی کپڑا بُننے والا۔
5. "سنن الترمذي"، كتاب الإستئذان...إلخ، باب ماجاء في المصافحة، الحديث: ٢٧٣٦، ج٤، ص٣٣٣.
6. "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في المصافحة، الحديث: ٥٢١١، ج٤، ص٤٥٣.

حدیث۲: بیہقی نے شعب الایمان میں براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جو شخص دوپہر سے پہلے چار رکعتیں (نماز چاشت) پڑھے تو گویا اس نے شبِ قدر میں پڑھیں اور دو مسلمان مصافحہ کریں تو کوئی گناہ باقی نہ رہے گا، مگر جھڑ جائے گا۔'' [1]

حدیث۳: صحیح بخاری میں قتادہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میں نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے دریافت کیا کیا اصحاب رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم میں مصافحہ کا دستور تھا؟ کہا: ''ہاں۔'' [2]

حدیث۴: امام مالک نے عطاء خراسانی سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''آپس میں مصافحہ کرو، دل کی کپٹ جاتی رہے گی [3] اور باہم ہدیہ کرو، محبت پیدا ہوگی اور عداوت نکل جائے گی۔'' [4]

حدیث۵: امام احمد نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جب دو مسلمانوں نے ملاقات کی اور ایک نے دوسرے کا ہاتھ پکڑ لیا (مصافحہ کیا) تو اللہ تعالٰی کے ذمہ میں یہ حق ہے کہ ان کی دعا کو حاضر کردے اور ہاتھ جدا نہ ہونے پائیں گے کہ ان کی مغفرت ہو جائے گی اور جو لوگ جمع ہو کر اللہ تعالٰی کا ذکر کرتے ہیں اور سوا رضائے الٰہی کے ان کا کوئی مقصد نہیں ہے تو آسمان سے منادی ندا دیتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ! تمھاری مغفرت ہوگئی، تمھارے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیا گیا۔'' [5]

حدیث۶: طبرانی نے سلمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''مسلمان جب اپنے مسلمان بھائی سے ملے اور ہاتھ پکڑے (مصافحہ کرے) تو ان دونوں کے گناہ ایسے گرتے ہیں جیسے تیز آندھی کے دن میں خشک درخت کے پتے اور ان کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں، اگرچہ سمندر کی جھاگ برابر ہوں۔'' [6]

حدیث۷: ابن النجار نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جو مسلمان اپنے بھائی سے مصافحہ کرے اور کسی کے دل میں دوسرے سے عداوت نہ ہو تو ہاتھ جدا ہونے سے پہلے اللہ تعالٰی دونوں کے گزشتہ گناہوں کو بخش دے گا اور جو شخص اپنے بھائی کی طرف نظرِ محبت سے دیکھے، اس کے دل یا سینے میں عداوت نہ ہو تو

1 ......"شعب الإيمان"،باب في مقاربة و موادة أهل الدين، فصل في المصافحة...إلخ،الحديث:٨٩٥٥،ج٦،ص٤٧٤.

2 ......"صحيح البخاري"،كتاب الإستئذان باب المصافحة،الحديث:٦٢٦٣،ج٤،ص١٧٧.

3 ......یعنی کینہ ختم ہو جائے گا۔

4 ......"الموطأ" للإمام مالك،كتاب حسن الخلق،باب ماجاء في المهاجرة،الحديث:١٧٣١،ج٢،ص٤٠٧.

5 ......"المسند "للإمام أحمد بن حنبل،الحديث:١٢٤٥٤، ١٢٤٥٦،ج٤،ص٢٨٦.

6 ......"المعجم الكبير"،الحديث:٦١٥٠،ج٦،ص٢٥٦.

نگاہ لوٹنے سے پہلے دونوں کے گزشتہ گناہ بخش دیے جائیں گے۔''[1]

حدیث ۸: امام احمد وترمذی نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''مریض کی پوری عیادت یہ ہے کہ اس کی پیشانی یا ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر پوچھے کہ مزاج کیسا ہے اور پوری تحیت یہ ہے کہ مصافحہ کیا جائے۔''[2]

حدیث ۹: ترمذی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ ایک شخص نے عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)! کوئی شخص اپنے بھائی یا دوست سے ملاقات کرے تو کیا اس کے لیے جھک جائے؟ فرمایا: ''نہیں۔'' اس نے کہا، تو کیا اس سے چپٹ جائے اور بوسہ لے؟ فرمایا: ''نہیں۔'' اس نے کہا، تو کیا اس کا ہاتھ پکڑ کر مصافحہ کرے؟ فرمایا: ''ہاں۔''[3]

حدیث ۱۰: ابوداود نے روایت کی، کہ ایک شخص نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے پوچھا، کیا تم لوگ جب حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سے ملتے تھے تو حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) تم سے مصافحہ کرتے تھے؟ انھوں نے کہا: میں نے جب کبھی ملاقات کی حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے مصافحہ کیا۔ ایک دن حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے آدمی بھیجا، میں گھر پر موجود نہ تھا، جب آیا تو مجھے مطلع کیا گیا میں حاضر ہوا، اس وقت حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) تخت پر تھے، مجھے چپٹا لیا تو یہ خوب ہی اچھا تھا، خوب اچھا۔[4]

حدیث ۱۱: صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے ساتھ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے گھر گیا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے حضرت حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کو دریافت کیا، کہ وہ یہاں ہیں؟ تھوڑی دیر بعد وہ دوڑتے ہوئے آئے اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے انھیں گلے لگایا اور وہ بھی چپٹ گئے۔ پھر فرمایا: ''اے اللہ (عزوجل)! میں اسے محبوب رکھتا ہوں تو بھی اسے محبوب رکھ اور اسے محبوب بنالے جو اسے محبوب رکھے۔''[5]

حدیث ۱۲: امام احمد نے یعلیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: حضرت حسن وحسین رضی اللہ تعالٰی عنہما دوڑ کر رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں آئے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے انھیں چپٹا لیا اور فرمایا: ''اولاد بخل اور بزدلی کا سبب ہوتی ہے۔''[6]

---

1. ......''کنزالعمال''، کتاب الصحبة، رقم: ۲۵۳۵۸، ج۹، ص۵۷.
2. ......''سنن الترمذي''، کتاب الإستئذان...إلخ، باب ما جاء في المصافحة، الحدیث: ۲۷۴۰، ج۴ ص۳۳۴.
3. ......المرجع السابق، الحدیث: ۲۷۳۷، ج۴ ص۳۳۳.
4. ......''سنن أبي داود''، کتاب الأدب، باب في المعانقة، الحدیث: ۵۲۱۴، ج۴ ص۴۵۳.
5. ......''صحیح مسلم''، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل الحسن والحسین رضی اللہ عنہما، الحدیث: ۵۷۔(۲۴۲۱)، ص۱۳۱۹.
6. ......''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، حدیث یعلی بن مرة الثقفی، الحدیث: ۱۷۵۷۳، ج۶، ص۱۷۸.

حدیث ۱۳: ترمذی نے اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ زید بن حارثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ جب مدینہ میں آئے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) میرے مکان میں تشریف فرما تھے۔ انھوں نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کپڑا گھسیٹتے ہوئے برہنہ یعنی بغیر چادر اوڑھے ہوئے چل دیے۔ واللہ! میں نے کبھی اس کے پہلے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو برہنہ یعنی بغیر چادر اوڑھے کسی کے پاس جاتے نہیں دیکھا تھا اور نہ اس کے بعد کبھی اس طرح دیکھا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے انھیں گلے لگایا اور بوسہ دیا۔ [1]

حدیث ۱۴: ابوداود نے اسید بن حضیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ ایک انصاری شخص جن کی طبیعت میں مزاح تھا، وہ باتیں کررہے تھے اور لوگوں کو ہنسا رہے تھے۔ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ایک لکڑی سے ان کی کمر میں کونچا دیا۔ انھوں نے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سے عرض کی، مجھے اس کا بدلہ دیجیے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: بدلہ لے لو۔ انھوں نے کہا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) قمیص پہنے ہوئے ہیں، میرے بدن پر قمیص نہیں ہے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے قمیص ہٹادی، وہ چپٹ گئے اور پہلو کو بوسہ دیا اور یہ کہا کہ میرا مقصد یہی تھا۔ [2] (بدلہ لینا مقصود نہ تھا)

حدیث ۱۵: ابوداود و بیہقی نے عامر شعبی سے مرسلاً روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے جعفر بن ابی طالب رضی اللہ تعالٰی عنہ کا استقبال کیا اور ان سے معانقہ فرمایا اور دونوں آنکھوں کے درمیان میں بوسہ دیا۔ [3]

حدیث ۱۶: ابوداود نے زارع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ جب قبیلۂ عبدالقیس کا وفد حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں آیا تھا، یہ بھی اس وفد میں تھے، یہ کہتے ہیں جب ہم مدینہ میں پہنچے، اپنی منزلوں سے جلدی جلدی حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں حاضر ہوتے اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے دستِ مبارک اور پائے مبارک کو بوسہ دیتے۔ [4]

حدیث ۱۷: ابوداود نے ام المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالٰی عنہا جب حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں حاضر ہوتیں تو حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) ان کی طرف کھڑے ہوجاتے اور ان کا ہاتھ پکڑتے اور ان کو بوسہ دیتے پھر اپنی جگہ بٹھاتے اور جب حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) ان کے یہاں تشریف لے جاتے تو وہ کھڑی ہوجاتیں اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کا ہاتھ پکڑلیتیں اور بوسہ دیتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ [5]

---

1 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الإستئذان... إلخ، باب ما جاء في المعانقة والقبلة، الحديث: ٢٧٤١، ج٤، ص٣٣٥.

2 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في قبلة الجسد، الحديث: ٥٢٢٤، ج٤، ص٤٥٦.

3 ...... المرجع السابق، باب في قبلة ما بين العينين، الحديث: ٥٢٢٠، ج٤، ص٤٥٥.

4 ...... المرجع السابق، باب قبلة الرجل، الحديث: ٥٢٢٥، ج٤، ص٤٥٦.

5 ...... المرجع السابق، باب في القيام، الحديث: ٥٢١٧، ج٤، ص٤٥٤.

حدیث ۱۸: ابوداود نے براء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ جب ابوبکرصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ شروع شروع مدینہ میں آئے تھے میں ان کے ساتھ ان کے یہاں گیا۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا بخار میں لیٹی ہوئی تھیں، حضرت ابوبکر ان کے پاس گئے اور پوچھا بیٹی کیسی ہو اور ان کے رخسارہ پر بوسہ دیا۔[1]

حدیث ۱۹: ترمذی نے صفوان بن عسال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ دو۲ یہودی حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ سوال کیا کہ کھلی ہوئی نو۹ نشانیاں کیا ہیں؟ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ① اللہ (عزوجل) کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔ ② اور چوری نہ کرو۔ ③ اور زنا نہ کرو۔ ④ اور جس جان کو اللہ (عزوجل) نے حرام کیا ہے اسے ناحق قتل نہ کرو۔ ⑤ اور جو جرم سے بری ہو اسے بادشاہ کے پاس قتل کے لیے نہ لے جاؤ۔ ⑥ اور جادو نہ کرو۔ ⑦ اور سود نہ کھاؤ۔ ⑧ اور عفیفہ[2] پر زنا کی تہمت نہ دھرو۔ ⑨ اور لڑائی کے دن مونھ پھیر کر نہ بھاگو اور خاص تم یہودی ہفتہ کے متعلق حد سے تجاوز نہ کرو۔'' جب حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے یہ فرمایا تو انھوں نے حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کے ہاتھوں اور قدموں کو بوسہ دیا۔[3]

حدیث ۲۰: ابوداود نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہتے ہیں کہ ہم حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کے قریب گئے اور ہاتھ کو بوسہ دیا۔[4]

حدیث ۲۱: صحیح بخاری ومسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ جب بنی قریظہ[5] اپنے قلعہ سے سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حکم پر اترے حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آدمی بھیجا اور وہ وہاں سے قریب میں تھے۔ جب مسجد کے قریب آ گئے، حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے انصار سے فرمایا: ''اپنے سردار کے پاس اٹھ کر جاؤ۔''[6]

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في قبلة الخد، الحديث: ٥٢٢٢، ج٤، ص٤٥٥.

2 ......پاکدامن عورت۔

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب الإستئذان... إلخ، باب ما جاء في قبلة اليد والرجل، الحديث: ٢٧٤٢، ج٤، ص٣٣٥.

4 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في قبلة اليد، الحديث: ٥٢٢٣، ج٤، ص٤٥٦.

5 ......یہودیوں کے ایک قبیلے کا نام ہے۔

6 ......"صحيح البخاري"، كتاب الجهاد، باب اذا نزل العدو على حكم رجل، الحديث: ٣٠٤٣، ج٢، ص٣٢٢.

وكتاب المغازي، باب مرجع النبي صلى الله عليه وسلم من الأحزاب... إلخ، الحديث: ٤١٢١، ج٣، ص٥٦.

و"صحيح مسلم"، كتاب الجهاد... إلخ، باب جواز قتال من نقض العهد... إلخ، الحديث: ٦٤ ـ(١٧٦٨)، ص٩٧٢.

حدیث ۲۲: بیہقی نے شعب الایمان میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم مسجد میں بیٹھ کر ہم سے باتیں کرتے جب حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کھڑے ہوتے ہم بھی کھڑے ہوجاتے اور اتنی دیر کھڑے رہتے کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو دیکھ لیتے کہ بعض ازواج مطہرات کے مکان میں تشریف لے گئے۔[1]

حدیث ۲۳: ترمذی وابوداود نے معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس کی یہ خوشی ہو کہ لوگ میری تعظیم کے لیے کھڑے رہیں، وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنائے۔'' [2]

حدیث ۲۴: ابوداود نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم عصا پر ٹیک لگا کر باہر تشریف لائے۔ ہم حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے لیے کھڑے ہوگئے۔ ارشاد فرمایا: ''اس طرح نہ کھڑے ہوا کرو جیسے عجمی کھڑے ہوا کرتے ہیں کہ ان میں کا بعض بعض دوسرے کی تعظیم کیا کرتا ہے۔'' [3]

یعنی عجمیوں کا کھڑے ہونے میں جو طریقہ ہے وہ قبیح و مذموم ہے، اس طرح کھڑے ہونے کی ممانعت ہے، وہ یہ ہے کہ اُمرا بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور کچھ لوگ بروجہِ تعظیم ان کے قریب کھڑے رہتے ہیں۔ دوسری صورت عدم جواز کی وہ ہے کہ وہ خود پسند کرتا ہو کہ میرے لیے لوگ کھڑے ہوا کریں اور کوئی کھڑا نہ ہو تو برا مانے جیسا کہ ہندوستان میں اب بھی بہت جگہ رواج ہے کہ امیروں، رئیسوں، زمین داروں کے لیے ان کی رعایا کھڑی ہوتی ہے، نہ کھڑی ہو تو زدوکوب تک نوبت آتی ہے۔ ایسے ہی متکبرین و متجبرین کے متعلق معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ والی حدیث میں وعید آئی ہے[4] اور اگر ان کی طرف سے یہ نہ ہو بلکہ یہ کھڑا ہونے والا اس کو مستحق تعظیم سمجھ کر ثواب کے لیے کھڑا ہوتا ہے یا تواضع کے طور پر کسی کے لیے کھڑا ہوتا ہے تو یہ ناجائز نہیں بلکہ مستحب ہے۔

مسئلہ ۱: مصافحہ سنت ہے اور اس کا ثبوت تواتر سے ہے اور احادیث میں اس کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ ایک حدیث یہ ہے کہ ''جس نے اپنے مسلمان بھائی سے مصافحہ کیا اور ہاتھ کو حرکت دی، اس کے تمام گناہ گر جائیں گے۔'' جتنی بار ملاقات ہو ہر بار مصافحہ کرنا مستحب ہے۔ مطلقاً مصافحہ کا جواز یہ بتاتا ہے کہ نماز فجر وعصر کے بعد جو اکثر جگہ مصافحہ کرنے کا مسلمانوں میں رواج ہے یہ بھی جائز ہے اور بعض کتابوں میں جو اس کو بدعت کہا گیا، اس سے مراد بدعتِ حسنہ ہے۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... "شعب الإيمان"، باب في مقاربة وموادة أهل الدين، فصل في قيام المرء... إلخ، الحديث: ٨٩٣٠، ج٦، ص٤٦٧.

2 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ما جاء في كراهية قيام الرجل للرجل، الحديث: ٢٧٦٤، ج٤ ص٣٤٧.

3 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب الرجل يقوم للرجل يعظمه بذلك، الحديث: ٥٢٣٠، ج٤، ص٤٥٨.

4 ...... انظر: "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في قيام الرجل للرجل، الحديث: ٥٢٢٩، ج٤، ص٤٥٧.

5 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، ج٩، ص٦٢٨.

مسئلہ ۲: جس طرح فجر وعصر کے بعد مصافحہ کرنا جائز ہے دوسری نمازوں کے بعد بھی مصافحہ کرنا جائز ہے، کیونکہ اصل مصافحہ کرنا جائز ہے تو کسی وقت بھی کیا جائے جائز ہی ہے، جب تک شرع مطہر سے ممانعت ثابت نہ ہو۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳: مصافحہ یہ ہے کہ ایک شخص اپنی ہتھیلی دوسرے کی ہتھیلی سے ملائے، فقط انگلیوں کے چھونے کا نام مصافحہ نہیں ہے۔ سنت یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کیا جائے اور دونوں کے ہاتھوں کے مابین کپڑا وغیرہ کوئی چیز حائل نہ ہو۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: مصافحہ کا ایک طریقہ وہ ہے جو بخاری شریف وغیرہ میں **عبداللہ بن مسعود** رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے **مروی** ہے، کہ ''حضورِ اقدس صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کا دستِ مبارک ان کے دونوں ہاتھوں کے درمیان میں تھا۔''[3] یعنی ہر ایک کا ایک ہاتھ دوسرے کے دونوں ہاتھوں کے درمیان میں ہو۔ دوسرا طریقہ جس کو بعض فقہا نے بیان کیا اور اس کی نسبت بھی وہ کہتے ہیں کہ حدیث سے ثابت ہے، وہ یہ کہ ہر ایک اپنا داہنا ہاتھ دوسرے کے دہنے سے اور بایاں بائیں سے ملائے اور انگوٹھے کو دبائے کہ انگوٹھے میں ایک رگ ہے کہ اس کے پکڑنے سے محبت پیدا ہوتی ہے۔[4]

مسئلہ ۵: مصافحہ مسنون یہ ہے کہ جب دو مسلمان باہم ملیں تو پہلے سلام کیا جائے اس کے بعد مصافحہ کریں۔ رخصت کے وقت بھی عموماً مصافحہ کرتے ہیں، اس کے مسنون ہونے کی تصریح نظر فقیر سے نہیں گزری۔ مگر اصل مصافحہ کا جواز[5] حدیث سے ثابت ہے تو اس کو بھی جائز ہی سمجھا جائے گا۔

مسئلہ ۶: معانقہ کرنا[6] بھی جائز ہے جبکہ خوف فتنہ اور اندیشۂ شہوت نہ ہو۔ چاہیے کہ جس سے معانقہ کیا جائے وہ صرف تہبند یا فقط پاجامہ پہنے ہوئے نہ ہو، بلکہ کرتا یا اچکن بھی پہنے ہو یا چادر اوڑھے ہو یعنی کپڑا حائل ہو۔[7] (زیلعی) حدیث سے ثابت ہے کہ رسول اللہ نے معانقہ کیا۔[8]

مسئلہ ۷: بعد نماز عیدین مسلمانوں میں معانقہ کا رواج ہے اور یہ بھی اظہارِ خوشی کا ایک طریقہ ہے۔ یہ معانقہ بھی جائز ہے، جبکہ محلِ فتنہ نہ ہو مثلاً امرد خوبصورت سے معانقہ کرنا کہ یہ محلِ فتنہ ہے۔

---

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، ج۹، ص۶۲۸.

2 ......المرجع السابق، ص۶۲۹.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الاستئذان، باب المصافحة، ج٤، ص١٧٧.

حدیثِ پاک کے مطابق ترجمہ یوں ہوگا'' کہ میرا ہاتھ حضورِ اقدس صلی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دونوں ہاتھوں کے درمیان تھا''۔...علمیہ

4 ...... انظر "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، ج۹، ص۶۲۹.

5 ......یعنی جائز ہونا۔

6 ...... یعنی گلے ملنا۔

7 ......"تبيين الحقائق"، كتاب الكراهية، فصل في الإستبراء وغيره، ج۷، ص۵٦.

8 ......انظر: "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في قبلة ما بين العينين، الحديث: ٥٢٢٠، ج٤، ص٤٥٥.

مسئلہ ۸: بوسہ دینا اگر بشہوت ہو تو ناجائز ہے اور اکرام وتعظیم کے لیے ہو تو ہوسکتا ہے۔ پیشانی پر بوسہ بھی انھیں شرائط کے ساتھ جائز ہے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی دونوں آنکھوں کے درمیان کو بوسہ دیا۔[1] اور صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین سے بھی بوسہ دینا ثابت ہے۔

مسئلہ ۹: بعض لوگ مصافحہ کرنے کے بعد خود اپنا ہاتھ چوم لیا کرتے ہیں یہ مکروہ ہے، ایسا نہیں کرنا چاہیے۔[2] (زیلعی)

مسئلہ ۱۰: عالمِ دین اور بادشاہ عادل کے ہاتھ کو بوسہ دینا جائز ہے، بلکہ اس کے قدم چومنا بھی جائز ہے۔ بلکہ اگر کسی نے عالمِ دین سے یہ خواہش کی کہ آپ اپنا ہاتھ یا قدم مجھے دیجیے کہ میں بوسہ دوں تو اس کے کہنے کے مطابق وہ عالم اپنا ہاتھ پاؤں بوسہ کے لیے اس کی طرف بڑھا سکتا ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۱: عورت نے عورت کے مونھ یا رخسارہ کو بوقتِ ملاقات یا بوقتِ رخصت بوسہ دیا، یہ مکروہ ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۲: عالم یا کسی بڑے کے سامنے زمین کو بوسہ دینا حرام ہے۔ جس نے ایسا کیا اور جو اس پر راضی ہوا، دونوں گنہگار ہوئے۔[5] (زیلعی)

مسئلہ ۱۳: بوسہ کی چھ قسمیں ہیں:

① بوسہ رحمت، جیسے والدین کا اولاد کو بوسہ دینا۔

② بوسہ شفقت، جیسے اولاد کا والدین کو بوسہ دینا۔

③ بوسہ محبت، جیسے ایک شخص اپنے بھائی کی پیشانی کو بوسہ دے۔

④ بوسہ تحیت، جیسے بوقت ملاقات ایک مسلم دوسرے مسلم کو بوسہ دے۔

⑤ بوسہ شہوت، جیسے مرد عورت کو بوسہ دے اور

⑥ ایک قسم بوسہ دیانت ہے، جیسے حجرِ اسود کا بوسہ۔[6] (زیلعی)

---

1 ...... "سنن إبن ماجه"، كتاب الجنائز، باب ذكر وفاته ودفنه صلَّى اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم، الحديث: ١٦٢٧، ج٢، ص٢٨٣.

2 ...... "تبيين الحقائق"، كتاب الكراهية، فصل في الإستبراء وغيره، ج٧، ص٥٦.

3 ...... "الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، ج٩، ص٦٣١.

4 ...... المرجع السابق، ص٦٣٢.

5 ...... "تبيين الحقائق"، كتاب الكراهية، فصل في الإستبراء وغيره، ج٧، ص٥٦.

6 ...... المرجع السابق.

مسئلہ۱۴: مصحف یعنی قرآن مجید کو بوسہ دینا بھی صحابہ کرام کے فعل سے ثابت ہے، حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ روزانہ صبح کو بوسہ دیتے تھے اور کہتے یہ میرے رب کا عہد اوراس کی کتاب ہے اور حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی مصحف کو بوسہ دیتے اور چہرے سے مس کرتے۔[1] (درمختار)

مسئلہ۱۵: سجدہ تحیت یعنی ملاقات کے وقت بطورِ اکرام کسی کو سجدہ کرنا حرام ہے اور اگر بقصد عبادت ہو تو سجدہ کرنے والا کافر ہے کہ غیر خدا کی عبادت کفر ہے۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ۱۶: بادشاہ کو بروجہ تحیت سجدہ کرنا یا اس کے سامنے زمین کو بوسہ دینا کفر نہیں، مگر یہ شخص گنہگار ہوا اور اگر عبادت کے طور پر سجدہ کیا تو کفر ہے۔ عالم کے پاس آنے والا بھی اگر زمین کو بوسہ دے، یہ بھی ناجائز و گناہ ہے، کرنے والا اوراس پر راضی ہونے والا دونوں گنہگار ہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۱۷: ملاقات کے وقت جھکنا منع ہے۔[4] (عالمگیری) یعنی اتنا جھکنا کہ حدِ رکوع تک ہوجائے۔

مسئلہ۱۸: آنے والے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہونا جائز بلکہ مندوب ہے، جبکہ ایسے کی تعظیم کے لیے کھڑا ہو جو مستحق تعظیم ہے، مثلاً عالم دین کی تعظیم کو کھڑا ہونا۔ کوئی شخص مسجد میں بیٹھا ہے یا قرآن مجید پڑھ رہا ہے اور ایسا شخص آ گیا جس کی تعظیم کرنی چاہیے تو اس حالت میں بھی تعظیم کو کھڑا ہوسکتا ہے۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۱۹: جو شخص یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ میرے لیے کھڑے ہوں اس کی یہ بات ناپسند و مذموم ہے۔[6] (ردالمحتار) احادیث میں اسی قیام کی مذمت ہے یا اس قیام کو برا بتایا گیا ہے۔ جو اعاجم میں مروج ہے کہ سلاطین بیٹھے ہوتے ہیں اور اُس کے آس پاس تعظیم کے طور پر لوگ کھڑے رہتے ہیں، آنے والے کے لیے کھڑا ہونا اس قیام ممنوع میں داخل نہیں۔ قیام میلاد شریف کی ممانعت پر ان احادیث سے دلیل لانا جہالت ہے۔

مسئلہ۲۰: جہاں یہ اندیشہ ہو کہ تعظیم کے لیے اگر کھڑا نہ ہوا تو اس کے دل میں بغض و عداوت پیدا ہوگا، خصوصاً ایسی

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، ج۹، ص٦٣٤.

2 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، ج۹، ص٦٣٢.

3 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الكراهية، الباب الثامن والعشرون في ملاقاة الملوك، ج٥، ص٣٦٨ ـ ٣٦٩.

4 ......المرجع السابق، ص٣٦٩.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، ج۹، ص٦٣٢.

6 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغيره، ج۹، ص٦٣٣.

جگہ جہاں قیام کا رواج ہے تو قیام کرنا چاہیے تاکہ ایک مسلم کو بغض وعداوت سے بچایا جائے۔[1] (ردالمحتار)

چھینک اور جماھی کا بیان

حدیث ۱: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اللہ تعالٰی کو چھینک پسند ہے اور جماہی ناپسند ہے۔ جب کوئی شخص چھینکے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے تو جو مسلمان اس کو سنے اس پر یہ حق ہے کہ یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہے اور جماہی شیطان کی طرف سے ہے، جب کسی کو جماہی آئے تو جہاں تک ہو سکے، اُسے دفع کرے کیونکہ جب جماہی لیتا ہے تو شیطان ہنستا ہے۔'' [2] یعنی خوش ہوتا ہے کیونکہ یہ کسل اور غفلت کی دلیل ہے، ایسی چیز کو شیطان پسند کرتا ہے اور صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ ''جب وہ (ہا) کہتا ہے شیطان ہنستا ہے۔'' [3]

حدیث ۲: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کسی کو چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور اس کا بھائی یا ساتھ والا یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہے جب یہ یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہہ لے تو چھینکنے والا اس کے جواب میں یہ کہے یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ۔'' [4]

ترمذی اور دارمی کی روایت میں ابو ایوب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، کہ جب چھینک آئے تو یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَالٍ۔[5]

حدیث ۳: طبرانی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کسی کو چھینک آئے تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ کہے۔'' [6]

حدیث ۴: طبرانی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''جب کسی کو چھینک آئے اور وہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے تو فرشتے کہتے ہیں: رَبِّ الْعَالَمِیْنَ اور اگر وہ رَبِّ الْعَالَمِیْن کہتا ہے تو فرشتے کہتے ہیں: رَحِمَکَ اللّٰہ۔'' [7]

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، باب الإستبراء وغیره، ج۹، ص۶۳۳.

2 ......"صحیح البخاري"، کتاب الأدب، باب اذا تثاوَبَ فلیضع یده علی فیه، الحدیث: ۶۲۲۶، ج۴، ص۱۶۳.

3 ......"صحیح البخاري"، کتاب بدء الخلق، باب صفة إبلیس و جنوده، الحدیث: ۳۲۸۹، ج۲، ص۴۰۲.
و "مشکاة المصابیح"، کتاب الآداب، باب العطاس و التثاؤب، الحدیث: ۴۷۳۲، ج۳، ص۲۴.

4 ......"صحیح البخاري"، کتاب الأدب، باب اذا عطس کیف یشمت، الحدیث: ۶۲۲۴، ج۴، ص۱۶۲.

5 ......"سنن الترمذي"، کتاب الأدب، باب ماجاء کیف یشمت العاطس، الحدیث: ۲۷۵۰، ج۴، ص۳۴۰.

6 ......"المعجم الکبیر"، الحدیث: ۱۰۳۲۶، ج۱۰، ص۱۶۲.

7 ......"المعجم الکبیر"، الحدیث: ۱۲۲۸۴، ج۱۱، ص۳۵۸.

حدیث ۵: ترمذی نے نافع سے روایت کی، کہ ایک شخص کو ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کے پاس چھینک آئی۔اس نے کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہ ۔ابن عمر نے فرمایا: یہ تو میں بھی کہتا ہوں کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہ مگر اس کے کہنے کی یہ جگہ نہیں۔رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ہمیں یہ تعلیم نہیں دی، ہمیں یہ تعلیم دی ہے کہ اس موقع پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال کہیں۔[1]

حدیث ۶: ترمذی وابوداود نے ہلال بن یساف سے روایت کی، کہتے ہیں: ہم سالم بن عبید کے پاس تھے، ایک شخص کو چھینک آئی، اس نے کہا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ ۔سالم نے کہا: وَعَلَیْکَ وَ عَلٰی اُمِّکَ اسے اس کا رنج ہوا۔(کہ مجھے ایسا جواب کیوں دیا)۔ابوداود کی روایت میں ہے، کہ اس نے کہا: میری ماں کا آپ نے ذکر نہ کیا ہوتا۔نہ اچھا، نہ برا تو اچھا ہوتا۔سالم نے کہا: میں نے وہی کہا جو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا تھا۔نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی، اس نے کہا اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: وَعَلَیْکَ وَعَلٰی اُمِّکَ. جب کسی کو چھینک آئے تو کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن اور جواب دینے والا کہے یَرْحَمُکَ اللّٰہ اور وہ کہے یَغْفِرُ اللّٰہُ لِیْ وَلَکُمْ۔[2]

حدیث ۷: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس دو شخصوں کو چھینک آئی۔آپ نے ایک کو جواب دیا، دوسرے کو نہیں دیا۔اس نے عرض کی، یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)! حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اُس کو جواب دیا اور مجھے نہیں دیا۔ارشاد فرمایا: ''اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا اور تو نے نہیں کہا۔''[3]

حدیث ۸: صحیح مسلم میں ابوموسیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سنا ہے کہ ''جب کوئی چھینکے اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے تو اسے جواب دو اور اَلْحَمْدُ لِلّٰہ نہ کہے تو اسے جواب مت دو۔''[4]

حدیث ۹: صحیح مسلم میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس ایک شخص کو چھینک آئی۔حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اس کے جواب میں یَرْحَمُکَ اللّٰہ کہا، پھر دوبارہ چھینک آئی تو حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''اسے زکام ہوگیا ہے۔''[5]

---

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ما يقول العاطس اذا عطس، الحديث:٢٧٤٧، ج٤، ص٣٣٩.

2 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء كيف يشمت العاطس، الحديث:٢٧٤٩، ج٤، ص٣٣٩.
و"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب كيف تشميت العاطس، الحديث:٥٠٣١، ج٤، ص٣٩٩.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب لا يشمت العاطس اذا لم يحمد الله، الحديث:٦٢٢٥، ج٤، ص١٦٣.

4 ......"صحيح مسلم"، كتاب الزهد...إلخ، باب تشميت العاطس...إلخ، الحديث:٥٤-(٢٩٩٢)، ص١٥٩٦.

5 ......المرجع السابق، الحديث:٥٥-(٢٩٩٣)، ص١٥٩٦.

اور ترمذی کی روایت میں ہے کہ تیسری مرتبہ چھینک آئی تب حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے ایسا فرمایا۔[1] یعنی جب بار بار چھینک آئے تو جواب کی حاجت نہیں۔

حدیث ۱۰: ترمذی وابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم کو چھینک آتی تو مونھ کو ہاتھ یا کپڑے سے چھپا لیتے اور آواز کو پست کرتے۔[2]

حدیث ۱۱: صحیح مسلم میں ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ جب کسی کو جماہی آئے تو مونھ پر ہاتھ رکھ لے کیونکہ شیطان مونھ میں گھس جاتا ہے۔[3]

حدیث ۱۲: طبرانی اوسط میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''سچی بات وہ ہے کہ اس وقت چھینک آجائے۔'' [4] اور حکیم کی روایت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے یہ ہے کہ ''جب کوئی بات کی جائے اور چھینک آجائے تو وہ حق ہے۔'' [5] اور ابونعیم کی روایت انھیں سے ہے، کہ ''دعا کے وقت چھینک آجانا سچا گواہ ہے۔'' [6]

حدیث ۱۳: بیہقی نے شعب الایمان میں عبادہ بن صامت وشداد بن اوس وواثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جب کسی کو ڈکار یا چھینک آئے تو آواز کو بلند نہ کرے کہ شیطان کو یہ بات پسند ہے کہ ان میں آواز بلند کی جائے۔'' [7]

مسئلہ ۱: چھینک کا جواب دینا واجب ہے، جبکہ چھینکنے والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور اس کا جواب بھی فوراً دینا اور اس طرح جواب دینا کہ وہ سن لے، واجب ہے۔ جس طرح سلام کے جواب میں ہے یہاں بھی ہے۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: چھینک کا جواب ایک مرتبہ واجب ہے، دوبارہ چھینک آئی اور اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا تو دوبارہ جواب واجب نہیں، بلکہ مستحب ہے۔[9] (عالمگیری)

---

1 ...... ''سنن الترمذي''، کتاب الأدب، باب ماجاء کم یشمت العاطس، الحدیث: ۲۷۵۳، ج٤، ص۳٤۲.

2 ...... المرجع السابق، باب ماجاء في خفض الصوت... إلخ، الحدیث: ۲۷٥٤، ج٤، ص۳٤۳.

3 ...... ''صحیح مسلم''، کتاب الزهد... إلخ، باب تشمیت العاطس... إلخ، الحدیث: ٥۷۔(۲۹۹٥)، ص۱٥۹۷.

4 ...... ''المعجم الأوسط''، باب الجیم، الحدیث: ۳۳٦۰، ج۲، ص۳۰۲.

5 ...... ''نوادر الاصوال في احادیث الرسول''، ج۳، ص٥.

6 ...... ''کنزالعمال''، کتاب الصحبة، رقم: ۲٥٥۲۰، ج۹، ص٦۸.

7 ...... ''شعب الإیمان''، باب في تشمیت العاطس، فصل في خفض الصوت بالعطاس، الحدیث: ۹۳٥٥، ج۷، ص۳۲.

8 ...... ''الدرالمختار'' و''ردالمحتار''، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص٦۸۳.

9 ...... ''الفتاوی الهندیة''، کتاب الکراهیة، الباب السابع في السلام، ج٥، ص۳۲٦.

مسئلہ۳: جس کو چھینک آئے اسے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنا چاہیے اور بہتر یہ ہے کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْن کہے۔ جب اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہا تو سننے والے پر اس کا جواب دینا واجب ہوگیا اور حمد نہ کرے تو جواب نہیں۔ایک مجلس میں کئی مرتبہ کسی کو چھینک آئی تو صرف تین بار تک جواب دینا ہے، اس کے بعد اسے اختیار ہے کہ جواب دے یا نہ دے۔[1] (بزازیہ)

مسئلہ۴: جس کو چھینک آئے وہ یہ کہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ یا اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی کُلِّ حَال اور اس کے جواب میں دوسرا شخص یوں کہے یَرْحَمُکَ اللّٰہُ [2] پھر چھینکنے والا یہ کہے یَغْفِرُ اللّٰہُ لَنَا وَلَکُمْ [3] یا یہ کہے یَھْدِیْکُمُ اللّٰہُ وَیُصْلِحُ بَالَکُمْ [4] اس کے سوا دوسری بات نہ کہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ۵: عورت کو چھینک آئی اگر وہ بوڑھی ہے تو مرد اس کا جواب دے، اگر جوان ہے تو اس طرح جواب دے کہ وہ نہ سنے۔مرد کو چھینک آئی اور عورت نے جواب دیا، اگر جوان ہے تو مرد اس کا جواب اپنے دل میں دے اور بوڑھی ہے تو زور سے جواب دے سکتا ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ۶: خطبہ کے وقت کسی کو چھینک آئی تو سننے والا اس کو جواب نہ دے۔[7] (خانیہ)

مسئلہ۷: کافر کو چھینک آئی اور اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا تو جواب میں یَھْدِیْکَ اللّٰہُ کہا جائے۔[8] (ردالمحتار)

مسئلہ۸: چھینکنے والے کو چاہیے کہ زور سے حمد کہے تا کہ کوئی سنے اور جواب دے۔چھینک کا جواب بعض حاضرین نے دیدیا تو سب کی طرف سے ہوگیا اور بہتر یہ ہے کہ سب حاضرین جواب دیں۔[9] (ردالمحتار)

مسئلہ۹: دیوار کے پیچھے کسی کو چھینک آئی اور اس نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا تو سننے والا اس کا جواب دے۔[10] (ردالمحتار)

مسئلہ۱۰: چھینکنے والے سے پہلے ہی سننے والے نے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہا تو ایک حدیث میں آیا ہے کہ یہ شخص دانتوں اور

---

1 ......"البزازية"هامش على"الفتاوى الهندية"،كتاب الكراهية، نوع في السلام،ج٦،ص٣٥٥.

2 ......اللہ عزوجل تجھ پر رحم فرمائے۔

3 ......اللہ عزوجل ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے۔

4 ......اللہ عزوجل تمہیں ہدایت دے اور تمہاری اصلاح فرمائے۔

5 ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الكراهية، الباب السابع في السلام،ج٥،ص٣٢٦.

6 ......المرجع السابق،ص٣٢٧.

7 ......"الفتاوى الخانية"،كتاب الحظر والإباحة،فصل في التسبيح والتسليم،ج٢،ص٣٧٧.

8 ......"ردالمحتار"،كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع،ج٩،ص٦٨٤.

9 ......المرجع السابق.

10 ...... المرجع السابق.

کانوں کے درد اور تخمہ [1] سے محفوظ رہے گا۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ کمر کے درد سے محفوظ رہے گا۔ [2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۱: چھینک کے وقت سر جھکالے اور مونھ چھپالے اور آواز کو پست کرے، چھینک کی آواز بلند کرنا حماقت ہے۔ [3] (ردالمحتار)

فائدہ: حدیث میں ہے کہ بات کے وقت چھینک آجانا شاہد عدل ہے۔ [4]

مسئلہ ۱۲: بہت لوگ چھینک کو بدفالی خیال کرتے ہیں، مثلاً کسی کام کے لیے جارہا ہے اور کسی کو چھینک آگئی تو سمجھتے ہیں کہ اب وہ کام انجام نہیں پائے گا، یہ جہالت ہے کہ بدفالی کوئی چیز نہیں اور ایسی چیز کو بدفالی کہنا جس کو حدیث میں شاہد عدل فرمایا، سخت غلطی ہے۔

خرید و فروخت [5] کا بیان

مسئلہ ۱: جب تک خرید وفروخت کے مسائل معلوم نہ ہوں کہ کون سی بیع جائز ہے اور کون ناجائز، اس وقت تک تجارت نہ کرے۔ [6] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: انسان کے پاخانہ کا بیع کرنا ممنوع ہے، گوبر کا بیچنا ممنوع نہیں۔ انسان کے پاخانہ میں مٹی یا راکھ مِل کر غالب ہوجائے، جیسے کھات میں مٹی کا غلبہ ہوجاتا ہے تو بیع بھی جائز ہے اور اس کو کام میں لانا مثلاً کھیت میں ڈالنا بھی جائز ہے۔ [7] (ہدایہ)

مسئلہ ۳: یہ معلوم ہے کہ یہ فلاں شخص کی کنیز [8] ہے اور دوسرا شخص اسے بیع کررہا ہے، یہ بائع [9] کہتا ہے کہ اس نے مجھے بیع کا وکیل کیا ہے یا اس سے میں نے خرید لی ہے یا اس نے مجھے ہبہ کردی ہے [10] تو اس کو خریدنا اور اس سے وطی کرنا جائز ہے۔ جبکہ وہ شخص ثقہ ہو یا غالب گمان یہ ہو کہ سچ کہتا ہے اور اگر غالب گمان یہ ہے کہ وہ اس خبر میں جھوٹا ہے تو اس کے لیے ایسا

1 ......یعنی بدہضمی۔

2 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص٦٨٤.
و"كنزالعمال"، كتاب الصحبة، حرف العين، الحديث: ٢٥٥٣٩، ٢٥٥٤٠، ج۹، ص٧٠.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص٦٨٤.

4 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص٦٨٥.
و"كنزالعمال"، كتاب الصحبة، حرف العين، الحديث: ٢٥٥١٨، ٢٥٥١٩، ج۹، ص٦٨.

5 ......خرید فروخت کا مفصل بیان حصہ یازدہم میں گزر چکا ہے وہاں سے معلوم کریں۔ ۱۲ منہ

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس والعشرون في البيع...إلخ، ج٥، ص٣٦٣.

7 ......"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في البيع، ج٢، ص٣٧٥.

8 ......لونڈی۔ 9 ......یعنی بیچنے والا۔ 10 ...... یعنی تحفۃً مالک بنادیا۔

کرنا جائز نہیں اور اگر اس کو خود اس کا علم نہیں کہ یہ فلاں کی ہے، مگر اس بائع ہی نے بتایا کہ یہ فلاں کی ہے اور مجھے اس نے بیع کا وکیل کیا ہے اور وہ بائع ثقہ ہے یا غالب گمان یہ ہے کہ سچ کہتا ہے تو اس کو خریدنا وغیرہ جائز ہے۔[1] (ہدایہ) اسی طرح دوسری اشیاء کے متعلق یہ علم ہے کہ فلاں کی ہے اور بیچنے والا کہتا ہے کہ اس نے مجھے بیع کا وکیل کیا ہے یا میں نے خرید لی ہے یا اس نے ہبہ کردی ہے تو اس کو خریدنا اور اس چیز سے نفع اٹھانا انھیں شرائط کے ساتھ جائز ہے۔

مسئلہ ۴: جو شخص چیز کو بیع کررہا ہے اس نے یہ نہیں بتایا کہ یہ چیز میرے پاس اس طرح آئی اور مشتری[2] کو معلوم ہے کہ یہ چیز فلاں کی ہے تو جب تک معلوم نہ ہوجائے کہ یہ چیز اس کو یوں ملی ہے، اسے نہ خریدے۔ مشتری کو یہ نہیں معلوم ہے کہ چیز کسی دوسرے شخص کی ہے تو بیچنے والے سے خریدنا جائز ہے کہ اس کے قبضہ میں ہونا اس کی ملک کی دلیل ہے اور اس کا معارض پایا نہیں گیا۔ پھر اس کی کوئی وجہ نہیں کہ خواہ مخواہ دوسرے کی ملک کا توہم کیا جائے۔

ہاں اگر وہ چیز ایسی ہے کہ اس جیسے شخص کی نہیں ہوسکتی مثلاً وہ چیز بیش قیمت ہے اور یہ شخص ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ وہ اس کی ہوگی یا جاہل کے پاس کتاب ہے اور اس کے باپ دادا بھی عالم نہ تھے کہ اسے میراث میں ملی ہو تو اس صورت میں اس کی خریداری سے بچنا چاہیے اور اس کے باوجود اس نے خرید ہی لی تو خریدنا جائز ہے، کیونکہ خریدار نے دلیل شرعی پر اعتماد کرکے خریدا ہے یعنی قبضہ کو ملک کی دلیل قرار دیا ہے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۵: مشترک چیز میں جو اس کا حصہ ہے اسے نہ بیچے جب تک شریک کو مطلع نہ کردے، اگر وہ شریک خرید لے فبہا ورنہ جس کے ہاتھ چاہے بیچ ڈالے اس کا مطلب یہ ہے کہ شریک کو مطلع کرنا مستحب ہے اور بغیر مطلع کیے بیچنا مکروہ ہے یہ مطلب نہیں کہ بغیر اطلاع بیع ہی ناجائز ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۶: اگر بازار والے ایسے لوگوں سے مال خریدتے ہیں، جن کا غالب مال حرام ہے اور ان میں سود اور عقود فاسدہ جاری ہیں، ان سے خریدنے میں تین صورتیں ہیں۔ جس[۱] چیز کے متعلق گمان غالب یہ ہے کہ ظلم کے طور پر کسی کی چیز بازار میں لاکر بیچ گیا، ایسی چیز خریدی نہ جائے۔ دوسری[۲] صورت یہ ہے کہ مال حرام بعینہ موجود ہے مگر مال حلال میں اس طرح مل گیا کہ جدا کرنا ناممکن ہے، اس طرح مل جانے سے اس کی مِلک ہوگئی مگر اس کو بھی خریدنا نہ چاہیے، جب تک بائع اس مالک کو

---

1. ……"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في البيع، ج٢، ص٣٧٥.
2. ……یعنی خریدنے والا۔
3. ……"الهداية"، كتاب الكراهية، فصل في البيع، ج٢، ص٢٧٢.
4. ……"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس والعشرون في البيع...إلخ، ج٥، ص٣٦٤.

عوض دے کر راضی نہ کرلے اوراگر خرید ہی لی تو مشتری کی ملک ہوجائے گی اور کراہت رہے گی۔ تیسری صورت یہ ہے کہ معلوم ہے کہ جس کوغصب کیا تھا یا چوری وغیرہ کا مال تھا، وہ بعینہ باقی نہ رہا تو دوکان دار سے چیز خریدنی جائز ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۷: تاجر اپنی تجارت میں اس طرح مشغول نہ ہو کہ فرائض فوت ہوجائیں، بلکہ جب نماز کا وقت آجائے تو تجارت چھوڑ کر نماز کو چلا جائے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: نجس کپڑے کو بیچ سکتا ہے، مگر جب یہ گمان ہو کہ خریدار اُس میں نماز پڑھے گا تو اس کو ظاہر کردے کہ یہ کپڑا ناپاک ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: جتنے میں چیز خریدی، بائع کو اس سے کچھ زیادہ دیا تو جب تک یہ نہ کہدے کہ یہ زیادتی تمھارے لیے حلال ہے یا یہ کہ میں نے تمھیں مالک کردیا، اس زیادتی کو لینا جائز نہیں۔[4] (عالمگیری) خریدنے کے بعد بہت سے لوگ روکھ[5] لیتے ہیں کہ مبیع جتنی طے ہوئی ہے، اس سے کچھ زیادہ لیتے ہیں بغیر بائع کی رضامندی کے یہ ناجائز ہے اور روکھ مانگنا بھی نہ چاہیے کہ یہ ایک قسم کا سوال ہے اور بغیر حاجت سوال کی اجازت نہیں۔

مسئلہ ۱۰: گوشت یا مچھلی یا پھل وغیرہ ایسی چیز جو جلد خراب ہوجانے والی ہے کسی کے ہاتھ بیچی اور مشتری غائب ہوگیا اور بائع کو اندیشہ ہے کہ اس کے انتظار میں چیز خراب ہوجائے گی، ایسی صورت میں اس کو دوسرے کے ہاتھ بیچ سکتا ہے اور جس کو ایسا معلوم ہے، وہ خرید سکتا ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: جو شخص بیمار ہے اس کا باپ یا بیٹا بغیر اس کی اجازت کے ایسی چیزیں خرید سکتا ہے جس کی مریض کو حاجت ہے، مثلاً دوا وغیرہ۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: اچھے، صاف گیہوں میں خاک دھول ملا کر بیچنا ناجائز ہے، اگرچہ وہاں ملانے کی عادت ہو۔[8] (عالمگیری) اسی طرح دودھ میں پانی ملا کر بیچنا ناجائز ہے۔

مسئلہ ۱۳: جس جگہ بازار میں روٹی گوشت کا نرخ مقرر ہے کہ اس حساب سے فروخت ہوتی ہے کسی نے خریدی بائع

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس والعشرون في البيع...إلخ، ج٥، ص٣٦٤.

2 ......المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس والعشرون في البيع...إلخ، ج٥، ص٣٦٥.

5 ......یعنی کسی چیز کی خریداری کے بعد تھوڑی سی چیز جو مفت میں لیتے ہیں۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس والعشرون في البيع...إلخ، ج٥، ص٣٦٥.

7 ......المرجع السابق. 8 ...... المرجع السابق.

نے کم دی مگر خریدار کو اس وقت یہ نہیں معلوم ہوا کہ کم ہے بعد کو معلوم ہوا تو جو کچھ کمی ہے وصول کرسکتا ہے جبکہ مشتری کو بھی نرخ معلوم ہے اور اگر خریدار پردیسی ہے، وہاں کا نہیں ہے تو روٹی میں جو کمی ہے، وصول کرسکتا ہے۔ گوشت میں جو کمی ہے، وصول نہیں کرسکتا کیونکہ روٹی کا نرخ قریب قریب سب شہروں میں یکساں ہوتا ہے اور گوشت میں یہ بات نہیں۔ [1] (زیلعی)

مسئلہ ۱۴: لوہے، پیتل وغیرہ کی انگوٹھی جس کا پہننا مرد وعورت دونوں کے لیے ناجائز ہے، اس کا بیچنا مکروہ ہے۔ [2] (عالمگیری) اسی طرح افیون وغیرہ جس کا کھانا ناجائز ہے، ایسوں کے ہاتھ فروخت کرنا جو کھاتے ہوں ناجائز ہے کہ اس میں گناہ پر اعانت [3] ہے۔

مسئلہ ۱۵: مسلمان کا کافر پر دَین ہے، اس نے شراب بیچ کر اس کے ثمن سے دَین ادا کیا۔ مسلم کے علم میں ہے کہ یہ روپیہ شراب کا ثمن ہے، اس کا لینا جائز ہے کیونکہ کافر کا کافر کے ہاتھ شراب بیچنا جائز ہے اور ثمن میں جو روپیہ اسے ملا، وہ جائز ہے، لہٰذا مسلم اپنے دَین میں لے سکتا ہے اور مسلم نے شراب بیچی تو چونکہ یہ بیع ناجائز ہے اس کا ثمن بھی ناجائز ہے، اس روپیہ کو دَین میں لینا ناجائز ہے۔ [4] (درمختار) یہی حکم ہر ایسی صورت میں ہے جہاں یہ معلوم ہے کہ یہ مال بعینہ خبیث وحرام ہے تو اس کو لینا ناجائز ہے، مثلاً معلوم ہے کہ چوری یا غصب کا مال ہے۔

مسئلہ ۱۶: رنڈیوں کو ناچ گانے کی جو اُجرت ملی ہے یہ بھی خبیث ہے، جس کسی کو دَین یا کسی مطالبہ میں دے اس کا لینا ناجائز ہے۔ جس شخص نے ظلم یا رشوت کے طور پر مال حاصل کیا ہو، مرنے کے بعد اس کا مال ورثہ کو نہ لینا چاہیے کہ یہ مال حرام ہے۔ بلکہ وُرثہ یہ کریں کہ اگر معلوم ہے کہ یہ مال فلاں کا ہے تو جس سے مورث نے حاصل کیا ہے، اسے واپس دے دیں اور معلوم نہ ہو کہ کس سے لیا ہے تو فقرا پر تصدق کردیں کہ ایسے مال کا یہی حکم ہے۔ [5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷: پنساری کو روپیہ دیتے ہیں اور یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ روپیہ سودے میں کٹتا رہے گا یا دیتے وقت یہ شرط نہ ہو کہ سودے میں کٹ جائے گا، مگر معلوم ہے کہ یوہیں کیا جائے گا تو اس طرح روپیہ دینا ممنوع ہے کہ اس قرض سے یہ نفع ہوا کہ اس کے پاس رہنے میں اس کے ضائع ہونے کا احتمال تھا اب یہ احتمال جاتا رہا اور قرض سے نفع اٹھانا، ناجائز ہے۔ [6] (درمختار)

---

1 ......"تبيين الحقائق"، كتاب الكراهية، فصل في البيع، ج٧، ص٦٣.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس والعشرون في البيع...إلخ، ج٥، ص٣٦٥.

3 ......مدد کرنا۔

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٣٥.

5 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٣٥.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٤٩.

مسئلہ ۱۸: احتکار ممنوع ہے۔ احتکار کے یہ معنی ہیں کہ کھانے کی چیز کواس لیے روکنا کہ گراں ہونے پر فروخت کرے گا۔ احادیث[1] میں اس بارے میں سخت وعیدیں آئی ہیں۔

ایک حدیث میں یہ ہے "جو چالیس روز تک احتکار کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کو جذام و افلاس میں مبتلا کرے گا۔"[2]

دوسری حدیث میں یہ ہے کہ "وہ اللہ (عزوجل) سے بری اور اللہ (عزوجل) اُس سے بری۔"[3]

تیسری حدیث یہ ہے کہ "اُس پر اللہ (عزوجل) اور فرشتوں اور تمام آدمیوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ نہ اس کے نفل قبول کرے گا نہ فرض۔"[4]

احتکار انسان کے کھانے کی چیزوں میں بھی ہوتا ہے، مثلاً اناج اور انگور بادام وغیرہ اور جانوروں کے چارہ میں بھی ہوتا ہے جیسے گھاس، بھوسا۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۹: احتکار وہیں کہلائے گا جبکہ اس کا غلہ روکنا وہاں والوں کے لیے مضر ہو یعنی اس کی وجہ سے گرانی ہوجائے یا یہ صورت ہو کہ سارا غلہ اسی کے قبضہ میں ہے، اس کے روکنے سے قحط پڑنے کا اندیشہ ہے، دوسری جگہ غلہ دستیاب نہ ہوگا۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۰: احتکار کرنے والے کو قاضی یہ حکم دے گا کہ اپنے گھر والوں کے خرچ کے لائق غلہ رکھ لے اور باقی فروخت کرڈالے، اگر وہ شخص قاضی کے اس حکم کے خلاف کرے یعنی زائد غلہ نہ بیچے تو قاضی اس کو مناسب سزا دے گا اور اس کی حاجت سے زیادہ جتنا غلہ ہے، قاضی خود بیع کردے گا کیونکہ ضررِ عام سے بچنے کی یہی صورت ہے۔[7] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۱: بادشاہ کو رعایا کی ہلاکت کا اندیشہ ہو تو احتکار کرنے والوں سے غلہ لے کر رعایا پر تقسیم کردے۔ پھر جب ان کے پاس غلہ ہوجائے تو جتنا جتنا لیا ہے، واپس دیدیں۔[8] (درمختار)

---

1 ......احتکار کے متعلق چند حدیثیں حصہ یازدہم بیع مکروہ کے بیان میں لکھی جا چکی ہیں۔ ۱۲ منہ

2 ......"سنن ابن ماجه"، کتاب التجارات، باب الحكرة والجلب، الحديث: ۲۱۵۵، ج۳، ص۱٤،
و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۵۷.

3 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر، الحديث: ٤۸۸۰، ج۲، ص۲۷۰.

4 ......

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۵۶-۶۵۷.

6 ......"الهداية"، کتاب الكراهية، فصل في البيع، ج۲، ص۳۷۷.

7 ......المرجع السابق، ص۳۷۸.

8 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۵۸.

مسئلہ ۲۲: اپنی زمین کا غلہ روک لینا احتکار نہیں۔ ہاں اگر یہ شخص گرانی یا قحط کا منتظر ہے تو اس بری نیت کی وجہ سے گنہگار ہوگا اور اس صورت میں بھی اگر عام لوگوں کو غلہ کی حاجت ہو اور غلہ دستیاب نہ ہوتا ہو تو قاضی اسے بیع کرنے پر مجبور کرے گا۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۳: دوسری جگہ سے غلہ خرید کر لایا، اگر وہاں سے عموماً یہاں غلہ آتا ہے تو اس کا روکنا بھی احتکار ہے اور اگر وہاں سے یہاں غلہ لانے کی عادت جاری نہ ہو تو روکنا احتکار نہیں۔ مگر اس صورت میں بھی بیچ ڈالنا مستحب ہے کہ روکنے میں یہاں بھی ایک قسم کی کراہت ہے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۴: حاکم کو یہ نہ چاہیے کہ اشیا کا نرخ مقرر کر دے۔ حدیث میں ہے کہ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم) نرخ گراں ہوگیا، حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم) نرخ مقرر فرما دیں۔ ارشاد فرمایا: ''نرخ مقرر کرنے والا، تنگی کشادگی کرنے والا، روزی دینے والا اللہ (عزوجل) ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ خدا سے اس حالت میں ملوں کہ کوئی شخص خون یا مال کے معاملہ میں مجھ سے کسی حق کا مطالبہ نہ کرے۔''[3]

مسئلہ ۲۵: تاجروں نے اگر چیزوں کا نرخ بہت زیادہ کر دیا ہے اور بغیر نرخ مقرر کیے کام چلتا نظر نہ آتا ہو تو اہل الرائے سے مشورہ لے کر قاضی نرخ مقرر کر سکتا ہے اور مقرر شدہ نرخ کے موافق جو بیع ہوئی یہ بیع جائز ہے۔ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ یہ بیع مُکرَہ ہے کیونکہ یہاں بیع پر اکراہ نہیں، قاضی نے اسے بیچنے پر مجبور نہیں کیا۔ اسے اختیار ہے کہ اپنی چیز بیچے یا نہ بیچے، صرف یہ کیا ہے کہ اگر بیچے تو جو نرخ مقرر ہوا ہے، اس سے گراں نہ بیچے۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۶: انسان کے کھانے اور جانوروں کے چارہ میں نرخ مقرر کرنا صورت مذکورہ میں جائز ہے اور دوسری چیزوں میں بھی حکم یہ ہے کہ اگر تاجروں نے بہت زیادہ گراں کر دی ہوں تو ان میں بھی نرخ مقرر کیا جاسکتا ہے۔[5] (درمختار)

قرآن مجید پڑھنے کے فضائل

قرآن مجید پڑھنے اور پڑھانے کے بہت فضائل ہیں۔ اجمالی طور پر اتنا سمجھ لینا کافی ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے۔

---

1 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۵۸.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"سنن أبي داود"، کتاب البیوع، باب في التسعیر، الحدیث: ۳۴۵۱، ج۴، ص۴۷۴.

4 ......"الهدایة"، کتاب الکراهیة، فصل في البیع، ج۲، ص۳۷۸.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۶۱.

اس پر اسلام اور احکامِ اسلام کا مدار ہے۔ اس کی تلاوت کرنا، اس میں تدبُّر، آدمی کو خدا تک پہنچاتا ہے۔

اس موقع پر اس کے متعلق چند حدیثیں ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''تم میں بہتر وہ شخص ہے، جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔'' (1)

حدیث ۲: صحیح مسلم میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: کیا تم میں کوئی شخص اس کو پسند کرتا ہے کہ بطحان یا عقیق میں صبح کو جائے اور وہاں سے دو اونٹنیاں کوہان والی لائے، اس طرح کہ گناہ اور قطع رحم نہ ہو یعنی جائز طور پر۔ ہم نے عرض کی، کہ یہ بات ہم سب کو پسند ہے۔ فرمایا: ''پھر کیوں نہیں صبح کو مسجد میں جا کر کتاب اللہ کی دو آیتوں کو سیکھتا، کہ یہ دو اونٹنیوں سے بہتر ہیں اور تین تین سے بہتر اور چار چار سے بہتر۔'' (2) وعلیٰ ہذا القیاس۔

حدیث ۳: صحیح بخاری و مسلم میں ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو مومن قرآن پڑھتا ہے، اس کی مثال ترنج کی سی ہے کہ خوشبو بھی اچھی ہے اور مزہ بھی اچھا ہے اور جو مومن قرآن نہیں پڑھتا، وہ کھجور کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو نہیں مگر مزہ شیریں ہے۔ اور جو منافق قرآن نہیں پڑھتا، وہ اندرائن کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو بھی نہیں ہے اور مزہ کڑوا ہے اور جو منافق قرآن پڑھتا ہے، وہ پھول کی مثل ہے کہ اس میں خوشبو ہے مگر مزہ کڑوا۔'' (3)

حدیث ۴: صحیح مسلم میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالٰی اس کتاب سے بہت لوگوں کو بلند کرتا ہے اور بہتوں کو پَست کرتا ہے۔'' (4) یعنی جو اس پر ایمان لاتے اور عمل کرتے ہیں، اُن کے لیے بلندی ہے اور دوسروں کے لیے پستی ہے۔

حدیث ۵: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو قرآن پڑھنے میں ماہر ہے، وہ کراماً کاتبین کے ساتھ ہے اور جو شخص رک رک کر قرآن پڑھتا ہے اور وہ اُس پر شاق ہے یعنی اُس کی زبان آسانی سے نہیں چلتی، تکلیف کے ساتھ ادا کرتا ہے، اُس کے لیے دو اجر ہیں۔'' (5)

---

(1)......"صحيح البخاري"، كتاب فضائل القرآن، باب خيركم من تعلم القرآن وعلمه، الحديث: ٥٠٢٧، ج٣، ص٤١٠.

(2)......"صحيح مسلم"، كتاب صلاة المسافرين...إلخ، باب فضل قراءة القرآن...إلخ، الحديث: ٢٥١-(٨٠٣)، ص٤٠٢.

(3)......"صحيح البخاري"، كتاب الأطعمة، باب ذكر الطعام، الحديث: ٥٤٢٧، ج٣، ص٥٣٥.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب فضائل القرآن، الحديث: ٢١١٤، ج١، ص٥٨٢،

(4)......"صحيح مسلم"، كتاب صلاة المسافرين...إلخ، باب فضل من يقوم بالقرآن...إلخ، الحديث: ٢٦٩-(٨١٦)، ص٤٠٨.

(5)......المرجع السابق، باب فضل الماهر بالقرآن...إلخ، الحديث: ٢٤٤-(٧٩٨)، ص٤٠٠.

حدیث ۶: شرح سنہ میں عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''تین چیزیں قیامت کے دن عرش کے نیچے ہوں گی۔ ایک قرآن کہ یہ بندوں کے لیے جھگڑا کرے گا، اس کے لیے ظاہر و باطن ہے اور امانت اور رشتہ پکارے گا کہ جس نے مجھے ملایا، اُسے اللہ (عزوجل) ملائے گا اور جس نے مجھے کاٹا، اللہ (عزوجل) اُسے کاٹے گا۔''(1)

حدیث ۷: امام احمد و ترمذی و ابوداود و نسائی نے عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ پڑھ اور چڑھ اور ترتیل کے ساتھ پڑھ، جس طرح دنیا میں ترتیل کے ساتھ پڑھتا تھا۔ تیری منزل آخر آیت جو تو پڑھے گا، وہاں ہے۔'' (2)

حدیث ۸: ترمذی و دارمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس کے جوف میں کچھ قرآن نہیں ہے، وہ ویرانہ مکان کی مثل ہے۔'' (3)

حدیث ۹: ترمذی و دارمی نے ابوسعید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ اللہ تعالٰی فرماتا ہے: ''جس کو قرآن نے میرے ذکر اور مجھ سے سوال کرنے سے مشغول رکھا، اُسے میں اُس سے بہتر دوں گا، جو مانگنے والوں کو دیتا ہوں۔ اور کلام اللہ کی فضیلت دوسرے کلاموں پر ویسی ہی ہے، جیسی اللہ (عزوجل) کی فضیلت اسکی مخلوق پر ہے۔'' (4)

حدیث ۱۰: ترمذی و دارمی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص کلام اللہ کا ایک حرف پڑھے گا، اُس کو ایک نیکی ملے گی جو دس کے برابر ہوگی۔ میں یہ نہیں کہتا الٓمّٓ ایک حرف ہے، بلکہ الف ایک حرف ہے، لام دوسرا حرف ہے، میم تیسرا حرف۔'' (5)

حدیث ۱۱: ابوداود نے معاذ جہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس نے قرآن پڑھا اور جو کچھ اس میں ہے اس پر عمل کیا، اس کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا۔ جس کی روشنی سورج سے اچھی ہے، اگر وہ تمھارے گھروں میں ہوتا تو اب خود اس عمل کرنے والے کے متعلق تمہارا کیا گمان ہے۔''(6)

1 ......"شرح السنة"، كتاب البر والصلة، باب ثواب صلة الرحم... إلخ، الحديث: ٣٣٢٧، ج٦، ص٤٣٨.
2 ......"سنن أبي داود"، كتاب الوتر، باب كيف يستحب الترتيل في القراءة، الحديث: ١٤٦٤، ج٢، ص١٠٤.
3 ......"سنن الترمذي"، كتاب فضائل القرآن، باب: ١٨، الحديث: ٢٩٢٢، ج٤ ص٤١٩.
4 ......المرجع السابق، باب: ٢٥، الحديث: ٢٩٣٥، ج٤ ص٤٢٥.
5 ......المرجع السابق، باب ماجاء في من قرأ حرفا من القرآن... إلخ، الحديث: ٢٩١٩، ج٤ ص٤١٧.
6 ......"سنن أبي داود"، كتاب الوتر، باب في ثواب قراءة القرآن، الحديث: ١٤٥٣، ج٢ ص١٠٠.

حدیث ۱۲: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ و دارمی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس نے قرآن پڑھا اور اس کو یاد کرلیا، اس کے حلال کو حلال سمجھا اور حرام کو حرام جانا۔ اس کے گھر والوں میں سے دس شخصوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ اس کی شفاعت قبول فرمائے گا، جن پر جہنم واجب ہو چکا تھا۔'' (1)

حدیث ۱۳: ترمذی و نسائی و ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''قرآن سیکھو اور پڑھو کہ جس نے قرآن سیکھا اور پڑھا اور اس کے ساتھ قیام کیا، اس کی مثال یہ ہے جیسے مشک سے تھیلی بھری ہوئی ہے جس کی خوشبو ہر جگہ پھیلی ہوئی ہے اور جس نے سیکھا اور سو گیا یعنی قیام اللیل نہیں کیا، اس کی مثال وہ تھیلی ہے جس میں مشک بھری ہوئی ہے اور اس کا مونھ باندھ دیا گیا ہے۔'' (2)

حدیث ۱۴: بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ان دلوں میں بھی زنگ لگ جاتی ہے، جس طرح لوہے میں پانی لگنے سے زنگ لگتی ہے۔ عرض کی، یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم)! اس کی جِلا کس چیز سے ہوگی؟ فرمایا: ''کثرت سے موت کو یاد کرنے اور تلاوت قرآن سے۔'' (3)

حدیث ۱۵: صحیح بخاری و مسلم میں جندب بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''قرآن کو اس وقت تک پڑھو، جب تک تمھارے دل کو الفت اور لگاؤ ہو اور جب دل اُچاٹ ہو جائے، کھڑے ہو جاؤ۔'' (4) یعنی تلاوت بند کردو۔

حدیث ۱۶: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اللہ (عزوجل) کو جتنی توجہ اس نبی کی طرف ہے جو خوش آوازی سے قرآن پڑھتا ہے، کسی کی طرف اتنی توجہ نہیں۔'' (5)

حدیث ۱۷: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص قرآن کو تغنی یعنی خوش آوازی سے نہ پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں۔'' (6) اس حدیث کے متعلق یہ بھی کہا جاتا ہے کہ تغنی سے مراد استغنا ہے یعنی قرآن پڑھنے کے عوض میں کسی سے کچھ لینا نہ چاہیے۔

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل قارئ القرآن، الحديث: ٢٩١٤، ج٤ ص ٤١٤.
و"سنن ابن ماجه"، كتاب السنة، باب فضل من تعلم القرآن...إلخ، الحديث: ٢١٦، ج١ ص ١٤١.

2 ......"سنن الترمذي"، كتاب فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل سورة البقرة...إلخ، الحديث: ٢٨٨٥، ج٤ ص ٤٠١.

3 ......"شعب الإيمان"، باب في تعظيم القرآن، فصل في ادمان تلاوته، الحديث: ٢٠١٤، ج٢، ص ٣٥٢-٣٥٣.

4 ......"صحيح البخاري"، كتاب فضائل القرآن، باب اقرؤوا القرآن...إلخ، الحديث: ٥٠٦١، ج٣ ص ٣١٩.

5 ......"صحيح البخاري"، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى ولا تنفع الشفاعة...إلخ، الحديث: ٧٤٨٢، ج٤، ص ٥٦٩.

6 ......المرجع السابق، باب قول الله تعالى واسروا قولكم او اجهروا...إلخ، الحديث: ٧٥٢٧، ج٤ ص ٥٨٦.

حدیث ۱۸: امام احمد وابوداود وابن ماجہ ودارمی نے براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''قرآن کو اپنی آوازوں سے مزین کرو۔'' [1] اور دارمی کی روایت میں ہے کہ ''اپنی آوازوں سے قرآن کو خوبصورت کرو، کیونکہ اچھی آواز قرآن کا حسن بڑھا دیتی ہے۔'' [2]

حدیث ۱۹: بیہقی نے عبیدہ ملیکی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اے قرآن والو! قرآن کو تکیہ نہ بناؤ یعنی سستی اور تغافل نہ برتو اور رات اور دن میں اسکی تلاوت کرو جیسا تلاوت کا حق ہے اور اس کو پھیلاؤ اور تغنّی کرو یعنی اچھی آواز سے پڑھو یا اس کا معاوضہ نہ لو اور جو کچھ اس میں ہے اسے غور کرو، تاکہ تم کو فلاح ملے، اس کے ثواب میں جلدی نہ کرو کیونکہ اس کا ثواب بہت بڑا ہے۔'' [3] (جو آخرت میں ملنے والا ہے)

حدیث ۲۰: ابوداود و بیہقی نے جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں کہ ہم قرآن پڑھ رہے تھے اور ہمارے ساتھ اعرابی اور عجمی بھی تھے۔ اتنے میں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم تشریف لائے اور فرمایا کہ قرآن پڑھو! تم سب اچھے ہو، بعد میں قومیں آئیں گی جو قرآن کو اس طرح سیدھا کریں گی جیسا تیر سیدھا ہوتا ہے، اس کا بدلہ جلدی لینا چاہیں گے، دیر میں لینا نہیں چاہیں گے۔'' [4] یعنی دنیا میں بدلہ لینا چاہیں گے۔

حدیث ۲۱: بیہقی نے حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''قرآن کو عرب کے لحن اور آواز سے پڑھو، اہلِ عشق اور یہود و نصارٰی کے لحن سے بچو یعنی قواعد موسیقی کے مطابق گانے سے بچو اور میرے بعد ایک قوم آئے گی جو قرآن کو ترجیع کے ساتھ پڑھے گی، جیسے گانے اور نوحہ میں ترجیع ہوتی ہے، قرآن ان کے گلوں سے تجاوز نہیں کرے گا، ان کے دل فتنہ میں مبتلا ہیں اور ان کے بھی جن کو ان کی یہ بات پسند ہے۔'' [5]

حدیث ۲۲: ابوسعید بن معلّٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صحیح بخاری میں روایت ہے، کہتے ہیں: میں نماز پڑھ رہا تھا اور نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے مجھے بلایا، میں نے جواب نہیں دیا۔ (جب نماز سے فارغ ہوا) حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی

---

1 ......"سنن الدارمي"، كتاب فضائل القرآن، باب التغني بالقرآن، الحديث: ٣٥٠٠، ج٢، ص٥٦٥.

2 ......المرجع السابق، الحديث: ٣٥٠١، ج٢، ص٥٦٥.

3 ...... "شعب الإيمان"، باب في تعظيم القرآن، فصل في إدمان تلاوته، الحديث: ٢٠٠٧، ٢٠٠٩، ج٢، ص٣٥٠، ٣٥١.

4 ......"سنن أبي داود"، كتاب الصلاة، باب مايجزئ الامى والاعجمى من القراءة، الحديث: ٨٣٠، ج١، ص٣١٧.

5 ......"شعب الإيمان"، باب في تعظيم القرآن، فصل في ترك التعمق فيه، الحديث: ٢٦٤٩، ج٢، ص٥٤٠.

و"مرقاة المفاتيح"، كتاب فضائل القرآن، الحديث: ٢٢٠٧، ج٤، ص٧٠٦.

خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم)! میں نماز پڑھ رہا تھا۔ ارشاد فرمایا: کیا اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا ہے ﴿ اِسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ ﴾ [1] اللہ و رسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کے پاس حاضر ہو جاؤ، جب وہ تمھیں بلائیں۔

پھر فرمایا: مسجد سے باہر جانے سے پہلے قرآن میں جو سب سے بڑی سورت ہے، وہ بتا دوں گا اور حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے میرا ہاتھ پکڑ لیا، جب نکلنے کا ارادہ ہوا۔ میں نے عرض کی، حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے یہ فرمایا تھا کہ ''مسجد سے باہر جانے سے پہلے قران کی سب سے بڑی سورت کی تعلیم کروں گا۔ فرمایا کہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وہی سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے، جو مجھے ملا ہے۔'' [2]

حدیث ۲۳: ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے ابی بن کعب سے فرمایا کہ نماز میں تم کس طرح پڑھتے ہو؟ انھوں نے اُمّ القرآن یعنی سورت فاتحہ کو پڑھا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! نہ اس کی مثل توراۃ میں کوئی سورت اُتاری گئی، نہ انجیل میں، نہ زبور میں، نہ قرآن میں۔ وہ سبع مثانی اور قرآن عظیم ہے جو مجھے ملا۔'' [3]

حدیث ۲۴: سورۂ فاتحہ ہر بیماری سے شفا ہے۔ [4] (دارمی، بیہقی)

حدیث ۲۵: صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہتے ہیں: جبرئیل علیہ السلام حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں حاضر تھے۔ اوپر سے ایک آواز آئی۔ انھوں نے سر اٹھایا اور یہ کہا کہ آسمان کا یہ دروازہ آج ہی کھولا گیا، آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا۔ ایک فرشتہ اترا، جبریل علیہ السلام نے کہا: یہ فرشتہ آج سے پہلے کبھی زمین پر نہیں اترا تھا۔ اس نے سلام کیا اور یہ کہا کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کو بشارت ہو کہ دو نُور حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کو دیے گئے اور حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) سے پہلے کسی نبی کو نہیں ملے۔ وہ دو نُور یہ ہیں، سورۂ فاتحہ اور سورہ بقرہ کا خاتمہ، جو حرف آپ پڑھیں گے وہ دیا جائے گا۔ [5]

حدیث ۲۶: صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا:

---

1 ......پ٩، الأنفال: ٢٤.

2 ......"صحيح البخاري"، كتاب التفسير، باب ماجاء في فاتحة الكتاب، الحديث: ٤٤٧٤، ج٣، ص١٦٣.

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل فاتحة الكتاب، الحديث: ٢٨٨٤، ج٤، ص٤٠٠.

4 ......"سنن الدارمي"، كتاب فضائل القرآن، باب فضل فاتحة الكتاب، الحديث: ٣٣٧٠، ج٢، ص٥٣٨.
و"شعب الإيمان"، باب في تعظيم القرآن، فصل في فضائل السور والآيات، الحديث: ٢٣٦٧، ج٢، ص٤٥٠.

5 ......"صحيح مسلم"، كتاب صلاة المسافرين... إلخ، باب فضل الفاتحة... إلخ، الحديث: ٢٥٤-(٨٠٦)، ص٤٠٣.

''اپنے گھروں کو مقابر نہ بناؤ، شیطان اس گھر سے بھاگتا ہے جس میں سورۂ بقرہ پڑھی جاتی ہے۔'' (1)

حدیث ۲۷: صحیح مسلم میں ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو میں نے یہ فرماتے سنا کہ ''قرآن پڑھو کیونکہ وہ قیامت کے دن اپنے اصحاب کے لیے شفیع ہو کر آئے گا۔ دو چمک دار سورتیں بقرہ و آل عمران کو پڑھو کہ یہ دونوں قیامت کے دن اس طرح آئیں گی گویا دو ابر ہیں یا دو سائبان ہیں یا صف بستہ پرندوں کی دو جماعتیں، وہ دونوں اپنے اصحاب کی طرف سے جھگڑا کریں گی یعنی ان کی شفاعت کریں گی۔ سورہ بقرہ کو پڑھو کہ اس کا لینا برکت ہے اور اس کا چھوڑنا حسرت ہے اور اہلِ باطل اس کی استطاعت نہیں رکھتے۔'' (2)

حدیث ۲۸: صحیح مسلم میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اے ابوالمنذر (یہ ابی بن کعب کی کنیت ہے) تمھارے پاس قرآن کی سب سے بڑی آیت کون سی ہے؟'' میں نے کہا اللہ و رسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) اعلم ہیں۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: اے ابوالمنذر تمہیں معلوم ہے کہ قرآن کی کون سی آیت تمہارے پاس سب میں بڑی ہے۔ میں نے عرض کی، اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ (یعنی آیۃ الکرسی)۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے میرے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا: ''ابوالمنذر تم کو علم مبارک ہو۔'' (3)

حدیث ۲۹: صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے زکاۃ رمضان یعنی صدقۂ فطر کی حفاظت مجھے سپرد فرمائی تھی۔ ایک آنے والا آیا اور غلہ بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور یہ کہا کہ تجھے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں پیش کروں گا۔ کہنے لگا، میں محتاج عیال دار ہوں، سخت حاجت مند ہوں، میں نے اسے چھوڑ دیا۔ جب صبح ہوئی حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ابوہریرہ! تمہارا رات کا قیدی کیا ہوا؟ میں نے عرض کی، یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)! اس نے شدید حاجت اور عیال کی شکایت کی، مجھے رحم آ گیا چھوڑ دیا۔ ارشاد فرمایا: وہ تم سے جھوٹ بولا اور وہ پھر آئے گا۔

میں نے سمجھ لیا وہ پھر آئے گا، کیونکہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرما دیا ہے۔ میں اس کے انتظار میں تھا وہ آیا اور غلہ بھرنے لگا، میں نے اسے پکڑ لیا اور یہ کہا تجھے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس پیش کروں گا۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں محتاج ہوں، عیال دار ہوں، اب نہیں آؤں گا۔ مجھے رحم آ گیا، اسے چھوڑ دیا صبح ہوئی تو حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)

1 ......"صحیح مسلم"، کتاب صلاۃ المسافرین... إلخ، باب إستحباب صلاۃ النافلۃ... إلخ، الحدیث: ۲۱۲۔(۷۸۰)، ص۳۹۳.

2 ......المرجع السابق، باب فضل قراءۃ القرآن و سورۃ البقرۃ، الحدیث: ۲۵۲۔(۸۰٤)، ص٤۰۳.

3 ......المرجع السابق، باب فضل سورۃ الکہف... إلخ، الحدیث: ۲۵۸۔(۸۱۰)، ص٤۰٤.

نے فرمایا: ابو ہریرہ تمہارا قیدی کیا ہوا؟ میں نے عرض کی، اس نے حاجت شدیدہ اور عیال داری کی شکایت کی، مجھے رحم آیا، اسے چھوڑ دیا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: وہ تم سے جھوٹ بولا اور پھر آئے گا۔

میں اس کے انتظار میں تھا وہ آیا اور غلہ بھرنے لگا، میں نے پکڑا اور کہا: تجھے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے پاس پیش کروں گا تین مرتبہ ہو چکا تو کہتا ہے نہیں آئے گا پھر آتا ہے۔ اس نے کہا مجھے چھوڑ دو، میں تمھیں ایسے کلمات سکھاتا ہوں جن سے اللہ (عزوجل) تم کو نفع دے گا، جب تم بچھونے پر جاؤ آیت الکرسی اَللّٰہُ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ آخر آیۃ تک پڑھ لو، صبح تک اللہ (عزوجل) کی طرف سے تم پر نگہبان ہوگا اور شیطان تمھارے قریب نہیں آئے گا۔ میں نے اسے چھوڑ دیا جب صبح ہوئی، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: تمہارا قیدی کیا ہوا؟ میں نے عرض کی، اس نے کہا چند کلمات تم کو سکھاتا ہوں، اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے نفع دے گا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: یہ بات اس نے سچ کہی اور وہ بڑا جھوٹا ہے اور تمھیں معلوم ہے کہ تین راتوں سے تمہارا مخاطب کون ہے؟ میں نے عرض کی نہیں۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا کہ وہ شیطان ہے۔[1]

حدیث ۳۰: صحیح بخاری و مسلم میں ابو مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''سورہ بقرہ کی آخری دو آیتیں جو شخص رات میں پڑھ لے، وہ اس کے لیے کافی ہیں۔''[2]

حدیث ۳۱: اللہ تعالٰی نے آسمان و زمین کے پیدا کرنے سے دو ہزار برس پہلے ایک کتاب لکھی۔ اس میں سے دو آیتیں جو سورۂ بقرہ کے ختم پر ہیں، نازل فرمائیں۔ جس گھر میں تین راتوں تک پڑھی جائیں، شیطان اس کے قریب نہیں جائے گا۔''[3] (ترمذی و دارمی)

حدیث ۳۲: سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی دو آیتیں اللہ تعالیٰ کے اس خزانہ میں سے ہیں، جو عرش کے نیچے ہے اللہ (عزوجل) نے مجھے یہ دونوں آیتیں دیں انھیں سیکھو اور اپنی عورتوں کو سکھاؤ کہ وہ رحمت ہیں اور اللہ (عزوجل) سے نزدیکی اور دعا ہیں۔[4] (دارمی)

حدیث ۳۳: صحیح مسلم میں ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''سورۂ کہف کی پہلی دس آیتیں جو شخص یاد کرے، وہ دجال سے محفوظ رہے گا۔''[5]

1 ......"صحیح البخاري"، کتاب الوکالة، باب إذا وکل رجلا...إلخ، الحدیث: ٢٣١١، ج٢، ص٨٢.
2 ......"صحیح البخاري"، کتاب المغازی، الحدیث: ٤٠٠٨، ج٣، ص٢١.
3 ......"سنن الترمذي"، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء في آخر سورة البقرة، الحدیث: ٢٨٩١، ج٤، ص٤٠٤.
4 ......"سنن الدارمي"، کتاب فضائل القرآن، باب فضل اول سورة البقرة و آیة الکرسی، الحدیث: ٣٣٩٠، ج٢، ص٥٤٢.
5 ......"صحیح مسلم"، کتاب صلاة المسافرین...إلخ، باب فضل سورة الکهف...إلخ، الحدیث: ٢٥٧-(٨٠٩)، ص٤٠٤.

حدیث ۳۴: جوشخص سورۂ کہف جمعہ کے دن پڑھے گا، اس کے لیے دو جمعہ کے مابین نور روشن ہوگا۔[1] (بیہقی)

حدیث ۳۵: ہر چیز کے لیے دل ہے اور قرآن کا دل یٰسٓ ہے، جس نے یٰسٓ پڑھی دس مرتبہ قرآن پڑھنا اللہ تعالیٰ اس کے لیے لکھے گا۔[2] (ترمذی ودارمی)

حدیث ۳۶: اللہ تعالیٰ نے زمین وآسمان کے پیدا کرنے سے ہزار برس پہلے طٰہٰ ویٰسٓ پڑھا، جب فرشتوں نے سنا، یہ کہا: مبارک ہو، اس امت کے لیے جس پر یہ اتارا جائے اور مبارک ہو، ان جوفوں کے لیے جو اس کے حامل ہوں اور مبارک ہو، ان زبانوں کے لیے جو اس کو پڑھیں۔[3] (دارمی)

حدیث ۳۷: جوشخص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے یٰسٓ پڑھے گا، اس کے اگلے گناہوں کی مغفرت ہوجائے گی۔ لہٰذا اس کو اپنے مردوں کے پاس پڑھو۔[4] (بیہقی)

حدیث ۳۸: جوشخص حٰمٓ الْمُؤْمِنُ کو اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ تک اور آیۃ الکرسی صبح کو پڑھ لے گا، شام تک محفوظ رہے گا اور جو شام کو پڑھ لے گا، صبح تک محفوظ رہے گا۔[5] (ترمذی ودارمی)

حدیث ۳۹: جوشخص حٰمٓ الدُّخَانِ شب جمعہ میں پڑھے، اس کی مغفرت ہوجائے گی۔[6] (ترمذی)

حدیث ۴۰: نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم جب تک الٓمّٓ تَنْزِیْلُ اور تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ نہ پڑھ لیتے سوتے نہ تھے۔[7] (احمد، ترمذی، دارمی)

حدیث ۴۱: خالد بن معدان نے کہا، نجات دینے والی سورت کو پڑھو وہ الٓمّٓ تَنْزِیْلُ ہے۔ مجھے خبر پہنچی ہے کہ ایک شخص اس کو پڑھتا تھا اس کے سوا کچھ نہیں پڑھتا تھا اور وہ بہت گنہگار تھا، اس سورت نے اپنا بازو اس پر بچھا دیا اور کہا اے رب! اس کی مغفرت فرمادے کہ یہ مجھ کو کثرت سے پڑھتا تھا۔ رب تعالیٰ نے اس کی شفاعت قبول فرمائی اور فرشتوں سے فرمایا کہ ''اس کی ہر خطا کے بدلے میں ایک نیکی لکھو اور ایک درجہ بلند کرو۔''

1 ......"السنن الکبری"للبیهقي، کتاب الجمعة، باب مایؤمر به في لیلة الجمعة... إلخ،الحدیث:۵۹۹۶،ج۳،ص۳۵۳.

2 ......"سنن الترمذي"، کتاب فضائل القرآن، باب ما جاء في فضل سورة یسٓ، الحدیث:۲۸۹۶،ج۴،ص۴۰۶.

3 ......"سنن الدارمي"، کتاب فضائل القرآن، باب في فضل سورة طٰهٰ ویسٓ، الحدیث:۳۴۱۴،ج۲،ص۵۴۷۔۵۴۸.

4 ......"شعب الإیمان"، باب في تعظیم القرآن، فصل في فضائل السور.. الخ، الحدیث:۲۴۵۸،ج۲،ص۴۷۹.

5 ......"سنن الترمذي"، کتاب فضائل القرآن، باب ماجاء في سورة البقرة وآیة الکرسی، الحدیث:۲۸۸۸،ج۴،ص۴۰۲.

6 ......المرجع السابق، باب ماجاء في فضل حمٓ الدخان، الحدیث:۲۸۹۸،ج۴،ص۴۰۷.

7 ......المرجع السابق، باب ماجاء في فضل سورة الملك الحدیث:۲۹۰۱،ج۴،ص۴۰۸.

اور خالد نے یہ بھی کہا کہ یہ اپنے پڑھنے والے کی طرف سے قبر میں جھگڑا کرے گی، کہے گی الٰہی! اگر میں تیری کتاب سے ہوں تو میری شفاعت قبول فرما اور تیری کتاب میں سے نہیں ہوں تو اس میں سے مجھے مٹا دے۔ اور وہ پرند کی طرح اپنے بازو اس پر بچھا دے گی اور شفاعت کرے گی اور عذابِ قبر سے بچائے گی۔

اور خالد نے تبارک کے متعلق بھی ایسا ہی کہا اور جب تک ان دونوں کو پڑھ نہ لیتے خالد سوتے نہ تھے اور طاؤس نے کہا کہ یہ دونوں سورتیں قرآن کی ہر ایک سورۃ پر ساٹھ حسنہ کے ساتھ فضیلت رکھتی ہیں۔[1] (دارمی)

حدیث ۴۲: قرآن میں تیس آیت کی ایک سورت ہے، آدمی کے لیے شفاعت کرے گی یہاں تک کہ اس کی مغفرت ہو جائے گی۔ وہ **تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ** ہے۔[2] (احمد و ترمذی و ابوداود و نسائی و ابن ماجہ)

حدیث ۴۳: بعض صحابہ نے قبر پر خیمہ گاڑ دیا انھیں یہ معلوم نہ تھا کہ یہاں قبر ہے، اس میں کسی شخص نے **تَبٰرَكَ الَّذِیْ بِیَدِهِ الْمُلْكُ** ختم سورۃ تک پڑھا، جب انھوں نے نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ واقعہ سنایا، تو حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''وہ مانعہ ہے، وہ منجیہ ہے، عذابِ الٰہی سے نجات دیتی ہے۔''[3] (ترمذی)

حدیث ۴۴: جو شخص سورہ واقعہ ہر رات میں پڑھ لے گا، اس کو کبھی فاقہ نہیں پہنچے گا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ اپنی صاحب زادیوں کو حکم فرماتے تھے کہ ہر رات میں اس کو پڑھا کریں۔[4] (بیہقی)

حدیث ۴۵: کیا تم اس کی استطاعت نہیں رکھتے کہ ہر روز ایک ہزار آیتیں پڑھا کرو، لوگوں نے عرض کی اس کی کون استطاعت رکھتا ہے کہ ہر روز ہزار آیتیں پڑھا کرے؟ فرمایا: کیا اس کی استطاعت نہیں کہ **اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ** پڑھ لیا کرو۔[5] (بیہقی)

حدیث ۴۶: کیا تم اس سے عاجز ہو کہ رات میں تہائی قرآن پڑھ لیا کرو؟ لوگوں نے عرض کی، تہائی قرآن کیونکر کوئی پڑھ لے گا؟ فرمایا کہ ''**قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ** تہائی کی برابر ہے۔''[6] (بخاری، مسلم)

---

1 ......''سنن الدارمي''، كتاب فضائل القرآن، باب في فضل سورة تنزيل السجدة و تبارك، الحديث: ٣٤٠٨، ٣٤١٠، ٣٤١٢، ج٢، ص٥٤٦ـ٥٤٧.

2 ......''سنن الترمذي''، كتاب فضائل القرآن، باب ماجاء في فضل سورة الملك، الحديث: ٢٩٠٠، ج٤، ص٤٠٨.

3 ......المرجع السابق، باب ماجاء في فضل سورة الملك، الحديث: ٢٨٩٩، ج٤، ص٤٠٧.

4 ......''شعب الإيمان''، باب في تعظيم القرآن، فصل في فضائل السور والآيات، الحديث: ٢٤٩٩، ج٢، ص٤٩١ـ٤٩٢.

5 ......المرجع السابق، الحديث: ٢٥١٨، ج٢، ص٤٩٨.

6 ......''صحيح مسلم''، كتاب صلاة المسافرين... إلخ، باب فضل قراءة قل هو الله احد... إلخ، الحديث: ٢٥٩ـ(٨١١)، ص٤٠٥.

حدیث ۴۷: اِذَا زُلْزِلَتِ نصف قرآن کی برابر ہے اور قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ تہائی قرآن کی برابر ہے اور قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ چوتھائی کی برابر۔[1] (ترمذی)

حدیث ۴۸: جو ایک دن میں دو سو مرتبہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے گا، اس کے پچاس برس کے گناہ مٹا دیے جائیں گے مگر یہ کہ اس پر دَین ہو۔[2] (ترمذی ودارمی)

حدیث ۴۹: جو شخص سوتے وقت بچھونے پر داہنی کروٹ لیٹ کر سو مرتبہ قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھے، قیامت کے دن رب تبارک وتعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ ''اے میرے بندے! اپنی دہنی جانب جنت میں چلا جا۔''[3] (ترمذی)

حدیث ۵۰: نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے ایک شخص کو قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ پڑھتے سنا، فرمایا کہ ''جنت واجب ہوگئی۔''[4] (امام مالک، ترمذی، نسائی)

حدیث ۵۱: کسی نے پوچھا، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) قرآن میں سب سے بڑی سورت کون سی ہے؟ فرمایا: ''قُلْ هُوَاللّٰهُ اَحَدٌ . اس نے عرض کی، قرآن میں سب سے بڑی آیت کون سی ہے؟ فرمایا: آیۃ الکرسی اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ . اس نے کہا، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کون سی آیت آپ کو اور آپ کی امت کو پہنچنا محبوب ہے؟ یعنی اس کا فائدہ وثواب۔ فرمایا: سورۂ بقرہ کے خاتمہ کی آیت کہ وہ رحمت الٰہی کے خزانہ سے عرش الٰہی کے نیچے سے ہے، اللہ تعالیٰ نے وہ آیت اس اُمت کو دی دنیا وآخرت کی کوئی خیر نہیں مگر یہ اس پر مشتمل ہے۔[5] (دارمی)

حدیث ۵۲: جو شخص اَعُوْذُ بِاللّٰهِ السَّمِيْعِ الْعَلِيْمِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ تین مرتبہ پڑھ کر سورۂ حشر کی پچھلی تین آیتیں پڑھے، اللہ تعالیٰ ستر ہزار فرشتے مقرر فرمائے گا جو شام تک اس کے لیے دعا کریں گے۔ اور اگر وہ شخص اس روز مر جائے تو شہید مرے گا اور شام کو پڑھ لے تو اس کے لیے بھی یہی ہے۔[6] (ترمذی)

حدیث ۵۳: جو قرآن پڑھے اس کو اللہ (عزوجل) سے سوال کرنا چاہیے۔ عنقریب ایسے لوگ آئیں گے، جو قرآن

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب فضائل القرآن، باب ماجاء في إذا زلزلت، الحديث: ٢٩٠٢، ج٤، ص٤٠٩.

2 ......المرجع السابق، باب ماجاء في سورة الإخلاص... إلخ، الحديث: ٢٩٠٧، ج٤، ص٤١١.

3 ......المرجع السابق، ٢٩٠٧، ج٤، ص٤١١.

4 ......المرجع السابق، الحديث: ٢٩٠٦، ج٤، ص٤١١.

5 ......"سنن الدارمي"، كتاب فضائل القرآن، باب فضل اول سورة البقرة وآية الكرسي، الحديث: ٣٣٨٠، ج٢، ص٥٤٠.

6 ......"سنن الترمذي"، كتاب فضائل القرآن، باب في فضل قراءة آخر سورة الحشر، الحديث: ٢٩٣١، ج٤، ص٤٢٣.

پڑھ کرآدمیوں سے سوال کریں گے۔[1] (احمد، ترمذی)

حدیث ۵۴: جوقرآن پڑھ کرآدمیوں سے کھانا مانگے گا، قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ اس کے چہرہ پر گوشت نہ ہوگا، نری ہڈیاں ہوں گی۔[2] (بیہقی)

حدیث ۵۵: ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مصحف لکھنے کی اُجرت سے سوال ہوا۔ انھوں نے فرمایا: اس میں حرج نہیں، وہ لوگ نقش بناتے ہیں اوراپنی دست کاری سے کھاتے ہیں۔ یعنی یہ ایک قسم کی دست کاری ہے، اس کا معاوضہ لینا جائز ہے۔[3] (رزین)

قرآن مجید کی تلاوت وغیرہ کے مسائل حصہ سوم میں مذکور ہوچکے ہیں وہاں سے معلوم کیے جائیں۔ مصحف شریف کے متعلق بعض باتیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

قرآن مجید اور کتابوں کے آداب

مسئلہ۱: قرآن مجید پرسونے چاندی کا پانی چڑھانا جائز ہے کہ اس سے نظرعوام میں عظمت پیدا ہوتی ہے، اس میں اعراب ونقطے لگانا بھی مستحسن ہے، کیونکہ اگرایسا نہ کیا جائے تواکثر لوگ اسے صحیح نہ پڑھ سکیں گے۔ اسی طرح آیت سجدہ پرسجدہ لکھنا اور وقف کی علامتیں لکھنا اور رکوع کی علامت لکھنا اورتعشیر یعنی دس دس آیتوں پرنشان لگانا جائز ہے۔ اسی طرح سورتوں کے نام لکھنا اور یہ لکھنا کہ اس میں اتنی آیتیں ہیں یہ بھی جائز ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

اس زمانہ میں قرآن مجید کے تراجم بھی چھاپنے کا رواج ہے اگرترجمہ صحیح ہوتوقرآن مجید کے ساتھ طبع کرنے میں حرج نہیں، اس لیے کہ اس سے آیت کا ترجمہ جاننے میں سہولت ہوتی ہے مگرتنہا ترجمہ طبع نہ کیا جائے۔

مسئلہ۲: تاریخ کے اوراق قرآن مجید کی جلد یا تفسیروفقہ کی کتابوں پربطورغلاف چڑھانا جائز ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ۳: قرآن مجید کی کتابت نہایت خوش خط اور واضح حرفوں میں کی جائے، کاغذ بھی بہت اچھا، روشنائی بھی

---

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب فضائل القرآن، باب من قرأ القرآن فليسأل الله به...إلخ، الحديث:٢٩٢٦، ج٤، ص٤٢١.

2 ......"شعب الإيمان"، باب في تعظيم القرآن، فصل في ترك قراءة القرآن في المساجد والأسواق ليعطى ويستأكل به، الحديث:٢٦٢٥، ج٢، ص٥٣٢ ـ ٥٣٣.

3 ......"مشكاة المصابيح"، كتاب البيوع، باب الكسب و طلب الحلال، الحديث:٢٧٨٢، ج٢، ص١٣٣.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٣٦.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٣٧.

خوب اچھی ہو کہ دیکھنے والے کو بھلا معلوم ہو۔[1] (درمختار، ردالمحتار) بعض اہلِ مطابع[2] نہایت معمولی کاغذ پر بہت خراب کتابت وروشنائی سے چھپواتے ہیں یہ ہرگز نہ ہونا چاہیے۔

مسئلہ۴: قرآن مجید کا حجم چھوٹا کرنا مکروہ ہے۔[3] (درمختار) مثلاً آج کل بعض اہل مطابع نے تعویذی قرآن مجید چھپوائے ہیں جن کا قلم اتنا باریک ہے کہ پڑھنے میں بھی نہیں آتا، بلکہ حمائل[4] بھی نہ چھپوائی جائے کہ اس کا حجم بھی بہت کم ہوتا ہے۔

مسئلہ۵: قرآن مجید پرانا بوسیدہ ہوگیا اس قابل نہ رہا کہ اس میں تلاوت کی جائے اور یہ اندیشہ ہے کہ اس کے اوراق منتشر ہو کر ضائع ہوں گے، تو کسی پاک کپڑے میں لپیٹ کر احتیاط کی جگہ دفن کر دیا جائے اور دفن کرنے میں اس کے لیے لحد بنائی جائے، تاکہ اس پر مٹی نہ پڑے یا اس پر تختہ لگا کر چھت بنا کر مٹی ڈالیں کہ اس پر مٹی نہ پڑے۔ مصحف شریف بوسیدہ ہوجائے تو اس کو جلایا نہ جائے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ۶: لغت ونحو وصرف کا ایک مرتبہ ہے، ان میں ہر ایک کی کتاب کو دوسرے کی کتاب پر رکھ سکتے ہیں اور ان سے اوپر علم کلام کی کتابیں رکھی جائیں ان کے اوپر فقہ اور احادیث ومواعظ ودعوات ماثورہ[6] فقہ سے اوپر اور تفسیر کو ان کے اوپر اور قرآن مجید کو سب کے اوپر رکھیں۔ قرآن مجید جس صندوق میں ہو اس پر کپڑا وغیرہ نہ رکھا جائے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ۷: کسی نے محض خیر وبرکت کے لیے اپنے مکان میں قرآن مجید رکھ چھوڑا ہے اور تلاوت نہیں کرتا تو گناہ نہیں بلکہ اس کی یہ نیت باعث ثواب ہے۔[8] (خانیہ)

مسئلہ۸: قرآن مجید پر اگر بقصدِ توہین پاؤں رکھا کافر ہوجائے گا۔[9] (عالمگیری)

---

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۳۷.

2 ......یعنی چھاپنے والے۔

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۳۷.

4 ......یعنی چھوٹے سائز کا قرآن جسے گلے میں لٹکاتے ہیں۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الکراهية، الباب الخامس في آداب المسجد...إلخ، ج۵، ص۳۲۳.

6 ......**دعوات ماثورہ:** یعنی قرآن وحدیث سے منقول دعائیں ماثورہ کہلاتی ہیں۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الکراهية، الباب الخامس في آداب المسجد...إلخ، ج۵، ص۳۲۳ ـ ۳۲٤.

8 ......"الفتاوی الخانية"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في آداب المسجد، ج۲، ص۳۷۸.

9 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الکراهية، الباب الخامس في آداب المسجد...إلخ، ج۵، ص۳۲۲.

مسئلہ ۹: جس گھر میں قرآن مجید رکھا ہو، اس میں بی بی سے صحبت کرنا جائز ہے جبکہ قرآن مجید پر پردہ پڑا ہو۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: قرآن مجید کو نہایت اچھی آواز سے پڑھنا چاہیے۔اسی طرح اذان کہنے میں خوش گلوئی سے کام لے یعنی اگر آواز اچھی نہ ہو تو اچھی آواز بنانے کی کوشش کرے، لحن کے ساتھ پڑھنا کہ حروف میں کمی بیشی ہوجائے جیسے گانے والے کیا کرتے ہیں یہ ناجائز ہے، بلکہ پڑھنے میں قواعد تجوید کی مراعات کرے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۱: قرآن مجید کو معروف وشاذ دونوں قراءتوں کے ساتھ ایک ساتھ پڑھنا مکروہ ہے تو فقط قراءت شاذہ کے ساتھ پڑھنا بدرجۂ اَولیٰ مکروہ ہے۔[3] (درمختار، ردالمحتار) بلکہ عوام کے سامنے وہی قراءت پڑھی جائے جو وہاں رائج ہے کیونکہ کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ اپنی ناواقفی کی وجہ سے انکار کر بیٹھیں۔

مسئلہ ۱۲: مسلمانوں میں یہ دستور ہے کہ قرآن مجید پڑھتے وقت اگر اٹھ کر کہیں جاتے ہیں تو بند کر دیتے ہیں کھلا ہوا چھوڑ کر نہیں جاتے یہ ادب کی بات ہے۔مگر بعض لوگوں میں یہ مشہور ہے کہ اگر کھلا ہوا چھوڑ دیا جائے گا تو شیطان پڑھے گا، اس کی اصل نہیں ممکن ہے کہ بچوں کو اس ادب کی طرف توجہ دلانے کے لیے ایسا اختراع کیا ہو۔

مسئلہ ۱۳: قرآن مجید کے آداب میں یہ بھی ہے کہ اس کی طرف پیٹھ نہ کی جائے، نہ پاؤں پھیلائے جائیں، نہ پاؤں کو اس سے اونچا کریں، نہ یہ کہ خود اونچی جگہ پر ہو اور قرآن مجید نیچے ہو۔

مسئلہ ۱۴: قرآن مجید کو جزدان وغلاف میں رکھنا ادب ہے۔صحابہ وتابعین رضی اللہ تعالیٰ عنھم اجمعین کے زمانہ سے اس پر مسلمانوں کا عمل ہے۔

مسئلہ ۱۵: نئے قلم کا تراشہ ادھر ادھر پھینک سکتے ہیں مگر مستعمل قلم کا تراشہ احتیاط کی جگہ میں رکھا جائے پھینکا نہ جائے۔اسی طرح مسجد کا گھاس کوڑا موضعِ اِحتیاط[4] میں ڈالا جائے ایسی جگہ نہ پھینکا جائے کہ احترام کے خلاف ہو۔[5] (عالمگیری)

---

1 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الکراھیة، الباب الخامس في آداب المسجد...إلخ، ج٥، ص٣٢٢.

2 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج٩، ص٦٩٤.

3 ...... المرجع السابق، ص٦٩٥.

4 ...... یعنی احتیاط کی جگہ۔

5 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الکراھیة، الباب الخامس في آداب المسجد...إلخ، ج٥، ص٣٢٤.

مسئلہ ۱۶: جس کاغذ پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہو، اس میں کوئی چیز رکھنا مکروہ ہے اور تھیلی پر اسمائے الٰہی لکھے ہوں اس میں روپیہ پیسہ رکھنا مکروہ نہیں۔ کھانے کے بعد انگلیوں کو کاغذ سے پونچھنا مکروہ ہے۔[1] (عالمگیری)

آداب مسجد[2] و قبلہ

مسجد کو چونے اور گچ سے منقش کرنا جائز ہے، سونے چاندی کے پانی سے نقش ونگار کرنا بھی جائز ہے جبکہ کوئی شخص اپنے مال سے ایسا کرے مال وقف سے ایسا نہیں کرسکتا، بلکہ متولی مسجد نے اگر مال وقف سے سونے چاندی کا نقش کرایا تو اسے تاوان دینا ہوگا، ہاں اگر بانی مسجد نے نقش کرایا تھا جو خراب ہوگیا تو متولی مسجد مال مسجد سے بھی نقش ونگار کراسکتا ہے۔ بعض مشایخ دیوار قبلہ میں نقش ونگار کرنے کو مکروہ بتاتے ہیں، کہ نمازی کا دل اُدھر متوجہ ہوگا۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱: مسجد کی دیواروں میں گچ اور پلاستر کرانا جائز ہے کہ اس کی وجہ سے عمارت محفوظ رہے گی۔ مسجد میں پلاستر کرانے یا قلعی[4] یا کہگل[5] کرانے میں ناپاک پانی استعمال نہ کیا جائے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: مسجد میں درس دینا جائز ہے اگرچہ بوقت درس مسجد کی جانمازوں اور چٹائیوں کو استعمال کرتا ہو۔ مسجد میں کھانا کھانا اور سونا معتکف کو جائز ہے غیر معتکف کے لیے مکروہ ہے، اگر کوئی شخص مسجد میں کھانا یا سونا چاہتا ہو تو وہ بہ نیت اعتکاف مسجد میں داخل ہو اور ذکر کرے یا نماز پڑھے اس کے بعد وہ کام کرسکتا ہے۔[7] (عالمگیری)

ہندوستان میں تقریباً ہر جگہ یہ رواج ہے کہ ماہ رمضان میں عام طور پر مسجد میں روزہ افطار کرتے ہیں، اگر خارج مسجد کوئی جگہ ایسی ہو کہ وہاں افطار کریں جب تو مسجد میں افطار نہ کریں۔ ورنہ داخل ہوتے وقت اعتکاف کی نیت کرلیا کریں اب افطار کرنے میں حرج نہیں، مگر اس بات کا اب بھی لحاظ کرنا ہوگا کہ مسجد کا فرش یا چٹائیاں آلودہ نہ کریں۔

مسئلہ ۳: مسجد کو راستہ نہ بنایا جائے، مثلاً مسجد کے دو دروازے ہیں اور اس کو کہیں جانا ہے آسانی اس میں ہے کہ ایک دروازہ سے داخل ہوکر دوسرے سے نکل جائے۔ ایسا نہ کرے اگر کوئی شخص اس نیت سے گیا کہ اس دروازے سے داخل ہوکر

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد...إلخ، ج٥، ص٣٢٢.

2 ......مسجد کے متعلق مسائل حصہ سوم میں مفصل ذکر کیے گئے ہیں، کچھ باتیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔ ۱۲ منہ

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٣٦.

4 ......یعنی سفیدی۔ 5 ...... یعنی مٹی کی لپائی۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد...إلخ، ج٥، ص٣١٩.

7 ......المرجع السابق، ص٣٢٠، ٣٢١.

دوسرے سے نکل جائے گا، اندر جانے کے بعد اپنے اس فعل پر نادم ہوا تو جس دروازے سے نکلنے کا ارادہ کیا تھا اس کے سوا دوسرے دروازے سے نکلے اور بعض علماء نے فرمایا ہے کہ یہ شخص پہلے نماز پڑھے پھر نکلے اور بعض نے فرمایا کہ اگر بے وضو ہے تو جس دروازہ سے گیا ہے، اسی سے نکلے مسجد میں جوتے پہن کر جانا مکروہ ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: جامع مسجد میں تعویذ بیچنا، ناجائز ہے جیسا کہ تعویذ والے کیا کرتے ہیں کہ اس تعویذ کا یہ ہدیہ ہے اتنا دو اور تعویذ لے جاؤ۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: مسجد میں عقد نکاح کرنا مستحب ہے۔[3] (عالمگیری) مگر یہ ضرور ہے کہ بوقت نکاح شور وغل اور ایسی باتیں جو احترام مسجد کے خلاف ہیں نہ ہونے پائیں، لہٰذا اگر معلوم ہو کہ مسجد کے آداب کا لحاظ نہ رہے گا تو مسجد میں نکاح نہ پڑھوائیں۔

مسئلہ ۶: جس کے بدن یا کپڑے پر نجاست لگی ہو وہ مسجد میں نہ جائے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۷: مسجد میں ان آداب کا لحاظ رکھے۔

① جب مسجد میں داخل ہو تو سلام کرے بشرطیکہ جو لوگ وہاں موجود ہیں، ذکر و درس میں مشغول نہ ہوں اور اگر وہاں کوئی نہ ہو یا جو لوگ ہیں وہ مشغول ہیں تو یوں کہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا مِنْ رَّبِّنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ۔

② وقت مکروہ نہ ہو تو دو رکعت تحیۃ المسجد ادا کرے۔

③ خرید وفروخت نہ کرے۔

④ ننگی تلوار مسجد میں نہ لے جائے۔

⑤ گمی ہوئی چیز مسجد میں نہ ڈھونڈے۔

⑥ ذِکر کے سوا آواز بلند نہ کرے۔

⑦ دُنیا کی باتیں نہ کرے۔

⑧ لوگوں کی گردنیں نہ پھلانگے۔

⑨ جگہ کے متعلق کسی سے جھگڑا نہ کرے۔

⑩ اس طرح نہ بیٹھے کہ دوسروں کے لیے جگہ میں تنگی ہو۔

⑪ نمازی کے آگے سے نہ گزرے۔

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد...إلخ، ج٥، ص٣٢١.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

⑫ مسجد میں تھوک کھنکار نہ ڈالے۔

⑬ انگلیاں نہ چٹکائے۔

⑭ نجاست اور بچوں اور پاگلوں سے مسجد کو بچائے۔

⑮ ذکر الٰہی کی کثرت کرے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: مسجد میں جگہ تنگ ہوگئی تو جو نماز پڑھنا چاہتا ہے وہ بیٹھے ہوئے کو کہہ سکتا ہے کہ سرک جاؤ نماز پڑھنے کی جگہ دے دو۔ اگرچہ وہ شخص ذکر و درس یا تلاوت قرآن میں مشغول ہو یا معتکف ہو۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: مسجد کے سائل کو دینا منع ہے، مسجد میں دنیا کی باتیں کرنی مکروہ ہیں۔ مسجد میں کلام کرنا نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے، یہ جائز کلام کے متعلق ہے ناجائز کلام کے گناہ کا کیا پوچھنا۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰: نماز پڑھنے کے بعد مصلے کو لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں، یہ اچھی بات ہے کہ اس میں زیادہ احتیاط ہے، مگر بعض لوگ جانماز کا صرف کونا لوٹ دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایسا نہ کرنے میں اس پر شیطان نماز پڑھے گا یہ بے اصل ہے۔

مسئلہ ۱۱: مسجد کی چھت پر چڑھنا مکروہ ہے، گرمی کی وجہ سے مسجد کی چھت پر جماعت کرنا مکروہ ہے، ہاں اگر مسجد میں تنگی ہو نمازیوں کی کثرت ہو تو چھت پر نماز پڑھ سکتے ہیں[4]، جیسا کہ بمبئی اور کلکتہ میں مسجد کی تنگی کی وجہ سے چھت پر بھی جماعت ہوتی ہے۔ (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: طالبِ علم نے مسجد کی چٹائی کا تنکا نشانی کے لیے کتاب میں رکھ لیا یہ معاف ہے۔[5] (عالمگیری) اس کا یہ مطلب نہیں کہ اچھی چٹائی سے تنکا توڑ کر نشانی بنائے، کہ اس طرح بار بار کرنے سے چٹائی خراب ہو جائے گی۔

مسئلہ ۱۳: قبلہ کی جانب ہدف یعنی نشانہ بنا کر اس پر تیر مارنا یا اس پر گولی مارنا مکروہ ہے، یعنی قبلہ کی طرف چاند ماری کرنا مکروہ ہے۔[6] (ردالمحتار)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد...إلخ، ج٥، ص٣٢١.

2 ......المرجع السابق، ص٣٢٢.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٨، ٦٩٠.

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد...إلخ، ج٥، ص٣٢٢.

5 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس في آداب المسجد...إلخ، ج٥، ص٣٢٢.

6 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦٦.

عیادت و علاج کا بیان

عیادت کے فضائل کے متعلق چند احادیث حصہ چہارم کتاب الجنائز میں ذکر کی گئی ہیں۔ علاج کے متعلق کچھ حدیثیں یہاں لکھی جاتی ہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے کوئی بیماری نہیں اُتاری مگر اس کے لیے شفا بھی اتاری۔'' (1)

حدیث ۲: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ہر بیماری کے لیے دوا ہے جب بیماری کو دوا پہنچ جائے گی، اللہ (عزوجل) کے حکم سے اچھا ہو جائے گا۔'' (2)

حدیث ۳: امام احمد و ترمذی و ابوداود نے اسامہ بن شریک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ لوگوں نے عرض کی یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) ہم دوا کریں؟ فرمایا: ''ہاں اے اللہ (عزوجل) کے بندو! دوا کرو، کیونکہ اللہ (عزوجل) نے بیماری نہیں رکھی مگر اس کے لیے شفا بھی رکھی ہے، سوا ایک بیماری کے وہ بڑھاپا ہے۔'' (3)

حدیث ۴: ابوداود نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''بیماری اور دوا دونوں کو اللہ تعالیٰ نے اتارا، اس نے ہر بیماری کے لیے دوا مقرر کی، پس تم دوا کرو مگر حرام سے دوامت کرو۔'' (4)

حدیث ۵: امام احمد و ابوداود و ترمذی و ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے دواء خبیث سے ممانعت فرمائی۔'' (5)

حدیث ۶: ترمذی و ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مریضوں کو کھانے پر مجبور نہ کرو، کہ ان کو اللہ تعالیٰ کھلاتا پلاتا ہے۔'' (6)

---

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب الطب، باب ما أنزل الله داء الا انزل له شفاء، الحديث: ٥٦٧٨، ج ٤، ص ١٦.

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب السلام، باب لكل داء دواء... إلخ، الحديث: ٦٩ ـ (٢٢٠٤)، ص ١٢١٠.

3 ......"سنن أبي داود"، كتاب الطب، باب الرجل يتداوى، الحديث: ٣٨٥٥، ج ٤، ص ٥.

و"سنن الترمذي"، كتاب الطب، باب ماجاء في الدواء... إلخ، الحديث: ٢٠٤٥، ج ٤، ص ٤.

4 ......"سنن أبي داود"، كتاب الطب، باب في الادوية المكروهة، الحديث: ٣٨٧٤، ج ٤، ص ١٠.

5 ......المرجع السابق، الحديث: ٣٨٧٠، ج ٤، ص ٩.

6 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الطب، باب ماجاء لا تكرهوا مرضاكم على الطعام والشرب، الحديث: ٢٠٤٧، ج ٤، ص ٥.

حدیث ۷: ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب مریض کھانے کی خواہش کرے تو اسے کھلا دو۔'' [1] یہ حکم اس وقت ہے کہ کھانے کا اشتہائے صادق ہو۔[2]

حدیث ۸: ابوداود نے اُم منذر بنت قیس رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم مع حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے میرے یہاں تشریف لائے۔ حضرت علی (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کو نقاہت تھی یعنی بیماری سے ابھی اچھے ہوئے تھے، مکان میں کھجور کے خوشے لٹک رہے تھے، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ان میں سے کھجوریں تناول فرمائیں۔ حضرت علی نے کھانا چاہا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ان کو منع کیا اور فرمایا کہ تم نقیہ ہو۔ کہتی ہیں کہ جو اور چقندر پکا کر حاضر لائی، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے حضرت علی سے فرمایا: ''اس میں سے لو کہ یہ تمھارے لیے نافع ہے۔'' [3]

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مریض کو پرہیز کرنا چاہیے جو چیزیں اس کے لیے مضر[4] ہیں، ان سے بچنا چاہیے۔

حدیث ۹: امام احمد و ترمذی وابوداود نے عمران بن حصین اور ابن ماجہ نے بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جھاڑ پھونک نہیں مگر نظر بد اور زہریلے جانور کے کاٹنے سے۔''[5] یعنی ان دونوں میں زیادہ مفید ہے۔

حدیث ۱۰: امام احمد و ترمذی وابن ماجہ نے اسما بنت عمیس رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، انھوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) اولادِ جعفر کو جلد نظر لگ جایا کرتی ہے، کیا جھاڑ پھونک کراؤں؟ فرمایا: ''ہاں کیونکہ اگر کوئی چیز تقدیر سے سبقت لے جانے والی ہوتی تو نظر بد سبقت لے جاتی۔''[6]

حدیث ۱۱: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے، کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے نظر بد سے جھاڑ پھونک کرانے کا حکم فرمایا ہے۔''[7]

---

1 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الطب، باب المريض يشتهى الشئ، الحديث: ۳۴۴۰، ج۴، ص۸۹.

2 ......یعنی کھانے کی سچی خواہش ہو۔

3 ......"سنن أبي داود"، كتاب الطب، باب في الحمية، الحديث: ۳۸۵۶، ج۴، ص۵.

4 ......نقصان دہ۔

5 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الطب، باب ماجاء في الرخصة في ذلك، الحديث: ۲۰۶۴، ج۴، ص۱۲.

6 ......المرجع السابق، باب ماجاء في الرقية من العين، الحديث: ۲۰۶۶، ج۴، ص۱۳.

7 ......"صحيح البخاري"، كتاب الطب، باب رقية العين، الحديث: ۵۷۳۸، ج۴، ص۳۱.

حدیث ۱۲: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، کہ ان کے گھر میں ایک لڑکی تھی جس کے چہرہ میں زردی تھی۔ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اسے جھاڑ پھونک کراؤ، کیونکہ اسے نظر لگ گئی ہے۔''(1)

حدیث ۱۳: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ جب رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے جھاڑ پھونک سے منع فرمایا۔ عمرو بن حزم کے گھر والوں نے حاضر ہوکر یہ کہا، کہ یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے جھاڑنے کو منع فرمایا اور ہمارے پاس بچھو کا جھاڑ ہے اور اس کو حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کے سامنے پیش کیا۔ ارشاد فرمایا: ''اس میں کچھ حرج نہیں جو شخص اپنے بھائی کو نفع پہنچا سکے، نفع پہنچائے۔'' (2)

حدیث ۱۴: صحیح مسلم میں عوف بن مالک اشجعی سے روایت ہے، کہتے ہیں ہم جاہلیت میں جھاڑا کرتے تھے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) حضور کا اس کے متعلق کیا ارشاد ہے؟ فرمایا کہ ''میرے سامنے پیش کرو، جھاڑ پھونک میں حرج نہیں جب تک اس میں شرک نہ ہو۔''(3)

حدیث ۱۵: صحیح بخاری میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''عدویٰ نہیں، یعنی مرض لگنا اور متعدی ہونا نہیں ہے اور نہ بدفالی ہے اور نہ ہامہ (4) ہے، نہ صفر (5) اور مجذوم سے بھاگو، جیسے شیر سے بھاگتے ہو۔''(6)

دوسری روایت میں ہے، کہ ایک اعرابی نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) اس کی کیا وجہ ہے کہ ریگستان میں اونٹ ہرن کی طرح (صاف ستھرا) ہوتا ہے اور خارشتی اونٹ (7) جب اس کے ساتھ مل جاتا ہے تو اسے بھی خارشتی کردیتا ہے؟ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''پہلے کو کس نے مرض لگادیا۔''(8) یعنی جس طرح پہلا اونٹ

1 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الطب، باب رقیة العین، الحدیث: ۵۷۳۹، ج ٤، ص ۳۱.

2 ...... "صحیح مسلم"، کتاب السلام، باب إستحباب الرقیة من العین... إلخ، الحدیث: ٦۳ ـ (۲۱۹۹)، ص ۱۲۰۷.

3 ...... المرجع السابق، باب لا بأس بالرقی مالم یکن فیه شرك، الحدیث: ٦٤ ـ (۲۲۰۰)، ص ۱۲۰۸.

4 ...... ہامہ سے مراد اُلّو ہے، زمانہ جاہلیت میں اہل عرب اس کے متعلق مختلف قسم کے خیالات رکھتے تھے اور اب بھی لوگ اس کو منحوس سمجھتے ہیں۔ جو کچھ بھی ہو حدیث نے اس کے متعلق یہ ہدایت کی ہے کہ اس کا اعتبار نہ کیا جائے۔ ۱۲ منہ

5 ...... ماہ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں، حدیث میں فرمایا: یہ کوئی چیز نہیں۔ ۱۲ منہ

6 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الطب، باب الجذام، الحدیث: ۵۷۰۷، ج ٤، ص ۲٤.

7 ...... یعنی وہ اونٹ جسے خارش ہو۔

8 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الطب، باب لاصفر... إلخ، الحدیث: ۵۷۱۷، ج ٤، ص ۲٦.

خارشتی ہوگیا دوسرا بھی ہوگیا۔

مرض کا متعدی ہونا[1] غلط ہے اور مجذوم سے بھاگنے کا حکم سدذرائع[2] کے قبیل سے ہے، کہ اگر اس سے میل جول میں دوسرے کو جذام پیدا ہوجائے تو یہ خیال ہوگا کہ میل جول سے پیدا ہوا، اس خیالِ فاسد[3] سے بچنے کے لیے یہ حکم ہوا کہ اس سے علیحدہ رہو۔

حدیث ۱۶: صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ بدفالی کوئی چیز نہیں اور فال اچھی چیز ہے۔ لوگوں نے عرض کی، فال کیا چیز ہے؟ فرمایا: ''اچھا کلمہ جو کسی سے سنے۔''[4] یعنی کہیں جاتے وقت یا کسی کام کا ارادہ کرتے وقت کسی کی زبان سے اگر اچھا کلمہ نکل گیا، یہ فال حسن ہے۔

حدیث ۱۷: ابوداود وترمذی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''طیرہ (بدفالی) شرک ہے۔ اس کو تین مرتبہ فرمایا (یعنی مشرکین کا طریقہ ہے)۔ جو کوئی ہم میں سے ہو یعنی مسلمان ہو، وہ اللہ (عزوجل) پر توکل کرکے چلا جائے۔''[5]

حدیث ۱۸: ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ ''نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم جب کسی کام کے لیے نکلتے تو یہ بات حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کو پسند تھی کہ **یا راشد، یا نجیح** سنیں۔''[6] یعنی اس وقت اگر کوئی شخص ان ناموں کے ساتھ کسی کو پکارتا یہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کو اچھا معلوم ہوتا کہ یہ کامیابی اور فلاح کی فال نیک ہے۔

حدیث ۱۹: ابوداود نے بریدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کسی چیز سے بدشگونی[7] نہیں لیتے، جب کسی عامل کو بھیجتے اس کا نام دریافت کرتے اگر اسکا نام پسند ہوتا تو خوش ہوتے اور خوشی کے آثار چہرہ میں ظاہر ہوتے اور اگر اس کا نام ناپسند ہوتا تو اس کے آثار حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کے چہرہ میں دکھائی دیتے اور جب کسی بستی میں جاتے اس کا نام پوچھتے اگر اس کا نام پسند ہوتا تو خوش ہوتے اور خوشی کے آثار چہرہ میں دکھائی دیتے اور ناپسند ہوتا تو کراہیت کے آثار چہرہ میں دکھائی دیتے۔[8]

---

1 ...... یعنی ایک کا مرض دوسرے کو لگنا۔ 2 ...... یعنی ذرائع روکنے۔ 3 ...... یعنی بُرے خیال۔

4 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الطب، باب الطيرة، الحديث: ٥٧٥٤، ج٤، ص٣٦.

5 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الطب، باب في الطيرة، الحديث: ٣٩١٠، ج٤، ص٢٣.

6 ...... "سنن الترمذي"، كتاب السير، باب ماجاء في الطيرة، الحديث: ١٦٢٢، ج٣، ص٢٨٨.

7 ...... بدفالی۔

8 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الطب، باب في الطيرة، الحديث: ٣٩٢٠، ج٤، ص٢٥.

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ ناموں سے آپ بدشگونی لیتے بلکہ یہ کہ اچھے نام حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو پسند تھے اور برے نام ناپسند تھے۔

حدیث ۲۰: ابوداود نے عروہ بن عامر سے مرسلاً روایت کی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے سامنے بدشگونی کا ذکر ہوا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: فال اچھی چیز ہے اور براشگون کسی مسلم کو واپس نہ کرے یعنی کہیں جا رہا تھا اور براشگون ہوا تو واپس نہ آئے، چلا جائے جب کوئی شخص ایسی چیز دیکھے جو ناپسند ہے یعنی براشگون پائے تو یہ کہے۔

اَللّٰھُمَّ لَا یَاْتِیْ بِالْحَسَنَاتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَا یَدْفَعُ السَّیِّاٰتِ اِلَّا اَنْتَ وَلَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ۔ (1)

حدیث ۲۱: صحیح بخاری و مسلم میں اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب سنو کہ فلاں جگہ طاعون ہے، تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں ہوجائے جہاں تم ہو، تو وہاں سے نہ نکلو۔'' (2)

حدیث ۲۲: صحیح مسلم میں اسامہ بن زید رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''طاعون عذاب کی نشانی ہے، اللہ تعالٰی نے اپنے بندوں میں سے کچھ لوگوں کو اس میں مبتلا کیا، جب سنو کہ کہیں ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب وہاں ہوجائے جہاں تم ہو تو بھاگو مت۔'' (3)

حدیث ۲۳: امام احمد و بخاری نے عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''طاعون عذاب تھا، اللہ تعالٰی جس پر چاہتا ہے اس کو بھیجتا ہے۔ اس کو اللہ (عزوجل) نے مومنین کے لیے رحمت کر دیا۔ جہاں طاعون واقع ہو اور اس شہر میں جو شخص صبر کر کے اور طلب ثواب کے لیے ٹھہرا رہے اور یہ یقین رکھے کہ وہی ہوگا جو اللہ (عزوجل) نے لکھ دیا ہے، اس کے لیے شہید کا ثواب ہے۔'' (4)

حدیث ۲۴: امام بخاری و مسلم واحمد نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ (5) سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''طاعون ہر مسلم کے لیے شہادت ہے۔'' (6)

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الطب، باب في الطيرة، الحديث: ٣٩١٩، ج٤، ص٢٥.

2 ......"صحيح البخاري"، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، الحديث: ٥٧٢٨، ج٤، ص٢٨.

3 ......"صحيح مسلم"، كتاب السلام، باب الطاعون والطيرة... إلخ، الحديث: ٩٣-(٢٢١٨)، ص١٢١٥.

4 ......"صحيح البخاري"، كتاب القدر، الحديث: ٦٦١٩، ج٤، ص٢٧٨.

5 ......ہمیں یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور مسند احمد میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بجائے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ملی اسی لیے متن میں ہم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے بجائے حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ لکھ دیا ہے۔... **علمیہ**

6 ......"صحيح البخاري"، كتاب الطب، باب ما يذكر في الطاعون، الحديث: ٥٧٣٢، ج٤، ص٣٠.

مسئلہ ۱: مریض کی عیادت کرنا[1] سنت ہے، اگر معلوم ہے کہ عیادت کو جائے گا تو اس بیمار پر گراں گزرے گا ایسی حالت میں عیادت نہ کرے۔ عیادت کو جائے اور مرض کی سختی دیکھے تو مریض کے سامنے یہ ظاہر نہ کرے کہ تمھاری حالت خراب ہے اور نہ سر ہلائے جس سے حالت کا خراب ہونا سمجھا جاتا ہے، اس کے سامنے ایسی باتیں کرنی چاہیے جو اس کے دل کو بھلی[2] معلوم ہوں، اس کی مزاج پرسی کرے اس کے سر پر ہاتھ نہ رکھے مگر جبکہ وہ خود اس کی خواہش کرے۔ فاسق کی عیادت بھی جائز ہے، کیونکہ عیادت حقوق اسلام سے ہے اور فاسق بھی مسلم ہے۔ یہودی یا نصرانی اگر ذمی[3] ہو تو اس کی عیادت بھی جائز ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مجوسی کی عیادت کو جائے یا نہ جائے اس میں علما کو اختلاف ہے یعنی جبکہ یہ ذمی ہو۔[5] (عنایہ) ہنود مجوس کے حکم میں ہیں، ان کے احکام وہی ہیں جو مجوسیوں کے ہیں، اہلِ کتاب جیسے ان کے احکام نہیں۔ ہندوستان کے یہودی، نصرانی، مجوسی، بت پرست ان میں کوئی بھی ذمی نہیں۔

مسئلہ ۲: دوا علاج کرنا جائز ہے جبکہ یہ اعتقاد[6] ہو کہ شافی[7] اللہ (عزوجل) ہے، اس نے دوا کو ازالۂ مرض[8] کے لیے سبب بنا دیا ہے اور اگر دوا ہی کو شفا دینے والا سمجھتا ہو تو ناجائز ہے۔[9] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: انسان کے کسی جز کو دوا کے طور پر استعمال کرنا حرام ہے۔ خنزیر کے بال یا ہڈی یا کسی جز کو دواءً استعمال کرنا حرام ہے۔ دوسرے جانوروں کی ہڈیاں دوا میں استعمال کی جاسکتی ہیں بشرطیکہ ذبیحہ کی ہڈیاں ہوں یا خشک ہوں کہ اس میں رطوبت باقی نہ ہو۔ ہڈیاں اگر ایسی دوا میں ڈالی گئی ہوں جو کھائی جائے گی تو یہ ضروری ہے کہ ایسے جانور کی ہڈی ہو جس کا کھانا حلال ہے اور ذبح بھی کر دیا ہو، مردار کی ہڈی کھانے میں استعمال نہیں کی جاسکتی۔[10] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: حرام چیزوں کو دوا کے طور پر بھی استعمال کرنا ناجائز ہے، کہ حدیث میں ارشاد فرمایا: ''جو چیزیں حرام ہیں ان میں اللہ تعالیٰ نے شفا نہیں رکھی ہے۔''[11] بعض کتب میں یہ مذکور ہے کہ اگر اس چیز کے متعلق یہ علم ہو کہ اسی میں شفا

---

1 ...... بیمار پرسی کرنا۔ 2 ...... اچھی۔ 3 ...... وہ غیر مسلم جو اسلامی سلطنت میں مطیع الاسلام ہو کر رہے اور جزیہ ادا کرے۔

4 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۳۹، ۶۴۰.

5 ...... "العناية" على "فتح القدير"، كتاب الكراهية، مسائل متفرقه، ج۸، ص۴۹۷.

6 ...... عقیدہ، یقین۔ 7 ...... صحت یا شفا دینے والا۔ 8 ...... یعنی مرض کو دور کرنے۔

9 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوى، ج۵، ص۳۵۴.

10 ...... المرجع السابق.

11 ...... انظر: "المعجم الكبير" للطبراني، الحديث: ۷۴۹، ج۲۳، ص۳۲۶.

ہے تو اس صورت میں وہ چیز حرام نہیں اس کا حاصل بھی وہی ہے۔ کیونکہ کسی چیز کی نسبت ہرگز یہ یقین نہیں کیا جاسکتا ہے کہ اس سے مرض زائل ہی ہوجائے گا، زیادہ سے زیادہ ظن اور گمان ہوسکتا ہے نہ کہ علم و یقین، خود علمِ طب کے قواعد واُصول ہی ظنی ہیں لہٰذا یقین حاصل ہونے کی کوئی صورت نہیں، یہاں ویسا یقین بھی نہیں ہوسکتا جیسا بھوکے کو حرام لقمہ کھانے سے یا پیاسے کو شراب پینے سے جان بچ جانے میں ہوتا ہے۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

انگریزی دوائیں بکثرت ایسی ہیں جن میں اسپرٹ اور شراب کی آمیزش ہوتی ہے ایسی دوائیں ہرگز استعمال نہ کی جائیں۔

مسئلہ۵: بیماری کے متعلق طبیب نے یہ کہا کہ خون کا غلبہ ہے، فصد وغیرہ کے ذریعہ سے خون نکالا جائے۔ مریض نے ایسا نہ کیا اور مرگیا تو اس علاج کے نہ کرنے سے گنہگار نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ یقین نہیں ہے کہ اس علاج سے شفا ہو ہی جائے گی۔[2] (خانیہ)

مسئلہ۶: دست آتے ہیں یا آنکھیں دکھتی ہیں یا کوئی دوسری بیماری ہے اس میں علاج نہیں کیا اور مرگیا گنہگار نہیں ہے۔[3] (عالمگیری) یعنی علاج کرانا ضروری نہیں کہ اگر دوا نہ کرے اور مرجائے تو گنہگار ہو۔ اور بھوک پیاس میں کھانے پینے کی چیز دستیاب ہو اور نہ کھائے پیے یہاں تک کہ مرجائے تو گنہگار ہے، کہ یہاں یقیناً معلوم ہے کہ کھانے پینے سے وہ بات جاتی رہے گی۔

مسئلہ۷: عورت کو حمل ہے تو جب تک شکم میں بچہ حرکت نہ کرے نہ فصد کھلوائے، نہ پچھنے لگوائے اور بچہ حرکت کرنے لگے تو فصد وغیرہ کراسکتی ہے، مگر جب ولادت کا زمانہ قریب آجائے تو نہ کرائے کیونکہ بچہ کو ضرر پہنچ جانے کا اندیشہ ہے، ہاں اگر فصد نہ کرانے میں خود عورت ہی کو سخت نقصان پہنچے گا تو کراسکتی ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ۸: مہینہ کی پہلی سے پندرہ تاریخوں تک پچھنے نہ لگوائے جائیں، پندرہویں کے بعد پچھنے کرائیں خصوصاً ہفتہ کا دن اس کے لیے زیادہ اچھا ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ۹: شراب سے خارجی علاج بھی ناجائز ہے مثلاً زخم میں شراب لگائی یا کسی جانور کو زخم ہے اس پر شراب لگائی

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص ٦٤١.

2 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الحظر والإباحة، ج۲، ص ٣٦٥.

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب الثامن عشر في التداوی، ج۵، ص ٣٥٥.

4 ......المرجع السابق. 5 ...... المرجع السابق.

یا بچہ کے علاج میں شراب کا استعمال، ان سب میں وہ گنہگار ہوگا جس نے اس کو استعمال کرایا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: انگلی میں ایک قسم کا پھوڑا نکلتا ہے اور اسکا علاج اس طرح کیا جاتا ہے کہ جانور کا پتہ اس انگلی میں باندھ دیا جاتا ہے، فتویٰ اس پر ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: بعض اورام[3] میں آٹا گوندھ کر باندھا جاتا ہے یا لئی پکا کر[4] باندھتے ہیں یا کچی پکی روٹی باندھتے ہیں یہ جائز ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: علاج کے لیے حقنہ کرنے یعنی عمل دینے میں حرج نہیں جبکہ حقنہ ایسی چیز کا نہ ہو جو حرام ہے مثلاً شراب۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۳: بعض امراض میں مریض کو بے ہوش کرنا پڑتا ہے، تاکہ گوشت کاٹا جاسکے یا ہڈی وغیرہ کو جوڑا جاسکے یا زخم میں ٹانکے لگائے جائیں، اس ضرورت سے دوا سے بے ہوش کرنا جائز ہے۔[7] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۴: حقنہ دینے میں بعض مرتبہ اس جگہ کی طرف نظر کرنے یا چھونے کی نوبت آتی ہے، بوجہ ضرورت ایسا کرنا جائز ہے۔[8] (زیلعی)

مسئلہ ۱۵: اسقاط حمل کے لیے دوا استعمال کرنا یا دائی سے حمل ساقط کرانا منع ہے۔ بچہ کی صورت بنی ہو یا نہ بنی ہو دونوں کا ایک حکم ہے، ہاں اگر عذر ہو مثلاً عورت کے شیر خوار بچہ ہے اور باپ کے پاس اتنا نہیں کہ دایہ مقرر کرے یا دایہ دستیاب نہیں ہوتی اور حمل سے دودھ خشک ہوجائے گا اور بچہ کے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے تو اس مجبوری سے حمل ساقط کیا جاسکتا ہے، بشرطیکہ اس کے اعضا نہ بنے ہوں اور اس کی مدت ایک سو بیس دن ہے۔[9] (ردالمحتار)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوی، ج٥، ص٣٥٥.

2 ......المرجع السابق.

3 ......ورم کی جمع، سوجن۔

4 ...... یعنی گھلا ہوا آٹا جو آگ پر پکا کر گاڑھا کیا گیا ہو۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثامن عشر في التداوی، ج٥، ص٣٥٦.

6 ......"الهداية"، كتاب الكراهية، مسائل متفرقه، ج٢، ص٣٨١.

7 ......

8 ......"تبيين الحقائق"، كتاب الكراهية، فصل في النظر واللمس، ج٩، ص٤٠.

9 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٧٠٨، ٧٠٩.

لھو و لعب کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْتَرِيْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ ۖ وَّيَتَّخِذَهَا هُزُوًا ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ﴾ (1)

''اور کچھ لوگ کھیل کی بات خریدتے ہیں کہ اللہ (عزوجل) کی راہ سے بہکا دیں بے سمجھے اوراسے ہنسی بنالیں، ان کے لیے ذلت کا عذاب ہے۔''

حدیث ۱: ترمذی وابوداوداور ابن ماجہ نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جتنی چیزوں سے آدمی لہو کرتا ہے، سب باطل ہیں مگر کمان سے تیر چلانا اور گھوڑے کوادب دینا اورزوجہ کے ساتھ ملاعبت کہ یہ تینوں حق ہیں۔'' (2)

حدیث ۲: امام احمد و مسلم وابوداودوابن ماجہ نے بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس نے نردشیر کھیلا گویا سوئر کے گوشت وخون میں اپنا ہاتھ ڈال دیا۔'' (3)

دوسری روایت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، کہ ''اس نے اللہ ورسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی نافرمانی کی۔'' (4)

حدیث ۳: امام احمد نے ابوعبدالرحمٰن خطمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جوشخص نرد کھیلتا ہے پھر نماز پڑھنے اٹھتا ہے، اس کی مثال اس شخص کی طرح ہے جو پیپ اور سوئر کے خون سے وضو کرکے نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے۔'' (5)

حدیث ۴: دیلمی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اصحاب شاہ جہنم میں ہیں، جو یہ کہتے ہیں کہ میں نے تیرے بادشاہ کو مارڈالا۔'' (6) اس سے مراد شطرنج کھیلنے والے ہیں جو بادشاہ پرشہ دیا کرتے ہیں اورمات کرتے ہیں۔

---

1 ...... پ ۲۱، لقمٰن: ٦.

2 ...... "سنن الترمذي"، كتاب فضائل الجهاد، باب ماجاء في فضل الرمي في سبيل الله، الحديث: ١٦٤٣، ج٣، ص٢٣٨.

3 ...... "صحيح مسلم"، كتاب الشعر، باب تحريم اللعب بالنرد شير، الحديث: ١٠ ـ (٢٢٦٠)، ص ١٢٤٠.

4 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في النهى عن اللعب بالنرد، الحديث: ٤٩٣٨، ج٤، ص ٣٧١.

5 ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، احاديث رجال من اصحاب النبى صلى الله عليه وسلم، الحديث: ٢٣١٩٩، ج٩، ص ٥٠.

6 ...... "كنز العمال"، كتاب اللهو... إلخ، رقم: ٤٠٦٤٧، ج١٥، ص ٩٥.

حدیث ۵: بیہقی نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، وہ فرماتے ہیں، شطرنج عجمیوں کا جوا ہے۔ اور ابن شہاب نے ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ شطرنج نہیں کھیلے گا مگر خطا کار۔ اور انھیں سے دوسری روایت یہ ہے کہ وہ باطل سے ہے اور اللہ تعالیٰ باطل کو دوست نہیں رکھتا۔ (1)

حدیث ۶: ابوداود و ابن ماجہ نے ابوہریرہ سے اور ابن ماجہ نے انس و عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے ایک شخص کو کبوتری کے پیچھے بھاگتے دیکھا، فرمایا: ''شیطانہ کے پیچھے پیچھے شیطان جارہا ہے۔'' (2)

حدیث ۷: ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے چوپایوں کو لڑانے سے منع فرمایا۔'' (3)

حدیث ۸: بزار نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''دو آوازیں دنیا و آخرت میں ملعون ہیں، نغمہ کے وقت باجے کی آواز اور مصیبت کے وقت رونے کی آواز۔'' (4)

حدیث ۹: بیہقی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''گانے سے دل میں نفاق اوگتا ہے، جس طرح پانی سے کھیتی اُوگتی ہے۔'' (5)

حدیث ۱۰: طبرانی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے گانے سے اور گانا سننے سے اور غیبت سے اور غیبت سننے سے اور چغلی کرنے اور چغلی سننے سے منع فرمایا۔'' (6)

حدیث ۱۱: بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا اور کوبہ (ڈھول) حرام کیا اور فرمایا: ہر نشہ والی چیز حرام ہے۔'' (7)

حدیث ۱۲: ابوداود نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں: میں گڑیاں کھیلا کرتی تھی اور کبھی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم ایسے وقت تشریف لاتے کہ لڑکیاں میرے پاس ہوتیں۔ جب حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) تشریف لاتے لڑکیاں چلی جاتیں اور جب حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) چلے جاتے لڑکیاں آجاتیں۔ (8)

---

1 ...... "شعب الإيمان"، باب في تحريم الملاعب والملاهي، الحديث: ٦٥١٨، ج٥، ص٢٤١.

2 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في اللعب بالحمام، الحديث: ٤٩٤٠، ج٤، ص٣٧١.

3 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الجهاد، باب ماجاء في كراهية التحريش بين البهائم...إلخ، الحديث: ١٧١٤، ج٣، ص٢٧١.

4 ...... "مجمع الزوائد"، كتاب الجنائز، باب في النوح، الحديث: ٤٠١٧، ج٣، ص١٠٠.

5 ...... "شعب الإيمان"، باب في حفظ اللسان، فصل في حفظ اللسان عن الغناء، الحديث: ٥١٠٠، ج٤، ص٢٧٩

6 ...... "كنز العمال"، كتاب اللهو...إلخ، رقم: ٤٠٦٥٥، ج١٥، ص٩٥.
و"تاريخ بغداد"، الرقم: ٤٣٣٧، الحكم بن مروان، ج٨، ص٢٢١.

7 ...... "السنن الكبرى" للبيهقي، كتاب الشهادات، باب ما يدل على رد شهادة...إلخ، الحديث: ٢٠٩٤٣، ج١٠، ص٣٦٠.

8 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب اللعب بالبنات، الحديث: ٤٩٣١، ج٤، ص٣٦٩.

حدیث ۱۳: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہتی ہیں: میں نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے یہاں گڑیوں سے کھیلا کرتی تھی اور میرے ساتھ چند دوسری لڑکیاں بھی کھیلتیں۔ جب حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) تشریف لاتے وہ چھپ جاتیں۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) ان کو میرے پاس بھیج دیتے، وہ میرے پاس آ کر کھیلنے لگتیں۔[1]

حدیث ۱۴: ابوداود نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم غزوہ تبوک یا خیبر سے تشریف لائے اور ان کے طاق پر گڑیاں تھیں اور پردہ پڑا ہوا تھا، ہوا چلی اور پردہ کا کنارہ ہٹ گیا، حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) کی گڑیاں دکھائی دیں۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: عائشہ یہ کیا ہیں؟ عرض کی، میری گڑیاں ہیں۔ ان گڑیوں کے درمیان میں کپڑے کا ایک گھوڑا تھا جس کے دو بازو تھے۔

حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اس گھوڑے کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ گڑیوں کے بیچ میں یہ کیا ہے؟ عرض کی، یہ گھوڑا ہے۔ ارشاد فرمایا: گھوڑے کے یہ کیا ہیں؟ عرض کی، یہ گھوڑے کے بازو ہیں۔ ارشاد فرمایا: گھوڑے کے لیے بازو۔ حضرت عائشہ (رضی اللہ تعالٰی عنہا) نے عرض کی، کیا آپ نے نہیں سنا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے گھوڑوں کے بازو تھے، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے سن کر تبسم فرمایا۔[2]

مسئلہ ۱: نوبت بجانا اگر تفاخر کے لیے ہو تو ناجائز ہے اور اگر لوگوں کو اس سے متنبہ کرنا مقصود ہو اور نفخات صور یاد دلانے کے لیے ہو تو تین وقتوں میں نوبت بجانے کی اجازت ہے بعد عصر اور بعد عشا اور بعد نصف شب کہ ان اوقات میں نوبت کو نفخ صور سے مشابہت ہے۔[3] (درمختار)

یہ نیت بہت اچھی ہے اگر نوبت بجوانے والے کو بھی اس کا دھیان ہو اور کاش سننے والے کو بھی نوبت کی آواز سن کر نفخات صور یاد آئیں، مگر اس زمانہ میں ایسے لوگ کہاں، یہاں تو نوبت سے مقصود دھوم دھام اور شادی بیاہ کی رونق و زینت ہے۔

مسئلہ ۲: عید کے دن اور شادیوں میں دف بجانا جائز ہے جبکہ سادے دف ہوں، اس میں جھانج نہ ہوں اور قواعد موسیقی پر نہ بجائے جائیں یعنی محض ڈھپ ڈھپ کی بے سری آواز سے نکاح کا اعلان مقصود ہو۔[4] (ردالمحتار، عالمگیری)

---

1 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب الإنبساط الى الناس، الحديث: ٦١٣٠، ج٤، ص١٣٤.
و"صحيح مسلم"، كتاب فضائل الصحابة، باب في فضائل عائشة...إلخ، الحديث: ٨١-(٢٤٤٠)، ص١٣٢٥.

2 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب اللعب با لبنات، الحديث: ٤٩٣٢، ج٤، ص٣٦٩.

3 ...... "الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٧٨.

4 ...... "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، ج٩، ص٥٧٩.
و"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء، ج٥، ص٣٥٢.

مسئلہ ۳: لوگوں کو بیدار کرنے اور خبردار کرنے کے ارادہ سے بگل بجانا جائز ہے، جیسے حمام میں بگل اس لیے بجاتے ہیں کہ لوگوں کو اطلاع ہوجائے کہ حمام کھل گیا۔ رمضان شریف میں سحری کھانے کے وقت بعض شہروں میں نقارے بجتے ہیں، جن سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ لوگ سحری کھانے کے لیے بیدار ہوجائیں اور انھیں معلوم ہوجائے کہ ابھی سحری کا وقت باقی ہے یہ جائز ہے، کہ یہ صورت لہو ولعب میں داخل نہیں۔[1] (درمختار)

اسی طرح کارخانوں میں کام شروع ہونے کے وقت اور ختم کے وقت سیٹی بجا کرتی ہے یہ جائز ہے، کہ لہو مقصود نہیں بلکہ اطلاع دینے کے لیے یہ سیٹی بجائی جاتی ہے۔ اسی طرح ریل گاڑی کی سیٹی سے بھی مقصود یہی ہوتا ہے کہ لوگوں کو معلوم ہوجائے کہ گاڑی چھوٹ رہی ہے یا اسی قسم کے دوسرے صحیح مقصد کے لیے سیٹی دی جاتی ہے یہ بھی جائز ہے۔

مسئلہ ۴: گنجفہ[2]، چوسر[3] کھیلنا ناجائز ہے، شطرنج کا بھی یہی حکم ہے۔ اسی طرح لہو ولعب کی جتنی قسمیں ہیں سب باطل ہیں صرف تین قسم کے لہو کی حدیث میں اجازت ہے، بی بی سے ملاعبت اور گھوڑے کی سواری اور تیر اندازی کرنا۔[4] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۵: ناچنا، تالی بجانا، ستار، ایک تارہ، دوتارہ، ہارمونیم، چنگ، طنبورہ بجانا، اسی طرح دوسرے قسم کے باجے سب ناجائز ہیں۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۶: متصوفۂ زمانہ کہ مزامیر کے ساتھ قوالی سنتے ہیں اور کبھی اوچھلتے کودتے اور ناچنے لگتے ہیں اس قسم کا گانا بجانا ناجائز ہے، ایسی محفل میں جانا اور وہاں بیٹھنا ناجائز ہے، مشائخ سے اس قسم کے گانے کا کوئی ثبوت نہیں۔ جو چیز مشائخ سے ثابت ہے وہ فقط یہ ہے کہ اگر کبھی کسی نے ان کے سامنے کوئی ایسا شعر پڑھ دیا جو ان کے حال وکیف کے موافق ہے تو ان پر کیفیت و رقت طاری ہوگئی اور بے خود ہوکر کھڑے ہوگئے اور اس حال وارفتگی میں ان سے حرکات غیر اختیاریہ صادر ہوئے، اس میں کوئی حرج نہیں۔

مشائخ و بزرگانِ دین کے احوال اور ان متصوفہ کے حال وقال میں زمین آسمان کا فرق ہے، یہاں مزامیر کے ساتھ محفلیں منعقد کی جاتی ہیں، جن میں فساق و فجار کا اجتماع ہوتا ہے، نااہلوں کا مجمع ہوتا ہے، گانے والوں میں اکثر بے شرع ہوتے

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص۵۷۹.

2 ......یعنی ایک کھیل کا نام جو تاش کی طرح کھیلا جاتا ہے، اس میں 96 پتے اور آٹھ رنگ ہوتے ہیں اور تین کھلاڑی کھیلتے ہیں۔

3 ......یعنی نردشیر (چوسر) ایک کھیل ہے، ایک بادشاہ اَردشیر بن بابک نے یہ جُوا ایجاد کیا تھا۔

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۵۰، وغيره.

5 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۵۱.

ہیں، تالیاں بجاتے اور مزامیر کے ساتھ گاتے ہیں اور خوب اچھلتے کودتے ناچتے تھرکتے ہیں اور اس کا نام حال رکھتے ہیں ان حرکات کو صوفیۂ کرام کے احوال سے کیا نسبت، یہاں سب چیزیں اختیاری ہیں وہاں بے اختیاری تھیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۷: کبوتر پالنا اگر اڑانے کے لیے نہ ہو تو جائز ہے اور اگر کبوتروں کو اڑاتا ہے تو ناجائز کہ یہ بھی ایک قسم کا لہو ہے اور اگر کبوتر اڑانے کے لیے چھت پر چڑھتا ہے جس سے لوگوں کی بے پردگی ہوتی ہے یا اڑانے میں کنکریاں پھینکتا ہے جن سے لوگوں کے برتن ٹوٹنے کا اندیشہ ہے، تو اس کو سختی سے منع کیا جائے گا اور سزا دی جائے گی اور اس پر بھی نہ مانے تو حکومت کی جانب سے اس کے کبوتر ذبح کر کے اسی کو دے دیے جائیں، تاکہ اڑانے کا سلسلہ ہی منقطع ہو جائے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۸: جانوروں کو لڑانا مثلاً مرغ، بٹیر، تیتر، مینڈھے، بھینسے وغیرہ کہ ان جانوروں کو بعض لوگ لڑاتے ہیں یہ حرام ہے[3] اور اس میں شرکت کرنا یا اس کا تماشہ دیکھنا بھی ناجائز ہے۔

مسئلہ ۹: آم کے زمانے میں نوروز[4] کرنے نوجوان لڑکے باغوں میں جاتے ہیں اور بعد میں چھلکے گٹھلی سے کھیلتے ہیں، اس میں حرج نہیں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: کشتی لڑنا اگر لہو و لعب کے طور پر نہ ہو بلکہ اس لیے ہو کہ جسم میں قوت آئے اور کفار سے لڑنے میں کام دے، یہ جائز و مستحسن و کارِ ثواب ہے بشرطیکہ ستر پوشی کے ساتھ ہو۔ آج کل برہنہ ہو کر صرف ایک لنگوٹ یا جانگیا پہن کر لڑتے ہیں کہ ساری رانیں کھلی ہوتی ہیں یہ ناجائز ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے رکانہ سے کشتی لڑی اور تین مرتبہ پچھاڑا، کیونکہ رکانہ نے یہ کہا تھا کہ اگر آپ مجھے پچھاڑ دیں تو ایمان لاؤں گا پھر یہ مسلمان ہو گئے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۱: ہنسی مذاق میں اگر بیہودہ باتیں، گالی گلوج اور کسی مسلم کی ایذا رسانی[7] نہ ہو محض پر لطف اور دل خوش کن باتیں ہوں جن سے اہلِ مجلس کو ہنسی آئے اور خوش ہوں، اس میں حرج نہیں۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء، ج٥، ص٣٥٢.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦١.

3 ......"الفتاوی الرضوية" (الجديدة)، ج٢٤، ص٦٥٥،

4 ......یعنی خوشی کا دن۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء، ج٥، ص٣٥٢.

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦٦.

7 ......یعنی مسلمان کو تکلیف دینا۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء، ج٥، ص٣٥٢.

اشعار کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ وَالشُّعَرَآءُ يَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ ؕ﴿۲۲۴﴾ اَلَمْ تَرَ اَنَّهُمْ فِیْ كُلِّ وَادٍ یَّهِیْمُوْنَ ﴿۲۲۵﴾ وَ اَنَّهُمْ یَقُوْلُوْنَ مَا لَا یَفْعَلُوْنَ ﴿۲۲۶﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ ذَكَرُوا اللّٰهَ كَثِیْرًا وَّ انْتَصَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا ؕ ﴾ [1]

''اور شاعروں کی پیروی گمراہ کرتے ہیں، کیا تو نے نہ دیکھا کہ وہ ہر نالے میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور وہ کہتے ہیں جو نہیں کرتے مگر وہ جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے اور بکثرت اللہ (عزوجل) کی یاد کی اور بدلا لیا اس کے بعد کہ ان پر ظلم ہوا۔'' یعنی ان کے لیے وہ حکم نہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری میں ابی بن کعب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''بعض اشعار حکمت ہیں۔'' [2]

حدیث ۲: صحیح بخاری و مسلم میں براء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے حسان بن ثابت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا کہ ''مشرکین کی ہجو کرو، جبریل تمھارے ساتھ ہیں اور رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم حسان سے فرماتے: تم میری طرف سے جواب دو۔ الٰہی تو روح القدس سے حسان کی تائید فرما۔'' [3]

حدیث ۳: صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہتی ہیں: میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو حسان سے یہ فرماتے سنا کہ ''روح القدس ہمیشہ تمھاری تائید میں ہے، جب تک تم اللہ و رسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی طرف سے مدافعت کرتے رہو گے۔'' [4]

حدیث ۴: دارقطنی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس شعر کا ذکر آیا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ارشاد فرمایا: ''وہ ایک کلام ہے، اچھا ہے تو اچھا ہے اور برا ہے تو برا۔'' [5]

---

1 ......پ ۱۹، الشعرآء: ۲۲۴ ـ ۲۲۷.

2 ......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب ما يجوز من الشعر... إلخ، الحديث: ٦١٤٥، ج٤، ص١٣٩.

3 ......"صحيح مسلم"، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه، الحديث: ١٥١ ـ (٢٤٨٥)، و: ١٥٣ ـ (٢٤٨٦)، ص١٣٥٠، ١٣٥١.

4 ......"صحيح مسلم"، كتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابت رضي الله عنه الحديث: ١٥٧ ـ (٢٤٩٠)، ص١٣٥٢.

5 ......"سنن الدار قطني"، كتاب الوكالة، خبر الواحد يوجب العمل، الحديث: ٤٢٦١، ج٤، ص١٨٣.

حدیث ۵: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''آدمی کا پیٹ پیپ سے بھر جائے جو اسے فاسد کردے، یہ بہتر ہے اس سے کہ شعر سے بھرا ہو۔'' [1]

حدیث ۶: صحیح مسلم میں ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ ہم رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کے ہمراہ عرج میں جارہے تھے، ایک شاعر شعر پڑھتا ہوا سامنے آیا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''شیطان کو پکڑو آدمی کا جوف پیپ سے بھرا ہو، یہ اس سے بہتر ہے کہ شعر سے بھرا ہو۔'' [2]

حدیث ۷: امام احمد نے سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی جب تک ایسے لوگ ظاہر نہ ہوں جو اپنی زبانوں کے ذریعہ سے کھائیں گے، جس طرح گائے اپنی زبان سے کھاتی ہے۔'' [3]

یعنی ان کا ذریعۂ رزق لوگوں کی تعریف و مذمت کرنا ہے اور اس میں حق و ناحق کا بالکل خیال نہ کریں گے، جس طرح گائے اس کا خیال نہیں کرتی ہے کہ یہ چیز مفید ہے یا مضر جو چیز زبان کے سامنے آگئی کھا گئی۔

ان احادیث سے یہ معلوم ہوا کہ اشعار اچھے بھی ہوتے ہیں اور برے بھی، اگر اللہ و رسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کی تعریف کے اشعار ہوں یا ان میں حکمت کی باتیں ہوں اچھے اخلاق کی تعلیم ہو تو اچھے ہیں اور اگر لغو و باطل پر مشتمل ہوں تو برے ہیں اور چونکہ اکثر شعرا ایسے ہی بے تکی ہانکتے ہیں اس وجہ سے ان کی مذمت کی جاتی ہے۔

مسئلہ ۱: جو اشعار مباح ہوں ان کے پڑھنے میں حرج نہیں، اشعار میں اگر کسی مخصوص عورت کے اوصاف کا ذکر ہو اور وہ زندہ ہو تو پڑھنا مکروہ ہے اور مرچکی ہو یا خاص عورت کا ذکر نہ ہو تو پڑھنا جائز ہے۔ شعر میں لڑکے کا ذکر ہو تو وہی حکم ہے جو عورت کے متعلق اشعار کا ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: اشعار کے پڑھنے سے اگر یہ مقصود ہو کہ ان کے ذریعہ سے تفسیر و حدیث میں مدد ملے یعنی عرب کے محاورات اور اسلوب کلام پر مطلع ہو، جیسا کہ شعراء جاہلیت کے کلام سے استدلال کیا جاتا ہے، اس میں کوئی حرج نہیں۔[5] (عالمگیری)

---

1 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب مايكره أن يكون الغالب على الإنسان...إلخ، الحديث: ٦١٥٥، ج٤، ص١٤٣.

2 ...... "صحيح مسلم"، كتاب الشعر، الحديث: ٩-(٢٢٥٩)، ص١٢٣٩.

3 ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي إسحاق سعد بن أبي وقاص، الحديث: ١٥٩٧، ج١، ص٣٨٩.

4 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء، ج٥، ص٣٥١ ـ ٣٥٢.

5 ...... المرجع السابق، ص٣٥٢.

جھوٹ کا بیان

جھوٹ ایسی بری چیز ہے کہ ہر مذہب والے اس کی برائی کرتے ہیں تمام ادیان میں یہ حرام ہے اسلام نے اس سے بچنے کی بہت تاکید کی، قرآن مجید میں بہت مواقع پر اس کی مذمت فرمائی اور جھوٹ بولنے والوں پر خدا کی لعنت آئی۔ حدیثوں میں بھی اس کی برائی ذکر کی گئی، اس کے متعلق بعض احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم فرماتے ہیں: ''صدق کو لازم کرلو، کیونکہ سچائی نیکی کی طرف لے جاتی ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے آدمی برابر سچ بولتا رہتا ہے اور سچ بولنے کی کوشش کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ وہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک صدیق لکھ دیا جاتا ہے اور جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ فجور کی طرف لے جاتا ہے اور فجور جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور آدمی برابر جھوٹ بولتا رہتا ہے اور جھوٹ بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہاں تک کہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک کذاب لکھ دیا جاتا ہے۔'' (1)

حدیث ۲: ترمذی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص جھوٹ بولنا چھوڑ دے اور وہ باطل ہے (یعنی جھوٹ چھوڑنے کی چیز ہی ہے) اس کے لیے جنت کے کنارے میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے جھگڑا کرنا چھوڑا اور وہ حق پر ہے یعنی باوجود حق پر ہونے کے جھگڑا نہیں کرتا، اس کے لیے وسط جنت میں مکان بنایا جائے گا اور جس نے اپنے اخلاق اچھے کیے، اس کے لیے جنت کے اعلٰی درجہ میں مکان بنایا جائے گا۔'' (2)

حدیث ۳: ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب بندہ جھوٹ بولتا ہے، اس کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور ہو جاتا ہے۔'' (3)

حدیث ۴: ابوداود نے سفیان بن أَسِید (4) حضرمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ ''بڑی خیانت کی یہ بات ہے کہ تو اپنے بھائی سے کوئی بات کہے اور وہ تجھے اس بات میں سچا جان رہا ہے اور تو اس سے جھوٹ بول رہا ہے۔'' (5)

---

1 ...... ''صحیح مسلم''، کتاب البر...إلخ، باب قبح الکذب...إلخ، الحدیث: ۱۰۵ـ(۲۶۰۷)، ص ۱۴۰۵.

2 ...... ''سنن الترمذي''، کتاب البر والصلة، باب ماجاء في المراء، الحدیث: ۲۰۰۰، ج ۳، ص ۴۰۰.

3 ...... المرجع السابق، باب ماجاء في الصدق والکذب، الحدیث: ۱۹۷۹، ج ۳، ص ۳۹۲.

4 ...... بہارِ شریعت میں اس مقام پر ''سفیان بن اسعد'' رضی اللہ تعالٰی عنہ لکھا ہوا ہے، جبکہ ''سنن ابی داوٗد'' میں ''سفیان بن أَسِید'' رضی اللہ تعالٰی عنہ مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... **علمیہ**

5 ...... ''سنن أبي داود''، کتاب الأدب، باب في المعاریض، الحدیث: ۴۹۷۱، ج ۴، ص ۳۸۱.

حدیث ۵: امام احمد و بیہقی نے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مومن کی طبع میں تمام خصلتیں ہوسکتی ہیں مگر خیانت اور جھوٹ۔'' [1] یعنی یہ دونوں چیزیں ایمان کے خلاف ہیں، مومن کو ان سے دور رہنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔

حدیث ۶: امام مالک و بیہقی نے صفوان بن سلیم سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے پوچھا گیا، کیا مومن بزدل ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ پھر عرض کی گئی، کیا مومن بخیل ہوتا ہے؟ فرمایا: ہاں۔ پھر کہا گیا، کیا مومن کذاب ہوتا ہے؟ فرمایا: نہیں۔ [2]

حدیث ۷: امام احمد نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جھوٹ سے بچو، کیونکہ جھوٹ ایمان سے مخالف ہے۔'' [3]

حدیث ۸: امام احمد نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''بندہ پورا مومن نہیں ہوتا جب تک مذاق میں بھی جھوٹ کو نہ چھوڑ دے اور جھگڑا کرنا نہ چھوڑ دے، اگر چہ سچا ہو۔'' [4]

حدیث ۹: امام احمد و ترمذی و ابوداود و دارمی نے بروایت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ہلاکت ہے اس کے لیے جو بات کرتا ہے اور لوگوں کو ہنسانے کے لیے جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے۔'' [5]

حدیث ۱۰: بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''بندہ بات کرتا ہے اور محض اس لیے کرتا ہے کہ لوگوں کو ہنسائے اس کی وجہ سے جہنم کی اتنی گہرائی میں گرتا ہے جو آسمان و زمین کے درمیان کے فاصلہ سے زیادہ ہے اور زبان کی وجہ سے جتنی لغزش ہوتی ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ ہے جتنی قدم سے لغزش ہوتی ہے۔'' [6]

حدیث ۱۱: ابوداود و بیہقی نے عبداللہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ

---

1 ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي امامة الباهلي، الحديث: ٢٢٢٣٢، ج٨، ص٢٧٦.

2 ...... "الموطأ"، كتاب الكلام، باب ماجاء في الصدق و الكذب، الحديث: ١٩١٣، ج٢، ص٤٦٨.

3 ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي بكر الصديق، الحديث: ١٦، ج١، ص٢٢.

4 ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، الحديث: ٨٦٣٨، ج٣، ص٢٦٨.

5 ...... "سنن الترمذي"، كتاب الزهد، باب ماجاء من تكلم بالكلمة ليضحك الناس، الحديث: ٢٣٢٢، ج٤، ص١٤٢.

6 ...... "شعب الإيمان"، باب في حفظ اللسان، الحديث: ٤٨٣٢، ج٤، ص٢١٣.

و "مشكاة المصابيح"، كتاب الآداب، باب ما جاء حفظ اللسان... إلخ، الحديث: ٤٨٣٦، ج٣، ص٤١.

علیہ وسلّم ہمارے مکان میں تشریف فرما تھے۔ میری ماں نے مجھے بلایا کہ آ ؤتمھیں دوں گی۔ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا: کیا چیز دینے کا ارادہ ہے؟ انھوں نے کہا، کھجور دوں گی۔ ارشاد فرمایا: ''اگر تو کچھ نہیں دیتی تو یہ تیرے ذمہ جھوٹ لکھا جاتا۔'' (1)

حدیث ۱۲: بیہقی نے ابوبرزہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جھوٹ سے مونھ کالا ہوتا ہے اور چغلی سے قبر کا عذاب ہے۔'' (2)

حدیث ۱۳: صحیح بخاری و مسلم میں اُم کلثوم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''وہ شخص جھوٹا نہیں ہے جو لوگوں کے درمیان میں اصلاح کرتا ہے، اچھی بات کہتا ہے اور اچھی بات پہنچاتا ہے۔'' (3)

یعنی ایک کی طرف سے دوسرے کے پاس اچھی بات کہتا ہے جو بات اس نے نہیں کہی ہے وہ کہتا ہے، مثلاً اس نے تمھیں سلام کہا ہے، تمھاری تعریف کرتا تھا۔

حدیث ۱۴: ترمذی نے اسما بنتِ یزید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جھوٹ کہیں ٹھیک نہیں مگر تین جگہوں میں، مرد اپنی عورت کو راضی کرنے کے لیے بات کرے اور لڑائی میں جھوٹ بولنا اور لوگوں کے درمیان میں صلح کرانے کے لیے جھوٹ بولنا۔'' (4)

مسئلہ ۱: تین صورتوں میں جھوٹ بولنا جائز ہے یعنی اس میں گناہ نہیں۔

ایک جنگ کی صورت میں کہ یہاں اپنے مقابل کو دھوکا دینا جائز ہے، اسی طرح جب ظالم ظلم کرنا چاہتا ہو اس کے ظلم سے بچنے کے لیے بھی جائز ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ دو مسلمانوں میں اختلاف ہے اور یہ ان دونوں میں صلح کرانا چاہتا ہے، مثلاً ایک کے سامنے یہ کہدے کہ وہ تمھیں اچھا جانتا ہے، تمھاری تعریف کرتا تھا یا اس نے تمھیں سلام کہلا بھیجا ہے اور دوسرے کے پاس بھی اسی قسم کی باتیں کرے تاکہ دونوں میں عداوت کم ہو جائے اور صلح ہو جائے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ بی بی کو خوش کرنے کے لیے کوئی بات خلاف واقع کہدے۔ (5) (عالمگیری)

---

1 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب التشديد في الكذب، الحديث: ٤٩٩١، ج٤، ص٣٨٧.

2 ...... "شعب الإيمان"، باب في حفظ اللسان، الحديث: ٤٨١٣، ج٤، ص٢٠٨.

3 ...... "صحيح مسلم"، كتاب البر... إلخ، باب تحريم الكذب... إلخ، الحديث: ١٠١ ـ (٢٦٠٥)، ص١٤٠٤.

4 ...... "سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في إصلاح ذات البين، الحديث: ١٩٤٥، ج٣، ص٣٧٧.

5 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء، ج٥، ص٣٥٢.

مسئلہ۲: توریہ یعنی لفظ کے جو ظاہر معنی ہیں وہ غلط ہیں مگر اس نے دوسرے معنی مراد لیے جو صحیح ہیں، ایسا کرنا بلا حاجت جائز نہیں اور حاجت ہو تو جائز ہے۔ توریہ کی مثال یہ ہے کہ تم نے کسی کو کھانے کے لیے بلایا وہ کہتا ہے میں نے کھانا کھالیا۔ اس کے ظاہر معنی یہ ہیں کہ اس وقت کا کھانا کھالیا ہے مگر وہ یہ مراد لیتا ہے کہ کل کھایا ہے یہ بھی جھوٹ میں داخل ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ۳: احیائے حق کے لیے توریہ جائز ہے مثلاً شفیع کورات میں جائدادِ مشفوعہ کی بیع کا علم ہوا اور اس وقت لوگوں کو گواہ نہ بنا سکتا ہو تو صبح کو گواہوں کے سامنے یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے بیع کا اس وقت علم ہوا۔ دوسری مثال یہ ہے کہ لڑکی کو رات کو حیض آیا اور اس نے خیارِ بلوغ کے طور پر اپنے نفس کو اختیار کیا مگر گواہ کوئی نہیں ہے تو صبح کو لوگوں کے سامنے یہ کہہ سکتی ہے کہ میں نے اس وقت خون دیکھا۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ۴: جس اچھے مقصد کو سچ بول کر بھی حاصل کیا جاسکتا ہو اور جھوٹ بول کر بھی حاصل کرسکتا ہو، اس کے حاصل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا حرام ہے اور اگر جھوٹ سے حاصل کرسکتا ہو، سچ بولنے میں حاصل نہ ہوسکتا ہو تو بعض صورتوں میں کذب بھی مباح ہے بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے، جیسے کسی بے گناہ کو ظالم شخص قتل کرنا چاہتا ہے یا ایذا دینا چاہتا ہے وہ ڈر سے چھپا ہوا ہے، ظالم نے کسی سے دریافت کیا کہ وہ کہاں ہے؟ یہ کہہ سکتا ہے مجھے معلوم نہیں اگرچہ جانتا ہو یا کسی کی امانت اس کے پاس ہے کوئی اسے چھیننا چاہتا ہے پوچھتا ہے کہ امانت کہاں ہے؟ یہ انکار کرسکتا ہے کہہ سکتا ہے کہ میرے پاس اس کی امانت نہیں۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ۵: کسی نے چھپ کر بے حیائی کا کام کیا ہے، اس سے دریافت کیا گیا کہ تو نے یہ کام کیا؟ وہ انکار کرسکتا ہے کیونکہ ایسے کام کو لوگوں کے سامنے ظاہر کر دینا یہ دوسرا گناہ ہوگا۔ اسی طرح اگر اپنے مسلم بھائی کے بھید پر مطلع ہو تو اس کے بیان کرنے سے بھی انکار کرسکتا ہے۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ۶: اگر سچ بولنے میں فساد پیدا ہوتا ہو تو اس صورت میں بھی جھوٹ بولنا جائز ہے اور اگر جھوٹ بولنے میں فساد ہوتا ہو تو حرام ہے اور اگر شک ہو معلوم نہیں کہ سچ بولنے میں فساد ہوگا یا جھوٹ بولنے میں، جب بھی جھوٹ بولنا حرام ہے۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ۷: جس قسم کے مبالغہ کا عادۃً رواج ہے لوگ اسے مبالغہ ہی پر محمول کرتے ہیں اس کے حقیقی معنی مراد نہیں لیتے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء، ج٥، ص٣٥٢.

2 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٧٠٤.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر و الإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٧٠٥.

4 ......المرجع السابق. 5 ...... المرجع السابق.

وہ جھوٹ میں داخل نہیں، مثلاً یہ کہا کہ میں تمھارے پاس ہزار مرتبہ آیا یا ہزار مرتبہ میں نے تم سے یہ کہا۔ یہاں ہزار کا عدد مراد نہیں بلکہ کئی مرتبہ آنا اور کہنا مراد ہے، یہ لفظ ایسے موقع پر نہیں بولا جائے گا کہ ایک ہی مرتبہ آیا ہو یا ایک ہی مرتبہ کہا ہو اور اگر ایک مرتبہ آیا اور یہ کہہ دیا کہ ہزار مرتبہ آیا تو جھوٹا ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۸: تعریض کی بعض صورتیں جن میں لوگوں کا دل خوش کرنا اور مزاح مقصود ہو جائز ہے۔ جیسا کہ حدیث میں فرمایا کہ "جنت میں بڑھیا نہیں جائے گی۔" [2] یا "میں تجھے اونٹنی کے بچے پر سوار کروں گا۔" [3] (ردالمحتار)

زبان کو روکنا اور گالی گلوچ غیبت اور چغلی سے پرہیز کرنا

حدیث ۱: صحیح بخاری میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: "جو شخص میرے لیے اس چیز کا ضامن ہو جائے جو اس کے جبڑوں کے درمیان میں ہے یعنی زبان کا اور اس کا جو اس کے دونوں پاؤں کے درمیان میں ہے یعنی شرمگاہ کا، میں اس کے لیے جنت کا ضامن ہوں۔" [4] یعنی زبان اور شرمگاہ کو ممنوعات سے بچانے پر جنت کا وعدہ ہے۔

حدیث ۲: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "بندہ اللہ تعالٰی کی خوشنودی کی بات بولتا ہے اور اس کی طرف توجہ بھی نہیں کرتا یعنی یہ خیال بھی نہیں کرتا کہ اللہ تعالٰی اتنا خوش ہوگا، اللہ تعالٰی اس کو درجوں بلند کرتا ہے اور بندہ اللہ تعالٰی کی ناخوشی کی بات بولتا ہے اور اس کی طرف دھیان نہیں دھرتا یعنی اس کے ذہن میں یہ بات نہیں ہوتی کہ اللہ تعالٰی اس سے اتنا ناراض ہوگا، اس کلمہ کی وجہ سے جہنم میں گرتا ہے۔" [5]

اور بخاری و مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ "جہنم کی اتنی گہرائی میں گرتا ہے جو مشرق و مغرب کے فاصلہ سے بھی زیادہ ہے۔" [6]

حدیث ۳: ترمذی و ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم

---

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۷۰۵.

2 ...... انظر: "سنن الترمذي"، کتاب الشمائل، باب ماجاء في صفة... إلخ، الحدیث: ۲۳۹، ج۵، ص۵۴۵.

3 ...... انظر: "سنن الترمذي"، کتاب البر والصلة، باب ماجاء في المزاح، الحدیث: ۱۹۹۱، ج۳، ص۳۹۹.
و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۷۰٦.

4 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الرقاق، باب حفظ اللسان، الحدیث: ٦٤٧٤، ج٤، ص٢٤٠.

5 ...... المرجع السابق، الحدیث: ٦٤٧٨، ج٤، ص٢٤١.

6 ...... "صحیح مسلم"، کتاب الزهد... إلخ، باب التکلم بالکلمة... إلخ، الحدیث: ٥٠-(٢٩٨٨)، ص١٥٩٥.

نے فرمایا: ''جو چیز انسان کو سب سے زیادہ جنت میں داخل کرنے والی ہے، وہ تقویٰ اور حسن خلق ہے اور جو چیز انسان کو سب سے زیادہ جہنم میں لے جانے والی ہے، وہ دو جوف دار (کھکل) چیزیں ہیں، مونھ اور شرمگاہ۔'' (1)

حدیث۴: امام احمد و ترمذی و دارمی و بیہقی نے **عبداللہ بن عَمْرو** رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو چپ رہا، اسے نجات ہے۔'' (2)

حدیث۵: امام احمد و ترمذی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں میں حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی، نجات کیا ہے؟ ارشاد فرمایا: ''اپنی زبان پر قابو رکھو اور تمہارا گھر تمھارے لیے گنجائش رکھے (یعنی بے کار ادھر ادھر نہ جاؤ) اور اپنی خطا پر گریہ کرو۔'' (3)

حدیث۶: ترمذی نے ابو سعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا کہ ''ابن آدم جب صبح کرتا ہے تو تمام اعضا زبان کے سامنے عاجزانہ یہ کہتے ہیں، کہ تو خدا سے ڈر کہ ہم سب تیرے ساتھ وابستہ ہیں، اگر تو سیدھی رہی تو ہم سب سیدھے رہیں گے اور تو ٹیڑھی ہوگئی تو ہم سب ٹیڑھے ہو جائیں گے۔'' (4)

حدیث۷: امام مالک و احمد نے حضرت علی بن حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے اور ابن ماجہ نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ترمذی اور بیہقی نے دونوں سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''آدمی کے اسلام کی اچھائی میں سے یہ ہے کہ لایعنی چیز چھوڑ دے۔'' (5) یعنی جو چیز کار آمد نہ ہو اس میں نہ پڑے، زبان و دل و جوارح کو بے کار باتوں کی طرف متوجہ نہ کرے۔

حدیث۸: ترمذی نے سفیان بن عبداللہ ثقفی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سب سے زیادہ کس چیز کا مجھ پر خوف ہے؟ یعنی کس چیز کے ضرر کا زیادہ اندیشہ ہے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا: ''یہ ہے۔'' (6)

1...... "سنن ابن ماجه"، كتاب الزهد، باب ذكر الذنوب،الحديث:٤٢٤٦،ج٤،ص٤٨٩.
و"سنن الترمذی"،كتاب البر والصلة، باب ماجاء في حسن الخلق،الحديث:٢٠١١،ج٣،ص٤٠٤.

2...... "سنن الترمذي"،كتاب صفة القيامة...إلخ، باب:١١٥،الحديث:٢٥٠٩،ج٤،ص٢٢٥.

3......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي امامة الباهلي،الحديث:٢٢٢٩٨،ج٨،ص٢٩٠.
و"جامع الترمذي"،كتاب الزهد، باب ماجاء في حفظ اللسان،الحديث:٢٤١٤،ج٤،ص١٨٢.

4...... "سنن الترمذي"،كتاب الزهد، باب ماجاء في حفظ اللسان،الحديث:٢٤١٥،ج٤،ص١٨٣.

5......"الموطأ" للإمام مالك،كتاب حسن الخلق، باب ماجاء في حسن الخلق،الحديث:١٧١٨،ج٢،٤٠٣.

6...... "سنن الترمذي"،كتاب الزهد، باب ماجاء في حفظ اللسان،الحديث:٢٤١٨،ج٤،ص١٨٤.

حدیث۹: بیہقی نے شعب الایمان میں عمران بن حطان سے روایت کی، کہتے ہیں میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس گیا، انھیں کالی کملی اوڑھے ہوئے مسجد میں تنہا بیٹھا ہوا دیکھا۔ میں نے کہا، ابوذر یہ تنہائی کیسی؟ اونھوں نے کہا، میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سنا کہ ''تنہائی اچھی ہے برے ہم نشین سے اور ہم نشین صالح تنہائی سے بہتر ہے اور اچھی بات بولنا خاموشی سے بہتر ہے اور بری بات بولنے سے چپ رہنا بہتر ہے۔'' (1)

حدیث۱۰: بیہقی نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''سکوت پر قائم رہنا ساٹھ برس کی عبادت سے افضل ہے۔'' (2)

حدیث۱۱: بیہقی نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں کہ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) مجھے وصیت فرمائیے، ارشاد فرمایا: میں تم کو تقویٰ کی وصیت کرتا ہوں کہ اس سے تمھارے سب کام آراستہ ہوجائیں گے۔ میں نے عرض کی اور وصیت فرمائیے، فرمایا: کہ تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو لازم کرلو، کہ اس کی وجہ سے تمہارا ذکر آسمان میں ہوگا اور زمین میں تمھارے لیے نور ہوگا۔ میں نے کہا اور وصیت فرمائیے، ارشاد فرمایا: زیادتی خاموشی کو لازم کرلو، کہ اس سے شیطان دفع ہوگا اور تمھیں دین کے کاموں میں مدد دے گی۔

میں نے عرض کی اور وصیت کیجیے، فرمایا کہ زیادہ ہنسنے سے بچو کہ یہ دل کو مُردہ کردیتا ہے اور چہرہ کے نور کو دور کرتا ہے۔ میں نے کہا اور وصیت کیجیے۔ فرمایا: حق بولو اگرچہ کڑوا ہو۔ میں نے کہا اور وصیت کیجیے، فرمایا کہ اللہ (عزوجل) کے بارے میں ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہ ڈرو۔ میں نے کہا اور وصیت کیجیے، فرمایا: تم کو دوسرے لوگوں سے روکے وہ چیز جو تم اپنے نفس سے جانتے ہو۔'' (3) یعنی جو اپنے عیوب کی طرف نظر رکھے گا دوسروں کے عیوب میں نہ پڑے گا اور کام کی بات یہ ہے کہ اپنے عیب پر نظر کی جائے تاکہ اسکے زائل کرنے کی کوشش کی جائے۔

حدیث۱۲: بیہقی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اے ابوذر! کیا میں تم کو ایسی دو باتیں نہ بتادوں جو پیٹھ پر ہلکی ہیں اور میزان میں بھاری ہیں؟ انھوں نے کہا، ہاں۔ ارشاد فرمایا: زیادہ خاموش رہنا اور خوبیِ اخلاق، قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! تمام مخلوقات نے ان کی مثل پر عمل نہیں کیا۔'' (4)

---

1 ......"شعب الإيمان"، باب في حفظ اللسان، فصل في فضل السكوت...إلخ،الحديث:٤٩٩٣،ج٤،ص٢٥٦.

2 ......المرجع السابق، فصل في فضل السكوت عما لايعنيه،الحديث:٤٩٥٣،ج٤،ص٢٤٥.

3 ...... المرجع السابق، فصل في فضل السكوت عما لايعنيه،الحديث:٤٩٤٢،ج٤،ص٢٤٢.

4 ......"شعب الإيمان"، باب في حسن الخلق،الحديث:٨٠٠٦،ج٦،ص٢٣٩.

یعنی ان کی مثل کوئی چیز نہیں جس پر عمل کیا جائے۔

حدیث ۱۳: امام مالک نے اسلم سے روایت کی، کہ ایک دن حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس گئے اور حضرت صدیق اکبر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) اپنی زبان پکڑ کر کھینچ رہے تھے۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی، کیا بات ہے اللہ (عزوجل) آپ کی مغفرت کرے، حضرت صدیق (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے فرمایا: اس نے مجھے مہالک[1] میں ڈالا ہے۔[2]

حدیث ۱۴: امام احمد و بیہقی نے عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''میرے لیے چھ چیزوں کے ضامن ہوجاؤ میں تمھارے لیے جنت کا ذمہ دار ہوتا ہوں۔ ① جب بات کرو سچ بولو اور ② جب وعدہ کرو اسے پورا کرو اور ③ جب تمھارے پاس امانت رکھی جائے اسے ادا کرو اور ④ اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو اور ⑤ اپنی نگاہیں نیچی رکھو اور ⑥ اپنے ہاتھوں کو روکو۔'' [3] یعنی ہاتھ سے کسی کو ایذا نہ پہنچاؤ۔

حدیث ۱۵: ترمذی نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''مومن نہ طعن کرنے والا ہوتا ہے، نہ لعنت کرنے والا، نہ فحش بکنے والا بے ہودہ ہوتا ہے۔'' [4]

حدیث ۱۶: ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''مومن کو یہ نہ چاہیے کہ لعنت کرنے والا ہو۔'' [5]

حدیث ۱۷: صحیح مسلم میں ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو فرماتے سنا ہے کہ ''جو لوگ لعنت کرتے ہیں، وہ قیامت کے دن نہ گواہ ہوں گے، نہ کسی کے سفارشی۔'' [6]

حدیث ۱۸: ترمذی و ابوداود نے سمرہ بن جندب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''اللہ (عزوجل) کی لعنت و غضب اور جہنم کے ساتھ آپس میں لعنت نہ کرو۔'' [7]

حدیث ۱۹: ابوداود نے ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

---

1 ......یعنی ہلاکتوں۔

2 ......"الموطأ" للإمام مالك، كتاب الكلام، باب ماجاء فيما يخاف من اللسان، الحديث: ١٩٠٦، ج٢، ص٤٦٦.

3 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث عبادة بن الصامت الحديث: ٢٢٨٢١، ج٨، ص٤١٢.

4 ...... "سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في اللعنة، الحديث: ١٩٨٤، ج٣، ص٣٩٣.

5 ...... المرجع السابق، باب ماجاء في اللعن والطعن، الحديث: ٢٠٢٦، ج٣، ص٤١٠.

6 ......"صحيح مسلم"، كتاب البر...إلخ، باب النهى عن لعن الدواب وغيرها، الحديث: ٨٦-(٢٥٩٨)، ص١٤٠٠.

7 ...... "سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في اللعنة، الحديث: ١٩٨٣، ج٣، ص٣٩٣.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب الآداب، باب حفظ اللسان...إلخ، الحديث: ٤٨٤٩، ج٣، ص٤٣.

کو یہ فرماتے سنا کہ ''جب بندہ کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کو جاتی ہے، آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں پھر زمین پر اتاری جاتی ہے، اس کے دروازے بھی بند کر دیے جاتے ہیں پھر دہنے بائیں جاتی ہے، جب کہیں راستہ نہیں پاتی تو اس کی طرف آتی ہے جس پر لعنت بھیجی گئی، اگر اسے اس کا اہل پاتی ہے تو اس پر پڑتی ہے، ورنہ بھیجنے والے پر آ جاتی ہے۔'' (1)

حدیث ۲۰: ترمذی و ابوداود نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ ایک شخص کی چادر کو ہوا کے تیز جھونکے لگے، اس نے ہوا پر لعنت کی۔ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ہوا پر لعنت نہ کرو کہ وہ خدا کی طرف سے مامور ہے اور جو شخص ایسی چیز پر لعنت کرتا ہے جو لعنت کی اہل نہ ہو تو لعنت اُسی پر لوٹ آتی ہے۔'' (2)

حدیث ۲۱: ترمذی نے اُبیّ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ہوا کو گالی نہ دو اور جب دیکھو کہ تمھیں بری لگتی ہے تو یہ کہو کہ الٰہی! میں اس کی خیر کا سوال کرتا ہوں اور جو کچھ اس میں خیر ہے اور جس خیر کا اسے حکم ہوا اور میں اس کے شر سے پناہ مانگتا ہوں اور جو کچھ اس میں شر ہے اور اس کے شر سے جس کا اسے حکم ہوا۔'' (3)

حدیث ۲۲: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے اپنی سواری کے جانور پر لعنت کی، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اس سے اتر جاؤ ہمارے ساتھ میں ملعون چیز کو لے کر نہ چلو، اپنے اوپر اور اپنی اولاد و اموال پر بددعا نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ بددعا اس ساعت میں ہو جس میں جو دعا خدا سے کی جائے قبول ہوتی ہے۔'' (4)

حدیث ۲۳: طبرانی نے ثابت بن ضحاک انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مومن پر لعنت کرنا اس کے قتل کی مثل ہے اور جو شخص مومن مرد یا عورت پر کفر کی تہمت لگائے تو یہ اس کے قتل کی مثل ہے۔'' (5)

حدیث ۲۴: صحیح بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے بھائی کو کافر کہے تو اس کلمہ کے ساتھ دونوں میں سے ایک لوٹے گا۔'' (6) یعنی یہ کلمہ دونوں میں سے ایک پر پڑے گا۔

---

1 ......"سنن أبي داود"، کتاب الأدب، باب في اللعن، الحدیث: ٤٩٠٥، ج ٤، ص ٣٦١.

2 ......المرجع السابق، الحدیث: ٤٩٠٨، ج ٤، ص ٣٦٢.

3 ...... "سنن الترمذي"، کتاب الفتن باب ماجاء في النهی عن سب الریاح، الحدیث: ٢٢٥٩، ج ٤، ص ١١١.

4 ......"صحیح مسلم"، کتاب الزهد، باب حدیث جابر الطویل... إلخ، الحدیث: ٣-(٣٠٠٩)، ص ١٦٠٤.

5 ......"المعجم الکبیر"، الحدیث: ١٣٣٠، ج ٢، ص ٧٣.

6 ......"صحیح البخاري"، کتاب الأدب، باب من أکفر أخاه بغیر تأویل فهو کما قال، الحدیث: ٦١٠٤، ج ٤، ص ١٢٧.

و"صحیح مسلم"، کتاب الإیمان، باب بیان حال إیمان من قال لأخیه المسلم یا کافر، الحدیث: ١١١-(٦٠)، ص ٥١.

حدیث ۲۵: صحیح بخاری میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص دوسرے کو فسق اور کفر کی تہمت لگائے اور وہ ایسا نہ ہو تو اس کہنے والے پر لوٹتا ہے۔''(1)

حدیث ۲۶: صحیح بخاری و مسلم میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص کسی کو کافر کہہ کر بلائے یا دشمنِ خدا کہے اور وہ ایسا نہیں ہے تو اسی کہنے والے پر لوٹے گا۔'' (2)

حدیث ۲۷: بخاری و مسلم و احمد و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مسلم سے گالی گلوچ کرنا فسق ہے اور اس سے قتال کفر ہے۔'' (3)

حدیث ۲۸: صحیح مسلم میں انس و ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''دو شخص گالی گلوچ کرنے والے انھوں نے جو کچھ کہا سب کا وبال اس کے ذمہ ہے جس نے شروع کیا ہے، جب تک مظلوم تجاوز نہ کرے۔''(4) یعنی جتنا پہلے نے کہا، اس سے زیادہ نہ کہے۔

حدیث ۲۹: طبرانی نے سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اگر کوئی کسی کو برا بھلا کہنا ہی چاہتا ہے تو نہ اس پر افترا کرے، نہ اس کے والدین کو گالی دے، نہ اس کی قوم کو گالی دے، ہاں اگر اس میں ایسی بات ہے جو اس کے علم میں ہے تو یوں کہے کہ تو بخیل ہے یا تو بزدل ہے یا تو جھوٹا ہے یا بہت سونے والا ہے۔'' (5)

حدیث ۳۰: امام احمد و ترمذی و ابن ماجہ نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''فحش جس چیز میں ہوگا، اسے عیب دار کردے گا اور حیا جس میں ہوگی، اسے آراستہ کردے گی۔'' (6)

حدیث ۳۱: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم فرماتے ہیں: ''اللہ تعالٰی کے نزدیک قیامت کے دن سب لوگوں میں بدتر مرتبہ اس کا ہے کہ اس کے شر سے بچنے کے لیے لوگوں نے اسے چھوڑ دیا ہو۔'' (7) اور ایک روایت میں ہے کہ ''اُس کے فحش سے بچنے کے لیے چھوڑ دیا ہو۔'' (8)

---

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، الحديث: ٦٠٤٥، ج٤، ص١١١.

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب الايمان، باب بيان حال ايمان من قال لاخيه المسلم: ياكافر، الحديث: ١١٢-(٦١)، ص٥١.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب ما ينهى من السباب واللعن، الحديث: ٦٠٤٤، ج٤، ص١١١.

4 ......"صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة... إلخ، باب النهى عن السباب، الحديث: ٦٨-(٢٥٨٧)، ص١٣٩٦.

5 ......"المعجم الكبير"، الحديث: ٧٠٣٠، ج٧، ص٢٥٣.

6 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في الفحش والتفحش، الحديث: ١٩٨١، ج٣، ص٣٩٢.

7 ......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب لم يكن النبى صلى الله عليه وسلم فاحشا... إلخ، الحديث: ٦٠٣٢، ج٤، ص١٠٨.

8 ......"صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة... إلخ، باب مداراة من يتقى فحشه، الحديث: ٧٣-(٢٥٩١)، ص١٣٩٧.

حدیث ۳۲: بخاری و مسلم واحمد وابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے کہ دہر کو برا کہتا ہے، دہر تو میں ہوں میرے ہاتھ میں سب کام ہیں، رات اور دن کو میں بدلتا ہوں۔'' (1) یعنی زمانہ کو برا کہنا اللہ (عزوجل) کو برا کہنا ہے کہ زمانہ میں جو کچھ ہوتا ہے، وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے۔

حدیث ۳۳: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص یہ کہے کہ سب لوگ ہلاک ہوگئے تو سب سے زیادہ ہلاک ہونے والا یہ ہے۔'' (2) یعنی جو شخص تمام لوگوں کو گنہگار اور مستحق نار بتائے تو سب سے بڑھ کر گنہگار وہ خود ہے۔

حدیث ۳۴: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''سب سے زیادہ برا قیامت کے دن اس کو پاؤ گے، جو ذوالوجہین ہو۔'' (3)

یعنی دورخا آدمی کہ ان کے پاس ایک مونھ سے آتا ہے اور ان کے پاس دوسرے مونھ سے آتا ہے یعنی منافقوں کی طرح کہیں کچھ کہتا ہے اور کہیں کچھ کہتا ہے، یہ نہیں کہ ایک طرح کی بات سب جگہ کہے۔

حدیث ۳۵: دارمی نے عمار بن یاسر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جو شخص دنیا میں دورخا ہوگا، قیامت کے دن آگ کی زبان اس کے لیے ہوگی۔'' (4) ابوداود کی روایت میں ہے کہ ''اس کے لیے دو زبانیں آگ کی ہوں گی۔'' (5)

حدیث ۳۶: صحیح بخاری و مسلم میں حذیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو میں نے یہ فرماتے سنا کہ ''جنت میں چغل خور نہیں جائے گا۔'' (6)

حدیث ۳۷: بیہقی نے شعب الایمان میں عبدالرحمٰن بن غنم و اسما بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''اللہ (عزوجل) کے نیک بندے وہ ہیں کہ ان کے دیکھنے سے خدا یاد آئے اور

---

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب التوحيد، باب قول الله تعالى ﴿ يريدون ان يبدلوا كلام الله ﴾، الحديث: ۷۴۹۱، ج ۴، ص ۵۷۲.

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة...إلخ، باب النهي عن قول: هلك الناس، الحديث: ۱۳۹ـ(۲۶۲۳)، ص ۱۴۱۲.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب ماقيل في ذي الوجهين، الحديث: ۶۰۵۸، ج ۴، ص ۱۱۵.

4 ......"سنن الدارمي"، كتاب الرقائق، باب ما قيل في ذي الوجهين، الحديث: ۲۷۶۴، ج ۲، ص ۴۰۵.

5 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في ذي الوجهين، الحديث: ۴۸۷۳، ج ۴، ص ۳۵۲.

6 ......"صحيح مسلم"، كتاب الايمان، باب بيان غلظ تحريم النميمة، الحديث: ۱۶۹ـ(۱۰۵)، ص ۶۷.

اللہ (عزوجل) کے برے بندے وہ ہیں، جو چغلی کھاتے ہیں، دوستوں میں جدائی ڈالتے ہیں اور جو شخص جرم سے بری ہے، اس پر تکلیف ڈالنا چاہتے ہیں۔'' (1)

حدیث ۳۸: صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: تمھیں معلوم ہے غیبت کیا ہے؟ لوگوں نے عرض کی، اللہ ورسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) خوب جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: غیبت یہ ہے کہ تو اپنے بھائی کا اس چیز کے ساتھ ذکر کرے جو اسے بری لگے۔ کسی نے عرض کی، اگر میرے بھائی میں وہ موجود ہو جو میں کہتا ہوں (جب تو غیبت نہیں ہوگی)۔ فرمایا: ''جو کچھ تم کہتے ہو، اگر اس میں موجود ہے جب ہی تو غیبت ہے اور جب تم ایسی بات کہو جو اس میں ہو نہیں، یہ بہتان ہے۔'' (2)

حدیث ۳۹: امام احمد و ترمذی و ابوداود نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں، میں نے نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے کہا، صفیہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کے لیے یہ کافی ہے کہ وہ ایسی ہیں ایسی ہیں یعنی پستہ قد ہیں، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ارشاد فرمایا کہ ''تم نے ایسا کلمہ کہا کہ اگر سمندر میں ملایا جائے تو اس پر غالب آجائے۔'' (3) یعنی کسی پستہ قد کو ناٹا ٹھگنا کہنا بھی غیبت میں داخل ہے، جبکہ بلاضرورت ہو۔

حدیث ۴۰: بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، دو شخصوں نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھی اور وہ دونوں روزہ دار تھے، جب نماز پڑھ چکے نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: تم دونوں وضو کرو اور نماز کا اعادہ کرو اور روزہ پورا کرو اور دوسرے دن اس روزہ کی قضا کرنا۔ انھوں نے عرض کی، یارسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم! یہ حکم کس لیے؟ ارشاد فرمایا: ''تم نے فلاں شخص کی غیبت کی ہے۔'' (4)

حدیث ۴۱: ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''میں اس کو پسند نہیں کرتا کہ کسی کی نقل کروں، اگرچہ میرے لیے اتنا اتنا ہو۔'' (5) یعنی نقل کرنا دنیا کی کسی چیز کے مقابل میں درست نہیں ہوسکتا۔

---

1 ...... "شعب الإيمان"، باب في الاصلاح بين الناس...إلخ،الحديث:۱۱۱۰۸،ج۷،ص۴۹۴.
و"مشكاة المصابيح"،كتاب الآداب، باب حفظ اللسان...إلخ،الحديث:۴۸۷۱،ج۳،ص۴۶.

2 ...... "صحيح مسلم"،كتاب البر والصلة...إلخ، باب تحريم الغيبة،الحديث:۷۰-(۲۵۸۹)،ص۱۳۹۷.

3 ...... "سنن أبي داود"،كتاب الأدب، باب في الغيبة،الحديث:۴۸۷۵،ج۴،ص۳۵۳.

4 ...... "شعب الإيمان"، باب في تحريم اعراض الناس،الحديث:۶۷۲۹،ج۵،ص۳۰۳.

5 ...... "سنن الترمذي"،كتاب صفة القيامة...إلخ، باب:۱۱۶،الحديث: ۲۵۱۰،ج۴،ص۲۲۵.

حدیث ۴۲: بیہقی نے شعب الایمان میں ابو سعید و جابر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت چیز ہے۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) زنا سے زیادہ سخت غیبت کیونکر ہے۔ فرمایا کہ ''مرد زنا کرتا ہے پھر توبہ کرتا ہے، اللہ تعالٰی اس کی توبہ قبول فرماتا ہے اور غیبت کرنے والے کی مغفرت نہ ہوگی، جب تک وہ نہ معاف کردے جس کی غیبت ہے۔'' (1)

اور انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت میں ہے کہ ''زنا کرنے والا توبہ کرتا ہے اور غیبت کرنے والے کی توبہ نہیں ہے۔'' (2)

حدیث ۴۳: بیہقی نے دعوات کبیر میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ غیبت کے کفارہ میں یہ ہے کہ جس کی غیبت کی ہے، اس کے لیے استغفار کرے، یہ کہے۔ **اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلَنَا وَلَہٗ۔** (3) ''الٰہی! ہمیں اور اسے بخش دے۔''

حدیث ۴۴: ابوداود نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ ماعز اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جب رجم کیا گیا تھا، دو شخص آپس میں باتیں کرنے لگے، ایک نے دوسرے سے کہا، اسے تو دیکھو کہ اللہ (عزوجل) نے اس کی پردہ پوشی کی تھی مگر اس کے نفس نے نہ چھوڑا، کتے کی طرح رجم کیا گیا۔ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے سن کر سکوت فرمایا۔ کچھ دیر تک چلتے رہے، راستہ میں مرا ہوا گدھا ملا جو پاؤں پھیلائے ہوئے تھا۔

حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ان دونوں شخصوں سے فرمایا: جاؤ اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ۔ انھوں نے عرض کی، یا نبی اللہ (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)! اسے کون کھائے گا؟ ارشاد فرمایا: ''وہ جو تم نے اپنے بھائی کی آبروریزی کی، وہ اس گدھے کے کھانے سے بھی زیادہ سخت ہے۔ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! وہ (ماعز) اس وقت جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔'' (4)

حدیث ۴۵: امام احمد و نسائی و ابن ماجہ و حاکم نے اسامہ بن شریک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اے اللہ کے بندو! اللہ (عزوجل) نے حرج اٹھالیا، مگر جو شخص کسی مرد مسلم کی بطور ظلم آبروریزی کرے، وہ حرج میں ہے اور ہلاک ہوا۔'' (5)

---

1 ......"شعب الإیمان"، باب في تحریم إعراض الناس، الحدیث: ٦٧٤١، ج٥، ص٣٠٦.

2 ......المرجع السابق، الحدیث: ٦٧٤٢، ج٥، ص٣٠٦.

3 ......"مشکاۃ المصابیح"، کتاب الآداب، باب حفظ اللسان... إلخ، الحدیث: ٤٨٧٧، ج٣، ص٤٧.

4 ......"سنن أبي داود"، کتاب الحدود، باب رجم ما عزبن مالك، الحدیث: ٤٤٢٨، ج٤، ص١٩٧.

5 ......"کنزالعمال"، کتاب الأخلاق، الحدیث: ٨٠١٤، ج٣، ص٢٣٤.

حدیث ۴۶: امام احمد وابوداود وحاکم نے مُستَورِد بن شداد[1] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس شخص کو کسی مرد مسلم کی برائی کرنے کی وجہ سے کھانے کو ملا، اللہ تعالٰی اس کو اتنا ہی جہنم سے کھلائے گا اور جس کو مرد مسلم کی برائی کی وجہ سے کپڑا پہننے کو ملا، اللہ تعالٰی اس کو جہنم کا اتنا ہی کپڑا پہنائے گا۔''[2]

حدیث ۴۷: امام احمد وابوداود نے ابو برزہ اسلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اے وہ لوگ جو زبان سے ایمان لائے اور ایمان ان کے دلوں میں داخل نہیں ہوا مسلمانوں کی غیبت نہ کرو اور ان کی چھپی ہوئی باتوں کی ٹٹول نہ کرو، اس لیے کہ جو شخص اپنے مسلمان بھائی کی چھپی ہوئی چیز کی ٹٹول کرے گا، اللہ تعالٰی اس کی پوشیدہ چیز کی ٹٹول کرے گا اور جس کی اللہ (عزوجل) ٹٹول کرے گا اس کو رسوا کردے گا، اگرچہ وہ اپنے مکان کے اندر ہو۔''[3]

حدیث ۴۸: امام احمد وابوداود نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: جب مجھے معراج ہوئی، ایک قوم پر گزرا جن کے ناخن تانبے کے تھے، وہ اپنے مونھ اور سینے کو نوچتے تھے۔ میں نے کہا: جبریل یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے کہا، ''یہ وہ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی آبروریزی کرتے تھے۔''[4]

حدیث ۴۹: ابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مسلمان کی سب چیزیں مسلمان پر حرام ہیں اس کا مال اور اس کی آبرو اور اس کا خون آدمی کو برائی سے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔''[5]

حدیث ۵۰: ابوداود نے معاذ بن انس جہنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص مسلمان پر کوئی بات کہے اس سے مقصد عیب لگانا ہو، اللہ تعالٰی اس کو پل صراط پر روکے گا جب تک اس چیز سے نہ نکلے جو اس نے کہی۔''[6]

حدیث ۵۱: ابوداود نے جابر بن عبداللہ اور ابوطلحہ بن سہل رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ

1 ...... بہارِشریعت کے نسخوں میں مسور بن شداد لکھا ہے، یہ کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، جسے ہم نے ''مُستَورِد بن شداد'' لکھ کر صحیح کردیا ہے۔... علمیه

2 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في الغيبة، الحديث: ٤٨٨١، ج٤، ص٣٥٤.
و"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث المستورد بن شداد، الحديث: ١٨٠٣٣، ج٦، ص٢٩٤.

3 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في الغيبة الحديث: ٤٨٨٠، ج٤، ص٣٥٤.
و"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي برزة الاسلمي، الحديث: ١٩٧٩٧، ج٧، ص١٨١.

4 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في الغيبة، الحديث: ٤٨٧٨، ج٤، ص٣٥٣.

5 ......المرجع السابق، الحديث: ٤٨٨٢، ج٤، ص٣٥٤.

6 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب من رد عن مسلم غيبة، الحديث: ٤٨٨٣، ج٤، ص٣٥٥.

تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جہاں مردِ مسلم کی ہتک حرمت کی جاتی ہو اور اس کی آبروریزی کی جاتی ہو ایسی جگہ جس نے اُس کی مدد نہ کی، یعنی یہ خاموش سنتا رہا اور اُن کو منع نہ کیا تو اللہ تعالٰی اس کی مدد نہیں کرے گا جہاں اسے پسند ہو کہ مدد کی جائے اور جو شخص مردِ مسلم کی مدد کرے گا ایسے موقع پر جہاں اُس کی ہتک حرمت اور آبروریزی کی جارہی ہو، اللہ تعالٰی اس کی مدد فرمائے گا ایسے موقع پر جہاں اسے محبوب ہے کہ مدد کی جائے۔'' (1)

حدیث۵۲: شرح سنہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جس کے سامنے اس کے مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد پر قادر ہو اور مدد کی، اللہ تعالٰی دنیا اور آخرت میں اس کی مدد کرے گا اور اگر باوجود قدرت اس کی مدد نہیں کی تو اللہ تعالٰی دنیا اور آخرت میں اسے پکڑے گا۔'' (2)

حدیث۵۳: بیہقی نے اسما بنتِ یزید رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص اپنے بھائی کے گوشت سے اس کی غیبت میں روکے یعنی مسلمان کی غیبت کی جارہی تھی، اس نے روکا تو اللہ (عزوجل) پر حق ہے کہ اُسے جہنم سے آزاد کردے۔'' (3)

حدیث۵۴: شرح سنہ میں ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو مسلمان اپنے بھائی کی آبرو سے روکے یعنی کسی مسلم کی آبروریزی ہوتی تھی اس نے منع کیا تو اللہ (عزوجل) پر حق ہے کہ قیامت کے دن اس کو جہنم کی آگ سے بچائے۔ اس کے بعد اس آیت کی تلاوت کی۔''

﴿ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ﴾ (4)

''مسلمانوں کی مدد کرنا ہم پر حق ہے۔''

حدیث۵۵: ترمذی وابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اور مومن مومن کا بھائی ہے، اس کی چیزوں کو ہلاک ہونے سے بچائے اور غیبت میں اس کی حفاظت کرے۔'' (5)

---

(1)......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب من رد عن مسلم غيبة، الحديث: ٤٨٨٤، ج٤، ص٣٥٥.

(2)......"شرح السنة"، كتاب البر والصلة، باب الذب عن المسلمين، الحديث: ٣٤٢٤، ج٦، ص٤٩٥.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الحديث: ٤٩٨٠، ج٣، ص٦٩.

(3)......"شعب الإيمان"، باب في التعاون على البر والتقوى، الحديث: ٧٦٤٣، ج٦، ص١١٢.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الحديث: ٤٩٨١، ج٣، ص٧٠.

(4)......"شرح السنة"، كتاب البر والصلة، باب الذب عن المسلمين، الحديث: ٣٤٢٢، ج٦، ص٤٩٤.
پ٢١، الروم: ٤٧.

(5)......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في النصيحة والحياطة، الحديث: ٤٩١٨، ج٤، ص٣٦٥.

حدیث ۵۶: امام احمد وترمذی نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جوشخص ایسی چیز دیکھے جس کو چھپانا چاہیے اوراس نے پردہ ڈال دیا یعنی چھپادی تو ایسا ہے جیسے موؤدہ (یعنی زندہ درگور) کوزندہ کیا۔'' (1)

حدیث ۵۷: ابونعیم نے معرفہ میں شبیب بن سعد بلوی سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''بندہ کو قیامت کے دن اس کا دفتر کھلا ہوا ملے گا، وہ اس میں ایسی نیکیاں بھی دیکھے گا جن کو کیا نہیں ہے، عرض کرے گا، اے رب! یہ میرے لیے کہاں سے آئیں؟ میں نے تو انھیں کیا نہیں۔ اس سے کہا جائے گا کہ یہ وہ ہیں جو تیری لاعلمی میں لوگوں نے تیری غیبت کی تھی۔'' (2)

حدیث ۵۸: ترمذی نے معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''جس نے اپنے بھائی کوایسے گناہ پر عار دلایا جس سے وہ توبہ کرچکا ہے، تو مرنے سے پہلے وہ خوداس گناہ میں مبتلا ہوجائے گا۔'' (3)

حدیث ۵۹: ترمذی نے واثلہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''اپنے بھائی کی شماتت نہ کر یعنی اس کی مصیبت پر اظہارِ مسرت نہ کر، کہ اللہ تعالٰی اس پر رحم کرے گا اور تجھے اس میں مبتلا کردے گا۔'' (4)

حدیث ۶۰: صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''میری ساری امت عافیت میں ہے مگر مجاہرین یعنی جولوگ کھلم کھلا گناہ کرتے ہیں یہ عافیت میں نہیں ان کی غیبت اور برائی کی جائے گی اور آدمی کی بے باکی سے یہ ہے کہ رات میں اس نے کوئی کام کیا یعنی گناہ کا کام اور خدا نے اس کو چھپایا اور یہ صبح کو خود کہتا ہے، کہ آج رات میں میں نے یہ کیا، خدا نے اس پر پردہ ڈالا تھا اور یہ شخص پردۂ الٰہی کو ہٹا دیتا ہے۔'' (5)

حدیث ۶۱: طبرانی وبیہقی نے بروایت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے

---

1. ......''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل حديث عقبة بن عامر الجهني،الحديث:١٧٣٣٤،ج٦،ص١٢٦.
و''سنن أبي داود''،كتاب الأدب، باب في الستر على المسلم،الحديث:٤٨٩١،ج٤،ص٣٥٧.
2. ......''كنزالعمال''،كتاب الاخلاق، رقم: ٨٠٤٣، ج٣،ص٢٣٦.
3. ......''سنن الترمذي''،كتاب صفة القيامة...إلخ، باب:١١٨،الحديث:٢٥١٣،ج٤،ص٢٢٦.
4. ......المرجع السابق، باب:١١٩،الحديث:٢٥١٤،ج٤،ص٢٢٧.
5. ......''صحيح البخاري''،كتاب الأدب، باب ستر المؤمن على نفسه،الحديث:٦٠٦٩،ج٤،ص١١٨.
و''صحيح مسلم''،كتاب الزهد، باب النهى عن هتك الانسان ستر نفسه،الحديث:٥٢ـ(٢٩٩٠)،ص١٥٩٥.
و''مشكاة المصابيح''،كتاب الآداب، باب حفظ اللسان...إلخ،الحديث:٤٨٣١، ج٣،ص٤٠.

فرمایا: کیا فاجر کے ذکر سے بچتے ہو اس کو لوگ کب پہچانیں گے، فاجر کا ذکر اس چیز کے ساتھ کرو جو اس میں ہے، تاکہ لوگ اس سے بچیں۔"(1)

حدیث ۶۲: بیہقی نے انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: "جس نے حیا کی چادر ڈال دی اس کی غیبت نہیں۔" (2) یعنی ایسوں کی برائی بیان کرنا غیبت میں داخل نہیں۔

حدیث ۶۳: طبرانی نے معاویہ بن حیدہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: "فاسق کی غیبت نہیں ہے۔" (3)

حدیث ۶۴: صحیح مسلم میں مقداد بن اسود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: "مبالغہ کے ساتھ مدح کرنے والوں کو جب تم دیکھو، تو ان کے مونھ میں خاک ڈال دو۔" (4)

حدیث ۶۵: صحیح بخاری میں ابوموسیٰ اشعری رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی کریم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ایک شخص کو سنا کہ دوسرے کی تعریف کرتا ہے اور تعریف میں مبالغہ کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا: "تم نے اسے ہلاک کر دیا یا اس کی پیٹھ توڑ دی۔"(5)

حدیث ۶۶: صحیح بخاری و مسلم میں ابوبکرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں کہ نبی کریم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے سامنے ایک شخص نے ایک شخص کی تعریف کی، حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: "تجھے ہلاکت ہو تو نے اپنے بھائی کی گردن کاٹ دی اس کو تین مرتبہ فرمایا، جس شخص کو کسی کی تعریف کرنی ضروری ہی ہو تو یہ کہے کہ میرے گمان میں فلاں ایسا ہے اگر اس کے علم میں یہ ہو کہ وہ ایسا ہے اور اللہ (عزوجل) اس کو خوب جانتا ہے اور اللہ (عزوجل) پر کسی کا تزکیہ نہ کرے۔" (6) یعنی جزم اور یقین کے ساتھ کسی کی تعریف نہ کرے۔

حدیث ۶۷: بیہقی نے انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: "جب فاسق کی مدح کی جاتی ہے، رب تعالٰی غضب فرماتا ہے اور عرشِ الٰہی جنبش کرنے لگتا ہے۔"(7)

1 ......"السنن الکبری" للبیهقی، کتاب الشهادات باب الرجل من أهل الفقه... إلخ، الحدیث: ۲۰۹۱٤، ج ۱۰، ص ۳۵٤.

2 ......المرجع السابق، الحدیث: ۲۰۹۱۵، ج ۱۰، ص ۳۵٤.

3 ......"المعجم الکبیر"، الحدیث: ۱۰۱۱، ج ۱۹، ص ٤۱۸.

4 ......"صحیح مسلم"، کتاب الزهد... إلخ، باب النهی عن المدح إذا کان فیه إفراط... إلخ، الحدیث: ٦۹-(۳۰۰۲)، ص ۱۵۹۹.

5 ......"صحیح البخاري"، کتاب الأدب، باب ما یکره من التمادح، الحدیث: ٦۰٦۰، ج ٤، ص ۱۱۵.

6 ......"صحیح مسلم"، کتاب الزهد... إلخ، باب النهی عن المدح... إلخ، الحدیث: ٦۵-(۳۰۰۰)، ص ۱۵۹۹.

7 ......"شعب الإیمان"، باب في حفظ اللسان، الحدیث: ٤۸۸٦، ج ٤، ص ۲۳۰.

مسائل فقهيه

غیبت کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص کے پوشیدہ عیب کو (جس کو وہ دوسروں کے سامنے ظاہر ہونا پسند نہ کرتا ہو) اس کی برائی کرنے کے طور پر ذکر کرنا اور اگر اس میں وہ بات ہی نہ ہو تو یہ غیبت نہیں بلکہ بہتان ہے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ وَلَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ ﴾ [1]

''تم آپس میں ایک دوسرے کی غیبت نہ کرو، کیا تم میں کوئی اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اس کو تو تم بُرا سمجھتے ہو۔''

احادیث میں بھی غیبت کی بہت برائی آئی ہے، چند حدیثیں ذکر کردی گئیں انھیں غور سے پڑھو، اس حرام سے بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ آج کل مسلمانوں میں یہ بلا بہت پھیلی ہوئی ہے اس سے بچنے کی طرف بالکل توجہ نہیں کرتے، بہت کم مجلسیں ایسی ہوتی ہیں جو چغلی اور غیبت سے محفوظ ہوں۔

مسئلہ ۱: ایک شخص نماز پڑھتا ہے اور روزے رکھتا ہے مگر اپنی زبان اور ہاتھ سے دوسرے مسلمانوں کو ضرر پہنچاتا ہے اس کی اس ایذا رسانی کو لوگوں کے سامنے بیان کرنا غیبت نہیں، کیونکہ اس ذکر کا مقصد یہ ہے کہ لوگ اس کی اس حرکت سے واقف ہوجائیں اور اس سے بچتے رہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کی نماز اور روزے سے دھوکا کھاجائیں اور مصیبت میں مبتلا ہوجائیں۔ حدیث میں ارشاد فرمایا کہ ''کیا تم فاجر کے ذکر سے ڈرتے ہو جو خرابی کی بات اس میں ہے بیان کردو تاکہ لوگ اس سے پرہیز کریں اور بچیں۔'' [2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: ایسے شخص کا حال جس کا ذکر اوپر گزرا اگر بادشاہ یا قاضی سے کہا تاکہ اسے سزا ملے اور اپنی حرکت سے باز آجائے یہ چغلی اور غیبت میں داخل نہیں۔ [3] (درمختار) یہ حکم فاسق وفاجر کا ہے جس کے شر سے بچانے کے لیے لوگوں پر اس کی برائی کھول دینا جائز ہے اور غیبت نہیں۔ اب سمجھنا چاہیے کہ بدعقیدہ لوگوں کا ضرر فاسق کے ضرر سے بہت زائد ہے فاسق سے جو ضرر پہنچے گا وہ اس سے بہت کم ہے، جو بدعقیدہ لوگوں سے پہنچتا ہے فاسق سے اکثر دنیا کا ضرر ہوتا ہے اور بدمذہب سے تو دین و ایمان کی بربادی کا ضرر ہے اور بدمذہب اپنی بدمذہبی پھیلانے کے لیے نماز روزہ کی بظاہر خوب پابندی کرتے ہیں، تاکہ ان کا

1 ...... پ ٢٦، الحجرٰت: ١٢.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٧٣.

"شعب الإيمان"، باب في الستر...إلخ، الحديث: ٩٦٦٦، ج٧، ص١٠٩.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٧٣.

وقار لوگوں میں قائم ہو پھر جو گمراہی کی بات کریں گے ان کا پورا اثر ہوگا، لہٰذا ایسوں کی بد مذہبی کا اظہار فاسق کے فسق کے اظہار سے زیادہ اہم ہے اس کے بیان کرنے میں ہرگز دریغ نہ کریں۔

آج کل کے بعض صوفی اپنا تقدس یوں ظاہر کرتے ہیں کہ ہمیں کسی کی برائی نہیں کرنی چاہیے یہ شیطانی دھوکا ہے مخلوق خدا کو گمراہوں سے بچانا یہ کوئی معمولی بات نہیں، بلکہ یہ انبیاء کرام علیہم السلام کی سنت ہے جس کو ناکارہ تاویلات سے چھوڑنا چاہتا ہے اور اس کا مقصود یہ ہوتا ہے کہ میں ہر دل عزیز بنوں، کیوں کسی کو اپنا مخالف کروں۔

مسئلہ ۳: یہ معلوم ہے کہ جس میں برائی پائی جاتی ہے اگر اس کے والد کو خبر ہو جائے گی تو وہ اس حرکت سے روک دے گا، تو اسکے باپ کو خبر کر دے زبانی کہہ سکتا ہو تو زبانی کہے یا تحریر کے ذریعہ مطلع کر دے اور اگر معلوم ہے کہ اپنے باپ کا کہا بھی نہیں مانے گا اور باز نہیں آئے گا تو نہ کہے کہ بلا وجہ عداوت پیدا ہوگی۔ اسی طرح بیوی کی شکایت اس کے شوہر سے کی جاسکتی ہے اور رعایا کی بادشاہ سے کی جاسکتی ہے۔[1] (درمختار، ردالمحتار) مگر یہ ضرور ہے کہ ظاہر کرنے سے اس کی برائی کرنا مقصود نہ ہو بلکہ اصلی مقصد یہ ہو کہ وہ لوگ اس برائی کا انسداد[2] کریں اور اس کی یہ عادت چھوٹ جائے۔

مسئلہ ۴: کسی نے اپنے مسلمان بھائی کی برائی افسوس کے طور پر کی کہ مجھے نہایت افسوس ہے کہ وہ ایسے کام کرتا ہے یہ غیبت نہیں، کیونکہ جس کی برائی کی اگر اسے خبر بھی ہوگئی تو اس صورت میں وہ برا نہ مانے گا، برا اس وقت مانے گا جب اسے معلوم ہو کہ اس کہنے والے کا مقصود ہی برائی کرنا ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ اس چیز کا اظہار اس نے حسرت و افسوس ہی کی وجہ سے کیا ہو ورنہ یہ غیبت ہے بلکہ ایک قسم کا نفاق اور ریا اور اپنی مدح سرائی ہے، کیونکہ اس نے مسلمان بھائی کی برائی کی اور ظاہر یہ کیا کہ برائی مقصود نہیں یہ نفاق ہوا اور لوگوں پر یہ ظاہر کیا کہ یہ کام میں اپنے لیے اور دوسروں کے لیے برا جانتا ہوں یہ ریا ہے اور چونکہ غیبت کو غیبت کے طور پر نہیں کیا، لہٰذا اپنے کو صلحا میں سے ہونا بتایا یہ تزکیۂ نفس اور خود ستائی ہوئی۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵: کسی بستی یا شہر والوں کی برائی کی، مثلاً یہ کہا کہ وہاں کے لوگ ایسے ہیں، یہ غیبت نہیں کیونکہ ایسے کلام کا یہ مقصد نہیں ہوتا کہ وہاں کے سب ہی لوگ ایسے ہیں بلکہ بعض لوگ مراد ہوتے ہیں اور جن بعض کو کہا گیا وہ معلوم نہیں، غیبت اس صورت میں ہوتی ہے جب معین و معلوم اشخاص کی برائی ذکر کی جائے اور اگر اس کا مقصود وہاں کے تمام لوگوں کی برائی کرنا ہے تو یہ غیبت ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۷۳.

2 ...... یعنی برائی کی روک تھام۔

3 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۷۳.

4 ...... المرجع السابق، ص۶۷۴.

مسئلہ ٦: فقیہ ابواللیث نے فرمایا کہ غیبت چار ۴ قسم کی ہے:

ایک کفر اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص غیبت کر رہا ہے اس سے کہا گیا کہ غیبت نہ کرو۔ کہنے لگا یہ غیبت نہیں میں سچا ہوں، اس شخص نے ایک حرام قطعی کو حلال بتایا۔

دوسری صورت نفاق ہے کہ ایک شخص کی برائی کرتا ہے اور اس کا نام نہیں لیتا مگر جس کے سامنے برائی کرتا ہے، وہ اس کو جانتا پہچانتا ہے، لہٰذا یہ غیبت کرتا ہے اور اپنے کو پرہیزگار ظاہر کرتا ہے، یہ ایک قسم کا نفاق ہے۔

تیسری صورت معصیت ہے وہ یہ کہ غیبت کرتا ہے اور یہ جانتا ہے کہ یہ حرام کام ہے ایسا شخص توبہ کرے۔

چوتھی صورت مباح ہے وہ یہ کہ فاسق معلن یا بدمذہب کی برائی بیان کرے، بلکہ جبکہ لوگوں کو اس کے شر سے بچانا مقصود ہو تو ثواب ملنے کی امید ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ٧: جو شخص علانیہ برا کام کرتا ہے اور اس کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ لوگ اسے کیا کہیں گے، اس کی اس بری حرکت کا بیان کرنا غیبت نہیں، مگر اس کی دوسری باتیں جو ظاہر نہیں ہیں ان کو ذکر کرنا غیبت میں داخل ہے۔ حدیث میں ہے کہ ''جس نے حیا کا حجاب اپنے چہرے سے ہٹا دیا، اس کی غیبت نہیں۔''[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ٨: جس سے کسی بات کا مشورہ لیا گیا وہ اگر اس شخص کا عیب و برائی ظاہر کرے جس کے متعلق مشورہ ہے یہ غیبت نہیں۔ حدیث میں ہے، ''جس سے مشورہ لیا جائے وہ امین ہے۔''[3] لہٰذا اس کی برائی ظاہر نہ کرنا خیانت ہے، مثلاً کسی کے یہاں اپنا یا اپنی اولاد وغیرہ کا نکاح کرنا چاہتا ہے دوسرے سے اس کے متعلق تذکرہ کیا کہ میرا ارادہ ایسا ہے تمھاری کیا رائے ہے اس شخص کو جو کچھ معلومات ہیں بیان کر دینا غیبت نہیں۔

اسی طرح کسی کے ساتھ تجارت وغیرہ میں شرکت کرنا چاہتا ہے یا اس کے پاس کوئی چیز امانت رکھنا چاہتا ہے یا کسی کے پڑوس میں سکونت کرنا چاہتا ہے اور اس کے متعلق دوسرے سے مشورہ لیتا ہے یہ شخص اس کی برائی بیان کرے غیبت نہیں۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ٩: جو بدمذہب اپنی بدمذہبی چھپائے ہوئے ہے، جیسا کہ روافض کے یہاں تقیہ ہے یا آج کل کے بہت سے وہابی بھی اپنی وہابیت چھپاتے اور خود کو سنی ظاہر کرتے ہیں اور جب موقع پاتے ہیں تو بدمذہبی کی آہستہ آہستہ تبلیغ کرتے ہیں۔

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج٩، ص٦٧٤.

2 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج٩، ص٦٧٤.
"شعب الإیمان"، باب في الستر...إلخ، الحدیث: ٩٦٦٤، ج٧، ص١٠٨.

3 ......"سنن أبي داود"، کتاب الأدب، باب في المشورة، الحدیث: ٥١٢٨، ج٤، ص٤٢٩-٤٣٠.

4 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج٩، ص٦٧٥.

ان کی بدمذہبی کا اظہار غیبت نہیں کہ لوگوں کو ان کے مکروشر سے بچانا ہے اور اگر اپنی بدمذہبی کو چھپاتا نہیں بلکہ علانیہ ظاہر کرتا ہے، جب بھی غیبت نہیں کہ وہ علانیہ برائی کرنے والوں میں داخل ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ۱۰: کسی کے ظلم کی شکایت حاکم کے پاس کرنا بھی غیبت نہیں، مثلاً یہ کہ فلاں شخص نے مجھ پر یہ ظلم وزیادتی کی ہے، تاکہ حاکم اس کا انصاف وداد رسی کرے۔ اسی طرح مفتی کے سامنے استفتا پیش کرنے میں کسی کی برائی کی کہ فلاں شخص نے میرے ساتھ یہ کیا ہے اس سے بچنے کی کیا صورت ہے۔ مگر اس صورت میں بہتر یہ ہے کہ نام نہ لے، بلکہ یوں کہے کہ ایک شخص نے ایک شخص کے ساتھ یہ کیا بلکہ زید وعمرو سے تعبیر کرے، جیسا کہ اس زمانہ میں استفتا کی عموماً یہی صورت ہوتی ہے پھر بھی اگر نام لے دیا جب بھی جائز ہے اس میں بھی قباحت نہیں۔

جیسا کہ حدیث صحیح میں آیا، کہ ہند نے ابوسفیان رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہما کے متعلق حضور (صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ واٰلہٖ وسلَّم) کی خدمت میں شکایت کی کہ وہ بخیل ہیں اتنا نفقہ نہیں دیتے جو مجھے اور میرے بچوں کو کافی ہو مگر جبکہ میں ان کی لاعلمی میں کچھ لے لوں، ارشاد فرمایا کہ ''تم اتنا لے سکتی ہو جو معروف کے ساتھ تمھارے اور بچوں کے لیے کافی ہو''۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ۱۱: ایک صورت اس کے جواز کی یہ ہے کہ اس سے مقصود مبیع کا عیب بیان کرنا ہو مثلاً غلام کو بیچنا چاہتا ہے اور اس غلام میں کوئی عیب ہے چور یا زانی ہے اس کا عیب مشتری کے سامنے بیان کردینا جائز ہے۔ یوہیں کسی نے دیکھا کہ مشتری بائع کو خراب روپیہ دیتا ہے اس سے اس کی حرکت کو ظاہر کرسکتا ہے۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ۱۲: ایک صورت جواز کی یہ بھی ہے کہ اس عیب کے ذکر سے مقصود اس کی برائی نہیں ہے، بلکہ اس شخص کی معرفت وشناخت مقصود ہے مثلاً جو شخص ان عیوب کے ساتھ ملقب ہے تو مقصود معرفت ہے نہ بیان عیب۔ جیسے اعمی، اعمش، اعرج، احول، صحابۂ کرام میں عبداللہ بن اُم مکتوم نابینا تھے اور روایتوں میں ان کے نام کے ساتھ اعمیٰ آتا ہے۔ محدثین میں بڑے زبردست پایہ کے سلیمان اعمش ہیں اعمش کے معنی چندھے کے ہیں یہ لفظ ان کے نام کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں بھی بعض مرتبہ محض پہچاننے کے لیے کسی کو اندھا یا کانا یا ٹھگنا یا لمبا کہا جاتا ہے، یہ غیبت میں داخل نہیں۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ۱۳: حدیث کے راویوں اور مقدمہ کے گواہوں اور مصنفین پر جرح کرنا اور ان کے عیوب بیان کرنا جائز ہے

---

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۷۵.

2 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۷۵.

"صحیح البخاري"، کتاب النفقات، باب إذا لم ینفق الرجل فللمرأة ان تاخذ بغیرعلمه...إلخ، الحدیث: ۵۳۶٤، ج۳، ص۵۱٦.

3 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۷۵.

4 ...... المرجع السابق.

اگر راویوں کی خرابیاں بیان نہ کی جائیں تو حدیث صحیح اور غیر صحیح میں امتیاز نہ ہو سکے گا۔ اسی طرح مصنفین کے حالات نہ بیان کیے جائیں تو کتب معتمدہ وغیر معتمدہ میں فرق نہ رہے گا۔ گواہوں پر جرح نہ کی جائے تو حقوق مسلمین کی نگہداشت نہ ہو سکے گی، اول سے آخر تک گیارہ صورتیں وہ ہیں، جو بظاہر غیبت ہیں اور حقیقت میں غیبت نہیں اور ان میں عیوب کا بیان کرنا جائز ہے، بلکہ بعض صورتوں میں واجب ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۴: غیبت جس طرح زبان سے ہوتی ہے فعل سے بھی ہوتی ہے۔ صراحت کے ساتھ برائی کی جائے یا تعریض وکنایہ کے ساتھ ہو سب صورتیں حرام ہیں، برائی کو جس نوعیت سے سمجھائے گا سب غیبت میں داخل ہے۔ تعریض کی یہ صورت ہے کہ کسی کے ذکر کرتے وقت یہ کہا کہ **الحمدللہ** میں ایسا نہیں جس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ ایسا ہے کسی کی برائی لکھ دی یہ بھی غیبت ہے سر وغیرہ کی حرکت بھی غیبت ہوسکتی ہے، مثلاً کسی کی خوبیوں کا تذکرہ تھا اس نے سر کے اشارہ سے یہ بتانا چاہا کہ اس میں جو کچھ برائیاں ہیں ان سے تم واقف نہیں، ہونٹوں اور آنکھوں اور بھوؤں اور زبان یا ہاتھ کے اشارہ سے بھی غیبت ہوسکتی ہے۔ ایک حدیث میں ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں، ایک عورت ہمارے پاس آئی، جب وہ چلی گئی تو میں نے ہاتھ کے اشارہ سے بتایا کہ وہ ٹھگنی ہے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ ''تم نے اس کی غیبت کی۔'' [2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۵: ایک صورت غیبت کی نقل ہے مثلاً کسی لنگڑے کی نقل کرے اور لنگڑا کر چلے یا جس چال سے کوئی چلتا ہے اس کی نقل اتاری جائے یہ بھی غیبت ہے، بلکہ زبان سے کہہ دینے سے یہ زیادہ برا ہے کیونکہ نقل کرنے میں پوری تصویر کشی اور بات کو سمجھانا پایا جاتا ہے کہ کہنے میں وہ بات نہیں ہوتی۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۶: غیبت کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ یہ کہا کہ ایک شخص ہمارے پاس اس قسم کا آیا تھا یا میں ایک شخص کے پاس گیا جو ایسا ہے اور مخاطب کو معلوم ہے کہ فلاں شخص کا ذکر کرتا ہے، اگرچہ متکلم نے کسی کا نام نہیں لیا مگر جب مخاطب کو ان لفظوں سے سمجھا دیا تو غیبت ہوگئی کیونکہ جب مخاطب کو یہ معلوم ہے کہ اس کے پاس فلاں آیا تھا یا یہ فلاں کے پاس گیا تھا تو اب نام لینا نہ لینا دونوں کا ایک حکم ہے، ہاں اگر مخاطب نے شخص معین کو نہیں سمجھا مثلاً اس کے پاس بہت سے لوگ آئے یا یہ بہتوں کے یہاں

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص٦٧٥.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص٦٧٦.

انظر: "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة رضى الله عنها، الحديث: ٢٥١٠٣، ج۹، ص٤٦٣.

و"شعب الإيمان" للبيهقي، باب في تحريم أعراض الناس، الحديث: ٦٧٦٧، ج٥، ص٣١٣.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص٦٧٦.

گیا تھا مخاطب کو یہ پتا نہ چلا کہ یہ کس کے متعلق کہہ رہا ہے تو غیبت نہیں۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: جس طرح زندہ آدمی کی غیبت ہوسکتی ہے مرے ہوئے مسلمان کو برائی کے ساتھ یاد کرنا بھی غیبت ہے، جبکہ وہ صورتیں نہ ہوں جن میں عیوب کا بیان کرنا غیبت میں داخل نہیں۔ مسلم کی غیبت جس طرح حرام ہے کافر ذمی کی بھی ناجائز ہے کہ ان کے حقوق بھی مسلم کی طرح ہیں کافر حربی کی برائی کرنا غیبت نہیں۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۸: کسی کی برائی اس کے سامنے کرنا اگر غیبت میں داخل نہ بھی ہو جبکہ غیبت میں پیٹھ پیچھے برائی کرنا معتبر ہو مگر یہ اس سے بڑھ کر حرام ہے کیونکہ غیبت میں جو وجہ ہے وہ یہ ہے کہ ایذاءِ مسلم ہے وہ یہاں بدرجۂ اَولیٰ پائی جاتی ہے غیبت میں تو یہ احتمال ہے کہ اسے اطلاع ملے یا نہ ملے اگر اسے اطلاع نہ ہوئی تو ایذا بھی نہ ہوئی، مگر احتمال ایذا کو یہاں ایذا قرار دے کر شرع مطہر نے حرام کیا اور مونھ پر اس کی مذمت کرنا تو حقیقۃً ایذا ہے پھر یہ کیوں حرام نہ ہو۔[3] (ردالمحتار)

بعض لوگوں سے جب کہا جاتا ہے کہ تم فلاں کی غیبت کیوں کرتے ہو، وہ نہایت دلیری کے ساتھ یہ کہتے ہیں مجھے اس کا ڈرا پڑا ہے چلو میں اس کے مونھ پر یہ باتیں کہہ دوں گا ان کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ پیٹھ پیچھے اس کی برائی کرنا غیبت و حرام ہے اور مونھ پر کہو گے تو یہ دوسرا حرام ہوگا اگر تم اس کے سامنے کہنے کی جرأت رکھتے ہو تو اس کی وجہ سے غیبت حلال نہیں ہوگی۔

مسئلہ ۱۹: غیبت کے طور پر جو عیوب بیان کیے جائیں وہ کئی قسم کے ہیں، اس کے بدن میں عیب ہو مثلاً اندھا، کانا، لنگڑا، لولا، ہونٹ کٹا، نک چپٹا وغیرہ یا نسب کے اعتبار سے وہ عیب سمجھا جاتا ہو مثلاً اس کے نسب میں یہ خرابی ہے اس کی دادی، نانی چماری تھی، ہندوستان والوں نے پیشہ کو بھی نسب ہی کا حکم دے رکھا ہے، لہٰذا بطورِ عیب کسی کو دھنا جولاہا کہنا بھی غیبت و حرام ہے، اخلاق و افعال کی برائی یا اس کی بات چیت میں خرابی مثلاً ہکلا یا تو تلا یا دین داری میں وہ ٹھیک نہ ہو یہ سب صورتیں غیبت میں داخل ہیں، یہاں تک کہ اس کے کپڑے اچھے نہ ہوں یا مکان اچھا نہ ہو ان چیزوں کو بھی اس طرح ذکر کرنا جو اسے برا معلوم ہو، ناجائز ہے۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۰: جس کے سامنے کسی کی غیبت کی جائے اسے لازم ہے کہ زبان سے انکار کردے مثلاً کہدے کہ میرے سامنے اس کی برائی نہ کرو۔ اگر زبان سے انکار کرنے میں اس کو خوف و اندیشہ ہے تو دل سے اسے برا جانے اور اگر ممکن ہو تو یہ شخص جس کے سامنے برائی کی جارہی ہے وہاں سے اٹھ جائے یا اس بات کو کاٹ کر کوئی دوسری بات شروع کردے ایسا نہ کرنے

---

1 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٧٦.

2 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٧٦.

3 ......المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق.

میں سننے والا بھی گناہ گار ہوگا، غیبت کا سننے والا بھی غیبت کرنے والے کے حکم میں ہے۔ حدیث میں ہے، ''جس نے اپنے مسلم بھائی کی آبرو غیبت سے بچائی، اللہ تعالیٰ کے ذمۂ کرم پر یہ ہے کہ وہ اسے جہنم سے آزاد کردے۔'' [1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۱: جس کی غیبت کی اگر اس کو اس کی خبر ہوگئی تو اس سے معافی مانگنی ضروری ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس کے سامنے یہ کہے کہ میں نے تمھاری اس اس طرح غیبت یا برائی کی تم معاف کردو اس سے معاف کرائے اور توبہ کرے تب اس سے بریٔ الذمہ ہوگا اور اگر اس کو خبر نہ ہوئی ہو تو توبہ اور ندامت کافی ہے۔ [2] (درمختار)

مسئلہ ۲۲: جس کی غیبت کی ہے اسے خبر نہ ہوئی اور اس نے توبہ کرلی اس کے بعد اسے خبر ملی کہ فلاں نے میری غیبت کی ہے آیا اس کی توبہ صحیح ہے یا نہیں؟ اس میں علما کے دو قول ہیں ایک قول یہ ہے کہ وہ توبہ صحیح ہے اللہ تعالیٰ دونوں کی مغفرت فرمادے گا، جس نے غیبت کی اس کی مغفرت توبہ سے ہوئی اور جس کی غیبت کی گئی اس کو جو تکلیف پہنچی اور اس نے درگزر کیا، اس وجہ سے اس کی مغفرت ہوجائے گی۔

اور بعض علما یہ فرماتے ہیں کہ اس کی توبہ معلق رہے گی اگر وہ شخص جس کی غیبت ہوئی خبر پہنچنے سے پہلے ہی مرگیا تو توبہ صحیح ہے اور توبہ کے بعد اسے خبر پہنچ گئی تو صحیح نہیں، جب تک اس سے معاف نہ کرائے۔ بہتان کی صورت میں توبہ کرنا اور معافی مانگنا ضروری ہے بلکہ جن کے سامنے بہتان باندھا ہے ان کے پاس جا کر یہ کہنا ضرور ہے کہ میں نے جھوٹ کہا تھا جو فلاں پر میں نے بہتان باندھا تھا۔ [3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۳: معافی مانگنے میں یہ ضرور ہے کہ غیبت کے مقابل میں اس کی ثناء حسن کرے اور اس کے ساتھ اظہار محبت کرے کہ اس کے دل سے یہ بات جاتی رہے اور فرض کرو اس نے زبان سے معاف کردیا مگر اس کا دل اس سے خوش نہ ہوا تو اس کا معافی مانگنا اور اظہار محبت کرنا غیبت کی برائی کے مقابل ہوجائے گا اور آخرت میں مواخذہ نہ ہوگا۔ [4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۴: اس نے معافی مانگی اور اس نے معاف کردیا مگر اس نے سچائی اور خلوص دل سے معافی نہیں مانگی تھی محض ظاہری اور نمائشی یہ معافی تھی تو ہوسکتا ہے کہ آخرت میں مؤاخذہ ہو، کیونکہ اس نے یہ سمجھ کر معاف کیا تھا کہ یہ خلوص کے ساتھ معافی مانگ رہا ہے۔ [5] (ردالمحتار)

---

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۷۷.
"مجمع الزوائد"، کتاب الأدب، باب فیمن ذب... إلخ، الحدیث: ۱۳۱۵۰، ج۸، ص۱۷۹.

2 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۷۷.

3 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۷۷.

4 ...... المرجع السابق.　5 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۲۵: امام غزالی علیہ الرحمۃ یہ فرماتے ہیں، کہ جس کی غیبت کی وہ مرگیا یا کہیں غائب ہوگیا اس سے کیونکر معافی مانگے یہ معاملہ بہت دشوار ہوگیا، اس کو چاہیے کہ نیک کام کی کثرت کرے تا کہ اگر اس کی نیکیاں غیبت کے بدلے میں اسے دے دی جائیں، جب بھی اس کے پاس نیکیاں باقی رہ جائیں۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۶: اگر اس کی ایسی برائیاں بیان کی ہیں جن کو وہ چھپاتا تھا یعنی یہ نہیں چاہتا تھا کہ لوگ ان پر مطلع ہوں تو معافی مانگنے میں ان عیوب کی تفصیل نہ کرے، بلکہ مبہم طور پر یہ کہدے کہ میں نے تمھارے عیوب لوگوں کے سامنے ذکر کیے ہیں تم معاف کردو اور اگر ایسے عیوب نہ ہوں تو تفصیل کے ساتھ بیان کرے۔ اسی طرح اگر وہ باتیں ایسی ہوں جن کے ظاہر کرنے میں فتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے تو ظاہر نہ کرے بعض علماء کا یہ قول ہے کہ حقوق مجہولہ کو معاف کردینا بھی صحیح ہے اور اس طرح بھی معافی ہوسکتی ہے، لہٰذا اس قول پر بنا کی جائے اور ایسی خاص صورتوں میں تفصیل نہ کی جائے۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۷: دوشخصوں میں جھگڑا تھا دونوں نے معذرت کے ساتھ مصافحہ کیا یہ بھی معافی کا ایک طریقہ ہے۔ جس کی غیبت کی ہے وہ مرگیا تو ورثہ کو یہ حق نہیں کہ معاف کریں ان کے معاف کرنے کا اعتبار نہیں۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۸: کسی کے مونھ پر اس کی تعریف کرنا منع ہے اور پیٹھ پیچھے تعریف کی مگر یہ جانتا ہے کہ میرے اس تعریف کرنے کی خبر اس کو پہنچ جائے گی یہ بھی منع ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ پس پشت تعریف کرتا ہے اس کا خیال بھی نہیں کرتا کہ اسے خبر پہنچ جائے گی یا نہ پہنچے گی یہ جائز ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ تعریف میں جو خوبیاں بیان کرے وہ اس میں ہوں، شعراء کی طرح اَن ہوئی باتوں کے ساتھ تعریف نہ کرے کہ یہ نہایت درجہ قبیح ہے۔[4] (عالمگیری)

بغض وحسد کا بیان

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

﴿ وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍؕ لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْاؕ وَ لِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَؕ وَ سْــٴَـلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا۝۳۲ ﴾[5]

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۷۷.

2 ......المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق، ص۶۷۸.

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثالث والعشرون في الغيبة، ج۵، ص۳۶۳.

5 ...... پ۵، النسآء: ۳۲.

''اور اس کی آرزو مت کرو جس سے اللہ (عزوجل) نے تم میں ایک کو دوسرے پر بڑائی دی، مردوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ ہے اور عورتوں کے لیے ان کی کمائی سے حصہ اور اللہ (عزوجل) سے اس کا فضل مانگو، بے شک اللہ (عزوجل) ہر چیز کو جانتا ہے۔'' اور فرماتا ہے:

﴿وَمِنۡ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ﴾ (1)

''تم کہو! میں پناہ مانگتا ہوں حاسد کے شر سے، جب وہ حسد کرتا ہے۔''

حدیث ۱: ابن ماجہ نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''حسد نیکیوں کو اس طرح کھاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھاتی ہے اور صدقہ خطا کو بجھاتا ہے جس طرح پانی آگ کو بجھاتا ہے۔'' (2) اسی کی مثل ابوداود نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔

حدیث ۲: دیلمی نے مسند الفردوس میں معاویہ بن حیدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''حسد ایمان کو ایسا بگاڑتا ہے، جس طرح ایلوا (3) شہد کو بگاڑتا ہے۔'' (4)

حدیث ۳: امام احمد و ترمذی نے زبیر بن عوام رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اگلی امت کی بیماری تمھاری طرف بھی آئی وہ بیماری حسد و بغض ہے، وہ مونڈنے والا ہے دین کو مونڈتا ہے بالوں کو نہیں مونڈتا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی جان ہے! جنت میں نہیں جاؤ گے جب تک ایمان نہ لاؤ اور مومن نہیں ہو گے جب تک آپس میں محبت نہ کرو، میں تمھیں ایسی چیز نہ بتادوں کہ جب اسے کرو گے آپس میں محبت کرنے لگو گے، آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔'' (5)

حدیث ۴: طبرانی نے عبداللہ بن بسر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''حسد اور چغلی اور کہانت نہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں۔'' (6) یعنی مسلمان کو ان چیزوں سے بالکل تعلق نہ ہونا چاہیے۔

---

1. ......پ ۳۰، الفلق: ٥.
2. ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الزهد، باب الحسد، الحديث: ٤٢١٠، ج٤ ص٤٧٣.
3. ......**ایلوا:** ایک کڑوے درخت کا جما ہوا رس ہے۔
4. ......"الجامع الصغير" للسيوطي، حرف الحاء، الحديث: ٣٨١٩، ص٢٣٢.
5. ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند الزبير بن العوام، الحديث: ١٤١٢، ١٤٣٠، ج١، ص٣٤٨، ٣٥٢. و"سنن الترمذي"، كتاب صفة القيامة...إلخ، باب: ١٢١، الحديث: ٢٥١٨، ج٤، ص٢٢٨.
6. ......"مجمع الزوائد"، كتاب الأدب، باب ماجاء في الغيبة والنميمة، الحديث: ١٣١٢٦، ج٨، ص١٧٢-١٧٣.

حدیث ۵: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''آپس میں نہ حسد کرو، نہ بغض کرو، نہ پیٹھ پیچھے برائی کرو اور اللہ (عزوجل) کے بندے بھائی بھائی ہو کر رہو۔'' (1)

حدیث ۶: صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ ''حسد نہیں ہے مگر دو پر، ایک وہ شخص جسے خدا نے کتاب دی یعنی قرآن کا علم عطا فرمایا وہ اس کے ساتھ رات میں قیام کرتا ہے اور دوسرا وہ کہ خدا نے اسے مال دیا وہ دن اور رات کے اوقات میں صدقہ کرتا ہے۔'' (2)

حدیث ۷: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''حسد نہیں ہے مگر دو شخصوں پر ایک وہ شخص جسے خدا نے قرآن سکھایا وہ رات اور دن کے اوقات میں اس کی تلاوت کرتا ہے، اس کے پڑوسی نے سنا تو کہنے لگا، کاش! مجھے بھی ویسا ہی دیا جاتا جو فلاں شخص کو دیا گیا تو میں بھی اُس کی طرح عمل کرتا۔ دوسرا وہ شخص کہ خدا نے اسے مال دیا وہ حق میں مال کو خرچ کرتا ہے، کسی نے کہا، کاش! مجھے بھی ویسا ہی دیا جاتا جیسا فلاں شخص کو دیا گیا تو میں بھی اسی کی طرح عمل کرتا۔'' (3)

ان دونوں حدیثوں میں حسد سے مراد غبطہ ہے جس کو لوگ رشک کہتے ہیں، جس کے یہ معنی ہیں کہ دوسرے کو جو نعمت ملی ویسی مجھے بھی مل جائے اور یہ آرزو نہ ہو کہ اسے نہ ملتی یا اس سے جاتی رہے اور حسد میں یہ آرزو ہوتی ہے، اسی وجہ سے حسد مذموم ہے اور غبطہ مذموم نہیں۔ امام بخاری کے ترجمۃ الباب سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان حدیثوں میں غبطہ مراد ہے، لہٰذا ان حدیثوں کے یہ معنی ہوئے کہ یہی دو چیزیں غبطہ کرنے کی ہیں، کہ یہ دونوں خدا کی بہت بڑی نعمتیں ہیں غبطہ ان پر کرنا چاہیے نہ کہ دوسری نعمتوں پر، واللہ تعالٰی اعلم بالصواب۔

حدیث ۸: بیہقی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اللہ تعالٰی شعبان کی پندرھویں شب میں اپنے بندوں پر خاص تجلی فرماتا ہے، جو استغفار کرتے ہیں ان کی مغفرت کرتا ہے اور جو رحم کی درخواست کرتے ہیں ان پر رحم کرتا ہے اور عداوت والوں کو ان کی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔'' (4)

حدیث ۹: امام احمد نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ہر ہفتہ میں دو بار دوشنبہ اور پنج شنبہ کو لوگوں کے اعمال نامے پیش ہوتے ہیں، ہر بندے کی مغفرت ہوتی ہے مگر وہ شخص کہ اس کے اور

1 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب ﴿يايها الذين امنوا اجتنبوا...إلخ﴾، الحديث: ٦٠٦٦، ج٤، ص١١٧.
2 ...... "صحيح البخاري"، كتاب فضائل القرآن، باب إغتباط صاحب القرآن، الحديث: ٥٠٢٥، ج٣، ص٤١٠.
3 ...... المرجع السابق، الحديث: ٥٠٢٦، ج٣، ص٤١٠.
4 ...... "شعب الإيمان"، باب في الصيام، ماجاء في ليلة النصف من شعبان، الحديث: ٣٨٣٥، ج٣، ص٣٨٢-٣٨٣.

اس کے بھائی کے درمیان عداوت ہو ان کے متعلق یہ فرماتا ہے: ''انھیں چھوڑ دو اس وقت تک کہ باز آ جائیں۔'' (1)

حدیث ۱۰: طبرانی نے اسامہ بن زید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''دوشنبہ اور پنج شنبہ کو اللہ تعالٰی کے حضور لوگوں کے اعمال پیش ہوتے ہیں، سب کی مغفرت فرما دیتا ہے مگر جو دو شخص باہم عداوت رکھتے ہیں اور وہ شخص جو قطع رحم کرتا ہے۔'' (2)

حدیث ۱۱: امام احمد و ابوداود و ترمذی ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''دوشنبہ اور پنج شنبہ کے دن جنت کے دروازے کھولے جاتے ہیں، جس بندہ نے شرک نہیں کیا ہے اسکی مغفرت کی جاتی ہے، مگر جو شخص ایسا ہے کہ اس کے اور اس کے بھائی کے درمیان عداوت ہے، ان کے متعلق کہا جاتا ہے انھیں مہلت دو یہاں تک کہ یہ دونوں صلح کرلیں۔'' (3)

مسائل فقهیه

حسد حرام ہے، احادیث میں اس کی بہت مذمت وارد ہوئی۔ حسد کے یہ معنی ہیں کہ کسی شخص میں خوبی دیکھی اس کو اچھی حالت میں پایا اس کے دل میں یہ آرزو ہے کہ یہ نعمت اس سے جاتی رہے اور مجھے مل جائے اور اگر یہ تمنا ہے کہ میں بھی ویسا ہو جاؤں مجھے بھی وہ نعمت مل جائے یہ حسد نہیں اس کو غبطہ کہتے ہیں جس کو لوگ رشک سے تعبیر کرتے ہیں۔ (4) (عالمگیری)

مسئلہ ۱: یہ آرزو کہ جو نعمت فلاں کے پاس ہے وہ بعینہا (5) مجھے مل جائے یہ حسد ہے، کیونکہ بعینہ وہی چیز اس کو جب ملے گی کہ اس سے جاتی رہے اور اگر یہ آرزو ہے کہ اس کی مثل مجھے ملے یہ غبطہ ہے کیونکہ اس سے زائل ہونے کی آرزو نہیں پائی گئی۔ (6) (عالمگیری) حدیث میں فرمایا ہے کہ ''حسد نہیں ہے مگر دو چیزوں میں، ایک وہ شخص جس کو خدا نے مال دیا ہے اور وہ راہِ حق میں صرف کرتا ہے، دوسرا وہ شخص جس کو خدا نے علم دیا ہے، وہ لوگوں کو سکھاتا ہے اور علم کے موافق فیصلہ کرتا ہے۔'' (7)

---

1 ......"کنزالعمال"، کتاب الاخلاق، رقم: ۷۴۴۹، ج۳، ص۱۸۷.

2 ......"المعجم الکبیر"، باب الالف، الحدیث: ۴۰۹، ج۱، ص۱۶۷.

3 ......"سنن أبي داود"، کتاب الأدب، باب فیمن یھجر أخاہ المسلم، الحدیث: ۴۹۱۶، ج۴، ص۳۶۴.
و"سنن الترمذي"، کتاب البر والصلة، باب ماجاء في المتھاجرین، الحدیث: ۲۰۳۰، ج۳، ص۴۱۲.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الکراھیة، الباب الثالث والعشرون في الغیبة، ج۵، ص۳۶۲-۳۶۳.

5 ......یعنی ویسے ہی۔

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الکراھیة، الباب الثالث والعشرون في الغیبة، ج۵، ص۳۶۳.

7 ......"صحیح البخاري"، کتاب العلم، باب الإغتباط فی العلم والحکمة، الحدیث: ۷۳، ج۱، ص۴۳.

اس حدیث سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان دو چیزوں میں حسد جائز ہے مگر بغور دیکھنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں بھی حسد حرام ہے، بعض علمانے یہ بتایا کہ اس حدیث میں حسد بمعنی غبطہ ہے۔ امام بخاری علیہ الرحمۃ کے ترجمۃ الباب سے بھی یہی پتا چلتا ہے۔

اور بعض نے کہا کہ حدیث کا یہ مطلب ہے کہ اگر حسد جائز ہوتا تو ان میں جائز ہوتا مگر ان میں بھی ناجائز ہے۔ جیسا کہ حدیث لَا شُؤْمَ اِلَّا فِی الدَّارِ.[1] (الحدیث) میں اسی قسم کی تاویل کی جاتی ہے۔

اور بعض علمانے فرمایا کہ معنی حدیث یہ ہیں کہ حسد انھیں دونوں میں ہوسکتا ہے اور چیزیں تو اس قابل ہی نہیں کہ ان میں حسد پایا جاسکے کہ حسد کے معنی یہ ہیں کہ دوسرے میں کوئی نعمت دیکھے اور یہ آرزو کرے کہ وہ مجھے مل جائے اور دنیا کی چیزیں نعمت نہیں کہ جن کی تحصیل کی فکر ہو دنیا کی چیزوں کا مآل اللہ تعالیٰ کی ناراضی ہے اور یہ چیزیں وہ ہیں کہ ان کا مآل اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ورضا ہے، لہٰذا نعمت جس کا نام ہے وہ یہی ہیں ان میں حسد ہوسکتا ہے۔[2] (عالمگیری وغیرہ)

ظلم کی مذمت

قرآن مجید میں بہت سے مواقع پر اس کی برائی ذکر کی گئی اور احادیث اس کے متعلق بہت ہیں بعض ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱: ظلم قیامت کے دن تاریکیاں ہے۔[3] یعنی ظلم کرنے والا قیامت کے دن سخت مصیبتوں اور تاریکیوں میں گھرا ہوا ہوگا۔ (بخاری ومسلم)

حدیث ۲: اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا ہے، مگر جب پکڑتا ہے تو پھر چھوڑتا نہیں، اس کے بعد یہ آیت تلاوت کی:

﴿ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ﴾[4]

''ایسی ہی تیرے رب کی پکڑ ہے، جب وہ ظلم کرنے والی بستیوں کو پکڑتا ہے۔''

حدیث ۳: جس کے ذمہ اس کے بھائی کا کوئی حق ہو وہ آج اس سے معاف کرالے، اس سے پہلے کہ نہ اشرفی ہوگی نہ روپیہ بلکہ اس کے عمل صالح کو بقدر حق لے کر دوسرے کو دیدیے جائیں گے اور اگر اس کے پاس نیکیاں

1 ...... "صحيح مسلم"، كتاب الأدب، باب لاعدوىٰ ولاطيرة، الحديث: ١١٧ ـ (٢٢٢٥)، ص١٢٢٣.
کتب حدیث میں یہ حدیث ہمیں ان الفاظ کے ساتھ نہیں ملی صحیح مسلم میں یہ حدیث ان الفاظ "الشؤم فی الدار والمرأة والفرس" کے ساتھ موجود ہے اس وجہ سے صحیح مسلم کا حوالہ ذکر کر دیا۔...علمیه

2 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثالث والعشرون في الغيبة، ج٥، ص٣٦٢، وغيره.

3 ...... "صحيح البخاري"، كتاب المظالم، باب الظلم ظلمات يوم القيامة، الحديث: ٢٤٤٧، ج٢، ص١٢٧.

4 ...... "صحيح البخاري"، كتاب التفسير، باب ﴿وكذلك اخذ ربك...إلخ﴾ الحديث: ٤٦٨٦، ج٣، ص٢٤٧.
پ١٢، هود: ١٠٢.

نہیں ہوں گی تو دوسرے کے گناہ اس پر لاد دیے جائیں گے۔[1] (بخاری)

حدیث ۴: تمھیں معلوم ہے مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کی، ہم میں مفلس وہ ہے کہ نہ اس کے پاس روپیہ ہے نہ متاع۔ فرمایا: ''میری امت میں مفلس وہ ہے کہ قیامت کے دن نماز، روزہ، زکاۃ لے کر آئے گا اور اس طرح آئے گا کہ کسی کو گالی دی ہے، کسی پر تہمت لگائی ہے، کسی کا مال کھالیا ہے، کسی کا خون بہایا ہے، کسی کو مارا ہے۔ لہٰذا اس کی نیکیاں اس کو دے دی جائیں گی اگر لوگوں کے حقوق پورے ہونے سے پہلے نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان کی خطائیں اس پر ڈال دی جائیں گی پھر اسے جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' [2] (مسلم شریف)

حدیث ۵: اِمعہ نہ بنو کہ یہ کہنے لگو کہ لوگ اگر ہمارے ساتھ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے اور اگر ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے، بلکہ اپنے نفس کو اس پر جماؤ کہ لوگ احسان کریں تو تم بھی احسان کرو اور اگر برائی کریں تو تم ظلم نہ کرو۔[3] (ترمذی)

حدیث ۶: جو شخص اللہ (عزوجل) کی خوشنودی کا طالب ہو لوگوں کی ناراضی کے ساتھ یعنی اللہ (عزوجل) راضی ہو، چاہے لوگ ناراض ہوں ہوا کریں اس کی کوئی پروا نہ کرے، **اللہ تعالٰی** لوگوں کے شر سے اس کی کفایت کرے گا اور جو شخص لوگوں کو خوش رکھنا چاہے اللہ(عزوجل) کی ناراضی کے ساتھ، **اللہ تعالٰی** اس کو آدمیوں کے سپرد کر دے گا۔[4] (ترمذی)

حدیث ۷: سب سے بُرا قیامت کے دن وہ بندہ ہے، جس نے دوسرے کی دنیا کے بدلے میں اپنی آخرت برباد کردی۔[5] (ابن ماجہ)

حدیث ۸: مظلوم کی بددعا سے بچ کہ وہ اللہ تعالٰی سے اپنا حق مانگے گا اور کسی حق والے کے حق سے اللہ (عزوجل) منع نہیں کرے گا۔[6] (بیہقی)

غصّہ اور تکبّر کا بیان

حدیث ۱: ایک شخص نے عرض کی، مجھے وصیت کیجیے۔ فرمایا: ''غصہ نہ کرو۔'' اس نے بار بار وہی سوال کیا، جواب

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب المظالم، باب من كانت له مظلمة عند الرجل...إلخ، الحديث:٢٤٤٩، ج٢، ص١٢٨.

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب البر و الصلة...إلخ، باب تحريم الظلم، الحديث:٥٩-(٢٥٨١)، ص١٣٩٤.

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في الاحسان والعفو، الحديث:٢٠١٤، ج٣، ص٤٠٥.

4 ......"سنن الترمذي"، كتاب الزهد، باب:٦٥، الحديث:٢٤٢٢، ج٤، ص١٨٦.

5 ......"سنن إبن ماجه"، كتاب الدعاء، باب إذا إلتقى المسلمان بسيفهما، الحديث:٣٩٦٦، ج٤، ص٣٣٩.

6 ......"شعب الإيمان"، باب في طاعة اولى الأمر، فصل في ذكر ماورد من التشديد في الظلم، الحديث:٧٤٦٤، ج٦، ص٤٩.

یہی ملا کہ غصہ نہ کرو۔[1] (بخاری)

حدیث ۲: قوی وہ نہیں جو پہلوان ہو دوسرے کو پچھاڑ دے، بلکہ قوی وہ ہے جو غصہ کے وقت اپنے کو قابو میں رکھے۔[2] (بخاری، مسلم)

حدیث ۳: اللہ تعالٰی کی خوشنودی کے لیے بندہ نے غصہ کا گھونٹ پیا، اس سے بڑھ کر اللہ (عزوجل) کے نزدیک کوئی گھونٹ نہیں۔[3] (احمد)

حدیث ۴: قرآن مجید کی آیت ہے:

﴿ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَكَ وَ بَیْنَهٗ عَدَاوَةٌ كَاَنَّهٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ﴿۳۴﴾ ﴾[4]

''اس کے ساتھ دفع کر جو احسن ہے پھر وہ شخص کہ تجھ میں اور اس میں عداوت ہے، ایسا ہو جائے گا گویا وہ خالص دوست ہے۔''

اس کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں کہ غصہ کے وقت صبر کرے اور دوسرا اس کے ساتھ برائی کرے تو یہ معاف کر دے، جب ایسا کریں گے اللہ (عزوجل) ان کو محفوظ رکھے گا اور ان کا دشمن جھک جائے گا گویا وہ خالص دوست قریب ہے۔[5] (بخاری)

حدیث ۵: غصہ ایمان کو ایسا خراب کرتا ہے، جس طرح ایلوا شہد کو خراب کر دیتا ہے۔[6] (بیہقی)

حدیث ۶: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی، اے رب! کون بندہ تیرے نزدیک عزت والا ہے؟ فرمایا: ''وہ جو باوجود قدرت معاف کر دے۔''[7] (بیہقی)

حدیث ۷: جو شخص اپنی زبان کو محفوظ رکھے گا، اللہ (عزوجل) اس کی پردہ پوشی فرمائے گا اور جو اپنے غصہ کو روکے گا، قیامت کے دن اللہ تعالٰی اپنا عذاب اس سے روک دے گا اور جو اللہ (عزوجل) سے عذر کرے گا، اللہ (عزوجل) اس کے عذر کو

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب الحذر من الغضب، الحديث: ٦١١٦، ج٤، ص١٣١.

2 ......المرجع السابق، الحديث: ٦١١٤، ج٤، ص١٣٠.

3 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن عمر بن الخطاب، الحديث: ٦١٢٢، ج٢، ص٤٨٢.

4 ...... پ٢٤، حٰمٓ السجدة: ٣٤.

5 ......"الدر المنثور في تفسير المأثور"، ج٧، ص٣٢٧.

6 ......"شعب الإيمان"، باب في حسن الخلق، فصل في ترك الغضب، الحديث: ٨٢٩٤، ج٦، ص٣١١.

7 ......المرجع السابق، الحديث: ٨٣٢٧، ج٦، ص٣١٩.

قبول فرمائے گا۔[1] (بیہقی)

حدیث ۸: غصہ شیطان کی طرف سے ہے اور شیطان آگ سے پیدا ہوتا ہے اور آگ پانی ہی سے بجھائی جاتی ہے، لہٰذا جب کسی کو غصہ آجائے تو وضو کرلے۔[2] (ابوداود)

حدیث ۹: جب کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو بیٹھ جائے، اگر غصہ چلا جائے فبہا ورنہ لیٹ جائے۔[3] (احمد، ترمذی)

حدیث ۱۰: بعض لوگوں کو غصہ جلد آجاتا ہے اور جلد جاتا رہتا ہے، ایک کے بدلے میں دوسرا ہے اور بعض کو دیر میں آتا ہے اور دیر میں جاتا ہے یہاں بھی ایک کے بدلے میں دوسرا ہے یعنی ایک بات اچھی ہے اور ایک بری ادلا بدلا ہو گیا اور تم میں بہتر وہ ہیں کہ دیر میں انھیں غصہ آئے اور جلد چلا جائے اور بدتر وہ ہیں جنھیں جلد آئے اور دیر میں جائے۔ غصہ سے بچو کہ وہ آدمی کے دل پر ایک انگارا ہے، دیکھتے نہیں ہو کہ گلے کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سرخ ہوجاتی ہیں جو شخص غصہ محسوس کرے لیٹ جائے اور زمین سے چپٹ جائے۔[4]

حدیث ۱۱: میں تم کو جنت والوں کی خبر نہ دوں، وہ ضعیف ہیں جن کو لوگ ضعیف و حقیر جانتے ہیں۔ (مگر ہے یہ کہ) اگر اللہ (عزوجل) پر قسم کھا بیٹھے تو اللہ (عزوجل) اس کو سچا کردے اور کیا جہنم والوں کی خبر نہ دوں وہ سخت گو سخت خو تکبر کرنے والے ہیں۔[5] (بخار، مسلم)

حدیث ۱۲: جس کسی کے دل میں رائی برابر ایمان ہوگا وہ جہنم میں نہیں جائے گا اور جس کسی کے دل میں رائی برابر تکبر ہوگا وہ جنت میں نہیں جائے گا۔[6] (مسلم) دونوں جملوں کی وہی تاویل ہے جو اس مقام میں مشہور ہے۔

حدیث ۱۳: تین شخص ہیں جن سے قیامت کے دن نہ تو اللہ تعالٰی کلام کرے گا، نہ ان کو پاک کرے گا، نہ ان کی طرف نظر فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہے، بوڑھا[1] زناکار، بادشاہ[2] کذاب اور محتاج[3] متکبر۔[7] (مسلم)

1 ......"شعب الإيمان"، باب في حسن الخلق، فصل في ترك الغضب،الحديث:۸۳۱۱، ج۶،ص۳۱۵.

2 ......"سنن أبي داود"،كتاب الأدب، باب ما يقال عندالغضب،الحديث:۴۷۸۴،ج۴،ص۳۲۷.

3 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي ذر الغفاري،الحديث:۲۱۴۰۶،ج۸،ص۸۰۔۸۱.

4 ......"مشكاة المصابيح"،كتاب الآداب، باب الأمر بالمعروف،الحديث:۵۱۴۵،ج۳،ص۱۰۰.

5 ......"صحيح البخاري"،كتاب التفسير، باب ﴿عُتُلٍّۭ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ﴾،الحديث:۴۹۱۸،ج۳،ص۳۶۳.

6 ......"صحيح مسلم"،كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر و بيانه،الحديث:۱۴۸۔(۹۱)،ص۶۱.

7 ......المرجع السابق، باب بيان غلظ تحريم إسبال الإزار والمن بالعطية...إلخ،الحديث:۱۷۲۔(۱۰۷)،ص۶۸.

حدیث ۱۴: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''کبریا اور عظمت میری صفتیں ہیں، جو شخص ان میں سے کسی ایک میں مجھ سے منازعت کرے گا، اسے جہنم میں ڈال دوں گا۔'' [1] (مسلم)

حدیث ۱۵: آدمی اپنے کو (اپنے مرتبہ سے اونچے مرتبہ کی طرف) لے جاتا رہتا ہے یہاں تک کہ جبارین میں لکھ دیا جاتا ہے، پھر جو انھیں پہنچے گا اسے بھی پہنچے گا۔ [2] (ترمذی)

حدیث ۱۶: متکبرین کا حشر قیامت کے دن چیونٹیوں کی برابر جسموں میں ہوگا اور ان کی صورتیں آدمیوں کی ہوں گی، ہر طرف سے ان پر ذلت چھائے ہوئے ہوگی اون کو کھینچ کر جہنم کے قید خانہ کی طرف لے جائیں گے جس کا نام بولس ہے، ان کے اوپر آگوں کی آگ ہوگی، جہنمیوں کا نچوڑ انھیں پلایا جائے گا جس کو طینۃ الخبال کہتے ہیں۔ [3] (ترمذی)

حدیث ۱۷: جو اللہ (عزوجل) کے لیے تواضع کرتا ہے اللہ (عزوجل) اس کو بلند کرتا ہے، وہ اپنے نفس میں چھوٹا مگر لوگوں کی نظروں میں بڑا ہے اور جو بڑائی کرتا ہے اللہ (عزوجل) اس کو پست کرتا ہے، وہ لوگوں کی نظر میں ذلیل ہے اور اپنے نفس میں بڑا ہے، وہ لوگوں کے نزدیک کتے یا سوئر سے بھی زیادہ حقیر ہے۔ [4] (بیہقی)

حدیث ۱۸: تین چیزیں نجات دینے والی ہیں اور تین ہلاک کرنے والی ہیں:

نجات والی چیزیں یہ ہیں: پوشیدہ[۱] اور ظاہر میں اللہ (عزوجل) سے تقویٰ، خوشی[۲] و ناخوشی میں حق بات بولنا، مالداری[۳] اور احتیاج کی حالت میں درمیانی چال چلنا۔

ہلاک کرنے والی یہ ہیں: خواہش[۱] نفسانی کی پیروی کرنا اور بخل[۲] کی اطاعت اور اپنے[۳] نفس کے ساتھ گھمنڈ کرنا، یہ سب میں سخت ہے۔ [5] (بیہقی)

ہجر اور قطع تعلق کی ممانعت

حدیث ۱: صحیح مسلم و بخاری میں ابو ایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم

---

1 ......"مشكاة المصابيح"، كتاب الآداب، باب الغضب والكبر، الحديث: ٥١١٠، ج٣، ص٩٢.
و"سنن أبي داود"، كتاب اللباس، باب ماجاء في الكبر، الحديث: ٤٠٩٠، ج٤، ص٨١.

2 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في الكبر، الحديث: ٢٠٠٧، ج٣، ص٤٠٣.

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب صفة القيامة...إلخ، باب: ١١٢، الحديث: ٢٥٠٠، ج٤، ص٢٢١.

4 ......"شعب الإيمان"، باب في حسن الخلق، فصل في التواضع، الحديث: ٨١٤٠، ج٦، ص٢٧٦.

5 ......"شعب الإيمان"، باب في معالجة كل ذنب بالتوبة، فصل في الطبع على القلب، الحديث: ٧٢٥٢، ج٥، ص٤٥٢.

نے فرمایا: ''آدمی کے لیے یہ حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ رکھے، کہ دونوں ملتے ہیں ایک اِدھر مونھ پھیر لیتا ہے اور دوسرا اُدھر مونھ پھیر لیتا ہے اور ان دونوں میں بہتر وہ ہے جو ابتداءً سلام کرے۔'' (1)

حدیث ۲: ابوداود نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''مسلم کے لیے یہ نہیں ہے کہ دوسرے مسلم کو تین دن سے زیادہ چھوڑ رکھے، جب اس سے ملاقات ہو تو تین مرتبہ سلام کرلے، اگر اوس نے جواب نہیں دیا تو اس کا گناہ بھی اوسی کے ذمہ ہے۔'' (2)

حدیث ۳: ابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مومن کے لیے یہ حلال نہیں کہ مومن کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے، اگر تین دن گزر گئے ملاقات کرلے اور سلام کرے اگر دوسرے نے سلام کا جواب دے دیا تو اجر میں دونوں شریک ہوگئے اور اگر جواب نہیں دیا تو گناہ اس کے ذمہ ہے اور یہ شخص چھوڑنے کے گناہ سے نکل گیا۔'' (3)

حدیث ۴: ابوداود نے ابوخراش سلمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ انھوں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ ''جو شخص اپنے بھائی کو سال بھر چھوڑ دے، تو یہ اس کے قتل کی مثل ہے۔'' (4)

حدیث ۵: امام احمد وابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مسلم کے لیے حلال نہیں کہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑ دے، پھر جس نے ایسا کیا اور مرگیا تو جہنم میں گیا۔'' (5)

سلوک کرنے کا بیان

اللہ تعالٰی فرماتا ہے:

﴿ وَ اِذْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ۫ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّ اَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتُوا الزَّكٰوةَؕ ﴾ (6)

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب الهجرة، الحديث: ٦٠٧٧، ج٤، ص١٢٠.

2 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب فيمن يهجر أخاه المسلم، الحديث: ٤٩١٣، ج٤، ص٣٦٤.

3 ......المرجع السابق، الحديث: ٤٩١٢، ج٤، ص٣٦٣.

4 ......المرجع السابق، الحديث: ٤٩١٥، ج٤، ص٣٦٤.

5 ......المرجع السابق، الحديث: ٤٩١٤، ج٤، ص٣٦٤.

6 ......پ١، البقرة: ٨٣.

''اور جب ہم نے بنی اسرائیل سے عہد لیا کہ اللہ (عزوجل) کے سوا کسی کو نہ پوجنا اور ماں باپ اور رشتہ والوں اور یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ بھلائی کرنا اور نماز قائم کرو اور زکاۃ دو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ قُلْ مَاۤ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَیْرٍ فَلِلْوَالِدَیْنِ وَ الْاَقْرَبِیْنَ وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِؕ وَ مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِیْمٌ(۲۱۵) ﴾ (1)

''تم فرماؤ! جو کچھ نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ والوں اور یتیموں اور مسکینوں اور راہ گیر کے لیے ہو اور جو کچھ بھلائی کرو گے، بے شک اللہ (عزوجل) اس کو جانتا ہے۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا(۲۳) وَ اخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًاؕ(۲۴) ﴾ (2)

''اور تمھارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کو نہ پوجو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اگر تیرے سامنے ان میں ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف نہ کہنا اور انھیں نہ جھڑکنا اور ان سے عزت کی بات کہنا اور ان کے لیے عاجزی کا بازو بچھا دے نرم دلی سے اور یہ کہہ کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحم کر جیسا کہ انھوں نے بچپن میں مجھے پالا۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ حُسْنًاؕ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَاؕ ﴾ (3)

''اور ہم نے انسان کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کی وصیّت کی اور اگر وہ تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرا ایسے کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِیْ عَامَیْنِ اَنِ اشْكُرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیْكَؕ

(1) ...... پ۲،البقرۃ: ۲۱۵.

(2) ...... پ۱۵،بنیٓ اسرآءیل: ۲۳ ۔ ۲۴.

(3) ...... پ۲۰،العنکبوت: ۸.

اِلَیَّ الْمَصِیْرُ ﴿۱۴﴾ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِیْ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌۙ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِی الدُّنْیَا مَعْرُوْفًا٘ ﴾ (1)

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے بارے میں تاکید فرمائی، اس کی ماں نے اسے پیٹ میں رکھا کمزوری پر کمزوری جھیلتی ہوئی اور اس کا دودھ چھوٹنا دو برس میں ہے یہ کہ شکر کر میرا اور اپنے ماں باپ کا، میری ہی طرف تجھے آنا ہے اور اگر وہ دونوں تجھ سے کوشش کریں کہ میرا شریک ٹھہرا ایسے کو جس کا تجھے علم نہیں تو ان کا کہنا نہ مان اور دنیا میں بھلائی کے ساتھ ان کا ساتھ دے۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًاؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًاؕ ﴾ (2)

''اور ہم نے آدمی کو ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرنے کا حکم دیا، اس کی ماں نے تکلیف کے ساتھ اسے پیٹ میں رکھا اور تکلیف کے ساتھ اس کو جنا۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا یَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِۙ ﴿۱۹﴾ الَّذِیْنَ یُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَ لَا یَنْقُضُوْنَ الْمِیْثَاقَۙ ﴿۲۰﴾ وَ الَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِؕ ﴿۲۱﴾ ﴾ (3)

''نصیحت وہی مانتے ہیں جنھیں عقل ہے، وہ جو اللہ (عزوجل) کا عہد پورا کرتے ہیں اور بات پختہ کرکے نہیں توڑتے اور جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا ہے اسے جوڑتے ہیں اور خدا سے ڈرتے ہیں اور حساب کی برائی سے ڈرتے رہتے ہیں۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ الَّذِیْنَ یَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مِیْثَاقِهٖ وَ یَقْطَعُوْنَ مَاۤ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یُفْسِدُوْنَ فِی الْاَرْضِۙ اُولٰٓىٕكَ لَهُمُ اللَّعْنَةُ وَ لَهُمْ سُوْٓءُ الدَّارِ ﴿۲۵﴾ ﴾ (4)

''اور جو لوگ اللہ (عزوجل) کے عہد کو مضبوطی کے بعد توڑتے ہیں اور اللہ (عزوجل) نے جس کے جوڑنے کا حکم دیا ہے، اسے کاٹتے ہیں اور زمین میں فساد کرتے ہیں، ان کے لیے لعنت ہے اور ان کے لیے برا گھر ہے۔''

1 ......پ۲۱، لقمٰن: ۱٤ـ۱۵.

2 ......پ۲٦، الأحقاف: ۱۵.

3 ......پ۱۳، الرعد: ۱۹، ۲۱.

4 ......پ۱۳، الرعد: ۲۵.

اور فرماتا ہے:

﴿ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیۡ تَسَآءَلُوۡنَ بِهٖ وَالۡاَرۡحَامَ ؕ ﴾ (1)

''اور اللہ (عزوجل) سے ڈرو، جس سے تم سوال کرتے ہو اور رشتہ سے۔''

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) سب سے زیادہ حسنِ صحبت یعنی احسان کا مستحق کون ہے؟ ارشاد فرمایا: ''تمھاری ماں یعنی ماں کا حق سب سے زیادہ ہے۔ انھوں نے پوچھا، پھر کون؟ حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) نے پھر ماں کو بتایا۔ انھوں نے پھر پوچھا کہ پھر کون؟ ارشاد فرمایا: تمہارا والد۔''(2) اور ایک روایت میں ہے کہ حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا: ''سب سے زیادہ ماں ہے، پھر ماں، پھر ماں، پھر باپ، پھر وہ جو زیادہ قریب، پھر وہ ہے جو زیادہ قریب ہے۔'' (3) یعنی احسان کرنے میں ماں کا مرتبہ باپ سے بھی تین درجہ بلند ہے۔

حدیث ۲: ابوداود و ترمذی بروایت بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ راوی، کہتے ہیں میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) کس کے ساتھ احسان کروں؟ فرمایا: ''اپنی ماں کے ساتھ۔ میں نے کہا، پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ میں نے کہا، پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: اپنی ماں کے ساتھ۔ میں نے کہا، پھر کس کے ساتھ؟ فرمایا: اپنے باپ کے ساتھ، پھر اس کے ساتھ جو زیادہ قریب ہو، پھر اس کے بعد جو زیادہ قریب ہو۔'' (4)

حدیث ۳: صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''زیادہ احسان کرنے والا وہ ہے جو اپنے باپ کے دوستوں کے ساتھ باپ کے نہ ہونے کی صورت میں احسان کرے۔'' (5) یعنی جب باپ مرگیا یا کہیں چلا گیا ہو۔

حدیث ۴: صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس کی ناک خاک میں ملے۔ (اس کو تین مرتبہ فرمایا) یعنی ذلیل ہو۔ کسی نے پوچھا، یارسول اللہ! (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) کون؟ یعنی یہ کس کے متعلق ارشاد ہے۔ فرمایا: ''جس نے ماں باپ دونوں یا ایک کو بڑھاپے کے وقت پایا اور جنت میں داخل نہ ہوا۔''(6)

1 ......پ ٤، النسآء: ١.
2 ......"صحیح البخاري"، کتاب الأدب، باب من أحق الناس بحسن الصحبة، الحدیث: ٥٩٧١، ج٤، ص٩٣.
3 ......"صحیح مسلم"، کتاب البر والصلة...إلخ، باب بر الوالدین...إلخ، الحدیث: ٢-١(٢٥٤٨)، ص١٣٧٨، ١٣٧٩.
4 ......"سنن الترمذي"، کتاب البر والصلة، باب ماجاء في بر الوالدین، الحدیث: ١٩٠٣، ج٣، ص٣٥٨.
5 ......"صحیح مسلم"، کتاب البر والصلة...إلخ، باب فضل صلة أصدقاء...إلخ، الحدیث: ١٢،١١-(٢٥٥٢)، ص١٣٨٢.
6 ......"صحیح مسلم"، کتاب البر...إلخ، باب رغم من أدرك أبویه...إلخ، الحدیث: ١٠،٩-(٢٥٥١)، ص١٣٨١.

یعنی ان کی خدمت نہ کی کہ جنت میں جاتا۔

حدیث ۵: صحیح بخاری ومسلم میں اسماء بنتِ ابی بکرصدیق رضی اللہ تعالٰی عنھما سے مروی، کہتی ہیں: جس زمانہ میں قریش نے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سے معاہدہ کیا تھا میری ماں جو مشرکہ تھی میرے پاس آئی، میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) میری ماں آئی ہے اور وہ اسلام کی طرف راغب ہے یا وہ اسلام سے اعراض کیے ہوئے ہے، کیا میں اس کے ساتھ سلوک کروں؟ ارشاد فرمایا: ''اس کے ساتھ سلوک کرو۔''(1) یعنی کافرہ ماں کے ساتھ بھی سلوک کیا جائے گا۔

حدیث ۶: صحیح بخاری ومسلم میں مغیرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالٰی نے یہ چیزیں تم پرحرام کردی ہیں:

① ماؤں کی نافرمانی کرنا اور ② لڑکیوں کو زندہ درگور کرنا اور ③ دوسروں کا جو اپنے اوپر آتا ہو اسے نہ دینا اور اپنا مانگنا کہ لاؤ۔ اور یہ باتیں تمھارے لیے مکروہ کیں: ① قیل وقال یعنی فضول باتیں اور ② کثرت سوال اور ③ اِضاعت مال۔''(2)

حدیث ۷: صحیح مسلم وبخاری میں عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنھما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: یہ بات کبیرہ گناہوں میں ہے کہ آدمی اپنے والدین کو گالی دے۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کیا کوئی اپنے والدین کو بھی گالی دیتا ہے؟ فرمایا: ''ہاں، اس کی صورت یہ ہے کہ یہ دوسرے کے باپ کو گالی دیتا ہے، وہ اس کے باپ کو گالی دیتا ہے، اور یہ دوسرے کی ماں کو گالی دیتا ہے، وہ اس کی ماں کو گالی دیتا ہے۔'' (3)

صحابۂ کرام جنھوں نے عرب کا زمانۂ جاہلیت دیکھا تھا، ان کی سمجھ میں یہ نہیں آیا کہ اپنے ماں باپ کو کوئی کیوں کر گالی دے گا یعنی یہ بات ان کی سمجھ سے باہر تھی۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے بتایا کہ مراد دوسرے سے گالی دلوانا ہے اور اب وہ زمانہ آیا کہ بعض لوگ خود اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے ہیں اور کچھ لحاظ نہیں کرتے۔

حدیث ۸: شرح سنہ میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: میں جنت میں گیا، اس میں قرآن پڑھنے کی آواز سنی، میں نے پوچھا یہ کون پڑھتا ہے؟ فرشتوں نے کہا، حارثہ بن نعمان ہیں۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''یہی حال ہے احسان کا، یہی حال ہے احسان کا، حارثہ اپنی ماں کے ساتھ بہت بھلائی کرتے تھے۔'' (4)

---

1 ...... ''صحیح البخاري''، کتاب الجزیة والموادعة، الحدیث: ۳۱۸۳، ج۲، ص۳۷۱.
و''صحیح مسلم''، کتاب الزکاة، باب فضل النفقة والصدقة... إلخ، الحدیث: ۴۹، ۵۰ ـ (۱۰۰۳)، ص۵۰۲.

2 ...... ''صحیح البخاري''، کتاب الإستقراض والدیون، باب ما ینھی عن إضاعة المال، الحدیث: ۲۴۰۸، ج۲، ص۱۱۱.

3 ...... ''صحیح مسلم''، کتاب الإیمان، باب الکبائر وأکبرھا، الحدیث: ۱۴۶ ـ (۹۰)، ص۶۰.

4 ...... ''شرح السنة''، کتاب البر والصلة، باب بر الوالدین، الحدیث: ۳۳۱۲، ۳۳۱۳، ج۶، ص۴۲۶ ـ ۴۲۷.

حدیث ۹: ترمذی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''پروردگار کی خوشنودی باپ کی خوشنودی میں ہے اور پروردگار کی ناخوشی باپ کی ناراضی میں ہے۔'' (1)

حدیث ۱۰: ترمذی و ابن ماجہ نے روایت کی، کہ ایک شخص ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس آیا اور یہ کہا کہ میری ماں مجھے یہ حکم دیتی ہے کہ میں اپنی عورت کو طلاق دے دوں۔ ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سنا کہ ''والد جنت کے دروازوں میں بیچ کا دروازہ ہے، اب تیری خوشی ہے کہ اس دروازہ کی حفاظت کرے یا ضائع کردے۔'' (2)

حدیث ۱۱: ترمذی و ابوداود نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہتے ہیں میں اپنی بی بی سے محبت رکھتا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ اس عورت سے کراہت کرتے تھے۔ انھوں نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو، میں نے نہیں دی پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے مجھ سے فرمایا کہ ''اسے طلاق دے دو۔'' (3)

علما فرماتے ہیں کہ اگر والدین حق پر ہوں جب تو طلاق دینا واجب ہی ہے اور اگر بی بی حق پر ہو جب بھی والدین کی رضامندی کے لیے طلاق دینا جائز ہے۔

حدیث ۱۲: ابن ماجہ نے ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) والدین کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا کہ ''وہ دونوں تیری جنت و دوزخ ہیں۔'' (4) یعنی ان کو راضی رکھنے سے جنت ملے گی اور ناراض رکھنے سے دوزخ کے مستحق ہوگے۔

حدیث ۱۳: بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: جس نے اس حال میں صبح کی کہ اپنے والدین کا فرمانبردار ہے، اس کے لیے صبح ہی کو جنت کے دروازے کھل جاتے ہیں اور اگر والدین میں سے ایک ہی ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے اور جس نے اس حال میں صبح کی کہ والدین کے متعلق خدا کی نافرمانی کرتا

---

1 ...... "سنن الترمذي"، کتاب البر والصلة، باب ماجاء من الفضل في رضا الوالدین، الحدیث: ۱۹۰۷، ج۳، ص ۳۶۰.

2 ...... المرجع السابق، الحدیث: ۱۹۰۶، ج۳، ص۳۵۹.

3 ...... "سنن أبي داود"، کتاب الأدب، باب في برالوالدین، الحدیث: ۵۱۳۸، ج٤، ص ٤۳۲.

4 ...... "سنن ابن ماجه"، کتاب الأدب، باب برالوالدین، الحدیث: ۳٦٦۲، ج٤، ص۱۸٦.

ہے، اس کے لیے صبح ہی کو جہنم کے دو۲ دروازے کھل جاتے ہیں اور ایک ہو تو ایک دروازہ کھلتا ہے۔ ایک شخص نے کہا، اگرچہ ماں باپ اس پر ظلم کریں؟ فرمایا: ''اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں، اگرچہ ظلم کریں۔'' (1)

حدیث ۱۴: بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب اولاد اپنے والدین کی طرف نظرِ رحمت کرے تو اللہ تعالٰی اس کے لیے ہر نظر کے بدلے حجِ مبرور کا ثواب لکھتا ہے۔ لوگوں نے کہا، اگرچہ دن میں سو۱۰۰ مرتبہ نظر کرے؟ فرمایا: ہاں اللہ (عزوجل) بڑا ہے اور اطیب ہے۔''(2) یعنی اُسے سب کچھ قدرت ہے، اس سے پاک ہے کہ اس کو اس کے دینے سے عاجز کہا جائے۔

حدیث ۱۵: امام احمد و نسائی و بیہقی نے معاویہ بن جاہمہ سے روایت کی، کہ ان کے والد جاہمہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) میرا ارادہ جہاد میں جانے کا ہے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سے مشورہ لینے کو حاضر ہوا ہوں۔ ارشاد فرمایا: تیری ماں ہے؟ عرض کی، ہاں۔ فرمایا: ''اس کی خدمت لازم کر لے کہ جنت اس کے قدم کے پاس ہے۔'' (3)

حدیث ۱۶: بیہقی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''کسی کے ماں باپ دونوں یا ایک کا انتقال ہو گیا اور یہ ان کی نافرمانی کرتا تھا، اب ان کے لیے ہمیشہ استغفار کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ اللہ تعالٰی اس کو نیکوکار لکھ دیتا ہے۔'' (4)

حدیث ۱۷: نسائی و دارمی نے **عبد اللہ بن عَمرُو** رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''منان یعنی احسان جتانے والا اور والدین کی نافرمانی کرنے والا اور شراب خواری کی مداومت کرنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔''(5)

حدیث ۱۸: ترمذی نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ ایک شخص نے نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی، کہ یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) میں نے ایک بڑا گناہ کیا ہے، آیا میری توبہ

1 ......"شعب الإيمان"، باب في برالوالدين، فصل في حفظ حق الوالدين بعد موتهما،فصل،الحديث:٧٩١٦،ج٦، ص٢٠٦.

2 ......"شعب الإيمان"، باب في برالوالدين،الحديث:٧٨٥٦،ج٦، ص١٨٦.

3 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث معاوية بن جاهمة،الحديث:١٥٥٣٨،ج٥، ص٢٩٠.
و"سنن النسائي"،كتاب الجهاد، باب الرخصة في التخلف لمن له والدة،الحديث:٣١٠١،ص٥٠٤.

4 ......"شعب الإيمان"، باب في برالوالدين، فصل في حفظ حق الوالدين بعد موتهما،الحديث:٧٩٠٢،ج٦، ص٢٠٢.

5 ......"سنن النسائي"،كتاب الأشربة، باب الرواية في المدمنين في الخمر،الحديث:٥٦٨٢،ص٨٩٥.

قبول ہوگی؟ فرمایا: کیا تیری ماں زندہ ہے۔ عرض کی نہیں، فرمایا: تیری کوئی خالہ ہے۔ عرض کی ہاں، فرمایا: ''اس کے ساتھ احسان کر۔'' (1)

حدیث ۱۹: ابوداود وابن ماجہ نے ابی اُسید ساعدی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: ہم لوگ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کی خدمت میں حاضر تھے کہ بنی سلمہ میں کا ایک شخص حاضر ہوا اور عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) میرے والدین مرچکے ہیں اب بھی ان کے ساتھ احسان کا کوئی طریقہ باقی ہے؟ فرمایا: ''ہاں ان کے لیے دُعا و استغفار کرنا اور جو انھوں نے عہد کیا ہے اس کو پورا کرنا اور جس رشتہ والے کے ساتھ انھیں کی وجہ سے سلوک کیا جاسکتا ہو اس کے ساتھ سلوک کرنا اور ان کے دوستوں کی عزت کرنا۔'' (2)

حدیث ۲۰: حاکم نے مستدرک میں کعب بن عجرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ تم لوگ منبر کے پاس حاضر ہوجاؤ۔ ہم سب حاضر ہوئے، جب حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) منبر کے پہلے درجہ پر چڑھے فرمایا: آمین، جب دوسرے پر چڑھے کہا: آمین، جب تیسرے درجہ پر چڑھے کہا: آمین۔ جب حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) منبر سے اُترے ہم نے عرض کی، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سے آج ایسی بات سنی کہ کبھی ایسی نہیں سنا کرتے تھے۔

فرمایا کہ ''جبرئیل میرے پاس آئے اور یہ کہا کہ اسے رحمت الٰہی سے دوری ہو، جس نے رمضان کا مہینہ پایا اور اس کی مغفرت نہ ہوئی، اس پر میں نے آمین کہی۔ جب میں دوسرے درجہ پر چڑھا تو انھوں نے کہا، اس شخص کے لیے رحمت الٰہی سے دوری ہو، جس کے سامنے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کا ذکر ہوا اور وہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) پر درود نہ پڑھے، اس پر میں نے کہا آمین۔ جب میں تیسرے زینہ پر چڑھا انھوں نے کہا، اس کے لیے دوری ہو، جس کے ماں باپ دونوں یا ایک کو بڑھاپا آیا اور انھوں نے اسے جنت میں داخل نہ کیا، میں نے کہا آمین۔'' (3)

حدیث ۲۱: بیہقی نے سعید بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''بڑے بھائی کا چھوٹے بھائی پر ویسا ہی حق ہے، جیسا کہ باپ کا حق اولاد پر ہے۔'' (4)

حدیث ۲۲: صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جب اللہ تعالٰی مخلوق کو پیدا فرماچکا، رشتہ (کہ یہ بھی ایک مخلوق ہے) کھڑا ہوا اور دربارِ الوہیت میں استغاثہ کیا، ارشادِ الٰہی ہوا:

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب في بر الخالة، الحديث: ١٩١١، ج٣، ص٣٦٢.

2 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في برالوالدين، الحديث: ٥١٤٢، ج٤، ص٤٣٤.

3 ......"المستدرك" للحاكم، كتاب البر والصلة، باب لعن الله العاق لوالديه... إلخ، الحديث: ٧٣٣٨، ج٥، ص٢١٢.

4 ......"شعب الإيمان"، باب في برالوالدين، فصل في صلة الرحم، الحديث: ٧٩٢٩ ج٦، ص٢١٠.

کیا ہے۔ رشتہ نے کہا، میں تیری پناہ مانگتا ہوں کاٹنے والوں سے۔ ارشاد ہوا: کیا تو اس پر راضی نہیں کہ جو تجھے ملائے میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے کاٹے میں اسے کاٹ دوں گا؟ اس نے کہا، ہاں میں راضی ہوں، فرمایا: تو بس یہی ہے۔'' (1)

حدیث ۲۳: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: رحم (رشتہ) رحمٰن سے مشتق ہے، اللہ تعالٰی نے فرمایا: ''جو تجھے ملائے گا، میں اسے ملاؤں گا اور جو تجھے کاٹے گا، میں اسے کاٹوں گا۔''(2)

حدیث ۲۴: صحیح بخاری و مسلم میں اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''رشتہ عرش الٰہی سے لپٹ کر یہ کہتا ہے: جو مجھے ملائے گا، اللہ (عزوجل) اس کو ملائے گا اور جو مجھے کاٹے گا، اللہ (عزوجل) اسے کاٹے گا۔'' (3)

حدیث ۲۵: ابوداود نے عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سنا کہ اللہ تبارک وتعالٰی نے فرمایا: ''میں اللہ ہوں اور میں رحمٰن ہوں، رحم (یعنی رشتہ) کو میں نے پیدا کیا اور اس کا نام میں نے اپنے نام سے مشتق کیا، لہٰذا جو اسے ملائے گا، میں اسے ملاؤں گا اور جو اسے کاٹے گا، میں اسے کاٹوں گا۔''(4)

حدیث ۲۶: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جو یہ پسند کرے کہ اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس کے اثر (یعنی عمر) میں تاخیر کی جائے، تو اپنے رشتہ والوں کے ساتھ سلوک کرے۔''(5)

حدیث ۲۷: ابن ماجہ نے ثوبان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''تقدیر کو کوئی چیز رد نہیں کرتی مگر دعا اور بر۔'' (6) یعنی احسان کرنے سے عمر میں زیادتی ہوتی ہے اور آدمی گناہ کرنے کی وجہ سے رزق سے محروم ہو جاتا ہے۔

اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ دعا سے بلائیں دفع ہوتی ہیں۔ یہاں تقدیر سے مراد تقدیر معلق ہے اور زیادتی عمر کا بھی

---

(1)......"صحیح البخاری"، کتاب الأدب، باب من وصل وصله الله، الحدیث: ۵۹۸۷، ج ٤، ص ۹۷.

(2)......المرجع السابق، الحدیث: ۵۹۸۸، ج ٤، ص ۹۸.

(3)......"صحیح مسلم"، کتاب البر والصلة... إلخ، باب صلة الرحم... إلخ، الحدیث: ۱۷ـ(۲۵۵۵)، ص ۱۳۸۳.

(4)......"سنن الترمذي"، کتاب البر والصلة، باب ماجاء في قطیعة الرحم، الحدیث: ۱۹۱٤، ج ۳، ص ۳٦۳.
و"سنن أبي داود"، کتاب الزکاة، باب في صلة الرحم، الحدیث: ۱٦۹٤، ج ۲، ص ۱۸٤.

(5)......"صحیح مسلم"، کتاب البر والصلة... إلخ، باب صلة الرحم... إلخ، الحدیث: ۲۱ـ(۲۵۵۷)، ص ۱۳۸٤.

(6)......"سنن ابن ماجه"، کتاب الفتن، باب العقوبات، الحدیث: ٤۰۲۲، ج ٤، ص ۳٦۹.

یہی مطلب ہے کہ احسان کرنا درازی عمر کا سبب ہے اور رزق سے ثواب اُخروی مراد ہے کہ گناہ اس کی محرومی کا سبب ہے اور ہوسکتا ہے کہ بعض صورتوں میں دُنیوی رزق سے بھی محروم ہو جائے۔

حدیث ۲۸: حاکم نے مستدرک میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اپنے نسب پہچانو تاکہ صلۂ رحم کرو، کیونکہ اگر رشتہ کو کاٹا جائے تو اگرچہ قریب ہو وہ قریب نہیں اور اگر جوڑا جائے تو دور نہیں اگرچہ دور ہو۔'' (1)

حدیث ۲۹: ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اپنے نسب کو اتنا سیکھو جس سے صلۂ رحم کرسکو، کیونکہ صلۂ رحم اپنے لوگوں میں محبت کا سبب ہے اس سے مال میں زیادتی اور اثر (یعنی عمر) میں تاخیر ہوگی۔'' (2)

حدیث ۳۰: حاکم نے مستدرک میں عاصم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس کو یہ پسند ہو کہ عمر میں درازی ہو اور رزق میں وسعت ہو اور بری موت دفع ہو وہ اللہ تعالٰی سے ڈرتا رہے اور رشتہ والوں سے سلوک کرے۔'' (3)

حدیث ۳۱: صحیح بخاری و مسلم میں جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''رشتہ کاٹنے والا جنت میں نہیں جائے گا۔'' (4)

حدیث ۳۲: بیہقی نے شعب الایمان میں عبد اللہ بن أبی أوفٰی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو میں نے یہ فرماتے سنا کہ ''جس قوم میں قاطع رحم ہوتا ہے، اس پر رحمت الٰہی نہیں اُترتی۔'' (5)

حدیث ۳۳: ترمذی و ابوداود نے ابوبکرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس گناہ کی سزا دنیا میں بھی جلد ہی دے دی جائے اور اس کے لیے آخرت میں بھی عذاب کا ذخیرہ رہے، وہ بغاوت اور قطع رحم سے بڑھ کر نہیں۔'' (6)

---

1 ......"المستدرك"، كتاب البر و الصلة، باب ان الله ليعمر بالقوم الزمان بصلتهم لارحامهم،الحديث:۷۳٦۵، ج۵، ص۲۲۳.

2 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر و الصلة، باب ماجاء في تعليم النسب،الحديث:۱۹۸٦، ج۳،ص۳۹٤.

3 ......"المستدرك"، كتاب البر و الصلة، باب من سره أن يدفع عنه ميتة السوء...إلخ،الحديث:۷۳٦۲، ج۵،ص۲۲۲.

4 ......"صحيح مسلم"، كتاب البر و الصلة...إلخ،باب صلة الرحم...إلخ،الحديث:۱۸۔(۲۵۵٦)،ص۱۳۸۳.

5 ......"شعب الإيمان"، باب في صلة الأرحام،الحديث:۷۹٦۲، ج٦،ص۲۲۳.

6 ......"سنن الترمذي"، كتاب صفة القيامة،باب:۱۲۲،الحديث:۲۵۱۹، ج٤،ص۲۲۹.

اور بیہقی کی روایت شعب الایمان میں انھیں سے یوں ہے کہ ''جتنے گناہ ہیں ان میں سے جس کو اللہ تعالیٰ چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے سوا والدین کی نافرمانی کے، کہ اس کی سزا زندگی میں موت سے پہلے دی جاتی ہے۔'' [1]

حدیث ۳۴: صحیح بخاری میں ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''صلۂ رحمی اس کا نام نہیں کہ بدلہ دیا جائے یعنی اس نے اس کے ساتھ احسان کیا اس نے اس کے ساتھ کر دیا، بلکہ صلۂ رحمی کرنے والا وہ ہے کہ ادھر سے کاٹا جاتا ہے اور یہ جوڑتا ہے۔'' [2]

حدیث ۳۵: صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ ایک شخص نے عرض کی، کہ یا رسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) میری قرابت والے ایسے ہیں کہ میں انھیں ملاتا ہوں اور وہ کاٹتے ہیں، میں ان کے ساتھ احسان کرتا ہوں وہ میرے ساتھ برائی کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ حلم سے پیش آتا ہوں اور وہ مجھ پر جہالت کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ''اگر ایسا ہی ہے جیسا تم نے بیان کیا تو تم ان کو گرم راکھ پھنکاتے ہو اور ہمیشہ اللہ (عزوجل) کی طرف سے تمھارے ساتھ ایک مددگار رہے گا، جب تک تمھاری یہی حالت رہے۔'' [3]

حدیث ۳۶: حاکم نے مستدرک میں عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کی ملاقات کو گیا۔ میں نے جلدی سے حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کا دستِ مبارک پکڑ لیا اور حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے میرے ہاتھ کو جلدی سے پکڑ لیا۔ پھر فرمایا: ''اے عقبہ! دنیا و آخرت کے افضل اخلاق یہ ہیں کہ تم اس کو ملاؤ، جو تمھیں جدا کرے اور جو تم پر ظلم کرے، اسے معاف کر دو اور جو یہ چاہے کہ عمر میں درازی ہو اور رزق میں وسعت ہو، وہ اپنے رشتہ والوں کے ساتھ صلہ کرے۔'' [4]

مسائل فقهيه

صلۂ رحم کے معنی رشتہ کو جوڑنا ہے یعنی رشتہ والوں کے ساتھ نیکی اور سلوک کرنا۔ ساری اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ صلۂ رحم واجب ہے اور قطع رحم حرام ہے، جن رشتہ والوں کے ساتھ صلہ واجب ہے وہ کون ہیں۔ بعض علما نے فرمایا: وہ ذو رحم محرم ہیں اور بعض نے فرمایا: اس سے مراد ذو رحم ہیں، محرم ہوں یا نہ ہوں۔

1 ......"شعب الإيمان"، باب في برالوالدين، فصل في عقوق الوالدين و ما جاء فيه،الحديث:٧٨٨٩،ج٦،ص١٩٧.

2 ......"صحيح البخاري"،كتاب الأدب، باب ليس الواصل بالمكافئ،الحديث:٥٩٩١،ج٤،ص٩٨.

3 ......"صحيح مسلم"،كتاب البر والصلة...إلخ،باب صلة الرحم...إلخ،الحديث:٢٢-(٢٥٥٨)،ص١٣٨٤.

4 ......"المستدرك"،كتاب البر والصلة، باب من أراد أن يمد في رزقه فليصل ذا رحمه،الحديث:٧٣٦٧،ج٥،ص٢٢٤.

اور ظاہر یہی قول دوم ہے احادیث میں مطلقاً رشتہ والوں کے ساتھ صلہ کرنے کا حکم آتا ہے قرآن مجید میں مطلقاً ذوی القربیٰ فرمایا گیا مگر یہ بات ضرور ہے کہ رشتہ میں چونکہ مختلف درجات ہیں صلۂ رحم کے درجات میں بھی تفاوت ہوتا ہے۔ والدین کا مرتبہ سب سے بڑھ کر ہے، ان کے بعد ذورحم محرم کا، ان کے بعد بقیہ رشتہ والوں کا علیٰ قدر مراتب۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱: صلہ رحم کی مختلف صورتیں ہیں ان کو ہدیہ وتحفہ دینا اور اگر ان کو کسی بات میں تمھاری اعانت درکار ہو تو اس کام میں ان کی مدد کرنا، انھیں سلام کرنا، ان کی ملاقات کو جانا، ان کے پاس اٹھنا بیٹھنا ان سے بات چیت کرنا ان کے ساتھ لطف و مہربانی سے پیش آنا۔[2] (درر)

مسئلہ ۲: اگر یہ شخص پردیس میں ہے تو رشتہ والوں کے پاس خط بھیجا کرے، ان سے خط وکتابت جاری رکھے تاکہ بے تعلقی پیدا نہ ہونے پائے اور ہو سکے تو وطن آئے اور رشتہ داروں سے تعلقات تازہ کرلے اس طرح کرنے سے محبت میں اِضافہ ہوگا۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳: یہ پردیس میں ہے والدین اسے بلاتے ہیں تو آنا ہی ہوگا، خط لکھنا کافی نہیں ہے۔ یوہیں والدین کو اس کی خدمت کی حاجت ہو تو آئے اور ان کی خدمت کرے، باپ کے بعد دادا اور بڑے بھائی کا مرتبہ ہے کہ بڑا بھائی بمنزلہ باپ کے ہوتا ہے بڑی بہن اور خالہ ماں کی جگہ پر ہیں، بعض علمانے چچا کو باپ کی مثل بتایا اور حدیث عَمُّ الرَّجُلِ صِنْوُ اَبِیْہِ .[4] سے بھی یہی مستفاد ہوتا ہے ان کے علاوہ اوروں کے پاس خط بھیجنا یا ہدیہ بھیجنا کفایت کرتا ہے۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: رشتہ داروں سے ناغہ دے کر ملتا رہے یعنی ایک دن ملنے کو جائے دوسرے دن نہ جائے وعلیٰ ہذا القیاس کہ اس سے محبت واُلفت زیادہ ہوتی ہے، بلکہ اَقربا سے جمعہ جمعہ ملتا رہے یا مہینہ میں ایک بار اور تمام قبیلہ اور خاندان کو ایک ہونا چاہیے۔ جب حق ان کے ساتھ ہو تو دوسروں سے مقابلہ اور اظہارِ حق میں سب متحد ہو کر کام کریں، جب اپنا کوئی رشتہ دار کوئی حاجت پیش کرے تو اس کی حاجت روائی کرے، اس کو رد کر دینا قطع رحم ہے۔[6] (درر)

مسئلہ ۵: صلۂ رحمی اسی کا نام نہیں کہ وہ سلوک کرے تو تم بھی کرو، یہ چیز تو حقیقت میں مکافاۃ یعنی ادلا بدلا کرنا ہے

---

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص٦٧٨.

2 ......"دررالحكام"، كتاب الكراهية، الجزء الأول، ص٣٢٣.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص٦٧٨.

4 ...... یعنی آدمی کا چچا باپ کی مثل ہوتا ہے۔

5 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، ج۹، ص٦٧٨.

6 ......"دررالحكام"، كتاب الكراهية، الجزء الأول، ص٣٢٣.

کہ اس نے تمھارے پاس چیز بھیج دی تم نے اس کے پاس بھیج دی، وہ تمھارے یہاں آیا تم اس کے پاس چلے گئے۔ حقیقتاً صلۂ رحم یہ ہے کہ وہ کاٹے اورتم جوڑو، وہ تم سے جدا ہونا چاہتا ہے، بے اعتنائی کرتا ہے اور تم اس کے ساتھ رشتہ کے حقوق کی مراعات کرو۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ۶: حدیث میں آیا ہے کہ ''صلۂ رحم سے عمر زیادہ ہوتی ہے اور رزق میں وسعت ہوتی ہے۔'' بعض علما نے اس حدیث کو ظاہر پر حمل کیا ہے یعنی یہاں قضا معلق مراد ہے کیونکہ قضا مبرم ٹل نہیں سکتی۔

﴿ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا یَسْتَقْدِمُوْنَ۝۴۹ ﴾[2]

اور بعض نے فرمایا کہ زیادتی عمر کا یہ مطلب ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کا ثواب لکھا جاتا ہے گویا وہ اب بھی زندہ ہے یا یہ مراد ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کا ذکر خیر لوگوں میں باقی رہتا ہے۔[3] (ردالمحتار)

اولاد پر شفقت اور یتامیٰ پر رحمت

حدیث۱: صحیح بخاری و مسلم میں اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ ایک اعرابی نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں عرض کی، کہ آپ لوگ بچوں کو بوسہ دیتے ہیں ہم انھیں بوسہ نہیں دیتے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ارشاد فرمایا کہ ''اللہ تعالٰی نے تیرے دل سے رحمت نکال لی ہے تو میں کیا کروں۔''[4]

حدیث۲: صحیح بخاری و مسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت ہے، کہتی ہیں: ایک عورت اپنی دو لڑکیاں لے کر میرے پاس آئی اور اس نے مجھ سے کچھ مانگا، میرے پاس ایک کھجور کے سوا کچھ نہ تھا، میں نے وہی دے دی۔ عورت نے کھجور تقسیم کر کے دونوں لڑکیوں کو دے دی اور خود نہیں کھائی جب وہ چلی گئی، حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم تشریف لائے، میں نے یہ واقعہ بیان کیا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ارشاد فرمایا: ''جس کو خدا نے لڑکیاں دی ہوں، اگر وہ ان کے ساتھ احسان کرے تو وہ جہنم کی آگ سے اس کے لیے روک ہو جائیں گی۔''[5]

---

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۷۸.

2 ...... پ۱۱، یونس:۴۹.

ترجمۂ کنزالایمان: جب ان کا وعدہ آئے گا تو ایک گھڑی نہ پیچھے ہٹیں نہ آگے بڑھیں۔

3 ...... "ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۷۸.

4 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الأدب، باب رحمة الولد وتقبیله... إلخ، الحدیث:۵۹۹۸، ج۴، ص۱۰۰.

5 ...... "صحیح مسلم"، کتاب البر والصلة... إلخ، باب فضل الإحسان إلی البنات، الحدیث:۱۴۷-(۲۶۲۹)، ص۱۴۱۴.

حدیث ۳: امام احمد و مسلم نے عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں: ایک مسکین عورت دولڑکیوں کو لے کر میرے پاس آئی، میں نے اسے تین کھجوریں دیں، ایک ایک لڑکیوں کو دے دی اور ایک کو مونھ تک کھانے کے لیے لے گئی کہ لڑکیوں نے اس سے مانگی، اس نے دوٹکڑے کرکے دونوں کو دے دی۔ جب یہ واقعہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کو سنایا ارشادفرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے جنت واجب کردی اور جہنم سے آزاد کردیا۔''(1)

حدیث ۴: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس کی عیال (پرورش) میں دولڑکیاں بلوغ تک رہیں، وہ قیامت کے دن اس طرح آئے گا کہ میں اور وہ پاس پاس ہوں گے اور حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے اپنی انگلیاں ملاکر فرمایا کہ اس طرح۔'' (2)

حدیث ۵: شرح سنہ میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص یتیم کو اپنے کھانے پینے میں شریک کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ضرور جنت واجب کردے گا مگر جبکہ ایسا گناہ کیا ہو جس کی مغفرت نہ ہو اور جو شخص تین لڑکیوں یا اتنی ہی بہنوں کی پرورش کرے، ان کو ادب سکھائے، ان پر مہربانی کرے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ انھیں بے نیاز کردے (یعنی اب ان کو ضرورت باقی نہ رہے)، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت واجب کردے گا۔'' کسی نے کہا، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) یا دو (یعنی دو کی پرورش میں یہی ثواب ہو جائے)، فرمایا: دو (یعنی ان میں بھی وہی ثواب ہے) اور اگر لوگوں نے ایک کے متعلق کہا ہوتا تو حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) ایک کو بھی فرما دیتے۔ اور جس کی کَرِیْمَتَین کو اللہ (عزوجل) نے دور کردیا، اس کے لیے جنت واجب ہے۔ دریافت کیا گیا کَرِیْمَتَین کیا ہیں؟ فرمایا: آنکھیں۔(3)

حدیث ۶: ابوداود نے عوف بن مالک اشجعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''میں اور وہ عورت جس کے رخسارے میلے ہیں، دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے۔'' (4) یعنی جس طرح کلمہ اور بیچ کی انگلیاں پاس پاس ہیں۔ اس سے مراد وہ عورت ہے جو منصب و جمال والی تھی اور بیوہ ہوگئی اور اس نے یتیموں کی خدمت کی، یہاں تک کہ وہ جدا ہو جائیں۔ (یعنی بڑے ہو جائیں یا مر جائیں۔)

حدیث ۷: امام احمد و حاکم و ابن ماجہ نے سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ

1 ...... "صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة...إلخ، باب فضل الاحسان الى البنات، الحديث: ١٤٨ـ(٢٦٣٠)، ص١٤١٥.
2 ...... المرجع السابق، الحديث: ١٤٩ـ(٢٦٣١)، ص١٤١٥.
3 ...... "شرح السنة"، كتاب البر والصلة، باب ثواب كافل اليتيم، الحديث: ٣٣٥١، ج٦، ص٤٥٢.
و "مشكاة المصابيح"، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الحديث: ٤٩٧٥، ج٣، ص٦٩.
4 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في فضل من عال يتامى، الحديث: ٥١٤٩، ج٤، ص٤٣٥.

وسلَّم نے فرمایا: ''کیا میں تم کو یہ نہ بتادوں کہ افضل صدقہ کیا ہے، وہ اپنی اس لڑکی پر صدقہ کرنا ہے، جو تمھاری طرف واپس ہوئی (یعنی اس کا شوہر مرگیا یا اس کو طلاق دے دی اور باپ کے یہاں چلی آئی) تمھارے سوا اس کا کمانے والا کوئی نہیں ہے۔'' (1)

حدیث ۸: ابوداود نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس کی لڑکی ہو اور وہ اسے زندہ درگور نہ کرے اور اس کی توہین نہ کرے اور اولاد ذکور کو اس پر ترجیح نہ دے، اللہ تعالٰی اس کو جنت میں داخل فرمائے گا۔'' (2)

حدیث ۹: ترمذی نے جابر بن سمرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''کوئی شخص اپنی اولاد کو ادب دے، وہ اس کے لیے ایک صاع صدقہ کرنے سے بہتر ہے۔'' (3)

حدیث ۱۰: ترمذی وبیہقی نے بروایت ایوب بن موسیٰ عن ابیہ عن جدہ روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''باپ کا اولاد کو کوئی عطیہ ادب حسن سے بہتر نہیں۔'' (4)

حدیث ۱۱: ترمذی وحاکم نے عمرو بن سعید بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''والد کا اپنی اولاد کو اس سے بڑھ کر کوئی عطیہ نہیں، کہ اسے اچھے آداب سکھائے۔'' (5)

حدیث ۱۲: ابن ماجہ نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اپنی اولاد کا اکرام کرو اور انھیں اچھے آداب سکھاؤ۔'' (6)

حدیث ۱۳: ابن النجار نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''باپ کے ذمہ بھی اولاد کے حقوق ہیں، جس طرح اولاد کے ذمہ باپ کے حقوق ہیں۔'' (7)

حدیث ۱۴: طبرانی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اپنی اولاد کو برابر دو، اگر میں کسی کو فضیلت دیتا تو لڑکیوں کو فضیلت دیتا۔'' (8)

---

(1) ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الأدب، باب بر الوالد... إلخ، الحديث: ٣٦٦٧، ج٤، ص١٨٨.
(2) ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في فضل من عال يتامى، الحديث: ٥١٤٦، ج٤، ص٤٣٥.
(3) ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في أدب الولد، الحديث: ١٩٥٨، ج٣، ص٣٨٢.
(4) ......المرجع السابق، الحديث: ١٩٥٩، ج٣، ص٣٨٣.
(5) ......"المستدرك" للحاكم، كتاب الأدب، باب فضل تاديب الأولاد، الحديث: ٧٧٥٣، ج٥، ص٣٧٣.
(6) ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الأدب، باب بر الوالد... إلخ، الحديث: ٣٦٧١، ج٤، ص١٨٩.
(7) ......"كنز العمال"، كتاب النكاح، رقم: ٤٥٣٣٦، ج١٦، ص١٨٤.
(8) ......"المعجم الكبير"، الحديث: ١١٩٩٧، ج١١، ص٢٨٠.

حدیث ۱۵: طبرانی نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''عطیہ میں اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو، جس طرح تم خود یہ چاہتے ہو کہ وہ سب تمھارے ساتھ احسان ومہربانی میں عدل کریں۔''(1)

حدیث ۱۶: ابن النجار نے نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ اس کو پسند کرتا ہے کہ تم اپنی اولاد کے درمیان عدل کرو، یہاں تک کہ بوسہ لینے میں۔'' (2)

حدیث ۱۷: صحیح بخاری میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جو شخص یتیم کی کفالت کرے وہ یتیم اسی گھر کا ہو یا غیر کا، میں اور وہ دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے کلمہ کی انگلی اور بیچ کی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں انگلیوں کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ کیا۔''(3)

حدیث ۱۸: ابن ماجہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مسلمانوں میں سب سے بہتر گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم ہو اور اس کے ساتھ احسان کیا جاتا ہو اور مسلمانوں میں سب سے برا وہ گھر ہے، جس میں یتیم ہو اور اس کے ساتھ برائی کی جاتی ہو۔'' (4)

حدیث ۱۹: امام احمد و ترمذی نے ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص یتیم کے سر پر محض اللہ (عزوجل) کے لیے ہاتھ پھیرے تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ گزرے گا، ہر بال کے مقابل میں اس کے لیے نیکیاں ہیں اور جو شخص یتیم لڑکی یا یتیم لڑکے پر احسان کرے مَیں اور وہ جنت میں (دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا) اس طرح ہوں گے۔'' (5)

حدیث ۲۰: امام احمد نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ ایک شخص نے اپنی دل کی سختی کی شکایت کی۔ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرو اور مسکین کو کھانا کھلاؤ۔'' (6)

حدیث ۲۱: طبرانی نے اوسط میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما(7) سے روایت کی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ

---

1 ......''کنز العمال''، کتاب النکاح، رقم:۴۵۳۳۹، ج۱۶، ص۱۸۴.

2 ......''کنز العمال''، کتاب النکاح، رقم:۴۵۳۴۲، ج۱۶، ص۱۸۵.

3 ......''صحیح البخاري''، کتاب الطلاق، باب اللعان...إلخ،الحدیث:۵۳۰۴، ج۳،ص۴۹۷.
و''صحیح مسلم''، کتاب الزهد...إلخ، باب فضل الإحسان إلی الأرملة...إلخ،الحدیث:۴۲ـ(۲۹۸۳)،ص۱۵۹۲.

4 ......''سنن ابن ماجه''، کتاب الأدب، باب حق الیتیم،الحدیث:۳۶۷۹، ج۴،ص۱۹۳.

5 ......''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، حدیث أبي أمامة الباهلي،الحدیث:۲۲۲۱۵، ۲۲۳۴۷،ج۸،ص۲۷۲، ۳۰۰.

6 ......''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هریرة الحدیث:۹۰۲۸، ج۳،ص۳۳۵.

7 ......بہارِشریعت میں اس مقام پر'' ابوہریرہ'' رضی اللہ تعالیٰ عنہ لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ''المعجم الأوسط للطبراني'' میں ''عبداللہ بن عباس'' رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... **علمیه**

وسلّم) نے فرمایا کہ ''لڑکا یتیم ہوتو اس کے سر پر ہاتھ پھیرنے میں آگے کو لائے اور بچہ کا باپ ہوتو ہاتھ پھیرنے میں گردن کی طرف لے جائے۔''(1)

پڑوسیوں کے حقوق

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَاۙ ﴿۳۶﴾ ﴾ (2)

''اور اللہ (عزوجل) کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو، ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسایہ اور دور کے ہمسایہ اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنے باندی غلام سے، بے شک اللہ (عزوجل) کو خوش نہیں آتا کوئی اِترانے والا، بڑائی مارنے والا۔''

حدیث ا: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''خدا کی قسم! وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں، خدا کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کی گئی، کون یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) فرمایا: وہ شخص کہ اس کے پروسی اس کی آفتوں سے محفوظ نہ ہوں۔''(3) یعنی جو اپنے پروسیوں کو تکلیفیں دیتا ہے۔

حدیث ۲: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''وہ جنت میں نہیں جائے گا، جس کا پروسی اس کی آفتوں سے امن میں نہیں ہے۔'' (4)

حدیث ۳: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت اُم المومنین عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جبرئیل علیہ السلام مجھے پروسی کے متعلق برابر وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ مجھے گمان ہوا کہ پروسی کو وارث بنادیں گے۔'' (5)

---

1 ......"المعجم الأوسط"، باب الالف، الحديث: ١٢٧٩، ج١، ص٣٥١.

2 ......پ ٥، النسآء: ٣٦.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب اثم من لايأ من جاره بوائقه، الحديث: ٦٠١٦، ج٤، ص١٠٤.

4 ......"صحيح مسلم"، كتاب الإيمان، باب بيان تحريم إيذاء الجار، الحديث: ٧٣-(٤٦)، ص٤٣.

5 ......"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب الوصاة بالجار، الحديث: ٦٠١٤، ج٤، ص١٠٤.

حدیث۴: ترمذی ودارمی وحاکم نے عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساتھیوں میں وہ بہتر ہے، جو اپنے ساتھی کا خیر خواہ ہو اور پروسیوں میں اللہ (عزوجل) کے نزدیک وہ بہتر ہے، جو اپنے پروسی کا خیر خواہ ہو۔'' (1)

حدیث۵: حاکم نے مستدرک میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص اللہ (عزوجل) اور پچھلے دن (قیامت) پر ایمان رکھتا ہے، وہ اپنے پروسی کا اِکرام کرے۔'' (2)

حدیث۶: ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: ایک شخص نے حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کی خدمت میں عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) مجھے یہ کیونکر معلوم ہو کہ میں نے اچھا کیا یا برا کیا؟ فرمایا: ''جب تم اپنے پروسیوں کو یہ کہتے سنو کہ تم نے اچھا کیا ہے تو بے شک تم نے اچھا کیا اور جب یہ کہتے سنو کہ تم نے برا کیا تو بے شک تم نے برا کیا ہے۔'' (3)

حدیث۷: بیہقی نے شعب الایمان میں عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ ایک روز نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے وضو کیا۔ صحابہ کرام (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم) نے وضو کا پانی لے کر مونھ وغیرہ پر مسح کرنا شروع کردیا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: کیا چیز تمھیں اس کام پر آمادہ کرتی ہے؟ عرض کی، اللہ ورسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کی محبت، حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''جس کی خوشی یہ ہو کہ اللہ ورسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) سے محبت کرے یا اللہ ورسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) اس سے محبت کریں، وہ جب بات بولے سچ بولے اور جب اس کے پاس امانت رکھی جائے تو امانت ادا کردے اور جو اس کے جوار میں ہو، اس کے ساتھ احسان کرے۔'' (4)

حدیث۸: بیہقی نے شعب الایمان میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا: ''مومن وہ نہیں جو خود پیٹ بھر کھائے اور اس کا پروسی اس کے پہلو میں بھوکا رہے۔'' (5) یعنی مومن کامل نہیں۔

---

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في حق الجوار، الحديث: ١٩٥١، ج٣، ص٣٧٩.

2 ......"المستدرك" للحاكم، كتاب البر والصلة، باب خير الأصحاب عند الله...إلخ، الحديث: ٧٣٧٨، ج٥، ص٢٢٨.

3 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الزهد، باب الثناء الحسن، الحديث: ٤٢٢٣، ج٤، ص٤٧٩.

4 ......"شعب الإيمان"، باب في تعظيم النبى صلى الله عليه وسلم واجلاله و توقيره، الحديث: ١٥٣٣، ج٢، ص٢٠١.

5 ......"شعب الإيمان"، باب في الزكاة، فصل في كراهية امساك الفضل...إلخ، الحديث: ٣٣٨٩، ج٣، ص٢٢٥.

حدیث۹: طبرانی نے جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''جب کوئی شخص ہانڈی پکائے تو شوربا زیادہ کرے اور پڑوسی کو بھی اس میں سے کچھ دے۔'' (1)

حدیث۱۰: دیلمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''اے عائشہ! پڑوسی کا بچہ آجائے تو اس کے ہاتھ میں کچھ رکھ دو کہ اس سے محبت بڑھے گی۔'' (2)

حدیث۱۱: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''پڑوسی تمھاری دیوار پر کڑیاں رکھنا چاہے تو اسے منع نہ کرو۔'' (3) یہ حکم دیانت کا ہے، قضاءً اس کو منع کرسکتا ہے۔

حدیث۱۲: امام احمد و بیہقی نے شعب الایمان میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) فلانی عورت کے متعلق ذکر کیا جاتا ہے کہ نماز و روزہ و صدقہ کثرت سے کرتی ہے مگر یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف پہنچاتی ہے، فرمایا: ''وہ جہنم میں ہے۔'' انھوں نے کہا، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) فلانی عورت کی نسبت زیادہ ذکر کیا جاتا ہے کہ اس کے روزہ و صدقہ و نماز میں کمی ہے (یعنی نوافل)، وہ پنیر کے ٹکڑے صدقہ کرتی ہے اور اپنی زبان سے پڑوسیوں کو ایذا نہیں دیتی، فرمایا: ''وہ جنت میں ہے۔''(4)

حدیث۱۳: امام احمد و بیہقی نے عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے تمھارے مابین اخلاق کی اسی طرح تقسیم فرمائی جس طرح رزق کی تقسیم فرمائی، اللہ تعالیٰ دنیا اسے بھی دیتا ہے جو اسے محبوب ہو اور اسے بھی جو محبوب نہیں اور دین صرف اسی کو دیتا ہے جو اس کے نزدیک پیارا ہے، لہٰذا جس کو خدا نے دین دیا اسے محبوب بنالیا، قسم ہے اس کی جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے! بندہ مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو۔''(5) یعنی جب تک دل میں تصدیق اور زبان سے اقرار نہ ہو اور مومن نہیں ہوتا جب تک اس کا پڑوسی اس کی آفتوں سے امن میں نہ ہو، اسی کی مثل حاکم نے مستدرک میں روایت کی۔

حدیث۱۴: حاکم نے مستدرک میں نافع بن عبد الحارث رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ

---

1 ...... "المعجم الأوسط"، باب الراء، الحديث: ٣٥٩١، ج٢، ص٣٧٩.

2 ...... "الفردوس بمأثور الخطاب"، الحديث: ٨٦٣٠، ج٥، ص٤٢٧.

3 ...... "صحيح البخاري"، كتاب المظالم، باب لا يمنع جار جاره أن يغرز خشبة في جداره، الحديث: ٢٤٦٣، ج٢، ص١٣٢.

4 ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، الحديث: ٩٦٨١، ج٣، ص٤٤١.
و"شعب الإيمان"، باب في إكرام الجار، الحديث: ٩٥٤٥، ٩٥٤٦، ج٧، ص٧٨ ـ ٧٩.

5 ...... "شعب الإيمان"، باب في قبض اليد عن الاموال المحرمة، الحديث: ٥٥٢٤، ج٤، ص٣٩٥ ـ ٣٩٦.

تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مردِ مسلم کے لیے دنیا میں یہ بات سعادت میں سے ہے، کہ اس کا پڑوسی صالح ہو اور مکان کشادہ ہو اور سواری اچھی ہو۔'' (1)

حدیث ۱۵: حاکم نے مستدرک میں عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہتی ہیں میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) میرے دو پڑوسی ہیں، ان میں سے کس کے پاس ہدیہ بھیجوں؟ فرمایا: ''جس کا دروازہ زیادہ نزدیک ہو۔''(2)

حدیث ۱۶: امام احمد نے عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن سب سے پہلے جو دو شخص اپنا جھگڑا پیش کریں گے، وہ دونوں پڑوسی ہوں گے۔'' (3)

حدیث ۱۷: بیہقی نے عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنہما سے بسند ضعیف روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: تمھیں معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ یہ کہ جب وہ تم سے مدد مانگے مدد کرو اور جب قرض مانگے قرض دو اور جب محتاج ہو تو اسے دو اور جب بیمار ہو عیادت کرو اور جب اسے خیر پہنچے تو مبارک باد دو اور جب مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو اور مرجائے تو جنازہ کے ساتھ جاؤ اور بغیر اجازت اپنی عمارت بلند نہ کرو، کہ اس کی ہوا روک دو اور اپنی ہانڈی سے اس کو ایذا نہ دو، مگر اس میں سے کچھ اسے بھی دو اور میوے خریدو تو اس کے پاس بھی ہدیہ کرو اور اگر ہدیہ نہ کرنا ہو تو چھپا کر مکان میں لاؤ اور تمھارے بچے اسے لے کر باہر نہ نکلیں کہ پڑوسی کے بچوں کو رنج ہوگا۔

تمھیں معلوم ہے کہ پڑوسی کا کیا حق ہے؟ قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! پوری طور پر پڑوسی کا حق ادا کرنے والے تھوڑے ہیں، وہی ہیں جن پر اللہ (عزوجل) کی مہربانی ہے۔ برابر پڑوسی کے متعلق حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) وصیت فرماتے رہے یہاں تک کہ لوگوں نے گمان کیا کہ پڑوسی کو وارث کردیں گے۔

پھر حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا کہ ''پڑوسی تین قسم کے ہیں، بعض کے تین حق ہیں، بعض کے دو اور بعض کا ایک حق ہے۔ جو پڑوسی مسلم ہو اور رشتہ والا ہو، اس کے تین حق ہیں۔ حق جوار اور حق اسلام اور حق قرابت۔ پڑوسی مسلم کے دو حق ہیں، حق جوار اور حق اسلام اور پڑوسی کافر کا صرف ایک حق جوار ہے۔'' ہم نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) ان کو اپنی قربانیوں میں سے دیں؟ فرمایا کہ مشرکین کو قربانیوں میں سے کچھ نہ دو۔ (4)

---

1 ......"المستدرك"، كتاب البر والصلة، باب ان الله لايعطى الإيمان الا من يحب،الحديث:٧٣٨٦،ج٥، ص٢٣٢.

2 ......"المستدرك" للحاكم، كتاب البر والصلة، باب لايشبع الرجل دون جاره،الحديث:٧٣٨٩،ج٥، ص٢٣٢.

3 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل حديث عقبة بن عامر الجهني،الحديث:١٧٣٧٧،ج٦، ص١٣٤.

4 ......"شعب الإيمان"، باب في اكرام الجار،الحديث: ٩٥٦٠،ج٧، ص٨٣ ـ ٨٤.

مسئلہ ۱: چھت پر چڑھنے میں دوسروں کے گھروں میں نگاہ پہنچتی ہے تو وہ لوگ چھت پر چڑھنے سے منع کرسکتے ہیں، جب تک پردہ کی دیوار نہ بنوالے یا کوئی ایسی چیز نہ لگالے جس سے بے پردگی نہ ہو اور اگر دوسرے لوگوں کے گھروں میں نظر نہیں پڑتی مگر وہ لوگ جب چھت پر چڑھتے ہیں تو سامنا ہوتا ہے تو اس کو چڑھنے سے منع نہیں کرسکتے، بلکہ ان کی مستورات کو یہ چاہیے کہ وہ خود چھتوں پر نہ چڑھیں تاکہ بے پردگی نہ ہو۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۲: اس کے مکان کی پچھیت[2] دوسرے کے مکان میں ہے یہ اپنی دیوار میں مٹی لگانا چاہتا ہے، مالک مکان اپنے گھر میں جانے سے اسے روکتا ہے۔ اب مٹی کیوں کر لگائی جائے مالک مکان سے کہا جائے گا کہ اسے مکان میں جانے کی اجازت دے، ورنہ وہ خود مٹی لگوادے، اس کے پیسے اس سے دلوادیے جائیں گے۔ اسی طرح اگر اس کی دیوار دوسرے کے مکان میں گر گئی ہے، وہاں سے مٹی اٹھانے کی ضرورت ہے، مالک مکان اس کو اجازت دیدے کہ یہ وہاں سے مٹی اٹھائے اور اجازت نہیں دیتا تو خود اٹھائے۔[3] (عالمگیری)

مخلوقِ خدا پر مہربانی کرنا

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۪ ﴾[4]

''نیکی اور پرہیزگاری پر آپس میں ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و ظلم پر مدد نہ کرو۔''

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں جریر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اللہ تعالٰی اس پر رحم نہیں کرتا جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔''[5]

حدیث ۲: امام احمد و ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں کہ میں نے ابو القاسم صادق مصدوق صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ ''رحمت نہیں نکالی جاتی مگر بدبخت سے۔''[6]

---

1 ......''الدر المختار''، کتاب القضاء، مسائل شتّٰی، ج۸، ص۱۷۲.

2 ...... یعنی مکان کے پیچھے کی دیوار۔

3 ......''الفتاوی الهندیة''، کتاب الکراهیة، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج۵، ص۳۷۴.

4 ......پ۶، المآئدة: ۲.

5 ......''صحیح البخاري''، کتاب التوحید، باب قول اللہ ﴿ قل ادعوا اللّٰہ ... إلخ ﴾، الحدیث: ۷۳۷۶، ج۴، ص۵۳۱.

6 ......''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هریرة، الحدیث: ۸۰۰۷، ج۳، ص۱۶۴.

و''سنن الترمذي''، کتاب البر والصلة، باب ماجاء في رحمة الناس، الحدیث: ۱۹۲۳، ج۳، ص۳۷۱.

حدیث ۳: ابوداود و ترمذی نے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''رحم کرنے والوں پر رحمٰن رحم کرتا ہے، زمین والوں پر رحم کرو، تم پر وہ رحم فرمائے گا جس کی حکومت آسمان میں ہے۔'' (1)

حدیث ۴: ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''وہ ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹے پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑے کی توقیر نہ کرے اور اچھی بات کا حکم نہ کرے اور بری بات سے منع نہ کرے۔'' (2)

حدیث ۵: ترمذی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی: ''جوان اگر بوڑھے کا اکرام اس کی عمر کی وجہ سے کرے گا تو اس کی عمر کے وقت اللہ تعالیٰ ایسے کو مقرر کردے گا، جو اس کا اکرام کرے۔'' (3)

حدیث ۶: ابوداود نے ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''یہ بات اللہ تعالیٰ کی تعظیم میں سے ہے کہ بوڑھے مسلمان کا اکرام کیا جائے اور اس حامل قرآن کا اکرام کیا جائے جو نہ غالی ہو، نہ جافی (یعنی جو غلو کرتے ہیں کہ حد سے تجاوز کرجاتے ہیں کہ پڑھنے میں الفاظ کی صحت کا لحاظ نہیں رکھتے یا معنی غلط بیان کرتے ہیں یا ریا کے طور پر تلاوت کرتے ہیں اور جفا یہ ہے کہ اُس سے اعراض کرے، نہ قرآن کی تلاوت کرے، نہ اس کے احکام پر عمل کرے) اور بادشاہ عادل کا اکرام کرنا۔'' (4)

حدیث ۷: امام احمد و بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''مومن اُلفت کی جگہ ہے اور اس شخص میں کوئی بھلائی نہیں جو نہ اُلفت کرے، نہ اس سے اُلفت کی جائے۔'' (5)

حدیث ۸: بیہقی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو میری اُمت میں کسی کی حاجت پوری کردے جس سے مقصود اس کو خوش کرنا ہے، اس نے مجھے خوش کیا اور جس نے مجھے خوش کیا، اس نے اللہ (عزوجل) کو خوش کیا اور جس نے اللہ (عزوجل) کو خوش کیا، اللہ (عزوجل) اسے جنت میں داخل فرمائے گا۔'' (6)

---

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في رحمة المسلمين، الحديث: ١٩٣١، ج٣ ص ٣٧١.

2 ......المرجع السابق، باب ما جاء في رحمة الصبيان، الحديث: ١٩٢٨، ١٩٢٦، ج٣، ص ٣٦٩.

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في إجلال الكبير، الحديث: ٢٠٢٩، ج٣، ص ٤١١.

4 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم، الحديث: ٤٨٤٣، ج٤، ص ٣٤٤.

5 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة، الحديث: ٩٢٠٩، ج٣، ص ٣٦٢-٣٦٣.

و"شعب الإيمان"، باب في حسن الخلق، فصل في لين الجانب...إلخ، الحديث: ٨١١٩، ج٦، ص ٢٧٠ - ٢٧١.

6 ......"شعب الإيمان"، باب في التعاون على البر والتقوى، الحديث: ٧٦٥٣، ج٦، ص ١١٥.

حدیث ۹: بیہقی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو کسی مظلوم کی فریاد رسی کرے، اللہ تعالٰی اس کے لیے تہتّر ۷۳ مغفرتیں لکھے گا، ان میں سے ایک سے اس کے تمام کاموں کی درستی ہو جائے گی اور بہتّر ۷۲ سے قیامت کے دن اس کے درجے بلند ہوں گے۔'' (1)

حدیث ۱۰: صحیح مسلم میں نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''تمام مومنین شخص واحد کی مثل ہیں، اگر اس کی آنکھ بیمار ہوئی تو وہ کل بیمار ہے اور سر میں بیماری ہوئی تو کل بیمار ہے۔''(2)

حدیث ۱۱: صحیح بخاری و مسلم میں ابو موسیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''مومن مومن کے لیے عمارت کی مثل ہے کہ اس کا بعض بعض کو قوت پہنچاتا ہے۔ پھر حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں داخل فرمائیں۔''(3) یعنی جس طرح یہ ملی ہوئی ہیں مسلمانوں کو بھی اسی طرح ہونا چاہیے۔

حدیث ۱۲: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: اپنے بھائی کی مدد کر ظالم ہو یا مظلوم ہو۔ کسی نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) مظلوم ہو تو مدد کروں گا ظالم ہو تو کیونکر مدد کروں۔ فرمایا کہ ''اس کو ظلم کرنے سے روک دے یہی مدد کرنا ہے۔'' (4)

حدیث ۱۳: صحیح بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مسلم مسلم کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرے، نہ اس کی مدد چھوڑے اور جو شخص اپنے بھائی کی حاجت میں ہو، اللہ (عزوجل) اس کی حاجت میں ہے اور جو شخص مسلم سے کسی ایک تکلیف کو دور کرے، اللہ تعالٰی قیامت کی تکالیف میں سے ایک تکلیف اس کی دور کردے گا اور جو شخص مسلم کی پردہ پوشی کرے گا، اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی کرے گا۔'' (5)

حدیث ۱۴: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے! بندہ مومن نہیں ہوتا جب تک اپنے بھائی کے لیے وہ پسند نہ کرے، جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔'' (6)

---

1 ...... "شعب الإيمان"، باب في التعاون على البر والتقوى، الحديث: ٧٦٧٠، ج٦، ص ١٢٠.

2 ...... "صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة... إلخ، باب تراحم المومنين... إلخ، الحديث: ٦٦، ٦٧ـ(٢٥٨٦)، ص١٣٩٦.

3 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب تعاون المؤمنين... إلخ، الحديث: ٦٠٢٦، ج٤، ص١٠٦.

4 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الأكراه، باب يمين الرجل... إلخ، الحديث: ٦٩٥٢، ج٤، ص٣٨٩.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب الآداب، باب الشفقة والرحمة على الخلق، الحديث: ٤٩٥٧، ج٣، ص٦٦.

5 ...... "صحيح البخاري"، كتاب المظالم، باب لايظلم المسلم المسلم... إلخ، الحديث: ٢٤٤٢، ج٢، ص١٢٦.

6 ...... "صحيح مسلم"، كتاب الإيمان، باب الدليل على ان من خصال الإيمان... إلخ، الحديث: ٧١، ٧٢ـ(٤٥)، ص٤٣.

حدیث ۱۵: صحیح مسلم میں تمیم داری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: دین خیرخواہی کا نام ہے، اس کو تین مرتبہ فرمایا۔ ہم نے عرض کی کس کی خیرخواہی؟ فرمایا: ''اللہ و رسول اور اُس کی کتاب کی اور ائمۂ مسلمین اور عام مسلمانوں کی۔'' (1)

حدیث ۱۶: صحیح بخاری و مسلم میں جریر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے نماز قائم کرنے اور زکاۃ دینے اور ہر مسلمان کی خیرخواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔ (2)

حدیث ۱۷: ابوداود نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''لوگوں کو ان کے مرتبہ میں اتارو۔'' (3) یعنی ہر شخص کے ساتھ اس طرح پیش آؤ جو اس کے مرتبہ کے مناسب ہو سب کے ساتھ ایک سا برتاؤ نہ ہو مگر اس میں یہ لحاظ ضرور کرنا ہوگا کہ دوسرے کی تحقیر و تذلیل نہ ہو۔

حدیث ۱۸: ترمذی و بیہقی نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''تم میں اچھا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی امید ہو اور جس کی شرارت سے امن ہو اور تم میں برا وہ شخص ہے جس سے بھلائی کی اُمید نہ ہو اور جس کی شرارت سے امن نہ ہو۔'' (4)

حدیث ۱۹: بیہقی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''تمام مخلوق اللہ تعالیٰ کی عیال ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب میں پیارا وہ ہے جو اس کی عیال کے ساتھ احسان کرے۔'' (5)

حدیث ۲۰: ترمذی نے ابوذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جہاں کہیں رہو خدا سے ڈرتے رہو اور برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرو یہ نیکی اسے مٹادے گی اور لوگوں سے اچھے اخلاق کے ساتھ پیش آؤ۔'' (6)

نرمی و حیا و خوبی اَخلاق کا بیان

حدیث ۱: اللہ تعالیٰ مہربان ہے، مہربانی کو دوست رکھتا ہے اور مہربانی کرنے پر وہ دیتا ہے کہ سختی پر نہیں دیتا۔ (7) (مسلم)

---

1. ...... "صحيح مسلم"، كتاب الإيمان، باب بيان ان الدين النصيحة، الحديث: ٩٥ ـ (٥٥)، ص ٤٧.
2. ...... "صحيح البخاري"، كتاب الإيمان، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم الدين النصيحة... إلخ، الحديث: ٥٧، ج ١، ص ٣٥.
3. ...... "سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في تنزيل الناس منازلهم، الحديث: ٤٨٤٢، ج ٤، ص ٣٤٣.
4. ...... "سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب: ٧٦، الحديث: ٢٢٧٠، ج ٤، ص ١١٦.
5. ...... "شعب الإيمان"، باب في طاعة أولى الأمر، فصل في نصيحة الولاة، الحديث: ٧٤٤٧، ج ٦، ص ٤٣.
6. ...... "سنن الترمذي"، ابواب البر والصلة، باب ماجاء في معاشرة الناس، الحديث: ١٩٩٤، ج ٣، ص ٣٩٧.
7. ...... "صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة... إلخ، باب فضل الرفق، الحديث: ٧٧ ـ (٢٥٩٣)، ص ١٣٩٨.

حدیث۲: حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا: نرمی کو لازم کرلو اور سختی و فحش سے بچو، جس چیز میں نرمی ہوتی ہے، اس کو زینت دیتی ہے اور جس چیز سے جدا کرلی جاتی ہے، اُسے عیب دار کر دیتی ہے۔[1] (مسلم)

حدیث۳: جو نرمی سے محروم ہوا وہ خیر سے محروم ہوا۔[2] (مسلم)

حدیث۴: جس کو نرمی سے حصہ ملا اسے دنیا و آخرت کی خیر کا حصہ ملا اور جو شخص نرمی کے حصہ سے محروم ہوا وہ دنیا و آخرت کے خیر سے محروم ہوا۔[3] (شرح سنہ)

حدیث۵: کیا میں تم کو خبر نہ دوں کہ کون شخص جہنم پر حرام ہے اور جہنم اس پر حرام وہ شخص کہ آسانی کرنے والا نرم قریب سہل ہے۔[4] (احمد و ترمذی)

حدیث۶: مومن آسانی کرنے والے نرم ہوتے ہیں، جیسے نکیل والا اونٹ کہ کھینچا جائے تو کھنچ جاتا ہے اور چٹان پر بٹھایا جائے تو بیٹھ جائے۔[5] (ترمذی)

حدیث۷: ایک شخص اپنے بھائی کو حیا کے متعلق نصیحت کررہا تھا کہ اتنی حیا کیوں کرتے ہو، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اسے چھوڑ دو''، یعنی نصیحت نہ کرو کیونکہ حیا ایمان سے ہے۔[6] (بخاری، مسلم)

حدیث۸: حیا نہیں لاتی ہے مگر خیر کو حیا کل ہی خیر ہے۔[7] (بخاری، مسلم)

حدیث۹: یہ اگلے انبیا کا کلام ہے جو لوگوں میں مشہور ہے، جب تجھے حیا نہیں تو جو چاہے کر۔[8] (بخاری)

---

1 ......"صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة...إلخ، باب فضل الرفق،الحديث:٧٨،٧٩ـ(٢٥٩٤)،ص١٣٩٨،١٣٩٩.
و"صحيح البخاري"، كتاب الأدب، باب لم يكن النبي صلى الله عليه وسلم فاحشا...إلخ،الحديث:٦٠٣٠،ج٤،ص١٠٨.

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة...إلخ، باب فضل الرفق،الحديث:٧٥ـ(٢٥٩٢)،ص١٣٩٨.

3 ......"شرح السنة"، كتاب البر والصلة، باب الرفق،الحديث:٣٣٨٥،ج٦، ص٤٧٢.

4 ......"المسند"للإمام أحمد بن حنبل، مسند عبد الله بن مسعود،الحديث:٣٩٣٨ ج٢، ص٩٠.
و"سنن الترمذي"، كتاب صفة القيامة...إلخ، باب:١١٠،الحديث:٢٤٩٦،ج٤،ص٢٢٠.

5 ......"مشكاة المصابيح"، كتاب الآداب، باب الرفق والحياء...إلخ،الحديث:٥٠٨٦،ج٣، ص٨٨.

6 ......"صحيح البخاري"، كتاب الإيمان، باب الحياء من الإيمان،الحديث:٢٤،ج١،ص١٩.

7 ......"صحيح مسلم"، كتاب الإيمان، باب بيان عدد شعب الإيمان...إلخ،الحديث ٦٠،٦١ـ(٣٧)،ص٤٠.

8 ......"صحيح البخاري"، كتاب أحاديث الأنبياء،باب:٥٦،الحديث:٣٤٨٤،ج٢،ص٤٧٠.

حدیث ۱۰: حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں ہے اور بے ہودہ گوئی جفا سے ہے اور جفا جہنم میں ہے۔[1] (احمد، ترمذی)

حدیث ۱۱: ہر دین کے لیے ایک خلق ہوتا ہے یعنی عادت وخصلت اور اسلام کا خلق حیا ہے۔[2] (امام مالک)

حدیث ۱۲: ایمان وحیا دونوں ساتھی ہیں ایک کو اٹھالیا جاتا ہے تو دوسرا بھی اٹھالیا جاتا ہے۔[3] (بیہقی)

حدیث ۱۳: نیکی اچھے اخلاق کا نام ہے اور گناہ وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے اور تجھے یہ ناپسند ہو کہ لوگوں کو اس پر اطلاع ہو جائے۔[4] (مسلم)

یہ حکم اس کا ہے جس کے سینے کو خدا نے منور فرمایا ہے اور قلب بیدار وروشن ہے پھر بھی یہ وہاں ہے کہ دلائل شرعیہ سے اس کی حرمت ثابت نہ ہو اور اگر دلائل حرمت پر ہوں تو نہ کھٹکنے کا لحاظ نہ ہوگا۔

حدیث ۱۴: تم میں سب سے زیادہ میرا محبوب وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔[5] (بخاری)

حدیث ۱۵: تم میں اچھے وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔[6] (بخاری، مسلم)

حدیث ۱۶: ایمان میں زیادہ کامل وہ ہیں جن کے اخلاق اچھے ہوں۔[7] (ابوداود)

حدیث ۱۷: خلق حَسَن سے بہتر انسان کو کوئی چیز نہیں دی گئی۔[8] (بیہقی)

حدیث ۱۸: قیامت کے دن مومن کی میزان میں سب میں بھاری جو چیز رکھی جائے گی وہ خلق حَسَن ہے اور اللہ تعالیٰ اس کو دوست نہیں رکھتا جو فحش گو بدزبان ہو۔[9] (ترمذی)

---

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في الحياء، الحديث: ٢٠١٦، ج٣، ص٤٠٦.

2 ......"الموطأ"، كتاب حسن الخلق، باب ماجاء في الحياء، الحديث: ١٧٢٤، ج٢، ص٤٠٥.
و"سنن ابن ماجه"، كتاب الزهد، باب الحياء، الحديث: ٤١٨١، ج٤، ص٤٦٠.

3 ......"شعب الإيمان"، باب الحياء، الحديث: ٧٧٢٧، ج٦، ص١٤٠.

4 ......"صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة... إلخ، باب تفسير البر والإثم، الحديث: ١٤-(٢٥٥٣)، ص١٣٨٢.

5 ......"صحيح البخاري"، كتاب فضائل أصحاب النبي صلى الله عليه وسلم، باب مناقب عبد الله بن مسعود رضي الله عنه، الحديث: ٣٧٥٩، ج٢، ص٥٤٩.

6 ......"صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم، الحديث: ٣٥٥٩، ج٢، ص٤٨٩.

7 ......"سنن أبي داود"، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه، الحديث: ٤٦٨٢، ج٤، ص٢٩٠.

8 ......"شعب الإيمان"، باب في حسن الخلق، الحديث: ٧٩٩٢، ج٦، ص٢٣٥.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب الآداب، باب الرفق والحياء... إلخ، الفصل الثاني، الحديث: ٥٠٧٨، ج٣، ص٨٧.

9 ...... "سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في حسن الخلق، الحديث: ٢٠٠٩، ج٣، ص٤٠٣.

حدیث ۱۹: مومن اپنے اچھے اخلاق کی وجہ سے قائم اللیل اور صائم النہار کا درجہ پا جاتا ہے۔[1] (ابوداود)

حدیث ۲۰: مومن دھوکا کھا جانے والا ہوتا ہے (یعنی اپنے کرم کی وجہ سے دھوکا کھا جاتا ہے نہ کہ بے عقلی سے) اور فاجر دھوکا دینے والا لئیم یعنی بدخلق ہوتا ہے۔[2] (امام احمد، ترمذی، ابوداود)

حدیث ۲۱: اللہ (عزوجل) سے ڈر جہاں بھی تو ہو اور برائی ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر کہ یہ اس کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ اچھے اخلاق سے پیش آیا کر۔[3] (احمد، ترمذی، دارمی)

حدیث ۲۲: جو شخص غصہ کو پی جاتا ہے حالانکہ کر ڈالنے پر اسے قدرت ہے قیامت کے دن اللہ تعالٰی اسے سب کے سامنے بلائے گا اور اختیار دے دے گا کہ جن حوروں میں تو چاہے چلا جائے۔[4] (ترمذی، ابوداود)

حدیث ۲۳: میں اس لیے بھیجا گیا کہ اچھے اخلاق کی تکمیل کر دوں۔[5] (امام مالک و احمد)

اچھوں کے پاس بیٹھنا بُروں سے بچنا

حدیث ۱: اچھے اور بُرے ہم نشین کی مثال جیسے مشک کا اُٹھانے والا اور بھٹی پھونکنے والا، جو مشک لیے ہوئے ہے یا وہ تجھے اس میں سے دے گا یا تو اس سے خرید لے گا یا تجھے خوشبو پہنچے گی اور بھٹی پھونکنے والا تیرے کپڑے جلا دے گا یا تجھے بری بو پہنچے گی۔[6]

حدیث ۲: مصاحبت نہ کرو مگر مومن کی۔[7] یعنی صرف مومن کامل کے پاس بیٹھا کرو۔

حدیث ۳: بڑوں کے پاس بیٹھا کرو اور علماء سے باتیں پوچھا کرو اور حکما سے میل جول رکھو۔[8]

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب في حسن الخلق، الحديث: ٤٧٩٨، ج٤، ص٣٣٢.
و"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة رضی اللہ عنہا، الحديث: ٢٤٤٠٩، ج٩، ص٣٣٢.

2 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب ماجاء في البخل، الحديث: ١٩٧١، ج٣، ص٣٨٨.

3 ......المرجع السابق، باب ماجاء في معاشرة الناس، الحديث: ١٩٩٤، ج٣، ص٣٩٧.

4 ......"سنن الترمذي"، كتاب البر والصلة، باب في كظم الغيظ، الحديث: ٢٠٢٨، ج٣، ص٤١١.
و"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب من كظم غيظا، الحديث: ٤٧٧٧، ج٤، ص٣٢٥.

5 ......"الموطأ" للمالك، كتاب حسن الخلق، باب ما جاء في الحياء، الحديث: ١٧٢٣، ج٢، ص٤٠٤.

6 ......"صحيح البخاري"، كتاب الذبائح والصيد، باب المسك، الحديث: ٥٥٣٤، ج٣، ص٥٦٧.

7 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب من يؤمران يجالس، الحديث: ٤٨٣٢، ج٤، ص٣٤١.

8 ......"الجامع الصغير"، الحديث: ٣٥٧٧، ص٢١٨.

حدیث۴: جومسلمان لوگوں سے ملتا جلتا ہےاوران کی ایذاؤں پر صبر کرتا ہے، وہ اس مسلمان سے بہتر ہے جونہیں ملتا جلتااوران کی تکلیف دہی پرصبر نہیں کرتا۔[1]

حدیث۵: اچھا ساتھی وہ ہے کہ جب تو خدا کو یاد کرے تو وہ تیری مدد کرے اور جب تو بھولے تو وہ یاددلائے۔[2]

حدیث۶: اچھا ہم نشین وہ ہے کہ اس کے دیکھنے سے تمھیں خدا یاد آئے اور اس کی گفتگو سے تمھارے عمل میں زیادتی ہواوراس کا عمل تمھیں آخرت کی یاددلائے۔[3]

حدیث۷: ایسے کے ساتھ نہ رہو جو تمھاری فضیلت کا قائل نہ ہو، جیسے تم اس کی فضیلت کے قائل ہو۔[4] یعنی جو تمھیں نظرِ حقارت سے دیکھتا ہواس کے ساتھ نہ رہو یا یہ کہ وہ اپنا حق تمھارے ذمہ جانتا ہواور تمھارے حق کا قائل نہ ہو۔

حدیث۸: حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: ایسی چیز میں نہ پڑو جو تمھارے لیے مفید نہ ہو اور دشمن سے الگ رہو اور دوست سے بچتے رہو مگر جبکہ وہ امین ہو کہ امین کے برابر کوئی نہیں اور امین وہی ہے جو اللہ (عزوجل) سے ڈرے اور فاجر کے ساتھ نہ رہو کہ وہ تمھیں فجور سکھائے گا اور اس کے سامنے بھید کی بات نہ کہو اور اپنے کام میں ان سے مشورہ لو جو اللہ (عزوجل) سے ڈرتے ہیں۔[5]

حدیث۹: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: فاجر سے بھائی بندی نہ کر کہ وہ اپنے فعل کو تیرے لیے مزین کرے گا اور یہ چاہے گا کہ تو بھی اس جیسا ہو جائے اور اپنی بدترین خصلت کو اچھا کر کے دکھائے گا، تیرے پاس اس کا آنا جانا عیب اور ننگ ہے اور احمق سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ وہ اپنے کو مشقت میں ڈال دے گا اور تجھے کچھ نفع نہیں پہنچائے گا اور کبھی یہ ہوگا کہ تجھے نفع پہنچانا چاہے گا مگر ہوگا یہ کہ نقصان پہنچادے گا اس کی خاموشی بولنے سے بہتر ہے اس کی دوری نزدیکی سے بہتر ہے اور موت زندگی سے بہتر اور کذاب سے بھی بھائی چارہ نہ کر کہ اس کے ساتھ معاشرت تجھے نفع نہ دے گی تیری بات دوسروں تک پہنچائے گا اور دوسروں کی تیرے پاس لائے گا اور اگر تو سچ بولے گا جب بھی وہ سچ نہیں بولے گا۔[6]

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب صفة القيامة، باب: ۱۲۰، الحديث: ۲۵۱۵، ج٤، ص۲۲۷.
و"سنن ابن ماجه"، كتاب الفتن، باب الصبر على البلاء، الحديث: ٤٠٣٢، ج٤، ص۳۷٥.
2 ......"الإخوان" لابن أبي الدنيا، باب من أمر بصحبته...إلخ، ص٤٦.
3 ......"الجامع الصغير"، الحديث: ٤٠٦٣، ص٢٤٧.
4 ......"حلية الاولياء"، رقم: ١٤٣٧٥، ج١٠، ص٢٤.
5 ......"الصمت" لابن أبي الدنيا، باب النهى عن الكلام فيما لا يعنيك، ص١٢٤.
و"شعب الإيمان"، باب في حفظ اللسان، فصل في فضل السكوت عمالايعنيه، الحديث: ٤٩٩٥، ج٤، ص٢٥٧.
6 ......"تاريخ دمشق" لابن عساكر، ج٤٢، ص٥١٦.

اللّٰہ (عزوجل) کے لیے دوستی و دشمنی کا بیان

حدیث ۱: روحوں کا لشکر مجتمع تھا جن میں وہاں تعارف تھا دنیا میں اُلفت ہوئی اور وہاں ناآشنائی رہی تو یہاں اختلاف ہوا۔ (1)

حدیث ۲: اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: ''کہاں ہیں جو میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے تھے آج میں ان کو اپنے سایہ میں رکھوں گا، آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں۔'' (2)

حدیث ۳: ایک شخص اپنے بھائی سے ملنے دوسرے قریہ میں گیا، اللّٰہ تعالیٰ نے اس کے راستہ پر ایک فرشتہ بٹھا دیا۔ جب وہ فرشتہ کے پاس آیا، اس نے دریافت کیا کہاں کا ارادہ ہے؟ کہا اس قریہ میں میرا بھائی ہے اس سے ملنے جاتا ہوں۔ فرشتہ نے کہا، کیا اس پر تیرا کوئی احسان ہے، جسے لینے کو جاتا ہے؟ اس نے کہا نہیں، صرف یہ بات ہے کہ میں اسے اللّٰہ (عزوجل) کے لیے دوست رکھتا ہوں۔ فرشتہ نے کہا، مجھے اللّٰہ (عزوجل) نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ تجھے یہ خبر دوں کہ اللّٰہ (عزوجل) نے تجھے دوست رکھا کہ تو نے اللّٰہ (عزوجل) کے لیے اس سے محبت کی۔ (3)

حدیث ۴: ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللّٰہ! (صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) اس کے متعلق کیا ارشاد ہے جو کسی قوم سے محبت رکھتا ہے اور ان کے ساتھ ملا نہیں یعنی ان کی صحبت حاصل نہ ہوئی یا اس نے ان جیسے اعمال نہیں کیے۔ ارشاد فرمایا: ''آدمی اس کے ساتھ ہے جس سے اسے محبت ہے۔'' (4)

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ اچھوں سے محبت اچھا بنا دیتی ہے اور اس کا حشر اچھوں کے ساتھ ہوگا اور بدوں کی محبت برا بنا دیتی ہے اور اس کا حشر اُن کے ساتھ ہوگا۔

حدیث ۵: ایک شخص نے عرض کی، یارسول اللّٰہ! (صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) قیامت کب ہوگی؟ فرمایا: تُو نے اس کے لیے کیا طیاری کی ہے؟ اس نے عرض کی، اس کے لیے میں نے کوئی طیاری نہیں کی، صرف اتنی بات ہے کہ میں اللّٰہ ورسول (عزوجل وصلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) سے محبت رکھتا ہوں۔ ارشاد فرمایا: ''تو ان کے ساتھ ہے جن سے تجھے محبت ہے۔''

---

1 ...... ''صحيح البخاري''، كتاب أحاديث الانبياء، باب الأرواح جنود مجندة، الحديث: ٣٣٣٦، ج٢، ص٤١٣.

2 ...... ''صحيح مسلم''، كتاب البر والصلة...إلخ، باب فضل الحب في الله تعالى، الحديث: ٣٧ ـ (٢٥٦٦)، ص١٣٨٨.

3 ...... المرجع السابق، الحديث: ٣٨ ـ (٢٥٦٧)، ص١٣٨٨.

4 ...... ''صحيح البخاري''، كتاب الأدب، باب علامة حب الله...إلخ، الحديث: ٦١٦٩، ج٤، ص١٤٧.

حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ اسلام کے بعد مسلمانوں کو جتنی اس کلمہ سے خوشی ہوئی، ایسی خوشی میں نے کبھی نہیں دیکھی۔[1]

حدیث ۶: اللہ تعالٰی ارشاد فرماتا ہے: ''جولوگ میری وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے کے پاس بیٹھتے ہیں اور آپس میں ملتے جلتے ہیں اور مال خرچ کرتے ہیں، ان سے میری محبت واجب ہوگئی۔'' [2]

حدیث ۷: اللہ تعالٰی نے فرمایا: ''جولوگ میرے جلال کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں ان کے لیے نُور کے منبر ہوں گے، انبیا وشہدا ان پر غبطہ کریں گے۔''[3]

حدیث ۸: اللہ تعالٰی کے کچھ ایسے بندے ہیں کہ وہ نہ انبیا ہیں نہ شہدا اور خدا کے نزدیک ان کا ایسا مرتبہ ہوگا کہ قیامت کے دن انبیا اور شہدا ان پر غبطہ کریں گے۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) ارشاد فرمائیے یہ کون لوگ ہیں؟ فرمایا ''یہ وہ لوگ ہیں جو محض رحمتِ الٰہی کی وجہ سے آپس میں محبت رکھتے ہیں، نہ ان کے آپس میں رشتہ ہے، نہ مال کا لینا دینا ہے۔ خدا کی قسم! ان کے چہرے نور ہیں اور وہ خود نور پر ہیں ان کو خوف نہیں، جبکہ لوگ خوف میں ہوں گے اور نہ وہ غمگین ہوں گے، جب دوسرے غم میں ہوں گے۔'' اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے یہ آیت پڑھی:

﴿ اَلَاۤ اِنَّ اَوْلِیَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴾ [4]

''سن لو بے شک اللہ (عزوجل) کے اولیا پر نہ خوف ہے، نہ وہ غم کریں گے۔''

حدیث ۹: ایمان کی چیزوں میں سب میں مضبوط اللہ (عزوجل) کے بارے میں موالاۃ ہے اور اللہ (عزوجل) کے لیے محبت کرنا اور بغض رکھنا۔[5]

حدیث ۱۰: رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے فرمایا: تمھیں معلوم ہے اللہ (عزوجل) کے نزدیک سب سے زیادہ پسند کون سا عمل ہے؟ کسی نے کہا، نماز وزکاۃ اور کسی نے کہا جہاد۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''سب سے زیادہ اللہ (عزوجل) کو پیارا، اللہ (عزوجل) کے لیے دوستی اور بغض رکھنا ہے۔''[6]

1 ......"صحیح البخاري"، کتاب فضائل أصحاب النبي صلی اللہ علیہ وسلم، باب مناقب عمر بن الخطاب رضي اللہ عنه... إلخ، الحدیث: ۳۶۸۸، ج۲، ص۵۲۷، و کتاب الأدب، باب ماجاء في قول الرجل ویلك، الحدیث: ۶۱۶۷، ج۴، ص۱۴۶.
و "مشکاة المصابیح"، کتاب الآداب، باب الحب في اللّٰه... إلخ، الحدیث: ۵۰۰۹، ج۳، ص۷۵.

2 ......"الموطأ" للإمام مالك، کتاب الشعر، باب ماجاء في المتحابین في اللّٰه، الحدیث: ۱۸۲۸، ج۲، ص۴۳۹.

3 ......"سنن الترمذي"، کتاب الزهد، باب ماجاء في الحب في اللّٰه، الحدیث: ۲۳۹۷، ج۴، ص۱۷۴.

4 ......"سنن أبي داود"، کتاب البیوع، باب في الرهن، الحدیث: ۳۵۲۷، ج۳، ص۴۰۲، و پ۱۱، یونس: ۶۲.

5 ......"کنز العمال"، کتاب الصحبة، رقم: ۲۴۶۵۲، ج۹، ص۴.

6 ......"المنسد" للإمام أحمد بن حنبل، مسند الأنصار، حدیث أبي ذر الغفاری، الحدیث: ۲۱۳۶۱، ج۸، ص۶۸.

حدیث۱۱: جب کسی نے کسی سے اللہ (عزوجل) کے لیے محبت کی تو اس نے رب عزوجل کا اکرام کیا۔[1]

حدیث۱۲: دوشخصوں نے اللہ (عزوجل) کے لیے باہم محبت کی اور ایک مشرق میں ہے، دوسرا مغرب میں، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دونوں کو جمع کردے گا اور فرمائے گا: ''یہی وہ ہے جس سے تو نے میرے لیے محبت کی تھی۔''[2]

حدیث۱۳: جنت میں یاقوت کے ستون ہیں ان پر زبرجد کے بالاخانے ہیں، وہ ایسے روشن ہیں جیسے چمکدار ستارے۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) ان میں کون رہے گا؟ فرمایا: ''وہ لوگ جو اللہ (عزوجل) کے لیے آپس میں محبت رکھتے ہیں، ایک جگہ بیٹھتے ہیں، آپس میں ملتے ہیں۔''[3]

حدیث۱۴: اللہ (عزوجل) کے لیے محبت رکھنے والے عرش کے گرد یاقوت کی کرسی پر ہوں گے۔[4]

حدیث۱۵: جو کسی سے اللہ (عزوجل) کے لیے محبت رکھے، اللہ (عزوجل) کے لیے دشمنی رکھے اور اللہ (عزوجل) کے لیے دے اور اللہ (عزوجل) کے لیے منع کرے، اس نے اپنا ایمان کامل کرلیا۔[5]

حدیث۱۶: دوشخص جب اللہ (عزوجل) کے لیے باہم محبت رکھتے ہیں، ان کے درمیان میں جدائی اس وقت ہوتی ہے کہ ان میں سے ایک نے کوئی گناہ کیا۔[6] یعنی اللہ (عزوجل) کے لیے جو محبت ہو اس کی پہچان یہ ہے کہ اگر ایک نے گناہ کیا تو دوسرا اس سے جدا ہوجائے۔

حدیث۱۷: اللہ تعالیٰ نے ایک نبی کے پاس وحی بھیجی، کہ فلاں زاہد سے کہہ دو کہ تمہارا زہد اور دنیا میں بے رغبتی اپنے نفس کی راحت ہے اور سب سے جدا ہو کر مجھ سے تعلق رکھنا یہ تمھاری عزت ہے، جو کچھ تم پر میرا حق ہے اُس کے مقابل کیا عمل کیا۔ عرض کرے گا، اے رب! وہ کون سا عمل ہے؟ ارشاد ہوگا: ''کیا تم نے میری وجہ سے کسی سے دشمنی کی اور میرے بارے میں کسی ولی سے دوستی کی۔''[7]

---

1 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند الانصار، حديث أبي امامة الباهلی، الحديث: ۲۲۲۹۲، ج۸، ص۲۸۹.

2 ......"شعب الإيمان"، باب في مقاربة و موادة اهل الدين، فصل في المصافحة...إلخ، الحديث: ۹۰۲۲، ج۶، ص۴۹۲.

3 ......"شعب الإيمان"، باب في مقاربة و موادة أهل الدين، فصل في المصافحة...إلخ، الحديث: ۹۰۰۲، ج۶، ص۴۸۷.

4 ......"المعجم الكبير"، الحديث: ۳۹۷۳، ج۴، ص۱۵۰.

5 ......"سنن أبي داود"، كتاب السنة، باب الدليل على زيادة الإيمان ونقصانه، الحديث: ۴۶۸۱، ج۴، ص۲۹۰.

6 ......"الأدب المفرد" للبخاري، باب هجرة المسلم، الحديث: ۴۰۶، ص۱۲۱.

7 ......"كنز العمال"، كتاب الصحبة، رقم: ۲۴۶۵۳، ج۹، ص۴.
و"حلية الاولياء"، رقم: ۱۵۳۸۴، ج۱۰، ص۳۳۷.

حدیث ۱۸: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اسے یہ دیکھنا چاہیے کہ کس سے دوستی کرتا ہے۔[1]

حدیث ۱۹: جب ایک شخص دوسرے سے بھائی چارہ کرے تو اس کا نام اور اس کے باپ کا نام پوچھ لے اور یہ کہ وہ کس قبیلہ سے ہے کہ اس سے محبت زیادہ پائیدار ہوگی۔[2]

حدیث ۲۰: جب ایک شخص دوسرے سے محبت رکھے تو اسے خبر کردے کہ میں تجھ سے محبت رکھتا ہوں۔[3]

حدیث ۲۱: ایک شخص نے حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) کی خدمت میں عرض کی، کہ میں اس شخص سے اللہ (عزوجل) کے واسطے محبت رکھتا ہوں ارشاد فرمایا: تم نے اس کو اطلاع دیدی ہے۔ عرض کی نہیں، ارشاد فرمایا: اٹھو! اس کو اطلاع دے دو۔ اس نے جا کر خبردار کیا، اس نے کہا جس کے لیے تو مجھ سے محبت رکھتا ہے، وہ تجھے محبوب بنالے۔ واپس آکر حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) سے کہہ سنایا، ارشاد فرمایا: اس نے کیا کہا؟ جو اس نے کہا تھا کہہ سنایا۔ فرمایا: ''تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو نے محبت کی اور تیرے لیے وہ ہے جو تو نے قصد کیا ہے۔''[4]

حدیث ۲۲: دوست سے تھوڑی دوستی کر عجب نہیں کہ کسی دن وہ تیرا دشمن ہوجائے اور دشمن سے دشمنی تھوڑی کر دور نہیں کہ وہ کسی روز تیرا دوست ہوجائے۔[5]

حجامت بنوانا اور ناخن ترشوانا

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے فرمایا: ''پانچ چیزیں فطرت سے ہیں، یعنی انبیاء سابقین علیہم السلام کی سنت سے ہیں۔ ① ختنہ کرنا اور ② موئے زیرِناف مونڈنا اور ③ مونچھیں کم کرنا اور ④ ناخن ترشوانا اور ⑤ بغل کے بال اُکھیڑنا۔''[6]

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مونچھیں کٹواؤ اور داڑھیاں لٹکاؤ، مجوسیوں کی مخالفت کرو۔''[7]

1 ......"المسند"للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي هريرة،الحديث:٨٠٣٤،ج٣،ص١٦٨-١٦٩.

2 ......"سنن الترمذي"،كتاب الزهد،باب ماجاء في إعلام الحب،الحديث:٢٤٠٠،ج٤،ص١٧٦.

3 ......"سنن أبي داود"،كتاب الأدب،باب إخبار الرجلِ الرجلَ بمحبتهِ إياه،الحديث:٥١٢٤،ج٤،ص٤٢٨.

4 ......"شعب الإيمان"،باب في مقاربة وموادة...إلخ، فصل في المصافحة...إلخ،الحديث:٩٠١١،ج٦،ص٤٨٩.

5 ......"سنن الترمذي"،كتاب البر والصلة،باب ماجاء في الإقتصاد فى الحب والبغض،الحديث:٢٠٠٤،ج٣،ص٤٠١.

6 ......"صحيح مسلم"،كتاب الطهارة،باب خصال الفطرة،الحديث:٥٠-(٢٥٧)،ص١٥٣.

7 ......المرجع السابق،الحديث:٥٥-(٢٦٠)،ص١٥٤.

حدیث۳: صحیح بخاری ومسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنھما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیوں کو زیادہ کرو اور مونچھوں کو خوب کم کرو۔'' (1)

حدیث۴: ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما سے روایت کی، کہتے ہیں کہ ''نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم مونچھ کو کم کرتے تھے اور حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلاۃ والسلام بھی یہی کرتے تھے۔'' (2)

حدیث۵: امام احمد و ترمذی ونسائی نے زید بن ارقم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو مونچھ سے نہیں لے گا، وہ ہم میں سے نہیں۔'' (3) یعنی ہمارے طریقہ کے خلاف ہے۔

حدیث۶: صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو موئے زیرِ ناف کو نہ مونڈے اور ناخن نہ تراشے اور مونچھ نہ کاٹے، وہ ہم میں سے نہیں۔'' (4)

حدیث۷: ترمذی نے بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی، کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم داڑھی کی چوڑائی اور لمبائی سے کچھ لیا کرتے تھے۔'' (5)

حدیث۸: صحیح مسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں کہ مونچھیں اور ناخن ترشوانے اور بغل کے بال اکھاڑنے اور موئے زیر ناف مونڈنے میں ہمارے لیے یہ وقت مقرر کیا گیا ہے کہ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں۔ (6) یعنی چالیس دن کے اندر ان کاموں کو ضرور کرلیں۔

حدیث۹: ابوداود نے بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''سفید بال نہ اکھاڑو کیونکہ وہ مسلم کا نور ہے، جو شخص اسلام میں بوڑھا ہوا، اللہ تعالٰی اس کی وجہ سے اس کے لیے نیکی لکھے گا اور خطا مٹادے گا اور درجہ بلند کرے گا۔'' (7)

---

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب تقليم الأظفار، الحديث: ٥٨٩٢، ج٤، ص٧٥.

2 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء في قص الشارب، الحديث: ٢٧٦٩، ج٤، ص٣٤٩.

3 ......المرجع السابق، الحديث: ٢٧٧٠، ج٤، ص٣٤٩.

4 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث رجل من بني غفار رضي الله عنه، الحديث: ٢٣٥٣٩، ج٩، ص١٢٥.

5 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء في الأخذ من اللحية، الحديث: ٢٧٧١، ج٤، ص٣٤٩.

6 ......"صحيح مسلم"، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، الحديث: ٥١ـ(٢٥٨)، ص١٥٣.

7 ......"سنن أبي داود"، كتاب الترجل، باب في نتف الشيب، الحديث: ٤٢٠٢، ج٤، ص١١٥.

و"شرح السنة" للبغوي، كتاب اللباس، باب النهي عن نتف الشيب، الحديث: ٣٠٧٤، ج٦، ص٢١١.

حدیث ۱۰: ترمذی و نسائی نے کعب بن مرّہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو اسلام میں بوڑھا ہوا، یہ بڑھاپا اس کے لیے قیامت کے دن نور ہوگا۔'' (1)

حدیث ۱۱: امام مالک نے روایت کی، سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے تھے کہ حضرت ابراہیم خلیل الرحمٰن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سب سے پہلے مہمانوں کی ضیافت کی اور سب سے پہلے ختنہ کیا اور سب سے پہلے مونچھ کے بال تراشے اور سب سے پہلے سفید بال دیکھا۔ عرض کی، اے رب! یہ کیا ہے؟ پروردگار تبارک وتعالٰی نے فرمایا: ''اے ابراہیم! یہ وقار ہے۔'' عرض کی، اے میرے رب! میرا وقار زیادہ کر۔ (2)

حدیث ۱۲: دیلمی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص قصداً سفید بال اکھاڑے گا، قیامت کے دن وہ نیزہ ہو جائے گا، جس سے اس کو بھونکا جائے گا۔'' (3)

حدیث ۱۳: طبرانی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے حجامت کے سوا گردن کے بال مونڈانے سے منع فرمایا۔'' (4)

حدیث ۱۴: صحیح بخاری و مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے قزع سے منع فرمایا۔ نافع سے پوچھا گیا، قزع کیا چیز ہے؟ نافع نے کہا، بچہ کا سر کچھ مونڈ دیا جائے، کچھ متعدد جگہ چھوڑ دیا جائے۔ (5)

حدیث ۱۵: صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ایک بچہ کو دیکھا، کہ اس کا سر کچھ مونڈا ہوا ہے اور کچھ چھوڑ دیا گیا ہے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) نے لوگوں کو اس سے منع کیا اور یہ فرمایا کہ ''کل مونڈ دو یا کل چھوڑ دو۔'' (6)

حدیث ۱۶: ابو داود و نسائی نے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ جب حضرت جعفر شہید ہوئے تین دن تک حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) نے ان کی آل سے کچھ نہیں فرمایا، پھر تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ آج کے بعد سے میرے بھائی (جعفر) پر نہ رونا، پھر فرمایا کہ میرے بھائی کے بچوں کو بلاؤ۔ کہتے ہیں کہ ہم حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) کی

1 ......"سنن الترمذي"،كتاب فضائل الجهاد،باب ماجاء في فضل من شاب شيبة في سبيل الله،الحديث:١٦٤٠،ج٣،ص٢٣٧.

2 ......"الموطأ"،كتاب صفة النبى صلى الله عليه وسلم،باب ماجاء في السنة في الفطرة،الحديث:١٧٥٦،ج٢،ص٤١٥.

3 ......"كنزالعمال"،كتاب الزينة والتجمل، رقم: ١٧٢٧٦،ج٦،ص٢٨١.

4 ......"الجامع الصغير" للسيوطي، حرف النون،الحديث:٩٤٦٢،ص٥٦٣.

5 ......"صحيح مسلم"،كتاب اللباس،باب كراهة القزع،الحديث:١١٣ـ(٢١٢٠)،ص١١٧٣.

6 ......"سنن أبي داود"،كتاب الترجل،باب الذؤابة،الحديث:٤١٩٥،ج٤،ص١١٣.

خدمت میں پیش کیے گئے، فرمایا: حجام کو بلاؤ، حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ہمارے سر مونڈادیے۔[1]

حدیث ۱۷: ابوداود نے ابن الحنظلیہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''خریم اسدی بہت اچھا شخص ہے اگر اس کے سر کے بال بڑے نہ ہوتے اور تہبند نیچا نہ ہوتا۔ جب یہ خبر خریم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کو پہنچی تو چھری لے کر بال کاٹ ڈالے اور کانوں تک کر لیے اور تہبند کو آدھی پنڈلی تک اونچا کرلیا۔[2]

حدیث ۱۸: ابوداود نے انس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں میرے گیسو تھے۔ میری ماں نے کہا، کہ ان کو نہیں کٹواؤں گی کیونکہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم انھیں پکڑتے اور کھینچتے تھے۔[3] یعنی حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کا دستِ اقدس ان بالوں کو لگا ہے اس وجہ سے بقصد تبرک چھوڑ رکھے تھے، کٹواتی نہ تھیں۔

حدیث ۱۹: نسائی نے حضرت علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے عورت کو سر مونڈانے سے منع فرمایا ہے۔[4]

حدیث ۲۰: صحیح بخاری و مسلم میں ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ نبی کریم صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو جس چیز کے متعلق کوئی حکم نہ ہوتا اس میں اہلِ کتاب کی موافقت پسند تھی (کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ جو کچھ کرتے ہوں وہ انبیاء علیہم السلام کا طریقہ ہو) اور اہلِ کتاب بال سیدھے رکھتے تھے اور مشرکین مانگ نکالا کرتے تھے، لہٰذا نبی صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے بال سیدھے رکھے یعنی مانگ نہیں نکالی پھر بعد میں حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے مانگ نکالی۔[5] (اس سے معلوم ہوا کہ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو اس معاملے میں اہلِ کتاب کی مخالفت کا حکم ہوا۔)

مسائل فقهيه

جمعہ کے دن ناخن ترشوانا مستحب ہے، ہاں اگر زیادہ بڑھ گئے ہوں تو جمعہ کا انتظار نہ کرے کہ ناخن بڑا ہونا اچھا نہیں کیونکہ ناخنوں کا بڑا ہونا تنگیٔ رزق کا سبب ہے۔ ایک حدیث ضعیف میں ہے، کہ حضورِ اقدس (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) جمعہ کے دن نماز کے لیے جانے سے پہلے مونچھیں کترواتے اور ناخن ترشواتے۔

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الترجل، باب في حلق الرأس، الحديث: ٤١٩٢، ج٤، ص١١٢.

2 ......المرجع السابق، باب ماجاء في إسبال الإزار، الحديث: ٤٠٨٩، ج٤، ص٨٠.

3 ......المرجع السابق، باب ماجاء في الرخصة، الحديث: ٤١٩٦، ج٤، ص١١٣.

4 ......"سنن النسائي"، كتاب الزينة من السنن، باب النهى عن حلق المرأة رأسها، الحديث: ٥٠٥٩، ص٨٠٩.

5 ......"صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب الفرق، الحديث: ٥٩١٧، ج٤، ص٧٩.

ایک دوسری حدیث میں ہے، کہ جو جمعہ کے دن ناخن ترشوائے، اللہ تعالیٰ اس کو دوسرے جمعہ تک بلاؤں سے محفوظ رکھے گا اور تین دن زائد[1] یعنی دس دن تک۔

ایک حدیث میں ہے، جو ہفتہ کے دن ناخن ترشوائے، اُس سے بیماری نکل جائے گی اور شفا داخل ہوگی اور جو اتوار کے دن ترشوائے فاقہ نکلے گا اور تونگری آئے گی اور جو پیر کے دن ترشوائے جنون جائے گا اور صحت آئے گی اور جو منگل کے دن ترشوائے مرض جائے گا اور شفا آئے گی اور جو بدھ کے دن ترشوائے وسواس وخوف نکلے گا اور امن وشفا آئے گی[2] اور جو جمعرات کے دن ترشوائے جذام جائے اور عافیت آئے اور جو جمعہ کے دن ترشوائے رحمت آئے گی اور گناہ جائیں گے۔ یہ حدیثیں اگرچہ ضعیف ہیں، مگر فضائل میں قابلِ اعتبار ہیں۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱: حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ منقول ہے کہ پہلے داہنے ہاتھ کے ناخنوں کو اس طرح ترشوائے، سب سے پہلے چھنگلیا پھر بیچ والی پھر انگوٹھا پھر منجھلی پھر کلمہ کی انگلی اور بائیں ہاتھ میں پہلے انگوٹھا پھر بیچ والی پھر چھنگلیا پھر کلمہ کی انگلی پھر منجھلی یعنی دہنے ہاتھ میں چھنگلیا سے شروع کرے اور بائیں ہاتھ میں انگوٹھے سے اور ایک انگلی چھوڑ کر اور بعض میں دو چھوڑ کر کٹوائے۔ ایک روایت میں آیا ہے، کہ ''اس طرح کرنے سے کبھی آشوبِ چشم نہیں ہوگا۔''[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: ناخن تراشنے کی یہ ترتیب جو مذکور ہوئی اس میں کچھ پیچیدگی ہے، خصوصاً عوام کو اس کی نگہداشت دشوار ہے لہٰذا ایک دوسرا طریقہ ہے جو آسان ہے اور وہ بھی حضورِ اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے مروی ہے، وہ یہ ہے کہ دہنے ہاتھ کی کلمہ کی انگلی سے شروع کرے اور چھنگلیا پر ختم کرے پھر بائیں کی چھنگلیا سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کرے۔ اس کے بعد دہنے

---

1 ......"مرقاۃالمفاتیح"، کتاب اللباس، باب الترجل، تحت الحدیث: ٤٤٢٢، ج٨، ص٢١٢.

2 ......اعلیٰ حضرت سے اس طرح کا سوال کیا گیا کہ ایک حدیث میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی ممانعت آئی اور دوسری حدیث میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی فضیلت آئی، ان دونوں روایتوں میں تطبیق یا ترجیح کی کیا صورت ہے اور بدھ کے دن ناخن تراشنا کیسا ہوگا؟ اس کے جواب میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن فرماتے ہیں: ''ناخن کاٹنے سے متعلق کسی دن کوئی ممانعت نہیں، اس لیے کہ دن کی تعیین میں کوئی حدیث صحیح ثابت نہیں، البتہ بعض ضعیف حدیثوں میں بدھ کے دن ناخن کاٹنے کی ممانعت ہے، لہٰذا اگر بدھ کا دن وجوب کا دن آجائے، مثلاً انتالیس دن سے نہیں تراشے تھے، آج بدھ کو چالیسواں دن ہے، اگر آج نہیں تراشتا تو چالیس دن سے زائد ہوجائیں گے، تو اس پر واجب ہوگا کہ بدھ کے دن تراشے اس لیے کہ چالیس دن سے زائد ناخن رکھنا ناجائز ومکروہ تحریمی ہے۔ اور اگر مذکورہ صورت نہ ہو تو بدھ کے علاوہ کسی اور دن تراشنا مناسب کہ جانب منع کو ترجیح رہتی ہے۔'' ("فتاویٰ رضویہ"، ج٢٢، ص٦٨٥، ملخصاً)

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع، ج٩، ص٦٦٨.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحۃ، فصل في البیع، ج٩، ص٦٦٩.

ہاتھ کے انگوٹھے کا ناخن ترشوائے، اس صورت میں دہنے ہی ہاتھ سے شروع ہوا اور دہنے پر ختم بھی ہوا۔ [1] (درمختار) اعلیٰ حضرت قبلہ قدس سرہٗ کا بھی یہی معمول تھا اور یہ فقیر بھی اسی پر عمل کرتا ہے۔

مسئلہ ۳: پاؤں کے ناخن ترشوانے میں کوئی ترتیب منقول نہیں، بہتر یہ ہے کہ پاؤں کی انگلیوں میں خلال کرنے کی جو ترتیب ہے اسی ترتیب سے ناخن ترشوائے یعنی دہنے پاؤں کی چھنگلیا سے شروع کرکے انگوٹھے پر ختم کرے پھر بائیں پاؤں کے انگوٹھے سے شروع کرکے چھنگلیا پر ختم کرے۔ [2] (درمختار)

مسئلہ ۴: دانت سے ناخن نہ کھٹکنا چاہیے کہ مکروہ ہے اور اس میں مرض برص معاذ اللہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ [3] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: مجاہد جب دارالحرب میں ہوں تو ان کے لیے مستحب یہ ہے کہ ناخن اور مونچھیں بڑی رکھیں کہ ان کی یہ شکل مہیب دیکھ کر کفار پر رعب طاری ہو۔ [4] (درمختار)

مسئلہ ۶: ہر جمعہ کو اگر ناخن نہ ترشوائے تو پندرھویں دن ترشوائے اور اس کی انتہائی مدت چالیس دن ہے اس کے بعد نہ ترشوانا ممنوع ہے۔ یہی حکم مونچھیں ترشوانے اور موئے زیرِ ناف دور کرنے اور بغل کے بال صاف کرنے کا ہے کہ چالیس دن سے زیادہ ہونا منع ہے۔ صحیح مسلم کی حدیث انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے، کہتے ہیں کہ ''ناخن ترشوانے اور مونچھ کاٹنے اور بغل کے بال لینے میں ہمارے لیے یہ میعاد مقرر کی گئی تھی کہ چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑ رکھیں۔'' [5]

مسئلہ ۷: موئے زیرِ ناف دور کرنا سنت ہے۔ ہر ہفتہ میں نہانا، بدن کو صاف ستھرا رکھنا اور موئے زیرِ ناف دور کرنا مستحب ہے اور بہتر جمعہ کا دن ہے اور پندرھویں روز کرنا بھی جائز ہے اور چالیس روز سے زائد گزار دینا مکروہ و ممنوع۔ موئے زیرِ ناف استرے سے مونڈنا چاہیے اور اس کو ناف کے نیچے سے شروع کرنا چاہیے اور اگر مونڈنے کی جگہ ہرتال چونا یا اس زمانہ میں بال اڑانے کا صابون چلا ہے، اس سے دور کرے یہ بھی جائز ہے، عورت کو یہ بال اکھیڑ ڈالنا سنت ہے۔ [6] (درمختار، عالمگیری)

1 ......''الدرالمختار''، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص ۶۷۰.

2 ...... المرجع السابق، ص ۶۷۰.

3 ......''الفتاوى الهندية''، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج۵، ص۳۵۸.

4 ......''الدرالمختار''، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۶۸.

5 ...... انظر: ''صحيح مسلم''، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة، الحديث: ۵۱۔(۲۵۸)، ص۱۵۳.

6 ......''الدرالمختار''، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص ۶۷۱.

و''الفتاوى الهندية''، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج۵، ص۳۵۷، ۳۵۸.

مسئلہ ۸: بغل کے بالوں کا اکھاڑنا سنت ہے اور مونڈنا بھی جائز ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۹: بہتر یہ ہے کہ گلے کے بال نہ مونڈائے انھیں چھوڑ رکھے۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰: ناک کے بال نہ اکھاڑے کہ اس سے مرض آ کلہ پیدا ہونے کا ڈر ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: جنابت کی حالت میں نہ بال مونڈائے اور نہ ناخن ترشوائے کہ یہ مکروہ ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: بھوں کے بال اگر بڑے ہوگئے تو ان کو ترشوا سکتے ہیں، چہرہ کے بال لینا بھی جائز ہے جس کو خط بنوانا کہتے ہیں، سینہ اور پیٹھ کے بال مونڈنا یا کتروانا اچھا نہیں، ہاتھ، پاؤں، پیٹ پر سے بال دور کر سکتے ہیں۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳: بچی[6] کے اغل بغل[7] کے بال مونڈانا یا اکھیڑنا بدعت ہے۔[8] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: مونچھوں کو کم کرنا سنت ہے اتنی کم کرے کہ ابرو کی مثل ہو جائیں یعنی اتنی کم ہوں کہ اوپر والے ہونٹ کے بالائی حصہ سے نہ لٹکیں اور ایک روایت میں مونڈانا آیا ہے۔[9] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۵: مونچھوں کے دونوں کناروں کے بال بڑے بڑے ہوں تو حرج نہیں بعض سلف کی مونچھیں اس قسم کی تھیں۔[10] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: داڑھی بڑھانا سنن انبیاء سابقین سے ہے۔ مونڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا حرام ہے، ہاں ایک مشت سے زائد ہو جائے تو جتنی زیادہ ہے اس کو کٹوا سکتے ہیں۔[11] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: داڑھی چڑھانا یا اس میں گرہ لگانا جس طرح سکھ وغیرہ کرتے ہیں ناجائز ہے، اس زمانہ میں داڑھی مونچھ

---

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص ٦٧٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج٥، ص٣٥٨.

4 ......المرجع السابق، ص٣٥٨.

5 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص ٦٧٠، وغيره.

6 ......یعنی وہ چند بال جو نیچے کے ہونٹ اور ٹھوڑی کے بیچ میں ہوتے ہیں۔ 7 ......آس پاس۔

8 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج٥، ص٣٥٨.

9 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص ٦٧١.

10 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج٥، ص٣٥٨.

11 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص ٦٧١، وغيره.

میں طرح طرح کی تراش خراش کی جاتی ہے، بعض داڑھی مونچھ کا بالکل صفایا کرادیتے ہیں، بعض لوگ مونچھوں کی دونوں جانب مونڈ کر بیچ میں ذرا سی باقی رکھتے ہیں جیسے معلوم ہوتا ہے کہ ناک کے نیچے دو مکھیاں بیٹھی ہیں، کسی کی داڑھی فرنچ کٹ اور کسی کی کرزن فیشن ہوتی ہے، یہ جو کچھ ہورہا ہے سب نصاریٰ کے اتباع و تقلید میں ہورہا ہے۔ مسلمانوں کے جذبات ایمانی اتنے زیادہ کمزور ہوگئے کہ وہ اپنے وقار و شعار کو کھوتے ہوئے چلے جاتے ہیں ان کو اس بات کا احساس نہیں ہوتا کہ ہم کیا تھے اور کیا ہوگئے جب ان کی بے حسی اس درجہ بڑھ گئی اور حمیت و غیرت ایمانی یہاں تک کم ہوگئی کہ دوسری قوموں میں جذب ہوتے جاتے ہیں، پامردی اور استقلال کے ساتھ اسلامی روایات و احکام کی پابندی نہیں کرتے تو ان سے کیا امید ہوسکتی ہے کہ اسلامی احکام کا احترام کرائیں گے اور حقوق مسلمین کی حفاظت کریں گے۔ مسلم کے ہر فرد کو تعلیمات اسلام کا مجسمہ ہونا چاہیے اخلاق سلف صالحین کا نمونہ ہونا چاہیے اسلامی شعار کی حفاظت کرنی چاہیے تاکہ دوسری قوموں پر اس کا اثر پڑے۔

مسئلہ ۱۸: بعض داڑھی منڈے یہاں تک بے باک ہوتے ہیں کہ وہ داڑھی کا مذاق اڑاتے ہیں، شریعت کے مطابق داڑھی رکھنے پر پھبتیاں کستے ہیں۔ داڑھی مونڈانا حرام تھا، گناہ تھا مگر یہ تو سوچو یہ تم نے کس چیز کا مذاق اوڑایا کس کی توہین و تذلیل کی۔ اسلام کی ہر بات اٹل ہے اور اس کے تمام اصول و فروع مضبوط ہیں ان میں کسی بات کو برا بتانا اسلام کو عیب لگانا ہے تم خود سوچو تو جو کچھ اس کا نتیجہ ہے، وہ تم پر واضح ہوجائے گا کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہ پڑے گی۔

مسئلہ ۱۹: مرد کو اختیار ہے کہ سر کے بال منڈائے یا بڑھائے اور مانگ نکالے۔[1] (ردالمحتار)

حضور اقدس صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے دونوں چیزیں ثابت ہیں۔ اگرچہ منڈانا صرف احرام سے باہر ہونے کے وقت ثابت ہے۔ دیگر اوقات میں مونڈانا ثابت نہیں۔[2] ہاں بعض صحابہ سے مونڈانا ثابت ہے مثلاً حضرت مولیٰ علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ بطورِ عادت مونڈایا کرتے تھے۔[3] حضور اقدس صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے موئے مبارک کبھی نصف کان تک[4] کبھی کان کی لو تک ہوتے[5] اور جب بڑھ جاتے تو شانۂ مبارک سے چھو جاتے۔[6] اور حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) بیچ سر میں مانگ نکالتے۔[7]

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٧٢.

2 ......"جمع الوسائل في شرح الشمائل" للقاري، باب ماجاء في شعر رسول الله صلى الله تعالىٰ عليه وسلم، ص٩٩.

3 ......"سنن أبي داود"، كتاب الطهارة، باب في الغسل من الجنابة، الحديث: ٢٤٩، ج١، ص١١٧.

4 ......"سنن أبي داود"، كتاب الترجل، باب ما جاء في الشِّعر، الحديث: ٤١٨٦، ج٤، ص١١١.

5 ...... انظر: "صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم، الحديث: ٣٥٥١، ج٢، ص٤٨٧.

6 ...... انظر: "صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب الجعد، الحديث: ٥٩٠٤، ج٤، ص٧٧.

7 ...... انظر: "صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب صفة النبي صلى الله عليه وسلم، الحديث: ٣٥٥٨، ج٢، ص٤٨٩.

مسئلہ ۲۰: مرد کو یہ جائز نہیں کہ عورتوں کی طرح بال بڑھائے، بعض صوفی بننے والے لمبی لمبی لٹیں[1] بڑھا لیتے ہیں جو اُن کے سینہ پر سانپ کی طرح لہراتی ہیں اور بعض چوٹیاں گوندتے ہیں یا جوڑے بنا لیتے ہیں یہ سب ناجائز کام اور خلاف شرع ہیں۔ تصوف بالوں کے بڑھانے اور رنگے ہوئے کپڑے پہننے کا نام نہیں بلکہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی پوری پیروی کرنے اور خواہشات نفس کو مٹانے[2] کا نام ہے۔

مسئلہ ۲۱: سپید بالوں کو اوکھاڑنا یا قینچی سے چن کر نکلوانا مکروہ ہے، ہاں مجاہد اگر اس نیت سے ایسا کرے کہ کفار پر اس کا رعب طاری ہو تو جائز ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۲: بیچ سر کو مونڈا دینا اور باقی جگہ کو چھوڑ دینا جیسا کہ ایک زمانہ میں پان بنوانے کا رواج تھا یہ جائز ہے اور حدیث میں جو قزع کی ممانعت آئی ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ متعدد جگہ سر کے بال مونڈنا اور جگہ جگہ باقی چھوڑنا، جس کو گل بنانا کہتے ہیں۔[4] (عالمگیری، ردالمحتار) بخاری شریف سے بھی یہی ظاہر ہے۔[5] پان بنوانے کو قزع سمجھنا غلطی ہے، ہاں بہتر یہی ہے کہ سر کے بال مونڈائے تو کل مونڈا ڈالے یہ نہیں کہ کچھ مونڈے جائیں اور کچھ چھوڑ دیے جائیں۔

مسئلہ ۲۳: بعض دیہاتیوں کو دیکھا جاتا ہے کہ وہ پیشانی کو خط کی طرح بنواتے ہیں اور دونوں جانب نوکیں نکلواتے ہیں یا اور طرح سے بنواتے ہیں یہ سنت اور سلف کے طریقہ کے خلاف ہے، ایسا نہ کریں۔

مسئلہ ۲۴: گردن کے بال مونڈنا مکروہ ہے۔[6] (عالمگیری) یعنی جب سر کے بال نہ مونڈائیں صرف گردن ہی کے مونڈائیں، جیسا کہ بہت سے لوگ خط بنوانے میں گردن کے بال بھی مونڈاتے ہیں اور اگر پورے سر کے بال مونڈا دیے تو اس کے ساتھ گردن کے بال بھی مونڈا دیے جائیں۔

مسئلہ ۲۵: آج کل سر پر گھار رکھنے کا رواج بہت زیادہ ہوگیا ہے کہ سب طرف سے بال نہایت چھوٹے چھوٹے اور بیچ میں بڑے بال ہوتے ہیں، یہ بھی نصاریٰ کی تقلید میں ہے اور ناجائز ہے پھر ان بالوں میں بعض داہنے یا بائیں جانب مانگ

---

1 ......بالوں کی لڑیاں۔ 2 ......ختم کرنے۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة، ج٥، ص٣٥٩.

4 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج٥، ص٣٥٧.

و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٧٢.

5 ...... انظر: "صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب القزع، الحديث: ٥٩٢٠، ج٤، ص٨٠.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج٥، ص٣٥٧.

نکالتے ہیں یہ بھی سنت کے خلاف ہے، سنت یہ ہے کہ بال ہوں تو بیچ میں مانگ نکالی جائے اور بعض مانگ نہیں نکالتے سیدھے رکھتے ہیں یہ بھی سنت منسوخہ اور یہود و نصاریٰ کا طریقہ ہے جیسا کہ احادیث میں مذکور ہے۔

مسئلہ ۲۶: ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ نہ پورے بال رکھتے ہیں نہ مونڈاتے ہیں بلکہ قینچی یا مشین سے بال کترواتے ہیں یہ ناجائز نہیں مگر افضل و بہتر وہی ہے کہ مونڈائے یا بال رکھے۔

مسئلہ ۲۷: عورت کو سر کے بال کٹوانے جیسا کہ اس زمانہ میں نصرانی عورتوں نے کٹوانے شروع کر دیے ناجائز و گناہ ہے اور اس پر لعنت آئی شوہر نے ایسا کرنے کو کہا جب بھی یہی حکم ہے کہ عورت ایسا کرنے میں گنہگار ہوگی کیونکہ شریعت کی نافرمانی کرنے میں کسی کا کہنا نہیں مانا جائے گا۔[1] (درمختار) سنا ہے کہ بعض مسلمان گھروں میں بھی عورتوں کے بال کٹوانے کی بلا آ گئی ہے، ایسی پر قینچ عورتیں دیکھنے میں لونڈا معلوم ہوتی ہیں۔

اور حدیث میں فرمایا کہ ''جو عورت مردانہ ہیأت میں ہو، اس پر اللہ (عزوجل) کی لعنت ہے۔''[2] جب بال کٹوانا عورت کے لیے ناجائز ہے تو مونڈانا بدرجۂ اولیٰ ناجائز کہ یہ بھی ہندوستان کے مشرکین کا طریقہ ہے کہ جب ان کے یہاں کوئی مرجاتا ہے یا تیرَتھ[3] کو جاتی ہیں تو بال مونڈا دیتی ہیں۔

مسئلہ ۲۸: ترشوانے یا مونڈانے میں جو بال نکلے انھیں دفن کر دے، اسی طرح ناخن کا تراشہ پاخانہ یا غسل خانہ میں انھیں ڈال دینا مکروہ ہے کہ اس سے بیماری پیدا ہوتی ہے۔[4] (عالمگیری) موئے زیرِ ناف کا ایسی جگہ ڈال دینا کہ دوسروں کی نظر پڑے ناجائز ہے۔

مسئلہ ۲۹: چار چیزوں کے متعلق حکم یہ ہے کہ دفن کر دی جائیں، بال، ناخن، حیض کا لتا[5]، خون۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: سر میں جوئیں بھری ہیں اور بال مونڈا دیے، انھیں دفن کر دے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۱: مجنونہ کے سر میں بیماری ہوگئی مثلاً کثرت سے جوئیں پڑ گئیں اور اس کا کوئی ولی نہیں تو اگر کسی نے اس کا

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۷۱.

2 ...... "صحيح البخاري"، کتاب اللباس، باب المتشبهون بالنساء...إلخ، الحديث: ۵۸۸۵، ج۴، ص۷۳.

3 ...... ہندوؤں وغیرہ کا مقدس مقام، متبرک دریا (گنگا، جمنا) پر نہانے کا گھاٹ۔

4 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج۵، ص۳۵۸.

5 ...... یعنی وہ کپڑا جس سے عورت حیض کا خون صاف کرے۔

6 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج۵، ص۳۵۸.

7 ...... المرجع السابق.

سر مونڈا دیا اس نے احسان کیا، مگر اس کے سر میں کچھ بال چھوڑ دے تاکہ معلوم ہوسکے کہ عورت ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲: سپید بال اکھیڑنے میں حرج نہیں جبکہ بقصد زینت ایسا نہ کرے۔[2] (درمختار، ردالمحتار) اور ظاہر یہی ہے کہ جولوگ ایسا کرتے ہیں وہ زینت ہی کے ارادہ سے کرتے ہیں تاکہ یہ سپیدی دوسروں پر ظاہر نہ ہو اور جوان معلوم ہوں، اسی وجہ سے حدیث میں اس سے ممانعت آئی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ داڑھی میں اس قسم کا تصرف زیادہ ممنوع ہوگا۔

ختنہ کا بیان

ختنہ سنت ہے اور یہ شعار اسلام میں ہے کہ مسلم وغیر مسلم میں اس سے امتیاز ہوتا ہے اسی لیے عرف عام میں اس کو مسلمانی بھی کہتے ہیں۔

صحیح بخاری و مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلاۃ والسلام نے اپنا ختنہ کیا، اس وقت ان کی عمر شریف اسّی (۸۰) برس کی تھی۔''[3]

مسئلہ ۱: ختنہ کی مدت سات سال سے بارہ سال کی عمر تک ہے اور بعض علما نے یہ فرمایا کہ ولادت سے ساتویں دن کے بعد ختنہ کرنا جائز ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: لڑکے کی ختنہ کرائی گئی مگر پوری کھال نہیں کٹی، اگر نصف سے زائد کٹ گئی ہے تو ختنہ ہوگئی باقی کو کاٹنا ضروری نہیں اور اگر نصف یا نصف سے زائد باقی رہ گئی تو نہیں ہوئی یعنی پھر سے ہونی چاہیے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: بچہ پیدا ہی ایسا ہوا کہ ختنہ میں جو کھال کاٹی جاتی ہے وہ اس میں نہیں ہے تو ختنہ کی حاجت نہیں اور اگر کچھ کھال ہے جس کو کھینچا جاسکتا ہے مگر اسے سخت تکلیف ہوگی اور حشفہ (سپاری) ظاہر ہے تو حجاموں کو دکھایا جائے، اگر وہ کہہ دیں کہ نہیں ہوسکتی تو چھوڑ دیا جائے، بچہ کو خواہ مخواہ تکلیف نہ دی جائے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: سنا جاتا ہے کہ جس بچہ میں پیدائشی ختنہ کی کھال نہیں ہوتی، اس کے باپ وغیرہ اولیا اس رسم کی ادا کے لیے اعزہ اقربا کو بلاتے ہیں اور ختنہ کے قائم مقام پان کی گلوری کاٹی جاتی ہے گویا اس سے ختنہ کی رسم ادا کی گئی۔

---

1 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج٥، ص٣٥٨.

2 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٧١.

3 ...... "صحيح البخاري"، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ﴿واتخذ الله ابراهيم خليلاً...إلخ﴾، الحديث: ٣٣٥٦، ج٢، ص٤٢٢.

4 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج٥، ص٣٥٧.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... المرجع السابق.

یہ ایک لغو حرکت ہے جس کا کچھ محصل وفائدہ نہیں۔

مسئلہ۵: بوڑھا آدمی مشرف باسلام ہوا جس میں ختنہ کرانے کی طاقت نہیں تو ختنہ کرانے کی حاجت نہیں۔ بالغ شخص مشرف باسلام ہوا، اگر وہ خود ہی اپنی مسلمانی کرسکتا ہے تو اپنے ہاتھ سے کرلے ورنہ نہیں، ہاں اگر ممکن ہو کہ کوئی عورت جو ختنہ کرنا جانتی ہو، اس سے نکاح کرے، تو نکاح کرکے اس سے ختنہ کرالے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ۶: ختنہ ہوچکی ہے مگر وہ کھال پھر بڑھ گئی اور حشفہ کو چھپالیا تو دوبارہ ختنہ کی جائے اور اتنی زیادہ نہ بڑھی ہو تو نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۷: ختنہ کرانا باپ کا کام ہے وہ نہ ہو تو اس کا وصی، اس کے بعد دادا پھر اس کے وصی کا مرتبہ ہے۔ ماموں اور چچا یاان کے وصی کا یہ کام نہیں، ہاں اگر بچہ ان کی تربیت وعیال میں ہو تو کرسکتے ہیں۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۸: عورتوں کے کان چھدوانے میں حرج نہیں اور لڑکیوں کے کان چھدوانے میں بھی حرج نہیں، اس لیے کہ زمانۂ رسالت میں کان چھدتے تھے اور اس پر انکار نہیں ہوا۔[4] (عالمگیری) بلکہ کان چھدوانے کا سلسلہ اب تک برابر جاری ہے، صرف بعض لوگوں نے نصرانی عورتوں کی تقلید[5] میں موقوف کردیا[6] جن کا اعتبار نہیں۔

مسئلہ۹: انسان کو خصی کرنا حرام ہے، اسی طرح ہیجڑا کرنا بھی۔ گھوڑے کو خصی کرنے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج٥، ص٣٥٧.

بالغ کے ختنہ کے بارے میں کیے گئے سوال کے جواب میں اعلیٰ حضرت، امامِ احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن "**فتاوٰی رضویہ**" جلد 22 صفحہ 593 پر فرماتے ہیں: ہاں اگر خود کرسکتا ہو تو آپ اپنے ہاتھ سے کرلے یا کوئی عورت جو اس کام کو کرسکتی ہو، ممکن ہو تو اس سے نکاح کرادیا جائے وہ ختنہ کردے، اس کے بعد چاہے تو اسے چھوڑ دے یا کوئی کنیز شرعی واقف ہو تو وہ خریدی دی جائے۔ اور اگر یہ **تینوں** صورتیں نہ ہوسکیں تو حجام ختنہ کردے کہ ایسی ضرورت کے لیے ستر دیکھنا دکھانا منع نہیں۔ فتاوٰی ہندیہ میں ہے: امام کرخی نے جامع صغیر میں فرمایا کہ بالغ آدمی کا ختنہ حمام والا کرے۔ (ت) (الفتاوى الهندية، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج٥، ص٣٥٧.)

صدرالشریعہ، مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی "**بہارِشریعت**" ج2 حصہ 9 ص 384 پر فرماتے ہیں: دوسرے کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا حرام، مگر بضرورت جائز، جیسے دائی اور **ختنہ** کرنے والے اور عمل دینے والے اور طبیب کو بوقت ضرورت اجازت ہے۔

(بہارِشریعت، حدود کا بیان، زنا کی گواہی دے کر رجوع کرنا، ج۲، حصہ۹، ص۳۸۴)

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج٥، ص٣٥٧.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... یعنی پیروی۔

6 ...... چھوڑ دیا۔

جائز ہے۔ دوسرے جانوروں کے خصی کرنے میں اگر فائدہ ہو مثلاً اس کا گوشت اچھا ہوگا یا خصی نہ کرنے میں شرارت کرے گا، لوگوں کو ایذا پہنچائے گا، انھیں مصالح کی بنا پر بکرے اور بیل وغیرہ کو خصی کیا جاتا ہے یہ جائز ہے اور اگر منفعت یا دفع ضرر دونوں باتیں نہ ہوں تو خصی کرنا حرام ہے۔[1] (ہدایہ، عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: جس غلام کو خصی کیا گیا ہو اس سے خدمت لینا ممنوع ہے، جیسا کہ امرا و سلاطین کے یہاں اس قسم کے لوگوں سے خدمت لی جاتی ہے جن کو خواجہ سرا کہتے ہیں، ان سے خدمت لینے میں یہ خرابی ہوتی ہے کہ دوسرے لوگ اس کی وجہ سے خصی کرنے کی جرأت کرتے اور اس حرام فعل کا ارتکاب کرتے ہیں اور اگر ایسے غلام سے کام ہی نہ لیا جائے تو خصی کرنے کا سلسلہ ہی منقطع ہوجائے گا۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۱: گھوڑی کو گدھے سے گابھن کرنا جس سے خچر پیدا ہوتا ہے اس میں حرج نہیں۔ حدیث صحیح میں ہے کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی سواری کا جانور بغلۂ بیضا تھا اور اگر یہ فعل ناجائز ہوتا تو حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم) ایسے جانور کو اپنی سواری میں نہ رکھتے۔[3] (ہدایہ)

زینت کا بیان

حدیث ۱: صحیح بخاری و مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہتی ہیں: حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم) کو میں نہایت عمدہ خوشبو لگاتی تھی، یہاں تک کہ اس کی چمک حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلَّم) کے سرِ مبارک اور داڑھی میں پاتی تھی۔[4]

حدیث ۲: صحیح مسلم میں نافع سے مروی، کہتے ہیں کہ ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما کبھی خالص عود (اگر) کی دھونی لیتے یعنی اس کے ساتھ کسی دوسری چیز کی آمیزش نہیں کرتے اور کبھی عود کے ساتھ کافور ملا کر دھونی لیتے اور یہ کہتے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم بھی اسی طرح دھونی لیا کرتے تھے۔[5]

حدیث ۳: ابو داود نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس ایک

---

1 ...... "الهداية"، كتاب الكراهية، مسائل متفرقه، ج۲، ص۳۸۰.
و"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب التاسع عشر في الختان، ج٥، ص۳٥۷.

2 ...... "الهداية"، كتاب الكراهية، مسائل متفرقه، ج۲، ص۳۸۰.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... "صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب الطيب في الرأس واللحية، الحديث: ۵۹۲۳، ج٤، ص۸۱.

5 ...... "صحيح مسلم"، كتاب الألفاظ من الأدب وغيرها، باب كراهة قول الإنسان... إلخ، الحديث: ۲۱-(۲۲٥٤)، ص۱۲۳۷.

قسم کی خوشبو تھی، جس کو استعمال فرمایا کرتے تھے۔ (1)

حدیث۴: شرح سنہ میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کثرت سے سر میں تیل ڈالتے اور داڑھی میں کنگھا کرتے۔ (2)

حدیث۵: ابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس کے بال ہوں ان کا اکرام کرے۔'' (3) یعنی ان کو دھوئے، تیل لگائے کنگھا کرے۔

حدیث۶: امام مالک نے ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں میرے سر پر پورے بال تھے، میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے عرض کی، ان کو کنگھا کیا کروں؟ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''ہاں اور ان کا اکرام کرو۔'' لہٰذا ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے فرمانے کی وجہ سے کبھی دن میں دومرتبہ تیل لگایا کرتے۔ (4)

حدیث۷: ترمذی وابوداود ونسائی نے **عبد اللہ بن مغفل** رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے روز روز کنگھا کرنے سے منع فرمایا۔'' (5) (یہ نہی تنزیہی ہے اور مقصد یہ ہے کہ مرد کو بناؤ سنگھار میں مشغول نہ رہنا چاہیے)

حدیث۸: امام مالک نے عطاء بن یسار سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم مسجد میں تشریف فرما تھے۔ ایک شخص آیا جس کے سر اور ڈاڑھی کے بال بکھرے ہوئے تھے، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اس کی طرف اشارہ کیا، گویا بالوں کے درست کرنے کا حکم دیتے ہیں۔ وہ شخص درست کرکے واپس آیا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ کوئی شخص بالوں کو اس طرح بکھیر کر آتا ہے گویا وہ شیطان ہے۔'' (6)

حدیث۹: ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اثمد پتھر کا سرمہ لگاؤ کہ وہ نگاہ کو جِلا دیتا ہے اور پلک کے بال اگاتا ہے۔'' اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے یہاں سرمہ دانی تھی، جس سے ہر شب میں سرمہ لگاتے تھے تین سلائیاں اس آنکھ میں اور تین اس میں۔ (7)

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الترجل، باب في إستحباب الطيب، الحديث: ٤١٦٢، ج٤، ص١٠٣.
2 ......"شرح السنة"، كتاب اللباس، باب ترجيل الشعر... إلخ، الحديث: ٣٠٥٧، ج٦، ص٢٠١، ٢٠٢.
3 ......"سنن أبي داود"، كتاب الترجل، باب في إصلاح الشعر، الحديث: ٤١٦٣، ج٤، ص١٠٣.
4 ......"الموطأ"، كتاب الشعر، باب إصلاح الشعر، الحديث: ١٨١٨، ج٢، ص٤٣٥.
5 ......"سنن الترمذي"، كتاب اللباس، باب ماجاء في النهي عن الترجل الاغِبًّا، الحديث: ١٧٦٢، ج٣، ص٢٩٣.
6 ......"الموطأ"، كتاب الشعر، باب إصلاح الشعر، الحديث: ١٨١٩، ج٢، ص٤٣٥۔٤٣٦.
7 ......"سنن الترمذي"، كتاب اللباس، باب ماجاء في الإكتحال، الحديث: ١٧٦٣، ج٣، ص٢٩٣.

حدیث ۱۰: ابوداود و نسائی نے کریمہ بنتِ ہمام سے روایت کی، کہتی ہیں: میں نے حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا سے منہدی لگانے کے متعلق پوچھا؟ انھوں نے فرمایا کہ اس میں کچھ حرج نہیں، لیکن میں خود منہدی لگانے کو ناپسند کرتی ہوں کیونکہ میرے حبیب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو اس کی بو ناپسند تھی۔ (1)

حدیث ۱۱: ابوداود نے حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ ہند بنت عتبہ نے عرض کی، یا نبی اللہ! (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) مجھے بیعت کر لیجیے۔ فرمایا: ''میں تجھے بیعت نہ کروں گا، جب تک تو اپنی ہتھیلیوں کو نہ بدل دے۔ (یعنی منہدی لگا کر ان کا رنگ نہ بدل لے) تیرے ہاتھ گویا درندہ کے ہاتھ معلوم ہو رہے ہیں۔'' (2) (یعنی عورتوں کو چاہیے کہ ہاتھوں کو رنگین کر لیا کریں)۔

حدیث ۱۲: ابوداود و نسائی نے حضرت عائشہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں کہ ایک عورت کے ہاتھ میں کتاب تھی، اس نے پردہ کے پیچھے سے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی طرف اشارہ کیا یعنی حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو دینا چاہا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اور یہ فرمایا کہ معلوم نہیں مرد کا ہاتھ ہے یا عورت کا ہاتھ ہے۔ اس نے کہا، عورت کا ہاتھ ہے۔ فرمایا کہ ''اگر عورت ہوتی تو ناخنوں کو منہدی سے رنگے ہوتی۔'' (3)

حدیث ۱۳: ابوداود نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس ایک مخنث حاضر لایا گیا، جس نے اپنے ہاتھ اور پاؤں منہدی سے رنگے تھے۔ ارشاد فرمایا: اس کا کیا حال ہے؟ (یعنی اس نے کیوں منہدی لگائی ہے) لوگوں نے عرض کی، یہ عورتوں سے تشبہ کرتا ہے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے حکم فرمایا، اس کو شہر بدر کر دیا گیا، مدینہ سے نکال کر نقیع کو بھیج دیا گیا۔ (4)

حدیث ۱۴: ترمذی نے سعید بن المسیب سے روایت کی، کہتے ہیں کہ اللہ (عزوجل) طیِّب ہے۔ طیب یعنی خوشبو کو دوست رکھتا ہے، ستھرا ہے ستھرائی کو دوست رکھتا ہے، کریم ہے کرم کو دوست رکھتا ہے، جواد ہے جود کو دوست رکھتا ہے۔ لہٰذا اپنے صحن کو ستھرا رکھو، یہودیوں کے ساتھ مشابہت نہ کرو۔ (5)

حدیث ۱۵: صحیح مسلم میں عبداللہ بن مسعود رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الترجل، باب في الخضاب للنساء، الحديث: ٤١٦٤، ج٤، ص١٠٣.

2 ......المرجع السابق، الحديث: ٤١٦٥، ج٤، ص١٠٤. 3 ......المرجع السابق، الحديث: ٤١٦٦، ج٤، ص١٠٤.

4 ......"سنن أبي داود"، كتاب الأدب، باب الحكم في المخنثين، الحديث: ٤٩٢٨، ج٤، ص٣٦٨.

5 ......"سنن الترمذي"، كتاب الأدب، باب ماجاء في النظافة، الحديث: ٢٨٠٨، ج٤، ص٣٦٥.

فرمایا: جس کے دل میں ذرہ برابر تکبّر ہوگا، جنّت میں نہیں جائے گا۔ ایک شخص نے عرض کی، کہ کسی کو یہ پسند ہوتا ہے کہ کپڑے اچھے ہوں، جوتے اچھے ہوں (یعنی یہ بات بھی تکبر ہے یا نہیں)؟ فرمایا: ''اللہ (عزوجل) جمیل ہے جمال کو دوست رکھتا ہے۔ **تکبر** نام ہے حق سے سرکشی کرنے اور لوگوں کو حقیر جاننے کا۔'' [1]

حدیث ۱۶: صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''یہود ونصاریٰ خضاب نہیں کرتے، تم ان کی مخالفت کرو۔'' [2] یعنی خضاب کرو۔

حدیث ۱۷: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ فتح مکہ کے دن ابوقحافہ (حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے والد) لائے گئے اور ان کا سر اور داڑھی ثغامہ (یہ ایک گھاس ہے) کی طرح سفید تھی۔ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اس کو کسی چیز سے بدل دو (یعنی خضاب لگاؤ) اور سیاہی سے بچو۔'' [3] یعنی سیاہ خضاب نہ لگانا۔

حدیث ۱۸: ابوداود ونسائی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''آخر زمانہ میں کچھ لوگ ہوں گے جو سیاہ خضاب کریں گے جیسے کبوتر کے پوٹے، وہ لوگ جنت کی خوشبو نہیں پائیں گے۔'' [4]

حدیث ۱۹: ترمذی وابوداود ونسائی نے ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''سب سے اچھی چیز جس سے سفید بالوں کا رنگ بدلا جائے، مہندی یا کتم ہے۔'' [5] یعنی مہندی لگائی جائے یا کتم۔

حدیث ۲۰: ابوداود نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے سامنے ایک شخص گزرا جس نے مہندی کا خضاب کیا تھا، ارشاد فرمایا: یہ خوب اچھا ہے۔ پھر ایک دوسرا شخص گزرا جس نے مہندی اور کتم کا خضاب کیا تھا، فرمایا: یہ اس سے بھی اچھا ہے۔ پھر ایک تیسرا شخص گزرا جس نے زرد خضاب کیا تھا، فرمایا: ''یہ ان سب سے اچھا ہے۔'' [6]

حدیث ۲۱: ابن النجار نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ

---

1 ......"صحيح مسلم"، كتاب الإيمان، باب تحريم الكبر وبيانه، الحديث: ١٤٧ـ(٩١)، ص ٦٠.

2 ......"صحيح البخاري"، كتاب أحاديث الأنبياء، باب ما ذكر عن بني اسرائيل، الحديث: ٣٤٦٢، ج٢، ص ٤٦٢.

3 ......"صحيح مسلم"، كتاب اللباس... إلخ، باب إستحباب خضاب الشيب بصفرة... إلخ، الحديث: ٨٠ـ(٢١٠٢)، ص ١١٦٤.

4 ......"سنن أبي داود"، كتاب الترجل، باب ماجاء في خضاب السواد، الحديث: ٤٢١٢، ج٤، ص ١١٨.

و"سنن النسائي"، كتاب الزينة من السنن، باب النهى عن الخضاب بالسواد، الحديث: ٥٠٨٥، ص ٨١٢.

5 ......"سنن الترمذي"، كتاب اللباس، باب ماجاء في الخضاب، الحديث: ١٧٥٩، ج٣، ص ٢٩٢.

6 ......"سنن أبي داود"، كتاب الترجل، باب في خضاب الصفرة، الحديث: ٤٢١١، ج٤، ص ١١٧.

''سب سے پہلے مہندی اور کتم کا خضاب ابراہیم علیہ السلام نے کیا اور سب سے پہلے سیاہ خضاب فرعون نے کیا۔'' (1)

حدیث ۲۲: طبرانی نے کبیر میں اور حاکم نے مستدرک میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ مومن کا خضاب زردی ہے اور مسلم کا خضاب سرخی ہے اور کافر کا خضاب سیاہی ہے۔'' (2)

حدیث ۲۳: صحیح بخاری و مسلم میں **عبداللہ** بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اللہ (عزوجل) کی لعنت اس عورت پر جو بال ملائے یا دوسری سے بال ملوائے اور گودنے والی (3) اور گودوانے والی پر۔'' (4)

حدیث ۲۴: صحیح بخاری و مسلم میں **عبداللہ** بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، انھوں نے فرمایا کہ **اللہ** (عزوجل) کی لعنت گودنے والیوں پر اور گودوانے والیوں پر اور بال نوچنے والیوں پر یعنی جو عورت بھوں کے بال نوچ کر ابرو کو خوبصورت بناتی ہے اس پر لعنت اور خوبصورتی کے لیے دانت ریتنے والیوں پر یعنی جو عورتیں دانتوں کو ریت کر خوبصورت بناتی ہیں اور **اللہ** (عزوجل) کی پیدا کی ہوئی چیز کو بدل ڈالتی ہیں۔ ایک عورت نے **عبداللہ** بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاس حاضر ہو کر یہ کہا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ نے فلاں فلاں قسم کی عورتوں پر لعنت کی ہے، انھوں نے فرمایا: میں کیوں نہ لعنت کروں ان پر جن پر رسول **اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے لعنت کی اور اس پر جو کتاب **اللہ** میں (ملعون) ہے اس نے کہا میں نے کتاب **اللہ** پڑھی ہے مجھے تو اس میں یہ چیز نہیں ملی۔ فرمایا: تو نے (غور سے) پڑھا ہوتا تو ضرور اس کو پایا ہوتا کیا تو نے یہ نہیں پڑھا:

﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾ (5)

''یعنی رسول جو کچھ تمھیں دیں اسے لو اور جس چیز سے منع کر دیں اس سے باز آجاؤ۔''

اس عورت نے کہا، ہاں یہ پڑھا ہے۔ **عبداللہ** بن مسعود نے فرمایا کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اس سے منع فرمایا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ اس کے بعد اس عورت نے یہ کہا کہ ان میں کی بعض باتیں تو آپ کی بی بی میں بھی ہیں۔ **عبداللہ** بن مسعود نے فرمایا اندر جا کر دیکھو وہ مکان میں گئی پھر آئی، تو آپ نے فرمایا کیا دیکھا؟ اس نے کہا کچھ نہیں دیکھا۔ **عبداللہ** نے فرمایا اگر اس میں یہ بات ہوتی تو میرے ساتھ نہیں رہتی۔ یعنی ایسی عورت میرے گھر میں نہیں رہ سکتی ہے۔ (6)

حدیث ۲۵: صحیح بخاری میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول **اللہ** صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ

---

1 ...... "الفردوس بمأثور الخطاب"، الحديث: ٤٧، ج١، ص٣٥.

2 ...... "المستدرك"، كتاب معرفة الصحابة، باب الصفرة خضاب المؤمن...إلخ، الحديث: ٦٢٩٦، ج٤، ص٦٧٥.

3 ...... یعنی جسم میں سوئی وغیرہ چبھو لگا کر اس میں سُرمہ یا سبزہ یا نیل بھرنے والی۔

4 ...... "صحيح البخاري"، كتاب اللباس، باب الوصل في الشعر، الحديث: ٥٩٣٧، ج٤، ص٨٤.

5 ...... پ٢٨، الحشر: ٧.

6 ...... "صحيح مسلم"، كتاب اللباس، باب تحريم، فعل الواصلة والمستوصلة...إلخ، الحديث: ١٢٠-(٢١٢٥)، ص١١٧٥.

نمبر بدحق ہے یعنی نظر لگنا صحیح ہے ایسا ہوتا ہے اور گودنے سے حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے منع فرمایا۔[1]

حدیث ۲۶: سنن ابوداود میں ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، انھوں نے کہا، بال ملانے والی اور ملوانے والی اور ابرو کے بال نوچنے والی اور نوچوانے والی اور گودنے والی اور گودوانے والی پر لعنت ہے، جبکہ بیماری سے یہ نہ کیا ہو۔[2]

حدیث ۲۷: ابوداود نے روایت کی، کہ جس سال معاویہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ نے اپنے زمانۂ خلافت میں حج کیا (مدینہ میں آئے) اور منبر پر چڑھ کر بالوں کا گچھا جو سپاہی کے ہاتھ میں تھا لے کر کہا اے اہلِ مدینہ تمھارے علما کہاں ہیں؟ میں نے رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے سنا ہے کہ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) اس سے منع فرماتے تھے یعنی چوٹی میں بال جوڑنے سے اور حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) یہ فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل اسی وقت ہلاک ہوئے جب ان کی عورتوں نے یہ کرنا شروع کر دیا۔[3]

مسئلہ ۱: انسان کے بالوں کی چوٹی بنا کر عورت اپنے بالوں میں گوندھے یہ حرام ہے۔ حدیث میں اس پر لعنت آئی بلکہ اس پر بھی لعنت جس نے کسی دوسری عورت کے سر میں ایسی چوٹی گوندھی اور اگر وہ بال جس کی چوٹی بنائی گئی خود اسی عورت کے ہیں جس کے سر میں جوڑی گئی جب بھی ناجائز اور اگر اون یا سیاہ تاگے کی چوٹی بنا کر لگائے تو اس کی ممانعت نہیں۔ سیاہ کپڑے کا موباف[4] بنانا جائز ہے اور کلاوہ میں تو اصلاً حرج نہیں کہ یہ بالکل ممتاز ہوتا ہے۔ اسی طرح گودنے والی اور گودوانے والی یا ریتی سے دانت ریت کر خوبصورت کرنے والی یا دوسری عورت کے دانت ریتنے والی یا موچنے[5] سے ابرو کے بالوں کو نوچ کر خوبصورت بنانے والی اور جس نے دوسری کے بال نوچے ان سب پر حدیث میں لعنت آئی ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۲: لڑکیوں کے کان ناک چھیدنا جائز ہے اور بعض لوگ لڑکوں کے بھی کان چھدواتے ہیں اور دُریا[7] پہناتے ہیں یہ ناجائز ہے یعنی کان چھدوانا بھی ناجائز اور اسے زیور پہنانا بھی ناجائز۔[8] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳: عورتوں کو ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا جائز ہے کہ یہ زینت کی چیز ہے، بلاضرورت چھوٹے بچوں کے ہاتھ پاؤں میں مہندی لگانا نہ چاہیے۔[9] (عالمگیری) لڑکیوں کے ہاتھ پاؤں میں لگا سکتے ہیں جس طرح ان کو زیور پہنا سکتے ہیں۔

1 ......"صحیح البخاري"، کتاب الطب، باب العین حق، الحدیث: ٥٧٤٠، ج٤، ص٣٢.
2 ......"سنن أبي داود"، کتاب الترجل، باب في صلة الشعر، الحدیث: ٤١٧٠، ج٤، ص١٠٦.
3 ......المرجع السابق، الحدیث: ٤١٦٧، ج٤، ص١٠٥.
4 ......بالوں میں دھاگہ لگا کر انہیں دراز کرنا **موباف** کہلاتا ہے۔ 5 ...... یعنی بال اکھاڑنے کا آلہ۔
6 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في النظر والمس، ج٩، ص٦١٤.
7 ......یعنی کانوں کی لَو میں پہننے کا چھوٹا سا زیور جس میں عام طور پر صرف ایک موتی ہوتا ہے۔
8 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج٩، ص٦٩٣.
9 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الکراھیة، الباب العشرون في الزینة، ج٥، ص٣٥٩.

مسئلہ۴: عورتیں اپنی چوٹیوں میں پوت [1] اور چاندی سونے کے دانے لگاسکتی ہیں۔ [2] (عالمگیری)

مسئلہ۵: پتھر کا سرمہ استعمال کرنے میں حرج نہیں اور سیاہ سرمہ یا کاجل بقصدِ زینت مرد کولگانا مکروہ ہے اور زینت مقصود نہ ہو تو کراہت نہیں۔ [3] (عالمگیری)

مسئلہ۶: مکان میں ذی روح کی تصویر لگانا جائز نہیں اور غیر ذی روح کی تصویر سے مکان آراستہ کرنا جائز ہے جیسا کہ طغرے اور کتبوں سے مکان سجانے کا رواج ہے۔ [4] (عالمگیری)

مسئلہ۷: گرمی سے بچنے کے لیے خس یا جواسے کی ٹٹیاں [5] لگانا جائز ہے اور اگر تکبر کے طور پر ہو تو ناجائز ہے۔ [6] (عالمگیری)

مسئلہ۸: یہ شخص سواری پر ہے اور اس کے ساتھ اور لوگ پیدل چل رہے ہیں اگر محض اپنی شان دکھانے اور تکبر کے لیے ایسا کرتا ہے تو منع ہے۔ [7] (عالمگیری) اور ضرورت سے ہو تو حرج نہیں مثلاً یہ بوڑھا یا کمزور ہے کہ چل نہ سکے گا یا ساتھ والے کسی طرح اسکے پیدل چلنے کو گوارا ہی نہیں کرتے، جیسا کہ بعض مرتبہ علما و مشائخ کے ساتھ دوسرے لوگ خود پیدل چلتے ہیں اور ان کو پیدل چلنے نہیں دیتے، اس میں کراہت نہیں جبکہ اپنے دل کو قابو میں رکھیں اور تکبر نہ آنے دیں اور محض ان لوگوں کی دلجوئی منظور ہو۔

مسئلہ۹: مرد کو داڑھی اور سر وغیرہ کے بالوں میں خضاب لگانا جائز بلکہ مستحب ہے مگر سیاہ خضاب لگانا منع ہے ہاں مجاہد کو سیاہ خضاب بھی جائز ہے کہ دشمن کی نظر میں اس کی وجہ سے ہیبت بیٹھے گی۔ [8] (درمختار)

نام رکھنے کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِّنْهُمْ وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰٓى اَنْ

---

1 ...... **پوت:** یعنی شیشے یا کانچ کے دانے۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة، ج٥، ص٣٥٩.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق.

5 ......یعنی مخصوص گھاس کا پردہ یا قنات دروازوں وغیرہ پر لگا کر اس پر پانی چھڑکتے ہیں، تاکہ ٹھنڈک حاصل ہو۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب العشرون في الزينة، ج٥، ص٣٥٩.

7 ......المرجع السابق، ص٣٦٠.

8 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٩٦.

يَّكُنَّ خَيْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَلَا تَلْمِزُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَلَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِيْمَانِ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَتُبْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۱﴾ [1]

''اے ایمان والو! ایک گروہ دوسرے گروہ سے مسخرا پن نہ کرے، ہوسکتا ہے کہ یہ اون سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں سے مسخرا پن کریں، ہوسکتا ہے کہ یہ ان سے بہتر ہوں اور اپنے کو عیب نہ لگاؤ اور برے لقبوں سے نہ پکارو، ایمان کے بعد فسوق برا نام ہے اور جو توبہ نہ کریں وہ ظالم ہیں۔''

حدیث ۱: بیہقی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اولاد کا والد پر یہ حق ہے کہ اس کا اچھا نام رکھے اور اچھا ادب سکھائے۔'' [2]

حدیث ۲: اصحاب سنن اربعہ نے عبداللہ بن جراد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اپنے بھائیوں کو ان کے اچھے ناموں سے پکارو برے القاب سے نہ پکارو۔'' [3]

حدیث ۳: صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''تمھارے ناموں میں اللہ تعالٰی کے نزدیک زیادہ پیارے نام عبداللہ و عبدالرحمٰن ہیں۔'' [4]

حدیث ۴: امام احمد و ابوداود نے ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن تم کو تمھارے نام اور تمھارے باپوں کے نام سے بلایا جائے گا، لہٰذا اچھے نام رکھو۔'' [5]

حدیث ۵: ابوداود نے ابی وہب جشمی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''انبیا علیہم السلام کے نام پر نام رکھو اور اللہ (عزوجل) کے نزدیک ناموں میں زیادہ پیارے نام عبداللہ و عبدالرحمٰن ہیں اور سچے نام حارث و ہمام ہیں اور حرب و مُرّہ برے نام ہیں۔'' [6]

حدیث ۶: دیلمی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اچھوں کے نام پر نام رکھو اور اپنی حاجتیں اچھے چہرہ والوں سے طلب کرو۔'' [7]

---

1 ......پ۲۶،الحجرٰت:۱۱.

2 ......"شعب الإيمان"،باب في حقوق الأولاد والأهلين،الحديث:۸۶۵۸،ج۶،ص۴۰۰.
و"كنزالعمال"،كتاب النكاح،رقم:۴۵۱۸۴،ج۱۶،ص۱۷۳.

3 ......"كنزالعمال"،كتاب النكاح، رقم:۴۵۲۱۱،ج۱۶،ص۱۷۵.

4 ......"صحيح مسلم"،كتاب الآداب،باب النهى عن التكني بأبى القاسم...إلخ،الحديث:۲-(۲۱۳۲)،ص۱۱۷۸.

5 ......"سنن أبي داود"،كتاب الأدب،باب في تغييرالأسماء،الحديث:۴۹۴۸،ج۴،ص۳۷۴.

6 ......المرجع السابق،الحديث: ۴۹۵۰،ج۴،ص۳۷۴.

7 ......"المسند الفردوس"،الحديث:۲۳۲۹،ج۲،ص۵۸.

حدیث ۷: صحیح بخاری و مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''میرے نام پر نام رکھو اور میری کنیت کے ساتھ کنیت نہ کرو، کیونکہ (میری کنیت ابوالقاسم محض اس وجہ نہیں کہ میرے صاحب زادہ کا نام قاسم تھا بلکہ) میں قاسم بنایا گیا ہوں کہ تمھارے مابین تقسیم کرتا ہوں۔'' (1)

حدیث ۸: صحیح بخاری و مسلم میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم بازار میں تھے، ایک شخص نے ابوالقاسم کہہ کر پکارا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) اس کی طرف متوجہ ہوئے۔ اس نے کہا، میں نے اس شخص کو پکارا، ارشاد فرمایا: ''میرے نام کے ساتھ نام رکھو اور میری کنیت کے ساتھ کنیت نہ کرو۔'' (2)

حدیث ۹: ابوداود نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) اگر حضور کے بعد میرے لڑا پیدا ہو تو آپ کے نام پر اس کا نام رکھوں اور آپ کی کنیت پر اس کی کنیت کروں؟ فرمایا: ''ہاں۔''(3)

حدیث ۱۰: ابن عساکر ابوامامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم فرماتے ہیں: ''جس کے لڑکا پیدا ہوا اور وہ میری محبت اور میرے نام سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کا نام محمد رکھے (4)، وہ اور اس کا لڑکا دونوں بہشت میں جائیں۔''(5)

حدیث ۱۱: حافظ ابوطاہر سلفی نے انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم فرماتے ہیں: ''روز قیامت دو شخص رب العزت کے حضور کھڑے کیے جائیں گے، حکم ہوگا انھیں جنت میں لے جاؤ۔ عرض کریں گے، الٰہی! ہم کس عمل پر جنت کے قابل ہوئے، ہم نے تو جنت کا کوئی کام کیا نہیں؟ فرمائے گا: ''جنت میں جاؤ! میں نے حلف کیا ہے کہ جس کا نام احمد یا محمد ہو، دوزخ میں نہ جائے گا۔''(6)

---

1 ......"صحيح البخاري"،فرض الخمس،باب قوله تعالیٰ ﴿ فان للّٰه خُمُسَه وللرسول ﴾ يعني للرسول قسم ذلك، الحديث:٣١١٤،ج٢،ص٣٤٦.

2 ......"صحيح البخاري"،كتاب البيوع،باب ماذكر في الأسواق،الحديث:٢١٢٠،ج٢،ص٢٤.

3 ......"سنن أبي داود"،كتاب الأدب،باب في الرخصة في الجمع بينهما،الحديث:٤٩٦٧،ج٤،ص٣٨٠.

4 ......اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ رحمۃ الرحمٰن ''فتاویٰ رضویہ'' جلد 24 صفحہ 691 پر فرماتے ہیں: ''بہتر یہ ہے کہ صرف محمد یا احمد نام رکھے، اس کے ساتھ جان وغیرہ اور کوئی لفظ نہ ملائے کہ فضائل تنہا انھیں اسمائے مبارکہ کے وارد ہوئے ہیں۔''

5 ......"كنزالعمال"،كتاب النكاح،الباب السابع فی برالاولادو حقوقهم،الحديث:٤٥٢١٥،ج٨،الجزء السادس عشر،ص١٧٥. و''فتاوی رضویۃ''، ج۲۴،ص۶۸۶۔

6 ......"فردوس الاخبار"،الحديث:٨٥١٥،ج٢،ص٥٠٣.

و''فتاوی رضویۃ''، ج۲۴،ص۶۸۷۔

حدیث ۱۲: ابونعیم نے حلیہ میں نبیط بن شریط رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: ''مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم! جس کا نام تمھارے نام پر ہوگا، اسے عذاب نہ دوں گا۔'' (1)

حدیث ۱۳: ابن سعد طبقات میں عثمان عمری سے مرسلاً راوی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم فرماتے ہیں: ''تم میں کسی کا کیا نقصان ہے، اگر اس کے گھر میں ایک محمد یا دو محمد یا تین محمد ہوں۔'' (2)

حدیث ۱۴: طبرانی کبیر میں عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس کے تین بیٹے ہوں اور وہ ان میں سے کسی کا نام محمد نہ رکھے، وہ ضرور جاہل ہے۔'' (3)

حدیث ۱۵: حاکم نے حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اس کی عزت کرو اور مجلس میں اس کے لیے جگہ کشادہ کرو اور اسے برائی کی طرف نسبت نہ کرو۔'' (4)

حدیث ۱۶: بزار نے ابورافع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب لڑکے کا نام محمد رکھو تو اسے نہ مارو اور نہ محروم کرو۔'' (5)

حدیث ۱۷: صحیح مسلم میں زینب بنتِ ابی سلمہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ ان کا نام برہ تھا۔ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اپنا تزکیہ نہ کرو (یعنی اپنی بڑائی اور تعریف نہ کرو) اللہ (عزوجل) کو معلوم ہے کہ تم میں برا اور نیکی والا کون ہے، اس کا نام زینب رکھ دو۔'' (6)

حدیث ۱۸: صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہتے ہیں: جویریہ رضی اللہ تعالٰی عنہا کا نام برہ تھا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے یہ نام بدل کر جویریہ رکھا اور یہ بات حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو ناپسند تھی کہ یوں کہا جائے کہ برہ کے پاس سے چلے گئے۔'' (7)

حدیث ۱۹: صحیح مسلم میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کی ایک لڑکی کا

---

1 ......''کشف الخفاء''، حرف الخاء، الحدیث: ۱۲٤۳، ج۱، ص۳٤۵.

2 ......''الطبقات الکبری'' لابن سعد، الطبقة الأولی من أهل المدینة من التابعین، محمد بن طلحة، رقم: ٦۲۲، ج۵، ص٤۰.

3 ......''المعجم الکبیر''، الحدیث: ۱۱۰۷۷، ج۱۱، ص۵۹.

4 ......''الجامع الصغیر''، الحدیث: ۷۰٦، ص٤۹.

5 ......''البحر الزخار المعروف بمسند البزار''، الحدیث: ۳۸۸۳، ج۹، ص۳۲۷.

6 ......''صحیح مسلم''، کتاب الآداب، باب إستحباب تغییر الإسم القبیح إلی حسن...إلخ، الحدیث: ۱۹۔(۲۱٤۲)، ص۱۱۸۲.

7 ......المرجع السابق، الحدیث: ۱٦۔(۲۱٤۰)، ص۱۱۸۲.

نام عاصیہ تھا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے اس کا نام جمیلہ رکھا۔[1]

حدیث۲۰: ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہ ''رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم برے نام کو بدل دیتے تھے۔''[2]

حدیث۲۱: صحیح بخاری میں سعید بن المسیب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہتے ہیں: میرے دادا نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے پوچھا: تمہارا کیا نام ہے؟ انھوں نے کہا: حزن۔ فرمایا: ''تم سہل ہو۔ یعنی اپنا نام سہل رکھو کہ اس کے معنی ہیں نرم اور حزن سخت کو کہتے ہیں۔ انھوں نے کہا کہ جو نام میرے باپ نے رکھا ہے اسے نہیں بدلوں گا۔''[3] سعید ابن المسیب کہتے ہیں: اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہم میں اب تک سختی پائی جاتی ہے۔

تنبیہ: نام رکھنے کے متعلق بعض مسائل عقیقہ کے بیان میں ذکر کیے گئے ہیں وہاں سے معلوم کریں[4] بعض باتیں یہاں ذکر کی جاتی ہیں۔

مسئلہ۱: اللہ تعالٰی کے نزدیک بہت پیارے نام عبداللہ وعبدالرحمٰن ہیں جیسا کہ حدیث میں وارد ہے، ان دونوں میں زیادہ افضل عبداللہ ہے کہ عبودیت کی اضافت[5] علم ذات کی طرف ہے۔ انھیں کے حکم میں وہ اسماء ہیں جن میں عبودیت کی اضافت دیگر اسماء صفاتیہ کی طرف ہو، مثلاً عبدالرحیم، عبدالملک، عبدالخالق وغیرہا۔

حدیث میں جوان دونوں ناموں کو تمام ناموں میں خدا تعالٰی کے نزدیک پیارا فرمایا گیا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنا نام عبد کے ساتھ رکھنا چاہتا ہو تو سب سے بہتر عبداللہ و عبدالرحمٰن ہیں، وہ نام نہ رکھے جائیں جو جاہلیت میں رکھے جاتے تھے کہ کسی کا نام عبدشمس اور کسی کا عبدالدار رہوتا۔

لہٰذا یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ یہ دونوں نام محمد واحمد سے بھی افضل ہیں، کیونکہ حضور اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے اسم پاک محمد واحمد ہیں اور ظاہر یہی ہے کہ یہ دونوں نام خود اللہ تعالٰی نے اپنے محبوب صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے لیے منتخب فرمائے، اگر یہ دونوں نام خدا کے نزدیک بہت پیارے نہ ہوتے تو اپنے محبوب کے لیے پسند نہ فرمایا ہوتا۔ احادیث میں محمد نام رکھنے کے بہت فضائل مذکور ہیں، ان میں سے بعض ذکر کی گئیں۔

مسئلہ۲: جس کا نام محمد ہو وہ اپنی کنیت ابوالقاسم رکھ سکتا ہے اور حدیث میں جو ممانعت آئی ہے، وہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی حیاتِ ظاہری کے ساتھ مخصوص تھی، کیونکہ اگر کسی کی یہ کنیت ہوتی اور اس کے ساتھ پکارا جاتا تو دھوکا لگتا

1 ......"صحیح مسلم"، کتاب الآداب، باب إستحباب تغییر الإسم القبیح إلی حسن... إلخ، الحدیث: ۱۵۔(۲۱۳۹)، ص۱۱۸۱.

2 ......"سنن الترمذي"، کتاب الأدب، باب ماجاء في تغییر الأسماء، الحدیث: ۲۸٤۸، ج٤، ص۳۸۲.

3 ......"صحیح البخاري"، کتاب الأدب، باب تحویل الإسم إلی إسم أحسن منه، الحدیث: ٦۱۹۳، ج٤، ص۱۵۳.

4 ......دیکھئے: اسی جلد میں حصہ ۱۵، ص ۳۵٦.

5 ......یعنی عبد کی نسبت۔

کہ شاید حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کو پکارا، چنانچہ ایک دفعہ ایسا ہی ہوا کہ کسی نے دوسرے کو ابوالقاسم کہہ کر آواز دی، حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے اس کی طرف توجہ فرمائی تو اس نے کہا، میں نے حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کونہیں ارادہ کیا یعنی نہیں پکارا اس موقع پر ارشاد فرمایا کہ ''میرے نام کے ساتھ نام رکھو اور میری کنیت کے ساتھ اپنی کنیت نہ کرو۔'' [1]

اگر یہ شبہ کیا جائے کہ نام رکھنے میں بھی اس قسم کا دھوکا ہوسکتا تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضور اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کو نام پاک کے ساتھ پکارنا قرآن پاک نے منع فرمادیا تھا:

﴿ لَا تَجۡعَلُوۡا دُعَآءَ الرَّسُوۡلِ بَیۡنَکُمۡ کَدُعَآءِ بَعۡضِکُمۡ بَعۡضًا ؕ﴾ [2]

لہٰذا صحابۂ کرام (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جو حاضر خدمت اقدس ہوا کرتے تھے، وہ کبھی نام کے ساتھ پکارتے نہ تھے، بلکہ یارسول اللہ، یانبی اللہ وغیرہ القاب سے ندا کرتے۔

وہ احتمال ہی یہاں پیدا نہ ہوتا کہ محمد کہہ کر کوئی پکارے اور حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) مراد ہوں۔ اعراب وغیرہ ناواقف لوگوں نے اس طرح پکارا تو یہ دوسری بات ہے کیونکہ وہ ناواقفی میں ہوا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے صاحبزادہ محمد بن الحنفیہ کا نام محمد اور کنیت ابوالقاسم رکھی اور یہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کی اجازت سے ہوا، لہٰذا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ حدیث منسوخ ہے۔

مسئلہ ۳: بعض اسماء الٰہیہ جن کا اطلاق غیر اللہ پر جائز ہے ان کے ساتھ نام رکھنا جائز ہے، جیسے علی، رشید، کبیر، بدیع، کیونکہ بندوں کے ناموں میں وہ معنی مراد نہیں ہیں جن کا ارادہ اللہ تعالیٰ پر اطلاق کرنے میں ہوتا ہے اور ان ناموں میں الف ولام ملا کر بھی نام رکھنا جائز ہے، مثلاً العلی، الرشید۔

ہاں اس زمانہ میں چونکہ عوام میں ناموں کی تصغیر کرنے کا بکثرت رواج ہوگیا ہے، لہٰذا جہاں ایسا گمان ہو ایسے نام سے بچنا ہی مناسب ہے۔ خصوصاً جب کہ اسماء الٰہیہ کے ساتھ عبد کا لفظ ملا کر نام رکھا گیا، مثلاً عبدالرحیم، عبدالکریم، عبدالعزیز کہ یہاں مضاف الیہ سے مراد اللہ تعالیٰ ہے اور ایسی صورت میں تصغیر اگر قصداً ہوتی تو معاذ اللہ کفر ہوتی، کیونکہ یہ اس شخص کی تصغیر نہیں بلکہ معبود برحق کی تصغیر ہے مگر عوام اور ناواقفوں کا یہ مقصد یقیناً نہیں ہے، اسی لیے وہ حکم نہیں دیا جائے گا بلکہ ان کو سمجھایا اور بتایا جائے اور ایسے موقع پر ایسے نام ہی نہ رکھے جائیں جہاں یہ احتمال ہو۔ [3] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......انظر:"صحیح البخاري"، کتاب البیوع،باب ما ذکر في الأسواق،الحدیث: ۲۱۲۰، ج۲،ص ۲۴.

2 ...... پ۱۸،النور: ۶۳.

ترجمۂ کنز الإیمان: رسول کے پکارنے کو آپس میں ایسا نہ ٹھہرالو جیسا کہ تم میں ایک دوسرے کو پکارتا ہے۔

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة،فصل في البیع،ج۹،ص۶۸۸.

مسئلہ۴: ایسا نام رکھنا جس کا ذکر نہ قرآن مجید میں آیا ہو نہ حدیثوں میں ہو نہ مسلمانوں میں ایسا نام مستعمل ہو، اس میں علما کو اختلاف ہے بہتر یہ ہے کہ نہ رکھے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ۵: مرا ہوا بچہ پیدا ہوا تو اس کا نام رکھنے کی حاجت نہیں بغیر نام رکھے دفن کردیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۶: بچہ پیدا ہو کر مرگیا تو دفن سے پہلے اس کا نام رکھا جائے لڑکا ہو تو لڑکوں کا سا اور لڑکی ہو تو لڑکیوں کا سا نام رکھا جائے اور معلوم نہ ہو سکا کہ لڑکی ہے یا لڑکا تو ایسا نام رکھا جائے جو مرد و عورت دونوں کے لیے ہوسکتا ہو۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ۷: بچہ کی کنیت ہوسکتی ہے یا نہیں صحیح یہ ہے کہ ہوسکتی ہے، حدیث ابی عمیر اس کی دلیل ہے۔[4]

مسئلہ۸: بچہ کی کنیت ابوبکر، ابوتراب، ابوالحسن، وغیرہ رکھنا جائز ہے ان کنیتوں سے تبرک مقصود ہوتا ہے کہ ان حضرات کی برکت بچہ کے شامل حال ہو۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ۹: جو نام برے ہوں ان کو بدل کر اچھا نام رکھنا چاہیے۔ حدیث میں ہے، کہ ''قیامت کے دن تم اپنے اور اپنے باپوں کے نام سے پکارے جاؤ گے، لہٰذا اپنے نام اچھے رکھو۔'' [6] حضور اقدس صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے برے ناموں کو بدل دیا۔ ایک شخص کا نام اصرم تھا اس کو بدل کر زرعہ رکھا۔[7] اور عاصیہ نام کو بدل کر جمیلہ رکھا۔[8] یسار، رباح، افلح، برکت نام رکھنے سے بھی منع فرمایا۔[9]

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الکراهية،الباب الثاني والعشرون في تسمية الاولاد، ج٥، ص٣٦٢.

2 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الکراهية،الباب الثاني والعشرون في تسمية الاولاد، ج٥، ص٣٦٢.

یہ ظاہر الروایۃ ہے مگر امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالٰی کا مذہب یہ ہے کہ بچہ زندہ پیدا ہو یا مردہ بہر حال اس کی تکریم کے لیے اس کا نام رکھا جائے۔ ملتقی الابحر میں ہے کہ اس پر فتویٰ ہے اور نہر سے مستفاد ہے کہ یہی مختار ہے ایسا ہی درمختار باب صلاۃ الجنازۃ جلد۳، صفحہ ۱۵۳ میں ہے۔ بہارِ شریعت جلد اول حصہ ۴، صفحہ ۸۴۱، نماز جنازہ کا بیان میں بھی اسی کو اختیار کیا اور اس حصے پر اعلیٰ حضرت کی یہ تصدیق بھی ہے کہ اسے مسائل **صحیحہ، رجیحہ، محققہ، منقحہ** پر مشتمل پایا، لہٰذا مسلمانوں کو اسی پر عمل کرنا چاہئے۔

3 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٩.

4 ...... انظر: "صحیح مسلم" کتاب الآداب، باب إستحباب تحنيك المولود... إلخ، الحديث ٣٠-(٢١٥٠)، ص١١٨٥.

5 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٩.

6 ......"سنن أبي داود"، کتاب الأدب، باب في تغيير الأسماء، الحديث: ٤٩٤٨، ج٤، ص٣٧٤.

7 ......المرجع السابق، باب في تغيير الإسم القبيح، الحديث: ٤٩٥٤، ج٤، ص٣٧٥.

8 ...... انظر: "صحیح مسلم"، کتاب الآداب، باب إستحباب تغيير الإسم القبيح... إلخ، الحديث: ١٤-(٢١٣٩)، ص١١٨١.

9 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٨٩.

مسئلہ ۱۰: عبدالمصطفیٰ، عبدالنبی، عبدالرسول نام رکھنا جائز ہے کہ اس نسبت کی شرافت مقصود ہے اور عبودیت کے حقیقی معنی یہاں مقصود نہیں ہیں۔ رہی عبد کی اضافت غیر اللہ کی طرف یہ قرآن وحدیث سے ثابت ہے۔

مسئلہ ۱۱: ایسے نام جن میں تزکیۂ نفس اور خودستائی[1] نکلتی ہے، ان کو بھی حضور اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے بدل ڈالا برہ کا نام زینب رکھا اور فرمایا کہ "اپنے نفس کا تزکیہ نہ کرو۔"[2] شمس الدین، زین الدین، محی الدین، فخر الدین، نصیر الدین، سراج الدین، نظام الدین، قطب الدین وغیرہا اسما جن کے اندر خودستائی اور بڑی زبردست تعریف پائی جاتی ہے نہیں رکھنے چاہیے۔ رہا یہ کہ بزرگانِ دین وائمہ سابقین کو ان ناموں سے یاد کیا جاتا ہے تو یہ جاننا چاہیے کہ ان حضرات کے نام یہ نہ تھے بلکہ یہ ان کے القاب ہیں کہ جب وہ حضرات مراتب علیّہ اور مناصب جلیلہ[3] پر فائز ہوئے تو مسلمانوں نے ان کو اس طرح کہا اور یہاں ایک جاہل اوران پڑھ جو ابھی پیدا ہوا اور اس نے دین کی ابھی کوئی خدمت نہیں کی اتنے بڑے بڑے الفاظ فخیمہ[4] سے یاد کیا جانے لگا۔ امام محی الدین نووی رحمہ اللہ تعالٰی باوجود اس جلالت شان کے ان کو اگر محی الدین کہا جاتا تو انکار فرماتے اور کہتے کہ جو مجھے محی الدین نام سے بلائے اس کو میری طرف سے اجازت نہیں۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲: غلام محمد، غلام صدیق، غلام فاروق، غلام علی، غلام حسن، غلام حسین وغیرہ اسما جن میں انبیاء وصحابہ واولیا کے ناموں کی طرف غلام کو اضافت کرکے نام رکھا جائے یہ جائز ہے اس کے عدم جواز کی کوئی وجہ نہیں۔ بعض وہابیہ کا ان ناموں کو ناجائز بلکہ شرک بتانا ان کی بدباطنی کی دلیل ہے۔ ایسا بھی سنا گیا ہے کہ بعض وہابیوں نے غلام علی نام کو بدل کر غلام اللہ نام رکھا ، یہ ان کی جہالت ہے کہ جائز نام کو بدل کرنا جائز نام رکھا، غلام کی اضافت اللہ تعالٰی کی طرف کرنا اور کسی کو غلام اللہ کہنا ناجائز ہے کیونکہ غلام کے حقیقی معنی پسر اور لڑکا ہیں، اللہ (عزوجل) اس سے پاک ہے کہ اس کے لیے کوئی لڑکا ہو۔ علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے حدیقہ ندیہ میں فرمایا: **يقال عبدُ اللّٰه وامَةُ اللّٰه ولا يقال غلام اللّٰه وجَارِيَةُ اللّٰه.**[6]

مسئلہ ۱۳: محمد بخش، احمد بخش، نبی بخش، پیر بخش، علی بخش، حسین بخش اور اسی قسم کے دوسرے نام جن میں کسی نبی یا ولی کے نام کے ساتھ بخش کا لفظ ملا کر نام رکھا گیا ہو جائز ہے۔

---

1 ...... یعنی اپنی بڑائی اور تعریف۔

2 ......"صحیح مسلم"، کتاب الآداب، باب استحباب تغییر الإسم القبیح إلی حسن...إلخ، الحدیث: ۱۹۔(۲۱۴۲)، ص۱۱۸۲.

3 ......یعنی بڑے بڑے رتبوں اور عہدوں۔

4 ......یعنی بزرگی والے الفاظ۔

5 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۸۹۔۶۹۰.

6 ......"الحدیقة الندیة شرح طریقة المحمدیه"، النوع الثالث والعشرون...إلخ، ج۲، ص۲۷۹.

ترجمہ: یعنی یوں کہا جاتا ہے، اللہ عزوجل کا بندہ، اللہ عزوجل کی بندی اور یہ نہیں کہا جاتا کہ اللہ عزوجل کا غلام یا اللہ عزوجل کی لونڈی۔

مسئلہ ۱۴: غفورالدین، غفوراللہ نام رکھنا ناجائز ہے۔ کیونکہ غفور کے معنی ہیں مِٹانے والا، اللہ تعالیٰ غفور ہے کہ وہ بندوں کے گناہ مٹا دیتا ہے، لہٰذا غفورالدین کے معنی ہوئے دین کا مٹانے والا۔

مسئلہ ۱۵: طٰـہٰ، یٰس نام بھی نہ رکھے جائیں کہ یہ مقطعات قرآنیہ سے ہیں جن کے معنی معلوم نہیں ظاہر یہ ہے کہ یہ اسمائے نبی صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہیں اور بعض علما نے اسمائے الٰہیہ سے کہا۔ بہرحال جب معنی معلوم نہیں تو ہوسکتا ہے کہ اس کے ایسے معنی ہوں جو حضور صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یا اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہوں اور ان ناموں کے ساتھ محمد ملا کر **محمد طٰہٰ، محمد یٰس** کہنا بھی ممانعت کو دفع نہ کرے گا۔

مسئلہ ۱۶: محمد نبی، احمد نبی، محمد رسول، احمد رسول، نبی الزمان نام رکھنا بھی ناجائز ہے، بلکہ بعض کا نام نبی اللہ بھی سنا گیا ہے، غیر نبی کو نبی کہنا ہرگز ہرگز جائز نہیں ہوسکتا۔

تنبیہ: اگر کوئی یہ کہے کہ ناموں میں اصلی معنی کا لحاظ نہیں ہوتا، بلکہ یہاں تو یہ شخص مراد ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اگر ایسا ہوتا تو شیطان ابلیس وغیرہ اس قسم کے ناموں سے لوگ گریز نہ کرتے اور ناموں میں اچھے اور برے ناموں کی دو قسمیں نہ ہوتیں اور حدیث میں نہ فرمایا جاتا کہ اچھے نام رکھو، نیز حضور اقدس صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے برے ناموں کو بدلا نہ ہوتا کہ جب اس اصلی معنی کا بالکل لحاظ نہیں تو بدلنے کی کیا وجہ۔

مسابقت کا بیان

حدیث ۱: صحیح بخاری میں سلمہ بن اکوع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی، کہتے ہیں کچھ لوگ پیدل تیراندازی کر رہے تھے یعنی مسابقت کے طور پر، ان کے پاس رسول اللہ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم تشریف لائے اور فرمایا: اے بنی اسمٰعیل (یعنی اہلِ عرب کیونکہ عرب والے حضرت اسمٰعیل علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں)! تیراندازی کرو کیونکہ تمھارے باپ یعنی اسمٰعیل علیہ السلام تیرانداز تھے اور دونوں فریقوں میں سے ایک کے متعلق فرمایا کہ میں بنی فلاں کے ساتھ ہوں۔

دوسرے فریق نے ہاتھ روک لیا، حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا: ''کیوں تم لوگوں نے ہاتھ روکا۔'' انھوں نے کہا، جب حضور (صلّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) بنی فلاں یعنی ہمارے فریق مقابل کے ساتھ ہوگئے تو اب ہم کیوں کر تیر چلائیں یعنی اب ہمارے جیتنے کی صورت باقی نہیں رہی۔ ارشاد فرمایا: ''تم تیر چلاؤ، میں تم سب کے ساتھ ہوں۔''[1]

[1] ......"صحيح البخاري"، كتاب المناقب، باب نسبة اليمن... إلخ، الحديث:٣٥٠٧، ج٢، ص٤٧٦.

حدیث ۲: صحیح بخاری و مسلم میں عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے مضمر[1] گھوڑوں میں حفیا[2] سے دوڑ کرائی اور اس کی انتہائی مسافت ثنیۃ الوداع تھی اور دونوں کے مابین چھ میل مسافت تھی اور جو گھوڑے مضمر نہ تھے ان کی دوڑ ثنیہ سے مسجد بنی زریق تک ہوئی ان دونوں میں ایک میل کا فاصلہ تھا۔[3]

حدیث ۳: ترمذی و ابوداود و نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''مسابقت نہیں مگر تیر اور اونٹ اور گھوڑے میں۔'' [4]

حدیث ۴: شرح سنہ میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''دو گھوڑوں میں ایک اور گھوڑا شامل کرلیا اور معلوم ہے کہ یہ پیچھے رہ جائے گا تو اس میں خیر نہیں اور اگر اندیشہ ہے کہ یہ آگے جاسکتا ہے تو مضایقہ نہیں۔''[5] یعنی پہلی صورت میں ناجائز ہے اور دوسری صورت میں جائز۔

حدیث ۵: ابوداود نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''دو گھوڑوں میں ایک اور گھوڑا شامل کیا اور اس کے پیچھے ہو جانے کا علم نہیں ہے تو قمار (جوا) نہیں اور معلوم ہے کہ پیچھے رہ جائے گا تو جوا ہے۔'' [6]

حدیث ۶: ابوداود و نسائی نے عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جلب و جُنُب نہیں ہیں[7] یعنی گھوڑ دوڑ میں یہ جائز نہیں کہ کوئی دوسرا شخص اس کے گھوڑے کو ڈانٹے اور مارے کہ یہ تیز دوڑنے لگے اور نہ یہ کہ سوار اپنے ساتھ کوتل گھوڑا[8] رکھے کہ جب پہلا گھوڑا تھک جائے تو دوسرے پر سوار ہو جائے۔''

حدیث ۷: ابوداود نے عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے ہمراہ یہ سفر میں تھیں۔ کہتی ہیں: میں نے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سے پیدل مسابقت کی اور میں آگے ہوگئی پھر جب میرے جسم

---

1 ...... مضمر گھوڑے وہ کہلاتے ہیں جن کو خوب کھلا کر فربہ کرلیا جائے، اس کے بعد خوراک کم کریں اور ایک مکان میں بند کردیں اور ان کو جھول اڑھادیں کہ خوب پسینہ آئے اور بادی گوشت چھنٹ کر دبلے ہو جائیں، ایسے گھوڑے بہت تیز رفتار ہوتے ہیں۔ ۱۲ منہ

2 ...... یہ ایک جگہ کا نام ہے جو مدینہ طیبہ سے چند میل فاصلہ پر ہے۔ ۱۲ منہ

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الجهاد والسير، باب غاية السبق للخيل المُضَمَّرة... إلخ، الحديث: ٢٨٧٠، ج٢، ص٢٧٣.

4 ......"سنن الترمذي"، كتاب الجهاد، باب ماجاء في الرهان والسبق، الحديث: ١٧٠٦، ج٣، ص٢٦٧.

5 ......"شرح السنة"، كتاب السير والجهاد، باب أخذ المال على المسابقة... إلخ، الحديث: ٢٦٤٨، ج٥، ص٥٣٧.

6 ......"سنن أبي داود"، كتاب الجهاد، باب في المحلل، الحديث: ٢٥٧٩، ج٣، ص٤٢.

7 ......المرجع السابق، باب في الجلب على الخيل في السباق، الحديث: ٢٥٨١، ج٣، ص٤٣.

8 ......یعنی خالی گھوڑا۔

میں گوشت زیادہ ہوگیا یعنی پہلے سے کچھ موٹی ہوگئی، میں نے حضور(صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) کے ساتھ دوڑ کی۔ اس مرتبہ حضور(صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) آگے ہوگئے اور یہ فرمایا کہ یہ اس کا بدلہ ہوگیا۔[1]

مسائل فقهيه

مسابقت کا مطلب یہ ہے کہ چند شخص آپس میں یہ طے کریں کہ کون آگے بڑھ جاتا ہے جو سبقت لے جائے اس کو یہ دیا جائے گا یہ مسابقت صرف تیر اندازی میں ہوسکتی ہے یا گھوڑے، گدھے، خچر میں، جس طرح گھوڑ دوڑ میں ہوا کرتا ہے کہ چند گھوڑے ایک ساتھ بھگائے جاتے ہیں جو آگے نکل جاتا ہے، اس کو ایک رقم یا کوئی چیز دی جاتی ہے۔ اونٹ اور آدمیوں کی دوڑ بھی جائز ہے کیونکہ اونٹ بھی اسباب جہاد میں ہے یعنی یہ جہاد کے لیے کارآمد چیز ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ان دوڑوں سے مقصود جہاد کی طیاری ہے لہو و لعب مقصود نہیں اگر محض کھیل کے لیے ایسا کرتا ہے تو مکروہ ہے اسی طرح اگر فخر اور اپنی بڑائی مقصود ہو یا اپنی شجاعت و بہادری کا اظہار مقصود ہو تو یہ بھی مکروہ ہے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱: سبقت لے جانے والے کے لیے کوئی چیز مشروط نہ ہو تو ان مذکور اشیا کے ساتھ اس کا جواز خاص نہیں، بلکہ ہر چیز میں مسابقت ہوسکتی ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲: سابق کے لیے جو کچھ ملنا طے پایا ہے وہ اس کے لیے حلال و طیب ہے مگر وہ اس کا مستحق نہیں یعنی اگر دوسرا اس کو نہ دے تو قاضی کے یہاں دعوے کر کے جبراً وصول نہیں کرسکتا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: مسابقت جائز ہونے کے لیے شرط یہ ہے کہ صرف ایک جانب سے مال شرط ہو، یعنی دونوں میں سے ایک نے یہ کہا کہ اگر تم آگے نکل گئے تو تم کو مثلاً سو روپے دوں گا اور میں آگے نکل گیا تو تم سے کچھ نہیں لوں گا۔ دوسری صورت جواز کی یہ ہے کہ شخص ثالث نے ان دونوں سے یہ کہا کہ تم میں جو آگے نکل جائے گا اس کو اتنا دوں گا جیسا کہ اکثر حکومت کی جانب سے دوڑ ہوتی ہے اور اس میں آگے نکل جانے والے کے لیے انعام مقرر ہوتا ہے ان لوگوں میں باہم کچھ لینا دینا طے نہیں ہوتا ہے۔[5] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۴: اگر دونوں جانب سے مال کی شرط ہو مثلاً تم آگے ہوگئے تو میں اتنا دوں گا اور میں آگے ہوگیا تو میں

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الجهاد، باب في السبق على الرجل، الحديث: ٢٥٧٨، ج٣، ص٤٢.

2 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦٣.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦٦.

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السادس في المسابقة، ج٥، ص٣٢٤.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦٥، وغيره.

اتنا لوں گا یہ صورت جوا اور حرام ہے، ہاں اگر دونوں نے اپنے ساتھ ایک تیسرے شخص کو شامل کرلیا جس کو محلل کہتے ہیں اور ٹھہرا یہ کہ اگر یہ آگے نکل گیا تو رقم مذکور یہ لے گا اور پیچھے رہ گیا تو یہ دے گا کچھ نہیں، اس صورت میں دونوں جانب سے مال کی شرط جائز ہے۔[1] (عالمگیری، درمختار)

مسئلہ ۵: محلل کے لیے یہ ضرور ہے کہ اس کا گھوڑا بھی انھیں دونوں جیسا ہو یعنی ہوسکتا ہے کہ اس کا گھوڑا آگے نکل جائے یا پیچھے رہ جائے دونوں باتوں میں سے ایک کا یقین نہ ہو اور اگر اس کا گھوڑا ان جیسا نہ ہو معلوم ہو کہ وہ پیچھے ہی رہ جائے گا یا معلوم ہو کہ یقیناً آگے نکل جائے گا تو اس کے شامل کرنے سے شرط جائز نہ ہوگی۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۶: محلل یعنی شخص ثالث کا گھوڑا اگر دونوں سے آگے نکل گیا تو دونوں نے جو کچھ دینے کو کہا تھا، یہ محلل دونوں سے لے گا اور اگر دونوں سے پیچھے رہ گیا تو یہ ان دونوں کو کچھ نہیں دے گا، بلکہ ان دونوں میں جو آگے ہوگیا وہ دوسرے سے وہ لے گا جس کا دینا شرط ٹھہرا ہے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ دو شخصوں نے پان پانسو کی بازی لگائی اور محلل کو شامل کرلیا کہ اگر محلل آگے ہوگیا تو دونوں سے پان پانسو یعنی ایک ہزار لے لے گا اور اگر محلل آگے نہ ہوا تو ان دونوں کو وہ کچھ نہ دے گا بلکہ ان دونوں میں جو آگے ہوگا وہ دوسرے سے پان سو لے گا اور اگر دونوں کے گھوڑے ایک ساتھ پہنچے تو ان دونوں میں کوئی بھی دوسرے کو کچھ نہ دے گا، نہ محلل سے کچھ لے گا اور اگر ان دونوں میں ایک کا گھوڑا اور محلل کا گھوڑا دونوں ایک ساتھ پہنچے تو محلل اس سے کچھ نہیں لے سکتا بلکہ اس سے لے گا جس کا گھوڑا پیچھے رہ گیا اور دوسرا بھی اسی پیچھے رہ جانے والے سے لے گا۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۷: مسابقت میں شرط یہ ہے کہ مسافت اتنی ہو جس کو گھوڑے طے کرسکتے ہوں اور جتنے گھوڑے لیے جائیں، وہ سب ایسے ہوں جن میں یہ احتمال ہو کہ آگے نکل جائیں گے۔ اسی طرح تیراندازی اور آدمیوں کی دوڑ میں بھی یہی شرطیں ہیں۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۸: اونٹوں کی دوڑ میں آگے ہونے کا مطلب یہ ہے کہ شانہ آگے ہوجائے گردن کا اعتبار نہیں اور گھوڑوں کی دوڑ میں جس کی گردن آگے ہوجائے وہ آگے ہونے والا مانا جائے گا۔[5] (ردالمحتار) مگر اس زمانہ کا رواج یہ ہے کہ

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السادس في المسابقة، ج٥، ص٣٢٤.
و"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦٥.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦٥.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦٥.

4 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦٥.

5 ......المرجع السابق.

گھوڑوں میں کنوتی [1] کا اعتبار کیا جاتا ہے اور کنوتی بھی جب ہی آگے ہوگی کہ گردن آگے ہو جائے۔

مسئلہ۹: طلبہ نے کسی مسئلہ کے متعلق شرط لگائی کہ جس کی بات صحیح ہوگی اس کو یہ دیا جائے گا، اس میں بھی وہ ساری تفصیل ہے جو مسابقت میں مذکور ہوئی یعنی اگر ایک طرف سے شرط ہو تو جائز ہے دونوں طرف سے ہو تو ناجائز، مثلاً ایک طالب علم نے دوسرے سے کہا چلو استاذ سے چل کر پوچھیں اگر تمھاری بات صحیح ہو تو میں تم کو یہ دوں گا اور میری صحیح ہوئی تو تم سے کچھ نہیں لوں گا کہ یہ ایک جانب سے شرط ہوئی یا ایک نے دوسرے سے کہا آؤ میں اور تم مسائل میں گفتگو کریں اگر تمھاری بات صحیح ہوئی تو یہ دوں گا اور میری صحیح ہوئی تو کچھ نہ لوں گا، یہ جائز ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۱۰: طلبہ میں یہ ٹھہرا کہ جو پہلے آئے گا اس کا سبق پہلے ہوگا اس صورت میں جو درس گاہ میں پہلے آیا اس کا حق مقدم ہے اور اگر ہر ایک پہلے آنے کا مدعی [3] ہے تو جو گواہوں سے پہلے آنا ثابت کردے وہ مقدم ہے اور اگر گواہ نہ ہوں تو قرعہ ڈالا جائے جس کا نام پہلے نکلے وہ مقدم ہے۔[4] (خانیہ)

کسب کا بیان [5]

اتنا کمانا فرض ہے جو اپنے لیے اور اہل وعیال کے لیے اور جن کا نفقہ اس کے ذمہ واجب ہے ان کے نفقہ کے لیے اور ادائے دین کے لیے کفایت کرسکے اس کے بعد اسے اختیار ہے کہ اتنے ہی پر بس کرے یا اپنے اور اہل وعیال کے لیے کچھ پس ماندہ رکھنے [6] کی بھی سعی وکوشش کرے۔ ماں باپ محتاج وتنگدست ہوں تو فرض ہے کہ کما کر انھیں بقدرِ کفایت دے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ۱: قدرِ کفایت سے زائد اس لیے کماتا ہے کہ فقراء ومساکین کی خبرگیری کرسکے گا یا اپنے قریبی رشتہ داروں کی مدد کرے گا یہ مستحب ہے اور یہ نفل عبادت سے افضل ہے اور اگر اس لیے کماتا ہے کہ مال ودولت زیادہ ہونے سے میری عزت ووقار میں اضافہ ہوگا، فخر وتکبر مقصود نہ ہو تو یہ مباح ہے اور اگر محض مال کی کثرت یا تفاخر مقصود ہے تو منع ہے۔[8] (عالمگیری)

1...... یعنی گھوڑے کے کان۔
2......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السادس في المسابقة، ج٥، ص٣٢٤.
3...... یعنی دعویٰ کرنے والا۔
4......"الفتاوی الخانية"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في التسبيح...إلخ، ج٢، ص٣٨٠.
5...... کسب حلال کی خوبیاں حصہ یازدہم میں احادیث سے مذکور ہوچکی ہیں۔۱۲ منہ
6...... یعنی بچا کر رکھنے۔
7......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب، ج٥، ص٣٤٨، ٣٤٩.
8......المرجع السابق، ص٣٤٩.

مسئلہ ۲: جولوگ مساجد اور خانقاہوں میں بیٹھ جاتے ہیں اور بسراوقات کے لیے کچھ کام نہیں کرتے اور اپنے کو متوکل بتاتے ہیں حالانکہ ان کی نگاہیں اس کی منتظر رہتی ہیں کہ کوئی ہمیں کچھ دے جائے وہ متوکل نہیں، اس سے اچھا یہ تھا کہ کچھ کام کرتے اس سے بسراوقات کرتے۔[1] (عالمگیری)

اسی طرح آج کل بہت سے لوگوں نے پیری مریدی کو پیشہ بنالیا ہے، سالانہ مریدوں میں دورہ کرتے ہیں اور مریدوں سے طرح طرح سے رقمیں کھسوٹتے ہیں جس کو نذرانہ وغیرہ ناموں سے موسوم کرتے ہیں اور ان میں بہت سے ایسے بھی ہیں جو جھوٹ اور فریب سے بھی کام لیتے ہیں یہ ناجائز ہے۔

مسئلہ ۳: سب سے افضل کسب جہاد ہے یعنی جہاد میں جو مالِ غنیمت حاصل ہوا مگر یہ ضرور ہے کہ اس نے مال کے لیے جہاد نہ کیا ہو بلکہ اعلائے کلمۃ اللہ[2] مقصود اصلی ہو جہاد کے بعد تجارت پھر زراعت پھر صنعت وحرفت کا مرتبہ ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: چرخہ کاتنا[4] عورتوں کا کام ہے، مرد کو چرخہ کاتنا مکروہ ہے۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۵: جس کے پاس اس دن کے کھانے کے لیے موجود ہو اسے سوال کرنا حرام ہے۔ سائلوں اور گداگروں نے اس طرح پر جو مال حاصل کیا اور جمع کیا وہ خبیث مال ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۶: جو شخص علم دین وقرآن پڑھ کر کسب چھوڑ دیتا ہے وہ اپنے دین کو کھاتا ہے۔[7] (عالمگیری) یعنی عالم یا قاری ہو کر بیٹھ گیا اور کمانا چھوڑ دیا یہ خیال کیے ہوئے ہے کہ لوگ مجھے عالم یا قاری سمجھ کر خود ہی کھانے کو دیں گے کمانے کی کیا ضرورت ہے، یہ ناجائز ہے۔ رہا یہ امر کہ قرآن مجید وعلم دین کی تعلیم پر اُجرت لینا اور اس کے پڑھانے کی نوکری کرنا، اس کو فقہائے متاخرین نے جائز بتایا ہے جس کو ہم اجارہ کے بیان میں ذکر کر چکے ہیں[8] یہ دین فروشی میں داخل نہیں۔

مسئلہ ۷: جس شخص نے حرام طریقہ سے مال جمع کیا اور مر گیا ورثہ کو اگر معلوم ہو کہ فلاں فلاں کے یہ اموال ہیں تو ان

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب، ج٥، ص٣٤٩.
2. ...... یعنی اللہ عزوجل کا نام اور دِین اسلام کا سر بلند ہونا۔
3. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب، ج٥، ص٣٤٩.
4. ...... یعنی چرخہ چلانے کا کام کرنا۔
5. ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٧١.
6. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الخامس عشر في الكسب، ج٥، ص٣٤٩.
7. ......المرجع السابق.
8. ...... دیکھئے: اسی جلد سوم کا حصہ ۱۴، اجارہ کا بیان۔

کو واپس کردیں اور معلوم نہ ہو تو صدقہ کردیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: اگر مال میں شبہہ ہو تو ایسے مال کو اپنے قریبی رشتہ دار پر صدقہ کرسکتا ہے یہاں تک کہ اپنے باپ یا بیٹے کو دے سکتا ہے، اس صورت میں یہی ضرور نہیں کہ اجنبی ہی کو دے۔[2] (عالمگیری)

امربالمعروف و نهی عنِ المنکر کا بیان

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

﴿ وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۝۱۰۴ ﴾[3]

''اور تم میں ایک ایسا گروہ ہونا چاہیے کہ بھلائی کی طرف بلائے اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کرے اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِؕ ﴾[4]

''تم بہتر ہو ان سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ (عزوجل) پر ایمان رکھتے ہو۔''

اور قرآن میں ہے:

﴿ يٰبُنَيَّ اَقِمِ الصَّلٰوةَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَاۤ اَصَابَكَؕ اِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِۚ۝۱۷ ﴾[5]

''(لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا) اے میرے بیٹے! نماز قائم رکھ اور اچھی بات کا حکم دے اور بری بات سے منع کر اور جو افتاد تجھ پر پڑے اس پر صبر کر، بے شک یہ ہمت کے کام ہیں۔''

حدیث ۱: تم میں جو شخص بری بات دیکھے اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے اور اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو زبان سے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية،الباب الخامس عشر في الكسب، ج٥،ص٣٤٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ...... پ٤،اٰلِ عمرٰن: ١٠٤.
4 ...... پ٤،اٰلِ عمرٰن: ١١٠.
5 ...... پ٢١،لقمٰن: ١٧.

بدلے اوراس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے یعنی اسے دل سے برا جانے اور یہ کمزور ایمان والا ہے۔[1] (مسلم)

حدیث۲: حدود اللہ میں مداہنت کرنے والا (یعنی خلافِ شرع چیز دیکھے اور باوجود قدرت منع نہ کرے اس کی) اورحدود اللہ میں واقع ہونے والے کی مثال یہ ہے کہ ایک قوم نے جہاز کے بارے میں قرعہ ڈالا، بعض اوپر کے حصہ میں رہے بعض نیچے کے حصہ میں، نیچے والے پانی لینے اوپر جاتے اور پانی لے کر ان کے پاس سے گزرتے ان کو تکلیف ہوتی (انھوں نے اس کی شکایت کی) نیچے والے نے کلہاڑی لے کر نیچے کا تختہ کاٹنا شروع کیا۔

اوپر والوں نے دیکھا تو پوچھا کیا بات ہے کہ تختہ توڑ رہے ہو؟ اس نے کہا میں پانی لینے جاتا ہوں تو تم کو تکلیف ہوتی ہے اور پانی لینا مجھے ضروری ہے۔ (لہٰذا میں تختہ توڑ کر یہیں سے پانی لے لوں گا اور تم لوگوں کو تکلیف نہ دوں گا) پس اس صورت میں اگر اوپر والوں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور کھودنے سے روک دیا تو اسے بھی نجات دیں گے اور اپنے کو بھی اور اگر چھوڑ دیا تو اسے بھی ہلاک کیا اور اپنے کو بھی۔[2] (بخاری)

حدیث۳: ''قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میری جان ہے! یا تو اچھی بات کا حکم کرو گے اور بری بات سے منع کرو گے یا اللہ تعالیٰ تم پر جلد اپنا عذاب بھیجے گا، پھر دعا کرو گے اور تمھاری دعا قبول نہ ہوگی۔''[3] (ترمذی)

حدیث۴: جب زمین میں گناہ کیا جائے تو جو وہاں موجود ہے مگر اسے برا جانتا ہے، وہ اس کی مثل ہے جو وہاں نہیں ہے اور جو وہاں نہیں ہے مگر اس پر راضی ہے، وہ اس کی مثل ہے جو وہاں حاضر ہے۔[4] (ابوداود)

حدیث۵: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: اے لوگو! تم اس آیت کو پڑھتے ہو:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْكُمْ اَنْفُسَكُمْۚ لَا یَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَیْتُمْؕ ﴾[5]

''اے ایمان والو! اپنے نفس کو لازم پکڑ لو، گمراہ تم کو ضرر نہ پہنچائے گا، جب کہ تم خود ہدایت پر ہو۔''

(یعنی تم اس آیت سے یہ سمجھتے ہو گے کہ جب ہم خود ہدایت پر ہیں تو گمراہ کی گمراہی ہمارے لیے مضر نہیں ہم کو منع کرنے کی ضرورت نہیں) میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ لوگ اگر بری بات دیکھیں اور اس کو نہ

---

1 ......"صحیح مسلم"، کتاب الایمان، باب بیان کون النھی عن المنکر من الإیمان...إلخ، الحدیث: ۷۸۔(۳۹)، ص ٤٤.

2 ......"صحیح البخاري"، کتاب الشھادات، باب القرعة في المشکلات...إلخ، الحدیث: ۲٦۸٦، ج۲، ص۲۰۸.

3 ......"سنن الترمذي"، کتاب الفتن، باب ماجاء في الأمر بالمعروف...إلخ، الحدیث: ۲۱۷٦، ج٤، ص٦۹.

4 ......"سنن أبي داود"، کتاب الملاحم، باب الأمر والنھی، الحدیث: ٤۳٤٥، ٤۳٤٦، ج٤، ص١٦٦.

5 ...... پ۷، المائدة: ١٠٥.

بدلیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان پر ایسا عذاب بھیجے گا جو سب کو گھیر لے گا۔[1] (ابن ماجہ، ترمذی)

حدیث ۶: جس قوم میں گناہ ہوتے ہوں اور وہ لوگ بدلنے پر قادر ہوں پھر نہ بدلیں تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ سب پر عذاب بھیجے۔[2] (ابوداود)

حدیث ۷: اچھی بات کا حکم کرو اور بری بات سے منع کرو یہاں تک کہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی اطاعت کی جاتی ہے اور خواہش نفسانی کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو دین پر ترجیح دی جاتی ہے اور ہر شخص اپنی رائے پر گھمنڈ کرتا ہے اور ایسا امر دیکھو کہ تمھیں اس سے چارہ نہ ہو تو اپنے نفس کو لازم کرلو یعنی خود کو بری چیزوں سے بچاؤ اور عوام کے معاملہ کو چھوڑ دو (یعنی ایسے وقت میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر ضروری نہیں)۔تمھارے آگے صبر کے دن آئیں گے جن میں صبر کرنا ایسا ہے جیسے مٹھی میں انگارا لینا، عمل کرنے والے کے لیے اوس زمانہ میں پچاس شخص عمل کرنے والوں کا اجر ہے۔لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) ان میں سے پچاس کا اجر اس ایک کو ملے گا۔فرمایا کہ ''تم میں سے پچاس کی برابر اجر ملے گا۔''[3] (ترمذی، ابن ماجہ) پانچویں حدیث میں جو آیت ذکر کی گئی وہ اسی موقع اور وقت کے لیے ہے۔

حدیث ۸: لوگوں کی ہیبت حق بولنے سے نہ روکے جب معلوم ہو تو کہدے۔[4] (ترمذی)

حدیث ۹: چند مخصوص لوگوں کے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو عذاب نہیں کرے گا مگر جبکہ وہاں بری بات کی جائے اور وہ لوگ منع کرنے پر قادر ہوں اور منع نہ کریں تو اب عام وخاص سب کو عذاب ہوگا۔[5] (شرح سنہ)

حدیث ۱۰: بنی اسرائیل نے جب گناہ کیے ان کے علما نے منع کیا مگر وہ باز نہ آئے پھر علما ان کی مجلسوں میں بیٹھنے لگے اور انکے ساتھ کھانے پینے لگے، خدا نے علما کے دل بھی انھیں جیسے کر دیے اور داود و عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبان سے ان سب پر لعنت کی۔یہ اس وجہ سے کہ انھوں نے نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کرتے تھے۔اس کے بعد حضور (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''خدا کی قسم! تم یا تو اچھی بات کا حکم کرو گے اور بری بات سے روکو گے اور ظالم کے ہاتھ پکڑ لو گے اور ان کو حق پر روکو گے اور حق پر ٹھہراؤ گے یا اللہ تعالیٰ تم سب کے دل ایک طرح کے کر دے گا پھر تم سب پر لعنت کر دے گا،

---

1 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الفتن، باب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، الحديث: ٤٠٠٥، ج٤، ص٣٥٩.

2 ......"سنن أبي داود"، كتاب الملاحم، باب الأمر والنهى، الحديث: ٤٣٣٨، ج٤، ص١٦٣.

3 ......المرجع السابق، الحديث: ٤٣٤١، ج٤، ص١٦٤.

4 ......"سنن الترمذي"، كتاب الفتن، باب ما أخبر النبي صلى الله عليه وسلم أصحابه بماهو كائن إلى يوم القيامة، الحديث: ٢١٩٨، ج٤، ص٨١.

5 ......"شرح السنة"، كتاب الرقاق، باب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر، الحديث: ٤٠٥٠، ج٧، ص٣٥٨.

جس طرح ان سب پر لعنت کی۔'' [1] (ابوداود)

حدیث ۱۱: میں نے شب معراج میں دیکھا کہ کچھ لوگوں کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا، جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں؟ کہا، یہ آپ کی اُمت کے واعظ ہیں، جو لوگوں کو اچھی بات کا حکم کرتے تھے اور اپنے کو بھولے ہوئے تھے۔ [2] (شرح سنہ)

حدیث ۱۲: بادشاہ ظالم کے پاس حق بات بولنا، افضل جہاد ہے۔ [3] (ابن ماجہ)

حدیث ۱۳: میرے بعد میں امرا ہوں گے جن کی بعض باتیں اچھی ہوں گی اور بعض بری، جس نے بری بات سے کراہت کی وہ بری ہے اور جس نے انکار کیا وہ سلامت رہا، لیکن جو راضی ہوا اور پیروی کی وہ ہلاک ہوا۔ [4] (مسلم، ابوداود)

حدیث ۱۴: مجھ سے پہلے جس نبی کو خدا نے کسی امت میں مبعوث کیا، اس کے لیے اُمت سے حواریین اور اصحاب ہوئے جو نبی کی سنت لیتے اور اس کے حکم کی پیروی کرتے پھر اون کے بعد ناخلف لوگ پیدا ہوئے کہ کہتے وہ جو کرتے نہیں اور کرتے وہ جس کا دوسروں کو حکم نہ دیتے، جس نے ہاتھ کے ساتھ ان سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے زبان سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور جس نے دل سے جہاد کیا وہ مومن ہے اور اس کے بعد رائی کے دانہ کے برابر ایمان نہیں۔ [5] (مسلم)

مسائل فقهيه

امر بالمعروف یہ ہے کہ کسی کو اچھی بات کا حکم دینا مثلاً کسی سے نماز پڑھنے کو کہنا۔ اور نہی عن المنکر کا مطلب یہ ہے کہ بری باتوں سے منع کرنا۔ یہ دونوں چیزیں فرض ہیں، قرآن مجید میں ارشاد فرمایا:

﴿ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ﴾ [6]

احادیث میں ان کی بہت تاکید آئی اور اس کے خلاف کرنے کی مذمت فرمائی۔

مسئلہ ۱: معصیت کا ارادہ کیا مگر اس کو کیا نہیں تو گناہ نہیں بلکہ اس میں بھی ایک قسم کا ثواب ہے، جبکہ یہ سمجھ کر باز رہا

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب تفسير القرآن،[باب] و من سورة المائدة،الحديث:۳۰۵۹، ج٤،ص٣٦.
و"سنن أبي داود"، كتاب الملاحم،باب الأمر والنهى،الحديث:٤٣٣٦،٤٣٣٧، ج٤،ص١٦٣.

2 ......"شرح السنة"، كتاب الرقاق،باب وعيد من يامر بالمعروف ولايأتيه،الحديث:٤٠٥٤، ج٧،ص٣٦٢.

3 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الفتن،باب الأمر بالمعروف والنهى عن المنكر،الحديث:٤٠١١، ج٤،ص٣٦٣.

4 ......"صحيح مسلم"، كتاب الامارة،باب وجوب الانكار على الامراء...إلخ،الحديث:٦٣، ٦٤ـ(١٨٥٤)،ص١٠٣١.

5 ......"صحيح مسلم"، كتاب الإيمان،باب بيان كون النهى عن المنكر من الإيمان...إلخ،الحديث:٨٠ـ(٥٠)،ص٤٤.

6 ...... پ٤،اٰل عمران: ١١٠.

ترجمۂ کنز الایمان: تم بہتر ہو اُن سب اُمتوں میں جو لوگوں میں ظاہر ہوئیں، بھلائی کا حکم دیتے ہو اور بُرائی سے منع کرتے ہو۔

کہ یہ گناہ کا کام ہے، نہیں کرنا چاہیے۔ احادیث سے ایسا ہی ثابت ہے اور اگر گناہ کے کام کا بالکل پکا ارادہ کرلیا جس کو عزم کہتے ہیں تو یہ بھی ایک گناہ ہے اگرچہ جس گناہ کا عزم کیا تھا اسے نہ کیا ہو۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: کسی کو گناہ کرتے دیکھے تو نہایت متانت اور نرمی کے ساتھ اسے منع کرے اور اسے اچھی طرح سمجھائے پھر اگر اس طریقہ سے کام نہ چلا وہ شخص باز نہ آیا تو اب سختی سے پیش آئے، اس کو سخت الفاظ کہے، مگر گالی نہ دے، نہ فحش لفظ زبان سے نکالے اور اس سے بھی کام نہ چلے تو جو شخص ہاتھ سے کچھ کرسکتا ہے کرے، مثلاً وہ شراب پیتا ہے تو شراب بہادے، برتن توڑ پھوڑ ڈالے، گا تا بجاتا ہے تو باجے توڑ ڈالے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: امر بالمعروف کی کئی صورتیں ہیں:

① اگر غالب گمان یہ ہے کہ یہ ان سے کہے گا تو وہ اس کی بات مان لیں گے اور بری بات سے باز آجائیں گے، تو امر بالمعروف واجب ہے اس کو باز رہنا جائز نہیں اور

② اگر گمان غالب یہ ہے کہ وہ طرح طرح کی تہمت باندھیں گے اور گالیاں دیں گے تو ترک کرنا افضل ہے اور

③ اگر یہ معلوم ہے کہ وہ اسے ماریں گے اور یہ صبر نہ کرسکے گا یا اس کی وجہ سے فتنہ وفساد پیدا ہوگا آپس میں لڑائی ٹھن جائے گی جب بھی چھوڑنا افضل ہے اور

④ اگر معلوم ہو کہ وہ اگر اسے ماریں گے تو صبر کرلے گا تو ان لوگوں کو برے کام سے منع کرے اور یہ شخص مجاہد ہے اور

⑤ اگر معلوم ہے کہ وہ مانیں گے نہیں مگر نہ ماریں گے اور نہ گالیاں دیں گے تو اسے اختیار ہے اور افضل یہ ہے کہ امر کرے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: اگر اندیشہ ہے کہ ان لوگوں کو امر بالمعروف کرے گا تو قتل کرڈالیں گے اور یہ جانتے ہوئے اس نے کیا اور ان لوگوں نے مار ہی ڈالا تو یہ شہید ہوا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: امرا کے ذمہ امر بالمعروف ہاتھ سے ہے کہ اپنی قوت وسطوت[5] سے اس کام کو روک دیں اور علما کے ذمہ زبان سے ہے کہ اچھی بات کرنے کو اور بری بات سے باز رہنے کو زبان سے کہہ دیں اور عوام الناس کے ذمہ دل سے برا جاننا

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء... إلخ، ج٥، ص٣٥٢، وغيره.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء... إلخ، ج٥، ص٣٥٢.

3 ......المرجع السابق، ص٣٥٢ ـ ٣٥٣.

4 ......المرجع السابق، ص٣٥٣.

5 ...... یعنی طاقت ودَبدبہ۔

ہے۔[1] (عالمگیری) اس کا مقصود وہی ہے جو حدیث میں فرمایا کہ ''جو بری بات دیکھے، اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ سے بدل دے اوراگر ہاتھ سے بدلنے پر قادر نہ ہو تو زبان سے بدل دے یعنی زبان سے اس کا برا ہونا ظاہر کردے اور منع کردے اوراس کی بھی استطاعت نہ ہو تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور مرتبہ ہے۔''[2] یہاں عوام سے مراد وہ لوگ ہیں کہ ان میں نہ ہاتھ سے روکنے کی ہمت ہے اور نہ زبان سے منع کرنے کی جرأت۔ قوم کے چودھری اور زمیندار وغیرہ بہت سے عوام ایسی حیثیت رکھتے ہیں کہ ہاتھ سے روک سکتے ہیں، ان پر لازم ہے کہ روکیں ایسوں کے لیے فقط دل سے برا جاننا کافی نہیں۔

مسئلہ ۶: امر بالمعروف کے لیے پانچ چیزوں کی ضرورت ہے:

اول: علم[3] کہ جسے علم نہ ہو اس کام کو اچھی طرح انجام نہیں دے سکتا۔

دوم: اس سے مقصود رضائے الٰہی اور اعلاءِ کلمۃ اللہ ہو۔

سوم: جس کو حکم دیتا ہے اس کے ساتھ شفقت ومہربانی کرے نرمی کے ساتھ کہے۔

چہارم: امر کرنے والا صابر اور بردبار ہو۔

پنجم: یہ شخص[4] خود اس بات پر عامل ہو ورنہ قرآن کے اس حکم کا مصداق بن جائے گا، کیوں کہتے ہو وہ جس کو تم خود نہیں کرتے۔ اللہ (عزوجل) کے نزدیک ناخوشی کی بات ہے یہ کہ ایسی بات کہو، جس کو خود نہ کرو۔ اور یہ بھی قرآن مجید میں فرمایا کہ ''کیا لوگوں کو تم اچھی بات کا حکم کرتے ہو اور خود اپنے کو بھولے ہوئے ہو۔''[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۷: عامی شخص کو یہ نہ چاہیے کہ قاضی یا مفتی یا مشہور ومعروف عالم کو امر بالمعروف کرے کہ یہ بے ادبی ہے۔ مثل مشہور ہے، خطائے بزرگان گرفتن خطاست۔[6] اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہ لوگ کسی مصلحت خاص سے ایک فعل کرتے ہیں، جس تک عوام کی نظر نہیں پہنچتی اور یہ شخص سمجھتا ہے، کہ جیسے ہم نے کیا انھوں نے بھی کیا، حالانکہ دونوں میں بہت فرق ہوتا

---

1 ...... ''الفتاوی الهندیة''، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر في الغناء...إلخ، ج٥، ص٣٥٣.

2 ...... انظر: ''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، مسند أبي سعید الخدري، الحدیث: ١١٤٦٠، ج٤، ص٩٨.

3 ...... علم سے یہ مراد نہیں کہ وہ پورا عالم ہو، بلکہ مراد یہ ہے کہ اتنا جانتا ہو کہ یہ چیز گناہ ہے اور دوسرے کو بری بھلی بات سمجھانے کا طریقہ معلوم ہو، کہ موثر پیرایہ سے اس کو کہہ سکے۔ ۱۲ منہ

4 ...... اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص خود عامل نہ ہو، وہ دوسروں کو اچھی بات کا حکم ہی نہ دے بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ خود بھی کرے اور دوسروں کو بھی کرنے کو کہے۔ ۱۲ منہ

5 ...... ''الفتاوی الهندیة''، کتاب الکراهیة، الباب السابع عشر في الغناء...إلخ، ج٥، ص٣٥٣.

6 ...... یعنی بزرگوں پر اعتراض کرنا بڑی نادانی وخطا ہے۔

ہے۔[1] (عالمگیری) یہ حکم ان علما کے متعلق ہے، جو احکام شرع کے پابند ہیں اور اتفاقاً کبھی ایسی چیز ظاہر ہوئی جو نظر عوام میں بری معلوم ہوتی ہے وہ لوگ مراد نہیں جو حلال وحرام کی پروانہیں کرتے اور نام علم کو بدنام کرتے ہیں۔

مسئلہ ۸: جس نے کسی کو برا کام کرتے دیکھا اور خود یہ بھی اس برے کام کو کرتا ہے تو اس برے کام سے منع کردے کیونکہ اس کے ذمہ دو چیزیں واجب ہیں برے کام کو چھوڑنا اور دوسرے کو برے کام سے منع کرنا اگر ایک واجب کا تارک ہے تو دوسرے کا کیوں تارک بنے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: ایک شخص برا کام کرتا ہے اس کے باپ کے پاس شکایت لکھ کر بھیجی جائے یا نہیں اگر معلوم ہے کہ اس کا باپ منع کرنے پر قادر ہے اور وہ منع بھی کردے گا تو لکھ کر بھیج دے ورنہ کیا فائدہ۔ اسی طرح زوجین اور بادشاہ ورعیت یا آقا و ملازمین کے بارے میں اگر لکھنا مفید ہو تو لکھے۔[3] (خانیہ)

مسئلہ ۱۰: باپ کو اندیشہ ہے کہ اگر لڑکے سے کہے گا تو اس کا حکم نہ مانے گا اور اس کا جی بھی کہنے کو چاہتا ہے تو یوں کہے اگر یہ کرتے تو خوب ہوتا اسے حکم نہ دے کہ اس صورت میں اگر اس نے نہ کیا تو عاق ہوگا جو ایک سخت کبیرہ گناہ ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: کسی نے گناہ کیا پھر سچے دل سے تائب ہوگیا، تو اسے یہ نہ چاہیے کہ قاضی یا حاکم کے پاس اپنے جرم کو اس لیے پیش کرے کہ حدِ شرع قائم کی جائے کیونکہ پردہ پوشی بہتر ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: ایک شخص کو دوسرے کا مال چراتے دیکھا ہے مگر مالک کو خبر دیتا ہے تو چور اس پر ظلم کرے گا تو خاموش ہوجائے اور یہ اندیشہ نہ ہو تو خبر کردے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: مشرکین پر تنہا حملہ کرنے میں غالب گمان یہ ہے کہ قتل ہوجائے گا، مگر یہ بھی غالب گمان ہے کہ یہ بھی ان کے آدمی کو قتل کرے گا یا زخمی کردے گا یا شکست دے دے گا تو تنہا حملہ کرنے میں حرج نہیں اور غالب گمان یہ ہو کہ ان کا کچھ نہیں بگڑے گا اور یہ مارا جائے گا تو حملہ نہ کرے اور اگر فساق مسلمین کو گناہ سے روکے گا تو یہ خود قتل ہوجائے گا اور ان کا کچھ نہیں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية،الباب السابع عشر في الغناء...إلخ، ج٥، ص٣٥٣.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الحظر والإباحة،فصل في التسبيح...إلخ، ج٢، ص٣٨٢.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية،الباب السابع عشر في الغناء...إلخ، ج٥، ص٣٥٣.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

بگڑے گا، جب بھی ان کو منع کرے عزیمت یہی ہے اگر چہ منع نہ کرنے کی بھی رخصت ہے۔[1] (عالمگیری) کیونکہ اس صورت میں قتل ہوجانا فائدہ سے خالی نہیں اس وقت اگر چہ بظاہر فائدہ نہیں معلوم ہوتا مگر آئندہ اس کے نتائج بہتر نکلیں گے۔

علم و تعلیم کا بیان

علم ایسی چیز نہیں جس کی فضیلت اور خوبیوں کے بیان کرنے کی حاجت ہو ساری دنیا جانتی ہے کہ علم بہت بہتر چیز ہے اس کا حاصل کرنا طغرائے امتیاز[2] ہے۔ یہی وہ چیز ہے کہ اس سے انسانی زندگی کامیاب اور خوشگوار ہوتی ہے اور اسی سے دنیا و آخرت سدھرتی ہے مگر ہماری مراد اس علم سے وہ علم نہیں جو فلاسفہ سے حاصل ہوا ہو اور جس کو انسانی دماغ نے اختراع[3] کیا ہو یا جس علم سے دنیا کی تحصیل مقصود ہو ایسے علم کی قرآن مجید نے مذمت کی بلکہ وہ علم مراد ہے جو قرآن وحدیث سے حاصل ہو کہ یہی علم وہ ہے جس سے دنیا وآخرت دونوں سنورتی ہیں اور یہی علم ذریعہ نجات ہے اور اسی کی قرآن وحدیث میں تعریفیں آئی ہیں اور اسی کی تعلیم کی طرف توجہ دلائی گئی ہے قرآن مجید میں بہت سے مواقع پر اس کی خوبیاں صراحۃً یا اشارۃً بیان فرمائی گئیں۔

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ﴾[4]

''اللہ (عزوجل) سے اوس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں، جو علم والے ہیں۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ﴾[5]

''اللہ (عزوجل) تمھارے ایمان والوں کے اوران کے جن کو علم دیا گیا ہے، درجے بلند فرمائے گا۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآىِٕفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ وَ لِیُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْۤا اِلَیْهِمْ لَعَلَّهُمْ یَحْذَرُوْنَ۠ ﴾[6]

''کیوں نہ ہوا کہ ان کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے کہ دین کی سمجھ حاصل کرے اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع عشر في الغناء... إلخ، ج٥، ص٣٥٣ ـ ٣٥٤.

2 ......یعنی بڑائی کی علامت۔ 3 ......ایجاد۔

4 ...... پ٢٢، فاطر: ٢٨. 5 ...... پ٢٨، المجادلة: ١١. 6 ...... پ١١، التوبة: ١٢٢.

سنائے، اس امید پر کہ وہ بچیں۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ ۗ إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ ۝ ﴾ [1]

''تم فرماؤ! کیا جاننے والے اور انجان برابر ہیں، نصیحت تو وہی مانتے ہیں جو عقل والے ہیں۔''

احادیث علم کے فضائل میں بہت آئیں چند احادیث ذکر کی جاتی ہیں۔

حدیث ۱: جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اس کو دین کا فقیہ بناتا ہے اور میں تقسیم کرتا ہوں اور اللہ (عزوجل) دیتا ہے۔[2] (بخاری، مسلم)

حدیث ۲: سونے چاندی کی طرح آدمیوں کی کانیں ہیں، جو لوگ جاہلیت میں اچھے تھے، اسلام میں بھی اچھے ہیں جبکہ علم حاصل کریں۔[3] (مسلم)

حدیث ۳: انسان جب مرجاتا ہے اس کا عمل منقطع ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں (کہ مرنے کے بعد بھی یہ عمل ختم نہیں ہوتے اس کے نامہ اعمال میں لکھے جاتے ہیں) ① صدقۂ جاریہ اور ② علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہو اور ③ اولاد صالح جو اس کے لیے دعا کرتی رہتی ہے۔[4] (مسلم)

حدیث ۴: جو شخص کسی راستہ پر علم کی طلب میں چلے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کردے گا اور جب کوئی قوم خانۂ خدا میں مجتمع ہوکر کتاب اللہ کی تلاوت کرے اور اس کو پڑھے پڑھائے تو اس پر سکینہ اترتا ہے اور رحمت ڈھانک لیتی ہے اور ملائکہ گھیر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر ان لوگوں میں کرتا ہے جو اس کے مقرب ہیں اور جس کے عمل نے سستی کی تو اس کا نسب اسے تیز رفتار نہیں کرے گا۔[5] (مسلم)

حدیث ۵: مسجد دمشق میں ایک شخص ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا میں مدینۂ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم سے آپ کے پاس ایک حدیث سننے کو آیا ہوں، مجھے خبر ملی ہے کہ آپ اسے بیان کرتے ہیں کسی اور کام کے لیے نہیں

1 ......پ۲۳، الزمر: ۹.

2 ......"صحیح البخاری"، کتاب العلم، باب من یرد اللّٰہ به خیرا یفقهه في الدین، الحدیث: ج۱، ص۴۲.

3 ......"صحیح مسلم" کتاب البر والصلة...إلخ، باب الأرواح جنود مجندة، الحدیث: ۱۶۰-(۲۶۳۸)، ص۱۴۱۸.

4 ......"صحیح مسلم"، کتاب الوصیة، باب ما یلحق الإنسان من الثواب بعد وفاته، الحدیث: ۱۴-(۱۶۳۱)، ص۸۸۶.
و"سنن أبي داود"، کتاب الوصایا، باب ماجاء في الصدقة عن المیت، الحدیث: ۲۸۸۰، ج۳، ص۱۶۱.

5 ......"صحیح مسلم"، کتاب الذکر...إلخ، باب فضل الإجتماع علی تلاوة القرآن...إلخ، الحدیث: ۳۸-(۲۶۹۹)، ص۱۴۴۷.

آیا ہوں۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ''جو شخص علم کی طلب میں کسی راستہ کو چلے اللہ تعالٰی اس کو جنت کے راستہ پر لے جاتا ہے اور طالبعلم کی خوشنودی کے لیے فرشتے اپنے بازو بچھا دیتے ہیں اور عالم کے لیے آسمان والے اور زمین کے بسنے والے اور پانی کے اندر مچھلیاں یہ سب استغفار کرتے ہیں اور عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو تمام ستاروں پر اور بے شک علما وارث انبیا ہیں، انبیا نے اشرفی اور روپیہ کا وارث نہیں کیا، انھوں نے علم کا وارث کیا، پس جس نے علم کو لیا اس نے پورا حصہ لیا۔''[1] (احمد، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، دارمی)

حدیث ۶: عالم کی فضیلت عابد پر ویسی ہے جیسی میری فضیلت تمھارے ادنٰی پر اس کے بعد پھر فرمایا کہ ''اللہ تعالٰی اور اس کے فرشتے اور تمام آسمان و زمین والے یہاں تک کہ چیونٹی اپنے سوراخ میں اور یہاں تک کہ مچھلی اس کی بھلائی کے خواہاں ہیں، جو لوگوں کو اچھی چیز کی تعلیم دیتا ہے۔''[2] (ترمذی)

حدیث ۷: ایک فقیہ ہزار عابد سے زیادہ شیطان پر سخت ہے۔[3] (ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۸: علم کی طلب ہر مسلم پر فرض ہے اور علم کو نااہل کے پاس رکھنے والا ایسا ہے، جیسے سوئر کے گلے میں جواہر اور موتی اور سونے کا ہار ڈالنے والا۔[4] (ابن ماجہ)

حدیث ۹: جو شخص طلب علم کے لیے گھر سے نکلا تو جب تک واپس نہ ہو، اللہ (عزوجل) کی راہ میں ہے۔[5] (ترمذی، دارمی)

حدیث ۱۰: مومن کبھی خیر (یعنی علم) سے آسودہ نہیں ہوتا، یہاں تک کہ اس کا منتہا جنت ہوتا ہے۔[6] (ترمذی)

حدیث ۱۱: اللہ تعالٰی اس بندہ کو خوش رکھے جس نے میری بات سنی اور یاد کرلی اور محفوظ رکھی اور دوسرے کو پہنچا دی، کیونکہ بہت سے علم کے حامل فقیہ نہیں اور بہت سے علم کے حامل اس تک پہنچاتے ہیں، جو ان سے زیادہ فقیہ ہے۔[7] (احمد، ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ، دارمی)

---

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب العلم، باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة، الحديث: ٢٦٩١، ج٤، ص٣١٢.

2 ......المرجع السابق، الحديث: ٢٦٩٤، ج٤، ص٣١٣.

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب العلم، باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة، الحديث: ٢٦٩٠، ج٤، ص٣١١.
و"سنن ابن ماجه"، كتاب السنة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، الحديث: ٢٢٢، ج١، ص١٤٥.

4 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب السنة، باب فضل العلماء والحث على طلب العلم، الحديث: ٢٢٤، ج١، ص١٤٦.

5 ......"سنن الترمذي"، كتاب العلم، باب فضل طلب العلم، الحديث: ٢٦٥٦، ج٤، ص٢٩٤.

6 ......المرجع السابق، باب ماجاء في فضل الفقه على العبادة، الحديث: ٢٦٩٥، ج٤، ص٣١٤.

7 ......"سنن الترمذي"، كتاب العلم، باب ماجاء فى الحث...إلخ، الحديث: ٢٦٦٥، ج٤، ص٢٩٨.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب العلم، باب ماجاء فى الحث على تبليغ السماع، الحديث: ٢٢٨، ج١، ص١١١.

حدیث ۱۲: مومن کواس کے عمل اورنیکیوں سے مرنے کے بعد بھی یہ چیزیں پہنچتی رہتی ہیں۔علم جس کی اس نے تعلیم دی اوراشاعت کی اوراولادصالح جسے چھوڑ مرا ہے یا مصحف جسے میراث میں چھوڑا یا مسجد بنائی یا مسافر کے لیے مکان بنادیا نہر جاری کردی یا اپنی صحت اورزندگی میں اپنے مال میں سے صدقہ نکال دیا جواس کے مرنے کے بعداس کو ملے گا۔[1] (ابن ماجہ)

حدیث ۱۳: حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ ایک گھڑی رات میں پڑھنا پڑھانا، ساری رات عبادت سے افضل ہے۔[2] (دارمی)

حدیث ۱۴: رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم مسجد میں تشریف لائے، وہاں دومجلسیں تھیں۔فرمایا کہ ''دونوں مجلسیں اچھی ہیں اورایک دوسری سے افضل ہے، یہ لوگ اللہ (عزوجل) سے دعا کرتے ہیں اوراس کی طرف رغبت کرتے ہیں، وہ چاہے تو ان کو دے اور چاہے تو منع کردے اور یہ دوسری مجلس والے علم سیکھتے ہیں اور جاہل کوسکھاتے ہیں یہ افضل ہیں، میں معلم بنا کر بھیجا گیا۔'' اوراسی مجلس میں حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) بیٹھ گئے۔[3] (دارمی)

حدیث ۱۵: جس نے میری امت کے دین کے متعلق چالیس حدیثیں حفظ کیں، اس کو اللہ تعالٰی فقیہ اٹھائے گا اور میں اس کا شافع وشہید ہوں گا۔[4] (بیہقی)

حدیث ۱۶: دوحریص آسودہ نہیں ہوتے ایک علم کا حریص کہ علم سے کبھی اس کا پیٹ نہیں بھرے گا اور ایک دنیا کا لالچی کہ یہ کبھی آسودہ نہیں ہوگا۔[5] (بیہقی)

حدیث ۱۷: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا دوحریص آسودہ نہیں ہوتے، ایک صاحب علم، دوسرا صاحب دنیا، مگر یہ دونوں برابر نہیں۔ صاحب علم اللہ (عزوجل) کی خوشنودی زیادہ حاصل کرتا رہتا ہے اور صاحب دنیا سرکشی میں بڑھتا جاتا ہے۔ اس کے بعد حضرت عبداللہ نے یہ آیت پڑھی:

﴿ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى ۙ۶ اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى ؕ۷ ﴾[6]

اوردوسرے کے لیے فرمایا:

---

1 ...."سنن ابن ماجه"،كتاب السنة،باب ثواب معلم الناس الخير،الحديث:٢٤٢،ج١،ص١٥٧.

2 ...."سنن الدارمي"،باب مذاكرة العلم،الحديث:٦١٤،ج١،ص١٥٧.

3 ...."سنن الدارمي"،باب في فضل العلم و العالم،الحديث:٣٤٩،ج١،ص١١١ ـ ١١٢.

4 ...."شعب الإيمان"،باب في طلب العلم،فصل في فضل العلم و شرفه،الحديث:١٧٢٦،ج٢،ص٢٧٠.

5 ...."شعب الإيمان"،باب في الزهدو قصر الامل،الحديث:١٠٢٧٩،ج٧،ص٢٧١.

6 ....پ٣٠،العلق: ٦ـ٧.

ترجمۂ کنزالإیمان: ہاں ہاں، بے شک آدمی سرکشی کرتا ہے اس پر کہ اپنے آپ کو غنی سمجھ لیا۔

﴿ اِنَّمَا یَخۡشَی اللّٰہَ مِنۡ عِبَادِہِ الۡعُلَمٰٓؤُا ؕ ﴾ [1](دارمی)

حدیث ۱۸: جس علم سے نفع حاصل نہ کیا جائے وہ اس خزانہ کی مثل ہے جس میں سے راہِ خدا میں خرچ نہیں کیا جاتا۔[2](احمد)

حدیث ۱۹: سب سے زیادہ حسرت قیامت کے دن اس کو ہوگی جسے دنیا میں طلبِ علم کا موقع ملا، مگر اس نے طلب نہیں کی اور اس شخص کو ہوگی جس نے علم حاصل کیا اور اس سے سن کر دوسروں نے نفع اٹھایا خود اس نے نفع نہیں اٹھایا۔[3](ابن عساکر)

حدیث ۲۰: علما کی سیاہی شہید کے خون سے تولی جائے گی اور اس پر غالب ہوجائے گی۔[4](خطیب)

حدیث ۲۱: علما کی مثال یہ ہے جیسے آسمان میں ستارے جن سے خشکی اور سمندر کی تاریکیوں میں راستہ کا پتا چلتا ہے اور اگر ستارے مٹ جائیں تو راستہ چلنے والے بھٹک جائیں گے۔[5](احمد)

حدیث ۲۲: علم تین ہیں، آیت محکمہ یا سنت قائمہ یا فریضہ عادلہ اور ان کے سوا جو کچھ ہے، وہ زائد ہے۔[6] (ابن ماجہ، ابوداود)

حدیث ۲۳: حضرت حسن بصری (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے فرمایا علم دو ہیں ایک وہ کہ قلب میں ہو یہ علم نافع ہے دوسرا وہ کہ زبان پر ہو یہ ابن آدم پر اللہ (عزوجل) کی حجت ہے۔[7](دارمی)

حدیث ۲۴: جس نے علم طلب کیا اور حاصل کرلیا اس کے لیے دو چندا جر ہے اور حاصل نہ ہوا تو ایک اجر۔[8](دارمی)

حدیث ۲۵: جس کو موت آ گئی اور وہ علم کو اس لیے طلب کر رہا تھا کہ اسلام کا احیا کرے، اس کے اور انبیا کے

---

1 ......"سنن الدارمي"،باب في فضل العلم و العالم،الحديث:٣٣٢،ج١،ص١٠٨.

پ٢٢،فاطر: ٢٨.

ترجمۂ کنز الإیمان: اللہ (عزوجل) سے اس کے بندوں میں وہی ڈرتے ہیں جو علم والے ہیں۔

2 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل،مسند أبي هريرة،الحديث: ١٠٤٨١،ج٣،ص٥٦٣.

3 ......"تاريخ دمشق" لابن عساكر،الرقم:٥٩٧٨،محمدبن احمدبن محمد،ج٥١،ص١٣٧، ١٣٨.

4 ......"تاريخ بغداد"،الرقم:٦١٨،محمدبن الحسن بن ازهر،ج٢،ص١٩٠.

5 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل،مسند انس بن مالك،الحديث: ١٢٦٠٠،ج٤،ص٣١٤.

6 ......"سنن أبي داود"،كتاب الفرائض،باب ماجاء في تعليم الفرائض،الحديث:٢٨٨٥،ج٣،ص١٦٤.

7 ......"سنن الدارمي"، المقدمة باب التوبيخ لمن يطلب العلم لغير الله،الحديث:٣٦٤،ج١،ص١١٤.

8 ......"سنن الدارمي"،المقدمة باب في فضل العلم و العالم،الحديث:٣٣٥،ج١،ص١٠٨.

درمیان جنت میں ایک درجہ کا فرق ہوگا۔[1] (دارمی)

حدیث ۲۶: اچھا شخص وہ عالمِ دین ہے کہ اگر اس کی طرف احتیاج لائی جائے تو نفع پہنچاتا ہے اور اس سے بے پروائی کی جائے تو وہ اپنے کو بے پروا رکھتا ہے۔[2] (رزین)

حدیث ۲۷: حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا: جس کو کوئی بات معلوم ہے وہ کہے اور نہ معلوم ہو تو یہ کہدے کہ **اللہ اعلم**، کیونکہ علم کی شان یہ ہے کہ جس چیز کو نہ جانتا ہو اس کے متعلق یہ کہدے **اللہ اعلم**۔ اللہ تعالٰی نے اپنے نبی (علیہ السلام) سے فرمایا:

﴿ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ ﴾[3]

''میں تم سے اس پر اُجرت نہیں مانگتا اور نہ میں تکلُّف کرنے والوں سے ہوں۔''

یعنی جو بات معلوم نہ ہو اس کے متعلق بولنا تکلف ہے۔[4] (بخاری، مسلم)

حدیث ۲۸: قیامت کے دن اللہ (عزوجل) کے نزدیک سب سے بُرا مرتبہ اس عالم کا ہے، جو علم سے مُنتفع نہ ہو۔[5] (دارمی)

حدیث ۲۹: زیاد بن لبید رضی اللہ تعالٰی عنہ کہتے ہیں کہ نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے ایک چیز ذکر کرکے فرمایا کہ یہ اس وقت ہوگی جب علم جاتا رہے گا۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) علم کیونکر جائے گا؟ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بیٹوں کو پڑھاتے ہیں وہ اپنی اولاد کو پڑھائیں گے، اسی طرح قیامت تک سلسلہ جاری رہے گا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''زیاد! تجھے تیری ماں روئے، میں خیال کرتا تھا کہ تو مدینہ میں فقیہ شخص ہے، کیا یہ یہود ونصاریٰ تورات وانجیل نہیں پڑھتے، مگر ہے یہ کہ جو کچھ ان میں ہے اس پر عمل نہیں کرتے۔''[6] (احمد، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۳۰: حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کعب احبار (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے پوچھا، ارباب علم کون ہیں؟ کہا، وہ

---

1 ......"سنن الدارمي"،باب في فضل العلم و العالم،الحديث:٣٥٤،ج١،ص١١٢.

2 ......"مشكاة المصابيح"،كتاب العلم،الحديث:٢٥١،ج١،ص١١٥.

3 ...... پ٢٣،صٓ: ٨٦.

4 ......"صحيح البخاري"،كتاب التفسير،باب قوله﴿ ومآ انا من المتكلفين ﴾،الحديث: ٤٨٠٩،ج٣،ص٣١٣.

5 ......"سنن الدارمي"،باب العمل بالعلم و حسن النية فيه،الحديث:٢٦٢،ج١،ص٩٣.

6 ......"سنن ابن ماجه"،كتاب الفتن،باب ذهاب القرآن و العلم،الحديث:٤٠٤٨،ج٤،ص٣٨٣.

جو جانتے ہیں اس پر عمل کرتے ہیں۔ فرمایا: کس چیز نے علما کے قلوب سے علم کو نکال دیا؟ کہا، طمع نے۔[1] (دارمی)

حدیث ۳۱: میری اُمت میں کچھ لوگ قرآن پڑھیں گے اور یہ کہیں گے کہ ہم امرا کے پاس جا کر وہاں سے دنیا حاصل کرلیں اور اپنے دین کو ان سے بچائے رکھیں گے مگر ایسا نہیں ہوگا، جس طرح قتاد (ایک کانٹے والا درخت ہے) سے نہیں لیا جاتا مگر کانٹا، اسی طرح امرا کے قرب سے سوا خطا کے کچھ حاصل نہیں۔[2] (ابن ماجہ)

حدیث ۳۲: خدا کے نزدیک بہت مبغوض قراء (علما) وہ ہیں جو امراء کی ملاقات کو جاتے ہیں۔[3] (ابن ماجہ)

حدیث ۳۳: عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اگر اہلِ علم، علم کی حفاظت کریں اور اس کو اہل کے پاس رکھیں تو اس کی وجہ سے اہلِ زمانہ کے سردار ہو جائیں، مگر انھوں نے علم کو دنیا والوں کے لیے خرچ کیا تاکہ ان سے دنیا حاصل کریں، لہٰذا ان کے سامنے ذلیل ہوگئے۔ میں نے تمھارے نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا ہے: ''جس نے تمام فکروں کو ایک فکر آخرت کی فکر کردیا، اللہ تعالیٰ فکرِ دنیا سے اس کی کفایت فرمائے گا اور جس کے لیے احوالِ دنیا کی فکریں متفرق رہیں، اللہ (عزوجل) کو اس کی کچھ پروا نہیں کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوا''[4] (ابن ماجہ)

حدیث ۳۴: جس سے علم کی کوئی بات پوچھی گئی اور اس نے نہیں بتائی، اس کے مونھ میں قیامت کے دن آگ کی لگام لگادی جائے گی۔[5] (احمد، ابوداود، ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۳۵: جس نے علم کو اس لیے طلب کیا کہ علما سے مقابلہ کرے گا یا جاہلوں سے جھگڑا کرے گا یا اس لیے کہ لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرے گا، اللہ تعالیٰ اسے جہنم میں داخل کردے گا۔[6] (ترمذی، ابن ماجہ)

حدیث ۳۶: جو علم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے ہے (یعنی علم دین) اس کو جو شخص اس لیے حاصل کرے کہ متاعِ دنیا مل جائے، اس کو قیامت کے دن جنت کی خوشبو نہیں ملے گی۔[7] (احمد، ابوداود، ابن ماجہ)

حدیث ۳۷: وعظ نہیں کہتا، مگر امیر یا مامور یا متکبر۔ یعنی وعظ کہنا امیر کا کام ہے یا وہ کسی کو حکم کردے کہ وہ کہے اور ان

---

1 ...... "سنن الدارمي"، باب صيانة العلم، الحديث: ٥٨٤، ج ١، ص ١٥٢.

2 ...... "سنن ابن ماجه"، باب الإنتفاع بالعلم و العمل به، الحديث: ٢٥٥، ج ١، ص ١٦٦.

3 ...... المرجع السابق، الحديث: ٢٥٦، ج ١، ص ١٦٧.

4 ...... المرجع السابق، الحديث: ٢٥٧، ج ١، ص ١٦٧.

5 ...... "سنن الترمذي"، كتاب العلم، باب ماجاء في كتمان العلم، الحديث: ٢٦٥٨، ج ٤، ص ٢٩٥.

6 ...... المرجع السابق، باب فيمن يطلب بعلمه الدنيا، الحديث: ٢٦٦٣، ج ٤، ص ٢٩٧.

7 ...... "سنن أبي داود"، كتاب العلم، باب في طلب العلم لغير الله، الحديث: ٣٦٦٤، ج ٣، ص ٤٥١.

کے سوا جو کوئی کہتا ہے، وہ طلب جاہ وطلب دنیا کے لیے ہے۔[1] (ابوداود)

حدیث ۳۸: جس کو بغیر علم فتویٰ دیا گیا تو اس کا گناہ اس فتویٰ دینے والے پر ہے اور جس نے اپنے بھائی کو مشورہ دیا اور یہ جانتا ہے کہ بھلائی اس کے غیر میں ہے اس نے خیانت کی۔[2] (ابوداود)

حدیث ۳۹: رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے آسمان کی طرف نظر اٹھائی پھر یہ فرمایا کہ ''یہ وہ وقت ہے کہ لوگوں سے علم جدا کر دیا جائے گا، یہاں تک کہ علم کی کسی بات پر قادر نہیں ہوں گے۔''[3] (ترمذی)

حدیث ۴۰: اللہ تعالٰی علم کو اس طرح نہیں قبض کرے گا کہ لوگوں کے سینوں سے جدا کرلے، بلکہ علم کا قبض کرنا علما کے قبض کرنے سے ہوگا، جب عالم باقی نہ رہیں گے جاہلوں کو لوگ سردار بنالیں گے، وہ بغیر علم فتویٰ دیں گے، خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے۔[4] (بخاری، مسلم)

حدیث ۴۱: بدتر سے بدتر برے علما ہیں اور بہتر سے بہتر اچھے علما ہیں۔[5] (دارمی)

حدیث ۴۲: علم کی آفت نسیان ہے اور نا اہل سے علم کی بات کہنا علم کو ضائع کرنا ہے۔[6] (دارمی)

حدیث ۴۳: ابن سیرین نے فرمایا: یہ علم دین ہے، تمھیں دیکھنا چاہیے کہ کس سے اپنا دین لیتے ہو۔[7]

مسئلہ ۱: اپنے بچہ کو قرآن وعلم پڑھنے پر مجبور کرسکتا ہے، یتیم بچہ کو اس چیز پر مارسکتا ہے جس پر اپنے بچہ کو مارتا ہے۔[8] (ردالمحتار) کیونکہ اگر یتیم بچہ کو مطلق العنان[9] چھوڑ دیا جائے تو علم وادب سے بالکل کورا رہ جائے گا اور عموماً بچے بغیر تنبیہ قابو میں نہیں آتے اور جب تک انھیں خوف نہ ہو کہنا نہیں مانتے، مگر مارنے کا مقصد صحیح ہونا ضرور ہے ایسے ہی موقع پر فرمایا گیا:

﴿ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ؕ ﴾[10]

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب العلم، باب في القصص، الحديث: ٣٦٦٥، ج٣، ص٤٥١.

2 ......المرجع السابق، باب التوقي في الفتيا، الحديث: ٣٦٥٧، ج٣، ص٤٤٩.

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب العلم، باب ماجاء في ذهاب العلم، الحديث: ٢٦٦٢، ج٤، ص٢٩٧.

4 ......"صحيح البخاري"، كتاب العلم، باب كيف يقبض العلم، الحديث: ١٠٠، ج١، ص٥٤.

5 ......"سنن الدارمي"، باب التوبيخ لمن يطلب العلم لغير الله، الحديث: ٣٧٠، ج١، ص١١٦.

6 ......"سنن الدارمي"، باب مذاكرة العلم، الحديث: ٦٢٤، ج١، ص١٥٨.

7 ......مقدمة الكتاب للإمام مسلم، باب بيان أن الإسناد من الدين...إلخ، ص١١.

8 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحدود، مطلب: في تعزير المتهم، ج٦، ص١٢٥.

9 ......یعنی بالکل آزاد۔

10 ......پ٢، البقرة: ٢٢٠.

''اللہ (عزوجل) کومعلوم ہے کہ کون مفسد ہے اور کون مصلح۔''

اسی طرح اساتذہ بھی بچوں کو نہ پڑھنے یا شرارت کرنے پر سزائیں دے سکتے ہیں، مگر وہ کلیہ ان کے پیش نظر بھی ہونا چاہیے کہ اپنا بچہ ہوتا تو اسے بھی اتنی ہی سزا دیتے، بلکہ ظاہر تو یہ ہے کہ ہر شخص کو اپنے بچہ کی تربیت وتعلیم کا جتنا خیال ہوتا ہے دوسرے کا اتنا خیال نہیں ہوتا تو اگر اس کام پر اپنے بچہ کو نہ مارا یا کم مارا اور دوسرے بچہ کو زیادہ مارا تو معلوم ہوا کہ یہ مارنا محض غصہ اتارنے کے لیے ہے سدھارنا مقصود نہیں، ورنہ اپنے بچہ کے سدھارنے کا زیادہ خیال ہوتا۔

مسئلہ ۲: عالم اگرچہ جوان ہو بوڑھے جاہل پر فضیلت رکھتا ہے، لہٰذا چلنے اور بیٹھنے میں گفتگو کرنے میں بوڑھے جاہل کو عالم پر تقدم کرنا نہ چاہیے یعنی بات کرنے کا موقع ہو تو اس سے پہلے کلام یہ نہ شروع کرے، نہ عالم سے آگے آگے چلے، نہ ممتاز جگہ پر بیٹھے، عالم غیر قرشی قرشی غیر عالم پر فضیلت رکھتا ہے۔ عالم کا حق غیر عالم پر ویسا ہی ہے جیسا استاذ کا حق شاگرد پر ہے، عالم اگر کہیں چلا بھی جائے تو اس کی جگہ پر غیر عالم کو بیٹھنا نہ چاہیے۔ شوہر کا حق عورت پر اس سے بھی زیادہ ہے کہ عورت کو شوہر کی ہر ایسی چیز میں جو مباح ہو اطاعت کرنی پڑے گی۔ [1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: دینِ حق کی حمایت کے لیے مناظرہ کرنا جائز ہے بلکہ عبادت ہے اور اگر اس لیے مناظرہ کرتا ہے کہ کسی مسلم کو مغلوب کردے یا اس لیے کہ اس کا عالم ہونا لوگوں پر ظاہر ہو جائے یا دنیا حاصل کرنا مقصود ہے، مال ملے گا یا لوگوں میں مقبولیت حاصل ہوگی، یہ ناجائز ہے۔ [2] (درمختار)

مسئلہ ۴: مناظرہ میں اگر مناظر طلب حق کے لیے مناظرہ کرتا ہے یا اس کا یہ مقصود نہیں مگر بے جا ضد اور ہٹ نہیں کرتا انصاف پسندی سے کام لیتا ہے جب تو اس کے ساتھ حیلہ کرنا جائز نہیں اور اگر محض اس کا مقصود ہی یہ ہے کہ اپنے مقابل کو مغلوب کردے اور ہرا دے جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر بدمذہب اسی قسم کا مناظرہ کرتے ہیں تو اس کے مکر اور داؤں سے اپنے کو بچانا ہی چاہیے ایسے موقع پر اس کے کید سے بچنے کی ترکیبیں کرسکتے ہیں۔ [3] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: منبر پر چڑھ کر وعظ ونصیحت کرنا انبیا علیہم السلام کی سنت ہے اور اگر تذکیر ووعظ سے مال وجاہ مقصود ہو تو یہ یہود ونصاریٰ کا طریقہ ہے۔ [4] (درمختار)

مسئلہ ۶: وعظ کہنے میں بے اصل باتیں بیان کردینا، مثلاً احادیث میں اپنی طرف سے کچھ جملے ملا دینا یا ان میں کچھ

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٣.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٩٥.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٨.

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٩٥.

ایسی کمی کردینا جس سے حدیث کے معنی بگڑ جائیں، جیسا کہ اس زمانہ کے اکثر مقررین کی تقریروں میں ایسی باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں کہ مجمع پر اثر ڈالنے کے لیے ایسی حرکتیں کرڈالتے ہیں ایسی وعظ گوئی ممنوع ہے۔

اسی طرح یہ بھی ممنوع ہے کہ دوسروں کو نصیحت کرتا ہے اور خود انھیں باتوں میں آلودہ ہے، اس کو سب سے پہلے اپنی ذات کو نصیحت کرنی چاہیے اور اگر واعظ غلط باتیں بیان نہیں کرتا اور نہ اس قسم کی کمی بیشی کرتا ہے بلکہ الفاظ وتقریر میں لطافت اور شستگی کا خیال رکھتا ہے تاکہ اثر اچھا پڑے لوگوں پر رقت طاری ہو اور قرآن وحدیث کے فوائد اور نکات کو شرح وبسط کے ساتھ بیان کرتا ہے تو یہ اچھی چیز ہے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۷: معلم نے بچوں سے کہا کہ تم لوگ اپنے اپنے گھروں سے چٹائی کے لیے پیسے لاؤ۔ پیسے اکٹھے ہوئے، کچھ پیسوں کی چٹائیاں لایا اور کچھ خود رکھ لیے، جو اپنے کام میں صرف کرے گا ایسا کرسکتا ہے کیونکہ بچوں کے باپ وغیرہ اس قسم کے پیسے اس غرض سے دیتے ہیں کہ بچ رہے گا تو وہ میاں جی کا ہوگا، وہ ہرگز اس کے امیدوار نہیں رہتے کہ جو کچھ بچے گا واپس ملے گا اور جان بوجھ کر اس سے زیادہ دیا کرتے ہیں جتنے کی ضرورت ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا مقصود اس رقم زائد کی تملیک ہے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۸: عالم اگر اپنا عالم ہونا لوگوں پر ظاہر کرے تو اس میں حرج نہیں مگر یہ ضرور ہے کہ تفاخر کے طور پر یہ اظہار نہ ہو کہ تفاخر حرام ہے، بلکہ محض تحدیثِ نعمت الٰہی کے لیے یہ اظہار ہو اور یہ مقصد ہو کہ جب لوگوں کو ایسا معلوم ہوگا تو استفادہ کریں گے کوئی دین کی بات پوچھے گا اور کوئی پڑھے گا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: طلب علم اگر اچھی نیت سے ہو تو ہر عمل خیر سے یہ بہتر ہے، کیونکہ اس کا نفع سب سے زیادہ ہے مگر یہ ضرور ہے کہ فرائض کی انجام دہی میں خلل ونقصان نہ ہو۔ اچھی نیت کا یہ مطلب ہے کہ رضائے الٰہی اور آخرت کے لیے علم سیکھے۔ طلبِ دنیا وطلب جاہ نہ ہو اور طالب کا اگر مقصد یہ ہو کہ میں اپنے سے جہالت کو دور کروں اور مخلوق کو نفع پہنچاؤں یا پڑھنے سے مقصود علم کا احیا ہے، مثلاً لوگوں نے پڑھنا چھوڑ دیا ہے میں بھی نہ پڑھوں تو علم مٹ جائے گا، یہ نیتیں بھی اچھی ہیں اور اگر تصحیح نیت پر قادر نہ ہو جب بھی نہ پڑھنے سے پڑھنا اچھا ہے۔[4] (عالمگیری)

---

1 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٩٧.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٩٧.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٧.

4 ......المرجع السابق، ص٣٧٨.

مسئلہ۱۰: عالم ومُتَعَلِّم[1] کو علم میں بخل نہ کرنا چاہیے، مثلاً اس سے عاریت کے طور پر کوئی کتاب مانگے یا اس سے کوئی مسئلہ سمجھنا چاہے، تو انکار نہ کرے کتاب دے دے مسئلہ سمجھا دے۔ حضرت **عبد اللہ** بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں: جو شخص علم میں بخل کرے گا، تین باتوں میں سے کسی میں مبتلا ہوگا یا وہ مرجائے گا اور اس کا علم جاتا رہے گا یا بادشاہ کی طرف سے کسی بلا میں مبتلا ہوگا یا علم بھول جائے گا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۱۱: عالم ومُتَعَلِّم کو علم کی توقیر کرنی چاہیے، یہ نہ ہو کہ زمین پر کتابیں رکھے، پاخانہ پیشاب کے بعد کتابیں چھونا چاہے تو وضو کر لینا مستحب ہے، وضو نہ کرے تو ہاتھ ہی دھولے اب کتابیں چھوئے اور یہ بھی چاہیے کہ عیش پسندی میں نہ پڑے، کھانے پہننے، رہنے سہنے میں معمولی حالت اختیار کرے، عورتوں کی طرف زیادہ توجہ نہ رکھے، مگر یہ بھی نہ ہو کہ اتنی کمی کردے کہ تقلیل غذا اور کم خوابی میں اپنی جسمانی حالت خراب کردے اور اپنے کو کمزور کردے کہ خود اپنے نفس کا بھی حق ہے اور بی بی بچوں کا بھی حق ہے، سب کا حق پورا کرنا چاہیے۔

عالم ومُتَعَلِّم کو یہ بھی چاہیے کہ لوگوں سے میل جول کم رکھیں اور فضول باتوں میں نہ پڑیں اور پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ برابر جاری رکھیں، دینی مسائل میں مذاکرہ کرتے رہیں، کتب بینی کرتے رہیں، کسی سے جھگڑا ہوجائے تو نرمی اور انصاف سے کام لیں جاہل اور اس میں اس وقت بھی فرق ہونا چاہیے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ۱۲: استاذ کا ادب کرے اس کے حقوق کی محافظت کرے اور مال سے اس کی خدمت کرے اور استاد سے کوئی غلطی ہوجائے تو اس میں پیروی نہ کرے۔ استاذ کا حق ماں باپ اور دوسرے لوگوں سے زیادہ جانے اس کے ساتھ تواضع سے پیش آئے، جب استاذ کے مکان پر جائے تو دروازہ پر دستک نہ دے بلکہ اس کے برآمد ہونے کا انتظار کرے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ۱۳: نااہلوں کو علم نہ پڑھائے اور جو اس کے اہل ہوں ان کی تعلیم سے انکار نہ کرے کہ نااہلوں کو پڑھانا علم کو ضائع کرنا ہے اور اہل کو نہ پڑھانا ظلم وجور ہے۔[5] (عالمگیری) نااہل سے مراد وہ لوگ ہیں جن کی نسبت معلوم ہے کہ علم کے حقوق کو محفوظ نہ رکھ سکیں گے، پڑھ کر چھوڑ دیں گے، جاہلوں کے سے افعال کریں گے یا لوگوں کو گمراہ کریں گے یا علما کو بدنام کریں گے۔

---

1 ......عالم وطالب علم۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٨.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق، ص٣٧٨ ـ ٣٧٩.

5 ......المرجع السابق، ص٣٧٩.

مسئلہ ۱۴: معلم اگرثواب حاصل کرنا چاہتا ہے تو پانچ باتیں اس پر لازم ہیں۔

① تعلیم پر اُجرت لینا شرط نہ کرے، اگرکوئی خود کچھ دیدے تو لے لے، ورنہ کچھ نہ کہے۔

② باوضورہے۔

③ خیرخواہانہ تعلیم دے، توجہ کے ساتھ پڑھائے۔

④ لڑکوں میں جھگڑا ہو تو عدل وانصاف سے کام لے، یہ نہ ہو کہ مال داروں کے بچوں کی طرف زیادہ توجہ کرے اورغریبوں کے بچوں کی طرف کم۔

⑤ بچوں کوزیادہ نہ مارے، مارنے میں حد سے تجاوز کرے گا تو قیامت کے روزمحاسبہ[1] دینا پڑے گا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: ایک شخص نے نماز وغیرہ کے مسائل اس لیے سیکھے کہ دوسرے لوگوں کوسکھائے بتائے گا اور دوسرے نے اس لیے سیکھے کہ ان پرخود عمل کرے گا، پہلاشخص اس دوسرے سے افضل ہے۔[3] (درمختار) یعنی جبکہ پہلے کا یہ مقصد ہو کہ عمل بھی کرے گا اور تعلیم بھی دے گا یا یہ کہ محض تحصیل علم میں اول کودوسرے پرفضیلت ہے، کیونکہ پہلے کا مقصد دوسروں کوفائدہ پہنچانا اور دوسرے کا مقصد صرف اپنے کوفائدہ پہنچانا ہے۔

مسئلہ ۱۶: گھڑی بھر علم دین کے مسائل میں مذاکرہ اور گفتگو کرنا ساری رات عبادت کرنے سے افضل ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷: کچھ قرآن مجید یاد کر چکا ہے اوراسے فرصت ہے تو افضل یہ ہے کہ علم فقہ سیکھے، کہ قرآن مجید حفظ کرنا فرض کفایہ ہے اورفقہ کی ضروری باتوں کا جاننا فرض عین ہے۔[5] (ردالمحتار)

ریا و سمعہ کا بیان

ریا یعنی دکھاوے کے لیے کام کرنا اورسمعہ یعنی اس لیے کام کرنا کہ لوگ سنیں گے اوراچھا جانیں گے یہ دونوں چیزیں بہت بری ہیں ان کی وجہ سے عبادت کا ثواب نہیں ملتا بلکہ گناہ ہوتا ہے اور یہ شخص مستحق عذاب ہوتا ہے قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

1 ......یعنی حساب۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٩.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٧٢.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٧٢.

5 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٧٢.

﴿ يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ النَّاسِ ﴾ [1]

''اے ایمان والو! اپنے صدقات کو احسان جتا کر اور اذیت دے کر باطل نہ کرو، اس شخص کی طرح جو دکھاوے کے لیے مال خرچ کرتا ہے۔''

اور ارشاد ہوا:

﴿ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا ﴾ [2]

''جسے اپنے رب سے ملنے کی امید ہو، اسے چاہیے کہ نیک کام کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

اس کی تفسیر میں مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ ریا نہ کرے کہ وہ ایک قسم کا شرک ہے۔

اور فرماتا ہے:

﴿ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۙ الَّذِيْنَ هُمْ يُرَآءُوْنَ ۙ وَيَمْنَعُوْنَ الْمَاعُوْنَ ﴾ [3]

''ویل ہے ان نمازیوں کے لیے جو نماز سے غفلت کرتے ہیں، جو ریا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ ؕ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ؕ ﴾ [4]

''اللہ (عزوجل) کی عبادت اس طرح کر کہ دین کو اس کے لیے خالص کر، آگاہ ہو جاؤ کہ دین خالص اللہ (عزوجل) کے لیے ہے۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَالَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴾ [5]

''اور جو لوگ اپنے مال لوگوں کو دکھانے کے لیے خرچ کرتے ہیں اور نہ اللہ (عزوجل) پر ایمان لاتے ہیں اور نہ پچھلے دن پر اور جس کا ساتھی شیطان ہوا تو برا ساتھی ہوا۔''

احادیث اس کی مذمت میں بہت ہیں، بعض ذکر کی جاتی ہیں:

---

1 ......پ٣، البقرة: ٢٦٤.
2 ......پ١٦، الكهف: ١١٠.
3 ......پ٣٠، الماعون: ٤ ـ ٧.
4 ......پ ٢٣، الزمر: ٢ ـ ٣.
5 ......پ٥، النسآء: ٣٨.

حدیث۱: ابن ماجہ نے ابوسعید خدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: ہم لوگ مسیح دجال کا ذکر کررہے تھے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم تشریف لائے اور یہ فرمایا کہ میں تمھیں ایسی چیز کی خبر نہ دوں جس کا مسیح دجال سے بھی زیادہ میرے نزدیک تم پر خوف ہے؟ ہم نے کہا، ہاں یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)، ارشاد فرمایا: ''وہ شرک خفی ہے، آدمی نماز پڑھنے کھڑا ہوتا ہے اوراس وجہ سے زیادہ کرتا ہے کہ یہ دیکھتا ہے کہ دوسرا شخص اسے نماز پڑھتے دیکھ رہا ہے۔'' (1)

حدیث۲: امام احمد نے محمود بن لبید رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس چیز کا تم پر زیادہ خوف ہے، وہ شرکِ اصغر ہے۔'' لوگوں نے عرض کی، شرک اصغر کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا کہ ''ریا ہے۔'' (2)

بیہقی نے اس حدیث میں اتنا زیادہ کیا کہ جس دن بندوں کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا، ریا کرنے والوں سے اللہ تعالٰی فرمائے گا: ''ان کے پاس جاؤ جن کے دکھاوے کے لیے کام کرتے تھے، جا کر دیکھو کہ وہاں تمھیں کوئی بدلا اور خیر ملتا ہے۔'' (3)

حدیث۳: امام احمد وترمذی وابن ماجہ نے ابوسعید ابن ابی فضالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب اللہ تعالٰی تمام اولین وآخرین کو اس دن میں جمع فرمائے گا جس میں شک نہیں، تو ایک منادی ندا کرے گا، جس نے کوئی کام اللہ (عزوجل) کے لیے کیا اوراس میں کسی کو شریک کرلیا وہ اپنے عمل کا ثواب اسی شریک سے طلب کرے کیونکہ اللہ تعالٰی شرک سے بالکل بے نیاز ہے۔'' (4)

حدیث۴: صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا اللہ تعالٰی نے فرمایا: ''میں تمام شرکا میں شرکت سے بے نیاز ہوں، جس نے کوئی عمل کیا اوراس میں میرے ساتھ دوسرے کو شریک کیا، میں اس کو شرک کے ساتھ چھوڑ دوں گا۔'' (5) یعنی اس کا کچھ ثواب نہ دوں گا اور ایک روایت میں ہے کہ فرماتا ہے: ''میں اس سے بَری ہوں، وہ اسی کے لیے ہے جس کے لیے عمل کیا۔'' (6)

---

1 ......"سنن ابن ماجه"، كتاب الزهد، باب الرياء والسمعة، الحديث: ٤٢٠٤، ج٤، ص٣٧٠.
و"مشكاة المصابيح"، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الحديث: ٥٣٣٣، ج٣، ص١٤٠.

2 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث محمود بن لبيد، الحديث: ٢٣٦٩٢، ج٩، ص١٦٠.

3 ......"شعب الإيمان"، باب في اخلاص العمل...إلخ، الحديث: ٦٨٣١، ج٥، ص٣٣٣.

4 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي سعيد بن أبي فضالة، الحديث: ١٥٨٣٨، ج٥، ص٣٦٩.

5 ......"صحيح مسلم"، كتاب الزهد، باب من أشرك في عمله، الحديث: ٤٦ـ(٢٩٨٥)، ص١٥٩٤.

6 ......"شعب الإيمان"، باب في إخلاص العمل لله...إلخ، الحديث: ٦٨١٥، ج٥، ص٣٢٩.

حدیث ۵: صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اللہ تعالٰی تمھاری صورتوں اور تمھارے اموال کی طرف نظر نہیں فرماتا، وہ تمھارے دل اور تمھارے اعمال کی طرف نظر کرتا ہے۔'' (1)

حدیث ۶: صحیح بخاری و مسلم میں جندب یعنی ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو سنانے کے لیے کام کرے گا، اللہ (عزوجل) اس کو سنائے گا یعنی اس کی سزا دے گا اور جو ریا کرے گا اللہ تعالٰی اسے ریا کی سزا دے گا۔'' (2)

حدیث ۷: طبرانی و حاکم نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ریا کا ادنیٰ مرتبہ بھی شرک ہے اور تمام بندوں میں خدا کے نزدیک وہ زیادہ محبوب ہیں، جو پرہیز گار ہیں جو چھپے ہوئے ہیں اگر وہ غائب ہوں تو انھیں کوئی تلاش نہ کرے اور گواہی دیں تو پہچانے نہ جائیں، وہ لوگ ہدایت کے امام اور علم کے چراغ ہیں۔'' (3)

حدیث ۸: ابن ماجہ نے روایت کی، کہ ایک روز حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے، معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو قبر نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے پاس روتا ہوا پایا۔ حضرت عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا: کیوں روتے ہو؟ حضرت معاذ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) نے کہا، ایک بات میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے سنی تھی، وہ مجھے رلاتی ہے۔ میں نے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو یہ فرماتے سنا کہ تھوڑا سا ریا بھی شرک ہے اور جو شخص اللہ (عزوجل) کے ولی سے دشمنی کرے، وہ اللہ (عزوجل) سے لڑائی کرتا ہے۔ اللہ تعالٰی نیکوں، پرہیز گاروں، چھپے ہوؤں کو دوست رکھتا ہے وہ کہ غائب ہوں تو ڈھونڈیں نہ جائیں، حاضر ہوں تو بلائے نہ جائیں اور ان کو نزدیک نہ کیا جائے، ان کے دل ہدایت کے چراغ ہیں، ہر غبار آلود تاریک سے نکل جاتے ہیں۔ (4) یعنی مشکلات اور بلاؤں سے الگ ہوتے ہیں۔

حدیث ۹: امام بخاری نے ابو تمیمہ سے روایت کی، کہتے ہیں کہ صفوان اور ان کے ساتھیوں کے پاس میں حاضر تھا، جندب (رضی اللہ تعالٰی عنہ) ان کو نصیحت کر رہے تھے۔ انھوں نے کہا، تم نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے کچھ سنا ہو تو بیان کرو۔ جندب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کہا، میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا: جو سنانے کے لیے عمل کرے گا،

---

(1) ..."صحیح مسلم"، کتاب البر...إلخ، باب تحریم ظلم المسلم...إلخ، الحدیث: ۳۴ـ(۲۵۶۴)، ص۱۳۸۷.

(2) ..."صحیح البخاري"، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، الحدیث: ۶۴۹۹، ج۴، ص۲۴۷.

(3) ..."المستدرك"، کتاب معرفة الصحابة رضی اللہ تعالی عنهم، الحدیث: ۵۲۳۱، ج۴، ص۳۰۶.

(4) ..."سنن ابن ماجه"، کتاب الفتن، باب من ترجی له...إلخ، الحدیث: ۳۹۸۹، ج۴، ص۳۵۱.
و"مشکاة المصابیح"، کتاب الرقاق، باب الریاء والسمعة، الحدیث: ۵۳۲۸، ج۳، ص۱۳۹.

اللہ تعالٰی قیامت کے دن اسے سنائے گا یعنی سزا دے گا اور جو مشقت ڈالے گا، اللہ تعالٰی قیامت کے دن اس پر مشقت ڈالے گا۔ انھوں نے کہا، ہمیں وصیت کیجیے۔ فرمایا: ''سب سے پہلے انسان کا پیٹ سڑے گا، لہٰذا جس سے ہوسکے کہ پاکیزہ مال کے سوا کچھ نہ کھائے، وہ یہی کرے اور جس سے ہوسکے کہ اس کے اور جنت کے درمیان چلو بھر خون حائل نہ ہو وہ یہ کرے یعنی کسی کو ناحق قتل نہ کرے۔'' (1)

حدیث۱۰: امام احمد نے شداد بن اوس (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت کی، کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو یہ فرماتے سنا کہ ''جس نے ریا کے ساتھ نماز پڑھی، اس نے شرک کیا اور جس نے ریا کے ساتھ روزہ رکھا، اس نے شرک کیا اور جس نے ریا کے ساتھ صدقہ دیا، اس نے شرک کیا۔'' (2)

حدیث۱۱: امام احمد نے شداد بن اوس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ یہ روئے، کسی نے پوچھا کیوں روتے ہیں؟ کہا کہ ایک بات میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے سنی تھی وہ یاد آ گئی اس نے مجھے رلا دیا، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو میں نے یہ فرماتے سنا کہ ''میں اپنی امت پر شرک اور شہوت خفیہ کا اندیشہ کرتا ہوں۔ میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟ فرمایا: ہاں مگر وہ لوگ آفتاب و ماہتاب اور پتھر اور بت کو نہیں پوجیں گے، بلکہ اپنے اعمال میں ریا کریں گے اور شہوت خفیہ یہ کہ صبح کو روزہ رکھے گا پھر کسی خواہش سے روزہ توڑ دے گا۔'' (3)

حدیث۱۲: امام احمد و مسلم و نسائی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''سب سے پہلے قیامت کے دن ایک شخص کا فیصلہ ہوگا جو شہید ہوا ہے وہ حاضر کیا جائے گا، اللہ تعالٰی اپنی نعمتیں دریافت کرے گا وہ نعمتوں کو پہچانے گا یعنی اقرار کرے گا، ارشاد فرمائے گا کہ ان نعمتوں کے مقابل میں تو نے کیا عمل کیا ہے؟ وہ کہے گا، میں نے تیری راہ میں جہاد کیا یہاں تک کہ شہید ہوا، اللہ تعالٰی فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، تو نے اس لیے قتال کیا تھا کہ لوگ تجھے بہادر کہیں سو کہہ لیا گیا، حکم ہوگا اس کو مونھ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

اور ایک وہ شخص جس نے علم پڑھا اور پڑھایا اور قرآن پڑھا، وہ حاضر کیا جائے گا اس سے نعمتوں کو دریافت کرے گا، وہ نعمتوں کو پہچانے گا، فرمائے گا: ان نعمتوں کے مقابل میں تو نے کیا عمل کیا ہے؟ کہے گا، میں نے تیرے لیے علم سیکھا اور سکھایا اور قرآن پڑھا، فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، تو نے علم اس لیے پڑھا کہ تجھے عالم کہا جائے اور قرآن اس لیے پڑھا کہ تجھے قاری کہا

1 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الأحكام، باب من شاق شق الله عليه، الحديث: ٧١٥٢، ج٤، ص٤٥٦.

2 ...... "المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث شداد بن اوس، الحديث: ١٧١٤٠، ج٦، ص٨١-٨٢.

3 ...... المرجع السابق، الحديث: ١٧١٢٠، ج٦، ص٧٧.

جائے سو تجھے کہہ لیا گیا، حکم ہوگا منھ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر ایک تیسرا شخص لایا جائے گا، جس کو خدا نے وسعت دی ہے اور ہر قسم کا مال دیا ہے، اس سے اپنی نعمتیں دریافت فرمائے گا، وہ نعمتوں کو پہچانے گا، فرمائے گا: تو نے ان کے مقابل کیا کیا؟ عرض کرے گا میں نے کوئی راستہ ایسا نہیں چھوڑا جس میں خرچ کرنا تجھے محبوب ہے، مگر میں نے اس میں تیرے لیے خرچ کیا۔ فرمائے گا: تو جھوٹا ہے، تو نے اس لیے خرچ کیا کہ سخی کہا جائے سو کہہ لیا گیا، اس کے متعلق بھی حکم ہوگا منھ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔'' (1)

حدیث ۱۳: بخاری نے تاریخ میں اور ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اللہ (عزوجل) کی پناہ مانگو 'جبُّ الحزن' سے یہ جہنم میں ایک وادی ہے کہ جہنم بھی ہر روز چار سو مرتبہ اس سے پناہ مانگتا ہے، اس میں قاری داخل ہوں گے جو اپنے اعمال میں ریا کرتے ہیں اور خدا کے بہت زیادہ مبغوض وہ قاری ہیں، جو امرا کی ملاقات کو جاتے ہیں۔'' (2)

حدیث ۱۴: طبرانی اوسط میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جو شخص آخرت کے عمل سے آراستہ ہو اور وہ نہ آخرت کا ارادہ کرتا ہے، نہ آخرت کا طالب ہے، اس پر آسمان و زمین میں لعنت ہے۔'' (3)

حدیث ۱۵: حکیم نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''میری امت میں شرک چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ مخفی ہے، جو چکنے پتھر پر چلتی ہے۔'' (4)

حدیث ۱۶: امام احمد و طبرانی نے ابو موسیٰ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اے لوگو! شرک سے بچو کیونکہ وہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ لوگوں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کس طرح شرک سے بچیں؟ ارشاد فرمایا کہ یہ دعا پڑھو۔

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُ بِکَ اَنْ نُشْرِکَ بِکَ شَیْئاً نَعْلَمُہٗ وَنَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا نَعْلَمُہٗ . (5)

الٰہی! ہم تیری پناہ مانگتے ہیں اس سے کہ جان کر ہم تیرے ساتھ کسی چیز کو شریک کریں اور ہم اس سے استغفار کرتے

---

1 ......"صحيح مسلم"، كتاب الإمارة، باب من قاتل للرياء والسمعة استحق النار، الحديث: ١٥٢ ـ (١٩٠٥)، ص ١٠٥٥.

2 ......"كنز العمال"، كتاب الأخلاق، رقم: ٧٤٧٧، ج٣، ص ١٩٠.
و"سنن الترمذي"، كتاب الزهد، باب ماجاء في الرياء والسمعة، الحديث: ٢٣٩٠، ج٤، ص ١٧٠.

3 ......"المعجم الأوسط"، باب العين، الحديث: ٤٧٧٦، ج٣، ص ٣٣٨.
و"الترغيب والترهيب" للمنذري، الترهيب من الرياء... إلخ، الحديث: ١٢، ج١، ص ٣٢.

4 ......"نوادر الأصول في معرفة أحاديث الرسول"، الأصل الرابع والسبعون والمئتان... إلخ، الحديث: ١٩٠١، ص ٦٧٢.

5 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، حديث أبي موسى الاشعرى، الحديث: ١٩٦٢٥، ج٧، ص ١٤٦.

ہیں جس کو نہیں جانتے۔''

حدیث ۱۷: طبرانی نے عدی بن حاتم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: کچھ لوگوں کو جنت کا حکم ہوگا، جب جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے اور محل اور جو کچھ جنت میں اللہ تعالٰی نے جنتیوں کے لیے سامان طیار کر رکھا ہے، دیکھیں گے۔ پکارا جائے گا کہ انھیں واپس کرو جنت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں۔ یہ لوگ حسرت کے ساتھ واپس ہوں گے کہ ایسی حسرت کسی کو نہیں ہوئی اور یہ لوگ کہیں گے کہ اے رب! اگر تو نے ہمیں پہلے ہی جہنم میں داخل کر دیا ہوتا، ہمیں تو نے ثواب اور جو کچھ اپنے اولیا کے لیے جنت میں مہیا کیا ہے نہ دکھایا ہوتا تو یہ ہم پر آسان ہوتا۔ ارشاد فرمائے گا: ''ہمارا مقصد ہی یہ تھا اے بدبختو! جب تم تنہا ہوتے تھے تو بڑے بڑے گناہوں سے میرا مقابلہ کرتے تھے اور جب لوگوں سے ملتے تھے تو خشوع کے ساتھ ملتے جو کچھ دل میں میری تعظیم کرتے اس کے خلاف لوگوں پر ظاہر کرتے لوگوں سے تم ڈرے اور مجھ سے نہ ڈرے، لوگوں کی تعظیم کی اور میری تعظیم نہیں کی، لوگوں کے لیے گناہ چھوڑے میرے لیے نہیں چھوڑے، لہٰذا تم کو آج عذاب چکھاؤں گا اور ثواب سے محروم کروں گا۔'' (1)

حدیث ۱۸: ترمذی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس کی نیت طلبِ آخرت ہے اللہ تعالٰی اس کے دل میں غنا پیدا کر دے گا اور اس کی حاجتیں جمع کر دے گا اور دنیا ذلیل ہو کر اس کے پاس آئے گی اور طلب دنیا جس کی نیت ہو اللہ تعالٰی فقر ومحتاجی اس کی آنکھوں کے سامنے کر دے گا اور اس کے کاموں کو متفرق کر دے گا اور ملے گا وہی جو اس کے لیے لکھا جاچکا ہے۔'' (2)

حدیث ۱۹: صحیح مسلم میں ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے پوچھا گیا کہ یہ فرمایئے کہ آدمی اچھا کام کرتا ہے اور لوگ اس کی تعریف کرتے ہیں (یہ ریا ہے یا نہیں)؟ فرمایا: ''یہ مومن کے لیے جلد یعنی دنیا میں بشارت ہے۔'' (3)

حدیث ۲۰: ترمذی نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں: میں نے عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ

---

(1)...... "المعجم الكبير" للطبراني، الحديث: ١٩٩، ج١٥، ص٨٥.
و "مجمع الزوائد"، كتاب الزهد، باب ماجاء في الرياء، الحديث: ١٧٦٤٩، ج١٠، ص٣٧٧.

(2)...... "سنن الترمذي"، كتاب صفة القيامة، باب: ٩٥، الحديث: ٢٤٧٣، ج٤، ص٢١١.
و "مشكاة المصابيح"، كتاب الرقاق، باب الرياء والسمعة، الحديث: ٥٣٢٠، ج٣، ص١٣٨.

(3)...... "صحيح مسلم"، كتاب البر والصلة... إلخ، باب إذا أثني على الصالح... إلخ، الحديث: ١٦٦ـ(٢٦٤٢)، ص١٤٢٠.

تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) میں اپنے مکان کے اندر نماز کی جگہ میں تھا، ایک شخص آ گیا اور یہ بات مجھے پسند آئی کہ اس نے مجھے اس حال میں دیکھا (یہ ریا تو نہ ہوا)۔ ارشاد فرمایا: ''ابو ہریرہ! تمھارے لیے دو۲ ثواب ہیں، پوشیدہ عبادت کرنے کا اور علانیہ کا بھی۔'' [1]

یہ اس صورت میں ہے کہ عبادت اس لیے نہیں کی کہ لوگوں پر ظاہر ہو اور لوگ عابد سمجھیں، عبادت خالصاً اللہ (عزوجل) کے لیے ہے، عبادت کے بعد اگر لوگوں پر ظاہر ہوگئی اور طبعاً یہ بات اچھی معلوم ہوتی ہے کہ دوسرے نے اچھی حالت پر پایا، اس طبعی مسرت سے ریا نہیں۔

حدیث ۲۱: بیہقی نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''آدمی کی برائی کے لیے یہ کافی ہے کہ دین و دنیا میں اس کی طرف انگلیوں سے اشارہ کیا جائے، مگر جس کو اللہ تعالٰی بچائے۔'' [2] یعنی جسے لوگ اچھا سمجھتے ہوں، اس کو ریا و عجب سے بچنا بہت مشکل ہوتا ہے، مگر خدا کی خاص مہربانی جس پر ہو وہی بچتا ہے۔

مسئلہ ۱: روزہ دار سے پوچھا، کیا تمہارا روزہ ہے؟ اسے کہہ دینا چاہیے کہ ہاں ہے، کہ روزہ میں ریا کو دخل نہیں، یہ نہ کہے کہ دیکھتا ہوں کیا ہوتا ہے، یعنی ایسے الفاظ نہ کہے جن سے معلوم ہوتا ہو کہ یہ اپنے روزہ کو چھپاتا ہے کہ یہ بے وقوفی کی بات ہے کہ چھپاتا ہے مگر اس طرح جس سے اظہار ہو جاتا ہے یہ منافقین کا طریقہ ہے کہ لوگوں کے سامنے وہ بتانا چاہتا ہے کہ اپنے عمل کو چھپاتا ہے۔ [3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: عبادت کوئی بھی ہو اس میں اخلاص نہایت ضروری چیز ہے یعنی محض رضائے الٰہی کے لیے عمل کرنا ضرور ہے۔ دکھاوے کے طور پر عمل کرنا بالاجماع حرام ہے، بلکہ حدیث میں ریا کو شرک اصغر فرمایا اخلاص ہی وہ چیز ہے کہ اس پر ثواب مرتب ہوتا ہے، ہوسکتا ہے کہ عمل صحیح نہ ہو مگر جب اخلاص کے ساتھ کیا گیا ہو تو اس پر ثواب مرتب ہو مثلاً لاعلمی میں کسی نے نجس پانی سے وضو کیا اور نماز پڑھ لی اگرچہ یہ نماز صحیح نہ ہوئی کہ صحت کی شرط طہارت تھی وہ نہیں پائی گئی مگر اس نے صدقِ نیت اور اخلاص کے ساتھ پڑھی ہے تو ثواب کا ترتب ہے یعنی اس نماز پر ثواب پائے گا مگر جبکہ بعد میں معلوم ہو گیا کہ ناپاک پانی سے وضو کیا تھا تو وہ مطالبہ جو اس کے ذمہ ہے ساقط نہ ہوگا، وہ بدستور قائم رہے گا اس کو ادا کرنا ہوگا۔

اور کبھی شرائط صحت پائے جائیں گے مگر ثواب نہ ملے گا مثلاً نماز پڑھی تمام ارکان ادا کیے اور شرائط بھی پائے گئے، مگر ریا

---

1 ...... ''سنن الترمذي''، کتاب الزهد، باب عمل السر، الحديث: ۲۳۹۱، ج۴، ص ۱۷۱.
و''شرح السنة''، کتاب الرقاق، باب من عمل لله فحمد عليه، الحديث: ۴۰۳۶، ج۷، ص ۳۴۶.

2 ...... ''شعب الإيمان''، باب في اخلاص العمل... إلخ، الحديث: ۶۹۷۸، ج۵، ص ۳۶۷.

3 ...... ''الدرالمختار'' و''ردالمحتار''، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص ۷۰۰.

کے ساتھ پڑھی تو اگرچہ اس نماز کی صحت کا حکم دیا جائے مگر چونکہ اخلاص نہیں ہے ثواب نہیں۔

ریا کی دوصورتیں ہیں، کبھی تو اصل عبادت ہی ریا کے ساتھ کرتا ہے کہ مثلاً لوگوں کے سامنے نماز پڑھتا ہے اور کوئی دیکھنے والا نہ ہوتا تو پڑھتا ہی نہیں یہ ریائے کامل ہے کہ ایسی عبادت کا بالکل ثواب نہیں۔ دوسری صورت یہ ہے کہ اصل عبادت میں ریا نہیں، کوئی ہوتا یا نہ ہوتا بہرحال نماز پڑھتا مگر وصف میں ریا ہے کہ کوئی دیکھنے والا نہ ہوتا جب بھی پڑھتا مگر اس خوبی کے ساتھ نہ پڑھتا۔ یہ دوسری قسم پہلی سے کم درجہ کی ہے اس میں اصل نماز کا ثواب ہے اور خوبی کے ساتھ ادا کرنے کا جو ثواب ہے وہ یہاں نہیں کہ یہ ریا سے ہے اخلاص سے نہیں۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳: کسی عبادت کو اخلاص کے ساتھ شروع کیا مگر اثنائے عمل میں ریا کی مداخلت ہوگئی تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ ریا سے عبادت کی بلکہ یہ عبادت اخلاص سے ہوئی، ہاں اس کے بعد جو کچھ عبادت میں حسن وخوبی پیدا ہوگئی وہ ریا سے ہوگی اور یہ ریا کی قسم دوم میں شمار ہوگی۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: روزہ کے متعلق بعض علما کا یہ قول ہے کہ اس میں ریا نہیں ہوتا اس کا غالباً یہ مطلب ہوگا کہ روزہ چند چیزوں سے باز رہنے کا نام ہے اس میں کوئی کام نہیں کرنا ہوتا جس کی نسبت کہا جائے کہ ریا سے کیا، ورنہ یہ ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو جتانے کے لیے یہ کہتا پھرتا ہے کہ میں روزہ سے ہوں یا لوگوں کے سامنے مونھ بنائے رہتا ہے تاکہ لوگ سمجھیں کہ اس کا بھی روزہ ہے اس طور پر روزہ میں بھی ریا کی مداخلت ہوسکتی ہے۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۵: ریا کی طرح اُجرت لے کر قرآن مجید کی تلاوت بھی ہے کہ کسی میت کے لیے بغرض ایصالِ ثواب کچھ لے کر تلاوت کرتا ہے کہ یہاں اخلاص کہاں بلکہ تلاوت سے مقصود وہ پیسے ہیں کہ وہ نہیں ملتے تو پڑھتا بھی نہیں، اس پڑھنے میں کوئی ثواب نہیں پھر میت کے لیے ایصالِ ثواب کا نام لینا غلط ہے کہ جب ثواب ہی نہ ملا تو پہنچائے گا کیا۔ اس صورت میں نہ پڑھنے والے کو ثواب، نہ میت کو بلکہ اُجرت دینے والا اور لینے والا دونوں گنہگار۔[4] (ردالمحتار) ہاں اگر اخلاص کے ساتھ کسی نے تلاوت کی تو اس پر ثواب بھی ہے اور اس کا ایصال بھی ہوسکتا ہے اور میت کو اس سے نفع بھی پہنچے گا۔

بعض مرتبہ پڑھنے والوں کو پیسے نہیں دیے جاتے مگر ختم کے بعد مٹھائی تقسیم ہوتی ہے۔ اگر اس مٹھائی کی خاطر تلاوت کی ہے تو یہ بھی ایک قسم کی اُجرت ہی ہے کہ جب ایک چیز مشہور ہو جاتی ہے تو اسے بھی مشروط ہی کا حکم دیا جاتا ہے، اس کا بھی وہی حکم

---

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۷۰۱.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص۷۰۲.

4 ......المرجع السابق.

ہے جو مذکور ہو چکا، ہاں جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ مٹھائی نہیں ملتی جب بھی میں پڑھتا وہ اس حکم سے مستثنیٰ ہے اور اس بات کا خود وہ اپنے ہی دل سے فیصلہ کرسکتا ہے کہ میرا پڑھنا مٹھائی کے لیے ہے یا اللہ عزوجل کے لیے۔

پنج آیت[1] پڑھنے والا اپنا دوہرا حصہ لیتا ہے یعنی ایک حصہ خاص پنج آیت پڑھنے کا ہوتا ہے اور نہ ملے تو جھگڑتا ہے گویا یہ زائد حصہ پنج آیت کا معاوضہ ہے اس سے بھی یہی نکلتا ہے کہ جس طرح اجیر کو اُجرت نہ ملے تو جھگڑ[2] کر لیتا ہے، اسی طرح یہ بھی لیتا ہے، لہٰذا بظاہر اخلاص نظر نہیں آتا، **واللّٰہُ اعلم بالصواب۔**

میلاد خوان اور واعظ بھی دو حصے لیتے ہیں جب کہ وعظ میں مٹھائی تقسیم ہوتی ہے جس سے ظاہر یہی ہوتا ہے کہ ایک حصہ اپنے پڑھنے اور تقریر کرنے کا لیتے ہیں، اگر وہی حصہ یہ بھی لیتے جو عام طور پر تقسیم ہوتا ہے تو بہت خوب ہوتا کہ ذرا سی مٹھائی کے بدلے اجرِ عظیم کے ضائع ہونے کا شبہہ نہ ہوتا۔

بعض جگہ خصوصیت کے ساتھ ان کی دعوتیں بھی ہوتی ہیں کہ ان کو اسی حیثیت سے کھانا کھلایا جاتا ہے کہ یہ پڑھیں گے بیان کریں گے یہ مخصوص دعوت بھی اسی اُجرت ہی کی حد میں آتی ہے، ہاں اگر اور لوگوں کی دعوت بھی ہو تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ وعظ وتقریر کا معاوضہ ہے۔

اسی قسم کی بہت سی صورتیں ہیں جن کی تفصیل کی چنداں ضرورت نہیں، یہ مختصر بیان دین دار متبع شریعت کے لیے کافی ووافی ہے وہ خود اپنے دل میں انصاف کرسکتا ہے کہ کہاں عملِ خیر کی اجرت ہے اور کہاں نہیں۔

مسئلہ۶: جو شخص حج کو گیا اور ساتھ میں اموالِ تجارت بھی لے گیا، اگر تجارت کا خیال غالب ہے یعنی تجارت کرنا مقصود ہے اور وہاں پہنچ جاؤں گا حج بھی کرلوں گا یا دونوں پہلو برابر ہیں یعنی سفر ہی دونوں مقصد سے کیا تو ان دونوں صورتوں میں ثواب نہیں یعنی جانے کا ثواب نہیں اور اگر مقصود حج کرنا ہے اور یہ کہ موقع مل جائے گا تو مال بھی بیچ لوں گا تو حج کا ثواب ہے۔ اسی طرح اگر جمعہ پڑھنے گیا اور بازار میں دوسرے کام کرنے کا بھی خیال ہے، اگر اصلی مقصود جمعہ ہی کو جانا ہے تو اس جانے کا ثواب ہے اور اگر کام کا خیال غالب ہے یا دونوں برابر تو جانے کا ثواب نہیں۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ۷: فرائض میں ریا کو دخل نہیں۔[4] (درمختار) اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرائض میں ریا پایا ہی نہیں جاتا اس لیے کہ جس طرح نوافل کو ریا کے ساتھ ادا کرسکتا ہے، ہوسکتا ہے کہ فرائض کو بھی ریا کے طور پر ادا کرے، بلکہ مطلب یہ ہے کہ فرض اگر

---

1 ...... یعنی سورۂ فاتحہ اور چاروں قل، جو فاتحہ میں پڑھتے ہیں۔ 2 ......یعنی جھگڑا۔

3 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۷۰۲.

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۷۰۳.

ریا کے طور پر ادا کیا جب بھی اس کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا، اگرچہ اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ثواب نہ ملے۔

اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کسی کو فرض ادا کرنے میں ریا کی مداخلت کا اندیشہ ہو تو اس مداخلت کو اعتبار کر کے فرض کو ترک نہ کرے[1] بلکہ فرض ادا کرے اور ریا کو دور کرنے کی اور اخلاص حاصل ہونے کی کوشش کرے۔

زیارتِ[2] قبور کا بیان

حدیث ۱: صحیح مسلم میں بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کرو اور میں نے تم کو قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ کھانے کی ممانعت کی تھی اب جب تک تمھاری سمجھ میں آئے رکھ سکتے ہو۔''[3]

حدیث ۲: ابن ماجہ نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''میں نے تم کو زیارت قبور سے منع کیا تھا اب تم قبروں کی زیارت کرو، کہ وہ دنیا میں بے رغبتی کا سبب ہے اور آخرت یاد دلاتی ہے۔''[4]

حدیث ۳: صحیح مسلم میں بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم لوگوں کو تعلیم دیتے تھے کہ جب قبروں کے پاس جائیں یہ کہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَاحِقُوْنَ نَسْأَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ .[5]

حدیث ۴: ترمذی نے ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم مدینہ میں قبور کے پاس گزرے تو اودھر کو مونھ کر لیا اور یہ فرمایا:

---

1 ...... یعنی فرائض کو نہ چھوڑے۔

2 ...... زیارت کے متعلق مسائل حصہ چہارم میں ذکر کیے گئے ہیں۔ وہاں سے معلوم کریں۔ ۱۲ منہ

3 ......"صحیح مسلم"، کتاب الجنائز، باب استئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل... إلخ، الحدیث: ۱۰۶ ـ (۹۷۷)، ص ۴۸۶ .

4 ......"سنن ابن ماجہ"، کتاب ماجاء في الجنائز، باب ما جاء في زیارۃ القبور، الحدیث: ۱۵۷۱، ج ۲، ص ۲۵۲ .

5 ......"صحیح مسلم"، کتاب الجنائز، باب ما یقال عند دخول القبور... إلخ، الحدیث: ۱۰۴ ـ (۹۷۵)، ص ۴۸۵ .

و"سنن ابن ماجہ"، کتاب ماجاء في الجنائز، باب ماجاء فیما یقال إذا دخل المقابر، الحدیث: ۱۵۴۷، ج ۲، ص ۲۴۰ .

ترجمہ: اے قبرستان والے مومنو اور مسلمانو! تم پر سلامتی ہو اور ان شاء اللہ عزوجل ہم تم سے آملیں گے، ہم اللہ عزوجل سے اپنے لئے اور تمہارے لیے عافیت کا سوال کرتے ہیں۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ سَلَفُنَا وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ .[1]

حدیث۵: صحیح مسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی، کہتی ہیں کہ جب میری باری کی رات ہوتی حضور (صلّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) آخر شب میں بقیع کو جاتے اور یہ فرماتے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ دَارَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ وَاَتَاكُمْ مَا تُوْعَدُوْنَ غَدًا مُّؤَجَّلُوْنَ وَاِنَّا اِنْشَاءَ اللّٰهُ بِكُمْ لَاحِقُوْنَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِاَهْلِ بَقِيْعِ الْغَرْقَدِ .[2]

حدیث۶: بیہقی نے شعب الایمان میں محمد بن نعمان سے مرسلاً روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جو اپنے والدین کی دونوں یا ایک کی ہر جمعہ میں زیارت کرے گا، اس کی مغفرت ہو جائے گی اور نیکو کار لکھا جائے گا۔''[3]

حدیث۷: خطیب نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: ''جب کوئی شخص ایسے کی قبر پر گزرے جسے دنیا میں پہچانتا تھا اور اس پر سلام کرے تو وہ مُردہ اسے پہچانتا ہے اور اس کے سلام کا جواب دیتا ہے۔''[4]

حدیث۸: امام احمد نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے روایت کی، کہتی ہیں میں اپنے گھر میں جس میں رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم تشریف فرما ہیں (یعنی روضۂ اطہر میں) داخل ہوتی تو اپنے کپڑے اوتار دیتی (یعنی زائد کپڑے جو غیروں کے سامنے ہونے میں ستر پوشی کے لیے ضروری ہیں) اور اپنے دل میں یہ کہتی کہ یہاں تو صرف میرے شوہر اور میرے والد ہیں پھر جب حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ وہاں مدفون ہوئے تو حضرت عمر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی حیا کی وجہ سے خدا کی قسم! میں وہاں نہیں گئی مگر اچھی طرح اپنے اوپر کپڑوں کو لپیٹ کر۔[5]

مسئلہ۱: زیارت قبور جائز و مسنون ہے۔ حضور اقدس صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم شہدائے احد کی زیارت کو تشریف لے جاتے اور ان کے لیے دعا کرتے۔[6]

1 ......"سنن الترمذي"، كتاب الجنائز، باب ما يقول الرجل إذا دخل المقابر، الحديث: ١٠٥٥، ج٢، ص٣٢٩.
ترجمہ: اے قبرستان والو! تم پر سلامتی ہو، اللہ عزوجل ہماری اور تمہاری مغفرت فرمائے، تم ہم سے پہلے چلے گئے اور ہم تمہارے پیچھے آنے والے ہیں۔

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب الجنائز، باب ما يقال عند دخول القبور... إلخ، الحديث: ١٠٢ـ(٩٧٤)، ص٤٨٤.

3 ......"شعب الإيمان"، باب في برالوالدين، فصل في حفظ حق الوالدين بعد موتهما، الحديث: ٧٩٠١، ج٦، ص٢٠١.

4 ......"تاريخ بغداد"، رقم: ٣١٧٥، ج٦، ص١٣٥.

5 ......"المسند" للإمام أحمد بن حنبل، مسند السيدة عائشة رضى الله عنها، الحديث: ٢٥٧١٨، ج١٠، ص١٢.

6 ...... انظر: "الدرالمنثور" للسيوطي، سورة الرعد، تحت الآية: ٢٤، ج٤، ص٦٤٠ـ٦٤١.

اور یہ فرمایا بھی ہے کہ ''تم لوگ قبروں کی زیارت کرو۔'' [1]

مسئلہ ۲: جس کی قبر کی زیارت کو گیا ہے اس کی زندگی میں اگر اس کے پاس ملاقات کو آتا تو جتنا نزدیک یا دور ہوتا اب بھی قبر کی زیارت میں اسی کا لحاظ رکھے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: قبر کی زیارت کو جانا چاہے تو مستحب یہ ہے کہ پہلے اپنے مکان میں دو رکعت نماز نفل پڑھے، ہر رکعت میں بعد فاتحہ آیۃ الکرسی ایک بار اور قل ھو اللہ تین بار پڑھے اور اس نماز کا ثواب میت کو پہنچائے، اللہ تعالیٰ میت کی قبر میں نُور پیدا کرے گا اور اس شخص کو بہت بڑا ثواب عطا فرمائے گا، اب قبرستان کو جائے راستہ میں لایعنی باتوں میں مشغول نہ ہو جب قبرستان پہنچے جوتیاں اوتار دے اور قبر کے سامنے اس طرح کھڑا ہو کہ قبلہ کو پیٹھ ہو اور میت کے چہرہ کی طرف مونھ اور اس کے بعد یہ کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُوْرِ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَنَحْنُ بِالْاَثَرِ.

اور سورۂ فاتحہ و آیۃ الکرسی و سورۂ اِذَا زُلْزِلَتْ واَلْهٰكُمُ التَّكَاثُر پڑھے، سورہ ملک اور دوسری سورتیں بھی پڑھ سکتا ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: چار دن زیارت کے لیے بہتر ہیں، دوشنبہ [4]، پنج شنبہ [5]، جمعہ، ہفتہ، جمعہ کے دن بعد نماز جمعہ افضل ہے اور ہفتہ کے دن طلوع آفتاب تک اور پنج شنبہ کو دن کے اول وقت میں اور بعض علما نے فرمایا کہ پچھلے وقت میں افضل ہے، متبرک راتوں میں زیارت قبور افضل ہے، مثلاً شب براءت، شب قدر، اسی طرح عیدین کے دن اور عشرہ ذی الحجہ میں بھی بہتر ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: قبرستان کے درخت کا حکم یہ ہے کہ اگر وہ درخت قبرستان سے پہلے کا ہے یعنی زمین کو جب قبرستان بنایا گیا اس وقت وہ درخت وہاں موجود تھا، تو جس کی زمین ہے اسی کا درخت ہے وہ جو چاہے کرے اور اگر وہ زمین بنجر تھی کسی کی مِلک نہ تھی تو درخت اور زمین کا وہ حصہ جس میں درخت ہے اسی پہلی حالت پر ہے کہ کسی کی مِلک نہیں اور اگر قبرستان ہونے کے بعد کا

---

1 ......"صحیح مسلم"، کتاب الجنائز، باب إستئذان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ربہ عزوجل... إلخ، الحدیث: ۱۰۶ ـ (۹۷۷)، ص ۴۸۶.

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر في زیارة القبور، ج۵، ص ۳۵۰.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... پیر۔

5 ...... جمعرات۔

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الکراهیة، الباب السادس عشر في زیارة القبور، ج۵، ص ۳۵۰.

درخت ہے اور معلوم ہے کہ فلاں شخص نے لگایا ہے تو جس نے لگایا ہے اس کا ہے مگر اسے یہ چاہیے کہ صدقہ کردے اور معلوم نہ ہو کہ کس نے لگایا ہے بلکہ وہ خود ہی وہاں جم گیا ہے تو قاضی کو اس کے متعلق اختیار ہے اگر قاضی کی یہ رائے ہو کہ درخت کٹوا کر قبرستان پر خرچ کردے تو کرسکتا ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: بزرگانِ دین اولیا وصالحین کے مزاراتِ طیبہ پر غلاف ڈالنا جائز ہے، جبکہ یہ مقصود ہو کہ صاحب مزار کی وقعت نظرِ عوام میں پیدا ہو، ان کا ادب کریں ان کے برکات حاصل کریں۔[2] (ردالمحتار)

ایصالِ ثواب

مسئلہ ۱: ایصالِ ثواب یعنی قرآن مجید یا درود شریف یا کلمۂ طیبہ یا کسی نیک عمل کا ثواب دوسرے کو پہنچانا جائز ہے۔ عباداتِ مالیہ یا بدنیہ فرض و نفل سب کا ثواب دوسروں کو پہنچایا جاسکتا ہے، زندوں کے ایصالِ ثواب سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے۔ کتب فقہ وعقائد میں اس کی تصریح مذکور ہے، ہدایہ[3] اور شرح عقائد نسفی[4] میں اس کا بیان موجود ہے اس کو بدعت کہنا ہٹ دھرمی ہے۔ حدیث سے بھی اس کا جائز ہونا ثابت ہے۔

حضرت سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ کی والدہ کا جب انتقال ہوا، انھوں نے حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سعد کی ماں کا انتقال ہوگیا، کون سا صدقہ افضل ہے؟ ارشاد فرمایا: پانی۔ انھوں نے کوآں کھودا اور یہ کہا کہ یہ سعد کی ماں کے لیے ہے۔[5] معلوم ہوا کہ زندوں کے اعمال سے مردوں کو ثواب ملتا اور فائدہ پہنچتا ہے۔

اب رہیں تخصیصات مثلاً تیسرے دن یا چالیسویں دن یہ تخصیصات نہ شرعی تخصیصات ہیں نہ ان کو شرعی سمجھا جاتا ہے، یہ کوئی بھی نہیں جانتا کہ اسی دن میں ثواب پہنچے گا اگر کسی دوسرے دن کیا جائے گا تو نہیں پہنچے گا۔ یہ محض رواجی اور عرفی بات ہے جو اپنی سہولت کے لیے لوگوں نے کر رکھی ہے بلکہ انتقال کے بعد ہی سے قرآن مجید کی تلاوت اور خیر خیرات کا سلسلہ جاری ہوتا ہے اکثر لوگوں کے یہاں اسی دن سے بہت دنوں تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے اس کے ہوتے ہوئے کیونکر کہا جاسکتا ہے کہ مخصوص دن کے سوا دوسرے دنوں میں لوگ ناجائز جانتے ہیں، یہ محض افترا ہے جو مسلمانوں کے سر باندھا جاتا

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوقف، الباب الثانی عشر فی الرباطات والمقابر، ج۲، ص۴۷۳۔۴۷۴.

2 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۵۹۹.

3 ...... انظر: "الھدایة"، کتاب الحج، باب الحج عن الغیر، ج۱، ص۱۷۸.

4 ...... انظر: "شرح العقائد النسفیة"، مبحث دعاء الأحیاء للاموات... إلخ، ص۱۷۲.

5 ......"سنن أبي داود"، کتاب الزکاة، باب في فضل سقی الماء، الحدیث: ۱۶۸۱، ج۲، ص۱۸۰.

ہے اور زندوں مُردوں کو ثواب سے محروم کرنے کی بیکار کوشش ہے، پس جبکہ ہم اصل کلی بیان کر چکے تو جزئیات کے احکام خود اسی کلیہ سے معلوم ہو گئے۔

سوم یعنی تیجہ جو مرنے سے تیسرے دن کیا جاتا ہے کہ قرآن مجید پڑھوا کر یا کلمۂ طیبہ پڑھوا کر ایصالِ ثواب کرتے ہیں اور بچوں اور اہلِ حاجت کو چنے، بتاسے یا مٹھائیاں تقسیم کرتے ہیں اور کھانا پکوا کر فقرا و مساکین کو کھلاتے ہیں یا ان کے گھروں پر بھیجتے ہیں جائز و بہتر ہے، پھر ہر پنج شنبہ کو حسبِ حیثیت کھانا پکا کر غربا کو دیتے یا کھلاتے ہیں، پھر چالیسویں دن کھانا کھلاتے ہیں، پھر چھ مہینے پر ایصال کرتے ہیں، اس کے بعد برسی ہوتی ہے۔ یہ سب اسی ایصال ثواب کی فروع ہیں اسی میں داخل ہیں مگر یہ ضرور ہے کہ یہ سب کام اچھی نیت سے کیے جائیں نمائشی نہ ہوں، نمود مقصود نہ ہو، ورنہ نہ ثواب ہے نہ ایصالِ ثواب۔

بعض لوگ اس موقع پر عزیز و قریب اور رشتہ داروں کی دعوت کرتے ہیں، یہ موقع دعوت کا نہیں بلکہ محتاجوں فقیروں کو کھلانے کا ہے جس سے میت کو ثواب پہنچے۔ اسی طرح شب براءت میں حلوا پکتا ہے اور اس پر فاتحہ دلائی جاتی ہے، حلوا پکانا بھی جائز ہے اور اس پر فاتحہ بھی اسی ایصالِ ثواب میں داخل۔

ماہ رجب میں بعض جگہ سورۂ ملک چالیس مرتبہ پڑھ کر روٹیوں یا چھوہاروں پر دم کرتے ہیں اور ان کو تقسیم کرتے ہیں اور ثواب مردوں کو پہنچاتے ہیں یہ بھی جائز ہے۔ اسی ماہ رجب میں حضرت جلال بخاری علیہ الرحمہ کے کونڈے ہوتے ہیں کہ چاول یا کھیر پکوا کر کونڈوں میں بھرتے ہیں اور فاتحہ دلا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں یہ بھی جائز ہے، ہاں ایک بات مذموم ہے وہ یہ کہ جہاں کونڈے بھرے جاتے ہیں وہیں کھلاتے ہیں وہاں سے ہٹنے نہیں دیتے، یہ ایک لغو حرکت ہے مگر یہ جاہلوں کا طریق عمل ہے، پڑھے لکھے لوگوں میں یہ پابندی نہیں۔

اسی طرح ماہ رجب میں بعض جگہ حضرت سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ایصالِ ثواب کے لیے پوریوں کے کونڈے بھرے جاتے ہیں یہ بھی جائز مگر اس میں بھی اسی جگہ کھانے کی بعضوں نے پابندی کر رکھی ہے یہ بے جا پابندی ہے۔ اس کونڈے کے متعلق ایک کتاب بھی ہے جس کا نام داستانِ عجیب ہے، اس موقع پر بعض لوگ اس کو پڑھواتے ہیں اس میں جو کچھ لکھا ہے اس کا کوئی ثبوت نہیں وہ نہ پڑھی جائے فاتحہ دلا کر ایصالِ ثواب کریں۔

ماہ محرم میں دسؔ دنوں تک خصوصاً دسویں کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ و دیگر شہدائے کربلا کو ایصالِ ثواب کرتے ہیں کوئی شربت پر فاتحہ دلاتا ہے، کوئی شیر برنج [1] پر، کوئی مٹھائی پر، کوئی روٹی گوشت پر، جس پر چاہو فاتحہ دلاؤ جائز ہے، ان کو جس طرح ایصالِ ثواب کرو مندوب ہے۔ بہت سے پانی اور شربت کی سبیل لگا دیتے ہیں، جاڑوں [2] میں چائے پلاتے

---

1 ...... چاولوں کی کھیر۔ 2 ...... یعنی سردیوں۔

ہیں، کوئی کھچڑا پکواتا ہے جو کارِ خیر کرو اور ثواب پہنچاؤ ہوسکتا ہے، ان سب کو ناجائز نہیں کہا جاسکتا۔ بعض جاہلوں میں مشہور ہے کہ محرم میں سوائے شہدائے کربلا کے دوسروں کی فاتحہ نہ دلائی جائے ان کا یہ خیال غلط ہے، جس طرح دوسرے دنوں میں سب کی فاتحہ ہوسکتی ہے، ان دنوں میں بھی ہوسکتی ہے۔

ماہ ربیع الآخر کی گیارہویں تاریخ بلکہ ہر مہینہ کی گیارہویں کو حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ دلائی جاتی ہے، یہ بھی ایصالِ ثواب کی ایک صورت ہے بلکہ غوث پاک رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ کی جب کبھی فاتحہ ہوتی ہے کسی تاریخ میں ہو، عوام اسے گیارہویں کی فاتحہ بولتے ہیں۔

ماہ رجب کی چھٹی تاریخ بلکہ ہر مہینہ کی چھٹی تاریخ کو حضور خواجہ غریب نواز معین الدین چشتی اجمیری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فاتحہ بھی ایصال ثواب میں داخل ہے۔ اصحابِ کہف کا توشہ یا حضور غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا توشہ یا حضرت شیخ احمد عبدالحق رُدولوی قدس سرہ العزیز کا توشہ[1] بھی جائز ہے اور ایصال ثواب میں داخل ہے۔

مسئلہ ۲: عرس بزرگانِ دین رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہم اجمعین جو ہر سال ان کے وصال کے دن ہوتا ہے یہ بھی جائز ہے، کہ اس تاریخ میں قرآن مجید ختم کیا جاتا ہے اور ثواب اون بزرگ کو پہنچایا جاتا ہے یا میلاد شریف پڑھا جاتا ہے یا وعظ کہا جاتا ہے، بالجملہ ایسے امور جو باعث ثواب وخیر و برکت ہیں جیسے دوسرے دنوں میں جائز ہیں ان دنوں میں بھی جائز ہیں۔

حضور اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم ہر سال کے اول یا آخر میں شہدائے احد رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی زیارت کو تشریف لے جاتے۔[2] ہاں یہ ضرور ہے کہ عرس کو لغو وخرافات چیزوں سے پاک رکھا جائے، جاہلوں کو نامشروع حرکات سے روکا جائے، اگر منع کرنے سے باز نہ آئیں تو ان افعال کا گناہ ان کے ذمہ۔

مجالسِ خیر

مسئلہ ۱: میلاد شریف یعنی حضور اقدس صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کی ولادت اقدس کا بیان جائز ہے۔ اسی کے ضمن میں اس مجلس پاک میں حضور (صلَّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) کے فضائل و معجزات وسیر و حالات حیاۃ و رضاعت و بعثت کے واقعات بھی بیان ہوتے ہیں، ان چیزوں کا ذکر احادیث میں بھی ہے اور قرآن مجید میں بھی۔ اگر مسلمان اپنی محفل میں بیان کریں بلکہ خاص ان باتوں کے بیان کرنے کے لیے محفل منعقد کریں تو اس کے ناجائز ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ اس مجلس کے لیے لوگوں کو

---

1 ...... یعنی کسی ولی یا بزرگ کی فاتحہ کا کھانا، جو عرس کے دن تقسیم کیا جاتا ہے۔

2 ...... انظر: "الدر المنثور" للسیوطي، سورة الرعد، تحت الآیة: ٢٤، ج٤، ص ٦٤٠ ـ ٦٤١.

بلانا اورشریک کرنا خیر کی طرف بلانا ہے، جس طرح وعظ اور جلسوں کے اعلان کیے جاتے ہیں، اشتہارات چھپوا کرتقسیم کیے جاتے ہیں، اخبارات میں اس کے متعلق مضامین شائع کیے جاتے ہیں اوران کی وجہ سے وہ وعظ اور جلسے ناجائز نہیں ہو جاتے، اسی طرح ذکرِ پاک کے لیے بلاوا دینے سے اس مجلس کو ناجائز و بدعت نہیں کہا جاسکتا۔

اسی طرح میلاد شریف میں شیرینی بانٹنا بھی جائز ہے، مٹھائی بانٹنا بر وصلہ ہے، جب یہ محفل جائز ہے تو شیرینی تقسیم کرنا جو ایک جائز فعل تھا اس مجلس کو ناجائز نہیں کر دے گا، یہ کہنا کہ لوگ اسے ضروری سمجھتے ہیں اس وجہ سے ناجائز ہے یہ بھی غلط ہے کوئی بھی واجب یا فرض نہیں جانتا، بہت مرتبہ میں نے خود دیکھا ہے کہ میلاد شریف ہوا اور مٹھائی نہیں تقسیم ہوئی۔ اور بالفرض اسے کوئی ضروری سمجھتا بھی ہو، تو عرفی ضروری کہتا ہوگا نہ کہ شرعاً اس کو ضروری جانتا ہوگا۔

اس مجلس میں بوقت ذکرِ ولادت قیام کیا جاتا ہے یعنی کھڑے ہوکر درود وسلام پڑھتے ہیں علمائے کرام نے اس قیام کو مستحسن فرمایا ہے۔ کھڑے ہوکر صلاۃ وسلام پڑھنا بھی جائز ہے۔

بعض اکابر کو اس مجلس پاک میں حضور اقدس صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا ہے اگر چہ یہ نہیں کہا جاسکتا کہ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والٖہ وسلَّم) اس موقع پر ضرور تشریف لاتے ہی ہیں، مگر کسی غلام پر اپنا کرم خاص فرمائیں اور تشریف لائیں تو مستبعد بھی نہیں۔

مسئلہ ۲: مجلس میلاد شریف میں یا دیگر مجالس میں وہی روایات بیان کی جائیں جو ثابت ہوں، موضوعات اور گڑھے ہوئے قصے ہرگز ہرگز بیان نہ کیے جائیں، کہ بجائے خیر وبرکت ایسی باتوں کے بیان کرنے میں گناہ ہوتا ہے۔

مسئلہ ۳: معراج شریف کے بیان کے لیے مجلس منعقد کرنا، اس میں واقعۂ معراج بیان کرنا جس کو رجبی شریف کہا جاتا ہے جائز ہے۔

مسئلہ ۴: یہ مشہور ہے کہ شبِ معراج میں حضور اقدس صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نعلین مبارک پہنے ہوئے عرش پر گئے اور واعظین اس کے متعلق ایک روایت بھی بیان کرتے ہیں اس کا ثبوت نہیں اور یہ بھی ثابت نہیں کہ برہنہ پا تھے، لہٰذا اس کے متعلق سکوت کرنا مناسب ہے۔

مسئلہ ۵: خلفائے راشدین رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم کی وفات کی تاریخوں میں مجلس منعقد کرنا اوران کے حالات وفضائل و کمالات سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا بھی جائز ہے، کہ وہ حضرات مقتدایانِ اہلِ اسلام ہیں، ان کی زندگی کے کارنامے مسلمانوں کے لیے مشعلِ ہدایت ہیں اوران کا ذکر باعث خیر وبرکت اور سبب نزول رحمت ہے۔

مسئلہ ۶: رجب کی ۲۶ و ۲۷ کو روزے رکھتے ہیں، پہلے کو ہزاری اور دوسرے کو لکھی کہتے ہیں یعنی پہلے میں ہزار

روزے کا ثواب اور دوسرے میں ایک لاکھ کا ثواب بتاتے ہیں۔ان روزوں کے رکھنے میں مضایقہ نہیں،مگر یہ جوثواب کے متعلق مشہور ہے اس کا ثبوت نہیں۔

مسئلہ ۷: عشرۂ محرم میں مجلس منعقد کرنا اور واقعات کربلا بیان کرنا جائز ہے جبکہ روایات صحیحہ بیان کی جائیں،ان واقعات میں صبر وتحمل رضا وتسلیم کا بہت مکمل درس ہےاور پابندی احکام شریعت واتباع سنت کا زبردست عملی ثبوت ہے کہ دین حق کی حفاظت میں تمام اعزہ واقربا ورفقا اور خود اپنے کو راہِ خدا میں قربان کیا اور جزع وفزع کا نام بھی نہ آنے دیا،مگر اس مجلس میں صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم کا بھی ذکر خیر ہو جانا چاہیے تاکہ اہل سنت اور شیعوں کی مجالس میں فرق وامتیاز رہے۔

مسئلہ ۸: تعزیہ داری کہ واقعات کربلا کے سلسلہ میں طرح طرح کے ڈھانچے بناتے اور ان کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کے روضۂ پاک کی شبیہ کہتے ہیں،کہیں تخت بنائے جاتے ہیں،کہیں ضریح بنتی ہے[1] اور علم اور شدے[2] نکالے جاتے ہیں،ڈھول تاشے اور قسم قسم کے باجے بجائے جاتے ہیں،تعزیوں کا بہت دھوم دھام سے گشت ہوتا ہے،آگے پیچھے ہونے میں جاہلیت کے سے جھگڑے ہوتے ہیں،کبھی درخت کی شاخیں کاٹی جاتیں ہیں،کہیں چبوترے کھودوائے جاتے ہیں،تعزیوں سے منتیں مانی جاتی ہیں،سونے چاندی کے علم چڑھائے جاتے ہیں،ہار پھول ناریل چڑھاتے ہیں،وہاں جوتے پہن کر جانے کو گناہ جانتے ہیں بلکہ اس شدت سے منع کرتے ہیں کہ گناہ پر بھی ایسی ممانعت نہیں کرتے چھتری لگانے کو بہت برا جانتے ہیں۔

تعزیوں کے اندر دو مصنوعی قبریں بناتے ہیں،ایک پر سبز غلاف اور دوسری پر سرخ غلاف ڈالتے ہیں،سبز غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر اور سرخ غلاف والی کو حضرت سیدنا امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ کی قبر یا شبیہ قبر بتاتے ہیں اور وہاں شربت مالیدہ وغیرہ پر فاتحہ دلواتے ہیں۔یہ تصور کرکے کہ حضرت امام عالی مقام کے روضہ اور مواجہۂ اقدس میں فاتحہ دلا رہے ہیں پھر یہ تعزیے دسویں تاریخ کو مصنوعی کربلا میں لے جاکر دفن کرتے ہیں گویا یہ جنازہ تھا جسے دفن کر آئے پھر تیجہ دسواں چالیسواں سب کچھ کیا جاتا ہے اور ہر ایک خرافات پر مشتمل ہوتا ہے۔

حضرت قاسم رضی اللہ تعالٰی عنہ کی منہدی نکالتے ہیں گویا ان کی شادی ہو رہی ہے اور منہدی رچائی جائے گی اور اسی تعزیہ داری کے سلسلہ میں کوئی پیک[3] بنتا ہے جس کے کمر سے گھنگرو بندھے ہوتے ہیں گویا یہ حضرت امام عالی مقام کا قاصد اور ہرکارہ ہے جو یہاں سے خط لے کر ابن زیاد یا یزید کے پاس جائے گا اور وہ ہرکاروں کی طرح بھاگا پھرتا ہے۔

کسی بچہ کو فقیر بنایا جاتا ہے اوس کے گلے میں جھولی ڈالتے اور گھر گھر اس سے بھیک منگواتے ہیں،کوئی سقہ[4] بنایا جاتا

1 ......یعنی ایک قسم کا تعزیہ جو گنبد نما ہوتا ہے۔
2 ......یعنی جھنڈے یا نشان جو محرم میں شہدائے کربلا کی یاد میں تعزیوں کے ساتھ۔
3 ......یعنی قاصد، پیغام رساں۔
4 ......یعنی پانی بھر کر لانے والا۔

ہے، چھوٹی سی مشک اس کے کندھے سے لٹکتی ہے گویا یہ دریائے فرات سے پانی بھر کر لائے گا، کسی علم پر مشک لٹکتی ہے اور اس میں تیر لگا ہوتا ہے، گویا یہ حضرت عباس علم دار ہیں کہ فُرات سے پانی لا رہے ہیں اور یزیدیوں نے مشک کو تیر سے چھید دیا ہے، اسی قسم کی بہت سی باتیں کی جاتی ہیں یہ سب لغو وخرافات ہیں ان سے ہرگز سیدنا حضرت امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہ خوش نہیں یہ تم خود غور کرو کہ انھوں نے اِحیائے دین وسنت کے لیے یہ زبردست قربانیاں کیں اور تم نے معاذ اللہ اس کو بدعات کا ذریعہ بنالیا۔

بعض جگہ اسی تعزیہ داری کے سلسلہ میں براق بنایا جاتا ہے جو عجب قسم کا مجسمہ ہوتا ہے کہ کچھ حصہ انسانی شکل کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ جانور کا سا۔ شاید یہ حضرت امام عالی مقام کی سواری کے لیے ایک جانور ہوگا۔ کہیں دلدل بنتا ہے، کہیں بڑی بڑی قبریں بنتی ہیں، بعض جگہ آدمی ریچھ، بندر، لنگور[1] بنتے ہیں اور کودتے پھرتے ہیں جن کو اسلام تو اسلام انسانی تہذیب بھی جائز نہیں رکھتی ایسی بری حرکت، اسلام ہرگز جائز نہیں رکھتا۔ افسوس کہ محبت اہلِ بیت کرام کا دعویٰ اور ایسی بے جا حرکتیں یہ واقعہ تمھارے لیے نصیحت تھا اور تم نے اس کو کھیل تماشہ بنالیا۔

اسی سلسلے میں نوحہ و ماتم بھی ہوتا ہے اور سینہ کوبی ہوتی ہے، اتنے زور زور سے سینہ کوٹتے ہیں کہ ورم ہوجاتا ہے، سینہ سرخ ہوجاتا ہے بلکہ بعض جگہ زنجیروں اور چھریوں سے ماتم کرتے ہیں کہ سینے سے خون بہنے لگتا ہے۔ تعزیوں کے پاس مرثیہ[2] پڑھا جاتا ہے اور تعزیہ جب گشت کو نکلتا ہے اس وقت بھی اس کے آگے مرثیہ پڑھا جاتا ہے، مرثیہ میں غلط واقعات نظم کیے جاتے ہیں، اہلِ بیتِ کرام کی بے حرمتی اور بے صبری اور جزع فزع کا ذکر کیا جاتا ہے اور چونکہ اکثر مرثیہ رافضیوں ہی کے ہیں، بعض میں تبرّا بھی ہوتا ہے مگر اس رو میں سنّی بھی اسے بے تکلف پڑھ جاتے ہیں اور انھیں اس کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ کیا پڑھ رہے ہیں، یہ سب ناجائز اور گناہ کے کام ہیں۔

مسئلہ۹: اظہارِ غم کے لیے سر کے بال بکھیرتے ہیں، کپڑے پھاڑتے اور سر پر خاک ڈالتے اور بھوسا اڑاتے ہیں، یہ بھی ناجائز اور جاہلیت کے کام ہیں، ان سے بچنا نہایت ضروری ہے، احادیث میں ان کی سخت ممانعت آئی ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ ایسے امور سے پرہیز کریں اور ایسے کام کریں جن سے اللہ (عزوجل) اور رسول صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم راضی ہوں کہ یہی نجات کا راستہ ہے۔

مسئلہ۱۰: تعزیوں اور علم کے ساتھ بعض لوگ لنگر لٹاتے ہیں یعنی روٹیاں یا بسکٹ یا اور کوئی چیز اونچی جگہ سے پھینکتے ہیں یہ ناجائز ہے، کہ رزق کی سخت بے حرمتی ہوتی ہے، یہ چیزیں کبھی نالیوں میں بھی گرتی ہیں اور اکثر لوٹنے والوں کے پاؤں کے

1 ......ایک قسم کا بندر جس کا منہ کالا اور دُم لمبی ہوتی ہے، یہ عام بندر سے زیادہ طاقتور ہوتا ہے۔

2 ......یعنی وہ نظم جس میں شہدائے کربلا کے مصائب اور شہادت کا ذکر ہو۔

نیچے بھی آتی ہیں اور بہت کچھ کچل کر ضائع ہوتی ہیں۔ اگر یہ چیزیں انسانیت کے طریق پر فقرا کو تقسیم کی جائیں تو بے حرمتی بھی نہ ہو اور جن کو دیا جائے انھیں فائدہ بھی پہنچے، مگر وہ لوگ اس طرح لٹانے ہی کو اپنی نیک نامی تصور کرتے ہیں۔

آدابِ سفر [1] کا بیان

حدیث ۱: صحیح بخاری میں کَعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم غزوۂ تبوک کو پنجشنبہ کے روز [2] روانہ ہوئے اور پنجشنبہ کے دن روانہ ہونا حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو پسند تھا۔ [3]

حدیث ۲: ترمذی وابوداود نے صَخْرُبن وَدَاعَہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: الٰہی! تو میری امت کے لیے صبح میں برکت دے اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) جب سریہ یا لشکر بھیجتے تو صبح کے وقت میں بھیجتے اور صَخْر رضی اللہ تعالٰی عنہ تاجر تھے، یہ اپنی تجارت کا مال صبح کو بھیجتے، یہ صاحبِ ثروت ہوگئے اور ان کا مال زیادہ ہوگیا۔ [4]

حدیث ۳: صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''تنہائی کی خرابیوں کو جو کچھ میں جانتا ہوں، اگر دوسرے لوگ جانتے تو کوئی سوار رات میں تنہا نہ جاتا۔'' [5]

حدیث ۴: امام مالک وترمذی وابوداود بروایت عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''ایک سوار شیطان ہے اور دو سوار دو شیطان ہیں اور تین جماعت ہے۔'' [6]

حدیث ۵: ابوداود نے ابوسعید خُدری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب سفر میں تین شخص ہوں تو ایک کو امیر یعنی اپنا سردار بنالیں۔'' [7]

حدیث ۶: بیہقی نے سَہْل بن سَعْد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''سفر میں قوم کا سردار وہ ہے جو ان کی خدمت کرے، جو شخص خدمت میں سبقت لے جائے گا تو شہادت کے سوا کسی عمل سے دوسرے لوگ اس پر سبقت نہیں لے جاسکتے۔'' [8]

1 ...... سفر کے متعلق بہت سی باتیں حصۂ ششم میں بیان کی گئی ہیں۔ وہاں سے معلوم کریں۔ ۱۲ منہ
2 ...... یعنی جمعرات کے دن۔
3 ......"صحیح البخاري"، کتاب الجهاد، باب من اراد غزوة... إلخ، الحدیث: ۲۹۵۰، ج۲، ص۲۹٦.
4 ......"سنن أبي داود"، کتاب الجهاد، باب في الابتکار في السفر، الحدیث: ۲٦۰٦، ج۳، ص۵۱.
5 ......"صحیح البخاري"، کتاب الجهاد، باب السیر وحده، الحدیث: ۲۹۹۸، ج۲، ص۳۰۹.
6 ......"سنن الترمذي"، کتاب الجهاد، باب ماجاء في کراهیة أن یسافر الرجل وحده، الحدیث: ۱٦۸۰، ج۳، ص۲۵٦.
7 ......"سنن أبي داود"، کتاب الجهاد، باب في القوم یسافرون یؤمرون أحدهم، الحدیث: ۲٦۰۸، ج۳، ص۵۱.
8 ......"شعب الإیمان"، باب في حسن الخلق، فصل في ترک الغضب، الحدیث: ۸٤۰۷، ج٦، ص۳۳٤.

حدیث ۷: صحیح بخاری و مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''سفر عذاب کا ٹکڑا ہے، سونا اور کھانا پینا سب کو روک دیتا ہے، لہٰذا جب کام پورا کرلے جلدی گھر کو واپس ہو۔'' [2]

حدیث ۸: صحیح مسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب رات میں منزل پر اترو تو راستہ سے بچ کر ٹھہرو، کہ وہ جانوروں کا راستہ ہے اور زہریلے جانوروں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے۔''[3]

حدیث ۹: ابوداود نے ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جانوروں کی پیٹھوں کو منبر نہ بناؤ یعنی جب سواری رکی ہوئی ہو تو اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر باتیں نہ کرو، کیونکہ اللہ (عزوجل) نے سواریوں کو تمھارے لیے اس لیے مسخر کیا ہے کہ تم ان کے ذریعہ سے ایسے شہروں کو پہنچو، جہاں بغیر مشقت نفس نہیں پہنچ سکتے تھے اور تمھارے لیے زمین کو اللہ تعالٰی نے بنایا ہے، اس پر اپنی حاجتیں پوری کرو یعنی باتیں کرنی ہوں تو زمین پر اتر کر کرو۔''[4]

حدیث ۱۰: ابوداود نے ابو ثعلبہ خشنی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ لوگ جب منزل میں اُترتے تو متفرق ٹھہرتے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''تمہارا متفرق ہوکر ٹھہرنا شیطان کی جانب سے ہے۔'' اس کے بعد صحابہ (رضی اللہ تعالٰی عنہم) جب کسی منزل میں اُترتے تو مل کر ٹھہرتے۔[5]

حدیث ۱۱: ابوداود نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''رات میں چلنے کو لازم کرلو (یعنی فقط دن ہی میں نہیں بلکہ رات کے کچھ حصہ میں بھی چلا کرو) کیونکہ رات میں زمین لپیٹ دی جاتی ہے۔''[6] یعنی رات میں چلنے سے راستہ جلد طے ہوتا ہے۔

حدیث ۱۲: ابوداود نے انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہتے ہیں کہ جب ہم منزل میں اُترتے تو جب تک کجاوے کھول نہ لیتے نماز نہیں پڑھتے۔[7]

---

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب الإمارة، باب السفر قطعة من العذاب... إلخ، الحديث: ۱۷۹ ـ (۱۹۲۷)، ص ۱۰۶۳.

3 ......المرجع السابق، باب مراعاة مصلحة الدواب... إلخ، الحديث: ۱۷۸ ـ (۱۹۲٦)، ص ۱۰٦۳.

4 ......"سنن أبي داود"، كتاب الجهاد، باب في الوقوف على الدابة، الحديث: ۲۵٦۷، ج ۳، ص ۳۸.

5 ......المرجع السابق، باب مايؤمر من انضمام العسكر و سعته، الحديث: ۲٦۲۸، ج ۳، ص ۵۸.

6 ......المرجع السابق، باب في الدلجة، الحديث: ۲۵۷۱، ج ۳، ص ٤۰.

7 ......المرجع السابق، باب في نزول المنازل، الحديث: ۲۵۵۱، ج ۳، ص ۳۳.

حدیث ۱۳: ترمذی وابوداود نے بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم پیدل تشریف لے جارہے تھے۔ ایک شخص گدھے پر سوار آیا اور عرض کی، یارسول اللہ! (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سوار ہو جایئے اور خود پیچھے سرکا۔ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''یوں نہیں، جانور کی صدر جگہ بیٹھنے میں تمہارا حق ہے مگر جبکہ یہ حق تم مجھے دیدو۔'' انھوں نے کہا میں نے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو دیا۔ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) سوار ہو گئے۔ (1)

حدیث ۱۴: ابن عساکر نے ابو درداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب سفر سے کوئی واپس آئے تو گھر والوں کے لیے کچھ ہدیہ لائے، اگرچہ اپنی جھولی میں پتھر ہی ڈال لائے۔'' (2)

حدیث ۱۵: صحیح بخاری ومسلم میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم اپنے اہل کے پاس سفر سے رات میں نہیں تشریف لاتے، حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) صبح کو آتے یا شام کو۔ (3)

حدیث ۱۶: صحیح بخاری ومسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب کسی کے غائب ہونے کا زمانہ طویل ہو یعنی بہت دنوں کے بعد مکان پر آئے تو زوجہ کے پاس رات میں نہ آئے۔'' (4)

دوسری روایت میں ہے کہ حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے ان سے فرمایا: ''اگر رات میں مدینہ میں داخل ہوئے تو بی بی کے پاس نہ جانا، جب تک وہ بناؤ سنگار کر کے آراستہ نہ ہو جائے۔'' (5)

حدیث ۱۷: صحیح بخاری ومسلم میں کعب بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سفر سے دن میں چاشت کے وقت تشریف لاتے۔ تشریف لانے کے بعد سب سے پہلے مسجد میں جاتے اور دو رکعت نماز پڑھتے پھر لوگوں کے لیے مسجد ہی میں بیٹھ جاتے۔ (6)

حدیث ۱۸: صحیح بخاری میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے ساتھ

---

1 ...... ''سنن أبي داود''، کتاب الجهاد، باب رب الدابة أحق بصدرها، الحدیث: ٢٥٧٢، ج٣، ص٤٠.

2 ...... ''کنزالعمال''، کتاب السفر، رقم: ١٧٥٠٢، ج٦، ص٣٠١.

3 ...... ''صحیح مسلم''، کتاب الإمارة، باب کراهة الطروق وهو الدخول لیلا...إلخ، الحدیث: ١٨٠-(١٩٢٨)، ص١٠٦٤.
و''صحیح البخاري''، کتاب العمرة، باب الدخول بالعشي، الحدیث: ١٨٠٠، ج١، ص٥٩٤.

4 ...... ''صحیح البخاري''، کتاب النکاح، باب لایطرق أهله لیلا...إلخ، الحدیث: ٥٢٤٤، ج٣، ص٤٧٥.

5 ...... المرجع السابق، باب طلب الولد، الحدیث: ٥٢٤٦، ج٣، ص٤٧٦.

6 ...... ''صحیح مسلم''، کتاب صلاة المسافرین، باب إستحباب رکعتین في المسجد...إلخ، الحدیث: ٧٤-(٧١٦)، ص٣٦١.
و''سنن الدارمي''، کتاب الصلاة، باب في صلاة الرجل إذا قدم من سفره الحدیث: ١٥٢٠، ج١، ص٤٢٨.

سفر میں تھا، جب ہم مدینہ میں آ گئے تو حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے مجھ سے فرمایا: ''مسجد میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھو۔''[1]

مسائل فقهيه

عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے تین دن یا زیادہ کا سفر کرنا ناجائز ہے اور تین دن سے کم کا سفر اگر کسی مرد صالح یا بچہ کے ساتھ کرے تو جائز ہے۔[2] باندی کے لیے بھی یہی حکم ہے۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱: جہاد کے سوا کسی کام کے لیے سفر کرنا چاہتا ہے مثلاً تجارت یا حج یا عمرہ کے لیے سفر کرنا چاہتا ہے اس کے لیے والدین سے اجازت حاصل کرے، اگر والدین اس سفر کو منع کریں اور اس کو اندیشہ ہو کہ میرے جانے کے بعد ان کی کوئی خبر گیری نہ کرے گا اور اس کے پاس اتنا مال بھی نہیں ہے کہ والدین کو بھی دے اور سفر کے مصارف[4] بھی پورے کرے، ایسی صورت میں بغیر اجازت والدین سفر کو نہ جائے اور اگر والدین محتاج نہ ہوں، ان کا نفقہ[5] اولاد کے ذمہ نہ ہو مگر وہ سفر خطرناک ہے ہلاکت کا اندیشہ ہے، جب بھی بغیر اجازت سفر نہ کرے اور ہلاکت کا اندیشہ نہ ہو تو بغیر اجازت سفر کر سکتا ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: بغیر اجازت والدین علم دین پڑھنے کے لیے سفر کیا اس میں حرج نہیں اور اس کو والدین کی نافرمانی نہیں کہا جائے گا۔[7] (عالمگیری)

متفرقات

مسئلہ ۱: یادداشت کے لیے یعنی اس غرض سے کہ بات یاد رہے بعض لوگ رومال یا کمر بند میں گرہ لگا لیتے ہیں یا کسی جگہ اونگلی وغیرہ پر ڈورا باندھ لیتے ہیں یہ جائز ہے اور بلاوجہ ڈورا باندھ لینا مکروہ ہے۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... ''صحيح البخاري''، كتاب الجهاد، باب الصلاة إذا قدم من سفر، الحديث: ٣٠٨٧، ج٢، ص٣٣٦.

2 ...... یہ ظاہر الروایۃ ہے۔ مگر علامہ علی قاری علیہ رحمۃ اللہ الباری **''مناسک''** صفحہ 57 پر لکھتے ہیں: ''امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ سے عورت کو بغیر شوہر یا محرم کے **ایک دن** کا سفر کرنے کی کراہیت بھی مروی ہے۔ فتنہ وفساد کے زمانے کی وجہ سے اسی قول (ایک دن) پر فتوی دینا چاہیے۔'' (انظر: ''ردالمحتار''، كتاب الحج، ج٣، ص٥٣٣) **''بہارِشریعت''** جلد اول، حصہ 4، نماز مسافر کا بیان، صفحہ 752 پر ہے کہ ''عورت کو بغیر محرم کے تین دن یا زیادہ کی راہ جانا، ناجائز ہے بلکہ **ایک دن** کی راہ جانا بھی۔'' اور اسی حصہ 4 پر اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ الرحمٰن کی یہ تصدیق بھی ہے کہ اسے **مسائل صحیحہ، رجیحہ، محققہ، منقحہ** پر مشتمل پایا۔ لہٰذا مسلمانوں کو اسی پر عمل کرنا چاہئے۔

3 ...... ''الدرالمختار'' و ''ردالمحتار''، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٤٢.

4 ...... یعنی سفر کے اخراجات۔

5 ...... یعنی روٹی، کپڑے وغیرہ کا خرچ۔

6 ...... ''الفتاوى الهندية''، كتاب الكراهية، الباب السادس والعشرون، ج٥، ص٣٦٥.

7 ...... المرجع السابق، ص٣٦٦.

8 ...... ''الدرالمختار'' و ''ردالمحتار''، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٥٩٩.

مسئلہ ۲: گلے میں تعویذ لٹکانا جائز ہے، جبکہ وہ تعویذ جائز ہو یعنی آیاتِ قرآنیہ یا اسمائے الٰہیہ اور ادعیہ سے تعویذ کیا گیا ہو اور بعض حدیثوں میں جو ممانعت آئی ہے، اس سے مراد وہ تعویذات ہیں جو ناجائز الفاظ پر مشتمل ہوں، جو زمانۂ جاہلیت میں کیے جاتے تھے۔ اسی طرح تعویذات اور آیات واحادیث وادعیہ[1] رکابی میں لکھ کر مریض کو بہ نیت شفا پلانا بھی جائز ہے۔ جُنب[2] وحائض[3] ونفسا[4] بھی تعویذات کو گلے میں پہن سکتے ہیں، بازو پر باندھ سکتے ہیں جبکہ تعویذات غلاف میں ہوں۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳: بچھونے یا مصلّے پر کچھ لکھا ہوا ہو تو اس کو استعمال کرنا ناجائز ہے، یہ عبارت اس کی بناوٹ میں ہو یا کاڑھی گئی ہو یا روشنائی سے لکھی ہو اگرچہ حروف مفردہ لکھے ہوں کیونکہ حروف مفردہ[6] کا بھی احترام ہے۔[7] (ردالمحتار)

اکثر دسترخوان پر عبارت لکھی ہوتی ہے ایسے دسترخوانوں کو استعمال میں لانا ان پر کھانا کھانا نہ چاہیے۔ بعض لوگوں کے تکیوں پر اشعار لکھے ہوتے ہیں ان کا بھی استعمال نہ کیا جائے۔

مسئلہ ۴: وعدہ کیا مگر اس کو پورا کرنے میں کوئی شرعی قباحت تھی اس وجہ سے پورا نہیں کیا تو اس کو وعدہ خلافی نہیں کہا جائے گا اور وعدہ خلاف کرنے کا جو گناہ ہے اس صورت میں نہیں ہوگا، اگرچہ وعدہ کرنے کے وقت اس نے استثنا نہ کیا ہو کہ یہاں شریعت کی جانب سے استثنا موجود ہے، اس کو زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں مثلاً وعدہ کیا تھا کہ میں فلاں جگہ آؤں گا اور وہاں بیٹھ کر تمہارا انتظار کروں گا مگر جب وہاں گیا تو دیکھتا ہے کہ ناچ رنگ اور شراب خواری وغیرہ میں لوگ مشغول ہیں وہاں سے یہ چلا آیا، یہ وعدہ خلافی نہیں ہے یا اس کے انتظار کرنے کا وعدہ کیا تھا اور انتظار کر رہا تھا کہ نماز کا وقت آ گیا یہ چلا آیا، وعدہ کے خلاف نہیں ہوا۔[8] (مشکل الآثار امام طحاوی)

مسئلہ ۵: بعض کاشت کار اپنے کھیتوں میں کپڑا لپیٹ کر کسی لکڑی پر لگا دیتے ہیں اس سے مقصود نظر بد سے کھیتوں کو بچانا ہوتا ہے، کیونکہ دیکھنے والے کی نظر پہلے اس پر پڑے گی اس کے بعد زراعت پر پڑے گی اور اس صورت میں زراعت کو نظر نہیں لگے گی ایسا کرنا ناجائز نہیں کیونکہ نظر کا لگنا صحیح ہے، احادیث سے ثابت ہے اس کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حدیث میں ہے

---

1 ...... یعنی دعائیں۔ 2 ...... یعنی جس پر جماع یا احتلام یا شہوت کے ساتھ مَنی خارِج ہونے کی وجہ سے غُسل فرض ہوگیا ہو۔

3 ...... یعنی حیض والی۔ 4 ...... یعنی نفاس والی۔

5 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۶۰۰.

6 ...... یعنی جدا جدا لکھے ہوئے حروف۔

7 ......"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص۶۰۰.

8 ......"مشکل الآثار"، ج۲، ص۶.

کہ جب اپنی یا کسی مسلمان بھائی کی چیز دیکھے اور پسند آئے تو برکت کی دعا کرے یہ کہے:

تَبَارَکَ اللّٰہُ اَحۡسَنُ الۡخَالِقِیۡنَ اَللّٰھُمَّ بَارِکۡ فِیۡہِ . [1]

یا اردو میں یہ کہہ دے کہ اللہ (عزوجل) برکت کرے اس طرح کہنے سے نظر نہیں لگے گی۔ (ردالمحتار)

مسئلہ ۶: مشرکین کے برتنوں میں بغیر دھوئے کھانا پینا مکروہ ہے، یہ اس وقت ہے کہ برتن کا نجس ہونا معلوم نہ ہو اور معلوم ہو تو اس میں کھانا پینا حرام ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۷: عجیب و غریب قصے کہانی تفریح کے طور پر سننا جائز ہے، جبکہ ان کا جھوٹا ہونا یقینی نہ ہو بلکہ جو یقیناً جھوٹ ہوں ان کو بھی سنا جاسکتا ہے، جبکہ بطورِ ضرب مثل ہوں یا ان سے نصیحت مقصود ہو جیسا کہ مثنوی شریف وغیرہ میں بہت سے فرضی قصے وعظ و پند کے لیے درج کیے گئے ہیں۔ اسی طرح جانوروں اور کنکر پتھر وغیرہ کی باتیں فرضی طور پر بیان کرنا یا سننا بھی جائز ہے مثلاً گلستان میں حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے لکھا۔ ؎

گلے خوشبوئے در حمام روزے الخ۔ [3] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۸: تمام زبانوں میں عربی زبان افضل ہے ہمارے آقا و مولے سرکار دوعالم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی یہی زبان ہے قرآن مجید عربی زبان میں نازل ہوا، اہل جنت کی جنت میں عربی ہی زبان ہوگی، جو اس زبان کو خود سیکھے یا دوسروں کو سکھائے اسے ثواب ملے گا۔[4] (درمختار) یہ جو کہا گیا صرف زبان کے لحاظ سے کہا گیا ورنہ ایک مسلم کو خود سوچنے کی ضرورت ہے کہ عربی زبان کا جاننا مسلمانوں کے لیے کتنا ضروری ہے، قرآن و حدیث اور دین کے تمام اصول و فروع اسی زبان میں ہیں اس زبان سے ناواقفی کتنی کمی اور نقصان کی چیز ہے۔

مسئلہ ۹: عورت رخصت ہو کر آئی اور عورتوں نے کہہ دیا، کہ یہ تمھاری عورت ہے اُس سے وطی جائز ہے، اگرچہ یہ خود اُسے پہچانتا نہ ہو۔[5] (درمختار) اسی طرح عورتوں نے شبِ زفاف میں اُس کے کمرہ میں جس عورت کو دولھن بنا کر بھیج دیا اگرچہ یہ نہیں کہا کہ یہ تمھاری عورت ہے اوس سے وطی جائز ہے، کہ اس کو ہیأت مخصوصہ کے ساتھ یہاں پہنچانا ہی اس کی دلیل ہے، کیونکہ دوسری عورت کو اس طرح ہرگز نہیں بھیجا جاتا۔

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في اللبس، ج۹، ص ٦٠١.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في اهل الذمة والاحكام، ج٥، ص٣٤٧.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص٦٦٧، وغيره.

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص٦٩١.

5 ......المرجع السابق، ص٦٩٤.

مسئلہ ۱۰: جس کے ذمہ اپنا حق ہو اور وہ نہ دیتا ہو تو اگر اس کی ایسی چیز مل جائے جو اسی جنس کی ہے جس جنس کا حق ہے تو لے سکتا ہے۔[1] اس معاملہ میں روپیہ اور اشرفی ایک جنس کی چیزیں ہیں، یعنی اس کے ذمہ روپیہ تھا اور اشرفی مل گئی تو بقدر اپنے حق کے لے سکتا ہے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۱: لوگوں کے ساتھ مدارات سے پیش آنا، نرم باتیں کرنا، کشادہ روئی سے کلام کرنا مستحب ہے، مگر یہ ضرور ہے کہ مداہنت نہ پیدا ہو۔ بدمذہب سے گفتگو کرے تو اس طرح نہ کرے کہ وہ سمجھے میرے مذہب کو اچھا سمجھنے لگا برا نہیں جانتا ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۲: مکان کرایہ پر دیا اور کرایہ دار اس میں رہنے لگا اگر مکان دیکھنے کو جانا چاہتا ہے، کہ دیکھیں کس حالت میں ہے اور مرمت کی ضرورت ہو تو مرمت کرادی جائے تو کرایہ دار سے اجازت لے کر اندر جائے، یہ خیال نہ کرے کہ مکان میرا ہے مجھے اجازت کی کیا ضرورت، کہ مکان اگرچہ اس کا ہے مگر سکونت[4] دوسرے کی ہے اور اجازت لینے کا حکم اسی سکونت کی وجہ سے ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: حمام میں جائے تو تہبند باندھ کر نہائے لوگوں کے سامنے برہنہ ہونا ناجائز ہے۔ تنہائی میں جہاں کسی کی نظر پڑنے کا احتمال نہ ہو برہنہ ہو کر بھی غسل کرسکتا ہے۔ اسی طرح تالاب یا دریا میں جبکہ ناف سے اونچا پانی ہو برہنہ نہا سکتا ہے۔[6] (عالمگیری)

مگر جبکہ پانی صاف ہو اور دوسرا کوئی شخص نزدیک ہو کہ اس کی نظر مواضع ستر پر پڑے گی، تو ایسے موقع پر پانی میں بھی برہنہ ہونا، جائز نہیں۔

مسئلہ ۱۴: اہلِ محلّہ نے امام مسجد کے لیے کچھ چندہ جمع کر کے دے دیا یا اسے کھانے پہننے کے لیے سامان کر دیا، یہ ان لوگوں کے نزدیک بھی جائز ہے جو اُجرت پر امامت کو ناجائز فرماتے ہیں، کہ یہ اُجرت نہیں بلکہ احسان ہے کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کرنا ہی چاہیے۔[7] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ رحمۃ الرحمٰن فتاوی رضویہ میں علامہ شامی اور طحطاوی رحمۃ اللہ علیہما کے حوالے سے امام اخصب رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کرتے ہوئے ذکر کرتے ہیں کہ: ''خلاف جنس سے وصول کرنے کا عدم جواز مشائخ کے زمانے میں تھا کیوں کہ وہ لوگ باہم متفق تھے آج کل فتوی اس پر ہے کہ جب اپنے حق کی وصولی پر قادر ہو چاہے کسی بھی مال سے ہو تو وصول کرنا جائز ہے۔ (فتاوی رضویہ، ج ۱۷، ص ۵۶۲)۔... **عِلْمِیه**

2 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۹۷.

3 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج۵، ص۳۷۹.

4 ...... یعنی رہائش۔

5 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج۵، ص۳۷۹.

6 ...... المرجع السابق، الباب الرابع والعشرون في دخول الحمام، ج۵، ص۳۶۳.

7 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص۶۹۹.

مسئلہ ۱۵: جو شخص مقتدیٰ[1] اور مذہبی پیشوا ہو اوس کے لیے اہل باطل اور برے لوگوں سے میل جول رکھنا منع ہے اور اگر اس وجہ سے مدارات کرتا ہے کہ ایسا نہ کرنے میں وہ ظلم کرے گا، تو مضایقہ نہیں جبکہ یہ غیر معروف شخص ہو۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: کسی نے کٹکھنا کتا[3] پال رکھا ہے جو راہ گیروں کو کاٹ کھاتا ہے، تو بستی والے ایسے کتے کو قتل کر ڈالیں۔ بلی اگر ایذا[4] پہنچاتی ہے تو اسے تیز چھری سے ذبح کر ڈالیں، اسے ایذا دے کر نہ ماریں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۷: ٹڈی حلال جانور ہے اسے کھانے کے لیے مار سکتے ہیں اور ضرر سے بچنے کے لیے بھی اسے مار سکتے ہیں۔ چیونٹی نے ایذا پہنچائی اور مار ڈالی تو حرج نہیں ورنہ مکروہ ہے، جوں کو مار سکتے ہیں اگرچہ اوس نے کاٹا نہ ہو اور آگ میں ڈالنا مکروہ ہے، جوں کو بدن یا کپڑوں سے نکال کر زندہ پھینک دینا طریق ادب کے خلاف ہے۔[6] (عالمگیری) کھٹمل کو مارنا جائز ہے کہ یہ تکلیف دہ جانور ہے۔

مسئلہ ۱۸: جس کے پاس مال کی قلت ہے اور اولاد کی کثرت اسے وصیت نہ کرنا ہی افضل ہے اور اگر ورثہ اغنیا[7] ہوں یا مال کی دو تہائیاں بھی ان کے لیے بہت ہوں گی، تو تہائی کی وصیت کر جانا بہتر ہے۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۹: مرد کو اجنبیہ عورت کا جھوٹا اور عورت کو اجنبی مرد کا جھوٹا مکروہ ہے، زوجہ و محارم کے جھوٹے میں حرج نہیں۔[9] (درمختار، ردالمحتار) کراہت اس صورت میں ہے جب کہ تلذذ[10] کے طور پر ہو اور اگر تلذذ مقصود نہ ہو بلکہ تبرک کے طور پر ہو جیسا کہ عالم باعمل اور باشرع پیر کا جھوٹا کہ اسے تبرک سمجھ کر لوگ کھاتے پیتے ہیں اس میں حرج نہیں۔

مسئلہ ۲۰: بی بی نماز نہ پڑھے تو شوہر اس کو مار سکتا ہے، اسی طرح ترکِ زینت پر بھی مار سکتا ہے اور گھر سے باہر نکل جانے پر بھی مار سکتا ہے۔[11] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... یعنی جس کی پیروی کی جائے۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في اهل الذمة، ج٥، ص٣٤٦.

3 ...... یعنی کاٹ کھانے والا کتا۔ 4 ...... یعنی تکلیف۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الحادى والعشرون فيما يسع من جراحات بنى آدم، ج٥، ص٣٦٠ ـ ٣٦١.

6 ...... المرجع السابق، ص٣٦١.

7 ...... یعنی مالدار۔

8 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٧٠١.

9 ......المرجع السابق، ص٧٠٣.

10 ......یعنی لذّت۔

11 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٧٠٤.

مسئلہ ۲۱: بی بی بے ہودہ بلکہ فاجرہ ہو تو شوہر پر یہ واجب نہیں کہ اسے طلاق ہی دے ڈالے۔ یوہیں اگر مرد فاجر ہو تو عورت پر یہ واجب نہیں کہ اس سے پیچھا چھڑائے، ہاں اگر یہ اندیشہ ہو کہ وہ دونوں حدود اللہ کو قائم نہ رکھ سکیں گے، حکم شرع کی پابندی نہ کریں گے تو جدائی میں حرج نہیں۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۲: حاجت کے موقع پر قرض لینے میں حرج نہیں، جبکہ ادا کرنے کا ارادہ ہو اور اگر یہ ارادہ ہو کہ ادا نہ کرے گا تو حرام کھاتا ہے اور اگر بغیر ادا کیے مر گیا مگر نیت یہ تھی کہ ادا کردے گا، تو امید ہے کہ آخرت میں اس سے مواخذہ نہ ہو۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۳: جس کا حق اس کے ذمہ تھا وہ غائب ہو گیا پتا نہیں کہ وہ کہاں ہے نہ یہ معلوم کہ زندہ ہے یا مر گیا تو اس پر یہ واجب نہیں کہ شہروں شہروں اُسے تلاش کرتا پھرے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۴: جس کا دَین تھا وہ مر گیا اور مدیون[4] دَین سے انکار کرتا ہے ورثہ اس سے وصول نہ کرسکے، تو اس کا ثواب دائن[5] کو ملے گا اس کے ورثہ کو نہیں اور اگر مدیون نے اس کے ورثہ کو دَین ادا کردیا تو بری ہو گیا۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: جس کے ذمہ دَین تھا وہ مر گیا اور وارث کو معلوم نہ تھا کہ اس کے ذمہ دَین ہے تاکہ ترکہ سے ادا کرے، اس نے ترکہ کو خرچ کر ڈالا تو وارث سے دَین کا مؤاخذہ نہیں ہوگا اور اگر وارث کو معلوم ہے کہ میت کے ذمہ دَین ہے تو اس پر ادا کرنا واجب ہے اور اگر وارث کو معلوم تھا مگر بھول گیا، اس وجہ سے ادا نہ کیا، جب بھی آخرت میں مؤاخذہ نہیں۔ ودیعت کا بھی یہی حکم ہے کہ بھول گیا اور جس کی چیز تھی اسے نہیں دی تو مؤاخذہ نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶: مدیون اور دائن جارہے تھے راستہ میں ڈاکوؤں نے گھیرا، مدیون یہ چاہتا ہے کہ اسی وقت میں دَین ادا کردوں تاکہ ڈاکو اس کا مال چھینیں اور میں بچ جاؤں، آیا اس حالت میں دائن لینے سے انکار کرسکتا ہے یا اس کو لینا ہی ہوگا؟ فقیہ ابواللیث رحمہ اللہ تعالٰی یہ فرماتے ہیں کہ دائن لینے سے انکار کرسکتا ہے۔[8] (عالمگیری)

---

1 ...... "الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البیع، ج۹، ص۷۰٤.

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الکراھیة، الباب السابع والعشرون في القرض والدَّین، ج٥، ص٣٦٦.

3 ...... المرجع السابق.

4 ......یعنی دَین لینے والا۔ قرض دار۔ 5 ......یعنی دَین دینے والا۔ قرض دینے والا۔

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الکراھیة، الباب السابع والعشرون في القرض و الدین، ج٥، ص٣٦٦ ـ ٣٦٧.

7 ......المرجع السابق، ص٣٦٧. 8 ...... المرجع السابق، ص٣٦٧.

مسئلہ ۲۷: کسی نے کہا فلاں شخص کی کچھ چیزیں میں نے کھالی ہیں، اسے پانچ روپے دے دینا وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو دینا وارث نہ ہو تو خیرات کر دینا، اس شخص کی صرف بی بی ہے کوئی دوسرا وارث نہیں ہے اگر عورت یہ کہتی ہے کہ میرا دَین مَہر اس کے ذمہ ہے جب تو روپے اسی کو دیے جائیں، ورنہ صرف اسے چہارم دیا جائے یعنی سوا روپیہ جبکہ عورت یہ کہے کہ اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۸: اگر جان مال آبرو[2] کا اندیشہ[3] ہے ان کے بچانے کے لیے رشوت دیتا ہے یا کسی کے ذمہ اپنا حق ہے جو بغیر رشوت دیے وصول نہیں ہوگا اور یہ اس لیے رشوت دیتا ہے کہ میرا حق وصول ہو جائے یہ دینا جائز ہے یعنی دینے والا گنہگار نہیں مگر لینے والا ضرور گنہگار ہے اس کو لینا جائز نہیں۔

اسی طرح جن لوگوں سے زبان درازی کا اندیشہ ہو جیسے بعض لچے شہدے[4] ایسے ہوتے ہیں کہ سربازار کسی کو گالی دے دینا یا بے آبرو کر دینا[5] ان کے نزدیک معمولی بات ہے، ایسوں کو اس لیے کچھ دے دینا تا کہ ایسی حرکتیں نہ کریں یا بعض شعرا ایسے ہوتے ہیں کہ انھیں اگر نہ دیا جائے، تو مذمت میں قصیدے کہہ ڈالتے ہیں ان کو اپنی آبرو بچانے اور زبان بندی کے لیے کچھ دے دینا جائز ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۹: بھیڑ بکریوں کے چرواہے کو اس لیے کچھ دے دینا کہ وہ جانوروں کو رات میں اس کے کھیت میں رکھے گا کیونکہ اس سے کھیت درست ہو جاتا ہے، یہ ناجائز و رشوت ہے اگرچہ یہ جانور خود چرواہے کے ہوں اور اگر کچھ دینا نہیں ٹھہرا ہے جب بھی ناجائز ہے کیونکہ اس موقع پر عرفاً دیا ہی کرتے ہیں، تو اگرچہ دینا شرط نہیں مگر مشروط ہی کے حکم میں ہے۔

اس کے جواز کی یہ صورت ہوسکتی ہے کہ مالک سے ان جانوروں کو عاریت لے لے اور مالک چرواہے سے یہ کہہ دے کہ تو اس کے کھیت میں جانوروں کو رات میں ٹھہرانا۔ اب اگر چرواہے کو احسان کے طور پر دینا چاہے تو دے سکتا ہے ناجائز نہیں اور اگر مالک کے کہنے کے بعد بھی چرواہا مانگتا ہے اور جب تک اسے کچھ نہ دیا جائے ٹھہرانے پر راضی نہ ہو، تو یہ پھر ناجائز و رشوت ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: باپ کو اس کا نام لے کر پکارنا مکروہ ہے، کہ یہ ادب کے خلاف ہے۔ اسی طرح عورت کو یہ مکروہ ہے، کہ

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب السابع والعشرون في القرض والدَّين، ج٥، ص٣٦٨.
2. ......عزت۔
3. ......خوف، ڈر۔
4. ......یعنی شریر، بدمعاش۔
5. ......بے عزت کر دینا۔
6. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٩٩.
7. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٦.

شوہر کو نام لے کر پکارے۔[1] (درمختار) بعض جاہلوں میں یہ مشہور ہے کہ عورت اگر شوہر کا نام لے لے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ یہ غلط ہے شاید اسے اس لیے گڑھا ہو کہ اس ڈر سے کہ طلاق ہوجائے گی شوہر کا نام نہ لے گی۔

مسئلہ ۳۱: مرنے کی آرزو کرنا اور اس کی دعا مانگنا مکروہ ہے، جبکہ کسی دنیوی تکلیف کی وجہ سے ہو، مثلاً تنگی سے بسر اوقات ہوتی ہے یا دشمن کا اندیشہ ہے مال جانے کا خوف ہے اور اگر یہ باتیں نہ ہوں بلکہ لوگوں کی حالتیں خراب ہوگئیں معصیت میں مبتلا ہیں اسے بھی اندیشہ ہے کہ گناہ میں پڑ جائے گا تو آرزوئے موت مکروہ نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲: زلزلہ کے وقت مکان سے نکل کر باہر آجانا جائز ہے۔ اسی طرح اگر دیوار جھکی ہوئی ہے گرنا چاہتی ہے، اس کے پاس سے بھاگنا جائز ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۳: طاعون جہاں ہو وہاں سے بھاگنا جائز نہیں اور دوسری جگہ سے وہاں جانا بھی نہ چاہیے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ کمزور اعتقاد کے ہوں اور ایسی جگہ گئے اور مبتلا ہوگئے، ان کے دل میں بات آئی کہ یہاں آنے سے ایسا ہوا نہ آتے تو کاہے کو اس بلا میں پڑتے اور بھاگنے میں بچ گیا، تو یہ خیال کیا کہ وہاں ہوتا تو نہ بچتا بھاگنے کی وجہ سے بچا ایسی صورت میں بھاگنا اور جانا دونوں ممنوع۔

طاعون کے زمانہ میں عوام سے اکثر اسی قسم کی باتیں سننے میں آتی ہیں اور اگر اس کا عقیدہ پکا ہے جانتا ہے کہ جو کچھ مقدر میں ہوتا ہے وہی ہوتا ہے، نہ وہاں جانے سے کچھ ہوتا ہے نہ بھاگنے میں فائدہ پہنچتا ہے تو ایسے کو وہاں جانا بھی جائز ہے، نکلنے میں بھی حرج نہیں کہ اس کو بھاگنا نہیں کہا جائے گا اور حدیث میں مطلقاً نکلنے کی ممانعت نہیں بلکہ بھاگنے کی ممانعت ہے۔

مسئلہ ۳۴: کافر کے لیے مغفرت کی دعا ہرگز ہرگز نہ کرے، ہدایت کی دعا کرسکتا ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: ایک شخص مرا جس کا کافر ہونا معلوم تھا، مگر اب ایک مسلمان اس کے مسلمان ہونے کی شہادت دیتا ہے اس کے جنازہ کی نماز پڑھی جائے گی اور مسلمان مرا اور ایک شخص اس کے مرتد ہونے کی شہادت دیتا ہے، تو محض اس کے کہنے سے اسے مرتد نہیں قرار دیا جائے گا اور جنازہ کی نماز ترک نہیں کی جائے گی۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۶: مکان میں پرندنے گھونسلا لگایا اور بچے بھی کیے، بچھونے اور کپڑوں پر بیٹ گرتی ہے، ایسی حالت میں

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج۹، ص ٦٩٠.

2 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٩.

3 ...... المرجع السابق.

4 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الكراهية، الباب الرابع عشر في أهل الذمة، ج٥، ص٣٤٨.

5 ...... المرجع السابق.

گھونسلا بگاڑنا اور پرند کو بھگا دینا نہیں چاہیے، بلکہ اس وقت تک انتظار کرے کہ بچے بڑے ہوکر اڑ جائیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۷: جماع کرتے وقت کلام کرنا مکروہ ہے اور طلوع فجر سے نماز فجر تک بلکہ طلوع آفتاب تک خیر کے سوا دوسری بات نہ کرے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸: ماہ صفر کو لوگ منحوس جانتے ہیں اس میں شادی بیاہ نہیں کرتے لڑکیوں کو رخصت نہیں کرتے اور بھی اس قسم کے کام کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور سفر کرنے سے گریز کرتے ہیں، خصوصاً ماہ صفر کی ابتدائی تیرہ تاریخیں بہت زیادہ نحس مانی جاتی ہیں اور ان کو تیرہ تیزی کہتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں۔

حدیث میں فرمایا کہ ''صفر کوئی چیز نہیں۔''[3] یعنی لوگوں کا اسے منحوس سمجھنا غلط ہے۔ اسی طرح ذیقعدہ کے مہینہ کو بھی بہت لوگ برا جانتے ہیں اور اس کو خالی کا مہینہ کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے اور ہر ماہ میں ۳، ۱۳، ۲۳، ۸، ۱۸، ۲۸ کو منحوس جانتے ہیں یہ بھی لغو بات ہے۔

مسئلہ ۳۹: قمر در عقرب یعنی چاند جب برج عقرب میں ہوتا ہے تو سفر کرنے کو برا جانتے ہیں اور نجومی اسے منحوس بتاتے ہیں اور جب برج اسد میں ہوتا ہے تو کپڑے قطع کرانے اور سلوانے کو برا جانتے ہیں۔ ایسی باتوں کو ہرگز نہ مانا جائے، یہ باتیں خلاف شرع اور نجومیوں کے ڈھکوسلے ہیں۔

مسئلہ ۴۰: نجوم کی اس قسم کی باتیں جن میں ستاروں کی تاثیرات بتائی جاتی ہیں، کہ فلاں ستارہ طلوع کرے گا تو فلاں بات ہوگی، یہ بھی خلاف شرع ہے۔ اس طرح نچھتروں کا حساب کہ فلاں نچھتر سے بارش ہوگی یہ بھی غلط ہے، حدیث میں اس پر سختی سے انکار فرمایا۔[4]

مسئلہ ۴۱: ماہ صفر کا آخر چہار شنبہ ہندوستان میں بہت منایا جاتا ہے، لوگ اپنے کاروبار بند کردیتے ہیں، سیر و تفریح و شکار کو جاتے ہیں، پوریاں پکتی ہیں اور نہاتے دھوتے خوشیاں مناتے ہیں اور کہتے یہ ہیں کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے اس روز غسل صحت فرمایا تھا اور بیرون مدینۂ طیبہ سیر کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ یہ سب باتیں بے اصل ہیں، بلکہ ان دنوں میں حضور اکرم صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم کا مرض شدت کے ساتھ تھا، وہ باتیں خلاف واقع ہیں۔

اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ اس روز بلائیں آتی ہیں اور طرح طرح کی باتیں بیان کی جاتی ہیں سب بے ثبوت ہیں،

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٨٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الطب، باب لا هامة، الحديث: ٥٧٥٧، ج٤، ص٣٦.

4 ......"المعجم الأوسط"، الحديث: ٨١٨٢، ج٦، ص١١١.

بلکہ حدیث کا یہ ارشاد **لا صفر**.[1] یعنی صفر کوئی چیز نہیں۔ ایسی تمام خرافات کو رد کرتا ہے۔

مسئلہ ۴۲: ایک شخص نے کسی کو اذیت پہنچائی اس سے معافی مانگنا چاہتا ہے مگر جانتا ہے کہ ابھی اسے غصہ ہے معاف نہیں کرے گا، لہٰذا معافی مانگنے میں تاخیر کی اس تاخیر میں یہ معذور نہیں۔ ظالم نے مظلوم کو بار بار سلام کیا اور وہ جواب بھی دیتا رہا اور اس کے ساتھ اچھی طرح پیش آیا یہاں تک کہ ظالم نے سمجھ لیا کہ اب وہ مجھ سے راضی ہوگیا، یہ کافی نہیں ہے بلکہ معافی مانگنی چاہیے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۴۳: عمامہ کھڑے ہوکر باندھے اور پاجامہ بیٹھ کر پہنے۔ جس نے اس کا الٹا کیا وہ ایسے مرض میں مبتلا ہوگا جس کی دوا نہیں۔[3]

مسئلہ ۴۴: کپڑا پہنے تو داہنے سے شروع کرے یعنی پہلے دہنی آستین یا دہنے پائنچہ میں ڈالے پھر بائیں میں۔[4]

مسئلہ ۴۵: پاجامہ کا تکیہ نہ بنائے کہ یہ ادب کے خلاف ہے اور عمامہ کا بھی تکیہ نہ بنائے۔ (اعلیٰ حضرت)

مسئلہ ۴۶: بیل پر سوار ہونا اور اس پر بوجھ لادنا اور گدھے سے ہل جوتنا جائز ہے یعنی یہ ضرور نہیں کہ بیل سے صرف ہل جوتنے کا کام لیا جائے اس پر بوجھ نہ لادا جائے اور گدھے پر صرف بوجھ ہی لادا جائے ہل نہ جوتا جائے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۴۷: جانور سے کام لینے میں یہ لحاظ ضروری ہے کہ اس کی طاقت سے زیادہ کام نہ لیا جائے۔ اتنا نہ لیا جائے کہ وہ مصیبت میں پڑ جائے جتنا بوجھ اٹھا سکتا ہے اتنا ہی اس پر لادا جائے یا جتنی دور جاسکے وہیں تک لے جایا جائے یا جتنی دیر تک کام کرنے کا متحمل ہوسکے اتنا ہی لیا جائے۔ بعض یکہ تانگہ والے اتنی زیادہ سواریاں بٹھالیتے ہیں کہ گھوڑا مصیبت میں پڑ جاتا ہے یہ ناجائز ہے اور یہ بھی ضرور ہے کہ بلاوجہ جانور کو نہ مارے اور سر یا چہرہ پر کسی حالت میں ہرگز نہ مارے کہ یہ بالا جماع ناجائز ہے۔ جانور پر ظلم کرنا ذمی کافر پر ظلم کرنے سے زیادہ برا ہے اور ذمی پر ظلم کرنا مسلم پر ظلم کرنے سے بھی برا کیونکہ جانور کا کوئی معین و مددگار اللہ (عزوجل) کے سوا نہیں اس غریب کو اس ظلم سے کون بچائے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِيْن وَالْحَمْدُ لِلّٰه رَبِّ الْعَالَمِيْن.

---

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب الطب، باب لاهامة، الحديث: ٥٧٥٧، ج٤، ص٣٦.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الكراهية، الباب الثلاثون في المتفرقات، ج٥، ص٣٧٥-٣٧٦.

3 ...... انظر: "كشف الالتباس في إستحباب اللباس" للشيخ المحقق عبدالحق، ذكر شمله، ص٣٩.

4 ...... انظر: "المرجع السابق، ذكر جيب، ص٤٣.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦٢.

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الحظر والإباحة، فصل في البيع، ج٩، ص٦٦٢.

تحری، احیاء موات، شکار، رہن اور جنایات کے مسائل کا بیان

بہارِ شریعت

حصہ ہفدہم (17)

(......تسہیل وتخریج شدہ......)

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

پیشکش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

شعبہ تخریج

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ ط

تحری کا بیان

جب کسی موقع پر حقیقت معلوم کرنا دشوار ہوجائے تو سوچے اور جس جانب گمان غالب ہوعمل کرے اس سوچنے کا نام تحری ہے۔تحری پرعمل کرنا اس وقت جائز ہے جب دلائل سے پتہ نہ چلے دلیل ہوتے ہوئے تحری پرعمل کرنے کی اجازت نہیں۔[1]

مسئلہ ۱: دوشخصوں نے تحری کی ایک کا غالب گمان نفس الامر[2] کے موافق ہوا اور دوسرے کا گمان غلط ہوا تو اگرچہ دونوں بری الذمہ ہوگئے مگر جس کی رائے صحیح ہوئی اُس کو ثواب زیادہ ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۲: نماز کے وقت میں شبہ ہے اگر یہ شبہ ہے کہ وقت ہوا یا نہیں تو ٹھہر جائے جب وقت ہوجانے کا یقین ہوجائے اُس وقت نماز پڑھے اور یہ شبہ ہے کہ وقت باقی ہے یا ختم ہوگیا تو نماز پڑھے اور نیت یہ کرے کہ آج کی فلاں نماز پڑھتا ہوں۔[4] (عالمگیری) نماز کے متعلق تحری کے مسائل کتاب الصلاۃ[5] میں مذکور ہوچکے وہاں سے معلوم کریں۔

مسئلہ ۳: جس کو زکوۃ دینا چاہتا ہے اس کی نسبت غالب گمان یہ ہے کہ وہ فقیر ہے یا خود اس نے اپنا فقیر ہونا ظاہر کیا یا کسی عادل نے اس کا فقیر ہونا بیان کیا، یا اسے فقیروں کے بھیس میں پایا، یا اسے صف فقرا میں بیٹھا ہُوا پایا، یا اُسے مانگتا ہوا دیکھا اور دل میں یہ بات آئی کہ فقیر ہے ان سب صورتوں میں اس کو زکوۃ دی جاسکتی ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: بعض کپڑے پاک ہیں اور بعض ناپاک اور یہ پتہ نہیں چلتا کہ کون سا پاک ہے اگر مجبوری کی حالت ہو کہ دوسرا کپڑا نہیں ہے جس کا پاک ہونا یقیناً معلوم ہوا اور وہاں پانی بھی نہیں ہے کہ اُن میں سے ایک کو پاک کرسکے اور نماز پڑھنی ہے تو اس صورت میں تحری کرے جس کی نسبت پاک ہونے کا غالب گمان ہو اُس میں نماز پڑھے اور مجبوری کی حالت نہ ہو تو تحری نہ کرے مگر جبکہ پاک کپڑے ناپاک سے زیادہ ہوں تو تحری کرسکتا ہے۔[7] (عالمگیری)

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب التحری، الباب الاول فی تفسیرالتحری... إلخ، ج٥، ص٣٨٢.

2 ......یعنی حقیقت۔

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب التحری، الباب الاول فی تفسیرالتحری... إلخ، ج٥، ص٣٨٢.

4 ......المرجع السابق.

5 ......بہارِشریعت، جلد۱، حصہ۳، ص۴۸۹ پر ملاحظہ کریں۔

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب التحری، الباب الثانی فی التحرّی فی الزکاة، ج٥، ص٣٨٣.

7 ......المرجع السابق، الباب الثالث فی التحرّی فی الثیاب... إلخ.

مسئلہ ۵: دو کپڑوں میں ایک ناپاک تھا تحری کرکے اس نے ایک میں ظہر کی نماز پڑھ لی پھر اس کا غالب گمان دوسرے کے پاک ہونے کے متعلق ہوا اور اس میں عصر کی نماز پڑھی یہ نماز نہیں ہوئی کیونکہ جب ظہر کی نماز جائز ہونے کا حکم دیا جاچکا تو اُس کے یہ معنے ہوئے کہ دوسرا ناپاک ہے تو اسکے پاک ہونے کا اب کیونکر حکم ہوسکتا ہے ہاں اگر اُس پہلے کپڑے کے متعلق یقین ہے کہ ناپاک ہے تو ظہر کی نماز کا اعادہ کرے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۶: دو کپڑوں میں ایک ناپاک تھا اُس نے بلاتحری ایک میں ظہر پڑھ لی اور دوسرے میں عصر پڑھی پھر تحری سے معلوم ہوا کہ پہلا کپڑا پاک ہے دونوں نمازیں نہیں ہوئیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۷: دو کپڑوں میں ایک ناپاک ہے ایک شخص نے تحری کرکے ایک میں نماز پڑھی اور دوسرے نے تحری کرکے دوسرے میں پڑھی اگر دونوں نے الگ الگ پڑھی دونوں کی نمازیں ہوگئیں اور اگر ایک امام ہوا دوسرا مقتدی تو امام کی ہوگئی مقتدی کی نہیں ہوئی۔ کھیل کود میں کسی کے خون کا قطرہ نکلا مگر ہر ایک یہ کہتا ہے کہ میرے بدن سے نہیں نکلا اس کا بھی وہی حکم ہے کہ تنہا تنہا پڑھی تو دونوں کی نمازیں ہوگئیں اور اگر ایک امام ہو دوسرا مقتدی تو امام کی ہوگئی مقتدی کی نہیں ہوئی۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: چند شخص سفر میں ہیں سب کے برتن مخلوط ہوگئے[4] اس کے شرکاء اُس وقت کہیں چلے گئے ہیں اور اُسے خود اپنے برتن کی شناخت نہیں ہے تو اُن کے آنے کا انتظار کرے تحری کرکے برتن کو استعمال میں نہ لائے ہاں اگر استعمال کی ضرورت ہے وضو کرنا ہے یا پانی پینا ہے اور معلوم نہیں ساتھی کب آئیں تو تحری کرکے استعمال کرے یونہی اگر کھانا شرکت میں ہے اور شرکاء غائب ہیں اور اُسے بھوک لگی ہے تو اپنے حصہ کی قدر اس میں سے لے لے۔[5] (عالمگیری)

احیاء موات کا بیان

حدیث ۱: صحیح بخاری میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس نے اُس زمین کو آباد کیا جو کسی کی مِلک نہ ہو[6] تو وہی حقدار ہے۔'' عُروَہ کہتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ

1 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب التحری،الباب الثالث فی التحرّی فی الثياب...إلخ،ج٥،ص٣٨٣.

2 ......المرجع السابق ،ص٣٨٤.

3 ......المرجع السابق ،ص٣٨٤.

4 ......آپس میں مل گئے۔

5 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب التحری،الباب الثالث فی التحرّی فی الثياب...إلخ،ج٥،ص٣٨٤،٣٨٥.

6 ......یعنی ملکیت میں نہ ہو۔

نے اپنی خلافت میں یہی فیصلہ کیا تھا۔[1]

حدیث ۲: ابوداوٗد نے سَمُرَہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جس نے زمین پر دیوار بنالی یعنی احاطہ کرلیا وہ اُسی کی ہے۔''[2]

حدیث ۳: ابوداوٗد نے ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو جاگیر[3] دی جہاں تک اُن کا گھوڑا دوڑ کر جائے زبیر نے اپنا گھوڑا دوڑایا جب وہ کھڑا ہوگیا تو اُنہوں نے اپنا کوڑا[4] پھینکا حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''جہاں ان کا کوڑا گرا ہے وہاں تک جاگیر میں دیدو۔''[5]

حدیث ۴: ترمذی نے وائل رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے اُن کو حضرموت[6] میں زمین جاگیر دی اور معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ان کے ساتھ بھیجا کہ ان کو دے آوٗ۔[7]

حدیث ۵: امام شافعی (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے طاوٗس سے مرسلاً روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جس نے مردہ زمین زندہ کی[8] وہ اسی کے لئے ہے اور پرانی زمین (یعنی جس کا مالک معلوم نہ ہو) اللہ ورسول (عزوجل وصلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کی ہے پھر میری جانب سے تمہارے لئے ہے۔''[9]

حدیث ۶: ابوداوٗد نے اسمر بن مضرس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں میں نے نبی صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوکر بیعت کی پھر حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''جو شخص اُس چیز کی طرف سبقت کرے[10] جس کی طرف کسی مسلم نے سبقت نہیں کی ہے تو وہ اُسی کی ہے۔'' اس کو سن کر لوگ دوڑے کہ خط کھینچ کر نشان بنالیں۔[11]

---

1 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الحرث... إلخ، باب من أحیا أرضاً مواتاً، الحدیث: ۲۳۳۵، ج۲، ص۹۰.

2 ...... "سنن أبي داود"، کتاب الخراج... إلخ، باب في إحیاء الموات، الحدیث: ۳۰۷۷، ج۳، ص۲۴۰.

3 ...... یعنی زمین۔ 4 ...... چابک، چھڑی۔

5 ...... "سنن أبي داود"، کتاب الخراج... إلخ، باب في إقطاع الأرضین، الحدیث: ۳۰۷۲، ج۳، ص۲۳۸.

6 ...... یمن کے مشرق میں واقع ایک شہر کا نام ہے۔

7 ...... "جامع الترمذي"، کتاب الأحکام، باب ماجاء في القطائع، الحدیث: ۱۳۸۶، ج۳، ص۹۱.

8 ...... یعنی بنجر زمین، غیر آباد زمین آباد کی۔

9 ...... "المسند" للإمام الشافعي، کتاب الطعام والشرب و عمارۃ الارضین... إلخ، ص۳۸۲.

10 ...... پہل کرے۔

11 ...... "سنن أبي داود"، کتاب الخراج... إلخ، باب في اقطاع الارضین، الحدیث: ۳۰۷۱، ج۳، ص۲۳۸.

مسائل فقہیّہ

موات اس زمین کو کہتے ہیں جو آبادی سے فاصلہ پر ہواور وہ نہ کسی کی ملک ہواور نہ کسی کی حق خاص ہواندرون آبادی افتادہ زمین کو موات نہیں کہا جائے گا اور شہر سے باہر کی وہ زمین جس میں لوگوں کے جانور چرتے ہیں یا اس میں سے جلانے کے لئے لکڑیاں کاٹ لاتے ہیں یہ موات نہیں اسی طرح جس زمین میں نمک پیدا ہوتا ہے وہ بھی موات نہیں یعنی موات وہی کہلائے گی جو منتفع بہانہ ہو۔ فاصلہ سے مراد یہ ہے کہ آبادی کے کنارے سے کوئی شخص جس کی آواز بلند ہو زور سے چلائے تو وہاں تک آواز نہ پہنچے نزدیک ودور کا لحاظ اس بنا پر ہے کہ نزدیک والی زمین عموماً منتفع بہا ہوتی ہے۔[1] ورنہ ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ نزدیک و دور کا لحاظ نہیں بلکہ یہ دیکھا جائے گا کہ منتفع بہا ہے یا نہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار، عالمگیری)

مسئلہ ۱: ایسی زمین جس کا ذکر کیا گیا اگر کسی نے امام کی اجازت حاصل کر کے اُسے آباد کیا تو یہ شخص اُس کا مالک ہو گیا دوسرا شخص نہیں لے سکتا۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲: ایک شخص نے دوسرے کو احیاء موات کے لئے وکیل کیا اگر موکل نے بادشاہ اسلام سے اجازت حاصل کر لی ہے تو یہ توکیل صحیح ہے اور زمین موکل کی ہوگی ورنہ نہیں۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳: امام نے[5] ایسی زمین کسی کو جاگیر دیدی اور جاگیردار نے اُس زمین کو ویسی ہی چھوڑ رکھا تو تین سال تک کچھ تعرض نہیں کیا جائے گا، تین سال کے بعد وہ جاگیر دوسرے کو جاگیر دی جاسکتی ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: ایک شخص نے زمین کو احیاء کیا پھر چھوڑ رکھا دوسرے نے اس میں کاشت کر لی تو پہلا ہی شخص اس کا حقدار ہے کیونکہ وہ مالک ہو چکا دوسرے کو اس میں تصرف کی اجازت نہیں۔[7] (درمختار)

---

1 ......یعنی عمومی طور پر اس سے نفع اُٹھایا جاتا ہے۔

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب إحیاء الموات، ج ۱۰، ص ۵.

و"الفتاوی الهندیة"، کتاب إحیاء الموات، الباب الاول فی تفسیرالموات...إلخ، ج ۵، ص ۳۸۵، ۳۸۶.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب إحیاء الموات، ج ۱۰، ص ۶، ۷.

4 ......"ردالمحتار"، کتاب إحیاء الموات، ج ۱۰، ص ۷.

5 ......حاکم وقت نے۔

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب إحیاء الموات، الباب الاول فی تفسیر الموات... إلخ، ج ۵، ص ۳۸۶.

7 ......"الدرالمختار"، کتاب إحیاء الموات، ج ۱۰، ص ۷.

مسئلہ۵: ایک شخص نے زمین کو آباد کیا اس کے بعد چار شخصوں نے آگے پیچھے چاروں جانب زمینیں آباد کیں تو پہلے شخص کا راستہ پچھلے شخص کی زمین میں رہے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ۶: زمین موات میں کسی نے چاروں طرف پتھر رکھ دیے یا شاخیں گاڑ دیں یا زمین کا گھاس کوڑا صاف کیا یا اُس میں کانٹے تھے اُس نے جلا دیے یا کوآں بنانے کے خیال سے دو ایک ہاتھ زمین کھود دی اور یہ سب کام اس مقصد سے کئے کہ دوسرا اس کو آباد نہ کرے تو تین سال تک امام اس کا انتظار کرے گا اگر اُس نے آباد کرلی فبہا[2] ورنہ کسی دوسرے کو دیدیگا جو آباد کرے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ۷: زمین موات میں کسی نے کوآں کھودا ایک ہاتھ پانی نکلنے کو باقی تھا کہ دوسرے نے اُسے کھودا تو پہلا شخص حقدار ہے ہاں اگر معلوم ہو کہ پہلے نے اُسے چھوڑ دیا یعنی ایک ماہ کا زمانہ گزر گیا اور باقی کو نہیں کھودتا تو اس صورت میں کوآں دوسرے شخص کا ہوگا۔[4] (عالمگیری)

شِرب کا بیان

حدیث۱: صحیح بخاری میں عروہ سے روایت ہے کہ حضرت زبیر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اور ایک انصاری سے حرّہ کی نالیوں کے متعلق جھگڑا ہوگیا نبی اکرم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے زبیر سے فرمایا کہ ''بقدرِ ضرورت پانی لے لو پھر اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دو'' اُس انصاری نے کہا کہ یہ فیصلہ اس لئے کیا کہ وہ آپ کی پھوپھی کے بیٹے ہیں یہ سُن کر حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) کا چہرہ متغیر ہوگیا اور فرمایا: ''اے زبیر اپنے باغ کو پانی دو پھر روک لو یہاں تک کہ مینڈھ[5] تک پانی پہنچ جائے پھر اپنے پڑوسی کے لئے چھوڑ دو'' اُس انصاری نے ناراض کردیا لہٰذا حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ واٰلہٖ وسلَّم) نے صاف حکم میں زبیر (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا پورا حق دلوایا اور پہلے ایسی بات فرمادی تھی جس میں دونوں کے لئے گنجائش تھی۔[6]

حدیث۲: صحیح بخاری ومسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''تین شخص ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالٰی ان سے نہ کلام کرے گا نہ اُن کی طرف نظر فرمائیگا۔ ایک وہ شخص جس نے کسی بیچنے کی

1......''الدرالمختار''، کتاب إحیاء الموات، ج۱۰، ص۷.
2......تو صحیح ہے۔
3......''الھدایة''، کتاب إحیاء الموات، ج۲، ص۳۸٤.
4......''الفتاوی الھندیة''، کتاب إحیاء الموات، الباب الاول فی تفسیر الموات... إلخ، ج۵، ص۳۸۷.
5......کھیت کی منڈیر۔
6......''صحیح البخاري''، کتاب التفسیر، باب ﴿ فلا وربك لا یؤمنون ...إلخ﴾، الحدیث:٤٥٨٥، ج۳، ص۲۰۵، ۲۰٦.

چیز کے متعلق یہ قسم کھائی کہ جو کچھ اس کے دام[1] مل رہے ہیں اس سے زیادہ ملتے تھے (اور نہیں بیچا) حالانکہ یہ اپنی قسم میں جھوٹا ہے دوسرا وہ شخص کہ عصر کے بعد جھوٹی قسم کھائی تاکہ کسی مرد مسلم کا مال لے لے اور تیسرا وہ شخص جس نے بچے ہوئے پانی کو روکا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا آج میں اپنا فضل تجھ سے روکتا ہوں جس طرح تو نے بچے ہوئے پانی کو روکا جس کو تیرے ہاتھوں نے نہیں بنایا تھا۔''[2]

حدیث ۳: صحیح بخاری ومسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''بچے ہوئے پانی سے منع نہ کرو کہ اس کی وجہ سے بچی ہوئی گھاس کو منع کرو گے۔''[3]

حدیث ۴: ابوداؤد، ابن ماجہ نے ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''تمام مسلمان تین چیزوں میں شریک ہیں پانی اور گھاس اور آگ۔''[4]

حدیث ۵: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے بچے ہوئے پانی کے بیچنے سے منع فرمایا۔[5]

حدیث ۶: صحیح بخاری ومسلم میں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''بچا ہوا پانی نہ بیچا جائے کہ اس کی وجہ سے گھاس کی بیع ہو جائیگی۔''[6]

مسائل فقہیّہ

کھیت کی آبپاشی یا جانوروں کو پانی پلانے کے لیے جو باری مقرر کر لی جاتی ہے اُس کو شِرب کہتے ہیں اس لفظ میں شین کو زیر[7] ہے۔[8]

---

1 ......روپیہ، رقم۔

2 ......"صحيح البخاري"، كتاب المساقاة، باب من رأى أن صاحب الحوض... إلخ، الحديث: ٢٣٦٩، ج٢، ص١٠٠.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب المساقاة، باب من قال إن صاحب الماء أحق... إلخ، الحديث: ٢٣٥٤، ج٢، ص٩٦.

4 ......"سنن ابن ماجة"، كتاب الرهون، باب المسلمون شركاء في ثلاث، الحديث: ٢٤٧٢، ج٣، ص١٧٦.

5 ......"صحيح مسلم"، كتاب المساقاة... إلخ، باب تحريم فضل بيع الماء... إلخ، الحديث: ٣٤-(١٥٦٥)، ص٨٤٦.

6 ......المرجع السابق، الحديث: ٣٨-(١٥٦٦)، ص٨٤٦.

7 ......بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر ''زبر'' لکھا ہوا ہے جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ فقہاء کی اصطلاح اس باب میں شِرب (یعنی زیر کے ساتھ) ہی ہے اس کی تائید **ردالمحتار**، ج ۱۰، ص ۱۵۔ اور دیگر کتب فقہ سے بھی ہوتی ہے، اسی وجہ سے متن میں تصحیح کر دی گئی۔ ....**علمیه**

8 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب إحياء الموات، فصل الشرب، ج١٠، ص١٥.

مسئلہ ۱: جس پانی کو برتن میں محفوظ نہ کرلیا ہو اُس کو ہر شخص پی سکتا ہے اور اپنے جانوروں کو پلاسکتا ہے کوئی شخص پینے یا پلانے سے نہیں روک سکتا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۲: پانی کی چار قسمیں ہیں، اوّل سمندر کا پانی اس سے ہر شخص نفع اُٹھا سکتا ہے خود پیئے جانوروں کو پلائے کھیت کی آبپاشی کرے اس میں نہر نکال کر اپنے کھیتوں کو لیجائے جس طرح چاہے کام میں لائے کوئی منع نہیں کرسکتا، دوم بڑے دریا کا پانی جیسے سیحون، جیحون، دجلہ، فرات، نیل یا ہندوستان میں گنگا، گھاگرا اس کو ہر شخص پی سکتا ہے اپنے جانوروں کو پلاسکتا ہے مگر زمین کو سیراب کرنے اور اُس سے نہر نکالنے میں یہ شرط ہے کہ عام لوگوں کو ضرر[2] نہ پہنچے، سوم وہ ندی نالے جو کسی خاص جماعت کی مِلک ہوں پینے پلانے کی اُس میں بھی اجازت ہے مگر دوسرے لوگ اپنے کھیت کی اس سے آبپاشی نہیں کرسکتے، چوتھے وہ پانی جس کو گھڑوں، مٹکوں یا برتنوں میں محفوظ کردیا گیا ہو اُس کو بغیر اجازت مالک کوئی شخص صَرف میں نہیں لاسکتا اور اس پانی کو اس کا مالک بیع بھی کرسکتا ہے۔[3] (ہدایہ، عالمگیری)

مسئلہ ۳: کوآں اگرچہ مملوک ہو مگر اس کا پانی مملوک نہیں دوسرا شخص اس پانی کو پی سکتا ہے اپنے جانوروں کو پلاسکتا ہے جس کا کوآں ہے وہ روک نہیں سکتا اور نہ اس کے بھرے ہوئے پانی کو چھین سکتا ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۴: کوآں یا چشمہ جس کی ملک میں ہے دوسرا شخص وہاں جا کر پانی پینا چاہتا ہے وہ مالک اپنی ملک مثلاً مکان یا باغ میں اُسکو جانے سے روک سکتا ہے بشرطیکہ وہاں قریب میں دوسری جگہ پانی ہو جو کسی کی ملک میں نہیں ہے اور اگر پانی نہ ہو تو مالک سے کہا جائے گا کہ تو خود اپنے باغ یا مکان سے پینے کے لیے پانی لادے یا اسے اجازت دے کہ یہ خود بھر کر پی لے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۵: کوئیں سے پانی بھرا ڈول مونھ تک آگیا ہے ابھی باہر نہیں نکلا ہے یہ بھرنے والا اُس پانی کا ابھی مالک نہیں ہوا جب باہر نکال لے گا اُس وقت مالک ہوگا۔[6] (ردالمحتار)

---

1 ......"الدرالمختار"، كتاب إحياء الموات، فصل الشرب، ج١٠، ص١٥، ١٦.

2 ......نقصان۔

3 ......"الهداية"، كتاب إحياء الموات، فصل فى المياه، ج٢، ص٣٨٨.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب الشرب... إلخ، الباب الاول فى تفسيره... إلخ، ج٥، ص٣٩٠، ٣٩١.

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الشرب... إلخ، الباب الاول فى تفسيره... إلخ، ج٥، ص٣٩١.

5 ......"الهداية"، كتاب إحياء الموات، فصل فى المياه، ج٢، ص٣٨٨.

6 ......"ردالمحتار"، كتاب إحياء الموات، فصل فى الشرب، ج١٠، ص١٦.

مسئلہ ۶: حمام میں گیا اور حوض میں سے پانی نکالا مگر جس برتن میں پانی لیا وہ حمام والے کا ہے تو یہ شخص پانی کا مالک نہیں ہوا بلکہ وہ پانی حمام والے ہی کا ہے مگر دوسرا شخص اس سے نہیں لے سکتا کہ زیادہ حقدار یہی ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۷: دوسرے کے کوئیں سے بغیر اجازتِ مالک نہ اپنے کھیت کو سینچ سکتا ہے[2] نہ درختوں کو پلاسکتا ہے نہ اُس میں رہٹ یا چرسا وغیرہ لگاسکتا ہے مگر گھڑے وغیرہ میں بھر کر لایا ہو تو اُس سے گھر میں جو درخت ہے یا گھر میں جو ترکاریاں بوئی ہیں ان کو سیراب کرسکتا ہے، کوئیں والے سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۸: نہرِ خاص یا کسی کے مملوک حوض یا کنوئیں سے وضو کرنے یا کپڑے دھونے کے لیے گھڑے میں پانی بھر کر لاسکتا ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: حوض میں اگر پانی خود ہی جمع ہوگیا مالک حوض نے پانی جمع کرنے کی کوئی ترکیب نہیں کی ہے یہ حوض نہرِ خاص کے حکم میں ہے۔[5] (ردالمحتار) دیہاتوں میں تالاب اور گڑھے ہوتے ہیں برسات میں ادھر اُدھر سے پانی بہہ کر آتا ہے اوران میں جمع ہوجاتا ہے انکا بھی یہی حکم ہے کہ بغیر اجازت مالک دوسرے لوگ اپنے کھیتوں کی اس سے آبپاشی نہیں کرسکتے۔

مسئلہ ۱۰: بعض جگہ مکانوں میں حوض بنا رکھتے ہیں برساتی پانی اُس میں جمع کرلیتے ہیں اور اپنے استعمال میں لاتے ہیں عربی میں ایسے حوض کو صہریج کہتے ہیں۔ (ہندوستان میں بفضلہٖ تعالٰی پانی کی کثرت ہے صہریج بنانے کی ضرورت نہیں مگر جہاں پانی کی کمی ہے بنانا پڑتا ہی ہے جیسا کہ مارواڑ کے بعض علاقوں میں بکثرت ہیں) یہ پانی خاص اُس شخص کی مِلک ہے جس کے گھر میں ہے اور یہ پانی ویسا ہی ہے جیسا گھڑے وغیرہ میں بھرلیا جاتا ہے کہ بغیر اجازت مالک کوئی شخص اپنے کسی صرف میں نہیں لاسکتا۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۱: بارش کے وقت آگن[7] یا چھت پر پانی جمع کرنے کے لیے طشت[8] یا کنڈا[9] وغیرہ رکھ دیا ہے تو جو کچھ

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب إحياء الموات،فصل الشرب،ج١٠،ص١٦.

2 ......پانی دے سکتا ہے۔

3 ......"الدرالمختار"، کتاب إحياء الموات، فصل الشرب،ج١٠،ص١٧.

4 ......" الفتاوى الهندية"، کتاب الشرب...إلخ،الباب الاول في تفسيره...إلخ،ج٥،ص٣٩١.

5 ......"ردالمحتار"، کتاب إحياء الموات،فصل الشرب،ج١٠،ص١٧.

6 ......المرجع السابق.

7 ......صحن۔ 8 ......تھال۔ 9 ......مٹی کا برتن، پرات۔

پانی جمع ہوگا اُس کا ہے جس نے طشت وغیرہ رکھا ہے دوسرا شخص اس پانی کو نہیں لے سکتا اور اگر پانی جمع کرنے کے لیے طشت نہیں رکھا ہے تو جو چاہے لے لے اس کو منع نہیں کیا جاسکتا۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲: زمین غیر مملوکہ[2] کی گھاس کسی کی ملک نہیں جو چاہے کاٹ لائے یا اپنے جانوروں کو چرائے دوسرا شخص اس کو منع نہیں کرسکتا یہ گھاس دریا کے پانی کی طرح سب کے لیے مباح ہے، زمین مملوکہ میں گھاس خود ہی جمی ہے[3] بوئی نہیں گئی ہے یہ گھاس بھی مالک زمین کی ملک نہیں جب تک اسے محفوظ نہ کرلے جو چاہے اس کو لے سکتا ہے، مگر مالکِ زمین دوسرے لوگوں کو اپنی زمین میں آنے سے روک سکتا ہے اِس صورت میں اگر مالکِ زمین لوگوں کو اور اُن کے جانوروں کو اپنی زمین میں آنے سے منع کرتا ہے اور لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم گھاس کاٹیں گے یا اپنے جانور چرائیں گے اگر قریب میں زمین غیر مملوکہ ہے جس میں گھاس موجود ہے تو لوگوں سے کہا جائے گا کہ اپنے جانوروں کو وہاں چرالو یا وہاں سے گھاس کاٹ لو اور اگر زمین قریب میں نہ ہو تو مالک زمین سے کہا جائے گا کہ ان لوگوں کو اجازت دو یا تم خود اپنی زمین سے گھاس کاٹ کر ان کو دے دو، اور اگر مالک زمین نے گھاس کاٹ کر محفوظ کرلی تو دوسرا شخص اس کو لے نہیں سکتا کہ یہ مملوک ہوگئی، اگر مالک زمین نے گھاس بو رکھی ہے یا اپنی زمین کو جوت کر اُس میں پانی دیا ہے اور اسی لیے چھوڑ رکھا ہے کہ اُس میں گھاس جمے تو یہ گھاس مالک زمین کی ہے، دوسرا شخص نہ اسے لے سکتا ہے نہ اپنے جانوروں کو چرا سکتا ہے، کسی دوسرے نے یہ گھاس کاٹ لی تو مالک زمین والا اس کو واپس لے سکتا ہے اور گھاس کو بیچ سکتا ہے۔[4] (عالمگیری، درمختار)

مسئلہ ۱۳: آگ میں بھی سب لوگ شریک ہیں دوسروں کو منع نہیں کرسکتا یعنی اگر کسی نے میدان میں آگ جلائی ہے تو جس کا جی چاہے تاپ سکتا ہے اپنے کپڑے اس سے سکھا سکتا ہے اُس کی روشنی میں کام کرسکتا ہے مگر بغیر اجازت اُس میں سے انگارہ نہیں لے سکتا، اگر کسی نے اُس میں سے تھوڑی سی آگ لے لی کہ بجھانے کے بعد اتنے کوئلے نہیں ہونگے جن کی کچھ قیمت ہو تو اس سے واپس نہیں لے سکتا اور اتنی آگ بغیر اجازت بھی لے سکتا ہے کہ عادۃً اس کو کوئی منع بھی نہیں کرتا اور اگر اتنی زیادہ ہے کہ بجھنے کے بعد کوئلوں کی قیمت ہوگی تو واپس لے سکتا ہے۔[5] (عالمگیری)

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب إحیاء الموات،فصل الشرب،ج۱۰،ص۱۷.

2 ......وہ زمین جو کسی کی ملکیت میں نہ ہو۔ 3 ......اُگی ہے۔

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الشرب...إلخ،الباب الاول فی تفسیرہ...إلخ،ج۵،ص۳۹۲.

و"الدرالمختار"، کتاب إحیاء الموات،فصل الشرب،ج۱۰،ص۱۹.

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الشرب...إلخ،الباب الاول فی تفسیرہ...إلخ،ج۵،ص۳۹۳.

مسئلہ ۱۴: کوئیں یا حوض یا نہر خاص کے پانی سے روکتا ہے اور اُس شخص کو روکا گیا پیاس سے ہلاکت کا اندیشہ ہے یا اس کے جانور کے ہلاک ہونے کا ڈر ہے تو زبردستی پانی وصول کرے نہ دے تو لڑ کر لے اگرچہ ہتھیار سے لڑنا پڑے اور برتن میں جمع کر رکھا ہے تو اس میں بھی لڑ کر وصول کرنے کی اجازت ہے مگر یہاں ہتھیار سے لڑنے کی اجازت نہیں اور یہ حکم اس وقت ہے کہ پانی اس کی حاجت سے زائد ہے یہی حکم مخمصہ کا بھی ہے کہ کسی کو بھوک سے ہلاکت کا اندیشہ ہے اور دوسرے کے پاس حاجت سے زائد کھانا ہے اور اُس کو نہیں دیتا تو لڑ سکتا ہے مگر ہتھیار سے لڑنے کی اجازت نہیں۔[1] (درمختار)

اشربہ کا بیان

حدیث ۱: صحیح مسلم میں عائشہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے مروی ہے کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے لیے مَشک میں ہم نبیذ بناتے صبح کو بناتے تو عشا تک پیتے اور عشا کو بناتے تو صبح تک پیتے (یہ گرمی کے زمانے میں ہوتا تھا)۔[2]

حدیث ۲: صحیح مسلم میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے لیے اول شب میں نبیذ بنائی جاتی صبح کے وقت اُسے پیتے دن میں اور رات میں پھر دوسرے روز دن اور رات میں اور تیسرے دن عصر تک پھر اگر بچ رہتی تو خادم کو پلا دیتے یا گرا دی جاتی۔[3] (یہ جاڑے کے زمانے میں ہوتا)

حدیث ۳: صحیح مسلم میں جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کے لیے مَشک میں نبیذ بنائی جاتی، مشک نہ ہوتی تو پتھر کے برتن میں بنائی جاتی۔[4]

حدیث ۴: امام بخاری اپنی صحیح میں سہل بن سعد رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو اُسید ساعدی حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے پاس حاضر ہوئے اور حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کو اپنی شادی کی دعوت دی (جب حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) تشریف لائے) تو اُن کی زوجہ جو دلہن تھیں وہی خادم کا کام انجام دے رہی تھیں انھوں نے حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے لیے پانی میں کھجوریں رات میں ڈال دی تھیں وہی پانی حضور صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو پلایا۔[5]

حدیث ۵: امام بخاری نے اپنی صحیح میں روایت کی ہے کہ حضرت عمر اور ابو عبیدہ اور معاذ رضی اللہ تعالٰی عنہم

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب إحیاء الموات، فصل الشرب، ج ۱۰، ص ۱۸، ۲۰.

2 ......"صحیح مسلم"، کتاب الأشربة، باب إباحة النبیذ الذی لم یشتد... إلخ، الحدیث: ۸۵-(۲۰۰۵)، ص ۱۱۱۱.

3 ......المرجع السابق، الحدیث: ۷۹-(۲۰۰٤)، ص ۱۱۱۰.

4 ......المرجع السابق، باب النھي عن الإنتباذ في المزفت... إلخ، الحدیث: ۶۲-(۱۹۹۹)، ص ۱۱۰۷.

5 ......"صحیح البخاري"، کتاب النکاح، باب حق إجابة الولیمة... إلخ، الحدیث: ۵۱۷۶، ج ۳، ص ٤۵۵.

نے مثلث[1] کے پینے کو جائز فرمایا ہے اور براء بن عازب وابوجحیفہ رضی اللہ تعالٰی عنھما سے نصف حصہ پکا دینے کے بعد انگور کا شیرہ پیا، ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنھما نے کہا کہ انگور کا رس جب تک تازہ ہے پیو۔[2]

حدیث ۶: بخاری نے اپنی صحیح میں ابوجویریہ[3] رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں میں نے ابن عباس (رضی اللہ تعالٰی عنھما) سے باذَق (ایک قسم کی شراب ہے) کے بارے میں دریافت کیا تو فرمایا کہ محمد صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم باذق سے پہلے گزر چکے ہیں لہٰذا جو نشہ پیدا کرے وہ حرام ہے اور فرمایا کہ پینے کی چیزیں حلال وطیب ہیں اور حلال وطیب کے علاوہ حرام و خبیث ہیں۔[4]

حدیث ۷: امام بخاری اپنی صحیح میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک معراج کی رات ایلیا (بیت المقدس) میں حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) کے سامنے دو پیالے پیش کئے گئے ایک شراب کا دوسرا دودھ کا حضور (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے دونوں کو دیکھ کر دودھ کا پیالہ لے لیا۔ جبریل (علیہ السلام) نے کہا **الحمد للہ** خدا تعالٰی نے آپ کو فطرت کی ہدایت کی اگر آپ شراب لے لیتے تو آپ کی اُمت گمراہ ہوجاتی۔[5]

حدیث ۸: ابوداود وابن ماجہ نے ابومالک اشعری رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''میری امت کے کچھ لوگ خمر (شراب) پئیں گے اور اس کا نام کچھ دوسرا رکھ لیں گے۔''[6]

مسائل فقہیّہ

لغت میں پینے کی چیز کو شراب کہتے ہیں اور اصطلاح فقہا میں شراب اُسے کہتے ہیں جس سے نشہ ہوتا ہے، اس کی بہت قسمیں ہیں، خمر انگور کی شراب کو کہتے ہیں یعنی انگور کا کچا پانی جس میں جوش آجائے اور شدت پیدا ہوجائے۔ امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں جھاگ پیدا ہو اور کبھی ہر شراب کو مجازاً خمر کہہ دیتے ہیں۔[7]

1. ......انگور کا شیرہ جو پکانے کے بعد ایک تہائی رہ جائے۔
2. ......''صحیح البخاري''، کتاب الأشربۃ، باب الباذق ومن نھی...إلخ، ج۳، ص۵۸۴.
3. ......بہارِشریعت کے کچھ نسخوں میں اس مقام پر ''ابوھریرہ'' اور کچھ نسخوں میں ''ابو جوھر'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ہمارے پاس موجود ''بخاری شریف'' کے نسخوں میں ''حضرت ابوجویریہ رضی اللہ تعالٰی عنہ'' مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے...**علمیہ**
4. ......''صحیح البخاري''، کتاب الأشربۃ، باب الباذق ومن نھی...إلخ، الحدیث:۵۵۹۸، ج۳، ص۵۸۵.
5. ......المرجع السابق، کتاب الأشربۃ، باب قول اللہ تعالٰی ﴿ انما الخمر...إلخ ﴾، الحدیث:۵۵۷۶، ج۳، ص۵۷۹.
6. ......''سنن أبي داود''، کتاب الأشربۃ، باب في الداذی، الحدیث:۳۶۸۸، ج۳، ص۴۶۱.
7. ......''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الأشربۃ، الباب الاول فی تفسیرہ الأشربۃ...إلخ، ج۵، ص۴۰۹.
و''الدرالمختار''، کتاب الأشربۃ، ج۱۰، ص۳۲.

مسئلہ ۱: خمر حرام بعینہٖ ہے اس کی حرمت نصِ قطعی سے ثابت ہے اور اس کی حرمت پر تمام مسلمانوں کا اجماع ہے اس کا قلیل و کثیر سب حرام ہے اور یہ پیشاب کی طرح نجس ہے اور اس کی نجاست غلیظہ ہے جو اس کو حلال بتائے کافر ہے کہ نصِ قرآنی کا منکر ہے مسلم کے حق میں یہ متقوم نہیں یعنی اگر کسی نے مسلمان کی یہ شراب تلف کردی تو اس پر ضمان نہیں اور اس کو خریدنا صحیح نہیں اس سے کسی قسم کا انتفاع جائز نہیں نہ دوا کے طور پر استعمال کرسکتا ہے نہ جانور کو پلاسکتا ہے نہ اس سے مٹی بھگا[1] سکتا ہے نہ حقنہ کے کام میں لائی جاسکتی ہے، اس کے پینے والے کو حد ماری جائے گی اگرچہ نشہ نہ ہوا ہو۔[2] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۲: جانوروں کے زخم میں بھی بطور علاج اس کو نہیں لگا سکتے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: شیرہ انگور کو پکایا یہاں تک کہ دو تہائی سے کم جل گیا یعنی ایک تہائی سے زیادہ باقی ہے اور اس میں نشہ ہو یہ بھی حرام اور نجس ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۴: رطب یعنی تر کھجور کا پانی اور منقٰی کو پانی میں بھگایا گیا جب یہ پانی تیز ہو جائے اور جھاگ پھینکے یہ بھی حرام نجس ہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۵: شہد، انجیر، گیہوں،[6] جَو وغیرہ کی شرابیں بھی حرام ہیں مثلاً یہاں ہندوستان میں مہوے[7] کی شراب بنتی ہے جب ان میں نشہ ہو حرام ہیں۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۶: کافر یا بچہ کو شراب پلانا بھی حرام ہے اگرچہ بطور علاج پلائے اور گناہ اسی پلانے والے کے ذمہ ہے۔[9] (ہدایہ) بعض مسلمان انگریزوں کی دعوت کرتے ہیں اور شراب بھی پلاتے ہیں وہ گنہگار ہیں اس شراب نوشی کا وبال انہیں پر ہے۔

---

1 ...... بھگو۔

2 ...... "الدرالمختار"، کتاب الأشربة، ج۱۰، ص۳۳، وغیرہ.

3 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الأشربة، الباب الاول فی تفسیره... إلخ، ج۵، ص۴۱۰.

4 ...... "الدرالمختار"، کتاب الأشربة، ج۱۰، ص۳٦.

5 ...... المرجع السابق، ص۳۷.

6 ...... گندم۔

7 ...... ایک درخت جس کے پتے سرخ، زردی مائل اور خوشبودار ہوتے ہیں پھل گول چھوہارے کی مانند ہوتا ہے اس سے شراب بھی بنائی جاتی ہے۔

8 ...... "الدرالمختار"، کتاب الأشربة، ج۱۰، ص۳۹، ۴۰.

9 ...... "الهداية"، کتاب الأشربة، ج۲، ص۳۹۸.

مسئلہ ۷: نبیذ یعنی کھجور یامنقیٰ کو پانی میں بھگویا جائے وہ پانی نشہ پیدا ہونے سے پہلے پیا جائے یہ جائز ہے احادیث سے اس کا جواز ثابت ہے۔[1]

مسئلہ ۸: تو نبے[2] اور ہر قسم کے برتنوں میں نبیذ بنانا جائز ہے بعض خاص برتنوں میں نبیذ بنانے کی ابتدا میں ممانعت آئی تھی مگر بعد میں یہ ممانعت منسوخ ہوگئی۔[3]

مسئلہ ۹: گھوڑی کے دودھ میں بھی نشہ ہوتا ہے اس کا پینا بھی ناجائز ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۰: بھنگ[5] اور افیون[6] اتنی استعمال کرنا کہ عقل فاسد ہو جائے ناجائز ہے جیسا کہ افیونی اور بھنگیڑے[7] استعمال کرتے ہیں اور اگر کمی کے ساتھ اتنی استعمال کی گئی کہ عقل میں فتور[8] نہیں آیا جیسا کہ بعض نسخوں میں افیون قلیل جز ہوتا ہے کہ فی خوراک اس کا اِتنا خفیف جز ہوتا ہے کہ استعمال کرنے والے کو پتا بھی نہیں چلتا کہ افیون کھائی ہے اس میں حرج نہیں۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۱۱: بعض عورتیں بچوں کو افیون کھلایا کرتی ہیں اور اُن کی غرض یہ ہوتی ہے کہ اس کے نشہ میں پڑا رہے گا پریشان نہیں کرے گا یہ بھی ناجائز ہے کیونکہ بچہ کو اگرچہ تھوڑی مقدار میں دی جاتی ہے مگر وہ اتنی ضرور ہوتی ہے کہ اُس کی عقل میں فتور آجائے۔

مسئلہ ۱۲: چانڈو[10] اور مدک[11] بھی افیون کے استعمال کے طریقہ ہیں کہ اس کا دھواں پیا جاتا ہے جیسا کہ تمبا کو کو پیتے ہیں یہ بھی ناجائز ہے بلکہ غالباً افیون استعمال کرنے کی سب صورتوں میں یہ صورت زیادہ قبیح ومضر[12] ہے۔

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الأشربة، ج۱۰، ص۳۹.

2 ......اندر سے خالی اور خشک کیا ہوا کدو۔

3 ......"صحیح مسلم"، کتاب الأشربة، باب النهی عن الإنتباذ...إلخ، الحدیث:٦٤، ٦٥ ـ (۹۷۷)، ص۱۱۰۷.

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الأشربة، ج۱۰، ص٤٤.

5 ......ایک قسم کا نشہ آور پتوں والا پودا جس کے پتوں کو گھوٹ کر پیتے ہیں۔

6 ......ایک نشہ آور چیز جو پوست کے رس کو منجمد کر کے بنائی جاتی ہے، افیم۔

7 ......افیون اور بھنگ کا نشہ کرنے والے افراد۔

8 ......خرابی، فساد۔

9 ......"الدرالمختار"، کتاب الأشربة، ج۱۰، ص٤٦ ـ ٤٨.

10 ......افیون کا ایک نشہ جس میں افیون کو پانی میں پکا کر حقے کی طرح پیا جاتا ہے۔

11 ......افیون کا ایک نشہ جس میں افیون تمباکو کی طرح چلم بھر کر پیتے ہیں۔

12 ......نقصان دہ۔

مسئلہ ۱۳: چرس[1] گانجا[2] یہ بھی ایسی چیز ہے کہ اس سے عقل میں فتور آجاتا ہے اس کا پینا ناجائز ہے۔

مسئلہ ۱۴: جوز الطیب[3] میں نشہ ہوتا ہے اس کا استعمال بھی اتنی مقدار میں ناجائز ہے کہ نشہ پیدا ہوجائے اگرچہ اس کا حکم بھنگ سے کم درجہ کا ہے۔

مسئلہ ۱۵: خشک چیزیں جو نشہ لاتی ہیں جیسے بھنگ وغیرہ یہ نجس نہیں ہیں لہٰذا ضماد[4] وغیرہ میں خارجی طور پر ان کو استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ اس طرح استعمال میں نشہ نہیں پیدا ہوگا پھر ناجائز کیوں ہو۔

مسئلہ ۱۶: حقہ کے متعلق علماء کے مختلف اقوال ہیں مگر قول فیصل یہ ہے کہ اس کی متعدد صورتیں ہیں ایک یہ کہ حقہ پی کر عقل جاتی رہتی ہے جیسا کہ رامپور، بریلی، شاہجہانپور،[5] میں بعض لوگ رمضان شریف میں اِفطار کے بعد خاص اہتمام سے حقہ بھرتے ہیں اور اس زور سے دَم لگاتے ہیں کہ چلم سے اونچی اونچی لو اُٹھتی ہے اور پینے والے بیہوش ہوکر گر پڑتے ہیں اور بہت دیر تک بیہوش پڑے رہتے ہیں پانی کے چھینٹے دینے اور پانی پلانے سے ہوش آتا ہے اس طرح حقہ پینا حرام ہے، دوسری صورت یہ ہے کہ نہ بیہوش ہو نہ عقل میں فتور پیدا ہو مگر گھٹیا خراب تمبا کو پیا جائے اور حقّہ تازہ کرنے کا بھی چنداں خیال نہ ہو جس سے مونھ میں بدبو ہوجاتی ہے ایسا حقّہ مکروہ ہے اور اس حقہ کو پی کر بغیر منہ صاف کیے مسجد میں جانا منع ہے اس کا وہی حکم ہے جو کچے لہسن پیاز کھانے کا ہے، تیسری صورت یہ ہے کہ تمبا کو بھی اچھا ہو اور حقہ بھی بار بار تازہ کیا جاتا ہو کہ پینے سے منہ میں بدبو نہ پیدا ہو یہ مباح ہے اس میں اصلاً کراہت نہیں، بعض لوگوں نے حقہ کے حرام بتانے میں نہایت غلو کیا اور حد سے تجاوز کیا یہاں تک کہ اس کے متعلق حدیثیں بھی معاذ اللہ وضع کر ڈالیں ان کی باتیں قابل اعتبار نہیں۔

مسئلہ ۱۷: قہوہ، کافی، چائے کا پینا جائز ہے کہ ان میں نہ نشہ ہے نہ تفتیرِ عقل[6] البتہ یہ چیزیں خشکی لاتی ہیں اور نیند کو دفع کرتی ہیں اسی لیے مشائخ ان کو پیتے ہیں کہ نیند کا غلبہ جاتا رہے اور شب بیداری میں مدد ملے اور کسل[7] اور کاہلی کو بھی یہ چیزیں دفع کرتی ہیں۔

---

1 ......ایک نشہ جو بھنگ کے پتوں اور افیون سے تیار کیا جاتا ہے اسے تمبا کو کی طرح پیتے ہیں۔

2 ......بھنگ کی قسم کا ایک پودا جس کے پتے اور بیج نشہ آور ہوتے ہیں اور چلم میں بھر کر پیتے ہیں۔

3 ......ایک قسم کا خوشبودار پھل۔

4 ......جسم پر لیپ کرنا، جسم پر لگانا۔

5 ......ہندوستان میں علاقوں کے نام ہیں۔

6 ......عقل کی خرابی، فساد۔

7 ......سستی۔

مسئلہ ۱۸: جس شخص کو افیون کی عادت ہے اُسے لازم ہے کہ ترک کرے اگر ایک دم چھوڑنے میں ہلاکت کا اندیشہ ہے تو آہستہ آہستہ کمی کرتا رہے یہاں تک کہ عادت جاتی رہے اور ایسا نہ کیا تو گنہگار و فاسق ہے۔[1] (ردالمحتار)

شکار کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۟ؕ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ؕ ﴾[2]

''اے ایمان والو! اپنے قول پورے کرو تمہارے لیے حلال ہوئے بے زبان مویشی مگر وہ جو آگے سنایا جائے گا تم کو لیکن شکار حلال نہ سمجھو جب تم احرام میں ہو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَاِذَا حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ ﴾[3]

''اور جب تم احرام سے باہر ہو جاؤ تو شکار کر سکتے ہو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ؕ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۫ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝۴ ﴾[4]

''اے محبوب تم سے پوچھتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ہو۔ تم فرما دو کہ حلال کی گئیں تمہارے لیے پاک چیزیں اور جو شکاری جانور تم نے سکھا لیے انہیں شکار پر دوڑاتے جو علم تمہیں خدا نے دیا اس میں اُنہیں سکھاتے تو کھاؤ اس میں سے جو مار کر تمہارے لیے رہنے دیں اور اس پر اللہ کا نام لو اور اللہ (عزوجل) سے ڈرتے رہو بیشک اللہ (عزوجل) جلد حساب کرنے والا ہے۔''

---

1 ......''ردالمحتار''، کتاب الأشربة''، ج ۱۰، ص ۵۲.

2 ......پ ٦، المائدہ: ۱.

3 ......پ ٦، المائدہ: ۲.

4 ......پ ٦، المائدہ: ٤.

اورفرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّیْدَ وَ اَنْتُمْ حُرُمٌ ﴾[1]

''اے ایمان والوشکار نہ مارو جب تم احرام میں ہو۔''

اورفرماتا ہے:

﴿ اُحِلَّ لَكُمْ صَیْدُ الْبَحْرِ وَ طَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَ لِلسَّیَّارَةِۚ وَ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ صَیْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ﴾[2]

''دریا کا شکار تمہارے لیے حلال ہے اوراس کا کھانا تمہارے اور مسافروں کے فائدہ کو اورتم پرحرام ہے خشکی کا شکار جب تک تم احرام میں ہو۔''

حدیث ۱: رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''شکار کو حلال جانو اس لیے کہ اللہ عزوجل نے اس کو حلال فرمایا مجھ سے پہلے اللہ (عزوجل) کے بہت سے رسول تھے وہ سب شکار کیا کرتے تھے۔ اپنے لیے اوراپنے بال بچوں کے لیے حلال رزق تلاش کرو اس لیے کہ یہ بھی جہاد فی سبیل اللہ کی طرح ہے اور جان لو کہ اللہ (عزوجل) صالح تجار کا مددگار رہے۔''[3]

حدیث ۲: صحیح بخاری ومسلم میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں مجھ سے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب تم اپنا کتّا چھوڑ و تو بسم اللہ کہہ لو اگراس نے پکڑ لیا اورتم نے جانور کو زندہ پالیا تو ذبح کرلو اور اگر کتّے نے مارڈالا ہے اور اُس میں سے کچھ کھایا نہیں تو کھاؤ اور اگر کھالیا تو نہ کھاؤ کیونکہ اُس نے اپنے لیے شکار پکڑا اور اگر تمہارے کتّے کے ساتھ دوسرا کتّا شریک ہوگیا اور جانور مرگیا تو نہ کھاؤ کیونکہ تمہیں یہ نہیں معلوم کہ کس نے قتل کیا اور جب شکار پر تیر چھوڑ و تو بسم اللہ کہہ لو اور اگر شکار غائب ہوگیا اور ایک دن تک نہ ملا اور اُس میں تمہارے تیر کے سوا کوئی دوسرا نشان نہیں ہے تو اگر چاہو کھا سکتے ہو اور اگر شکار پانی میں ڈوبا ہوا ملا تو نہ کھاؤ۔''[4]

حدیث ۳: صحیح بخاری ومسلم میں عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہتے ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلَّم) ہم سکھائے ہوئے کتّے کو شکار پر چھوڑتے ہیں فرمایا کہ ''جو تمہارے لیے اُس نے پکڑا ہے اُسے کھاؤ'' میں نے عرض کی اگرچہ مارڈالیں فرمایا: ''اگرچہ مارڈالیں'' میں نے عرض کی ہم تیر سے شکار کرتے ہیں فرمایا: ''تیر نے جسے چھید

1 ......پ۷، المائدۃ: ۹۵.

2 ......پ۷، المائدۃ: ۹۶.

3 ......''المعجم الکبیر''، الحدیث: ۷۳٤۲، ج۸، ص ۵۱، ۵۲.

4 ......''صحیح البخاری''، کتاب الصید إذا غاب... إلخ، باب الصید، الحدیث: ٥٤٨٤، ج۳، ص ۵۵۲.

دیا اُسے کھاؤ اور پٹ تیر[1] شکار کو لگے اور مرجائے تو نہ کھاؤ'' کیونکہ دب کر مرا ہے۔[2]

حدیث۴: امام بخاری نے عطاء رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی اگر کتّے نے شکار کا خون پی لیا اور گوشت نہ کھایا تو اُس جانور کو کھا سکتے ہو۔[3]

حدیث۵: صحیح بخاری و مسلم میں ابوثعلبہ خُشَنِی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے مروی، کہتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللّٰہ (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) ہم اہل کتاب کی زمین میں رہتے ہیں کیا اُن کے برتن میں کھا سکتے ہیں اور شکار کی زمین میں رہتے ہیں اور میں کمان سے شکار کرتا ہوں اور ایسے کتّے سے شکار کرتا ہوں جو معلم نہیں ہے اور معلم کتّے سے بھی شکار کرتا ہوں اس میں کیا چیز میرے لیے درست ہے۔ ارشاد فرمایا: ''وہ جو تم نے اہل کتاب کے برتن کا ذکر کیا۔ (اس کا حکم یہ ہے) کہ اگر تمہیں دوسرا برتن ملے تو اُس میں نہ کھاؤ اور دوسرا برتن نہ ملے تو اُسے دھولو پھر کھاؤ۔ اور کمان سے جو تم نے شکار کیا اور **بسم اللّٰہ** کہہ لی تو کھاؤ اور معلم کتّے سے جو شکار کیا اور **بسم اللّٰہ** کہہ لی تو کھاؤ اور غیر معلم سے جو شکار کیا ہے اور اُسے ذبح کر لیا تو کھاؤ۔''[4]

حدیث۶: صحیح مسلم میں انہیں سے مروی ہے کہ رسول اللّٰہ صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جب تیر سے شکار مارو غائب ہو جائے پھر مل جائے تو کھالو جبکہ بدبودار نہ ہو۔''[5]

حدیث۷: ابوداود نے عدی بن حاتم رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ نبی صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''کتّے یا باز کو اگر تم نے سکھا لیا ہے پھر اُسے شکار پر چھوڑتے وقت **بسم اللّٰہ** کہہ لی ہے تو کھاؤ جو تمہارے لیے پکڑے'' میں نے کہا اگرچہ مارڈالے فرمایا: ''اگر مارڈالے اور اُس میں سے نہ کھائے تو تمہارے لیے پکڑا ہے۔''[6]

حدیث۸: کتاب الآثار میں امام محمد رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے کہ تمہارے کتّے نے جس چیز کو تمہارے لیے پکڑا ہے اسے کھاؤ اگر وہ سیکھا ہوا ہو پھر اگر اُس کتّے نے اس سے کچھ کھا لیا تو نہ کھاؤ اس لیے کہ اس نے اپنے ہی لیے پکڑا ہے لیکن اگر شکرہ اور باز نے کھا بھی لیا ہے تب بھی کھا سکتے ہو اس واسطے کہ اس کی تعلیم

---

1 ......یعنی تیر چوڑائی میں۔

2 ......"صحیح البخاري"، کتاب الذبائح...إلخ، باب ما أصاب المعراض بعرضه، الحدیث: ٥٤٧٧، ج٣، ص٥٥٠.

3 ......"صحیح البخاري"، کتاب الذبائح...إلخ، باب إذا أکل الکلب، ج٣، ص٥٥٢.

4 ......المرجع السابق، باب صید القوس، الحدیث: ٥٤٧٨، ج٣، ص٥٥١.

5 ......"صحیح مسلم"، کتاب الصید...إلخ، باب إذا غاب عنه الصید...إلخ، الحدیث: ٩-(١٩٣١)، ص١٠٦٨.

6 ......"سنن أبي داود"، کتاب الصید، باب في الصید، الحدیث: ٢٨٥١، ج٣، ص١٤٨.

یہ ہے کہ جب تم اُسے بلاؤ تو آجائے اور وہ تمہاری مار کی برداشت نہیں کرسکتا کہ مار کھانا چھڑا دو۔[1]

حدیث۹: ابوداود نے اُنہیں[2] سے روایت کی کہتے ہیں میں نے عرض کی یارسول اللہ (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) میں شکار کو تیر مارتا ہوں اور دوسرے دن اپنا تیر اس میں پاتا ہوں۔ فرمایا کہ ''جب تمہیں معلوم ہو کہ تمہارے تیر نے اُسے مارا ہے اور اس میں کسی درندہ کا نشان نہ دیکھو تو کھالو۔''[3]

حدیث۱۰: امام احمد نے عبداللہ بن عَمْرو رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ حضور (صلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''ایسی چیز کو کھاؤ جس کو تمہاری کمان یا تمہارے ہاتھ نے شکار کیا ہو، ذبح کیا ہو یا نہ کیا ہو اگرچہ وہ آنکھوں سے غائب ہو جائے جب تک اس میں تمہارے تیر کے سوا دوسرا نشان نہ ہو۔''[4]

حدیث۱۱: ترمذی نے جابر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں مجوسی کے کتّے نے جو شکار کیا ہے اُس کی ہمیں ممانعت ہے۔[5]

حدیث۱۲: امام بخاری نے اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے روایت کی، فرماتے ہیں کہ غُلہ[6] مارنے سے جو جانور مرگیا وہ موقوذہ[7] ہے[8] (یعنی اُس کا کھانا حرام ہے)۔

حدیث۱۳: صحیح بخاری میں ہے کہ حضرت حسن بصری اور ابراہیم نخعی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما نے فرمایا کہ جب شکار کو مارا جائے اور اُس کا ہاتھ یا پیر کٹ کر الگ ہوجائے تو الگ ہونے والے کو نہ کھایا جائے اور باقی کو کھا سکتا ہے ابراہیم نخعی فرماتے ہیں کہ جب گردن یا وسطِ جسم میں[9] مارو تو کھاسکتے ہو[10] (یعنی گردن جدا ہوجائے یا وسط سے کٹ جائے تو اس ٹکڑے کو بھی کھایا جائے گا)

---

1 ...... ''کتاب الآثار''، کتاب الحظر والاباحۃ، باب صید الکلب، الحدیث: ۸۲۶، ص۱۸۹.

2 ...... یعنی عدی بن حاتم۔

3 ...... ''جامع الترمذي''، کتاب الصید، باب ماجاء في الرجل یرمي الصید... إلخ، الحدیث: ۱۴۷۳، ج۳، ص۱۴۵.
ہمارے پاس موجود سنن ابوداؤد کے نسخوں میں یہ روایت نہیں ملی لیکن اس سے ملتی جلتی روایت، سنن ابوداؤد ہی میں حدیث: ۲۸۴۹، ج۳، ص۱۴۷ پر مذکور ہے۔ جامع الترمذی میں یہ حدیث حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے مروی ہے جبکہ مشکٰوۃ المصابیح، الحدیث: ۴۰۸۴، ج۲، ص۴۲۸ پر یہی حدیث سنن ابوداؤد کے حوالے سے حضرت عدی بن حاتم سے مروی ہے۔... **علمیہ**

4 ...... ''المسند'' للإمام أحمد بن حنبل، مسند عبداللّٰہ بن عمرو بن العاص، الحدیث: ۶۷۳۷، ج۲، ص۶۰۷.
و''کنز العمال''، کتاب الصید، الحدیث: ۱۵۸۱۸، الجزء التاسع، ج۵، ص۱۰۵.

5 ...... ''جامع الترمذي''، کتاب الصید، باب في صید کلب المجوس، الحدیث: ۱۴۷۱، ج۳، ص۱۴۴.

6 ...... مٹی کی گولی (چھوٹا ڈھیلا) یا چھوٹا پتھر جسے غلیل میں رکھ کر مارتے ہیں۔

7 ...... وہ جانور جس کو لکڑی وغیرہ سے ضرب لگائی جائے اور وہ چوٹ کھا کر مرجائے۔

8 ...... ''صحیح البخاري''، کتاب الذبائح... إلخ، باب صید المعراض، ج۳، ص۵۵۰.

9 ...... جسم کے درمیان میں۔

10 ...... ''صحیح البخاري''، کتاب الذبائح... إلخ، باب صیدالقوس، ج۳، ص۵۵۰.

حدیث ۱۴: طبرانی اور حاکم اور بیہقی و ابن عسا کرنے زِر بِن حُبَیْش [1] سے روایت کی انھوں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے سُنا وہ فرماتے ہیں کہ خرگوش کو لکڑی یا پتھر سے مار کر (بغیر ذبح کئے) نہ کھاؤ لیکن بھالے [2] اور برچھی [3] اور تیر سے مار کر کھاؤ۔ [4]

حدیث ۱۵: صحیح بخاری میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے مروی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''جانوروں کی حفاظت اور شکاری کتّے کے سوا جس نے اور کتا پالا اُس کے عمل سے ہر دن دو قیراط کم ہو جائے گا۔'' [5]

مسائل فقہیّہ

شکار اُس وحشی جانور کو کہتے ہیں جو آدمیوں سے بھاگتا ہو اور بغیر حیلہ نہ پکڑا جا سکتا ہو اور کبھی فعل یعنی اس جانور کے پکڑنے کو بھی شکار کہتے ہیں۔ حرام و حلال دونوں قسم کے جانور کو شکار کہتے ہیں شکار سے جانور حلال ہونے کے لیے پندرہ ۱۵ شرطیں ہیں۔ پانچ شکار کرنے والے میں اور پانچ کتّے میں اور پانچ شکار میں:

① شکاری ان میں سے ہو جن کا ذبیحہ جائز ہوتا ہے۔

② اُس نے کتّے وغیرہ کو شکار پر چھوڑا ہو۔

③ چھوڑنے میں ایسے شخص کی شرکت نہ ہو جس کا شکار حرام ہو۔

④ بسم اللہ قصداً ترک نہ کی ہو۔

⑤ چھوڑنے اور پکڑنے کے درمیان کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہوا ہو۔

⑥ کتّا معلَّم (سکھایا ہوا) ہو۔

⑦ جدھر چھوڑا گیا ہو اُدھر ہی جائے۔

⑧ شکار پکڑنے میں ایسا کتّا شریک نہ ہوا ہو جس کا شکار حرام ہے۔

---

1 ...... بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر'' **زر بن جیش، رزین بن جیش، زرین جیش**'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ کتبِ حدیث میں ''زِرُبِن حُبَیْش'' مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں درست کر دیا ہے۔...**علمیہ**

2 ...... نیزہ۔ 3 ...... چھوٹا نیزہ۔

4 ......''المعجم الكبير''، صفة عمر بن الخطاب، الحديث ٥١، ج ١، ص ٦٥.

و''المستدرك'' للحاكم، كتاب معرفة الصحابة، ذكر نسب عمر، الحديث: ٤٥٣٥، ج ٤، ص ٣٢.

5 ......''صحيح البخاري''، كتاب الذبائح... إلخ، باب من اقتنى كلباً... إلخ، الحديث: ٥٤٨٠، ج ٣، ص ٥٥١.

⑨ شکار کو زخمی کرکے قتل کرے۔

⑩ اُس میں سے کچھ نہ کھائے۔

⑪ شکار حشرات الارض میں سے نہ ہو۔

⑫ پانی کا جانور ہو تو مچھلی ہی ہو۔

⑬ بازوؤں یا پاؤں سے اپنے آپ کو شکار سے بچائے۔

⑭ کیلے [1] یا پنجہ والا جانور نہ ہو۔

⑮ شکاری کے وہاں تک پہنچنے سے پہلے ہی مرجائے۔ یعنی ذبح کرنے کا موقع ہی نہ ملا ہو۔

یہ شرائط اُس جانور کے متعلق ہیں جو مرگیا ہو اور اس کا کھانا حلال ہو۔[2]

مسئلہ ۱: شکار کرنا ایک مباح فعل ہے مگر حرم یا احرام میں خشکی کا جانور شکار کرنا حرام ہے اسی طرح اگر شکار محض لھو کے طور پر ہو تو وہ مباح نہیں۔[3] (درمختار) اکثر اس فعل سے مقصود ہی کھیل اور تفریح ہوتی ہے اسی لیے عرف عام میں شکار کھیلنا بولا جاتا ہے جتنا وقت اور پیسہ شکار میں خرچ کیا جاتا ہے اگر اس سے بہت کم داموں میں گھر بیٹھے ان لوگوں کو وہ جانور مل جایا کرے تو ہرگز راضی نہ ہوں گے وہ یہی چاہیں گے کہ جو کچھ ہو ہم تو خود اپنے ہاتھ سے شکار کریں گے اس سے معلوم ہوا کہ ان کا مقصد کھیل اور لھو ہی ہے، شکار کرنا جائز و مباح اُس وقت ہے کہ اس کا صحیح مقصد ہو مثلاً کھانا یا بیچنا یا دوست احباب کو ہدیہ کرنا یا اُس کے چمڑے کو کام میں لانا یا اُس جانور سے اذیت کا اندیشہ ہے اس لیے قتل کرنا وغیرہ ذلک۔

مسئلہ ۲: جس جانور کا گوشت حلال ہے اُس کے شکار سے بڑا مقصود کھانا ہے اور حرام جانور کو بھی کسی غرض صحیح سے شکار کرنا جائز ہے مثلاً اس کی کھال یا بال کو کام میں لانا مقصود ہے یا وہ موذی جانور ہے اُس کے ایذا سے بچنا مقصود ہے۔[4] (شلبیہ) بعض آدمی جنگلی خنزیر کا شکار کرتے ہیں یا شیر وغیرہ کا جنگلوں میں جاکر شکار کرتے ہیں اس غرض سے نہیں کہ لوگوں کو اُن کی اذیت سے بچائیں بلکہ محض تفریح خاطر اور اپنی بہادری کے لیے اس قسم کے شکار کھیلے جاتے ہیں یہ شکار مباح نہیں۔

---

1 ...... گوشت خور جانوروں کے وہ دونوں بڑے دانت جن کے ذریعے سے وہ گوشت کاٹتے یا شکار پکڑتے ہیں۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الصید، الباب الاول فی تفسیرہ و رکنه و حکمه، ج٥، ص٤١٧.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الصّید، ج١٠، ص٥٣، ٥٤.

4 ......"حاشیة الشلبی "علی "التبیین الحقائق"، کتاب الصّید، ج٧، ص١١١.

مسئلہ ۳: شکار کو پیشہ بنالینا اورکسب کا ذریعہ کر لینا جائز ہے بعض فقہا نے اس کو ناجائز یا مکروہ کہا یہ صحیح نہیں کیونکہ کراہت جب ہی ہوسکتی ہے کہ اس کے لیے دلیل شرعی ہو اور دلیل میں یہ کہنا کہ جان مارنے کا پیشہ کر لینا قساوتِ قلب[1] کا سبب ہوتا ہے اس سے بھی کراہت ثابت نہیں، صرف اتنا ہی ثابت ہوگا کہ دوسرے جائز پیشے اس سے بہتر ہیں ورنہ لازم آئے گا کہ قصاب کا پیشہ بھی مکروہ ہو حالانکہ اس کی کراہت کا قول کسی سے منقول نہیں۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: جنگلی جانور کو جو شخص پکڑے اُس کی مِلک ہو جاتا ہے پکڑنا حقیقۃً ہو یا حکماً، حکماً کی صورت یہ ہے کہ جو چیز شکار کے لیے موضوع ہو اس کا استعمال کرے اور استعمال سے مقصود شکار کرنا نہ ہو لہٰذا اگر جال تانا اور اُس میں جانور پھنس گیا تو جال والے کا ہوگیا، جال اسی مقصد سے تانا ہو یا کچھ مقصد نہ ہو ہاں اگر کھانے کے لیے تانا تو اس کی مِلک نہیں جب تک پکڑ نہ لے۔ حکماً پکڑنے کی دوسری صورت یہ ہے کہ جو چیز شکار کے لیے موضوع نہ ہو اُس کو بقصد شکار استعمال کرے مثلاً شکار پکڑنے کے لیے ڈیرہ نصب کیا[3] اور اس میں شکار آ گیا اور بند ہوگیا تو ڈیرہ والا مالک ہوگیا یا مکان کا دروازہ اس غرض سے کھول رکھا تھا اُس میں ہرن آگیا اور دروازہ بند کرلیا۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۵: جال تانا تھا اس میں شکار پھنسا، کسی دوسرے نے اس کو پکڑلیا تو شکار والے کا ہے اُس کا نہیں جس نے پکڑلیا ہاں اگر وہ جال سے نکل کر بھاگ گیا یا اُڑ گیا اور دوسرے نے پکڑلیا تو اسی پکڑنے والے کا ہے جال والے کا نہیں اور اگر جال میں پھنسا اور جال والے نے پکڑ لیا پھر اس سے چھوٹ کر بھاگا اور دوسرے نے پکڑا تو جال والے ہی کا ہے کہ پکڑنے سے اس کی مِلک ہوگیا اور بھاگنے سے مِلک نہیں جاتی۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۶: پانی کاٹ کر اپنی زمین میں لایا اس غرض سے پانی کے ساتھ مچھلیاں آئیں گی اور اُن کو شکار کرے گا پانی کے ساتھ مچھلیاں آئیں اور پانی جاتا رہا مچھلیاں زمین پر پڑی ہیں یا تھوڑا سا پانی باقی ہے کہ بغیر شکار کیے مچھلیاں ویسے ہی پکڑی جاسکتی ہیں یہ مچھلیاں زمین والے کی ہیں دوسرا شخص ان کو نہیں پکڑ سکتا جو پکڑے گا اُسے تاوان دینا ہوگا اور اگر پانی زیادہ ہے کہ بغیر شکار کیے مچھلیاں ہاتھ نہیں آتیں تو جو چاہے پکڑ لے تو یہی پکڑنے والا مالک ہے۔[6] (عالمگیری)

1 ......دل کی سختی۔
2 ......"ردالمحتار"، کتاب الصّيد، ج ۱۰، ص ۵٤.
3 ......خیمہ لگایا۔
4 ......"ردالمحتار"، کتاب الصّيد، ج ۱۰، ص ۵۵.
5 ......"الفتاوى الهندية"، کتاب الصّيد، الباب الثانی فی بیان ما یملك به الصید...إلخ، ج۵، ص٤١٨.
6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۷: ایک شخص نے پانی میں جال ڈالا دوسرے نے شِص[1] پھینکی مچھلی جال میں آئی اور اُس نے شِص کو بھی پکڑ لیا اگر جال کے باریک حصہ میں آچکی ہے تو جال والے کی ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: پانی میں کانٹا ڈالا مچھلی پھنسی اس نے باہر پھینکی خشکی میں گری اور ایسی جگہ گری کہ یہ اُس کے پکڑنے پر قادر ہے پھر تڑپ کر پانی میں چلی گئی تو یہ شخص اُس کا مالک ہوگیا اور اگر باہر نکالنے سے پہلے ہی ڈورا ٹوٹ گیا تو مالک نہ ہوا۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: کسی شخص نے گڑھا کھودا تھا اس میں شکار آکر گرا تو جو شخص پکڑ لے اسی کا ہے اور اگر گڑھا کھودنے سے مقصود ہی یہ تھا کہ اس میں شکار گرے گا اور پکڑوں گا تو شکار اسی کا ہے دوسرے کو اس کا پکڑنا جائز نہیں۔[4] (خانیہ)

مسئلہ ۱۰: کوآں کھودا تھا اور یہ مقصد نہ تھا کہ اس کے ذریعہ سے شکار پکڑے گا اس میں شکار گرا اگر کوئیں والا وہاں سے قریب ہے کہ ہاتھ بڑھا کر شکار پکڑ سکتا ہے اسی کا ہے دوسرا شخص نہیں پکڑ سکتا۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۱: پھندے میں شکار پھنسا مگر رسی توڑا کر بھاگا دوسرے نے پکڑ لیا تو اسی کا ہے اور اگر پھندے والا اتنا قریب آچکا تھا کہ ہاتھ بڑھا کر پکڑ سکتا ہے اتنے میں شکار نے رسی تڑائی اور دوسرے نے پکڑ لیا تو پھندے والے کا ہے۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲: کسی کے مکان میں دوسرے لوگوں کے کبوتروں نے انڈے بچے کئے تو یہ انڈے بچے اُسی کے ہیں جس کے کبوتر ہیں دوسرے لوگوں کو یا مالک مکان کو ان کا پکڑنا اور رکھنا جائز نہیں۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۳: شکار کو مارا وہ زخمی نہیں ہوا مگر چوٹ سے بیہوش ہوگیا تھوڑی دیر بعد اُٹھ کے بھاگا اب دوسرے شخص نے مارا اور پکڑ لیا تو اسی دوسرے کا ہے اور اگر بے ہوشی میں پہلے شخص نے پکڑ لیا تھا تو پہلے کا ہے اور اگر شکار زخمی ہوگیا تھا مگر پہلے نے پکڑا نہیں کچھ دنوں بعد اچھا ہوگیا پھر دوسرے نے مارا اور پکڑا تو اس کا نہیں پہلے ہی شخص کا ہے۔[8] (عالمگیری)

---

1 ......مچھلی پکڑنے کا کانٹا۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الصّيد، الباب الثانی فی بيان ما يملك به الصيد... إلخ، ج٥، ص٤١٨.

3 ......المرجع السابق.

4 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الصّيد، ج٢، ص٣٣٧.

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الصّيد، الباب الثانی فی بيان ما يملك به الصيد... إلخ، ج٥، ص٤١٨.

6 ......"ردالمحتار"، كتاب الصّيد، ج١٠، ص٥٥.

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الصّيد، الباب الثانی فی بيان ما يملك به الصيد... إلخ، ج٥، ص٤١٩.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۴: شکار کی مِلک [1] کے متعلق یہ چند جزئیات اس لیے ذکر کئے کہ شکاریوں کو شکار کے لینے میں اس قدر شغف [2] ہوتا ہے کہ وہ بالکل اس بات کا لحاظ نہیں رکھتے کہ یہ چیز ہمیں لینی جائز بھی ہے یا نہیں، ان مسائل سے اُن کو یہ کرنا چاہیے کہ کس صورت میں ہماری مِلک ہے اور کس صورت میں دوسرے کی، تاکہ اپنی مِلک نہ ہو تو لینے سے بچیں۔

جانوروں سے شکار کا بیان

مسئلہ ۱: ہر درندہ جانور سے شکار کیا جاسکتا ہے بشرطیکہ وہ نجس العین نہ ہو اور اُس میں تعلیم کی قابلیت ہو اور اُسے سکھا بھی لیا ہو۔ درندہ کی دو قسمیں ہیں۔(۱) چوپایہ جیسے کتا وغیرہ جس میں کیلا ہوتا ہے، (۲) پنجہ والا پرند جیسے باز، شکرا وغیرہ۔ جس درندہ میں قابلیت تعلیم نہ ہو اس کا شکار حلال نہیں مگر اس صورت میں کہ شکار پکڑ کر ذبح کرلیا جائے لہٰذا شیر اور ریچھ سے شکار حلال نہیں کہ ان دونوں میں تعلیم کی قابلیت ہی نہیں۔ شیر اپنی علو ہمت [3] اور ریچھ اپنی دنات [4] اور خساست [5] کی وجہ سے تعلیم کی قابلیت نہیں رکھتے، بعض فقہانے چیل کو بھی قابل تعلیم نہیں مانا ہے کہ یہ بھی اپنی خساست کی وجہ سے تعلیم نہیں حاصل کرتی۔ [6] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲: کتا چیتا وغیرہ چوپایہ کے معلّم ہونے [7] کی علامت یہ ہے کہ پے درپے تین مرتبہ ایسا ہو کہ شکار کو پکڑے اور اُس میں سے نہ کھائے تو معلوم ہوگیا کہ یہ سیکھ گیا اب اس کے بعد جو شکار کرے گا اور وہ مر بھی جائے تو اُس کا کھانا حلال ہے بشرطیکہ دیگر شرائط بھی پائے جائیں کہ اس کا پکڑنا ہی ذبح کے قائم مقام ہے اور شکرا باز وغیرہ شکاری پرند کے معلم ہونے کی پہچان یہ ہے کہ اُسے شکار پر چھوڑا اس کے بعد واپس بلالیا تو واپس آجائے اگر واپس نہ آیا تو معلوم ہوا کہ ابھی تمہارے قابو میں نہیں ہے معلم نہیں ہوا۔ [8] (ہدایہ)

---

1 ...... یعنی ملکیت۔
2 ...... دلچسپی، مشغولیت۔
3 ...... بلند ہمتی۔
4 ...... کمینگی۔
5 ...... کمینہ پن۔
6 ...... "الهداية"، كتاب الصّيد، فصل فى الجوارح، ج٢، ص٤٠١.
و"الدرالمختار"، كتاب الصّيد، ج١٠، ص٥٦.
7 ...... یعنی سکھائے ہوئے۔
8 ...... "الهداية"، كتاب الصيد، فصل فى الجوارح، ج٢، ص٤٠١، ٤٠٢.

مسئلہ۳: کتّے نے شکار پکڑنے کے بعد اُس کا گوشت نہیں کھایا مگر خون پی لیا تو کوئی حرج نہیں، شکرے باز وغیرہ پرند شکاریوں نے اگر گوشت میں سے کچھ کھالیا تو جانور حلال ہے کہ یہ بات اُس کے معلم ہونے کے خلاف نہیں اور اگر مالک نے شکار میں سے ٹکڑا کاٹ کر کتّے کو دیا اور اُس نے کھالیا تو مابقی [1] گوشت کھایا جائے گا کہ اس صورت میں اُس نے خود نہیں کھایا مالک نے کھلایا تب کھایا، اسی طرح اگر مالک نے شکار کو محفوظ کرلیا اُس کے بعد کتّے نے اُس میں سے چھین جھپٹ کر کچھ کھالیا تو مابقی گوشت جائز ہے کہ یہ بات اُس کے معلم ہونے کے خلاف نہیں۔[2] (زیلعی)

مسئلہ۴: کتّے کو شکار پر چھوڑا اس نے شکار کی بوٹی کاٹ لی اور اُسے کھالیا اس کے بعد شکار کو پکڑا اور مار ڈالا تو یہ شکار حرام ہے کہ جب کتّے نے کھالیا تو معلم نہ رہا اور اُس کا مارا ہوا شکار حلال نہیں اور اگر کتّے نے بوٹی کاٹ لی مگر اُس کو کھایا نہیں چھوڑ دیا اور شکار کا پیچھا کیا شکار پکڑنے کے بعد جب مالک نے شکار پر قبضہ کرلیا اب کتّے نے وہ بوٹی کھائی تو جانور حلال ہے۔[3] (زیلعی)

مسئلہ۵: یہ ضروری ہے کہ شکاری جانور نے شکار کو زخمی کر کے مارا ہو محض دبوچنے سے مرگیا ہو تو کھانا حلال نہیں، کسی خاص جگہ پر زخم کرنا ضروری نہیں بلکہ جس کسی مقام پر گھائل [4] کردیا ہو حلال ہونے کے لئے کافی ہے۔[5] (زیلعی) شکرا اپنے مالک کے پاس سے اُڑ گیا ایک مدّت کے بعد پھر آ گیا مالک نے اس سے شکار کیا تو بغیر ذبح یہ شکار حلال نہیں کہ بھاگ جانے سے وہ معلم نہ رہا اب پھر جب تک اُس کا معلم ہونا ثابت نہ ہوجائے اُس کا مارا ہوا شکار حلال قرار نہیں پائے گا۔[6] (زیلعی)

مسئلہ۶: جو کتا معلم [7] ہو چکا تھا جب کبھی شکار میں سے کچھ کھالے گا وہ شکار حرام ہے بلکہ اُس کے بعد کے شکار بھی حرام ہیں بلکہ اس سے پہلے کا شکار جو ابھی محفوظ ہے وہ بھی حرام، ہاں جو کھایا جاچکا ہے اس کو حرام نہیں کہا جاسکتا، اس کتّے کو پھر سے سکھانا ہوگا کیونکہ شکار میں سے کھانے کی وجہ سے معلم نہ رہا جاہل ہوگیا اب اس کا شکار اُس وقت حلال ہوگا کہ سکھالیا جائے۔[8] (ہدایہ)

---

1 ...... بچا ہوا۔

2 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الصید، ج۷، ص۱۱۵، ۱۱۷.

3 ......المرجع السابق.

4 ......گہرا زخم۔

5 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الصید، ج۷، ص۱۱۷، ۱۱۸.

6 ......المرجع السابق، ص۱۱٤.

7 ......یعنی سکھایا ہوا۔

8 ......"الهداية"، کتاب الصید، فصل فی الجوارح، ج۲، ص٤۰۲، ٤۰۳.

مسئلہ ۷: مسلم یا کتابی نے بسم اللہ پڑھ کر شکاری جانور کو شکار پر چھوڑا تب مرا ہوا شکار حلال ہوگا، اگر مجوسی یا بت پرست یا مرتد نے چھوڑا تو حلال نہیں جس طرح ان کا ذبیحہ حلال نہیں اگرچہ انہوں نے بسم اللہ پڑھی ہو اور اگر جانور کو چھوڑا نہیں بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ شکار پر دوڑ پڑا اور پکڑ کر مار ڈالا یہ شکار حلال نہیں۔[1] یوہیں اگر یہ معلوم نہ ہو کہ کسی نے چھوڑا یا خود ہی جا کر پکڑ لایا، یہ معلوم نہیں کہ کس نے مسلم نے یا مجوسی نے، تو جانور حلال نہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۸: شکار پر چھوڑتے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو جانور حلال ہے جس طرح ذبح کرتے وقت اگر بسم اللہ پڑھنا بھول گیا تو حلال ہے، حرام اُس وقت ہے جب قصداً نہ پڑھے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۹: شکار پر چھوڑتے وقت قصداً بسم اللہ نہیں پڑھی بلکہ جب کتّے نے جانور پکڑا اس وقت بسم اللہ پڑھی جانور حلال نہ ہوا کہ بسم اللہ پڑھنا اُس وقت ضروری تھا اب پڑھنے سے کچھ نہیں ہوتا۔[4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰: مسلم نے شکار پر کتّا چھوڑا مجوسی یا ہندو نے کتّے کو شہ دی[5] جیسا کہ شکار کرتے وقت کتّے کو جوش دلاتے ہیں اُس کے شہ دینے پر جوش میں آیا اور شکار مارا یہ حلال ہے اور اگر مجوسی نے چھوڑا اور مسلم نے شہ دی تو حرام ہے یعنی کتّا چھوڑنے کا اعتبار ہے اس کا اعتبار نہیں کہ کس نے جوش دلایا، اسی طرح اگر محرم نے[6] شہ دی اور شکار پر جانور اُس نے چھوڑا ہے جو احرام نہیں باندھے ہوئے ہے تو جانور حلال ہے مگر محرم کو اس صورت میں شکار کا فدیہ دینا ہوگا کہ اُس کو شکار میں مداخلت جائز نہیں۔[7] (زیلعی)

مسئلہ ۱۱: کتّا چھوڑا نہیں گیا بلکہ وہ خود چھوٹ گیا اور اپنے آپ شکار پر دوڑ پڑا کسی مسلم نے اس کو شہ دی اس سے جوش میں آیا اور شکار کو مارا یہ شکار حلال ہے اس صورت میں شہ دینا وہی چھوڑنے کے قائم مقام ہے، ان باتوں میں شکرے اور باز کا بھی وہی حکم ہے جو کتّے کا ہے۔[8] (زیلعی)

---

1 ...... بہارشریعت کے نسخوں میں اس مقام پر "حرام نہیں" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ردالمحتار میں ہے "اور اگر جانور کو چھوڑا نہیں بلکہ وہ خود ہی اپنے آپ شکار پر دوڑ پڑا اور پکڑ کر مار ڈالا یہ شکار حلال نہیں"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... **علمیه**

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الصّید، ج ۱۰، ص ۵۹.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الصّید، ج ۱۰، ص ۵۹، ۶۰.

4 ......"ردالمحتار"، کتاب الصّید، ج ۱۰، ص ۵۹.

5 ......یعنی کتے کو شکار پر اُبھارا۔

6 ......احرام باندھے ہوئے شخص نے۔

7 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الصید، ج۷، ص ۱۲۰.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ۱۲: کتّے کوشکار پرچھوڑا اُس نے کئی پکڑ لیے سب حلال ہیں اور جس شکار پر چھوڑا اس کونہیں پکڑا دوسرے کو پکڑا یہ بھی حلال ہے اور اگر کتّے کو شکار پر نہ چھوڑا ہو بلکہ کسی اور چیز پر چھوڑا اور اُس نے شکار مارا یہ حلال نہیں کہ یہاں شکار کرنا ہی نہیں ہے۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ۱۳: شکاری جانور کو وحشی جانور[2] پر چھوڑنا شکار ہے اگر پلاؤ اور مانوس جانور پر کتّا چھوڑا جائے اور وہ مارڈالے تو یہ جانور حلال نہیں ہوگا کہ ایسے جانوروں کے حلال ہونے کے لیے ذبح کرنا ضروری ہے ذکاۃ اضطراری یہاں کافی نہیں ہے[3]۔[4] (درمختار)

مسئلہ۱۴: کتّے کے ساتھ اگر شکار کرنے میں دوسرا کتّا جس کا شکار حلال نہ ہو شریک ہوگیا تو یہ شکار حلال نہ ہوگا مثلاً دوسرا کتّا جو معلم نہ تھا اُس کی شرکت میں شکار ہوا یا مجوسی کے کتّے کی شرکت میں شکار ہوا یا دوسرے کو کسی نے چھوڑا ہی نہیں ہے اپنے آپ شریک ہوگیا اُس دوسرے کے چھوڑنے کے وقت قصداً بسم اللہ چھوڑ دی ان سب صورتوں میں وہ جانور مردار ہے اس کا کھانا حرام ہے۔[5] (درمختار)

مسئلہ۱۵: یہ بھی ضروری ہے کہ کتّے کو جب شکار پر چھوڑا جائے فوراً دوڑ پڑے طویل وقفہ نہ ہونے پائے ورنہ جانور حلال نہ ہوگا، طول وقفہ کا یہ مطلب ہے کہ دوسرے کام میں مشغول نہ ہو مثلاً چھوڑنے کے بعد پیشاب کرنے لگا یا کچھ کھانے لگا اس صورت میں شکار حلال نہیں۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ۱۶: چھوڑنے کے بعد کتّا شکار پر دوڑا مگر بعد میں شکار سے دہنے یا بائیں کو مڑ گیا یا شکار کی طلب کے سوا کسی دوسرے کام میں لگ گیا یا سُست پڑ گیا پھر کچھ وقفہ کے بعد شکار کا پیچھا کیا اور جانور کو مارا اس کا کھانا حلال نہیں ہاں ان صورتوں میں اگر کتّے کو پھر سے چھوڑا جاتا تو جانور حلال ہوتا یا مالک کے للکارنے سے شکار پر جھپٹتا اور مارتا تو کھایا جاتا۔[7] (ردالمحتار)

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الصید، ج۱۰، ص ۶۰.

2 ......یعنی جنگلی جانور۔

3 ......بہارِشریعت کے نسخوں میں اس مقام پر" ذکاۃ اضطراری یہاں کافی ہے" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل (درمختار) میں یہ ہے ''ذکاۃ اضطراری یہاں کافی نہیں''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔...**علمیہ**

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص ۶۰.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص ۶۱.

7 ......"ردالمحتار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص ۶۱.

مسئلہ ۱۷: اگر کتے کا رُک جانا یا چھپ جانا آرام طلبی کے لئے نہ ہو بلکہ شکار کرنے کا یہ حیلہ داؤں ہو[1] جس طرح چیتا شکار کو گھات سے[2] پکڑتا ہے اس میں حرج نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۸: شکار اگر زندہ مل گیا اور ذبح کرنے پر قدرت ہے تو ذبح کرنا ضروری ہے کہ ذکاۃ اضطراری مجبوری کی صورت میں ہے اور یہاں مجبوری نہیں ہے اور اگر جانور اُس کو زندہ ملا مگر یہ اُس کے ذبح پر قدرت نہیں رکھتا ہے کہ وقت تنگ ہے یا ذبح کا آلہ موجود نہیں ہے اس کی دو صورتیں ہیں اگر جانور میں حیاۃ[4] اتنی باقی ہے جو مذبوح[5] سے زیادہ ہے تو حرام ہے ورنہ جائز ہے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۹: شکار تک پہنچ گیا ہے مگر اسے پکڑتا نہیں اگر اتنا وقت ہے کہ پکڑ کر ذبح کر سکتا تھا مگر کچھ نہیں کیا یہاں تک کہ مر گیا تو جانور نہ کھایا جائے اور وقت اتنا نہیں ہے کہ ذبح کر سکے تو حلال ہے۔[7] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۰: کتے کو شکار پر چھوڑا اُس نے ایک شکار مارا پھر دوسرا مارا دونوں حلال ہیں اور اگر پہلا شکار کرنے کے بعد دیر تک رُکا رہا پھر دوسرا مارا تو دوسرا حرام ہے کہ پہلے شکار کے بعد جب وقفہ ہوا تو شکار پر چھوڑنا دوسرے کے بارے میں نہیں پایا گیا۔[8] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۱: معلم کتے کے ساتھ دوسرے کتے نے شرکت کی جس کا شکار حرام ہے مگر اُس نے شکار کرنے میں شرکت نہیں کی ہے بلکہ یہ کتا گھیر گھار کر[9] شکار کو ادھر لایا اور پہلے ہی کتے نے شکار کو زخمی کیا اور مارا ہو تو اس کا کھانا مکروہ ہے اور اگر دوسرا کتا گھیر کر ادھر نہیں لایا بلکہ اُس نے پہلے کتے کو دوڑایا اور اُس نے شکار کو دوڑا کر زخمی کیا اور مارا تو یہ شکار حلال ہے۔[10] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۲: مسلم نے کتے کو بسم اللہ پڑھ کر چھوڑا اُس نے شکار کو جھنجھوڑا یعنی اچھی طرح زخمی کیا اُس کے بعد پھر حملہ کیا

---

1 ......یعنی شکار کو دھوکا دینا ہو۔ 2 ......چھپ کر، دھوکا دے کر۔

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الصّید، ج۱۰، ص ۶۱.

4 ......زندگی، سانس۔ 5 ......ذبح کیا ہوا۔

6 ......"الهداية"، کتاب الصيد، فصل فی الجوارح، ج۲، ص۴۰۳، ۴۰۴.

7 ......المرجع السابق، ص۴۰۴. 8 ......المرجع السابق، ص۴۰۵.

9 ......گھیرا ڈال کر۔

10 ......"الهداية"، کتاب الصيد، فصل فی الجوارح، ج۲، ص۴۰۵، ۴۰۶.

اور مارڈالا یہ شکار حلال ہے اسی طرح اگر دو کتّے چھوڑے ایک نے اُسے جھنجھوڑا اور دوسرے کتّے نے مارڈالا یہ شکار بھی حلال ہے، یونہی اگر دو شخصوں نے بسم اللہ کہہ کر دو کتّے چھوڑے ایک کے کتّے نے جھنجھوڑ ڈالا اور دوسرے کے کتّے نے مارڈالا یہ جانور حلال ہے کھایا جائے گا مگر مِلک پہلے شخص کی ہے دوسرے کی نہیں کیونکہ پہلے نے جب اُسے گھائل کر دیا اور بھاگنے کے قابل نہ رہا اُسی وقت اُس کی مِلک ہوچکی۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۳: ایک کتّے نے شکار کو پچھاڑ لیا[2] اور شکار کی حد سے خارج ہوگیا اب اُس کے بعد دوسرے شخص نے اُسی جانور پر اپنا کتا چھوڑا اور اُس کتّے نے مارڈالا حرام ہے، کھایا نہ جائے کہ جب وہ جانور بھاگ نہیں سکتا تو اگر موقع ملتا ذبح کیا جاتا ایسی حالت میں ذکاۃ اضطراری نہیں ہے لہٰذا حرام ہے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۴: شکار کی دوسری نوع[4] تیر وغیرہ سے جانور مارنا ہے اس میں بھی شرط یہ ہے کہ تیر چلاتے وقت بسم اللہ پڑھے اور تیر سے جانور زخمی ہو جائے ایسا نہ ہو کہ تیر کی لکڑی جانور کو لگی اور اس سے دب کر مر گیا کہ اس صورت میں وہ جانور حرام ہے۔[5] (درمختار وغیرہ)

مسئلہ ۲۵: شکار اگر غائب ہوگیا کتّے کا ہو یا تیر کا تو یہ اس وقت حلال ہوگا کہ شکاری برابر اس کی جستجو[6] جاری رکھے بیٹھ نہ رہے اور اگر بیٹھ رہا پھر شکار مرا ہوا ملا تو حلال نہیں اور پہلی صورت میں یہ بھی ضروری ہے کہ شکار میں تمہارے تیر کے سوا کوئی دوسرا زخم نہ ہو ورنہ حرام ہو جائے گا۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۲۶: شکار کے حلال ہونے کے لیے یہ ضرور ہے کہ کتا چھوڑنے یا تیر چلانے کے بعد کسی دوسرے کام میں مشغول نہ ہو بلکہ شکار اور کتّے کی تلاش میں رہے، اگر نظر سے شکار غائب ہوگیا پھر دیر کے بعد ملا اور اُس کی دو صورتیں ہیں اگر جستجو جاری رکھی اور شکار کو مرا ہوا پایا اور کتا بھی شکار کے پاس ہی تھا تو کھایا جا سکتا ہے اور اگر کتا وہاں سے چلا آیا ہے تو نہ کھایا

---

1 ......"الهداية"، كتاب الصيد، فصل في الجوارح، ج۲، ص٤٠٦.

2 ......شدید زخمی کر دیا، گرا دیا۔

3 ......"الهداية"، كتاب الصيد، فصل في الجوارح، ج۲، ص٤٠٦.

4 ......یعنی دوسری قسم۔

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الصّيد، ج۱۰، ص ٦٤، وغيره.

6 ......تلاش۔

7 ......"الدرالمختار"، كتاب الصّيد، ج۱۰، ص ٦٤.

جائے اور اگر شکار کی تلاش میں نہ رہا کسی دوسرے کام میں مشغول ہو گیا پھر شکار کو پایا مگر معلوم نہیں کہ کتے نے زخمی کیا ہے یا کسی دوسری چیز نے تو نہ کھایا جائے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷: شکار کی آہٹ محسوس ہوئی اور اُس شخص کو یہی گمان ہے کہ یہ شکار کی آہٹ ہے اُس نے کتا یا باز چھوڑ دیا یا تیر چلا دیا اور شکار کو مارا یہ جانور حلال ہے جبکہ بعد میں یہی ثابت ہو کہ یہ آہٹ شکار ہی کی تھی کہ اُس کا یہ فعل شکار کرنا قرار پائے گا اگرچہ شکار کو آنکھ سے دیکھا نہ ہو، اور اگر بعد میں یہ پتہ چلا کہ وہ شکار کی آہٹ نہ تھی کسی آدمی کی پہل چل تھی[2] یا گھریلو جانور کی تھی تو وہ شکار حلال نہیں کہ جس چیز پر کتا چھوڑا یا تیر چلایا وہ شکار نہ تھا لہٰذا شکار کرنا نہ پایا گیا۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۸: پرند پر تیر چلایا وہ تو اُڑ گیا دوسرے شکار کو لگا یہ حلال ہے اگرچہ یہ معلوم نہ ہو کہ وہ پرند جس پر تیر چلایا تھا وحشی ہے یا نہیں۔ چونکہ پرند میں غالب یہی ہے کہ وحشی ہو اور اگر اونٹ پر تیر چلایا وہ اونٹ کو نہیں لگا بلکہ کسی شکار کو لگا اس کی دو صورتیں ہیں اگر معلوم ہے کہ اونٹ بھاگ گیا ہے کسی طرح قابو میں نہیں آتا یعنی وہ اس حالت میں ہے کہ اُس کا ذبح اضطراری ہو سکتا ہے تو وہ شکار حلال ہے اور اگر یہ پتہ نہ ہو تو شکار حلال نہیں کہ اس کا یہ فعل شکار کرنا نہیں ہے۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۹: جس جانور کو تیر سے مارا اگر زندہ مل گیا تو ذبح کرے بغیر ذبح کئے حلال نہیں، یہی حکم کتے کے شکار کا بھی ہے یہاں حیاۃ سے مراد یہ ہے کہ اُس کی زندگی مذبوح سے کچھ زیادہ ہو اور مُتَرَدِّیہ[5] و نطیحہ[6] و موقوذہ[7] و مریضہ[8] وغیرہا میں مطلقاً زندگی مراد ہے یعنی اگر ان جانوروں میں کچھ بھی زندگی باقی ہے اور ذبح کر لیا تو حلال ہے۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۳۰: بسم اللہ پڑھ کر تیر چھوڑا ایک شکار کو چھیدتا ہوا دوسرے کو لگا دونوں حلال ہیں اور اگر ہوا نے تیر کا رُخ بدل دیا اس کو دہنے یا بائیں کو موڑ دیا اور اس صورت میں شکار کو[10] لگا تو نہیں کھایا جائے گا۔[11] (عالمگیری)

1 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الصّید، الباب الثالث فی شرائط الاصطیاد، ج٥، ص٤٢١، ٤٢٢.

2 ...... یعنی قدموں کی چاپ تھی۔

3 ...... "الھدایة"، کتاب الصّید، فصل فی الرمی، ج٢، ص٤٠٦، ٤٠٧.

4 ...... المرجع السابق، ص٤٠٧.

5 ...... وہ جانور جو گر کر مرا ہو۔

6 ...... وہ جانور جو کسی جانور کے سینگ مارنے کی وجہ سے مر گیا ہو۔

7 ...... وہ جانور جو لکڑی یا پتھر کی چوٹ سے مرا ہو۔

8 ...... بیمار جانور۔

9 ...... "الدرالمختار"، کتاب الصّید، ج١٠، ص٦٥، ٦٨.

10 ...... یعنی کسی دوسرے شکار کو۔

11 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الصّید، الباب الرابع فی بیان شرائط الصّید، ج٥، ص٤٢٤.

مسئلہ ۳۱: تیر شکار پر چلایا وہ درخت یا دیوار پر لگا اور لوٹا پھر شکار کو لگا یہ جانور حلال نہیں۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲: مسلم کے ساتھ مجوسی نے بھی کمان پر ہاتھ رکھ دیا اور اس کے ساتھ اس نے بھی کھینچا تو شکار حرام ہے یہ ویسا ہی ہے جیسے ذبح کرتے وقت مجوسی نے بھی چھری کو چلایا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۳: شکار حلال ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس کی موت دوسرے سبب سے نہ ہو یعنی کتّے یا باز یا تیر وغیرہ جس سے شکار کیا اسی سے مرا ہو اور اگر یہ شبہ ہو کہ دوسرے سبب سے اس کی موت ہوئی تو حلال نہیں مثلاً زخمی ہو کر وہ جانور پانی میں گرا، یا اونچی جگہ پہاڑ یا ٹیلے سے لڑھکا اور یہ احتمال ہے کہ پانی کی وجہ سے یا لڑھکنے سے مرا ہے تو نہ کھایا جائے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۴: تیر سے شکار کو مارا وہ اُوپر سے زمین پر گرا، یا وہاں اینٹیں بچھی ہوئی تھیں ان پر گرا اور مر گیا یہ شکار حلال ہے اگرچہ یہ احتمال ہے کہ گرنے سے چوٹ لگی اور مر گیا ہو اس احتمال کا اعتبار نہیں کہ اس احتمال سے بچنے کی صورت نہیں اور اگر پہاڑ پر یا پتھر کی چٹان پر گرا پھر لڑھک کر زمین پر آیا اور مرا، یا درخت پر گرا، یا نیزہ کھڑا ہوا تھا اُس کی اَنی پر[4] گرا، یا پکی اینٹ کی کور[5] پر گرا ان سب کے بعد پھر زمین پر گرا اور مر گیا تو نہ کھایا جائے کہ ہوسکتا ہے اُن چیزوں پر گرنے کی وجہ سے مرا ہو۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۵: مرغابی کو تیر مارا وہ پانی میں گری اور مر گئی اگر اس کا زخم پانی میں ڈوب گیا ہے تو نہ کھائی جائے اور نہیں ڈوبا ہے تو کھائی جائے۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۳۶: پانی وغیرہ میں گرنے سے مرنا یہ اُس وقت معتبر ہے جبکہ شکار کو ایسا زخم پہنچا ہے کہ ہوسکتا تھا ابھی نہ مرتا تو کہا جاسکتا ہے کہ شاید اس وجہ سے مرا ہو اور اگر کاری زخم[8] لگا ہے کہ بچنے کی اُمید ہی نہیں ہے اُس میں زندگی کا اتنا ہی حصہ ہے جتنا مذبوح میں ہوتا ہے تو اس کا کھانا جائز ہے مثلاً سر جدا ہو گیا اور ابھی زندہ ہے اور پانی میں گرا اور مرا اس صورت میں یہ نہیں کہا جاسکتا کہ پانی میں گرنے سے مرا۔[9] (عالمگیری)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الصّید، الباب الرابع فی بیان شرائط الصّید، ج٥، ص٤٢٤.

2 ......المرجع السابق.　　3 ......المرجع السابق، ص٤٢٦، ٤٢٧.

4 ......نیزے کی نوک پر۔　　5 ......کنارہ، سرا۔

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الصّید، الباب الرابع فی بیان شرائط الصّید، ج٥، ص٤٢٧.

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الصّید، ج١٠، ص٧٠.

8 ......گہرا زخم۔

9 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الصّید، الباب الرابع فی بیان شرائط الصّید، ج٥، ص٤٢٧.

مسئلہ ۳۷: شکار اگر زمین کے سوا کسی اور چیز پر گر کر مرا اگر وہ چیز مسطح ہے[1] مثلاً چھت یا پہاڑ پر گر کر مر گیا تو حلال ہے کہ اُس پر گرنا ویسا ہی ہے جیسے زمین پر گرنا اور اگر مسطح چیز پر نہ ہو مثلاً نیزہ پر یا اینٹ کی کور پر[2] یا لاٹھی کی نوک پر تو حرام ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۸: غلیل سے شکار کیا اور جانور مر گیا تو کھایا نہ جائے اگرچہ جانور مجروح[4] ہو گیا ہو کہ غلیلہ کاٹتا نہیں بلکہ توڑتا ہے یہ موقوذہ ہے جس طرح تیر مارا اور اس کی نوک نہیں لگی بلکہ پٹ ہوکر[5] شکار پر لگا اور مر گیا جس کی حدیث میں حرمت مذکور ہے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۹: بندوق کا شکار مر جائے یہ بھی حرام ہے کہ گولی یا چھرا بھی آلۂ جارحہ نہیں[7] بلکہ اپنی قوت مدافعت کی وجہ سے توڑا کرتا ہے۔[8] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴۰: دھاردار پتھر سے مارا اگر پتھر بھاری ہے تو کھایا نہ جائے کیونکہ اس میں اگر یہ احتمال ہے کہ زخمی کرنے سے مرا تو یہ احتمال بھی ہے کہ پتھر کے بوجھ سے مرا ہو اور اگر وہ ہلکا ہے تو کھایا جائے کہ یہاں مرنا جراحت کی وجہ سے ہے۔[9] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۱: لاٹھی یا لکڑی سے شکار کو مار ڈالا تو کھایا نہ جائے کہ یہ آلہ جارحہ نہیں بلکہ اس کی چوٹ سے مرتا ہے اس باب میں قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جانور کا مرنا اگر جراحت سے ہونا[10] یقیناً معلوم ہو تو حلال ہے اور اگر ثقل[11] اور دَبنے سے[12] ہو تو حرام ہے اور اگر شک ہے کہ جراحت سے ہے یا نہیں تو احتیاطاً یہاں بھی حرمت ہی کا حکم دیا جائے گا۔[13] (ہدایہ)

---

1 ......یعنی ہموار ہے۔ 2 ......اینٹ کے کنارے پر۔

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الصّيد، الباب الرابع في بيان شرائط الصّيد، ج٥، ص٤٢٧.

4 ......زخمی۔ 5 ......یعنی چوڑائی میں۔

6 ......"الهداية، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج٢، ص٤٠٨.

7 ......یعنی دھاردار آلے کی طرح کاٹ کر زخمی نہیں کرتا۔

8 ......"ردالمحتار"، كتاب الصيد، ج١٠، ص٦٩.

9 ......"الهداية، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج٢، ص٤٠٨.

10 ......یعنی کٹے ہوئے زخم سے مرنا۔

11 ......بوجھ کی وجہ سے۔ 12 ......کسی چیز کے نیچے دبنے کی وجہ سے۔

13 ......"الهداية، كتاب الصيد، فصل في الرمي، ج٢، ص٤٠٨.

مسئلہ ۴۲: چھری یا تلوار سے مارا اگر اس کی دھار سے زخمی ہوکر مر گیا تو حلال ہے اور اگر الٹی طرف سے لگی یا تلوار کا قبضہ یا چھری کا دستہ لگا تو حرام ہے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۳: شکار کو مارا اُس کا کوئی عضو کٹ کر جدا ہو گیا تو شکار کھایا جائے اور وہ عضو نہ کھایا جائے جب کہ اُس عضو کے کٹ جانے سے جانور کا زندہ رہنا ممکن ہو اور اگر ناممکن ہو تو وہ عضو بھی کھایا جاسکتا ہے اور اگر جانور کو مارا اُس کے دو ٹکڑے ہو گئے اور دونوں برابر نہیں دونوں کھائے جائیں اور ایک ٹکڑا ایک تہائی ہے دوسرا دو تہائی اور یہ بڑا ٹکڑا دُم کی جانب کا ہے جب بھی دونوں کھائے جائیں اور اگر بڑا ٹکڑا سر کی طرف کا ہے تو صرف یہ بڑا ٹکڑا کھایا جائے دوسرا نہ کھایا جائے، اور اگر سر آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹ کر جدا ہو گیا تو یہ ٹکڑا بھی کھایا جاسکتا ہے۔[2] (ہدایہ، عنایہ)

مسئلہ ۴۴: شکار کا ہاتھ یا پاؤں کٹ گیا مگر جدا نہ ہوا اگر اتنا کٹا ہے کہ جڑ جانا ممکن ہے اور وہ شکار مر گیا تو یہ ٹکڑا بھی کھایا جاسکتا ہے اور اگر جڑ نا ناممکن ہے کہ پورا کٹ گیا ہے صرف چمڑا ہی باقی رہ گیا ہے تو شکار کھایا جائے، یہ کٹا ہوا ہاتھ یا پاؤں نہ کھایا جائے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۵: ایک شخص نے شکار کو تیر مارا اور لگا مگر ایسا نہیں لگا ہے کہ بھاگ نہ سکے بلکہ بھاگ سکتا ہے اور پکڑنے میں نہیں آسکتا اُس کے بعد دوسرے شخص نے تیر مار دیا اور وہ مر گیا یہ کھایا جائے گا اور دوسرے کی مِلک ہوگا اور اگر پہلے نے کاری زخم لگایا ہے کہ بھاگ نہیں سکتا پھر دوسرے نے تیر مارا اور مر گیا تو پہلے شخص کی مِلک ہے اور کھایا نہ جائے کیونکہ اس کو ذبح کر سکتے تھے ایسے کو تیر مار کر ہلاک کرنے سے جانور حرام ہو جاتا ہے یعنی یہ حکم اُس وقت ہے کہ پہلے کے تیر مارنے کے بعد اس میں اتنی جان تھی کہ ذبح اختیاری ہو سکے اور اگر اتنی ہی جان باقی تھی جتنی مذبوح میں ہوتی ہے تو دوسرے کے تیر مارنے سے حرام نہیں ہوا، اور دوسرے کے مارنے سے تین صورت میں شکار حرام ہو گیا یہ دوسرا شخص پہلے شخص کو اس زخم خوردہ[4] جانور کی قیمت تاوان دے کہ اس کی مِلک کو ضائع کیا ہے اور اگر یہ معلوم ہے کہ جانور کی موت دونوں زخموں سے ہوئی یا معلوم نہ ہو دوسرا شخص جانور کے زخمی کرنے کا تاوان دے پھر جس جانور کو دو زخم لگے ہیں اُس کے نصف قیمت کا

---

1 ......"الهداية، كتاب الصيد، فصل فى الرمي، ج٢، ص٤٠٩.

2 ......"الهداية، كتاب الصيد، فصل فى الرمي، ج٢، ص٤٠٩.
و"العناية" على "فتح القدير"، كتاب الصيد، فصل فى الرمي، ج٩، ص٦١.

3 ......"الهداية، كتاب الصيد، فصل فى الرمي، ج٢، ص٤٠٩، ٤١٠.

4 ......زخمی۔

جو ہو وہ تاوان دے پھر گوشت کی نصف قیمت تاوان دے یعنی اس صورت میں یہ تاوان دینے ہوں گے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۶: شکار کو تیر مارا پھر اس شخص نے دوسرا تیر مارا اور مر گیا اس جانور کے حلال یا حرام ہونے میں وہی حکم ہے جو دوسرے شخص کے تیر مارنے کی صورت میں ہے یہاں ضمان کی صورت نہیں ہے کہ دونوں تیر خود اسی نے مارے ہیں۔[2] (ہدایہ،عنایہ)

مسئلہ ۴۷: پہاڑ کی چوٹی پر شکار مارا اور وہ پورا گھائل ہو گیا ہے[3] کہ بھاگ نہیں سکتا اس نے پھر دوسرا تیر مار کر اتارا یعنی دوسرا تیر لگنے سے مر گیا اور گرا تو حلال نہیں۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۸: پرند کو رات میں پکڑنا مباح ہے مگر بہتر یہ ہے کہ رات کو نہ پکڑے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۴۹: باز اور شکرے وغیرہ کو زندہ پرند پر سکھانا ممنوع ہے کہ اُس پرند کو ایذا دینا ہے[6] (درمختار) بلکہ ذَبح کیے ہوئے جانور پر سکھائے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۰: معلّم باز نے کسی جانور کو پکڑا اور مار ڈالا اور یہ معلوم نہیں کہ کسی نے چھوڑا ہے یا نہیں ایسی حالت میں جانور حلال نہیں کہ شک سے حلت ثابت نہیں ہوتی اور اگر معلوم ہے کہ فلاں نے چھوڑا ہے تو پرایا مال[8] ہے بغیر اجازت مالک اس کا لینا حلال نہیں۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۵۱: کسی دوسرے شخص کا معلم کتا یا باز مار ڈالا یا کسی کی بلی مار ڈالی اُس کی قیمت کا تاوان دینا ہوگا اسی طرح

---

1 ......"الهداية، كتاب الصيد، فصل فى الرمي، ج٢، ص ٤١٠.

2 ......"الهداية، كتاب الصيد، فصل فى الرمي، ج٢، ص ٤١١.

و"العناية" على "فتح القدير"، كتاب الصيد، فصل فى الرمي، ج٩، ص٦٣.

3 ......شدید زخمی ہو گیا ہے۔

4 ......"الهداية، كتاب الصيد، فصل فى الرمي، ج٢، ص ٤١١.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الصّيد، ج١٠، ص ٧٤.

6 ......المرجع السابق.

7 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الصّيد، الباب السابع فى المتفرقات، ج ٥، ص ٤٣١.

8 ......غیر کا مال۔

9 ......"الدرالمختار"، كتاب الصّيد، ج١٠، ص ٧٦.

دوسرے کی ہر وہ چیز جس کی بیع جائز ہے تلف[1] کردینے سے تاوان دینا ہوگا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۲: معلم کتّے کا ہبہ اور وصیت جائز ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۳: بعض جگہ رؤسا اور زمیندار اپنے علاقہ میں دوسرے لوگوں کے لیے شکار کرنے کی ممانعت کردیتے ہیں ان کا مقصد ان جنگلوں میں خود شکار کھیلنا ہوتا ہے کہ دوسرے جب نہیں کھیلیں گے تو بافراط[4] شکار ملے گا ایسی جگہ اگر کسی نے شکار کیا تو یہی مالک ہوگیا اُن کی ممانعت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں کہ شکار اُن کی مِلک نہیں کہ منع کرنے سے ممنوع ہوجائے بلکہ جو پکڑے اُسی کی مِلک ہے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۵۴: بہت جگہ زمیندار تالابوں سے مچھلیاں نہیں مارنے دیتے اور جو مارتا ہے چھین لیتے ہیں یہ ان کا فعل ناجائز وحرام ہے جو مارلے اُسی کی ہیں اور چھپ کر مارنا چوری میں داخل نہیں اگرچہ بعض لوگ اسے چوری کہتے ہیں کہ مال مباح میں چوری کیسی۔

مسئلہ ۵۵: بعض لوگ مچھلیوں کے شکار میں زندہ مچھلی یا زندہ مینڈک کی کانٹے میں پرو دیتے ہیں اور اُس سے بڑی مچھلی پھنساتے ہیں ایسا کرنا منع ہے کہ اُس جانور کو ایذا دینا ہے اسی طرح زندہ گھینسا[6] کانٹے میں پرو کر شکار کرتے ہیں یہ بھی منع ہے۔

رَہن کا بیان

رہن کا جواز کتاب وسنت سے ثابت اور اس کے جائز ہونے پر اجماع منعقد۔

قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

﴿ وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ﴾[7]

''اور اگر تم سفر میں ہو (اور لین دین کرو) اور کاتب نہ پاؤ (کہ وہ دستاویز لکھے) تو گروی رکھنا ہے جس پر قبضہ ہوجائے۔''

---

1 ......ضائع۔

2 ......''الفتاوی الھندیة''،کتاب الصّید،الباب السابع فی المتفرقات،ج ٥،ص ٤٣١.

3 ......المرجع السابق.

4 ......کثرت سے۔

5 ......''الفتاوی الھندیة''،کتاب الصّید،الباب السابع فی المتفرقات،ج ٥،ص ٤٣١.

6 ......پتلا لمبا زمینی کیڑا۔

7 ......پ٣،البقرة:٢٨٣.

اس آیت میں سفر میں گروی رکھنے کا ذکر ہے مگر حدیثوں سے ثابت کہ حضوراقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے مدینہ میں اپنی زرہ گرو[1] رکھی تھی۔

حدیث ۱: صحیح بخاری ومسلم میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے مروی کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ایک یہودی سے غلّہ اُدھار خریدا تھا اور لوہے کی زرہ اس کے پاس رہن رکھی تھی۔[2]

حدیث ۲: صحیح بخاری میں انہیں سے مروی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی جب وفات ہوئی اس وقت حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) کی زرہ ایک یہودی کے پاس تیس۳۰ صاع جَو کے مقابل میں گروی تھی۔[3]

حدیث ۳: صحیح بخاری میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے جَو کے مقابل میں اپنی زرہ گرو رکھ دی تھی۔[4]

حدیث ۴: امام بخاری ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''جانور جب مرہون[5] ہو تو اس پر خرچ کے عوض سوار ہو سکتے ہیں اور دودھ والے جانور کا دودھ بھی نفقہ کے عوض میں پیا جائے گا، اور سوار ہونے اور دودھ پینے کا خرچہ سوار ہونے والے اور پینے والے پر ہے۔''[6]

حدیث ۵: ابن ماجہ ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''رہن بند نہیں کیا جائے گا''[7] (یعنی مرتہن اُس کو اپنا کرلے یہ نہیں ہوسکتا)۔

حدیث ۶: امام شافعی اور حاکم نے مستدرک اور بیہقی نے ابو ہریرہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''رہن مغلق (یعنی مرتہن اپنا کرلے) نہیں ہوتا، جس نے رہن رکھا ہے اس کے لیے رہن کا فائدہ اور اُسی پر اُس کا نقصان ہے۔''[8]

---

1. ......رہن، گروی۔
2. ......"صحیح مسلم"، کتاب المساقاہ... إلخ، باب الرھن... إلخ، الحدیث: ۱۲۵۔(۱۶۰۳)، ص۸۶۶.
3. ......"صحیح البخاري"، کتاب الجھاد والسیر، باب ما قیل في درع النبي صلی اللہ علیہ وسلم... إلخ، الحدیث: ۲۹۱۶، ج۲، ص۲۸۶.
4. ......"صحیح البخاري"، کتاب الرھن، باب في الرھن في الحضر، الحدیث: ۲۵۰۸، ج۲، ص۱۴۷.
5. ......گروی رکھا ہوا۔
6. ......"صحیح البخاري"، کتاب الرھن، باب الرھن مرکوب ومحلوب، الحدیث: ۲۵۱۲، ج۲، ص۱۴۸.
7. ......"سنن ابن ماجۃ"، کتاب الرھون، باب لا یغلق الرھن، الحدیث: ۲۴۴۱، ج۳، ص۱۶۱.
8. ......"السنن الکبری" للبیھقي، کتاب الرھن... إلخ، باب ماجاء في زیادات الرھن، الحدیث: ۱۱۲۱۰، ۱۱۲۱۱ ج۶، ص۶۵.

مسائل فقہیّہ

لغت میں رہن کے معنی روکنا ہیں اس کا سبب کچھ بھی ہو اور اصطلاح شرع میں دوسرے کے مال کو اپنے حق میں اس لئے روکنا کہ اس کے ذریعہ سے اپنے حق کو کلًا یا جزءً وصول کرنا ممکن ہو مثلاً کسی کے ذمہ اس کا دَین [1] ہے اس مدیون [2] نے اپنی کوئی چیز دائن [3] کے پاس اس لئے رکھ دی ہے کہ اُس کو اپنے دَین کی وصول پانے کے لئے ذریعہ بنے، رہن کو اُردو زبان میں گروی رکھنا بولتے ہیں، کبھی اُس چیز کو بھی رہن کہتے ہیں جو رکھی گئی ہے اس کا دوسرا نام مرہون ہے، چیز کے رکھنے والے کو راہن اور جس کے پاس رکھی گئی اُس کو مرتہن کہتے ہیں، عقد رہن بالا جماع جائز ہے، قرآن مجید اور حدیث شریف سے اس کا جواز ثابت ہے، رہن میں خوبی یہ ہے کہ دائن و مدیون دونوں کا اس میں بھلا ہے کہ بعض مرتبہ بغیر رہن رکھے کوئی دیتا نہیں مدیون کا بھلا یوں ہوا کہ دَین مل گیا اور دائن کا بھلا ظاہر ہے کہ اُس کو اطمینان ہوتا ہے کہ اب میرا روپیہ مارا نہ جائے گا۔[4] (ہدایہ، عنایہ)

مسئلہ ۱: رہن جس حق کے مقابلہ میں رکھا جاتا ہے وہ دَین (یعنی واجب فی الذمہ) ہو عین کے مقابل [5] رہن رکھنا صحیح نہیں، ظاہراً و باطناً دونوں طرح واجب ہو جیسے مبیع کا ثمن اور قرض یا ظاہراً واجب ہو جیسے غلام کو بیچا اور وہ حقیقت میں آزاد تھا یا سرکہ بیچا اور وہ شراب تھا اور ان کے ثمن کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھی، یہ ثمن بظاہر واجب ہے مگر واقع میں نہ بیع ہے نہ ثمن، اگر حقیقۃً دَین نہ ہو حکماً دَین ہو تو اس کے مقابل میں بھی رہن صحیح ہے جیسے اعیان مضمونہ بنفسہا یعنی جہاں مثل یا قیمت سے تاوان دینا پڑے جیسے مغصوب شے [6] کہ غاصب [7] پر واجب یہ ہے کہ جو چیز غصب کی ہے بعینہٖ وہی چیز مالک کو دے اور وہ نہ ہو تو مثل یا قیمت تاوان دے، جہاں ضمان واجب نہ ہو جیسے ودیعت اور امانت کی دوسری صورتیں ان میں رہن درست نہیں اسی طرح اعیان مضمونہ بغیرہا کے مقابل میں بھی رہن صحیح نہیں جیسے مبیع کہ جب تک یہ بائع کے قبضہ میں ہے اگر ہلاک ہوگئی تو اس کے مقابل میں مشتری سے بائع کا ثمن ساقط ہو جائے گا، مشتری کے پاس بائع کوئی چیز رہن رکھے، صحیح نہیں۔[8] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ...... قرض۔ 2 ...... مقروض۔ 3 ...... قرض دینے والا۔

4 ...... "الهداية"، كتاب الرهن، ج ٢، ص ٤١٢.

و"العناية" على "فتح القدير"، كتاب الرهن، ج ٩، ص ٦٤، ٦٥.

5 ...... یعنی ثمن و قرض کے علاوہ کسی چیز کے بدلے میں۔

6 ...... غصب کی ہوئی چیز۔ 7 ...... غصب کرنے والا۔

8 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج ١٠، ص ٨٠.

مسئلہ۲: عقدرہن ایجاب وقبول سے منعقد ہوتا ہے مثلاً مدیون نے کہا کہ تمہارا جو کچھ میرے ذمہ ہے اُس کے مقابلہ میں یہ چیز تمہارے پاس رہن رکھی یا یہ کہے اس چیز کو رہن رکھ لو دوسرا کہے میں نے قبول کیا، بغیر ایجاب وقبول کے الفاظ بولنے کے بھی بطورِ تعاطی رہن ہوسکتا ہے جس طرح بیع تعاطی سے ہوجاتی ہے۔[1] (ہدایہ، ردالمحتار)

مسئلہ۳: لفظ رہن بولنا ضروری نہیں بلکہ کوئی دوسرا لفظ جس سے معنی رہن سمجھے جاتے ہوں تو رہن ہوگیا مثلاً ایک روپیہ کی کوئی چیز خریدی اور بائع کو اپنا کپڑا یا کوئی چیز دے دی اور کہہ دیا کہ اسے رکھے رہو جب تک میں دام نہ دے دوں یہ رہن ہوگیا یونہی ایک شخص پر دَین ہے اُس نے دائن کو اپنا کپڑا دے کر کہا کہ اسے رکھے رہو جب تک دَین ادا نہ کردوں یہ رہن بھی صحیح ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ۴: ایجاب وقبول سے عقدرہن ہوجاتا ہے مگر لازم نہیں ہوتا جب تک مرتہن شے مرہون[3] پر قبضہ نہ کرلے لہٰذا قبضہ سے پہلے راہن کو اختیار رہتا ہے کہ چیز دے یا نہ دے اور جب مرتہن نے قبضہ کرلیا تو پکّا معاملہ ہوگیا اب راہن کو بغیر اُس کا حق ادا کئے چیز واپس لینے کا حق نہیں رہتا۔[4] (ہدایہ) مگر عنایہ میں فرمایا کہ یہ عامہ کتب کے مخالف ہے، امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی تصریح یہ ہے کہ بغیر قبضہ رہن جائز ہی نہیں، امام حاکم شہید نے کافی میں اور امام جعفر طحاوی و امام کرخی نے اپنے اپنے مختصر میں اسی کی تصریح کی[5] اور درمختار میں مجتبٰے سے ہے کہ قبضہ شرط جواز ہے نہ کہ شرط لزوم۔[6]

مسئلہ۵: قبضہ کے لئے اجازتِ راہن ضروری ہے، صراحۃً قبضہ کی اجازت دے یا دلالۃً دونوں صورتوں میں قبضہ ہوجائے گا، اُسی مجلس میں قبضہ ہو جس میں ایجاب وقبول ہوا ہے یا بعد میں خود قبضہ کرے یا اُس کا نائب قبضہ کرے سب صحیح ہے۔[7] (ردالمحتار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، ج٢، ص٤١٢.
و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨١.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الرهن، الباب الاول فی تفسيره وركنه...إلخ، الفصل الاول، ج٥، ص٤٣٢.

3 ......گروی رکھی ہوئی چیز۔

4 ......"الهداية"، كتاب الرهن، ج٢، ص٤١٢.

5 ......"العناية" على "فتح القدير"، كتاب الرهن، ج٩، ص٦٦.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨٢.

7 ......"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨١.

مسئلہ ۶: مرہون شے پر قبضہ اس طرح ہو کہ وہ اکٹھی ہو متفرق نہ ہو مثلاً درخت پر پھل ہیں یا کھیت میں زراعت ہے صرف پھلوں یا زراعت کو رہن رکھا درخت اور کھیت کو نہیں رکھا یہ قبضہ صحیح نہیں اور یہ بھی ضرور ہے کہ مرہون شے حق راہن کے ساتھ مشغول نہ ہو مثلاً درخت پر پھل ہیں اور صرف درخت کو رہن رکھا اور یہ بھی ضرور ہے کہ متمیز ہو یعنی مشاع نہ ہو۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۷: ایسی چیز رہن رکھی جو دوسری چیز کے ساتھ متصل ہے مثلاً درخت میں پھل لگے ہیں صرف پھلوں کو رہن رکھا اور مرتہن نے جدا کر کے مثلاً پھلوں کو توڑ کر قبضہ کر لیا اگر یہ قبضہ بغیر اجازت راہن ہے تو ناجائز ہے خواہ اسی مجلس میں قبضہ کیا ہو یا بعد میں اور اگر اجازت راہن سے ہے تو جائز ہے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۸: مرہون و مرتہن کے درمیان راہن نے تخلیہ کر دیا۔[3] کہ مرتہن اگر قبضہ کرنا چاہے کر سکتا ہے یہ بھی قبضہ ہی کے حکم میں ہے جس طرح بیع میں بائع نے مبیع اور مشتری کے درمیان تخلیہ کر دیا قبضہ ہی کے حکم میں ہے۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۹: رہن کے شرائط حسبِ ذیل ہیں:

(۱) راہن و مرتہن عاقل ہوں یعنی ناسمجھ بچہ اور مجنون کا رہن رکھنا صحیح نہیں، بلوغ اس کے لئے شرط نہیں نابالغ بچہ جو عاقل ہو اس کا رہن رکھنا صحیح ہے۔

(۲) رہن کسی شرط پر معلق نہ ہو نہ اس کی اضافت وقت کی طرف ہو۔

(۳) جس چیز کو رہن رکھا وہ قابل بیع ہو یعنی وقت عقد موجود ہو مال مطلق، متقوم،[5] مملوک،[6] معلوم، مقدور التسلیم ہو[7] لہٰذا جو چیز وقت عقد موجود ہی نہ ہو یا اس کے وجود و عدم[8] دونوں کا احتمال ہو، اس کا رہن جائز نہیں مثلاً درخت میں جو پھل اس سال آئیں گے یا بکریوں کے اس سال جو بچے پیدا ہوں گے یا اُس کے پیٹ میں جو بچہ ہے ان سب کا رہن نہیں ہو سکتا مردار اور خون کو رہن نہیں رکھ سکتے کہ یہ مال نہیں حرم و احرام کے شکار بھی مردار ہیں مال نہیں، آزاد کو رہن نہیں رکھ سکتا کہ مال نہیں، مدبر و اُم ولد کا رہن جائز نہیں، دونوں راہن و مرتہن میں اگر کوئی مسلم ہو تو شراب و خنزیر کو رہن

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، ج ۱۰، ص ۸۲.

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الرھن، الباب الاول فی تفسیرہ و رکنه...إلخ، الفصل الاول، ج ۵، ص ۴۳۳.

3 ......یعنی شے مرہون سے اپنا قبضہ ہٹا دیا۔

4 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، ج ۲، ص ۴۱۲.

5 ......یعنی شرعاً قابل قیمت ہو۔

6 ......ملکیت میں ہو۔

7 ......یعنی سپرد کرنے پر قادر ہو۔

8 ......یعنی چیز کے ہونے یا نہ ہونے۔

نہیں رکھ سکتے، اموالِ مباحہ مثلاً شکار اور جنگل کی لکڑی اور گھاس چونکہ یہ مملوک نہیں ان کا رہن بھی ناجائز ہے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: مرہون چیز مرتہن کے ضمان میں ہوتی ہے یعنی مرہون کی مالیت اُس کے ضمان میں ہوتی ہے اور خود عین بطور امانت ہے اس کا فرق یوں ظاہر ہوگا کہ اگر مرہون کو مرتہن نے راہن سے خرید لیا تو یہ قبضہ جو مرتہن کا ہے۔ قبضۂ خریداری کے قائم مقام نہیں ہوگا۔ کہ یہ قبضۂ امانت ہے اور مشتری کے لیے قبضۂ ضمان درکار ہے اور خود وہ چیز امانت ہے۔ لہٰذا مرہون کا نفقہ راہن کے ذمہ ہے مرتہن کے ذمہ نہیں اور غلام مرہون تھا وہ مرگیا تو کفن راہن کے ذمہ ہے۔[2] (ہدایہ، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۱: مرتہن کے پاس اگر مرہون ہلاک ہو جائے تو دَین اور اس کی قیمت میں جو کم ہے اُس کے مقابلہ میں ہلاک ہوگا مثلاً سو روپے دَین ہیں اور مرہون کی قیمت دوسو ہے تو سو کے مقابل میں ہلاک ہوا یعنی اس کا دَین ساقط ہوگیا اور مرتہن راہن کو کچھ نہیں دے گا اور اگر صورتِ مفروضہ[3] میں مرہون کی قیمت پچاس روپے ہے تو دَین میں سے پچاس ساقط ہوگئے اور پچاس باقی ہیں اور اگر دونوں برابر ہیں تو نہ دینا ہے نہ لینا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۲: مرہون کی قیمت اس روز کی معتبر ہے جس دن رہن رکھا ہے یعنی جس دن مرتہن کا قبضہ ہوا ہے جس دن ہلاک ہوا اُس دن کی قیمت کا اعتبار نہیں یعنی رہن رکھنے کے بعد چیز کی قیمت گھٹ بڑھ گئی[5] اس کا اعتبار نہیں مگر اگر دوسرے شخص نے مرہون کو ہلاک کر دیا تو اس سے تاوان میں وہ قیمت لی جائے گی جو ہلاک کرنے کے دن ہے اور یہ قیمت مرتہن کے پاس اُس مرہون کی جگہ رہن ہے یعنی اب یہ مرہون ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳: مرتہن نے رہن رکھتے وقت یہ شرط کر لی ہے کہ اگر چیز ہلاک ہوگئی تو میں ضامن نہیں، اس صورت میں وہ ضامن ہے اور یہ شرط باطل ہے۔[7] (ردالمحتار)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن، الباب الاول فی تفسيره وركنه...إلخ، الفصل الاول، ج٥، ص٤٣٢.

2 ...... "الهداية"، كتاب الرهن، ج ٢، ص ٤١٢.

و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨٣.

3 ...... مثال کے طور پر بیان کی گئی صورت۔

4 ...... "الدرالمختار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨٣.

5 ...... یعنی کم زیادہ ہوگئی۔

6 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨٤.

7 ...... "ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨٣.

مسئلہ ۱۴: دو چیزیں رہن رکھی ہیں ان میں سے ایک ہلاک ہوگئی اور ایک باقی ہے اور جو ہلاک ہوگئی اس تنہا کی قیمت دَین سے زائد ہے تو یہ نہیں ہوگا کہ دَین ساقط ہوجائے بلکہ دَین کو اُن دونوں کی قیمتوں پر تقسیم کیا جائے جو حصّہ اس ہلاک شدہ کے مقابل آئے وہ ساقط اور جو باقی کے مقابل ہے وہ باقی ہے، یوہیں مکان رہن رکھا اور وہ گر گیا تو دَین کو عمارت و زمین کی قیمت پر تقسیم کیا جائے جو حصہ عمارت کے مقابل ہے ساقط اور جو زمین کے مقابل ہے باقی ہے یوہیں اگر دس روپے دَین کے ہیں چالیس روپے کی پوستین [1] رہن رکھ دی اس کو کیڑوں نے کھالیا اب اس کی قیمت دس روپے رہ گئی تو ڈھائی روپے دے کر راہن چھوڑالے گا کہ پوستین کی تین چوتھائیاں کم ہوگئیں لہٰذا دَین کی بھی تین چوتھائیاں یعنی ساڑھے سات روپے کم ہوگئے ان جزئیات سے معلوم ہوا کہ خود چیز میں اگر نقصان ہوجائے تو اس کا دَین پر اثر پڑے گا اور نرخ کم ہونے کا کوئی اعتبار نہیں۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۵: مرتہن نے اگر مرہون میں کوئی ایسا فعل کیا جس کی وجہ سے وہ چیز ہلاک ہوگئی یا اُس میں نقصان پیدا ہوگیا تو ضامن ہے یعنی اس کا تاوان دینا ہوگا، مثلاً ایک کپڑا بیس۲۰ روپے کی قیمت کا دس۱۰ روپے میں رہن رکھا مرتہن نے باجازت راہن ایک مرتبہ اُسے پہنا اس کے پہننے سے چھ روپے قیمت گھٹ گئی [3] اب وہ چودہ۱۴ روپے کا ہوگیا اس کے بعد اس کو بغیر اجازت استعمال کیا اس استعمال سے چار روپے اور کم ہوگئے اب اس کی قیمت دس روپے ہوگئی اس کے بعد وہ کپڑا ضائع ہوگیا اس صورت میں مرتہن راہن سے صرف ایک روپیہ وصول کرسکتا ہے اور نو روپے ساقط ہوگئے کیونکہ رہن کے دن جب اس کی قیمت بیس۲۰ روپے تھی اور قرض کے دس۱۰ ہی روپے تھے تو نصف کا ضمان ہے اور نصف امانت ہے، پھر جب اس کو اجازت سے پہنا ہے تو چھ روپے کی جو کمی ہے اُس کا تاوان نہیں کہ یہ کمی باجازت مالک ہے مگر دوبارہ جو پہنا تو اس کی کمی کے چار روپے اس پر تاوان ہوئے گویا دس۱۰ میں سے چار وصول ہوگئے چھ باقی ہیں پھر جس دن وہ کپڑا ضائع ہوا چونکہ دس۱۰ کا تھا لہٰذا نصف قیمت کے پانچ روپے ہیں، امانت ہے اور نصف دوم کہ یہ بھی پانچ ہے اس کا ضمان ہے ہلاک ہونے سے نصف دوم بھی وصول سمجھو لہٰذا یہ پانچ اور چار پہلے کے کُل نو وصول ہوگئے، ایک باقی رہ گیا ہے وہ راہن سے لے سکتا ہے۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۶: ایک شخص کچھ دَین لینا چاہتا ہے بات چیت ہوگئی اور یہ بھی ٹھہر گیا کہ اس کے مقابلہ میں فلاں چیز رہن رکھوں گا چنانچہ اس چیز پر مرتہن کا قبضہ ہوگیا اور ابھی دَین دیا نہیں ہے اب فرض کرو کہ قرض دینے سے پہلے مرتہن کے پاس وہ چیز ہلاک ہوگئی اس کی دو صورتیں ہیں اگر قرض کی کوئی مقدار نہیں بیان کی گئی ہے فقط اتنی بات ہوئی کہ تم سے کچھ روپے قرض لوں گا

1 ......کھال کا کوٹ، چمڑے کا چغہ۔
2 ......"ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج ۱۰، ص ۸۳.
3 ......یعنی کم ہوگئی۔
4 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج ۱۰، ص ۸۵.

اس صورت میں وہ چیز مرتہن کے ضمان میں نہیں ہے ہلاک ہونے سے اُس کو کچھ دینا واجب نہیں، اور اگر قرض کی مقدار بیان کر دی ہے مثلاً ننو۹۰ روپے لوں گا اور یہ لور کھو یہ رہن ہوگی اس صورت میں ضمان ہے اس کا وہی حکم ہے کہ سو روپے لے کر رکھ دیتا یعنی دَین اور اُس چیز کی قیمت دونوں میں جو کم ہے اس کے مقابل میں اس کو ہلاک ہونا سمجھا جائے گا مثلاً اس کی قیمت ننو۹۰ روپے یا زیادہ ہے تو مرتہن راہن کو ننو۹۰ روپے دے اور ننو۹۰ سے کم ہے تو جو کچھ قیمت ہے وہ دے۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۷: قرض دینے کا وعدہ کیا تھا اور قرض مانگنے والے نے قرض لینے سے پہلے کوئی چیز رہن رکھ دی اور مرتہن نے کچھ قرض دیا اور کچھ باقی ہے تو باقی کا جبراً اس سے مطالبہ نہیں ہوسکتا یہ حکم اُس وقت ہے کہ مرہون موجود ہو اور ہلاک ہو گیا تو اُس کا حکم وہ ہے جو پہلے بیان ہوا۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۸: دائن نے مدیون سے اپنے دَین کے مقابل جب کوئی چیز رہن رکھوالی تو یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اب وہ دَین کا مطالبہ ہی نہیں کرسکتا خاموش بیٹھا رہے بلکہ اب بھی مطالبہ کرسکتا ہے قاضی کے پاس دَین کا دعویٰ کرسکتا ہے اور قاضی کو اگر ثابت ہوجائے کہ مدیون[3] ادائے دَین میں ڈھیل ڈال رہا ہے[4] تو اسے قید بھی کرسکتا ہے کہ ایسے کی یہی سزا ہے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۹: رہن فسخ ہونے کے بعد بھی مرتہن کو یہ اختیار ہے کہ جب تک اپنا مطالبہ وصول نہ کرلے یا معاف نہ کردے مرہون شے اپنے قبضہ میں رکھے راہن کو واپس نہ دے یعنی محض زبان سے کہہ دینے سے کہ رہن فسخ کیا رہن فسخ نہیں ہوتا بلکہ باقی رہتا ہے جب تک مرہون کو واپس نہ کردے جب رہن فسخ نہیں ہوا تو اب بھی چیز کو روک سکتا ہے، ہاں دَین یا قبضہ دونوں میں ایک جاتا رہے مثلاً دَین وصول پایا، یا معاف کردیا کہ اب دَین باقی نہ رہا یا راہن کے قبضہ میں دے دیا تو اب رہن جاتا رہے گا۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۰: فسخ رہن کے بعد چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی اب بھی وہی احکام ہیں جو فسخ نہ ہونے کی صورت میں تھے کہ دَین اور قیمت مرہون میں جو کم ہے اس کے مقابل میں چیز ہلاک ہوگئی۔[7] (ہدایہ)

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الرهن، ج۱۰، ص۸٤.

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الرهن، باب مایجوزارتهانه وما لایجوز، ج۱۰، ص۱۰٤.

3 ......مقروض۔ 4 ......قرض کی ادائیگی میں تاخیر کررہا ہے۔

5 ......"الهداية"، کتاب الرهن، ج۲، ص٤۱٤.

6 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الرهن، ج۱۰، ص۸٥.

7 ......"الهداية، کتاب الرهن، ج۲، ص٤۱٥.

مسئلہ ۲۱: مرتہن نے اگر راہن کو وہ چیز دے دی مگر بطورِ فسخ رہن نہیں بلکہ بطور عاریت [1] تو اب بھی رہن باقی ہے [2] یعنی اس سے واپس نہیں لے سکتا ہے۔ (عنایہ)

مسئلہ ۲۲: مرہون شے جب تک مرتہن کے ہاتھ میں ہے راہن اُسے بیع نہیں کرسکتا، مرتہن جب تک دَین وصول نہ کرلے اُس کو اختیار ہے کہ بیچنے نہ دے اور اگر مدیون نے کچھ دَین ادا کیا ہے کچھ باقی ہے اب بھی راہن مرتہن سے چیز واپس نہیں لے سکتا جب تک کُل دَین ادا نہ کردے اور جب دَین بیباق کردیا [3] تو مرتہن سے کہا جائے گا کہ رہن واپس دو کیونکہ اب اُسے روکنے کا حق باقی نہ رہا۔ [4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۳: مدیون نے دَین ادا کردیا اور ابھی تک شے مرہون مرتہن کے پاس ہے واپسی نہیں ہوئی ہے اور چیز ہلاک ہوگئی تو جو کچھ مدیون نے ادا کیا ہے مرتہن سے واپس لے گا، کیونکہ مرتہن کا وہ قبضہ اب بھی قبضۂ ضمان ہے اور یہ ہلاک دَین کے مقابل میں متصور ہوگا لہٰذا واپس کرنا ہوگا۔ [5] (ہدایہ) یہ اُس وقت ہے کہ مرہون کی قیمت دَین سے زائد یا دَین کے برابر ہے اگر دَین سے کم ہے تو جتنا مرہون کی قیمت تھی اُتنا ہی واپس لے سکتا ہے۔

مسئلہ ۲۴: مرتہن نے راہن سے دَین معاف کردیا یا ہبہ کردیا اور ابھی مرہون کو واپس نہیں دیا تھا اُسی کے پاس ہلاک ہوگیا اس صورت میں راہن مرتہن سے چیز کا تاوان نہیں لے سکتا کہ یہاں مرتہن نے دَین کے مقابل میں کوئی چیز وصول نہیں کی ہے جس کو واپس دے بلکہ دَین کو ساقط کیا ہے۔ [6] (عنایہ)

مسئلہ ۲۵: مرہون چیز سے کسی قسم کا نفع اُٹھانا جائز نہیں ہے مثلاً لونڈی غلام ہو تو اس سے خدمت لینا یا اجارہ پر دینا مکان میں سکونت کرنا یا کرایہ پر اُٹھانا یا عاریت پر دینا، کپڑے اور زیور کو پہننا یا اجارہ و عاریت پر دینا الغرض نفع کی سب صورتیں ناجائز ہیں اور جس طرح مرتہن کو نفع اُٹھانا ناجائز ہے راہن کو بھی ناجائز ہے۔ [7] (درمختار)

---

1 ...... یعنی وقتی طور پر استعمال کے لیے دی۔

2 ......"العناية" على "فتح القدير"، كتاب الرهن، ج٩، ص٧٩.

3 ......یعنی قرض کی مکمل ادائیگی کردی۔

4 ......"الهداية"، كتاب الرهن، ج٢، ص٤١٥.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"العناية" على "فتح القدير"، كتاب الرهن، ج٩، ص٧٨.

7 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨٥، ٨٦.

مسئلہ ۲۶: مرتہن کے لیے اگر راہن نے اِنتفاع کی اجازت دے دی ہے اس کی دو۲ صورتیں ہیں۔ یہ اجازت رہن میں شرط ہے یعنی قرض ہی اس طرح دیا ہے کہ وہ اپنی چیز اس کے پاس رہن رکھے اور یہ اس سے نفع اٹھائے جیسا کہ عموماً اس زمانہ میں مکان یا زمین اسی طور پر رکھتے ہیں یہ ناجائز اور سود ہے۔ دوسری صورت یہ ہے کہ شرط نہ ہو یعنی عقد رہن ہو جانے کے بعد راہن نے اجازت دی ہے کہ مرتہن نفع اٹھائے یہ صورت جائز ہے۔ اصل حکم یہی ہے جس کا ذکر ہوا مگر آج کل عام حالت یہ ہے کہ روپیہ قرض دے کر اپنے پاس چیز اسی مقصد سے رہن رکھتے ہیں کہ نفع اُٹھائیں اور یہ اس درجہ معروف ومشہور ہے کہ مشروط کی حد میں [1] داخل ہے لہٰذا اس سے بچنا ہی چاہیے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۷: جس طرح مرہون سے مرتہن نفع نہیں اُٹھا سکتا راہن کے لیے بھی اس سے انتفاع جائز نہیں مگر اس صورت میں کہ مرتہن اُسے اجازت دیدے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲۸: راہن نے مرتہن کو استعمال کی اجازت دے دی تھی اُس نے استعمال کی تو مرتہن پر ضمان نہیں یعنی مکان میں سکونت یا باغ کے پھل کھانے یا جانور کے دودھ استعمال کرنے کے مقابل میں دَین کا کچھ حصہ ساقط نہیں ہوگا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۲۹: مرتہن نے باجازت راہن چیز کو استعمال کیا اور بوقت استعمال چیز ہلاک ہوگئی تو یہاں امانت کا حکم دیا جائے گا یعنی مرتہن پر اُس کا تاوان نہ ہوگا دَین کا کوئی جز ساقط نہ ہوگا۔ اوراس سے پہلے یا بعد میں ہلاک ہو تو ضمان ہے جس کا حکم پہلے بتایا گیا۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۰: مرتہن شے مرہون کو نہ اجارہ پر دے سکتا ہے نہ عاریت کے طور پر کہ جب وہ خود نفع نہیں اُٹھا سکتا تو دوسرے کو نفع اُٹھانے کی کب اجازت دے سکتا ہے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۱: ایک شخص سے روپیہ قرض لیا اور اُس نے اپنا مکان رہنے کو دے دیا کہ جب تک قرض ادا نہ کردوں تم اس میں رہو یا کھیت اسی طرح دیا مثلاً سَو روپے قرض لے کر کھیت دے دیا کہ قرض دینے والا کھیت جوتے بوئے گا اور نفع اُٹھائے گا یہ

---

1 ......یعنی شرط لگانے کی حد میں۔

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨٦.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨٦.

4 ......المرجع السابق، ص٨٧.

5 ......"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨٦.

6 ......"الهداية"، كتاب الرهن، ج٢، ص٤١٥.

صورت رہن میں داخل نہیں بلکہ یہ بمنزلہ اجارہ فاسدہ ہے۔ اُس شخص پر اجرت مثل لازم ہے کیونکہ مکان یا کھیت اُسے مفت نہیں دے رہا ہے بلکہ قرض کی وجہ سے دے رہا ہے اور چونکہ قرض سے انتفاع حرام ہے[1] لہٰذا اُجرت مثل دینی ہوگی۔[2] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳۲: بعض لوگ قرض لے کر مکان یا کھیت رہن رکھ دیتے ہیں کہ مرتہن مکان میں رہے اور کھیت کو جوتے بوئے اور مکان یا کھیت کی کچھ اُجرت مقرر کر دیتے ہیں مثلاً مکان کا کرایہ پانچ روپے ماہوار یا کھیت کا پٹہ[3] دس روپے سال ہونا چاہیے اور طے یہ پاتا ہے کہ یہ رقم زرقرض سے مجرا ہوتی رہے گی[4] جب کُل رقم ادا ہو جائے گی اُس وقت مکان یا کھیت واپس ہو جائے گا اس صورت میں بظاہر کوئی قباحت نہیں معلوم ہوتی اگرچہ کرایہ یا پٹہ واجبی اُجرت سے کم طے پایا ہو اور یہ صورت اجارہ میں داخل ہے یعنی اتنے زمانہ کے لیے مکان یا کھیت اُجرت پر دیا اور زراجرت پیشگی لے لیا۔

مسئلہ ۳۳: بکری رہن رکھی تھی اور راہن نے مرتہن کو دودھ پینے کی اجازت دے دی وہ دودھ پیتا رہا پھر وہ بکری مرگئی اس صورت میں دَین کو بکری اور دودھ کی قیمت پر تقسیم کیا جائے جو حصۂ دَین بکری کے مقابل میں[5] آئے وہ ساقط اور دودھ کی قیمت کے مقابل میں جو حصہ آئے وہ راہن سے وصول کرے کیونکہ حکم یہ ہے کہ رہن سے جو پیداوار ہوگی وہ بھی رہن ہوگی اور چونکہ مرتہن نے باجازت راہن اس کو خرچ کیا تو گویا خود راہن نے خرچ کیا لہٰذا اس کے مقابل کا دَین ساقط نہیں ہوگا۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۳۴: مرتہن نے اگر بغیر اجازت راہن مرہون سے نفع اُٹھایا تو یہ تعدی اور زیادتی ہے یعنی اس صورت میں اگر چیز ہلاک ہوگئی تو پوری چیز کا تاوان دینا ہوگا یہ نہیں کہ دَین ساقط ہو جائے اور باقی کا مرتہن سے مطالبہ نہ ہو مگر اس کی وجہ سے رہن باطل نہیں ہوگا یعنی اگر اپنی اس حرکت سے باز آ گیا تو چیز رہن ہے اور رہن کے احکام جاری ہوں گے۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۳۵: مرتہن نے راہن سے دَین طلب کیا تو اس سے کہا جائے گا کہ پہلے مرہون چیز حاضر کرو جب وہ حاضر کر دے تو راہن سے کہا جائے گا کہ دَین ادا کرو جب یہ پورا دَین ادا کر دے اب مرتہن سے کہا جائے گا اس کی چیز دے دو۔[8] (ہدایہ)

---

1 ......یعنی قرض دے کر اس کے بدلے میں نفع حاصل کرنا حرام ہے۔

2 ......"ردالمحتار"، کتاب الرهن، ج ١٠، ص ٨٧.

3 ......یعنی کھیت کا کرایہ۔

4 ......یعنی قرض سے کٹوتی ہوتی رہے گی۔

5 ......بدلے میں۔

6 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، ج ١٠، ص ٨٧.

7 ......المرجع السابق.

8 ......"الهداية"، کتاب الرهن، ج ٢، ص ٤١٤.

مسئلہ ۳۶: مرتہن نے راہن سے دَین کا مطالبہ دوسرے شہر میں کیا اگر وہ چیز ایسی ہے کہ وہاں تک لے جانے میں بار برداری صرف کرنی نہیں ہوگی جب بھی وہی حکم ہے کہ وہ مرہون کو پہلے حاضر کرے پھر اس سے ادائے دَین کو کہا جائے گا اور بار برداری صرف کرنی پڑے تو وہاں لانے کی تکلیف نہ دی جائے بلکہ بغیر چیز لائے ہوئے بھی دَین ادا کردے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۷: یہ حکم کہ مرتہن کو مرہون کے حاضر لانے کو کہا جائے گا اُس وقت ہے کہ راہن یہ کہتا ہو کہ مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہو چکا ہے، لہٰذا میں دَین کیوں ادا کروں اور مرتہن کہتا ہے کہ مرہون موجود ہے اور اگر راہن بھی مرہون کو موجود ہونا کہتا ہو تو اس کی کیا ضرورت کہ یہاں حاضر لائے جب ہی دَین ادا کرنے کو کہا جائے گا کہ اگر وہ چیز ایسی ہے جس میں بار برداری صرف ہوگی اس وجہ سے حاضر لانے کو نہیں کہا گیا مگر راہن اس کے تلف[2] ہوجانے کا مدعی[3] ہے تو راہن سے کہا جائے گا کہ اگر مرتہن کی بات کا تمھیں اطمینان نہیں ہے تو اس سے قسم کھلالو کہ مرہون ہلاک نہیں ہوا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۳۸: اگر دَین ایسا ہے کہ قسط وار اَدا کیا جائے گا قسط ادا کرنے کا وقت آگیا اس کا بھی وہی حکم ہے کہ اگر راہن مرہون کا ہلاک ہونا بتاتا ہے اور مرتہن اس سے انکاری ہے تو مرتہن سے کہا جائے گا کہ چیز حاضر لائے اور بار برداری والی چیز ہو تو مرتہن سے قسم کھلاسکتا ہے کہ ہلاک نہیں ہوئی۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۳۹: مرتہن نے دَین وصول پالیا اور ابھی چیز واپس نہیں دی اور یہ چیز اس کے پاس ہلاک ہوگئی تو راہن اُس سے دَین واپس لے گا۔ کیونکہ مرہون پر اب بھی مرتہن کا قبضہ قبضۂ ضمان ہے اور ہلاک ہونا دَین وصول ہونے کے قائم مقام ہے لہٰذا جو لے چکا ہے واپس دے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۰: راہن نے اگر مرتہن سے کہہ دیا کہ مرہون کو فلاں شخص کے پاس رکھ دو اس نے اُس کے کہنے کی وجہ سے اُس کے پاس رکھ دیا اب اگر مرتہن نے دَین کا مطالبہ کیا اور راہن مرہون کے حاضر لانے کو کہتا ہے تو مرتہن کو اُس کی تکلیف نہ دی جائے کیونکہ اس کے پاس ہے ہی نہیں جو حاضر کرے اسی طرح اگر راہن نے مرتہن کو یہ حکم دیا کہ مرہون کو بیع کرڈالے اُس نے بیچ ڈالا اور ابھی اُس کے ثمن پر مرتہن نے قبضہ نہیں کیا ہے راہن یہ نہیں کہہ سکتا کہ ثمن مرہون بمنزلۂ مرہون ہے[7]

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، ج٢، ص٤١٤ .

2 ......ضائع۔ 3 ......دعویدار۔

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٨٨.

5 ......المرجع السابق، ص٨٩.

6 ......"الهداية"، كتاب الرهن، ج٢، ص٤١٥ .

7 ......یعنی گروی رکھی ہوئی چیز کی طے شدہ قیمت گروی رکھی ہوئی چیز کے قائم مقام ہے۔

لہٰذا اُسے حاضر لاؤ کیونکہ جب ثمن پر قبضہ ہی نہیں ہوا ہے تو کیونکر حاضر کرے ہاں ثمن پر قبضہ کرلیا تو اب بیشک ثمن کو حاضر کرنا ہوگا کہ یہ ثمن مرہون کے قائم مقام ہے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۱: راہن یہ کہتا ہے کہ مرہون چیز مجھے دے دو میں اسے بیچ کر تمہارا دَین ادا کروں گا مرتہن کو اس پر مجبور نہیں کیا جائے گا کہ مرہون کو دیدے۔ یوہیں اگر کچھ حصہ دَین کا ادا کردیا ہے کچھ باقی ہے یا مرتہن نے کچھ دَین معاف کردیا ہے کچھ باقی ہے راہن یہ کہتا ہے کہ مرہون کا ایک جز مجھے دے دیا جائے کیونکہ میرے ذمہ کُل دَین باقی نہ رہا اس صورت میں بھی مرتہن پر یہ ضرور نہیں کہ مرہون کا جز واپس کرے جب تک پورا دَین ادا نہ ہوجائے یا مرتہن معاف نہ کردے واپس کرنے پر مجبور نہیں ہاں اگر دو چیزیں رہن رکھی ہیں اور ہر ایک کے مقابل میں دَین کا حصہ مقرر کردیا ہے مثلاً سَو روپے قرض لئے اور دو چیزیں رہن کیں کہہ دیا کہ ساٹھ روپے کے مقابل میں یہ ہے اور چالیس کے مقابل میں وہ تو اس صورت میں جس کے مقابل کا دَین ادا کیا اُسے چھوڑا سکتا ہے کہ یہاں حقیقۃً دو عقد ہیں۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۴۲: مرتہن کے ذمہ مرہون کی حفاظت لازم ہے اور یہاں حفاظت کا وہی حکم ہے جس کا بیان ودیعت میں گزر چکا کہ خود حفاظت کرے یا اپنے اہل وعیال کی حفاظت میں دے دے یہاں عیال سے مراد وہ لوگ ہیں جو اس کے ساتھ رہتے سہتے ہوں جیسے بی بی بچے خادم اور اجیر خاص یعنی نوکر جس کی ماہوار یا ششماہی[3] یا سالانہ[4] تنخواہ دی جاتی ہو۔ مزدور جو روزانہ پر کام کرتا ہو مثلاً ایک دن کی اُسے اتنی اُجرت دی جائے گی اس کی حفاظت میں نہیں دے سکتا۔ عورت مرتہن ہے تو شوہر کی حفاظت میں دے سکتی ہے۔ بی بی اور اولاد اگر عیال میں نہ ہوں جب بھی اُن کی حفاظت میں دے سکتا ہے جن دو شخصوں کے مابین شرکت مفاوضہ یا شرکت عنان ہے ان میں ایک کے پاس کوئی چیز رکھی گئی تو شریک کی حفاظت میں دے سکتا ہے۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۴۳: ان لوگوں کے سوا کسی اور کی حفاظت میں چیز دے دی یا کسی کے پاس ودیعت رکھی یا اجارہ یا عاریت کے طور پر دے دی یا کسی اور طرح اس میں تعدِّی کی مثلاً کتاب رہن تھی اُس کو پڑھا، یا جانور پر سوار ہوا غرض یہ کہ کسی صورت سے بلا اجازت راہن استعمال میں لائے بہر صورت پوری قیمت کا تاوان اُس کے ذمہ واجب ہے اور مرتہن ان سب صورتوں میں غاصب کے حکم میں ہے اسی وجہ سے پوری قیمت کا تاوان واجب ہوتا ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، ج٢، ص٤١٤، ٤١٥.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٩٠، ٩١.

3 ......یعنی چھ ماہ بعد۔ 4 ......یعنی بارہ ماہ بعد۔

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص٩١.

6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴۴: انگوٹھی رہن رکھی مرتہن نے چھنگلیا[1] میں پہن لی پوری قیمت کا ضامن ہوگیا کہ یہ مرہون کو بلا اجازت استعمال کرنا ہے دہنے ہاتھ کی چھنگلیا میں پہنے یا بائیں ہاتھ میں، دونوں کا ایک حکم ہے کہ انگوٹھی دونوں طرح عادۃً پہنی جاتی ہے اور چھنگلیا کے سوا کسی دوسری اُنگلی میں ڈال لی تو ضامن نہیں کہ عادۃً اس طرح پہنی نہیں جاتی لہٰذا اس کو پہننا نہ کہیں گے بلکہ حفاظت کے لئے اُنگلی میں ڈال لینا ہے۔[2] (ہدایہ) یہ حکم اُس وقت ہے کہ مرتہن مرد ہو اور اگر عورت کے پاس انگوٹھی رہن رکھی تو جس کسی انگلی میں ڈالے پہننا ہی کہا جائے گا کہ عورتیں سب میں پہنا کرتی ہیں۔[3] (غنیۃ ذوی الاحکام) کُرتے کو کندھے پر ڈال لیا یعنی جو چیز جس طرح استعمال کی جاتی ہے اُس کے سوا دوسرے طریق پر بدن پر ڈال لی اس میں کُل قیمت کا تاوان نہیں۔

مسئلہ ۴۵: مرتہن خود انگوٹھی پہنے ہوئے تھا اس کے پاس انگوٹھی رہن رکھی گئی اپنی انگوٹھی پر رہن والی انگوٹھی کو بھی پہن لیا یا ایک شخص کے پاس دو انگوٹھیاں رہن رکھی گئیں اُس نے دونوں ایک ساتھ پہن لیں، یہاں یہ دیکھا جائے گا کہ یہ شخص اگر اُن لوگوں میں ہے جو بقصد زینت دو انگوٹھیاں پہنتے ہیں (اگرچہ یہ شرعاً ناجائز ہے) تو پورا تاوان واجب اور اگر دونوں انگوٹھیاں پہننے والوں میں نہیں تو اس کو پہننا نہیں کہا جائے گا بلکہ یہ حفاظت کرنا کہا جائے گا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۴۶: دو تلواریں رہن رکھیں مرتہن نے دونوں کو ایک ساتھ باندھ لیا ضامن ہے کہ بہادر دو تلواریں ایک ساتھ لگایا کرتے ہیں اور تین تلواریں رہن رکھیں اور تینوں کو لگا لیا تو ضامن نہیں کہ تلوار کے استعمال کا یہ طریقہ نہیں۔[5] (ہدایہ) پہلی صورت میں اُس وقت ضامن ہے کہ خود مرتہن بھی دو تلواریں ایک ساتھ لگانے والوں میں ہو۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴۷: مرتہن نے چیز استعمال کی اور ہلاک ہوگئی اور اُس پر پوری قیمت کا تاوان لازم آیا اگر یہ قیمت اتنی ہی ہے جتنا اس کا دَین تھا اور قاضی نے اسی جنس کی قیمت کا فیصلہ کیا جس جنس کا دَین ہے۔ مثلاً سو روپے دَین ہے اور قیمت بھی سو روپے قرار دی تو فیصلہ کرنے ہی سے ادلا بدلا ہوگیا یعنی نہ لینا نہ دینا اور اگر دَین کی مقدار زیادہ ہے تو مرتہن راہن سے بقیہ دَین کا مطالبہ کرے گا اور اگر قیمت دَین سے زیادہ ہے تو راہن مرتہن سے یہ زیادتی وصول کرے گا اور اگر دَین ایک جنس کا ہے اور قاضی نے

---

1 ...... ہاتھ کی چھوٹی انگلی۔

2 ......"الهداية"، كتاب الرهن، كيفية انعقاد الرهن، ج٢،ص ٤١٦.

3 ......"غنية ذوى الأحكام"هامش على "دررالحكام"، كتاب الرهن، الجزء الثانى، ص٢٥٠.

4 ......"الهداية"، كتاب الرهن، كيفية انعقاد الرهن، ج ٢،ص ٤١٦.

5 ...... المرجع السابق.

6 ......"ردالمحتار"، كتاب الرهن، ج١٠، ص ٩٢.

قیمت دوسری جنس سے لگائی مثلاً دَین روپیہ ہے اور مرہون کی قیمت اشرفیوں[1] سے لگائی یا اس کا عکس تو یہ قیمت مرتہن کے پاس بجائے اُس ہلاک شدہ چیز کے رہن ہے یعنی راہن جب دَین ادا کرے گا تب اس قیمت کے وصول کرنے کا مستحق ہوگا۔ اسی طرح اگر دَین میعادی ہو اور ابھی میعاد باقی ہے تو اگرچہ قیمت اسی جنس سے لگائی ہو مرتہن کے پاس یہ قیمت رہن ہوگی جب میعاد پوری ہوجائے گی اُس قیمت کو دَین میں وصول کرے گا۔[2] (درمختار)

شے مرہون کے مصارف کا بیان

مسئلہ ۱: مرہون کی[3] حفاظت میں جو کچھ صرف ہوگا وہ سب مرتہن کے ذمہ ہے کہ حفاظت خود اُسی کے ذمہ ہے لہٰذا جس مکان میں مرہون کو رکھے اُس کا کرایہ اور حفاظت کرنے والے کی تنخواہ مرتہن اپنے پاس سے خرچ کرے اور اگر جانور کو رہن رکھا ہے تو اس کے چرانے کی اُجرت اور مرہون کا نفقہ مثلاً اُس کا کھانا پینا اور لونڈی غلام کو رہن رکھا ہے تو ان کا لباس بھی اور باغ رہن رکھا ہے تو درختوں کو پانی دینے پھل توڑنے اور دوسرے کاموں کی اُجرت راہن کے ذمہ ہے اسی طرح زمین کا عشر یا خراج بھی راہن ہی کے ذمہ ہے خلاصہ یہ کہ مرہون کی بقا، یا اُس کے مصالح میں[4] جو خرچہ ہو وہ راہن کے ذمہ ہے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۲: جو مصارف مرتہن کے ذمہ ہیں اگر یہ شرط کرلی جائے کہ یہ بھی راہن ہی کے ذمہ ہوں گے تو باوجود شرط بھی راہن کے ذمہ نہیں ہوں گے بلکہ مرتہن ہی کو دینے ہوں گے بخلاف ودیعت کہ اس میں اگر مودَع نے یہ شرط کرلی ہے کہ حفاظت کے مصارف مودِع کے ذمہ ہوں گے تو شرط صحیح ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳: مرہون کو مرتہن کے پاس واپس لانے میں جو صرفہ ہو مثلاً وہ بھاگ گیا اُس کو پکڑ لانے میں کچھ خرچ کرنا ہوگا یا مرہون کے کسی عضو میں زخم ہوگیا یا اُس کی آنکھ سپید پڑ گئی یا کسی قسم کی بیماری ہے ان کے علاج میں جو کچھ صرفہ[7] ہو وہ مضمون و امانت پر تقسیم کیا جائے یعنی اگر مرہون کی قیمت دَین سے زائد ہو تو اس صورت میں بتایا جاچکا ہے کہ بقدرِ دَین[8] مرتہن کے ضمان میں ہے اور جو کچھ دَین سے زائد ہے وہ امانت ہے لہٰذا یہ صرفہ دونوں پر تقسیم ہو جو حصّہ مرتہن کے ضمان کے

---

1 ......سونے کے سکوں۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۹۳.

3 ......جو چیز رہن رکھی گئی ہے اُس کی۔ 4 ......یعنی اس کی درستگی میں۔

5 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، ج۲، ص۴۱۶.

6 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الرھن، ج۱۰، ص۹۴.

7 ......خرچہ۔ 8 ......یعنی قرض کے برابر۔

مقابل میں آئے وہ مرتہن کے ذمہ ہے اور جو امانت کے مقابل ہو وہ راہن کے ذمہ اور اگر مرہون کی قیمت دَین سے زائد نہ ہو تو یہ سارے مصارف مرتہن کے ذمہ ہوں گے۔[1] (درمختار)

مسئلہ۴: جو مصارف ایک کے ذمہ واجب تھے اُنہیں دوسرے نے اپنے پاس سے کر دیا اس کی دو صورتیں ہیں۔ اگر اس نے خود ایسا کیا ہے جب تو متبرّع ہے وصول نہیں کر سکتا۔ اور اگر قاضی کے حکم سے ایسا کیا ہے اور قاضی نے کہہ دیا ہے کہ جو کچھ خرچ کرو گے دوسرے کے ذمہ دَین ہوگا اس صورت میں وصول کر سکتا ہے۔ اور اگر قاضی نے خرچ کرنے کا حکم دے دیا مگر یہ نہیں کہا کہ دوسرے کے ذمہ دَین ہوگا تو اس صورت میں بھی وصول نہیں کر سکتا۔[2] (درمختار)

مسئلہ۵: مرہون پر خرچ کرنے کی ضرورت ہے اور وہاں قاضی نہیں ہے کہ اس سے اجازت حاصل کرتا یہاں محض مرتہن کا یہ کہہ دینا کافی نہیں ہے کہ ضرورت کی وجہ سے خرچ کیا ہے بلکہ گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا کہ ضرورت تھی اور اس لئے خرچ کیا تھا کہ وصول کر لے گا۔[3] (ردالمحتار)

کس چیز کو رہن رکھ سکتے ہیں

مسئلہ۱: مشاع کو مطلقاً رہن رکھنا ناجائز ہے۔ وہ چیز رہن رکھتے وقت ہی مشاع تھی یا بعد رہن شیوع آیا، وہ چیز قابل قسمت ہو یا ناقابل تقسیم ہو، اجنبی کے پاس رہن رکھے یا شریک کے پاس، سب صورتیں ناجائز ہیں۔ پہلے کی مثال یہ ہے کہ کسی نے اپنا نصف مکان رہن رکھ دیا اُس نصف کو ممتاز نہیں کیا[4]، بعد میں شیوع پیدا ہو اس کی مثال یہ ہے کہ پوری چیز رہن رکھی پھر دونوں نے نصف میں رہن فسخ کر دیا۔ مثلاً راہن نے کسی کو حکم کر دیا کہ وہ مرہون کو جس طرح چاہے بیع کر دے اُس نے نصف کو بیع کر دیا باقی صورتوں کی مثالیں ظاہر ہیں۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ۲: مشاع کو رہن رکھنا فاسد ہے یا باطل۔ صحیح یہ ہے کہ باطل نہیں بلکہ فاسد ہے لہٰذا مرہون پر مرتہن کا اگر قبضہ ہو گیا تو یہ قبضہ قبضۂ ضمان ہے کہ مرہون اگر ہلاک ہو جائے تو وہی حکم ہے جو رہن صحیح کا تھا۔[6] (درمختار)

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الرهن، ج۱۰، ص۹٤.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... "ردالمحتار"، کتاب الرهن، ج۱۰، ص۹٤.

4 ...... یعنی یہ وضاحت نہیں کی کہ کس نصف حصہ کو گروی رکھتا ہوں۔

5 ...... "الهداية"، کتاب الرهن، باب مایجوز ارتهانه... إلخ، ج۲، ص٤١٧.

6 ...... "الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز ارتهانه ومالا یجوز، ج۱۰، ص۹۷، ۹۸.

فائدہ: رہن فاسد و باطل میں فرق یہ ہے کہ باطل وہ ہے جس میں رہن کی حقیقت ہی نہ پائی جائے کہ جس چیز کو رہن رکھا وہ مال ہی نہ ہو یا جس کے مقابل میں رکھا وہ مال مضمون نہ ہو اور فاسد وہ ہے کہ رہن کی حقیقت پائی جائے مگر جواز کی شرطوں میں سے کوئی شرط مفقود ہو[1] جس طرح بیع میں فاسد و باطل کا فرق ہے یہاں بھی ہے۔[2] (شرنبلالی)

مسئلہ ۳: ایسی چیز رہن رکھی جو دوسری چیز کے ساتھ متصل ہے یعنی اس کی تابع ہے یہ رہن بھی ناجائز ہے جیسے درخت پر پھل ہیں اور صرف پھلوں کو رہن رکھا یا صرف زراعت یا صرف درخت کو رہن رکھا زمین کو نہیں یا ان کا عکس یعنی درخت کو رہن رکھا پھل کو نہیں یا زمین کو رہن رکھا زراعت اور درخت کو نہیں رکھا۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۴: درخت کو صرف اُتنی زمین کے ساتھ رہن رکھا جتنی زمین میں درخت ہے۔ باقی آس پاس کی زمین نہیں رکھی یہ جائز ہے اور اس صورت میں درخت کے پھل بھی تبعاً رہن میں داخل ہو جائیں گے اسی طرح زمین رہن رکھی یا گاؤں کو رہن رکھا تو جو کچھ درخت ہیں یہ بھی تبعاً رہن ہو جائیں گے۔[4] (ہدایہ) اس میں اور پہلی صورتوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی صورتوں میں متصل چیز کے رہن کرنے کی نفی کر دی لہٰذا صحیح نہیں اور یہاں توابع کے متعلق سکوت ہے لہٰذا یہ تبعاً داخل ہیں۔

مسئلہ ۵: جو چیز کسی برتن یا مکان میں ہے فقط چیز کو رہن رکھا برتن یا مکان کو رہن نہیں رکھا یہ جائز ہے کہ اس صورت میں اتصال نہیں ہے۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۶: کاٹھی[6] اور لگام رہن رکھی اور گھوڑا کسا کسایا[7] مرتہن کو دے دیا یہ رہن ناجائز ہے بلکہ اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ ان چیزوں کو گھوڑے سے اُتار کر مرتہن کو دے اور گھوڑا رہن رکھا اور کاٹھی لگام سمیت مرتہن کو دے دیا یہ جائز ہے یہ ساز[8] بھی تبعاً رہن میں داخل ہو جائیں گے۔[9] (ہدایہ)

---

1 ......یعنی کوئی شرط نہ پائی جاتی ہو۔

2 ......"غنیة ذوی الأحکام" حامش علی "دررالحکام"، کتاب الرھن، باب مایصح رھنه... إلخ، الجزء الثانی، ص ۲۵۱.

3 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانه... إلخ، ج ۲، ص ۴۱۷، ۴۱۸.

4 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانه... إلخ، ج ۲، ص ۴۱۸.

5 ......المرجع السابق.

6 ......زین۔　7 ......یعنی کاٹھی باندھ کر اور لگام لگا کر گھوڑا تیار کیا ہوا تھا۔

8 ......یعنی سامان، اسباب۔

9 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، باب مایجوز ارتھانه... إلخ، ج ۲، ص ۴۱۸.

مسئلہ ۷: آزاد کو رہن نہیں رکھ سکتے کہ یہ مال نہیں اور شراب کو رہن رکھنا بھی جائز نہیں کہ اس کی بیع نہیں ہوسکتی۔ جائداد موقوفہ[1] کو بھی رہن نہیں رکھا جاسکتا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۸: تیس۳۰ روپے قرض لیے اور دو بکریاں رہن رکھیں ایک کو دس۱۰ کے مقابل دوسری کو بیس۲۰ کے مقابل مگر یہ نہیں بیان کیا کہ کون سی دس۱۰ کے مقابل ہے اور کون سی بیس۲۰ کے مقابل یہ ناجائز ہے۔ کیونکہ اگر ایک ہلاک ہوگئی تو یہ جھگڑا ہوگا کہ یہ کس کے مقابل تھی تاکہ اس کے مقابل کا دَین ساقط ہونا قرار پائے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۹: مکان کو رہن رکھا اور راہن و مرتہن دونوں اُس مکان کے اندر ہیں راہن نے کہا میں نے یہ مکان تمہارے قبضہ میں دیا۔ اور مرتہن نے کہا کہ میں نے قبول کیا رہن تمام نہ ہوا جب تک راہن مکان سے باہر ہو کر مرتہن کو قبضہ نہ دے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۰: امانتوں کے مقابل میں کوئی چیز رہن نہیں رکھی جاسکتی مثلاً وکیل یا مضارب کو جو مال دیا جاتا ہے وہ امانت ہے یا مودَع کے پاس ودیعت امانت ہے ان لوگوں سے مال والا کوئی چیز رہن کے طور پر لے یہ نہیں ہوسکتا اگر لے گا تو یہ رہن نہیں، نہ اس پر رہن کے احکام جاری ہوں گے لہٰذا اگر کسی نے کتابیں وقف کی ہیں اور یہ شرط کردی ہے کہ جو شخص کتب خانہ سے کوئی کتاب لے جائے تو اُس کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ جائے یہ شرط باطل ہے کہ مستعیر کے پاس عاریت امانت ہے اس کے تلف ہونے پر ضمان نہیں پھر اس کے مقابل میں رہن رکھنا کیونکر صحیح ہوگا۔[5] (درمختار، ردالمحتار) وقفی کتابوں کا خاص کر اس لیے ذکر کیا گیا کہ یہاں واقف کی شرط کا بھی اعتبار نہیں ورنہ حکم یہ ہے کہ کوئی چیز عاریت دی جائے اُس کے مقابل میں رہن نہیں ہوسکتا۔

مسئلہ ۱۱: شرکت کی چیز شریک کے پاس ہے دوسرا شریک اُس سے کوئی چیز رہن رکھوائے صحیح نہیں کہ یہ بھی امانت ہے مبیع بائع کے پاس ہے ابھی اُس نے مشتری کو دی نہیں مشتری اس سے رہن نہیں رکھوا سکتا کہ مبیع اگرچہ امانت نہیں مگر بائع کے پاس اگر ہلاک ہوجائے تو ثمن کے مقابل میں ہلاک ہوگی یعنی بائع مشتری سے ثمن نہیں لے سکتا یا لے چکا ہے تو واپس کرے لہٰذا رہن کا حکم یہاں بھی جاری نہ ہوا۔[6] (ہدایہ)

---

1 ......وقف شدہ جائداد۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، باب مایجوزارتھانہ...إلخ، ج۱۰، ص۱۰۱، ۱۰۳.

3 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الرھن، الفصل الرابع فیما یجوز رھنہ وما لا یجوز، ج۵، ص۴۳۶.

4 ......المرجع السابق، ص ۴۳۷.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الرھن، باب مایجوزارتھانہ...إلخ، ج۱۰، ص۱۰۲.

6 ......"الھدایۃ"، کتاب الرھن، باب مایجوزارتھانہ..إلخ، ج۲، ص۴۱۸.

مسئلہ ۱۲: درک کے مقابل میں رہن نہیں ہوسکتا یعنی ایک چیز خریدی ثمن ادا کر دیا اور مبیع پر قبضہ کرلیا مگر مشتری کو ڈر ہے کہ یہ چیز اگر کسی دوسرے کی ہوئی اور اس نے مجھ سے لے لی تو بائع سے ثمن کی واپسی کیونکر ہوگی اس اطمینان کی خاطر بائع کی کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھنا چاہتا ہے یہ رہن صحیح نہیں مشتری کے پاس اگر یہ چیز ہلاک ہوگئی تو ضمان نہیں کہ یہ رہن نہیں ہے بلکہ امانت ہے اور مشتری کو اُس کا روکنا جائز نہیں یعنی بائع اگر مشتری سے چیز مانگے تو منع نہیں کرسکتا دینا ہوگا۔[1] (درر، غرر) اور چونکہ یہ چیز مشتری کے پاس امانت ہے اور اس کو روکنے کا حق نہیں ہے لہٰذا بائع کی طلب کے بعد اگر نہ دے گا اور ہلاک ہوگئی تو اب تاوان دینا ہوگا۔ اب وہ غاصب ہے۔

مسئلہ ۱۳: کسی چیز کا نرخ چُکا کر بائع کے یہاں سے لے گیا اور ابھی خریدی نہیں ہاں خریدنے کا ارادہ ہے اور بائع نے اس سے کوئی چیز رہن رکھوالی یہ جائز ہے اس بارے میں یہ چیز مبیع کے حکم میں نہیں ہے۔[2] (زیلعی)

مسئلہ ۱۴: دَین موعود کے مقابل میں رہن رکھنا جائز ہے جس کا ذکر پہلے ہو چکا کہ مثلاً کسی سے قرض مانگا اور اُس نے دینے کا وعدہ کرلیا ہے مگر ابھی دیا نہیں قرض لینے والا اس کے پاس کوئی چیز رہن رکھ آیا یہ رہن صحیح ہے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۵: جس صورت میں قصاص واجب ہے وہاں رہن صحیح نہیں اور خطا کے طور پر جنایت ہوئی کہ اس میں دیت واجب ہوگی یہاں رہن صحیح ہے کہ مرہون سے اپنا حق وصول کرسکتا ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۶: خریدار پر شفعہ ہوا اور شفیع[5] کے حق میں فیصلہ ہوا کہ تسلیمِ مبیع[6] مشتری[7] پر واجب ہوگئی شفیع یہ چاہے کہ مشتری کی کوئی چیز رہن رکھ لوں یہ نہیں ہوسکتا جس طرح بائع سے مشتری مبیع کے مقابل میں رہن نہیں لے سکتا مشتری سے شفیع بھی نہیں لے سکتا۔[8] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: جن صورتوں میں اجارہ باطل ہے ایسے اجارہ میں اُجرت کے مقابل کوئی چیز رہن نہیں ہوسکتی کہ شرعاً یہاں اُجرت واجب ہی نہیں کہ رہن صحیح ہو مثلاً نوحہ کرنے والی کی اُجرت یا گانے والے کی اُجرت نہیں دی ہے اس کے مقابل

---

1 ......"درر الحكام" و "غرر الأحكام"، كتاب الرهن، باب مايصح رهنه والرهن به أولا، الجزالثاني، ص٢٥٢.

2 ......"تبيين الحقائق"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه...إلخ، ج٧، ص١٥٤.

3 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوزارتهانه...إلخ، ج٢، ص٤١٩.

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوزارتهانه ومالايجوز، ج١٠، ص١٠٣.

5 ......شفعہ کرنے والا۔ 6 ......بیچی گئی چیز سپرد کرنا۔ 7 ......خریدار۔

8 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوزارتهانه ومالايجوز، ج١٠، ص١٠٣.

میں رہن نہیں ہوسکتا۔[1] (درمختار) جن صورتوں میں رہن صحیح نہ ہوا ُن میں مرہون امانت ہوتا ہے کہ ہلاک ہونے سے ضمان نہیں اور راہن کے طلب کرنے پر مرہون کو دے دینا ہوگا۔ اگر روکے گا تو غاصب قرار پائے گا اور تاوان واجب ہوگا۔

مسئلہ ۱۸: غاصب سے مغصوب کے مقابل میں کوئی چیز رہن لی جاسکتی ہے یہ رہن صحیح ہے اسی طرح بدل خلع اور بدل صلح کے مقابل میں رہن ہوسکتا ہے مثلاً عورت نے ہزار روپے پر خلع کرایا اور روپیہ اس وقت نہیں دیا روپے کے مقابل میں شوہر کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی یہ رہن صحیح ہے یا قصاص واجب تھا مگر کسی رقم پر صلح ہوگئی اس کے مقابل میں رہن رکھنا صحیح ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۱۹: مکان یا کوئی چیز کرایہ پر لی تھی اور کرایہ کے مقابل میں مالک کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی یہ رہن جائز ہے پھر اگر مدت اجارہ پوری ہونے کے بعد وہ چیز ہلاک ہوئی تو گویا مالک نے کرایہ وصول پا لیا اب مطالبہ نہیں کرسکتا اور اگر مستاجر[3] کے منفعت حاصل کرنے سے پہلے چیز ہلاک ہوگئی تو رہن باطل ہے مرتہن پر واجب ہے کہ مرہون[4] کی قیمت راہن کو دے۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۰: درزی کو سینے کے لیے کپڑا دیا اور سینے کے مقابل میں اُس سے کوئی چیز اپنے پاس رہن رکھوائی یہ جائز اور اگر اس کے مقابل میں رہن ہے کہ تم کو خود سینا ہوگا یہ رہن ناجائز ہے۔ یوہیں کوئی چیز عاریت دی اور اس چیز کی واپسی میں باربرداری صَرف[6] ہوگی لہٰذا مُعیر نے مستعیر سے کوئی چیز واپسی کے مقابل میں رہن رکھوائی یہ جائز ہے اور اگر یوں رہن رکھوائی کہ تم کو خود پہنچانی ہوگی تو ناجائز ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۱: بیع سلم کے راس المال کے مقابل میں رہن صحیح ہے اور مسلم فیہ کے مقابل میں بھی صحیح ہے۔ اسی طرح بیع صرف کے ثمن کے مقابل میں رہن صحیح ہے۔ پہلے کی صورت یہ ہے کہ کسی شخص سے مثلاً سَو روپے میں سلم کیا اور ان روپوں کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی۔ دوسرے کی یہ صورت ہے کہ دس من گیہوں[8] میں سلم کیا اور روپے دے دیے اور مسلم الیہ سے

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز ارتهانه ومالایجوز، ج۱۰، ص۱۰۳.

2 ......المرجع السابق، ص۱۰٤.

3 ......کرایہ دار۔ 4 ......گروی رکھی ہوئی چیز۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الرهن، الباب الاول فی تفسیره ورکنه...إلخ، الفصل الثالث، ج٥، ص٤٣٥.

6 ......خرچ۔

7 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الرهن، الباب الاول فی تفسیره ورکنه...إلخ، الفصل الثالث ج٥، ص٤٣٥.

8 ......گندم۔

کوئی چیز رہن لے لی۔ تیسرے کی یہ صورت ہے کہ روپے سے سونا خریدا اور روپے کی جگہ پر کوئی چیز سونے والے کو دے دی۔ پہلی اور تیسری صورت میں اگر مرہون اسی مجلس میں ہلاک ہو جائے تو عقد سلم وصَرف تمام ہو گئے[1] اور مرتہن نے اپنا مال وصول پالیا یعنی بیع سلم میں راس المال مسلم الیہ کو مل گیا اور بیع صَرف میں زرِثمن وصول ہو گیا[2] مگر یہ اس وقت ہے کہ مرہون کی قیمت راس المال اور ثمنِ صَرف سے[3] کم نہ ہو اور اگر قیمت کم ہے تو بقدر قیمت صحیح ہے مابقی کو[4] اگر اسی مجلس میں نہ دیا تو اُس کے مقابل میں صحیح نہ رہا اور اگر مرہون اُس مجلس میں ہلاک نہ ہوا اور عاقدین[5] جدا ہو گئے اور راس المال وثمنِ صَرف اُس مجلس میں نہ دیا تو عقدِ سلم وصَرف باطل ہو گئے کہ ان دونوں عقدوں میں اسی مجلس میں دینا ضروری تھا جو پایا نہ گیا۔ اور اس صورت میں چونکہ عقد باطل ہو گئے لہٰذا مرتہن راہن کو مرہون واپس دے۔ اور فرض کرو مرتہن نے ابھی واپس نہیں دیا تھا اور مرہون ہلاک ہو گیا تو راس المال وثمن صَرف کے مقابل میں ہلاک ہونا مانا جائے گا یعنی وصول پانا قرار دیا جائے گا مگر وہ دونوں عقد اب بھی باطل ہی رہیں گے اب جائز نہیں ہوں گے۔ دوسری صورت یعنی مسلم فیہ کے مقابل میں رب السلم نے اپنے پاس کوئی چیز رہن رکھی اس میں عقد سلم مطلقاً صحیح ہے مرہون اسی مجلس میں ہلاک ہو یا نہ ہو دونوں کے جدا ہونے کے بعد ہو یا نہ ہو کہ راس المال پر قبضہ جو مجلس عقد میں ضروری تھا وہ ہو چکا اور مسلم فیہ کے قبضہ کی ضرورت تھی ہی نہیں لہٰذا اس صورت میں اگر مرہون ہلاک ہو جائے مجلس میں یا بعد مجلس بہرصورت عقد سلم تمام ہے۔ اور رب السلم کو گویا مسلم فیہ وصول ہو گیا یعنی مرہون کے ہلاک ہونے کے بعد اب مسلم فیہ کا مطالبہ نہیں کر سکتا ہاں اگر مرہون کی قیمت کم ہو تو بقدر قیمت وصول سمجھا جائے باقی باقی ہے۔[6] (ہدایہ، درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۲: رب السلم نے مسلم فیہ کے مقابل میں اپنے پاس چیز رہن رکھ لی تھی اور دونوں نے عقدِ سلم کو فسخ کر دیا تو جب تک راس المال وصول نہ ہو جائے یہ چیز راس المال کے مقابل ہے یعنی مسلم الیہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ سلم فسخ ہو گیا لہٰذا مرہون واپس دو۔ ہاں جب مسلم الیہ راس المال واپس کر دے تو مرہون کو واپس لے سکتا ہے اور فرض کرو کہ راس المال واپس نہیں دیا اور رب السلم کے پاس وہ چیز ہلاک ہو گئی تو مسلم فیہ کے مقابل میں اس کا ہلاک ہونا سمجھا جائے گا یعنی رب المال مسلم فیہ کی مثل

---

1 ......یعنی بیع سلم اور سونے چاندی کی بیع کا عقد مکمل ہو گیا۔

2 ......یعنی طے شدہ قیمت وصول ہو گئی۔

3 ......یعنی سونے چاندی کی بیع میں مقررہ رقم سے۔

4 ......باقی ماندہ۔

5 ......یعنی راہن اور مرتہن۔

6 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوزارتهانه... إلخ، ج ٢، ص ٤١٩.

و"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه ومالايجوز، ج ١٠، ص ١٠٥، ١٠٦.

مسلم الیہ کو دے اور اپنا راس المال واپس لے یہ نہیں کہ اس کو راس المال کے قائم مقام فرض کر کے راس المال کی وصولی قرار دیں۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۳: سونا چاندی روپیہ اشرفی اور مکیل وموزون کو رہن رکھنا جائز ہے پھر ان کو رہن رکھنے کی دو صورتیں ہیں۔ دوسری جنس کے مقابل میں رہن رکھا یا خود اپنی ہی جنس کے مقابل میں رکھا۔ پہلی صورت میں یعنی غیر جنس کے مقابل میں اگر ہو مثلاً کپڑے کے مقابل روپیہ، اشرفی[2] یا جو گیہوں کو رہن رکھا اور یہ مرہون[3] ہلاک ہوجائے تو اس کی قیمت کا اعتبار ہوگا اور اس صورت میں کھرے کھوٹے کا لحاظ ہوگا یعنی اگر اس کی قیمت دَین کی برابر یا زائد ہے تو دَین وصول سمجھا جائے گا اور اگر کچھ کمی ہے تو جو کمی ہے اتنی راہن سے لے سکتا ہے۔ اور اگر دوسری صورت ہے یعنی اپنی ہم جنس کے مقابل میں رہن ہے مثلاً چاندی کو روپیہ کے مقابل میں یا سونے کو اشرفی کے مقابل میں یا گیہوں کو گیہوں کے مقابل رہن رکھا اور مرہون ہلاک ہوگیا تو وزن و کَیل (ناپ) کا اعتبار ہوگا۔ اور اس صورت میں کھرے کھوٹے کا اعتبار نہیں ہوگا مثلاً سو۱۰۰ روپے قرض لئے اور چاندی رہن رکھی اور یہ ضائع ہوگئی اور یہ چاندی سو روپے بھر یا زائد تھی تو دَین وصول سمجھا جائے یہ نہیں کہا جاسکتا کہ سو۱۰۰ روپے بھر چاندی کی مالیت سو۱۰۰ روپے سے کم ہے اور سو۱۰۰ روپے بھر سے کچھ کمی ہے تو اتنی کمی وصول کرسکتا ہے۔[4] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲۴: سونے چاندی کی کوئی چیز مثلاً برتن یا زیور کو اپنی ہم جنس کے مقابل میں رہن رکھا اور چیز ٹوٹ گئی اگر اس کی قیمت وزن کی بہ نسبت کم ہے تو خلاف جنس سے اس کی قیمت لگا کر اُس قیمت کو رہن قرار دیا جائے اور ٹوٹی ہوئی چیز کا مرتہن مالک ہوگیا اور راہن کو اختیار ہے کہ دَین ادا کر کے وہ چیز لے لے اور اگر اس کی قیمت وزن کی بہ نسبت زیادہ ہے تو دوسری جنس سے قیمت لگائی جائے گی اور مرتہن پوری قیمت کا ضامن ہے اور یہ قیمت اُس کے پاس رہن ہوگی اور مرتہن اس ٹوٹی ہوئی چیز کا مالک ہوجائے گا۔ مگر راہن کو یہ اختیار رہوگا کہ پورا دَین ادا کر کے فک رہن[5] کرالے۔[6] (تبیین)

مسئلہ ۲۵: ایک شخص سے دس درہم قرض لئے اور انگوٹھی رہن رکھ دی جس میں ایک درہم چاندی ہے اور نو درہم کا

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه... إلخ، ج۲، ص ٤١٩ .

2 ......سونے کا سکہ۔ 3 ......گروی رکھی ہوئی چیز۔

4 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه... إلخ، ج۲، ص ٤٢٢ .

و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب مايجوزارتهانه ومالايجوز، ج۱۰، ص۱۰۸ .

5 ......یعنی گروی رکھی ہوئی چیز کو چھڑانا۔

6 ......"تبيين الحقائق"، كتاب الرهن، باب مايجوزارتهانه والارتهان به، ج۷، ص ١٦٢، ١٦٣ .

نگینہ ہے اور مرتہن کے پاس سے انگوٹھی ضائع ہوگئی تو گویا دَین وصول ہوگیا اور اگر نگینہ ٹوٹ گیا تو اس کی وجہ سے انگوٹھی کی قیمت میں جو کچھ کمی ہوئی اتنا دَین ساقط اور اگر انگوٹھی ٹوٹ گئی اور اُس کی قیمت ایک درہم سے زیادہ ہے تو پوری قیمت کا ضمان ہے مگر یہ ضمان دوسری جنس مثلاً سونے سے لیا جائے۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶: پیسے رہن رکھے تھے اور ان کا چلن بند ہوگیا یہ بمنزلہ ہلاک ہے اور اگر پیسوں کا نرخ سستا ہوگیا اس کا اعتبار نہیں۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۷: طشت[3] لوٹا یا کوئی اور برتن رہن رکھا اور وہ ٹوٹ گیا اگر وہ وزن سے بکنے کی چیز نہ ہو تو جو کچھ نقصان ہوا اتنا دَین ساقط اور اگر وہ وزن سے بکے تو راہن کو اختیار ہے کہ دَین ادا کرکے اپنی چیز واپس لے یا اُس کی جو کچھ قیمت ہوا تنے میں مرتہن کے پاس چھوڑ دے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۸: پرائی چیز بیچ دی اور ثمن کے مقابل میں مشتری سے کوئی چیز رہن رکھوا لی مالک نے دونوں باتوں کو جائز کر دیا یہ بیع جائز ہے مگر رہن جائز نہیں۔[5] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۹: کوئی چیز بیع کی اور مشتری سے یہ شرط کر لی کہ فلاں معین چیز ثمن کے مقابل میں رہن رکھے یہ جائز ہے اور اگر بائع نے یہ شرط کی کہ فلاں شخص ثمن کا کفیل ہو جائے اور وہ شخص وہاں حاضر ہے اس نے قبول کر لیا یہ بھی جائز ہے اور اگر بائع نے کفیل کو معین نہیں کیا ہے یا معین کر دیا ہے مگر وہ وہاں موجود نہیں ہے اور اس کے آنے اور قبول کرنے سے پہلے بائع ومشتری جدا ہو گئے تو بیع فاسد ہوگئی اسی طرح اگر رہن کے لیے کوئی چیز معین نہیں کی ہے تو بیع فاسد ہوگئی مگر جبکہ اسی مجلس میں دونوں نے رہن کو معین کر لیا یا اسی مجلس میں مشتری نے ثمن ادا کر دیا تو بیع صحیح ہوگئی مجلس بدل جانے کے بعد معین رہن یا ادائے ثمن سے بیع کا فساد دفع نہیں ہوگا۔[6] (ہدایہ، درمختار)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن،الباب العاشر فی رهن الفضة بالفضة...إلخ، ج٥،ص٤٧٥.

2 ......المرجع السابق،ص٤٧٦.

3 ......تھال، بڑا برتن۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن،الباب العاشر فی رهن الفضة بالفضة...إلخ، ج٥،ص٤٧٦.

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن،الباب الاول فی تفسيره و ركنه...إلخ،الفصل الرابع فيما يجوز رهنه...إلخ، ج٥،ص ٤٣٦.

6 ......"الهداية"، كتاب الرهن،باب ما يجوز إرتهانه... إلخ، ج٢،ص ٤٢٤ .

و"الدرالمختار"، كتاب الرهن،باب ما يجوز إرتهانه وما لا يجوز، ج١٠،ص١٠٩ .

مسئلہ ۳۰: بائع نے معین چیز رہن رکھنے کی شرط کی تھی اور مشتری نے یہ شرط منظور بھی کر لی تھی اس صورت میں مشتری مجبور نہیں ہے کہ اس شرط کو پورا ہی کر دے کہ محض ایجاب وقبول سے عقدِ رہن لازم نہیں ہوتا، مگر مشتری نے اگر وہ چیز رہن نہ رکھی تو بائع کو اختیار ہے کہ بیع کو فسخ کر دے مگر جبکہ مشتری ثمن ادا کر دے یا جو چیز رہن رکھنے کے لئے معین ہوئی تھی اُسی قیمت کی دوسری چیز رہن رکھ دے تو اب بیع کو فسخ نہیں کرسکتا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳۱: کوئی چیز خریدی اور مشتری نے بائع کو کوئی چیز دے دی کہ اسے رکھے جب تک میں دام[2] نہ دوں تو یہ چیز رہن ہوگئی اور اگر جو چیز خریدی ہے اُسی کے متعلق کہا کہ اسے رکھے رہو جب تک دام نہ دوں تو اس میں دو صورتیں ہیں اگر مشتری نے اُس پر قبضہ کرلیا تھا پھر بائع کو یہ کہہ کر دے دی کہ اسے رکھے رہو تو یہ رہن بھی صحیح ہے اور اگر مشتری نے قبضہ نہیں کیا تھا اور مبیع کے متعلق وہ الفاظ کہے تو رہن صحیح نہیں کہ وہ تو بغیر کہے بھی ثمن کے مقابل میں محبوس[3] ہے بائع بغیر ثمن لئے دینے سے انکار کرسکتا ہے۔[4] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۳۲: مشتری نے چیز خرید کر بائع کے پاس چھوڑ دی کہ اسے رکھے رہو دام دے کر لے جاؤں گا اور مشتری چیز لینے نہیں آیا اور چیز ایسی ہے کہ خراب ہوجائے گی مثلاً گوشت ہے کہ رکھا رہنے سے سڑ جائے گا یا برف ہے جو گھل جائے گی بائع کو ایسی چیز کا دوسرے کے ہاتھ بیع کر دینا جائز ہے اور جسے معلوم ہے کہ یہ چیز دوسرے کی خریدی ہوئی ہے اُس کو خریدنا بھی جائز ہے مگر بائع نے اگر زائد داموں سے بیچا تو جو کچھ پہلے ثمن سے زائد ہے اُسے صدقہ کر دے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۳۳: دائن[6] نے مدیون[7] کی پگڑی لے لی کہ میرا دَین دے دو گے اُس وقت پگڑی دوں گا اگر مدیون بھی راضی ہوگیا اور چھوڑ آیا تو رہن ہے ضائع ہوگی تو رہن کے احکام جاری ہوں گے اور اگر راضی نہیں ہے مثلاً یہ کمزور ہے اُس سے چھین نہیں سکتا تھا تو رہن نہیں بلکہ غصب ہے۔[8] (درمختار)

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز إرتهانه ومالایجوز، ج۱۰، ص۱۰۹.

2 ......رقم، روپیہ۔ 3 ......مقید۔

4 ......"الهداية"، کتاب الرهن، باب مایجوز إرتهانه... إلخ، ج۲، ص ٤٢٤ .

و"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز إرتهانه ومالایجوز، ج۱۰، ص ۱۰۹ .

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز إرتهانه ومالایجوز، ج۱۰، ص ۱۰۹، ۱۱۰.

6 ......قرض خواہ۔ 7 ......مقروض۔

8 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز ارتهانه ومالایجوز، ج۱۰، ص ۱۱٤.

باپ یا وصی کا نابالغ کی چیز کو رہن رکھنا

مسئلہ ۱: باپ کے ذمہ دَین ہے وہ اپنے نابالغ لڑکے کی چیز دائن کے پاس رہن رکھ سکتا ہے اسی طرح وصی بھی نابالغ کی چیز کو اپنے دَین کے مقابل میں رہن رکھ سکتا ہے پھر اگر یہ چیز مرتہن[1] کے پاس ہلاک ہوگئی تو یہ دونوں بقدر دَین نابالغ کو تاوان دیں اور مقدارِ دَین سے مرہون[2] کی قیمت زائد ہوتو زیادتی کا تاوان نہیں کہ یہ امانت تھی جو ہلاک ہوگئی۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲: باپ یا وصی نے نابالغ کی چیز اپنے دائن کے پاس رکھی تھی پھر اُس دائن کو انھوں نے چیز بیچ ڈالنے کے لیے کہہ دیا اُس نے بیچ کر اپنا دَین وصول کرلیا یہ بھی جائز ہے مگر بقدرِ ثمن نابالغ کو دینا ہوگا اسی طرح اگر ان دونوں نے نابالغ کی چیز اپنے دَین کے بدلے میں خود بیع کردی یہ بھی جائز ہے اور اس ثمن اور دَین میں مقاصہ (ادلا بدلا) ہوجائے گا پھر نابالغ کو اپنے پاس سے بقدر ثمن ادا کریں۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۳: خود نابالغ لڑکے کا باپ کے ذمہ دَین ہے اس کے مقابل میں باپ نے اُس کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی یہ بھی جائز ہے اور اس صورت میں اُس چیز پر اس کا قبضہ نابالغ کی طرف سے ہوگا اور اس کا عکس بھی جائز ہے یعنی باپ کا بیٹے پر دَین تھا اور اس کی چیز اپنے پاس رہن رکھ لی یہ دونوں صورتیں وصی کے حق میں ناجائز ہیں کہ نہ اپنی چیز اُس کے پاس رہن رکھ سکتا ہے نہ اس کی اپنے پاس۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۴: ایک شخص کے دو نابالغ لڑکے ہیں اور ایک کا دوسرے پر دَین ہے ان کا باپ مدیون کی چیز دائن کے پاس رہن رکھ سکتا ہے اور دونابالغوں کا وصی یہ نہیں کرسکتا کہ ایک کی چیز کو دوسرے کی طرف سے رہن رکھ لے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۵: باپ اور نابالغ لڑکے دونوں پر دَین ہے اور باپ نے نابالغ کی چیز دونوں کے مقابل میں رہن رکھ دی یہ جائز ہے اور اس صورت میں اگر مرہون چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو باپ کے دَین کے مقابل میں مرہون کا جتنا حصہ تھا اتنے کا لڑکے کو تاوان دے وصی اور دادا کا بھی یہی حکم ہے۔[7] (ہدایہ)

---

1 ......جس کے پاس چیز گروی رکھی گئی۔

2 ......گروی رکھی ہوئی چیز۔

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف فى الرهن والجناية عليه...إلخ، ج١٠، ص ١٣١.

4 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه...إلخ، ج٢، ص ٤٢١.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ٦: باپ پر دَین ہے وہ بالغ لڑکے کی چیز اُس دَین کے مقابل میں رہن نہیں رکھ سکتا کہ بالغ پر اس کی ولایت نہیں اسی طرح نابالغ کے دَین میں بالغ کی چیز گروی نہیں رکھ سکتا، اوراگر بالغ ونابالغ دونوں کی مشترک چیز ہے اس کو بھی رہن نہیں رکھ سکتا۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ٧: باپ پر دَین ہے اس نے بالغ ونابالغ لڑکوں کی مشترک چیز کو رہن رکھ دیا یہ ناجائز ہے جب تک بالغ سے اجازت حاصل نہ کرلے اور مرہون[2] ہلاک ہوجائے تو بالغ کے حصہ کا ضامن ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ٨: باپ نے نابالغ لڑکے کی چیز رہن رکھ دی تھی پھر باپ مرگیا اور وہ بالغ ہوکر یہ چاہتا ہے کہ میں اپنی چیز مرتہن سے لے لوں تو جب تک دَین ادا نہ کردے چیز نہیں لے سکتا پھر اگر خود باپ پر دَین تھا جس کے مقابل میں[4] گروی رکھی تھی اور لڑکے نے اپنے مال سے دَین ادا کرکے چیز لے لی تو بقدرِ دَین[5] باپ کے ترکہ سے وصول کرسکتا ہے۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ٩: ماں کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اپنے نابالغ لڑکے کی چیز رہن رکھ دے ہاں اگر وہ وصیہ ہے یا جو شخص نابالغ کے مال کا ولی ہے اس کی طرف سے اجازت حاصل ہے تو رکھ سکتی ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ١٠: وصی نے یتیم کے کھانے اور لباس کے لیے اُدھار خریدا اور اس کے مقابل میں یتیم کی چیز رہن رکھ دی یہ جائز ہے اسی طرح اگر یتیم کے مال کو تجارت میں لگایا اور اُس کی چیز دوسرے کے پاس رکھ دی یا دوسرے کی چیز اس کے لیے رہن میں لی یہ بھی جائز ہے۔[8] (ہدایہ)

مسئلہ١١: وصی نے بچہ کے لئے کوئی چیز اُدھار لی تھی اور اس کی چیز رہن رکھ دی تھی پھر مرتہن کے پاس سے بچہ ہی کی ضرورت کے لئے مانگ لایا اور چیز ضائع ہوگئی تو چیز رہن سے نکل گئی اور بچہ ہی کا نقصان ہوا اس صورت میں دَین کا کوئی

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الرھن،الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ...إلخ،الفصل الخامس فی رھن الاب والوصی،ج٥،ص٤٣٨.

2 ......گروی رکھی ہوئی چیز۔

3 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الرھن،الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ...إلخ،الفصل الخامس فی رھن الاب والوصی،ج٥،ص٤٣٨.

4 ......بدلے میں۔ 5 ......یعنی قرض کے برابر۔

6 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الرھن،الباب الاول فی تفسیرہ ورکنہ...إلخ،الفصل الخامس فی رھن الاب والوصی،ج٥،ص٤٣٨.

7 ......المرجع السابق.

8 ......"الھدایۃ"، کتاب الرھن،باب مایجوز ارتھانہ والارتھان... إلخ،ج٢،ص ٤٢١ .

جز اس کے مقابل میں ساقط نہیں ہوگا اور اگر اپنے کام کے لئے وصی مرتہن سے مانگ لایا ہے اور چیز ہلاک ہوگئی تو وصی کے ذمہ تاوان ہے کہ یتیم کی چیز کو اپنے لئے استعمال کرنے کا حق نہ تھا۔ [1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۲: وصی نے یتیم کی چیز رہن رکھ دی پھر مرتہن کے پاس سے غصب کر لایا اور اپنے کام میں استعمال کی اور چیز ہلاک ہوگئی اگر اس چیز کی قیمت بقدر دَین ہے تو اپنے پاس سے دَین ادا کرے اور یتیم کے مال سے وصول نہیں کرسکتا اور اگر دَین سے اس کی قیمت کم ہے تو بقدر قیمت اپنے پاس سے مرتہن کو دے اور مابقی یتیم کے مال سے ادا کرے اور اگر قیمت دَین سے زیادہ ہے تو دَین اپنے پاس سے ادا کرے اور جو کچھ چیز کی قیمت دَین سے زائد ہے یہ زیادتی یتیم کو دے کیونکہ اس نے دونوں کے حق میں تعدی زیادتی کی اور اگر غصب کر کے یتیم کے استعمال میں لایا اور ہلاک ہوئی تو مرتہن کے مقابل میں ضامن ہے یتیم کے مقابل میں نہیں یعنی اگر چیز کی قیمت دَین سے زائد ہے تو اس زیادتی کا تاوان اس کے ذمہ نہیں ہوگا۔ [2] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۳: وصی نے یتیم کی چیز اپنے نابالغ لڑکے کے پاس رہن رکھ دی یہ ناجائز ہے اور بالغ لڑکے یا اپنے باپ کے پاس رکھ دی یہ جائز ہے۔ [3] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: وصی نے ورثہ کے خرچ اور حاجت کے لیے چیز اُدھار لی اور ان کی چیز رہن رکھ دی اگر یہ سب ورثہ بالغ ہیں تو ناجائز ہے اور سب نابالغ ہیں تو جائز ہے اور بعض بالغ بعض نابالغ ہیں تو بالغ کے حق میں ناجائز اور نابالغ کے بارے میں جائز۔ [4] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۵: میت پر دَین ہے وصی نے ترکہ کو ایک دائن کے پاس رہن رکھ دیا یہ ناجائز ہے۔ دوسرے دائن اس رہن کو واپس لے سکتے ہیں اور اگر صرف ایک ہی شخص کا دَین ہے تو اس کے پاس رہن رکھ سکتا ہے اور میت کا دوسرے پر دَین ہے تو وصی مدیون کی چیز اپنے پاس رہن رکھ سکتا ہے۔ [5] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: راہن مرگیا تو اس کا وصی رہن کو بیچ کر دَین ادا کرسکتا ہے۔ اور راہن کا وصی کوئی نہیں ہے تو قاضی کسی کو اس کا وصی مقرر کرے اور اُسے حکم دے گا کہ چیز بیچ کر دَین ادا کرے۔ [6] (عالمگیری)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز ارتهانه والارتهان... إلخ، ج٢، ص ٤٢١، ٤٢٢.

2 ......المرجع السابق، ص ٤٢٢.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الرهن، الباب الاول فى تفسيره وركنه...إلخ، الفصل الخامس فى رهن الاب والوصى، ج٥، ص٤٣٩.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

رہن یا راہن یا مرتہن کئی ہوں اس کا بیان

مسئلہ ۱: ہزار روپے قرض لئے اور دو چیزیں رہن رکھیں تو دونوں چیزیں پورے دَین کے مقابل میں [1] رہن ہیں یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک کے حصہ کا دَین ادا کر کے فک رہن کرالے [2] جب تک پورا دَین ادا نہ کرلے ایک کو بھی نہیں چھوڑا سکتا۔ ہاں اگر رہن رکھتے وقت ہر ایک کے مقابل میں دَین کا حصہ نامزد کر دیا ہو مثلاً یہ کہہ دیا ہو کہ چھ سَو ۶۰۰ کے مقابل میں یہ ہے اور چار سَو ۴۰۰ کے مقابل میں یہ ہے اور ادا کرتے وقت کہہ دیا کہ اس کے مقابل کا دَین ادا کرتا ہوں تو اس کا فک رہن ہوسکتا ہے کہ یہ ایک رہن نہیں بلکہ دو عقد ہیں۔ [3] (زیلعی، درمختار) اور اگر دو چیزیں رہن رکھیں اور یہ کہہ دیا کہ اتنے دَین کے مقابل میں ایک اور اتنے کے مقابل میں دوسری مگر یہ معین نہیں کیا کہ کس کے مقابل میں کون ہے تو رہن صحیح نہیں۔ [4] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲: دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھی اس کی کئی صورتیں ہیں۔ اگر یہ کہہ دیا کہ آدھی اس کے پاس رہن ہے اور آدھی اُس کے پاس یہ ناجائز کہ مشاع کا رہن ناجائز ہے اور اگر اس قسم کی تفصیل نہیں کی ہے اور ایک نے قبول کیا دوسرے نے نامنظور کیا جب بھی صحیح نہیں اور دونوں نے قبول کرلیا تو وہ چیز پوری پوری دونوں کے پاس رہن ہے اس کی ضرورت نہیں کہ دونوں نے اس شخص کو مشترک طور پر دَین دیا ہو دونوں میں شرکت ہو یا نہ ہو بہرحال وہ چیز دونوں کے پاس رہن ہے راہن اپنی چیز اسی وقت لے سکتا ہے کہ دونوں کا پورا پورا دَین ادا کردے اور ایک کا پورا دَین ادا کر دیا تو پوری چیز اُسی کے پاس رہن ہے جس کا دَین باقی ہے۔ [5] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۳: دو شخصوں کے پاس ایک چیز رہن رکھی اور وہ چیز قابلِ تقسیم ہے دونوں تقسیم کر کے آدھی آدھی اپنے قبضہ میں کرلیں اور اس صورت میں اگر پوری چیز ایک ہی کے قبضہ میں دے دی تو جس نے دی وہ ضامن ہے۔ اور اگر

---

1 ...... بدلے میں۔

2 ...... یعنی گروی چیز چھڑالے۔

3 ......"تبيين الحقائق"،كتاب الرهن،باب مايجوز إرتهانه...إلخ ،ج٧،ص١٦٨.

و"الدرالمختار"،كتاب الرهن،باب مايجوز إرتهانه وما لايجوز،ج١٠،ص١١١.

4 ......"ردالمحتار"،كتاب الرهن،باب مايجوزارتهانه وما لايجوز،ج١٠،ص١١١.

5 ......"الهداية"،كتاب الرهن،باب مايجوز إرتهانه...إلخ ،فصل ،ج٢،ص٤٢٥.

و"الدرالمختار"،كتاب الرهن،باب مايجوزارتهانه وما لايجوز،ج١٠ص١١٠.

چیز نا قابلِ تقسیم ہے تو دونوں باریاں مقرر کرلیں اپنی اپنی باری میں ہر ایک پوری چیز اپنے قبضہ میں رکھے اس صورت میں وہ چیز جس کے پاس اُس کی باری میں ہے تو دوسرے کی طرف سے اُس کا حکم یہ ہے کہ جیسے کسی معتبر آدمی کے پاس شے مرہون ہوتی ہے۔ (جس کا بیان آئے گا)۔ [1] (زیلعی)

مسئلہ ۴: دو شخصوں کے پاس چیز رہن رکھی اور وہ ہلاک ہوگئی تو ہر ایک اپنے حصہ کے مطابق ضامن ہے مثلاً ایک شخص کے دس۱۰ روپے تھے دوسرے کے پانچ تھے اور دونوں کے پاس ایک چیز تیس۳۰ روپے کی رہن رکھ دی اُس چیز کے دو حصے ضائع ہوگئے ایک حصہ باقی ہے تو یہ حصہ جو باقی رہ گیا ہے دونوں پر تقسیم ہوگا۔ یعنی دو تہائیاں [2] دس۱۰ والے کی اور ایک تہائی [3] پانچ والے کی یعنی دس۱۰ والے کی دو تہائیاں ساقط ہوگئیں ایک تہائی باقی ہے یعنی تین روپے پانچ آنے [4] چار پائی [5] اور پانچ والے کی دو تہائیاں ساقط ہوئیں ایک تہائی باقی ہے یعنی ایک روپیہ دس آنے آٹھ پائی۔ [6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵: دو شخصوں پر ایک شخص کا دَین ہے دونوں نے ایک چیز دائن کے پاس رہن رکھی یہ رہن صحیح ہے اور پورے دَین کے مقابل میں چیز گروی ہے دونوں نے ایک ساتھ اس سے دَین لیا ہو یا الگ الگ دونوں صورتوں کا ایک حکم ہے۔ پھر اگر ایک نے اپنا دَین ادا کردیا تو چیز کو واپس نہیں لے سکتا جب تک دوسرا بھی اپنے ذمہ کا دَین ادا نہ کردے۔ [7] (ہدایہ)

مسئلہ ۶: مدیون [8] نے دائن [9] کو دو کپڑے دیے اور یہ کہا کہ ان میں سے جس کو چاہو رہن رکھ لو اُس نے دونوں رکھ لئے کوئی بھی رہن نہ ہوا جب تک ایک کو معین نہ کرلے اور وہ ضامن نہیں ہوگا اور ضائع ہونے سے دَین ساقط نہیں ہوگا۔ اسی طرح اگر بیس روپے باقی تھے دائن نے مانگے مدیون نے اس کے پاس سو روپے ڈال دیے کہ تم ان میں سے اپنے بیس لے لو اور ابھی اس نے لئے نہیں کہ یہ سب روپے ضائع ہوگئے تو مدیون کے گئے، دائن کا دَین بحالہ باقی ہے۔ [10] (درمختار، ردالمحتار)

---

1. ……"تبيين الحقائق"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه...إلخ، ج٧ص ١٧٠.
2. ……یعنی تین حصوں میں سے دو حصے۔
3. ……تیسرا حصہ۔
4. ……چھ۶ پیسوں کا ایک آنا ہوتا ہے۔
5. ……یعنی چار۴ پیسے۔
6. ……"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه وما لايجوز، ج١٠، ص١١٠.
7. ……"الهداية"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه...إلخ، ج٢، ص٤٢٥.
8. ……مقروض۔
9. ……قرض خواہ۔
10. ……"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه وما لايجوز، ج١٠، ص١١٥.

متفرقات

مسئلہ ۱: شے مرہون کو کسی نے غصب کرلیا تو اس کا وہی حکم ہے جو ہلاک ہونے، ضائع ہونے کا ہے کہ قیمت اور دَین میں جو کم ہے اُس کا ضامن ہے یعنی اگر دَین اُس کی قیمت کے برابر یا کم ہے تو دَین ساقط ہوگیا اور قیمت کم ہے تو بقدر قیمت ساقط باقی دَین مدیون سے وصول کرے۔ اور اگر خود مرتہن ہی نے غصب کیا یعنی بلا اجازتِ راہن چیز کو استعمال کیا اور ہلاک ہوئی تو پوری قیمت کا ضامن ہے اگرچہ قیمت دَین سے زیادہ ہو۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: مرتہن راہن کی اجازت سے چیز کو استعمال کررہا تھا اس حالت میں کوئی چھین لے گیا تو یہ غصب ہلاک کے حکم میں نہیں یعنی اس صورت میں دَین بالکل ساقط نہیں ہوگا بلکہ اس حالت میں ہلاک ہوجائے جب بھی دَین بدستور باقی رہے گا کہ اب وہ رہن نہ رہا بلکہ عاریت وامانت ہے ہاں استعمال سے فارغ ہونے پر پھر رہن ہوجائے گا اور رہن کے احکام جاری ہوں گے۔[2] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳: راہن نے مرتہن سے کہا کہ چیز دلال کو دےدو اس نے دیدی اور ضائع ہوگئی تو مرتہن اس کا ضامن نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۴: رہن میں کوئی میعاد نہیں ہوسکتی مثلاً اتنے دنوں کے لیے رہن رکھتا ہوں میعاد مقرر کرنے سے عقدِ رہن فاسد ہوجائے گا اور اس صورت میں چیز ہلاک ہوجائے تو ضامن ہے اور وہی احکام ہیں جو رہن صحیح کے ہیں۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۵: راہن نے مرتہن سے کہا چیز کو بیچ ڈالو اور راہن مرگیا مرتہن اس کو بیع کرسکتا ہے ورثہ کو منع کرنے کا حق نہیں اور ورثہ اس بیع کو توڑ بھی نہیں سکتے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۶: راہن غائب ہوگیا پتہ نہیں کہ کہاں ہے مرتہن اس معاملہ کو قاضی کے پاس پیش کرے قاضی اس کو بیچ کر دَین ادا کرسکتا ہے اور راہن موجود ہے اور دَین ادا نہیں کرتا اُس کو مجبور کیا جائے گا کہ مرہون کو بیچ کر دَین ادا کرے اور نہ مانے تو قاضی یا امین قاضی بیچ کر دَین ادا کردے اور دَین کا کچھ جز باقی رہ جائے تو راہن ہی اُس کا ذمہ دار ہے۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

1 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الرھن، باب مایجوز إرتھانه وما لایجوز، ج١٠، ص١١٥.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... "الدرالمختار"، کتاب الرھن، باب مایجوز إرتھانه ما لایجوز، ج١٠، ص١١٥.

4 ...... المرجع السابق، ص١١٦.　　5 ...... المرجع السابق.

6 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الرھن، باب مایجوز إرتھانه وما لایجوز، ج١٠، ص١١٦.

مسئلہ ۷: درخت کو رہن رکھا اس میں پھل آئے مرتہن پھلوں کو بیع نہیں کرسکتا [1] اگرچہ یہ اندیشہ ہو کہ خراب ہوجائیں گے البتہ اس معاملہ کو قاضی کے پاس پیش کرسکتا ہے اور اگر وہاں قاضی ہی نہ ہو یا اتنا موقع نہیں کہ قاضی کے پاس معاملہ پیش کیا جائے یعنی وہ چیز جلد خراب ہوجائے گی تو خود مرتہن بھی بیع کرسکتا ہے۔[2] (درمختار)

کسی معتبر شخص کے پاس شے مرہون کو رکھنا

مسئلہ ۱: عقدِ رہن میں راہن و مرتہن دونوں نے یہ شرط کی کہ مرہون چیز فلاں شخص کے پاس رکھ دی جائے گی یہ صحیح ہے اور اُس کے قبضہ کر لینے سے رہن مکمل ہوگیا یہ شخص مرتہن کے قائم مقام تصور کیا جائے گا اس کے پاس سے چیز ضائع ہوگئی تو وہی احکام ہیں جو مرتہن کے پاس ہلاک ہونے میں ہوتے ہیں ایسے معتبر شخص کو عدل کہتے ہیں کیونکہ راہن و مرتہن نے اُسے عادل و معتبر سمجھ رکھا ہے۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: رہن میں یہ شرط تھی کہ مرتہن کا قبضہ ہوگا پھر دونوں نے باتفاق رائے عادل کے پاس رکھ دیا یہ صورت بھی جائز ہے۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳: دَین میعادی تھا اور معتبر شخص کو یہ کہہ دیا تھا کہ جب میعاد پوری ہوجائے رہن کو بیع کر ڈالے اور میعاد پوری ہوگئی مگر ابھی تک چیز پر اس کا قبضہ ہی نہیں تو رہن باطل ہوگیا مگر بیع کی وکالت اس کے لیے بدستور باقی ہے اب بھی بیع کرسکتا ہے۔[5] (ردالمحتار)

مسئلہ ۴: جب ایسے شخص کے پاس چیز رکھ دی گئی تو چیز کو نہ راہن لے سکتا ہے نہ مرتہن اور اگر اُس نے اُن میں سے کسی کو دیدی تو اُس سے واپس لے کر اپنے پاس رکھے اور اگر اُس کے پاس تلف [6] ہوگئی تو وہ خود ضامن ہوگیا یعنی چیز کی قیمت اُس سے تاوان میں لی جائے گی یعنی راہن و مرتہن دونوں مل کر اُس سے تاوان وصول کریں اور اُس کو اُسی کے پاس یا کسی دوسرے کے پاس بطور رہن رکھ دیں یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ شخص بطور خود قیمت کو اپنے پاس بطور رہن رکھ لے۔[7] (ہدایہ)

---

1 ......یعنی فروخت نہیں کرسکتا۔

2 ......"الدرالمختار"،باب مایجوزإرتھانه وما لایجوز،کتاب الرھن ،باب مایجوزإرتھانه وما لایجوز،ج۱۰،ص۱۱٦.

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الرھن،باب الرھن یوضع علی یدعدل...إلخ،ج۱۰،ص۱۱۷.

4 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الرھن،الباب الثانی فی الرھن بشرط ان یوضع علی یدی عدل،ج٥،ص٤٤٠.

5 ......"ردالمحتار"،کتاب الرھن،باب الرھن،یوضع علی یدعدل...إلخ،ج۱۰،ص۱۱۷.

6 ......ضائع۔

7 ......"الھدایة"،کتاب الرھن،باب الرھن یوضع علی یدالعدل،ج۲،ص٤۲٦.

اور اگر عقد رہن میں اس کے پاس رکھنے کی شرط نہ تھی اور رکھ دیا گیا اس صورت میں راہن یا مرتہن اُس سے لے اور وہ ضامن نہیں ہوگا۔[1] (ردالمحتار)

مسئلہ۵: عادل سے قیمت کا تاوان لے کر پھر اسی کے پاس یا دوسرے کے پاس رہن رکھا گیا اور فرض کرو کہ اس نے مرہون راہن کو دیا تھا اور اس کے پاس ہلاک ہوا اس صورت میں راہن جب دَین ادا کر دے گا تو وہ تاوان عادل کو واپس مل جائے گا کہ مرتہن کو دَین وصول ہو گیا لہٰذا یہ تاوان لینے کا مستحق نہیں اور راہن کو خود اس کی مرہون شے وصول ہو چکی تھی پھر اس تاوان کو کیونکر لے سکتا ہے۔ اور اگر عادل سے مرتہن نے لیا تھا تو دَین ادا کرنے کے بعد یہ تاوان کی رقم راہن کو ملے گی کیونکہ راہن کی چیز کا یہ بدلہ ہے چیز نہیں ملی اور ہلاک ہوگئی تو تاوان جو اُس کے قائم مقام ہے اُسے ملے گا۔ رہی یہ بات کہ عادل نے مرتہن کو دیا تھا اور اس کے پاس ہلاک ہوا تو مرتہن سے اس ضمان کو رجوع کر سکتا ہے یا نہیں اس میں تفصیل ہے اگر مرتہن کو بطور عاریت یا ودیعت دیا ہے تو رجوع نہیں کر سکتا جبکہ مرتہن کے پاس ہلاک ہو گیا ہو اس نے خود ہلاک نہ کیا ہو اور اگر مرتہن نے خود ہلاک کر دیا ہو تو رجوع کر سکتا ہے اور اگر مرتہن کو بطور رہن دیا ہو یہ کہہ دیا ہو کہ تمہارا جو حق ہے اس میں لے جاؤ تو اس صورت میں بہر حال مرتہن سے ضمان واپس لے گا۔[2] (ہدایہ، عنایہ)

مسئلہ۶: راہن نے مرتہن کو یا عادل کو یا کسی اور شخص کو بیع کا وکیل کر دیا تھا کہہ دیا تھا کہ جب دَین کی میعاد پوری ہو جائے تو اس کو بیچ ڈالنا یا مطلقاً وکیل کر دیا ہے۔ میعاد پوری ہونے کی قید نہیں لگائی ہے یہ توکیل صحیح ہے اس وکیل کا بیچنا جائز ہے۔ بشرطیکہ جس وقت اسے وکیل کیا ہے اس وقت اس میں بیع کی اہلیت ہو اور اگر اہلیت نہ ہو تو یہ توکیل صحیح نہیں مثلاً ایک چھوٹے بچہ کو بیع مرہون کا[3] وکیل کیا وہ بچہ اب بالغ ہو گیا اور بیچنا چاہتا ہے بیع نہیں کر سکتا کہ وہ وکیل ہی نہیں ہوا۔[4] (درمختار)

مسئلہ۷: عقد رہن میں بیع مرہون کی وکالت شرط تھی کہ مرتہن یا فلاں شخص اس چیز کو بیع کر دے گا اس وکیل کو راہن اگر معزول کرنا چاہے نہیں کر سکتا یعنی معزول کرے تو بھی معزول نہیں ہوگا اور یہ وکالت ایسی ہے کہ نہ راہن کے مرنے سے ختم

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الرهن، باب الرهن یوضع علی یدعدل...إلخ، ج۱۰، ص۱۱۷.

2 ......"الهدایة"، کتاب الرهن یوضع علی یدالعدل، ج۲، ص ٤٢٦.

و"العنایة" علی "فتح القدیر"، کتاب الرهن، باب الرهن یوضع علی یدالعدل، ج۹، ص١٠٦.

3 ......گروی رکھی ہوئی چیز کے بیچنے کا۔

4 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب مایجوز إرتهانه وما لایجوز، ج۱۰، ص۱۱۸.

ہونہ مرتہن کے مرنے سے اوراس وکیل کے لیے یہ ضروری نہیں کہ راہن یا مرتہن کی موجودگی ہی میں بیع کرے نہ یہ ضروری کہ وہ مرگئے ہوں تو ان کے ورثہ کی موجودگی میں بیع کرے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ۸: وکیل کے مرجانے سے وکالت باطل ہو جائے گی اُس کا وارث یا وصی اس کا قائم مقام نہیں ہوگا کہ وکالت اسی کے دَم[2] کے ساتھ وابستہ تھی یہ وکیل دوسرے شخص کو بیع کرنے کا وصی نہیں بنا سکتا مگر جبکہ وکالت میں اس کی شرط ہو تو وصی بنا سکتا ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ۹: وکالت مطلق تھی تو نقد اور اُدھار دونوں طرح بیچنے کا اُسے اختیار حاصل ہے اس کے بعد اگر اُدھار بیچنے سے منع کردے تو اس کا کچھ اثر نہیں یعنی ممانعت کے بعد بھی اُدھار بیچ سکتا ہے۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ۱۰: راہن غائب ہے اور میعاد پوری ہوگئی وکیل بیچنے سے انکار کرتا ہے تو اُس کو بیچنے پر مجبور کیا جائے گا بلکہ عقدِ رہن میں بیع کی شرط نہ تھی بعد میں راہن نے کسی کو بیع کا وکیل کردیا یہ بھی بیع سے انکار نہیں کرسکتا اسے بھی بیچنے پر مجبور کیا جائے گا۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ۱۱: رہن میں وکالت بیع[6] شرط تھی اور فرض کرو مرہون کے[7] بچہ پیدا ہو تو بچہ کو بھی یہ وکیل بیع کرسکتا ہے دوسرے وکیلوں کو اس قسم کا اختیار نہیں۔[8] (درمختار)

مسئلہ۱۲: جس جنس کا دَین تھا اس کے خلاف دوسری جنس سے اس وکیل نے بیع کی اور دَین روپیہ تھا اور اس نے اشرفی کے بدلے میں بیع کی تو اس زرِثمن کو جنسِ دَین[9] سے بیع صَرف کرسکتا ہے یعنی اشرفیاں روپے سے بھنا سکتا ہے۔[10] دوسرے وکیل کو یہ اختیار حاصل نہیں۔[11] (درمختار)

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يدالعدل، ج٢، ص٤٢٧.

2 ......حیات، زندگی۔

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه وما لايجوز، ج١٠، ص١٢٠.

4 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يدالعدل، ج٢، ص٤٢٧.

5 ......المرجع السابق.

6 ......یعنی فروخت کرنے کی وکالت۔ 7 ......یعنی گروی جانور کا۔

8 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوزارتهانه ومالا يجوز، ج١٠، ص١٢٠.

9 ......قرض کی قسم۔ 10 ......یعنی چینج کرواسکتا ہے۔

11 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوز إرتهانه ومالا يجوز، ج١٠، ص١٢٠.

مسئلہ ۱۳: راہن[1] نے بیع کا کسی کو وکیل کردیا ہے تو نہ راہن بیع کرسکتا ہے نہ مرتہن[2] ہاں دوسرے کی رضامندی حاصل کرکے یہ دونوں بیع کرسکتے ہیں یعنی راہن مرتہن سے رضامندی حاصل کرے یا مرتہن راہن سے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۴: اُس عادل نے مرہون[4] کو بیع کردیا تو مرہون چیز رہن سے خارج ہوگئی اور یہ ثمن اس کے قائم مقام ہوگیا اگرچہ ابھی ثمن پر قبضہ نہ ہوا ہو، لہٰذا اگر ثمن ہلاک ہوگیا مثلاً مشتری سے وصول ہی نہ ہوا یا عادل کے پاس سے ضائع ہوگیا تو مرتہن کا ہلاک ہوا یعنی دَین ساقط ہوگیا اور اس صورت میں مرہون کی واجبی قیمت[5] کا لحاظ نہیں ہوگا بلکہ خود زرِ ثمن کو دیکھا جائے گا یعنی جتنا ثمن ہے اتنا دَین ساقط اگرچہ واجبی قیمت کم ہو یا زائد۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۵: عادل نے مرہون کو بیچ کر زرِ ثمن مرتہن کو دے دیا اور اس مرہون شے میں استحقاق ہوا یعنی کسی اور شخص نے ثابت کردیا کہ یہ چیز میری ہے اگر مبیع[7] مشتری[8] کے پاس موجود ہے تو مستحق اس مبیع کو مشتری سے لے لے گا اور مشتری اپنا زرِ ثمن اس عادل سے وصول کرے گا اور عادل اس راہن سے وصول کرے گا اور اس صورت میں مرتہن کا زرِ ثمن پر قبضہ صحیح ہوگیا، اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ عادل مرتہن سے ثمن واپس لے اور مرتہن راہن سے اپنا دَین وصول کرے اور اگر وہ چیز مشتری کے پاس ہلاک ہوچکی ہے تو مستحق راہن سے مرہون کی قیمت کا تاوان لے کیونکہ راہن غاصب ہے اور اس صورت میں بیع بھی صحیح ہوگئی اور مرتہن کا زرِ ثمن پر قبضہ بھی صحیح ہوگیا اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مستحق اُس عادل سے تاوان لے پھر عادل مرتہن سے اور اب بھی بیع اور ثمن پر قبضہ صحیح ہوگیا یا مستحق عادل سے تاوان لے اور عادل مرتہن سے زرِ ثمن واپس لے پھر مرتہن راہن سے اپنا دَین وصول کرے۔[9] (درمختار)

مسئلہ ۱۶: مرتہن کے پاس مرہون ہلاک ہوگیا۔ اس کے بعد اس میں استحقاق ہوا۔ اور مستحق نے راہن سے ضمان لیا تو دَین ساقط ہوگیا۔ اور اگر مرتہن سے قیمت کا ضمان لیا تو جو کچھ تاوان دیا ہے راہن سے واپس لے گا اور اپنا دَین بھی وصول کرے گا۔[10] (درمختار)

---

1 ......گروی رکھنے والا۔ 2 ......جس کے پاس چیز گروی رکھی ہے۔

3 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب الرهن يوضع على يدالعدل، ج ٢، ص ٤٢٧.

4 ......گروی رکھی ہوئی چیز۔ 5 ......رائج قیمت۔

6 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب مايجوزإرتهانه ومالا يجوز، ج ١٠، ص ١٢١.

7 ......بیچی گئی چیز۔ 8 ......خریدار۔

9 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوزإرتهانه ومالا يجوز، ج ١٠، ص ١٢١، ١٢٢.

10 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب مايجوزإرتهانه ومالايجوز، ج ١٠، ص ١٢٣، ١٢٤.

مسئلہ ۱۷: ایک شخص نے دوسرے سے کوئی چیز خریدی بائع[1] کہتا ہے کہ جب تک ثمن نہ دو گے مبیع پر[2] قبضہ نہیں دوں گا اور مشتری[3] یہ کہتا ہے کہ جب تک مبیع نہ دو گے ثمن نہیں دوں گا دونوں میں اس طرح مصالحت ہوئی کہ مشتری کسی تیسرے کے پاس ثمن جمع کر دے اور مبیع پر قبضہ کرلے اُس نے ثمن جمع کر دیا مگر تیسرے کے پاس سے ضائع ہوگیا تو مشتری کا ضائع ہوا اور اگر یہ طے پایا کہ تیسرے کے پاس ثمن کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دے اُس وقت مبیع پر قبضہ دوں گا اس نے رہن رکھ دی اور ضائع ہوگئی تو بائع کی چیز ہلاک ہوئی یعنی ثمن ساقط ہوگیا۔[4] (عالمگیری)

مرہون میں تصرف کا بیان

مسئلہ ۱: راہن نے مرہون کو بغیر اجازت مرتہن بیع کر دیا تو یہ بیع موقوف ہے اگر مرتہن نے اجازت دیدی یا راہن نے مرتہن کا دَین ادا کر دیا تو بیع جائز و نافذ ہوگئی اور پہلی صورت میں کہ مرتہن نے اجازت دیدی وہ ثمن رہن ہوجائے گا ثمن مشتری سے وصول ہوا ہو یا نہ ہوا ہو دونوں کا ایک حکم ہے اور اگر مرتہن نے اجازت نہیں دی تو اب بھی وہ بیع نہ باطل ہوئی نہ مرتہن کے فسخ کرنے سے فسخ ہوگی لہٰذا مشتری کو اختیار ہے کہ فکِ رہن کا[5] انتظار کرے جب رہن چھوٹ جائے اپنی چیز لے لے اور اگر انتظار نہ کرنا چاہے تو قاضی کے پاس معاملہ پیش کردے وہ بیع کو فسخ کردے گا۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۲: مرتہن اگر شے مرہون کو بیع کرے تو یہ بیع بھی اجازت راہن پر موقوف ہے وہ چاہے تو جائز کر دے ورنہ جائز نہیں اور راہن اس بیع کو باطل کرسکتا ہے۔ مرتہن نے بیع کر دی اور چیز مشتری کے پاس راہن کی اجازت سے پہلے ہی ہلاک ہوگئی تو راہن اب اجازت بھی نہیں دے سکتا اور راہن کو اختیار ہے دونوں میں سے جس سے چاہے اپنی چیز کا ضمان لے۔[7] (ردالمحتار)

مسئلہ ۳: مرتہن نے راہن سے کہا کہ رہن کو فلاں کے ہاتھ بیع کر دو اُس نے دوسرے کے ہاتھ بیچا یہ جائز نہیں اور مستاجر نے موجر سے کہا کہ فلاں کے ہاتھ یہ مکان بیچ دو اس نے دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا یہ بیع جائز ہے۔[8] (ردالمحتار)

---

1 ......بیچنے والا۔ 2 ......بیچی گئی چیز پر۔ 3 ......خریدار۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الرهن، الباب الثالث فی هلاك المرهون...إلخ، ج٥، ص٤٥٤.

5 ......رہن کے چھوٹنے کا۔

6 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن...إلخ، ج٢، ص٤٢٩، ٤٣٠.

7 ......"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن...إلخ، ج١٠، ص١٢٤، ١٢٥.

8 ......المرجع السابق، ص١٢٥.

مسئلہ۴: راہن نے ایک شخص کے ہاتھ بیع کی اور مرتہن کی اجازت سے قبل دوسرے کے ہاتھ بیع کردی یہ دوسری بیع بھی اجازت مرتہن پر موقوف ہے مرتہن جس ایک کو جائز کردے گا وہ جائز ہوجائے گی دوسری باطل ہوجائے گی۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ۵: راہن نے مرہون کو بیع کیا پھر اس کو اجارہ پر دیا، یا کسی اور کے پاس رہن رکھ دیا، یا کسی اور کو ہبہ کردیا اوران دونوں صورتوں میں مرتہن ثانی یا موہوب لہ کو قبضہ بھی دیدیا اس کے بعد مرتہن اول نے اجارہ یا رہن یا ہبہ کو جائز کردیا تو وہ پہلی بیع جو موقوف تھی جائز ہوگئی اور یہ تصرفات ناجائز ہوگئے۔[2] (درمختار)

مسئلہ۶: راہن نے مرہون کو ایک شخص کے ہاتھ بیع کردیا اس کے بعد پھر مرتہن کے ہاتھ بیچا تو یہ دوسری بیع جائز ہو گئی پہلی باطل ہوگئی۔[3] (درمختار)

مسئلہ۷: مرہون کو راہن نے ہلاک کردیا اور دَین غیر میعادی ہے یا میعادی تھا مگر میعاد پوری ہوچکی ہے تو مرتہن راہن سے اپنا دَین وصول کرلے اور اگر میعاد ابھی پوری نہیں ہوئی ہے تو راہن سے اُس کی قیمت کا تاوان لے اور یہ قیمت بجائے مرہون رہن میں رہے جب میعاد پوری ہوجائے تو بقدر دَین اپنے حق میں وصول کرلے کچھ بچے تو واپس کردے اور کم ہو تو بقیہ راہن سے وصول کرے۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ قیمت اسی جنس کی ہو جس جنس کا دَین ہے۔[4] (درمختار)

مسئلہ۸: کسی اجنبی نے مرہون کو تلف[5] کردیا تو اُس ہلاک کرنے والے سے تاوان لینا مرتہن کا کام ہے ہلاک کرنے کے وقت جو اس کی قیمت تھی وہ قیمت تاوان میں لے اور اس میں وہی تفصیل ہے کہ میعاد پوری ہوگئی تو دَین میں وصول کرے اور میعاد باقی ہے تو یہ قیمت رہن میں رہے یہاں ایک صورت یہ بھی ہے کہ جس روز چیز رہن رکھی گئی تھی اُس روز قیمت زیادہ تھی اور جس دن ہلاک ہوئی اُس کی قیمت کم ہوگئی تو اجنبی سے اگرچہ آج کی قیمت لے گا مگر مرتہن کے حق میں اُسی پہلی قیمت کا اعتبار ہوگا مثلاً فرض کرو ایک ہزار روپیہ دَین تھا اور چیز رہن رکھی گئی اُس کی قیمت بھی ایک ہزار تھی مگر جس روز اجنبی نے ہلاک کی اس کی قیمت پانسو ہے تو اجنبی سے پانسو تاوان لے گا اور پانسو روپے دَین کے ساقط ہوگئے جس طرح آفت سماویہ[6] سے ہلاک ہونے میں دَین ساقط ہوتا ہے۔[7] (ہدایہ)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج٢، ص٤٣٠.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج١٠، ص١٢٥، ١٢٦.

3 ......المرجع السابق، ص١٢٦.

4 ......المرجع السابق، ص١٢٧.

5 ......ضائع۔

6 ......یعنی قدرتی آفت۔

7 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن ... إلخ، ج١٠، ص٤٣٢.

مسئلہ۹: خود مرتہن نے مرہون کو ہلاک کر دیا تو اس پر بھی تاوان واجب ہے پھر اگر دَین کی میعاد پوری ہو چکی ہے اور یہ قیمت جنس دَین سے ہے تو دَین وصول کر لے اور کچھ بچے تو راہن کو واپس دے اور یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو یہ قیمت بجائے مرہون رہن میں رہے گی۔ اُس چیز کی قیمت نرخ سستا ہونے کی وجہ سے کم ہوگئی ہے تو جتنی کمی ہوئی اتنا دَین ساقط ہوگیا کہ مرتہن کے حق میں اسی قیمت کا اعتبار ہوگا جو رہن رکھنے کے دن تھی۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ۱۰: مرتہن نے راہن کو مرہون شے بطور عاریت دے دی مرتہن کے ضمان سے نکل گئی یعنی اگر راہن کے یہاں ہلاک ہوگئی تو مرتہن پر اس کا کچھ اثر نہیں اور دیتے وقت مرتہن نے راہن سے کفیل[2] لیا تھا کہ اسے واپس کر دے گا تو کفیل سے بھی مرتہن کوئی مطالبہ نہیں کر سکتا کہ اُس چیز میں رہن کا حکم باقی ہی نہیں۔[3] (درمختار)

مسئلہ۱۱: مرتہن نے راہن کو بطور عاریت مرہون دے دیا تھا اُس نے پھر واپس کر دیا تو پھر وہ چیز مرتہن کے ضمان میں آگئی اور رہن کا حکم حسب سابق اس میں جاری ہوگا۔ مرتہن کو راہن سے واپس لینے کا حق باقی رہتا ہے کیونکہ عاریت دینے سے رہن باطل نہیں ہوتا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ۱۲: عاریت کی صورت میں مرتہن کے واپس لینے سے قبل اگر راہن مر گیا تو دوسرے قرض خواہوں سے مرتہن زیادہ حقدار ہے یعنی دوسرے اس مرہون سے اپنے دَین وصول نہیں کر سکتے جب تک مرتہن اپنا دَین وصول نہ کر لے اس کے وصول کرنے کے بعد اگر کچھ بچے تو وہ لوگ لے سکتے ہیں ورنہ نہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ۱۳: راہن و مرتہن میں سے ایک نے دوسرے کی اجازت سے مرہون شے کسی اجنبی کو بطور عاریت دے دی یا اجنبی کے پاس ودیعت رکھ دی تو مرہون ضمان سے نکل گیا اور دونوں میں سے ہر ایک کو یہ اختیار ہے کہ اُسے پھر ضمان میں لائے یعنی اُسے رہن بنا دے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ۱۴: مرتہن نے راہن سے مرہون کو استعمال کرنے کے لیے عاریت لیا یہ عاریت صحیح ہے مگر استعمال سے پہلے یا استعمال کے بعد مرہون ہلاک ہوا تو مرتہن ضامن ہے یعنی وہی حکم ہے جو مرتہن کے پاس مرہون کے ہلاک ہونے میں ہوتا ہے

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن،باب التصرف فى الرهن...إلخ، ج١٠، ص٤٣٢.

2 ......ضامن۔

3 ......"الدرالمختار"، باب التصرف فى الرهن... إلخ، ج١٠، ص١٢٧، ١٢٨.

4 ......"الهداية"، كتاب الرهن،باب التصرف فى الرهن... إلخ، ج٢، ص٤٣٢.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن،باب التصرف فى الرهن...إلخ، ج١٠، ص١٢٩.

6 ......"الهداية"، كتاب الرهن،باب التصرف فى الرهن...إلخ، ج٢، ص٤٣٣.

اور اگر حالت استعمال میں ہوا تو مرتہن کے ذمہ کچھ ضمان نہیں۔ اسی طرح اگر مرتہن کو راہن نے استعمال کی اجازت دے دی ہے تو حالت استعمال میں ہلاک ہونے میں ضمان نہیں ہے اور قبل یا بعد میں ہلاک ہوا تو ضمان ہے۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۵: قرآن مجید یا کتاب رہن رکھی ہے تو مرتہن کو اُس میں پڑھنا ناجائز ہے ہاں اگر راہن سے اجازت لے کر پڑھے تو پڑھ سکتا ہے مگر جتنی دیر تک پڑھے گا اتنی دیر تک عاریت ہے فارغ ہونے کے بعد رہن ہے یعنی پڑھتے وقت ہلاک ہوجائے تو دَین ساقط نہیں ہوگا۔ اس کے بعد ہلاک ہو تو ساقط ہوجائے گا۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۶: راہن و مرتہن میں سے ایک نے دوسرے کی اجازت سے مرہون کو بیع کر دیا[3] یا اجارہ پر دے دیا یا ہبہ کر دیا یا رہن رکھ دیا ان سب صورتوں میں مرہون رہن سے خارج ہوگیا اب وہ رہن میں واپس نہیں لیا جاسکتا جب تک پھر نیا عقدِ رہن نہ ہو اور ان صورتوں میں اگر راہن نے مرتہن کے پاس پھر سے رہن نہ رکھا اور مرگیا تو تنہا مرتہن اس کا مستحق نہیں بلکہ جیسے دوسرے قرضخواہ ہیں ایک یہ بھی ہے اپنا حصۂ رسد[4] یہ بھی لے سکتا ہے۔[5] (ہدایہ) بیع و اجارہ و ہبہ خود مرتہن کے ہاتھ ہو یا اجنبی کے ہاتھ ہو، دونوں کا ایک حکم ہے اور خود راہن کے ہاتھ مرہون کو بیع کیا تو اس سے رہن باطل نہ ہوا۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: مرتہن کی اجازت سے اجنبی کو کرایہ پر دے دیا تو اُجرت راہن کی ہے اور بغیر اجازت دیا تو اُجرت مرتہن کی ہے مگر اس کو صدقہ کرنا ہوگا اور اس صورت میں رہن واپس لے سکتا ہے۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۸: مرتہن نے بغیر اجازت راہن رہن کو اجارہ پر سال بھر کے لئے دیا اور سال پورا ہونے کے بعد راہن نے اجازت دی یہ اجازت صحیح نہیں لہٰذا مرتہن رہن کو واپس لے سکتا ہے اور چھ ماہ گزرنے کے بعد اجازت دی تو اجازت صحیح ہے۔ پہلی صورت میں پوری اُجرت مرتہن کی ہے جس کو صدقہ کرے اور دوسری صورت میں نصف اُجرت راہن کی ہے اور نصف مرتہن کی، مرتہن کو جو ملی صدقہ کر دے اور اس دوسری صورت میں چیز کو مرتہن رہن میں واپس نہیں لے سکتا۔[8] (عالمگیری)

اس زمانہ میں اکثر ایسا ہوتا ہے کہ کھیت یا مکان رہن رکھ لیتے ہیں پھر مرتہن مکان کو کرایہ پر اُٹھا دیتا ہے اور کھیت کو لگان اور پٹے

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج٢، ص٤٣٣.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الرهن، الباب الثامن في تصرف الراهن... إلخ، ج٥، ص٤٦٦.

3 ......بیچ دیا۔

4 ......یعنی جتنا اس کے حصے میں آتا ہے۔

5 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج٢، ص٤٣٣.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج١٠، ص١٢٩.

7 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الرهن، الباب الثامن في تصرف الراهن... إلخ، ج٥، ص٤٦٤.

8 ......المرجع السابق، ص ٤٦٥.

پر دے دیا کرتا ہے اوراس کرایہ یا لگان کو خود کھاتا ہے اس کا سود ہونا تو ظاہر ہے کہ قرض کے ذریعہ سے نفع اُٹھانا ہے مگر اس کے ساتھ ہی یہ بتانا بھی ہے کہ اگر راہن سے اجازت حاصل نہیں کی ہے تو اُس کی مِلک میں ایک ناجائز تصرف ہے اور یہ بھی گناہ ہے اور اگر اجازت لے لی ہے تو رہن ہی ختم ہو گیا اس کے بعد مرتہن کا اُس چیز پر قبضہ ناجائز قبضہ اور غاصبانہ قبضہ ہے یہ بھی حرام ہے۔ مرتہن پر لازم ہے کہ ایسے گناہ کے کاموں سے پرہیز کرے یہ نہ دیکھے کہ انگریزی قانون ہمیں اس قسم کی اجازت دے رہا ہے بلکہ مسلمان کو یہ دیکھنا چاہیے کہ شریعت کا قانون ہمیں اجازت دیتا ہے یا نہیں، قانون شریعت تمہارے لئے دنیا وآخرت دونوں جگہ نافع ہے انگریزی قانون سے اگر تمہیں کچھ نفع پہنچ سکتا ہے تو صرف دنیا ہی میں اور اگر وہ خدا اور رسول جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف ہے تو سخت ٹوٹا[1] اور نقصان ہے۔

مسئلہ ۱۹: دوسرے سے کوئی چیز رہن رکھنے کے لئے عاریت مانگی اس نے دے دی اس چیز کو رہن رکھنا جائز ہے پھر اگر مالک نے کوئی قید نہیں لگائی ہے تو مستعیر کو اختیار ہے کہ جس کے پاس چاہے جتنے میں چاہے جس شہر میں چاہے رہن رکھے اس کے ذمہ کوئی پابندی نہیں ہے۔ اور اگر مالک نے معین کر دیا ہے کہ فلاں کے پاس رکھنا یا فلاں شہر میں یا اتنے میں رکھنا تو اس کو پابندی کرنی ضرور ہے خلاف کرنے کی اجازت نہیں اور اگر اُس نے مالک کے کہنے کے خلاف کیا تو مالک کو اختیار ہے کہ اپنی چیز مرتہن سے لے لے اور رہن کو فسخ کر دے اور چیز ہلاک ہوگئی ہے تو اس کی پوری قیمت کا تاوان لے۔ تاوان لینے میں اختیار ہے کہ راہن سے تاوان لے یا مرتہن سے اگر مستعیر سے ضمان لیا رہن صحیح ہو گیا اور مرتہن سے ضمان لیا تو مرتہن اپنا دَین اور یہ ضمان دونوں راہن سے وصول کرے گا۔[2] (ہدایہ، درمختار) مالک نے جو قید لگا دی ہے اس کی مخالفت اس وجہ سے نہیں کی جاسکتی کہ مالک کے نقصان کا اندیشہ ہے کیونکہ مالک کو اگر ضرورت پیش آتی اور یہ چاہتا ہے کہ رہن چھڑا لوں[3] اور جس رقم کے مقابل میں اس نے رہن رکھنے کو کہا تھا اس سے زیادہ رقم کے مقابل میں رہن ہے تو بسا اوقات مالک کو اس رقم کے فراہم کرنے میں دُشواری ہوگی اسی طرح اگر مالک کی بتائی ہوئی رقم سے کم میں رکھی اور چیز تلف[4] ہوگئی تو قیمتی چیز تھوڑے سے داموں کے مقابل میں ہلاک ہوگئی اس میں بھی مالک کا نقصان ہے۔ اسی طرح مرتہن اور جگہ کی قید لگانے میں فوائد ہیں لہٰذا یہ قیدیں بیکار نہیں ہیں کہ ان کا لحاظ نہ کیا جائے۔[5] (ہدایہ)

---

1 ......خسارہ۔

2 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن... إلخ، ج۲، ص۴۳۳.

و"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن... إلخ، ج۱۰، ص۱۳۲.

3 ......یعنی گروی رکھی چیز آزاد کرا لوں۔ 4 ......ضائع۔

5 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن ... إلخ، ج۲، ص۴۳۳.

مسئلہ۲۰: مُعیر نے جو قید لگائی تھی مستعیر نے اُس کی مخالفت کی مگر یہ مخالفت مُعیر کے لئے مُضر[1] نہیں بلکہ مفید ہے تو اس صورت میں نہ مرتہن پر[2] ضمان ہے نہ راہن پر مثلاً اس نے جتنے پر رہن رکھنے کو کہا تھا اُس سے کم کے مقابل میں[3] رکھ دیا مگر یہ کمی چیز کی واجبی قیمت[4] کے برابر یا واجبی قیمت سے زائد ہے مثلاً اس نے ایک ہزار میں رہن رکھنے کو کہا تھا اور یہ چیز پانسو کی ہی ہے مستعیر نے پانسو یا چھ سو غرض ہزار سے کم میں رہن رکھ دی یہ مخالفت جائز ہے کہ اس میں مُعیر کا کچھ نقصان نہیں کیونکہ ہلاک ہونے کی صورت میں واجبی قیمت ملے گی یعنی وہی پانسو۔ ہزار تو ملیں گے نہیں پھر کیا نقصان ہوا بلکہ فائدہ یہ ہے کہ اگر اپنی چیز چھوڑانا[5] چاہے گا تو ہزار روپے فراہم کرنے نہیں پڑیں گے جتنے میں رہن ہے اُتنے ہی دے کر چھوڑا سکے گا۔[6] (زیلعی)

مسئلہ۲۱: مُعیر نے جو کچھ مستعیر سے کہہ دیا تھا مستعیر نے اُسی کے موافق کیا مثلاً جتنے میں رہن رکھنے کو کہا تھا اتنے ہی میں رکھا اور فرض کرو مرتہن کے پاس وہ چیز ہلاک ہوگئی اس کی کئی صورتیں ہیں اُس چیز کی قیمت دَین کے برابر ہے یا زیادہ یا دَین سے کم ہے۔ پہلی دو صورتوں میں مرتہن کا دَین ساقط ہوگیا اور راہن یعنی مستعیر مُعیر کو یعنی مالک کو بقدر دَین ادا کرے۔ اور دوسری صورت میں کہ دَین سے زیادہ قیمت ہے اس زیادتی کا کچھ معاوضہ نہیں اور تیسری صورت میں کہ چیز کی قیمت دَین سے کم ہے بقدرِ قیمت دَین ساقط ہوگیا اور باقی دَین مرتہن راہن سے وصول کرے گا اور راہن مُعیر کو قیمت ادا کرے گا اور مثلی چیز ہے تو مثل دیدے۔[7] (ہدایہ)

مسئلہ۲۲: مستعیر نے عاریت کی چیز رہن رکھی اور اس میں مرتہن کے پاس کچھ عیب پیدا ہوگیا اس عیب کی وجہ سے چیز کی قیمت میں کمی ہوئی وہ مرتہن کے ذمہ ہے یعنی اتنی ہی دَین میں کمی ہوگئی اور اُسی کے برابر مستعیر مالک کو دے۔[8] (ہدایہ)

مسئلہ۲۳: مُعیر یہ چاہتا ہے کہ میں دَین ادا کر کے اپنی چیز چھوڑا لوں تو مرتہن فکِ رہن پر[9] مجبور ہے، یہ نہیں کہہ سکتا ہے کہ میں چیز ابھی نہیں دوں گا فکِ رہن کے بعد مُعیر مستعیر یعنی راہن سے دَین کی رقم وصول کرے گا اس فکِ رہن کو تبرّع نہیں کہا جاسکتا کہ مستعیر سے رقم وصول نہ کرنے پائے اور اگر کوئی اجنبی شخص دَین ادا کر کے فک رہن کرائے تو راہن سے وصول

---

1 ......نقصان دہ۔ 2 ......یعنی جس کے پاس چیز گروی رکھی ہے اُس پر۔

3 ......بدلے میں۔ 4 ......رائج قیمت۔ 5 ......آزاد کرانا۔

6 ......"تبيين الحقائق"، كتاب الرهن، باب التصرف فى الرهن... إلخ، ج۷، ص۱۸۹، ۱۹۰.

7 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف فى الرهن... إلخ، ج۲، ص۴۳۳.

8 ......المرجع السابق.

9 ......گروی رکھی ہوئی چیز کو چھوڑنے پر۔

نہیں کرسکتا کہ یہ متبرع ہے۔ یہ حکم کہ مُعیر راہن سے دَین کی رقم وصول کرے گا اُس وقت ہے کہ دَین اتنا ہی ہے جتنی اُس چیز کی قیمت ہے اوراگر دَین کی مقدار اس چیز سے زاید ہے تو راہن سے صرف قیمت کی برابر وصول کرسکتا ہے قیمت سے زیادہ جو کچھ دیا ہے وہ تبرع ہے اُسے نہیں وصول کرسکتا اور اگر جو چیز کی قیمت دَین سے زاید ہے اور مُعیر دَین ادا کر کے چھوڑانا چاہتا ہے تو مرتہن اس صورت میں فک رہن پر مجبور نہیں۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۴: رہن رکھنے کے لئے کوئی چیز عاریت لی تھی مرتہن نے ابھی دَین کا وعدہ ہی کیا تھا دیا نہیں تھا اور اُس نے وہ چیز رہن رکھ دی اور مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی تو مرتہن نے جتنے دَین کا وعدہ کیا تھا اتنا تاوان دے اور مُعیر مستعیر یعنی راہن سے اتنا وصول کرے گا۔[2] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۵: رہن رکھنے کے لئے چیز عاریت لی تھی اور رہن رکھنے سے پہلے ہی مستعیر کے یہاں وہ چیز ہلاک ہوگئی یا فک رہن کے بعد ابھی مستعیر کے یہاں تھی واپس نہیں کی تھی اور ہلاک ہوگئی ان دونوں صورتوں میں مستعیر پر تاوان واجب نہیں کہ وہ چیز اس کے پاس امانت تھی اور اگر مستعیر نے قبل رہن یا بعد فک رہن چیز کو استعمال کیا مثلاً گھوڑا تھا اُس پر سوار ہوا، کپڑا یا زیور تھا اُسے پہنا مگر پھر اپنی اِس حرکت سے باز آیا اور اس کا استعمال ترک کر دیا اور چیز ہلاک ہوگئی اس صورت میں بھی اس کے ذمہ تاوان نہیں۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲۶: مُعیر و مستعیر میں اختلاف ہے مُعیر کہتا ہے کہ چیز مرتہن کے یہاں ہلاک ہوئی لہٰذا دَین ساقط، مجھے ضمان دو اور مستعیر کہتا ہے میں نے چھوڑالی تھی میرے یہاں چیز ہلاک ہوئی لہٰذا مجھ پر تاوان نہیں اس صورت میں راہن کی بات مانی جائے گی یعنی قسم کے ساتھ اور جتنے میں مُعیر نے رہن رکھنے کو کہا تھا اُس میں اختلاف ہے ایک کہتا ہے سو روپے میں رہن رکھنے کو کہا تھا دوسرا پچاس روپے بتاتا ہے تو مُعیر کا قول معتبر ہے یعنی قسم کے ساتھ۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۷: مستعیر مفلس ہوگیا[5] اور اسی حالتِ افلاس ہی میں مرگیا تو عاریت کی چیز جو مرتہن کے پاس رہن ہے وہ بدستور رہن ہے اگر مرتہن یہ چاہے کہ اُسے بیچ دیا جائے تو جب تک مُعیر سے رضا مندی حاصل نہ کر لی جائے بیچی نہیں جاسکتی کہ

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الرهن،باب التصرف فی الرهن... إلخ،ج١٠،ص١٣٤.

2 ......"الهداية"،کتاب الرهن،باب التصرف فی الرهن... إلخ،ج ٢ ص ٤٣٤.

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الرهن،باب التصرف فی الرهن... إلخ،ج١٠،ص١٣٥.

4 ......"الهداية"،کتاب الرهن،باب التصرف فی الرهن... إلخ،ج ٢ ص ٤٣٤.

5 ......دیوالیہ ہوگیا، نادار ہوگیا۔

وہی مالک ہے اور اگر مُـ میر بیچنا چاہتا ہے تو دو صورتیں ہیں اگر اتنے میں فروخت ہوگی کہ دَین کے لئے پورا ہو جائے تو مرتہن سے اجازت حاصل کرنے کی کچھ ضرورت نہیں ورنہ مرتہن سے اجازت لینی ہوگی۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۲۸: مُـ میر مفلس ہوگیا اور اسی حالت میں مرگیا اور اُس کے ذمہ دوسروں کا دَین ہے راہن کو حکم دیا جائے گا کہ اپنا دَین ادا کر کے رہن کو چھوڑائے پھر اس رہن سے مُـ میر کا دَین ادا کیا جائے اور اگر راہن بھی مفلس ہے کہ اپنا دَین نہیں ادا کرسکتا تو یہ چیز بدستور رہن رہے گی۔ ہاں اگر ورثۂ مُـ میر یہ چاہیں کہ مرتہن کا دَین ادا کر کے فک رہن کرائیں تو ان کو اختیار ہے۔ مُـ میر کے قرض خواہ ورثۂ مُـ میر سے یہ کہتے ہیں کہ چیز بیع کر دی جائے اگر بیچنے سے مرتہن کا دَین ادا ہوسکتا ہے تو بیع کی جائے گی ورنہ بغیر اجازت مرتہن بیع نہیں ہوسکتی ہے جیسا کہ خود مُـ میر کی زندگی میں بغیر مرتہن کی رضامندی کے بیع نہیں ہوسکتی تھی اور اگر بیچنے کی صورت میں مرتہن کا دَین ادا ہو کر کچھ بچ رہے گا مگر اتنا نہیں بچے گا کہ مُـ میر کے قرض خواہوں کا پورا پورا دَین ادا ہو جائے تو اس صورت میں ان قرض خواہوں کی اجازت سے بیع کی جائے بغیر اجازت بیع نہیں ہوسکتی اور ان کا بھی پورا دَین ادا ہوتا ہو تو اجازت کی کچھ ضرورت نہیں۔[2]

رھن میں جنایت کا بیان

جنایت کی کئی صورتیں ہیں۔ مرتہن مرہون پر جنایت کرے یعنی اُس کو نقصان پہنچائے یا تلف[3] کر دے یا راہن مرہون پر جنایت کرے یا شے مرہون راہن پر یا مرتہن پر جنایت کرے۔ مرہون جنایت کرے۔ اس کی صورت یہ ہے کہ وہ لونڈی یا غلام ہے اور وہ راہن یا مرتہن کے جان یا مال میں نقصان پہنچائے یا ہلاک کرے اس کو ہم بیان کرنا نہیں چاہتے صرف راہن یا مرتہن کی جنایت کو مختصر طور پر بتانا چاہتے ہیں۔

مسئلہ ۱: راہن نے مرہون پر جنایت کی یعنی اُس کو تلف کر دیا یا اُس میں نقصان پہنچایا اس کا وہی حکم ہے جو اجنبی کی جنایت کا ہے یعنی اس کو تاوان دینا ہوگا یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ وہ تو خود ہی مرہون کا مالک ہے اُس پر تاوان کیسا، کیونکہ مرہون کے ساتھ مرتہن کا حق متعلق ہے اور یہ تاوان مرتہن کے پاس مرہون رہے گا اور اگر اسی جنس کا ہے جس جنس کا دَین ہے اور دَین کی میعاد نہ ہو تو اپنا دَین اس سے وصول کرے گا۔[4] (ہدایہ وغیرہا)

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج١٠، ص١٣٦.

2 ......المرجع السابق، ص١٣٦، ١٣٧.

3 ......ضائع۔

4 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن... إلخ، ج٢، ص٤٣٤، وغیرھا.

مسئلہ۲: مرتہن نے رہن پر جنایت کی اس کا بھی ضمان ہے اور یہ ضمان اگر جنس دَین[1] سے ہے اور میعاد پوری ہوچکی ہے تو بقدرِ ضمان[2] دَین ساقط ہو جائے گا اور اس میں سے کچھ بچا تو راہن کو واپس کرے کہ اس کی مِلک کا معاوضہ ہے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ۳: مرہون چیز میں اگر نرخ[4] کم ہوجانے سے نقصان پیدا ہوتو ہلاک ہونے کی صورت میں اس کمی کا لحاظ نہیں ہوگا اور اس کے اجزا میں کمی ہوئی تو اس کا اعتبار ہوگا لہٰذا ایک چیز جس کی قیمت سَو روپے تھی سَو روپے میں رہن رکھی اور اب اس کی قیمت پچاس روپے رہ گئی کہ نرخ سستا ہوگیا اور فرض کرو کسی نے اس کو ہلاک کردیا تو پچاس روپے تاوان لیا جائے گا کہ اس وقت یہی اُس کی قیمت ہے تو مرتہن کو صرف یہی پچاس روپے ملیں گے اور راہن سے بقیہ رقم وصول نہیں کرسکتا اور اگر راہن کے کہنے سے مرتہن اس کو پچاس میں بیچے تو بقیہ پچاس روپے راہن سے وصول کرے گا۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ۴: جانور مرہون ہے اُس نے مرتہن کو یا اس کے مال کو ہلاک کردیا اس کا کچھ اعتبار نہیں یہ ویسا ہی ہے جیسے آفت سماویہ[6] سے ہلاک ہو۔[7] (درمختار)

مسئلہ۵: راہن یا مرتہن کے مرنے سے رہن باطل نہیں ہوتا بلکہ دونوں مرجائیں جب بھی باطل نہیں ہوگا بلکہ ورثہ یا وصی اُس مرے ہوئے کے قائم مقام ہیں۔[8] (درمختار)

مسئلہ۶: مرتہن اگر چاہے تو خود ہی تنہا فسخ رہن کرسکتا ہے اور راہن فسخ رہن نہیں کرسکتا جب تک مرتہن راضی نہ ہو لہٰذا مرتہن نے فسخ رہن کردیا اور راہن راضی نہ ہوا اور اس کے بعد مرہون ہلاک ہوگیا تو دَین ساقط نہ ہوا کہ رہن فسخ ہوچکا ہے اور اس کے عکس میں یعنی راہن نے فسخ کردیا اور مرتہن راضی نہیں اور چیز ہلاک ہوگئی تو دَین ساقط کہ رہن فسخ نہیں ہوا۔[9] (ردالمحتار)

---

1 ......قرض کی قسم۔ 2 ......تاوان کے برابر۔

3 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف فى الرهن... إلخ، ج ٢، ص ٤٣٤، ٤٣٥.

4 ...... قیمت، دام۔

5 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف فى الرهن... إلخ، ج٢، ص ٤٣٥، ٤٣٦.

6 ......قدرتی آفت مثلاً ڈوب جانا، آگ میں جلنا وغیرہ۔

7 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف فى الرهن... إلخ، ج ١٠، ص ١٤٢.

8 ......المرجع السابق .

9 ......"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب التصرف فى الرهن... إلخ، ج ١٠، ص ١٤٢.

پہلی صورت میں دَین ساقط نہ ہونا اس وقت ہے کہ مرتہن کے ضمان سے نکل چکی ہو، ورنہ صرف رہن فسخ ہونے سے ضمان سے خارج نہیں ہوتی جب تک راہن کو واپس نہ دیدے۔

متفرقات

مسئلہ ۱: دس۱۰ روپے میں بکری رہن رکھی اور یہ بکری بھی دس۱۰ روپے قیمت کی ہے پھر یہ بکری بلا ذبح کیے مرگئی اور اُس کی کھال ایسی چیز سے دباغت کی [1] جس کی کوئی قیمت نہیں اور رہن کے دن کھال کی ایک روپیہ قیمت تھی تو ایک روپیہ میں رہن ہے اور دو روپے تھی تو دو میں رَہن ہے اور بیع میں یہ بات نہیں یعنی بکری مبیع ہوتی اور قبل قبضہ مرجاتی تو کھال پکا لینے کے بعد بھی اس کی بیع صحیح نہیں رہتی۔ [2] (ہدایہ) اور اگر بکری کی قیمت دَین سے زیادہ ہے مثلاً بیس۲۰ روپے قیمت کی ہے تو کھال آٹھ آنے میں رہن ہے اور اگر قیمت کم ہے مثلاً دَین دس۱۰ روپے ہے اور بکری پانچ ہی کی ہے تو کھال چھ روپے میں رہن ہے مگر کھال تلف ہو جائے تو چونکہ وہ ایک روپیہ کی ہے ایک ساقط ہوگا اور پانچ روپے راہن سے وصول کرے گا اور اگر کھال کو ایسی چیز سے پکایا ہے جس کی کوئی قیمت ہے تو مرتہن کو اس کھال کے روکنے کا حق حاصل ہے کہ جو کچھ دباغت سے زیادتی ہوئی ہے اُسے جب تک وصول نہ کرلے راہن کو دینے سے انکار کرسکتا ہے۔ [3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۲: مرہون میں جو کچھ زیادتی ہوئی مثلاً جانور رہن تھا اس کے بچہ پیدا ہوا بھیڑ، دُنبہ کی اُون، درخت کے پھل، جانور کا دودھ یہ سب چیزیں راہن کی مِلک ہیں اور یہ چیزیں بھی رہن میں داخل ہیں یعنی جب تک دَین ادا نہ کرلے راہن ان چیزوں کو مرتہن سے نہیں لے سکتا پھر یہ چیزیں فکِ رہن تک [4] باقی رہ جائیں تو دَین کو اصل اور اس زیادتی کی قیمت پر تقسیم کیا جائے گا اور یہ چیزیں پہلے ہی ہلاک ہو جائیں تو ان کے مقابل میں دَین ساقط نہیں ہوگا۔ [5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳: مرہون کے منافع مثلاً مکان مرہون کی اُجرت یہ بھی راہن کی ہیں اور یہ رہن میں داخل نہیں اگر ہلاک ہو جائے تو اس کے مقابل میں دَین کا کوئی جز ساقط نہیں ہوگا۔ [6] (درمختار)

---

1 ......یعنی صاف کرکے کسی رنگ سے رنگی۔

2 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، ج۲، ص ۴۳۹.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن ... إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج۱۰، ص۱۴۴.

4 ......رہن کے آزاد ہونے تک۔

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن ... إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج۱۰، ص۱۴۵.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف في الرهن ... إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج۱۰، ص۱۴۵.

مسئلہ ۴: مرہون سے جو چیزیں پیدا ہوئیں مثلاً بچہ، دودھ، پھل وغیرہ یہ اگرچہ رہن میں داخل ہیں مگر فک رہن سے قبل ہلاک ہوجائیں تو دَین کا[1] کوئی حصہ اس کے مقابل میں ساقط نہیں ہوگا۔ اور اگر خود رہن ہلاک ہوگیا مگر یہ پیداوار باقی ہے تو اس کے مقابل جتنا حصہ دَین پڑے اس کو ادا کر کے راہن اس کو حاصل کرسکتا ہے مفت نہیں لے سکتا یعنی اصل رہن کی جو کچھ قیمت رہن رکھنے کے دن تھی اور اس کی جو قیمت فک رہن کے دن ہے دونوں پر دَین کو تقسیم کیا جائے اصل کے مقابل میں جو حصہ آئے وہ ساقط اور اس کے مقابل میں جتنا حصہ ہو ادا کر کے فک رہن کرالے مثلاً دس روپے دَین ہیں اور مرہون بھی دس روپے کی چیز ہے اور اُس کا بچہ پانچ روپے کا ہے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو دو تہائی دَین ساقط ہوگیا ایک تہائی باقی ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۵: راہن نے مرتہن کو زوائد کے کھا لینے کی اجازت دے دی مثلاً کہہ دیا کہ بکری کا دودھ دوہ کر پی لینا تمہارے لئے حلال ہے یا درخت کے پھل کھالینا مرتہن نے کھالئے اس صورت میں مرتہن پر ضمان نہیں کہ مالک کی اجازت سے چیز کھائی ہے اور دَین بھی اس کے مقابل میں کچھ ساقط نہیں اور اس صورت میں کہ مرتہن نے زوائد کو کھالیا اور راہن نے فکِ رہن نہیں کرایا اور یہ رہن ہلاک ہوگیا تو دَین کو اصل رہن اور ان زوائد پر تقسیم کیا جائے گا جو کچھ اصل کے مقابل ہے وہ ساقط اور جو کچھ زوائد کے مقابل ہے راہن سے وصول کرے کہ اس کے حکم سے اس کا کھانا گویا خود اُسی کا کھا لینا ہے لہٰذا راہن معاوضہ دے۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۶: باغ رہن رکھا اور مرتہن نے قبضہ کرلیا پھر راہن کو دے دیا کہ درختوں کو پانی دے اور باغ کی نگہداشت[4] کرے اس سے رہن باطل نہیں ہوا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۷: باغ رہن رکھا اور مرتہن کو پھل کھانے کی اجازت دے دی اسکے بعد راہن نے باجازت مرتہن باغ کو بیع کردیا[6] اس صورت میں باغ کی جگہ پر اُس کا ثمن رہن ہے اور باغ میں پھل اگر بیع کے بعد پیدا ہوئے تو مشتری

---

1 ......قرض کا۔

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، فصل فی مسائل متفرقة، ج ١٠، ص ١٤٥، ١٤٦.

3 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن والجنایة، ج ٢، ص ٤٣٩، ٤٤٠.

4 ......دیکھ بھال، حفاظت۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن ... إلخ، فصل فی مسائل متفرقة، ج ١٠، ص ١٤٨.

6 ......یعنی باغ کو بیچا۔

کے ہیں یعنی جبکہ راہن نے دَین ادا کر دیا ہو اور اگر ادا نہ کیا ہو تو جس طرح باغ کا ثمن رہن ہے یہ پھل بھی رہن ہیں یعنی اس صورت میں مرتہن پھل کو نہیں کھا سکتا کہ راہن نے اگرچہ پھل کھانے کی اجازت دے دی تھی مگر باغ کو جب بیع کرڈالا تو اباحت جاتی رہی۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۸: زمین رہن رکھی اور مرتہن کے لئے اُس کے منافع کو مباح کردے مرتہن نے زمین میں کاشت کی اس صورت میں مرتہن کے ذمہ کاشت کے مقابل میں کچھ دینا نہیں اور بغیر اجازت راہن مرتہن نے کاشت کی ہو تو زمین میں جو کچھ نقصان پیدا ہوا ہو اُس کا ضمان دینا ہوگا۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۹: زمین رہن رکھی راہن نے باجازت مرتہن اُس میں کاشت کی یا درخت لگائے اس سے رہن باطل نہیں ہوا مرتہن جب چاہے واپس لے سکتا ہے اور راہن کے قبضہ میں جب تک چیز ہے مرتہن کے ضمان میں نہیں یعنی ہلاک ہونے سے دَین ساقط نہیں ہوگا۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰: مرہون چیز پر استحقاق ہوا یعنی کسی شخص نے اپنی مِلک ثابت کر کے چیز لے لی مرتہن راہن کو اس پر مجبور نہیں کرسکتا کہ اُس کی جگہ پر دوسری چیز رہن رکھے اور اگر مرہون کے جز میں استحقاق ہوا[4] تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ جز وشائع کا استحقاق ہو مثلاً نصف یا ربع تو استحقاق کے بعد جو حصہ باقی ہے اُس میں بھی رہن باطل ہے اور اتنا ہی حصہ پورے دَین کے مقابل میں مرہون رہے مگر یہ چیز ہلاک ہوجائے تو اگرچہ پورے دَین کی قیمت کی برابر ہو پورا دَین ساقط نہیں ہوگا۔ بلکہ دَین کا اتنا ہی جز ساقط ہوگا جو اس کے مقابل میں پڑے۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۱: مکان کرایہ پر دیا پھر اُسی مکان کو کرایہ دار کے پاس رہن رکھا یہ رہن صحیح ہے اور اجارہ باطل ہوگیا یعنی جبکہ رہن کے لئے مرتہن کا قبضۂ جدید ہو کیونکہ پہلا قبضہ اس قبضہ کے قائم مقام نہیں۔[6] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲: رہن میں زیادتی جائز ہے یعنی مثلاً کسی نے قرض لیا اور اس کے پاس ایک چیز رہن رکھ دی اس کے بعد

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب التصرف في الرهن ... إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج١٠، ص١٤٨.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج١٠، ص١٤٨.

4 ......یعنی گروی رکھی ہوئی چیز میں کسی کا حق ثابت ہوا۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الرهن، باب التصرف في الرهن ... إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج١٠، ص١٤٨، ١٤٩.

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الرهن، باب التصرف في الرهن... إلخ، فصل في مسائل متفرقة، ج١٠، ص١٤٩.

راہن نے دوسری چیز بھی اسی قرض کے مقابل میں رہن رکھی یہ دونوں چیزیں رہن ہوگئیں یعنی جب تک قرض ادا نہ کرے دونوں میں سے کسی کونہیں لے سکتا۔ اوران میں سے ایک ہلاک ہوگئی تو اگر چہ اس کی قیمت دَین کے برابر ہو پورا دَین ساقط نہیں ہوگا بلکہ دَین کودونوں پر تقسیم کیا جائے جتنا اس کے مقابل ہوصرف وہی ساقط ہوگا اور یہ دوسری چیز جو بعد میں رہن رکھی قبضہ کے دن جو اس کی قیمت تھی اس کا اعتبار ہوگا جس طرح پہلی کی قیمت میں بھی قبضہ ہی کے دن کا اعتبار تھا یعنی ہلاک ہونے کی صورت میں انھیں قیمتوں پردَین کی تقسیم ہوگی مثلاً ہزارروپے قرض لئے اورایک چیز رہن رکھی جس کی قیمت ہزارروپے ہے پھر دوسری چیز رہن رکھی جس کی قیمت پانسوروپے ہے اورایک ہلاک ہوگئی تو دَین کے تین حصے کئے جائیں دو حصے پہلی کے مقابل میں اورایک حصہ دوسری کے مقابل میں۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۳: دَین کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھی پھر دَین کا کچھ حصہ ادا کر دیا کچھ باقی ہے اب رہن میں زیادتی کی یعنی دوسری چیز بھی رہن رکھ دی اس زیادتی کا تعلق پورے دَین سے نہیں بلکہ جو باقی ہے اُسی سے ہے یعنی ہلاک ہونے کی صورت میں دَین کے صرف اتنے ہی حصہ کودونوں پر تقسیم کریں گے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: دَین میں زیادتی ناجائز ہے یعنی دَین کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی اس کے بعدراہن یہ چاہے کہ پھر قرض لوں اوراس قرض کے مقابل میں بھی وہی چیز رہن رہے یہ نہیں ہوسکتا یعنی اگر وہ چیز ہلاک ہوگئی تو دوسرے دَین پراس کا اثر نہیں پڑے گا یہ ساقط نہیں ہوگا اور پہلا دَین ادا کر دیا دوسرا باقی ہے تو مرتہن اُس چیز کوروک نہیں سکتا کہ دوسرے دَین سے رہن کو تعلق نہیں۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۵: ہزارروپے میں دوغلام رہن رکھے پھر مرتہن سے کہا کہ مجھے ایک کی ضرورت ہے واپس دے دواُس نے ایک غلام واپس کردیا یہ دوسرا جو باقی ہے پانسو کے مقابل میں[4] رہن ہے یعنی اگر ہلاک ہوتو صرف پانسوساقط ہوں گے اگر چہ اس کی قیمت ایک ہزار ہومگرراہن اُس وقت فکِ رہن کراسکتا ہے[5] جب پورے ہزارادا کردے۔[6] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۶: ہزارروپے کے مقابل میں غلام کورہن رکھا اس کے بعدراہن نے مرتہن کوایک دوسرا غلام دیا کہ

---

1 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن...إلخ، ج۲، ص۴٤٠.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الرهن، الباب السادس فی الزيادة فی الرهن...إلخ، ج٥، ص٤٥٩.

3 ......"الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن...إلخ، ج ۲، ص٤٤٠.

4 ......یعنی پانچ سو کے بدلے میں۔

5 ......یعنی رہن واپس لے سکتا ہے۔

6 ......"ردالمحتار"، كتاب الرهن، باب التصرف فی الرهن...إلخ، فصل فی مسائل متفرقة، ج۱۰، ص۱٥٠.

اُس کی جگہ پر اسے رہن رکھ لو جب تک مرتہن پہلے غلام کو واپس نہ دے دے وہ رہن سے خارج نہیں ہوگا اور دوسرا غلام مرتہن کے پاس بطور امانت ہے جب پہلا غلام واپس کردے اب یہ دوسرا غلام رہن ہو جائے گا اور مرتہن کے ضمان میں آجائے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۷: مرتہن نے راہن سے دَین معاف کر دیا، یا ہبہ کر دیا اور ابھی مرہون کو واپس نہیں کیا ہے اور مرہون ہلاک ہوگیا تو مرتہن سے اس کا کوئی معاوضہ نہیں ملے گا ہاں اگر راہن نے مرتہن سے معافی یا ہبہ کے بعد مرہون کو مانگا اور اس نے نہیں دیا اس کے بعد ہلاک ہوا تو مرتہن کے ذمہ تاوان ہے کہ روکنے سے غاصب ہوگیا اور اگر مرتہن نے دَین وصول پایا راہن نے اُسے دیا ہو یا کسی دوسرے نے بطورِ تبرّع[2] دَین ادا کر دیا یا مرتہن نے راہن سے دَین کے عوض میں کوئی چیز خرید لی یا راہن سے کسی چیز پر مصالحت کی یا راہن نے دَین کا کسی دوسرے شخص پر حوالہ کر دیا اور ان صورتوں میں مرہون مرتہن کے پاس ہلاک ہوگیا تو دَین کے مقابل میں ہلاک ہوگا یعنی دَین ساقط ہو جائے گا اور جو کچھ راہن نے متبرّع[3] سے وصول پایا ہے اُسے واپس کرے اور حوالہ والی صورت میں حوالہ باطل ہوگیا۔[4] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۱۸: یہ سمجھ کر کہ فلاں کا میرے ذمہ دَین ہے ایک چیز رہن رکھ دی اس کے بعد راہن و مرتہن نے اس پر اتفاق کیا کہ دین تھا ہی نہیں اور مرہون ہلاک ہوگیا تو دَین کے مقابل میں ہلاک ہوا یعنی مرتہن راہن کو اتنی رقم ادا کرے جس کے مقابل ہلاک ہوا یعنی مرتہن راہن کو اتنی رقم ادا کرے جس کے مقابل میں رہن رکھا گیا۔[5] (ہدایہ) اور بعض آئمہ یہ فرماتے ہیں کہ یہ اُس صورت میں ہے کہ مرہون کے ہلاک ہونے کے بعد دونوں نے دَین نہ ہونے پر اتفاق کیا ہو اور اگر اتفاق کرنے کے بعد ہلاک ہو تو ضمان نہیں کہ اب وہ چیز مرتہن کے پاس امانت ہے مگر صاحب ہدایہ کے نزدیک دونوں صورتوں کا ایک حکم ہے۔[6]

مسئلہ ۱۹: عورت کے پاس شوہر نے مَہر کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی پھر عورت نے مَہر معاف کر دیا، یا شوہر کو

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن...إلخ، فصل فی مسائل متفرقة، ج۱۰، ص۱۵۰.

2 ......بطورِ احسان۔ 3 ......احسان کرنے والے۔

4 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن...إلخ، ج۲، ص۴۴۱.

و"الدرالمختار"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن ...إلخ، فصل فی مسائل متفرقة، ج۱۰، ص۱۵۰، ۱۵۱.

5 ......"الھدایة"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن...إلخ، ج۲، ص۴۴۱.

6 ......"ردالمحتار"، کتاب الرھن، باب التصرف فی الرھن...إلخ، فصل فی مسائل متفرقة، ج۱۰، ص۱۵۲.

ہبہ کر دیا یا مَہر کے مقابل میں شوہر سے خلع کرایا، ان سب کے بعد وہ مرہون چیز عورت کے پاس ہلاک ہوگئی تو اس کے مقابل میں عورت سے کوئی معاوضہ نہیں لے سکتا۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۲۰: ایک شخص نے دوسرے کا مَہر بطور تبرع ادا کر دیا پھر شوہر نے عورت کو قبل دخول طلاق دے دی تو وہ شخص عورت سے نصف مَہر واپس لے سکتا ہے کیونکہ دخول سے قبل طلاق ہونے میں عورت آدھے مَہر کی مستحق ہوتی ہے۔ اسی طرح ایک شخص نے کوئی چیز خریدی دوسرے نے بطور تبرع اُس کا ثمن بائع کو دے دیا پھر مشتری نے عیب کی وجہ سے مبیع کو واپس کر دیا تو ثمن اس کو ملے گا جس نے دیا ہے مشتری کو نہیں ملے گا۔[2] (زیلعی)

مسئلہ ۲۱: رہن فاسد کے وہی احکام ہیں جو رہن صحیح کے ہیں یعنی مثلاً راہن نے عقد رہن کو توڑ دیا اور یہ چاہے کہ مرہون کو واپس لے لے تو جب تک وہ چیز ادا نہ کر دے جس کے مقابل میں رہن رکھا ہے مرہون کو واپس نہیں لے سکتا یا راہن مر گیا اور اس کے ذمہ دوسروں کے بھی دَین ہیں وہ لوگ یہ چاہیں کہ مرہون سے ہم بھی بحصۂ رسد[3] وصول کریں ایسا نہیں کر سکتے۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۲۲: مرہون چیز مال ہو اور جس کے مقابل میں رہن رکھا ہو وہ مضمون ہو یعنی اس کا ضمان واجب ہو مگر جواز رہن کے شرائط میں کوئی شرط معدوم ہو مثلاً مشاع کو رہن رکھا اس صورت میں رہن فاسد ہے اور اگر مرہون مال ہی نہ ہو یا جس کے مقابل میں رکھا ہو اس کا ضمان واجب نہ ہوتا ہو تو یہ رہن باطل ہے رہن باطل میں مرہون ہلاک ہو جائے تو وہ امانت تھی جو ضائع ہوگئی اُس کا کچھ معاوضہ راہن کو نہیں ملے گا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۲۳: غلام خریدا اور اس پر قبضہ بھی کر لیا اور ثمن کے مقابل میں بائع کے پاس کوئی چیز رہن رکھ دی اور یہ چیز مرتہن کے پاس ہلاک ہوگئی اس کے بعد معلوم ہوا کہ وہ غلام نہ تھا بلکہ حر[6] تھا یا بائع کا نہ تھا کسی اور کا تھا جس نے لے لیا تو مرتہن کو ضمان دینا ہوگا۔[7] (عالمگیری)

---

1 ....."الهداية"، كتاب الرهن، باب التصرف فى الرهن...إلخ، ج٢، ص٤٤١.

2 ....."تبيين الحقائق"، كتاب الرهن، باب التصرف فى الرهن...إلخ، ج٧، ص ٢٠٦.

3 .....یعنی جتنا حصے میں آئے۔

4 ....."الدرالمختار"، كتاب الرهن، باب التصرف فى الرهن...إلخ، فصل فى مسائل متفرقة، ج١٠، ص١٥٢.

5 .....المرجع السابق، ص١٥٣.

6 .....آزاد۔

7 ....."الفتاوى الهندية"، كتاب الرهن، الباب الثالث فى هلاك المرهون بضمان...إلخ، ج٥، ص٤٥٢.

مسئلہ ۲۴: بیع سلم میں مسلم فیہ[1] کے مقابل میں رب السلم[2] کے پاس کوئی چیز رہن رکھی اس کے بعد دونوں نے بیع سلم کو فسخ کر دیا تو اب یہ چیز راس المال[3] کے مقابل میں رہن ہے یعنی رب السلم جب تک راس المال وصول نہ کر لے اس چیز کو روک سکتا ہے مگر یہ مرہون[4] اگر ہلاک ہو جائے تو مسلم فیہ کے مقابل میں اس کا ہلاک ہونا متصور ہوگا کہ حقیقۃً اُسی کے مقابل میں رہن ہے۔ یوہیں اگر بیع میں ثمن کے مقابل میں کوئی چیز رہن رکھ دی پھر بیع کا اقالہ ہوا تو جب تک مبیع[5] بائع[6] کو واپس نہ ملے رہن کو روک سکتا ہے مگر مرہون ہلاک ہو جائے تو ثمن کے مقابل میں ہلاک متصور ہوگا۔[7] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: ایک شخص کے دوسرے کے ذمہ کچھ روپے تھے مدیون[8] نے دائن[9] کے دو کپڑے یہ کہہ کر دیے کہ اپنے روپے کے عوض[10] ان میں سے ایک کپڑا لے لو اُس نے دونوں رکھ لئے اور دونوں ضائع ہو گئے تو مدیون کے کپڑے ضائع ہوئے دائن کا دَین[11] بدستور باقی ہے جب تک وہ ایک کو اپنے روپے کے عوض متعین نہ کر لے یہ ویسا ہی ہے کہ ایک شخص پر دوسرے کے بیس۲۰ روپے باقی ہیں مدیون نے اُسے سو۱۰۰ روپے دیے کہ ان میں سے اپنے بیس۲۰ لے لو اُس نے کُل رکھ لئے ان میں سے اپنے بیس۲۰ نہیں نکالے اور کُل روپے ضائع ہو گئے تو مدیون کے ضائع ہوئے دائن کا دَین بدستور باقی ہے اور اگر کپڑے دیتے وقت یہ کہے کہ ان میں سے ایک کو اپنے دَین کے مقابل میں رہن رکھ لو اور اُس نے دونوں رکھ لئے پھر دونوں ضائع ہو گئے اور دونوں ایک قیمت کے ہوں تو ہر ایک کی نصف قیمت دَین کے مقابل میں ہوگی۔[12] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶: جس دَین کے مقابل میں[13] چیز رہن ہے جب تک وہ پورا وصول نہ ہو جائے مرتہن[14] مرہون کو روک سکتا ہے اور مرتہن کے اگر دیگر دیون[15] بھی راہن کے ذمہ ہوں رہن سے پہلے ہوں یا بعد کے مگر ان کے مقابل میں یہ چیز رہن نہ ہو تو ان کے وصول کرنے کے لئے رہن کو روک نہیں سکتا۔[16] (عالمگیری)

---

1 ......مبیع۔ 2 ......خریدار۔ 3 ......ثمن۔

4 ......گروی رکھی ہوئی چیز۔ 5 ......بیچی گئی چیز۔ 6 ......بیچنے والے۔

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الرهن، الباب الثالث فی هلاك المرهون بضمان ... إلخ، ج۵، ص۴۵۰.

8 ......مقروض۔ 9 ......اپنا قرض طلب کرنے والا۔

10 ......یعنی اپنے روپے کے بدلے میں۔ 11 ......قرض۔

12 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الرهن، الباب الثالث فی هلاك المرهون بضمان... إلخ، ج۵، ص۴۵۰.

13 ......یعنی قرض کے بدلے میں۔ 14 ......جس کے پاس چیز گروی رکھی ہے۔ 15 ......قرضے۔

16 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الرهن، الباب الثالث فی هلاك المرهون بضمان ...إلخ، ج۵، ص۴۴۸.

جنایات کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ اَلْحُرُّ بِالْحُرِّ وَ الْعَبْدُ بِالْعَبْدِ وَ الْاُنْثٰى بِالْاُنْثٰى ؕ فَمَنْ عُفِيَ لَهٗ مِنْ اَخِيْهِ شَيْءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ وَ اَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ رَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ۝۱۷۸ وَ لَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝۱۷۹ ﴾[1] (پ ۲، ع ۶)

''اے ایمان والو! قصاص یعنی جو ناحق قتل کئے گئے ان کا بدلہ لینا تم پر فرض کیا گیا۔ آزاد کے بدلے آزاد اور غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہو تو بھلائی سے تقاضا کرے اور اچھی طرح سے اس کو ادا کردے۔ یہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے لیے آسانی ہے اور تم پر مہربانی ہے، اب اس کے بعد جو زیادتی کرے اس کے لیے دردناک عذاب ہے اور تمہارے لیے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے۔ اے عقل والو تاکہ تم بچو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ كَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَاۤ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَ الْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَ الْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَ الْاُذُنَ بِالْاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَ مَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓىِٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۝۴۵ ﴾[2]

''اور ہم نے توریت میں ان پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔ پھر جو معاف کردے تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل کئے پر حکم نہ کرے[3] وہ ہی لوگ ظالم ہیں۔''

امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں قصاص کا حکم تھا اور ان میں دیت نہ تھی تو اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے فرمایا **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى ؕ** (الاٰیہ) ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں، عفو[4] یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دیت قبول کرے اور اتباع بالمعروف یہ ہے کہ بھلائی سے طلب کرے اور قاتل اچھی طرح ادا کرے۔[5]

اور فرماتا ہے:

1 ......پ ۲، البقرۃ: ۱۷۸، ۱۷۹.
2 ......پ ٦، المائدۃ: ٤٥.
3 ......یعنی فیصلہ نہ کرے۔
4 ......یعنی معاف کرنا۔
5 ......''صحیح البخاری''، کتاب الدیات، باب من قتل له قتیل... إلخ، الحدیث: ٦٨٨١، ج٤، ص ٣٦٢.

﴿ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ ﴾ [1] (پ۶،ع۹)

''اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ رکھا۔

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـٴًـا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـٴًـا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ فَدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ ؗ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ۝ ﴾ [2] (پ۵،ع۱۰)

''اور مسلمان کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر غلطی کے طور پر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک غلام مسلم کا آزاد کرنا ہے اور خون بہا کہ مقتول کے لوگوں کو دیا جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ پھر وہ اگر اس قوم سے جو تمہاری دشمن ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان مملوک کو آزاد کیا جائے۔ پھر جو نہ پائے وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ سے اس کی توبہ ہے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ مدتوں اس میں رہے اور اللہ نے اس پر غضب فرمایا اور اس پر لعنت کی اور اس پر بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔''

حدیث ۱: امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''کسی مسلمان مرد کا جو لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی گواہی اور میری رسالت کی شہادت دیتا ہے خون صرف تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں حلال ہے۔ نفس^۱ بدلے میں نفس کے اور شیب^۲ زانی [3] اور اپنے مذہب^۳ سے نکل کر جماعت اہل اسلام کو چھوڑ دے'' (مرتد ہو جائے یا باغی ہو جائے)۔ [4]

حدیث ۲: امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم

---

1 ...... پ ٦، المائدة: ٣٢.
2 ...... پ ٥، النساء: ٩٢-٩٣.
3 ...... یعنی شادی شدہ زانی۔
4 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الديات، باب قول الله تعالى ﴿ اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ...الخ ﴾، الحديث: ٦٨٧٨، ج ٤، ص ٣٦١.

نے فرمایا کہ ''مسلمان اپنے دین کی سبب کشادگی میں رہتا ہے جب تک کوئی حرام خون نہ کرلے۔'' (1)

حدیث ۳: صحیحین میں عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''قیامت کے دن سب سے پہلے خون ناحق کے بارے میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔'' (2)

حدیث ۴: امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنہما (3) سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پہنچتی ہے۔'' (4)

حدیث ۵ و ۶: امام ترمذی اور نسائی عبداللہ بن عَمْرو رضی اللہ تعالٰی عنہما (5) سے اور ابن ماجہ براء بن عازب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''بے شک دنیا کا زوال اللہ (عزوجل) پر آسان ہے۔ ایک مرد مسلم کے قتل سے''۔ (6)

حدیث ۷ و ۸: امام ترمذی ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اگر آسمان و زمین والے ایک مرد مومن کے خون میں شریک ہو جائیں تو سب کو اللہ تعالٰی جہنم میں اوندھا کر کے ڈال دے گا۔ (7)

حدیث ۹: امام مالک نے سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پانچ یا سات نفر کو (8) ایک شخص کو دھوکا دے کر قتل کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا اور فرمایا کہ اگر صنعاء (9) کے سب لوگ اس خون میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔ (10) امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی کے مثل ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔ (11)

---

1 ......''صحیح البخاري''، کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ تعالی ﴿ومن یقتل مؤمنا متعمداً...إلخ﴾، الحدیث: ٦٨٦٢، ج٤، ص٣٥٦.

2 ......المرجع السابق، الحدیث: ٦٨٦٤، ج٤، ص٣٥٧.

3 ......بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر ''عبداللّٰہ بن عمر'' رضی اللہ تعالٰی عنہما لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ''بخاری شریف'' اور دیگر کتبِ حدیث میں ''عبداللّٰہ بن عَمْرو'' رضی اللہ تعالٰی عنہما مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... **علمیہ**

4 ......''صحیح البخاري''، کتاب الجزیۃ والموادعۃ، باب إثم من قتل معاھدا بغیر جرم، الحدیث: ٣١٦٦، ج٢، ص٣٦٥.

5 ......بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر ''عبداللّٰہ بن عمر'' رضی اللہ تعالٰی عنہما لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ''جامع ترمذی اور سنن نسائی'' میں ''عبداللّٰہ بن عَمْرو'' رضی اللہ تعالٰی عنہما مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... **علمیہ**

6 ......''جامع الترمذي''، کتاب الدیات، باب ماجاء في تشدید قتل المؤمن، الحدیث: ١٤٠٠، ج٣، ص٩٩.

7 ......''جامع الترمذي''، کتاب الدیات، باب الحکم في الدماء، الحدیث: ١٤٠٣، ج٣، ص١٠٠.

8 ......یعنی آدمیوں کو۔ 9 ......یمن کا دار الحکومت۔

10 ......''الموطأ''، للإمام مالک، کتاب العقول، باب ماجاء في الغیلۃ والسحر، الحدیث: ١٦٧١، ج٢، ص٣٧٧.

11 ......''صحیح البخاری''، کتاب الدیات، باب إذا اصاب قوم من رجل...إلخ، الحدیث: ٦٨٩٦، ج٤، ص٣٦٧.

حدیث ۱۰: دارقطنی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جب ایک مرد دوسرے کو پکڑ لے اور کوئی اور آ کر قتل کر دے تو قاتل قتل کیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا۔''[1]

حدیث ۱۱: امام ترمذی اور امام شافعی حضرت ابی شریح کعبی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا پھر تم نے اے قبیلۂ خزاعہ[2] ہذیل[3] کے آدمی کو قتل کر دیا اب میں اس کی دیت خود دیتا ہوں، اس کے بعد جو کوئی کسی کو قتل کرے تو مقتول کے گھر والے دو چیزوں میں سے ایک اختیار کریں اگر پسند کریں تو قتل کریں اور اگر وہ چاہیں تو خون بہا لیں۔[4]

حدیث ۱۲: صحیحین میں انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ حضرت ربیع نے جو انس بن مالک کی پھوپھی تھیں ایک انصاریہ عورت کے دانت توڑ دیئے تو وہ لوگ نبی صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم کے پاس حاضر ہوئے۔ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسَلَّم) نے قصاص کا حکم فرمایا۔ حضرت انس کے چچا انس بن النضر (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے عرض کی یا رسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسَلَّم) قسم اللہ کی ان کے دانت نہیں توڑے جائیں گے تو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''اے انس! اللہ کا حکم قصاص کا ہے''، اس کے بعد وہ لوگ راضی ہو گئے اور انہوں نے دیت قبول کر لی، رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ '' اللہ (عزوجل) کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ (عزوجل) پر قسم کھائیں تو اللہ تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔''[5]

حدیث ۱۳: امام بخاری اپنی صحیح میں ابو جحیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[6] سے کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے پوچھا، کیا تمہارے پاس کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو قرآن میں نہیں، تو انہوں نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا فرمایا، ہمارے پاس وہی ہے جو قرآن میں ہے مگر اللہ (عزوجل) نے جو قرآن کی سمجھ کسی کو دے دی اور ہمارے پاس وہ ہے جو اس صحیفہ میں ہے''۔ میں نے کہا، اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو فرمایا: دیت اور اس کے احکام اور قیدی کو چھڑانا اور یہ کہ کوئی مسلم کسی کافر (حربی) کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔[7]

حدیث ۱۴: ابوداود و نسائی حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اور ابن ماجہ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی کہ

---

1 ...... ''سنن الدار قطني''، کتاب الحدود والديات... إلخ، الحديث: ٣٢٤٣، ج٣، ص١٦٧.

2 ......عرب کا ایک قبیلہ۔

3 ......كذا في المشكوة كتاب القصاص ١٢.

4 ......''جامع الترمذي''، کتاب الديات، باب ماجاء في حكم ولي القتيل... إلخ، الحديث: ١٤١١، ج٣، ص١٠٣.

5 ...... ''صحيح البخاري''، كتاب التفسير، باب قوله (والجروح قصاص)، الحديث: ٤٦١١، ج٣، ص٢١٥.

6 ......بہارِشریعت کے نسخوں میں اس مقام پر ''ابو حنیفه'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ''بخاری شریف'' اور دیگر کتبِ حدیث میں ''حضرت ابو جُحَیْفَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ'' ہی مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... **علمیہ**

7 ...... ''صحيح البخاري''، كتاب الديات، باب لايقتل المسلم بالكافر، الحديث: ٦٩١٥، ج٤، ص٣٧٤.

رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''مسلمانوں کے خون برابر ہیں اوران کے ادنی کے ذمہ کو پورا کیا جائے گا اور جو دور والوں نے غنیمت حاصل کی ہو وہ سب لشکریوں کو ملے گی اور وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک ہیں۔خبردار کوئی مسلمان کسی کافر(حربی) کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور نہ کوئی ذمی، جب تک وہ ذمہ میں باقی ہے۔[1]

حدیث ۱۵: ترمذی اوردارمی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ حدیں مسجد میں قائم نہ کی جائیں اور اگر باپ نے اپنی اولاد کو قتل کیا ہو تو باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔[2]

حدیث ۱۶: ترمذی سراقہ بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور (صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسَلَّم) باپ کے قصاص میں بیٹے کو قتل کرتے اور بیٹے کے قصاص میں باپ کو قتل نہ کرتے[3] یعنی اگر بیٹے نے باپ کو قتل کیا تو بیٹے سے قصاص لیتے اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا ہو تو باپ سے قصاص نہ لیتے۔

حدیث ۱۷: ابوداود ونسائی ابورمثہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضور اقدس صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔حضور (صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسَلَّم) نے دریافت کیا، یہ کون ہے؟ میرے والد نے کہا، یہ میرا لڑکا ہے آپ اس کے گواہ رہیں۔حضور (صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسَلَّم) نے فرمایا، خبردار نہ یہ تمہارے اوپر جنایت کرسکتا ہے اور نہ تم اس پر جنایت کرسکتے ہو۔[4] (بلکہ جو جنایت کرے گا وہی ماخوذ ہوگا)

حدیث ۱۸: امام ترمذی ونسائی وابن ماجہ ودارمی ابوامامہ بن سہل بن حُنَیف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گھر کا جب باغیوں نے محاصرہ کیا تو کھڑکی سے جھانک کر فرمایا کہ میں تم کو خدا کی قسم دلاتا ہوں، کیا تم جانتے ہو کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا ہے کہ کسی مرد مسلم کا خون حلال نہیں ہے مگر تین وجہوں سے۔ ① احصان کے بعد[5] زنا سے یا ② اسلام کے بعد کفر سے یا ③ کسی نفس کو بغیر کسی نفس کے قتل کر دینے سے، انہیں وجوہ سے قتل کیا جائے گا۔قسم خدا کی، نہ میں نے زمانہ کفر میں زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں اور جب سے میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم سے بیعت کی مرتد نہیں ہوا اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ تعالٰی نے حرام فرمایا قتل نہیں کیا پھر تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو۔[6]

---

1 ......"سنن أبي داود"، کتاب الدیات، باب إیقاد المسلم بالکافر، الحدیث: ٤٥٣٠، ٤٥٣١، ج٤، ص٢٣٨، ٢٣٩.

2 ......"جامع الترمذي"، کتاب الدیات، باب ماجاء في الرجل یقتل ابنه... إلخ، الحدیث: ١٤٠٦، ج٣، ص١٠١.

3 ...... المرجع السابق، الحدیث: ١٤٠٤، ج٣، ص١٠٠.

4 ......"سنن أبي داود"، کتاب الدیات، باب لایؤخذ أحد بجریرة أخیه أو أبیه، الحدیث: ٤٤٩٥، ج٤، ص٢٢٣.

5 ......یعنی شادی شدہ ہونے کے بعد۔

6 ...... "جامع الترمذي"، کتاب الفتن، باب ما جاء لایحل دم إمرئ مسلم... إلخ، الحدیث: ٢١٦٥، ج٤، ص٦٤.

حدیث ۱۹: ابوداود حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ '' مومن تیز رو[1] اورصالح رہتا ہے جب تک حرام خون نہ کرلے اور جب حرام خون کرلیتا ہے تواب وہ تھک جاتا ہے[2]۔ [3]

حدیث ۲۰: ابوداود انہیں سے اورنسائی معاویہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''امید ہے کہ گناہ کو اللہ بخش دے گا مگر اس شخص کو نہ بخشے گا جو مشرک ہی مرجائے یا جس نے کسی مردمومن کو قصداً[4] ناحق قتل کیا۔''[5] (اس کی تاویل آگے آئے گی)

حدیث ۲۱: امام ترمذی نے عَمْرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''جس نے ناحق جان بوجھ کر قتل کیا وہ اولیائے مقتول کو دے دیا جائے گا پس وہ اگر چاہیں قتل کریں اور اگر چاہیں دیت لیں۔ [6]

حدیث ۲۲: دارمی ابن شریح خزاعی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سنا ہے کہ ''جو اس بات کے ساتھ مبتلا ہو کہ اس کے یہاں کوئی قتل ہو گیا یا زخمی ہو گیا تو تین چیز میں سے ایک اختیار کرے۔ اگر چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ پکڑ لو (یعنی روک دو) یہ اختیار ہے کہ قصاص لے یا معاف کرے یا دیت لے پھر ان تینوں باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے بعد اگر کوئی زیادتی کرے تو اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔''[7]

حدیث ۲۳: ابوداود جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''میں اس کو معاف نہیں کروں گا جس نے دیت لینے کے بعد قتل کیا۔''[8]

حدیث ۲۴: امام ترمذی وابن ماجہ نے ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم کو فرماتے سنا ہے کہ جس کے جسم میں کوئی زخم لگ جائے پھر وہ اس کا صدقہ کردے (معاف کردے) تو اللہ

---

1 ...... یعنی مومن نیکی میں جلدی کرنے والا ہوتا ہے۔

2 ...... یعنی قتل ناحق کی نحوست سے انسان توفیق خیر سے محروم رہ جاتا ہے اسی کو تھک جانے سے تعبیر فرمایا۔

3 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الفتن والملاحم، باب في تعظيم قتل المؤمن، الحديث: ٤٢٧٠، ج٤، ص١٣٩.

4 ...... یعنی جان بوجھ کر۔

5 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الفتن... إلخ، باب في تعظيم قتل المؤمن، الحديث: ٤٢٧٠، ج٤، ص١٣٩.

6 ...... "جامع الترمذي"، كتاب الديات، باب ماجاء في الدية كم هى من الإبل، الحديث: ١٣٩٢، ج٣، ص٩٥.

7 ...... "سنن الدارمي"، كتاب الديات، باب الدية في قتل العمد، الحديث: ٢٣٥١، ج٢، ص٢٤٧.

8 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الديات، باب من يقتل بعد أخذ الدية، الحديث: ٤٥٠٧، ج٤، ص٢٢٩.

(عزوجل) اس کا ایک درجہ بڑھاتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔[1]

حدیث ۲۵: امام بخاری اپنی صحیح میں عبداللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے عرض کی یارسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم) ! کون سا گناہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک بڑا ہے؟ فرمایا کہ'' اللہ (عزوجل) کا کوئی شریک بتائے، حالانکہ اللہ (عزوجل) ہی نے تم کو پیدا کیا'' عرض کی پھر کون سا گناہ؟ فرمایا: '' پھر یہ کہ اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔'' کہا۔ پھر کون؟ ارشاد فرمایا: '' پھر یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ پس اللہ (عزوجل) نے اس کی تصدیق نازل فرمائی:

﴿ وَالَّذِیْنَ لَا یَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا یَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا یَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا ۙ﴿۶۸﴾[2] یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓىٕكَ یُبَدِّلُ اللّٰهُ سَیِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ﴿۷۰﴾ ﴾[3] (پ ۱۹، ع ۴)

'' اور وہ جو اللہ (عزوجل) کے ساتھ کسی اور کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جسے اللہ (عزوجل) نے حرام کیا ناحق قتل نہیں کرتے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا، اس کے لیے چند در چند عذاب کیا جائے گا قیامت کے دن۔[4] اور وہ اس میں مدتوں ذلت کے ساتھ رہے گا، مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔ اللہ (عزوجل) ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا۔ اور اللہ (عزوجل) مغفرت والا رحم والا ہے۔''

حدیث ۲۶: امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ان نقبا[5] سے ہوں جنہوں نے (لیلۃ العقبہ[6] میں) رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم سے بیعت کی۔ ہم نے اس بات پر بیعت کی تھی کہ اللہ (عزوجل) کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور زنا نہ کریں گے اور چوری نہ کریں گے اور ایسی جان کو قتل نہ کریں گے جس کو اللہ (عزوجل) نے حرام فرمایا اور لوٹ نہ کریں گے اور خدا (تعالٰی) کی نافرمانی نہ کریں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم کو جنت

---

1 ...... "جامع الترمذي"، كتاب الديات، باب ماجاء في العفو، الحديث: ۱۳۹۸، ج۳، ص۹۷.

2 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الديات باب قول الله تعالى ﴿ومن يقتل مؤمنا متعمداً... إلخ﴾، الحديث: ۶۸۶۱، ج۴، ص۳۵۶.

3 ...... پ۱۹، الفرقان: ۶۸۔۷۰.

4 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر "یوم القیٰمۃ" کا ترجمہ ''قیامت کے دن'' موجود نہیں تھا، لہٰذا متن میں کنزالایمان سے اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔... علمیہ

5 ...... قوم کے سرداروں۔

6 ...... عقبہ سے مراد وہ مقام ہے جو منیٰ کے اطراف میں واقع ہے، اس مقام پر رات کے وقت چند انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنھم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کے دست اقدس پر بیعت کی جن میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی شامل تھے۔

دی جائے گی اور اگر ان میں سے کوئی کام ہم نے کیا تو اس کا فیصلہ اللہ (عزوجل) کی طرف ہے۔[1]

حدیث ۲۷: امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا: "اللہ (عزوجل) کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ مبغوض تین شخص ہیں۔ حرم[1] میں الحاد کرنے والا اور اسلام[2] میں طریقہ جاہلیت کا طلب کرنے والا اور کسی[3] مسلمان شخص کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اسے بہائے۔[2]

حدیث ۲۸: امام ابوجعفر طحاوی نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں نعمان رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "قصاص میں قتل تلوار ہی سے ہوگا۔"[3]

مسائل فقہیّہ

یہاں جنایت سے مراد وہ فعل ہے جس سے جان یا اعضاء کو نقصان پہنچایا جائے اس کے احکام کا تعلق حکومت سے ہے کہ وہی ان کا نفاذ کرتی ہے یہاں نہ اسلامی حکومت ہے نہ شریعت کے مطابق احکام جاری ہیں لہذا اس کے مسائل بیان کرنے کی چنداں حاجت نہ تھی مگر پھر بھی مسلمانوں کو شرعی احکام معلوم کرنا بے سود نہیں ہے اس لحاظ سے کچھ مسائل بیان کئے جاتے ہیں۔

مسئلہ ۱: قتل ناحق کی پانچ صورتیں ہیں۔ (۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قائم مقام خطا (۵) قتل بالسبب۔ قتل عمد یہ ہے کہ کسی دھاردار آلے سے قصداً قتل کرے۔ آگ سے جلا دینا بھی قتل عمد ہی ہے۔ دھاردار آلہ مثلاً تلوار، چھری یا لکڑی اور بانس کی کَھپَچّی[4] میں دھار نکال کر قتل کیا یا دھار دار پتھر سے قتل کیا، لوہے اور تانبا، پیتل وغیرہ کی کسی چیز سے قتل کرے گا، اگر اس سے جرح یعنی زخم ہوا تو قتل عمد ہے، مثلاً چھری، خنجر، تیر، نیزہ، بلم[5] وغیرہ کہ یہ سب آلۂ جارحہ ہیں۔[6] گولی اور چھرے سے قتل ہوا، یہ بھی اسی میں داخل ہے۔[7] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۲: قتل عمد کا حکم یہ ہے کہ ایسا شخص نہایت سخت گنہگار ہے۔ کفر کے بعد تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

---

1 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الديات، باب قول الله تعالى ﴿ومن احياها﴾، الحديث: ٦٨٧٣، ج ٤، ص ٣٥٩.

2 ......"صحيح البخاري"، كتاب الديات، باب من طلب دم إمرئ بغير حق، الحديث: ٦٨٨٢، ج ٤، ص ٣٦٢.

3 ...... "شرح معاني الآثار"، كتاب الجنايات، باب الرجل يقتل رجلا كيف يقتل؟، الحديث: ٤٩١٧، ج ٣، ص ٨١.

4 ......بانس کا چرا ہوا ٹکڑا۔　5 ......لمبی لاٹھی جس کے سرے پر نوک دار بھال ہوتی ہے، بھالا، برچھا۔

6 ......یعنی زخمی کرنے والے آلے ہیں۔

7 ......"الهداية" كتاب الجنايات، ج ٢، ص ٤٤٢.

و"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٥٥-١٥٧.

﴿وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا ﴾[1] (پ۵، ع۱۰)

''جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے اس کی سزا جہنم میں مدتوں[2] رہنا ہے۔''

ایسے شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں اس کے متعلق صحابہ (رضوان اللہ تعالٰی علیہم) میں اختلاف ہے جیسا کہ کتب حدیث میں یہ بات مذکور ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ بھی قبول ہو سکتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایسے قاتل کی بھی مغفرت ہو سکتی ہے۔ اللہ تعالٰی کی مشیت میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو بخش دے[3] جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾[4] (پ۵، ع۴)

''بے شک اللہ (عزوجل)[5] شرک یعنی کفر کو تو نہیں بخشے گا۔ اس سے نیچے جتنے گناہ ہیں جس کے لئے چاہے گا مغفرت فرمادے گا۔''

اور پہلی آیت کا یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ مومن کو جو بحیثیت مومن قتل کرے گا یا اس کے قتل کو حلال سمجھے گا وہ بے شک ہمیشہ جہنم میں رہے گا یا خلود سے مراد بہت دنوں تک رہنا ہے۔

مسئلہ ۳: قتل عمد کی سزا دنیا میں فقط قصاص ہے یعنی یہی متعین ہے۔ ہاں اگر اولیائے مقتول معاف کر دیں یا قاتل سے مال لے کر مصالحت کر لیں تو یہ بھی ہو سکتا ہے مگر بغیر مرضی قاتل اگر مال لینا چاہیں تو نہیں ہو سکتا۔ یعنی قاتل اگر قصاص کو کہے تو اولیائے مقتول اس سے مال نہیں لے سکتے۔ مال پر مصالحت کی صورت میں دیت کی برابر یا کم یا زیادہ تینوں صورتیں جائز ہیں۔ یعنی مال لینے کی صورت میں یہ ضرور نہیں کہ دیت سے زیادہ نہ ہو اور جس مال پر صلح ہوئی وہ دیت کی قسم سے ہو یا دوسری جنس سے ہو دونوں صورتوں میں کمی بیشی ہو سکتی ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۴: قتلِ عمد میں قاتل کے ذمے کفارہ واجب نہیں۔[7] (متون)

مسئلہ ۵: اولیائے مقتول نے اگر نصف قصاص معاف کر دیا تو کل ہی معاف ہو گیا یعنی اس میں تجزی نہیں ہو سکتی، اب اگر یہ چاہیں کہ باقی نصف کے مقابل میں مال لیں، یہ نہیں ہو سکتا۔[8] (شلبی)

---

1 ...... پ۵، النساء: ۹۳.

2 ...... بہارِشریعت میں اس مقام پر ''خالداً'' کا ترجمہ ''مدتوں'' موجود نہیں تھا، لہذا متن میں کنزالایمان سے اس کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ... **علمیه**

3 ...... ''الدرالمختار'' و ''ردالمحتار''، کتاب الجنایات، ج۱۰، ص۱۵۸.

4 ...... پ۵، النساء: ٤٨.

5 ...... بہارِشریعت میں اس مقام پر ''اِنَّ اللّٰهَ'' کا ترجمہ ''بے شک اللہ (عزوجل)'' موجود نہیں تھا، لہذا متن میں کنزالایمان سے اس کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ ... **علمیه**

6 ...... ''الدرالمختار''، کتاب الجنایات، ج۱۰، ص۱۵۸.

7 ...... ''کنزالدقائق''، کتاب الجنایات، ص٤٤٨.

8 ...... ''حاشیة الشلبی'' علی ''تبیین الحقائق''، کتاب الجنایات، ج۷، ص۲۱۲.

مسئلہ ۶: قتل کی دوسری قسم شبہ عمد ہے۔ وہ یہ کہ قصداً قتل کرے مگر اسلحہ سے یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہوں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مارڈالا یہ شبہ عمد ہے اس صورت میں بھی قاتل گنہگار ہے اور اس پر کفارہ واجب ہے اور قاتل کے عصبہ پر دیت مغلظہ واجب جو تین سال میں ادا کریں گے۔ دیت کی مقدار کیا ہوگی اس کو آئندہ ان شاءاللہ بیان کیا جائے گا۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۷: شبہ عمد مارڈالنے ہی کی صورت میں ہے۔ اور اگر وہ جان سے نہیں مارا گیا بلکہ اس کا کوئی عضو تلف ہوگیا مثلاً لاٹھی سے مارااور اس کا ہاتھ یا انگلی ٹوٹ کر علیحدہ ہوگئی تو اس کو شبہ عمد نہیں کہیں گے بلکہ یہ عمد ہے اور اس صورت میں قصاص ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۸: تیسری قسم قتل خطا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کے گمان میں غلطی ہوئی، مثلاً اس کو شکار سمجھ کر قتل کیا اور شکار نہ تھا بلکہ انسان ہے یا حربی یا مرتد سمجھ کر قتل کیا حالانکہ وہ مسلم تھا دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں غلطی ہوئی مثلاً شکار پر یا چاند ماری[3] پر گولی چلائی اور لگ گئی آدمی کو کہ یہاں انسان کو شکار نہیں سمجھا بلکہ شکار ہی کو شکار سمجھا اور شکار ہی پر گولی چلائی مگر ہاتھ بہک گیا۔[4] گولی شکار کو نہیں لگی آدمی کو لگی۔ اسی کی یہ صورتیں بھی ہیں۔ نشانہ پر گولی لگ کر لوٹ آئی اور کسی آدمی کو لگی یا نشانہ سے پار ہو کر کسی آدمی کو لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا دوسرے کو لگی یا ایک شخص کے ہاتھ میں مارنا چاہتا تھا دوسرے کی گردن میں لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا مگر گولی دیوار پر لگی پھر ٹپا کھا کر لوٹی اور اس شخص کو لگی یا اس کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ کر کسی آدمی پر گری اور مر گیا یہ سب صورتیں قتل خطا کی ہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۹: قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت واجب جو تین سال میں ادا کی جائے گی۔ قتل خطا کی دونوں صورتوں میں اس کے ذمہ قتل کا گناہ نہیں۔ یہ تو ضرور گناہ ہے کہ ایسے آلہ کے استعمال میں اس نے بے احتیاطی برتی، شریعت کا حکم ہے کہ ایسے موقعوں پر احتیاط سے کام لینا چاہئے۔[6] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۰: مقتول کے جسم کے جس حصہ پر وار کرنا چاہتا تھا وہاں نہیں لگا۔ دوسری جگہ لگا یہ خطا نہیں ہے بلکہ عمد ہے اور اس میں قصاص واجب ہے۔[7] (ہدایہ)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الجنايات، ج ٢، ص ٤٤٣.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦١.

3 ......نشانہ، وہ جگہ جس پر نشانہ بازی کرتے ہیں۔

4 ......یعنی اِدھر اُدھر مڑ گیا۔

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦١، ١٦٢.

6 ......"الهداية"، كتاب الجنايات، ج ٢، ص ٤٤٣.

7 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۱۱: قتل کی ان تینوں قسموں میں قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے یعنی اگر کسی نے اپنے مورث کو قتل کیا تو اس کا ترکہ اس کو نہیں ملے گا (ہدایہ)[1] بشرطیکہ جس سے قتل ہوا وہ مکلّف[2] ہو اور اگر مجنوں یا بچہ ہے تو میراث سے محروم نہیں۔[3] (ردالمحتار)

مسئلہ ۱۲: چوتھی قسم قائم مقام خطا جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور یہ مرگیا اسی طرح چھت سے کسی انسان پر گرا اور مرگیا قتل کی اس صورت میں بھی وہی احکام ہیں جو خطا میں ہیں یعنی قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت اور قاتل میراث سے محروم ہوگا اور اس میں بھی قتل کرنے کا گناہ نہیں، مگر یہ گناہ ہے کہ ایسی بے احتیاطی کی جس سے ایک انسان کی جان ضائع ہوئی۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۱۳: پانچویں قسم قتل بالسبب، جیسے کسی شخص نے دوسری کی ملک میں کوآں کھودا یا پتھر رکھ دیا یا راستہ میں لکڑی رکھ دی اور کوئی شخص کوئیں میں گر کر یا پتھر اور لکڑی سے ٹھوکر کھا کر مرگیا۔ اس قتل کا سبب وہ شخص ہے جس نے کوآں کھودا تھا اور پتھر وغیرہ رکھ دیا تھا۔ اس صورت میں اس کے عصبہ کے ذمے دیت ہے۔ قاتل پر نہ کفارہ ہے نہ قتل کا گناہ، اس کا گناہ ضرور ہے کہ پرائی مِلک میں کوآں کھودا، یا وہاں پتھر رکھ دیا۔[5] (درمختار)

کھاں قصاص واجب ھوتا ھے کھاں نھیں

مسئلہ ۱: قتل عمد میں قصاص واجب ہوتا ہے کہ ایسے کو قتل کیا جس کے خون کی محافظت ہمیشہ کے لیے ہو۔ جیسے مسلم یا ذمی کہ اسلام نے ان کی محافظت کا حکم دیا ہے۔ بشرطیکہ قاتل مکلّف ہو، یعنی عاقل بالغ ہو۔ مجنون یا نابالغ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ اگر قتل کے وقت عاقل تھا اور بعد میں مجنون ہوگیا۔ اگر قتل کے لیے ابھی تک حوالہ نہیں کیا گیا ہے۔ قصاص ساقط ہوجائے گا اور اگر قصاص کا حکم ہو چکا اور قتل کرنے کے لیے دیا جاچکا ہے اس کے بعد مجنون ہوا تو قصاص ساقط نہیں ہوگا اور ان صورتوں میں بجائے قصاص اُس پر دیت واجب ہوگی۔[6] (درمختار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الجنايات، ج٢، ص٤٤٣.

2 ......یعنی عاقل، بالغ ہو۔

3 ...... "رد المحتار"، كتاب الجنايات، ج١٠، ص١٦٤.

4 ......"الدرالمختار" و "رد المحتار"، كتاب الجنايات، ج١٠، ص١٦٣.

5 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، ج١٠، ص١٦٣.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود...الخ، ج١٠، ص ١٦٤.

مسئلہ ۲: جو شخص کبھی مجنون ہو جاتا ہے اور کبھی ہوش میں آجاتا ہے۔اس نے اگر حالت افاقہ میں کسی کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ہاں اگر قتل کے بعد اسے جنون مطبق ہو گیا تو قصاص ساقط ہو گیا اور جنون مطبق نہیں ہے تو قتل کیا جائے گا۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳: قصاص کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ قاتل ومقتول کے مابین شبہ نہ پایا جاتا ہو۔مثلاً باپ بیٹا، آقا وغلام کہ یہاں قصاص نہیں اور اگر مقتول نے قاتل کو کہہ دیا کہ مجھے قتل کرڈال، اس نے قتل کر دیا اس میں بھی قصاص واجب نہیں۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۴: آزاد کو آزاد کے بدلے میں اور غلام کے بدلے میں بھی قتل کیا جائے گا اور غلام کو غلام کے بدلے میں اور آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔مرد کو عورت کے بدلے میں اور عورت کو مرد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔مسلم کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔حربی یا مستامن کے بدلے میں نہ مسلم سے قصاص لیا جائے گا نہ ذمی سے، اسی طرح مستامن سے مستامن کے مقابل میں قصاص نہیں۔ذمی نے ذمی کو قتل کیا، قصاص لیا جائے گا اور قتل کے بعد قاتل مسلمان ہو گیا جب بھی قصاص ہے۔[3] (عالمگیری)

مسئلہ ۵: مسلم نے مرتد یا مرتدہ کو قتل کیا اس صورت میں قصاص نہیں۔دو مسلمان دارالحرب میں امان لے کر گئے اور ایک نے دوسرے کو وہیں قتل کر دیا قصاص نہیں۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۶: عاقل سے مجنون کے بدلے میں اور بالغ سے نابالغ کے بدلے میں اور انکھیارے سے اندھے کے بدلے میں اور ہاتھ پاؤں والے سے لنجھے[5] یا جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں اس کے بدلے میں، تندرست سے بیمار کے بدلے میں اور مرد سے عورت کے بدلے میں قصاص لیا جائے گا۔[6] (درمختار، عالمگیری)

مسئلہ ۷: اصول نے فروع کو قتل کیا مثلاً باپ ماں، دادا دادی، نانا نانی نے بیٹے یا پوتے یا نواسہ کو قتل کیا اس

---

1 ...... "الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود...الخ، ج١٠، ص١٦٥.

2 ...... المرجع السابق.

3 ......" الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانى فيمن يقتل قصاصاً..إلخ، ج٦، ص٣.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... لنگڑا لولا، ہاتھ پاؤں سے معذور۔

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيمايوجب القود...الخ، ج١٠، ص١٦٨.

و" الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانى فيمن يقتل قصاصاً..إلخ، ج٦، ص٣.

میں قصاص نہیں بلکہ خود اس قاتل سے دیت دلوائی جائے گی بلکہ باپ کے ساتھ اگر بیٹے کے قتل میں کوئی اجنبی بھی شریک تھا تو اس اجنبی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس سے بھی دیت ہی لی جائے گی۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ دوشخصوں نے مل کرا گر کسی کو قتل کیا اور ان میں ایک وہ ہے کہ اگر وہ تنہا کرتا تو قصاص واجب ہوتا اور دوسرا وہ ہے کہ تنہا قتل کرتا تو اس پر قصاص واجب نہیں ہوتا تو اس پہلے سے بھی قصاص نہیں، مثلاً اجنبی اور باپ دونوں نے قتل کیا یا ایک نے قصداً قتل کیا اور دوسرے نے خطا کے طور پر۔ ایک نے تلوار سے قتل کیا، دوسرے نے لاٹھی سے، ان سب صورتوں میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت واجب ہے۔[1] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۸: مولے نے اپنے غلام کو قتل کیا اس میں قصاص نہیں۔ اسی طرح اپنے مدبر یا مکاتب یا اپنی اولاد کے غلام کو قتل کیا یا اس غلام کو قتل کیا جس کے کسی حصہ کا قاتل مالک ہے۔[2] (درمختار)

مسئلہ ۹: قتل سے قصاص واجب تھا مگر اس کا وارث ایسا شخص ہوا کہ وہ قصاص نہیں لے سکتا تو قصاص ساقط ہو گیا مثلاً وہ قاتل اس وارث کے اصول میں سے ہے تو اب قصاص نہیں ہو سکتا۔ جیسے ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کیا اور اس کی وارث صرف اس کی لڑکی ہے یعنی قاتل کی بیوی۔ پھر یہ عورت مرگئی اور اس کا لڑکا وارث ہوا جو اسی شوہر سے ہے تو قصاص کی صورت میں بیٹے کا باپ سے قصاص لینا لازم آتا ہے، لہٰذا قصاص ساقط۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۰: مسلم نے اگر مسلم کو مشرک سمجھ کر قتل کیا، مثلاً جہاد میں ایک مسلم کو کافر سمجھا اور مار ڈالا، اس صورت میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت و کفارہ ہے کہ یہ قتل عمد نہیں بلکہ قتل خطا ہے اور اگر مسلم صف کفار میں تھا اور کسی مسلم نے قتل کر ڈالا تو دیت و کفارہ بھی نہیں۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۱: جن اگر ایسی شکل میں آیا جس کا قتل جائز ہے۔ مثلاً سانپ کی شکل میں آیا تو اس کے قتل میں کوئی مواخذہ نہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۱۲: قصاص میں جس کو قتل کیا جائے تو یہ ضرور ہے کہ تلوار ہی سے قتل کیا جائے اگرچہ قاتل نے اسے تلوار سے قتل نہ کیا ہو بلکہ کسی اور طرح سے مار ڈالا ہو جس سے قصاص واجب ہوتا ہو۔ خنجر یا نیزہ سے یا کسی دوسرے اسلحہ سے قتل کرنا بھی تلوار ہی

---

1 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود... إلخ، ج۱۰، ص ۱۶۸، ۱۶۹.

2 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود... إلخ، ج۱۰، ص۱۶۹.

3 ...... المرجع السابق، ص ۱۷۱. 4 ...... المرجع السابق، ص ۱۷۲.

5 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود... إلخ، ج۱۰، ص ۱۷۳.

کے حکم میں ہے۔لہٰذا اگر اسلحہ کے سوا کسی اور طرح سے قصاص میں قتل کیا، مثلاً کوئیں میں گرا کر مار ڈالا یا پتھر سے قتل کیا تو ایسا کرنے سے تعزیر کا مستحق ہے۔[1] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۱۳: کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور وہ مرگیا تو قاتل کی گردن تلوار سے اڑادی جائے یہ نہیں کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیں۔اسی طرح اگر اس کا سر توڑ ڈالا اور مرگیا تو قاتل کی گردن تلوار سے کاٹ دی جائے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۱۴: بعض اولیائے مقتول نے قصاص لے لیا تو باقی اولیا اس سے ضمان نہیں لے سکتے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۱۵: دو شخص ولی مقتول تھے، ان میں سے ایک نے معاف کر دیا اور دوسرے نے قاتل کو قتل کر ڈالا، اگر اسے یہ معلوم تھا کہ بعض ولی کے معاف کر دینے سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر نہیں معلوم تھا تو اس سے دیت لی جائے گی۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۱۶: مقتول کے بعض اولیا بالغ ہیں اور بعض نابالغ تو قصاص میں یہ انتظار نہیں کیا جائے گا کہ وہ نابالغ بالغ ہو جائیں بلکہ جو وُرَثہ بالغ ہیں وہ ابھی قصاص لے سکتے ہیں۔[5] (ہدایہ)

مسئلہ ۱۷: قاتل کو کسی اجنبی شخص نے (یعنی اس نے جو مقتول کا ولی نہیں ہے) قتل کر ڈالا، اگر اس نے عمداً قتل کیا ہے تو اس قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔اور خطا کے طور پر قتل کیا ہے تو اس قاتل کے عصبہ سے دیت لی جائے گی، کیونکہ اس اجنبی کے لئے اس کا قتل حلال نہ تھا، اب اگر مقتول اول کا ولی یہ کہتا ہے کہ میں نے اس اجنبی سے قتل کرنے کو کہا تھا لہٰذا اس سے قصاص نہ لیا جائے تو جب تک گواہ نہ ہوں۔اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور اس اجنبی سے قصاص لیا جائے اور بہرصورت جبکہ قاتل کو اجنبی نے قتل کر ڈالا تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو گیا یعنی قصاص تو ہو ہی نہیں سکتا کہ قاتل رہا ہی نہیں اور دیت بھی نہیں لی جاسکتی کہ اس کے لیے رضامندی درکار ہے اور وہ پائی نہیں گئی۔جس طرح قاتل مرجائے تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔اسی طرح یہاں۔[6] (درمختار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص ومالايوجبه، ج٢، ص٤٤٥.
و"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيمايوجب القود...إلخ، ج١٠، ص ١٧٣.

2 ...... " الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانى فيمن يقتل قصاصاً...الخ، ج٦، ص٤.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود...الخ، ج١٠، ص١٧٨.

4 ...... المرجع السابق.

5 ......"الهداية"، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص ومالايوجبه، ج٢، ص٤٤٦.

6 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود...الخ، ج١٠، ص١٧٧.

مسئلہ ۱۸: اولیائے مقتول نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ زید نے اسے زخمی کیا اور قتل کیا ہے اور زید نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ خود مقتول نے یہ کہا ہے کہ زید نے نہ مجھے زخمی کیا نہ قتل کیا تو اُنہیں گواہوں کو ترجیح دی جائے گی۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۱۹: مجروح[2] نے یہ کہا کہ فلاں نے مجھے زخمی نہیں کیا ہے، یہ کہہ کر مرگیا تو اس کے ورثہ اس شخص پر قتل کا دعویٰ نہیں کر سکتے۔ مجروح نے یہ کہا کہ فلاں شخص نے مجھے قتل کیا۔ یہ کہہ کر مرگیا اب اس کے ورثہ دوسرے شخص پر دعوے کرتے ہیں کہ اس نے قتل کیا ہے۔ یہ دعویٰ مسموع[3] نہیں ہوگا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۲۰: جس کو زخمی کیا گیا۔ اس نے مرنے سے پہلے معاف کر دیا یا اس کے اولیاء نے مرنے سے پہلے معاف کر دیا یہ معافی جائز ہے۔ یعنی اب قصاص نہیں لیا جائے گا۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۲۱: کسی کو زہر دے دیا۔ اسے معلوم نہیں اور لاعلمی میں کھا پی گیا تو اس صورت میں نہ قصاص ہے نہ دیت، مگر زہر دینے والے کو قید کیا جائے گا اور اس پر تعزیر ہوگی اور اگر خود اس نے اُس کے منہ میں زبردستی ڈال دیا یا اس کے ہاتھ میں دیا اور پینے پر مجبور کیا تو دیت واجب ہے۔[6] (درمختار)

مسئلہ ۲۲: یہ کہا کہ میں نے اپنی بددعا سے فلاں کو ہلاک کر دیا یا باطنی تیروں سے ہلاک کیا یا سورۂ انفال پڑھ کر ہلاک کیا تو اقرار کرنے والے پر قصاص وغیرہ لازم نہیں۔ اسی طرح اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالیٰ کے اسمائے قہر یہ پڑھ کر اسے ہلاک کر دیا، اس کہنے سے بھی کچھ لازم نہیں۔ نظر بد سے ہلاک کرنے کا اقرار کرے اس کے متعلق بھی کچھ منقول نہیں۔[7] (ردالمحتار)

مسئلہ ۲۳: کسی نے اس کا سر توڑ ڈالا اور خود اس نے بھی اپنا سر توڑا اور شیر نے اسے زخمی کیا اور سانپ نے بھی کاٹ کھایا اور یہ مرگیا تو اس شخص پر جس نے سر توڑا ہے تہائی دیت[8] واجب ہوگی۔[9] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۴: ایک شخص نے کئی شخصوں کو قتل کیا اور ان تمام مقتولین کے اولیا نے قصاص کا مطالبہ کیا تو سب کے بدلے

---

1 ...... "الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... الخ، ج١٠، ص ١٧٩.

2 ......زخمی۔ 3 ......یعنی قابل سماعت۔

4 ......"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... الخ، ج١٠، ص١٧٩.

5 ...... المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص١٨٠.

7 ......"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... الخ، مبحث شريف، ج١٠، ص١٨١.

8 ......یعنی دیت کا تیسرا حصہ۔

9 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني، فيمن يقتل قصاصاً... إلخ، ج٦، ص٤.

میں اس قاتل کو قتل کیا جائے گا اور فقط ایک کے ولی نے مطالبہ کیا اور قتل کر دیا گیا تو باقیوں کا حق ساقط ہو گیا۔ یعنی اب ان کے مطالبہ پر کوئی مزید کارروائی نہیں ہوسکتی۔[1] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۵: ایک شخص کو چند شخصوں نے مل کر قتل کیا تو اس کے بدلے میں یہ سب قتل کیے جائیں گے۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۲۶: ایک سے زیادہ مرتبہ جس نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا اس کو بطور سیاست قتل کیا جائے اور گرفتاری کے بعد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ مقبول نہیں اور اس کا وہی حکم ہے جو جادوگر کا ہے۔[3] (درمختار)

مسئلہ ۲۷: کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شیر یا درندے کے سامنے ڈال دیا اس نے مار ڈالا، ایسے شخص کو سزا دی جائے اور مارا جائے اور قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہیں قید خانہ ہی میں مر جائے اسی طرح اگر ایسے مکان میں کسی کو بند کر دیا جس میں شیر ہے جس نے مار ڈالا یا اس میں سانپ ہے جس نے کاٹ لیا۔[4] (درمختار)

مسئلہ ۲۸: بچہ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ یا برف پر ڈال دیا اور وہ مر گیا تو اس کے عصبہ سے دیت وصول کی جائے کسی کے ہاتھ، پاؤں باندھ کر دریا میں ڈال دیا اور ڈالتے ہی تہ نشین ہو گیا تو اس کے عصبہ سے دیت وصول کی جائے اور اگر کچھ دیر تک تیرتا رہا پھر ڈوب کر مر گیا تو دیت نہیں۔[5] (درمختار)

مسئلہ ۲۹: گرم تنور میں کسی آدمی کو ڈال دیا اور وہ مر گیا یا آگ میں کسی کو ڈال دیا جس سے نکل نہیں سکتا اور وہ مر گیا تو ان دونوں صورتوں میں قصاص ہے اور اگر آگ میں ڈال کر نکال لیا اور تھوڑی سی زندگی باقی ہے مگر کچھ دنوں بعد مر گیا تو قصاص ہے اور اگر چلنے پھرنے لگا پھر مر گیا تو قصاص نہیں۔[6] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۰: ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑ دیا کہ آنتیں نکل پڑیں۔ پھر کسی اور نے دوسرے کی گردن اڑا دی تو قاتل یہی ہے جس نے گردن ماری۔ اگر اس نے عمداً کیا ہے تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت واجب ہے اور جس نے پیٹ پھاڑا اس پر تہائی دیت واجب ہے اور اگر پیٹ اس طرح پھاڑا کہ پیٹھ کی جانب زخم نفوذ کر گیا تو دیت کی دو تہائیاں۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص ایک دن یا کچھ کم زندہ رہ سکتا ہو، اور اگر زندہ نہ رہ سکتا ہو اور مقتول کی طرح تڑپ رہا ہو تو قاتل

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني فيمن يقتل قصاصاً... إلخ، ج٦، ص٤.

2 ...... المرجع السابق، ص٥.

3 ...... "الدرالمختار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... الخ، ج١٠، ص١٨٣.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق، ص ١٨٤.

6 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني فيمن يقتل قصاصاً... إلخ، ج ٦، ص ٥.

وہ ہے جس نے پیٹ پھاڑا، اس نے عمداً کیا ہو تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت ہے اور جس نے گردن ماری اس پر تعزیر ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایسا زخمی کیا کہ امید زیست[1] نہ رہی۔ پھر دوسرے نے اسے زخمی کیا تو قاتل وہی پہلا شخص ہے۔ اگر دونوں نے ایک ساتھ زخمی کیا تو دونوں قاتل ہیں۔ اگرچہ ایک نے دس وار کیے اور دوسرے نے ایک ہی وار کیا ہو۔[2] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۱: کسی شخص کا گلا کاٹ دیا۔ صرف حلقوم[3] کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے اور ابھی جان باقی ہے دوسرے نے اسے قتل کرڈالا تو قاتل پہلا شخص ہے دوسرے پر قصاص نہیں کیونکہ اس کا میت میں شمار ہے لہٰذا اگر مقتول اس حالت میں تھا اور مقتول کا بیٹا مرگیا تو بیٹا وارث ہوگا یہ مقتول اپنے بیٹے کا وارث نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری)

مسئلہ ۳۲: جو شخص حالت نزع میں تھا اسے قتل کرڈالا اس میں بھی قصاص ہے۔ اگرچہ قاتل کو یہ معلوم ہو کہ اب زندہ نہیں رہے گا۔[5] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۳۳: کسی کو عمداً زخمی کیا گیا کہ وہ صاحب فراش ہوگیا[6] اور اسی میں مرگیا تو قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ایسی چیز پائی گئی جس کی وجہ سے یہ کہا گیا ہو کہ اسی زخم سے نہیں مرا ہے تو قصاص نہیں۔ مثلاً کسی دوسرے نے اس مجروح کی گردن کاٹ دی تو اب مرنے کو اس کی طرف نسبت کیا جائے گا وہ شخص اچھا ہو کر مرگیا تو اب یہ نہیں کہا جائے گا کہ اسی زخم سے مرا۔[7] (درمختار)

مسئلہ ۳۴: جس نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی ایسے کو اس حالت میں قتل کر دینا واجب ہے یعنی اس کے شر کو دفع کرنا واجب ہے، اگرچہ اس کے لیے قتل ہی کرنا پڑے اسی طرح اگر ایک شخص پر تلوار کھینچی تو اسے بھی قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہی شخص قتل کرے جس پر تلوار اٹھائی یا دوسرا شخص۔ اسی طرح اگر رات کے وقت شہر میں لاٹھی سے حملہ کیا یا شہر سے باہر دن یا رات

---

1 ......یعنی زندگی کی اُمید۔

2 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصاً... إلخ، ج٦، ص٦.

3 ...... گلے میں سانس آنے جانے والی رگ۔

4 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصاً... إلخ، ج٦، ص٦.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، مبحث شریف، ج١٠، ص١٨٤.

6 ......یعنی چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا۔

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود... الخ، ج١٠، ص١٨٥.

کسی وقت میں حملہ کیا اور اس کو کسی نے مار ڈالا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں۔[1] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۵: مجنون نے کسی پر تلوار کھینچی اور اس نے مجنون کو قتل کر دیا تو قاتل پر دیت واجب ہے جو خود اپنے مال سے ادا کرے۔ یہی حکم بچہ کا ہے کہ اس کی بھی دیت دینی ہوگی اور اگر جانور نے حملہ کیا اور جانور کو مار ڈالا تو اس کی قیمت کا تاوان دینا ہوگا۔[2] (ہدایہ، درمختار)

مسئلہ ۳۶: جو شخص تلوار مار کر بھاگ گیا کہ اب دوبارہ مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ پھر اسے کسی نے مار ڈالا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ یعنی اسی وقت اس کو قتل کرنا جائز ہے جب وہ حملہ کر رہا ہے یا حملہ کرنا چاہتا ہے بعد میں جائز نہیں۔[3] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۷: گھر میں چور گھسا اور مال چورا کر لے جانے لگا صاحب خانہ نے پیچھا کیا اور چور کو مار ڈالا۔ تو قاتل کے ذمہ کچھ نہیں مگر یہ اس وقت ہے کہ معلوم نہ ہو کہ شور کرنے اور چلانے سے مال چھوڑ کر بھاگ جائے گا اور اگر معلوم ہے کہ شور کرے گا تو مال چھوڑ کر بھاگ جائے گا تو قتل کرنے کی اجازت نہیں بلکہ اس وقت قتل کرنے سے قصاص واجب ہوگا۔[4] (ہدایہ)

مسئلہ ۳۸: مکان میں چور گھسا اور ابھی مال لے کر نکلا نہیں اس نے شور وغل کیا مگر وہ بھاگا نہیں یا اس کے مکان میں یا دوسرے کے مکان میں نقب لگا رہا ہے[5] اور شور کرنے سے بھاگتا نہیں، اس کو قتل کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ چور ہونا اس کا معروف ومشہور ہو۔[6] (درمختار وردالمحتار)

مسئلہ ۳۹: ولی مقتول نے قاتل کو یا کسی دوسرے کو قصاص ہبہ کر دیا۔ یہ ناجائز ہے۔ یعنی قصاص ایسی چیز نہیں جس کا مالک دوسرے کو بنایا جا سکے اور اس کو ہبہ کرنے سے قصاص ساقط نہیں ہوگا۔[7] (درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......"الهداية"، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص ومالايوجبه، فصل، ج۲، ص ٤٤٨.

2 ......المرجع السابق.

و"الدرالمختار"، كتاب الجنايات، ج۱۰، ص۱۸۸.

3 ......"الهداية"، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص ومالايوجبه، فصل، ج۲، ص٤٤٨، ٤٤٩.

4 ...... المرجع السابق، ص٤٤٩.

5 ......یعنی چوری کے لیے دیوار میں سوراخ کر رہا ہے۔

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيمايوجب القود...الخ، مبحث شريف، ج۱۰، ص ۱۸۹.

7 ......المرجع السابق، ص۱۹۲.

مسئلہ ۴۰: ولی مقتول نے معاف کردیا یہ صلح سے افضل ہے اور صلح قصاص سے افضل ہے اور معاف کرنے کی صورت میں قاتل سے دنیا میں مطالبہ نہیں ہوسکتا ہے نہ اب قصاص لیا جاسکتا ہے نہ دیت لی جاسکتی ہے۔ [1] (درمختار، ردالمحتار) رہا مواخذہ اخروی، [2] اُس سے بری نہیں ہوا، کیوں کہ قتل ناحق میں تین حق اس کے ساتھ متعلق ہیں۔ ایک حق اللہ، دوسرا حق مقتول، تیسرا حق ولی مقتول، ولی کو اپنا حق معاف کرنے کا اختیار تھا سو اس نے معاف کردیا مگر حق اللہ اور حق مقتول بدستور باقی ہیں۔ ولی کے معاف کرنے سے وہ معاف نہیں ہوئے۔ [3]

مسئلہ ۴۱: مجروح [4] کا معاف کرنا صحیح ہے یعنی معاف کرنے کے بعد مرگیا تو اب ولی کو قصاص لینے کا اختیار نہیں رہا۔ [5] (درمختار)

مسئلہ ۴۲: قاتل کی توبہ صحیح نہیں جب تک وہ اپنے کو قصاص کے لیے پیش نہ کردے۔ یعنی اولیائے مقتول کو جس طرح ہوسکے راضی کرے۔ خواہ وہ قصاص لے کر راضی ہوں یا کچھ لے کر مصالحت کریں [6] یا بغیر کچھ لیے معاف کردیں۔ اب وہ دنیا میں بری ہوگیا اور معصیت [7] پر اقدام کرنے کا جرم وظلم یہ توبہ سے معاف ہوجائے گا۔ [8] (درمختار، ردالمحتار)

اطراف میں قصاص کا بیان

مسئلہ ۱: اعضا میں قصاص وہیں ہوگا جہاں مماثلت کی رعایت کی جاسکے۔ یعنی جتنا اس نے کیا ہے اتنا ہی کیا جائے۔ یہ احتمال نہ ہو کہ اس سے زیادتی ہوجائے گی۔ [9] (درمختار)

مسئلہ ۲: ہاتھ کو جوڑ پر سے کاٹ لیا ہے، اس کا قصاص لیا جائے گا، جس جوڑ پر سے کاٹا ہے اسی جوڑ سے اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ اس میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کا ہاتھ چھوٹا تھا اور اس کا بڑا ہے کہ ہاتھ ہاتھ دونوں یکساں

---

1 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود... الخ، مبحث شریف، ج۱۰، ص ۱۹۲.

2 ...... یعنی آخرت کی پکڑ۔

3 ...... "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود... الخ، مبحث شریف،، ج۱۰، ص۱۹۲.

4 ...... زخمی۔

5 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود... الخ، ج۱۰، ص۱۷۹.

6 ...... صلح کریں۔ 7 ...... گناہ۔

8 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایوجب القود... الخ، مبحث شریف، ج۱۰، ص ۱۹۲.

9 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵.

قرار پائیں گے۔[1] (درمختار)

مسئلہ ۳: کلائی یا پنڈلی درمیان میں سے کاٹ دی یعنی جوڑ پر سے نہیں کاٹی بلکہ آدھی یا کم وبیش کاٹ دی اس میں قصاص نہیں کہ یہاں مماثلت[2] ممکن نہیں اس طرح ناک کی ہڈی کل یا اس میں سے کچھ کاٹ دی یہاں بھی قصاص نہیں۔[3] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۴: پاؤں کاٹا یا ناک کا نرم حصہ کاٹا یا کان کاٹ دیا۔ ان میں قصاص ہے اور اگر ناک کے نرم حصہ میں سے کچھ کاٹا ہے تو قصاص واجب نہیں اور ناک کی نوک کاٹی ہے تو اس میں حکومت عدل ہے۔ کاٹنے والی کی ناک اس کی ناک سے چھوٹی ہے۔ تو جس کی ناک کاٹی ہے اسے اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت اور اگر کاٹنے والے کی ناک میں کوئی خرابی ہے مثلاً وہ اخشم ہے جسے بو محسوس نہیں ہوتی یا اس کی ناک کچھ کٹی ہوئی ہے یا اور کسی قسم کا نقصان ہے تو اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت۔[4] (درمختار، ردالمحتار)

مسئلہ ۵: کان کاٹنے میں قصاص اس وقت ہے کہ پورا کاٹ لیا ہو۔ یا اتنا کاٹا ہو جس کی کوئی حد ہو، تا کہ اتنا ہی اس کا کان بھی کاٹا جائے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو قصاص نہیں کہ مماثلت ممکن نہیں۔ کاٹنے والے کا کان چھوٹا ہے اور اس کا بڑا تھا۔ یا کاٹنے والے کے کان میں چھید ہے یا یہ پھٹا ہوا ہے اور اس کا کان سالم تھا، تو اسے اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت۔[5] (ردالمحتار)

هـذا ما تيسرلى الى الأن وماتوفيقى الا بالله وهو حسبى و نعم الوكيل نعم المولى و نعم النصير والله المسئول ان يوفقنى لعمل اهل السعادة و يرزقنى حسن الخاتمة على الكتاب والسنة وانا الفقير الحقير ابو العلا محمد امجد على الاعظمى غفرله ولوالديه واساتذته ولمحبيه.

☆☆☆☆☆

---

1 ...... "الدرالمختار"، كتاب الجنايات، باب القود فيمادون النفس، ج ١٠، ص ١٩٥.

2 ...... یعنی برابری۔

3 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار، كتاب الجنايات، باب القود فيما دون النفس، ج ١٠، ص ١٩٥.

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الجنايات، باب القود فيمادون النفس، ج ١٠، ص ١٩٥، ١٩٦.

5 ...... "ردالمحتار"، كتاب الجنايات، باب القود فيمادون النفس، ج ١٠، ص ١٩٦.

عرضِ حال

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط

حَامِداً لِوَلِیِّہٖ وَ مُصَلِّیًا وَ مُسَلِّمًا عَلٰی حَبِیۡبِہٖ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحۡبِہٖ اَجۡمَعِیۡن

امّا بعد فقیر پُرتقصیر ابوالعلا محمد امجد علی اعظمی عفی عنہ متوطن گھوسی محلّہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڑھ عرض پرداز ہے کہ ضرورتِ زمانہ نے اِس طرف توجہ دلائی کہ مسائل فقہیہ، صحیحہ ورجیحہ کا ایک مجموعہ اردو زبان میں برادرانِ اسلام کی خدمت میں پیش کیا جائے، اس طرح پر کہ ہمارے عوام بھائی اردو خواں بھی منتفع ہوسکیں، اور اپنی ضروریات میں اس سے کام لیں سکیں۔ اردو زبان میں اب تک کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی تھی جو صحیح مسائل پر مشتمل ہو اور ضروریات کے لیے کافی ووافی ہو، فقیر بوجہ کثرتِ مشاغل دینیہ اتنی فرصت نہیں پاتا تھا کہ اس کام کو پورے طور پر انجام دے سکے، مگر حالتِ زمانہ نے مجبور کیا اور اس کے لیے تھوڑی فرصت نکالنی پڑی، جب کبھی فرصت ہاتھ آجاتی اس کام کو قدرے انجام دے لیتا۔ تدریس کی مشغولیت اور افتاء وغیرہ چند دینی کام ایسے انجام دینے پڑتے جن کی وجہ سے تصنیف کتاب کے لیے فرصت نہ ملتی، مگر اللہ پر توکل کر کے جب یہ کام شروع کر دیا گیا تو بزرگانِ کرام اور مشائخ عظام واساتذۂ اعلام کی دعاؤں کی برکت سے ایک حد تک اس میں کامیابی حاصل ہوئی، اس کتاب کا نام ''بہارِ شریعت'' رکھا جس کے بفضلہٖ تعالیٰ سترہ حصے مکمل ہوچکے، اور بحمدہٖ تعالیٰ یہ کتاب مسلمانوں میں حد درجہ مقبول ہوئی، عوام تو عوام اہل علم کے لیے بھی نہایت کارآمد ثابت ہوئی۔ اس کتاب کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا ہے کہ ماہِ رمضان مبارک کی تعطیلات میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا اس میں کچھ لکھ لیا جاتا، یہاں تک کہ جب ۱۹۳۹ء کی جنگ شروع ہوئی اور کاغذ کا ملنا نہایت مشکل ہوگیا اور اس کی طبع میں دشواریاں پیش آگئیں تو اس کی تصنیف کا سلسلہ بھی جو کچھ تھا وہ بھی جاتا رہا، اور یہ کتاب اُس حد تک پوری نہ ہوسکی جس کا فقیر نے ارادہ کیا تھا، بلکہ اپنا ارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری کتاب اور بھی لکھی جائے گی جو تصوف اور سلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی جس کا اظہار اس سے پیشتر نہیں کیا گیا تھا۔ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے، چند سال کے اندر متعدد حوادث پیہم ایسے درپیش ہوئے جنہوں نے اس قابل بھی مجھے باقی نہ رکھا کہ بہارِ شریعت کی تصنیف کو حد تکمیل تک پہنچاتا۔

۷ شعبان ۱۳۵۸ھ کو میری ایک جوان لڑکی کا انتقال ہوا اور ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ کو میرا منجھلا لڑکا مولوی محمد یحیٰی کا انتقال ہوا۔ شب دہم، رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ کو بڑے لڑکے مولوی حکیم شمس الہدیٰ نے رحلت کی ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ کو میرا چوتھا لڑکا عطاء المصطفٰی کا دادوں ضلع علی گڑھ میں انتقال ہوا اور اسی دوران میں مولوی شمس الہدیٰ مرحوم کی تین جوان لڑکیوں کا

اوران کی اہلیہ کا اور مولوی محمد یحییٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا اور مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی اہلیہ اور بچی کا انتقال ہوا، اِن پیہم حوادث نے قلب و دماغ پر کافی اثر ڈالا۔ یہاں تک کہ مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کے سوم کے روز جب کہ فقیر تلاوتِ قرآن مجید کررہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونے لگا اور اس میں برابر ترقی ہوتی رہی اور نظر کی کمزوری اب اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں، ایسی حالت میں بہارِ شریعت کی تکمیل میرے لیے بالکل دشوار ہوگئی اور میں نے اپنی اس تصنیف کو اس حد پر ختم کردیا گویا اب اس کتاب کو کامل واکمل بھی کہا جاسکتا ہے، مگر ابھی اس کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا۔ اگر توفیقِ الٰہی سعادت کرتی اور بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی۔ اور کتاب مکمل ہوجاتی، اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علمائے اہلِ سُنّت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمائیں تو میری عین خوشی ہے۔ محرم ۶۲ ۱۳ھ میں فقیر نے چند طلباء خصوصاً عزیزی مولوی مبین الدین صاحب امروہوی وعزیزی مولوی سید ظہیر احمد صاحب نگینوی وحبیبی مولوی حافظ قاری محبوب رضا خان صاحب بریلوی وعزیزی مولوی محمد خلیل مارہروی کے اصرار پر شرح معانی الآثار معروف بطحاوی شریف کا تحشیہ شروع کیا تھا کہ یہ کتاب نہایت معرکۃ الآراء حدیث وفقہ کی جامع حواشی سے خالی تھی۔ استاذنا المعظم حضرت مولٰینا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کتاب پر کہیں کہیں کچھ تعلیقات تحریر فرمائے ہیں جو بالکل طلبہ کے لیے ناکافی ہیں، مکمل اور مفصل حاشیہ کی اشد ضرورت تھی، اس تحشیہ کا کام سنہ مذکورہ میں تقریباً سات ماہ تک کیا مگر مولوی عطاء المصطفیٰ کی علالتِ شدیدہ، پھر اُن کے انتقال نے اس کام کا سلسلہ بند کرنے پر مجبور کیا، جلد اول کا نصف بفضلہٖ تعالٰی محشّٰی ہوچکا ہے جس کے صفحات کی تعداد باریک قلم سے ۴۵۰ ہیں اور ہر صفحہ ۳۵ یا ۳۶ سطر پر مشتمل ہے، اگر کوئی صاحب اس کام کو بھی آخر تک پہنچائیں تو میری عین خوشی ہے، خصوصاً اگر میرے تلامذہ میں سے کسی کو ایسی توفیق نصیب ہو اور اس کتاب کے تحشیہ کی خدمت انجام دیں تو ان کی عین سعادت اور میری قلبی مسرت کا باعث ہوگی۔

سب سے آخر میں ان تمام حضرات سے جو اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں، فقیر کی التجا ہے کہ وہ صمیمِ قلب سے اس فقیر کے لیے حُسنِ خاتمہ اور مغفرتِ ذنوب کی دُعا کریں، مولٰی تبارک وتعالٰی ان کو اور اس فقیر کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور اتباع نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

وَالْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَقَاسِمِ رِزْقِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۵

فقیر امجد علی عفی عنہ

قادری منزل بڑا گاؤں، گھوسی اعظم گڑھ یوپی

قصاص، دیت، ضمان وغیرہ کے مسائل کا بیان

بہارِ شریعت

حصہ ہیژدہم (18)

(......تسہیل وتخریج شدہ......)

حسبِ وصیت

صدرالشریعہ بدرالطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

مصنّفین

حضرت علامہ مولانا عبدالمصطفیٰ الازہری، حضرت علامہ مولانا مفتی وقارالدین،

حضرت علامہ مولانا قاری محبوب رضاخان رحمہم اللہ تعالیٰ

پیشکش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوت اسلامی)

شعبہ تخریج

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

پیش لفظ

یہ بہارِشریعت کی کتاب الجنایات کا وہ حصّہ ہے جوحضرت استاد نا المکرّم فقیہ العصر صدر الشریعہ علّامہ مولانا مفتی ابوالعلامحمدامجدعلی صاحب رضوی اعظمی قدس سرّہ العزیز مکمل نہ کر سکے تھے اور جس کے متعلق مُصنّف علیہ الرحمۃ نے ''عرضِ حال'' میں تفصیل بیان کی ہے اور بایں الفاظ وصیت فرمائی ہے کہ ''اس کا آخری حصّہ تھوڑا سا باقی رہ گیا ہے جوزیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا، اگر توفیقِ الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی، اور کتاب مکمل ہوجاتی اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا عُلماء اہلِ سنت میں سے کوئی صاحب اِس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمادیں تو میری عین خوشی ہے''۔

الحمدللہ(عزوجل) کہ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی وصیت کے مطابق ہم نے یہ سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے، اوراس میں یہ اہتمام بالالتزام کیا ہے کہ مسائل کی مآخذ کتب کے صفحات کے نمبر اور جلد نمبر بھی لکھ دیئے ہیں۔تاکہ اہلِ علم کو ماخذ تلاش کرنے میں آسانی ہو، اکثر کتب فقہ کے حوالہ جات نقل کردیئے ہیں، جن پرآج کل فتویٰ کا مدار ہے۔حضرت مُصنف علیہ الرحمۃ کے طرزِ تحریر کو حتی الامکان برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے، فقہی موشگافیوں اور فقہاء کے قیل وقال کو چھوڑ کر صرف مفتٰی بہ اقوال کو سادہ اور عام فہم زبان میں لکھا گیا ہے تاکہ کم تعلیم یافتہ سُنّی بھائیوں کو بھی اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔تصحیح کتابت میں حتی المقدور دیدہ ریزی سے کام لیا گیا ہے، پھربھی اگر کہیں اغلاط رہ گئی ہوں تو اس کے لیے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہیں، آخر میں محبِّ مکرم حضرت علامہ عبدالمصطفیٰ الازہری مدظلہ العالی شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ وممبر قومی اسمبلی پاکستان وعزیزمکرم مولانا حافظ قاری رضاءالمصطفیٰ صاحب اعظمی سلمہٗ خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی کے شکر گزار ہیں کہ ان حضرات نے اپنے والدِ ماجد حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کی وصیت کی تکمیل کے لیے ہمارا انتخاب فرمایا، ہم اپنی اس حقیر خدمت کو حضرت صدرالشریعہ بدرالطریقہ استاذ نا العلام ابوالعلیٰ محمد امجد علی صاحب رضوی قدس سرہ العزیز، مصنف ''بہارِشریعت'' کی بارگاہ میں بطور نذرانۂ عقیدہ پیش کرتے ہیں اوراس کا ثواب واجران کی رُوحِ پُرفتوح کو ایصال کرتے ہیں اور بارگاہِ ایزدمتعال میں دست بہ دُعا ہیں کہ اس کتاب کے بقیہ دوحصوں کی تکمیل وتصنیف کی توفیق عطافرمائے۔آمین

محمد وقارالدین قادری رضوی بریلوی غفرلہٗ، نائب شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ عالمگیر روڈ کراچی نمبر۵،

فقیر محبوب رضا غفرلہٗ مفتی دارالعلوم امجدیہ کراچی یکم جنوری ۱۹۷۷ء

عرض حال

بسم اللہ الرحمن الرحیمط

حامداً لولیہ و مصلیاً و مسلّماً علی حبیبہ وعلی الٖہ وصحبہ اجمعین

امّا بعدفقیر پُرتقصیرابوالعلامحمد امجد علی اعظمی عفی عنہ متوطن گھوسی محلّہ کریم الدین پور ضلع اعظم گڑھ عرض پرداز ہے کہ ضرورتِ زمانہ نے اِس طرف توجّہ دلائی کہ مسائل فقہیہ، صحیحہ ورجیحہ کا ایک مجموعہ اردو زبان میں برادرانِ اسلام کی خدمت میں پیش کیا جائے، اس طرح پر کہ ہمارے عوام بھائی اردوخواں بھی منتفع ہوسکیں، اوراپنی ضروریات میں اس سے کام لیں سکیں۔ اردو زبان میں اب تک کوئی ایسی کتاب تصنیف نہیں ہوئی تھی جوصحیح مسائل پر مشتمل ہواورضروریات کے لیے کافی ووافی ہو،فقیر بوجہ کثرتِ مشاغل دینیہ اتنی فرصت نہیں پاتا تھا کہ اس کام کو پورے طور پرانجام دے سکے،مگر حالتِ زمانہ نے مجبورکیااوراس کے لیے تھوڑی فرصت نکالنی پڑی، جب کبھی فرصت ہاتھ آجاتی اس کام کوقدرے انجام دے لیتا۔ تدریس کی مشغولیت اورافتاء وغیرہ چند دینی کام ایسے انجام دینے پڑتے جن کی وجہ سے تصنیف کتاب کے لیے فرصت نہ ملتی، مگر اللہ پرتوکل کرکے جب یہ کام شروع کردیا گیا توبزرگانِ کرام اورمشائخ عظام واساتذۂ اعلام کی دعاؤں کی برکت سے ایک حدتک اس میں کامیابی حاصل ہوئی، اس کتاب کا نام''بہارِشریعت''رکھاجس کے بفضلہٖ تعالیٰ سترہ حصے مکمل ہوچکے، اوربحمدہٖ تعالیٰ یہ کتاب مسلمانوں میں حددرجہ مقبول ہوئی، عوام تو عوام اہل علم کے لیے بھی نہایت کارآمد ثابت ہوئی۔ اس کتاب کی تصنیف میں عموماً یہی ہوا ہے کہ ماہِ رمضان مبارک کی تعطیلات میں جو کچھ دوسرے کاموں سے وقت بچتا اس میں کچھ لکھ لیا جاتا، یہاں تک کہ جب ۱۹۳۹ء کی جنگ شروع ہوئی اور کاغذ کا ملنا نہایت مشکل ہوگیااوراس کی طبع میں دشواریاں پیش آگئیں تواس کی تصنیف کا سلسلہ بھی جوکچھ تھاوہ بھی جاتارہا، اور یہ کتاب اُس حدتک پوری نہ ہوسکی جس کافقیر نے ارادہ کیا تھا، بلکہ اپناارادہ تو یہ تھا کہ اس کتاب کی تکمیل کے بعد اسی نہج پر ایک دوسری کتاب اوربھی لکھی جائے گی جوتصوف اورسلوک کے مسائل پر مشتمل ہوگی جس کااظہاراس سے پیشتر نہیں کیا گیا تھا۔ ہوتا وہی ہے جو خدا چاہتا ہے، چندسال کے اندرمتعدد حوادث پیہم ایسے درپیش ہوئے جنہوں نے اس قابل بھی مجھے باقی نہ رکھا کہ بہارِشریعت کی تصنیف کوحدتکمیل تک پہنچاتا۔

۷شعبان ۱۳۵۸ھ کومیری ایک جوان لڑکی کاانتقال ہوااور ۲۵ ربیع الاول ۱۳۵۹ھ کومیرا منجھلالڑکا مولوی محمدیحیٰی کاانتقال ہوا۔ شب دہم، رمضان المبارک ۱۳۵۹ھ کو بڑے لڑکے مولوی حکیم شمس الہدیٰ نے رحلت کی ۲۰ رمضان المبارک ۱۳۶۲ھ کومیرا چوتھالڑکاعطاءالمصطفٰی کا دادوں ضلع علی گڑھ میں انتقال ہوااوراسی دوران میں مولوی شمس الہدیٰ مرحوم کی تین جوان لڑکیوں کا

اوران کی اہلیہ کا اور مولوی محمد یحیٰ مرحوم کے ایک لڑکے کا اور مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کی اہلیہ اور بچی کا انتقال ہوا، اِن پیہم حوادث نے قلب و دماغ پر کافی اثر ڈالا۔ یہاں تک کہ مولوی عطاء المصطفیٰ مرحوم کے سوم کے روز جب کہ فقیر تلاوتِ قرآن مجید کررہا تھا۔ آنکھوں کے سامنے اندھیرا معلوم ہونے لگا اوراس میں برابر ترقی ہوتی رہی اور نظر کی کمزوری اب اس حد تک پہنچ چکی ہے کہ لکھنے پڑھنے سے معذور ہوں، ایسی حالت میں بہارِشریعت کی تکمیل میرے لیے بالکل دشوار ہوگئی اور میں نے اپنی اس تصنیف کو اس حد پرختم کردیا گویا اب اس کتاب کو کامل واکمل بھی کہا جاسکتا ہے، مگر ابھی اس کا تھوڑا سا حصہ باقی رہ گیا ہے جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوتا۔ اگر توفیقِ الٰہی سعادت کرتی اور بقیہ مضامین بھی تحریر میں آجاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر یہ کتاب مشتمل ہوتی۔ اور کتاب مکمل ہوجاتی، اوراگر میری اولاد یا تلامذہ یا علمائے اہلِ سُنّت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرمائیں تو میری عین خوشی ہے۔ محرم ۶۲ ۱۳ھ میں فقیر نے چند طلباء خصوصاً عزیزی مولوی مبین الدین صاحب امروہوی وعزیزی مولوی سید ظہیر احمد صاحب نگینوی وحبیبی مولوی حافظ قاری محبوب رضا خان صاحب بریلوی وعزیزی مولوی محمد خلیل مارہروی کے اصرار پر شرح معانی الآثار معروف بطحاوی شریف کا تحشیہ شروع کیا تھا کہ یہ کتاب نہایت معرکۃ الآراء حدیث وفقہ کی جامع حواشی سے خالی تھی۔ استاذ نا المعظم حضرت مولٰینا وصی احمد صاحب محدث سورتی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے اس کتاب پر کہیں کہیں کچھ تعلیقات تحریر فرمائے ہیں جو بالکل طلبہ کے لیے ناکافی ہیں، مکمل اور مفصل حاشیہ کی اشد ضرورت تھی، اس تحشیہ کا کام سنہ مذکورہ میں تقریباً سات ماہ تک کیا مگر مولوی عطاء المصطفٰی کی علالتِ شدیدہ، پھراُن کے انتقال نے اس کام کا سلسلہ بند کرنے پر مجبور کیا، جلد اول کا نصف بفضلہٖ تعالیٰ محشّٰی ہوچکا ہے جس کے صفحات کی تعداد باریک قلم سے ۴۵۰ ہیں اور ہر صفحہ ۳۵ یا ۳۶ سطر پر مشتمل ہے، اگر کوئی صاحب اس کام کو بھی آخر تک پہنچا ئیں تو میری عین خوشی ہے، خصوصاً اگر میرے تلامذہ میں سے کسی کو ایسی توفیق نصیب ہو اور اس کتاب کے تحشیہ کی خدمت انجام دیں تو ان کی عین سعادت اور میری قلبی مسرت کا باعث ہوگی۔

سب سے آخر میں ان تمام حضرات سے جو اس کتاب سے فائدہ حاصل کریں، فقیر کی التجا ہے کہ وہ صمیمِ قلب سے اس فقیر کے لیے حُسنِ خاتمہ اور مغفرتِ ذنوب کی دُعا کریں، مولیٰ تبارک وتعالیٰ ان کو اور اس فقیر کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے اور اتباع نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

والحمدللّٰہ ربّ العٰلَمِیْن وصلَّی اللّٰہ تعالٰی علٰی خَیرِ خَلْقِہٖ وقاسم رزقِہٖ سیّدِنا ومولانا محمدٍ واٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین برحمتک یا ارحم الرحمین واٰخردعوانا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہ ربِّ العٰلَمِین

فقیر امجد علی عفی عنہ

قادری منزل بڑا گاؤں، گھوسی اعظم گڑھ یوپی۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

جنایات کا بیان

اللہ عزوجل فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِصَاصُ فِی الۡقَتۡلٰی ؕ اَلۡحُرُّ بِالۡحُرِّ وَ الۡعَبۡدُ بِالۡعَبۡدِ وَ الۡاُنۡثٰی بِالۡاُنۡثٰی ؕ فَمَنۡ عُفِیَ لَهٗ مِنۡ اَخِیۡهِ شَیۡءٌ فَاتِّبَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَ اَدَآءٌ اِلَیۡهِ بِاِحۡسَانٍ ؕ ذٰلِکَ تَخۡفِیۡفٌ مِّنۡ رَّبِّکُمۡ وَ رَحۡمَةٌ ؕ فَمَنِ اعۡتَدٰی بَعۡدَ ذٰلِکَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَ لَکُمۡ فِی الۡقِصَاصِ حَیٰوةٌ یّٰۤاُولِی الۡاَلۡبَابِ لَعَلَّکُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۹﴾ ﴾[1] (پ۲، ع۶)

ترجمہ: ''اے ایمان والو! قصاص یعنی جو ناحق قتل کئے گئے ان کا بدلہ لینا تم پر فرض کیا گیا۔ آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ تو جس کے لیے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ معافی ہو تو بھلائی سے تقاضا کرے اور اچھی طرح سے اس کو ادا کردے۔ یہ تمہارے رب کی جانب سے تمہارے لیے آسانی ہے اور تم پر مہربانی ہے، اب اس کے بعد جو زیادتی کرے اُس کے لیے دردناک عذاب ہے اور تمہارے لیے خون کا بدلہ لینے میں زندگی ہے۔ اے عقل والو تاکہ تم بچو۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ کَتَبۡنَا عَلَیۡهِمۡ فِیۡهَاۤ اَنَّ النَّفۡسَ بِالنَّفۡسِ ۙ وَ الۡعَیۡنَ بِالۡعَیۡنِ وَ الۡاَنۡفَ بِالۡاَنۡفِ وَ الۡاُذُنَ بِالۡاُذُنِ وَ السِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَ الۡجُرُوۡحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنۡ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ کَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَ مَنۡ لَّمۡ یَحۡکُمۡ بِمَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِکَ هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۴۵﴾ ﴾[2]

ترجمہ: ''اور ہم نے توریت میں اُن پر واجب کیا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں میں بدلہ ہے۔ پھر جو معاف کردے تو وہ اس کے گناہ کا کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل کئے پر حکم نہ کرے[3] وہی لوگ ظالم ہیں۔''

حدیث:۔ امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں قصاص کا حکم تھا اور ان میں دیت[4] نہ تھی تو اللہ تعالٰی نے اس امت کے لیے فرمایا ﴿کُتِبَ عَلَیۡکُمُ الۡقِصَاصُ فِی الۡقَتۡلٰی ؕ﴾ (الآیۃ) ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتے ہیں، عفو[5] یہ ہے کہ قتلِ عمد میں دیت قبول کرے اور اتباع بالمعروف یہ ہے کہ

---

1 ……پ ۲، البقرۃ: ۱۷۸، ۱۷۹.
2 ……پ ۶، المائدۃ: ۴۵.
3 ……یعنی فیصلہ نہ کرے۔
4 ……خون بہا۔
5 ……یعنی معاف کرنا۔

بھلائی سے طلب کرے اور قاتل اچھی طرح ادا کرے۔[1]

اور فرماتا ہے:

﴿ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۚۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْۤ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ ﴾[2] (پ٦، ع٩)

''اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جس نے کوئی جان قتل کی بغیر جان کے بدلے یا زمین میں فساد کیے تو گویا اس نے سب لوگوں کو قتل کیا اور جس نے ایک جان کو زندہ رکھا تو گویا اس نے سب انسانوں کو زندہ رکھا۔

اور فرماتا ہے:

﴿ وَ مَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ اَنْ یَّقْتُلَ مُؤْمِنًا اِلَّا خَطَـٴًـا ۚ وَ مَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَـٴًـا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ وَّ دِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ یَّصَّدَّقُوْا ؕ فَاِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَدُوٍّ لَّكُمْ وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَتَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ؕ وَ اِنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍۭ بَیْنَكُمْ وَ بَیْنَهُمْ مِّیْثَاقٌ فَدِیَةٌ مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهْلِهٖ وَ تَحْرِیْرُ رَقَبَةٍ مُّؤْمِنَةٍ ۚ فَمَنْ لَّمْ یَجِدْ فَصِیَامُ شَهْرَیْنِ مُتَتَابِعَیْنِ ٞ تَوْبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝ وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِیْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ لَعَنَهٗ وَ اَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِیْمًا ۝ ﴾[3] (پ٥، ع١٠)

ترجمہ: ''اور مسلمان کو نہیں پہنچتا کہ مسلمان کا خون کرے مگر غلطی کے طور پر اور جو کسی مسلمان کو نادانستہ قتل کرے تو اس پر ایک غلام مسلم کا آزاد کرنا ہے اور خوں بہا کہ مقتول کے لوگوں کو دیا جائے مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں۔ پھر وہ اگر اس قوم سے ہے جو تمہاری دشمن ہے اور وہ خود مسلمان ہے تو صرف ایک مملوک مسلمان کا آزاد کرنا ہے اور اگر وہ اس قوم میں ہو کہ تم میں اور ان میں معاہدہ ہے تو اس کے لوگوں کو خون بہا سپرد کیا جائے اور ایک مسلمان مملوک کو آزاد کیا جائے۔ پھر جو نہ پائے وہ لگاتار دو مہینے کے روزے رکھے۔ یہ اللہ سے اس کی توبہ ہے اللہ (عزوجل) جاننے والا حکمت والا ہے اور جو کوئی مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ جہنم ہے کہ اس میں مدتوں رہے اور اللہ (عزوجل) نے اس پر غضب فرمایا اور اس پر لعنت کی اور اس پر بڑا عذاب تیار رکھا ہے۔''

حدیث ۱: امام بخاری و مسلم نے صحیحین میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''کسی مسلمان مرد کا جو لا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰہ کی گواہی اور میری رسالت کی شہادت دیتا ہے۔ خون صرف

1 ......''صحیح البخاری''، کتاب الدیات، باب من قتل له قتیل... إلخ، الحدیث: ٦٨٨١، ج٤، ص٣٦٢.

2 ......پ ٦، المائدة: ٣١.

3 ......پ ٥، النساء: ٩٢، ٩٣.

تین صورتوں میں سے کسی ایک صورت میں حلال ہے۔ نفس کے بدلے میں نفس، شیب زانی[1] اور اپنے مذہب سے نکل کر جماعت اہلِ اسلام کو چھوڑ دے (مرتد ہوجائے یا باغی ہوجائے)۔"[2]

حدیث ۲: امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "مسلمان اپنے دین کے سبب کشادگی میں رہتا ہے جب تک کوئی حرام خون نہ کرلے۔"[3]

حدیث ۳: صحیحین میں عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "قیامت کے دن سب سے پہلے خون ناحق کے بارے میں لوگوں کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا۔"[4]

حدیث ۴: امام بخاری اپنی صحیح میں عبد اللہ بن عَمْرُو رضی اللہ تعالیٰ عنہما[5] سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "جس نے کسی معاہد (ذمی) کو قتل کیا وہ جنت کی خوشبو نہ سونگھے گا اور بے شک جنت کی خوشبو چالیس برس کی مسافت تک پہنچتی ہے۔"[6]

حدیث ۵ و ۶: امام ترمذی اور نسائی عبد اللہ بن عَمْرُو رضی اللہ تعالیٰ عنہما[7] سے اور ابن ماجہ براء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "بے شک دنیا کا زوال اللہ پر آسان ہے۔ ایک مردِ مسلم کے قتل سے۔"[8]

حدیث ۷ و ۸: امام ترمذی ابوسعید اور ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ اگر آسمان و زمین والے ایک مردِ مومن کے خون میں شریک ہوجائیں تو سب کو اللہ تعالیٰ جہنم میں اوندھا کرکے ڈال دے گا۔[9]

---

1 ......شادی شدہ زانی۔

2 ...... "صحیح البخاري"، کتاب الدیات، باب قول اللّٰہ تعالٰی ﴿ ان النفس بالنفس...إلخ ﴾، الحدیث: ٦٨٧٨، ج٤، ص٣٦١.

3 ......المرجع السابق، باب قول اللّٰہ تعالٰی ﴿ومن یقتل مؤمناً متعمداً...إلخ ﴾، الحدیث: ٦٨٦٢، ج٤، ص٣٥٦.

4 ......المرجع السابق، الحدیث: ٦٨٦٤، ج٤، ص٣٥٧.

5 ...... بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر "عبد اللّٰہ بن عمر" رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ "بخاری شریف" اور دیگر کتبِ حدیث میں "عبد اللّٰہ بن عَمْرُو" رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیہ

6 ......"صحیح البخاري"، کتاب الجزیة والموادعة، باب إثم من قتل معاهدا بغیر جرم، الحدیث: ٣١٦٦، ج٢، ص٣٦٥.

7 ...... بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر "عبد اللّٰہ بن عمر" رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ "جامع الترمذی اور سنن نسائی" اور دیگر کتبِ حدیث میں "عبد اللّٰہ بن عَمْرُو" رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیہ

8 ......"جامع الترمذي"، کتاب الدیات، باب ماجاء في تشدید قتل المؤمن، الحدیث: ١٤٠٠، ج٣، ص٩٩.

9 ...... المرجع السابق، باب الحکم في الدماء، الحدیث: ١٤٠٣، ج٣، ص١٠٠.

حدیث۹: امام مالک نے سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی کہ عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پانچ یا سات نفر کو[1] ایک شخص کو دھوکا دے کر قتل کرنے کی وجہ سے قتل کر دیا اور فرمایا کہ اگر صنعا[2] کے سب لوگ اس خون میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔امام بخاری نے اپنی صحیح میں اسی کے مثل ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔[3]

حدیث۱۰: دار قطنی حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "جب ایک مرد دوسرے کو پکڑ لے اور کوئی اور آکر قتل کر دے تو قاتل قتل کر دیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کیا جائے گا۔"[4]

حدیث۱۱: امام ترمذی اور امام شافعی حضرت ابی شریح کعبی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضور اقدس صَلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم نے فرمایا: "پھر تم نے اے قبیلۂ خزاعہ[5] ہذیل کے آدمی کو قتل کر دیا اب میں اس کی دیت خود دیتا ہوں، اس کے بعد جو کوئی کسی کو قتل کرے تو مقتول کے گھر والے دو چیزوں میں سے ایک چیز اختیار کریں اگر پسند کریں تو قتل کریں اور اگر وہ چاہیں تو خوں بہا لیں۔"[6]

حدیث۱۲: صحیحین میں انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی کہ حضرت ربیع نے جو انس بن مالک (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کی پھوپھی تھیں ایک انصاریہ عورت کے دانت توڑ دیئے تو وہ لوگ نبی صَلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم کے پاس حاضر ہوئے۔حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے قصاص کا حکم فرمایا۔حضرت انس (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کے چچا انس بن النضر نے عرض کی یا رسول اللہ (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم)، قسم اللہ (عزوجل) کی ان کے دانت نہیں توڑے جائیں گے تو رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم نے فرمایا کہ اے انس! اللہ (عزوجل) کا حکم قصاص کا ہے، اس کے بعد وہ لوگ راضی ہوگئے اور انہوں نے دیت قبول کر لی، رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم نے فرمایا کہ "اللہ (عزوجل) کے بعض بندے ایسے ہیں کہ اگر اللہ (عزوجل) پر قسم کھائیں تو اللہ تعالٰی ان کی قسم کو پورا کر دیتا ہے۔"[7]

حدیث۱۳: امام بخاری اپنی صحیح میں ابو جُحَیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، کہتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجھہ

---

1 ......یعنی آدمیوں کو۔

2 ......یمن کا دارالحکومت۔

3 ......"الموطأ"، للإمام مالك، كتاب العقول، باب ماجاء في الغيلة والسحر، الحديث: ١٦٧١، ج٢، ص٣٧٧.

4 ......"سنن الدار قطني"، كتاب الحدود والديات... إلخ، الحديث: ٣٢٤٣، ج٣، ص١٦٧.

5 ......عرب کا ایک قبیلہ۔

6 ......"جامع الترمذي"، كتاب الديات، باب ماجاء في حكم ولى القتيل... إلخ، الحديث: ١٤١٠، ج٣، ص١٠٤.

7 ......"صحيح البخاري"، كتاب التفسير، باب قوله (والجروح قصاص)، الحديث: ٤٦١١، ج٣، ص١٢٥.

سے پوچھا، کیا تمہارے پاس کچھ ایسی چیزیں بھی ہیں جو قرآن میں نہیں، تو انہوں نے فرمایا: ''قسم اس ذات کی جس نے دانے کو پھاڑا اور روح کو پیدا فرمایا، ہمارے پاس وہی ہے جو قرآن میں ہے مگر اللہ نے جو قرآن کی سمجھ کسی کو دے دی اور ہمارے پاس وہ ہے جو اس صحیفہ میں ہے''۔ میں نے کہا، اس صحیفہ میں کیا ہے؟ تو فرمایا: دیت اور اس کے احکام اور قیدی کو چھڑانا اور یہ کہ کوئی مسلم کسی کافر (حربی) کے بدلے میں قتل نہ کیا جائے۔[1]

حدیث ۱۴: ابوداود و نسائی حضرت علی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے اور ابن ماجہ ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علَیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''مسلمانوں کے خون برابر ہیں اور ان کے ادنیٰ کے ذمہ کو پورا کیا جائے گا اور جو دور والوں نے غنیمت حاصل کی ہو وہ سب لشکریوں کو ملے گی اور وہ دوسرے لوگوں کے مقابلے میں ایک ہیں۔ خبردار کوئی مسلمان کسی کافر (حربی) کے بدلے قتل نہ کیا جائے اور نہ کوئی ذمی، جب تک وہ ذمہ میں باقی ہے۔[2]

حدیث ۱۵: ترمذی اور دارمی ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم نے فرمایا کہ حدیں مسجد میں قائم نہ کی جائیں اور اگر باپ نے اپنی اولاد کو قتل کیا ہو تو باپ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔[3]

حدیث ۱۶: ترمذی سراقہ بن مالک رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں رسول اللہ صَلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا، حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) باپ کے قصاص میں بیٹے کو قتل کرتے اور بیٹے کے قصاص میں باپ کو قتل نہ کرتے یعنی اگر بیٹے نے باپ کو قتل کیا تو بیٹے سے قصاص لیتے اور باپ نے بیٹے کو قتل کیا ہو تو باپ سے قصاص نہ لیتے۔[4]

حدیث ۱۷: ابوداود و نسائی ابو رمثہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ میں اپنے والد کے ساتھ حضور اقدس صَلَّی اللہ تعالٰی علَیہ وسلَّم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے دریافت کیا، یہ کون ہے؟ میرے والد نے کہا، یہ میرا لڑکا ہے آپ اس کے گواہ رہیں۔ حضور (صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم) نے فرمایا: ''خبردار نہ یہ تمہارے اوپر جنایت کر سکتا ہے اور نہ تم اس پر جنایت کر سکتے ہو۔[5] (بلکہ جو جنایت کرے گا وہی ماخوذ ہوگا)

حدیث ۱۸: امام ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و دارمی ابو امامہ بن سہل بن حنیف رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالٰی عنہ کے گھر کا جب باغیوں نے محاصرہ کیا تو کھڑکی سے جھانک کر فرمایا کہ میں تم کو خدا (تعالٰی) کی قسم

1 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الديات، باب لا يقتل المسلم بالكافر، الحديث: ٦٩١٥، ج٤، ص٣٧٤.

2 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الديات، باب إيقاد المسلم بالكافر، الحديث: ٤٥٣٠، ٤٥٣١، ج٤، ص٢٣٨، ٢٣٩.

3 ...... "جامع الترمذي"، كتاب الديات، باب ماجاء في الرجل يقتل ابنه... إلخ، الحديث: ١٤٠٦، ج٣، ص١٠١.

4 ...... المرجع السابق، الحديث: ١٤٠٤، ج٣، ص١٠٠.

5 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الديات، باب لا يؤخذ أحد بجريرة أخيه أو أبيه، الحديث: ٤٤٩٥، ج٤، ص٢٢٣.

دلاتا ہوں، کیاتم جانتے ہو کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا ہے کہ ''کسی مرد مسلم کا خون حلال نہیں ہے۔ مگر تین وجهوں سے، احصان کے بعد[1] زنا سے یا اسلام کے بعد کفر سے یا کسی نفس کو بغیر کسی نفس کے قتل کر دینے سے'' انہیں وجوہ سے قتل کیا جائے گا۔ قسم خدا کی، نہ میں نے زمانہ کفر میں زنا کیا اور نہ زمانہ اسلام میں اور جب سے میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم سے بیعت کی مرتد نہیں ہوا اور کسی ایسی جان کو جسے اللہ تعالٰی نے حرام فرمایا، قتل نہیں کیا پھر تم مجھے کیوں قتل کرتے ہو۔[2]

حدیث۱۹: ابوداود حضرت ابوالدرداء رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ مومن تیز رو[3] اور صالح رہتا ہے جب تک حرام خون نہ کرلے اور جب حرام خون کرلیتا ہے تو اب وہ تھک جاتا ہے[4]۔[5]

حدیث۲۰: ابوداود انہیں سے اور نسائی معاویہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''امید ہے کہ گناہ کو اللہ (عزوجل) بخش دے گا مگر اس شخص کو نہ بخشے گا جو مشرک ہی مرجائے یا جس نے کسی مرد مومن کو قصداً ناحق قتل کیا۔[6] (اس کی تاویل آگے آئے گی)

حدیث۲۱: امام ترمذی نے عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا کہ'' اس نے ناحق جان بوجھ کر قتل کیا وہ اولیائے مقتول کو دے دیا جائے گا۔ پس وہ اگر چاہیں قتل کریں اور اگر چاہیں دیت لیں۔[7]

حدیث۲۲: دارمی نے ابن شریح خزاعی رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے روایت کی۔ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلّم کو فرماتے سنا ہے کہ ''جو اس بات کے ساتھ مبتلا ہو کہ اس کے یہاں کوئی قتل ہو گیا یا زخمی ہو گیا تو تین چیزوں میں سے ایک اختیار کرے۔ اگر چوتھی چیز کا ارادہ کرے تو اس کے ہاتھ پکڑ لو (یعنی روک دو) یہ اختیار ہے کہ قصاص لے یا معاف کرے یا دیت لے پھر ان تینوں باتوں میں سے ایک کو اختیار کرنے کے بعد اگر کوئی زیادتی کرے تو اس کے لیے جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔''[8]

---

1 ......یعنی شادی شدہ ہونے کے بعد۔

2 ......"جامع الترمذي"، كتاب الفتن، باب ما جاء لايحل دم إمرئ مسلم... إلخ، الحديث: ٢١٦٥، ج٤، ص٦٤.

3 ......یعنی مؤمن نیکی میں جلدی کرنے والا ہوتا ہے۔

4 ......یعنی قتل ناحق کی نحوست سے انسان توفیق خیر سے محروم رہ جاتا ہے اسی کو تھک جانے سے تعبیر فرمایا۔

5 ......"سنن أبي داود"، كتاب الفتن والملاحم، باب في تعظيم قتل المؤمن، الحديث: ٤٢٧٠، ج٤، ص١٣٩.

6 ......المرجع السابق.

7 ......"جامع الترمذي"، كتاب الديات، باب ماجاء في الدية كم هي من الإبل، الحديث: ١٣٩٢، ج٣، ص٩٥.

8 ......"سنن الدارمي"، كتاب الديات، باب الدية في قتل العمد، الحديث: ٢٣٥١، ج٢، ص٢٤٧.

حدیث ۲۳: ابوداود جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی کہتے ہیں کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تعالٰی علَیہ وسلَّم نے فرمایا ''کہ میں اس کو معاف نہیں کروں گا جس نے دیت لینے کے بعد قتل کیا۔''[1]

حدیث ۲۴: امام ترمذی و ابن ماجہ نے ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی، وہ کہتے ہیں، میں نے رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علَیہ وسلَّم کو فرماتے سنا ہے کہ ''جس کے جسم میں کوئی زخم لگ جائے پھر وہ اس کا صدقہ کردے (معاف کردے) تو اللہ (عزوجل) اس کا ایک درجہ بڑھاتا ہے اور ایک گناہ معاف کرتا ہے۔''[2]

حدیث ۲۵: امام بخاری اپنی صحیح میں عبد اللہ بن مسعود (رضی اللہ تعالٰی عنہ) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک مرد نے عرض کی یارسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ تعالٰی علَیہ وسلَّم! کون سا گناہ اللہ (عزوجل) کے نزدیک بڑا ہے؟ فرمایا کہ اللہ (عزوجل) کا کوئی شریک بتائے، حالانکہ اللہ (عزوجل) ہی نے تم کو پیدا کیا۔ عرض کی پھر کون سا گناہ؟ فرمایا پھر یہ کہ اپنی اولاد کو اس ڈر سے قتل کرو کہ وہ تمہارے ساتھ کھائے گی۔ کہا۔ پھر کون سا؟ ارشاد فرمایا، پھر یہ کہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرو۔ پس اللہ (عزوجل) نے اس کی تصدیق نازل فرمائی:

﴿ وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا ۙ﴿۶۸﴾ [3] يُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا ﴿۶۹﴾ اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۷۰﴾ ﴾[4]

''اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہیں پوجتے اور اس جان کو جسے اللہ نے حرام کیا ناحق قتل نہیں کرتے، اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے وہ سزا پائے گا، اس کے لیے چند در چند[5] عذاب کیا جائے گا قیامت کے دن۔[6] اور وہ اس میں مدتوں ذلت کے ساتھ رہے گا، مگر جو توبہ کرلے اور ایمان لائے اور اچھے کام کرے۔ اللہ ایسے لوگوں کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ مغفرت والا رحم والا ہے۔''

حدیث ۲۶: امام بخاری نے اپنی صحیح میں عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ان نُقَبا سے ہوں جنہوں نے (لیلۃ العقبہ[7] میں) رسول اللہ صَلَّی اللہُ تعالٰی علَیہ وسلَّم سے بیعت کی۔ ہم نے اس بات پر بیعت کی

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الديات، باب من يقتل بعد أخذ الدية، الحديث: ٤٥٠٧، ج٤، ص٢٢٩.

2 ......"جامع الترمذي"، كتاب الديات، باب ماجاء في العفو، الحديث: ١٣٩٨، ج٣، ص٩٧.

3 ......"صحيح البخاري"، كتاب الديات باب قول الله تعالى ﴿ومن يقتل مؤمنا متعمداً...إلخ﴾، الحديث: ٦٨٦١، ج٤، ص٣٥٦.

4 ......الفرقان: ٦٨-٧٠.

5 ......بہت زیادہ۔

6 ......بہارِشریعت میں اس مقام پر ''یوم القیٰمۃ'' کا ترجمہ ''قیامت کے دن'' موجود نہیں تھا، لہٰذا متن میں کنزالایمان سے اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔...علمیہ

7 ......عقبہ سے مراد جمرۃ العقبہ ہے جو منٰی میں واقع ہے، اس مقام پر رات کے وقت چند انصار صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم نے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلم کے دستِ اقدس پر بیعت کی جن میں حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالٰی عنہ بھی شامل تھے۔

تھی کہ اللہ (عزوجل) کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گے اور زنا نہ کریں گے اور چوری نہ کریں گے اور ایسی جان کو قتل نہ کریں گے جس کو اللہ (عزوجل) نے حرام فرمایا اور لوٹ نہ کریں گے اور خدا (تعالیٰ) کی نافرمانی نہ کریں گے۔ اگر ہم نے ایسا کیا تو ہم کو جنت دی جائے گی اور اگر ان میں سے کوئی کام ہم نے کیا تو اس کا فیصلہ اللہ (عزوجل) کی طرف ہے۔[1]

حدیث ۲۷: امام بخاری اپنی صحیح میں ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی ہیں کہ نبی کریم صَلَّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا: ''اللہ (عزوجل) کے نزدیک سب لوگوں سے زیادہ مبغوض تین شخص ہیں۔ حرم میں الحاد کرنے والا اور اسلام میں طریقۂ جاہلیت کا طلب کرنے والا اور کسی مسلمان شخص کا ناحق خون طلب کرنے والا تاکہ اسے بہائے۔[2]

حدیث ۲۸: امام ابوجعفر طحاوی نے اپنی کتاب شرح معانی الآثار میں نعمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صَلَّی اللہُ تعالیٰ علیہ وسلَّم نے فرمایا کہ ''قصاص میں قتل تلوار ہی سے ہوگا۔''[3]

مسائل فقہیّہ

مسئلہ ۱: قتل ناحق کی پانچ صورتیں ہیں۔ (۱) قتل عمد (۲) قتل شبہ عمد (۳) قتل خطا (۴) قائم مقام خطا (۵) قتل بالسبب۔ قتل عمد یہ ہے کہ کسی دھار دار آلے سے قصداً قتل کرے۔ آگ سے جلا دینا بھی قتل عمد ہی ہے۔ دھار دار آلہ مثلاً تلوار، چھری یا لکڑی اور بانس کی کَھپَچّی[4] میں دھار نکال کر قتل کیا یا دھار دار پتھر سے قتل کیا، لوہا، تانبا اور پیتل وغیرہ کی کسی چیز سے قتل کرے گا، اگر اس سے جرح یعنی زخم ہوا تو قتل عمد ہے، مثلاً چھری، خنجر، تیر، نیزہ، بلّم[5] وغیرہ کہ یہ سب آلۂ جارحہ[6] ہیں۔ گولی اور چَھرے سے قتل ہوا، یہ بھی اسی میں داخل ہے۔[7] (ہدایہ ص ۵۵۹ جلد ۴، درمختار و شامی ص ۴۶۶ جلد ۵، بحرالرائق ص ۲۸۷، جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۹۷ ج ۶ طحطاوی ص ۲۵۷ جلد ۴)

---

[1] ...... "صحيح البخاري"، كتاب الديات، باب قول الله تعالى ﴿ومن احياها﴾، الحديث: ٦٨٧٣، ج ٤، ص ٣٥٩.

[2] ...... المرجع السابق، باب من طلب دم إمرئ بغير حق، الحديث: ٦٨٨٢، ج ٤، ص ٣٦٢.

[3] ...... "شرح معاني الآثار"، كتاب الجنايات، باب الرجل يقتل رجلا كيف يقتل؟، الحديث: ٤٩١٧، ج ٣، ص ٨١.

[4] ...... بانس کا چِرا ہوا ٹکڑا۔

[5] ...... لمبی لاٹھی جس کے سرے پر نوک دار بھال ہوتی ہے، بھالا، برچھا۔

[6] ...... یعنی زخمی کرنے والے آلے ہیں۔

[7] ...... "الهداية" كتاب الجنايات، ج ٢، ص ٤٤٢.

و "الدرالمختار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٥٥ـ١٥٧.

مسئلہ۲: قتل عمد کا حکم یہ ہے کہ ایسا شخص نہایت سخت گنہ گار ہے۔[1] (درمختار و شامی ص ۴۶۷ ج ۵، تبیین ص ۹۸ جلد ۶، بحرالرائق ص ۲۸۸ جلد ۸، طحطاوی ص ۲۵۸ جلد ۴، دررغرر ص ۸۹ جلد ۲، عالمگیری ص ۲ جلد ۶)

کفر کے بعد تمام گناہوں میں سب سے بڑا گناہ قتل ہے۔ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا ﴾[2] (پ ۵، ع ۱۰)

''جو کسی مومن کو قصداً قتل کرے اس کی سزا جہنم میں مدتوں[3] رہنا ہے۔''

ایسے شخص کی توبہ قبول ہوتی ہے یا نہیں اس کے متعلق صحابہ کرام (رضی اللہ تعالٰی عنھم) میں اختلاف ہے جیسا کہ کتب حدیث میں یہ بات مذکور ہے۔ صحیح یہ ہے کہ اس کی توبہ بھی قبول ہوسکتی ہے اور صحیح یہ ہے کہ ایسے قاتل کی بھی مغفرت ہوسکتی ہے۔ اللہ تعالٰی کی مشیت میں ہے۔ اگر وہ چاہے تو بخش دے[4] جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا:

﴿ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ﴾[5] (پ ۵، ع ۴)

''بے شک اللہ (عزوجل)[6] شرک یعنی کفر کو تو نہیں بخشے گا۔ اس سے نیچے جتنے گناہ ہیں جس کے لیے چاہے گا مغفرت فرمادے گا۔''

اور پہلی آیت کا یہ مطلب بیان کیا جاتا ہے کہ مومن کو جو بحیثیت مومن قتل کرے گا یا اس کے قتل کو حلال سمجھے گا وہ بے شک ہمیشہ جہنم میں رہے گا یا خلود سے مراد بہت دنوں تک رہنا ہے۔

مسئلہ۳: قتل عمد کی سزا دنیا میں فقط قصاص ہے یعنی یہی متعین ہے۔ ہاں اگر اولیائے مقتول معاف کردیں یا قاتل سے مال لے کر مصالحت کرلیں تو یہ بھی ہوسکتا ہے مگر بغیر مرضی قاتل اگر مال لینا چاہیں تو نہیں ہوسکتا۔ یعنی قاتل اگر قصاص کو کہے تو اولیائے مقتول اس سے مال نہیں لے سکتے۔ مال پر مصالحت کی صورت میں دیت کے برابر یا کم یا زیادہ تینوں ہی صورتیں جائز ہیں۔ یعنی مال لینے کی صورت میں یہ ضروری نہیں کہ دیت سے زیادہ نہ ہو اور جس مال پر صلح ہوئی وہ دیت کی قسم سے ہو یا دوسری جنس سے ہو دونوں صورتوں میں کمی بیشی ہوسکتی ہے۔[7] (عالمگیری ص ۳ جلد ۶، طحطاوی ص ۲۵۸ جلد ۴، تبیین ص ۹۸ جلد ۶، بحرالرائق ص ۲۹۰ جلد ۸، درمختار و شامی ص ۴۶۷ ج ۵)

---

1 ...... "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، ج ۱۰، ص ۱۵۸.

2 ...... پ ۵، النساء: ۹۳.

3 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر "خالدا" کا ترجمہ "مدتوں" موجود نہیں تھا، لہذا متن میں کنزالایمان سے اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔... علمیه

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، ج ۱۰، ص ۱۵۸.

5 ...... پ ۵، النساء: ٤٨.

6 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر "اِنَّ اللّٰہَ" کا ترجمہ "بے شک اللہ (عزوجل)" موجود نہیں تھا، لہذا متن میں کنزالایمان سے اس کا اضافہ کردیا گیا ہے۔... علمیه

7 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، ج ۱۰، ص ۱۵۸.

مسئلہ۴: قتل عمد میں قاتل کے ذمے کفارہ واجب نہیں۔[1] (طحطاوی ص ۲۵۸ ج ۴، بحرالرائق ص ۲۹۱ ج ۸، تبیین ص ۹۹ ج ۶، درمختار وشامی ص ۴۶۷ ج ۵، درر غرر ص ۸۹ ج ۲، عامہ متون)

مسئلہ۵: اگر اولیاء میں سے کسی ایک نے معاف کر دیا تو بھی باقی کے حق میں قصاص ساقط ہو جائے گا لیکن دیت واجب ہو جائے گی۔[2] (تبیین الحقائق ص ۹۹ ج ۶)

مسئلہ۶: اولیائے مقتول نے اگر نصف قصاص معاف کر دیا تو کل ہی معاف ہو گیا، یعنی اس میں تجزی نہیں ہو سکتی، اب اگر یہ چاہیں کہ باقی نصف کے مقابل میں مال لیں، یہ نہیں ہو سکتا۔[3] (شلبی بر تبیین ص ۹۹ ج ۶)

مسئلہ۷: قتل کی دوسری قسم شبہ عمد ہے۔ وہ یہ کہ قصداً قتل کرے مگر اسلحہ سے یا جو چیزیں اسلحہ کے قائم مقام ہوں ان سے قتل نہ کرے مثلاً کسی کو لاٹھی یا پتھر سے مار ڈالا یہ شبہ عمد ہے اس صورت میں بھی قاتل گنہ گار ہے اور اس پر کفارہ واجب ہے اور قاتل کے عصبہ پر دیت مغلظہ واجب جو تین سال میں ادا کریں گے۔ دیت کی مقدار کیا ہو گی اس کو آئندہ ان شاء اللہ بیان کیا جائے گا۔[4] (طحطاوی ص ۲۵۸ جلد ۴، بحرالرائق ص ۲۹۱ ج ۸، تبیین ص ۱۰۰ ج ۶، درمختار وشامی ص ۴۶۸ ج ۵، درر غرر ص ۹۰ ج ۲)

مسئلہ۸: شبہ عمد مار ڈالنے ہی کی صورت میں ہے۔ اور اگر وہ جان سے نہیں مارا گیا بلکہ اس کا کوئی عضو تلف ہو گیا مثلاً لاٹھی سے مارا اور اس کا ہاتھ یا انگلی ٹوٹ کر علیحدہ ہو گئی تو اس کو شبہ عمد نہیں کہیں گے بلکہ یہ عمد ہے اور اس صورت میں قصاص ہے۔[5] (دُرر غرر ص ۹۰، جلد ۲ بحرالرائق، ص ۲۸۷ ج ۸، درمختار وشامی ص ۴۶۸ ج ۵، طحطاوی ص ۲۵۹ جلد ۴، عالمگیری ص ۳ جلد ۶)

مسئلہ۹: تیسری قسم قتل خطا ہے۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کے گمان میں غلطی ہوئی، مثلاً اس کو شکار سمجھ کر قتل کیا اور یہ شکار نہ تھا بلکہ انسان تھا یا حربی یا مرتد سمجھ کر قتل کیا حالانکہ وہ مسلم تھا دوسری صورت یہ ہے کہ اس کے فعل میں غلطی ہوئی مثلاً شکار پر یا چاند ماری پر گولی چلائی اور لگ گئی آدمی کو کہ یہاں انسان کو شکار نہیں سمجھا بلکہ شکار ہی کو شکار سمجھا اور شکار ہی پر گولی چلائی مگر ہاتھ بہک گیا۔ گولی شکار کو نہیں لگی بلکہ آدمی کو لگی، اسی کی یہ دو صورتیں بھی ہیں۔ نشانہ پر گولی لگ کر لوٹ آئی اور کسی آدمی کو لگی یا نشانہ سے پار ہو کر کسی آدمی کو لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا دوسرے کو لگی یا ایک شخص کے ہاتھ میں مارنا

---

1. ......"كنز الدقائق"، كتاب الجنايات، ص ٤٤٨.
2. ......"تبيين الحقائق"، كتاب الجنايات، ج٧، ص ٢١٢.
3. ......"حاشية الشلبي" على "تبيين الحقائق"، كتاب الجنايات، ج٧، ص ٢١٢.
4. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، ج١٠، ص ١٦١.
5. ......"دررالحكام" شرح "غررالأحكام"، كتاب الجنايات، الجزء الثاني، ص ٩٠.

چاہتا تھا دوسرے کی گردن میں لگی یا ایک شخص کو مارنا چاہتا تھا مگر گولی دیوار پر لگی پھر ٹپا کھا کر لوٹی اور اس شخص کو لگی یا اس کے ہاتھ سے لکڑی یا اینٹ چھوٹ کر کسی آدمی پر گری اور وہ مرگیا یہ سب صورتیں قتل خطا کی ہیں۔[1] (درمختار و شامی ص ۴۶۹ جلد ۵ طحطاوی ص ۲۵۹ جلد۴، تبیین ص ۱۰۱ جلد ۶، بحرالرائق ص ۲۹۲ جلد ۸)

مسئلہ ۱۰: قتل خطا کا حکم یہ ہے کہ قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت واجب ہے جو تین سال میں ادا کی جائے گی۔ قتل خطا کی دو صورتیں ہیں اور ان میں اس کے ذمے قتل کا گناہ نہیں۔ یہ تو ضرور گناہ ہے کہ ایسے آلہ کے استعمال میں اس نے بے احتیاطی برتی، شریعت کا حکم ہے کہ ایسے موقعوں پر احتیاط سے کام لینا چاہیے۔[2] (دررغرر ص ۹۰، ج ۲، طحطاوی ص ۲۶۰ ج ۴، بحرالرائق ص ۲۹۲ ج ۸، تبیین ص ۱۰۱ ج ۶، درمختار و شامی ص ۴۶۹ ج ۵)

مسئلہ ۱۱: مقتول کے جسم کے جس حصہ پر وار کرنا چاہتا تھا وہاں نہیں لگا۔ دوسری جگہ لگا یہ خطا نہیں ہے بلکہ عمد ہے اور اس میں قصاص واجب ہے۔[3] (بحرالرائق ص ۲۹۱، ج ۸، تبیین ص ۱۰۱ ج ۶، درمختار ص ۴۶۹ ج ۵، عالمگیری ص ۳ ج ۶ وہدایہ)

مسئلہ ۱۲: قتل کی ان تینوں قسموں میں قاتل میراث سے محروم ہوتا ہے یعنی اگر کسی نے اپنے مورث کو قتل کیا تو اس کا ترکہ اس کو نہیں ملے گا بشرطیکہ جس سے قتل ہوا وہ مکلّف[4] ہو اور اگر مجنوں یا بچہ ہے تو میراث سے محروم نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۳ ج ۶، بحرالرائق ص ۲۹۳، ج ۸، تبیین ص ۱۰۲ ج ۶، درمختار و شامی ص ۴۷۰ ج ۵، شلبی بر تبیین ص ۹۸ ج ۶ طحطاوی ص ۲۶۰ جلد ۴)

مسئلہ ۱۳: چوتھی قسم قائم مقام خطا جیسے کوئی شخص سوتے میں کسی پر گر پڑا اور یہ مرگیا اسی طرح چھت سے کسی انسان پر گرا اور مرگیا قتل کی اس صورت میں بھی وہی احکام ہیں جو خطا میں ہیں یعنی قاتل پر کفارہ واجب ہے اور اس کے عصبہ پر دیت اور قاتل میراث سے محروم ہوگا اور اس میں بھی قتل کرنے کا گناہ نہیں، مگر یہ گناہ ہے کہ ایسی بے احتیاطی کی جس سے ایک انسان کی جان ضائع کی۔[6] (عالمگیری ص ۳ جلد ۶، بحرالرائق ص ۲۹۲، ج ۸، درمختار و شامی ص ۴۶۹ جلد ۵، تبیین ص ۱۰۱ جلد ۶، دررغرر ص ۹۱ جلد ۲)

مسئلہ ۱۴: پانچویں قسم قتل بالسبب، جیسے کسی شخص نے دوسرے کی ملک میں کنواں کھدوایا، یا پتھر رکھ دیا، یا راستہ میں لکڑی رکھ

---

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦١، ١٦٢.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦٠، ١٦١.

3 ......المرجع السابق، ص ١٦٢.

4 ......یعنی عاقل، بالغ ہو۔

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، ج ١٠، ص ١٦٤.

6 ......المرجع السابق.

دی اور کوئی شخص کنویں میں گر کر یا پتھر وغیرہ یا لکڑی سے ٹھوکر کھا کر مر گیا۔اس قتل کا سبب وہ شخص ہے جس نے کنواں کھودا تھا اور پتھر وغیرہ رکھ دیا تھا۔اس صورت میں اس کے عصبہ کے ذمے دیت ہے۔قاتل پر نہ کفارہ ہے نہ قتل کا گناہ،اس کا گناہ ضرور ہے کہ پرائی ملک میں کنواں کھدوایا یا وہاں پتھر رکھ دیا۔[1] (درمختار ص ۴۶۹ جلد ۵،تبیین ص ۱۰۲ جلد ۶،بحرالرائق ص ۲۹۳ ج ۸، عالمگیری ص ۳ جلد ۶)

کہاں قصاص واجب ہوتا ہے کہاں نہیں

مسئلہ ۱: قتل عمد میں قصاص واجب ہوتا ہے کہ ایسے کو قتل کیا جس کے خون کی محافظت ہمیشہ کے لیے ہو۔جیسے مسلم یا ذمی کہ اسلام نے ان کی محافظت کا حکم دیا ہے۔بشرطیکہ قاتل مکلّف ہو،یعنی عاقل بالغ ہو۔مجنون یا نابالغ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔بلکہ اگر قتل کے وقت عاقل تھا اور بعد میں مجنون ہوگیا۔اگر قتل کے لیے ابھی تک حوالے نہیں کیا گیا ہے۔قصاص ساقط ہوجائے گا اور اگر قصاص کا حکم ہو چکا اور قتل کرنے کے لیے دیا جا چکا ہے اس کے بعد مجنون ہوگیا تو قصاص ساقط نہیں ہوگا اور ان صورتوں میں بجائے قصاص اس پر دیت واجب ہوگی۔[2] (بحرالرائق ص ۲۹۴ جلد ۸،شامی ص ۴۷۰ جلد ۵)

مسئلہ ۲: جو شخص کبھی مجنون ہوجاتا ہے اور کبھی ہوش میں آجاتا ہے۔اس نے اگر حالتِ افاقہ میں کسی کو قتل کیا ہے تو اس کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ہاں اگر قتل کے بعد اسے جنون مطبق ہوگیا تو قصاص ساقط ہوگیا اور جنون مطبق نہیں ہے تو قتل کیا جائے گا۔[3] (بزازیہ برہندیہ ص ۳۸۱ ج ۶،درمختار شامی ج ۵ ص ۴۷۰،قاضی خان برہندیہ ص ۴۳۸ ج ۳)

مسئلہ ۳: قصاص کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ قاتل ومقتول کے مابین شبہ نہ پایا جاتا ہو۔مثلاً باپ بیٹا اور آقا وغلام کہ یہاں قصاص نہیں اور اگر مقتول نے قاتل کو کہہ دیا کہ مجھے قتل کر ڈال،اس نے قتل کر دیا اس میں بھی قصاص واجب نہیں۔[4] (درمختار وشامی ص ۴۷۰ جلد ۵)

مسئلہ ۴: آزاد کو آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا اور غلام کے بدلے میں بھی قتل کیا جائے گا اور غلام کو[5] غلام کے بدلے میں اور آزاد کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔مرد کو عورت کے بدلے میں اور عورت کو مرد کے بدلے میں قتل کیا جائے

---

1. ......"الدرالمختار"،کتاب الجنایات،ج ۱۰،ص ۱٦۳.
2. ......"رد المحتار"،کتاب الجنایات،فصل فیمایوجب القود...إلخ ۱۰،ص ۱٦٤.
3. ......"الدرالمختار" و"رد المحتار"،کتاب الجنایات،فصل فیمایوجب القود...إلخ ۱۰،ص ۱٦٤.
4. ...... المرجع السابق.
5. ......جبکہ غلام کا مالک نہ ہو جیسا کہ مسئلہ نمبر ۳،اور مسئلہ نمبر ۸ میں مذکور ہے۔

گا۔ مسلم کو ذمی کے بدلے میں قتل کیا جائے گا۔ حربی اور مستامن کے بدلے میں نہ مسلم سے قصاص لیا جائے گا نہ ذمی سے، اسی طرح مستامن سے مستامن کے مقابل میں قصاص نہیں۔ ذمی نے ذمی کو قتل کیا، قصاص لیا جائے گا اور قتل کے بعد قاتل مسلمان ہوگیا جب بھی قصاص ہے۔[1] (شامی و درمختار ص ۴۷۱ جلد ۵، بحرالرائق ص ۲۹۶ جلد ۸، عالمگیری ص ۳ جلد ۶)

مسئلہ ۵: مسلم نے مرتد یا مرتدہ کو قتل کیا اس صورت میں قصاص نہیں۔ دو مسلمان دارالحرب میں امان لے کر گئے اور ایک نے دوسرے کو وہیں قتل کر دیا قصاص نہیں۔[2] (قاضی خان بر عالمگیری ص ۴۴۱ جلد ۳، بحرالرائق ص ۲۹۶ جلد ۸، عالمگیری ص ۳ ج ۶)

مسئلہ ۶: عاقل سے مجنوں کے بدلے میں اور بالغ سے نابالغ کے بدلے میں اور انکھیارے سے اندھے کے بدلے میں اور ہاتھ پاؤں والے سے لنجے[3] یا جس کے ہاتھ پاؤں نہ ہوں اس کے بدلے میں تندرست سے بیمار کے بدلے میں اور مرد سے عورت کے بدلے میں قصاص لیا جائے گا۔[4] (درمختار و شامی، ص ۴۷۲ جلد ۵، بحرالرائق ص ۲۹۶ جلد ۸، عالمگیری ص ۳ جلد ۶، قاضی خان بر عالمگیری، ص ۴۳۶، جلد ۳)

مسئلہ ۷: اصول نے فروع کو قتل کیا مثلاً باپ ماں، دادا دادی، نانا نانی نے بیٹے یا پوتے یا نواسے کو قتل کیا اس میں قصاص نہیں بلکہ خود اس قاتل سے دیت دلوائی جائے گی بلکہ باپ کے ساتھ اگر بیٹے کے قتل میں کوئی اجنبی بھی شریک تھا تو اس اجنبی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ اس سے بھی دیت ہی لی جائے گی۔ اس کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ دو شخصوں نے مل کر اگر کسی کو قتل کیا اور ان میں ایک وہ ہے کہ اگر وہ تنہا کرتا تو قصاص واجب ہوتا اور دوسرا وہ ہے کہ تنہا قتل کرتا تو اس پر قصاص واجب نہیں ہوتا تو اس پہلے سے بھی قصاص واجب نہیں، مثلاً اجنبی اور باپ دونوں نے قتل کیا یا ایک نے قصداً قتل کیا اور دوسرے نے خطا کے طور پر، ایک نے تلوار سے قتل کیا دوسرے نے لاٹھی سے، ان سب صورتوں میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت واجب ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶، ص ۴، بحرالرائق ج ۸ ص ۲۹۷، قاضی خان برھندیہ ج ۳ ص ۴۴۱، شامی ج ۵ ص ۴۷۲)

مسئلہ ۸: مولیٰ نے اپنے غلام کو قتل کیا اس میں قصاص نہیں۔ اسی طرح اپنے مدبر یا مکاتب یا اپنی اولاد کے غلام کو قتل

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني فيمن يقتل قصاصاً.. إلخ، ج٦، ص٣.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی ہاتھ پاؤں سے معذور۔

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيمايوجب القود... إلخ، ج١٠، ص١٦٨.

5 ......المرجع السابق، ص١٦٨، ١٦٩.

کیا یا اس غلام کو قتل کیا جس کے کسی حصہ کا قاتل مالک ہے۔[1] (درمختار ص ۴۷۲، ج ۵، عالمگیری ص ۴، ج ۶، بحرالرائق ص ۲۹۷ ج ۸، تبیین ص ۱۰۵، ج ۶)

مسئلہ ۹: قتل سے قصاص واجب تھا مگر اس کا وارث ایسا شخص ہوا کہ وہ قصاص نہیں لے سکتا تو قصاص ساقط ہو گیا مثلاً وہ قاتل اس وارث کے اصول میں سے ہے تو اب قصاص نہیں ہو سکتا۔ جیسے ایک شخص نے اپنے خسر کو قتل کیا اور اس کی وارث صرف اس کی لڑکی ہے یعنی قاتل کی بیوی۔ پھر یہ عورت مرگئی اور اس کا لڑکا وارث ہوا جو اسی شوہر سے ہے تو قصاص کی صورت میں بیٹے کا باپ سے قصاص لینا لازم آتا ہے، لہٰذا قصاص ساقط۔[2] (درمختار و شامی ص ۴۷۳ ج ۵، تبیین ص ۱۰۶ جلد ۶)

مسئلہ ۱۰: مسلم نے اگر مسلم کو مشرک سمجھ کر قتل کیا، مثلاً جہاد میں ایک مسلم کو کافر سمجھا اور مار ڈالا، اس صورت میں قصاص نہیں ہے بلکہ دیت و کفارہ ہے کہ یہ قتل عمد نہیں بلکہ قتل خطا ہے اور اگر مسلم صف کفار میں تھا اور کسی مسلم نے قتل کر ڈالا تو دیت و کفارہ بھی نہیں۔[3] (درمختار و شامی ص ۴۷۴ جلد ۵)

مسئلہ ۱۱: جن اگر ایسی شکل میں آیا جس کا قتل جائز ہے۔ مثلاً سانپ کی شکل میں آیا تو اس کے قتل میں کوئی مؤاخذہ نہیں۔[4] (درمختار و شامی ص ۴۷۴، جلد ۵)

مسئلہ ۱۲: قصاص میں جس کو قتل کیا جائے تو یہ ضرور ہے کہ تلوار ہی سے قتل کیا جائے اگر چہ قاتل نے اسے تلوار سے قتل نہ کیا ہو بلکہ کسی اور طرح سے مار ڈالا ہو جس سے قصاص واجب ہوتا ہو۔ خنجر یا نیزہ سے یا دوسرے اسلحہ سے قتل کرنا بھی تلوار ہی کے حکم میں ہے۔ لہٰذا اگر اسلحہ کے سوا کسی اور طرح سے قصاص میں قتل کیا، مثلاً کنویں میں گرا کر مار ڈالا یا پتھر وغیرہ سے قتل کیا تو ایسا کرنے سے تعزیر کا مستحق ہے۔[5] (ہدایہ ص ۵۶۳، جلد ۴، درمختار و شامی ص ۴۷۴ جلد ۵)

مسئلہ ۱۳: کسی کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالے اور وہ مرگیا تو قاتل کی گردن تلوار سے اڑا دی جائے یہ نہیں کہ اس کے ہاتھ پاؤں کاٹ کر چھوڑ دیں۔ اسی طرح اگر اس کا سر توڑ ڈالا اور مر گیا تو قاتل کی گردن تلوار سے کاٹ دی جائے۔[6] (عالمگیری ص ۴ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۴۷۷ جلد ۵)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایو جب القود... إلخ، ج ۱۰، ص ۱۶۹.

2 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایو جب القود... إلخ، ج ۱۰، ص ۱۷۱.

3 ......المرجع السابق، ص ۱۷۲. 4 ......المرجع السابق، ص ۱۷۳.

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فیمایو جب القود... إلخ، ج ۱۰، ص ۱۷۳.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثانی فیمن یقتل قصاصاً... إلخ، ج ۶، ص ٤.

مسئلہ۱۴: بعض اولیائے مقتول نے قصاص لے لیا تو باقی اولیاء اس سے ضمان نہیں لے سکتے۔[1] (درمختار و شامی ص ۴۷۷ جلد ۵)

مسئلہ۱۵: دو شخص ولی مقتول تھے، ان میں سے ایک نے معاف کر دیا اور دوسرے نے قاتل کو قتل کر ڈالا، اگر اسے یہ معلوم تھا کہ بعض اولیاء کے معاف کر دینے سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے تو اس سے قصاص لیا جائے گا اور اگر نہیں معلوم تھا تو اس سے دیت لی جائے گی۔[2] (قاضی خان بر ہندیہ ص ۴۴۱ جلد ۳، درمختار و شامی ص ۴۷۷ جلد ۵)

مسئلہ۱۶: مقتول کے بعض اولیاء بالغ ہیں اور بعض نابالغ تو قصاص میں یہ انتظار نہیں کیا جائے گا کہ وہ نابالغ بالغ ہو جائیں بلکہ جو ورثا بالغ ہیں وہ ابھی قصاص لے سکتے ہیں۔[3] (ہدایہ ص ۵۶۵ جلد ۴، درمختار و شامی ص ۴۷۶ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۰۰ جلد ۸، عالمگیری ص ۸ جلد ۶، قاضی خان بر ہندیہ ص ۴۴۲ جلد ۳)

مسئلہ۱۷: قاتل کو کسی اجنبی شخص نے (یعنی اس نے جو مقتول کا ولی[4] نہیں ہے) قتل کر ڈالا، اگر اس نے عمداً قتل کیا ہے تو اس قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ اور خطا کے طور پر قتل کیا ہے تو اس قاتل کے عصبہ سے دیت لی جائے گی، کیونکہ اس اجنبی کے لیے اس کا قتل حلال نہ تھا، اب اگر مقتول اول کا ولی یہ کہتا ہے کہ میں نے اس اجنبی سے قتل کرنے کو کہا تھا لہٰذا اس سے قصاص نہ لیا جائے تو جب تک گواہ نہ ہوں۔ اس کی بات نہیں مانی جائے گی اور اس اجنبی سے قصاص لیا جائے اور بہر صورت جب کہ قاتل کو اجنبی نے قتل کر ڈالا تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو گیا یعنی قصاص تو ہو ہی نہیں سکتا کہ قاتل رہا ہی نہیں اور دیت بھی نہیں لی جا سکتی کہ اس کے لیے رضامندی درکار ہے اور وہ پائی نہیں گئی۔ جس طرح قاتل مر جائے تو ولی مقتول کا حق ساقط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہاں۔[5] (درمختار و شامی ص ۴۷۶ جلد ۵)

مسئلہ۱۸: اولیائے مقتول نے گواہی سے یہ ثابت کیا کہ زید نے اسے زخمی کیا اور قتل کیا ہے اور زید نے گواہوں سے یہ ثابت کیا کہ خود مقتول نے یہ کہا ہے کہ زید نے نہ مجھے زخمی کیا نہ قتل کیا تو انھیں گواہوں کو ترجیح دی جائے گی۔[6] (درمختار و شامی ص ۴۷۷ جلد ۵)

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،كتاب الجنايات،فصل فيما يوجب القود...إلخ،ج ١٠،ص ١٧٨.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الهداية"،كتاب الجنايات،باب مايوجب القصاص ومالايوجبه،ج ٢،ص ٤٤٦.

4 ......یعنی وارث۔

5 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،كتاب الجنايات،فصل فيما يوجب القود...إلخ،ج ١٠،ص ١٧٧.

6 ......المرجع السابق،ص ١٧٩.

مسئلہ۱۹: مجروح نے یہ کہا کہ فلاں نے مجھے زخمی نہیں کیا ہے، یہ کہہ کر مرگیا تو اس کے ورثہ اس شخص پر قتل کا دعویٰ نہیں کرسکتے۔ مجروح نے یہ کہا کہ فلاں شخص نے مجھے قتل کیا۔ یہ کہہ کر مرگیا اب اس کے ورثاء دوسرے شخص پر دعویٰ کرتے ہیں کہ اس نے قتل کیا ہے۔ یہ دعویٰ مسموع[1] نہیں ہوگا۔[2] (درمختار و شامی ص ۴۷۸ جلد۵)

مسئلہ۲۰: جس کو زخمی کیا گیا۔اس نے مرنے سے پہلے معاف کردیا یا اس کے اولیاء نے مرنے سے پہلے معاف کردیا یہ معافی جائز ہے۔یعنی اب قصاص نہیں لیا جائے گا۔[3] (درمختار ص ۴۷۸ جلد۵)

مسئلہ۲۱: کسی کو زہر دے دیا۔اسے معلوم نہیں اور لاعلمی میں کھا پی گیا تو اس صورت میں نہ قصاص ہے نہ دیت، مگر زہر دینے والے کو قید کیا جائے گا اور اس پر تعزیر ہوگی اور اگر خود اس نے اس کے منھ میں زبردستی ڈال دیا یا اس کے ہاتھ میں دیا اور پینے پر مجبور کیا تو دیت واجب ہوگی۔[4] (درمختار و شامی ص ۴۷۸ ج ۵، بزازیہ برہندیہ ص ۳۸۵ جلد ۶ بحرالرائق ص ۲۹۴ جلد ۸)

مسئلہ۲۲: یہ کہا کہ میں نے اپنی بددعا سے فلاں کو ہلاک کردیا یا باطنی تیروں سے ہلاک کیا یا سورۂ انفال پڑھ کر ہلاک کیا تو یہ اقرار کرنے والے پر قصاص وغیرہ لازم نہیں۔اسی طرح اگر وہ یہ کہتا ہے کہ میں نے اللہ تعالٰی کے اسمائے قہریہ پڑھ کر اس کو ہلاک کردیا، اس کہنے سے بھی کچھ لازم نہیں۔نظر بد سے ہلاک کرنے کا اقرار کرے اس کے متعلق کچھ منقول نہیں۔[5] (شامی ص ۴۷۸ جلد۵)

مسئلہ۲۳: کسی نے اس کا سر توڑ ڈالا اور خود اس نے بھی اپنا سر توڑا اور شیر نے اسے زخمی کیا اور سانپ نے بھی کاٹ کھایا اور یہ مرگیا تو اس شخص پر جس نے سر توڑا ہے تہائی دیت واجب ہوگی۔[6] (عالمگیری ص ۴، جلد۶)

مسئلہ۲۴: ایک شخص نے کئی شخصوں کو قتل کیا اور ان تمام مقتولین کے اولیاء نے قصاص کا مطالبہ کیا تو سب کے بدلے میں اس قاتل کو قتل کیا جائے گا اور فقط ایک کے ولی نے مطالبہ کیا اور قتل کردیا گیا تو باقیوں کا حق ساقط ہوجائے گا۔یعنی اب ان کے مطالبہ پر کوئی مزید کارروائی نہیں ہوسکتی۔[7] (عالمگیری ص ۴ جلد۶)

---

1 ......یعنی قابل سماعت۔

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات،فصل فيما يوجب القود...إلخ،مبحث شريف،ج١٠،ص١٧٩.

3 ...... المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق،ص ١٨٠.

5 ......"ردالمحتار"،كتاب الجنايات،فصل فيما يوجب القود...إلخ،مبحث شريف،ج١٠،ص١٨١.

6 ......" الفتاوى الهندية"،كتاب الجنايات،الباب الثانى فيمن يقتل قصاصاً...إلخ،ج٦،ص٤.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۲۵: ایک شخص کو چند شخصوں نے مل کر قتل کیا تو اس کے بدلے میں یہ سب قتل کئے جائیں گے۔[1] (عالمگیری ص۵ جلد۶، بزازیہ برہندیہ ص۳۸۲ جلد۶، قاضی خان برہندیہ ص۴۴۰ جلد۳)

مسئلہ ۲۶: ایک سے زیادہ مرتبہ جس نے گلا گھونٹ کر مار ڈالا اس کو بطور سیاست قتل کیا جائے اور گرفتاری کے بعد اگر توبہ کرے تو اس کی توبہ مقبول نہیں اور اس کا وہی حکم ہے جو جادوگر کا ہے۔[2] (درمختار و شامی ص۴۸۱ ج۵، بحرالرائق ص۲۹۴ ج۸)

مسئلہ ۲۷: کسی کے ہاتھ پاؤں باندھ کر شیر یا درندے کے سامنے ڈال دیا اس نے مار ڈالا، ایسے شخص کو سزا دی جائے اور مارا جائے[3] اور قید میں رکھا جائے یہاں تک کہ وہیں قید خانہ ہی میں مر جائے اسی طرح اگر ایسے مکان میں کسی کو بند کر دیا جس میں شیر ہے جس نے مار ڈالا یا اس میں سانپ ہے جس نے کاٹ لیا۔[4] (درمختار و شامی ص۴۸۰ جلد۵)

مسئلہ ۲۸: بچہ کے ہاتھ پاؤں باندھ کر دھوپ یا برف پر ڈال دیا اور وہ مر گیا تو ان دونوں صورتوں میں دیت ہے اور اگر آگ میں ڈال کر نکال لیا اور تھوڑی سی زندگی باقی ہے مگر کچھ دنوں بعد مر گیا تو قصاص ہے اور اگر چلنے پھرنے لگا پھر مر گیا تو قصاص نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص۶ ج۶، بحرالرائق ص۲۹۴ ج۸)

مسئلہ ۲۹: ایک شخص نے دوسرے کا پیٹ پھاڑ دیا کہ آنتیں نکل پڑیں۔ پھر کسی اور نے اس کی گردن اڑا دی تو قاتل یہی ہے جس نے گردن ماری۔ اگر اس نے عمداً کیا ہے تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت واجب ہے اور جس نے پیٹ پھاڑا اس پر تہائی دیت واجب ہے اور اگر پیٹ اس طرح پھاڑا کہ پیٹھ کی جانب زخم نفوذ کر گیا تو دیت کی دو تہائیاں۔ یہ حکم اس وقت ہے کہ پیٹ پھاڑنے کے بعد وہ شخص ایک دن یا کچھ کم زندہ رہ سکتا ہو، اور اگر زندہ نہ رہ سکتا ہو اور مقتول کی طرح تڑپ رہا ہو تو قاتل وہ ہے جس نے پیٹ پھاڑا، اس نے عمداً کیا ہو تو قصاص ہے اور خطا کے طور پر ہو تو دیت ہے اور جس نے گردن ماری اس پر تعزیر ہے۔ اسی طرح اگر ایک شخص نے ایسا زخمی کیا کہ امید زیست[6] نہ رہی۔ پھر دوسرے نے اسے زخمی کیا تو قاتل وہی پہلا شخص ہے۔ اگر دونوں نے ایک ساتھ زخمی کیا تو دونوں قاتل ہیں۔ اگرچہ ایک نے دس وار کئے اور دوسرے نے

---

1 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني، فيمن يقتل قصاصاً... إلخ، ج٦، ص٥.

2 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... إلخ، مبحث شريف، ج١٠، ص١٨٣.

3 ...... یعنی پٹائی کی جائے۔

4 ...... "الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... إلخ، مبحث شريف، ج١٠، ص١٨٣.

5 ...... المرجع السابق، ص١٨٤.

6 ...... یعنی زندگی کی امید۔

ایک ہی وار کیا ہو۔[1] (بزازیہ بر ہندیہ ص۳۸۱ جلد۶، عالمگیری ص۶، جلد۶، شامی ص۴۸۰ جلد۵، بحرالرائق ص۲۹۵ جلد۸)

مسئلہ ۳۰: کسی شخص کا گلا کاٹ دیا۔ صرف حلقوم[2] کا کچھ حصہ باقی رہ گیا ہے اور ابھی جان باقی ہے دوسرے نے اسے قتل کرڈالا تو قاتل پہلا شخص ہے دوسرے پر قصاص نہیں کیوں کہ اس کا میت میں شمار ہے لہٰذا اگر مقتول اس حالت میں تھا اور مقتول کا بیٹا مرگیا تو بیٹا وارث ہوگا یہ مقتول اپنے بیٹے کا وارث نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری ص۶ جلد۶، بحرالرائق ص۲۹۵ جلد۸)

مسئلہ ۳۱: جو شخص حالت نزع میں تھا اسے قتل کرڈالا اس میں بھی قصاص ہے۔ اگرچہ قاتل کو یہ معلوم ہو کہ اب زندہ نہیں رہے گا۔[4] (درمختار و شامی ص۴۸۰ جلد۵)

مسئلہ ۳۲: کسی کو عمداً زخمی کیا گیا کہ وہ صاحب فراش ہوگیا[5] اور اسی میں مرگیا تو قصاص لیا جائے گا۔ ہاں اگر کوئی ایسی چیز پائی گئی جس کی وجہ سے یہ کہا گیا ہو کہ اسی زخم سے نہیں مرا ہے تو قصاص نہیں۔ مثلاً کسی دوسرے نے اس مجروح کی گردن کاٹ دی تو اب مرنے کو اس کی طرف نسبت کیا جائے گا یا وہ شخص اچھا ہو کر مرگیا تو اب یہ نہیں کہا جائے گا کہ اسی زخم سے مرا۔[6] (درمختار و شامی ص۴۸۰ ج۵، تبیین ص۱۰۹ جلد۶)

مسئلہ ۳۳: جس نے مسلمانوں پر تلوار کھینچی ایسے کو اس حالت میں قتل کردینا واجب ہے یعنی اس کے شر کو دفع کرنا واجب ہے، اگرچہ اس کے لیے قتل ہی کرنا پڑے اسی طرح اگر ایک شخص پر تلوار کھینچی تو اسے بھی قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں خواہ وہی شخص قتل کرے جس پر تلوار اٹھائی یا دوسرا شخص۔ اسی طرح اگر رات کے وقت شہر میں لاٹھی سے حملہ کیا یا شہر سے باہر دن یا رات میں کسی وقت بھی حملہ کیا اور اس کو کسی نے مار ڈالا تو اس کے ذمہ کچھ نہیں۔[7] (ہدایہ ص۵۶۷ ج۴، درمختار و شامی ص۴۸۱ جلد ۵، عالمگیری ص۷ جلد۶، بحرالرائق ص۳۰۲ جلد۸، تبیین ص۱۱۰، جلد۶)

مسئلہ ۳۴: مجنوں نے کسی پر تلوار کھینچی اور اس نے مجنون کو قتل کردیا تو قاتل پر دیت واجب ہے جو خود اپنے مال سے ادا کرے۔ یہی حکم بچہ کا ہے کہ اس کی بھی دیت دینی ہوگی اور اگر جانور نے حملہ کیا اور جانور کو مار ڈالا تو اس کی قیمت کا تاوان دینا

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني فيمن يقتل قصاصاً... إلخ، ج٦، ص٦.

2 ...... گلے میں سانس آنے جانے والی رگ۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني فيمن يقتل قصاصاً... إلخ، ج٦، ص٦.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... إلخ، مبحث شريف، ج١٠، ص١٨٤.

5 ...... یعنی ایسا زخمی کردیا کہ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہا اور صرف بستر پر لیٹا رہا۔

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... إلخ، مبحث شريف، ج١٠، ص١٨٥.

7 ......"الهداية"، كتاب الجنايات، باب مايوجب القصاص ومالايوجبه، فصل، ج٢، ص٤٤٨.

ہوگا۔[1] (ہدایہ ص ۵۶۸ ج ۴، درمختار وشامی ص ۴۸۲ ج ۵، عالمگیری ص ۷ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۳ جلد ۸، تبیین ص ۱۱۰ جلد ۶)

مسئلہ ۳۵: جوشخص تلوار مار کر بھاگ گیا کہ اب دوبارہ مارنے کا ارادہ نہیں رکھتا۔ پھر اسے کسی نے مار ڈالا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔ یعنی اسی وقت اس کو قتل کرنا جائز ہے جب وہ حملہ کر رہا ہو یا حملہ کرنا چاہتا ہے بعد میں جائز نہیں۔[2] (تبیین ص ۱۱۰ جلد ۶، عالمگیری ص ۷ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۲ جلد ۸، ہدایہ ص ۵۶۸ ج ۴)

مسئلہ ۳۶: گھر میں چور گھسا اور مال چرا کر لے جانے لگا صاحب خانہ نے پیچھا کیا اور چور کو مار ڈالا۔ تو قاتل کے ذمہ کچھ نہیں مگر یہ اس وقت ہے کہ معلوم ہے کہ شور کرے گا اور چلائے گا تو مال چھوڑ کر نہیں بھاگے گا اور اگر معلوم ہے کہ شور کرے گا تو مال چھوڑ کر بھاگ جائے گا تو قتل کرنے کی اجازت نہیں بلکہ اس وقت قتل کرنے سے قصاص واجب ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۷، جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۲ جلد ۸، تبیین ص ۱۱۱ جلد ۶، ہدایہ ص ۵۶۸ ج ۴)

مسئلہ ۳۷: مکان میں چور گھسا اور ابھی مال لے کر نکلا نہیں اس نے شور وغل کیا مگر وہ بھاگا نہیں یا اس کے مکان میں یا دوسرے کے مکان میں نقب لگا رہا ہے[4] اور شور کرنے سے بھاگتا نہیں، اس کو قتل کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ چور ہونا اس کا مشہور ومعروف ہو۔[5] (درمختار وشامی ص ۴۸۲ جلد ۵)

مسئلہ ۳۸: ولی مقتول نے قاتل کو یا کسی دوسرے کو قصاص ہبہ کر دیا۔ یہ نا جائز ہے۔ یعنی قصاص ایسی چیز نہیں جس کا مالک دوسرے کو بنایا جا سکے اور اس کو ہبہ کرنے سے قصاص ساقط نہیں ہوگا۔[6] (درمختار وشامی ص ۴۸۳ جلد ۵)

مسئلہ ۳۹: ولی مقتول نے معاف کر دیا یہ صلح سے افضل ہے اور صلح قصاص سے افضل ہے اور معاف کرنے کی صورت میں قاتل سے دنیا میں مطالبہ نہیں ہوسکتا ہے نہ اب قصاص لیا جا سکتا ہے نہ دیت لی جا سکتی ہے۔[7] (درمختار وشامی ص ۴۸۴ ج ۵) رہا مواخذہ اخروی[8]، اس سے بری نہیں ہوا، کیوں کہ قتل ناحق میں تین حق اس کے ساتھ متعلق ہیں۔

---

1 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... إلخ، مبحث شريف، ج ۱۰، ص ۱۸۸.

2 ...... "الهداية"، كتاب الجنايات، ج ۲، ص ۴۴۸، ۴۴۹.

3 ...... المرجع السابق، ص ۴۴۹.

4 ...... یعنی چوری کے ارادے سے دیوار میں سوراخ کر رہا ہے۔

5 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... إلخ، مبحث شريف، ج ۱۰، ص ۱۸۹.

6 ...... المرجع السابق، ص ۱۹۲.

7 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فيما يوجب القود... إلخ، مبحث شريف، ج ۱۰، ص ۱۹۲.

8 ...... یعنی آخرت کی پکڑ۔

ایک حق اللہ، دوسرا حق مقتول، تیسرا حق ولی مقتول، ولی کو اپنا حق معاف کرنے کا اختیار تھا سو اس نے معاف کردیا مگر حق اللہ اور حق مقتول بدستور باقی ہیں۔ ولی کے معاف کرنے سے وہ معاف نہیں ہوئے۔[1] (درمختار وشامی ص۴۸۴ ج۵)

مسئلہ۴۰: مجروح کا معاف کرنا صحیح ہے یعنی معاف کرنے کے بعد مرگیا تو اب ولی کو قصاص لینے کا اختیار نہیں رہا۔[2] (درمختار ص۴۸۴ جلد۵)

مسئلہ۴۱: قاتل کی توبہ صحیح نہیں جب تک وہ اپنے کو قصاص کے لیے پیش نہ کردے۔ یعنی اولیائے مقتول کو جس طرح ہوسکے راضی کرے۔ خواہ وہ قصاص لے کر راضی ہوں یا کچھ لے کر مصالحت[3] کریں یا بغیر کچھ لیے معاف کردیں۔ اب وہ دنیا میں بری ہوگیا اور معصیت[4] پر اقدام کرنے کا جرم وظلم یہ توبہ سے معاف ہوجائے گا۔[5] (درمختار وشامی ص۴۸۴ جلد۵)

اطراف میں قصاص کا بیان

مسئلہ۱: اعضا میں قصاص وہیں ہوگا جہاں مماثلت[6] کی رعایت کی جاسکے۔ یعنی جتنا اس نے کیا ہے اتنا ہی کیا جائے۔ یہ احتمال نہ ہو کہ اس سے زیادتی ہوجائے گی۔[7] (درمختار ص۴۸۵ ج۵)

مسئلہ۲: ہاتھ کو جوڑ پر سے کاٹ لیا ہے، اس کا قصاص لیا جائے گا، جس جوڑ پر سے کاٹا ہے اسی جوڑ پر سے اس کا بھی ہاتھ کاٹ لیا جائے۔ اس میں یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ اس کا ہاتھ چھوٹا تھا اور اس کا بڑا ہے کہ ہاتھ ہاتھ دونوں یکساں قرار پائیں گے۔[8] (درمختار وشامی ص۴۸۵ جلد۵)

مسئلہ۳: کلائی یا پنڈلی درمیان میں سے کاٹ دی یعنی جوڑ پر سے نہیں کاٹی بلکہ آدھی یا کم وبیش کاٹ

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج۱۰، ص۱۹۲.

2 ......المرجع السابق. ص۱۷۹.

3 ......یعنی صلح۔

4 ......گناہ۔

5 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فیما یوجب القود...إلخ، مبحث شریف، ج۱۰، ص۱۹۲.

6 ......برابری، مساوات۔

7 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵.

8 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵.

دی اس میں قصاص نہیں کہ یہاں مماثلت ممکن نہیں اس طرح ناک کی ہڈی کل یا اس میں سے کچھ کاٹ دی یہاں بھی قصاص نہیں۔[1] (درمختار وشامی ص ۴۸۵ جلد ۵)

مسئلہ۴: پاؤں کاٹا یا ناک کا نرم حصہ کاٹا یا کان کاٹ دیا۔ ان میں قصاص ہے اور اگر ناک کے نرم حصہ میں سے کچھ کاٹا ہے تو قصاص واجب نہیں اور ناک کی نوک کاٹی ہے تو اس میں حکومت عدل ہے۔ کاٹنے والے کی ناک اس کی ناک سے چھوٹی ہے۔ تو جس کی ناک کاٹی ہے اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت اور اگر کاٹنے والے کی ناک میں کوئی خرابی ہے مثلاً وہ اخشم ہے جسے بو محسوس نہیں ہوتی یا اس کی ناک کچھ کٹی ہوئی ہے یا اور کسی قسم کا نقصان ہے تو اس کو اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت۔[2] (درمختار وشامی ص ۴۸۵ ج ۵)

مسئلہ۵: کان کاٹنے میں قصاص اس وقت ہے کہ پورا کاٹ لیا ہو۔ یا اتنا کاٹا ہو جس کی کوئی حد ہوتا کہ اتنا ہی اس کا کان بھی کاٹا جائے۔ اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں تو قصاص نہیں کہ مماثلت ممکن نہیں۔ کاٹنے والے کا کان چھوٹا ہے اور اس کا بڑا تھا۔ یا کاٹنے والے کے کان میں چھید[3] ہے یا یہ پھٹا ہوا ہے اور اس کا کان سالم تھا[4]، تو اسے اختیار ہے کہ قصاص لے یا دیت۔[5] (شامی ص ۳۶۵ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۴۵ جلد ۸)

هٰذا مَا تَيَسَّرَلِيْ اِلَى الْاٰن وَمَاتَوْفِيْقِيْ اِلَّا بِاللّٰهِ وَهُوَ حَسْبِيْ وَنِعْمَ الْوَكِيْل نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْر وَاللّٰهُ الْمَسْئُوْلُ اَنْ يُوَفِّقَنِيْ لِعَمَلِ اَهْلِ السَّعَادَةِ وَ يَرْزُقَنِيْ حُسْنَ الْخَاتِمَةِ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَاَنَا الْفَقِيْرُ الْحَقِيْرُ اَبُو الْعَلاء مُحَمَّدُ اَمْجَدُ عَلِى الْاَعْظَمِى غُفِرَلُهٗ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمُحِبِّيْهِ وَلِاَسَاتِذَتِهٖ۔

☆☆☆☆☆

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، باب القود فيمادون النفس، ج١٠، ص١٩٥.

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، باب القود فيمادون النفس، ج١٠، ص١٩٥، ١٩٦.

3 ......یعنی سوراخ۔

4 ......یعنی پورا تھا کٹا ہوا نہ تھا۔

5 ......"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، باب القود فيمادون النفس، ج١٠، ص١٩٦.

یہاں سے جدید تصنیف کا آغاز ہوتا ہے۔

مسئلہ۱: زخموں کا قصاص صحت کے بعد لیا جائے گا۔[1] (شامی، ص ۴۸۵، جلد۵، تبیین الحقائق، ص ۱۲۸، جلد۶، بحر الرائق ص ۳۴۰ جلد۸، بدائع صنائع ص ۳۱۰، جلد۷، طحطاوی ص ۲۶۸ جلد۴)

مسئلہ۲: داہنے ہاتھ کی جگہ بایاں ہاتھ اور تندرست کی جگہ ایسا شل ہاتھ جو نا قابل انتفاع ہو اور عورت کے ہاتھ کے بدلے مرد کا ہاتھ اور مرد کے ہاتھ کے بدلے میں عورت کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔[2] (عالمگیری، ص ۹ جلد۶، درمختار و شامی ص ۴۸۸ ج ۵، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۳۳ ج ۳، بحر الرائق ص ۳۰۳ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۱۲ ج ۶، مبسوط ص ۱۳۶ ج ۲۶، بدائع صنائع ص ۲۹۷ ج ۷)

مسئلہ۳: آزاد کا ہاتھ غلام کے ہاتھ کے بدلے میں اور غلام کا ہاتھ آزاد کے ہاتھ کے بدلے میں نہیں کاٹا جائے گا اور غلام کے ہاتھ کے بدلے میں غلام کا ہاتھ بھی نہیں کاٹا جائے گا۔[3] (عالمگیری ص ۹ جلد۶، درمختار و شامی ص ۴۸۸ جلد۵، تبیین الحقائق ص ۱۱۲ جلد۶، بحر الرائق ص ۳۰۶ جلد۸، فتح القدیر ص ۲۷۱ جلد۸، مبسوط ص ۱۳۶ جلد۲۶، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد۷، مجمع الانہر ص ۶۲۵ جلد۲، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۳ جلد۳)

مسئلہ۴: مسلمان اور ذمی ایک دوسرے کے اعضاء کاٹ دیں تو ان میں قصاص لیا جائے گا اور یہی حکم ہے دو آزاد عورتوں اور مسلمہ و کتابیہ اور دونوں کتابیہ عورتوں کا۔[4] (عالمگیری ص ۹ جلد۶، شامی ص ۴۸۸ جلد۵، تبیین الحقائق ص ۱۱۲ ج ۶، مجمع الانہر ص ۶۲۶ جلد۲)

مسئلہ۵: بالوں، سر اور بدن کی کھال اور رخساروں اور ٹھڈی، پیٹ اور پیٹھ کے گوشت میں قصاص نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص ۹ جلد۶، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۷ جلد۴، بدائع صنائع ص ۲۹۹ جلد۷)

مسئلہ۶: تھپڑ مارا یا گھونسہ مارا یا دبوچا تو ان کا قصاص نہیں ہے۔[6] (عالمگیری ص ۹ جلد۶)

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۱۹۵.

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۹.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......"حاشیة الطحطاوی" علی "الدرالمختار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۴ ص۲۶۷.

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۹.

مسئلہ ۷: دانت کے سوا کسی ہڈی میں قصاص نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۴۸۶ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۰۶ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۱۱، ج ۶، عنایہ و فتح القدیر ص ۲۷۰ جلد ۸، مبسوط ص ۱۳۵ جلد ۲۶، درر غرر غنیہ ص ۹۶ جلد ۲)

آنکھ کا بیان

مسئلہ ۸: کسی نے کسی کی آنکھ پر ایسی ضرب لگائی کہ جس سے صرف روشنی جاتی رہی اور بظاہر آنکھ میں اور کوئی عیب نہیں ہے تو اس طرح قصاص لیا جائے گا کہ مارنے والے کی آنکھ کی روشنی زائل ہو جائے اور کوئی دوسرا عیب پیدا نہ ہو۔[2] (بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۰ جلد ۶، عالمگیری ص ۹ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۴۸۶ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۱۱ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۳ جلد ۸، فتح القدیر ص ۲۷۰ جلد ۸ و ہدایہ، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۸۳ جلد ۳، مجمع الانہر ص ۶۲۵ جلد ۲، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۸ جلد ۴، مبسوط ص ۱۵۲ جلد ۲۶، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷، درر غرر شرنبلالی ص ۶۵ جلد ۲)

مسئلہ ۹: اگر آنکھ نکال لی یا اس طرح مارا کہ اندر دھنس گئی تو قصاص نہیں ہے، کیوں کہ مماثلت[3] نہیں ہو سکتی۔[4] (درمختار ص ۴۸۶ جلد ۵، عالمگیری ص ۹ جلد ۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۳۸ جلد ۳، بحرالرائق ص ۳۰۳ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۱۱ جلد ۶، ہدایہ، فتح القدیر ص ۲۷۰ جلد ۸، مبسوط ص ۱۵۲ جلد ۲۶)

مسئلہ ۱۰: اعضاء میں جہاں قصاص واجب ہوتا ہے وہاں ہتھیار سے مارنا اور غیر ہتھیار سے مارنا برابر ہے۔[5] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۴۶۸ جلد ۵، بدائع صنائع ص ۳۱۰ جلد ۷، بحرالرائق ص ۲۸۷ جلد ۸، عنایہ ص ۲۵۳ جلد ۸، علی الہدایہ و فتح القدیر، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۰ ج ۶)

مسئلہ ۱۱: اگر ضرب لگا کر آنکھ کا ڈھیلا[6] نکال دیا اور جس کا ڈھیلا نکالا گیا وہ کہتا ہے کہ میں اس پر تیار ہوں کہ جانی کی[7] آنکھ پھوڑ دی جائے اور ڈھیلا نہ نکالا جائے تو بھی ایسا نہیں کیا جائے گا۔[8] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ......برابری۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص٩.

5 ......المرجع السابق.

6 ......آنکھ کی پتلی۔ 7 ......یعنی ضرب لگانے والے کی۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص٩.

مسئلہ۱۲: اگر کسی نے کسی کی داہنی آنکھ ضائع کردی اور جانی کی[1] بائیں آنکھ نہیں ہے تو بھی اس کی داہنی آنکھ پھوڑ کر اس کو اندھا کر دیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، درمختار ص ۴۸۶ جلد ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۸ جلد ۳، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۰ جلد ۶)

مسئلہ۱۳: بھینگے کی ایسی آنکھ جس میں پوری روشنی تھی، قصداً پھوڑ دی تو اس کا قصاص لیا جائے گا اور اگر اتنا بھینگا ہے کہ کم دیکھتا ہے تو اس صورت میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[3] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۹ جلد ۳، درمختار و شامی ص ۴۸۶ ج ۵، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۸ جلد ۴، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۰ جلد ۶)

مسئلہ۱۴: کم نظر بھینگے نے کسی کی اچھی آنکھ پھوڑ دی تو اس شخص کو اختیار ہے چاہے تو قصاص لے اور نقصان پر راضی ہو جائے اور چاہے تو جانی کے مال سے آدھی دیت لے لے۔[4] (عالمگیری ص ۹ جلد ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۹ جلد ۳، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۹ جلد ۴، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۰ جلد ۶)

مسئلہ۱۵: جس شخص کی داہنی آنکھ میں جالا ہے اور وہ اس سے کچھ دیکھتا ہے اس نے کسی شخص کی داہنی آنکھ ضائع کر دی تو جس کی آنکھ ضائع کی گئی ہے اس کو اختیار ہے کہ اس کی ناقص آنکھ ضائع کر دے یا آنکھ کی دیت لے لے اور اگر وہ جالے والی آنکھ سے کچھ نہیں دیکھتا تو قصاص نہیں ہے۔ اور اگر اس شخص نے جس کی آنکھ ضائع ہوئی تھی ابھی کچھ اختیار نہیں کیا تھا کہ کسی اور شخص نے اس آنکھ پھوڑنے والے کی آنکھ پھوڑ دی تو پہلے والے کا حق اس کی آنکھ میں باطل ہو گیا اور اگر پہلے جس کی آنکھ پھوڑی گئی تھی۔ اس نے دیت اختیار کر لی تھی، پھر کسی شخص نے جانی کی آنکھ پھوڑ دی تو اگر اس کا اختیار صحیح تھا تو اس کا حق آنکھ سے دیت کی طرف منتقل ہو جائے گا اور آنکھ کے ضائع ہونے سے اس کا حق باطل نہیں ہوگا اور اگر اس کا اختیار صحیح نہیں تھا تو اس کا حق باطل ہو جائے گا۔ اختیار صحیح ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنایت کرنے والے نے اختیار دیا ہو اور اگر اس نے خود ہی دیت کو اختیار کر لیا ہے تو اختیار صحیح نہیں ہے اور اس صورت میں جس میں اختیار صحیح نہیں ہے اگر جانی کی جالے والی آنکھ میں روشنی آ گئی تو پھر قصاص لے سکتا ہے اور اس صورت میں جس میں اختیار صحیح ہے قصاص کی طرف رجوع نہیں کر سکتا۔[5] (عالمگیری ص ۱۰ ج ۶)

---

1 ......آنکھ ضائع کرنے والے کی۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج ۶، ص ۹.

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج ۱۰، ص ۱۹۶.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج ۶، ص ۹.

5 ......المرجع السابق، ص ۹، ۱۰.

مسئلہ ۱۶: کسی کی جالے والی ایسی آنکھ کونقصان پہنچایا جس میں روشنی ہے اور جانی کی آنکھ بھی ایسی ہے تو قصاص نہیں ہے۔[1] (شامی ص ۴۸۶ ج ۵، عالمگیری ص ۱۰ ج ۶، طحطاوی علی الدرازمحیط ص ۲۶۸ ج ۴)

مسئلہ ۱۷: اگرکسی کی آنکھ پراس طرح ضرب لگائی کہ کچھ پتلی پر جالا[2] آ گیا یا آنکھ کوزخمی کردیا یا اس میں چھالا یا جالا آ گیا یا آنکھ میں کوئی ایسا عیب پیدا کردیا کہ اس سے روشنی کم ہوگئی تب بھی انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[3] (شامی عن تاتارخانیہ ص ۴۸۶ ج ۵، عالمگیری ص ۱۰ ج ۶، درمختاروشامی از خانیہ ص ۴۸۶ ج ۵، مجمع الانہر ص ۶۲۵ ج ۲، طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ ج ۴، بدائع صنائع ص ۳۰۸ ج ۷)

مسئلہ ۱۸: اگرکسی کی بائیں آنکھ پھوڑ دی تو جانی کی[4] داہنی آنکھ سے اور اگر داہنی آنکھ پھوڑ دی تو بائیں آنکھ سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔[5] (شامی ص ۴۸۶ ج ۵، عالمگیری ص ۱۰ ج ۶، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۶۰ ج ۶، مجمع الانہر ص ۶۲۵ ج ۲، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۳ ج ۲، بحرالرائق ص ۳۰۳ ج ۸)

مسئلہ ۱۹: کسی کی آنکھ پر مارا کہ جالا آ گیا پھر جالا جاتا رہا اور وہ دیکھنے لگا تو مارنے والے پر کچھ نہیں ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے جب پوری نظر واپس آ جائے لیکن اگر بینائی میں نقصان رہا تو انصاف سے تاوان لیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ص ۱۰ ج ۶، مجمع الانہر ص ۱۲۵ ج ۲، طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ ج ۴، شامی ص ۴۸۶ ج ۵)

مسئلہ ۲۰: اگرکسی بچے کی آنکھ پیدائش کے فوراً بعد یا چندروز بعد پھوڑ دی اور جانی کہتا ہے کہ بچہ آنکھ سے نہیں دیکھتا تھا یا کہتا ہے کہ مجھے اس کے دیکھنے یا نہ دیکھنے کا علم نہیں تو اس کی بات مان لی جائے گی اور اسے تاوان دینا ہوگا جس کا فیصلہ انصاف سے کیا جائے گا اور اگر یہ علم ہو جائے کہ بچے نے اس آنکھ سے دیکھا ہے۔ اس طرح کہ دو گواہ بچے کی آنکھ کی سلامتی کی گواہی

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات،الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص١٠.

2 ......آنکھ کی سیاہ پتلی پر چھانے جانے والی سفید جھلی جو روشنی کو کم یا زائل کر دیتی ہے۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات،الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص١٠.

4 ......یعنی آنکھ پھوڑنے والے کی۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات،الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص١٠.
و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات،باب القود فيمادون النفس، ج١٠، ص١٩٦.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات،الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص١٠.
و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، باب القود فيمادون النفس، ج٦، ص١٩٧.

دیں تو غلطی سے پھوڑنے کی صورت میں نصف دیت اور قصداً پھوڑنے کی صورت میں قصاص ہے۔[1] (عالمگیری ص۱۰ ج۶، قاضی خان ص۴۳۹ ج۳، بحرالرائق ص۳۳۷ ج۸، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۳۹ ج۳، تبیین الحقائق ص۱۳۵ ج۶)

مسئلہ۲۱: جس کی آنکھ پھوڑی گئی اس کی آنکھ پھوڑنے والے کی آنکھ سے چھوٹی ہو یا بڑی بہرصورت قصاص لیا جائے گا۔[2] (شامی ص۴۸۶ جلد۵، عالمگیری ص۱۰ جلد۶، مجمع الانہر ص۶۲۵ جلد۲، طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ جلد۴، بحرالرائق ص۳۰۳ جلد۸، تبیین الحقائق ص۱۱۱ جلد۶، بزازیہ ص۳۹۰ جلد۶)

مسئلہ۲۲: کسی کی آنکھ میں چوٹ لگ گئی یا زخم آ گیا ڈاکٹر نے اس شرط پر علاج کیا کہ اگر روشنی چلی گئی تو میں ضامن ہوں پھر اگر روشنی چلی گئی تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔[3] (بزازیہ علی الہندیہ ص۳۹۱ ج۶)

کان

مسئلہ۲۳: جب کسی کا پورا کان قصداً کاٹ دیا جائے تو قصاص ہے اور اگر کان کا بعض حصہ کاٹ دیا جائے اور اس میں برابری کی جاسکتی ہو تو بھی قصاص ہے ورنہ نہیں۔[4] (عالمگیری ص۱۰ جلد۶، شامی ص۴۸۶ جلد۵، طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ جلد۴، بحرالرائق ص۳۰۲ جلد۸، بدائع صنائع ص۳۰۸ جلد۷، غنیہ ص۹۵ ج۲، بزازیہ علی الہندیہ ص۳۹۸ جلد۶)

مسئلہ۲۴: کسی نے کسی کا کان قصداً کاٹا اور کاٹنے والے کا کان چھوٹا یا پھٹا ہوا یا چرا ہوا ہے اور جس کا کان کاٹا گیا اس کا کان بڑا یا سالم ہے تو اس کو اختیار ہے کہ چاہے وہ قصاص لے اور چاہے تو نصف دیت لے اور اگر جس کا کان کاٹا گیا ہے اس کا کان ناقص تھا تو انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔[5] (شامی ص۴۸۶ جلد۵، عالمگیری ص۱۰ جلد۶، بحرالرائق ص۳۰۳ جلد۸، طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ جلد۴)

مسئلہ۲۵: اگر کسی شخص نے کان کھینچا اور کان کی لَو جدا کر لی تو اس میں قصاص نہیں۔ اس پر اپنے مال میں دیت ہے۔[6] (عالمگیری ص۱۰ جلد۶، بحرالرائق ص۳۰۳ جلد۸، طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ ج۴)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص١٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"البزازية "على" الهندية"، كتاب الجنايات، (الفصل) الثالث في الأطراف، ج٦، ص٣٩١.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيما دون النفس، ج٦، ص١٠.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

ناک

مسئلہ۲۶: اگرناک کانرم حصہ پورا قصداً کاٹ دیا تو اس میں قصاص ہے اور اگر بعض حصہ کاٹا تو اس میں قصاص نہیں ہے۔[1] (شامی ص ۴۸۵ جلد ۵، عالمگیری ص ۱۰ جلد ۶ طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ ج ۴، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷)

مسئلہ۲۷: اگرناک کے بانسے یعنی ہڈی کا کچھ حصہ عمداً کاٹ دیا تو قصاص نہیں ہے۔[2] (شامی ص ۴۸۵ جلد ۵، عالمگیری ص ۱۰ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۵ جلد ۳ طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ جلد ۴)

مسئلہ۲۸: اگرناک کی پھنک یعنی نرم حصہ کا بعض کاٹ دیا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[3] (عالمگیری ص ۱۰ جلد ۶، شامی ص ۴۸۵ جلد ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۵ جلد ۳ طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ ج ۴، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷)

مسئلہ۲۹: اگرناک کاٹنے والے کی ناک چھوٹی ہے تو مقطوع الانف کو[4] اختیار ہے کہ چاہے قصاص اور چاہے اَرش[5] لے۔[6] (عالمگیری ص ۱۰ جلد ۶، شامی ص ۴۸۵ جلد ۵ طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ جلد ۴)

مسئلہ۳۰: اگرناک کاٹنے والے کی ناک میں سونگھنے کی طاقت نہیں یا اس کی ناک کٹی ہوئی ہے یا اس کی ناک میں اور کوئی نقص ہے تو جس کی ناک کاٹی گئی ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس کی ناک کاٹ لے اور چاہے تو دیت لے لے۔[7] (عالمگیری ص ۱۰ جلد ۶، شامی ص ۴۸۵ جلد ۵ طحطاوی علی الدرص ۲۶۸ جلد ۴)

ہونٹ

مسئلہ۳۱: اگرکسی نے کسی کا پورا ہونٹ قصداً کاٹ دیا تو قصاص ہے، اوپر کے ہونٹ میں اوپر کے ہونٹ سے، اور نیچے کے ہونٹ میں نیچے کے ہونٹ سے قصاص لیا جائے گا اور اگر بعض ہونٹ کاٹ دیا تو قصاص نہیں ہے۔[8] (عالمگیری ص ۱۱ ج ۶، ہدایہ ص ۵۵۵ جلد ۴، بحرالرائق ص ۳۰۳ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۱۲ ج ۴ طحطاوی علی الدرص ۲۷۰ جلد ۴، بدائع صنائع ص ۳۰۸، ج ۷)

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج۶ ص ۱۰.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج۶ ص ۱۰.
و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج ۱۰، ص ۱۹۶.

4 ......یعنی جس کی ناک کاٹی اس کو۔

5 ......یعنی وہ مال لے لے جو ما دون النفس (قتل کے علاوہ) میں لازم ہوتا ہے۔

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج۶، ص ۱۰.

7 ......المرجع السابق.

8 ......المرجع السابق، ص ۱۱.

زبان

مسئلہ۳۲: زبان پوری کاٹی جائے یا بعض اس میں قصاص نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ص۱۱ جلد۶، بحرالرائق ص۳۰۶ جلد۸، تبیین الحقائق ص۱۱۲ جلد۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۳۷ جلد۳، درمختار و شامی ص۴۸۹ جلد۵، مجمع الانہر ص۶۲۶ جلد۲، طحطاوی علی الدرص۲۷۰ جلد۴، بدائع صنائع ص۳۰۸ جلد۷)

دانت

مسئلہ۳۳: دانت میں مماثلت[2] کے ساتھ قصاص ہے یعنی داہنے کے بدلے میں بایاں اور بائیں کے بدلے میں دایاں اوپر والے کے بدلے میں نیچے والا اور نیچے والے کے بدلے میں اوپر والا نہیں توڑا جائے گا۔ سامنے والے کے بدلے میں سامنے والا، کیلے[3] کے بدلے میں کیلا اور ڈاڑھ کے بدلے میں ڈاڑھ توڑی جائے گی۔[4] (عالمگیری ص۱۱ جلد۶، درمختار وشامی ص۴۸۸ جلد۵، بحرالرائق ص۳۰۴ جلد۸، بزازیہ علی الہندیہ ص۳۹۱ جلد۶)

مسئلہ۳۴: دانت میں چھوٹے بڑے ہونے کا اعتبار نہیں ہے۔ چھوٹے کے بدلے میں بڑا اور بڑے کے بدلے میں چھوٹا توڑا جائے گا۔[5] (عالمگیری ص۱۱ جلد۶، درمختار و شامی ص۴۸۶ جلد۵، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۳۸ جلد۳، بحرالرائق ص۳۰۴ جلد۸، مجمع الانہر ص۶۲۵ جلد۲، طحطاوی علی الدر ص۲۶۹ جلد۴، بزازیہ علی الہندیہ ص۳۹۲ جلد۶)

مسئلہ ۳۵: سِنِ زائد (فالتو دانت) میں قصاص نہیں ہے۔ اس میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ص۱۱ جلد۶، شامی ص۴۸۶ جلد۵، طحطاوی علی الدر ص۲۶۹ جلد۴، بزازیہ علی الہندیہ ص۳۹۱ جلد۶، بحرالرائق ص۳۰۴ جلد۸)

مسئلہ۳۶: اگر کسی نے دانت کا بعض حصہ قصداً توڑ دیا تو اگر مماثلت کے ساتھ قصاص ممکن ہو تو قصاص لیا جائے گا ورنہ دیت لازم ہوگی۔[7] (عالمگیری ص۱۱ جلد۶، شامی ص۴۸۷ جلد۵، طحطاوی ص۲۶۹ جلد۴، بزازیہ علی الہندیہ ص۳۹۲ جلد۶، بحرالرائق ص۳۰۴، جلد۸)

---

1 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج٦، ص١١.

2 ...... برابری۔ 3 ...... یعنی نوکیلے دانت۔

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج١٠، ص١٩٧-١٩٩.

5 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج٦، ص١١.

6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۳۷: اگرکسی کے دانت کا بعض حصہ توڑ دیا اور بعد میں بقیہ بعض خود گر گیا تو اس صورت میں قصاص نہیں ہے۔[1] (شامی ص ۴۸۷ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۴ جلد ۶، عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶)

مسئلہ ۳۸: کسی شخص کے دانت کو ایسا مارا کہ دانت ہل گیا مگر اکھڑا نہیں۔ پھر دوسرے شخص نے اس کو اکھیڑ دیا تو اس صورت میں ہر ایک پر انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔[2] (شامی ص ۴۸۷ جلد ۵، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۲ جلد ۶)

مسئلہ ۳۹: دانت کا بعض حصہ توڑ دیا۔ پھر باقی حصہ کالا یا سرخ یا سبز ہو گیا یا اس میں کوئی عیب اس کے توڑنے کی وجہ سے پیدا ہو گیا تو قصاص نہیں ہے دیت ہے۔[3] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶، طحطاوی ص ۲۶۹ جلد ۴، درمختار و شامی ص ۴۸۷ جلد ۵، مجمع الانہر ص ۶۴۷ جلد ۲، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۱ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۴ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۳۷، جلد ۶)

مسئلہ ۴۰: دو شخص اکھاڑے میں[4] اس لیے اترے تھے کہ مکے بازی کریں گے پس ایک نے دوسرے کو اس طرح مارا کہ اس کا دانت اکھڑ گیا تو مارنے والے پر قصاص ہے اور اگر ہر ایک نے دوسرے سے کہا کہ مار مار اور ایک نے دوسرے کو مکہ مار کر دوسرے کا دانت توڑ دیا تو اس پر کچھ نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶)

مسئلہ ۴۱: اگرکسی نے قصداً کسی کے سامنے کے دانت اکھیڑ دیئے اور اکھیڑنے والے سے قصاص لے لیا گیا۔ پھر جس سے قصاص لیا گیا تھا اس کے دانت دوبارہ نکل آئے تو اس کے دانت دوبارہ نہیں اکھیڑے جائیں گے۔[6] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ ۴۲: زید نے بکر کا دانت اکھیڑ دیا اور بکر نے قصاص میں زید کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد بکر کا دانت اُگ گیا تو زید کو بکر دانت کی دیت دے گا۔ اور اگر دانت ٹیڑھا اُگا تو بکر انصاف کے ساتھ زید کو تاوان دے گا اور اگر آدھا اُگا تو نصف دیت دے گا۔[7] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶، قاضی خان برحاشیہ عالمگیری ص ۴۴۳ جلد ۳، بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۵ جلد ۶، فتح القدیر، ہدایہ عنایہ ص ۳۲۰ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶)

---

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، باب القود فيمادون النفس، ج ۱۰، ص ۱۹۸.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج ٦، ص ۱۱.

4 ......کشتی کے میدان میں۔

5 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فيمادون النفس، ج ٦، ص ۱۱.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ۴۳: کسی کے دانت کوایسا مارا کہ دانت کالا ہوگیا اور مارنے والے کے دانت کالے یا پیلے یا سرخ یا سبز ہیں تو جس پر جنایت کی گئی ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے قصاص لے لے اور چاہے تو دیت لے لے۔[1] (شامی ص ۴۸۶ جلد ۵، قاضی خان برحاشیہ عالمگیری ص ۴۳۸ جلد ۳، عالمگیری ص ۱۲ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ۴۴: کسی کے دانت کوایسا مارا کہ دانت کالا ہوگیا پھر دوسرے شخص نے یہ دانت اکھیڑ دیا تو پہلے والے پر پوری دیت لازم ہے اور دوسرے پر انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔[2] (شامی ص ۴۸۷ جلد ۵، قاضی خان برحاشیہ عالمگیری ص ۴۳۸ جلد ۳، بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ۴۵: کسی شخص کا عیب دار دانت توڑا تو اس میں انصاف کے ساتھ تاوان ہے۔[3] (شامی ص ۴۸۶ جلد ۵، عالمگیری ص ۱۲ جلد ۶، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۲ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ۴۶: اگر کسی کے دانت پر مارا اور دانت گر گیا تو قصاص لینے میں زخم کے مندمل ہونے کا[4] انتظار کیا جائے گا، لیکن ایک سال تک انتظار نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۱۱ ج ۶، شامی ص ۴۸۷ ج ۵، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۲ ج ۶، طحطاوی علی الدرص ۲۶۹ ج ۴، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ ج ۶، فتح القدیر ص ۳۲۰ ج ۸)

مسئلہ۴۷: اگر کسی نے بچے کے دانت اکھیڑ دیئے تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا اور چاہیے کہ جنایت کرنے والے سے ضامن لے لیں پھر اگر اکھڑے دانت کی جگہ سے دوسرا دانت اگ آئے تو کچھ نہیں اور اگر دانت نہیں اگا تھا اور ایک سال پورا ہونے سے پہلے بچہ مر گیا تو بھی کچھ نہیں ہے۔[6] (شامی ص ۴۸۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶، طحطاوی علی الدر ص ۲۶۹ جلد ۴، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۲ جلد ۶، فتح القدیر ص ۳۲۱ جلد ۸)

مسئلہ۴۸: کسی نے کسی کے دانت پر ایسا مارا کہ دانت ہل گیا تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا۔ عام ازیں کہ جس کو مارا ہے وہ بالغ ہو یا نابالغ، ایک سال تک اگر دانت نہ گرا تو مارنے والے پر کچھ نہیں اور اگر سال کے اندر گر گیا اور قصداً مارا تھا تو قصاص واجب ہے اور اگر خطاً مارا ہے تو دیت واجب ہے۔[7] (عالمگیری ص ۱۱ جلد ۶، طحطاوی علی الدرص ۲۶۹ جلد ۴)

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج ۱۰، ص ۱۹۷.
و"البحرالرائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج ۹، ص ۳۷.
2 ......المرجع السابق، ص ۱۹۸. 3 ......المرجع السابق، ص ۱۹۷.
4 ......یعنی زخم کے ٹھیک ہونے کا۔
5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج ۶، ص ۱۱.
6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج ۱۰، ص ۱۹۸، ۱۹۹.
7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج ۶، ص ۱۱.

مسئلہ ۴۹: دانت ہلنے کی صورت میں قاضی نے ایک سال کی مہلت دی تھی اور سال پورا ہونے سے پہلے مضروب [1] کہتا ہے کہ اسی ضرب کی وجہ سے میرا دانت گر گیا۔ مگر ضارب [2] کہتا ہے کہ کسی دوسرے کے مارنے سے اس کا دانت گرا ہے تو مضروب کا قول معتبر ہے اور اگر سال پورا ہونے کے بعد مضروب نے یہ دعویٰ کیا تو ضارب کا قول معتبر ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۱۲ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۴ جلد ۸، بدائع صنائع ص ۳۱۶ ج ۷، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶)

مسئلہ ۵۰: کسی کے ہاتھ کو دانتوں سے کاٹا، اس نے اپنا ہاتھ کھینچ لیا اس کے دانت اکھڑ گئے تو دانتوں کا تاوان نہیں ہے۔[4] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۷ جلد ۳، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۵ جلد ۶)

مسئلہ ۵۱: کسی شخص کے کپڑے کو دانتوں سے پکڑ لیا اور اس نے اپنا کپڑا کھینچا اور کپڑا پھٹ گیا تو دانتوں سے پکڑنے والا کپڑے کا نصف تاوان دے گا اور اگر کپڑا دانتوں سے پکڑ کر کھینچا کہ پھٹ گیا تو کپڑے کا کل تاوان دے گا۔[5] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۷ جلد ۳)

مسئلہ ۵۲: کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد نصف دانت اُگ آیا تو قصاص نہیں ہے بلکہ نصف دیت ہے اور اگر پیلا اُگا یا ٹیڑھا اُگا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[6] (درمختار و شامی ص ۵۱۵ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸، طحطاوی ص ۲۸۴ جلد ۴، مجمع الانہر و ملتقی الابحر ص ۶۴۷ ج ۲)

مسئلہ ۵۳: اگر کسی نے کسی کے بتیسوں دانت توڑ دیئے تو اس پر $\frac{3}{5}$۱ دیت لازم ہوگی۔[7] (بحرالرائق ص ۳۰۴ جلد ۸، درمختار و شامی ص ۵۰۹ جلد ۵، طحطاوی علی الدرص ۲۸۱ جلد ۴، مجمع الانہر و ملتقی الابحر ص ۶۴۲ جلد ۲، عالمگیری ص ۲۵ جلد ۶، بزازیہ ص ۳۹۱ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۳۱۵ جلد ۷، تبیین الحقائق ص ۱۳۱ جلد ۶)

مسئلہ ۵۴: اگر کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد اس کا پورا دانت صحیح حالت میں دوبارہ نکل آیا تو جانی پر قصاص و دیت نہیں ہے مگر علاج معالجہ کا خرچہ اس سے وصول کیا جائے گا۔[8] (بحرالرائق ص ۳۰۵ ج ۸، طحطاوی علی الدرص ۲۶۹ ج ۴، درمختار و شامی ص ۵۱۵ جلد ۵، بزازیہ ص ۳۹۱ ج ۶، مبسوط ص ۷۱ جلد ۲۶، ہدایہ و عنایہ علی الفتح ص ۳۲۰ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ ج ۶)

---

1 ...... جسے مارا تھا۔ 2 ...... مارنے والا۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فيما دون النفس، ج۶، ص۱۲.

4 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، ج ۲، ص۳۸۷.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فی الشجاج، ج۱۰، ص۲۵۵.

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الديات، ج۶، ص۲۵.

8 ......"البحرالرائق"، كتاب الجنايات، باب القصاص فيمادون النفس، ج۹، ص۳۶.

مسئلہ ۵۵: اگر کسی نے کسی کا کوئی دانت اکھیڑ دیا اور اس وقت اکھیڑنے والے کا وہ دانت نہیں تھا مگر جنایت کے بعد نکل آیا تو قصاص نہیں ہے، دیت ہے، خواہ جنایت کے وقت جانی کا[1] یہ دانت نکلا ہی نہ ہو، یا نکلا ہو مگر اکھڑ گیا ہو۔[2] (بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ ۵۶: مریض نے ڈاکٹر سے دانت اکھیڑنے کو کہا، اس نے ایک دانت اکھیڑ دیا، مگر مریض کہتا ہے کہ میں نے دوسرے دانت کو اکھیڑنے کے لیے کہا تھا تو مریض کا قول یمین کے ساتھ مان لیا جائے گا اور مریض کے قسم کھانے کے بعد ڈاکٹر پر دانت کی دیت واجب ہوگی۔[3] (بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸)

مسئلہ ۵۷: کسی نے کسی کا دانت قصداً اکھیڑ دیا اور جانی کے دانت کالے یا پیلے یا سرخ یا سبز ہیں تو جس کا دانت اکھیڑا گیا ہے اس کو اختیار ہے کہ چاہے قصاص لے اور چاہے دیت لے لے۔[4] (بحرالرائق ص ۳۰۵ جلد ۸، عالمگیری ص ۱۲ جلد ۶)

مسئلہ ۵۸: کسی بچے نے بچے کا دانت اکھیڑ دیا تو جس کا دانت اکھیڑا گیا ہے اس کے بالغ ہونے تک انتظار کیا جائے گا، بلوغ کے بعد اگر صحیح دانت نکل آیا تو کچھ نہیں اور اگر نہیں نکلا یا عیب دار نکلا تو دیت لازم ہے۔[5] (درمختار و شامی ص ۵۱۶ جلد ۵، بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۲ جلد ۶)

مسئلہ ۵۹ (الف): کسی نے کسی کے دانت پر ایسی ضرب لگائی کہ دانت کالا یا سرخ یا سبز ہوگیا یا بعض حصہ ٹوٹ گیا اور بقیہ کالا یا سرخ یا سبز ہوگیا تو قصاص نہیں ہے، دانت کی پوری دیت واجب ہے۔[6] (تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶، طحطاوی ص ۲۶۹ جلد ۴، بدائع صنائع ص ۳۱۵ جلد ۷، بحرالرائق ص ۳۰۴ ج ۸)

انگلیاں

مسئلہ ۵۹ (ب): انگلیاں اگر جوڑ پر سے کاٹی جائیں تو ان میں قصاص لیا جائے گا اور اگر جوڑ پر سے نہ کاٹی جائیں تو قصاص نہیں ہے۔[7] (عالمگیری ص ۱۲ جلد ۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۳۸ جلد ۳، بحرالرائق ص ۳۰۷ جلد ۸)

---

1 ......اکھیڑنے والے کا۔

2 ......"البحرالرائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج۹، ص۳۶.

3 ......المرجع السابق، ص۳۷.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۱۲.

5 ......"البزازیة" علی "الھندیة"، کتاب الجنایات، (الفصل) الثالث فی الأطراف، ج۶، ص۳۹۲.
و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الشجاج، ج۱۰، ص۲۵۵.

6 ......"البحرالرائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج۹، ص۳۵.

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۱۲.

مسئلہ ۶۰: ہاتھ کی انگلی کے بدلے میں پیر کی انگلی اور پیر کی انگلی کے بدلے میں ہاتھ کی انگلی نہیں کاٹی جائے گی۔[1] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶)

مسئلہ ۶۱: داہنے ہاتھ کی انگلی کے بدلے میں بائیں ہاتھ کی اور بائیں ہاتھ کی انگلی کے بدلے میں دائیں ہاتھ کی انگلی نہیں کاٹی جائے گی۔[2] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶، بزازیہ علی الہندیہ ص۳۹۳ جلد۶ طحطاوی علی الدرص۲۶۸ جلد۴، بدائع صنائع ص۲۹۷ جلد۷)

مسئلہ ۶۲: ناقص انگلیوں والے ہاتھ کے بدلے میں صحیح ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا۔[3] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶)

مسئلہ ۶۳: کسی نے چھٹی انگلی کو کاٹ دیا اور کاٹنے والے کے ہاتھ میں بھی چھٹی انگلی ہے تو بھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔[4] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶، بدائع صنائع ص۳۰۳ جلد۷، بحرالرائق ص۳۰۶ جلد۸)

مسئلہ ۶۴: اگر ایسی ہتھیلی کاٹ دی جس کی گرفت میں حارج[5] زائد انگلی تھی تو قصاص نہیں ہے۔ اور اگر گرفت میں انگلی حارج نہیں تھی تو قصاص لیا جائے گا۔[6] (عالمگیری عن المحیط ص۱۲ جلد۶، بدائع صنائع ص۳۰۳ جلد۷)

مسئلہ ۶۵: اگر کوئی شخص کسی کے ہاتھ کی انگلی کاٹ لے جس سے اس کی ہتھیلی شل ہوجائے یا جوڑ سے انگلی کا ایک پورا کاٹ لے جس سے بقیہ انگلی یا ہتھیلی شل ہوجائے تو انگلی کا قصاص نہیں ہے۔ ہاتھ یا شل انگلی کی دیت ہے۔[7] (بدائع صنائع ص۳۰۶ ج۷)

ھاتھ کے مسائل

مسئلہ ۶۶: اگر کسی کا ایسا زخمی ہاتھ کاٹا گیا جس کا زخم گرفت میں حارج نہ تھا تو قصاص لیا جائے گا اور اگر زخم گرفت میں حارج تھا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[8] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶، شامی ص۴۹۰ جلد۵)

مسئلہ ۶۷: اگر کالے ناخن والا ہاتھ کاٹا تو اس کا قصاص لیا جائے گا۔[9] (عالمگیری ص۱۲ جلد۲، شامی ص۴۹۰ جلد۵)

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص١٢.

2 ...... المرجع السابق.　3 ...... المرجع السابق.

4 ...... "البحر الرائق"، كتاب الجنايات، باب القصاص فيمادون النفس، ج٩، ص٣٩.

5 ...... حائل، رکاوٹ۔

6 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص١٢.

7 ...... "بدائع الصنائع"، كتاب الجنايات، ج٦، ص٤٠٢.

8 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الرابع في القصاص فيمادون النفس، ج٦، ص١٢.

9 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۶۸: اگرکسی کا صحیح ہاتھ کاٹ دیا اور کاٹنے والے کا ہاتھ شل[1] یا ناقص ہے تو مقطوع الیدکو[2] اختیار ہے، چاہے تو ناقص ہاتھ کاٹ دے یا چاہے تو پوری دیت لے لے یہ اختیار اس صورت میں ہے کہ ناقص ہاتھ کارآمد ہو[3] ورنہ دیت پر اکتفا کیا جائے گا۔[4] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶ ، درمختاروشامی ص۴۸۹ جلد۵، تبیین الحقائق ص۱۱۲ جلد۶)

مسئلہ ۶۹: زید نے بکر کا ہاتھ کاٹا اور زید کا ہاتھ شل یا ناقص تھا اور بکر نے ابھی اختیار سے کام نہیں لیا تھا کہ کسی شخص نے زید کا ناقص ہاتھ ظلماً کاٹ دیا یا کسی آفت سے ضائع ہوگیا تو بکر کا حق باطل ہو جائے گا۔ اور اگر زید کا ناقص ہاتھ قصاص یا چوری کے جرم میں کاٹ دیا گیا تو بکر دیت کا حق دار ہے۔[5] (عالمگیری ص۱۲ جلد۶)

مسئلہ ۷۰: اگرکسی نے کسی کی انگلی یا ہاتھ کا کچھ حصہ کاٹ دیا پھر دوسرے شخص نے باقی ہاتھ کاٹ دیا اور زخمی مر گیا تو جان کا قصاص دوسرے شخص پر ہے، پہلے پر نہیں، پہلے کی انگلی یا ہاتھ کاٹا جائے گا۔[6] (عالمگیری ص۱۵ جلد۶)

مسئلہ ۷۱: کسی کا ہاتھ قصداً کاٹا پھر کاٹنے والے کا ہاتھ آکلہ[7] کی وجہ سے یا ظلماً کاٹ دیا گیا تو قصاص اور دیت دونوں باطل ہو جائیں گے اور اگر کاٹنے والے کا ہاتھ کسی دوسرے قصاص یا چوری کی سزا میں کاٹا گیا تو پہلے مقطوع الید کو دیت دے گا۔[8] (قاضی خاں علی الھندیہ ص۴۴۳ جلد۳)

مسئلہ ۷۲: کسی شخص کی دو انگلیاں کاٹ دیں اور کاٹنے والے کی صرف ایک انگلی ہے تو یہ ایک انگلی کاٹ دی جائے گی اور دوسری انگلی کی دیت واجب ہوگی۔[9] (عالمگیری ص۱۳ جلد۶)

مسئلہ ۷۳: کسی شخص کا ہاتھ پہنچے سے[10] کاٹ دیا اور قاطع سے[11] اس کا قصاص لے لیا گیا اور زخم بھی اچھا ہو گیا پھر ان میں سے کسی نے دوسرے کا پہنچے سے کٹا ہوا ہاتھ کہنی سے کاٹ دیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔[12] (عالمگیری ص۱۳ جلد۶)

---

1. ......یعنی بے حس و بے حرکت۔
2. ......یعنی جس کا ہاتھ کٹا ہے اس کو۔
3. ......یعنی اس سے کام وغیرہ کرسکتا ہو۔
4. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۱۲.
5. ......المرجع السابق، ص۱۲.
6. ......المرجع السابق، ص۱۵.
7. ......ایک قسم کی بیماری جو متاثرہ عضو کو کھاتی اور گلاتی ہے۔
8. ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، ج۲، ص۳۸۶.
9. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص، ج۶، ص۱۳.
10. ......کلائی سے۔
11. ......ہاتھ کاٹنے والے سے۔
12. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج۶، ص۱۳.

مسئلہ ۷۴: کسی شخص نے کسی کے داہنے ہاتھ کی انگلی جوڑ سے کاٹی پھر اسی قاطع نے کسی دوسرے شخص کا داہنا ہاتھ کاٹ دیا، یا پہلے کسی کا داہنا ہاتھ کاٹا، پھر دوسرے کے داہنے ہاتھ کی انگلی کاٹ دی اس کے بعد دونوں مقطوع آئے اورانھوں نے دعویٰ کیا تو قاضی پہلے قاطع کی انگلی کاٹے گا اس کے بعد مقطوع الید کو اختیار ہے کہ چاہے تو مابقی ہاتھ کو کاٹ دے اور چاہے تو دیت لے لے اور اگر مقطوع الید پہلے آیا اور اس کی وجہ سے قاطع کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر انگلی کٹا آیا تو اس کے لیے دیت ہے۔[1] (عالمگیری ص ۱۳ جلد ۶، مبسوط ص ۱۴۳ جلد ۲۶، بدائع صنائع ص ۳۰۰ جلد ۷)

مسئلہ ۷۵: اگر کسی نے کسی کی انگلی کا ناخن والا پورا کاٹ دیا، پھر دوسرے شخص کی اسی انگلی کو جوڑ سے کاٹ دیا اور پھر تیسرے شخص کی اسی انگلی کو جڑ سے کاٹ دیا اور تینوں انگلیوں کے لیے قاضی کے پاس حاضر ہوئے اور اپنا حق طلب کیا تو قاضی پہلے پورے والے کے حق میں قاطع کا پہلا پورا یعنی ناخن والا کاٹ دے گا پھر درمیان والے کو اختیار دے گا کہ چاہے تو درمیان سے قاطع کی انگلی کاٹ دے اور پہلے پورے کی دیت نہ لے اور چاہے تو انگلی کی دیت میں سے ⅔ دوتہائی لے لے۔ پھر جب درمیان والے نے انگلی کاٹ دی تو تیسرے کو یعنی جس کی انگلی جڑ سے کاٹی گئی تھی اس کو اختیار ہے کہ چاہے تو قاطع کی انگلی جڑ سے کاٹ دے اور دیت کچھ نہ لے اور چاہے تو پوری انگلی کی دیت قاطع کے مال سے لے لے اور اگر تین میں سے قاضی کے پاس ایک آیا اور دو غائب اور جو آیا وہ پہلے پورے والا ہے تو اس کے حق میں قاطع کی انگلی کا پہلا پورا کاٹا جائے گا۔ پورا کاٹنے کے بعد اگر دونوں غائبین بھی آ گئے تو ان کو مذکورہ بالا اختیار ہوگا۔ اور اگر پہلے وہ آیا جس کی پوری انگلی کاٹی تھی دوسرے دونوں نہیں آئے اور قاضی نے قاطع کی پوری انگلی کاٹ دی پھر دوسرے دونوں آ گئے تو ان کے لیے دیت ہے۔[2] (عالمگیری ص ۱۳ جلد ۶)

مسئلہ ۷۶: اگر کسی کا پہنچا کاٹ دیا پھر اسی قاطع نے دوسرے شخص کا وہی ہاتھ کہنی سے کاٹ دیا پھر دونوں مقطوع قاضی کے پاس آئے تو قاضی پہنچے والے کے حق میں قاطع کا پہنچا کاٹ دے گا۔ پھر کہنی والے کو اختیار دے گا کہ چاہے تو باقی ہاتھ کہنی سے کاٹ دے اور چاہے تو دیت لے لے اور اگر دونوں مقطوعوں میں سے ایک حاضر ہوا اور دوسرا غائب تو حاضر کے حق میں قصاص کا حکم دے گا۔[3] (عالمگیری ص ۱۳ جلد ۶، مبسوط ص ۱۴۵ جلد ۲۶، بدائع صنائع ص ۳۰۱ جلد ۷)

مسئلہ ۷۷: کسی نے کسی کے ہاتھ کی انگلی کاٹ دی، پھر انگلی کٹے نے قاطع کا ہاتھ جوڑ سے کاٹ دیا تو مقطوع الید کو اختیار ہے کہ چاہے تو اس کا ناقص ہاتھ ہی کاٹ دے اور چاہے تو دیت لے لے اور انگلی کا حق باطل ہے۔[4] (عالمگیری ص ۱۳ جلد ۶)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیمادون النفس، ج٦، ص١٣.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

مسئلہ۸۷(الف): کسی شخص نے دوآدمیوں کے داہنے ہاتھ قصداً کاٹ دیئے پھرایک نے بحکم قاضی قصاص لے لیا تو دوسرے کو دیت ملے گی اور اگر دونوں ایک ساتھ قاضی کے پاس آئے تو دونوں کے لیے قصاص میں قاطع کا داہنا ہاتھ کاٹ دے گا اور ہر ایک کو ہاتھ کی نصف دیت بھی ملے گی۔[1] (قاضی خان ص ۴۳۶ جلد۳، درمختار ردالمحتار ص۴۹۱ جلد۵، بدائع صنائع ص۲۹۹ جلد۷، دررغرر ص۹۷ ج۲)

مسئلہ۸۷(ب): کسی شخص نے دوافراد کے سیدھے ہاتھ قصداً کاٹ دیئے اور قاضی نے دونوں کے قصاص میں قاطع کا ہاتھ کاٹنے اور پانچ ہزار درہم ہاتھ کی دیت دینے کا حکم دیا۔ دونوں نے پانچ ہزار درہم پر قبضہ کرلیا پھرایک نے معاف کر دیا تو جس نے معاف نہیں کیا ہے اس کو نصف دیتِ ید یعنی ڈھائی ہزار درہم ملیں گے۔[2] (قاضی خان بر عالمگیری ص ۴۳۶ جلد۳، شامی ص۴۹۱ ج۵)

مسئلہ۷۹: کسی نے دوآدمیوں کے داہنے ہاتھ قصداً کاٹ دیئے۔ قاضی نے دونوں کے حق میں قصاص اور دیت کا حکم دیا۔ دیت پر قبضہ سے پہلے ایک نے معاف کر دیا تو دوسرے کو صرف قصاص کا حق ہے۔ دیت معاف ہو جائے گی۔[3] (درمختار وشامی ص۴۹۱ ج۵، عالمگیری ج۶ ص۱۴)

مسئلہ۸۰: کسی کا ناخن والا پورا قصداً کاٹ دیا وہ اچھا ہوگیا اور قصاص نہیں لیا گیا تھا کہ اسی انگلی کا اور ایک پورا کاٹ دیا تو قصاص میں ناخن والا پورا کاٹ دیا جائے گا اور دوسرے پورے کی دیت ملے گی اور اگر پہلا زخم اچھا نہیں ہوا تھا کہ دوسرا پورا کاٹ دیا تو دونوں پورے ایک ساتھ کاٹ کر قصاص لیا جائے۔[4] (عالمگیری ص۱۴ ج۶)

مسئلہ۸۱: کسی کا ناخن والا پورا قصدا کاٹ دیا اور زخم اچھا ہوگیا اور اس کا قصاص بھی لے لیا گیا پھراسی قاطع نے اسی انگلی کا دوسرا پورا کاٹ دیا اور زخم اچھا ہوگیا تو اس کا قصاص بھی لیا جائے گا۔ یعنی قاطع کا دوسرا پورا پورا کاٹ دیا جائے گا۔[5] (عالمگیری ص۱۴ جلد۶، بدائع صنائع ص۳۰۳ ج۷)

مسئلہ۸۲: کسی شخص کا نصف پورا قصداً ٹکڑے کر کے کاٹ دیا اور زخم اچھا ہوگیا پھر بقیہ پورا جوڑ سے کاٹ دیا تو اس صورت میں قصاص نہیں ہے اور اگر درمیان میں زخم اچھا نہیں ہوا تھا تو جوڑ سے پورا کاٹ کر قصاص لیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ص۱۴ جلد۶، بدائع صنائع ص۳۰۲ جلد۷)

---

1 ......"الفتاوى الخانية"،كتاب الجنايات،ج۲،ص۳۸٦.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الجنايات،الباب الرابع فى القصاص فيما دون النفس،ج٦،ص١٤.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

مسئلہ۸۳: قصداً کسی کی انگلیاں کاٹ دیں پھر زخم اچھا ہونے سے پہلے جوڑ سے پہنچا کاٹ دیا تو قاطع کا پہنچا جوڑ سے کاٹ کر قصاص لیا جائے گا انگلیاں نہیں کاٹی جائیں گی اور اگر درمیان میں زخم اچھا ہوگیا تھا تو انگلیوں میں قصاص لیا جائے گا اور پہنچے کا انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[1] (عالمگیری ص۱۴ جلد۶)

مسئلہ۸۴: کسی شخص کی انگلی کا ناخن والا پورا قصداً کاٹ دیا، پھر زخم اچھا ہونے سے پہلے دوسرے پورے کا نصف کاٹ دیا تو قصاص واجب نہیں ہے اور اگر درمیان میں زخم اچھا ہوگیا تھا تو پہلے پورے کا قصاص لیا جائے گا اور باقی کی دیت لی جائے گی۔[2] (عالمگیری ص۱۴ جلد۶)

مسئلہ۸۵: اگر کسی کی انگلی قصداً کاٹ دی اور اس کی وجہ سے اس کی ہتھیلی شل ہوگئی تو انگلی کا قصاص نہیں ہے ہاتھ کی دیت لی جائے گی۔[3] (عالمگیری ص۱۴ جلد۶)

مسئلہ۸۶: کسی کی انگلی قصداً کاٹی اور چھری نے پھسل کر دوسری انگلی کو بھی کاٹ دیا تو پہلی کا قصاص لیا جائے گا اور دوسری کی دیت لی جائے گی۔[4] (عالمگیری ص۱۵ جلد۶، بدائع صنائع ص۳۰۶ جلد۷)

مسئلہ۸۷: چند آدمیوں نے ایک ہی چھری کو پکڑ کر کسی شخص کا کوئی عضو قصداً کاٹ دیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔[5] (درمختار و شامی ص۴۹۱ جلد۵، طحطاوی علی الدر ص۲۷۱ جلد۴، درر غرر شرنبلالی ص۹۷ جلد۲)

مسئلہ۸۸: عورت اور مرد اگر ایک دوسرے کے اعضا کاٹ دیں تو ان میں قصاص نہیں ہے اسی طرح اگر غلام اور آزاد ایک دوسرے کا عضو کاٹ دیں یا دو غلام ایک دوسرے کا کوئی عضو کاٹیں تو قصاص نہیں ہے۔ چونکہ ان کے اعضا میں مماثلت[6] نہیں ہے۔[7] (درمختار و شامی ص۴۸۸ جلد۵، بدائع صنائع ص۳۰۲ ج۷)

مسائل متفرقہ

مسئلہ۸۹: ذَکر[8] کو اگر جڑ سے کاٹ دیا یا صرف پوری سپاری کو کاٹ دیا تو قصاص لیا جائے گا یعنی قاطع[9] کا

1. ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الرابع فی القصاص فيما دون النفس، ج٦، ص١٤.
2. ......المرجع السابق.
3. ......المرجع السابق، ص١٥.
4. ......المرجع السابق.
5. ......"دررالحكام" شرح "غررالأحكام"، کتاب الجنايات، باب القود فيما دون النفس، الجزء الثانی، ص٩٧.
6. ......برابری۔
7. ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنايات، باب القود فيمادون النفس، ج١٠، ص١٩٩.
8. ......یعنی مرد کے پیشاب کا عضو۔
9. ......کاٹنے والا۔

ذَکر جڑ سے کاٹ دیا جائے گا اور سپاری کی صورت میں سپاری کاٹی جائے گی اور درمیان سے کاٹے جانے کی صورت میں قصاص نہیں ہے۔ چونکہ اس صورت میں مماثلت ممکن نہیں ہے۔[1] (شامی و درمختار ص ۴۸۹ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۱۲ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۶ جلد ۸، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۳۴ جلد ۳، طحطاوی علی الدرص ۲۷۰ جلد ۴، مجمع الانہر ص ۶۲۶ ج ۲)

مسئلہ ۹۰: خصی[2] یا عنین[3] کا ذَکر کاٹ دیا تو اس میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[4] (شامی و درمختار ص ۴۸۹ جلد ۵)

مسئلہ ۹۱: بچے کا ذکر کاٹ دیا گیا۔ اگر انتشار ہوتا تھا تو قصداً کاٹنے میں قصاص اور خطاءً کاٹنے میں دیت واجب ہوگی اور اگر انتشار نہیں ہوتا تھا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[5] (شامی و درمختار ص ۴۸۹ جلد ۵)

مسئلہ ۹۲: اگر عورت نے کسی کا ذکر کاٹ دیا تو اس میں قصاص نہیں ہے۔[6] (شامی ص ۴۸۹ جلد ۵)

مسئلہ ۹۳: اگر کسی نے کسی کا خصیہ پکڑ کر مسل دیا جس سے وہ نامرد ہو گیا تو دیت لازم ہوگی۔[7] (بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۴ جلد ۶)

فصل فی الفعلین

شخص واحد میں قتل اور قطع عضو کا اجتماع

مسئلہ ۹۴: کسی شخص کو عضو کاٹ کر قتل کر دیا جائے تو اس میں عقلی وجوہ سولہ نکلیں گی مثلاً دونوں فعل یعنی قتل اور قطع عمداً[8] ہوں گے یا خطاً یا قتل خطاءً ہوگا اور قطع عمداً یا قتل عمداً ہوگا اور قطع خطاءً تو یہ چار صورتیں ہوئیں۔ پھر ہر ایک صورت میں دونوں فعلوں کے درمیان میں صحت واقع ہوئی یا نہیں تو یہ آٹھ صورتیں ہوگئیں۔ پھر یہ دونوں فعل ایک شخص سے صادر ہوں گے یا

---

1 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، ج۲، ص۳۸۵، ۳۸۶.

و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۲۰۲.

2 ...... جس کے خصیے نکال دیے ہوں یا بیکار کر دیے ہوں۔ 3 ...... یعنی نامرد۔

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۲۰۱.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، ج۱۰، ص۲۰۲.

7 ...... "البزازیة" علی "الهندیة"، کتاب الجنایات، فصل الثالث فی الأطراف، ج۶، ص۳۹۴.

8 ...... یعنی جان بوجھ کر کاٹنا۔

دو اشخاص سے اس طرح کل سولہ صورتیں بنیں۔ ان سولہ صورتوں میں سے آٹھ صورتیں وہ ہیں جن میں قاطع [1] اور قاتل دو مختلف اشخاص ہوں۔ ان کا حکم یہ ہے کہ ہر ایک کے ساتھ اس کے فعل کے بموجب قصاص یا دیت لی جائے گی۔ [2] (درمختار و شامی، ص۴۹۴ ج۵)

مسئلہ۹۵: بقیہ آٹھ صورتیں جن میں فاعل ایک شخص ہو ان کا حکم یہ ہے کہ نمبرا قطع اور قتل جب دونوں قصداً ہوں اور درمیان میں صحت واقعہ ہوگئی ہو تو دونوں کا قصاص لیا جائے گا۔ [3] (شامی، ص۴۹۴ ج۵)

مسئلہ۹۶: قتل و قطع جب دونوں قصداً ہوں اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو ولی کو اختیار ہے کہ چاہے تو پہلے عضو کاٹے پھر قتل کرے اور چاہے تو قتل پر اکتفا کرے۔ [4] (عنایہ و فتح القدیر، ص۲۸۴ جلد۸)

مسئلہ۹۷: قطع اور قتل اگر دونوں خطاءً ہوں اور درمیان میں صحت ہوگئی تو دونوں کی دیت لی جائے گی۔ [5] (تبیین الحقائق، ص۱۱۷ جلد۶)

مسئلہ۹۸: قطع اور قتل اگر دونوں خطاءً ہوں اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو صرف دیت نفس واجب ہوگی۔ [6] (تبیین، ص۱۱۷ جلد۶)

مسئلہ۹۹: اگر قطع قصداً ہو اور قتل خطاءً اور درمیان میں صحت واقع ہوگئی ہو تو قطع کا قصاص اور قتل کی دیت لی جائے گی۔ [7] (تبیین الحقائق، ص۱۱۷ جلد۶)

مسئلہ۱۰۰: اگر قطع عمداً اور قتل خطاءً ہو اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو قطع میں قصاص اور قتل میں دیت لی جائے گی۔ [8] (تبیین، ص۱۱۷ ج۶)

مسئلہ۱۰۱: اگر قطع خطاً اور قتل عمداً ہو اور درمیان میں صحت واقع ہوگئی ہو تو قطع کی دیت اور قتل کا قصاص لیا جائے گا۔ [9] (تبیین، ص۱۱۷ جلد۶)

---

1 ......یعنی کاٹنے والا۔

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فی الفعلين، ج۱۰، ص۲۱۱.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الجنايات، فصل فی الفعلين، ج۱۰، ص۲۱۱.

4 ......"العناية" و"فتح القدير"، كتاب الجنايات، فصل فی حكم الفعلين، ج۹، ص۱۸٤.

5 ......"تبيين الحقائق"، كتاب الجنايات، باب القصاص فيمادون النفس، فصل، ج۷، ص۲٤۸، ۲٤۹.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق، ص۲٤۸.

8 ......المرجع السابق. 9 ......المرجع السابق.

مسئلہ۱۰۲: اگر قطع خطاً اور قتل عمداً ہو اور درمیان میں صحت واقع نہ ہوئی ہو تو قطع کی دیت اور قتل کا قصاص واجب ہوگا۔[1] (تبیین، ص ۱۱۷ ج ۶)

مسئلہ۱۰۳: اگر کسی شخص کو نوے کوڑے ایک جگہ مارے وہ جگہ اچھی ہوگئی ہو اور ضربات کے[2] نشانات بھی باقی نہ رہے پھر دس کوڑے دوسری جگہ مارے اس سے وہ مرگیا تو اس صورت میں صرف دیت نفس واجب ہے۔[3] (درمختار و شامی ص ۴۹۴ جلد ۵، فتح القدیر ص ۲۸۴ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۱۸ جلد ۶، عنایہ ص ۲۸۴ جلد ۸)

مسئلہ۱۰۴: اگر کسی شخص کو نوے کوڑے مارے اور اس کے زخم اچھے ہوگئے مگر نشانات باقی رہ گئے پھر دس کوڑے مارے جن سے وہ مرگیا تو دیت نفس اور انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[4] (تبیین الحقائق ص ۱۱۸ جلد ۷)

مسئلہ۱۰۵: اگر کسی نے کسی کا عضو کاٹا یا اس کو زخمی کردیا اور زخمی نے جنایت کرنے والے کو معاف کردیا اور اس کے بعد وہ زخمی اس زخم یا قطع عضو کی وجہ سے مرگیا تو اس میں چار صورتیں بنیں گی۔

(۱) یہ جنایت اگر قصداً تھی اور معاف کرنے والے نے کہا کہ میں نے قطع عضو اور جنایت اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کو معاف کردیا تو عام معافی ہوجائے گی اور جانی کے ذمے کچھ واجب نہ ہوگا۔[5] (طحطاوی ص ۲۷۳ جلد ۴، مجمع الانہر ص ۶۳۰ جلد ۲، درر غرر ص ۹۸ ج ۲)

(۲) اور اگر معاف کرنے والے نے کہا کہ میں نے قطع عضو اور جنایت کو معاف کردیا اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کا کچھ ذکر نہیں کیا تو استحساناً دیت واجب ہوگی۔[6] (طحطاوی علی الدر ص ۲۷۳ جلد ۴، بحرالرائق ص ۳۱۶ جلد ۸)

(۳) اور اگر قطع عضو یا زخم خطاءً تھا اور مرنے والے نے یہ کہا کہ میں نے قطع عضو سے معاف کردیا اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کا ذکر نہیں کیا تو سرایت کی معافی نہیں ہوگی اور دیت نفس واجب ہوگی۔

(۴) اور اگر قطع عضو یا زخم خطاءً تھا اور مرنے والے نے کہا کہ میں نے قطع عضو اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات

---

1 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج۷، ص۲٤۹.

2 ......یعنی مارنے کے۔

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، ج۱۰، ص۲۱۲.

4 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج۷، ص۲۵۰.

5 ......"دررالحکام" شرح "غررالأحکام"، کتاب الجنایات، باب القود فیمادون النفس، الجزء الثانی، ص۹۸.

6 ......"البحرالرائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیمادون النفس، ج۹، ص۵٦.

کو بھی معاف کر دیا تو بالکل معافی ہو جائے گی اور جانی پر کچھ واجب نہ ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، فتح القدیر و عنایہ ص ۲۸۵ جلد ۸، درمختار و شامی ص ۴۹۵ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۱۸ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۱۶ ج ۸)

مسئلہ ۱۰۶: اگر ماں نے اپنے بچے کو تادیب کے لیے مارا اور بچہ مرگیا تو ماں ضامن ہے۔[2] (شامی ص ۴۹۹ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۵ جلد ۴)

متفرقات

مسئلہ ۱۰۷: کسی نے کسی شخص کے عمداً تیر مارا اور وہ تیر اس شخص کے جسم کے پار ہو کر کسی دوسرے شخص کو لگ گیا اور دونوں مر گئے تو پہلے کا قصاص لیا جائے گا اور دوسرے کی دیت قاتل کے عاقلہ پر واجب ہوگی۔[3] (درمختار و شامی ص ۴۹۲ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۲ جلد ۴، بدائع صنائع ص ۳۰۶ جلد ۷، درر غرر ص ۹۷ جلد ۲، مجمع الانہر و در المنتقی ص ۶۲۹ جلد ۲)

مسئلہ ۱۰۸: کسی شخص پر سانپ گرا اس نے اس کو پھینک دیا اور وہ دوسرے شخص پر جا گرا اسی طرح اس نے بھی پھینکا اور وہ تیسرے شخص پر جا گرا اور اس کو کاٹ لیا اور وہ مر گیا تو اگر سانپ نے گرتے ہی کاٹ لیا تھا تو اس آخری پھینکنے والے کے عاقلہ پر دیت ہے اور اگر گرنے کے کچھ دیر بعد کاٹا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[4] (درمختار و شامی ص ۴۹۲ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۲، ج ۴)

مسئلہ ۱۰۹: کسی شخص نے راستہ میں سانپ یا بچھو ڈال دیا اور ڈالنے کے فوراً بعد اس نے کسی کو کاٹ لیا اور وہ مر گیا تو ڈالنے والے کے عاقلہ پر دیت ہے اور اگر کچھ دیر کے بعد یا اپنی جگہ سے ہٹ کر کاٹا تو کسی پر کچھ نہیں۔[5] (درمختار و شامی ص ۴۹۲ جلد ۵، طحطاوی علی الدر ص ۲۷۲ جلد ۴)

مسئلہ ۱۱۰: کسی شخص نے راستے میں تلوار رکھ دی اور کوئی اس پر گر پڑا اور مر گیا اور تلوار بھی ٹوٹ گئی تو مرنے والے کی دیت تلوار رکھنے والے پر ہے اور تلوار کی قیمت مرنے والے کے مال سے ادا کی جائے گی۔[6] (درمختار و شامی ص ۴۹۳ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۲ جلد ۴)

---

1. ......"البحر الرائق"، کتاب الجنایات، باب القصاص فیما دون النفس، ج ۹، ص ۵۶.
2. ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، مطلب: الصحیح ان الوجوب علی القاتل... إلخ، ج ۱۰، ص ۲۲۰.
3. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج ۱۰، ص ۲۰۸.
4. ......المرجع السابق.
5. ......المرجع السابق، ص ۲۰۹.
6. ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۱۱: عمداً قتل کرنے والے نے ایسے شخص کے ساتھ مل کر قتل کیا جس پر قصاص نہیں ہوتا۔ مثلاً اجنبی نے باپ کے ساتھ مل کر بیٹے کو قتل کیا یا عاقل نے مجنون کے ساتھ مل کر یا بالغ نے نابالغ کے ساتھ مل کر قتل کیا تو کسی پر قصاص نہیں ہے۔[1] (درمختار و شامی ص ۴۹۳ جلد ۵، طحطاوی، ص ۲۷۲ جلد ۴)

مسئلہ ۱۱۲: اگر کسی نے اپنی بیوی یا باندی کے ساتھ کسی کو ناجائز حالت میں دیکھا اور للکارنے کے باوجود نہیں بھاگا تو اس نے اس کو قتل کر دیا تو اس پر قصاص بھی نہیں اور کوئی گناہ بھی نہیں ہے۔[2] (درمختار ص ۴۹۳ جلد ۵، طحطاوی علی الدر، ص ۲۷۲ جلد ۴)

مسئلہ ۱۱۳: کسی شخص نے کسی بچے کو اپنا گھوڑا دیا کہ اس کو باندھ دے اور گھوڑے نے لات ماردی جس سے بچہ مرگیا تو گھوڑا دینے والے کے عاقلہ پر دیت ہے۔ اسی طرح بچہ کو لاٹھی یا کوئی اسلحہ دیا اور کہا کہ اس کو پکڑے رہو بچہ تھک گیا اور وہ اسلحہ اس کے جسم کے کسی حصہ پر گر پڑا جس کے صدمے سے بچہ مرگیا اسلحہ والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت ہے۔[3] (درمختار و شامی ص ۴۹۳ جلد ۵، طحطاوی، ص ۲۷۲ جلد ۴)

مسئلہ ۱۱۴: اگر کسی نے کسی کا پورا حشفہ (سپاری) قصداً کاٹ دیا تو اس میں قصاص ہے اور اگر بعض کاٹا تو قصاص نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص ۱۵ جلد ۶، تبیین الحقائق ص ۱۱۲ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۰۶ ج ۸، درمختار و شامی ص ۴۸۹ ج ۵، مجمع الانہر ص ۶۲۶ جلد ۲، ہدایہ ص ۵۵۵ جلد ۴، بدائع صنائع ص ۳۰۸ جلد ۷)

مسئلہ ۱۱۵: کوئی بچہ دیوار پر چڑھا ہوا تھا کہ کوئی شخص نیچے سے اچانک چیخا جس سے بچہ گر کر مرگیا تو اس چیخنے والے پر دیت ہے۔ اور اسی طرح اگر اچانک کسی شخص نے چیخ ماری جس سے کوئی شخص مرگیا تو اس پر اس کی دیت واجب ہے۔[5] (درمختار و شامی، ص ۴۹۳ جلد ۵)

مسئلہ ۱۱۶: کسی نے صورت تبدیل کر کے بچہ کو ڈرایا جس سے بچہ ڈر کر پاگل ہوگیا تو ڈرانے والا دیت دے گا۔[6] (درمختار و شامی، ص ۴۹۳ جلد ۵)

---

1. ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنايات، باب القود فيما دون النفس، ج ۱۰، ص ۲۱۰.
2. ......"الدرالمختار"، کتاب الجنايات، باب القود فيما دون النفس، ج ۱۰، ص ۲۱۰.
و"حاشية الطحطاوی"علی"الدرالمختار"، کتاب الجنايات، باب القود فيما دون النفس، ج ٤، ص ۲۷۲.
3. ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنايات، باب القود فيما دون النفس، ج ۱۰، ص ۲۱۰.
4. ......المرجع السابق، ص ۲۰۲.
5. ......المرجع السابق، ص ۲۱۱.
6. ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۱۷: کسی نے کسی سے کہا پانی یا آگ میں کود جا اور وہ کود گیا اور مرگیا تو یہ دیت دے گا۔[1] (شامی ص ۴۹۳ جلد ۵، طحطاوی، ص ۲۷۲ جلد ۴)

مسئلہ ۱۱۸: کسی نے کسی کو زخمی کر دیا اور وہ کمائی کرنے کے قابل نہ رہا تو زخمی کرنے والے پر اس کا نفقہ علاج معالجہ کے مصارف واجب الادا ہوں گے۔[2] (درمختار ص ۴۹۳ ج ۵)

مسئلہ ۱۱۹: کسی ظالم حاکم نے پولیس سے کسی کو اتنا پٹوایا کہ وہ کمائی سے عاجز ہو گیا تو اس کا نفقہ اور علاج کے مصارف اس حاکم پر لازم ہیں۔[3] (درمختار و شامی، ص ۴۹۴ جلد ۵)

مسئلہ ۱۲۰: کسی کے تلوار مارنا چاہتا تھا اور کسی نے تلوار کو پکڑ لیا تلوار والے نے تلوار کھینچی جس سے پکڑنے والے کی انگلیاں کٹ گئیں۔ اگر جوڑ سے کٹی ہیں تو قصاص ہے ورنہ دیت لازم ہے۔[4] (بزازیہ علی الہندیہ، ص ۳۹۳ جلد ۶)

مسئلہ ۱۲۱: زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اس کے قصاص میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا پھر عمرو ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے مرگیا تو زید کو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔[5] (طحطاوی ص ۲۷۴ جلد ۴، درمختار و شامی ص ۴۹۷ جلد ۵، تبیین ص ۱۲۰ جلد ۶، عالمگیری ص ۱۵ جلد ۶، فتح القدیر و عنایہ ص ۲۹۰ جلد ۸، مجمع الانہر ص ۶۳۲ جلد ۲)

مسئلہ ۱۲۲: زید نے عمرو کا ہاتھ کاٹا اور اس کے قصاص میں زید کا ہاتھ کاٹا گیا اور اس ہاتھ کے کاٹنے کی وجہ سے زید مرگیا تو اگر زید کا ہاتھ بلاحکم حاکم کاٹا گیا ہے تو عمرو کے عاقلہ پر زید کی دیت واجب ہوگی اور اگر حاکم کے حکم سے ہاتھ کاٹا گیا ہے تو کچھ لازم نہیں ہوگا۔[6] (درمختار و شامی ص ۴۹۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۱۵ جلد ۶، تبیین الحقائق ص ۱۲۰ جلد ۶، طحطاوی ص ۲۷۵ ج ۴، مجمع الانہر ص ۶۳۲ ج ۲)

مسئلہ ۱۲۳: کسی شخص نے کسی کو قتل کر دیا۔ مقتول کے ولی نے قاتل کا ہاتھ کاٹ لیا اس کے بعد قاتل کو معاف کر دیا تو اس ولی پر ہاتھ کاٹنے کی دیت لازم ہوگی۔[7] (بحرالرائق ص ۳۱۹ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۲۱ جلد ۶، شامی و درمختار ص ۴۹۸ جلد ۵)

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود فیما دون النفس، ج ۱۰، ص ۲۱۱.

2 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، ج ۱۰، ص ۲۱۳.

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، ج ۱۰، ص ۲۱۳.

4 ......"البزازیة" علی "الهندیة"، کتاب الجنایات، (الفصل) الثالث فی الأطراف، ج ٦، ص ۳۹۳.

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الرابع فی القصاص فیما دون النفس، ج ٦، ص ۱۵.

6 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنایات، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح ان الوجوب...إلخ، ج ۱۰، ص ۲۱۸، ۲۱۹.

7 ......المرجع السابق، ص ۲۲۰.

مسئلہ ۱۲۴: اسی طرح اگر معلم نے بچہ کو باپ کی اجازت کے بغیر مارا اور بچہ مرگیا تو معلم پر ضمان ہے اور اگر باپ کی اجازت سے مارا اور بچہ مرگیا تو ضمان نہیں ہے اور اسی طرح شوہر نے اپنی بیوی کو تادیب کے لیے مارا اور وہ مرگئی تو شوہر پر ضمان ہے۔[1] (درمختار وشامی ص ۴۹۸ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۵ جلد ۴، مجمع الانہر ص ۶۳۲ ج ۲)

مسئلہ ۱۲۵: اگر قاضی نے چور کا ہاتھ کاٹا اور چور مرگیا تو قاضی پر کچھ نہیں ہے۔[2] (درمختار وشامی ص ۴۹۷ جلد ۵، طحطاوی ص ۲۷۵ جلد ۴، مجمع الانہر ص ۶۳۲ جلد ۲)

مسئلہ ۱۲۶: کسی اجنبی عورت کو اس طرح مارا کہ اس کے مخرج بول وحیض[3] ایک ہوگئے۔ یا مخرج حیض ومقعد[4] ایک ہوگئے تو اگر وہ پیشاب کو روک سکتی ہے تو جانی پر[5] تہائی دیت واجب ہوگی اور اگر پیشاب کو نہیں روک سکتی ہے تو جانی پر کل دیت واجب ہوگی۔[6] (درمختار وشامی ص ۴۹۹ جلد ۵، طحطاوی، ص ۲۷۵، جلد ۴)

مسئلہ ۱۲۷: اگر کسی شخص نے باکرہ[7] سے زنا کیا جس سے اس کے مخرجین[8] ایک ہوگئے اگر یہ فعل عورت کی رضامندی سے تھا تو دونوں کو حد لگائی جائے گی اور تاوان نہیں ہوگا اور اگر بالجبر تھا تو مرد پر حد اور دیت دونوں واجب ہیں۔[9] (درمختار وشامی، ص ۴۹۹ جلد ۵)

مسئلہ ۱۲۸: اگر اپنی زوجہ بالغہ سے وطی کی جو اس کی استطاعت رکھتی تھی اور اس کی وجہ سے مخرجین کی درمیانی جگہ پھٹ کر ایک ہوگئی تو شوہر پر کوئی تاوان نہیں ہے اور اگر زوجہ نابالغہ سے یا ایسی زوجہ سے جو اس کی استطاعت نہیں رکھتی تھی یا کسی عورت سے جبراً وطی کی اور مخرجین ایک ہوگئے یا موت واقع ہوگئی تو عاقلہ پر دیت لازم ہوگی۔[10] (درمختار وشامی ص ۴۹۹ جلد ۵)

مسئلہ ۱۲۹: جراح[11] نے آنکھ کا آپریشن کیا اور آنکھ پھوٹ گئی اور جراح اس فن کا ماہر نہ تھا تو اس پر نصف دیت لازم ہے۔[12] (درمختار وشامی ص ۴۹۹ جلد ۵)

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات،فصل فی الفعلین، مطلب:الصحیح ان الوجوب...إلخ،ج ۱۰،ص ۲۲۰،۲۲۱.

2 ......المرجع السابق،ص ۲۱۹.

3 ......پیشاب اور حیض کا مقام۔ 4 ......آگے اور پیچھے کا مقام۔ 5 ...... مارنے والے پر۔

6 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات،فصل فی الفعلین، مطلب:الصحیح ان الوجوب...إلخ،ج ۱۰،ص ۲۲۲.

7 ......کنواری۔ 8 ......آگے اور پیچھے کا مقام۔

9 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات،فصل فی الفعلین، مطلب:الصحیح ان الوجوب...إلخ،ج ۱۰،ص ۲۲۳.

10 ......المرجع السابق،ص ۲۲۲.

11 ......سرجن، آپریشن کرنے والا۔

12 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات،فصل فی الفعلین، مطلب:الصحیح ان الوجوب...إلخ،ج ۱۰،ص ۲۲۳.

مسئلہ نمبر۱۳۰: بچہ چھت سے گر پڑا اور اس کا سر پھٹ گیا اکثر جراحوں نے یہ رائے دی کہ اگر اس کا آپریشن کیا گیا تو مر جائے گا اور ایک نے کہا کہ اگر آپریشن نہیں کیا گیا تو مر جائے گا لہٰذا میں آپریشن کرتا ہوں اور اس نے آپریشن کر دیا اور دو ایک دن بعد بچہ مر گیا تو اگر آپریشن صحیح طریقے پر ہوا اور ولی کی اجازت سے ہوا تو جراح ضامن نہیں ہے۔ اور اگر ولی کی اجازت کے بغیر تھا یا غلط طریقے سے ہوا تھا تو ظاہر یہ ہے کہ قصاص لیا جائے گا۔[1] (درمختار و شامی ص ۴۹۹ جلد ۵)

مسئلہ ۱۳۱: کسی کا ناخن اکھیڑ دیا اگر پہلے جیسا دوبارہ اگ آیا تو کچھ نہیں ہے اور اگر نہ اگا یا عیب دار اگا تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا لیکن عیب دار اگنے کا تاوان نہ اگنے کے تاوان سے کم ہوگا۔[2] (بزازیہ علی الہندیہ ص ۳۹۳ جلد ۶)

باب الشهادة على القتل

(قتل پر گواہی کا بیان)

مسئلہ ۱۳۲: مستور الحال دو آدمیوں نے کسی کے خلاف قتل کی گواہی دی تو اس کو قید کر لیا جائے یہاں تک کہ گواہوں کے متعلق معلومات کی جائیں۔ اسی طرح اگر ایک عادل آدمی نے کسی کے خلاف قتل کی شہادت دی تو اس کو چند دن قید میں رکھا جائے گا۔ اگر مدعی دوسرا گواہ پیش کرے تو مقدمہ چلے گا ورنہ رہا کر دیا جائے گا۔[3] (عالمگیری ص ۱۵ جلد ۶، شامی ص ۵۰۰ جلد ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۱ جلد ۳)

مسئلہ ۱۳۳: کسی نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے میرے باپ کو خطاءً قتل کر دیا ہے اور کہتا ہے کہ گواہ شہر میں ہیں اور قاضی سے مطالبہ کرتا ہے کہ مدعیٰ علیہ سے ضمانت لے لی جائے تو قاضی مدعیٰ علیہ سے تین دن کے لیے ضمانت طلب کرے گا اور اگر مدعی کہتا ہے کہ میرے گواہ غائب ہیں اور گواہوں کے حاضر ہونے کے وقت تک کے لیے ضمانت کا مطالبہ کرتا ہے تو قاضی مدعی کی بات نہیں مانے گا اور اگر دعویٰ کرتا ہے کہ میرے باپ کو عمداً قتل کیا گیا ہے اور ضمانت کا مطالبہ کرتا ہے تو قاضی ضمانت نہیں لے گا۔[4] (مبسوط ص ۱۰۶ جلد ۲۶، قاضی خان ص ۳۹۶ جلد ۴، عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶)

مسئلہ ۱۳۴: مقتول کے ایک بیٹے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کو عمداً زید نے قتل کر دیا اور اس پر گواہ بھی پیش کر دیئے مگر مقتول کا دوسرا بیٹا غائب ہے تو قاضی شہادت کو قبول کر لے گا اور قاتل کو قید کر دے گا لیکن ابھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ جب

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، كتاب الجنايات،فصل فى الفعلين،مطلب:الصحيح ان الوجوب...إلخ،ج١٠،ص٢٢٣.

2 ......"البزازية"على"الهندية"، كتاب الجنايات،(الفصل)الثالث فى الأطراف،ج٦،ص٣٩٣.

3 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات،الباب الخامس فى الشهادة فى القتل والاقراربه...إلخ،ج٦،ص١٥.

4 ......المرجع السابق.

دوسرا بیٹا حاضر ہوکر دوبارہ شہادت پیش کرے گا تو قصاص لیا جائے گا۔[1] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۰ جلد ۵، فتح القدیر وعنایہ ص ۲۹۲ جلد ۸، تبیین ص ۱۲۱ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۲۰ جلد ۸)

مسئلہ ۱۳۵: اور اگر مقتول کے ایک بیٹے نے دعویٰ کیا کہ میرے باپ کو زید نے خطاءً قتل کر دیا اور گواہ بھی پیش کر دیئے اور دوسرا بیٹا غائب ہے تو قاضی زید کو قید کر دے گا اور جب دوسرا بیٹا حاضر ہوگا تو اس کو دوبارہ شہادت پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کی حاضری پر مقدمہ کا فیصلہ کر دیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۰ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۲۱ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۲۰ جلد ۸)

مسئلہ ۱۳۶: ورثا نے دو اشخاص پر اپنے باپ کے قتل عمد کا الزام لگایا اور گواہ پیش کیئے مگر ایک قاتل غائب ہے تو حاضر کے مقابلہ میں یہ گواہی قبول کر لی جائے گی اور اس کو قصاص میں قتل کر دیا جائے گا۔ پھر جب دوسرا آئے اور قتل کا انکار کرے تو ورثاء کو دوبارہ گواہی پیش کرنا ہوگی۔[3] (عالمگیری، ص ۱۶ جلد ۶)

مسئلہ ۱۳۷: دو گواہوں نے کسی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کو تلوار سے زخمی کر دیا تھا اور وہ زخمی صاحب فراش رہ کر مر گیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور قاضی کو گواہوں سے یہ سوال کرنے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ ان زخموں کی وجہ سے مرا یا کسی اور وجہ سے۔ اور اگر گواہوں نے صرف یہ کہا کہ اس نے تلوار سے زخمی کیا یہاں تک کہ مجروح مر گیا۔ یہ بھی عمداً قتل مانا جائے گا۔ بہتر یہ ہے کہ قاضی گواہوں سے سوال کرے کہ اس نے قصداً ایسا کیا ہے یا نہیں؟[4] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، شامی ص ۵۰۱ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۲۳ جلد ۸، مبسوط ص ۱۶۷ جلد ۲۶، قاضی خان، ص ۳۹۸ جلد ۴)

مسئلہ ۱۳۸: دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے فلاں شخص کو تلوار سے خطاءً قتل کر دیا تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی اور عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اور اگر گواہوں نے یہ کہا کہ ہم نہیں جانتے کہ قصداً قتل کیا ہے یا خطاءً، تب بھی یہ گواہی مقبول ہوگی اور قاتل کے مال میں سے دیت دلائی جائے گی۔[5] (عالمگیری، ص ۱۶ جلد ۶)

مسئلہ ۱۳۹: ایک گواہ نے کسی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے خطاءً قتل کیا ہے اور دوسرے گواہ نے کہا کہ قاتل نے اس کا اقرار کیا ہے کہ اس سے یہ فعل خطاءً سرزد ہوا ہے تو یہ گواہی باطل ہے۔[6] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۹۵ جلد ۴، تبیین، ص ۱۲۳ جلد ۶، مبسوط ص ۱۰۴ جلد ۲۶، مجمع الانہر ص ۶۳۵ جلد ۲)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والاقرار به... إلخ، ج ٦، ص ١٦.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۴۰: اگر دونوں گواہ زمان و مکان میں اختلاف کرتے ہیں تو گواہی باطل ہے مگر جب دونوں جگہیں قریب قریب ہیں۔ مثلاً ایک گواہ کسی چھوٹے مکان کے ایک حصہ میں وقوع قتل کی گواہی دیتا ہے اور دوسرا اسی مکان کے دوسرے حصے میں تو یہ گواہی مقبول ہوگی۔[1] (بحرالرائق ص ۳۲۳ جلد ۸، عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، فتح القدیر وعنایہ ص ۲۹۵ جلد ۸، درمختار و شامی ص ۵۰۱ جلد ۵)

مسئلہ ۱۴۱: اگر دو گواہوں میں موضع زخم میں[2] اختلاف ہے تب بھی گواہی باطل ہے۔[3] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶)

مسئلہ ۱۴۲: اگر دو گواہوں میں آلہ قتل میں اختلاف ہو، ایک کہے کہ تلوار سے قتل کیا دوسرا کہے کہ پتھر سے قتل کیا۔ یا ایک کہے کہ تلوار سے قتل کیا اور دوسرا کہے کہ چھری سے قتل کیا یا ایک کہے کہ پتھر سے قتل کیا اور دوسرا کہے کہ لاٹھی سے قتل کیا تو یہ گواہی باطل ہے۔[4] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۱ جلد ۵، تبیین ص ۱۲۳ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۲۳ جلد ۸، مبسوط ص ۱۶۸ جلد ۲۶، قاضی خان ص ۳۹۵ ج ۴، مجمع الانہر ص ۶۳۴ جلد ۲)

مسئلہ ۱۴۳: ایک گواہ نے گواہی دی کہ قاتل نے تلوار سے قتل کرنے کا اقرار کیا تھا اور دوسرے گواہ نے کہا کہ قاتل نے چھری سے قتل کرنے کا اقرار کیا تھا اور مدعی کہتا ہے کہ قاتل نے دونوں باتوں کا اقرار کیا تھا لیکن اس نے قتل کیا ہے نیزہ مار کر تو یہ گواہی قبول کی جائے گی اور قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔[5] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶)

مسئلہ ۱۴۴: ایک گواہ نے گواہی دی کہ اس نے تلوار یا لاٹھی سے قتل کیا ہے اور دوسرے گواہ نے کہا کہ اس نے قتل کیا ہے مگر میں یہ نہیں جانتا کہ کس چیز سے قتل کیا ہے۔ تو یہ گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔[6] (عالمگیری ص ۱۶ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۹۵ جلد ۴، درمختار و شامی ص ۵۰۱ جلد ۵، تبیین ص ۱۲۳ جلد ۶، فتح القدیر وعنایہ ص ۲۹۵ جلد ۸، مجمع الانہر ۶۳۴ ج ۲)

مسئلہ ۱۴۵: دو شخصوں نے گواہی دی کہ زید نے عمرو کو قتل کیا ہے اور ہم یہ نہیں جانتے کہ کس چیز سے قتل کیا ہے تو یہ گواہی قبول کر لی جائے گی اور قاتل کے مال سے دیت دلائی جائے گی قصاص نہیں لیا جائے گا۔[7] (عالمگیری ص ۱۶ ج ۶، قاضی خان ص ۳۹۵ ج ۴، درمختار و شامی ص ۵۰۲ ج ۵، فتح القدیر ص ۱۴۷، عنایہ ص ۲۹۵ ج ۸، تبیین ص ۱۲۳ ج ۶، بحرالرائق ص ۲۲۳، ج ۸، طحطاوی ص ۲۷۸ ج ۴، مجمع الانہر ص ۶۳۵ ج ۲، وملتقی الابحر ص ۶۳۵ ج ۲)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والاقراربه...إلخ، ج ٦، ص ١٦.

2 ......یعنی زخم کی جگہ میں۔

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والاقراربه...إلخ، ج ٦، ص ١٦.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۴۶: اگر دو آدمی دو اشخاص کے متعلق گواہی دیں کہ انھوں نے زید کے ایک ہی ہاتھ کی ایک ایک انگلی کاٹی ہے اور یہ نہ بتائیں کہ کس نے کونسی انگلی کاٹی ہے تو یہ شہادت باطل ہے۔[1] (عالمگیری ص ۱۶ ج ۶، مبسوط ص ۱۷۱ ج ۲۶)

مسئلہ ۱۴۷: دو آدمی دو اشخاص کے متعلق گواہی دیتے ہیں کہ ان دونوں نے ایک شخص کو قتل کیا ہے۔ ایک نے تلوار سے اور ایک نے لاٹھی سے اور گواہ یہ نہیں بتاتے کہ کس نے لاٹھی سے اور کس نے تلوار سے قتل کیا ہے تو یہ گواہی باطل ہے۔[2] (عالمگیری، ص ۱۶، ج ۶)

مسئلہ ۱۴۸: دو آدمیوں نے گواہی دی کہ زید نے عَمْرو کا ہاتھ پہنچے سے[3] قصداً کاٹا ہے اور ایک تیسرے گواہ نے کہا کہ زید نے عمرو کا پاؤں ٹخنے سے کاٹا ہے۔ پھر تینوں نے یہ گواہی دی کہ مجروح صاحب فراش رہ کر مرگیا[4] اور مقتول کا ولی یہ دعویٰ کرتا ہے کہ یہ دونوں فعل عمداً ہوئے ہیں تو قاتل کے مال سے نصف دیت دلائی جائے گی۔[5] (عالمگیری، ص ۱۶ جلد ۶، مبسوط ص ۱۶۸ جلد ۲۶)

مسئلہ ۱۴۹: دو آدمیوں نے کسی کے خلاف گواہی دی کہ اس نے فلاں شخص کا ہاتھ پہنچے سے قصداً کاٹا پھر اس کو قصداً قتل کر دیا تو مقتول کے ورثاء کو یہ حق ہے کہ پہلے ہاتھ کاٹ کر قصاص لیں اور پھر قتل کریں۔ ہاں قاضی کے لیے یہ مناسب ہے کہ وہ ان سے کہے کہ صرف قتل پر اکتفاء کرو ہاتھ کا قصاص مت لو۔[6] (عالمگیری، ص ۱۷ جلد ۶)

مسئلہ ۱۵۰: دو آدمیوں نے زید کے خلاف گواہی دی کہ اس نے عمرو کو خطاءً قتل کیا ہے اور قاضی نے اس پر دیت کا فیصلہ کر دیا۔ اس کے بعد عمرو جس کے قتل کی گواہی دی گئی تھی زندہ آ گیا تو جن لوگوں نے دیت ادا کی تھی ان کو اختیار ہے کہ چاہیں تو عمرو کے ولی کو ضامن قرار دیں یا گواہوں کو، اگر گواہوں کو ضامن بنائیں اور وہ تاوان دے دیں تو پھر وہ گواہ ولی سے دیت واپس لے لیں۔[7] (عالمگیری، ص ۱۷ جلد ۶، درمختار و شامی، ص ۵۰۲ جلد ۵، مجمع الانہر، ص ۶۳۵ جلد ۲)

مسئلہ ۱۵۱: دو آدمیوں نے زید کے خلاف گواہی دی کہ اس نے عمرو کو قصداً قتل کیا ہے اور زید کو قصاص میں قتل کر دیا گیا اس کے بعد عمرو زندہ واپس آ گیا تو زید کے ورثا کو اختیار ہے کہ عَمْرو کے ولی سے دیت لیں یا

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس في الشهادة في القتل والإقرار به... إلخ، ج٦، ص١٦.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... یعنی کلائی سے۔

4 ...... یعنی زخمی ہونے کے بعد بستر پر پڑے پڑے مرگیا۔

5 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس في الشهادة في القتل والإقرار به... إلخ، ج٦، ص١٦.

6 ...... المرجع السابق.

7 ...... المرجع السابق، ص١٧.

گواہوں سے۔[1] (عالمگیری ص ۱۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۳ ج ۵، مجمع الانہر، ص ۶۳۵ جلد ۲)

مسئلہ ۱۵۲: دو آدمیوں نے ایک شخص کے خلاف گواہی دی کہ اس نے قتل خطا یا عمد کا اقرار کیا ہے اور اس پر فیصلہ کر دیا گیا اس کے بعد وہ شخص زندہ پایا گیا تو گواہوں پر کوئی تاوان نہیں۔ البتہ دونوں صورتوں میں ولی مقتول پر تاوان ڈالا جائے گا۔[2] (ہندیہ، ص ۱۷ ج ۶، درمختار و شامی، ص ۵۰۳ ج ۵، مجمع الانہر، ص ۶۳۶ جلد ۲)

مسئلہ ۱۵۳: دو آدمیوں نے گواہی دی کہ فلاں دو اشخاص نے ہم کو گواہ بنایا ہے کہ زید نے عمرو کو خطاءً قتل کر دیا ہے ان کی گواہی پر دیت کا حکم دے دیا گیا اس کے بعد عمرو زندہ پایا گیا تو ولی پر دیت واپس کرنا واجب ہے اور ان شاہدین فرع[3] پر کچھ تاوان نہیں ہے۔ اگر چہ اصل گواہ آ کر ان کو گواہ بنانے سے انکار کریں اور اگر اصل گواہ آ کر یہ اقرار کریں کہ ہم نے جان بوجھ کر غلط بات پر ان کو گواہ بنایا تھا تب بھی ان شاہدین فرع پر کچھ تاوان نہیں ہے۔[4] (ہندیہ، ص ۱۷ ج ۶، درمختار و شامی، ص ۵۰۳ ج ۵)

مسئلہ ۱۵۴: کسی نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے میرے ولی کا سر پھاڑ دیا اور اسی سے اس کی موت واقع ہوگئی اور دو گواہوں نے زخم کی گواہی دی اور یہ کہا کہ وہ مرنے سے پہلے اچھا ہوگیا تھا۔ تو زخم کے بارے میں ان کی شہادت مان لی جائے گی۔ اور صرف زخم کے قصاص کا حکم دیا جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک گواہ نے کہا کہ وہی زخم موت کا سبب بنا تھا اور دوسرے نے کہا کہ وہ مرنے سے پہلے اچھا ہوگیا تھا تب بھی صرف زخم کے قصاص کا حکم دیا جائے گا۔[5] (ہندیہ، ص ۱۷ ج ۶)

مسئلہ ۱۵۵: کسی مقتول نے دو بیٹے چھوڑے ان میں سے ایک نے کسی شخص کے خلاف گواہ پیش کئے کہ اس نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے بیٹے نے گواہ پیش کئے کہ اس نے اور دوسرے شخص نے مل کر میرے باپ کو قصداً قتل کیا ہے تو اس صورت میں قصاص نہیں ہے۔[6] (ہندیہ، ص ۱۷ جلد ۶)

مسئلہ ۱۵۶: کسی مقتول کے دو بیٹے ہیں ان میں سے ایک نے گواہ پیش کئے کہ فلاں شخص نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے بیٹے نے گواہ پیش کئے کہ اس کے غیر فلاں شخص نے میرے باپ کو خطاءً قتل کیا ہے تو کسی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ پہلے بیٹے کے لیے اس کے مدعیٰ علیہ کے مال سے ۳ سال میں نصف دیت لی جائے گی اور دوسرے بیٹے کے لیے مدعیٰ علیہ کے عاقلہ سے بقیہ نصف دیت ۳ سال میں لی جائے گی۔[7] (ہندیہ از زیادات، ص ۱۷ ج ۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس في الشهادة في القتل والإقرار به...إلخ، ج٦، ص١٧.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی وہ گواہ جنہیں دو گواہوں نے گواہ بنایا تھا۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس في الشهادة في القتل والإقرار به...إلخ، ج٦، ص١٧.

5 ......المرجع السابق۔ 6 ......المرجع السابق۔ 7 ......المرجع السابق۔

مسئلہ ۱۵۷: کسی مقتول نے دو بیٹے اور ایک موصٰی لہ (جس کے لیے وصیت کی گئی) چھوڑے۔ پھر ایک بیٹے نے دعوےٰ کیا کہ فلاں شخص نے میرے باپ کو عمداً قتل کیا ہے اور اس پر گواہ پیش کئے اور دوسرے بیٹے نے اسی قاتل یا دوسرے شخص پر خطاءً قتل کا الزام لگا کر گواہ پیش کئے اور موصٰی لہ قتل خطا کے مدعی کی تصدیق کرتا ہے تو اس بیٹے اور موصٰی لہ کے لیے قاتل کے عاقلہ پر ۳ سال میں ۲/۳ دیت ہے اور قتل عمد کے مدعی بیٹے کے لیے قاتل کے مال میں ۳ سال میں ۱/۳ دیت ہے اور اگر موصٰی لہ نے قتل عمد کے مدعی کی تصدیق کی تو قتل خطا کے مدعی کے لیے ایک تہائی دیت قاتل کے عاقلہ پر ۳ برس میں ہے۔ اور نصف دیت کا تہائی موصٰی لہ کے لیے اور نصف دیت کا دو تہائی قتلِ عمد کے مدعی کے لیے قاتل کے مال میں ہے اور اگر موصٰی لہ نے دونوں کی تصدیق یا تکذیب کی[1] تو موصٰی لہ کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر موصٰی لہ کہتا ہے کہ مجھ کو یہ معلوم نہیں کہ قتل خطاءً ہوا ہے یا عمداً تو اس کا حق ابھی باطل نہیں ہوگا۔ جس وقت بھی موصٰی لہ کسی ایک بیٹے کی تصدیق کر دے گا تو مذکورہ بالا تفصیل کے مطابق موصٰی لہ کو حق مل جائے گا اور اگر بجائے موصٰی لہ کے مقتول کا تیسرا بیٹا ہو اور تصدیق و تکذیب میں مذکورہ بالا صورتیں اختیار کرے، تو ایک صورت کے سوا باقی تمام صورتوں میں وہی حکم ہے اور وہ ایک صورت یہ ہے کہ اگر تیسرے بیٹے نے مدعیِ قتل عمد کی تصدیق کی تو اس کو اور مدعیِ قتلِ عمد کو ایک تہائی دیت ملے گی۔[2] (ہندیہ ص ۱۷ جلد ۶)

مسئلہ ۱۵۸: مقتول کے دو بیٹوں میں سے بڑے نے چھوٹے کے خلاف گواہ پیش کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے گواہ پیش کئے کہ فلاں اجنبی نے قتل کیا ہے تو بڑے کو چھوٹے سے نصف دیت دلائی جائے گی اور چھوٹے کو اس اجنبی سے نصف دیت دلائی جائے گی۔[3] (ہندیہ ص ۱۸ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۲۳ جلد ۸)

مسئلہ ۱۵۹: مقتول کے تین بیٹوں میں سے بڑے نے منجھلے کے خلاف گواہ پیش کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور منجھلے نے چھوٹے کے خلاف گواہ پیش کئے کہ اس نے باپ کو قتل کیا ہے اور چھوٹے نے بڑے کے خلاف قتل کے گواہ پیش کئے تو سب شہادتیں قبول کر لی جائیں گی، لیکن قصاص کسی سے بھی نہیں لیا جائے گا۔ بلکہ ہر مدعی اپنے مدعیٰ علیہ سے ایک تہائی دیت لے گا۔[4] (ہندیہ، ص ۱۸ جلد ۶)

مسئلہ ۱۶۰: مقتول نے زید، عَمْرو اور بکر تین بیٹے چھوڑے، زید نے گواہ پیش کئے کہ عمرو و بکر نے باپ کو قتل کیا ہے اور عمرو و بکر نے زید کے قاتل ہونے پر گواہ پیش کئے تو قول امام پر[5] زید دونوں بھائیوں سے ان کے مال میں سے نصف دیت

---

1 ...... یعنی جھٹلایا۔

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقراربه...إلخ، ج٦، ص١٧، ١٨.

3 ......المرجع السابق، ص ١٨.   4 ...... المرجع السابق.

5 ...... یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول کے مطابق۔

لے گا اگرقتل عمد کا دعویٰ تھا، اوران کے عاقلہ سے نصف دیت لے گا اگرقتل خطاءً کا دعویٰ تھا، اور عمرو وبکر زید کے مال سے نصف دیت لیں گے اگرقتلِ عمد کا دعویٰ تھا اور اگرقتل خطاء کا دعویٰ تھا تو زید کے عاقلہ سے نصف دیت لیں گے۔[1] (ہندیہ ص ۱۸ جلد ۶)

مسئلہ ۱۶۱: مقتول نے ایک بیٹا اور ایک بھائی چھوڑا ان میں سے ہر ایک دوسرے پر قتل کا دعویٰ کر کے اس کے خلاف گواہ پیش کرتا ہے تو بھائی کے گواہ لغو قرار پائیں گے[2] اور بیٹے کے گواہوں کی گواہی پر بھائی کے خلاف فیصلہ کر دیا جائے گا۔[3] (ہندیہ ص ۱۸ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۲۴ جلد ۸)

(اقرارِ قتل کا بیان)

مسئلہ ۱۶۲: دو آدمیوں میں سے ہر ایک نے زید کے قتل کا اقرار کیا اور ولی زید کہتا ہے کہ تم دونوں نے قتل کیا ہے۔ تو قصاص میں دونوں کو قتل کر دیا جائے گا۔[4] (ہندیہ ص ۱۸ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۲۵ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۲۴ جلد ۶، مجمع الانہر ص ۶۳۵ ج ۲، ملتقی الابحر ص ۶۳۵ جلد ۲)

مسئلہ ۱۶۳: اگر چند گواہوں نے گواہی دی کہ زید کو فلاں شخص نے قتل کیا ہے اور دوسرے چند گواہوں نے گواہی دی کہ زید کا قاتل دوسرا شخص ہے اور ولی نے کہا کہ دونوں نے قتل کیا ہے تو یہ دونوں شہادتیں باطل ہیں۔[5] (ہندیہ ص ۱۹ جلد ۶، فتح القدیر ص ۲۹۷ جلد ۸ وعنایہ، تبیین الحقائق ص ۱۲۴ جلد ۶، مجمع الانہر ص ۶۳۳ جلد ۲)

مسئلہ ۱۶۴: کسی شخص نے اقرار کیا کہ میں نے فلاں شخص کو قصداً قتل کیا ہے اور مقتول کے ولی نے اس کی تصدیق کر کے قصاص میں اس کو قتل کر دیا، پھر ایک دوسرے شخص نے آ کر اقرار کیا کہ میں نے اس کو قصداً قتل کیا ہے تو ولی اس کو بھی قتل کر سکتا ہے اور اگر پہلے قاتل کے اقرار کے وقت ولی نے اس سے یہ کہا تھا کہ تو نے تنہا عمداً قتل کیا تھا اور اس کو قصاص میں قتل کر دیا پھر دوسرے نے آ کر یہ اقرار کیا کہ میں نے تنہا عمداً قتل کیا ہے اور ولی نے اس کی تصدیق بھی کر دی تو ولی پر پہلے قاتل کے قتل کی دیت واجب ہوگی اور دوسرے قاتل پر ولی کے لیے دیت لازم ہوگی۔[6] (ہندیہ از محیط ص ۱۹ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۲۵ جلد ۸)

مسئلہ ۱۶۵: کسی نے کسی کے قتل خطاء کا اقرار کیا اور ولیِ مقتول قتلِ عمد کا دعویٰ کرتا ہے تو قاتل کے مال سے ولی کو دیت دلوائی جائے گی۔[7] (ہندیہ ص ۱۹ جلد ۶، مبسوط ص ۱۰۵ جلد ۲۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقرار به...إلخ، ج ٦، ص ١٨.

2 ......یعنی قابل قبول نہیں ہوں گے۔

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقرار به...إلخ، ج ٦، ص ١٨.

4 ......المرجع السابق، ص ١٩. 5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۶۶: اگر قاتل قتل عمد کا اقرار کرے اور ولی مقتول قتل خطا کا مدعی ہو تو مقتول کے ورثاء کو کچھ نہیں ملے گا اور اگر ولی نے بعد میں قاتل کے قول کی تصدیق کر دی اور کہہ دیا کہ تو نے قصداً قتل کیا ہے تو قاتل پر دیت لازم ہے۔[1] (عالمگیری ازمحیط وقاضی خان ص ۱۹ جلد ۶)

مسئلہ ۱۶۷: کسی شخص نے دو آدمیوں پر دعویٰ کیا کہ انھوں نے میرے باپ کو عمداً آلہ دھار دار سے قتل کر دیا ہے ان میں سے ایک شخص نے تنہا عمداً قتل کا اقرار کیا اور دو گواہوں نے گواہی دی کہ دوسرے مدعیٰ علیہ نے تنہا قصداً قتل کیا ہے تو یہ شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر خطاءً قتل کا دعویٰ ہو تو اقرار کرنے والے سے نصف دیت لی جائے گی اور دوسرے مدعیٰ علیہ پر کچھ لازم نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص ۱۹ جلد ۶)

مسئلہ ۱۶۸: اگر دو مدعیٰ علیہ میں سے ایک نے تنہا عمداً قتل کرنے کا اقرار کیا اور دوسرے نے انکار۔ اور مدعی کے پاس گواہ نہیں ہیں تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر دونوں میں سے ایک نے خطاً قتل کا اور دوسرے نے عمداً قتل کا اقرار کیا تو دونوں پر دیت لازم ہوگی۔[3] (عالمگیری ص ۱۹ جلد ۶)

مسئلہ ۱۶۹: کسی نے دو آدمیوں پر دعویٰ کیا کہ انھوں نے میرے ولی کو دھار دار آلے سے قتل کیا ہے ان میں سے ایک نے مدعی کی تصدیق کی اور دوسرے نے کہا کہ میں نے خطاً لاٹھی سے مارا تھا تو ان دونوں کے مال میں سے ولی کو تین سال میں دیت دلائی جائے گی۔ اور اگر ولی کا دعویٰ قتل خطا کا تھا اور ان دونوں نے قتلِ عمد کا اقرار کیا تو مدعیٰ علیہ بری کر دیئے جائیں گے اور اگر دعویٰ قتل خطا کا تھا اور مدعی علیہ نے مدعی کی تصدیق کی تو دیت واجب ہوگی اور اگر دعویٰ قتل خطا کا تھا اور ایک قاتل نے عمداً قتل کا اقرار کیا اور دوسرے نے قتل خطا کا، تب بھی دونوں پر دیت لازم ہوگی۔[4] (عالمگیری ازمحیط ص ۱۹ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۲۵ ج ۸)

مسئلہ ۱۷۰: کسی نے دو اشخاص پر دعویٰ کیا کہ انھوں نے میرے ولی کو عمداً قتل کیا ہے ان میں سے ایک نے کہا کہ ہم نے عمداً قتل کیا ہے اور دوسرے نے قتل ہی کا انکار کر دیا تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر دعویٰ قتل خطا کا ہو اور ایک مدعیٰ علیہ کہے کہ ہم نے عمداً قتل کیا ہے اور دوسرا قتل ہی کا انکار کرے تو ملزم بری کر دیئے جائیں گے۔[5] (عالمگیری ص ۱۹ ج ۶)

مسئلہ ۱۷۱: کسی نے زید سے کہا کہ میں نے اور فلاں شخص نے تیرے ولی کو عمداً قتل کیا ہے اور اس کے ساتھی نے کہا کہ ہم نے خطاً قتل کیا ہے اور زید نے اقرار کرنے والے سے کہا کہ تنہا تو نے عمداً قتل کیا ہے تو زید قتلِ عمد کا اقرار کرنے والے سے قصاص لے گا اور اگر زید نے قتلِ خطا کا دعویٰ کیا تو دونوں بری کر دیئے جائیں گے۔[6] (ہندیہ ص ۱۹ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۲۵ ج ۸)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس فی الشهادة فی القتل والإقرار به...إلخ، ج ٦، ص ١٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص ١٩، ٢٠.

مسئلہ۱۷۲: کسی نے زید سے کہا کہ میں نے تیرے ولی کا ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور فلاں شخص نے اس کا پیر قصداً کاٹا تھا اور اسی وجہ سے اس کی موت واقع ہوگئی تھی اور زید یہ کہتا ہے کہ تو نے تنہا اس کے ہاتھ پیر عمداً کاٹے ہیں اور دوسرا شخص اس جرم میں شرکت کا انکار کرتا ہے۔ تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا اور اگر زید نے کہا کہ تو نے عمداً اس کا ہاتھ کاٹا تھا اور پیر کاٹنے والے کا مجھ کو علم نہیں تو ابھی قصاص نہیں لیا جائے گا۔ ہاں اگر کسی وقت زید اس ابہام کو دور کردے اور یہ کہے کہ مجھے یاد آ گیا کہ تیرے ساتھی نے قصداً پیر کاٹا تھا تو اقرار کرنے والا قصاص میں قتل کیا جائے گا۔ لیکن اگر قاضی اس کے ابہام کو دور کرنے سے پہلے بطلان حق کا فیصلہ کرچکا ہے تو اس کا ابہام دور کرنے سے حق واپس نہیں ملے گا۔[1] (ہندیہ ص۲۰ جلد۶، بحرالرائق ص۳۲۵ جلد۸)

مسئلہ۱۷۳: کوئی شخص مقتول پایا گیا کہ اس کے دونوں ہاتھ کٹے ہوئے تھے اور ولی نے دعویٰ کیا کہ فلاں شخص نے اس کا داہنا ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور فلاں شخص نے اس کا بایاں ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور ان دونوں ہاتھوں کے کاٹنے سے اس کی موت واقع ہوئی تھی۔ بایاں ہاتھ کاٹنے والے نے قصداً ہاتھ کاٹنے اور صرف اسی سبب سے موت واقع ہونے کا اقرار کیا اور دایاں ہاتھ کاٹنے والے نے قطع ید کا انکار کیا تو اقرار کرنے والے سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اگر ولی نے کہا کہ فلاں شخص نے بایاں ہاتھ قصداً کاٹا تھا اور داہنا ہاتھ بھی قصداً کاٹا گیا ہے مگر اس کے کاٹنے والے کا مجھے علم نہیں ہے اور موت دونوں ہاتھوں کے کٹنے سے واقع ہوئی ہے بایاں ہاتھ کاٹنے والا اقرار کرتا ہے کہ میں نے عمداً بایاں ہاتھ کاٹا ہے اور صرف اسی وجہ سے موت واقع ہوئی ہے، تو اقرار کرنے والا بھی بری ہوجائے گا۔ اور اگر ولی نے کہا کہ فلاں نے داہنا ہاتھ قصداً کاٹا اور فلاں نے بایاں قصداً کاٹا اور بائیں ہاتھ کا کاٹنے والا کہتا ہے کہ میں نے بایاں ہاتھ قصداً کاٹا ہے اور داہنا ہاتھ کاٹنے والے کا مجھے علم نہیں ہے لیکن یہ جانتا ہوں کہ داہنا ہاتھ قصداً کاٹا گیا اور موت اسی سے واقع ہوئی ہے، تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اقرار کرنے والے پر نصف دیت لازم ہوگی۔[2] (عالمگیری از محیط ص۲۰ جلد۶، بحرالرائق ص۳۲۵ جلد۸)

مسئلہ۱۷۴: کسی مقتول کے دو بیٹوں میں سے ایک حاضر اور دوسرا غائب ہے۔ حاضر نے کسی شخص پر اپنے باپ کے قتل عمد کا دعویٰ کیا اور گواہ پیش کردیئے لیکن قاتل نے اس بات کے گواہ پیش کئے کہ غائب بیٹے نے مجھے معاف کردیا ہے تو قصاص ساقط ہوجائے گا اور مدعی کو نصف دیت دلائی جائے گی۔[3] (درمختار و شامی ص۵۰۰ جلد۵، بحرالرائق ص۳۲۰ جلد۸، تبیین ص۱۲۲ جلد۶، فتح القدیر و عنایہ ص۲۹۳ جلد۸)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس فی الشھادة فی القتل والإقرار به...إلخ، ج۶، ص۲۰.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب الشھادة فی القتل وإعتبار حالته، ج۱۰، ص۲۲۵، ۲۲۶.

مسئلہ ۱۷۵: قتل خطا اور ہر ایسے قتل میں جس میں قصاص واجب نہ ہو ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت قبول کر لی جائے گی۔[1] (خانیہ ص ۳۹۵ جلد ۴، طحطاوی علی الدر ص ۲۷۶ جلد ۴)

مسئلہ ۱۷۶: کسی بچے نے یہ اقرار کیا کہ میں نے اپنے باپ کو عمداً قتل کر دیا ہے تو اس پر قصاص واجب نہیں ہوگا اور مقتول کی دیت بچہ کے عاقلہ پر واجب ہوگی اور بچہ وارث بھی ہوگا۔ مجنون کا حکم بھی یہی ہے۔[2] (خانیہ ص ۳۹۵ جلد ۴)

مسئلہ ۱۷۷: اگر نابالغ بچے کے کسی ایسے قریبی رشتے دار کو قتل کر دیا گیا یا اعضاء کاٹ دیئے گئے جس کے قصاص کا حق بچے کو تھا، تو اس بچے کے باپ کو قصاص لینے اور دیت کے مساوی یا اس سے زیادہ مال پر صلح کرنے کا حق ہے اور اگر مقدار دیت سے کم پر صلح کرلے گا تب بھی صلح صحیح ہوجائے گی لیکن پوری دیت لازم ہوگی مگر معاف کرنے کا حق نہیں ہے اور وصی کو نفس کے قصاص وعفو کا[3] حق نہیں ہے۔ صرف دیت کے مساوی یا اس سے زیادہ مال پر صلح کا حق ہے اور مادون النفس میں[4] قصاص و صلح کا حق ہے، عفو کا حق نہیں ہے۔[5] (شامی ص ۴۷۵ جلد ۵، قاضی خان ص ۴۴۲ ج ۳، درر غرر ص ۹۴ ج ۲، طحطاوی ص ۲۶۳ ج ۴)

مسئلہ ۱۷۸: قاتل اور اولیائے مقتول اگر مال پر صلح کرلیں تو قصاص ساقط ہوجائے گا اور جس مال پر صلح کی ہے وہ لازم ہوگا اور اگر نقد و ادھار کا ذکر نہیں کیا تو فوراً ادا کرنا واجب ہوگا۔[6] (عالمگیری ص ۲۰ ج ۶، فتح القدیر و عنایہ ص ۲۷۵ ج ۸)

مسئلہ ۱۷۹: اگر قتل خطاءً تھا اور مال معین پر صلح کی اور اس کا کوئی وقت معین نہیں کیا تو اگر قاضی کی قضا اور دیت کی کسی خاص قسم پر فریقین کی رضامندی سے پہلے یہ صلح ہے تو یہ مال موجل ہوگا۔[7] (ہندیہ ص ۲۰ جلد ۶)

مسئلہ ۱۸۰: اگر ایک حر[8] اور ایک غلام نے مل کر کسی کو قتل کیا پھر حر نے اور غلام کے مالک نے کسی شخص کو مصالحت کے لیے وکیل بنایا۔ اس نے جس رقم پر مصالحت کی وہ حر اور غلام کے مالک پر نصف نصف واجب ہوگی۔[9] (عالمگیری ص ۲۰ ج ۶، ہدایہ ص ۱۷۵ ج ۴)

---

1. ......"الفتاوى الخانيه"، كتاب الجنايات، باب الشهادة على الجناية ج ٢، ص ٣٩٥.
2. ......المرجع السابق،ص٣٩٦.
3. ......یعنی معاف کرنے کا۔
4. ......یعنی قتل سے کم جسمانی نقصان میں مثلاً ہاتھ پاؤں توڑنا وغیرہ۔
5. ......"ردالمحتار"، كتاب الجنايات،فصل فيما يوجب القود ومالايوجبه ،ج١٠،ص١٧٤، ١٧٥.
6. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السادس فى الصلح والعفو...إلخ،ج٦،ص٢٠.
7. ......المرجع السابق.
8. ......آزاد یعنی جو غلام نہ ہو۔
9. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السادس فى الصلح والعفو...إلخ،ج٦، ص٢٠.

مسئلہ ۱۸۱: قتل خطاء میں دیت کی کسی خاص قسم پر قضائے قاضی ہوچکی یا فریقین راضی ہوچکے تو اس کے بعد اسی نوع کی زیادہ مقدار پر صلح کرنا جائز نہیں ہے اور کم پر جائز ہے صلح نقد اور ادھار دونوں طرح جائز ہے اور اگر کسی دوسری قسم کے مال پر صلح کرنا چاہیں تو زیادہ پر بھی صلح جائز ہے لیکن اگر قاضی نے دراہم پر فیصلہ کیا اور انھوں نے اس سے زیادہ قیمت کے دنانیر[1] پر صلح کی تو نقد جائز ہے اور ادھار ناجائز ہے اور اگر کسی غیر معین جانور پر صلح کی تو ناجائز ہے اور معین پر جائز ہے۔ اگرچہ مجلس میں قبضہ نہ کیا جائے۔ اور اگر ان دراہم سے کم مالیت کے دنانیر پر صلح کی تو ادھار ناجائز ہے اور نقد جائز ہے۔ اسی طرح اگر قاضی کا فیصلہ دراہم پر تھا اور انھوں نے غیر معین سامان پر صلح کی تو ناجائز ہے اور معین پر جائز ہے، مجلس میں قبضہ کریں یا نہ کریں۔[2] (عالمگیری ص۲۰ ج۶، بحرالرائق ص۳۱۸ ج۸)

مسئلہ ۱۸۲: قضاء قاضی اور فریقین کی دیت معین پر رضامندی سے پہلے اگر فریقین ان اموال پر صلح کرنا چاہیں جو دیت میں لازم ہوتے ہیں تو دیت کی مقدار سے زائد پر صلح ناجائز ہے اگرچہ نقد پر ہو اور کم پر نقد و ادھار دونوں طرح جائز ہے اور اگر دیت کے مقررہ اموال کے علاوہ کسی دوسری چیز پر صلح کرنا چاہیں تو ادھار ناجائز ہے اور نقد جائز ہے۔[3] (عالمگیری از محیط ص۲۰ ج۶)

مسئلہ ۱۸۳: کسی شخص نے عمداً قتل کیا اور مقتول کے دو ولی ہیں۔ ایک ولی نے کل خون کے بدلے میں پچاس ہزار ۵۰،۰۰۰ پر صلح کرلی تو اس کو پچیس ہزار ۲۵،۰۰۰ ملیں گے اور دوسرے کو نصف دیت ملے گی۔[4] (عالمگیری ص۲۰ جلد۶)

مسئلہ ۱۸۴: مقتول کے ورثاء میں سے مرد، عورت، ماں، دادی وغیرہ کسی ایک نے قصاص معاف کردیا یا بیوی کا قصاص شوہر نے معاف کردیا تو قاتل سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔[5] (عالمگیری ص۲۰ جلد۶)

مسئلہ ۱۸۵: اگر ورثاء میں سے کسی نے قصاص کے اپنے حق کے بدلے میں مال پر صلح کرلی یا معاف کردیا تو باقی ورثاء کے قصاص کا حق ساقط ہوجائے گا اور دیت سے اپنا حصہ پائیں گے اور معاف کرنے والے کو کچھ نہیں ملے گا۔[6] (عالمگیری ص۲۱ ج۶)

مسئلہ ۱۸۶: قصاص کے دو مستحق اشخاص میں سے ایک نے معاف کردیا تو دوسرے کو نصف دیت تین سال میں قاتل کے مال سے ملے گی۔[7] (عالمگیری از کافی ص۲۱ ج۶)

---

1 ......سونے کے سکے۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ، ج٦، ص ٢٠.

3 ......المرجع السابق.　4 ......المرجع السابق.　5 ......المرجع السابق، ص ٢٠، ٢١.

6 ......المرجع السابق، ص ٢١.　7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۸۷: دو اولیاء میں سے ایک نے قصاص معاف کر دیا دوسرے نے یہ جانتے ہوئے کہ اب قاتل کو قتل کرنا حرام ہے، قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔ اور اس کو اصل قاتل کے مال سے نصف دیت ملے گی اور اگر حرمت قتل کا علم نہ تھا تو اس پر اپنے مال میں اصل قاتل کے لئے دیت ہے۔ دوسرے ولی کے معاف کرنے کو جانتا ہو یا نہ جانتا ہو۔[1] (ہندیہ از محیط ص۲۱ ج۶)

مسئلہ ۱۸۸: کسی نے دو اشخاص کو قتل کر دیا اور ان دونوں کا ولی ایک شخص ہے اس نے ایک مقتول کا قصاص معاف کر دیا تو اسے دوسرے مقتول کے قصاص میں قتل کرنے کا حق نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص۲۱ جلد۶ از جوہرۂ نیرہ)

مسئلہ ۱۸۹: دو قاتلوں میں سے ولی نے ایک کو معاف کر دیا تو دوسرے سے قصاص لیا جائے گا۔[3] (عالمگیری از محیط ص۲۱ جلد۶، قاضی خان ص۳۹۰ جلد۴)

مسئلہ ۱۹۰: کسی نے دو اشخاص کو قتل کر دیا ایک مقتول کے ولی نے قاتل کو معاف کر دیا تو دوسرے مقتول کا ولی اس کو قصاص میں قتل کر سکتا ہے۔[4] (عالمگیری از سراج الوہاج ص۲۱ جلد۶، قاضی خان ص۳۹۰ ج۴)

مسئلہ ۱۹۱: مجروح کی موت سے قبل ولی نے معاف کر دیا تو استحساناً جائز ہے۔[5] (عالمگیری، ص۲۱ جلد۶ از محیط)

مسئلہ ۱۹۲: کسی نے کسی کو قصداً قتل کر دیا اور ولی مقتول کے لئے قاضی نے قصاص کا فیصلہ کر دیا اور ولی نے کسی شخص کو اس کے قتل کا حکم دیا۔ پھر کسی شخص نے ولی سے معافی کی درخواست کی اور ولی نے قاتل کو معاف کر دیا مامور کو اس معافی کا علم نہیں ہوا اور اس نے قتل کر دیا تو مامور پر دیت لازم ہے اور وہ ولی سے یہ دیت وصول کر لے گا۔[6] (عالمگیری از ظہیریہ ص۲۱ ج۶)

مسئلہ ۱۹۳: ولی یا وصی کو نابالغ مقتول کے خون کو معاف کرنے کا حق نہیں۔[7] (عالمگیری از محیط سرخسی ص۲۱ جلد۶، قاضی خان ص۳۹۰ ج۴)

مسئلہ ۱۹۴: کسی نے کسی کے بھائی کو عمداً قتل کر دیا اور مقتول کے بھائی نے گواہ پیش کئے کہ اس کے سوا مقتول کا کوئی اور وارث نہیں ہے اور قاتل نے گواہ پیش کئے کہ مقتول کا بیٹا زندہ ہے تو ابھی فیصلہ ملتوی رہے گا۔ اگر قاتل نے گواہ پیش کئے کہ مقتول کے بیٹے نے دیت پر صلح کر کے قبضہ بھی کر لیا ہے یا اس نے معاف کر دیا ہے تو قاتل کے گواہوں کی شہادت قبول ہوگی۔ اس کے بعد بیٹا اگر اس کا انکار کرے تو قاتل کو بیٹے کے مقابلے میں دوبارہ گواہ پیش کرنے ہوں گے اور بھائی کے مقابلے میں جو شہادت پیش کی تھی کافی نہیں ہوگی۔[8] (قاضی خان ص۳۹۷ جلد۴، عالمگیری ص۲۱ جلد۶)

---

1 ……"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ، ج٦، ص٢١.

2 ……المرجع السابق. 3 ……المرجع السابق. 4 ……المرجع السابق. 5 ……المرجع السابق.

6 ……المرجع السابق. 7 ……المرجع السابق. 8 ……المرجع السابق.

مسئلہ ۱۹۵: مقتول کے دو بھائی ہیں اور قاتل نے گواہ پیش کیے کہ ایک غائب بھائی نے مال پر مجھ سے صلح کر لی ہے تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی پھر اگر اس غائب بھائی نے آ کر صلح کا انکار کیا تو دوبارہ گواہ پیش کرنے کی ضرورت نہیں ہے، اس صورت میں حاضر بھائی کو نصف دیت مل جائے گی اور غائب کو کچھ نہیں ملے گا۔[1] (قاضی خان ص ۳۹۸ جلد ۴، ہندیہ ص ۲۱ جلد ۶)

مسئلہ ۱۹۶: مقتول کے دو اولیاء میں سے ایک غائب ہے اور قاتل نے گواہ پیش کیے کہ غائب نے معاف کر دیا ہے تو یہ شہادت قبول کر لی جائے گی اور غائب کے حق میں معافی مان لی جائے گی اور اس عفو کے فیصلے کے بعد غائب کے آنے پر دوبارہ شہادت کی ضرورت نہیں ہے۔ اور اگر قاتل غائب کی معافی کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کے پاس گواہ نہیں ہیں لیکن چاہتا ہے کہ حاضر کو قسم دی جائے تو یہ فیصلہ غائب کے آنے تک ملتوی رکھا جائے گا۔ پھر اگر غائب نے آ کر معافی کا انکار کیا اور قسم کھائی تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ص ۲۱ جلد ۶، مبسوط ص ۱۶۲ جلد ۲۶)

مسئلہ ۱۹۷: قاتل کہتا ہے کہ ولی غائب کے معاف کرنے کے گواہ میرے پاس ہیں تو قاضی گواہوں کو پیش کرنے کے لیے اپنی صوابدید کے مطابق مہلت دے دے اور ابھی فیصلہ نہ کرے۔ مقررہ مدت گزرنے کے بعد یا ابتداء مقدمہ ہی میں قاتل نے گواہوں کے غائب ہونے کی بات کہی تو استحساناً اب بھی فیصلہ ملتوی رکھے۔ ہاں اگر قاضی کا گمان غالب یہ ہو کہ قاتل جھوٹا ہے اس کے پاس گواہ نہیں ہیں تو قصاص کا حکم دے سکتا ہے۔[3] (ہندیہ ص ۲۱ جلد ۶، مبسوط ص ۱۶۲ جلد ۲۶)

مسئلہ ۱۹۸: دو اولیاء میں سے ایک نے دوسرے کے عفو کی شہادت پیش کی تو اس کی پانچ صورتیں ہوں گی۔

۱۔ قاتل اور دوسرا ولی اس کی تصدیق کریں۔

۲۔ دونوں اس کی تکذیب کریں۔[4]

۳۔ ولی تکذیب کرے اور قاتل تصدیق کرے۔

۴۔ ولی تصدیق کرے اور قاتل تکذیب کرے۔

۵۔ دونوں سکوت اختیار کریں۔[5]

تو قصاص ہر صورت میں معاف ہو جائے گا۔ لیکن دیت میں سے عفو کی گواہی دینے والے کو نصف دیت ملے گی۔ اگر عفو پر تینوں متفق تھے اور اگر قاتل اور ولی آخر نے اس کی تکذیب کی تھی تو اس کو کچھ نہیں ملے گا اور سکوت کرنے کی صورت میں ولی

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ، ج٦، ص ٢١.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... یعنی اس کو جھٹلائیں۔

5 ...... یعنی خاموش رہیں۔

آ خر کو نصف دیت ملے گی اور اگر ولی آ خر نے اس کی تکذیب کی تھی اور قاتل نے تصدیق کی تھی تو ہر ایک ولی کو نصف نصف دیت ملے گی۔اور اگر قاتل نے شہادت دینے والے ولی کی تکذیب کی اور ولی آ خر نے تصدیق کی تو ولی اول کو نصف دیت ملے گی اور ولی آ خر کو کچھ نہیں ملے گا۔[1] (مبسوط ص ۱۵۵ جلد ۲۶، عالمگیری ص ۲۱ ج ۶)

مسئلہ ۱۹۹: اگر دو اولیاء میں سے ہر ایک دوسرے کے معاف کرنے کی گواہی دیتا ہے تو دونوں کی گواہی بیک وقت ہے یا اوقات مختلفہ میں۔اگر دونوں نے بیک وقت گواہی دی تو دونوں کا حق باطل ہو جائے گا۔قاتل ان کی تکذیب کرے یا بیک وقت تصدیق کرے۔اور اگر قاتل نے مختلف اوقات میں دونوں کی تصدیق کی تو دونوں کو نصف نصف دیت ملے گی۔اور اگر قاتل نے ایک کی تصدیق کی اور ایک کی تکذیب کی تو جس کی تصدیق ہے اس کو نصف دیت ملے گی۔اور اگر دونوں نے مختلف اوقات میں شہادت دی تھی اور قاتل نے دونوں کی تکذیب کی تو بعد کے شہادت دینے والے کے لیے نصف دیت ہے اور پہلے شہادت دینے والے کے لیے کچھ نہیں ہے۔اسی طرح اگر قاتل نے دونوں کی بیک وقت تصدیق کی تب بھی پہلے گواہی دینے والے کو کچھ نہیں ملے گا۔اور بعد میں گواہی دینے والے کو نصف دیت ملے گی۔اور اگر قاتل نے مختلف اوقات میں دونوں کی تصدیق کی تو دونوں کو نصف نصف دیت ملے گی اور اگر قاتل نے پہلے گواہی دینے والے کی تصدیق کی اور دوسرے کی تکذیب، جب بھی دونوں کے لیے پوری دیت کا ضامن ہوگا،اور اگر بعد کے شہادت دینے والے کی تصدیق کی اور پہلے والے کی تکذیب تو بعد والے کو نصف دیت ملے گی اور پہلے کو کچھ نہیں ملے گا۔[2] (عالمگیری از محیط ص ۲۲ جلد ۶)

مسئلہ ۲۰۰: مقتول کے تین ولی ہیں۔ان میں سے دو نے گواہی دی کہ تیسرے نے معاف کر دیا ہے تو اس کی چار صورتیں ہیں۔

(۱) قاتل اور تیسرا ولی ان دونوں کی تصدیق کریں تو تیسرے کا حق باطل ہو جائے گا اور دونوں گواہی دینے والوں کا حق قصاص سے مال کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

(۲) اور اگر قاتل اور تیسرا وہ دونوں گواہی دینے والوں کی تکذیب کریں تو گواہی دینے والوں کا حق باطل ہو جائے گا اور تیسرے کا حق قصاص سے مال کی طرف منتقل ہو جائے گا۔

(۳) اور اگر صرف تیسرے ولی نے دونوں گواہی دینے والوں کی تصدیق کی تو قاتل دونوں گواہی دینے والوں کے لیے ایک تہائی دیت کا ضامن ہوگا۔

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ، ج ٦، ص ٢١.

2 ......المرجع السابق، ص ٢١، ٢٢.

(۴) اور اگر صرف قاتل نے دونوں گواہی دینے والوں کی تصدیق کی تو تینوں اولیاء کو ایک ایک تہائی دیت ملے گی۔[1] (عالمگیری از محیط ص۲۲ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۲۲ ج۶، بحرالرائق ص۳۲۱ ج۸)

مسئلہ ۲۰۱: مقتولِ خطا کے وارثوں میں سے دو نے گواہی دی کہ بعض وارثوں نے اپنا حصہ دیت معاف کر دیا ہے اگر یہ گواہی دینے سے پہلے اپنے حصہ پر انھوں نے قبضہ نہیں کیا ہے تو یہ گواہی قبول کر لی جائے گی۔[2] (عالمگیری ص۲۲ ج۶)

مسئلہ ۲۰۲: بہت سے لوگ جمع ہو کر ایک باؤلے[3] کتے کو تیر مار رہے تھے کہ ایک تیر غلطی سے کسی بچے کو لگ گیا اور وہ مر گیا، لوگوں نے گواہی دی کہ یہ تیر فلاں شخص کا ہے لیکن یہ گواہی نہیں دیتے کہ فلاں شخص نے یہ تیر مارا ہے بچہ کے باپ نے اس تیر والے سے صلح کر لی تو اگر یہ جانتے ہوئے صلح کی ہے کہ اسی کا پھینکا ہوا تیر بچے کو لگ کر اس کی موت کا سبب بنا ہے تو یہ صلح جائز ہے اور اگر تیر کی شناخت کے سوا اور کوئی دلیل نہ ہو تو صلح باطل ہے اگر تیرانداز کا علم تو ہے مگر تیر لگنے کے بعد باپ نے بڑھ کر بچہ کو طمانچہ مارا اور بچہ گر کر مر گیا۔ یہ معلوم نہ ہوسکا کہ موت کا سبب تیر ہوا یا طمانچہ، تو اس صورت میں اگر دوسرے ورثا مقتول کی اجازت سے باپ نے صلح کی تو یہ صلح جائز ہے اور صلح کا مال سب ورثاء میں تقسیم ہوگا اور باپ کو کچھ نہیں ملے گا۔ اور اگر ورثاء کی اجازت کے بغیر صلح کی ہے تو یہ صلح باطل ہے۔[4] (عالمگیری ص۲۲ ج۶، بحرالرائق ص۲۱۸ ج۸)

مسئلہ ۲۰۳: کسی نے کسی کے سر پر خطاءً دو گہرے زخم لگائے۔ زخمی نے ایک زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کو معاف کر دیا اس کے بعد زخمی مر گیا تو اگر جرم کا ثبوت اقرار مجرم سے ہوا تھا تو یہ عفو باطل ہے اور مجرم کے مال میں دیت لازم ہوگی۔ اور اگر جرم کا ثبوت گواہی سے ہوا تھا تو یہ عفو عاقلہ کے حق میں وصیت مانا جائے گا اور نصف دیت عاقلہ پر معاف ہو جائے گی اگر مقتول کے کل ترکہ کے تہائی سے زیادہ نہ ہو اور اگر یہ دونوں زخم قصداً لگائے ہوں اور صورت یہی ہو تو مجرم پر کچھ لازم نہیں ہوگا نہ قصاص نہ دیت۔[5] (عالمگیری ص۲۳ ج۶)

مسئلہ ۲۰۴: اگر کسی نے کسی کا سر قصداً پھاڑ دیا۔ مجروح نے[6] مجرم کو زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات سے معاف کر دیا۔ اس کے بعد مجرم نے عمداً[7] ایک اور زخم لگا دیا۔ زخمی نے اس کو معاف نہیں کیا اور مر گیا تو قصاص نہیں لیا جائے گا۔

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ، ج٦، ص٢٢.

2 ......المرجع السابق.

3 ......پاگل۔

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب السادس فی الصلح والعفو...إلخ، ج٦، ص٢٢.

5 ......المرجع السابق، ص٢٣.

6 ......یعنی زخمی نے۔ 7 ......یعنی جان بوجھ کر، ارادۃً۔

لیکن پوری دیت ۳ سال میں لی جائے گی۔[1] (عالمگیری ص ۲۳ ج ۶)

مسئلہ ۲۰۵: کسی نے کسی کو قصداً گہرا زخم لگایا۔ پھر مجروح سے زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات سے معین مال پر صلح کر لی اور مجروح نے مال پر قبضہ بھی کر لیا اس کے بعد کسی دوسرے شخص نے اس مجروح کو گہرا زخم قصداً لگایا۔ مجروح دونوں زخموں کی وجہ سے مر گیا تو دوسرے جارح[2] سے قصاص لیا جائے گا اور پہلے پر کچھ لازم نہیں ہے اور اگر مجروح نے دونوں زخم کھانے کے بعد مجرم اول سے صلح کی تب بھی یہی حکم ہے۔[3] (عالمگیری ص ۲۳ ج ۶)

مسئلہ ۲۰۶: کسی نے کسی کو قصداً گہرا زخم لگایا پھر زخم اور اس سے پیدا ہونے والے اثرات کے بدلہ میں دس ہزار درہم پر صلح کر کے مجروح کو ادا بھی کر دیے۔ پھر کسی دوسرے شخص نے اسی مجروح کو خطاً زخمی کر دیا اور مجروح دونوں زخموں سے مر گیا تو دوسرے جارح کے عاقلہ پر نصف دیت لازم ہوگی۔ اور پہلا جارح مقتول کے مال میں سے پانچ ہزار درہم واپس لے گا۔[4] (عالمگیری ص ۲۳ ج ۶)

مسئلہ ۲۰۷: کسی نے بچے کا دانت اکھیڑ دیا یا کسی عورت کا سر مونڈ دیا اس کے بعد مجرم نے بچہ کے باپ سے یا اس عورت سے مال پر صلح کر لی۔ اس کے بعد عورت کے سر پر بال نکل آئے یا بچہ کا دانت نکل آیا تو اس مال کا واپس کر دینا لازمی ہے اور یہی صورت اس صورت میں بھی ہے جب کسی کا ہاتھ توڑ دیا ہو اور اس سے مال پر صلح کر لی ہو اور اس کے بعد پلاسٹر کر دیا گیا ہو اور ہڈی جڑ گئی ہو۔ پھر اگر ہاتھ ٹوٹنے والا یہ کہے کہ میرا ہاتھ پہلے سے کمزور ہو گیا ہے اور جیسا تھا ویسا نہیں ہوا تو کسی ماہر فن سے تحقیقات کرائی جائے گی۔[5] (بحرالرائق ص ۳۱۸ ج ۸)

مسئلہ ۲۰۸: قصاص کا حق ہر اس وارث کو ہے جس کا حصۂ میراث قرآن میں معین کر دیا گیا ہے۔ اور دیت کا بھی یہی حکم ہے۔[6] (قاضی خان ص ۳۹۰ ج ۴)

مسئلہ ۲۰۹: اگر سب ورثاء بالغ ہوں تو سب کی موجودگی میں قصاص لیا جائے گا۔ صرف بعض کو قصاص لینے کا حق

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السادس فی الصلح و العفو...إلخ، ج٦، ص٢٣.
2. ......زخمی کرنے والا۔
3. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السادس فی الصلح و العفو...إلخ، ج٦، ص٢٣.
4. ......المرجع السابق.
5. ......تكملة "البحرالرائق"، كتاب الجنايات، باب القصاص فيما دون النفس، ج٩، ص٦٠.
6. ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، فصل فيمن يستوفی فی القصاص، ج٢، ص٣٩٠.

نہیں ہے۔ اور اگر بعض ورثاء بالغ ہیں اور بعض نابالغ ہیں تو بالغ ورثاء ابھی قصاص لے لیں گے اور نابالغوں کے بلوغ کا انتظار نہیں کریں گے۔[1] (قاضی خان ص ۳۹۰ جلد ۴)

مسئلہ ۲۱۰: مقتول فی العمد کے بعض ورثاء نے قاتل کو معاف کر دیا پھر باقی ورثاء نے یہ جانتے ہوئے قاتل کو قتل کر دیا کہ بعض کے معاف کر دینے سے قصاص ساقط ہو جاتا ہے تو ان سے قصاص لیا جائے گا اور اگر یہ حکم ان کو معلوم نہیں اور قاتل کو قتل کر دیا اگرچہ بعض کے معاف کر دینے کو جانتے ہوں تو ان سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔[2] (قاضی خان ص ۳۸۹ جلد ۴)

باب اعتبار حالۃ القتل

مسئلہ ۲۱۱: قتل میں آلہ قتل کے استعمال کرنے کے وقت کی حالت معتبر ہے۔[3] (بحر الرائق ص ۳۲۶ ج ۸، تبیین ص ۱۳۴ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۳ ج ۵)

مسئلہ ۲۱۲: کسی شخص نے مسلمان کو تیر مارا قبل اس کے کہ تیر اسے لگے معاذ اللہ وہ مرتد ہو گیا اس کے بعد تیر لگا اور وہ مر گیا تو مقتول کے ورثاء کے لیے تیر مارنے والے پر دیت واجب ہے اور اگر مرتد کو تیر مارا اور تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہو گیا اور پھر تیر لگنے سے مر گیا تو تیر مارنے والے پر کچھ تاوان نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص ۲۳ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۲۴ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۳ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۲۶ ج ۸، فتح القدیر و عنایہ ص ۲۹۲ ج ۸)

مسئلہ ۲۱۳: کسی شخص نے غلام کو تیر مارا تیر لگنے سے قبل اس کے مولا نے اسے آزاد کر دیا تو تیر مارنے والے پر غلام کی قیمت لازم ہوگی۔[5] (عالمگیری ص ۲۳ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۲۴ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۳ ج ۵، بحر الرائق ص ۳۲۶ ج ۸، فتح القدیر و عنایہ ص ۲۹۲ ج ۸)

مسئلہ ۲۱۴: اگر کسی نے کسی قاتل کو قصاص معاف کر دینے کے بعد قتل کر دیا تو اس سے قصاص لیا جائے گا۔[6] (بدائع صنائع ص ۲۴۷ ج ۷)

---

1 ......"الفتاوی الخانیة"،کتاب الجنایات، فصل فیمن یستوفی فی القصاص،ج۲،ص۳۹۰.

2 ......"الفتاوی الخانیة"،کتاب الجنایات، فصل فی المستوفی فی القصاص،ج۲،ص۳۸۹.

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الجنایات، باب الشهادة فی القتل وإعتبار حالته،ج۱۰،ص۲۲٤.

4 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات، الباب السابع فی اعتبار حالة القتل،ج ٦، ص ۲۳.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"بدائع الصنائع"،کتاب الجنایات،فصل وأما بیان مایسقط القصاص...إلخ،ج٦، ص۲۹۳.

مسئلہ ۲۱۵: کسی کافر نے شکار کو تیر مارا اور شکار کو تیر لگنے سے پہلے وہ مسلمان ہوگیا تو وہ گوشت حرام ہے اور اگر مسلمان نے مارا اور معاذ اللہ لگنے سے پہلے وہ مرتد ہوگیا تو وہ گوشت حلال ہے۔[1] (بحرالرائق ص ۳۲۶ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۲۵ جلد ۶، فتح القدیر ص ۳۰۰ جلد ۸، عالمگیری ص ۲۳ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۳ جلد ۵)

مسئلہ ۲۱۶: حکومت عدل یعنی انصاف کے ساتھ تاوان لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اس شخص کو غلام فرض کر کے یہ اندازہ کیا جائے کہ جنایت کے اثر کی وجہ سے اس کی قیمت میں کس قدر کمی آ گئی۔ یہ کمی حکومت عدل کہلائے گی۔ مثلاً غلام کی قیمت کا دسواں حصہ کم ہوگیا تو وہاں دیت کا دسواں حصہ لازم ہوگا۔ یا قیمت نصف رہ گئی تو نصف دیت لازم ہوگی۔[2] (قاضی خان ص ۳۸۵ جلد ۴، شامی ص ۴۹۴ جلد ۵)

مسئلہ ۲۱۷: یا ان زخموں میں سے جن میں شارع نے اَرش معین کیا ہے کسی قریب ترین جگہ کے زخم کے ساتھ اس زخم کا مقابلہ دو ماہر عادل جراحوں[3] سے کرا کے یہ معلوم کیا جائے گا کہ اس زخم کو اس زخم سے کیا نسبت ہے؟ اور قاضی ان کے قول کے مطابق اس زخم سے اس زخم کو جو نسبت ہو اسی نسبت سے اَرش کا حصہ متعین کر دے۔ مثلاً یہ زخم اس زخم کا نصف ہے تو نصف اور ربع ہے تو ربع اَرش۔[4] (بدائع صنائع ص ۳۲۴ ج ۷)

مسئلہ ۲۱۸: حکومت عدل جنایات مادون النفس میں سے جن میں قصاص نہیں اور شارع نے کوئی اَرش بھی معین نہیں کیا ہے ان میں جو تاوان لازم آتا ہے اس کو حکومت عدل کہتے ہیں۔[5] (بدائع صنائع ص ۳۲۳ جلد ۷، شامی ص ۵۱۱ جلد ۵)

کتاب الدّیات

مسئلہ ۲۱۹: دیت اس مال کو کہتے ہیں جو نفس کے بدلے میں لازم ہوتا ہے۔ اور اَرش اس مال کو کہتے ہیں جو مادون النفس میں[6] لازم ہوتا ہے۔ اور کبھی ارش اور دیت کو بطور مترادف بھی بولتے ہیں۔[7] (عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۴ ج ۵)

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السابع فی إعتبار حالة القتل، ج٦، ص٢٣.
2. ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، ج٢، ص٣٨٥.
3. ......طبیبوں، سرجنوں، ڈاکٹروں۔
4. ......"بدائع الصنائع"، كتاب الجنايات، فصل وأما الذی يجب فيه أرش...إلخ، ج٦، ص٤١٣.
5. ......المرجع السابق، ص٤١٢.
6. ......یعنی قتل سے کم جسمانی نقصان میں مثلاً ہاتھ پاؤں وغیرہ توڑنا۔
7. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج٦، ص٢٤.

مسئلہ ۲۲۰: قطع وقتل کی چار صورتوں میں دیت واجب ہوتی ہے۔① قتل خطا ② شبہ عمد ③ قتل بالسبب ④ قائم مقام خطا۔ ان سب صورتوں میں دیت عصبات پر واجب ہوتی ہے۔ سوائے اس صورت میں کہ باپ اپنے بیٹے کو قتل کر دے تو اس کو اپنے مال میں دیت واجب ہوگی اور ہر اس قتل وقطع عمد میں جس میں کسی شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے مجرم کے اپنے مال میں دیت واجب ہوگی اور جنایت عمد کی صلح کا مال بھی مجرم کے مال سے ادا کیا جائے گا ۔ [1] (ہندیہ ص۲۴ ج۶، قاضی خان ص۳۹۲ ج۴)

مسئلہ ۲۲۱: دیت صرف تین قسم کے مالوں سے ادا کی جائے گی۔① اونٹ ایک سو ② دینار ایک ہزار ③ دراہم دس ہزار۔ قاتل کو اختیار ہے کہ ان تینوں میں سے جو چاہے ادا کرے۔[2] (عالمگیری از محیط ص۲۴ ج۶)

مسئلہ ۲۲۲: اونٹ سب ایک عمر کے واجب نہیں ہوں گے بلکہ مختلف العمر لازم آئیں گے۔ جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔ خطاً قتل کی صورت میں پانچ قسم کے اونٹ دیئے جائیں گے۔ بیس بنت مخاض یعنی اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور بیس ابن مخاض یعنی اونٹ کے وہ نر بچے جو دوسرے سال میں داخل ہو چکے ہوں [3] اور بیس بنت لبون یعنی اونٹ کا وہ مادہ بچہ جو تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو اور بیس حقے یعنی اونٹ کے وہ بچے جو عمر کے چوتھے سال میں داخل ہو چکے ہوں اور بیس جذعہ یعنی وہ اونٹنی جو پانچویں سال میں داخل ہو چکی ہے اور شبہ عمد میں، پچیس بنت مخاض اور پچیس بنت لبون اور پچیس حقے اور پچیس جذعے صرف یہ چار قسمیں دی جائیں گی۔[4] (عالمگیری ص۲۴ ج۶، درمختار و شامی ص۵۰۴ ج۵)

مسئلہ ۲۲۳: مسلم، ذمی، مستامن سب کی دیت ایک برابر ہے اور ''عورت کی دیتِ نفس، مادون النفس میں مرد کی دیت کی نصف دی جائے گی'' اور وہ جنایات جن میں کوئی دیت معین نہیں ہے بلکہ انصاف کے ساتھ تاوان دلایا جاتا ہے ان میں مرد و عورت کا تاوان برابر ہوگا۔[5] (شامی ص۵۰۵ جلد۵، عالمگیری ص۲۴ جلد۶)

مسئلہ ۲۲۴: خنثٰی کا ہاتھ عمداً کاٹنے والے سے قصاص نہیں لیا جائے گا۔ اگر چہ قاطع عورت ہو اور خنثٰی سے بھی قصاص نہیں لیا جائے گا اور اگر اس کو کسی نے خطاً قتل کر دیا، یا ہاتھ پیر کاٹ دیئے تو عورت کی دیت یعنی مرد کی نصف دیت دے دی

---

1 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج٦، ص ٢٤.

2 ......المرجع السابق.

3 ......بہارشریعت میں اس مقام پر ''بیس ابن لبون یعنی اونٹ کے وہ نر بچے جو تیسرے سال میں داخل ہو چکے ہوں'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتب میں عبارت اس طرح ہے بیس ابن مخاض یعنی اونٹ کے وہ نر بچے جو دوسرے سال میں داخل ہو چکے ہوں''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... **علمیه**

4 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج٦، ص ٢٤.
و''ردالمحتار''، كتاب الدّيات، ج ١٠، ص ٢٣٦.

5 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج ٦، ص ٢٤.

جائے گی، جب آثار رجولیت ظاہر ہوں گے[1] تو بقیہ نصف بھی اس کو دے دی جائے گی۔[2] (شامی از الاشباہ والنظائر ص ۵۰۵ جلد ۵)

مسئلہ ۲۲۵: مقتول کی دیت کے مستحقین میں ایک نابالغ بچہ اور ایک بالغ شخص ہے جو آپس میں باپ بیٹے ہیں تو باپ کل دیت پر قبضہ کرلے گا اور اگر وہ آپس میں بھائی بھائی یا چچا بھتیجے ہیں اور بالغ نابالغ کا ولی نہیں ہے تو بالغ صرف اپنے حصے پر قبضہ کرے گا، نابالغ کے حصے پر نہیں۔[3] (عالمگیری ص ۲۴ ج ۶)

مسئلہ ۲۲۶: اگر کوئی کسی کا سر بالجبر مونڈ دے تو ایک سال تک انتظار کیا جائے گا، اگر ایک سال میں سر پر بال اُگ آئیں تو حالق پر[4] کچھ تاوان نہیں ہے۔ ورنہ پوری دیت واجب ہوگی۔ اس میں مرد، عورت، صغیر و کبیر سب کا حکم یکساں ہے اور اگر جس کا سر مونڈا گیا تھا، وہ سال گزرنے سے پہلے مرگیا اور اس وقت تک اس کے سر پر بال نہیں اگے تھے تو حالق کے ذمے کچھ نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص ۲۴ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۳۱ ج ۸، عنایہ و ہدایہ ص ۳۰۹ ج ۸)

مسئلہ ۲۲۷: اگر کسی نے کسی کی دونوں بھنوؤں کو اس طرح اکھیڑا یا مونڈا کہ آئندہ بال اُگنے کی امید نہ رہی تو پوری دیت لازم ہوگی اور ایک میں نصف دیت۔[6] (ہدایہ و عنایہ ص ۳۰۹ جلد ۸، درمختار و شامی ص ۵۰۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶، تبیین الحقائق ص ۱۲۹ جلد ۶)

مسئلہ ۲۲۸: چاروں پپوٹوں سے پلک اس طرح اکھیڑ دیئے جائیں کہ آئندہ بال نہ جمیں تو پوری دیت واجب ہے۔ دو پلکوں میں نصف دیت اور ایک پلک میں ربع دیت واجب ہے۔[7] (درمختار و شامی ص ۵۰۸ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۳۱ ج ۸، عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶، ہدایہ و عنایہ ص ۳۱۰ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۲۹ ج ۶)

مسئلہ ۲۲۹: اگر کسی مرد کی پوری داڑھی اس طرح مونڈ دی کہ ایک سال تک بال نہ اُگے تو پوری دیت واجب ہے اور نصف میں نصف دیت اور نصف سے کم میں انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا اور سال سے پہلے مرگیا تو کچھ تاوان نہیں لیا جائے گا۔ سر اور داڑھی کے مونڈنے میں عمد و خطا میں کوئی فرق نہیں ہے۔[8] (درمختار و شامی ص ۵۰۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶)

1 ...... یعنی جب خنثیٰ کا مرد ہونا ظاہر ہو جائے گا۔
2 ...... "ردالمحتار"، کتاب الدّیات، ج ۱۰، ص ۲۳۷.
3 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٤.
4 ...... یعنی سر مونڈنے والے پر۔
5 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٤.
6 ...... المرجع السابق.
7 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٤.
و "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الدّیات، ج ۱۰، ص ۲٤۰.
8 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٤.

مسئلہ ۲۳۰: کوسج، یعنی جس کی داڑھی نہ اُگے، اگر اس کی ٹھڈی پر چند بال تھے اور وہ کسی نے مونڈ دیئے تو کچھ لازم نہیں ہے۔ اور اگر ٹھڈی اور رخساروں پر چند متفرق بال ہیں تو ان کے مونڈنے والے پر انصاف کے ساتھ تاوان ہے اور اگر ٹھڈی اور رخساروں پر چھدرے بال ہیں[1] تو پوری دیت ہے۔ کیونکہ یہ کوسج ہی نہیں ہے یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مونڈنے کے بعد ایک سال تک بال نہ اُگیں، لیکن اگر سال کے اندر حسبِ سابق بال اُگ آئیں تو کچھ تاوان نہیں ہے، لیکن تنبیہ کے طور پر سزا دی جائے گی اور اگر سال تمام ہونے سے پہلے مر گیا اور اس وقت تک بال نہ اُگے تو کچھ نہیں اور اگر دوبارہ سفید بال اُگے تو اگر سفیدی کی عمر ہے تو کچھ نہیں اور اگر اس عمر سے پہلے سفید نکلے تو آزاد اور غلام دونوں میں انصاف کے ساتھ تاوان واجب ہوگا سر اور داڑھی وغیرہ ہر جگہ کے بالوں میں صرف اس صورت میں تاوان لازم ہوتا ہے کہ ایک سال تک نہ اُگیں ورنہ نہیں، اور سال تمام ہونے سے پہلے مر جانے کی صورت میں کوئی تاوان لازم نہیں آتا ہے۔[2] (تبیین الحقائق ص ۱۲۹ ج ۶، فتح القدیر و ہدایہ وعنایہ ص ۳۰۹ جلد ۸، شامی و درمختار ص ۵۰۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶)

مسئلہ ۲۳۱: کسی کی داڑھی بالجبر مونڈ دی پھر چھدری اُگی، یعنی کہیں بال اُگے اور کہیں نہیں اُگے تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[3] (قاضی خان ص ۳۸۵ جلد ۴، عالمگیری ص ۲۴ جلد ۶)

مسئلہ ۲۳۲: اگر مونچھیں اور داڑھی دونوں مونڈ دیں تو صرف ایک دیت واجب ہوگی۔ اور اگر صرف مونچھیں مونڈیں تو انصاف کے ساتھ تاوان لیا جائے گا۔[4] (شامی ص ۵۰۷ جلد ۵، تبیین الحقائق ص ۱۳۰ جلد ۶)

مسئلہ ۲۳۳: اگر عورت کی داڑھی مونڈ دی تو کچھ نہیں ہے۔[5] (شامی از جوہرہ نیرہ ص ۵۰۷ جلد ۵)

مسئلہ ۲۳۴: اگر سر مونڈنے والا کہتا ہے کہ جس کا سر میں نے مونڈا ہے وہ چندلا تھا۔[6] اس لیے چندلی جگہوں پر بال نہیں اُگے ہیں تو جتنی جگہ پر بال ہونے کا اقرار کرتا ہے اس کے بقدر حصہ دیت دے گا اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ داڑھی مونڈنے کے بعد کہے کہ کوسج تھا اور اس کے رخساروں پر بال نہ تھے یا بھنویں اور پلکیں مونڈنے کے بعد کہے کہ بال نہ تھے۔ ان سب صورتوں میں مونڈنے والے کا قول قسم کے ساتھ مان لیا جائے گا اگر مدعی کے پاس گواہ نہ ہوں

1 ...... یعنی کہیں کہیں بال ہیں۔
2 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج ٦، ص ٢٤.
و"الدرالمختار" و"رد المحتار"، كتاب الدّيات، ج ١٠، ص ٢٤٠.
3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص ٢٤.
و"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، فصل في يستوفى في القصاص، ج ٢، ص ٣٨٥.
4 ...... "رد المحتار"، كتاب الدّيات، ج ١٠، ص ٢٤٠.
5 ...... المرجع السابق.
6 ...... یعنی کہیں کہیں پیدائشی بال نہ تھے، گنجا تھا۔

اور اگر گواہ ہیں تو اس کی بات مانی جائے گی۔[1] (عالمگیری ص ۲۵ جلد ۶)

مسئلہ ۲۳۵: اعضاء کی دیت میں قاعدہ یہ ہے کہ اعضاء پانچ قسم کے ہیں۔ ① ایک ایک جیسے ناک، زبان، ذکر ② دو دو جیسے آنکھیں، کان، بھنویں، ہونٹ، ہاتھ، پیر، عورت کے پستان، خصیتین ③ چار ہوں جیسے پپوٹے ④ دس ہوں جیسے ہاتھوں کی انگلیاں، پیروں کی انگلیاں ⑤ دس سے زائد ہوں جیسے دانت۔ اگر جنایت کی وجہ سے حسن صورت یا منفعت عضوی بالکل فوت ہو جائے تو پوری دیت نفس لازم ہوگی۔[2] (تبیین ص ۱۲۹ ج ۶، شامی ص ۵۰۵ ج ۵) اور اگر حسن صوری یا منفعت عضوی پہلے ہی ناقص تھی۔ اس کو ضائع کر دیا جیسے گونگے کی زبان یا خصی یا عنین کا ذکر یا کسی کا شل ہاتھ یا لنگڑے کا پیر یا کسی کی اندھی آنکھ یا کسی کا کالا دانت اکھیڑ دیا تو ان اعضاء میں قصداً جنایت کی صورت میں بھی قصاص نہیں ہے اور خطاً میں دیت بھی نہیں بلکہ حکومت عدل ہے۔[3] (عنایہ ہدایہ ص ۳۰۷ ج ۸، شامی ص ۵۰۶ جلد ۵)

مسئلہ ۲۳۶: اگر قسم اول کا عضو کاٹا تو اس میں پوری دیت ہے اور اگر قسم ثانی کے دونوں عضو کو کاٹا تو پوی دیت ہے اور ایک میں نصف دیت اور اگر تیسری قسم کے چاروں اعضاء کو ضائع کیا تو پوری دیت ہے۔ دو میں نصف دیت اور ایک میں چوتھائی دیت ہے اور اگر چوتھی قسم کے دسوں انگلیوں کو کاٹا تو پوری دیت ہے۔ اور ایک میں دسواں حصہ ہے اور اگر پانچویں قسم یعنی سب دانت توڑ دیئے تو پوری دیت ہے اور ایک میں بیسواں حصہ۔[4] (تبیین الحقائق ص ۱۳۰ ج ۶، شامی ص ۵۰۵ ج ۵، مبسوط ص ۶۸ ج ۲۶)

مسئلہ ۲۳۷: اگر دونوں کان خطاً کاٹ دیئے تو پوری دیت لازم ہوگی۔ ایک میں نصف دیت ہے۔ اور اگر بوچہ بنا دیا[5] تو حکومت عدل ہے۔[6] (عالمگیری ص ۲۵ جلد ۶)

مسئلہ ۲۳۸: اگر کان پر ایسی ضرب لگائی کہ بہرا ہو گیا تو پوری دیت واجب ہوگی۔[7] (تبیین ص ۱۳۱ جلد ۶، عالمگیری ص ۲۵ جلد ۶)

مسئلہ ۲۳۹: خطاءً دونوں آنکھیں پھوڑ دینے کی صورت میں پوری دیت اور ایک میں نصف دیت ہے اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ آنکھیں نہ پھوٹیں مگر بینائی جاتی رہے۔[8] (عالمگیری ص ۲۵ ج ۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص٢٥.

2 ......"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، ج١٠، ص٢٣٨.
و"تبيين الحقائق"، كتاب الدّيات، فصل في النفس والمارن ...إلخ، ج٧، ص٢٧٢

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، ج١٠، ص٢٣٩.

4 ......المرجع السابق، ص٢٣٨.

5 ......کن کٹا بنا دیا یعنی پورا کان نہیں کاٹا بلکہ تھوڑا کاٹا۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص٢٥.

7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۲۴۰: کانے کی اچھی آنکھ پھوڑ دینے سے نصف دیت لازم ہوگی۔[1] (عالمگیری ص ۲۵ ج ۶)

مسئلہ ۲۴۱: اگر پپوٹوں کو مع پلکوں کے کاٹ دیا تب بھی ایک ہی دیت ہے۔[2] (تبیین ص ۱۳۱ ج ۶، ہدایہ فتح القدیر وعنایہ ص ۳۱۰ جلد ۸، عالمگیری ص ۲۵ جلد ۶، درمختار وشامی ص ۵۰۸ جلد ۵)

مسئلہ ۲۴۲: اگر ایسے پپوٹے کو کاٹا جس پر بال نہ تھے تو حکومت عدل ہے اور اگر ایک نے پلک کاٹے اور پپوٹے دوسرے نے، تو پپوٹے کاٹنے والے پر پوری دیت ہے اور پلک کاٹنے والے پر حکومت عدل ہے۔[3] (عالمگیری از محیط ص ۲۵ جلد ۶)

مسئلہ ۲۴۳: اگر کسی نے کسی کی پوری ناک کاٹ دی یا ناک کا نرم حصہ کاٹ دیا یا نرم حصے میں سے کچھ کاٹ دیا تو پوری دیت واجب ہے۔[4] (بدائع صنائع، ص ۳۰۸ جلد ۷، بحرالرائق ص ۳۲۹ جلد ۸، قاضی خان ص ۳۸۵ جلد ۴، درمختار وشامی ص ۵۰۶ ج ۵، عالمگیری ص ۲۵ جلد ۶)

مسئلہ ۲۴۴: اگر ناک کی نوک کاٹ دی تو اس میں حکومت عدل ہے۔[5] (درمختار ص ۵۰۶ ج ۵)

مسئلہ ۲۴۵: کسی نے کسی کی ناک توڑ دی یا اس پر ایسی ضرب لگائی کہ وہ ناک سے سانس لینے کے قابل نہیں رہا۔ صرف مونھ سے سانس لے سکتا ہے تو اس میں حکومت عدل ہے۔[6] (عالمگیری ص ۲۵ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۲۹ ج ۸)

مسئلہ ۲۴۶: کسی کی ناک پر ایسی ضرب لگائی کہ سونگھنے کی قوت ضائع ہوگئی تو پوری دیت واجب ہوگی۔[7] (قدوری ہدایہ ص ۵۸۷ جلد ۴، عالمگیری ص ۲۵ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۲۹ ج ۸، قاضی خان ص ۳۸۵ ج ۴)

مسئلہ ۲۴۷: کسی نے پہلے ناک کا نرم حصہ کاٹا پھر اچھا ہونے کے بعد پوری ناک کاٹ دی تو نرم حصے کی پوری دیت اور باقی میں حکومت عدل ہے۔ اور اگر اچھے ہونے سے پہلے پوری ناک کاٹ دی تو ایک ہی دیت ہے۔[8] (عالمگیری ص ۲۵ جلد ۶، بحرالرائق ص ۲۲۹ جلد ۸)

مسئلہ ۲۴۸: اگر دونوں ہونٹ کاٹ دیئے تو پوری دیت واجب ہوگی اور ایک میں نصف دیت اور اوپر نیچے کے ہونٹوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔[9] (عالمگیری ص ۲۵ ج ۶، درمختار ص ۵۰۷ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۲۹ ج ۶، بدائع صنائع ص ۳۱۴ ج ۷)

مسئلہ ۲۴۹: بچہ کے کان اور ناک میں بھی پوری دیت ہے۔[10] (عالمگیری ص ۲۵ ج ۶)

مسئلہ ۲۵۰: ہر دانت کے ضائع کرنے پر دیت کا بیسواں حصہ ہے۔ سامنے کے دانتوں، کیلوں اور ڈاڑھوں میں

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج ٦، ص ٢٥.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... "الدرالمختار"، كتاب الدّيات، ج ١٠، ص ٢٣٨.

6 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج ٦، ص ٢٥.

7 ...... المرجع السابق. 8 ...... المرجع السابق. 9 ...... المرجع السابق. 10 ...... المرجع السابق.

کوئی فرق نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ص ۲۵ ج ۶ ، بحرالرائق ص ۳۳۲ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۳۱ ج ۶ ،مبسوط ص ۷۱ ج ۲۶)

مسئلہ ۲۵۱: کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا اس کے بعد دوسرا اس جیسا دانت اُگ آیا تو دیت ساقط ہو جائے گی اور اگر دوسرا دانت کالا اُگا تو دیت ساقط نہیں ہوگی۔[2] (تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶ ، عالمگیری ص ۲۶ ج ۶ ، بحرالرائق ص ۳۴۰ ج ۸)

مسئلہ ۲۵۲: کسی نے کسی کا دانت اکھیڑ دیا جس کا دانت اکھڑا تھا اس نے اکھڑا ہوا دانت اپنی جگہ پر لگا دیا اور وہ جم گیا تو اگر حسن صوری اور منفعت میں کوئی فرق نہیں آیا تو دیت نہیں ہے ورنہ دانت کی پوری دیت واجب ہے۔[3] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶ ، درمختار وشامی ص ۵۱۵ جلد ۵ ، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ جلد ۶ ، مجمع الانہر ملتقی الابحر ص ۶۴۷ ، ج ۶ طحطاوی ص ۲۸۴ جلد ۴)

مسئلہ ۲۵۳: کسی نے کسی کے دانت پر ایسی ضرب لگائی کہ دانت ہل گیا تو ایک سال کی مہلت دی جائے۔ اگر اس مدت میں دانت سرخ، سبز یا سیاہ پڑ گیا اور چبانے کے قابل نہیں رہا تو دانت کی پوری دیت واجب ہوگی اور اگر چبانے کے قابل ہے لیکن رنگ بدل گیا تو سامنے کے دانتوں میں حسن صوری فوت ہو جانے کی وجہ سے دانت کی پوری دیت واجب ہوگی اور ڈاڑھوں اور کیلوں میں نہیں ہے۔ اور اگر چبانے کے قابل ہے لیکن رنگ پیلا پڑ گیا تو دیت واجب نہیں ہوگی۔[4] (عالمگیری ص ۲۶ ج ۶ ، قاضی خان ص ۲۸۷ ج ۴، تبیین ص ۱۳۷ ج ۶ ، بحرالرائق ص ۳۴۰ ج ۸)

مسئلہ ۲۵۴: اگر ضارب[5] کہتا ہے کہ میری ضرب سے رنگ نہیں بدلا بلکہ میری ضرب کے بعد کسی دوسری ضرب سے رنگ بدلا ہے اور مضروب[6] اس کی تکذیب کرتا ہے تو اگر ضارب اپنے قول پر گواہ پیش کر دے تو اس کی بات مان لی جائے گی ورنہ قسم کے ساتھ مضروب کا قول معتبر ہوگا۔[7] (عالمگیری ص ۲۶ ج ۶ ، تبیین الحقائق ص ۱۳۷ ج ۶)

زبان کی دیت

مسئلہ ۲۵۵: کسی نے کسی کی پوری زبان کاٹ دی یا اس قدر کاٹ دی کہ کلام پر قادر نہ رہا تو پوری دیت نفس واجب ہے اور اگر بعض حروف کے ادا کرنے پر قادر ہے اور بعض پر نہیں تو یہ دیکھا جائے گا کہ کتنے حروف ادا کر سکتا ہے۔ جتنے حروف ادا کر سکتا ہے اس کے بقدر دیت ساقط ہو جائے گی مثلاً اگر آدھے حروف ہجا ادا کر سکتا ہے تو آدھی دیت ساقط ہو جائے گی۔ اور اگر چوتھائی حروف ادا کر سکتا ہے تو چوتھائی دیت ساقط ہو جائے گی۔ وعلی ہذا القیاس۔[8] (عالمگیری ص ۲۶ ج ۶ ، شامی و درمختار ص ۵۰۶ ج ۵ ، فتح ص ۳۰۸ ج ۸ ، بحرالرائق ص ۳۳۰ ج ۸)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ۶، ص ۲۵.

2 ......المرجع السابق، ص ۲۵، ۲۶. 3 ......المرجع السابق، ص ۲۶. 4 ......المرجع السابق، ص ۲۶.

5 ......مارنے والا۔ 6 ......جس کو مارا۔

7 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ۶، ص ۲۶.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۲۵۶: اگر زبان کاٹنے والے اوراس شخص میں جس کی زبان کاٹی گئی، یہ اختلاف ہے کہ کلام پر قدرت ہے یانہیں تو خفیہ طریقے سے یہ معلوم کرنا ہوگا کہ وہ کلام کرسکتا ہے یانہیں۔[1] (عالمگیری ص ۲۶، ج ۶، بحرالرائق ص ۳۳۰ جلد ۸)

مسئلہ ۲۵۷: گونگے کی زبان کو کاٹنے کی صورت میں حکومت عدل ہے۔[2] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۳۰ جلد ۸)

مسئلہ ۲۵۸: ایسے بچے کی زبان کاٹ دی جس نے ابھی بولنا نہیں شروع کیا، صرف روتا ہے تو حکومت عدل ہے اوراگر بولنے لگا ہے تو دیت ہے۔[3] (عالمگیری ص ۲۲۶ جلد ۶، تبیین الحقائق ص ۱۳۴، جلد ۶)

مسئلہ ۲۵۹: دونوں ہاتھ خطاءً کاٹنے کی صورت پوری دیت نفس واجب ہے اور ایک میں نصف۔ اوراس میں داہنے بائیں ہاتھ میں کوئی فرق نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، فتح القدیر وہدایہ ص ۳۱۰ جلد ۸، تبیین ص ۱۳۱ ج ۶)

مسئلہ ۲۶۰: خنثیٰ کا ہاتھ کاٹنے والے پر عورت کے ہاتھ کی دیت واجب ہوگی۔[5] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶)

مسئلہ ۲۶۱: ہر انگلی میں دیت نفس کا دسواں حصہ ہے۔ اورجن انگلیوں میں تین جوڑ ہیں۔ ایک جوڑ پر انگلی کی دیت کا تہائی حصہ ہے اور جن میں دو جوڑ ہیں ان میں ایک جوڑ پر انگلی کی دیت کا نصف حصہ ہے۔[6] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، تبیین الحقائق ص ۱۳۱، جلد ۶، درمختار وشامی ص ۵۰۸ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۳۲ ج ۸، مبسوط ص ۵۷، جلد ۲۶، قاضی خان ص ۳۸۵ ج ۴)

مسئلہ ۲۶۲: زائد انگلی کاٹنے پر حکومت عدل ہے۔[7] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، درمختار وشامی ص ۵۱۳ جلد ۵، ہدایہ فتح القدیر ص ۳۱۶ جلد ۸، بحرالرائق، ص ۳۳۷ جلد ۸)

مسئلہ ۲۶۳: شل ہاتھ یالنگڑا پیر کاٹنے پر حکومت عدل ہے۔[8] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، قاضی خان، ص ۳۸۶ جلد ۴)

مسئلہ ۲۶۴: کسی نے کسی کی ایسی ہتھیلی کو کاٹ دیا جس میں پانچوں انگلیاں یا چار یا تین یا دو یا ایک انگلی یا کسی انگلی کا صرف ایک پورا لگا ہوا تھا تو انگلیوں یا پورے کی دیت ہوگی اور ہتھیلی کی کچھ دیت نہیں ہوگی۔[9] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۳۶ ج ۸، مبسوط ص ۸۲، ج ۲۶، شامی ودرمختار ص ۵۱۲ جلد ۵، ہدایہ وفتح القدیر ص ۳۱۶ ج ۸، بدائع صنائع ص ۳۱۸ ج ۷)

مسئلہ ۲۶۵: اوراگر ایسی ہتھیلی کو کاٹا جس میں نہ کوئی انگلی تھی اور نہ کسی انگلی کا جوڑ تھا تو ایسی ہتھیلی میں حکومت عدل

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ٦، ص ٢٦.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

8 ......المرجع السابق، ص ٢٦-٢٧. 9 ......المرجع السابق، ص ٢٦.

ہے اور یہ تاوان ایک انگلی کی دیت سے کم ہوگا۔[1] (بحرالرائق ص ۳۳۷ جلد ۸، شامی ص ۵۱۲ جلد ۵، مبسوط، ص ۸۲، جلد ۲۶)

مسئلہ ۲۶۶: کسی کے ہاتھ پر ایسا مارا کہ ہاتھ شل ہوگیا، تو ہاتھ کی پوری دیت واجب ہوگی جو دیت نفس کی نصف ہوگی۔[2] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، درمختار و شامی، ص ۵۰۹ جلد ۵)

مسئلہ ۲۶۷: اگر کلائی یا بازو توڑ دیا تو حکومت عدل ہے۔[3] (عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، مبسوط ص ۸۰، جلد ۲۶، قاضی خان ص ۳۸۶ جلد ۴)

مسئلہ ۲۶۸: کسی کی انگلی کا ایک پورا کاٹ دیا جس کی وجہ سے باقی انگلی یا پورا ہاتھ ایسا شل ہوگیا کہ قابل انتفاع نہیں رہا تو پوری انگلی کی یا پورے ہاتھ کی دیت ہوگی اور اگر قابل انتفاع ہے تو پورے کی دیت اور شل حصہ میں حکومتِ عدل ہوگی۔[4] (شامی ص ۵۱۳ جلد ۵، عالمگیری ص ۲۶ جلد ۶، فتح القدیر، ہدایہ عنایہ ص ۳۱۸ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۳۶ ، جلد ۶، بحرالرائق، ص ۳۳۹ ج ۸)

مسئلہ ۲۶۹: انگلی کے پورے کا بعض حصہ کاٹنے میں حکومت عدل ہے اگر ناخن جدا کر دیا اور پھر دوسرا ناخن مثل پہلے کے اُگ گیا تو ناخن میں کچھ نہیں اور اگر نہ اُگا تو حکومت عدل ہے۔ اور اگر خراب اُگا تو بھی حکومت عدل ہے۔ مگر نہ اُگنے کی صورت سے کم ہوگی۔[5] (عالمگیری ص ۲۷ جلد ۶، بدائع صنائع، ص ۳۲۳ جلد ۷)

مسئلہ ۲۷۰: ایسے کمزور چھوٹے بچے کا ہاتھ یا پیر یا ذکر کاٹ دیا جس نے ابھی ہاتھ پیر ہلائے تک نہ تھے اور ذکر میں حرکت نہ تھی تو حکومت عدل ہے اور اگر ہاتھ پیر ہلاتا تھا اور ذکر میں حرکت تھی تو پوری دیت ہے۔[6] (عالمگیری از سراج الوہاج ص ۲۷ ج ۶، بدائع صنائع ص ۳۲۳ ج ۷، قاضی خان، ص ۳۸۲ ج ۴)

مسئلہ ۲۷۱: مرد کے دونوں پستان کاٹنے میں حکومت عدل ہے اور اگر صرف گھنڈیاں[7] کاٹی ہیں تو اس سے کم

---

1 ......"ردالمحتار"، كتاب الديات، فصل فى الشجاج، ج ۱۰، ص ۲۵۱.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فى الدّيات، ج ۶، ص ۲۶.

3 ......المرجع السابق.

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فى الدّيات، ج ۶، ص ۲۶.
و "ردالمحتار"، كتاب الديات، فصل فى الشجاج، ج ۱۰، ص ۲۵۱-۲۵۲.

5 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فى الدّيات، ج ۶، ص ۲۷.

6 ......المرجع السابق.

7 ......یعنی پستان کے سر۔

حکومت عدل ہے اور اگر ایک پستان کا ٹا تو اس کا نصف ہے اور ایک گھنڈی کاٹی تو اس کا نصف ہے۔[1] (عالمگیری ص ۲۷ ج ۶، شامی ص ۵۰۸ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۳۱ ج ۶)

مسئلہ ۲۷۲: ہنسلی یا پسلی کی ہڈی توڑ دینے میں حکومت عدل ہے۔[2] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۲۷ ج ۶، قاضی خان ص ۳۸۶ ج ۴)

مسئلہ ۲۷۳: عورت کے دونوں پستان یا دونوں گھنڈیاں کاٹ دیں تو پوری دیت نفس ہے اور ایک میں نصف دیت نفس ہے اور اس حکم میں صغیرہ و کبیرہ میں کوئی فرق نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ص ۲۷ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۸۵ ج ۴، بدائع صنائع ص ۳۱۴ ج ۷، تبیین الحقائق ص ۱۲۹ جلد ۶)

مسئلہ ۲۷۴: کسی کی پیٹھ پر ایسی ضرب لگائی کہ قوت جماع جاتی رہی یا رطوبت نخاعیہ[4] خشک ہوگئی یا کبڑا ہوگیا تو پوری دیت ہے۔[5] (تبیین الحقائق ص ۱۳۲ جلد ۶، عالمگیری ص ۲۷ جلد ۶)

مسئلہ ۲۷۵: اور اگر کبڑا نہ ہوا اور منفعتِ جماع بھی فوت نہ ہوئی مگر نشان زخم باقی رہا تو حکومت عدل ہے اور اگر نشان بھی باقی نہ رہا تو اُجرتِ طبیب[6] ہے۔[7] (عالمگیری ص ۲۷ جلد ۶، درمختار و شامی ص ۵۰۹ جلد ۵)

مسئلہ ۲۷۶: اگر کبڑا تھا مگر ضرب کے بعد سیدھا ہوگیا تو کچھ نہیں۔[8] (تبیین الحقائق ص ۱۳۲ جلد ۶)

مسئلہ ۲۷۷: عورت کے سینے کی ہڈی توڑ دی جس سے پانی خشک ہوگیا تو دیتِ نفس ہے۔[9] (عالمگیری ص ۲۷ ج ۶)

مسئلہ ۲۷۸: ذَکر[10] کاٹنے کی صورت میں پوری دیت ہے اور خصی کا ذکر کاٹنے کی صورت میں حکومت عدل ہے۔ خواہ اس میں حرکت ہوتی ہو یا نہ ہوتی ہو۔ اور جماع پر قادر ہو یا نہ ہو۔ اور عنین اور ایسا شیخ کبیر جو جماع پر قادر نہ ہو، ان کا

---

1. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص ٢٧.
2. ......المرجع السابق.
3. ......المرجع السابق.
4. ......وہ رطوبت جو مادۂ منویہ کا سبب بنتی ہے۔
5. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص ٢٧.
و"تبيين الحقائق"، كتاب الدّيات، فصل في النفس...إلخ، ج٧، ص٢٧٧.
6. ......یعنی علاج کا خرچہ۔
7. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص ٢٧.
8. ......"تبيين الحقائق"، كتاب الديات، فصل في النفس...إلخ، ج٧، ص٢٧٨.
9. ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن في الدّيات، ج٦، ص ٢٧.
10. ......آلۂ تناسل، مرد کا عضوِ مخصوص۔

بھی یہی حکم ہے۔[1] (عالمگیری ص ۲۷ جلد ۶، قاضی خان، ص ۳۸۶ جلد ۴)

مسئلہ ۲۷۹: حشفہ[2] کاٹنے کی صورت میں پوری دیت نفس ہے اوراگر پہلے حشفہ کاٹا اس کے بعد مابقی عضو[3] بھی کاٹ دیا تو اگر درمیان میں صحت نہیں ہوئی تھی تو ایک ہی دیت ہے اور اگر درمیان میں صحت ہوگئی تھی تو حشفہ میں پوری دیت نفس اور باقی میں حکومت عدل ہے۔[4] (عالمگیری ص ۲۸، ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۲۹، ج ۶، بدائع صنائع، ص ۳۱۱ جلد ۷)

مسئلہ ۲۸۰: خصیتین کاٹنے کی صورت میں پوری دیت نفس ہے۔[5] (بدائع صنائع ص ۳۱۴ ج ۷، عالمگیری ص ۲۸ ج ۶)

مسئلہ ۲۸۱: تندرست آدمی کے خصیتین وذکر خطاءً کاٹنے کی صورت میں اگر پہلے ذکر کاٹا اور بعد میں خصیتین تو دو دیتیں لازم ہوں گی اور اگر پہلے خصیتین کاٹے اور پھر ذکر تو خصیتین میں پوری دیت نفس اور ذکر میں حکومت عدل ہے۔ اور اگر رانوں کی جانب سے اس طرح کاٹا کہ سب ایک ساتھ کٹ گئے تب بھی دو دیتیں لازم ہوں گی۔[6] (عالمگیری ص ۲۸ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۳۲۴ جلد ۷)

مسئلہ ۲۸۲: اگر خصیتین میں سے ایک کاٹا کہ پانی منقطع ہوگیا تو پوری دیت ہے اور اگر پانی منقطع نہیں ہوا تو نصف دیت ہے۔[7] (عالمگیری ص ۲۸ جلد ۶)

مسئلہ ۲۸۳: اگر دونوں چوتڑ[8] خطاءً اس طرح کاٹے کہ کولھے کی ہڈی پر گوشت نہ رہا تو پوری دیت نفس ہے اور اگر گوشت باقی رہ گیا تو حکومت عدل ہے۔[9] (قاضی خان ص ۳۸۵ ج ۴)

مسئلہ ۲۸۴: پیٹ پر ایسا نیزہ مارا کہ اِمساکِ غذا[10] ناممکن ہوگیا یا مقعد پر[11] ایسا نیزہ مارا کہ پیٹ میں غذا نہیں ٹھہر سکتی یا پیشاب روکنے پر قادر نہ رہا اور سلس البول[12] میں مبتلا ہوگیا یا عورت کے دونوں مخرج[13] پھٹ کر ایک ہوگئے، اور پیشاب روکنے کی قدرت نہ رہی تو ان سب صورتوں میں پوری دیت نفس ہے۔[14] (عالمگیری ص ۲۸ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۸۵ جلد ۴)

---

1 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ۶، ص ۲۷.

2 ...... آلۂ تناسل کا سر۔ 3 ...... یعنی باقی آلۂ تناسل۔

4 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ۶، ص ۲۷، ۲۸.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

8 ...... سُرین کے دونوں اطراف۔

9 ...... "الفتاوی الخانیۃ"، کتاب الجنایات، ج ۲، ص ۳۸۵.

10 ...... یعنی پیٹ میں غذا کا رکنا۔ 11 ...... یعنی پیچھے کے مقام پر، سُرین پر۔

12 ...... ایک بیماری جس میں وقفے وقفے سے پیشاب کے قطرے گرتے رہتے ہیں۔ 13 ...... عورت کے آگے اور پیچھے کے مقام۔

14 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، ج ۶، ص ۲۸.

مسئلہ ۲۸۵: عورت کی شرم گاہ کوخطاءً ایسا کاٹ دیا کہ اس میں پیشاب روکنے کی قدرت نہ رہی یا وہ جماع کے قابل نہ رہی تو پوری دیت نفس ہے۔[1] (عالمگیری، ص ۲۸ جلد ۶)

مسئلہ ۲۸۶: عورت کوایسا مارا کہ وہ مستحاضہ ہوگئی تو ایک سال کی مہلت دی جائے گی۔اگراس دوران اچھی ہوگئی تو کچھ نہیں ورنہ پوری دیت ہے۔[2] (عالمگیری ص ۲۸ جلد ۶)

مسئلہ ۲۸۷: ایسی صغیرہ سے جماع کیا جواس قابل نہ تھی اور وہ مرگئی تو اجنبیہ[3] ہونے کی صورت میں عاقلہ پر دیت ہےاور منکوحہ ہونے کی صورت میں عاقلہ پر دیت ہےاورشوہر پر مہر۔[4] (عالمگیری ص ۲۸ ج ۶)

مسئلہ ۲۸۸: ازالہ عقل، سمع، بصر، شم، کلام، ذوق[5]، اِنزال، گُبھ[6] پیدا کرنے، سراور داڑھی کے بال مونڈنے، دونوں کان، دونوں بھنوؤں، دونوں آنکھوں کے پپوٹوں، دونوں ہاتھوں یا دونوں پیروں کی انگلیوں یا عورت کے پستانوں کی دونوں گھنڈیوں کے کاٹنے میں، عورت کے مخرجین کا اس طرح ایک کر دینا کہ پیشاب یا پاخانے کے اِمساک کی قدرت نہ رہے۔حشفہ، ناک کے نرم حصے، دونوں ہونٹوں، دونوں جبڑوں، دونوں چوتڑوں، زبان کے کاٹنے، چہرے کے ٹیڑھا کر دینے۔ عورت کی شرم گاہ کواس طرح کاٹ دینے میں کہ جماع کے قابل نہ رہے اور پیٹ پر ایسی ضرب لگانے میں کہ پانی منقطع ہوجائے، پوری دیت نفس ہے۔بشرطیکہ یہ جرائم خطاءً صادر ہوں۔[7] (قاضی خان ص ۳۸۶ جلد ۴)

مسئلہ ۲۸۹: کسی باکرہ لڑکی کودھکا دیا کہ وہ گر پڑی اوراس کی بکارت زائل ہوگئی[8] تو دھکا دینے والے پرمَہرِ مثل لازم ہے۔[9] (قاضی خان ص ۳۸۶ جلد ۴، عالمگیری ص ۲۸ جلد ۶)

مسئلہ ۲۹۰: کسی رسی پر دوآدمیوں نے جھگڑا کیا اور ہرآدمی ایک ایک سرا پکڑ کر کھینچ رہا تھا، تیسرے نے آکر درمیان سے رسی کاٹ دی اوروہ دونوں شخص گر پڑے اور مر گئے، رسی کاٹنے والے پر نہ قصاص ہے نہ دیت۔[10] (قاضی خان ص ۳۸۷ جلد ۴)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج٦، ص ٢٨.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی غیرمنکوحہ۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، ج٦، ص ٢٨.

5 ......عقل، سننے کی قوت، دیکھنے کی صلاحیت، سونگھنے کی صلاحیت، بولنے کی صلاحیت، چکھنے کی صلاحیت کوختم کر دینا۔

6 ......یعنی پیٹھ میں ٹیڑھا پن۔

7 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، ج٢، ص٣٨٥، ٣٨٦.

8 ......کنوارہ پن ختم ہوگیا۔

9 ......المرجع السابق، ص٣٨٦. 10 ......المرجع السابق، ص٣٨٧.

فصل فی الشجاج
چہرے اور سر کے زخموں کا بیان
(چہرے اور سر کے زخموں کو شجاج کہتے ہیں)

مسئلہ۲۹۱: اس کی دس قسمیں بیان کی گئی ہیں۔ ① حارصہ ② دامعہ ③ دامیہ ④ باضعہ ⑤ متلاحمہ ⑥ سمحاق ⑦ موضحہ ⑧ ہاشمہ ⑨ منقلہ آمہ۔

① حارصہ: جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں جلد پر خراش پڑ جائے مگر خون نہ چھلکے۔

② دامعہ: سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون چھنک آئے مگر بہے نہیں۔

③ دامیہ: سر کی جلد کے اس زخم کو کہتے ہیں جس میں خون بہہ جائے۔

④ باضعہ: جس میں سر کی جلد کٹ جائے۔

⑤ متلاحمہ: جس میں سر کا گوشت بھی پھٹ جائے۔

⑥ سمحاق: جس میں سر کی ہڈی کے اوپر کی جھلی [1] تک زخم پہنچ جائے۔

⑦ موضحہ: جس میں سر کی ہڈی نظر آ جائے۔

⑧ ہاشمہ: جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ جائے۔

⑨ منقلہ: جس میں سر کی ہڈی ٹوٹ کر ہٹ جائے۔

⑩ اٰمّہ: وہ زخم جوام الدماغ، یعنی دماغ کی جھلی تک پہنچ جائے۔

ان کے علاوہ زخموں کی ایک قسم جائفہ بھی کی گئی ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ زخم جوف تک پہنچے اور یہ زخم پیٹھ، پیٹ اور سینے میں ہوتا ہے۔ اور اگر گلے کا زخم غذائی نالی تک پہنچ جائے تو وہ بھی جائفہ ہے۔ [2] (عالمگیری ص ۲۸ ج ۶، شامی ص ۵۱۰ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۳۳ جلد ۸)

مسئلہ۲۹۲: موضحہ اور اس سے کم زخم اگر قصداً لگائے گئے ہوں تو ان میں قصاص ہے اور اگر خطاءً ہوں تو موضحہ سے کم زخموں میں حکومت عدل ہے اور موضحہ میں دیتِ نفس کا بیسواں حصہ ہے اور ہاشمہ میں دیت نفس کا دسواں حصہ ہے اور منقلہ میں دیت نفس کا پندرہ فیصد حصہ اور آمّہ اور جائفہ میں دیت کا تہائی حصہ ہے۔ ہاں اگر جائفہ آر پار ہوگیا تو دو تہائی

---

1 ......یعنی باریک کھال، باریک پردہ۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، فصل فی الشجاج، ج٦، ص٢٨.

دیت ہے۔[1] (عالمگیری ص۲۹ جلد۶، بحرالرائق ص۳۳۴، جلد۸، ہدایہ وفتح القدیر ص۳۱۲، جلد۸، بدائع صنائع ص۳۱۶، جلد۷)

مسئلہ۲۹۳: ہاشمہ، منقلہ، آمّہ اگر قصداً بھی لگائے تو قصاص نہیں ہے چوں کہ مساوات ممکن نہیں ہے اس لیے ان میں خطاءً اور عمداً دونوں صورتوں میں دیت ہے۔[2] (عالمگیری ص۲۹ ج۶، شامی ص۵۱۰ ج۵، مبسوط ص۷۴ جلد۲۶، بحرالرائق ص۳۳۵ ج۸)

مسئلہ۲۹۴: اگر کسی نے کسی کے چہرے یا سر کے کسی حصہ پر ایسا زخم لگایا کہ اچھا ہونے کے بعد اس کا اثر بھی زائل ہوگیا تو اس پر کچھ نہیں۔[3] (عالمگیری ص۲۹، ج۶، تبیین الحقائق ص ۱۳۸، جلد۶، بدائع صنائع ص۳۱۶، جلد۷، بحرالرائق ص۳۴۰، جلد۸)

مسئلہ۲۹۵: چہرے اور سر کے علاوہ جسم کے کسی اور حصہ پر جو زخم لگایا جائے اس کو جراحت[4] کہتے ہیں اور اس میں حکومت عدل ہے۔[5] (شامی و درمختار ص۵۱۰ جلد۵، فتح القدیر وہدایہ ص۳۱۲ جلد۸)

مسئلہ۲۹۶: سر اور چہرے کے علاوہ جسم کے دوسرے زخموں میں حکومت عدل اسی وقت ہے جب زخم اچھے ہونے کے بعد اس کے نشانات باقی رہ جائیں ورنہ کچھ نہیں ہے۔[6] (عالمگیری ص۲۹ جلد۶، درمختار و شامی ص۵۱۱ جلد۵)

مسئلہ۲۹۷: شجاج کی جن صورتوں میں قصاص واجب ہے ان میں زخم کی لمبائی چوڑائی میں مساوات کے ساتھ قصاص لیا جائے گا اور سر کے مقدم یا موخر حصہ یا وسط میں جس جگہ بھی زخم ہوگا زخمی کرنے والے کے اسی حصے میں مساوات کے ساتھ قصاص لیا جائے گا۔[7] (عالمگیری ص۲۹ جلد۶، بدائع صنائع ص۳۰۹ جلد۷، قاضی خان ص۳۸۶ جلد۴)

مسئلہ۲۹۸: اگر قرنین[8] کے مابین پیشانی پر ایسا موضحہ[9] لگایا کہ قرنین سے مل گیا اور زخم لگانے والے کی پیشانی بڑی ہونے کی وجہ سے اتنا لمبا زخم لگانے سے اس کے قرنین تک نہیں پہنچتا ہے تو زخمی کو اختیار دیا جائے گا کہ چاہے تو قصاص لے لے اور جس قرن سے چاہے شروع کر کے اتنا لمبا زخم اس کی پیشانی پر لگا دے اور اگر چاہے تو اَرش لے لے۔ اور اگر زخمی کرنے والے کی پیشانی چھوٹی ہے کہ مساوات سے قصاص لینے کی صورت میں زخم قرنین سے تجاوز کر جاتا ہے، تب زخمی کو اختیار ہے کہ

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، فصل فی الشجاج، ج٦، ص ٢٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......یعنی زخمی کرنا۔

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، فصل فی الشجاج، ج١٠، ص٢٤٥.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، فصل فی الشجاج، ج٦، ص٢٩.

7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی پیشانی کے دونوں اطراف۔ 9 ......ایسا زخم جس سے سر کی ہڈی نظر آئے۔

چاہے ارش لے لے اور چاہے تو صرف قرنین کے درمیان زخم لگا کر قصاص لے لے۔ قرنین سے زخم متجاوز نہیں ہونا چاہیے ۔[1] (بدائع صنائع،ص ۳۰۹ جلد ۷، عالمگیری ص ۲۹ جلد ۶، مبسوط ص ۱۴۵، جلد ۲۶)

مسئلہ ۲۹۹: اگر اتنا لمبا زخم لگایا کہ پیشانی سے گدی تک پہنچ گیا تو زخمی کو حق ہے کہ اسی جگہ پر اتنا ہی بڑا زخم لگا کر قصاص لے یا ارش لے، اگر زخمی کرنے والے کا سر بڑا ہے لہٰذا اتنا بڑا زخم لگانے سے اس کی قفا یعنی گدی تک نہیں پہنچتا ہے۔ تو بھی زخمی کو اختیار ہے کہ چاہے ارش لے لے اور چاہے اتنا لمبا زخم لگا کر قصاص لے لے۔ خواہ پیشانی کی طرف سے شروع کرے خواہ گدی کی طرف سے۔[2] (عالمگیری از محیط و ذخیرہ ص ۲۹ جلد ۶، بدائع صنائع ص ۱۰ جلد ۷، مبسوط ص ۱۴۶ جلد ۲۶)

مسئلہ ۳۰۰: اگر بیس۲۰ موضحہ زخم لگائے اور درمیان میں صحت نہ ہوئی تو پوری دیت نفس تین سال میں ادا کی جائے گی اور اگر درمیان میں صحت واقع ہوگئی تو ایک سال میں پوری دیت نفس ادا کرنا ہوگی۔[3] (عالمگیری از کافی ص ۲۹ جلد ۶)

مسئلہ ۳۰۱: کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس کی عقل جاتی رہی۔ یا پورے سر کے بال ایسے اڑے کہ پھر نہ اُگے تو صرف دیت نفس واجب ہوگی اور اگر سر کے بال مختلف جگہوں سے اڑ گئے تو بالوں کی حکومت عدل اور موضحہ کی ارش میں سے جو زیادہ ہوگا وہ لازم آئے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ بال پھر نہ اُگیں، لیکن اگر دوبارہ پہلے کی طرح بال اُگ آئیں تو کچھ لازم نہیں ہے۔[4] (شامی و درمختار ص ۵۱۳ جلد ج ۵، عالمگیری ص ۲۹ جلد ۶)

مسئلہ ۳۰۲: کسی کی بھنوں پر خطاءً ایسا موضحہ لگایا کہ بھنوں کے بال گر گئے اور پھر نہ اُگے تو صرف نصف دیت لازم ہوگی۔[5] (عالمگیری ص ۳۰ جلد ۶)

مسئلہ ۳۰۳: کسی کے سر پر ایسا موضحہ لگایا کہ اس سے سننے یا دیکھنے یا بولنے کے قابل نہ رہا۔ تو اس پر نفس کی دیت کے ساتھ موضحہ کا ارش بھی واجب ہے۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ اس زخم سے موت نہ ہوئی ہو، اور اگر موت واقع ہوگئی تو ارش ساقط ہو جائے گا۔ اور عمد کی صورت میں جنایت کرنے والے کے مال سے تین سال میں دیت ادا کی جائے گی اور بصورت خطا عاقلہ پر تین سال میں دیت ہے۔[6] (شامی و درمختار ص ۵۱۳، جلد ۵)

مسئلہ ۳۰۴: کسی نے کسی کے سر پر ایسا موضحہ عمداً لگایا کہ اس کی بینائی جاتی رہی تو ذہاب بصر[7] اور موضحہ دونوں

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثامن فی الدّيات، فصل فی الشجاج، ج٦، ص٢٩.
2. ......المرجع السابق.
3. ......المرجع السابق.
4. ......المرجع السابق.
5. ......المرجع السابق، ص ٣٠.
6. ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، كتاب الدّيات، فصل فی الشجاج، ج ١٠، ص ٢٥٣.
7. ......یعنی نظر کے ختم ہو جانے۔

کی دیتیں واجب ہوں گی۔[1] (عالمگیری ص۳۰ جلد۶، درمختار وشامی ص۵۱۳، جلد۵، تبیین ص۱۳۶، جلد۶، بحرالرائق ص۳۳۹ ج۸)

مسئلہ۳۰۵: کوئی شخص بڑھاپے کی وجہ سے چندلا ہوگیا تھا۔ اس کے سر پر کسی نے عمداً موضحہ لگایا تو قصاص نہیں لیا جائے گا دیت لازم ہوگی اور اگر زخم لگانے والا بھی چندلا ہے تو قصاص لیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ص۳۰ جلد۶)

مسئلہ۳۰۶: ہر وہ جنایت جو بالقصد ہو لیکن شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہوگیا ہو اور دیت واجب ہوگئی ہو تو جنایت کرنے والے کے مال سے دیت ادا کی جائے گی اور عاقلہ سے مطالبہ نہیں کیا جائے گا۔ اور یہی حکم ہر اس مال کا ہے جس پر بالقصد جنایت کی صورت میں صلح کی گئی ہو۔[3] (تبیین ص۱۳۸ جلد۶، درمختار وشامی ص۴۶۸ جلد۵، فتح القدیر ص۳۲۲ جلد۸)

مسئلہ۳۰۷: حکومت عدل سے جو مال لازم آتا ہے وہ جنایت کرنے والے کے مال سے ادا کیا جائے گا۔ عاقلہ سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جاسکتا۔[4] (درمختار وشامی ص۵۱۶ ج۵)

فصل فی الجنین (حمل کا بیان)

مسئلہ۳۰۸: کسی نے کسی حاملہ عورت کو ایسا مارا، یا ڈرایا، یا دھمکایا، یا کوئی ایسا فعل کیا جس کی وجہ سے ایسا مرا ہوا بچہ ساقط ہوا جو آزاد تھا۔ اگرچہ اس کے اَعضاء کی خِلقت[5] مکمل نہیں ہوئی تھی بلکہ صرف بعض اَعضاء ظاہر ہوئے تھے تو مارنے والے کے عاقلہ پر مرد کی دیت کا بیسواں حصہ یعنی پانچ سو درہم ایک سال میں واجب الادا ہوں گے۔ ساقط شدہ بچہ مذکر ہو یا مؤنث اور ماں مسلمہ ہو یا کتابیہ یا مجوسیہ، سب کا ایک ہی حکم ہے۔[6] (شامی ودرمختار ص۵۱۶ جلد۵، تبیین الحقائق ص۱۳۹ ج۶، عالمگیری ص۳۴ جلد۶، بحرالرائق ص۳۴۱ جلد۸، فتح القدیر ص۳۲۴ جلد۸، مبسوط ص۸۷ جلد۲۶)

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، فصل فی الشجاج، ج۶، ص۳۰.

2 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الثامن فی الدّیات، فصل فی الشجاج، ج۶، ص۳۰.

3 ......"تبیین الحقائق"، کتاب الدّیات، فصل فی الشجاج، ج۷، ص۲۸۹.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، فصل فی الشجاج، ج۱۰، ص۲۵۷.

5 ......بناوٹ۔

6 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب العاشرفی الجنین، ج۶، ص۳۴.

و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج۱۰، ص۲۵۷، ۲۵۸.

و"الھدایۃ"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج۲، ص۴۷۱، ۴۷۲.

مسئلہ ۳۰۹: اگر مذکورۃ الصدر اسباب کے تحت [1] زندہ بچہ ساقط ہوا، پھر مرگیا تو پوری دیت نفس عاقلہ پر واجب ہوگی اور کفارہ ضارب پر واجب ہے اور اگر مردہ ساقط ہوا اور اس کے بعد ماں بھی مرگئی تو ماں کی پوری دیت اور بچہ کی دیتِ غرۃ یعنی پانچ سو درہم عاقلہ پر واجب ہوں گے۔ [2] (درمختار و شامی ص ۵۱۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۳۴ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۴۲ جلد ۸، فتح القدیر ص ۳۲۷ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۰ جلد ۶، مبسوط ص ۸۹ جلد ۲۶)

مسئلہ ۳۱۰: اگر مذکورہ اسباب کے تحت حاملہ مرگئی پھر مرا ہوا بچہ خارج ہوا تو صرف عورت کی دیتِ نفس عاقلہ پر واجب ہے۔ [3] (درمختار و شامی ص ۵۱۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۳۵، جلد ۶، تبیین، ص ۱۴۰، جلد ۶، بحر الرائق ص ۳۴۲ جلد ۸، فتح القدیر ص ۳۲۷ جلد ۸، مبسوط ص ۸۹ جلد ۲۶)

مسئلہ ۳۱۱: اگر مذکورہ اسباب کی بناء پر دو مردہ بچے ساقط ہوئے تو دو غرے یعنی ایک ہزار درہم عاقلہ پر واجب ہوں گے۔ اور اگر ایک زندہ پیدا ہو کر مرگیا اور دوسرا مردہ پیدا ہوا تو زندہ پیدا ہونے والے کی دیت نفس اور مردہ پیدا ہونے والے کا غرہ یعنی پانچ سو درہم عاقلہ پر ہیں اور اگر ماں مرگئی پھر دو۲ مردہ بچے پیدا ہوئے تو صرف ماں کی دیت نفس عاقلہ پر واجب ہوگی اور اگر ماں کے مرنے کے بعد دو۲ بچے زندہ پیدا ہو کر مرگئے تو عاقلہ پر تین دیتیں واجب ہوں گی اور اگر ایک مردہ بچہ ماں کی موت سے پہلے خارج ہوا اور دوسرا مردہ بچہ ماں کی موت کے بعد تو پہلے پیدا ہونے والے کا غرہ اور ماں کی دیت نفس عاقلہ پر ہے اور بعد میں پیدا ہونے والے کا کچھ نہیں۔ [4] (شامی ص ۵۱۷ جلد ۵، عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶، مبسوط ص ۹۰ جلد ۲۶)

مسئلہ ۳۱۲: اگر ماں کی موت کے بعد زندہ بچہ ساقط ہو کر مرگیا تو ماں اور بچہ دونوں کی دو دیتیں عاقلہ پر واجب ہیں۔ [5] (درمختار و شامی ص ۵۱۸ جلد ۵، مبسوط ص ۹۰ جلد ۲۶، عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶، قاضی خان ص ۳۹۳ جلد ۴)

مسئلہ ۳۱۳: اسقاط کی ان سب صورتوں میں جن میں جنین کا غرہ یا دیت لازم ہوگی وہ جنین کے ورثاء میں تقسیم کی جائے گی۔ اور اس کی ماں بھی اس کی وارث ہوگی، ساقط کرنے والا [6] وارث نہیں ہوگا۔ [7] (درمختار و شامی ص ۵۱۸ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۱ ج ۶، عالمگیری ص ۳۴ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۴۲ جلد ۸، فتح القدیر ص ۳۲۸ ج ۸، بدائع صنائع ص ۳۲۶ ج ۷، مبسوط ص ۹۰ ج ۲۶)

---

1. ......یعنی پیچھے ذِکر کئے گئے اَسباب کے تحت۔
2. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب العاشر في الجنين، ج٦، ص ٣٤، ٣٥.
3. ......المرجع السابق، ص ٣٥.
4. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب العاشر في الجنين، ج٦، ص ٣٥.
   و"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، فصل في الجنين، ج ١٠، ص ٢٥٩.
5. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب العاشر في الجنين، ج٦، ص ٣٥.
6. ......یعنی حمل گرانے والا۔
7. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب العاشر في الجنين، ج٦، ص ٣٤.

مسئلہ۳۱۴: کسی نے حاملہ کے پیٹ پرتلوار ماری کہ رحم کو کاٹ کر دو جنینوں کو مجروح کر گئی اور ایک مجروح زندہ ساقط ہوا اور دوسرا مجروح مردہ ساقط ہوا اور عورت بھی مرگئی تو عورت کا قصاص لیا جائے گا اور زندہ ساقط ہونے والے بچے کی دیت اور مردہ پیدا ہونے والے بچہ کا غرہ عاقلہ پر واجب ہوگا۔[1] (درمختار ص۵۴۰ جلد۵)

مسئلہ۳۱۵: کسی نے حاملہ کے پیٹ پر چھری ماری جس کی وجہ سے رحم میں بچہ کا ہاتھ کٹ گیا اور وہ زندہ پیدا ہوا اور ماں بھی زندہ رہی تو بچے کے ہاتھ کی وجہ سے نصف دیت نفس عاقلہ پر واجب ہوگی۔[2] (عالمگیری ص۳۶ جلد۶)

مسئلہ۳۱۶: شوہر نے اپنی حاملہ بیوی کو ایسا ڈرایا، دھمکایا، یا مارا کہ مردہ بچہ ساقط ہوگیا تو شوہر کے عاقلہ پر غرہ لازم ہے اور یہ اس بچہ کا وارث نہیں ہوگا۔[3] (درمختار و شامی ص۵۱۸ جلد۵، بدائع صنائع ص۳۲۶ جلد۷، تبیین الحقائق ص۱۲۶، جلد۶، بحرالرائق ص۳۴۲ جلد۸، فتح القدیر ص۳۲۸ جلد۸)

مسئلہ۳۱۷: کسی نے اپنی حاملہ بیوی کو ڈرایا، دھمکایا، یا ایسا مارا کہ ایک بچہ زندہ ساقط ہو کر مرگیا۔ پھر دوسرا مردہ ساقط ہوا پھر وہ عورت بھی مرگئی تو اس شخص کے عاقلہ پر بیوی اور زندہ پیدا ہونے والے بچے کی دو دیتیں اور مردہ ساقط ہونے والے بچے کا غرہ واجب ہوگا اور اس شخص پر دو کفارے واجب ہوں گے۔[4] (عالمگیری ص۳۵ جلد۶)

مسئلہ۳۱۸: بچہ کا سر ظاہر ہوا اور وہ چیخا کہ ایک شخص نے اس کو ذبح کر دیا تو اس پر غرہ ہے۔[5] (عالمگیری ازخزانۃ المفتین ص۳۵ ج۶)

مسئلہ۳۱۹: اگر حاملہ باندی کو ڈرایا، دھمکایا، یا ایسا مارا کہ اس کا ایسا حمل ساقط ہوگیا جو زندہ پیدا ہوتا تو غلام ہوتا تو اس کے زندہ رہنے کی صورت میں اس کی جو قیمت ہوتی مذکر میں اس کی قیمت کا بیسواں اور مؤنث میں قیمت کا دسواں مارنے والے کے مال میں نقد لازم آئے گا۔[6] (درمختار و شامی ص۵۱۸ ج۵، عالمگیری ص۳۵ ج۶، بحرالرائق ص۳۴۲ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۴۰ جلد۶، فتح القدیر ص۳۲۸ ج۸)

مسئلہ۳۲۰: اگر مذکورہ بالا صورت میں مذکر و مؤنث ہونے کا پتہ نہ چلے تو جس کی قیمت کم ہوگی وہ لازم ہوگی اور اگر

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج۱۰، ص۲٦٤.

2 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب العاشرفی الجنين، ج٦، ص٣٦.

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنين، ج١٠، ص٢٦٠.

4 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب العاشرفی الجنين، ج٦، ص٣٥.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

باندی کے مالک اور ضارب[1] میں ساقط شدہ حمل کی قیمت کی تعیین میں اختلاف ہو تو ضارب کی بات مانی جائے گی۔[2] (شامی ص ۵۱۸ جلد۵، عالمگیری ص ۳۵ جلد۶، عنایہ ص ۳۲۸ جلد ۸)

مسئلہ ۳۲۱: اگر مذکورہ بالا صورت میں زندہ بچہ پیدا ہوا جس سے باندی میں کوئی نقص پیدا ہو کر اس کی قیمت گھٹ گئی تو ضارب پر جنین کی قیمت لازم ہوگی اور یہ قیمت اگر باندی کی قیمت میں جو کمی واقع ہوئی اس سے کم ہو تو اس کمی کو جنین کی قیمت میں اضافہ کرکے پورا کر دیا جائے گا۔[3] (درمختار و شامی ص ۵۱۸، جلد۵)

مسئلہ ۳۲۲: مذکورہ بالا صورت میں باندی کے مردہ حمل گرا پھر باندی بھی مرگئی تو ضارب پر باندی کی قیمت تین سال میں واجب الادا ہوگی۔[4] (عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶)

مسئلہ ۳۲۳: مذکورہ بالا صورت میں ضرب کے بعد مولیٰ نے حمل کو آزاد کر دیا۔ اس کے بعد زندہ بچہ پیدا ہو کر مر گیا تو اس بچے کے زندہ ہونے کی صورت میں جو قیمت ہوتی وہ ضارب پر لازم ہوگی۔[5] (عالمگیری ص ۳۵ جلد۶، درمختار و شامی ص ۵۱۸ جلد۵، تبیین ص ۱۴۱ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۴۳ ج ۸، فتح القدیر ص ۳۲۹ ج ۸)

مسئلہ ۳۲۴: کسی نے غیر کی باندی سے زنا کیا جس سے وہ حاملہ ہوگئی پھر زانی اور اس کی بیوی نے کوئی تدبیر کرکے حمل گرا دیا اس سے باندی مرگئی تو باندی کی قیمت، اور اگر حمل مردہ ساقط ہوا تھا تو غرہ اور اگر ساقط ہو کر مرا تو اس کی پوری قیمت واجب ہوگی اور اگر مضغہ تھا تو کچھ نہیں۔[6] (بحر الرائق ص ۳۲۲ جلد ۸)

مسئلہ ۳۲۵: ضرب واقع ہونے کے بعد باندی کے مالک نے باندی کو بیچ دیا اس کے بعد اسقاط ہوا تو غرہ بیچنے والے کو ملے گا اور اگر بچہ کا باپ ضرب کے وقت غلام تھا پھر آزاد ہوگیا اس کے بعد حمل ساقط ہوا تو باپ کو کچھ نہیں ملے گا۔[7] (عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶)

---

1 ......یعنی مارنے والے۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب العاشرفی الجنين، ج٦، ص٣٥.

و"فتح القدير"، کتاب الدّيات، فصل فی الجنين، ج٩، ص٢٣٧.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدّيات، فصل فی الجنين، ج١٠، ص٢٦٠.

4 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب العاشرفی الجنين، ج٦، ص٣٥.

5 ......المرجع السابق.

6 ......تکملة"البحرالرائق"، کتاب الديات، فصل فی الجنين، ج٩، ص١٠٣.

7 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب العاشرفی الجنين، ج٦، ص٣٥.

مسئلہ ۳۲۶: مولیٰ نے باندی کے حمل کو آزاد کر دیا اس کے بعد کسی شخص نے باندی کے پیٹ پر ضرب لگائی کہ مردہ حمل ساقط ہوا اور اس بچے کا باپ آزاد تھا تو ضارب پر غرہ لازم ہے اور غرہ باپ کو ملے گا۔[1] (عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶)

مسئلہ ۳۲۷: حمل کے والدین میں سے جو ضرب سے پہلے آزاد ہو چکا ہوگا وہ حمل کے معاوضہ کا حق دار ہوگا، مولیٰ نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری ص ۳۵، جلد ۶)

مسئلہ ۳۲۸: کسی نے حاملہ باندی خریدی اور قبضہ نہیں کیا تھا کہ اس کے حمل کو آزاد کر دیا۔ پھر کسی نے اس کے پیٹ پر ضرب لگائی جس سے مردہ بچہ پیدا ہوا تو مشتری کو اختیار ہے کہ باندی کو پوری قیمت میں لے لے اور ضارب سے آزاد بچہ کا ارش وصول کرے اور اگر چاہے تو باندی کی بیع کو فسخ کر دے اور بچے کے حصہ کی قیمت اس پر لازم ہوگی۔[3] (عالمگیری ص ۳۶ جلد ۶، بحرالرائق ص ۳۴۲ ج ۶)

مسئلہ ۳۲۹: کسی نے اپنی باندی سے کہا جو کسی اور سے حاملہ تھی، کہ تیرے پیٹ میں جو دو بچے ہیں ان میں سے ایک آزاد ہے اور یہ کہہ کر مولیٰ مر گیا۔ پھر کسی نے اس حاملہ کو ایسی ضرب لگائی جس سے ایک لڑکا اور ایک لڑکی مردہ پیدا ہوئے تو ضرب لگانے والے پر لڑکے کا نصف غرہ اور اس کو غلام مان کر اس کی قیمت کا چالیسواں حصہ اور لڑکی کا نصف غرہ اور اس کو باندی مان کر جو قیمت ہوگی اس کا بیسواں حصہ لازم ہوگا۔[4] (عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶)

مسئلہ ۳۳۰: کسی حاملہ عورت نے اپنے پیٹ پر ضرب لگا کر یا دوا پی کر، یا کوئی اور تدبیر کر کے عمداً اپنے حمل کو ساقط کر دیا تو اگر بغیر اجازت شوہر ایسا کیا تو اس عورت کے عاقلہ پر غرہ لازم ہوگا اور اگر عاقلہ نہ ہوں تو اس کے مال سے غرہ ایک سال میں ادا کیا جائے گا۔ اور اگر شوہر کی اجازت سے ایسا کیا ہے تو کچھ لازم نہیں ہے۔ اسی طرح اس نے اگر کوئی دوا پی جس سے اسقاط مقصود نہ تھا مگر اسقاط ہو گیا تو بھی کچھ لازم نہ ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۳۵ جلد ۶، شامی ص ۵۱۹ جلد ۵، تبیین ص ۱۴۲ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۴۳ جلد ۸، قاضی خان ص ۳۹۲ جلد ۴)

مسئلہ ۳۳۱: اگر شوہر نے بیوی کو اسقاط کی اجازت دی اور بیوی نے کسی دوسری عورت سے اسقاط کرا لیا تو یہ دوسری عورت بھی ضامن نہیں ہوگی۔[6] (شامی و درمختار ص ۵۲۰ ج ۵)

---

1. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب العاشر فی الجنين، ج٦، ص ٣٥.
2. ......المرجع السابق. 3. ......المرجع السابق، ص٣٦. 4. ......المرجع السابق، ص ٣٥.
5. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب العاشر فی الجنين، ج٦، ص ٣٥.
و"تبيين الحقائق"، كتاب الدّيات، فصل فی الجنين، ج٧، ص ٢٩٧،
6. ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، فصل فی الجنين، ج ١٠، ص ٢٦٢، ٢٦٣.

مسئلہ۳۳۲: اُمّ ولد نے خود اپنا حمل ساقط کرلیا تو اس پر کچھ لازم نہیں ہے۔[1] (درمختار وشامی ص۵۲۰جلد۵، بحرالرائق ص۳۴۳ج۸)

مسئلہ۳۳۳: کسی حاملہ نے عمداً اسقاط کی دوا پی اس سے زندہ بچہ پیدا ہوکر مرگیا، تو اس کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اور اس پر کفارہ لازم ہے اور وہ وارث نہیں ہوگی اور اگر مردہ بچہ ساقط ہوا تو اس کے عاقلہ پر غرہ ہے اور اس پر کفارہ ہے اور یہ محروم الارث ہے[2]۔ اور اگر مضغہ ساقط ہوا تو استغفار وتوبہ کرے۔[3] (بحرالرائق ص۳۴۴،جلد۸)

مسئلہ۳۳۴: خلع کرنے والی حاملہ نے عدت ختم کرنے کے لیے اسقاط حمل کرلیا تو اس پر شوہر کے لیے غرہ واجب ہے۔[4] (بحرالرائق ص۳۴۴ج۸، عالمگیری ص۳۶جلد۶)

مسئلہ۳۳۵: اگر کسی نے کسی کے جانور کا حمل گرادیا تو اگر مردہ بچہ پیدا ہوا ہے اور اس سے ماں کی قیمت میں نقصان آ گیا تو یہ شخص اس نقصان کا ضامن ہوگا۔ اگر قیمت میں نقصان نہیں آیا تو اس پر کچھ نہیں ہے اور اگر زندہ بچہ پیدا ہوکر مرگیا تو مارنے والے کے مال میں سے بچے کی قیمت نقد ادا کی جائے گی۔[5] (درمختار وشامی ص۵۲۰جلد۵، مبسوط ص۸۷،جلد۲۶)

مسئلہ۳۳۶: جنین کے اِتلاف میں کفارہ نہیں ہے اور جس حمل میں بعض اعضا بن چکے ہوں اس کا حکم تام الخلقت کی طرح ہے۔[6] (بحرالرائق ص۳۴۳،جلد۸، فتح القدیر ص۳۲۹،جلد۸، تبیین الحقائق ص۱۴۱،جلد۶)

مسئلہ۳۳۷: اگر ایسے مضغہ کا اسقاط کیا جس میں اعضا نہیں بنے تھے اور معتبر دائیوں نے یہ شہادت دی کہ یہ مضغہ بچہ بننے کے قابل ہے اگر باقی رہتا تو انسانی صورت اختیار کرلیتا تو اس میں حکومتِ عدل ہے۔[7] (شامی ص۵۱۹،جلد۵)

بچوں سے متعلق جنایات کے احکام

مسئلہ۳۳۸: کسی شخص نے کسی آزاد بچے کو اغوا کرلیا اور بچہ اس کے پاس سے غائب ہوگیا تو اس اغوا کرنے والے

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج۱۰، ص۲۶۳،

2 ......یعنی وراثت سے محروم ہے۔

3 ......تکملة"البحرالرائق"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج۹، ص۱۰۵.

4 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب العاشرفی الجنين، ج٦، ص ٣٥، ٣٦.

5 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج۱۰، ص۲٦٤،

6 ......تکملة"البحرالرائق"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج۹، ص۱۰٤، ۱۰۵.

7 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، فصل فی الجنین، ج۱۰، ص۲٦۲،

کو قید کیا جائے گا تاوقتیکہ بچہ واپس آجائے یا اس کی موت کا علم ہو جائے۔[1] (قاضی خان ص ۳۹۳ ج ۴، درمختار ص ۵۴۷ ج ۵، طحطاوی علی الدرص ۳۰۳ جلد ۴)

مسئلہ ۳۳۹: کسی نے کسی آزاد بچہ کو اغوا کیا اور وہ بچہ اس کے پاس اچانک یا کسی بیماری سے مرگیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔اور اگر کسی سبب سے مثلاً سخت سردی یا بجلی گرنے، پانی میں ڈوبنے، چھت سے گرنے یا سانپ کے کاٹنے سے مرگیا تو اغوا کرنے والے کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی[2]۔ (شامی و درمختار ۵۴۷ ج ۵، فتح القدیر ص ۳۸۲ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۶۷ جلد ۶، بحر الرائق ص ۳۹۰ جلد ۸، مبسوط ص ۱۸۶ جلد ۲۶، عالمگیری ص ۳۴ جلد ۶) اور اگر بچہ نے غاصب کے پاس خودکشی کرلی یا کسی کو قتل کردیا تو غاصب پر ضمان نہیں ہے۔[3] (مبسوط ص ۱۸۶ جلد ۲۶، عالمگیری ص ۳۴ جلد ۶)

مسئلہ ۳۴۰: اسی طرح اگر آزاد کو اغوا کر کے پابہ زنجیر کردیا[4] اور وہ مذکورہ بالا اسباب میں سے کسی سبب سے مرگیا تو بھی اغوا کرنے والے کے عاقلہ پر دیت ہے اور اگر اس کو پابہ زنجیر نہیں کیا تھا اور وہ ان اسباب مذکورہ سے خود کو بچا سکتا تھا مگر اس نے بچنے کی کوشش نہیں کی اور مرگیا تو اغوا کرنے والے پر نفس کا ضمان نہیں ہے۔[5] (عنایہ ص ۳۸۲ جلد ۸، درمختار و شامی ص ۵۴۷ جلد ۵، بحر الرائق ص ۳۹۰ جلد ۸)

مسئلہ ۳۴۱: ختنہ کرنے والے سے کہا کہ بچے کی ختنہ کردے۔غلطی سے بچہ کا حشفہ کٹ گیا اور بچہ مرگیا تو ختنہ کرنے والے کے عاقلہ پر نصف دیت ہوگی اور اگر زندہ رہا تو پوری دیت لازم ہوگی۔[6] (درمختار و شامی ص ۵۴۸ جلد ۵، عالمگیری ص ۳۴ جلد ۶، طحطاوی علی الدرص ۳۰۳ جلد ۴، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۷ جلد ۳)

مسئلہ ۳۴۲: کسی نے بچے کو جانور پر سوار کر کے کہا کہ اس کو روکے رہنا اور بچہ نے جانور کو چلایا نہیں لیکن گر کر مرگیا تو اس سوار کرنے والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت لازم ہوگی۔[7] (درمختار و شامی ص ۵۴۸ ج ۵، طحطاوی علی الدرص ۳۰۴ جلد ۴، عالمگیری ص ۳۳ جلد ۶، مبسوط ص ۱۸۶ جلد ۲۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۷ جلد ۳)

1 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی إتلاف الجنین...إلخ، ج ۲، ص ۳۹۳.

2 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الدّیات، فصل فی غصب القن، ج ۱۰، ص ۳۱۴.

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایة...إلخ، ج ۶، ص ۳۴.

4 ......یعنی پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں۔

5 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الدّیات، فصل فی غصب القن وغیرہ، ج ۱۰، ص ۳۱۴.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایة...إلخ، ج ۶، ص ۳۴.

7 ......المرجع السابق، ص ۳۳.

مسئلہ ۳۴۳: کسی نے بچہ کو جانور پر سوار کر کے کہا کہ اس کو میرے لیے روکے رہو۔ اس بچہ نے جانور کو چلایا اور اس جانور نے کسی شخص کو کچل کر ہلاک کر دیا تو بچہ کے عاقلہ پر اس مرنے والے کی دیت لازم ہوگی اور سوار کرنے والے پر کچھ نہیں ہے اور اگر بچہ اتنا خوردسال[1] ہے کہ جانور پر سواری نہیں کرسکتا ہے تو اس صورت میں مرنے والے کی دیت کسی پر لازم نہیں ہوگی۔[2] (درمختار و شامی ص ۵۴۸ ج ۵، عالمگیری ص ۳۳ ج ۶، طحطاوی علی الدر ص ۳۰۴ ج ۴، مبسوط ص ۱۸۶ ج ۲۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۷ ج ۳)

مسئلہ ۳۴۴: کسی نے بچہ کو جانور پر سوار کر دیا اور اس سے کہا کہ اس کو روکے رہو۔ بچہ نے جانور کو چلا دیا اور گر کر مر گیا تو سوار کرنے والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت نہیں ہے۔[3] (شامی ص ۵۴۸ جلد ۵، طحطاوی علی الدر ص ۳۰۴ جلد ۴، عالمگیری ص ۳۳ جلد ۶، مبسوط ص ۱۸۷ جلد ۲۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۷ جلد ۳)

مسئلہ ۳۴۵: بچہ کسی دیوار یا پیڑ پر چڑھا ہوا تھا، نیچے سے کسی نے چیخ کر کہا گر مت جانا جس سے بچہ گر کر مر گیا تو چیخنے والے پر کچھ نہیں ہے اور اگر اس نے کہا کہ کود جا اور بچہ کودا اور مر گیا تو اس کہنے والے پر بچہ کی دیت ہے۔[4] (عالمگیری ص ۳۳ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۴، ج ۳)

مسئلہ ۳۴۶: اگر کسی نے اتنے چھوٹے بچے کو جانور پر اپنے ساتھ سوار کر لیا جو تنہا جانور پر سوار نہیں ہوسکتا اور چلا بھی نہیں سکتا، اس جانور نے کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو مرنے والے کی دیت صرف اس سوار کے عاقلہ پر ہوگی اور سوار پر کفارہ بھی ہے۔ بچہ کے عاقلہ پر کچھ نہیں ہے اور اگر بچہ سواری کو چلا سکتا ہے تو دونوں کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی۔[5] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۴۷، ج ۳، عالمگیری ص ۳۳ ج ۶، مبسوط ص ۱۸۷، ج ۲۶)

مسئلہ ۳۴۷: باپ اپنے بچہ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تھا اس بچہ کو کسی شخص نے کھینچا اور باپ اس بچہ کا ہاتھ پکڑے رہا اور اس شخص کے کھینچنے کی وجہ سے بچہ مر گیا تو اس بچہ کی دیت کھینچنے والے پر ہے اور باپ بچہ کا وارث ہوگا اور اگر دونوں نے کھینچا اور بچہ مر گیا تو دونوں پر دیت لازم ہوگی اور باپ وارث نہیں ہوگا۔[6] (عالمگیری ص ۳۳، ج ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۴۵، ج ۳)

1. ......یعنی اتنا کم سن۔
2. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب التاسع فی الامر بالجناية...إلخ، ج٦، ص٣٣.
و"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، فصل فی غصب القن، ج١٠، ص٣١٦.
3. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب التاسع فی الامر بالجناية...إلخ، ج٦، ص٣٣.
4. ......المرجع السابق.
5. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب التاسع فی الامر بالجناية...إلخ، ج٦، ص٣٣.
6. ......المرجع السابق، ص٣٣.

مسئلہ ۳۴۸: اتنا چھوٹا بچہ جو اپنے نفس کی حفاظت کرسکتا ہے اگر پانی میں ڈوب کر یا چھت سے گر کر مر جائے تو ماں باپ پر کچھ نہیں ہے اور اگر اپنے نفس کی حفاظت نہیں کرسکتا تھا تو جس کی نگرانی میں تھا اس پر توبہ واستغفار لازم ہے اور اگر اس کی گود سے گر کر مر گیا تو کفارہ بھی لازم ہے۔[1] (عالمگیری ص۳۳ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۴۷ ج۳، شامی ص۵۲۹ ج۵)

مسئلہ ۳۴۹: ماں شیر خوار بچہ کو باپ کے پاس چھوڑ کر چلی گئی اور بچہ دوسری عورتوں کا دودھ پی لیتا تھا۔ لیکن باپ نے کسی دودھ پلانے والی کا انتظام نہ کیا اور بچہ بھوک سے مر گیا تو باپ پر کفارہ اور توبہ لازم ہے اور اگر بچہ دوسری عورت کا دودھ قبول نہیں کرتا تھا اور ماں یہ بات جانتی تھی تو گناہ ماں پر ہے ماں توبہ کرے اور کفارہ بھی دے۔[2] (عالمگیری از محیط ص۳۳ ج۶، خانیہ علی الہندیہ ص۴۴۷، جلد۳)

مسئلہ ۳۵۰: چھ سال کی بچی کو بخار تھا اور آگ کے پاس بیٹھی تاپ رہی تھی۔ باپ گھر میں نہ تھا ماں اسی حالت میں بچی کو چھوڑ کر کہیں چلی گئی اور بچی جل کر مر گئی تو ماں پر دیت نہیں ہے لیکن توبہ واستغفار کرے اور مستحب یہ ہے کہ کفارہ بھی دے۔[3] (عالمگیری از ظہیریہ ص۳۳، ج۶)

مسئلہ ۳۵۱: کسی نے کسی بچہ سے کہا کہ درخت پر چڑھ کر میرے پھل توڑ دے بچہ درخت سے گر کر مر گیا تو چڑھانے والے کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی اسی طرح کوئی چیز اٹھانے کو کہا یا لکڑی توڑنے کو کہا اور بچہ اس چیز کو اٹھانے سے یا پیڑ سے گر کر مر گیا تو اس حکم دینے والے کے عاقلہ پر بچہ کی دیت لازم ہوگی۔[4] (عالمگیری ص۳۲ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۴۵ ج۳)

مسئلہ ۳۵۲: کسی نے بچہ کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو قتل کردے بچہ نے قتل کردیا تو بچہ کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی پھر وہ عاقلہ اس دیت کو حکم دینے والے کے عاقلہ سے وصول کریں گے۔[5] (قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۴۴ ج۳، عالمگیری از خزانۃ المفتین ص۳۰ ج۶، مبسوط ص۱۸۵ ج۲۶)

مسئلہ ۳۵۳: کسی بچہ نے دوسرے بچہ کو حکم دیا کہ فلاں شخص کو قتل کردے اور اس نے قتل کردیا تو قتل کرنے والے کے عاقلہ پر دیت لازم ہے اور یہ دیت حکم دینے والے کے عاقلہ سے وصول نہیں کریں گے۔[6] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۴۵ ج۳، عالمگیری ص۳۰ جلد۶، مبسوط ص۱۸۵ ج۲۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب التاسع في الامر بالجناية...إلخ، ج٦، ص٣٣.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص ٣٢، ٣٣.

5 ......المرجع السابق، ص ٣٠. 6 ......المرجع السابق، ص ٣٠.

مسئلہ ۳۵۴: بچے نے کسی بالغ کو حکم دیا کہ فلاں کو قتل کردے اور اس نے قتل کر دیا، تو حکم دینے والا بچہ ضامن نہیں ہوگا۔ (قاضی خان علی الہندیہ ۴۴۵ ج ۳) اسی طرح بالغ نے اگر کسی دوسرے بالغ کو حکم دیا اور اس نے قتل کر دیا تو قاتل پرضمان ہے حکم دینے والے پر نہیں۔[1] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۴۵ جلد ۳، عالمگیری ص ۳۰ جلد ۶)

مسئلہ ۳۵۵: کسی شخص نے بچہ کو حکم دیا کہ فلاں شخص کا کھانا کھالے یا مال جلا دے یا اس کے جانور کو ہلاک کر دے تو اس مال کا ضمان اس بچے کے مال میں لازم ہے اور بچے کے اولیاء اس ضمان کو ادا کرنے کے بعد حکم دینے والے سے وصول کریں۔[2] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۴۵ ج ۳، عالمگیری ص ۳۰ ج ۶) اور اگر بچے نے بالغ کو ان کاموں کا حکم دیا اور اس نے عمل کر لیا تو بچے پر ضمان نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ص ۳۰ ج ۶)

مسئلہ ۳۵۶: اگر کسی نابالغ نے نابالغہ سے زنا کیا اور اس کی بکارت زائل کر دی تو اس پر مہر مثل لازم آئے گا اور اگر بالغہ کی بکارت زبردستی زنا کر کے نابالغ نے زائل کر دی تو بھی اس پر مہر مثل لازم آئے گا اور اگر بالغہ سے نابالغ نے برضا زنا کیا تھا تو مہر لازم نہیں ہے۔[4] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۴۶، ج ۳)

مسئلہ ۳۵۷: بچے تیراندازی کا کھیل کھیل رہے تھے کسی نو برس تک کے بچے کا تیر کسی شخص کی آنکھ میں لگ گیا جس سے وہ شخص کانا ہو گیا تو اس کی آنکھ کا تاوان بچہ کے مال سے ادا کیا جائے گا اس کے باپ پر کچھ نہیں ہے اور اگر بچے کے پاس مال نہیں ہے تو جب مال ملے گا اس وقت تاوان ادا کر دے گا مگر شرط یہ ہے کہ یہ بات شہادت سے ثابت ہو کہ اسی بچے کا تیر اس شخص کی آنکھ میں لگا ہے صرف بچے کا اقرار یا اس کے تیر کا پایا جانا تاوان کے لیے کافی نہیں ہے۔[5] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۴۷، ج ۳)

مسئلہ ۳۵۸: کسی نے اپنے کسی کام کے لیے کسی کے بچے کو ولی کی اجازت کے بغیر کہیں بھیجا۔ راستے میں بچہ دوسرے بچوں کے ساتھ چھت پر چڑھ گیا اور چھت پر سے گر کر مر گیا تو بھیجنے والے پر ضمان لازم ہوگا۔[6] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۴۷ ج ۳)

مسئلہ ۳۵۹: کسی نے بچے کو اغواء کر کے قتل کر دیا یا اس کے پاس درندہ نے پھاڑ کھایا یا دیوار سے گر کر مر گیا تو غاصب ضامن ہوگا۔[7] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۷ ج ۳، عالمگیری ص ۳۴ ج ۶، مبسوط ص ۱۸۶ ج ۲۶)

---

1 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، فصل فی القتل الذی يوجب الدّية، ج ۲، ص ۳۹۲.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، فصل فی إتلاف الجنين، ج ۲، ص ۳۹۳.

6 ......المرجع السابق، ص ۳۹۳. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۶۰: کسی غلام نے آزاد بچے کوسواری پرسوار کر دیا بچہ سواری سے گر کر مر گیا تو اس بچہ کی دیت غلام پر ہے۔ مولیٰ غلام ہی کو اس کی دیت میں دے دے یا فدیہ دے دے اور اگر سواری پر غلام بھی سوار ہوا اور سواری کو چلایا، سواری نے کسی کو کچل دیا اور وہ مر گیا تو نصف دیت بچے کے عاقلہ پر ہے اور نصف غلام پر۔[1] (عالمگیری ص۳۳ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۴۸ ج۳، مبسوط ص ۱۸۷ ج ۲۶)

مسئلہ ۳۶۱: کسی آزاد شخص نے ایسے نابالغ غلام بچے کوسواری پرسوار کر دیا جوسواری پر ٹھہر سکتا ہے اور اس کو چلا بھی سکتا ہے پھر اس کو حکم دیا کہ وہ جانور کو چلائے اس نے کسی آدمی کو کچل کر مار دیا تو اس کا تاوان غلام بچہ پر ہے اس کی دیت میں مولیٰ یا تو غلام کو دے دے یا اس کا فدیہ دے دے پھر وہ مولیٰ حکم دینے والے سے یہ رقم وصول کرے۔[2] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۴۸ جلد۳، مبسوط ص ۱۸۸ ج ۲۶)

مسئلہ ۳۶۲: کسی عبد ماذون نے کسی بچے کو حکم دیا کہ فلاں کے کپڑے پھاڑ دے یا بچہ کو اپنے کام کے لیے بھیجا اور بچہ ہلاک ہو گیا تو حکم دینے والا ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۳۱ ج ۶)

مسئلہ ۳۶۳: کسی بچے کے پاس غلام کو ودیعت رکھا اور اس بچے نے غلام کو قتل کر دیا تو بچے کے عاقلہ پر غلام کی قیمت ہے۔[4] (تبیین الحقائق ص ۱۶۸ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۹۰ ج ۸، عالمگیری ص ۳۴ ج ۶، شامی ص ۵۴۸ ج ۵) اور اگر مادون النفس میں جنایت کی ہے تو اس کا ارش بچہ کے مال سے ادا کیا جائے گا۔[5] (شامی و درمختار ص ۵۴۸، ج ۵)

مسئلہ ۳۶۴: اگر کسی بچہ کے پاس کھانا بلا اجازتِ ولی امانت رکھا گیا اور بچہ نے اس کو کھا لیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔[6] (تبیین الحقائق ص ۱۶۸، ج ۶، بحرالرائق ص ۳۹۰ ج ۸، عالمگیری ص ۳۴ ج ۶، شامی و درمختار ص ۵۶۸ ج ۵) اور اگر ولی کی اجازت سے رکھا تھا تو ضامن ہوگا جب کہ بچہ عاقل ہو ورنہ نہیں ہوگا۔[7] (ہدایہ وعنایہ ص ۳۸۳، ج ۸)

---

1 ……"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی إتلاف الجنین، ج۲، ص۳۹۳، ۳۹۴.

2 ……المرجع السابق، ص۳۹۴.

3 ……"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایة...إلخ، ج٦، ص ۳۰، ۳۱.

4 ……"ردالمحتار"، کتاب الدیات، فصل فی غصب القن وغیرہ، ج۱۰، ص۳۱٦.

5 ……المرجع السابق.

6 ……"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایة...إلخ، ج٦، ص ۳٤.

7 ……"العنایة" و"فتح القدیر"، کتاب الدیات، باب غصب العبد...إلخ، ج۹، ص۳۰۲.

مسئلہ ۳۶۵: ماں یا باپ یا وصی نے بچے کو تعلیم قرآن کے لیے معتاد طریقے سے مارا جس سے بچہ مرگیا تو ان پر ضمان نہیں ہے اور یہی حکم معلم کا بھی ہے جب کہ اس نے ان کی اجازت سے مارا ہو اور اگر انھوں نے غیر معتاد طریقے سے مارا اور بچہ مرگیا تو یہ لوگ ضامن ہوں گے۔[1] (درمختار و شامی ص ۴۹۸ ج ۵)

مسئلہ ۳۶۶: باپ یا وصی نے بچہ کو تادیباً مارا اور بچہ مرگیا تو ان پر ضمان نہیں ہے جب کہ معتاد طریقے پر مارا ہو[2] اور اگر غیر معتاد طریقے سے مارا تو ضمان ہے۔[3] (درمختار و شامی ص ۴۹۸، ج ۵)

مسئلہ ۳۶۷: ماں نے اگر اپنے بچہ کو تادیباً[4] مارا اور بچہ مرگیا تو بہرحال ماں ضامن ہوگی۔[5] (درمختار و شامی ص ۴۹۸، ج ۵)

مسئلہ ۳۶۸: کسی نے بچے کو ہتھیار دیئے، بچہ اس کو اٹھانے سے تھک گیا اور ہتھیار اس کے ہاتھ سے اس پر گرا اور بچہ مرگیا تو اسلحہ دینے والے کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی اور اگر بچہ نے اس اسلحہ سے خودکشی کر لی یا کسی دوسرے کو قتل کر دیا تو دینے والے پر ضمان نہیں ہے۔[6] (عالمگیری ص ۳۲ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۴ ج ۳، مبسوط ص ۸۵ ج ۲۶)

مسئلہ ۳۶۹: کسی آزاد بچے کو ایسے غلام بچے نے جو مجبور تھا حکم دیا کہ فلاں شخص کو قتل کر دے اور اس نے قتل کر دیا تو قاتل بچہ ضامن ہوگا اور حکم دینے والے غلام بچے سے اس کا تاوان اس کے آزاد ہونے کے بعد بھی واپس نہیں لے سکے گا۔[7] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۵ ج ۳)

مسئلہ ۳۷۰: اور اگر بالغہ باندی نے نابالغ کو دعوت زنا دی اور اس نے زنا کر کے اس کی بکارت زائل کر دی تو بچہ پر اس کا مہر لازم ہے۔[8] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۴۶ ج ۳)

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود...إلخ، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح...إلخ، ج ۱۰، ص ۲۲۰.

2 ......یعنی جیسا کہ عام طور پر مارا جاتا ہے۔

3 ......"الدرالمختار"، کتاب الجنایات، باب القود...إلخ، فصل فی الفعلین، ج ۱۰، ص ۲۲۰.

4 ......یعنی ادب سکھانے کے لیے۔

5 ......"ردالمحتار"، کتاب الجنایات، باب القود...إلخ، فصل فی الفعلین، مطلب: الصحیح...إلخ، ج ۱۰، ص ۲۲۰.

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب التاسع فی الامر بالجنایة...إلخ، ج ۶، ص ۳۲.

7 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی القتل الذی یوجب الدیة، ج ۲، ص ۳۹۲.

8 ......المرجع السابق.

دیوار وغیرہ گرنے سے حادثات کا بیان

مسئلہ ۱ ۳۷: یہ جاننا ضروری ہے کہ ایسی دیوار جو سلامی میں ہو یعنی ٹیڑھی ہو، اگر بناتے وقت اس کے بنانے والے نے ٹیڑھی بنائی پھر وہ کسی انسان پر گر گئی اور وہ مر گیا یا کسی کے مال پر گر پڑی اور وہ مال تلف ہو گیا تو دیوار کے مالک کو ضمان دینا ہوگا خواہ اس دیوار کو گرانے کا مطالبہ کیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو، اور اگر اس دیوار کو سیدھا بنایا تھا مگر بعد میں ٹیڑھی ہوگئی مرورِ زمانہ کی وجہ سے [1]، پھر کسی انسان پر گر پڑی یا مال پر گر پڑی اور اس کو تلف کر گئی تو کیا دیوار کے مالک پر ضمان ہے؟ ہمارے علمائے ثلاثہ کے نزدیک اگر مطالبۂ نقض سے پہلے [2] گری ہے تو اس کا ضمان نہیں ہے، اور مطالبۂ نقض سے اتنے بعد گری ہے جس میں اس کا گرانا ممکن تھا، مگر اس نے اس کو نہیں گرایا تو قیاس چاہتا ہے کہ ضمان نہ ہو۔ مگر استحساناً ضامن ہوگا۔ **هكذا في الذخيرة۔**

پھر جو جان تلف ہوئی اس کی دیت صاحب دیوار کے عاقلہ پر ہے۔ اور جو مال تلف ہوا اس کا ضمان دیوار کے مالک پر ہے۔ [3] (عالمگیری ص ۳۶ ج ۶، مبسوط ص ۹ ج ۲۷، تبیین الحقائق ص ۱۴۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۶ ج ۵، مجمع الانہر ص ۶۵۷ ج ۲، فتح القدیر و عنایہ ص ۳۴۱ ج ۸، بحر الرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۲ ۳۷: تقدم کی تفسیر یہ ہے کہ صاحب حق دیوار کے مالک سے کہے کہ تیری دیوار خطرناک ہے یا کہے کہ سلامی میں ہے یعنی ٹیڑھی ہے، تو اس کو گرا دے تاکہ کسی پر گر نہ پڑے اور اس کو تلف نہ کر دے اور اگر یہ کہا کہ تجھ کو چاہیے کہ تو اس کو گرا دے، تو یہ مشورہ ہوگا مطالبہ نہ ہوگا۔ بحوالہ قاضی خان۔ تقدم میں مطالبہ شرط ہے اِشہاد شرط نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اگر اس کے گرانے کا مطالبہ کیا بغیر اِشہاد کے اور مالک دیوار نے امکان کے باوجود دیوار نہیں گرائی یہاں تک کہ وہ خود گر گئی اور اس سے کوئی چیز تلف ہوگئی اور وہ تلف کا اقرار کرتا ہے تو ضمان دے گا۔ گواہ بنانے کا فائدہ یہ ہے کہ اگر مالکِ دیوار انکارِ طلب کرے تو گواہوں کے ذریعے سے طلب کو ثابت کیا جا سکے۔ [4] (عالمگیری از کافی ص ۳۶ ج ۶، مجمع الانہر ص ۶۵۶ ج ۲، بحر الرائق ص ۳۸۴ ج ۸، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۵۴ ج ۳، مبسوط ص ۹ ج ۲۷، شامی ص ۵۲۶ ج ۵، تبیین ص ۱۴۷ ج ۶)

مسئلہ ۳ ۳۷: دیوار کے متعلق دیوار گرانے کا مطالبہ کرنا دیوار کے مالک سے یہی ملبہ ہٹانے کا مطالبہ ہے یہاں تک کہ اگر تقدم کے بعد دیوار گر پڑے اور اس کے ملبے سے ٹکرا کر کوئی مر جائے تو دیوار کے مالک پر اس کی دیت لازم ہوگی۔ [5] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۳۶ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۴۷ ج ۶، عنایہ فتح القدیر ص ۳۴۱ ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۲۸ ج ۵ بحر الرائق ص ۳۵۴ ج ۸، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳)

---

1 ......یعنی طویل وقت گزرنے کی وجہ سے۔
2 ......یعنی گرانے کا مطالبہ کرنے سے پہلے۔
3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٣٦.
4 ......المرجع السابق.
5 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۷۴: مکان کی زیریں منزل[1] ایک شخص کی ہے اور بالائی دوسرے کی اور پورا مکان گراؤ ہے اور دونوں سے گرانے کا مطالبہ کیا گیا ہے۔ پھر بالائی حصہ گرا اور اس سے کوئی آدمی ہلاک ہوگیا تو اس کا ضمان بالائی حصہ کے مالک پر ہے۔[2] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۷ ج ۳)

مسئلہ ۳۷۵: مالکِ دیوار سے گراؤ دیوار[3] کے اِنہدام کا مطالبہ[4] کیا گیا اس نے نہیں گرائی اور مکان بیچ دیا تو مشتری ضامن نہیں ہوگا۔ ہاں اگر خریدنے کے بعد اس سے مطالبۂ نقض کرلیا گیا تھا اور اس پر گواہ بنا لیے گئے تھے تو یہ ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۳۷ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۵ ج ۸، ہدایہ فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۷۶: لقیط (لاوارث، ملا ہوا بچہ) کی گراؤ دیوار کے اِنہدام کا مطالبہ کیا گیا تھا اور اس نے نہیں گرائی تھی پھر وہ دیوار گری جس سے کوئی آدمی مرگیا تو اس کی دیت بیت المال دے گا۔ اسی طرح وہ کافر جو مسلمان ہوگیا تھا۔ اس نے کسی سے عقد موالاۃ نہیں کیا تھا۔ اس کی دیوار کے گرنے سے ہلاک ہونے والے کی دیت بھی بیت المال ہی دے گا۔[6] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۶ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۷۷: کسی کی گراؤ دیوار مطالبۂ انہدام سے پہلے گر پڑی پھر اس سے راستہ پر سے ملبہ ہٹانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس نے نہ اٹھایا یہاں تک کہ اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی یا جانور ہلاک ہوگیا تو یہ ضامن ہوگا۔[7] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۷ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۷۸: مطالبۂ نقض کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ یہ اس سے کیا جائے جس کو گرانے کا حق حاصل ہے یہاں تک اگر کرایہ دار یا عاریت کے طور پر اس میں رہنے والے سے مطالبہ کیا اور اس نے دیوار کو نہیں گرایا، حتیٰ کہ وہ دیوار کسی انسان پر گر پڑی تو اس صورت میں کسی پر ضمان نہیں ہے۔[8] (ہندیہ از ذخیرہ ص ۳۷ ج ۶ بحرالرائق ص ۳۵۳ ج ۸، درمختار ص ۵۱۷ ج ۵، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

---

1 ...... نچلی منزل۔

2 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی جنایة الحائط، ج ۲، ص ۴۰۶.

3 ...... جھکی ہوئی دیوار، گرنے والی دیوار۔ 4 ...... گرانے کا مطالبہ۔

5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط... إلخ، ج ۶، ص ۳۷.

6 ......"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، فصل فی جنایة الحائط، ج ۲، ص ۴۰۵.

7 ...... المرجع السابق، ص ۴۰۶.

8 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط... إلخ، ج ۶، ص ۳۷.
و"تبیین الحقائق" کتاب الدّیات، باب مایحدثه الرجل فی الطریق، ج ۷، ص ۳۰۸.

مسئلہ ۳۷۹: دیوار گرنے کے وقت تک اس شخص کا مالک رہنا بھی شرط ہے جس پر مطالبہ کے وقت گواہ بنائے گئے تھے۔ یہاں تک کہ اگر اس کی ملک سے وہ دیوار بیع کے ذریعہ خارج ہوگئی اور دوسرے کی ملک میں آنے کے بعد گر پڑی تو اس پر کچھ نہیں ہے۔[1] (تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، عالمگیری ص ۳۷ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، درمختار ص ۵۲۷ ج ۵، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۸۰: دیوار کے گراؤ ہونے سے قبل اشہاد صحیح نہیں ہے، چونکہ تعدی معدوم ہے۔[2] (عالمگیری از خزانۃ المفتین ص ۳۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۹ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶)

مسئلہ ۳۸۱: اگر گراؤ دیوار کے مالک سے اس کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا۔ درآں حالیکہ وہ عاقل بالغ مسلمان تھا اور اس مطالبۂ نقض پر گواہ بھی بنالیے گئے۔ پھر اس مالک دیوار کو طویل المیعاد شدید قسم کا جنون ہوگیا۔ یامعاذ اللّٰہ وہ مرتد ہوگیا اور دارالحرب میں چلا گیا اور قاضی نے اس کے دارالحرب میں چلے جانے کی تصدیق کردی اور پھر وہ مسلمان ہوکر واپس آ گیا اور وہ گھر جس کی دیوار گراؤ تھی اس کو واپس مل گیا اس کے بعد وہ گراؤ دیوار کسی انسان پر گر پڑی جس سے وہ مر گیا تو اس کا خون ہدر ہے یعنی اس کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔ اسی طرح جنون سے صحت کے بعد کی صورت کا حکم ہے۔ ہاں اگر مرتد کے مسلمان ہونے یا مجنون کے افاقہ کے بعد ان پر اشہاد کرلیا ہے تو یہ ضامن ہوں گے۔[3] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳، عالمگیری ص ۳۷ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۸۲: اسی طرح اگر گھر کو بیچ دیا، بعد اس کے کہ اس سے گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا جا چکا تھا اور اس پر گواہ بھی قائم کرلیے گئے تھے۔ پھر وہ مکان کسی عیب کی وجہ سے قضائے قاضی یا بلا قضائے قاضی سے اس کی ملک میں لوٹ آیا یا خیار رویت یا خیار شرط کی وجہ سے جو مشتری[4] کو تھا پھر وہ دیوار گر پڑی اور کوئی چیز تلف ہوگئی[5] تو مالک دیوار پر ضمان نہیں ہے۔ ہاں اگر رد کے بعد دوبارہ اس سے دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس پر گواہ بھی پیش کئے گئے تو ضامن ہوگا۔ یا بائع کو اختیار تھا اور اس نے بیع کو فسخ کردیا اور اس کے بعد دیوار گر پڑی اور اس سے کوئی چیز تلف ہوگئی تو بائع ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری از ظہیریہ ص ۳۷ ج ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، شامی ص ۵۲۸ ج ۵)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادي عشر في جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٣٧.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......خریدار۔

5 ......ضائع ہوگئی۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادي عشر في جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٣٧.

مسئلہ ۳۸۳: اگر بائع نے اپنا خیار ساقط کر دیا اور بیع کو واجب کر دیا تو اشہاد باطل ہو جائے گا۔ چونکہ اس نے دیوار کو اپنی ملک سے نکال دیا۔[1] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳، بحر الرائق ص ۳۵۵ ج ۸، عالمگیری ص ۳۷ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۷، ج ۵)

مسئلہ ۳۸۴: کسی دیوار کا بعض حصہ گراؤ اور بعض صحیح تھا۔ صحیح حصہ گر پڑا جس سے کوئی مر گیا اور گراؤ حصہ نہیں گرا خواہ اس پر اشہاد کر لیا گیا ہو یا نہ کیا گیا ہو۔ یہ خون رائیگاں جائے گا۔[2] (بحر الرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۸۵: مطالبۂ نقض کے بعد اگر کسی شخص پر دیوار گر پڑے اور وہ مر جائے یا دیوار گرنے کے بعد اس کے ملبے سے ٹکرا کر کوئی گر پڑے اور مر جائے تو اس کی دیت مالک دیوار کے عاقلہ پر ہے اور اگر اس میت سے ٹکرا کر کوئی گرے اور مر جائے تو اس کی دیت نہ مالک دیوار پر ہے نہ اس کے عاقلہ پر ہے۔ اگر کسی نے راستے کی طرف چھجہ[3] نکالا اور وہ راستے میں گر پڑا۔ اس کے گرنے سے کوئی مر گیا یا اس کے ملبہ سے ٹکرا کر مر گیا یا اس مردے کی لاش سے ٹکرا کر کوئی گر پڑا اور مر گیا تو ہر صورت میں چھجہ کے مالک پر دیت واجب ہوگی۔[4] (عالمگیری ص ۳۶ ج ۶، عنایہ علی الہدایہ و فتح القدیر ص ۳۴۳ ج ۸، بحر الرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۸۶: مطالبہ ثابت کرنے کے لیے دو مردوں یا ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی چاہیے۔ اگر ایسے گواہ بنائے گئے جن میں شہادت کی اہلیت نہیں، مثلاً دو غلام یا دو کافر یا دو بچے۔ اس کے بعد یہ دیوار گر گئی اور کوئی آدمی دب کر مر گیا اور جب شہادت کا وقت آیا تو یہ کافر مسلمان، یا غلام آزاد، یا بچے بالغ ہو چکے ہیں۔ ان کی شہادت قبول ہوگی اور دیوار کا مالک ضامن ہوگا۔ خواہ ان کی گواہی کی اہلیت دیوار گرنے سے پہلے پائی گئی ہو یا دیوار گرنے کے بعد۔[5] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳، عالمگیری ص ۳۶ ج ۶، مبسوط ص ۱۲ ج ۲۷، درمختار و شامی ص ۵۲۹ ج ۵)

مسئلہ ۳۸۷: اور اگر اس گھر کے مشتری سے جس کی دیوار گراؤ تھی، دیوار گرانے کا مطالبہ کیا اور اس کو تین دن کا خیار تھا پھر اس نے اس گھر کو خیار کی وجہ سے بائع کو لوٹا دیا تو اشہاد باطل ہو گیا اور اگر اس نے بیع کو واجب کر لیا تو اشہاد صحیح ہے باطل

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٣٧.

2 ......تكملة"البحر الرائق"، كتاب الدّيات، باب مايحدث الرجل فی الطريق، ج٩، ص١٢٣.

3 ......چھت سے آگے بڑھایا ہوا وہ حصہ جو بارش سے حفاظت یا دھوپ سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٣٦.

5 ......المرجع السابق، ص٣٦، ٣٧.

نہیں ہوا، اوراگراس حالت میں بائع پر اشہاد کیا تو بائع ضامن نہیں ہوگا اوراگر بائع کو خیار تھا اوراس سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا اوراس نے بیع کو فسخ کردیا تو اشہاد صحیح ہے۔ اوراگر بیع کو لازم کردیا تو اشہاد باطل ہے اوراگراس حالت میں مشتری سے مطالبہ کیا گیا تو مطالبہ صحیح نہیں ہے۔ [1] (عالمگیری ازمبسوط ص ۳۷، ج ۶)

مسئلہ ۳۸۸: ضمان کے لیے یہ شرط ہے کہ مالکِ دیوار کو اشہاد کے بعد اتنا وقت مل جائے کہ وہ اسکو گراسکے۔ ورنہ اگر مطالبۂ انہدام کے فوراً بعد دیوار گر پڑے اور مالک کو اتنا وقت نہ ملے جس میں گرانا ممکن تھا اوراس سے کوئی چیز تلف ہوجائے تو ضمان واجب نہیں ہوگا۔ [2] (تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، عالمگیری ص ۳۷ ج ۶، درمختار وشامی ص ۵۲۷ ج ۵، فتح القدیر ص ۳۴۱ ج ۸، مبسوط ص ۹ ج ۲۷)

مسئلہ ۳۸۹: تقدّم اور طلب کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ یہ صاحب حق کی طرف سے ہو اور عام راستہ میں عوام کا حق ہے۔ لہٰذا کسی ایک کا تقدم اور مطالبہ صحیح ہے۔ [3] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۳۷ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۶ ج ۳)

مسئلہ ۳۹۰: گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ کرنے میں مسلمان اور ذمی دونوں برابر ہیں۔ اگر دیوار عام راستے کی طرف جھک گئی ہو تو ہر گزرنے والے کو تقدم کا حق ہے۔ مسلمان ہو یا ذمی۔ بشرطیکہ آزاد، عاقل، بالغ ہو۔ یا اگر بچہ ہو تو اس کے ولی نے اس کو اس مطالبے کی اجازت دی ہو۔ اسی طرح اگر غلام ہو تو اس کے مولیٰ نے اس کو مطالبے کی اجازت دی ہو۔ [4] (عالمگیری از کفایہ ص ۳۷ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴، ج ۸، درمختار وشامی ص ۵۲۷، ج ۵، مبسوط ص ۹، ج ۲۷، عنایہ علی الہدایہ ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۱: خاص گلی میں اس گلی والوں کو مطالبہ کا حق ہے۔ ان میں سے کسی ایک کا مطالبہ کرنا بھی کافی ہے اور جس گھر کی طرف دیوار گراؤ ہے تو اس گھر کے مالک کا یا اس میں رہنے والے کا مطالبہ کرنا شرط ہے۔ [5] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۳۷ ج ۶، درمختار وشامی ص ۵۲۸ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۵ ج ۸، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۲: کسی کے گھر کی طرف کسی شخص کی دیوار جھک گئی اس گھر والے نے اس سے دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا اس نے قاضی سے دو تین دن یا اس کے مثل مہلت مانگی۔ قاضی نے مہلت دے دی پھر وہ دیوار گر پڑی اوراس سے کوئی چیز

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج ٦، ص ٣٧.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.　5 ......المرجع السابق.

تلف ہوگئی تو دیوار کے مالک پر ضمان واجب ہے۔[1] (عالمگیری از محیط ص ۳۷ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۳: اور اگر گھر کے مالک نے دیوار والے کو مہلت دے دی تھی یا مطالبہ سے اس کو بری کر دیا تھا یا یہ مہلت و برأت گھر کے رہنے والوں کی طرف سے تھی اور دیوار گر پڑی جس سے کوئی چیز تلف ہوگئی تو دیوار کے مالک پر ضمان نہیں۔[2] (عالمگیری از کافی ص ۳۷، ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۲۸، ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۴: اور اگر مہلت کی مدت گزرنے کے بعد دیوار گری تو اس سے جو نقصان ہوا اس کا ضمان دیوار والے پر واجب ہے۔[3] (عالمگیری از محیط ص ۳۷، ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۵: اگر راستے کی طرف دیوار گراؤ تھی اور اس سے انہدام کا مطالبہ ہو چکا تھا مگر قاضی نے اس کو مہلت دے دی تو یہ باطل ہے۔[4] (عالمگیری از خزانة المفتین ص ۳۷، ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۸، ج ۵، مجمع الانہر ص ۶۵۹، ج ۲، فتح القدیر ص ۳۴۲، ج ۸)

مسئلہ ۳۹۶: اور اگر قاضی نے تو اس کو مہلت نہیں دی، مگر مطالبہ کرنے والے نے مہلت دے دی تو یہ صحیح نہیں ہے۔ نہ اس کے اپنے حق میں نہ کسی دوسرے کے حق میں۔[5] (عالمگیری از محیط ص ۳۷ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، درمختار ص ۵۲۸ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، مجمع الانہر ص ۶۵۹ ج ۲)

مسئلہ ۳۹۷: اگر دیوار رہن تھی اور گرانے کا مطالبہ مرتہن سے کیا گیا تو نہ راہن ضامن ہوگا نہ مرتہن۔ اور اگر مطالبہ راہن سے کیا گیا ہے تو راہن ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری از شرح مبسوط ص ۳۷ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۴ جلد ۳، مبسوط ص ۱۰ ج ۲۷، درمختار و شامی ص ۵۲۶ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۵۳ ج ۸، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸)

مسئلہ ۳۹۸: اور اگر گھر کسی نابالغ کا ہو تو اس کے ماں باپ یا وصی سے گرانے کا مطالبہ کرنا اور اس پر گواہ بنانا صحیح ہے۔ اگر مطالبہ کے بعد دیوار گر پڑی جس سے کسی کی کوئی چیز تلف ہوگئی تو ضمان نابالغ پر واجب ہوگا۔[7] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۴ ج ۳، عالمگیری ص ۳۷ ج ۸، عنایہ علی الہدایہ ص ۳۴۳ ج ۸، درمختار و شامی ص ۵۲۶ ج ۵، مبسوط ص ۱۰ ج ۲۷، فتح القدیر ص ۳۴۲ ج ۸، بحرالرائق ص ۳۵۳ جلد ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۷ ج ۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج ٦، ص ٣٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ۳۹۹: اگراشہاد کے بعد نابالغ بچہ کے قبلِ بلوغ باپ یا وصی مرجائے تو اشہاد باطل ہوجائے گا۔ یہاں تک کہ اگران کی موت کے بعد دیوار گر پڑے جس سے کوئی چیز تلف ہوجائے تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔ چوں کہ موت نے ان کی ولایت کو منقطع کردیا۔[1] (خانیہ علی الہندیہ ص۴۶۵ ج۳، عالمگیری ص۳۷ ج۶، شامی ص۵۲۶ ج۵)

مسئلہ۴۰۰: اوراگر نابالغ کے بالغ ہونے تک دیوار نہیں گری اس کے بالغ ہونے کے بعد گری جس سے کوئی آدمی مرگیا تو اس کا خون رائیگاں گیا۔ (عالمگیری از محیط ص۳۸ ج۶، شامی ص۵۲۶ ج۵) اوراگر نابالغ کے بلوغ کے بعد اس سے نئے سرے سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا اس کے بعد دیوار گر پڑی جس سے کوئی آدمی مرگیا تو اس کی دیت مالک دیوار کے عاقلہ پر ہوگی۔[2] (عالمگیری از محیط ص۳۸ جلد۶)

مسئلہ۴۰۱: مسجد کی دیوار اگر گراؤ ہوجائے تو اس کے انہدام کا مطالبہ اس کے بنانے والے سے کرنا چاہیے۔[3] (عالمگیری از خزانة المفتین ص۳۸ ج۶، درمختار وشامی ص۵۲۹ ج۵)

مسئلہ۴۰۲: کسی نے مساکین پر گھر وقف کیا جس کی دیوار گراؤ تھی اوراس کا قبضہ ایک شخص کو دے دیا۔ جو اس کی آمدنی مساکین پر خرچ کرتا تھا اس وکیل سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا اوراس پر اشہاد کیا گیا اور وہ دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا تو اس کی دیت واقف کے عاقلہ پر ہے اوراگر مساکین سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا تو کسی پر کچھ نہیں۔[4] (عالمگیری از محیط بحوالہ منتقیٰ ص۳۸ ج۶، درمختار وشامی ص۵۲۹ ج۵)

مسئلہ۴۰۳: گراؤ دیوار کا مالک تاجر غلام تھا اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا وہ دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا تو اس کی دیت غلام تاجر کے مولا کے عاقلہ پر واجب ہوگی۔ غلام مقروض ہو یا نہ ہو، اوراگر دیوار گرنے سے کسی کا مال تلف ہوگیا تو اس مال کا ضمان غلام پر واجب ہے اس میں اس کو بیچا جائے گا اوراگر اس کے مولا سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا تب بھی صحیح ہے۔[5] (خانیہ علی الہندیہ ص۴۶۶ ج۳، عالمگیری ص۳۸ ج۶، درمختار ص۵۲۹ ج۵، مبسوط ص۱۰ ج۲۷، تبیین ص۱۴۷ ج۶، فتح القدیر ص۳۴۳ ج۸)

مسئلہ۴۰۴: اگر کسی مکان کی گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ اس شخص سے کیا جس کے قبضہ میں وہ گھر ہے جس کی دیوار گراؤ تھی اوراس نے مطالبے کے باوجود دیوار نہیں گرائی یہاں تک کہ وہ خود کسی پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا اوراس کے عاقلہ

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادى عشر فى جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٣٨.

2 ......المرجع السابق، ص٣٧، ٣٨.

3 ......المرجع السابق، ص٣٨.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

کہتے ہیں کہ، یہ گھر جس کی دیوار گری ہے اس کا ہے ہی نہیں۔ یا عاقلہ کہتے ہیں کہ ہم کو نہیں معلوم کہ یہ گھر اس کا ہے یا کسی اور کا ہے تو مرنے والے کی دیت اس کے عاقلہ پر نہیں ہوگی۔ ہاں اگر اس پر گواہ پیش کر دیئے جائیں کہ یہ گھر اسی کا ہے تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ اس لیے کہ اگرچہ مکان پر قابض ہونا بظاہر مالک ہونے کی دلیل ہے مگر یہ عاقلہ پر وجوب مال کے لیے حجت نہیں ہوسکتی۔ عاقلہ پر مال واجب ہونے کے لیے تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اول اس بات کا ثبوت کہ یہ گھر اسی کا ہے۔ دوم یہ کہ دیوار گرانے کا مطالبہ کرنے کے وقت اس پر گواہ بھی بنالے۔ تیسرے یہ کہ مقتول پر یہ دیوار گری تھی جس سے اس کی موت واقع ہوگئی۔[1] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۵ ج ۳، مبسوط ص ۱۱ ج ۲۷)

مسئلہ ۴۰۵: اگر قبضہ کرنے والا اقرار کرے کہ یہ گھر اسی کا ہے تو عاقلہ پر دیت کے لزوم کے لئے اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور ان پر ضمان نہیں ہے۔ جیسے کہ کوئی شخص اس مکان میں جس میں وہ رہتا ہے۔ چھجہ[2] نکالے اور وہ چھجہ کسی آدمی پر گر پڑے جس سے وہ آدمی مر جائے اور اس کے عاقلہ کہیں کہ یہ اس گھر کا مالک نہیں ہے۔ اس نے چھجہ گھر کے مالک کے کہنے سے نکالا تھا اور قبضہ والا اس بات کا اقرار کرے کہ وہ اس گھر کا مالک ہے تو یہ اپنے مال سے دیت دے گا۔ اسی طرح یہاں بھی اس پر دیت واجب ہوگی۔[3] (خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۵ جلد ۳، عالمگیری ص ۳۹ ج ۶، مبسوط ص ۱۱ ج ۲۷)

مسئلہ ۴۰۶: کسی کی دیوار گراؤ تھی، اس سے انہدام کا مطالبہ کیا گیا مگر اس نے دیوار نہیں گرائی پھر وہ دیوار خود بخود پڑوس کی دیوار پر گر پڑی جس سے پڑوسی کی دیوار بھی گر پڑی تو اس پر پڑوسی کی دیوار کا ضمان واجب ہے اور پڑوسی کو اختیار ہے کہ چاہے تو وہ اپنی دیوار کی قیمت اس سے بطور ضمان وصول کرے اور ملبہ ضامن کو دے دے اور چاہے تو ملبہ اپنے پاس رکھے اور نقصان پڑوسی سے وصول کرے اور اگر وہ ضامن سے یہ مطالبہ کرے کہ اس کی دیوار جیسی تھی ویسی ہی نئی بنا کر دے، تو یہ اس کے لیے جائز نہیں ہے۔ اور اگر پہلی گری ہوئی دیوار سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا تو اس کا ضمان پہلی دیوار کے مالک کے عاقلہ پر ہے۔ اور اگر دوسری دیوار کے ملبہ سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا تو اس کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔ اگر دوسری دیوار کا مالک بھی وہی ہے جو پہلی دیوار کا مالک ہے تو دوسری دیوار سے مرنے والے کا ضامن بھی وہی ہوگا۔[4] (عالمگیری از محیط ص ۳۹ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۵۵ جلد ۸)

---

1 ...... "الفتاوى الخانية"، كتاب الجنايات، فصل في جناية الحائط، ج ٢، ص ٤٠٥.

2 ...... چھت سے آگے بڑھایا ہوا وہ حصہ جو بارش سے حفاظت یا دھوپ سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے۔

3 ...... "الفتاوى الخانية"، كتاب الجنايات، فصل في جناية الحائط، ج ٢، ص ٤٠٥.

4 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادي عشر في جناية الحائط... إلخ، ج ٦، ص ٣٩.

مسئلہ ۴۰۷: اگر پہلی دیوار کے مالک نے چھجہ نکالا اور وہ دوسری دیوار پر گرا جس سے دوسری دیوار گرگئی اور اس سے ٹکرا کر کوئی شخص گرا اور کچلا گیا تو اس کا ضمان پہلی دیوار کے مالک پر ہے اور اگر دوسری دیوار بھی اس کی ملک ہے تب بھی اس پر ضمان واجب ہے۔[1] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۷ ج ۳، عالمگیری ص ۳۹ ج ۶، درمختار وشامی ص ۵۲۹ ج ۵)

مسئلہ ۴۰۸: اگر دیوار گرانے کا مطالبہ بعض ورثا سے کیا تو حکم یہ ہے کہ جس وارث سے مطالبہ ہوا ہے۔ وہ بقدر اپنے حصہ کے ضامن ہوگا۔[2] (مبسوط ص ۱۰ ج ۲۷، عالمگیری ص ۳۸ ج ۶، درمختار وشامی ص ۵۲۷ ج ۵، عنایہ ص ۳۴۳ ج ۸)

مسئلہ ۴۰۹: کسی گراؤ دیوار کے پانچ مالک تھے۔ ان میں سے کسی ایک سے دیوار گرانے کا مطالبہ ہوا تھا اور وہ دیوار کسی آدمی پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا تو جس سے مطالبہ ہوا تھا وہ دیت کے پانچویں حصے کا ضامن ہوگا۔ اور یہ پانچواں حصہ بھی اس کے عاقلہ سے لیا جائے گا اسی طرح کسی گھر میں اگر تین آدمی شریک ہیں ان میں سے ایک نے اس گھر میں اپنے دوسرے دونوں شریکوں کی اجازت کے بغیر کنواں کھودا، یا دیوار بنائی اور اس سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو اس کے عاقلہ پر دوتہائی دیت واجب ہوگی۔[3] (عالمگیری ص ۳۸ ج ۶، فتح القدیر وعنایہ ص ۳۴۴ ج ۸، درمختار وشامی ص ۵۲۸ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۵۵ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۸ ج ۶، مجمع الانہر ص ۶۵۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۱۰: اور اگر کنواں یا دیوار اپنے شریکوں کے مشورے سے بنائی گئی تھی تو یہ جنایت متصور نہیں ہوگی۔[4] (عالمگیری از سراج الوہاج ص ۳۸ ج ۶)

مسئلہ ۴۱۱: کسی شخص نے صرف ایک بیٹا اور ایک مکان چھوڑا اور اس پر اتنا قرض تھا جو مکان کی قیمت کے برابر یا اس سے زیادہ تھا اور اس مکان کی دیوار راستہ کی طرف گراؤ تھی۔ اس کے انہدام کا مطالبہ اس کے بیٹے سے کیا جائے گا۔ اگرچہ وہ اس کا مالک نہیں ہے، اور اگر اس کی طرف تقدم کے بعد[5] دیوار گر پڑے تو باپ کے عاقلہ پر دیت ہوگی۔ بیٹے کے عاقلہ پر دیت واجب نہیں ہوگی۔[6] (عالمگیری از محیط ص ۳۸ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۶ ج ۸، درمختار وشامی ص ۵۲۷ جلد ۵)

مسئلہ ۴۱۲: غلام مکاتب گراؤ دیوار کا مالک تھا، اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا اور اس پر گواہ بھی بنا لیے گئے تو اگر غلام کے لیے دیوار کے انہدام[7] کے امکان سے پہلے ہی دیوار گر پڑی تو غلام ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر تمکن کے بعد[8]

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادي عشر في جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٣٩.

2 ......المرجع السابق، ص٣٨. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......گرانے کا مطالبہ کرنے کے بعد۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادي عشر في جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٣٨.

7 ......گرنے۔ 8 ......یعنی دیوار گرانا ممکن تھا اس کے بعد۔

گری ہے تو ضامن ہوگا۔ اور یہ استحساناً ہے اور قتیل [1] کے ولی کے لیے اپنی قیمت اور قتیل کی دیت سے کم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر دیوار اس کے آزاد ہونے کے بعد گری ہے تو اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر وہ غلام مکاتب زر کتابت ادا نہ کر سکا اور پھر غلامی میں لوٹ آیا، پھر دیوار گری تو دیت نہ اس پر واجب ہے نہ اس کے مولا پر۔ اور اسی طرح اگر دیوار بیچ دی پھر گر پڑی تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔ اور اگر بیچی نہ تھی کہ گر پڑی اور اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی گر پڑا اور مر گیا تو یہ غلام ضامن ہوگا۔ اور اگر زر کتابت ادا کرنے سے عاجز رہا اور غلامی میں لوٹ آیا تو مولا کو اختیار ہے چاہے غلام اس کو دے دے چاہے فدیہ دے دے۔ اور اگر کوئی آدمی اس قتیل سے ٹکرا کر گر پڑا اور مر گیا تو صاحب دیوار پر ضمان نہیں ہے۔ [2] (فتاوٰی عالمگیری از شرح زیادات للعتابی ص ۳۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۶ جلد ۵)

مسئلہ ۴۱۳: اور اگر غلام مکاتب نے راستے کی طرف کوئی بیت الخلاء وغیرہ نکالا اور پھر اس کے مولا نے اس کو بیچ دیا یا آزاد ہوگیا۔ پھر وہ دیوار گر پڑی تو اپنی قیمت اور اَرش سے کم کا ضامن ہوگا۔ اور اگر زرِ کتابت ادا کرنے سے عاجز رہا اور غلامی میں لوٹ آیا تو مولا کو اختیار ہے چاہے غلام کو دے دے اور چاہے اس کا فدیہ دے دے اور اگر کوئی آدمی بیت الخلاء کے ملبہ سے ٹکرا کر ہلاک ہوگیا ہو تو بیت الخلاء کا نکالنے والا غلام ضامن ہوگا۔ اور اسی طرح اگر اس قتیل سے ٹکرا کر کوئی دوسرا آدمی گرا اور مر گیا تو بھی یہی ضامن ہوگا۔ [3] (عالمگیری از کافی ص ۳۸ ج ۶)

مسئلہ ۴۱۴: اگر کسی ایسے شخص کی دیوار گراؤ تھی جس کی ماں کسی کی مولاۃ عتاقہ (آزاد کردہ باندی) تھی اور اس کا باپ غلام۔ اس سے کسی نے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا اور اس نے نہیں گرائی۔ یہاں تک کہ اس کا باپ آزاد ہوگیا پھر وہ دیوار گر پڑی جس سے کوئی آدمی مر گیا تو اس کی دیت باپ کے عاقلہ پر ہے اور اگر باپ کے آزاد ہونے سے قبل دیوار گر پڑی تو ماں کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔ اسی طرح اگر راستے کی طرف بیت الخلاء نکالا پھر اس کا باپ آزاد ہوگیا پھر بیت الخلاء کسی پر گر پڑا اور وہ مر گیا تو اس کی دیت ماں کے عاقلہ پر ہے چونکہ راستے کی طرف بیت الخلاء نکالنا ہی جنایت ہے اور اس وقت عاقلہ موالی ام تھے۔ [4] (عالمگیری از محیط ص ۳۸ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۴۱۵: کوئی شخص اپنی دیوار پر چڑھا ہوا تھا۔ قطع نظر اس سے کہ دیوار گراؤ تھی یا نہ تھی پھر یہ دیوار گر پڑی جس سے ایک آدمی مر گیا۔ اور دیوار گرنے میں دیوار کے مالک کا کوئی عمل نہ تھا، تو اگر وہ دیوار گراؤ تھی اور اس کے گرانے کا مطالبہ بھی اس سے کیا جا چکا تھا تو وہ ضامن ہوگا۔ اور اس کے سوا کسی صورت میں ضامن نہیں ہوگا اور اگر وہ خود دیوار پر سے کسی آدمی پر گر پڑا

---

1. ......مقتول۔
2. ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الجنایات،الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ، ج٦، ص٣٨.
3. ......المرجع السابق.
4. ......المرجع السابق.

اور دیوار نہیں گری اور وہ آدمی مرگیا تو بھی ضامن ہوگا۔ اور اگر دیوار سے گرنے والا مرگیا تو نیچے والے کو دیکھیں گے، اگر وہ چل رہا تھا تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔[1] (بحر الرائق ص ۳۵۴ ج ۸) اور اگر وہ ٹھیرا ہوا تھا راستے میں، یا بیٹھا ہوا تھا یا کھڑا ہوا تھا یا سویا ہوا تھا تو یہ گرنے والے کی دیت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر نیچے والا اپنی ملک میں تھا تو یہ ضامن نہیں ہوگا اور ان حالات میں اوپر سے گرنے والے پر نیچے والے کا ضمان واجب ہوگا۔ اگر نیچے والا مرجائے۔ اور اسی طرح اگر وہ غافل تھا کہ گر پڑا یا سوگیا تھا اور کروٹ بدلی اور گر پڑا تو یہ نیچے والے کے نقصان کا ضامن ہوگا اور اس صورت میں اس پر کفارہ بھی واجب ہوگا۔ اور اسی طرح اگر پہاڑ پر سے پھسل پڑا کسی شخص پر جس سے وہ شخص ہلاک ہوگیا تو اس کا ضمان پھسلنے والے پر ہوگا اور اس صورت میں مرنے والے کا اپنی ملک میں ہونا نہ ہونا برابر ہے اور اسی طرح اگر کنویں میں جو اپنی ملک میں کھودا تھا گر پڑا، اس میں کوئی آدمی تھا، یہ اس پر گر پڑا اور وہ مر گیا تو اس کی دیت کا ضامن ہوگا۔ اور اگر کنواں راستے میں تھا تو کنویں کا مالک دیت کا ضامن ہوگا۔ ساقط[2] اور مسقوط علیہ[3] دونوں کا نقصان اس پر واجب ہوگا۔[4] (مبسوط ص ۱۲ ج ۲۷، عالمگیری ص ۳۸ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۵ ج ۳)

مسئلہ ۴۱۶: کسی نے دیوار پر مٹکا رکھا، وہ کسی شخص پر گر پڑا جس سے وہ مر گیا تو اس پر اس کا ضمان نہیں ہے۔[5] (عالمگیری از فصول عمادیہ ص ۳۹ ج ۶، عنایہ علی الفتح ص ۳۴۴ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۱۷: اگر کسی شخص نے دیوار کے اوپر کوئی چیز اس کے طول میں رکھی اور وہ کسی آدمی پر گر پڑی تو اس پر اس کا ضمان نہیں ہے۔ اور اگر عرض میں رکھی کہ اس کا ایک سرا راستے کی طرف نکلا ہوا تھا اور وہ کسی چیز پر نکلی ہوئی طرف سے گری تو رکھنے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر دوسری طرف سے کسی چیز پر گری تو وہ ضامن نہیں ہوگا۔ اور اسی طرح اگر دیوار گراؤ تھی اور اس پر کسی نے شہتیر رکھا، لمبائی میں اس طرح کہ اس کا کوئی حصہ راستے کی طرف نکلا ہوا نہیں تھا، پھر وہ شہتیر کسی پر گر پڑا اور اس کو قتل کر دیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔[6] (عالمگیری ص ۳۹ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۵۶ ج ۸)

مسئلہ ۴۱۸: گراؤ دیوار جس کے گرانے کا مطالبہ اس کے مالک سے کیا جا چکا تھا اس پر دیوار کے مالک یا کسی اور نے مٹکا رکھا اور دیوار گر پڑی اور مٹکا کسی آدمی کے لگا جس سے وہ مرگیا تو دیوار کے مالک پر ضمان ہے اور اگر مٹکے سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا یا اس کے ملبے سے ٹکرا کر گر پڑا تو اگر مٹکا کسی اور کا تھا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[7] (بحر الرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

1. ......تکملة"البحر الرائق"، کتاب الديات، باب مايحدث الرجل فی الطريق، ج۹، ص۱۲۳، ۱۲۴.
2. ......یعنی گرنے والا۔
3. ......یعنی جس پر گرا۔
4. ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط ... إلخ، ج ٦، ص۳۸.
5. ......المرجع السابق، ص۳۹.
6. ......المرجع السابق.
7. ......تکملة"البحر الرائق"، کتاب الديات، باب مايحدث الرجل فی الطريق، ج۹، ص۱۲۵.

اوراگرمٹکا دیوار کے مالک کا تھا تو وہ ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری از کافی ص ۳۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۱۹: گراؤ دیوار جس کے گرانے کا مطالبہ کیا جاچکا تھا مگر دیوار کے مالک نے اس کو نہیں گرایا۔ پھر ہوا سے گر پڑی تو دیوار کا مالک نقصان کا ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری از محیط ص ۳۹ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۵ ج ۸)

مسئلہ ۴۲۰: دو گراؤ دیواریں تھیں جن کے گرانے کا مطالبہ کیا جاچکا تھا ان میں سے ایک دوسری پر گر پڑی جس سے وہ بھی ڈھے گئی[3] تو پہلی یا دوسری دیوار کے گرنے سے جو اتلاف ہوا[4] یا پہلی کے ملبے سے جو اتلاف ہوا اس کا ضامن پہلی دیوار کا مالک ہوگا اور دوسری کے گرنے سے اور اس کے ملبے سے جو اتلاف ہوا اس کا ضمان کسی پر نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری از کافی ص ۳۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۲۱: ایسا چھجہ جو کسی شخص نے نکالا تھا وہ چھجہ کسی ایسی گراؤ دیوار پر گر پڑا جس کے گرانے کا مطالبہ اس کے مالک سے کیا جاچکا تھا اور وہ دیوار کسی شخص پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا یا اس دیوار کے زمین پر گرنے کے بعد کوئی شخص اس سے ٹکرا کر گر پڑا تو ان سب صورتوں میں چھجہ نکالنے والے پر ضمان واجب ہے۔[6] (عالمگیری از محیط ص ۳۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۲۲: کسی کی دیوار کا کچھ حصہ راستے کی طرف اور کچھ حصہ لوگوں کے مکان کی طرف جھکا ہوا تھا اور دیوار کے مالک سے دیوار گرانے کا مطالبہ گھر والوں نے کردیا تھا، مگر دیوار راستہ کی طرف گر پڑی، یا مطالبہ راستہ والوں نے کیا تھا، مگر دیوار گھر والوں پر گر پڑی تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا۔[7] (مبسوط ص ۱۳، ج ۲۷، ہندیہ ص ۳۹، ج ۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۳۶۶ ج ۳، درمختار و شامی ص ۵۲۸، ج ۵)

مسئلہ ۴۲۳: کسی شخص کی لانبی دیوار تھی جس کا بعض حصہ گراؤ تھا اور بعض گراؤ نہیں تھا اور اس سے مطالبۂ نقض[8] کیا گیا تھا۔ پھر پوری دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا تو دیوار کا مالک گراؤ حصے کے نقصان کا ضامن ہوگا۔ اور جو حصہ دیوار کا گراؤ نہیں تھا اس کے حصے کے نقصان کا ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر دیوار چھوٹی تھی تو پوری دیوار کے نقصان کا ضامن ہوگا۔[9] (عالمگیری از ظہیریہ ص ۳۹، ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، مبسوط ص ۱۳ ج ۲۷، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۳۶۶، ج ۳، شامی و درمختار ص ۵۲۹، ج ۵)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج ٦، ص ٣٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی گر گئی۔ 4 ......یعنی جو کچھ نقصان ہوا۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج ٦، ص ٣٩.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی گرانے کا مطالبہ۔

9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج ٦، ص ٣٩.

مسئلہ ۴۲۴: کسی شخص کی دیوار گراؤ تھی، قاضی نے اس کو گرانے کے مطالبے میں پکڑا کسی دوسرے نے اس کی ضمانت دی کہ اس کے حکم سے یہ دیوار گرادے گا تو یہ ضمانت جائز ہے۔ اور جس نے یہ ضمانت دی ہے اس کو حق ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر گرادے۔[1] (عالمگیری بحوالہ منتقی از محیط، ص ۳۹ ج ۶، مبسوط ص ۱۳ ج ۲۷)

مسئلہ ۴۲۵: کسی کی گراؤ دیوار پر دو گواہ بنائے کہ اس کی دیوار گراؤ ہے پھر وہ دیوار کسی ایک گواہ پر یا اس کے باپ یا اس کے غلام یا اس کے مکاتب پر گر پڑی اور دیوار کے مالک کے خلاف ان دو گواہوں کے سوا اور کوئی گواہ نہیں ہے تو اس صورت میں اس ایک کی گواہی معتبر نہیں ہے جو اس گواہی سے خود یا اس کا متعلق فائدہ اٹھائے۔[2] (مبسوط ص ۱۲ ج ۲۷، عالمگیری ص ۳۹ ج ۶)

مسئلہ ۴۲۶: لقیط کی دیوار جھکی ہوئی تھی اور اس سے دیوار گرانے کا مطالبہ بھی کیا گیا تھا۔ وہ دیوار کسی پر گر پڑی جس سے وہ مرگیا تو قتیل کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی کافر مسلمان ہوا اور اس نے کسی سے موالاۃ نہیں کی ہے تو وہ بھی لقیط کے حکم میں ہے۔[3] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۶۶ ج ۳، عالمگیری ص ۴۰ ج ۶، مبسوط ص ۱۲ ج ۲۷، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۴۲۷: ایک گراؤ دیوار کے دو مالک تھے ایک اوپری حصے کا، دوسرا نیچے کے حصے کا ان میں سے کسی ایک سے دیوار گرانے کا مطالبہ کیا گیا پھر پوری دیوار گر پڑی تو جس سے مطالبہ کیا گیا تھا۔ وہ نصف دیت کا ضامن ہوگا اور اگر اوپر والی دیوار گری اور اسی کے مالک سے مطالبہ بھی کیا گیا تھا تو یہ ضامن ہوگا، نیچے والی کا مالک ضامن نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری از محیط سرخسی، ص ۴۰ جلد ۶، مبسوط ص ۱۳ ج ۲۷، بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۶ جلد ۳)

مسئلہ ۴۲۸: کسی شخص نے دیوار گرانے کے لیے کچھ مزدور مقرر کئے ان کے دیوار گرانے سے ایک شخص ان ہی میں سے مرگیا یا کوئی غیر شخص مرگیا تو کفارہ وضمان ان ہی پر ہوگا دیوار کے مالک پر کچھ نہیں۔[5] (مبسوط ص ۱۴ ج ۲۷، عالمگیری ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۲۹: کسی کی دیوار اِشہاد سے پہلے[6] گر پڑی پھر اس سے مطالبہ کیا گیا کہ اس کا ملبہ راستے سے اٹھائے مگر اس نے نہیں اٹھایا۔ یہاں تک کہ کوئی آدمی یا جانور اس کے ساتھ ٹکرا کر گر پڑا اور ہلاک ہوگیا تو دیوار کا مالک ضامن ہوگا۔[7] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۶۷ ج ۳، عالمگیری ص ۴۱ ج ۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط، ج٦، ص٣٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص٤٠.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......یعنی دیوار گرانے کا مطالبہ کرنے سے پہلے۔

7 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، فصل فی جناية الحائط، ج٢، ص٤٠٦.

مسئلہ ۴۳۰: کسی نے اپنی دیوار سے باہر کی طرف بیت الخلاء وغیرہ بنایا اگر وہ بڑا تھا اور اس سے کسی کو نقصان پہنچا تو ضامن ہوگا اور اگر چھوٹا تھا تو ضامن نہیں ہوا۔[1] (عالمگیری از محیط ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۳۱: کسی کی دو دیواریں تھیں ایک گراؤ ایک صحیح، گراؤ کے انہدام کا مطالبہ کیا گیا تھا وہ نہ گری لیکن صحیح گر گئی جس سے کوئی چیز تلف ہوگئی تو اس کا ضمان کسی پر نہیں ہے۔[2] (درمختار ص ۵۲۹ ج ۵، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۶ ج ۳ بحرالرائق ص ۳۵۴ ج ۸)

مسئلہ ۴۳۲: کسی شخص کی ایسی جھکی ہوئی دیوار گرانے کا اس سے مطالبہ کیا گیا جس میں راستہ کی طرف چھجہ نکلا ہوا تھا اور اس کو اس نے نکالا تھا جس نے یہ گھر بیچا تھا پھر وہ دیوار اور چھجہ گر پڑے اور صورت یہ ہوئی کہ دیوار کے گرنے کی وجہ سے چھجہ گرا تو دیوار کے مالک پر نقصان کا ضمان ہے اور اگر فقط چھجہ گرا ہے تو بیچنے والا نقصان کا ضامن ہوگا جس نے راستہ کی طرف اس کو نکالا تھا۔[3] (مبسوط ص ۱۴ ج ۲۷، ہندیہ ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۳۳: ایک شخص ایک مکان کے زیریں حصہ کا[4] مالک تھا اور اس کے بالائی حصہ کا[5] دوسرا شخص مالک تھا اور دونوں حصے گراؤ تھے اور دونوں کے مالکوں سے ان کے گرانے کا مطالبہ بھی کیا جاچکا تھا مگر انھوں نے نہیں گرایا۔ اس کے بعد زیریں حصہ گر پڑا اور اس کے گرنے سے اوپر کا حصہ بھی کسی پر گر پڑا جس سے وہ مرگیا تو اس مقتول کی دیت زیریں حصے کے مالک کے عاقلہ پر ہے اور جو شخص نیچے کے ملبے سے ٹکرا کر گرے اس کا ضمان بھی اور اگر بالائی حصے کے گرے ہوئے ملبے سے ٹکرا کر کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[6] (عالمگیری از محیط ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۳۴: ایک مکان کا بالائی حصہ ایک شخص کا ہے اور زیریں حصہ دوسرے کا اور کل مکان کمزور ہے۔ بالائی حصہ کسی پر گر پڑا اور وہ مرگیا اور اس مکان کے گرانے کا مطالبہ دونوں سے کیا جاچکا تھا تو بالائی حصہ کا مالک ضامن ہوگا۔[7] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۶۷ ج ۳، عالمگیری ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۳۵: کسی شخص سے اس کی ایسی گراؤ دیوار کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا جس کا راستہ کی طرف گرنے کا خطرہ

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات،الباب الحادی عشرفی جنایة الحائط...إلخ،ج٦،ص٤٠.

2 ......"الفتاوی الخانیة"،کتاب الجنایات،فصل فی جنایة الحائط،ج٢،ص٤٠٦.

3 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایة الحائط...إلخ،ج٦،ص٤٠.

4 ......یعنی نچلی منزل کا۔ 5 ......یعنی اوپر والی منزل کا۔

7 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایة الحائط...إلخ،ج٦،ص٤٠.

نہیں تھا۔لیکن یہ اندیشہ تھا کہ یہ دیواراسی شخص کی ایسی صحیح دیوار پر گرسکتی ہے،جس کے گرنے کا اندیشہ نہیں ہے ہاں یہ ممکن ہے کہ اگرگراؤ دیوارصحیح دیوار پر گر پڑی تو صحیح دیوار بھی راستے میں گر پڑے گی۔لیکن وہ گراؤ دیوار جس کے گرانے کا مطالبہ کیا گیا تھا نہ گری اور صحیح دیوار خود بخود راستے میں گر پڑی جس سے کوئی انسان ہلاک ہوگیا یا اس کے ملبے سے ٹکرا کر کوئی آدمی مرگیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔[1] (عالمگیری ص۴۰ ج۶)

فصل فی الطریق

راستے میں نقصان پہنچنے کا بیان

مسئلہ ۴۳۶: عام راستے کی طرف بیت الخلاء یا پرنالہ یا برج یا شہتیر[2] یا دکان وغیرہ نکالنا جائز ہے بشرطیکہ اس سے عوام کو کوئی ضرر نہ ہو اور گزرنے والوں میں سے کوئی مانع نہ ہو اور اگر کسی کو کوئی تکلیف ہو یا کوئی معترض ہو تو ناجائز ہے۔[3] (درمختار و شامی ص۵۲۱ ج۵، بحرالرائق ص۳۴۷ ج۸، تبیین الحقائق، ص۱۴۲، ج۶، ہدایہ ص۵۸۵ ج۴، عالمگیری ص۴۰ ج۶)

مسئلہ ۴۳۷: اگرکوئی شخص عام راستے پر مذکورہ بالا تعمیرات اپنے لئے امام کی اجازت کے بغیر کرے تو شروع کرتے وقت ہر عاقل بالغ مسلمان مرد عورت اور ذمی کو اس کے روکنے کا حق ہے۔غلام اور بچوں کو اس کا حق نہیں ہے اور بن جانے کے بعد اس کے انہدام کے مطالبے کا بھی حق ہے۔بشرطیکہ اس مطالبہ کرنے والے نے عام راستے پر اس قسم کی کوئی تعمیر نہ کر رکھی ہو۔ خواہ اس تعمیر سے کسی کو ضرر ہو یا نہ ہو۔[4] (درمختار و شامی ص۵۲۱ ج۵، بحرالرائق ص۳۴۷ ج۸، ہدایہ ص۵۸۵ ج۴، تبیین الحقائق ۱۴۲، ج۶، عالمگیری ص۴۰ ج۶، فتح القدیر ص۳۳۰ ج۸)

مسئلہ ۴۳۸: عام راستہ پر خرید وفروخت کے لیے بیٹھنا جائز ہے جبکہ کسی کے لیے تکلیف دہ نہ ہو اور اگر کسی کو تکلیف دے تو وہ ناجائز ہے۔[5] (بحرالرائق ص۳۴۷ ج۸، درمختار و شامی ص۵۲۱ ج۵، تبیین الحقائق، ص۱۴۲، ج۶)

---

1. ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایة الحائط...إلخ،ج٦،ص٣٩.
2. ......بڑی کڑی۔
3. ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الجنایات،الباب الحادی عشرفی جنایة الحائط...إلخ،ج٦،ص٤٠.
و"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الدّیات،باب مایحدثه الرجل...إلخ،ج١٠،ص٢٦٥.
4. ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الدّیات،باب مایحدثه الرجل...إلخ،ج١٠،ص٢٦٥.
وتکملة"البحرالرائق"،کتاب الدّیات،باب مایحدث الرجل فی الطریق،ج٩،ص١١٠.
5. ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الدّیات،باب مایحدثه الرجل...إلخ،ج١٠،ص٢٦٧.

مسئلہ ۴۳۹: اور اگر یہ تعمیرات امام کی اجازت سے کی گئی ہیں تو کسی کو ان پر اعتراض کا حق نہیں ہے۔ لیکن امام کے لئے یہ مناسب نہیں ہے کہ ان تصرفات کی اجازت دے جبکہ لوگوں کو ان سے تکلیف ہو اور اگر اس نے کسی مصلحت کی بناء پر اجازت دے دی تو جائز ہے۔[1] (شامی ص ۵۲۱ ج ۵، عالمگیری ص ۴۱ ج ۶)

مسئلہ ۴۴۰: عام راستے پر اگر یہ تعمیرات پرانی ہیں تو ان کے ہٹوانے کا کسی کو حق نہیں ہے۔ اور اگر ان کا حال معلوم نہ ہو تو نئی فرض کر کے امام ان کو ہٹوا دے گا۔[2] (عالمگیری از محیط ص ۴۰ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۴۷ ج ۸، شامی ص ۵۲۲ ج ۵)

مسئلہ ۴۴۱: اگر عام راستے پر مسلمانوں کے فائدے کے لیے مسجد وغیرہ کوئی عمارت بنا دی جائے اور اس سے کسی کو کوئی ضرر بھی نہ ہو تو نہیں توڑی جائے گی۔[3] (عالمگیری ص ۴۰ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۴۶ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۶، ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۲۱ ج ۵)

مسئلہ ۴۴۲: ایسے خاص راستے پر جو آگے سے بند ہو کسی کو کچھ بنانا جائز نہیں ہے خواہ اس میں لوگوں کا ضرر ہو یا نہ ہو مگر یہ کہ اس گلی کے رہنے والے اجازت دے دیں اور یہ تعمیرات اگر جدید ہیں تو امام کو حق ہے کہ ان کو ڈھا دے اور قدیم ہیں تو یہ حق نہیں ہے اور اگر ان کا حال معلوم نہ ہو تو قدیم مان کر باقی رکھی جائیں گی۔[4] (درمختار و شامی ص ۵۲۲، ج ۵، بحر الرائق ص ۳۴۷ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۳ ج ۶، عالمگیری ص ۴۰ ج ۶)

مسئلہ ۴۴۳: اگر کسی نے راستے میں کوڑا ڈالا اور اس سے کوئی پھسل کر گرا اور مر گیا اس پر ضمان نہیں ہے مگر جبکہ کوڑا جمع کر کے اکٹھا کر دیا جس سے ٹکرا کر کوئی گرا اور مر گیا تو کوڑا ڈالنے والا ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری از ذخیرہ ص ۴۱ ج ۶، قاضی خاں علی الہندیہ، ص ۴۵۸ ج ۳)

مسئلہ ۴۴۴: کسی شخص نے شارع عام پر[6] کوئی بڑا پتھر رکھا یا اس میں کوئی عمارت بنا دی یا اپنی دیوار سے شہتیر یا پتھر وغیرہ باہر راستے کی طرف نکال دیا یا بیت الخلاء یا چھجہ یا پرنالہ یا سائبان نکالا یا راستہ میں شہتیر رکھا اس سے اگر کسی چیز کو کوئی نقصان پہنچے یا وہ تلف ہو جائے[7] تو یہ اس کا تاوان ادا کرے گا اور اگر اس سے کوئی آدمی مر جائے تو اس کی دیت اس کے عاقلہ

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، باب مایحدثه الرجل...إلخ، ج ۱۰، ص ۲٦٦.
و"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص ٤١.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص ٤٠.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص ٤١.

6 ......عام راستے پر۔ 7 ......ضائع ہو جائے۔

پر ہوگی۔اور اگر کوئی انسان زخمی ہوا مگر مرا نہیں تو اگر اس زخم کا اَرش موضحہ [1] کے ارش کے برابر ہو تو یہ ارش اس کے عاقلہ پر ہوگا اور اگر اس سے کم ہو تو بنانے والے کے مال سے دیا جائے گا۔اور اس سبب سے اگر کوئی مر گیا تو اس پر کفارہ نہیں ہے اور اگر مرنے والا اس کا مورث تھا تو یہ اس کا وارث بھی ہوگا جانور اور مال کے نقصان کا ضامن یہ خود ہوگا۔ان سب صورتوں میں ضمان اس پر اس وقت واجب ہوگا جب اس نے امام کی اجازت کے بغیر یہ تصرفات کئے ہوں۔ورنہ یہ ضامن نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری ص۴۰ ج۶، درمختار و شامی ص۵۲۲ ج۵، بحرالرائق ص۳۴۷ ج۸، فتح القدیر ص۳۳۱ ج۸، مبسوط ص۶، ج۲۷، تبیین الحقائق ص۱۴۳، ج۶)

مسئلہ ۴۴۵: سر بند گلی [3] میں جن رہنے والوں کے دروازے کھلتے ہیں ان کو اس راستے میں کسی قسم کی تعمیر کی اجازت نہیں مگر اس گلی کے سب رہنے والوں کی اجازت سے تعمیر کی جاسکتی ہے۔ہاں اس گلی کے رہنے والے اس قسم کے تصرفات کر سکتے ہیں۔مثلاً جانور باندھنا، لکڑی رکھنا، وضو کرنا، گارا بنانا یا کوئی چیز عارضی طور پر رکھنا وغیرہ، بشرطیکہ گلی والوں کے لیے راستہ چھوڑ دیا گیا ہو اور جو کام نہیں کر سکتے وہ یہ ہیں: مثلاً پرنالہ نکالنا، دوکان بنانا، چھجہ نکالنا، برج بنانا [4]، بیت الخلاء بنانا وغیرہ مگر جب سب گلی والے اجازت دے دیں تو یہ چیزیں بھی بنائی جاسکتی ہیں۔[5] (درمختار و شامی ص۵۲۲ ج۵، عالمگیری ص۴۲ ج۶، بحرالرائق ص۳۴۷ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۴۳ ج۶)

مسئلہ ۴۴۶: سر بند گلی میں جو کام جائز تھے، اس کی وجہ سے کسی نقصان کا ضامن نہیں ہوگا اور جو کام ناجائز ہیں اور بغیر اجازت سکان [6] کئے تو ان سے جو نقصان ہوگا وہ سب رہنے والوں پر تقسیم ہوگا اور تصرف کرنے والا اپنے حصہ کے سوا دوسروں کے حصوں کا تاوان ادا کرے گا۔[7] (عالمگیری ص۴۱ ج۶، شامی ص۵۲۲ ج۵، قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۸ ج۳، تبیین الحقائق ص۱۴۵ جلد۶، مبسوط ص۸ ج۲۷)

مسئلہ ۴۴۷: راہن [8] نے دارِ مرہونہ میں [9] مرتہن کی [10] اجازت کے بغیر کچھ تعمیر کی یا کنواں کھودا، یا جانور

---

1. ......سر کا وہ زخم جس میں سر کی ہڈی دکھائی دے۔
2. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ، ج۶، ص۴۰.
3. ......یعنی وہ گلی جو ایک طرف سے بند ہو۔
4. ......یعنی گنبد نما عمارت بنوانا۔
5. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ، ج۶، ص۴۰، ۴۲.
   و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الدّیات، باب مایحدثه الرجل...إلخ، ج۱۰، ص۲۶۷.
6. ......یعنی رہنے والوں کی اجازت کے بغیر۔
7. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ، ج۶، ص۴۱.
8. ......گروی رکھنے والا۔
9. ......یعنی گروی رکھے ہوئے گھر میں۔
10. ......جس کے پاس رَہن رکھا اس کی۔

باندھے، تو اس سے جو نقصان ہوگا راہن اس کا ضامن نہیں ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۱۴۱ ج ۶)

مسئلہ ۴۴۸: کسی نے مزدوروں کو سائبان یا چھجہ[2] بنانے کے لیے مقرر کیا اگر اثنائے تعمیر میں عمارت کے گرنے سے کوئی ہلاک ہو گیا تو اس کا ضمان مزدوروں پر ہوگا اور ان سے دیت کفارہ اور وراثت سے محرومی لازم ہوگی اور اگر تعمیر سے فراغت کے بعد یہ صورت ہو تو مالک پر ضمان ہوگا۔[3] (عالمگیری از جوہرہ نیرہ ص ۱۴۱ ج ۶، مبسوط ص ۸ ج ۲۷، سراج الوہاج و بحرالرائق ص ۳۴۸ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۴ ج ۶)

مسئلہ ۴۴۹: ان مزدوروں میں سے کسی کے ہاتھ سے اینٹ، پتھر یا لکڑی گر پڑی جس سے کوئی آدمی مر گیا تو جس کے ہاتھ سے گری ہے اس پر کفارہ اور اس کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔[4] (عالمگیری ص ۱۴۱ ج ۶)

مسئلہ ۴۵۰: کسی نے دیوار میں راستے کی طرف پرنالہ لگایا وہ کسی پر گرا جس سے وہ ہلاک ہو گیا۔ اگر یہ معلوم ہے کہ دیوار میں گڑا ہوا حصہ لگ کر ہلاک ہوا تو ضمان نہیں ہے اور اگر بیرونی حصہ لگ کر ہلاک ہوا تو ضمان ہے اور اگر دونوں حصے لگ کر ہلاک ہوا تو نصف ضمان ہے اور اگر یہ معلوم نہ ہو سکے تب بھی نصف ضمان ہے۔[5] (عالمگیری از محیط ص ۱۴۱ ج ۶ تبیین الحقائق ص ۱۴۳ ج ۶، مبسوط ص ۶ ج ۲۷، بحرالرائق ص ۳۴۷ ج ۸، قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۵۸ ج ۳، درمختار و شامی ص ۵۲۲ ج ۵)

مسئلہ ۴۵۱: کسی نے راستے کی طرف چھجہ نکالا تھا پھر وہ مکان بیچ دیا اس کے بعد چھجہ گرا اور کوئی آدمی ہلاک ہو گیا یا کسی نے راستے میں لکڑی رکھی پھر اس کو بیچ کر مشتری[6] کو قبضہ دے دیا مشتری نے وہیں رہنے دی اور اس سے کوئی آدمی ہلاک ہو گیا تو دونوں صورتوں میں بیچنے والے پر ضمان ہے مشتری پر کچھ نہیں۔[7] (عالمگیری ص ۱۴۱ ج ۶، مبسوط ص ۸ ج ۲۷، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۰۸ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۴۷ ج ۸، تبیین ص ۱۴۳ ج ۶، شامی و درمختار ص ۵۲۲ ج ۵)

مسئلہ ۴۵۲: کسی نے راستے میں لکڑی رکھ دی جس سے کوئی ٹکرا گیا تو رکھنے والا ضامن ہے۔ اگر گزرنے والا اس لکڑی پر چڑھا اور گر کر مر گیا تو بھی رکھنے والا ضامن ہوگا بشرطیکہ چڑھنے والے نے اس پر سے پھسلنے کا ارادہ نہ کیا ہو اور

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشرفی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص ٤١.

2 ......چھت کے اوپر سے آگے بڑھایا ہوا حصہ جو بارش سے حفاظت یا دھوپ سے بچاؤ کے لئے ہوتا ہے۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشرفی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص ٤١.

4 ......المرجع السابق.　5 ......المرجع السابق.

6 ......خریدار۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الجنايات، الباب الحادی عشرفی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص ٤١.

لکڑی بڑی ہو لیکن اگر لکڑی اتنی چھوٹی ہے کہ اس پر چڑھا ہی نہیں جاسکتا تو رکھنے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ص۱۴۱ ج ۶، شامی ودرمختار ص۵۲۵ ج ۵، مبسوط ص۸ ج ۲۷)

مسئلہ۴۵۳: کسی نے شارع عام پر اتنا پانی چھڑکا کہ اس سے پھسلن ہوگئی جس سے پھسل کر کوئی آدمی گرا اور مرگیا تو پانی چھڑکنے والے کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔ اور اگر کوئی جانور پھسل کر گرا اور مرگیا یا کسی کا کوئی مالی نقصان ہوگیا تو اس کا تاوان چھڑکنے والے کے مال سے ادا کیا جائے گا۔ یہ حکم اس صورت میں ہے کہ پورے راستہ میں پانی چھڑکا ہو اور گزرنے کے لیے جگہ نہ رہے۔ لیکن اگر بعض حصہ میں چھڑکا ہے اور بعض قابل گزر چھوڑ دیا ہے تو اگر پانی والے حصے سے گزرنے والا اندھا ہے اور اسے پانی کا علم نہ تھا یا گزرنے والا جانور ہے تب بھی یہی حکم ہے۔ اور اگر علم کے باوجود بینا یا نابینا پانی والے حصے سے بالقصد گزرا اور پھسل کر ہلاک ہوگیا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص۱۴۱ ج ۶، مبسوط ص ۷ جلد ۲۷، بحرالرائق ص۳۵۰ ج ۸، شامی ص۵۳۲ ج ۵، تبیین الحقائق ص۱۴۵ ج ۶، ہدایہ ص۵۸۶ ج ۳، فتح القدیر ص۳۳۳ جلد ۸، قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۸ ج ۳)

مسئلہ۴۵۴: شربت بیچنے والے یا کسی ریڑھی والے نے اتنا پانی اپنی دکان کے سامنے بہادیا کہ پھسلن ہوگئی تو پانی چھڑکنے والے کے عاقلہ پر دیت واجب ہے اگر کوئی شخص اس سے پھسل کر ہلاک ہوجائے۔ بشرطیکہ وہ زمین اس کی ملک نہ ہو۔[3] (قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۸ ج ۳، تبیین الحقائق ص۱۴۵ ج ۶، عالمگیری ص۱۴۱ ج ۶، ہدایہ ص۵۸۷ ج ۴، بحرالرائق ص۳۵۰ ج ۸، درمختار وشامی ص۵۲۶ ج ۵)

مسئلہ۴۵۵: کسی نے شارع عام پر اتنا پانی چھڑکا کہ پھسلن ہوگئی۔ اس پر سے کوئی شخص دو گدھے لے کر گزرا ایک کی ڈوری اس کے ہاتھ میں تھی اور دوسرا اس کے ساتھ جارہا تھا۔ ساتھ جانے والا گدھا پھسل کر گرا جس سے اس کا پیر ٹوٹ گیا۔ گدھے والا اگر دونوں کو پیچھے سے ہانک رہا تھا تو کسی پر کچھ نہیں اور اگر پیچھے سے نہیں ہانک رہا تھا تو پانی چھڑکنے والے پر تاوان ہے۔[4] (عالمگیری ص۱۴۲ ج ۶)

مسئلہ۴۵۶: کسی نے شارع عام پر اتنا پانی بہایا کہ جمع ہوکر برف بن گیا۔ یا برف راستے میں ڈال دی۔ اس سے پھسل کر کوئی آدمی ہلاک ہوگیا یا راستے میں کیچڑ سے بچنے کے لیے پتھر رکھ دیئے تھے اس پر سے پھسل کر گر پڑا اور ہلاک ہوگیا تو

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشرفی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤١.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشرفی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤١.
و"ردالمحتار"، كتاب الدّيات، باب مايحدثه الرجل...إلخ، ج١٠، ص٢٦٨.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشرفی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤١.

4 ......المرجع السابق، ص٤٢.

اگر امام کی اجازت سے یہ کام کیا تھا تو ضامن نہیں ہوگا اور اگر بلا اجازت امام کیا تھا تو ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری ص۴۲ جلد ۶)

مسئلہ ۴۵۷: کسی شارع عام پر دو پتھر رکھے ہوئے تھے۔ گزرنے والا ایک سے ٹکرا کر دوسرے پر گرا اور مر گیا پہلا پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا اور اگر پہلے کا واضع معلوم نہ ہو تو دوسرا پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا۔[2]

مسئلہ ۴۵۸: کسی نے شارع عام پر بلا اجازت امام یا شارع خاص پر اس گلی کے رہنے والوں کی اجازت کے بغیر کوئی جدید تعمیر کی جس سے ٹکرا کر کوئی کسی دوسرے آدمی پر گرا اور جس پر گرا وہ مر گیا تو تعمیر کرنے والا ضامن ہوگا۔ گرنے والا ضامن نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری ص۴۲ ج ۶، مبسوط ص ۷ ج ۲۷، قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۸ ج ۳)

مسئلہ ۴۵۹: کسی نے راستے میں کوئی چیز رکھی۔ دوسرے نے اس کو ہٹا کر دوسری طرف رکھ دیا اور اس سے ٹکرا کر کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو ہٹانے والا ضامن ہوگا۔ رکھنے والا ضامن نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری ص۴۲ ج ۶، مبسوط ص ۷ ج ۲۷، قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۸ ج ۳، تبیین الحقائق ص۱۴۵ ج ۶، ہدایہ ص۵۸۷ ج ۴، درمختار و شامی ص۵۲۳ ج ۵)

مسئلہ ۴۶۰: کسی نے شارع عام پر بلا اجازت امام یا شارع خاص پر اس گلی کے رہنے والوں کی اجازت کے بغیر کچھ جدید تعمیر کی جس سے ٹکرا کر کوئی آدمی دوسرے آدمی پر گرا اور دونوں مر گئے تو تعمیر کرنے والے کے عاقلہ پر دونوں کی دیت واجب ہے۔[5] (بحرالرائق ص۳۴۷ ج ۸، تبیین الحقائق، ص۱۴۵، ج ۶)

مسئلہ ۴۶۱: کسی نے راستے میں انگارہ رکھ دیا اس سے کوئی چیز جل گئی تو رکھنے والا اس کا ضامن ہوگا۔ اور اگر ہوا سے اڑ کر وہ آگ دوسری جگہ چلی گئی اور کسی چیز کو جلا دیا تو اگر رکھتے وقت ہوا چل رہی تھی تو رکھنے والا ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔[6] (خانیہ علی الہندیہ ص۴۵۸ ج ۳، مبسوط ص ۸، ج ۲۷، عالمگیری ص۴۲ ج ۶، ہدایہ ص۵۸۶ ج ۴، تبیین الحقائق، ص۱۴۴، ج ۶)

مسئلہ ۴۶۲: لوہار نے اپنی دکان میں بھٹی سے لوہا نکال کر اہرن (نہائی[7]) پر رکھ کر کوٹا جس سے چنگاری نکل کر شارع عام پر چلنے والے کسی آدمی پر گری جس سے وہ جل کر مر گیا یا اس کی آنکھ پھوٹ گئی تو اس کی دیت لوہار کے عاقلہ پر ہے اور اگر کسی کا کپڑا جلا دیا یا کوئی مالی نقصان کر دیا تو اس کا تاوان لوہار کے مال سے دیا جائے گا اور اگر اس کے کوٹنے سے چنگاری

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٢.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......تكملة "البحرالرائق"، كتاب الديات، باب مايحدث الرجل فی الطريق، ج٩، ص١١٢.

و "التبيين الحقائق"، كتاب الديات، باب مايحدث الرجل فی الطريق، ج٧، ص٢٩٩.

6 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الديات، فصل فيمايحدث فی الطريق...إلخ، ج٢، ص٤٠٠، ٤٠١.

7 ......سندان، وہ چیز جس پر لوہار لوہا رکھ کر کوٹتے ہیں۔

نہیں اڑی بلکہ ہوا سے اڑ کر کسی پر گری تو لوہار پر کچھ نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ص۴۲ ج ٦، خانیہ علی الہندیہ ص۴۵۹ ج ۳)

مسئلہ ۴٦۳: لوہار نے اپنی دکان میں راستے کی جانب یہ جانتے ہوئے کہ راستے کی ہوا سے آگ بھڑکے گی، بھٹی جلائی اور اس سے راستے میں کوئی چیز جل گئی تو وہ ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری ص۴۲، ج٦ از ذخیرہ)

مسئلہ ۴٦۴: کوئی شخص آگ لے کر ایسی جگہ سے گزرا جہاں سے گزرنے کا اس کو حق تھا۔ اس سے کوئی چنگاری خود گر گئی یا ہوا سے گر گئی اور اس سے کوئی چیز جل گئی تو وہ ضامن نہیں ہے۔ اور اگر ایسی جگہ سے گزرا جہاں سے گزرنے کا اس کو حق نہ تھا تو اگر ہوا سے چنگاری اڑ کر گری تو ضامن نہیں ہوگا، اور اگر خود گری اور اس سے کوئی چیز جل گئی تو وہ ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری از خزانۃ المفتین، ص۴۳ ج٦)

مسئلہ ۴٦۵: کوئی شخص شارع عام پر (فٹ پاتھ) پر بیٹھ کر حکومت کی اجازت کے بغیر خرید و فروخت کرتا ہے اس کے سامان میں پھنس کر کوئی شخص گر پڑا اور اس کا کچھ نقصان ہو گیا تو بیٹھنے والا ضامن ہوگا اور حکومت کی اجازت سے بیٹھا ہے تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری ص۴۳ ج٦)

مسئلہ ۴٦٦: شارع عام کے کنارے بیٹھ کر خرید و فروخت اگر کسی چیز کو ضرر نہ دے اور حکومت کی اجازت سے ہو تو جائز ہے اور اگر مضر ہو تو ناجائز ہے۔[5] (درمختار و شامی ص۵۲۱ ج ۵)

مسئلہ ۴٦۷: کوئی آدمی سونے والے کے پاس سے گزرا اور اس کی ٹھوکر سے سونے والے کی پنڈلی ٹوٹ گئی پھر اس پر گر پڑا جس سے اس کی ایک آنکھ پھوٹ گئی۔ اس کے بعد خود مر گیا تو سونے والے پر مرنے والے کی دیت ہے اور مرنے والے پر سونے والے کا اَرش واجب ہوگا اور اگر دونوں ہی مر گئے تو سونے والے پر گرنے والے کی دیت ہے اور گرنے والے پر سونے والے کی نصف دیت ہے۔[6] (عالمگیری ص۴۳ ج٦)

مسئلہ ۴٦۸: کوئی آدمی راستے سے گزر رہا تھا کہ اچانک گر کر مر گیا اور اس سے ٹکرا کر دوسرا شخص مر گیا تو کسی پر کچھ نہیں۔[7] (عالمگیری از ذخیرہ ص۴۳ ج٦)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط ...إلخ، ج٦، ص٤٢.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص٤٣. 4 ......المرجع السابق.

5 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الديات، باب مايحدثه الرجل...إلخ، ج١٠، ص٢٦٧.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٣.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ۴۶۹: کوئی راہ چلتا بے ہوش ہوکر یا ضعف کی وجہ سے[1] کسی پر گر پڑا جس سے وہ مرگیا یا راہ چلتا گر کر مرگیا اوراس سے ٹکرا کر کوئی دوسرا شخص مرگیا تو راہ گیر کے عاقلہ پر مرنے والے کی دیت واجب ہے۔ دوسرے کی موت اگر گرنے والے سے دب کر ہوئی ہے تو گرنے والے پر کفارہ بھی ہے جو اس کے مال سے ادا کیا جائے گا۔ اور وراثت سے محروم ہوگا اور اگر راہ گیر زمین پر گرا اور دوسرا اس سے ٹکرا کر مرگیا تو کفارہ اور حرمان میراث[2] نہیں ہے۔[3] (عالمگیری از محیط ص۴۳ ج۶)

مسئلہ۴۷۰: کوئی شخص بوجھ اٹھائے راستہ سے گزر رہا تھا کہ اس کا بوجھ کسی شخص پر گرا جس سے وہ شخص مرگیا یا بوجھ زمین پر گرا اور اس سے ٹکرا کر کوئی شخص مرگیا تو بوجھ اٹھانے والا ضامن ہوگا۔[4] (عالمگیری ص۴۳ ج۶، خانیہ علی الہندیہ ص۴۵۸ ج۳، تبیین الحقائق ص۱۴۶ ج۶، درمختار وشامی ص۵۲۳ جلد۵)

مسئلہ۴۷۱: کوئی شخص راستہ میں کوئی ایسی چیز پہن کر گزرا جو عام طور پر پہنی جاتی ہے۔ اس چیز سے الجھ کر کوئی شخص مرگیا یا کسی شخص پر وہ چیز گر پڑی جس سے وہ مرگیا یا راستے میں گر پڑی جس سے ٹکرا کر کوئی مرگیا تو ان سب صورتوں میں گزرنے والے پر ضمان نہیں ہے۔ اور اگر اس قسم کی چیز ہے جو پہنی نہیں جاتی ہے تو اس کا حکم بوجھ اٹھانے والے کا سا ہے اور اس سے جو نقصان ہوگا یہ ضامن ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص جانور کو ہانک رہا تھا یا اس کو کھینچ رہا تھا یا اس پر سوار تھا اور اس کے سامان میں سے کوئی چیز مثلاً زین لگام وغیرہ گر پڑی جس سے کوئی آدمی مرگیا یا جانور یا اس کے سامان میں سے کوئی چیز راستے پر گری اور اس سے ٹکرا کر کوئی آدمی مرگیا تو بہر صورت جانور والا ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری از محیط ص۴۳ ج۶)

مسئلہ۴۷۲: دو آدمیوں نے اپنے مٹکے راستہ پر رکھ دیئے تھے ایک لڑھک کر دوسرے سے ٹکرایا تو اگر لڑھکنے والا ٹوٹا تو دوسرے کا مالک اس مٹکے کا ضمان دے گا اور اگر دوسرا ٹوٹا تو لڑھکنے والے کا مالک ضمان نہیں دے گا اور اگر دونوں لڑھکے تو کسی پر کچھ نہیں۔[6] (عالمگیری ص۴۳ ج۶، خانیہ علی الہندیہ ص۴۵۹ ج۳)

مسئلہ۴۷۳: دو آدمیوں نے اپنے جانور راستے پر کھڑے کر دیئے تھے۔ ایک بھاگا جس سے دوسرا گرا اور مرگیا تو کسی پر کچھ نہیں ہے اور اگر بھاگنے والا اس سے ٹکرا کر مرگیا تو دوسرے کا مالک ضمان دے گا۔[7] (عالمگیری ص۴۳ ج۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۹ ج۳)

مسئلہ۴۷۴: کسی نے راستہ میں کوئی چیز رکھ دی جس کو دیکھ کر ادھر سے گزرنے والا جانور بدک کر بھاگا اس نے کسی

---

1 ......یعنی کمزوری کی وجہ سے۔ 2 ......یعنی وراثت سے محرومی۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط ...إلخ، ج ٦، ص٤٣.

4 ......المرجع السابق. 5 ...... المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

آدمی کو ماردیا تو اس شے کے رکھنے والے پر کوئی ضمان نہیں ہے۔ اسی طرح ایسی ہی گراؤ دیوار[1] جس کے گرانے کا مطالبہ کیا جاچکا تھا زمین پر گری اس سے کوئی جانور بھڑک کر بھاگا، جس سے کچل کر کوئی شخص مرگیا تو دیوار والا ضامن نہیں ہوگا۔ دیوار کا مالک اور راستے میں چیز رکھنے والا صرف اس صورت میں ضامن ہوں گے کہ دیوار یا اس چیز سے لگ کر ہلاکت واقع ہو۔[2] (عالمگیری ص۴۴ ج۶)

مسئلہ ۴۷۵: اہل مسجد نے بارش کا پانی جمع کرنے کے لیے مسجد میں کنواں کھدوایا، یا بڑا سا مٹکا رکھا یا چٹائی بچھائی یا دروازہ لگایا یا چھت میں قندیل[3] لٹکائی یا سائبان ڈالا اوران سے کوئی شخص ہلاک ہوگیا تو اہل مسجد پر ضمان نہیں۔ اور اگر اہل محلّہ کے علاوہ دوسرے لوگوں نے یہ سب کام اہل محلّہ کی اجازت سے کئے تھے اوران سے کوئی ہلاک ہوگیا تب بھی کسی پر کچھ نہیں۔ اور بغیر اجازت یہ کام کئے اوران سے کوئی ہلاک ہوگیا تو کنواں اور سائبان کی صورت میں ضامن ہوں گے اور بقیہ صورتوں میں ضامن نہیں ہوں گے۔[4] (عالمگیری ص۴۴ ج۶، مبسوط ص۲۴، ج۲۷، شامی ص۵۲۳ ج۵، بحرالرائق ص۳۵۲ ج۸، خانیہ علی الہندیہ، ص۴۶۳ ج۳)

مسئلہ ۴۷۶: کوئی شخص مسجد میں نماز پڑھ رہا تھا یا نماز کے انتظار میں بیٹھا تھا یا قراءَت قرآن میں مشغول تھا یا فقہ و حدیث کا درس دے رہا تھا یا اعتکاف میں تھا یا کسی عبادت میں مشغول تھا کہ اس سے ٹکرا کر کوئی شخص گر پڑا اور مرگیا تو فتویٰ یہ ہے کہ اس پر ضمان نہیں۔[5] (عالمگیری ص۴۴ ج۶، شامی ص۵۲۴ ج۵، بحرالرائق ص۳۵۲ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۴۶ ج۶، مبسوط ص۲۵ ج۲۷، خانیہ علی الہندیہ ص۴۶۳ ج۳، ہدایہ ص۵۸۹ ج۴)

مسئلہ ۴۷۷: مسجد میں کوئی شخص ٹہل رہا تھا کہ کسی کو کچل دیا یا مسجد میں سو رہا تھا اور کروٹ لی اور کسی پر گر پڑا جس سے وہ مرگیا تو وہ ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری ص۴۴ ج۶)

مسئلہ ۴۷۸: کسی نے امام[7] کی اجازت سے راستہ میں چہ بچہ[8] کھودا، یا اپنی ملک میں کھودا، یا راستے میں کوئی

---

1 ......وہ دیوار جو گرنے کے قریب ہے، جھکی ہوئی دیوار۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٤.

3 ......ایک قسم کا فانوس۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٤.

5 ......"ردالمحتار"، کتاب الدیات، باب مایحدثه الرجل...إلخ، ج١٠، ص٢٧٠.

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٤.

7 ......یعنی حاکم وقت یا قاضی۔ 8 ......چھوٹا حوض جو بارش وغیرہ کا پانی جمع کرنے کے لیے بنایا جاتا ہے۔

لکڑی رکھ دی یا بلا اجازت امام پل بنوادیا۔ اس پر سے کوئی شخص قصداً گزرا اور گر کر ہلاک ہوگیا تو فاعل ضامن نہیں ہوگا۔[1] (بحرالرائق ص ۳۵۰ ج ۸، عالمگیری از محیط ص ۴۴ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۴۵ ج ۶، شامی و درمختار ص ۵۲۴ ج ۵، مبسوط ص ۲۲ ج ۲۷، فتح القدیر ص ۲۳۶ ج ۸)

مسئلہ ۴۷۹: کسی نے راستے میں کنواں کھودا اس میں کسی نے گر کر خودکشی کر لی تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۱ ج ۳، مبسوط ص ۱۶، ج ۲۷، بحرالرائق، ص ۳۴۸ ج ۸)

مسئلہ ۴۸۰: کسی نے مسلمانوں کے راستے میں اپنے گھر کے گرداگرد سے ہٹ کر کنواں کھودا جس میں گر کر کوئی شخص مر گیا تو اس کے عاقلہ پر مرنے والے کی دیت واجب ہوگی اور اس پر کفارہ نہیں ہے اور وہ میراث سے بھی محروم نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۴۸ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۴، ج ۶، شامی و درمختار ص ۵۲۲ ج ۵، مبسوط ص ۱۴، ج ۲۷)

مسئلہ ۴۸۱: اگر کسی دوسرے کے مکان کے گرداگرد کنواں کھودا، یا ایسی جگہ کھودا جو مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت ہے۔ یا ایسے راستہ پر کھودا جو آگے جا کر بند ہوجاتا ہے اور اس کنویں میں کوئی گر کر مر گیا تو یہ ضامن ہوگا اور اپنے گھر کے گرداگرد اپنی مملوکہ زمین پر کھودا، یا ایسی زمین پر کھودا، یا ایسی جگہ کھودا جہاں اس کو پہلے سے کنواں کھودنے کا حق حاصل تھا اور اس میں گر کر کوئی مر گیا تو اس پر ضمان نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، تبیین الحقائق، ص ۱۴۵، ج ۶)

مسئلہ ۴۸۲: کسی نے راستے میں کنواں کھودا اور اس میں کوئی شخص گر پڑا اور بھوک پیاس یا وہاں کے تعفن کی وجہ سے[5] دم گھٹ گیا اور مر گیا تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہوگا۔[6] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، شامی و درمختار ص ۵۲۲ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۵، ج ۶، بحرالرائق ص ۳۴۸ ج ۸، مبسوط ص ۱۵، ج ۲۷، خانیہ علی الہندیہ، ص ۴۶۱ ج ۳)

مسئلہ ۴۸۳: کسی نے ایسے میدان میں بغیر اجازت امام کنواں کھودا جہاں لوگوں کی گزرگاہ نہیں ہے اور راستہ بھی نہیں ہے اور کوئی اس میں گر گیا تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہے۔ اسی طرح اس میدان میں کوئی شخص بیٹھا ہوا تھا یا کسی نے خیمہ لگالیا تھا۔ اس شخص سے یا خیمہ سے کوئی شخص ٹکرا گیا تو بیٹھنے والا اور خیمہ لگانے والا ضامن نہیں ہے اور اگر یہ صورتیں راستہ میں

---

1 ......تكملة"البحر الرائق"، كتاب الديات، باب مايحدث الرجل فی الطريق، ج۹، ص۱۱۷.

2 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادى عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٤٥.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......یعنی بدبو وغیرہ کی وجہ۔

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادى عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٤٥.

واقع ہوں تو ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۳۹ ج ٦، خانیہ علی الہندیہ ص ۴٦۰ ج ۳)

مسئلہ ۴۸۴: ایک شخص نے راستہ پر نصف کنواں کھودا پھر دوسرے نے بقیہ حصہ کھود کر اسے تہہ تک پہنچایا اس میں کوئی شخص گر گیا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہے۔[2] (عالمگیری ص ۴۵ ج ٦، بحرالرائق ص ۳۴۹ ج ۸، خانیہ علی الہندیہ ص ۴٦۳ ج ۳، مبسوط ص ۱۷ ج ۲۷)

مسئلہ ۴۸۵: کسی نے راستے میں کنواں کھودا پھر دوسرے نے اس کا منھ چوڑا کر دیا تو یہ دیکھا جائے گا کہ اس نے چوڑائی میں کتنا اضافہ کیا ہے اگر اتنا زیادہ اضافہ ہے کہ گرنے والے کا قدم چوڑا کرنے والے کے حصہ پر پڑے گا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر اتنا کم اضافہ کیا ہے کہ گرنے والے کا قدم اس کے اضافہ پر نہیں پڑے گا تو پہلا کھودنے والا ضامن ہوگا اور اگر اضافہ اتنا ہے کہ دونوں حصوں پر قدم پڑنے کا احتمال ہو اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ قدم کس حصے پر پڑا تھا تو دونوں نصف نصف کے ضامن ہوں گے۔[3] (عالمگیری ص ۴۵ ج ٦، مبسوط ص ۱۷، ج ۲۷)

مسئلہ ۴۸٦: کسی نے راستہ میں کنواں کھودا پھر اس کو مٹی چونا یا جنس ارض[4] میں سے کسی چیز سے پاٹ دیا[5]۔ پھر دوسرے نے آ کر یہ چیزیں نکال کر اس کو خالی کر دیا پھر اس میں کوئی شخص گر کر مر گیا تو خالی کرنے والا ضامن ہوگا اور اگر پہلے نے کھانے وغیرہ سے یا کسی ایسی چیز سے پاٹا جو جنس ارض سے نہیں ہے اور دوسرے شخص نے اس کو نکال کر خالی کر دیا پھر اس میں گر کر کوئی آدمی ہلاک ہو گیا، یا کنویں کو پاٹا نہیں تھا، اس کا منہ کسی چیز سے ڈھک دیا تھا[6]۔ پھر دوسرے نے اس کا منہ کھول دیا پھر اس میں گر کر کوئی شخص ہلاک ہو گیا تو پہلے والا ضامن ہوگا۔[7] (عالمگیری ص ۴۵ جلد ٦، خانیہ علی الہندیہ ص ۴٦۰ ج ۳، مبسوط ص ۱۷ ج ۲۷)

مسئلہ ۴۸۷: کسی نے کنویں کے قریب راستے پر پتھر رکھ دیا اور کوئی شخص اس میں پھنس کر کنوئیں میں گر پڑا تو پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا اور اگر کسی نے پتھر نہیں رکھا تھا بلکہ سیلاب وغیرہ سے بہہ کر پتھر وہاں آ گیا تھا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔[8] (مبسوط ص ۱۷، ج ۲۷، عالمگیری ص ۴۵ ج ٦، خانیہ علی الہندیہ ص ۴٦۲ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۴۹ ج ۸)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط ...إلخ، ج٦، ص٤٥.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......یعنی زمینی اشیا جیسے مٹی، پتھر وغیرہ۔ 5 ......یعنی بھر دیا۔ 6 ......یعنی اس کے منہ پر کوئی چیز رکھ کر بند کر دیا تھا۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٥.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴۸۸: کسی شخص نے کنویں میں پتھر یا لوہا ڈال دیا۔ پھر اس میں کوئی گر پڑا اور پتھر یا لوہے سے ٹکرا کر مر گیا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔[1] (مبسوط ص ۱۸، ج ۲۷، عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۴۹ ج ۸)

مسئلہ ۴۸۹: راستے میں کسی نے کنواں کھودا۔ اس کے قریب کسی نے پانی چھڑک دیا جس سے پھسل کر کوئی شخص کنویں میں گر پڑا تو پانی چھڑکنے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر پانی چھڑکنے والا کوئی نہیں تھا بلکہ بارش سے پھسلن ہوگئی تھی تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری ص ۴۵ جلد ۶)

مسئلہ ۴۹۰: کسی شخص نے کسی کو کنویں میں ڈھکیل دیا تو ڈھکیلنے والا ضامن ہوگا کنواں اس کی ملک ہو یا نہ ہو۔[3] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، مبسوط ص ۱۹، ج ۲۷، بحرالرائق ص ۳۴۸ ج ۸)

مسئلہ ۴۹۱: کسی نے راستے میں کنواں کھودا۔ اس میں گر کر کوئی ہلاک ہوگیا۔ کنواں کھودنے والا کہتا ہے کہ اس نے خودکُشی کی ہے اس لیے کچھ ضمان نہیں ہے اور مقتول کے ورثا کہتے ہیں کہ اس نے خودکُشی نہیں کی ہے بلکہ اتفاقیہ کنویں میں گر پڑا ہے۔ تو کنواں کھودنے والے کا قول معتبر ہے اور اس پر کوئی ضمان نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص ۴۵ ج ۶، مبسوط ص ۲۰ ج ۲۷، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۲ ج ۳، بحرالرائق ص ۳۴۸ جلد ۸)

مسئلہ ۴۹۲: کسی نے راستہ میں کنواں کھودا اس میں کوئی آدمی گر گیا مگر چوٹ نہیں آئی پھر کنویں سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا کہ کچھ اوپر کو چڑھنے کے بعد گر کر مر گیا تو کنواں کھودنے والے پر کوئی ضمان نہیں۔ اور اگر کنویں کی تہہ میں چلا گیا پھر اور کسی پتھر سے ٹکرا کر ہلاک ہوگیا تو اگر وہ پتھر زمین میں خلقۃً گڑا ہوا ہے[5] تو کنواں کھودنے والا ضامن نہیں ہے اور اگر کنواں کھودنے والے نے یہ پتھر کنویں میں رکھا تھا یا اصل جگہ سے اکھیڑ کر دوسری جگہ پر رکھ دیا تھا تو کنواں کھودنے والا ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری ص ۴۶ ج ۶)

مسئلہ ۴۹۳: کسی نے دوسرے شخص کے مکان سے ملحق جگہ پر[7] کنواں کھودنے کے لیے کسی کو مزدور رکھا اور مزدور خود یہ جانتا تھا کہ یہ جگہ مستاجر کی[8] نہیں ہے یا مستاجر نے مزدور کو بتا دیا تھا تو مزدور ضامن ہوگا اگر اس کنویں میں کوئی گر کر

---

1 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج ٦، ص ٤٥.
2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.
5 ...... یعنی قدرتی طور پر زمین میں موجود ہے۔
6 ...... "الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایۃ الحائط...إلخ، ج ٦، ص ٤٥.
7 ...... یعنی مکان سے ملی ہوئی جگہ پر۔ 8 ...... یعنی کنواں کھودوانے والے کی۔

مرگیا اور اگر مزدور کو نہیں بتایا گیا اور وہ خود بھی نہیں جانتا تھا کہ یہ جگہ مستاجر کی نہیں ہے تو مستاجر ضامن ہوگیا۔اور اگر مستاجر نے اپنے احاطہ سے ملحقہ اپنی زمین میں کنواں کھودنے پر مزدور رکھا اور اس کو یہ بتایا کہ اس جگہ کنواں کھودنے کا مجھے حق حاصل ہے۔ پھر اس کنویں میں کوئی شخص گر کر ہلاک ہوگیا تو مستاجر ضامن ہوگا۔اور اگر مستاجر نے یہ کہا تھا کہ یہ جگہ میری ہے مگر مجھے کنواں کھودنے کا حق نہیں ہے تو بھی مستاجر ہی ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۴۶ ج ۶، درمختار وشامی ص ۵۲۴ ج ۵)

مسئلہ ۴۹۴: چار آدمیوں کو کسی نے کنواں کھودنے کے لیے مزدوری پر رکھا وہ کنواں کھودرہے تھے کہ ان پر کچھ حصہ گر پڑا جس سے ایک مزدور ہلاک ہوگیا تو باقی تین مزدور چوتھائی چوتھائی دیت کے ضامن ہوں گے۔اور ایک چوتھائی حصہ ساقط ہو جائے گا۔اور اگر ایک ہی مزدور کنواں کھودرہا تھا اس پر کنواں گر پڑا اور وہ مزدور مرگیا تو اس کا کوئی ضمان نہیں۔[2] (عالمگیری ص ۴۶ جلد ۶، مبسوط ص ۱۶ جلد ۲۷، درمختار وشامی ص ۵۲۵ جلد ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۶۲ ج ۳)

مسئلہ ۴۹۵: کسی شخص نے اپنی زمین میں نہر کھودی جس میں گر کر کوئی انسان یا جانور ہلاک ہوگیا تو یہ شخص ضامن نہیں ہوگا اور اگر پرائی زمین میں نہر کھودی تھی تو یہ ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۴۷ ج ۶، مبسوط ص ۲۲ ج ۲۷، قاضی خان ص ۴۶۰ ج ۳)

مسئلہ ۴۹۶: کسی نے اپنی زمین میں نہر یا کنواں کھودا جس سے پڑوسی کی زمین سیم زدہ ہوگئی[4]۔تو یہ دیکھا جائے گا کنواں کھودنے والے کی اپنی زمین عادتاً جتنا پانی برداشت کرسکتی تھی اتنا پانی اس نے دیا ہے یا اس سے زیادہ اگر زیادہ دیا ہے تو ضامن ہوگا۔اور اگر عادۃً اتنا پانی برداشت کرسکتی تھی تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔اور اس کو کنویں کی جگہ تبدیل کرنے کا حکم نہیں دیا جائے گا۔[5] (عالمگیری ص ۴۷ ج ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۴۶۱ ج ۳)

مسئلہ ۴۹۷: اگر کسی نے اپنی زمین میں پانی دیا اور وہ اس کی زمین سے بہہ کر دوسرے کی زمین میں پہنچ گیا اور اس کی کسی چیز کو نقصان پہنچایا اور وہ پانی دیتے وقت یہ جانتا تھا کہ یہ پانی بہہ کر دوسرے کی زمین میں چلا جائے گا تو یہ ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔[6] (قاضی خاں علی الہندیہ ص ۴۶۱ ج ۳، عالمگیری ص ۴۷ ج ۶)

مسئلہ ۴۹۸: راستے پر کنواں بنا ہوا تھا۔اس میں کوئی آدمی گر کر مرگیا۔ایک شخص یہ اقرار کرتا ہے کہ میں نے یہ کنواں

---

1. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط... إلخ، ج٦، ص٤٦.
2. ......المرجع السابق، ص٤٦، ٤٧.
3. ......المرجع السابق، ص٤٧.
4. ......یعنی ناقابل کاشت ہوگئی۔
5. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشرفی جنایة الحائط... إلخ، ج٦، ص٤٧.
6. ......المرجع السابق.

کھودا ہے تو اس کے اس اقرار کی وجہ سے اس کے مال میں سے تین سال میں دیت دی جائے گی اس کے عاقلہ پر نہیں ہوگی۔ [1] (عالمگیری ص ۴۶ ج ۶)

مسئلہ ۴۹۹: کسی نے دوسرے کی زمین میں کنواں کھودا۔ اس میں گر کر کوئی شخص ہلاک ہوگیا۔ زمین کا مالک کہتا ہے کہ میں نے اس کو کنواں کھودنے کا حکم دیا تھا مگر مقتول کے ورثاء کہتے ہیں کہ اس نے حکم نہیں دیا تھا تو زمین کے مالک کی بات مان لی جائے گی اور کسی پر ضمان لازم نہیں ہوا۔ [2] (مبسوط ص ۲۲، ج ۲۷، عالمگیری ص ۴۶ ج ۶)

مسئلہ ۵۰۰: کسی نے اپنی ملک میں کنواں کھودا۔ اس میں کوئی آدمی یا جانور گرا اس کے بعد دوسرا شخص گرا۔ اس کے گرنے سے وہ آدمی یا جانور ہلاک ہوگیا۔ تو اوپر گرنے والا ہلاکت کا ضامن ہوگا اور اگر کنواں راستے میں امام کی اجازت کے بغیر کھودا گیا تھا تو کنواں کھودنے والا دونوں کے نقصان کا ضامن ہوگا۔ [3] (عالمگیری ص ۴۶ جلد ۶، خانیہ علی الہندیہ ص ۱۶۳ ج ۳)

مسئلہ ۵۰۱: کسی نے دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر گڑھا کھودا۔ اس میں کسی کا گدھا گر کر مر گیا تو کھودنے والا ضامن ہوگا۔ [4] (عالمگیری از محیط سرخسی ص ۴۶ ج ۶)

مسئلہ ۵۰۲: کسی نے راستے میں کنواں کھودا اس میں کوئی شخص گر گیا اور اس کا ہاتھ کٹ گیا۔ پھر کنویں سے نکلا تو دو شخصوں نے اس کا سر پھاڑ دیا جس سے وہ بیمار ہو کر پڑا رہا پھر مر گیا تو اس کی دیت تینوں پر تقسیم ہو جائے گی۔ [5] (مبسوط ص ۱۸ جلد ۲۷، عالمگیری ص ۴۶ جلد ۶)

مسئلہ ۵۰۳: کسی نے کنواں کھودنے کے لیے کسی کو مزدور رکھا۔ مزدور نے کنواں کھودا۔ اس کے بعد کوئی آدمی اس میں گر کر ہلاک ہوگیا۔ یہ کنواں اگر مسلمانوں کے ایسے عام راستے پر کھودا گیا تھا جس کو ہر شخص عام راستہ خیال کرتا تھا تو مزدور ضامن ہوگا۔ مستاجر نے اس کو یہ بتایا ہو کہ یہ عام راستہ ہے یا نہ بتایا ہو اسی طرح غیر معروف راستہ پر اگر کنواں کھودا گیا اور مستاجر نے مزدور کو یہ بتا دیا تھا کہ یہ عام مسلمانوں کا راستہ ہے تو بھی مزدور ضامن ہوگا۔ اور اگر مزدور کو یہ نہیں بتایا تھا کہ یہ عام راستہ مسلمانوں کا ہے تو مستاجر ضامن ہوگا۔ [6] (عالمگیری ص ۴۶ ج ۶)

مسئلہ ۵۰۴: کسی نے اپنی زمین میں پانی دیا۔ وہ پڑوسی کی زمین میں پہنچ گیا تو اگر پانی دیا ہی اس طرح پر ہے کہ پانی اس کی زمین میں ٹھیرنے کے بجائے پڑوسی کی زمین میں جمع ہو جائے تو ضامن ہوگا۔ اور اگر اس کی اپنی زمین میں ٹھیرنے

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الحادی عشر فی جنایة الحائط...إلخ، ج٦، ص٤٦.

2 ......المرجع السابق.　3 ......المرجع السابق.　4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.　6 ......المرجع السابق.

کے بعد فالتو پانی پڑوسی کی زمین میں چلا گیا اور پڑوسی نے پانی دینے سے پہلے اس سے یہ کہا تھا کہ تم اپنا بند مضبوط بناؤ اور اس نے اس کے کہنے پر عمل نہیں کیا تو ضامن ہوگا اور اگر پڑوسی نے یہ مطالبہ نہیں کیا تھا تو ضامن نہیں ہوگا۔ ہاں اگر اس کی زمین بلند تھی اور پڑوسی کی زمین نیچی اور یہ جانتا تھا کہ اپنی زمین میں پانی دینے سے پڑوسی کی زمین میں پانی چلا جائے گا تو ضامن ہوگا اور اس کو یہ حکم دیا جائے گا کہ مینڈھیں باندھ کر پانی دے۔[1] (عالمگیری ص ۴۷ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ، ص ۱۶۴ ج ۳)

مسئلہ ۵۰۵: کسی نے اپنی زمین میں پانی دیا اور اس کی اپنی زمین میں چوہوں وغیرہ کے بل تھے اور یہ ان کو جانتا تھا اور ان کو بند نہیں کیا تھا۔ ان سوراخوں کی وجہ سے پانی پڑوسی کی زمین میں چلا گیا اور اس کا کچھ نقصان ہوا تو یہ ضامن ہوگا اور اگر اس کو سوراخوں کا علم نہ تھا تو ضامن نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری ص ۴۷ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ، ص ۱۶۴ ج ۳)

مسئلہ ۵۰۶: کسی نے عام نہر سے اپنی زمین کو سیراب کیا اور اس نہر سے چھوٹی چھوٹی نالیاں نکل کر دوسروں کی زمینوں پر جارہی تھیں۔ ان نالیوں کے دہانے کھلے ہوئے تھے۔ اس کے پانی دینے کی وجہ سے ان نالیوں میں پانی چلا گیا تو دوسروں کی زمین کے نقصان کا یہ ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۴۷ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ، ص ۱۶۴ ج ۳)

جنایات بہائم کا بیان
جانوروں سے نقصان کا بیان

مسئلہ ۵۰۷: بہائم کی جنایتوں کی تین صورتیں ہیں:

(۱) جس جگہ پر جنایت واقع ہوئی وہ جگہ جانور کے مالک کی ملکیت ہے۔

(۲) کسی دوسرے شخص کی ملکیت ہے۔

(۳) وہ جگہ شاہراہ عام ہے۔[4] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، عنایہ علی الفتح، ص ۳۴۵ ج ۸)

پہلی صورت میں اگر جانور کا مالک جانور کے ساتھ نہ ہو تو وہ کسی نقصان کا ضامن نہیں ہوگا خواہ جانور کھڑا ہو یا چل رہا ہو اور ہاتھ پیر سے کسی کو کچل دے یا دُم یا پیر سے کسی کو نقصان پہنچائے یا کاٹ لے اور اگر جانور کا مالک اس کی رسی پکڑ کر آگے آگے چل رہا تھا یا پیچھے سے ہانک رہا تھا جب بھی مذکورہ بالا صورت میں ضامن نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۳۰ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۹ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸، عنایہ علی الفتح ص ۳۴۵ ج ۸، مبسوط ص ۵ ج ۲۷)

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الحادی عشر فی جناية الحائط... إلخ، ج٦، ص٤٧.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

4 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم... إلخ، ج٦، ص٤٩.

5 ...... المرجع السابق، ص٥٠.

مسئلہ۵۰۸: اگر جانور کا مالک اپنی ملک میں سوار ہو کر چلا رہا تھا اور جانور نے کسی کو کچل کر ہلاک کر ڈالا تو مالک کے عاقلہ پر دیت ہے اور مالک پر کفارہ ہے اور وراثت سے بھی مالک محروم ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۳۰ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۹ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸، عنایہ علی الفتح القدیر ص ۳۴۵ ج ۸، مبسوط ص ۵ ج ۲۷)

مسئلہ۵۰۹: اگر مالک اپنی مِلک میں سوار ہو کر جانور کو چلا رہا تھا اور جانور نے کسی کو کاٹ لیا یا لات ماری یا دم ماردی تو مالک پر ضمان نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۳۰ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۴۹ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸، عنایہ علی فتح القدیر ص ۳۴۵ ج ۸)

مسئلہ۵۱۰: دوسری صورت یعنی اگر جنایت کسی دوسرے شخص کی زمین میں ہوئی اور یہ جانور مالک کے داخل کیے بغیر رسی تڑا کر اس کی زمین میں داخل ہو گیا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔ اور اگر مالک نے خود غیر کی زمین میں جانور کو داخل کیا تھا تو ہر صورت میں مالک ضامن ہوگا۔ خواہ جانور کھڑا ہو یا چل رہا ہو۔ مالک اس پر سوار ہو یا سوار نہ ہو۔ رسی پکڑ کر چلا رہا ہو یا پیچھے سے ہانک رہا ہو یہ حکم اس صورت میں ہے کہ مالک زمین کی اجازت کے بغیر جانور کے مالک نے اس زمین میں جانور کو داخل کیا ہو اور اگر صاحب زمین کی اجازت سے جانور کو داخل کیا تھا تو اس کا حکم وہی ہے جو اپنی زمین کا ہے۔[3] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۴۹ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۳۰ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸، عنایہ علی فتح القدیر ص ۳۴۵ ج ۸)

مسئلہ۵۱۱: جانور کے مالک نے شارع عام پر جانور کو کھڑا کر دیا تھا اور اس نے اسی جگہ کوئی نقصان کر دیا تو سب صورتوں میں نقصان کا ضامن ہوگا مگر پیشاب یا لید کرنے کے لیے کھڑا کیا تھا تو ضمان نہیں۔[4] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۴۹ ج ۶، مبسوط ص ۵ ج ۲۷، بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۵ ج ۳، ہدایہ ص ۶۱۰ ج ۴، فتح القدیر، حاشیہ چلپی ص ۳۵ جلد ۸، بدائع صنائع ص ۲۷۳، ج ۷)

مسئلہ۵۱۲: مالک نے جانور کو راستہ پر چھوڑ دیا اور مالک اس کے ساتھ نہیں ہے تو جب تک وہ جانور سیدھا چلتا رہا اور کسی طرف مڑا نہیں تو مالک نقصان کا ضامن ہوگا اور اگر داہنے بائیں مڑ گیا اور راستہ بھی صرف اسی جانب تھا تب بھی مالک ضامن ہوگا اور اگر دوراہے سے کسی طرف مڑا اور اس کے بعد جنایت واقع ہوئی تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۶۲ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۲، ج ۶، بدائع صنائع ص ۲۷۲ ج ۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشرفی جناية البهائم...إلخ، ج٦، ص٥٠.

2 ......المرجع السابق . 3 ......المرجع السابق .

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۵۱۳: مالک نے جانور کو شارع عام[1] پر چھوڑ دیا۔ جانور آگے جا کر کچھ دیر رکا اور پھر چل پڑا تو ٹھیرنے کے بعد جب چلا اور اس سے کوئی جنایت سرزد ہوئی تو مالک نقصان کا ضامن نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، بحر الرائق ص ۳۶۲ ج ۸، تبیین الحقائق، ص ۱۵۲، ج ۶)

مسئلہ ۵۱۴: مالک نے راستے پر جانور چھوڑ دیا اور کسی شخص نے اس جانور کو لوٹانے کی کوشش کی مگر جانور نہ لوٹا اور اسی طرف چلتا رہا جس طرف مالک نے چلا کر چھوڑ دیا تھا پھر اس سے جنایت سرزد ہوئی تو اس نقصان کا ضامن جانور کا مالک ہوگا اور اگر روکنے والے کے روکنے سے جانور کچھ دیر ٹھیر کر پھر چلا اور اس سے کوئی نقصان ہوا تو کوئی ضامن نہیں ہوگا اور اگر روکنے والے کے روکنے سے پلٹا مگر ٹھیرا نہیں تو نقصان کا ضامن لوٹانے والا ہوگا۔[3] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶)

مسئلہ ۵۱۵: جانور خود رسی تڑا کر شارع عام پر دوڑنے لگا تو اس کے کسی نقصان کا ضامن مالک نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۸، بحر الرائق ص ۳۶۲ ج ۸، بدائع صنائع ص ۲۷۳، ج ۷)

مسئلہ ۵۱۶: شارع عام پر چلنے والا سوار اپنی سواری سے ہونے والے نقصان کا ضامن ہوگا۔ سوائے اس نقصان کے جو لات مارنے یا دم مارنے سے ہو۔ رسی پکڑ کر آگے چلنے والے کا بھی یہی حکم ہے۔ ہاں کچل دینے کی صورت میں راکب پر کفارہ اور حرمان میراث[5] بھی ہے لیکن قائد[6] پر نہیں ہے۔[7] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۳۰ جلد ۵، ہدایہ ص ۶۱۰ ج ۴، بحر الرائق ص ۳۵۷ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۴۹، ج ۶، بدائع صنائع ص ۲۷۲، ج ۷)

مسئلہ ۵۱۷: کسی جانور پر دو آدمی سوار ہیں ایک رسی پکڑ کر آگے سے کھینچ رہا ہے اور ایک پیچھے سے ہانک رہا ہے اور اس جانور نے کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو چاروں پر دیت برابر تقسیم ہوگی اور دونوں سواروں پر کفارہ بھی ہے۔[8] (عالمگیری بحوالہ محیط ص ۵۰ ج ۶، بحر الرائق، ص ۳۵۹ ج ۸)

---

1 ......لوگوں کے آنے جانے کا عام راستہ۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایة البھائم...إلخ، ج٦، ص ٥٠.

3 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایة البھائم...إلخ، ج٦، ص ٥٠.

4 ......المرجع السابق.

5 ......یعنی وراثت سے محرومی۔

6 ......آگے سے جانور کو چلانے والا، نکیل پکڑ کر چلانے والا۔

7 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشرفی جنایة البھائم...إلخ، ج٦، ص ٥٠.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۵۱۸: جانور نے شارع عام پر چلتے ہوئے گوبر یا پیشاب کر دیا اس سے پھسل کر کوئی آدمی ہلاک ہوگیا تو کوئی ضمان نہیں ہے۔ کھڑے ہوئے اگر گوبر یا پیشاب کیا تب بھی یہی حکم ہے بشرطیکہ جانور پیشاب یا لید کے لیے کھڑا کیا تھا۔ اور اگر کسی دوسرے کام سے کھڑا کیا تھا اور اس نے پیشاب یا لید کر دی تو اس کے نقصان کا ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۳۰ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۵۸ ج ۸)

مسئلہ ۵۱۹: جانور کے چلنے سے کوئی کنکری یا گٹھلی یا گرد و غبار اڑ کر کسی کی آنکھ میں لگا، یا کیچڑ وغیرہ نے کسی کے کپڑے خراب کر دیئے تو اس کا ضمان نہیں ہے اور اگر بڑا پتھر اچھل کر کسی کے لگا تو نقصان کا ضامن ہوگا۔ یہ حکم سوار اور قائد و سائق (یعنی ہانکنے والا) سب کے لیے ہے۔[2] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۵ ج ۳، درمختار و شامی ص ۵۳۰ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸، تبیین الحقائق، ص ۱۵۰، ج ۶)

مسئلہ ۵۲۰: کسی شخص نے راستہ میں پتھر وغیرہ کوئی چیز رکھ دی تھی یا پانی چھڑک دیا تھا کوئی سوار ادھر سے گزرا۔ اس کے جانور نے ٹھوکر کھائی یا پھسل گیا اور کسی آدمی پر گر پڑا جس سے وہ شخص مر گیا تو اگر سوار نے دیدہ و دانستہ[3] وہاں سے اپنے جانور کو گزارا تو سوار ضامن ہوگا اور اگر سوار کو ان باتوں کا علم نہ تھا تو پانی چھڑکنے والا یا پتھر رکھنے والا ضامن ہوگا۔[4] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۵۹ ج ۸، مبسوط ص ۴ ج ۲۷، بدائع صنائع ص ۲۷۲، ج ۷)

مسئلہ ۵۲۱: اگر کسی شخص نے مسجد کے دروازے پر اپنا جانور کھڑا کر دیا تھا۔ اس نے کسی کو لات مار دی تو کھڑا کرنے والا ضامن ہے اور اگر مسجد کے دروازے کے قریب جانور کے باندھنے کی کوئی جگہ مقرر ہے اس جگہ کسی نے اپنا جانور باندھ دیا یا کھڑا کر دیا تھا تو اس کے کسی نقصان کا ضمان نہیں ہے لیکن اگر اس جگہ کوئی شخص اپنے جانور کو، سوار ہو کر یا ہانک کر یا آگے سے کھینچ کر چلا رہا تھا تو چلانے والا نقصان کا ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری ص ۵۰ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۳۰ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۵۷ ج ۸، بدائع صنائع ص ۲۷۲ ج ۷)

مسئلہ ۵۲۲: نخاسہ[6] میں کسی نے اپنے جانور کو کھڑا کیا اس نے کسی کو کوئی نقصان پہنچایا تو مالک ضامن

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم... إلخ، ج٦، ص ٥٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی جان بوجھ کر۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم... إلخ، ج٦، ص ٥٠.

5 ......المرجع السابق.

6 ......یعنی مویشی منڈی۔

نہیں ہوگا۔[1] (عالمگیری ص۵۱ ج۶، بحرالرائق ص۳۵۷ ج۸، بدائع صنائع ص۲۷۲، ج۷)

مسئلہ ۵۲۳: کسی نے میدان میں اپنا جانور کھڑا کیا تو اس کے نقصان کا ضامن کھڑا کرنے والا نہیں ہوگا لیکن میدان میں لوگوں کے چلنے سے جو راستہ بن جاتا ہے اس پر اگر کھڑا کیا تو ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری ص۵۰ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۶ ج۳، شامی ص۵۳۰ ج۵، بدائع صنائع ص۲۷۲ ج۷)

مسئلہ ۵۲۴: شارع عام پر اگر کسی نے اپنا جانور بغیر باندھے کھڑا کر دیا جانور نے وہاں سے ہٹ کر کوئی نقصان کر دیا تو ضمان نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ص۵۱ ج۶)

مسئلہ ۵۲۵: کسی نے عام راستے میں جانور باندھ دیا اگر اس نے رسی تڑا کر اپنی جگہ سے ہٹ کر کوئی نقصان پہنچایا تو ضمان نہیں ہے اور اگر رسی نہیں تڑائی اور کوئی نقصان کیا تو ضمان ہے۔[4] (عالمگیری ص۵۱ جلد۶)

مسئلہ ۵۲۶: جانور نے سوار سے سرکشی کی اور سوار نے اسے مارا یا لگام کھینچی اور جانور نے پیر یا دُم سے کسی کو مارا تو سوار پر ضمان نہیں ہے۔ اسی طرح اگر سوار گر پڑا اور جانور بھاگ گیا اور راستے میں کسی کو مار ڈالا تب بھی سوار پر کچھ نہیں ہے۔[5] (عالمگیری ص۵۱ ج۶)

مسئلہ ۵۲۷: کسی نے کرائے پر گدھا لیا اور اس کو اہل مجلس کے قریب راستہ پر کھڑا کر دیا اور اہل مجلس سے سلام کلام کیا پھر اس کو چلانے کے لیے مارا یا کوئی چیز اس کے چبھو دی یا اس کو ہانکا اور اس گدھے نے کسی کو لات ماردی تو سوار ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری ص۵۱ ج۶)

مسئلہ ۵۲۸: سوار اپنی سواری پر جارہا تھا کسی نے سواری کو کوئی چیز چبھو دی اس نے سوار کو گرا دیا تو اگر یہ چبھونا سوار کی اجازت سے تھا تو چبھونے والا کسی نقصان کا ضامن نہیں ہے اور اگر بغیر اجازت سوار کوئی چیز چبھو دی تو چبھونے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر سواری نے چبھونے والے کو ہلاک کر دیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔[7] (عالمگیری ص۵۱ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۶ ج۳، درمختار و شامی ص۵۳۴ ج۵، فتح القدیر و عنایہ ص۳۱۰ ج۸، ہدایہ ص۶۱۵ ج۴، بحرالرائق ص۳۵۷ ج۸، مبسوط ص۲ ج۲۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم...إلخ، ج٦، ص ٥١.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ۵۲۹: سواری کو سوار کی اجازت کے بغیر کسی نے مارا یا کوئی چیز چبھودی جس کی وجہ سے سواری نے ہاتھ یا پیر یا جسم کے کسی حصے سے کسی شخص کو فوراً کچل کر ہلاک کر دیا تو چبھونے اور مارنے والا ضامن ہوگا سوار ضامن نہیں ہوگا اور اگر سوار کی اجازت سے ایسا کیا اور سواری نے فوراً کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو سوار اور چبھونے والے دونوں کے عاقلہ پر دیت لازم ہے اور اگر سواری نے کسی کو لات یا دُم ماردی تو اس کا ضمان نہیں ہے۔[1] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۶ ج ۳، درمختار و شامی ص۵۳۴، ج ۵، عالمگیری ص۵۱ ج ۶، فتح القدیر و عنایہ ص۳۵۴ ج ۸، ہدایہ ص۶۱۵ ج ۴، بحرالرائق ص۳۵۷، ج ۸، مبسوط ص۲ ج ۲۷)

مسئلہ۵۳۰: سوار کسی غیر کی ملک میں اپنی سواری کو روکے کھڑا تھا اس نے کسی شخص کو حکم دیا کہ اس کو کوئی چیز چبھودو۔ اس نے چبھودی اور اس کی وجہ سے سواری نے کسی کو لات ماردی تو دونوں ضامن ہوں گے اور اگر بغیر اجازت سوار ایسا کیا تھا تو چبھونے والا ضامن ہوگا مگر اس صورت میں کفارہ لازم نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری از محیط ص۵۱ ج ۶، شامی ص۵۳۵، ج ۵، بحرالرائق ص۳۵۷ ج ۸)

مسئلہ۵۳۱: کوئی شخص جانور کو رسی پکڑ کر کھینچ رہا تھا یا پیچھے سے ہانک رہا تھا کہ کسی نے جانور کے کوئی چیز چبھودی اور اس کی وجہ سے جانور نے بدک کر چلانے والے کے ہاتھ سے رسی چھڑالی اور بھاگ پڑا اور فوراً کسی کا کچھ نقصان کر دیا تو چبھونے والا ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ص۵۱ ج ۶، شامی ص۵۳۵ ج ۵، ہدایہ ص۶۱۷ ج ۴، مبسوط ص۲، ج ۲۷، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۶ ج ۳)

مسئلہ۵۳۲: کسی جانور کو ایک آدمی آگے سے کھینچ رہا تھا اور دوسرا پیچھے سے چلا رہا تھا۔ ان دونوں کی اجازت کے بغیر کسی اور شخص نے جانور کو کوئی چیز چبھودی جس کی وجہ سے جانور نے کسی آدمی کے لات ماردی تو چبھونے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر کسی ایک کی اجازت سے ایسا کیا تھا تو کسی پر ضمان نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص۵۱ جلد ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۶ ج ۳، مبسوط ص۲ ج ۲۷)

مسئلہ۵۳۳: راستے میں کسی شخص نے کوئی چیز نصب کر دی تھی کسی کا جانور وہاں سے گزرا اور اس چیز کے چبھنے کی وجہ سے کسی کو لات مار کر ہلاک کر دیا تو نصب کرنے والا ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری ص۵۲ ج ۶، شامی ص۵۳۵ ج ۵، ہدایہ ص۶۱۷ ج ۴، مبسوط ص۳ ج ۲۷)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثانی، عشر فی جنایة البھائم ... إلخ، ج ٦، ص ٥١.
و"الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، باب جنایة البھائم... إلخ، ج ٢، ص ٣٩٩.

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب الثانی عشر فی جنایة البھائم ... إلخ، ج ٦، ص ٥١.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص ٥٢.

مسئلہ۵۳۴: کسی سوار نے اپنی سواری کو راستہ میں روک رکھا تھا پھر اس کے حکم سے کسی نے سواری کو کوئی چیز چبھوئی جس کی وجہ سے سواری نے اسی جگہ کسی کو ہلاک کر دیا تو دونوں ضامن ہوں گے۔ اور اگر سوار کو گرا کر ہلاک کر دیا تو اس کا خون رائیگاں جائے گا اور اگر اس چبھونے کی وجہ سے اپنی جگہ سے ہٹ کر کسی کو ہلاک کر دیا تو صرف چبھونے والا ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، شامی ص۵۳۵ ج۵، بحرالرائق ص۳۵۸ ج۸)

مسئلہ۵۳۵: کوئی سوار اپنی سواری کو راستہ پر روکے کھڑا تھا پھر اس کے حکم سے کسی نے اس کو کوئی چیز چبھو دی جس کی وجہ سے سواری نے اسی جگہ پر چبھونے والے کو اور ایک دوسرے شخص کو ہلاک کر دیا تو اجنبی کی دیت سوار اور چبھونے والے دونوں پر واجب الادا ہوگی اور چبھونے والے کی آدھی دیت سوار پر ہے۔[2] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، شامی ص۵۳۵ ج۵، بحرالرائق ص۳۵۸ ج۸)

مسئلہ۵۳۶: کسی سوار کی سواری رک کر راستہ میں کھڑی ہوگئی، سوار نے یا کسی دوسرے شخص نے اس کو چلانے کے لیے کوئی چیز چبھوئی اور اس کی وجہ سے سواری نے کسی کے لات ماردی تو کوئی ضامن نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، شامی ص۵۳۵، ج۵، بحرالرائق ص۳۵۸ ج۸)

مسئلہ۵۳۷: کسی سوار نے اپنی سواری کو راستہ پر روک رکھا تھا، ایک دوسرا شخص بھی اس پر سوار ہوگیا، اس کی وجہ سے کسی کو جانور نے لات ماردی اور ہلاک کر دیا تو دونوں نصف نصف دیت کے ضامن ہوں گے۔[3] (عالمگیری ص۵۲ ج۶)

مسئلہ۵۳۸: کسی نے دوسرے کے جانور کو راستے پر باندھ دیا اور خود غائب ہوگیا، جانور کے مالک نے کسی کو حکم دیا کہ اس کو کوئی چیز چبھودے اور اس نے چبھودی جس کی وجہ سے جانور نے حکم دینے والے کو یا اور کسی اجنبی کو لات مار کر ہلاک کر دیا تو اس کی دیت چبھونے والے پر ہے اور اگر جانور کو کھڑا کرنے والے ہی نے چبھونے کا حکم دیا تھا اور جانور نے کسی کو مار دیا تو چبھونے والے اور حکم دینے والے دونوں پر نصف نصف دیت ہے۔[4] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، بحرالرائق ص۳۵۸، ج۸)

مسئلہ۵۳۹: کسی شخص نے راستہ پر پتھر رکھ دیا تھا اس سے بدک کر جانور جو نقصان کرے گا اس کے احکام وہی ہیں جو چبھونے والے کے ہیں، یعنی پتھر رکھنے والا چبھونے والے کے حکم میں ہے۔[5] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، مبسوط ص۴ ج۲۷)

مسئلہ۵۴۰: کسی نے اپنا گدھا چھوڑ دیا، اس نے کسی کی کھیتی کو نقصان پہنچایا تو اگر مالک نے اس کو خود کھیت میں

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم... إلخ، ج٦، ص٥٢.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق. 5 ...... المرجع السابق.

لے جا کر چھوڑا ہے تو مالک ضامن ہوگا اور اگر مالک ساتھ نہیں گیا لیکن گدھا کھولنے کے فوراً بعد سیدھا چلا گیا۔ داہنے بائیں مڑا نہیں یا مڑا تو صرف اس وجہ سے کہ راستہ صرف اسی طرف مڑتا تھا تب بھی مالک ضامن ہوگا۔ اور اگر کھولنے کے بعد کچھ دیر کھڑا رہا پھر کھیت میں گیا۔ یا اپنی مرضی سے کسی طرف مڑ کر کھیت میں چلا گیا تو مالک نقصان کا ضامن نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ص۵۲ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۵ ج ۳، شامی و درمختار ص۵۳۷ ج ۵، ہدایہ ص۶۱۴ ج ۴، عنایہ ص۳۵۰ ج ۸)

مسئلہ ۵۴۱: اگر کسی نے جانور کو آبادی سے باہر کر کے اپنے کھیت کی طرف ہانک دیا۔ راستہ میں اس جانور نے کسی دوسرے کی زراعت کو نقصان پہنچایا تو اگر راستہ صرف یہی تھا تو ضامن ہوگا اور اگر چند راستے تھے تو ضامن نہیں ہوگا۔[2] (عالمگیری ص۵۲ ج ۶)

مسئلہ ۵۴۲: باڑہ سے نکل کر جانور خود باہر چلا گیا یا مالک نے چراگاہ میں چھوڑا تھا مگر وہ کسی اور کے کھیت میں گھس گیا اور کوئی نقصان کر دیا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری ص۵۲ ج ۶)

مسئلہ ۵۴۳: پالتو بلی اور کتا اگر کسی کے مال کا نقصان کر دے تو مالک ضامن نہیں ہے۔ شکاری پرندہ کا بھی حکم یہی ہے اگر چہ چھوڑنے کے فورا بعد کوئی نقصان کر دے۔[4] (عالمگیری از سراج الوہاج ص۵۲ ج ۶، درمختار و شامی ص۵۳۴ جلد ۵، بحر الرائق ص۳۵۹ ج ۸، بدائع صنائع ص۲۷۳ ج ۷)

مسئلہ ۵۴۴ (الف): اگر کسی شخص نے اپنا کتا کسی کی بکری پر چھوڑ دیا مگر کتا کچھ دیر ٹھہر کر اس پر حملہ آور ہوا اور بکری کو ہلاک کر دیا تو ضمان نہیں ہے۔ اگر چھوڑنے کے فوراً بعد حملہ کیا تو ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری ص۵۲، ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۵، ج ۳)

مسئلہ ۵۴۵ (ب): اگر کسی آدمی پر کتے کو چھوڑ دیا اور اس نے فوراً اس کو قتل کر دیا یا اس کے کپڑے پھاڑ دیئے یا کاٹ کھایا تو چھوڑنے والا ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری ص۵۲ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۵، ج ۳)

مسئلہ ۵۴۶: کسی کا کٹکھنا کتا ہے[7] اور گزرنے والوں کو ایذا دیتا ہے تو اہل محلّہ کو حق ہے کہ اس کو مار دیں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم ...إلخ، ج ٦، ص٥٢.
و"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، باب جناية البهائم...إلخ، ج٢، ص٣٩٨.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم ...إلخ، ج ٦، ص٥٢.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

7 ......یعنی کاٹنے والا کتا ہے۔

اور اگر مالک کو تنبیہ کرنے کے بعد اس کتے نے کسی کا کچھ نقصان کیا تو مالک ضامن ہوگا ورنہ نہیں۔[1] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، بحرالرائق ص۳۶۳ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۵۲ ج۶)

مسئلہ ۵۴۷: کسی نے کتا جانور پر[2] چھوڑا اور مالک ساتھ نہ گیا۔ کتے نے کسی انسان کو ہلاک کر دیا تو مالک ضامن نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری ص۵۲ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۵ ج۳، بحرالرائق ص۳۶۲ ج۸)

مسئلہ ۵۴۸: کسی نے اپنے مست اونٹ کو دوسرے کے گھر میں بغیر اجازت داخل کر دیا اور اس گھر میں دوسرا اونٹ بھی تھا جس کو مست اونٹ نے مار ڈالا تو ضامن ہوگا اور اگر صاحب خانہ کی اجازت سے داخل کیا تھا تو ضمان نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص۵۲، ج۶، شامی ص۵۳۷ ج۵)

مسئلہ ۵۴۹: اونٹوں کی قطار کو آگے سے چلانے والا پوری قطار کے نقصان کا ضامن ہوگا۔ خواہ کتنی ہی بڑی قطار ہو جب کہ پیچھے سے کوئی ہانکنے والا نہ ہو اور اگر پیچھے سے ہانکنے والا بھی ہو تو دونوں ضامن ہوں گے اور اگر قطار کے درمیان میں تیسرا ہانکنے والا بھی ہے جو قطار کے برابر برابر چل کر ہانک رہا ہے اور کسی کی نکیل کو پکڑے ہوئے نہیں ہے تو تینوں ضامن ہوں گے۔[5] (عالمگیری ص۵۳ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۶ ج۳، درمختار و شامی ص۵۳۳ ج۵، ہدایہ ص۶۱۳ ج۴، بحرالرائق ص۳۵۹ ج۸، مبسوط ص۳ ج۲۷، تبیین الحقائق ص۱۵۱ ج۶)

مسئلہ ۵۵۰: اگر ایک آدمی نکیل پکڑ کر قطار کے آگے چل رہا ہے اور دوسرا قطار کے درمیان میں کسی اونٹ کی نکیل پکڑ کر چل رہا ہے تو درمیان والے سے پیچھے کے اونٹوں کے نقصان کا ضمان صرف درمیان والے پر ہے اور درمیان والے سے آگے کے اونٹوں کے نقصان کا ضمان دونوں پر ہے اور اگر یہ دونوں جگہ بدلتے رہتے ہیں یعنی کبھی درمیان والا آگے اور آگے والا درمیان میں آجاتے ہیں تو ہر صورت میں نقصان کا ضمان دونوں پر ہوگا۔[6] (عالمگیری ص۵۳ ج۶، درمختار و شامی ص۵۳۳ ج۵، مبسوط ص۳ ج۲۷)

مسئلہ ۵۵۱: ایک شخص قطار کے آگے آگے نکیل پکڑ کر چل رہا ہے اور دوسرا قطار کے درمیان میں نکیل پکڑ کر اپنے پیچھے والے اونٹوں کو چلا رہا ہے مگر اپنے آگے والوں کو ہانک نہیں رہا ہے تو درمیان والا پچھلے اونٹوں کے نقصان کا ضامن ہے اور اس سے آگے کے اونٹوں کے نقصان کا ضمان اگلے نکیل پکڑنے والے پر ہے۔[7] (عالمگیری ص۵۳ ج۶، بحرالرائق ص۳۵۹ ج۸)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم ... إلخ، ج ٦، ص٥٢.

2 ...... یعنی شکار پر۔

3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم ... إلخ، ج ٦، ص٥٢.

4 ...... المرجع السابق، ٥٢، ٥٣. 5 ...... المرجع السابق ص٥٣. 6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

مسئلہ۵۵۲: قطار کے درمیان میں کسی اونٹ پر کوئی شخص سوار تھا لیکن کسی کو ہانک نہیں رہا تھا تو اپنے سے اگلے اونٹوں کے ضمان میں وہ شریک نہیں ہوگا۔ لیکن اپنی سواری اور اپنے سے پچھلے اونٹوں کے نقصان میں شریک ہوگا جب کہ پچھلے اونٹ کی نکیل اس کے ہاتھ میں ہو۔ اور اگر یہ اپنے اونٹ پر سو رہا تھا یا صرف بیٹھا ہوا تھا اور نہ کسی اونٹ کو ہانک رہا تھا نہ کھینچ رہا تھا تو اپنے سے پچھلے اونٹوں کے نقصان کا بھی ضامن نہیں ہوگا۔ صرف اپنی سواری کے اونٹ سے ہونے والے نقصان کے ضمان میں شریک ہوگا۔[1] (عالمگیری ص۵۳ ج۶، بحرالرائق ص۳۵۹ ج۸، مبسوط ص۴ ج۲۷)

مسئلہ۵۵۳: ایک شخص قطار کے آگے نکیل پکڑ کر چل رہا ہے اور دوسرا پیچھے سے ہانک رہا ہے اور تیسرا آدمی درمیان میں کسی اونٹ پر سوار ہے اور سوار کے اونٹ نے کسی انسان کو ہلاک کر دیا تو تینوں ضامن ہوں گے اور اسی طرح راکب سے پیچھے کے اونٹ نے اگر کسی کو ہلاک کر دیا تو بھی تینوں ضامن ہوں گے اور اگر سوار سے آگے کے کسی اونٹ نے کسی کو ہلاک کر دیا تو صرف ہانکنے والے اور آگے سے چلانے والے پر ضمان ہے سوار پر نہیں۔[2] (عالمگیری از محیط ص۵۳ ج۶)

مسئلہ۵۵۴: ایک شخص اونٹوں کی قطار کو آگے سے چلا رہا تھا یا روکے کھڑا تھا کہ کسی نے اپنے اونٹ کی نکیل کو اس قطار میں اس کی اطلاع کے بغیر باندھ دیا اور اس اونٹ نے کسی شخص کو ہلاک کر دیا تو اس کی دیت آگے سے چلانے والے کے عاقلہ پر ہوگی۔ اور اس کے عاقلہ باندھنے والے کے عاقلہ سے واپس لیں گے اور اگر آگے والے کو باندھنے کا علم تھا تو باندھنے والے کے عاقلہ سے دیت واپس نہیں لیں گے۔[3] (عالمگیری ص۵۳ ج۶، قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۶ ج۳، درمختار و شامی ص۵۳۳ ج۵، ہدایہ ص۶۱۲ ج۴، عنایہ ص۳۵۰ ج۸، مبسوط ص۴ ج۲۷، بحرالرائق ص۳۶۱ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۵۲ ج۶)

مسئلہ۵۵۵: کسی کا جانور دن یا رات میں رسی تڑا کر بھاگا اور کسی مال یا جان کا نقصان کر دیا تو جانور کا مالک ضامن نہیں ہوگا۔[4] (عالمگیری از ہدایہ ص۵۳ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳۳، ہدایہ ص۶۱۵ ج۴، فتح القدیر و عنایہ ص۳۵۱ ج۸)

مسئلہ۵۵۶: کسی نے رات کے وقت اپنے کھیت میں دو بیل پائے اور یہ گمان کیا کہ اپنے گاؤں والوں کے ہیں اور وہ ان کو پکڑ کر اپنے مویشی خانے میں لے جانے لگا کہ ان میں سے ایک بھاگ گیا اور دوسرے کو اس نے باندھ دیا۔ اس کے بعد بھاگنے والے کو تلاش کیا مگر نہ ملا اور درحقیقت یہ دونوں بیل کسی دوسرے گاؤں والے کے تھے چنانچہ بیلوں کے مالک نے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم ... إلخ، ج ٦، ص ٥٣.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم ... إلخ، ج ٦، ص ٥٣.

4 ......المرجع السابق.

آ کر اپنے گم شدہ بیل کا ضمان طلب کیا تو اگر بیل پکڑتے وقت لوٹانے کی نیت پکڑنے والے کی نہ تھی تو ضامن ہوگا اور اگر نیت یہ تھی کہ مالک جب آئے گا تو واپس کر دوں گا لیکن اپنے اس ارادے پر اس کو گواہ بنانے کا موقع نہیں ملا تو ضامن نہیں ہوگا۔[1] (عالمگیری از قاضی خان ص۵۳ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳، بحرالرائق ص۳۵۳ ج۸)

مسئلہ ۵۵۷: اور اگر وہ بیل اسی گاؤں والوں کے تھے اور اس نے صرف اپنی کھیتی سے ان کو نکال دیا اور کچھ نہ کیا تو بیل کے گم ہو جانے کی صورت میں یہ ضامن نہیں ہوگا اور اگر اس نے کھیت سے نکال کر کسی طرف کو ہانک دیا تھا تو یہ ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری ص۵۳ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳)

مسئلہ ۵۵۸: کسی نے اپنی کھیتی میں کسی کا جانور پایا اور اس کو اپنے کھیت سے نکال دیا اور کسی طرف کو ہانکا نہیں۔ اس جانور کو کسی درندے نے پھاڑ کھایا تو کھیت والا ضامن نہیں ہے اور اگر کھیت سے نکال کر کسی طرف کو ہانک دیا تھا تو ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ص۵۴ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳، شامی ص۵۳۸ ج۵، بحرالرائق ص۳۶۰ ج۸)

مسئلہ ۵۵۹: کسی نے اپنے کھیت میں کسی کا جانور پایا اس کو ہانکتا ہوا لے چلا تاکہ مالک کے سپرد کردے۔ راستہ میں جانور ہلاک ہو گیا یا اس کا پیر ٹوٹ گیا تو یہ ضامن ہوگا۔[4] (عالمگیری ص۵۴ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳)

مسئلہ ۵۶۰: کسی نے اپنی چراگاہ میں دوسرے کے جانور کو دیکھا اور اس کو اتنی دور تک ہانکا کہ وہ اس کی چراگاہ سے باہر نکل جائے اس اثناء میں اگر جانور ہلاک ہو جائے یا اس کی ٹانگ ٹوٹ جائے تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری ص۵۴ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳)

مسئلہ ۵۶۱: کوئی کاشت کار اپنے کھیت میں رہتا تھا۔ اس نے کسی چرواہے سے بکری مانگ لی تاکہ رات میں اس کے پاس رہے اور اس کا دودھ دوھ لیا کرے۔ کاشت کار ایک رات سو رہا تھا کہ اس کی بکری نے پڑوسی کے کھیت میں جا کر نقصان کر دیا تو کوئی ضامن نہیں ہوگا۔[6] (عالمگیری ص۵۴ ج۶)

مسئلہ ۵۶۲: کسی کے جانور نے کھیت یا باغ میں گھس کر کسی کا کچھ نقصان کر دیا کھیت والے نے پکڑ کر جانور کو باندھ دیا اور جانور ہلاک ہو گیا تو یہ جانور کی قیمت کا ضامن ہوگا۔[7] (عالمگیری ص۵۴ ج۶)

مسئلہ ۵۶۳: کسی نے اپنا جانور کسی دوسرے کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر گھسیڑ دیا اور گھر والا اس کو باہر

---

1 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثاني عشر في جناية البهائم ... إلخ، ج ٦، ص٥٣.

2 ...... المرجع السابق.   3 ...... المرجع السابق، ص٥٣، ٥٤.   4 ...... المرجع السابق، ص٥٤.

5 ...... المرجع السابق.   6 ...... المرجع السابق.   7 ...... المرجع السابق.

نکال رہا تھا کہ جانور ہلاک ہوگیا تو ضامن نہیں ہوگا۔[1] (عالمگیری ص۵۴ ج۶)

مسئلہ۵۶۴: کسی نے دوسرے کے مکان میں اس کی اجازت کے بغیر کپڑا رکھ دیا تھا۔ مالک مکان نے کپڑے والے کی عدم موجودگی میں کپڑا نکال کر باہر پھینک دیا اور کپڑا ضائع ہوگیا تو یہ کپڑے کی قیمت کا ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری ص۵۴ ج۶)

مسئلہ۵۶۵: کوئی شخص اپنے گدھے پر لکڑی لادے جارہا تھا اور بچو بچو کہہ رہا تھا اس کے آگے ایک شخص چل رہا تھا اس نے اس کی آواز کو نہیں سنا یا سنا مگر اس کو اتنا موقع نہ ملا کہ کسی طرف کو بچ جائے تو گدھے پر لادی ہوئی لکڑی سے اگر اس کا کپڑا پھٹ جائے تو گدھے والا ضامن ہے اور اگر وہ بچ سکتا تھا اور سننے کے باوجود نہ بچا تو گدھے والا ضامن نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ص۵۴ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳، بحرالرائق ص۳۵۷ ج۸)

مسئلہ۵۶۶: کسی نے دوسرے کے حلال یا حرام جانور کا ہاتھ یا پیر کاٹ دیا تو کاٹنے والا جانور کی قیمت کا ضامن ہے اور مالک کو یہ حق نہیں ہے کہ جانور کو اپنے پاس رکھے اور نقصان کا ضمان لے لے۔[4] (عالمگیری ص۵۴ ج۶)

مسئلہ۵۶۷: کسی نے راستہ پر سانپ ڈال دیا جس جگہ ڈالا تھا اسی جگہ پر سانپ نے کسی کو ڈس لیا تو سانپ ڈالنے والا ضامن ہوگا اور اگر اس جگہ سے ہٹ کر ڈسا تو ضامن نہیں ہوگا۔[5] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۵ ج۳، بدائع صنائع ص۲۷۳ ج۷)

مسئلہ۵۶۸: راستے پر چلتے ہوئے جانور نے گوبر یا پیشاب کیا یا منھ سے لعاب گرایا یا اس کا پسینہ بہا اور کسی کو لگ گیا یا کسی کی کوئی چیز گندی کردی تو جانور کا سوار ضامن نہیں ہوگا۔[6] (قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۵ ج۳، بدائع صنائع ص۲۷۲ ج۷)

مسئلہ۵۶۹: کسی نے شارع عام پر لکڑی پتھر یا لوہا وغیرہ کوئی چیز رکھ دی۔ وہاں سے کوئی شخص اپنا جانور ہانکتے ہوئے گزرا اور ان چیزوں سے ٹھوکر کھا کر جانور ہلاک ہوگیا تو رکھنے والا ضامن ہوگا۔[7] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۷ ج۳)

مسئلہ۵۷۰: کوئی شخص اپنا جانور ہانک رہا تھا اور جانور کی پیٹھ پر لدا ہوا سامان یا چارجامہ یا زین یا لگام کسی شخص پر گر پڑی جس سے وہ ہلاک ہوگیا تو ہانکنے والا ضامن ہوگا۔[8] (شامی ودرمختار ص۵۳۳ ج۵، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۶ ج۳، ہدایہ ص۶۱۳ ج۴، عنایہ ص۳۴۹ جلد۸، بحرالرائق ص۳۵۹ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۵۱ ج۶، مبسوط ص۴ ج۲۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الثانی عشر فی جناية البهائم...إلخ، ج٦، ص٥٤.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، باب جناية البهائم...إلخ، ج٢، ص٣٩٨.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق، ص٤٠٠.

8 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، باب جناية البهائم...إلخ، ج٢، ص٣٩٩.

مسئلہ ۵۷۱: اندھے کو ہاتھ پکڑ کر کوئی شخص چلا رہا تھا اور اس اندھے نے کسی کو کچل کر ہلاک کر دیا تو اندھا ضامن ہوگا۔ چلانے والا ضامن نہیں ہوگا۔ (1) (شامی ص ۵۳۵ ج ۵)

مسئلہ ۵۷۲: کوئی شخص اپنے گدھے پر لکڑیاں لاد کر لے جا رہا تھا اور ہٹو بچو نہیں کہہ رہا تھا۔ یہ گدھا راہ گیروں کے پاس سے گزرا اور کسی کا کپڑا وغیرہ پھاڑ دیا تو گدھے والا ضامن ہوگا۔ اور اگر راہ گیروں نے گدھے کو آتے دیکھا تھا اور بچنے کا موقع بھی ملا تھا مگر نہ بچے تو گدھے والا ضامن نہ ہوگا۔ (2) (شامی ۵۳۸ ج ۵)

مسئلہ ۵۷۳: ایک شخص نے اپنا گدھا کسی ستون سے باندھ دیا تھا پھر دوسرے آدمی نے بھی اپنا گدھا وہیں باندھ دیا پہلے والے گدھے کو دوسرے گدھے نے کاٹ کھایا تو ان دونوں کو اگر اس جگہ باندھنے کا حق حاصل تھا تو ضمان نہیں ہے۔ ورنہ دوسرے گدھے والا ضامن ہوگا۔ (3) (شامی ص ۵۳۸ ج ۵)

متفرقات

مسئلہ ۱: دو آدمی رسہ کشی کر رہے تھے کہ درمیان سے رسی ٹوٹ گئی اور دونوں گدی کے بل گر کر مر گئے تو دونوں کا خون رائیگاں جائے گا اور اگر منھ کے بل گر کر مرے تو ہر ایک کی دیت دوسرے کے عاقلہ پر ہے۔ اور اگر ایک منھ کے بل گر کر مرا اور دوسرا گدی کے بل گر کر مرا تو گدی کے بل گرنے والے کا خون رائیگاں جائے گا اور منہ کے بل گرنے والے کی دیت گدی کے بل گرنے والے کے عاقلہ پر ہے۔ (4) (درمختار وشامی ص ۵۳۲ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۶۰ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۱ ج ۶، بدائع صنائع ص ۲۷۳ ج ۷)

مسئلہ ۲: دو آدمی رسہ کشی کر رہے تھے کہ کسی شخص نے درمیان سے رسی کاٹ دی اور دونوں رسہ کش گدی کے بل گر کر مر گئے تو دونوں کی دیت رسی کاٹنے والے کے عاقلہ پر ہے۔ (5) (درمختار وشامی ص ۵۳۲ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۶۰ ج ۸، تبیین الحقائق ص ۱۵۱ ج ۶، بدائع صنائع ص ۲۷۳ ج ۷)

مسئلہ ۳: کسی شخص نے کسی کے پرندے یا بکری یا بلی، یا کتے کی ایک آنکھ پھوڑ دی تو آنکھ کی وجہ سے قیمت کے نقصان کا ضامن آنکھ پھوڑنے والا ہوگا۔ اور اگر دونوں آنکھیں پھوڑ دیں تو جانور کے مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو نقصان

---

1 ...... "ردالمحتار"، کتاب الديات، باب جناية البهيمة والجناية عليها، ج ۱۰ ص ۲۸۸.

2 ...... المرجع السابق، ص ۲۹۶. 3 ...... المرجع السابق، ص ۲۹۷.

4 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الجنايات، باب جناية البهيمة والجناية عليها، ج ۱۰، ص ۲۸۷.

5 ...... المرجع السابق.

وصول کرلے اور چاہے تو آنکھ پھوڑنے والے کو جانور دے کر پوری قیمت وصول کرلے۔[1] (درمختار وشامی ص۵۳۵،ج۵)

مسئلہ۴: کسی کے اونٹ، گائے، گدھا، گھوڑا، خچر، بھینس یعنی بار برداری، سواری، اور کاشت کاری کے جانور نر یا مادہ کی ایک آنکھ پھوڑنے کی صورت میں چوتھائی قیمت کا ضامن آنکھ پھوڑنے والا ہوگا۔ اور دونوں آنکھوں کو پھوڑنے کی صورت میں مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو جانور آنکھ پھوڑنے والے کو دے کر پوری قیمت وصول کرے اور چاہے تو دونوں آنکھوں کے ضائع ہونے کی وجہ سے قیمت میں جو نقصان آیا ہے وہ وصول کرلے اور جانور اپنے پاس رکھے۔[2] (درمختار وشامی ص۵۳۶ ج۵، ہدایہ، وفتح القدیر وعنایہ ص۳۵۲ ج۸، بحرالرائق ص۳۶۳ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۵۳ ج۶)

مسئلہ۵: دو سوار یا پیدل چلنے والے آپس میں ٹکرا کر مر گئے اگر یہ حادثہ خطاءً ہوا تھا تو ہر ایک کے عاقلہ پر دوسرے کی دیت ہے۔[3] (ہدایہ، فتح القدیر ص۳۴۸ ج۸، بحرالرائق ص۳۵۹ ج۸، تبیین الحقائق ص۱۵۰ ج۶، بدائع صنائع ص۲۷۳ ج۷، عالمگیری ص۸۷ ج۶، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۴۴ ج۳)

مسئلہ۶: کسی شخص نے اپنی مِلک میں شہد کی مکھیوں کا چھتہ لگایا۔ ان مکھیوں نے دوسرے لوگوں کے انگور یا دوسرے پھل کھا لیے تو چھتہ والا اس کا ضامن نہیں ہوگا اور چھتہ والے کو اس پر مجبور بھی نہیں کیا جائے گا کہ وہ چھتہ کو وہاں سے ہٹا دے۔[4] (درمختار وشامی ص۵۳۷ ج۸)

مسئلہ۷: کسی شخص نے دوسرے کی ملک میں لمبی رسی سے اپنے جانور کو باندھ دیا تھا جانور نے بندھے بندھے کود پھاند کر کسی کا کچھ نقصان کر دیا تو باندھنے والا ضامن ہوگا۔[5] (بحرالرائق ص۳۵۷ ج۸، بدائع صنائع ص۲۷۳ ج۷)

مسئلہ۸: جنایت بہائم میں یہ قاعدہ ہے کہ جب جانور اپنی جگہ اور اسی حالت پر رہا جس پر کھڑا کرنے والے نے کھڑا کیا تھا تو مالک اس کے ہر نقصان کا ضامن ہوگا۔ اور اگر جانور نے وہ جگہ اور حالت بدل لی تو مالک اس کے کسی نقصان کا ضامن نہیں ہے۔[6] (بحرالرائق ص۳۵۷ ج۸)

مسئلہ۹: کسی شخص نے کسی کو درندے کے آگے پھینک دیا اور درندے نے اس کو پھاڑ کھایا تو پھینکنے والے پر دیت نہیں

---

1 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الدّيات،باب جناية البهيمة...إلخ،ج١٠،ص٢٩٣،٢٩٤.

2 ......المرجع السابق،ص٢٩٣.

3 ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الجنايات، الباب السابع عشر فى المتفرقات،ج٦،ص٨٧،٨٨.

4 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،کتاب الدّيات،باب جناية البهيمة...إلخ،ج١٠،ص٢٩٥.

5 ......"البحرالرائق"،کتاب الدّيات،باب جناية البهيمة...إلخ،ج٩،ص١٢٩.

6 ......المرجع السابق،ص١٣٠.

لیکن اس کوتعزیر کی جائے گی اور توبہ کرنے تک قید میں رکھا جائے گا۔[1] (بحرالرائق ص۳۶۲ ج۸،تبیین الحقائق ص۱۵۳ ج۶)

مسئلہ۱۰: اگر کوئی شخص کسی آدمی پر سانپ وغیرہ ڈال دے اور وہ اس کو کاٹ لے تو یہ ضامن ہوگا۔[2] (مبسوط ص۵ ج۲۷)

مسئلہ۱۱: کوئی شخص کسی کے گھر میں گیا۔اجازت سے گیا ہو یا بلا اجازت اور صاحب خانہ کے کتے نے اس کو کاٹ کھایا تو صاحب خانہ ضامن نہیں ہے۔[3] (بدائع صنائع ص۲۷۳ ج۷،مبسوط ص۵ ج۲۷)

باب القسامۃ

مسئلہ۱: قسامت کا مطلب یہ ہے کہ کسی جگہ مقتول پایا جائے اور قاتل کا پتہ نہ ہو اور اولیائے مقتول اہل محلّہ پر قتل عمد یا قتل خطا کا دعوےٰ کریں اور اہل محلّہ انکار کریں تو اس محلے کے پچاس آدمی قسم کھائیں کہ نہ ہم نے اس کو قتل کیا ہے اور نہ ہم قاتل کو جانتے ہیں اور یہ قسم کھانے والے عاقل بالغ آزاد مرد ہوں۔[4] (ہندیہ ص۷۷ ج۶،شامی ص۵۴۹ ج۵)

قسامت واجب ہونے کے لیے چند شرائط ہیں:

(۱) مقتول کے جسم پر زخم یا ضرب کے نشانات یا گلا گھونٹنے کی علامات پائی جائیں یا ایسی جگہ سے خون بہے جہاں سے عادتاً نہیں نکلتا۔مثلاً آنکھ،کان۔[5] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۲ ج۳،تبیین الحقائق ص۱۷۱ ج۶،بحرالرائق ص۳۹۲ ج۸)

(۲) قاتل کا پتہ نہ ہو۔(فتح القدیر ص۳۹۰ ج۸،مبسوط ص۱۱۴ ج۲۶،بدائع صنائع ص۲۸۷ ج۷)

(۳) مقتول انسان ہو۔(بدائع صنائع ص۲۸۸ ج۷)

(۴) مقتول کے اولیاء دعویٰ کریں۔[6] (بدائع صنائع ص۲۸۹ ج۷)

(۵) اہل محلّہ قتل کرنے کا انکار کریں۔[7] (عالمگیری ص۷۷ ج۶،شامی ص۵۴۹ ج۵)

---

1 ......"البحرالرائق"،کتاب الدّیات،باب جنایة البهیمة...إلخ،ج۹،ص۱۳۹.

2 ......"المبسوط"،کتاب الدیات،باب الناخس،ج۲۷،ص۶.

3 ......"بدائع الصنائع"،کتاب الجنایات،کیفیة وجوب الفداء،ج۶،ص۳۳۳.

4 ......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الجنایات،الباب الخامس عشر فی القسامة،ج۶،ص۷۷.

و"ردالمحتار"،کتاب الدیات، باب القسامة،ج۱۰،ص۳۱۸.

5 ......"تبیین الحقائق"،کتاب الدیات، باب القسامة،ج۷،ص۳۵۳.

6 ......"بدائع الصنائع"،کتاب الجنایات،فصل فی شرائط وجوب القسامة والدیة،ج۶،ص۳۵۷.

7 ......"ردالمحتار"،کتاب الدیات، باب القسامة،ج۱۰،ص۳۱۸.

(٦) مدعی قسامت کا مطالبہ کرے۔[1] (بدائع صنائع ص ۲۸۹، ج ۷)

(۷) جس جگہ مقتول پایا گیا وہ کسی شخص کی ملکیت ہو یا کسی کے قبضے میں ہو یا محلّہ میں پایا جائے یا آبادی کے اتنا قریب پایا جائے کہ وہاں کی آواز بستی میں سنی جاسکے۔[2] (شامی ص ۵۵۳ ج ۵، عالمگیری ص ۷۷، ج ٦)

(۸) مقتول زمین کے مالک یا قابض کا مملوک نہ ہو۔[3] (ہندیہ ص ۷۷ ج ٦، شامی ص ۵۴۹ ج ۵، بدائع صنائع ص ۲۸۷ ج ۷، مبسوط ص ۱۰٦ ج ۲۲، فتح القدیر وعنایہ ص ۳۸۴ ج ۸، بحرالرائق ص ۳۹۱ ج ۸)

مسئلہ ۲: اگر کسی جگہ ایسا مردہ پایا جائے کہ اس پر ضرب کا کوئی نشان نہ ہو، یا اس کے منہ یا ناک یا پیشاب و پاخانہ کے مقام سے خون بہہ رہا ہو یا اس کے گلے میں سانپ لپٹا ہوا ہو تو وہاں کے لوگوں پر قسامت و دیت کچھ نہیں ہے۔[4] (درمختار و شامی ص ۵۵۱ ج ۵)

مسئلہ ۳: قسامت کا حکم یہ کہ اگر مقتول کے اولیاء نے قتلِ عمد کا دعویٰ کیا ہے اور اہل محلّہ نے قسم کھائی کہ نہ انھوں نے قتل کیا ہے نہ ان کو قاتل کا علم ہے تو اہل محلّہ پر دیت لازم ہوگی اور اگر اولیائے مقتول نے قتل خطا کا دعوے کیا ہے اور اہل محلّہ نے قسم کھالی تو اہل محلّہ کے عاقلہ پر دیت لازم ہوگی جس کو وہ لوگ تین سال میں ادا کریں گے اور انکار کی صورت میں ان کو قید کیا جائے گا۔ حتی کہ قسم کھائیں۔[5] (درمختار و شامی ص ۵۵۰ ج ۵، ملتقی الابحر ص ٦٦٨ ج ۲، فتح القدیر ص ۳۸۸ ج ۸)

مسئلہ ۴: کسی محلّہ میں مقتول پایا جائے اور اس کے اولیاء تمام یا بعض اہل محلّہ پر دعویٰ کریں کہ انھوں نے اس کو عمداً یا خطاءً قتل کیا ہے اور اہل محلّہ انکار کریں تو ان میں سے پچاس آدمیوں سے اس طرح قسم لی جائے گی کہ ہر آدمی اللہ (عزوجل) کی قسم کھا کر یہ کہے کہ نہ میں نے اس کو قتل کیا ہے نہ میں قاتل کو جانتا ہوں۔ اگر وہاں کی آبادی میں پچاس سے زیادہ مرد ہیں تو ان میں سے پچاس کے انتخاب کا حق مقتول کے اولیاء کو ہے۔ اگر پچاس سے کم مرد ہیں تو ان سے قسم کی تکرار کرا کر پچاس کے عدد کو پورا کیا جائے گا۔[6] (قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۱ ج ۳، عالمگیری ص ۷۷ ج ٦، درمختار و شامی ص ۵۵۰ جلد ۵، بحرالرائق ص ۳۹۲ ج ۸، فتح القدیر وعنایہ ص ۳۸۴ ج ۸)

---

1 ......"بدائع الصنائع"، كتاب الجنايات، فصل فی شرائط وجوب القسامة والدية، ج٦، ص٣٥٧.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٧٧.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الديات، باب القسامة، ج١٠، ص٣١٨.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الديات، باب القسامة ج١٠، ص ٣٢٣.

5 ......المرجع السابق، ص٣٢١.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج ٦، ص ٧٧.

مسئلہ۵: مدعی (1) سے اس بات کی قسم نہیں لی جائے گی کہ اہل محلّہ نے قتل کیا ہے۔خواہ ظاہری حالات مدعی کی تائید میں ہوں مثلاً مقتول اوراہل محلّہ کے درمیان کھلی دشمنی تھی یا ظاہری حالات مدعی کی تائید میں نہ ہوں۔مثلاً مقتول اوراہل محلّہ کے درمیان کھلی عداوت (2) کا کوئی ثبوت نہ ہو۔ (3)(عالمگیری ص ۷۷ ج ٦ ، درمختار وشامی ص ۵۵۰ ج ۵ ، بحرالرائق ص ۳۹۲ ج ۸)

مسئلہ٦: اگراولیائے مقتول یہ دعویٰ کریں کہ اہل محلّہ میں سے فلاں فلاں اشخاص نے قتل کیا ہے۔یا بغیر معین کیے یوں کہیں کہ اہل محلّہ میں سے بعض لوگوں نے قتل کیا ہے، جب بھی قسامت و دیت کا وہی حکم ہے جواوپر مذکور ہوا۔ (4)(عالمگیری ص ۷۷ ج ٦ ، درمختار وشامی ص ۵۵۰ ج ۵ ، بحرالرائق ص ۳۹۲ ج ۸)

مسئلہ۷: اگر ولی مقتول نے یہ دعویٰ کیا کہ اہل محلّہ کے غیر کسی شخص نے قتل کیا ہے تو اہل محلّہ پر قسامت و دیت کچھ نہیں ہے بلکہ مدعی سے گواہ طلب کیے جائیں گے۔اگر گواہ پیش کردیئے تو اس کا دعویٰ ثابت ہوجائے گا اوراگر گواہ نہ ہوں تو مدعا علیہ سے ایک مرتبہ قسم لی جائے گی۔ (5)(عالمگیری ص ۷۷ ج ٦ ، درمختار وشامی ص ۵۵۲ ج ۸ ، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۳ ج ۳ ، مبسوط ص ۱۱۵ ج ۲٦ ، بدائع صنائع ص ۲۹۵ ج ۷)

مسئلہ۸: اولیائے مقتول کو یہ اختیار ہے کہ جس خاندان کے درمیان مقتول پایا جائے اس خاندان کے یا جس محلّہ میں پایا جائے تو اس محلے کے صالحین کو قسم کھانے کے لیے منتخب کریں، اگر صالحین کی تعداد پچاس سے کم ہو تو وہ باقی لوگوں میں سے منتخب کرکے پچاس پورے کرلیں۔ولی کو یہ بھی اختیار ہے کہ وہ ان میں سے جوانوں کو یا فساق کو قسم کھانے کے لیے منتخب کرلیں۔یہ اختیار صرف ولی کو ہے امام کو نہیں ہے۔ (6)(عالمگیری ص ۷۸ ج ٦ ، شامی ص ۵۵۰ ج ۵ ، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۱ ج ۳ ، مبسوط ص ۱۱۰ ج ۲٦)

مسئلہ۹: قسامت میں بچہ اور پاگل اورعورت اورغلام داخل نہیں ہیں لیکن اندھا اور محدود فی القذف اور کافر قسامت میں داخل ہیں۔ (7)(عالمگیری ص ۷۸ ج ٦ ، درمختار وشامی ص ۵۵۱ جلد ۵ ، بحرالرائق ص ۳۹۲ ج ۸)

مسئلہ۱۰: جس جگہ مقتول کا پورا جسم یا جسم کا اکثر حصہ یا نصف حصہ بشرطیکہ اس کے ساتھ سر بھی پایا جائے تو اس جگہ کے لوگوں پر قسامت و دیت ہے۔اوراگر لمبائی میں سے چرا ہوا نصف پایا جائے یا بدن کا نصف سے کم حصہ پایا جائے۔

---

1 ......دعویٰ کرنے والا۔

2 ......یعنی دشمنی۔

3 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج ٦،ص ٧٧.

4 ......المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق،ص٧٧، ٧٨.

6 ......المرجع السابق،ص٧٨.

7 ......المرجع السابق.

اگرچہ عرضاً ہوا اور اس کے ساتھ سر بھی ہو یا صرف ہاتھ یا پیر یا سر پایا جائے تو قسامت و دیت کچھ نہیں ہے۔[1] (درمختار و شامی ص ۵۴۹ ج ۵، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۳ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۷۲ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۹۲ ج ۸، فتح القدیر ص ۳۹۰ ج ۸، مبسوط ص ۱۱۶ ج ۲۶، بدائع صنائع ص ۲۸۸ ج ۷)

مسئلہ ۱۱: اگر کسی محلے میں کوئی مردہ بچہ تام الخلقت[2] یا ناقص الخلقت[3] پایا جائے اور اس پر ضرب کے کچھ نشانات نہ ہوں تو اہل محلّہ پر کچھ نہیں ہے اور اگر ضرب کے نشانات ہوں اور بچہ تام الخلقت ہو تو قسامت و دیت واجب ہے اور اگر ناقص الخلقت ہو تو کچھ نہیں ہے۔[4] (عالمگیری ص ۷۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۲ ج ۵، قاضی خان ص ۴۵۳ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۷۲ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۹۴ ج ۸، فتح القدیر ص ۳۹۱ ج ۸)

مسئلہ ۱۲: اگر کسی کے مکان میں مقتول پایا جائے اور صاحب خانہ کے عاقلہ بھی وہاں موجود ہوں تو قسامت میں سب شریک ہوں گے اور اگر اس کے عاقلہ وہاں موجود نہ ہوں تو گھر والا ہی پچاس مرتبہ قسم کھائے گا اور دیت دونوں صورتوں میں عاقلہ پر ہوگی۔[5] (عالمگیری ص ۷۸ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۵ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۹۴ ج ۸)

مسئلہ ۱۳: اگر کسی محلّہ میں مقتول پایا جائے اور اہل محلّہ دعویٰ کریں کہ محلّہ کے باہر کے فلاں شخص نے اس کو قتل کیا ہے اور اس محلے کے باہر کے دو گواہ بھی اس پر شہادت دیں تو اہل محلّہ قسامت و دیت سے بری ہو جائیں گے۔ ولی مقتول نے یہ دعویٰ کیا ہو یا نہ کیا ہو۔[6] (عالمگیری ص ۷۸ ج ۶)

مسئلہ ۱۴: اگر ولی مقتول دعویٰ کرے کہ جس محلے میں مقتول پایا گیا ہے اور اس محلے کے باہر رہنے والے فلاں شخص نے اس کے آدمی کو قتل کیا ہے تو ولی کو اپنا دعویٰ گواہوں سے ثابت کرنا ہوگا۔ ورنہ مدعی علیہ سے ایک مرتبہ قسم لی جائے گی۔ اگر وہ قسم کھالے تو بری الذمہ ہو جائے گا اور اگر قسم سے انکار کرے اور دعویٰ قتلِ خطا کا ہو تو دیت لازم ہوگی اور اگر دعویٰ قتلِ عمد کا تھا تو قید کیا جائے گا۔ یہاں تک کہ قتل کا اقرار کرے یا قسم کھائے یا بھوکا مر جائے۔[7] (درمختار ص ۵۲۲ ج ۵)

مسئلہ ۱۵: کسی محلّہ یا قبیلے میں کوئی شخص زخمی کیا گیا۔ وہاں سے وہ زخمی حالت میں دوسرے محلے میں منتقل کیا گیا اور

---

1 ...... "الفتاوی الخانیة"، کتاب الجنایات، باب الشهادة علی الجنایة، ج۲، ص۳۹۷.

2 ...... یعنی اس کے اعضاء مکمل بن چکے ہیں۔ 3 ...... یعنی اس کے اعضاء مکمل نہیں بنے ہیں۔

4 ...... "الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج ٦، ص ٧٨.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق.

7 ...... "الدرالمختار"، کتاب الدیات، باب القسامة، ج ١٠، ص٣٢٣.

اسی وجہ صاحب فراش رہ کر مرگیا[1] تو قسامت اور دیت پہلے محلے والوں پر ہے۔[2] (عالمگیری ص ۷۹ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۸ ج ۵، تبیین الحقائق ص ۱۷۶ ج ۶، بحرالرائق ص ۳۹۴ ج ۸، مبسوط ص ۱۱۸ ج ۲۶، بدائع صنائع ص ۲۸۸ ج ۷)

مسئلہ ۱۶: اگر تین مختلف قبائل کے لوگوں کو کوئی خطہ زمین الاٹ کیا گیا وہاں انھوں نے مکانات یا مسجد بنائی اور اس آبادی یا مسجد میں کوئی مقتول پایا گیا تو دیت تین قبیلوں پر لازم ہوگی۔ ہر قبیلے پر ایک تہائی اگرچہ ان کے افراد کی تعداد کم و بیش ہو۔ یہاں تک کہ اگر کسی قبیلے کا صرف ایک ہی شخص ہو تو اس پر بھی ایک تہائی دیت لازم ہوگی اور یہ دیت ان سب کے عاقلہ ادا کریں گے۔[3] (عالمگیری ص ۷۹ ج ۶)

مسئلہ ۱۷: اگر کسی بازار یا مسجد میں کوئی مقتول پایا جائے اور وہ مسجد یا بازار کسی خاص قبیلے کی ملکیت ہو تو قسامت و دیت ان پر لازم ہوگی۔ اور اگر وہ مسجد و بازار حکومت کی ملک میں ہیں تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔[4] (عالمگیری ص ۷۹ ج ۶، قاضی خان علی الہندیہ ص ۴۵۲ ج ۳، تبیین الحقائق ص ۱۷۴ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۶ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۹۶ ج ۸، مبسوط ص ۱۱۸ ج ۲۶، بدائع الصنائع ص ۲۹۰ ج ۷)

مسئلہ ۱۸: اگر شارع عام پر یا پل پر مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔[5] (عالمگیری ص ۸۰ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۵۶ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۹۷ ج ۸، بدائع صنائع ص ۲۹۰ ج ۷)

مسئلہ ۱۹: مسجد حرام یا میدان عرفات میں اژدہام[6] کے بغیر کوئی مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بھی قسامت کے بغیر بیت المال سے ادا کی جائے گی۔[7] (عالمگیری ص ۸۰ ج ۶)

مسئلہ ۲۰: اگر کسی ایسی زمین یا مکان میں مقتول پایا جائے جس کو معین لوگوں پر وقف کیا گیا تھا تو قسامت و دیت انہی لوگوں پر ہے جن پر وقف کیا گیا ہے اور اگر مسجد پر وقف کیا گیا تھا تو اس کا حکم مقتول فی المسجد کا ہے۔[8] (عالمگیری از محیط سرخسی ص ۸۰ ج ۶، تبیین الحقائق ص ۱۷۶ ج ۶، درمختار و شامی ص ۵۶۰ ج ۵، بحرالرائق ص ۳۹۷ ج ۸)

---

1 ......یعنی بستر پر پڑے پڑے مرگیا۔

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٧٩.

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٧٩.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص٨٠.

6 ......بھیڑ، ہجوم۔

7 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج ٦، ص ٨٠.

8 ......المرجع السابق.

مسئلہ۲۱: اگرکسی ایسے گاؤں میں مقتول پایا جائے جوذمی کفاراور مسلمانوں کی ملکیت ہے تو قسامت اور دیت دونوں فریقوں پر ہے۔مسلمانوں پر دیت کا جتنا حصہ لازم ہوگا وہ ان کے عاقلہ ادا کریں گے اور کفار پر جتنا حصہ لازم ہوگا،اگران کے عاقلہ ہوں تو ان کے عاقلہ ادا کریں گے۔ورنہ ان کے مال سے وصول کیا جائے گا۔[1] (عالمگیری ازمبسوط ص۸۰ج۶)

مسئلہ۲۲: اگردومحلوں یادوگاؤں کے درمیان مقتول پایا جائے اور یہاں سے دونوں جگہ آواز پہنچتی ہوتو جس آبادی کا فاصلہ کم ہوگا اس آبادی کے لوگوں پر قسامت و دیت ہے اوراگرکسی جگہ آواز نہیں پہنچتی ہے تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[2] (عالمگیری ص۸۰ج۶،قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۱ج۳،بحرالرائق ص۳۹۳ج۸،مبسوط ص۱۱۱ج۲۶،بدائع صنائع ص۲۸۹ج۷)

مسئلہ۲۳: اگردوبستیوں کے درمیان مقتول پایا جائے اور دونوں جگہوں کا فاصلہ وہاں سے برابر ہواوردونوں جگہ آواز پہنچتی ہوتو دونوں بستیوں والوں پر دیت نصف نصف ہوگی،اگرچہ ان کے افراد کی تعداد مختلف ہو۔[3] (عالمگیری ص۸۰ج۶)

مسئلہ۲۴: اگرکسی شخص کے گھر میں مقتول پایا جائے تو اس کے عاقلہ اس وقت دیت ادا کریں گے جب گواہوں سے یہ ثابت کردیا جائے کہ یہ گھر اس کی ملکیت ہے۔[4] (عالمگیری ص۸۰ج۶،تبیین الحقائق ص۱۷۴ج۶،درمختاروشامی ص۵۵۵ج۵،بحرالرائق ص۳۹۶ج۸)

مسئلہ۲۵: اگرکسی شخص کے گھر میں مقتول پایا جائے اور اس گھر میں مالک کے غلام یا آزاد ملازم رہتے ہوں تو قسامت و دیت گھر کے مالک پر ہوگی۔ملازمین یاغلاموں پر نہیں۔[5] (عالمگیری ص۸۰ج۶)

مسئلہ۲۶: مِلکِ مشترک میں اگر قتیل[6] پایا جائے تو سب مالکوں پر دیت برابر برابر لازم ہوگی جس کو ان کے عواقل[7] ادا کریں گے اگرچہ ملک میں ان کے حصے کم و بیش ہوں۔[8] (عالمگیری ص۸۰ج۶،قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۵۲ج۳،تبیین الحقائق ص۱۷۳ج۶،درمختاروشامی ص۵۵۵ج۵،بحرالرائق ص۳۹۵ج۸،مبسوط ص۱۱۳ج۲۶،بدائع صنائع ص۲۹۳ج۷)

مسئلہ۲۷: اگرکسی ایسے شخص کے گھر میں مقتول پایا جائے جس کی شہادت مقتول کے حق میں مقبول نہیں ہوتی ہے یاعورت اپنے شوہر کے گھر میں مقتول پائی جائے تو ان صورتوں میں بھی قسامت و دیت لازم ہوگی اور مالکِ مکان میراث سے

---

1 ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الجنايات،الباب الخامس عشر في القسامة،ج٦،ص٨٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......مقتول۔

7 ......قاتل کے وہ متعلقین جو دیت ادا کرتے ہیں۔

8 ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الجنايات،الباب الخامس عشر في القسامة،ج٦،ص٨٠.

محروم نہیں ہوگا۔[1] (عالمگیری از محیط سرخسی ص۸۱ ج ۶ ، بحرالرائق ص۳۹۴ ج ۸ ، درمختار و شامی ص۵۶۱ ج ۵ ، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۳ ج ۳ ، مبسوط ص۱۱۶ ج ۲۶)

مسئلہ ۲۸: اگرکسی ایسی عورت کے گھر میں مقتول پایا جائے جو ایسے شہر میں رہتی ہے کہ وہاں اس کا کوئی رشتہ دار نہیں رہتا، تو اس عورت سے پچاس مرتبہ قسم لی جائے گی اس کے بعد اس کے قریب ترین رشتہ داروں پر دیت لازم ہوگی۔ اگر اس کے رشتہ دار بھی اس شہر میں رہتے ہیں تو وہ بھی عورت کے ساتھ قسامت میں شریک ہوں گے۔[2] (عالمگیری از کفایہ ص۸۱ ج ۶ ، درمختار و شامی ص۵۵۹ ج ۵ ، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۲ ج ۳ ، مبسوط ص۱۲۰ ج ۲۶)

مسئلہ ۲۹: اگرکسی بچے یا پاگل کے گھر میں مقتول پایا جائے تو بچے اور پاگل سے قسم نہیں لی جائے گی بلکہ ان کے عاقلہ سے قسم بھی لی جائے گی اور دیت بھی لی جائے گی۔[3] (عالمگیری از ذخیرہ ص۸۱ ج ۶ ، درمختار و شامی ص۵۶۱ ج ۵)

مسئلہ ۳۰: اگر یتیموں کے گھر میں مقتول پایا جائے یا ان کے محلّہ میں پایا جائے تو ان یتیموں میں جو بالغ ہے اس سے قسم لی جائے گی اور دیت سب کے عاقلہ پر ہوگی۔ اور اگر ان میں سے کوئی بالغ نہیں ہے تو قسامت و دیت دونوں سب کے عاقلہ پر واجب ہیں۔[4] (عالمگیری از محیط سرخسی ص۸۱ ج ۶ ، درمختار و شامی ص۵۶۱ ج ۵ ، مبسوط ص۱۲۱ ج ۲۶)

مسئلہ ۳۱: اگرکسی ذمی کے گھر میں مقتول پایا جائے تو اس سے پچاس مرتبہ قسم لی جائے گی۔ اس کے بعد اگر ان ذمیوں میں یہ رواج ہے کہ دیت ان کے عاقلہ ادا کرتے ہیں تو ان کے عاقلہ سے دیت وصول کی جائے گی ورنہ اس کے مال سے ادا کی جائے گی۔[5] (عالمگیری از ذخیرہ ص۸۱ ج ۶ ، درمختار و شامی ص۵۶۱ ج ۵)

مسئلہ ۳۲ (الف): اگرکسی قوم کی مملوکہ چھوٹی نہر میں مقتول پایا جائے تو اس نہر کے مالکوں پر قسامت اور ان کے عاقلہ پر دیت واجب ہے۔[6] (عالمگیری از ذخیرہ ص۸۲ ج ۶ ، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۳ ج ۳ ، تبیین الحقائق ص۱۷۴ ج ۶ ، درمختار و شامی ص۵۵۷ ج ۵ ، بحرالرائق ص۳۹۷ ج ۸ ، مبسوط ص۱۱۸ ج ۲۶ ، بدائع صنائع ص۲۹۰ ج ۷)

مسئلہ ۳۲ (ب): اگرکسی بڑی بہتی ہوئی نہر میں مقتول بہتا ہوا پایا جائے اور وہ نہر دار الاسلام سے نکلی ہے تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی اور اگر وہ نہر دار الحرب سے نکلی ہے تو اس کا خون رائیگاں جائے گا۔ اور اگر لاش نہر کے کنارے پر اٹکی ہوئی ہے اور اس کنارے کے اتنے قریب کوئی آبادی ہے جہاں تک اس جگہ کی آواز پہنچ سکتی ہے تو اس آبادی والوں پر

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص ٨١.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق ص ٨٢.

دیت واجب ہوگی اور اگر وہاں تک آواز نہیں پہنچ سکتی تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی۔[1] (عالمگیری از ذخیرہ ص۸۲ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۷۴ ج۶، درمختار و شامی ص۵۵۷ ج۵، بحر الرائق ص۳۹۷ ج۸، مبسوط ص۱۱۸ ج۲۶)

مسئلہ ۳۳: اگر کسی کشتی میں مقتول پایا جائے تو اس کشتی کے سواروں پر قسامت و دیت ہے جس میں ملاح مسافر اور اگر اس میں مالک بھی ہو تو وہ بھی داخل ہے اور چھکڑے[2] کا حکم بھی یہی ہے۔[3] (عالمگیری ص۸۲ ج۶، ہدایہ ص۶۲۴ ج۴، درمختار و ردالمحتار ص۵۵۶ ج۵، تبیین الحقائق ص۱۷۴ ج۶، بحر الرائق ص۲۹۶ ج۸، مبسوط ص۱۱۷ ج۲۶، بدائع صنائع ص۲۹۱ ج۷)

مسئلہ ۳۴: اگر کسی جانور کی پیٹھ پر مقتول پایا جائے اور اس جانور کا کوئی سائق[4] یا قائد[5] یا اس پر کوئی سوار ہے تو دیت اسی پر ہے، اور اگر سائق و قائد و راکب تینوں ہیں تو تینوں پر برابر برابر دیت واجب ہوگی۔ اور اگر جانور اکیلا ہے تو قسامت و دیت اس محلّہ کے لوگوں پر ہے جہاں اس جانور پر مقتول پایا گیا ہے۔[6] (عالمگیری ص۸۲ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۷۲ ج۶، بحر الرائق ص۳۹۳ ج۸، درمختار و شامی ص۵۵۳ ج۵، ہدایہ ص۶۲۲ ج۴، مبسوط ص۱۱۷ ج۲۶، بدائع صنائع ص۲۹۲ ج۷)

مسئلہ ۳۵: اگر دو آبادیوں کے درمیان کسی جانور پر مقتول پایا جائے اور جانور اکیلا ہو تو جس بستی تک آواز پہنچ سکتی ہو اس کے رہنے والوں پر اور اگر دونوں جگہ آواز پہنچتی ہو تو دونوں بستیوں میں قریب والی کے باشندوں پر قسامت و دیت واجب ہوگی۔[7] (عالمگیری ص۸۲ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۷۲ ج۶، بحر الرائق ص۳۹۳ ج۸، درمختار و شامی ص۵۵۳ ج۵)

مسئلہ ۳۶: اگر کسی کی افتادہ زمین میں مقتول پایا جائے تو زمین کے مالک اور اس کے قبیلے والوں پر قسامت و دیت ہے اور اگر وہ زمین کسی کی ملکیت نہیں ہے اور اس کے اتنے قریب کوئی آبادی ہے جس میں وہاں کی آواز سنی جاسکتی ہے تو اس آبادی والوں پر قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر اس کے قریب کوئی آبادی نہیں ہے یا آبادی اس قدر دور ہے کہ وہاں کی آواز اس آبادی تک نہیں پہنچتی ہے تو اگر اس زمین سے مسلمان کوئی فائدہ اٹھاتے ہیں مثلاً وہاں سے لکڑی یا گھاس کاٹتے ہیں۔ یا وہاں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٨٢.

2 ......دو پہیوں کی لمبی گاڑی جس میں بیل جوتے جاتے ہیں جو بار برداری کے لیے استعمال ہوتی ہے۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٨٢.

4 ......ہانکنے والا۔

5 ......آگے سے جانور چلانے والا، نکیل پکڑ کر لے جانے والا۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج ٦، ص ٨٢.

7 ......المرجع السابق.

جانور چراتے ہیں تو بیت المال سے دیت ادا کی جائے گی۔ اور اگر وہ زمین انتفاع کے قابل ہی نہیں ہے تو مقتول کا خون رائیگاں جائے گا۔[1] (عالمگیری از محیط سرخسی ص۸۲ ج۶، بحرالرائق ص۳۹۳ ج۸، درمختار و شامی ص۵۵۴ ج۵)

مسئلہ ۳۷: اگر کسی پل پر مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی اور اگر شہر کے اردگرد کی خندق میں مقتول پایا جائے تو اس کا حکم شارع عام پر پائے جانے والے مقتول کا سا ہے۔[2] (عالمگیری از محیط سرخسی ص۸۲ ج۶)

مسئلہ ۳۸: مسلمان لشکر کسی مباح زمین میں جو کسی شخص کی ملکیت نہ تھی پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا۔ ان میں سے کسی لشکری کے خیمے میں مقتول پایا جائے تو اس خیمے والوں پر دیت و قسامت ہے اور اگر خیمے کے باہر پایا جائے اور لشکریوں کے قبائل الگ الگ ٹھیرے ہوں تو جس قبیلے میں پایا جائے گا اس قبیلے پر دیت و قسامت ہے اور اگر دو قبیلوں کے درمیان پایا جائے تو قریب والے قبیلے پر قسامت و دیت ہے اور اگر دونوں کا فاصلہ برابر ہو تو دونوں پر قسامت و دیت ہے۔[3] (عالمگیری ص۸۲ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۷۶ ج۶، بحرالرائق ص۳۹۴ جلد ۸، درمختار و شامی ص۵۶۰ ج۵، مبسوط ص۱۱۹ ج۲۶)

مسئلہ ۳۹: اگر لشکریوں کے قبیلے ملے جلے ٹھیرے ہوں اور مقتول کسی کے خیمے میں پایا گیا تو صرف اس خیمے والوں پر ہی قسامت و دیت واجب ہوگی اور اگر خیمے سے باہر پایا جائے تو سب لشکر پر قسامت و دیت واجب ہوگی۔[4] (عالمگیری از محیط ص۸۲ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۷۶ ج۶، بحرالرائق ص۳۹۴ ج۸، درمختار و شامی ص۵۶۱ ج۵)

مسئلہ ۴۰: مسلمانوں کا لشکر کسی کی مملوکہ زمین[5] میں پڑاؤ ڈالے ہوئے تھا تو ہر صورت میں زمین کے مالک پر قسامت و دیت واجب ہے۔[6] (عالمگیری از محیط ص۸۲ ج۶، تبیین الحقائق ص۱۷۶ ج۶، بحرالرائق ص۳۹۴ ج۸، بدائع صنائع ص۲۹۲ ج۷، درمختار و شامی ص۵۶۱ ج۵)

مسئلہ ۴۱: اگر مسلمان لشکر کا کافروں سے مقابلہ ہوا پھر وہاں کوئی مسلمان مقتول پایا گیا تو کسی پر قسامت و دیت نہیں اور اگر دو مسلمان گروہوں میں مقابلہ ہوا اور ان میں سے ایک گروہ باغی اور دوسرا حق پر تھا اور جو مقتول پایا گیا وہ اہل حق کی جماعت کا تھا تو کسی پر کچھ نہیں ہے۔[7] (عالمگیری از محیط ص۸۲ ج۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٨٢.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......یعنی وہ زمین جو کسی کی ملکیت میں ہے۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب الخامس عشر فی القسامة، ج٦، ص٨٢.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ۴۲: اگرکسی مقفل مکان میں [1] مقتول پایا جائے تو گھر کے مالک کے عاقلہ پر [2] قسامت و دیت ہے۔ [3] (عالمگیری از محیط ص۸۳ ج۶، شامی ص۵۵۵ ج۵، بحرالرائق ص۳۹۵ ج۸)

مسئلہ۴۳: اگرکوئی شخص اپنے باپ یاماں کے گھر میں مقتول پایا جائے یا بیوی شوہر کے گھر میں مقتول پائی جائے تو اس میں قسامت ہے اور دیت عاقلہ پر ہے۔ مگر مالک مکان میراث سے محروم نہیں ہوگا۔ [4] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۳ ج۳)

مسئلہ۴۴: اگرکسی ایسے ویران محلے میں جس میں کوئی شخص نہیں رہتا ہے مقتول پایا جائے تو اس کے اتنے قریب کی آبادی پر قسامت و دیت واجب ہے۔ جہاں تک وہاں کی آواز پہنچتی ہے۔ [5] (بحرالرائق ص۳۹۴ ج۸)

مسئلہ۴۵: اگرکسی جگہ دو گروہوں میں عصبیت [6] کی وجہ سے تلوار چلی پھر ان لوگوں کے متفرق ہوجانے کے بعد وہاں کوئی مقتول پایا گیا تو اہل محلّہ پر قسامت و دیت ہے۔ مگر جب ولی مقتول ان متحاربین پر [7] یا ان میں سے کسی معین شخص پر قتل کا دعویٰ کرے تو اہل محلّہ بری ہوجائیں گے اور متحاربین کے خلاف غیر اہل محلّہ میں سے دو گواہ اگر اس بات کی گواہی دیں کہ مدعٰی علیہم نے قتل کیا ہے تو قصاص یا دیت واجب ہوگی ورنہ وہ بھی بری ہوجائیں گے۔ [8] (درمختار و شامی ص۵۵۸ ج۵، بحرالرائق ص۳۹۷ ج۸)

مسئلہ۴۶: اگرکسی کا جانور کسی جگہ مردہ پایا جائے تو اس میں کچھ نہیں ہے۔ [9] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۳ ج۳، درمختار ص۵۶۱ ج۵، فتح القدیر ص۳۸۴ ج۸، مبسوط ص۱۱۶ ج۲۶، بدائع صنائع ص۲۸۸ ج۷)

مسئلہ۴۷: اگر جیل خانے میں کوئی مقتول پایا جائے تو اس کی دیت بیت المال سے ادا کی جائے گی۔ [10] (ہدایہ ص۶۲۵ ج۴، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۵۲ ج۳، تبیین الحقائق ص۱۷۴ ج۶، بحرالرائق ص۳۹۷ ج۸، مبسوط ص۱۱۲ ج۲۶، بدائع صنائع ص۲۹۰ ج۷)

---

1 ......یعنی تالا لگے ہوئے مکان میں۔

2 ......بہارِ شریعت میں اس مقام پر ''گھر کے مالک پر قسامت و دیت ہے'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتب میں عبارت اس طرح ہے ''گھر کے مالک کے عاقلہ پر قسامت و دیت ہے''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...**علمیہ**

3 ......''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الجنایات، الباب الخامس عشر فی القسامۃ، ج۶، ص۸۳.

4 ......''الفتاوی الخانیۃ''، کتاب الجنایات، باب الشھادۃ علی الجنایۃ، ج۲، ص۳۹۷.

5 ......''البحرالرائق''، کتاب الدیات، باب القسامۃ، ج۹، ص۱۹۵.

6 ......یعنی دشمنی۔ 7 ......یعنی لڑنے والوں پر۔

8 ......''البحرالرائق''، کتاب الدیات، باب القسامۃ، ج۹، ص۲۰۰.

9 ......''الفتاوی الخانیۃ''، کتاب الجنایات، باب الشھادۃ علی الجنایۃ، ج۲، ص۳۹۷.

10 ......المرجع السابق، ص۳۹۶.

متفرقات

مسئلہ۱: اگرکسی شخص کوعمداًزخمی کیا گیا۔اس نے دوآدمیوں کوگواہ بنا کر یہ کہا کہ فلاں شخص نے مجھے زخمی نہیں کیا ہے۔ اس کے بعدوہ مرگیا تواس میں اگرقاضی اور عام لوگوں کو یہ معلوم ہے کہ اسی شخص نے زخمی کیا ہے توان گواہوں کی شہادت مقبول نہیں ہےاوراگرکسی کو یہ معلوم نہ ہوکہ اس شخص نے زخمی کیا ہے تو یہ شہادت صحیح ہےاوراس کے بعداگراولیائے مقتول گواہوں سے اسی شخص کے زخمی کرنے کا ثبوت فراہم کردیں تو یہ بھی قبول نہیں کیا جائے گا۔[1] (عالمگیری،ص۸۷،ج۶)

مسئلہ۲: اگرکسی زخمی نے یہ اقرار کیا کہ فلاں شخص نے مجھے زخمی کیا ہے پھروہ مرگیا اوراولیاء نے گواہوں سے کسی دوسرےکوزخمی کرنے والا ثابت کیا تو یہ گواہی مقبول نہیں ہوگی۔[2] (عالمگیری،ص۸۷،ج۶)

مسئلہ۳: اگرکسی زخمی نے یہ اقرار کیا کہ فلاں شخص نے مجھے زخمی کیا ہے پھرمرگیا پھرمقتول کے ایک لڑکے نے اس بات پرگواہ پیش کئے کہ مقتول کے دوسرے لڑکے نے اس کوخطاءً زخمی کیا تھا تو یہ شہادت مقبول ہوگی۔[3] (عالمگیری ص۸۷ج۶)

مسئلہ۴: اگرکوئی سوارکسی راہ گیر سے پیچھے کی طرف آ کرٹکرایااورسوارمرگیا توراہ گیر پراس کا ضمان نہیں ہےاورراہ گیر مرگیا تو سوار پراس کا ضمان ہے کشتیوں کی ٹکر کی صورت میں بھی یہی حکم ہے۔[4] (قاضی خان علی الہندیہ،ص۴۴۴، ج۳، عالمگیری ص۸۸ج۶)

مسئلہ۵: اگردو جانورآپس میں ٹکرا گئے اورایک مرگیا اوردونوں کے ساتھ ان کے سائق تھے تو دوسرے پرضمان واجب ہے۔[5] (قاضی خان علی الہندیہ،ص۴۴۴،ج۳)

مسئلہ۶: اگردوایسے سوارآپس میں ٹکرا گئے کہ ایک ٹھیرا ہوا تھااوردوسرا چل رہا تھااوراسی طرح دوآدمی آپس میں ٹکرا گئے کہ ایک چل رہا تھا اور دوسرا کھڑا ہوا تھا اورٹھیرے ہوئے کو کچھ صدمہ پہنچا تو اس کا تاوان چلنے والے پرواجب ہوگا۔[6] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۴۴ج۳،عالمگیری ص۸۸ج۶)

مسئلہ۷: کوئی شخص راستے میں سورہا تھا کہ ایک راہ گیر نے اس کوکچل دیااوردونوں کی ایک ایک انگلی ٹوٹ گئی تو چلنے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات،الباب السابع عشرفي المتفرقات،ج٦،ص٨٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق،ص٨٨.

5 ......"الفتاوی الخانية"،كتاب الجنايات،فصل في القتل الذي يوجب الدية،ج٢،ص٣٩١.

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات،الباب السابع عشرفي المتفرقات،ج٦،ص٨٨.

والے پر تاوان ہے سونے والے پر کچھ نہیں ہے اور اگر ان میں سے کوئی مر جائے درآں حالیکہ ایک دوسرے کے وارث ہوں تو سونے والا چلنے والے کا ترکہ پائے مگر چلنے والا سونے والے کا ترکہ نہیں پائے گا۔[1] (قاضی خاں علی الہندیہ، ص۴۴۴، ج۳)

مسئلہ ۸: دو شخص کسی درخت کو کھینچ رہے تھے کہ وہ ان پر گر پڑا جس سے وہ دونوں مر گئے ہر ایک کے عاقلہ پر دوسرے کی نصف دیت ہے اور اگر ان میں سے کوئی ایک مر گیا تو دوسرے کے عاقلہ پر نصف دیت ہے۔[2] (قاضی خان علی الہندیہ ص۴۴۴، ج۳، عالمگیری، ص۹۰، ج۶)

مسئلہ ۹: اگر کسی نے کسی کا ہاتھ پکڑا اور اس نے اپنا ہاتھ کھینچا اور ہاتھ کھینچنے والا گر کر مر گیا تو اگر پکڑنے والے نے مصافحہ کرنے کے لیے پکڑا تھا تو کوئی ضمان نہیں ہے اور اگر اس کے موڑنے اور ایذا دینے کے لیے پکڑا تھا تو پکڑنے والا اس کی دیت کا ضامن ہے اور اگر پکڑنے والے کا ہاتھ ٹوٹ گیا تو ہاتھ کھینچنے والا ضامن نہیں ہے۔[3] (عالمگیری، ص۸۸، ج۶)

مسئلہ ۱۰: ایک شخص نے دوسرے کو پکڑا اور تیسرے شخص نے پکڑے ہوئے آدمی کو قتل کر دیا تو قاتل سے قصاص لیا جائے گا اور پکڑنے والے کو قید کی سزا دی جائے گی۔[4] (عالمگیری ص۸۸ ج۶)

مسئلہ ۱۱: کسی نے دوسرے کو پکڑا اور تیسرے نے آکر پکڑے ہوئے کا مال چھین لیا تو چھیننے والا ضامن ہے پکڑنے والا ضامن نہیں ہے۔[5] (عالمگیری، ص۸۸، ج۶)

مسئلہ ۱۲: کوئی شخص کسی کے کپڑے پر بیٹھ گیا کپڑے والے کو علم نہ تھا وہ کھڑا ہو گیا جس کی وجہ سے کپڑا پھٹ گیا تو بیٹھنے والا کپڑے کی نصف قیمت کا ضامن ہوگا۔[6] (عالمگیری ص۸۸ ج۶)

مسئلہ ۱۳: اگر کسی نے اپنے گھر میں لوگوں کو دعوت دی اور ان لوگوں کے چلنے یا بیٹھنے سے فرش یا تکیہ پھٹ گیا تو یہ ضامن نہیں ہیں۔ اور اگر کسی برتن کو ان میں سے کسی نے کچل دیا یا ایسے کپڑے کو جو بچھایا نہیں جاتا ہے کچل کر خراب کر دیا تو ضامن ہوں گے اور اگر ان کے ہاتھ سے گر کر کوئی برتن ٹوٹ گیا تو ضامن نہیں ہیں اور اگر ان مہمانوں میں سے کسی کی تلوار لٹکی ہوئی تھی اور اس سے فرش پھٹ گیا تو ضامن نہیں ہے۔[7] (عالمگیری از محیط، ص۸۸، ج۶)

مسئلہ ۱۴: اگر صاحب خانہ نے مہمانوں کو بستر پر بیٹھنے کی اجازت دی اور وہ بیٹھ گئے بستر کے نیچے صاحب خانہ کا

---

1 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الجنايات، فصل في القتل الذي يوجب الدية، ج٢، ص٣٩١.

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السابع عشرفي المتفرقات، ج٦، ص٩٠.

3 ......المرجع السابق، ص٨٨.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق.

چھوٹا بچہ لیٹا ہوا تھا ان کے بیٹھنے سے وہ کچل کر مر گیا تو مہمان اس کی دیت کا ضامن ہے۔ اسی طرح اگر بستر کے نیچے کسی اور کے شیشے وغیرہ کے برتن تھے وہ ٹوٹ گئے تو مہمان کو تاوان دینا ہوگا۔[1] (عالمگیری از ذخیرہ ص۸۸ ج۶)

مسئلہ ۱۵: اگر کسی نے کسی سوئے ہوئے آدمی کی فصد کھول دی جس سے اتنا خون بہا کہ سونے والا مر گیا تو فصد کھولنے والے پر قصاص واجب ہے۔[2] (عالمگیری از قنیہ ص۸۸ ج۶)

مسئلہ ۱۶: اگر کسی نے یہ کہا کہ میں نے فلاں شخص کو قتل کیا ہے لیکن عمداً یا خطاءً کچھ نہیں کہا تو اس کے اپنے مال سے دیت ادا کی جائے گی۔[3] (عالمگیری از منتقی و ذخیرہ، ص۸۸، ج۶)

مسئلہ ۱۷: اگر کسی نے کسی کو ہاتھ یا پیر سے مارا اور وہ مر گیا تو یہ شبہ عمد کہلائے گا اور اگر تنبیہ کے لیے کسی ایسی چیز سے مارا تھا جس سے مرنے کا اندیشہ نہیں تھا مگر مر گیا تو قتلِ خطا کہلائے گا اور اگر مارنے میں مبالغہ کیا تھا تو یہ بھی شبہ عمد کہلائے گا۔[4] (عالمگیری از محیط، ص۸۸، ج۶)

مسئلہ ۱۸: اگر کسی نے کسی کو تلوار مارنے کا ارادہ کیا جس کو مارنا چاہتا تھا اس نے تلوار ہاتھ سے پکڑ لی۔ تلوار والے نے تلوار کھینچی جس سے پکڑنے والے کی انگلیاں کٹ گئیں تو اگر جوڑ سے کٹ گئی ہیں تو قصاص لیا جائے گا۔ اگر جوڑ کے علاوہ کسی جگہ سے کٹی ہیں تو دیت لازم ہوگی۔[5] (عالمگیری از ذخیرہ، ص۸۹، ج۶)

مسئلہ ۱۹: اگر کسی کے دانت میں درد ہوا اور وہ دانت معین کر کے ڈاکٹر سے کہے کہ اس دانت کو اکھیڑ دو اور ڈاکٹر دوسرا دانت اکھیڑ دے پھر دونوں میں اختلاف ہو جائے تو مریض کا قول حلف کے ساتھ معتبر ہوگا اور ڈاکٹر کے مال میں دیت لازم ہوگی۔[6] (عالمگیری از قنیہ، ص۸۹، ج۶)

مسئلہ ۲۰: اگر دو آدمی کسی تیسرے کا دانت خطاءً توڑ دیں تو دونوں کے مال سے دیت ادا کی جائے گی۔[7] (عالمگیری از قنیہ ص۸۹ ج۶)

مسئلہ ۲۱: اگر کسی نے حسبِ معمول اپنے گھر میں آگ جلائی۔ اتفاقاً اس سے اس کا اور اس کے پڑوسی کا گھر جل گیا تو یہ ضامن نہیں ہوگا۔[8] (عالمگیری از فصول عمادیہ ص۸۹ ج۶)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الجنايات، الباب السابع عشر في المتفرقات، ج٦، ص٨٨.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق، ص٨٨، ٨٩.

5 ...... المرجع السابق، ص٨٩. 6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

8 ...... المرجع السابق.

مسئلہ۲۲: اگرکسی نے اپنے گھر کے تنور میں گنجائش سے زیادہ لکڑیاں جلائیں جس سے اس کا اوراس کے پڑوسی کا گھر جل گیا تو یہ ضامن ہوگا۔[1] (عالمگیری ازمحیط ص۸۹ ج۶)

مسئلہ۲۳: اگرکسی نے اپنے لڑکے کو اپنی زمین میں آگ جلانے کا حکم دیا، لڑکے نے آگ جلائی جس سے چنگاریاں اڑکر پڑوسی کی زمین میں گئیں جن سے اس کا کوئی نقصان ہوگیا تو باپ ضامن ہوگا۔[2] (عالمگیری ازقنیہ ص۸۹ ج۶)

مسئلہ۲۴: اگرکسی سمجھ دار بچے نے کسی کی بکری پر کتا دوڑایا جس سے بکری بھاگ گئی اور غائب ہوگئی تو یہ بچہ ضامن نہیں ہوگا۔[3] (عالمگیری ازقنیہ ص۹۰ ج۶)

مسئلہ۲۵: کسی نے اپنے جانور کو دیکھا کہ دوسرے کا غلہ کھا رہا تھا اوراس کو غلہ کھانے سے نہیں روکا تو نقصان کا ضامن ہوگا۔[4] (عالمگیری ص۹۰ ج۶)

مسئلہ۲۶: کسی کا جانور دوسرے کے کھیت میں گھس کر نقصان کر رہا ہو تو اگر جانور کے مالک کے کھیت میں جانور کو نکالنے کے لیے گھسنے سے بھی نقصان ہوتا ہے مگر جانور کو نہ نکالا جائے تو زیادہ نقصان کا خطرہ ہے تو گھس کر جانور کو نکالنا واجب ہے اوراس کے کھیت میں گھسنے سے جو نقصان ہوگا اس کا ضامن بھی یہی ہوگا اور اگر جانور کسی دوسرے کا ہو تو اس کا نکالنا واجب نہیں ہے۔ پھر بھی اگر نکال رہا تھا کہ جانور ہلاک ہوگیا تو جانور کی قیمت کا یہ ضامن نہیں ہوگا۔[5] (عالمگیری، ص۹۰، ج۶)

مسئلہ۲۷: اگرکسی کے خصیتین پر کسی نے چوٹ ماری جس سے ایک یا دونوں خصیتین زخمی ہوگئے تو حکومت عدل ہے۔[6] (عالمگیری ازقنیہ ص۹۰ ج۶)

مسئلہ۲۸: اگرکسی نے کسی کا مویشی خانہ غصب کر کے اس میں اپنے جانور باندھے پھر اس کے مالک نے جانوروں کو نکال دیا تو اگر کوئی جانور گم ہوگیا تو مویشی خانے کا مالک ضامن ہوگا۔[7] (عالمگیری ازجامع اصغرص۹۰ ج۶)

مسئلہ۲۹: اگرکسی نے جانور کا ہاتھ یا پیر کاٹ کر اسے ہلاک کر دیا یا ذبح کر دیا تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے تو یہ ہلاک شدہ جانور ہلاک کرنے والے کو دے دے اوراس سے قیمت وصول کر لے یا اس جانور کو اپنے پاس رکھ لے اور ضمان وصول نہ[8] کرے۔[9] (عالمگیری ص۹۰ ج۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب السابع عشرفی المتفرقات، ج٦، ص٨٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص٩٠. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

8 ......بہارشریعت میں اس مقام پر'' ضمان وصول کرے'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے''ضمان وصول نہ کرے''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...**علمیه**

9 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الجنایات، الباب السابع عشرفی المتفرقات، ج٦، ص٩٠.

عاقلہ کا بیان

مسئلہ۱: عاقلہ وہ لوگ کہلاتے ہیں جو قتل خطاء یا شبہ عمد میں ایسے قاتل کی طرف سے دیت ادا کرتے ہیں جو ان کے متعلقین میں سے ہے اور یہ دیت اصالۃً واجب ہوئی ہو اور اگر وہ دیت اِصالۃً واجب نہ ہوئی ہو مثلاً قتل عمد میں قاتل نے اولیائے مقتول سے مال پر صلح کر لی ہو تو قاتل کے مال سے ادا کی جائے گی اور اگر باپ نے اپنے بیٹے کو عمداً قتل کر دیا ہو تو گو اصالۃً قصاص واجب ہونا چاہیے تھا مگر شبہ کی وجہ سے قصاص کے بجائے دیت واجب ہوگی جو باپ کے مال سے ادا کی جائے گی۔ مذکورہ بالا دونوں صورتوں میں عاقلہ پر دیت واجب نہ ہوگی۔[1] (درمختار وشامی ص۵۶۱، ج۵، عالمگیری ص۸۳، ج۶، بحرالرائق ص۳۹۹، ج۸، فتح القدیر ص۴۰۲، ج۸، تبیین الحقائق ص۱۷۶، ج۶، بدائع صنائع ص۲۵۶، ج۷، قاضی خان علی الہندیہ ص۴۴۸، ج۳)

مسئلہ۲: حکومت کے مختلف محکموں کے ملازمین اور ایسی جماعتیں جن کو حکومت بیت المال سے سالانہ یا ماہانہ وظیفہ دیتی ہے یا ہم پیشہ جماعتیں ایک شہر یا ایک قصبہ یا ایک گاؤں یا ایک محلے کے لوگ یا ایک بازار کے تاجر جن میں یہ معاہدہ یا رواج ہو کہ اگر ان کے کسی فرد پر کوئی افتاد پڑے تو سب مل کر اس کی اعانت و مدد کرتے ہیں تو وہی فریق اس قاتل کا عاقلہ ہوگا جس کا یہ فرد ہے اور اگر ان میں اس قسم کا رواج نہیں ہے تو قاتل کے آبائی رشتہ دار اس کے عاقلہ کہلائیں گے جن میں الاقرب فالاقرب کا اصول جاری ہوگا اور دیت کی ادائیگی میں قاتل بھی عاقلہ کے ساتھ شریک ہوگا لیکن اس زمانہ میں چونکہ اس قسم کا رواج نہیں ہے اور بیت المال کا نظام بھی نہیں ہے لہٰذا آج کل عاقلہ صرف قاتل کے آبائی رشتہ دار ہوں گے اور اگر کسی شخص کے آبائی رشتہ دار بھی نہ ہوں تو قاتل کے مال سے تین سال میں دیت ادا کی جائے گی۔[2] (درمختار وشامی ص۵۶۶، ج۵، عالمگیری ص۸۳، ج۶، بحرالرائق ص۴۰۰، ج۸، فتح القدیر ص۴۰۵، ج۸، تبیین الحقائق ص۱۷۸، ج۶، بدائع صنائع ص۵۵۶، ج۷، قاضی خاں علی الہندیہ ص۴۴۸، ج۳)

فائدہ: آج کل کارخانوں اور مختلف اداروں میں ملازمین اور مزدوروں کی یونینیں[3] بنی ہوئی ہیں جن کے مقاصد میں بھی یہ شامل ہے کہ کسی ممبر پر کوئی افتاد پڑے تو یونین اس کی مدد کرتی ہے لہٰذا کسی یونین کے ممبر کے عاقلہ کے قائم مقام اسی یونین کو مانا جائے گا جس کا یہ ممبر ہے۔

والحَمْدُ للّٰہِ علٰی اٰلائہٖ والصَّلٰوۃُ والسَّلام علٰی افضلِ انبیائہٖ وعلٰی اٰلہٖ وصَحْبہٖ واولیائہٖ وعلینا معھم یا ارحمَ الراحمین واٰخر دعوانا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہ ربِّ الْعٰلَمِیْنَ .

---

1 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب السادس عشر فی المعاقل، ج۶، ص۸۳.
و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب المعاقل، ج۱۰، ص۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۶.

2 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الجنایات، الباب السادس عشر فی المعاقل، ج۶، ص۸۳.
و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب المعاقل، ج۱۰، ص۳۵۰.

3 ...... یونین کی جمع، ادارہ، انجمن وغیرہ۔

وصیت کے مسائل کا بیان

بہارِ شریعت

حصہ نہدہم (19)

(......تسہیل وتخریج شدہ......)

حسبِ وصیت

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

مصنِّف

حضرت علامہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیشکش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

شعبہ تخریج

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

تذکرہ

''استاذی و ملاذی حضرت صدر الشریعہ الحاج مولانا امجد علی اعظمی علیہ الرحمۃ والرضوان کے فیضانِ علمی سے اس ناچیز نے آپ کی مصنفہ کتاب ''بہارشریعت'' کے بقایا ابواب فِقہ میں سے انیسواں حصہ کتاب الوصایا کے نام سے مرتب ومولف کیا۔اس نسبت کی سعادت نے قلب میں تحریک پیدا کی کہ اظہارِ تشکر وامتنان کے جذبہ کے ماتحت حضرت کے صاحبزادگان میں جن سے اس حقیر کو گہری وابستگی اور خصوصی ربط وتعلق رہا ان کا ذکر بھی مختصر انداز میں بطورزیب تالیف کردیا جائے۔

قارئین کرام حضرت علامہ عبدالمصطفٰی الازھری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی پاکستان مرحوم ومغفور ومولانا الحاج قاری رضاءالمصطفٰی خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی پاکستان زادَ عُمُرُهٗ وَشَرَفُهٗ سے تعارف حاصل کریں اوراس ناچیز کے حق میں دعائے خیر واستغفار فرمائیں۔

الفقیر ظہیر احمد زیدی القادری غفرلہٗ

اللہ تبارک وتعالٰی جل وعلا نے قرآنِ پاک میں یہ فرما کر ''وَتِلْكَ الْاَیَّامُ نُدَاوِلُهَا بَیْنَ النَّاسِ ج'' اس امر کی طرف راہنمائی فرمائی کہ علم ہو، دولت ہو یا حکومت،عظمت ہو یا اقتدار دنیا میں یہ کسی ایک فرد یا ایک خاندان یا ایک ہی گروہ یا ایک ہی بستی اور علاقہ کے ساتھ مخصوص نہیں کی گئی ہے۔ان کے مراکز بدلتے رہتے ہیں اللہ تعالٰی جس کو چاہتا ہے اس کو اپنے فضل سے نوازتا ہے،تاریخ بتلاتی ہے کہ ماضی میں علم کے مراکز بھی مختلف علاقے اور مختلف خاندان رہے ہیں،سمرقند، بخارا،شیراز وعراق سے جب علمی مراکز ہندوستان منتقل ہوئے تو مرکز کبھی پنجاب رہا،کبھی سندھ،کبھی دہلی اور کبھی یوپی وغیرہ،صوبہ یوپی میں لکھنؤ،جونپور،خیرآباد، اِلٰہ آباد، بدایوں، بریلی وغیرہ اپنے اپنے وقت میں مرکز علم رہے،ایسا ہی ایک مرکزِ علم قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ بنا جہاں کی خاک سے صدر الشریعة ابو العلٰی حضرت مولانا الحاج امجد علی علیہ الرحمۃ ایسے فقیہ العصر، علامة الدھر فاضل اَجل مُتَبَحِّر عالم پیدا ہوئے۔ان کے علم کی تابانیوں نے ہندوستان و پاکستان کے مشرق ومغرب کو روشن کردیا، بالخصوص ان کی فقہی ضیاء پاشیوں نے علماء ہی کو نہیں عامة المسلمین کو بھی نور علم سے فیضیاب فرمایا۔آپ نے فقہ حنفی اردوزبان میں منتقل فرمایا،ہندوپاک کے مسلمانوں پر آپ کا یہ وہ احسان ہے جو رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔اللہ تبارک وتعالٰی آپ کو اپنے فضل وکرم سے اس کا اجر عظیم عطا فرمائے، اورآپ کی قبر پر اپنی ہزار ہزار بلکہ بے شمار رحمتیں نازل فرمائے اوراعلٰی علیین میں آپ کو مقام عطا فرمائے۔آمین۔

حضرت صدر الشریعۃ کے علمی فیوض وبرکات نے سرزمین گھوسی کو مرکز علم وفن بنادیا۔اس خطّہ سے ایسے ایسے علماء وفضلا پیدا ہوئے جنہوں نے بین الاقوامی دنیا میں عظیم شہرت ونیک نامی پیدا کی ان میں مدرسین بھی ہیں،فقہاء بھی اور صاحبِ فہم وبصیرت مفتی بھی،اب اس چھوٹے سے خطۂ ارض میں کئی دارالعلوم ہیں جو ہرسال علماء کی ایک معتدبہ تعداد کو علم وفضل سے شرف

بخشتے ہیں، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کوعلمِ دین سے کتنا شغف تھا اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی اولا دامجاد میں سات صاحبزادے اور دوصاحبزادیاں تھیں۔آپ نے ان میں سے ہرایک کوعلمِ دین کی تعلیم دی اور علومِ دینیہ کے حصول میں لگایاان میں سے اس وقت میں آپ کے دوصاحبزادوں کا ذکرکروں گا، جنہوں نے آپ کی وراثتِ علم کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ اس علم کی ترویج وترقی میں حصہ لیااور دین کی قابل قدر خدمات انجام دیں۔

(ا) الحاج عبدالمصطفی ازہری

آپ حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ کے تیسرے صاحبزادے ہیں۔آپ کے بڑے دو بھائیوں کا انتقال ہوگیا تھا۔آپ کی ولادت چودھویں صدی ہجری کی چوتھی دہائی میں ہوئی،قرآن پاک کی تعلیم دارالعلوم منظرِاسلام محلّہ سوداگران بریلی میں حاصل کی، پھراپنے والدِ محترم کے ساتھ اجمیر شریف جامعہ معینیہ عثمانیہ چلے گئے اوروہاں درسِ نظامی عربی کی تعلیم حاصل کی۔دورۂ حدیث بریلی شریف میں کیا، آپ کے اساتذہ میں حضرت صدرالشریعہ، مولانا عبدالحمید ومولانا مفتی امتیاز احمد علیہم الرحمۃ ہیں۔احادیث کی سند اجازت آپ کوحضرت صدرالشریعہ ابوالعلیٰ مولانا امجدعلی صاحب مصنف بہارشریعت وحجۃ الاسلام سیدی مولانا شاہ حامدرضا خاں مفتی اعظم ہند، حضرت مولانا ضیاءالدین مدنی علیہم الرحمۃ والرضوان سے حاصل ہے۔درس نظامی کی تکمیل کے بعدآپ مزید تعلیم کے لیے مصر تشریف لے گئے وہاں جامعہ ازہر میں آپ نے تین سال تعلیم حاصل کی۔اوائل ۱۹۳۷ء میں آپ واپس تشریف لائے اور تدریس کا سلسلہ شروع فرمایا، سب سے پہلے آپ نے دادوں ضلع علی گڑھ کے مشہور ومعروف دارالعلوم حافظیہ سعیدیہ میں درس دیا۔اس وقت آپ کے والدمحترم حضرت صدرالشریعہ وہاں صدر مدرس اورشیخ الحدیث تھے،اس کے بعدآپ بریلی تشریف لے گئے اوردارالعلوم مظہرِاسلام مسجد بی بی جی محلّہ بہاری پور بریلی میں پھر جامعہ اشرفیہ مصباح العلوم مبارک پورضلع اعظم گڑھ میں درس دیا۔آزادی کے بعد ۱۹۴۸ء میں آپ جامعہ محمدی شریف ضلع جھنگ پنجاب پاکستان میں بحیثیت شیخ الحدیث تشریف لائے۔

۱۹۵۲ء میں آپ حکومتِ پنجاب کے محکمۂ اسلامیات میں مقرر ہوئے۔اس محکمہ میں آپ کے ذوقِ علمی کی تسکین کا کوئی ماحول اور سامان نہ تھا۔تو آپ اس محکمہ کوچھوڑ کر جامعہ رضویہ مظہر اسلام بھاول نگر پنجاب میں شیخ الحدیث کے منصب پر فائز ہوئے، یہاں آپ کی آمد سے مدرسہ کو بڑی ترقی ہوئی۔اب اس عمارت میں رضویہ کالج ہےاور مدرسہ کی عمارت دوسری جگہ بنادی گئی ہے۔۱۹۵۸ء میں آپ دارالعلوم امجدیہ آرام باغ میں صدر مدرس اورشیخ الحدیث کی حیثیت سے تشریف لائے اورتادمِ تحریر ہٰذااسی دارالعلوم کوفیض بخش رہے ہیں۔[1] جس وقت آپ کراچی میں تشریف لائے دارالعلوم امجدیہ کا آغاز ہی ہوا تھا اس کی نہ کوئی خاص عمارت تھی نہ اس کے پاس کوئی زمین، دو کشادہ دکانیں کرائے پرحاصل کرکے اس میں مدرسہ قائم کردیا گیا۔ اورتعلیم شروع کردی گئی، آج بحمدہ تعالیٰ اس کی عظیم الشان عمارت ہے، تدریسی اورغیر تدریسی عملہ کی بڑی تعداد ہے، اورتقریباً

1......جس وقت یہ مضمون لکھا گیامرحوم حیات تھے اور بوقت اشاعت وطباعت اس دنیا سے سفرآخرت فرما چکے ہیں۔

پانچسو کی تعداد میں اقامتی اور غیر اقامتی طلبہ میں تین ساڑھے تین سوطلبہ کے لیے مع ناشتہ دونوں وقت کھانے کا انتظام ہے اور ہر طالب علم کو لباس کی صفائی اور دیگر اخراجات کے لیے نقد وظیفہ بھی دیا جاتا ہے۔ یہ دار العلوم کراچی کے ان علمی مراکز میں ہے جن پر بجا طور پر فخر کیا جا سکتا ہے جو دینی تعلیم کو مروج کرنے میں عظیم کردار ادا کر رہے ہیں، اس دار العلوم کے قیام اور ترقی میں بڑا حصہ مفتی ظفر علی نعمانی (1) کا ہے۔ جن کی پر خلوص اور شب و روز کی محنت اور لگن نے اس ادارہ کو یہ عظمت بخشی اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے آمین۔ لیکن علامہ ازہری صاحب کا ایثار، اُن کا خلوص اور اُن کا خونِ جگر بھی اس میں شامل ہے کسی ادارہ کا قائم کر دینا کوئی بڑا مشکل کام نہیں اس کی بقاء و ترقی جوئے شیر لانے سے کم نہیں، اس کے لیے سخت جدو جہد اور بڑی قربانیوں کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی کے ساتھ عزم و استقلال حوصلہ اور صبر و قناعت کی ضرورت ہوتی ہے۔ بلا شبہ علامہ ازہری ان مقامات سے بڑی سلامتی اور جوانمردی کے ساتھ گزرے اور اپنے صدق و صفا کا ثبوت فراہم کیا اگر علامہ ازہری تشریف نہ لاتے تو دار العلوم اتنی جلدی ترقی کی منازل طے نہ کرتا ممکن تھا کہ اس کا وجود بھی غیر یقینی کی حالت میں آ جاتا۔

علامہ ازہری دو مرتبہ قومی اسمبلی کے ممبر بھی رہے اگر چہ وہ قطعاً سیاسی آدمی نہیں ہیں، اور ایک بوریا نشیں قانع اور دین و دینی تعلیم سے شغف رکھنے والے کو یہ فرصت بھی کہاں کہ وہ پارلیمنٹری سیاست میں حصہ لے، لیکن اپنی بے لوث خدمات، اپنے خلوص، اپنے تقویٰ اور اپنی ایمانداری کی وجہ سے انہیں عوام میں اتنی مقبولیت حاصل ہے کہ پبلک نے ان کا الیکشن خود ہی لڑا اور کامیاب کر دیا اس خصوصیت میں بھی وہ اپنے معاصرین میں ممتاز ہیں۔

علامہ ازہری اپنے علم و فضل اور تدریس و تعلیم میں بھی ایک اعلیٰ اور امتیازی مقام رکھتے ہیں، علم حدیث میں آپ کو کافی عبور حاصل ہے، طلبہ آپ پر جاں نثار کرتے ہیں آپ کا طریقہ تعلیم طلبہ میں نہایت مقبول ہے۔ آپ دورۂ حدیث میں طلبہ کو کتب احادیث کی تلاوت و قراءت ہی نہیں کراتے بلکہ ایک ایک حدیث کی اس کے مفہوم و مطلب کے ساتھ وضاحت و تشریح بیان فرماتے ہیں اور جہاں جہاں مناسب اور ضروری خیال فرماتے ہیں رجال حدیث سے بھی متعارف کراتے ہیں، کس راوی کا فنِ

(1)...... مفتی ظفر علی نعمانی حضرت صدر الشریعہ کے بڑے صاحبزادہ مولوی حکیم شمس الہدیٰ مرحوم کے داماد ہیں، مرحوم کی لڑکی شریف النساء ان کی زوجیت میں ہیں، یہ ایک صاحبِ فکر و نظر اور عملی شخصیت کے مالک ہیں دینی خدمت کا جذبہ ان میں زبردست ہے۔ دار العلوم امجدیہ کراچی کا قیام اور اس کو ترقی کی اس منزل پر لانا انہیں کی محنت اور جدو جہد کا نتیجہ ہے، آپ ہی کی کوشش سے علامہ ازہری اس دار العلوم میں تشریف لائے اور کراچی میں قیام پذیر ہوئے، آپ پاکستان کی متعدد مذہبی سماجی و سیاسی اور معاشی انجمنوں کے ممبر ہیں ایوانِ بالا سینٹ کے ممبر رہے ہیں اور اسلامی نظریاتی کونسل کے ممبر بھی ہیں، آپ نے پاکستان میں سب سے پہلے قرآن پاک کنز الایمان مع تفسیر خزائن العرفان کے شائع کیا۔ آپ دار العلوم امجدیہ کے مہتمم بھی ہیں اور اس وقت مجلس اتحاد بین العلماء کے صدر بھی ہیں منکسر المزاج، امانت دار اور بڑے وضعدار ہیں۔ معاملات کو سمجھتے ہیں اور بہتر فیصلہ لیتے ہیں۔

حدیث میں کیا درجہ اور کیا مقام ہے، طلبہ کو اس سے بھی آگاہی بخشتے ہیں آپ کے درس میں طلباء نہ کبھی تھکتے ہیں نہ کبھی بے کیف ہوتے ہیں، از اول تا آخر یکساں دلچسپی یکساں لذتِ علم محسوس کرتے ہیں یہی خصوصیات آپ کو طلبہ میں مقبول و ہر دلعزیز بنائے ہوئے ہیں ایک اور خصوصیت جو آپ کو اپنے معاصرین میں امتیاز بخشتی ہے وہ آپ کا توکل اور غناء نفس ہے، آپ نے اپنے تمام معاملات دینی و دنیوی میں اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھروسہ کیا آپ دین کی خدمت میں یکسوئی کے ساتھ مشغول رہے اور جو کچھ وظیفہ ملتا رہا اسی پر قناعت کی، رزق کے حصول میں آپ نے کبھی بے صبری نہیں کی، نہ اہل ثروت سے اپنی غرض کے لیے کوئی ربط قائم کیا، نہ دولت کے حصول کے لیے ادھر ادھر نگاہ ڈالی بڑے صبر وسکون سے اللہ کے دین کی خدمت میں لگے رہے اور جو کچھ بارگاہِ الٰہی سے ملتا رہا برضا ورغبت اسی پر قناعت کی، اللہ تعالیٰ آپ کی ہر ضرورت کا کفیل ہوا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کو اپنے فضل سے یہ حصہ عطا فرمایا ہے کہ آپ کو نہ سرمایہ دار اور دولتمند بننے کی تمنا ہوئی اور نہ آپ نے ایسے ذرائع اختیار کیے جو شرعی قباحتوں کے ساتھ آپ کو مال و دولت سے ہم آغوش کریں، آپ دوبار قومی اسمبلی کے ممبر رہے، اس درمیان میں بڑے بڑے صنعتکاروں، تاجروں اور سرمایہ داروں سے آپ کا ربط وضبط رہا، کافی تعداد میں ایسے لوگ آپ کے پاس آتے جاتے تھے لیکن یہ آپ کا تدیُّن تقویٰ اور قناعت اور ایثار نفس تھا کہ آپ نے ان سب سے خود کو محفوظ رکھا اور مالدار بننے کی کوئی خواہش اپنے اندر نہ پیدا ہونے دی، آپ جس مکان میں رہتے تھے اسی میں رہتے رہے۔ **ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰهِ يُؤۡتِيۡهِ مَنۡ يَّشَآءُ**

آپ نے اس قول کا عملی نمونہ پیش فرمایا ہے ؎

درمیان قعر دریا تختہ بندم کردہٗ باز می گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش [1]

بلاشبہ آپ دریائے مال ومنفعت اور دولت وثروت کے سمندر میں قناعت کے ایک تختہ پر تیرتے رہے، مگر اپنے اس تقویٰ پر خواہشاتِ نفس کے چھینٹے بھی نہ آنے دیئے ۔ اب اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آپ کو غناء نفس، قناعت صبر و توکل کا ایک مقام عطا فرمایا ہے جو ہر ایک کا نصیب نہیں، آپ نہایت متواضع خلیق، مہمان نواز، خوش مزاج اور خندہ جبیں ہیں، عالمانہ کمال وجلال کے ساتھ فقر و درویشی آپ کی خصوصیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اپنی جن نعمتوں سے سرفراز فرمایا ان میں سے ایک عظیم نعمت یہ ہے کہ آپ کی ذات میں ریاء ونفاق نہیں ہے جو آپ کا ظاہر ہے وہی باطن ہے، عبادت میں، ریاضت اور اوراد و وظائف میں، تعلیم وتعلّم میں، آپ کی رفتار وگفتار میں، نشست و برخاست میں، خلوت ہو یا جلوت، ہر حالت میں آپ کے عمل میں یکسانیت ملے گی، ظاہر و باطن کا کوئی تضاد آپ کی زندگی میں نہیں ہے۔ سلسلۂ روحانی میں آپ کی بیعت وارادت اعلیٰ حضرت مجدد دین وملت شاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ والرضوان سے ہے، آپ کی عمر مبارک اُس وقت پانچ سال کی ہوگی، آپ کا سلسلہ قادریہ رضویہ ہے، آپ کا نام بھی اعلیٰ حضرت نے ہی ''عبدالمصطفیٰ'' رکھا جب کہ حضرت صدر الشریعہ نے آپ کا نام

1 ……ترجمہ: تہِ دریا میں ایک تختے پر باندھ کر پھر تو مجھ سے کہتا ہے کہ دامن بھی تر نہ ہو ہوشیار رہوں۔

''ماجد علی'' رکھا تھا۔سنِ شعور کوپہنچ کر جب آپ درسِ نظامی سے فارغ ہوئے اورشعر گوئی کا ذوق پیدا ہوا آپ نے اپنا تخلص ''ماجد'' رکھا۔ یہ وہی نام ہے جو آپ کے والدِ محترم حضرت صدرالشریعہ نے ابتداءً آپ کا رکھا تھا۔شعر گوئی میں آپ نے اصنافِ سخن میں ''صنف نعت'' کواختیار فرمایا۔آپ کی مشقِ سخن کا میدان نعت گوئی ہے، آپ نے اپنا کوئی دیوان مرتب فرمایایا نہیں اس کا مجھے علم نہیں البتہ یہ ضرور معلوم ہے کہ آپ نے بہت سی نعتیں کہی ہیں۔تدریسی مشغلہ جاری رہنے کی وجہ سے آپ تصانیف کتب کے لئے تو وقت نہیں نکال سکے، جمعیت علماء پاکستان کے صدر بھی رہے، ان مصروفیات نے تصنیف وتالیف کا موقعہ نہیں دیا۔صرف تفسیر قرآن کریم کی طرف توجہ فرمائی جس میں آپ نے پانچ پاروں کی تفسیر مکمل فرمائی ہے، اللہ تعالیٰ آپ سے یہ خدمت لے لےاور یہ تفسیر مکمل ہوجائے، آمین۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے آپ کونورانی صورت عطا فرمائی ہے، بڑی بڑی غزالی آنکھیں، گول چہرہ تقریباً بلالی رنگ، قدمیانہ، جسم موزوں، لباس شریعت کے مطابق سادہ اوردیدہ زیب، مزاج میں خوش خلقی، آپ کی مجلس باغ و بہار، آپ کی مجلس میں کوئی رنجیدہ دل اورملول نہیں ہوتا بلکہ محزون ومغموم اپناغم بھلا دیتے ہیں، دینی اور دنیاوی لحاظ سے آپ کی مجلس وصحبت کے لیے بلامبالغہ یہ کہا جاسکتا ہے ؂

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی | وہ اپنی ذات میں اِک انجمن ہیں

یہ ہیں علامہ عبدالمصطفیٰ ازھری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی مقبول عوام وخواص

۱۴ جنوری ۱۹۸۶ء

(۲) اَلحَاجُ قَارِیُ رَضَاءُ المُصطَفٰے

آنکھیں روشن اورپُرنور، اونچی ناک وگلفام لب، بیضاوی چہرہ، کشادہ پیشانی، ہلکا پھلکا چاق وچوبند جسم اورمیانہ قد، خندہ رو، خندہ جبیں، سانولا رنگ، شگفتہ مزاج اورصاحبِ صدق وصفاء، یہ ہیں الحاج قاری مولانا رضاء المصطفیٰ۔آپ صدرالشریعہ حضرت مولانا امجد علی صاحب بہارِشریعت علیہ الرحمہ کے پانچویں صاحبزادے اورعلامہ عبدالمصطفیٰ ازہری شیخ الحدیث دارالعلوم امجدیہ کراچی کے برادرخورد، آبائی وطن قصبہ گھوسی ضلع اعظم گڑھ (انڈیا) اپنا وطن شہر کراچی (پاکستان) ۱۹۲۵ء میں اپنے آبائی وطن میں پیدا ہوئے۔۱۹۳۶ء میں دارالعلوم عربیہ حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ (انڈیا) میں حفظ قرآن کیا، آپ کے استاد مولوی حافظ صوفی عبدالرحیم مرحوم ہی تھے، جونہایت نیک متقی اور پاک باز تھے، بڑی محنت اورخلوص کے ساتھ طلبہ کوقرآن حفظ کراتے اور صحت تلفظ کا خیال رکھتے تھے۔درسِ نظامیہ کی تعلیم کا آغاز دادوں ہی میں ہوگیا تھا۔اس وقت حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمہ دادوں کے مدرسہ میں ہی صدر مدرس اورشیخ الحدیث تھے، آواخر ۱۹۴۳ء میں حضرت صدرالشریعہ نے دادوں چھوڑ دیا، اس کے بعد قاری صاحب نے بریلی، مبارک پور، الہ آباد اورمیرٹھ میں علم کی تکمیل کی، الہ آباد مدرسہ سُبحانیہ میں تجوید وقرأت حاصل کی، آپ کے

مشہور اساتذہ میں حضرت صدر الشریعہ وحافظ ملت مولانا عبدالعزیز، مولانا عبدالرؤف، مولانا عبدالمصطفٰی اعظمی، مولانا سید غلام جیلانی صاحب بشیر القاری میرٹھی علیہم الرحمۃ والرضوان اور علامہ عبدالمصطفٰی ازہری ہیں۔

اپنی دُنیا آپ پیدا کر اگر زندوں میں ہے — سِرّ آدم ہے ضمیرِ کُن فکاں ہے زندگی

قاری صاحب کی زندگی کا اگر مطالعہ کیا جائے تو وہ جہدِ مسلسل اور عمل پیہم اور اپنی دنیا آپ بنانے کی بہترین تفسیر ہے۔ آپ ابتدا ہی سے سخت جفاکش رہے اور بڑے ہی صبر آزما حالات سے دوچار رہے لیکن کسی بھی دشواری اور پریشانی نے آپ کا حوصلہ پست نہ کیا۔ آپ کی والدہ محترمہ مرحومہ کا انتقال ابتدائی عمر میں ہی ہوگیا تھا، آپ نے ہوش سنبھالا تو ماں کی شفقت ورحمت کا کوئی حصہ آپ کو نہ ملا، تعلیم کا آغاز حفظ قرآن سے ہوا جو بڑی ہی محنت طلب ہے اور سخت جدوجہد کی طالب ہے۔ دن ورات کی محنت سے بحمدہٖ تعالٰی آپ بہت جلد اس کوشش میں کامیاب ہوگئے اور صرف دس گیارہ سال کی عمر میں آپ کو حفظ قرآن کریم کی عظیم نعمت حاصل ہوگئی۔ پھر آپ درسِ نظامی کے حصول وتکمیل کی طرف متوجہ ہوگئے اور علم کی طلب اور اس کے حصول میں آپ کو جن دشواریوں اور پریشانیوں سے گزرنا پڑا ان سے آپ مایوس ہوئے اور نہ حوصلہ ہارا، جدوجہد جاری رہی منزل کی طرف قدم بڑھتے رہے اور عزم و ارادوں کا کارواں برابر چلتا رہا، آخرکار منزل سے ہمکنار ہوئے اور درسِ نظامی سے سند فراغت حاصل کی، اس درمیان میں والد محترم حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا سایۂ عاطفت بھی اُٹھ گیا۔ علامہ ازہری پہلے ہی پاکستان تشریف لے جاچکے تھے، قاری صاحب نے درس نظامیہ سے فراغت کے بعد دارالعلوم سے باہر قدم نکالا تو آپ نے معرکۂ وجود اور کارگاہِ ہستی میں خود کو تنہا پایا بجز جبہ ودستار اور سند الفراغ کے اور کوئی آپ کا رفیق اور مونس ودمساز نہ تھا لیکن آپ کی ہمت بلند اور عزم جواں تھا۔ علم وعرفان کی شمع ہاتھ میں لئے آپ سب سے پہلے ظلمت وجہالت سے تاریک وسیاہ سرزمین پچھڑوا ضلع دیوریا میں تشریف لے گئے اور وہاں علم کی روشنی پھیلانے کے لئے ایک چھوٹا سا دینی مدرسہ قائم کیا، اور اسے اپنی محنت وجانفشانی سے بہت جلد ترقی کے راستے پر ڈال دیا، آج وہ ایک بڑا مدرسہ بن گیا ہے جو الہٰ آباد بورڈ یوپی سے منظور شدہ ہے۔ تقریباً ایک لاکھ روپیہ سالانہ گورنمنٹ سے امداد مل رہی ہے آپ نے پچھڑوا کے لوگوں کا شعور بیدار کیا ان میں علمی ذوق پیدا کیا اور علم حاصل کرنے کی طرف مائل ہوئے اور پچھڑوا علم کی روشنی سے جگمگانے لگا۔ اس کے علاوہ بھی آپ نے وہاں کے لوگوں کی معاشی اور سماجی خدمات کیں، آج بھی وہاں کے لوگ دینی ودنیاوی دونوں معاملوں میں آپ کے احسان مند ہیں اور آپ کے گیت گاتے ہیں۔ اللہ تبارک وتعالٰی نے تمام انسانوں کو ایک ہی شکل وصورت، ایک ہی رنگ وروپ، ایک ہی عقل وفہم، ایک ہی اہلیت وصلاحیت اور ایک ہی عادت وخلق پر پیدا نہیں فرمایا۔ وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ انسان کی معاشی ومعاشرتی اور سیاسی وذاتی، مقامی وآفاقی، اصلاحی وعرفانی اور روحانی ضرورتیں الگ الگ ہیں یہ وہ ضرورتیں ہیں جن پر انسانی زندگی کی بقاونشوونما اور ترقی کا دارومدار ہے۔ اس لیے اللہ تعالٰی نے ہر ایک انسان کو

جداگانہ شاکلہ عطافرمایا۔جس کے مطابق وہ عمل کرتا ہے قرآن کریم میں فرمایا: ﴿قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ﴾ ہر ایک اپنی اہلیت،صلاحیت اپنی استعداد اور قابلیت کے مطابق عمل کرتا ہے۔اللہ تبارک وتعالیٰ جس سے جو کام لینا چاہتا ہے اسی اعتبار سے اس کا شاکلہ پیدا فرماتا ہے،اور اس میں اسی مناسبت سے قابلیت اور اہلیت عطا فرماتا ہے،انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام ہوں یا اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ یا علماء ودانشوران ہوں یا اصحاب صنعت وحرفت،اہل سیاست ہوں یا سلاطین واصحاب حکومت،''ہر کسے را بہر کارے ساختند''[1] کا اُصول ہر طبقہ اور ہر فرد میں نظر آئے گا،قاری رضاء المصطفیٰ کو بھی اللہ تعالیٰ نے ایک شاکلہ عطا فرمایا ہے اسی کے مطابق آپ کا عمل جاری ہے۔آپ نہایت متحرک،فعال،سیماب پا،جفاکش،طباع اور ذہین ہیں۔دینی وملی خدمات کا جذبہ رکھتے ہیں اور قومی مسائل سے بھی ایک گونہ دلچسپی ہے۔قرآن پاک سے آپ کو بے حد شغف ہے اور وقت کے قدرشناس۔یہ ہے وہ شاکلہ اور صلاحیتیں جو قدرت نے آپ کو عطا فرمائی ہیں۔اس شاکلہ کے ساتھ جب آپ امامت اور خطابت کے منصب پر فائز ہوئے تو آپ نے اس کی ذمہ داریوں کو بوجہ احسن ادا کیا،آپ کے مقتدی آپ سے مطمئن اور مسرور اور آپ ان میں مقبول وہر دلعزیز ۱۹۵۸ء سے آپ نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی میں یہ خدمت انجام دے رہے ہیں اور آپ کی مقبولیت روز افزوں ہے۔حکام،افسران،تجار اور جملہ خواص وعوام آپ کا احترام کرتے ہیں یہ آپ کے اخلاص عمل کی دلیل ہے۔

آپ نے دار العلوم امجدیہ کراچی میں ۱۹۵۸ء سے ۱۹۸۳ء تک تدریسی خدمات انجام دیں،اسی درمیان میں آپ نے ایک نئے ادارہ کی بنیاد قائم کی جو دار العلوم نوریہ رضویہ کے نام سے معروف ہے،کہکشاں میں آپ نے اس کی شاندار عمارت تعمیر کرائی نہایت خوبصورت اور جدید رہائشی تقاضوں کو پورا کرنے والی یہ عمارت فی الحال دو منزلہ ہے،تاکہ علم دین حاصل کرنے والے طلبہ زندگی کے جدید تقاضوں سے ناآشنا نہ رہیں اور اپنی زندگی میں احساسِ کمتری کا نشانہ نہ بنیں،اسی کے ساتھ ایک خوبصورت مسجد بھی زیر تعمیر ہے جو ہر مسلمان کی ایک لازمی وبنیادی ضرورت ہے،یہ درس گاہ ۱۹۸۱ء میں تعمیر ہوئی،قاری صاحب اس کے مینجنگ ٹرسٹی بھی ہیں اور اس میں اپنے مخصوص انداز میں تعلیم بھی دیتے ہیں،عربی زبان آپ ڈائریکٹ میتھڈ سے پڑھاتے ہیں،جس سے محنتی طلبا بہت جلد باصلاحیت ہوجاتے ہیں،قاعدہ خواں بچوں کا تلفظ صحیح کرانے میں آپ کو کمال حاصل ہے،چند ہی دنوں میں آپ قرآن پڑھنے والے بچوں میں اتنا شعور پیدا کردیتے ہیں کہ وہ بآسانی بہت جلد قرآن پاک ختم کرلیتے ہیں اور صحیح تلفظ کے ساتھ قرآن پڑھنے لگتے ہیں۔

قرآن پاک سے آپ کا شغف

آپ حافظ قرآن مجید بھی ہیں،آپ کا شمار جید حفاظ وقراء میں ہے۔قرآن پاک کا ورد کرنے میں بھی آپ نے اپنا ایک مخصوص طریقہ اپنایا ہے،آپ روزانہ ہی ورد کرتے ہیں،آپ کے ورد کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ آپ قرآن پاک کو برائے تلاوت

[1] ......جو شخص جس کے قابل تھا اللہ تعالیٰ نے اس کو ویسی ہی صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا۔

تین حصوں میں تقسیم کرلیتے ہیں اور ہر ثلث سے ترتیب وار روزانہ ایک ایک پارہ تلاوت کرتے ہیں۔قرآن شریف پڑھانے کا بھی آپ کو بہت زیادہ شوق ہے اس طرح آپ اس فضیلت کے حامل ہیں جس کے متعلق حدیث میں فرمایا:"خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَہٗ" تم میں سے سب سے بہتر قرآن سیکھنے اور سکھانے والا ہے۔

۱۹۵۷ء میں اشاعت وطباعت قرآن پاک کے لئے ایک مکتبہ قائم ہوا جو مکتبۂ رضویہ آرام باغ کے نام سے متعارف ہے۔اس مکتبہ کا جملہ انتظام وانصرام آپ کی ذمہ داری ہے۔اس مکتبہ سے آپ نے بہت بڑی تعداد میں قرآن پاک کی طباعت کرائی اب تک تیس ہزار کی تعداد میں قرآنِ پاک آپ نے رفاہِ عام کے لیے بلا قیمت تقسیم کراچکے ہیں اور ابھی یہ سلسلہ جاری ہے۔اسی مکتبہ سے آپ نے قرآنِ پاک معہ ترجمہ اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کنز الایمان وتفسیر نعیمی موسوم بہ خزائن العرفان ہزاروں کی تعداد میں طبع کر کے شائع کیا۔جس سے امت مسلمہ کو عظیم دینی فائدہ حاصل ہوا،اس کی طباعت میں آپ ہر بار نئے افادات کا اضافہ کرتے ہیں،مثلاً تلاوت قرآن کے قواعد،فضائل قرآن،مسائل تلاوت قرآن،تراجم قرآن کا تقابلی مطالعہ وغیرہا،اس قسم کے افادات مقدمۂ اشاعت وطباعت میں بیان کرتے ہیں تاکہ اُمتِ مسلمہ کی رغبت مزید ہو۔اس مکتبہ کو آپ نے دینی خدمت کے لئے وقف کردیا ہے اور اس سے ایسی کتابیں شائع کرتے ہیں جس سے ملّت بیضاء کے عوام وخواص کو زیادہ سے زیادہ دینی فائدے پہونچیں۔اسی مکتبہ سے آپ بہارِ شریعت مکمل شائع کررہے ہیں،اور اسی مکتبہ سے امام الفقہ مجدد دین وملّت،فقیہ الزماں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں علیہ الرحمۃ والرضوان کی معرکۃ الاراء وبے مثال تصنیف ''فتاویٰ رضویہ'' شائع کی اور اس کی اِشاعت برابر جاری ہے،تزکیۂ نفس اور روحانی سکون حاصل کرنے والوں کے لئے نیز اپنے دینی ودنیاوی مقاصد کے حصول کے لئے آپ نے مجموعۂ وظائف بھی شائع کیا ہے جو بہت بڑی تعداد میں بلا قیمت تقسیم کرتے ہیں۔

آپ وقت کے بہت بڑے قدر شناس ہیں۔اپنا زیادہ تر وقت تو دین کی خدمت میں صرف کرتے ہیں اور بقیہ اپنی ذاتی،خانگی،خاندانی اور معاشرتی جائز ضرورتوں میں،آپ کا نظام الاوقات کچھ اس طرح ہے،علی الصبح اُٹھنا ضروریات سے فارغ ہوکر نماز فجر پڑھانا،کچھ تلاوت کرنا،بعدہٗ ناشتہ سے فارغ ہوکر فوراً دارالعلوم نوریہ رضویہ کلفٹن جانا وہاں تعلیم دینا اور اس کا انتظام دیکھنا،ساڑھے بارہ بجے وہاں سے روانہ ہوکر ایک بجے تک نیومیمن مسجد پہنچ کر امامت کا فرض انجام دینا،نماز سے فراغت کے معاً بعد مکتبۂ رضویہ آرام باغ چلا جانا اور وہاں قرآن پاک اور دینی کتب کی اشاعت وطباعت سے متعلق کام دیکھنا،وہاں سے آکر نماز عصر پڑھانا،عصر ومغرب کے درمیان اپنے کمرہ میں قیام رکھتے ہیں،اور منصب قاضی نکاح سے متعلق امور کی انجام دہی کرتے ہیں اور بعد نماز مغرب مابین مغرب وعشاء بھی فرائض انجام دیتے ہیں،عشاء کی نماز پڑھا کر اپنے گھر تشریف لے جاتے ہیں اور رات کا ایک حصہ خانگی امور اور اعزّہ سے ملاقات میں صرف کرتے ہیں،آپ اپنے وقت کی کتنی قدر کرتے ہیں اور اسے کس طرح کارآمد بناتے ہیں اس کا اندازہ آپ اس طرح سے لگا سکتے ہیں کہ گھر سے دارالعلوم نوریہ جانے تک راستہ میں

اور وہاں سے واپسی میں، پھر مکتبہ رضویہ جانے اور آنے میں راستہ میں جو وقت ملتا ہے اس میں آپ طبع کی جانے والی کتابوں کی تصحیح کرتے ہیں اس طرح یہ وقت بھی بے کار امور میں ضائع نہیں ہونے دیتے۔ان عظیم مشاغل اور مصروفیتوں کے باوجود آپ جماعت قراء پاکستان کے صدر بھی ہیں یہ ذمہ داری ۱۹۸۰ء سے آپ کے پاس ہے اور آپ پوری توجہ اور للّٰہیت کے ساتھ قراءت کے ملکی اور بین الاقوامی مقابلوں میں شریک ہوتے ہیں اور ان اجتماعات کی صدارت کے فرائض انجام دیتے ہیں،قومی وملکی مسائل سے دلچسپی اور وطن کی خدمت کے جذبہ نے آپ کو آمادہ کیا کہ آپ ''جماعت اہل سنت پاکستان'' کے نائب صدر ہونے کا منصب قبول کرلیں۔بین الاقوامی جماعت ''ورلڈ اسلامک مشن'' کراچی شاخ کی ذمہ داریاں آپ کے سپرد ہیں۔اس کا دفتر بھی آرام باغ میں مکتبہ رضویہ کے ساتھ ساتھ ہے آپ کی ذہانت وذکاوتِ طبع کا تیقّن اس طرح سے کیا جاسکتا ہے آپ واقف ہفت زبان ہیں،اردو تو آپ کی مادری زبان ہے،عربی ادب و دیگر علوم عربیہ کی آپ نے دس سال تعلیم حاصل کی،عربی وفارسی میں آپ بلاتکلّف کلام کرلیتے ہیں۔پنجابی،سندھی،پشتو،ان کے ساتھ گجراتی اور بنگالی میں بات کرلیتے ہیں۔بلاشبہ قدرت نے آپ کو عظیم صلاحیتوں سے نوازا ہے اور اپنی بے شمار نعمتیں بھی عطا کی ہیں' اخلاص وللّٰہیت کے ساتھ شگفتہ مزاجی کی نعمت بھی آپ کو مبدءِ فیاضی سے عطا ہوئی ہے،احباب کے ساتھ حسنِ سلوک شرعاً ایک محمود صفت ہیں اور آپ اسی سے متصف ہیں،آپ کے دو صاحبزادے ہیں(۱) مصطفیٰ انور(۲) مصطفیٰ سرور اول الذکر لندن میں انجینئر ہیں اور چھوٹے صاحبزادے حافظ مولوی مصطفیٰ سرور کو آپ نے اولاً حفظِ قرآن کرایا اور پھر درسِ نظامیہ کی تکمیل کرائی اور ان کو دین کی خدمت کے لیے وقف کردیا،مولوی حافظ مصطفیٰ سرور بھی نہایت سعادت مند اور فرمانبردار فرزند ہیں،اپنے والدِ محترم کے اشاروں پر چلتے ہیں اور والدین کی خدمت کی سعادت حاصل کررہے ہیں،مکتبہ رضویہ سے دین کی تبلیغ وتعلیم سے متعلق جو کتابیں شائع ہوتی ہیں ان سب کی دیکھ بھال یہی کرتے ہیں،اللہ تعالیٰ ان کی عمر میں برکت دے اور انہیں دین کی خدمت کی توفیق واہلیت عطا فرمائے۔(آمین)

قاری صاحب اب تک آٹھ مرتبہ حج بیت اللہ ادا کرنے کی سعادت حاصل کرچکے ہیں اور نو مرتبہ عمرہ ادا کرچکے ہیں۔ اس طرح آپ سترہ بار زیارت بیت اللہ شریف اور زیارت روضۂ مبارک سے فیوضِ روحانی حاصل کرتے رہے۔

میری دعا ہے کہ رب کریم رؤف ورحیم انہیں دنیا وآخرت کی سعادتیں اور نعمتیں عطا فرمائے ان کی زندگی میں برکتیں دے اور امت مسلمہ کے لیے انہیں مفید اور باعثِ برکت بنائے

آمین بِجاہِ النَّبیّ الاُمّیِّ الْکَرِیْم عَلَیْہِ اُلُوْفُ التَّحِیَّۃِ وَالتَّسْلِیْم وَصَلَّی اللّٰہُ عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلانا مُحَمَّدٍ وَّآلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن۔

۷جنوری ۱۹۸۹ء

☆☆☆☆☆

مؤلف کتاب

نوٹ : ڈاکٹر مولانا غلام یحیٰی انجم بستوی استاد شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ نے یہ مضمون بعنوان مولانا سید ظہیر احمد زیدی، ایک تعارف تحریر فرمایا جس میں مصنف سے متعلق اپنے تاثرات، تجربات اور مشاہدات مختصر انداز میں بیان کیے ہیں، ان کی خواہش پر اس کو شایع کیا جا رہا ہے، قارئین کرام دعائے خیر فرمائیں۔

فروری ۱۹۲۶ء میں جب شعبہ اسلامیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے نصاب کی تشکیل ہو رہی تھی تو اس میں ملک کے جن متبحر علماء کو دعوت دی گئی تھی ان میں نواب صدر یار جنگ، مولانا حبیب الرحمٰن خاں شیروانی، مولانا سید سلیمان اشرف صدر شعبۂ دینیات مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا مناظر احسن گیلانی استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدر آباد، مولانا عبد العزیز المیمنی راجکوٹی صدر شعبۂ عربی مسلم یونیورسٹی علی گڑھ، مولانا سید سلیمان ندوی کے علاوہ حضرت صدر الشریعہ مولانا حکیم امجد علی اعظمی بھی تھے۔''

(معارف فروری ۱۹۲۶ء ص۲ مرتبہ سید سلیمان ندوی)

صدر الشریعہ نے اس اجلاس میں جب شرکت کی تھی تو ان دنوں دار العلوم معینیہ اجمیر میں عہدۂ صدارت پر مامور تھے، پھر بریلی شریف آ کر تدریسی خدمات میں مصروف ہوئے، وہاں تقریباً تین سال کا ہی عرصہ گزرا ہوگا کہ ۱۹۳۶ء میں نواب حاجی غلام محمد خاں شیروانی رئیس ریاست دادوں مرحوم کی دعوت پر بحیثیت صدر مدرس دار العلوم حافظیہ سعیدیہ دادوں ضلع علی گڑھ تشریف لائے، دادوں اس زمانے میں مذہبی علوم کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کر رہا تھا۔ علی گڑھ کے علاوہ دوسرے کئی اضلاع میں اس کی شہرت پھیل چکی تھی، اقصائے عالم سے تشنگانِ علوم کا وہاں جھمگٹا ہو گیا تھا، جن جن لوگوں نے حضرت صدر الشریعہ کے علمی پنگھٹ سے سیرابی حاصل کی وہ اپنے زمانے کے تشنگانِ علوم کے لیے ابر کرم ثابت ہوئے اُن ہی علمی پیاس بجھانے والوں میں مولانا مبین الدین امروہوی مرحوم، مولانا مفتی محمد خلیل خاں مرحوم مارہروی اور وقت کے دوسرے اجلہ علمائے کرام کے علاوہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی بھی تھے۔

مولانا سید ظہیر احمد زیدی نسبی شرافت، علمی وجاہت اور جسمانی شکل و شباہت میں اپنی مثال آپ ہیں، خاندانی اعتبار سے ان کا پایہ بہت بلند ہے، والد کے توسّط سے ان کا تعلق مظفر نگر کے سادات بارہہ [1] اور پھر ان سے ہوتے ہوئے زید شہید

---

1 ......سادات بارہہ سے متعلق بعض ثقہ حضرات کا خیال ہے کہ ان کے مورثِ اعلیٰ ابو الفرح واسطی بیرون ہند یعنی ملک عراق سے آئے تھے اس لئے ان کی نسل کو ''سادات باہرہ'' کے نام سے موسوم کیا گیا جو بعد میں کثرتِ استعمال سے ''ساداتِ بارہہ'' میں تبدیل ہو گیا۔ اس سلسلہ میں ایک دوسرا قیاس یہ بھی ہے کہ ان سادات میں سے کچھ لوگ مذہبی عقیدہ کی بناء پر اثناء عشری شیعہ ہیں، یعنی بارہ اماموں کے ماننے والے ہیں اس لیے یہ لوگ ''سادات بارہ'' کہلائے جو بعد میں کثرتِ استعمال کے باعث سادات بارہہ مشہور ہو گیا۔ (سید سلیمان علی خان سادات بارہہ کا تاریخی جائزہ ص۱۲ دہلی ۱۹۸۰ء) ==

بن امام زین العابدین علی بن حسین بن علی کرم اللہ وجھہ الکریم سے جاملتا ہے جب کہ ماں کی نسبت سے ان کا سلسلہ سید شاہ کمال الدین ترمذی نزیل ہانسی پنجاب سے ہوتے ہوئے آگے بڑھ جاتا ہے، شاہ کمال الدین ترمذی علیہ الرحمہ اپنے زمانے کے جلیل القدر بزرگ تھے، آج بھی ان کا مزار اقدس مرجع انام ہے، حضرت زید شہید رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی نسبت سے سید صاحب اپنے نام کے ساتھ زیدی لکھتے ہیں۔سادات بارہہ میں سے کچھ بزرگ منصور پور ضلع مظفر نگر یوپی سے ترک وطن کر کے نگینہ ضلع بجنور میں آبسے، سید ظہیر احمد کی ولادت ۱۳۳۹ھ یا ۱۳۴۰ھ میں عالی جناب سید دائم علی زیدی مرحوم کے گھر ہوئی، خاندان متدین پاکباز تھا اس لئے گھر والوں نے بچے کو حصولِ علمِ دین کی طرف لگا دیا، پہلے تو انہوں نے مسجد کفر توڑ اور مدرسہ قاسمیہ نگینہ بجنور ہی میں درس لیا۔۱۹۳۵ء میں اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے مدرسہ حافظیہ سعیدیہ دادوں علی گڑھ سے وابستہ ہوگئے اور ایسا وابستہ ہوئے کہ پھر ہمیشہ کے لیے علی گڑھ ہی کے ہوکر رہ گئے دار العلوم حافظیہ کا نصاب تعلیم دس سال کا تھا مگر سید صاحب نے اسے آٹھ ہی سال میں مکمل کرلیا۔دورانِ تعلیم دوبار دہری ترقی ملی اور اس طرح درسِ نظامی کی تکمیل کی، صدر الشریعہ اور دیگر اساتذۂ دار العلوم سے اکتسابِ فیض کیا اور ۱۹۴۳ء میں سند فراغت اور دستارِ فضیلت حاصل کی۔

مولانا سید ظہیر احمد زیدی دورانِ تعلیم دادوں میں اپنے وقت کا بیشتر حصہ صدر الشریعہ کی خدمت میں گزارتے جس کے سبب صدر الشریعہ سے انہیں ایک روحانی تعلق ہوگیا تھا۔صدر الشریعہ خود بھی سید صاحب سے بہت پیار و محبت فرماتے تھے، اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی صدر الشریعہ کے آخری دور کے ارشد تلامذہ میں سے ہیں تو بے جا نہ ہوگا۔اس کی تائید اس واقعہ سے ہوتی ہے جس کا اعتراف صدر الشریعہ نے خود کیا ہے۔فرماتے ہیں: ''محرم ۱۳۶۲ھ میں فقیر نے چند طلبہ خصوصاً عزیزی مولوی مبین الدین صاحب امروہوی وعزیزی مولوی سید ظہیر احمد صاحب نگینوی وحبیبی مولوی حافظ قاری محبوب رضا خاں صاحب بریلوی وعزیزی مولوی محمد خلیل مارہروی کے اصرار پر شرح معانی الآثار معروف بہ طحاوی شریف کا تحشیہ شروع کیا گیا''۔

(مولانا امجد علی، بہار شریعت، (۱۷:۱۰۲) مطبوعہ لاہور)

مولانا سید ظہیر احمد زیدی فراغت کے بعد دو سال مدرسہ عربیہ خدام الصوفیہ گجرات پنجاب میں تدریسی خدمات انجام

= سادات بارہہ کے پہلے بزرگ جو ہندوستان آئے وہ سید عبد اللہ الحسن ابوالفرح الواسطی ۵۵۰ھ ہیں۔ہوا یوں کہ سلطان محمود غزنوی جب آخری بار ہندوستان پر حملہ آور ہوا تو مذکورۃ الصدر بزرگ سے اس فوج میں شرکت کے لئے کہا چنانچہ وہ اپنے چار صاحبزادگان سمیت اس فوج میں شریک ہوگئے، جب ہندوستان فتح ہوگیا تو سلطان محمود نے شاندار کامیابی پر مسرور ہوکر اوران کی خدمات کو مدنظر رکھتے ہوئے سرہند اور کلانور کا علاقہ انہیں بطورِ انعام جاگیر کی صورت میں عطا کیا، سید عبد اللہ خود تو سلطان کے ہمراہ واسط چلے گئے مگر ان کے صاحبزادے ہندوستان رہ گئے۔ پھر انہیں میں سے کچھ لوگ آکر مظفر نگر میں آبسے موجودہ سادات بارہہ انہیں کی نسل سے ہیں۔انہیں میں سے ایک بزرگ امیر سید ابوالمظفر جنھیں نواب خاں سے شہرت حاصل تھی، شاہجہاں کے دورِ حکومت میں اہم منصب پر فائز تھے انہوں نے اپنا وطن منصور پور کو قرار دیا۔آج بھی ان کا مقبرہ منصور پور ضلع مظفر نگر میں ہے، سید ظہیر احمد زیدی صاحب انہیں کی اولاد میں سے ہیں۔

دیتے رہے ان دنوں اس ادارہ میں مدرس اوّل حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ پھر ایک سال کے لیے مدرسہ عربیہ مظہر اسلام مسجد بی بی جی بریلی چلے آئے اور مولانا سردار احمد علیہ الرحمہ محدث پاکستان، مولانا وقار الدین پیلی بھیتی حال مفتی دار العلوم امجدیہ کراچی کے ساتھ تدریسی فرائض انجام دینے لگے۔ ستمبر ۱۹۴۷ء سے ان کا تعلق مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے ہوگیا جہاں وہ عبداللہ کالج میں پہلے لیکچرار رہے پھر ۱۹۵۴ء میں اسی یونیورسٹی کے سٹی ہائی اسکول میں دینیات کے استاد مقرر ہوئے اور ۱۹۸۴ء تک انتہائی ذمہ داری کے ساتھ تدریسی خدمات انجام دینے کے بعد سبکدوش ہوگئے، اس طرح بجا طور پر کہا جاسکتا ہے کہ سید صاحب زندگی کے جس مرحلے پر ہیں بچپن سے لے کر اب تک عمر کا بیشتر حصہ دین سیکھنے اور سکھانے میں بسر ہوا ہے۔ علی گڑھ کالج اور اسکول میں جن طلباء نے ان سے دینیات پڑھی ان کی فہرست موجب تطویل ہونے کے ساتھ ساتھ دقت طلب بھی ہے، البتہ مدارس عربیہ میں جن لوگوں نے ان سے اکتسابِ فیض کیا ہے ان میں درجِ ذیل حضرات کافی مشہور ہوئے

(۱) مولانا تحسین رضا خاں بریلوی شیخ الحدیث مدرسہ نوریہ بریلی شریف

(۲) مولانا سبطین رضا خاں بریلوی مقیم حال مدھ پردیش

(۳) مولوی معین الدین بانی مدرسہ نوریہ غوثیہ فیصل آباد پاکستان

(۴) مولانا عبد القادر شہید گجراتی ثم فیصل آبادی

(۵) مولانا مفتی لطف اللہ خطیب جامع مسجد متھرا

(۶) مولانا مظہر ربانی صاحب باندہ

مولانا سید ظہیر احمد زیدی وعظ و تبلیغ میں بھی اپنی یگانگت برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ کما حقہ تبلیغی خدمات اس زمانے میں تو نہ کرسکے جب ان کا یونیورسٹی سے تعلق رہا لیکن تدریسی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہونے کے بعد بڑے بڑے سیرت کے جلسوں اور کانفرنسوں میں شرکت ہونے لگی، وعظ و تبلیغ میں ان کا لب ولہجہ شستہ ہوتا ہے، ایک ایک بات دلائل کی روشنی میں سمجھا کر کہنے کی عادت ہے، بے جا الفاظ کا استعمال ان کے یہاں ہرگز نہیں، فتویٰ کی زبان بولتے اور لکھتے بھی ہیں اسی وجہ سے شاید ان کی تقریروں سے عوام سے زیادہ خواص کا طبقہ لطف اندوز ہوتا ہے، بہرحال مولانا کا انداز منفرد و یگانہ ہے، عبرت آمیز نصیحت انگیز اور سبق آموز مقررین میں وہ اپنی مثال آپ ہیں۔ مولانا سید ظہیر احمد زیدی کی تحریری صلاحیتوں کا اندازہ زیر نظر کتاب سے با آسانی کرسکتے ہیں، اس کتاب سے جہاں ان کے قلم کی شستگی اور نپے تلے الفاظ کی بندش کا اندازہ ہوتا ہے وہیں مولانا کی علوم مروجہ ومتداولہ میں فقہ سے دلچسپی اور لگاؤ کا ثبوت بھی فراہم ہوتا ہے۔ فقہ اور اس کے اصول وقواعد سے متعلق کچھ رسالے بھی زیب قرطاس بنے ہیں۔ اس کے علاوہ متعدد مقالات ومضامین بھی رسائل وجرائد میں چھپ کر اربابِ فکر ونظر سے خراجِ تحسین حاصل کر چکے ہیں، مقالات کی فہرست تو دستیاب نہ ہوسکی، البتہ مطبوعہ وغیر مطبوعہ کُتب ورسائل کی فہرست جن سے ان کی دقت نظر اور وسعت مطالعہ کا پتا چلتا ہے یہ ہے:

(۱) رسالہ مسلم پرسنل لامطبوعہ فروری ۱۹۷۲ءمحرم الحرام ۱۳۹۲ھ

(۲) مسلم تاریخ تمدن غیر مطبوعہ

(۳) بہارِشریعت کتاب الوصایا انیسواں حصہ

(۴) رسالہ الحج غیر مطبوعہ

(۵) رسالہ القواعد الفقھیہ والاصول الکلیۃ

مولانا ظہیر احمد صاحب کو زبان وادب سے گہرا ربط ہے، اردو، فارسی ہو یا عربی انھیں تمام زبانوں پر یکساں قدرت حاصل ہے ان تینوں زبانوں میں مشق سخن کرتے رہتے ہیں، شاعری کا تخلص ''سید'' اختیار فرماتے ہیں۔ مولانا کوئی باضابطہ صاحب دیوان شاعر تو نہیں البتہ اردو، فارسی اور عربی نعتوں کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو چکا ہے۔ درج ذیل اشعار ان کی سخن گستری اور سخن سنجی کی بین دلیل ہیں۔

فَوَاللّٰہِ لَا یَمْتَدُّ عُمْرُکَ سَاعَةً　　اِذَا جَاءَ اَمْرُ اللّٰہِ لَاقَتْ شَدَائِدُ

لقد بعثت خیراً بالمعاصی وتحسب　　بانک تبغی دائماً لا تباعدُ [1]

جَعَلَنَا فِی الْخَلَائِقِ خَیْراً　　بَعَثَ فِیْنَا حُبَّهُ خبرا

حَفِظْنَا مِنْ عَدُوِّنَا حِفْظاً　　نَصَرَنِیْ مِنْ مَعَارِضِی نَصْراً [2]

اَسْرٰی بِکَ سُبْحَانَهُ　　اَجْلٰی بِکَ بُرْهَانَهُ

قَدْ اَنْزَلَ قُرْآنَهُ　　اِسْمَعْ لَنَا اَدْرِکْ لَنَا [3]

رَسُوْلَ اللّٰہِ اِنِّیْ مُسْتَجِیْرٌ　　وَاَنْتَ بِرَحْمَةِ اللّٰہِ شَهِیْرٌ

نَدِیْمِیْ لَا تَخَفْ مِنْ شَرِّ عَادٍ　　اَنَا فِیْ حَضْرَةِ الرَّبِّ سَمِیْرٌ [4]

---

1 ......ترجمہ: اللہ کی قسم تجھے ایک لمحے کی مہلت نہیں ملے گی، جب اللہ کا حکم آجائے تو مصائب وآلام آپہنچتے ہیں،
نیکیوں کے ساتھ ساتھ تو نے گناہوں کے ڈھیر لگادیئے اور تیرا خیال ہے کہ تو ہمیشہ زندہ رہے گا مرے گا نہیں۔

2 ......ترجمہ: ہمیں تمام امتوں میں بہترین امت بنایا، ہم میں اپنا محبوب پیغمبر مبعوث فرمایا،
ہمیں ہمارے دشمنوں کے شر سے محفوظ رکھا، مصائب وآلام میں ہماری مدد ونصرت کی۔

3 ......ترجمہ: اللہ عزوجل نے آپ کو سیر کرائی، اور آپ کے ذریعے اپنی برہان کو واضح کیا،
آپ پر اپنا قرآن نازل فرمایا، اے حبیب ہماری فریاد سنیے، ہماری فریاد رسی کیجئے۔

4 ......ترجمہ: یارسول اللہ! میں پناہ کا طلبگار ہوں۔ اور آپ رحمة للعالمین کے لقب سے مشہور ہیں،
اے میرے دوست! دشمن کے شر سے خوفزدہ نہ ہو، میں بارگاہِ الٰہی میں شب کو مناجات کرنے والا ہوں۔

فَاکْرِمْنِیْ بِلُطْفِکَ یَا حَبِیْبِیْ اَنَا مِنْ اَفْقَرِ النَّاسِ حَقِیْرٌ [1]

عرفان و وصل و جام و شراب محمد است ذوالفضل والکمال خطاب محمد است
دیدم ہزار بار و لیکن تواں نہ دید صد جلوۂ کمال نقاب محمد است
سیّد پناہ دامن محبوب حق بجو حقا کہ "ھب لی امتی" تاب محمداست [2]

بہ چشم زیست نازاں بودشب جائے کہ من بودم بہار وصل ساماں بود شب جائے کہ من بودم
کجا ہستی کجا مستی کجا ہنگامۂ آرائی جمال یار مہماں بود شب جائے کہ من بودم
قرار آمد نگار آمد جہاں بادہ خوار آمد نشاط روئے تاباں بودشب جائے کہ من بودم [3]

کچھ اس اداء سے وہ سرتاج مہوشاں گزرے مہک رہی ہیں فضائیں جہاں جہاں گزرے
وفور شوق میں گشتہ جمال اَلست کہاں کہاں تجھے پایا کہاں کہاں گزرے

تو نہ ہوتو بزم سخن نہو،تو نہ ہوتو رنگ چمن نہ ہو کوئی اورتجھ ساحسین نہیں کوئی اوررشک جناں نہیں
تو ہی روحِ بزم وجود ہےتو ہی سِرّ جلوۂ ذات ہے تو ضیائے عالم کن فکاں ترا نورحسن کہاں نہیں

موسیٰ کی تمنا کہوں عیسیٰ کی بشارت اللہ کا احسان ہو آدم کی صدا ہو
تم رحمتِ باری ہو صدا باد بہاری کلیوں کا تبسّم ہو عنادل کی نوا ہو
مل جائے جو سیّد کو ترے در کی حضوری پھر تو مری تقدیر میں جنّت کی ہوا ہو

---

1 ......ترجمہ:اے میرے حبیب(علیہ الصلاۃ والتسلیم)!اپنے لطف وکرم سے میری عزت افزائی کیجئے،میں محتاج ترین لوگوں میں سے حقیر ہوں۔

2 ......ترجمہ:عرفان ووصل وجام وشراب عشق محمد عربی ہیں،ذوالفضل والکمال آپ صلی اللہ تعالی علیہ وآلہٖ وسلّم کا لقب ہے،
میں نے ہزار بار دیکھا مگر نہ دیکھ سکا،رُخِ مصطفی میں سینکڑوں جلوۂ کمال پنہاں ہیں۔
سیّد محبوب خدا کے دامن میں پناہ تلاش کر،بے شک "رب ھب لی اُمّتی" کہنے کی ہمت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم ہی کو ہے۔

3 ......ترجمہ:زندگی میری آنکھ پہ نازاں تھی،آج شب میں جہاں تھا۔سامانِ وصل سے لطف اندوز ہواہوں آج شب میں جہاں تھا۔
احساسِ وجود کہاں کیفیت جنوں کہاں وجد وبے خودی کہاں،جمال یار مہماں تھا آج شب میں جہاں تھا۔
بڑی پرسکون وآرئش والی جگہ تھی جہاں مےخوارتھا،روئے تاباں کی شادمانی تھی آج شب میں جہاں تھا۔

۱۱/اپریل ۱۹۸۰ء میں جب میں مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں حصولِ علم کی غرض سے حاضر ہوا تو ان دنوں سید صاحب یونیورسٹی میں استاد تھے، میری ان سے پہلی ملاقات ان کے دولت کدہ ''بیت السادات'' محبّ گرامی ڈاکٹر محبّ الحق کی معیت میں ہوئی، میں موصوف کا ممنون کرم ہوں کہ انہوں نے علی گڑھ کے آخری ایام میں ایسے معزز اور مخلص لوگوں سے تعلقات پیدا کر دیئے جن کی شخصیت آج بھی ہمارے لئے ابر کرم اور ترقی درجات کے لیے مشعل راہ ہیں، اگرچہ میں ان دنوں علی گڑھ کے لیے بالکل نیا تھا علی گڑھ کا ہر ذرہ میرے لئے اجنبی تھا، مگر سید صاحب اور ان جیسے دوسرے کرم فرماؤں کی عنایات ونوازشات اس طرح ہوئیں کہ چند ہی دنوں میں اس دیار کے ہر کوچے اور ہر ذرّے سے محبت کی بو آنے لگی۔

سید صاحب سے قربت اس لیے بھی ہوئی کہ اس دور کے چند مخلص طلباء نے ایک باوقار سنجیدہ تنظیم بنائی جس کا نام ''مرکز تعلیمات اسلامی'' رکھا گیا جس کے اغراض ومقاصد میں دو باتیں بڑی اہم تھیں ایک تو ہفتہ وار قرآن وحدیث کی تعلیم اور دوسرے ایک موقر ''سہ ماہی جریدہ'' تعلیمات کا اجراء۔

میرے علی گڑھ آنے کے بعد اس تنظیم کی تشکیل جدید ہوئی اور اس مجلّہ کا مدیر معاون مجھے بنایا گیا، جب کہ ادارت کی ذمہ داری تاجدار مارہرہ حسن میاں کے فرزندار جمند سید محمد امین کے سپرد کی گئی اور اسی نشست میں حکیم خلیل احمد جائسی اور سید صاحب کو علی الترتیب مربی ومرشد نامزد کیا گیا۔ اگرچہ کچھ اسباب کی بناء پر تنظیم تو کامیاب نہ ہوسکی مگر ملاقات کا سلسلہ کبھی نہیں ٹوٹا اس طویل ملاقات میں میں نے انہیں ہمدرد اور کہتر نواز، مہمان نواز پایا۔

سید صاحب کی وجیہہ اور پُروقار شخصیت کی بناء پر حضور مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں اور حضرت مولانا ضیاء الدین مدنی علیہما الرحمہ نے شرف خلافت سے نوازا جب کہ حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے بیعت و اِرادت کے ذریعے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے سے وابستہ کرلیا۔ سید ظہیر احمد زیدی صاحب صوری اور معنوی دونوں حُسن سے مزین ہیں، صاف وشفاف نورانی چہرہ، سفید داڑھی جس سے بزرگی کے آثار نمایاں، چمکتی دوربیں آنکھیں، موزوں قد، بڑے مشکلات کی گرہیں کھولنے والی چھوٹی چھوٹی انگلیاں مختصر طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ نسبی شرافت، علمی وجاہت اور جسمانی شکل وشباہت ہر اعتبار سے سید ظہیر احمد زیدی منفرد ونمایاں ہیں اور حدیث مبارکہ اِبْتَغُوا الْخَيْرَ عِنْدَ حِسَانِ الْوُجُوْه[1] کا مصداق ہیں، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ سید صاحب کے حسن وجمال میں مزید نکھار پیدا کردے، اور اس کی نورانیت سے لوگوں کے دلوں کو منور وروشن کرے۔ آمین بجاہ حبیبہ سیّدِ المرسلین وعلٰی آلہٖ واصحابہ الطیبین والطاہرین.

1 ......''مصنف'' لابن ابی شیبۃ، کتاب الأدب، باب ماذکر فی طلب الحوائج، الحدیث: ۲، ج۶، ص۲۰۸.

بہارِشریعت میں حدیث ان الفاظ سے مرقوم ہے '' اِبْتَغُوا الْخَيْرَ فِي وُجُوْهِ الْحِسَانِ'' ترجمہ: ''خوبصورت چہروں کے ہاں بھلائی تلاش کرو''؛ جبکہ کتب حدیث میں یہ حدیث ان الفاظ سے ہمیں نہیں ملی لہذا جن الفاظ کے ساتھ ہمیں ملی ان الفاظ کے ساتھ متن میں ذکر کر دیا گیا، مزید تفصیل کے لیے فتاوی رضویہ، ج۲۱، ص۳۱۱ تا ۳۱۶ ملاحظہ کیجئے۔...علمیہ

باسمہٖ تبارک وتعالٰی

مُقدمہ

اَلْحَمْدُلِوَلِیِّہٖ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ امابعد:

بہارِشریعت کا انیسواں حصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں، رب تبارک وتعالٰی قبول فرمائے اور میرے لئے اس کو ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔ فقیہِ وقت مصنف بہارِشریعت ابوالعلیٰ صدرالشریعہ حضرت مولانا الحاج امجد علی علیہ الرحمۃ و الرضوان نے مکمل فقہ حنفی کو عام فہم اردوزبان میں منتقل کرنے کا جو عظیم الشان کارنامہ انجام دیا اس کی نہ ماضی میں کوئی مثال ہے اور نہ مستقبل میں کوئی ایسی امید، حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا مقصد یہ تھا کہ برصغیر کے مسلمان اپنے دین کے مسائل سے بہ سہولت مستفید ہوجائیں، حضرت صدرالشریعہ علیہ الرحمۃ اخلاصِ فکروعمل کے ساتھ ارادہ رکھتے تھے کہ جملہ ابواب فقہ سے ضروری اور روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے متعلق مفتی بہ شرعی احکام اردوزبان میں بیان فرمادیں۔ ان کی حیاتِ مبارکہ میں کتاب بہارِشریعت کے سترہ حصے مرتب ہوکر طبع ہوچکے تھے کہ آپ مقام ابتلاوآزمائش سے گزرے، بِحمدِ اللہ تعالٰی مژدۂ ''وَبَشِّرِالصّٰبِرِیْنَ ﴿۱۵۵﴾'' سے سرفراز ہوئے، جیسا کہ مقربین بارگاہ کا طرۂ امتیاز ہے، اس وقت تک بہارِشریعت کے سترہ حصے مکمل ہوچکے تھے صرف حدود وقصاص، وصایا اور میراث میں تین حصے اور تصنیف ہونا باقی تھے کہ موانع پیش آگئے، حضرت نے اس امر کی طرف اشارہ فرمایا کہ بقیہ یہ تین حصے میرے تلامذہ مکمل کریں گے، چنانچہ ۲ دوحصے حضرت علامہ عبدالمصطفٰی ازہری شیخ الحدیث اور حضرت مولانا مفتی وقار الدین صاحب دارالعلوم امجدیہ کراچی وقاری محبوب رضا خاں صاحب وقاری رضاء المصطفٰی صاحب خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی نے تالیف فرمادیئے، یعنی اٹھارہواں حصہ کتاب الحدود والقصاص میں اور بیسواں حصہ کتاب المیراث میں، باقی رہا انیسواں حصہ کتاب الوصایا، اس کی تالیف وترتیب اس ناچیز کے حصے میں آئی، اس سلسلے میں بہ خلوص قلب شکرگزار ہوں اپنے استاذزادہ مولانا الحاج قاری رضاء المصطفٰی زادشرفہ کا کہ ان کے پیہم اصرار اور تعاون نے مجھے مجبور کردیا کہ میں یہ سعادت وفضیلت حاصل کروں۔ جَزَاہُ اللّٰہُ تَعَالٰی خَیْرَالْجَزَا فِی الدُّنْیَا وَالآخِرَۃِ

ترتیب کے لحاظ سے اگرچہ بیسواں حصہ آخری حصہ ہے جو مسائل میراث میں ہے، لیکن تالیف کے اعتبار سے انیسواں حصہ آخری ہے جو سب سے آخر میں اس ناچیز نے مرتب کیا ہے۔ یہ حصہ مسائل وصیت میں ہے، اس میں **450** مسائل بیان کئے گئے ہیں۔ وصیت کے مسائل بھی اپنی جگہ بڑی اہمیت رکھتے ہیں، شریعت مطہرہ نے وصیت کو بڑی اہمیت دی ہے اور بعض مقامات پر اسے ضروری اور واجب قرار دیا۔

وصیت کی اہمیت وافادیت :

شریعت میں اس کی اہمیت یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اس شخص کو جو وصیت کر کے وفات کر گیا متقی، شہید اور عامل بالسنۃ فرمایا اور اسکی مغفرت کی بشارت دی۔[1] (مشکوۃ) اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تیرا اپنے ورثا کو غنی چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں۔''[2] اس سے معلوم ہوا کہ اپنے مفلس و نادار غیر وارث کے لیے وصیت کرنی چاہیئے تا کہ انہیں بھی مال کا ایک حصہ مل جائے اور ان کی غربت و ناداری اور افلاس دور ہو اور وہ ایک باعزت زندگی گزار سکیں اور خود وصیت کرنے والوں کو تقویٰ و شہادت اور مغفرت کا مقام مل جائے، ایک مسلمان کے لیے اس سے بڑی نعمت اور کیا ہوسکتی ہے کہ اس کی مغفرت ہوجائے، اور شہادت کا درجہ مل جائے اور یہ بات بھی اس کے لیے کس درجہ عزت، اجر اور نیک نامی کی ہے کہ اس کے غیر وارث اَعِزَّہ غیروں کے سامنے ہاتھ پھیلا کر ذلیل و رسوا نہ ہوں اور معاشرہ میں آبرومندانہ زندگی بسر کریں۔

وصیت کی افادیت

(۱) یہ ہے کہ متوفی کے ایسے اعزہ جو وارثوں میں شامل نہیں ہیں مگر نادار اور حاجتمند ہیں، ان کو اس کے مال سے نفع پہنچے اور کسبِ معاش کے لئے سہارا مل جائے، جیسے وہ بچہ جس کے باپ کا انتقال اس کے دادا کی حیات میں ہوگیا اور دادا کا انتقال بعد میں ہوا اور دادا نے وارثوں میں بیٹا بھی چھوڑا تو بچہ محروم ہوجائے گا۔ اس کے لیے دادا کو انتقال سے پہلے وصیت کرنا چاہیے۔

(۲) ایسے پڑوسی یا احباب یا دیگر حضرات جو نہ رشتہ دار ہیں اور نہ وارث مگر سخت احتیاج و تنگدستی اور پریشانی میں ہیں ان کو متوفی وصیت کے ذریعے اپنے مال کے ایک حصہ کا مالک بنادے اور اس طرح ان کی مدد ہوجائے۔

(۳) متوفی اگر مدرسہ، مسجد، سرائے، قبرستان یا دیگر امور خیر اپنی موت کے بعد بھی کرنا چاہتا ہے اور وہ رفاہِ عامہ اور خدمتِ خلق کے کام انجام دینا چاہے تو بذریعہ وصیت اپنے مال کا ایک حصہ ان کی انجام دہی کے لیے مقرر کردے، لیکن شریعت نے متوفی کو ورثاء کی موجودگی میں اپنے تمام مال کی وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی کہ اس سے وارثوں کو ضرر پہنچتا ہے، اور ان کا حق ضائع ہوتا ہے، قرآن پاک میں ''مِنۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍۙ غَیْرَ مُضَآرٍّۚ''[3] فرما کر یہی ہدایت فرمائی

---

1 ......''سنن ابن ماجة''، كتاب الوصايا، باب الحث على الوصية، الحديث: ٢٧٠١، ج٣، ص٣٠٤.

2 ......''صحيح البخاری''، كتاب الوصايا، باب ان يترك ورثتهٗ... إلخ، الحديث ٢٧٤٢، ج٢، ص٢٣٢.

3 ......پ ٤، النساء: ١٢.

کہ وصیت تو کرو مگر وارثوں کو نقصان پہنچا کر نہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے فرمایا: ''جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا اللہ تعالٰی قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو کاٹے گا۔''[1] (مشکوٰۃ)

شریعت اسلامیہ نہ یہ اجازت دیتی ہے کہ وارث کو اس کی میراث سے محروم کر دیا جائے، نہ یہ گوارا کرتی ہے کہ اہلِ ثروت اپنے غیر وارث اعزہ کو محتاجی و ناداری کی حالت میں چھوڑ کر وفات پائیں، بلکہ ایسے محتاج غیر وارث اعزہ کے لیے وصیت کے ذریعے اپنے مال کا ایک حصہ ان کو پہنچا دیں۔ مسلمان اگر شریعتِ مطہرہ کے احکام کے مطابق وصیت کے طریقے کو اپنائیں تو اس سے عظیم فائدے اور فیوض و برکات حاصل ہوں، اور دشمنانِ اسلام نے بیٹے کی موجودگی میں یتیم پوتے کے محروم الارث ہونے پر شریعت اسلامیہ کے خلاف جو طوفان بدتمیزی اُٹھایا اور آج بھی اُٹھایا جاتا ہے وہ نہ اٹھا سکتے، اگر چہ اس کا مدلل و معقول جواب بارہا دیا جا چکا ہے، لیکن مخالفینِ اسلام، اسلام دشمنی میں شر پھیلانے سے نہیں تھکتے، ان کا مقصد حق و صداقت کو سمجھنا نہیں بلکہ اسلام کو بدنام کرنا ہے، اگر مسلمان بذریعہ وصیت یتیم اور محروم الارث پوتے کو اپنی حیثیت کی مناسبت سے مال کا ایک حصہ دیا کرتے تو معترضین اسلام کو یہ ایک عملی جواب بھی ہوتا، وہ عنداللہ ماجور بھی ہوتے اور ایک بہتر معاشرہ بھی وجود میں آتا۔

وصیت کا طریقہ

مغربی اقوام میں بھی رائج ہے، اگر چہ وہ اسلامی اصولوں کے مطابق نہیں، اُن کی اپنی خواہشات کے مطابق ہے اسی لیے اس کا نام بھی **Will** جس کے معنی ہیں ''خواہش'' عام طور سے وہاں لوگ مرنے سے بہت پہلے **Will** لکھ چھوڑتے ہیں لیکن اس ول **Will** اور وصیت میں زبردست فرق ہے، وصیت اسلامی احکام کے مطابق ہوتی ہے اور وِل **Will** اپنی خواہشات نفس کے مطابق، ول لکھنے والا قطعاً یہ نہیں سوچتا کہ وہ جو کچھ لکھ رہا ہے وہ اخلاقی اقدار کے مطابق ہے یا نہیں، اس سے معاشرہ میں فلاح و بہبود آئے گی یا تباہی و بربادی، اس کا واحد مقصد یہ ہوتا ہے کہ میرا مال میرے مرنے کے بعد بھی صرف میری خواہش کے مطابق خرچ کیا جائے اس میں وہ اچھے بُرے، جائز و ناجائز اور حرام و حلال میں کوئی فرق نہیں کرتا، جب کہ اسلام نے وصیت کرنے والے کو کچھ ہدایات دی ہیں اور وصیت کا مقصد معاشرہ کی فلاح اور اعمالِ خیر کا اجراء مقرر کیا ہے۔ اسی لیے اس نے معصیت کے کاموں کے لیے اور معاشرے کو بگاڑنے والی چیزوں کے لیے وصیت کرنے کی اجازت نہیں دی۔ ناانصافی ہوگی اگر میں الحاج مولانا قاضی عبدالرحیم،[2] مفتی آستانہ رضویہ رضا نگر محلّہ سوداگران بریلی کا شکریہ نہ ادا

---

1 ......''سنن ابن ماجه''، كتاب الوصايا، باب الحيف في الوصية، الحديث: ٢٧٠٣، ج٣، ص٣٠٤.

2 ......قاضی عبدالرحیم صدیقی موضع جگجا تحصیل ڈومریا گنج پرگنہ رسول پور ضلع بستی کے ایک علمی گھرانے کے چشم و چراغ ہیں۔ ۱۹۳۶ء میں اپنے آبائی وطن میں پیدا ہوئے، مڈل پاس کرنے کے بعد عربی کی ابتدائی تعلیم دار العلوم فضل رحمانیہ پچپھڑوا بازار ضلع دیوریا میں ==

کروں، عزیز موصوف نے اپنا بیش قیمت وقت خالصتاً لوجہ اللّٰہ تعالیٰ اس کتاب پرنظر ثانی کرنے کے لئے دیا، ان کے اس تعاون سے میں اس قابل ہوسکا کہ اس میں مندرجہ مسائل کے لیے کتب فقہ کے حوالوں میں اضافہ کروں جس نے کتاب کے اعتبار واستناد میں اضافہ کیا ہے۔ موصوف ایک صاحبِ نظر اور ذہین عالم ہیں، فقہ میں بصیرت رکھتے ہیں، آپ کے پاس اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قلمی حاشیہ جدالممتار ہے، جو ردالمحتار پر تحریر فرمایا گیا ہے، اس کے حوالے بھی اس کتاب میں ملیں گے، اللہ تعالیٰ موصوف کے علم، عمر اور صحت میں برکت عطا فرمائے اور ان سے اپنے دین کی خدمت لے۔ آمین۔ اسی کے ساتھ عزیز گرامی قدر مولوی عطاء المصطفیٰ زادعلمہ مدرس دارالعلوم امجدیہ کراچی بھی شکریہ کے مستحق ہیں کہ انہوں نے اس کتاب کا اصل سے مقابلہ کرنے میں مدد دی، جس سے نقل میں جو اغلاط تھے وہ صحیح ہوگئے۔ موصوف ایک باشرع، صالح، سعادت مند اور باادب عالمِ دین ہیں۔ حضرت صدرالشریعہ صاحبِ بہارشریعت کے پوتے ہیں اور خدمتِ دین کرنے کا بااخلاص جذبہ رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل صالح میں ترقی عطا فرمائے اور ان کی عمر میں برکت دے آمین۔

آخر میں اللہ جل وعلا تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اپنے اس عاجز وحقیر بندے کی اس خدمت کو قبولیت عطا فرمائے اور میرے لئے اسے ذخیرۂ آخرت بنائے اور دین کی خدمت کرنے کی مزید توفیق واہلیت عطا فرمائے۔ آمین۔

وصلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ سیدنا ومولانا محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

الفقیر الی اللّٰہ الصمد

ظہیر احمد زیدی غفرلہ ولوالدیہ

جمادی الاولیٰ ۱۴۰۹ھ

مطابق ۵ جنوری ۱۹۸۶ء

☆☆☆☆☆

= مولانا رضاء المصطفیٰ پسر حضرت صدرالشریعہ مولانا امجد علی علیہ الرحمۃ سے حاصل کی۔ آخر میں ۱۹۵۶ء سے ۱۹۶۰ء تک مدرسہ اسلامیہ عربیہ محلّہ اندرکوٹ میرٹھ میں عالم شہیر امام النحو حضرت مولانا سید غلام جیلانی سہسوانی ثم میرٹھی کی خدمت میں حاضر ہوکر علوم عربیہ کی تکمیل اور ۱۹۶۱ء سے مرکزی دارالافتاء محلّہ سوداگران بریلی میں زیر تربیت ونگرانی حضرت مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خاں رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ افتاء نویسی کی خدمت ۱۹۶۹ء تک انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد آج تک اکتیس۳۱ سال ہوئے جارہے ہیں آپ اسی مرکزی دارالافتاء سے افتاء نویسی کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اکتیس سال میں آپ نے ہر قسم کے فتوے تحریر کئے ہیں۔ ہندوستان کے مفتیان کرام میں فی الوقت آپ غالباً سب سے کہنہ مشق اور صاحبِ تحریر مفتی ہیں۔

وصیت کا بیان

وصیّت کرنا قرآن مجید اور احایث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام سے ثابت ہے۔ رب تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿ یُوْصِیْكُمُ اللّٰهُ فِیْۤ اَوْلَادِكُمْۗ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَیْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَۚ وَ اِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُؕ وَ لِاَبَوَیْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصِیْ بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍؕ اٰبَآؤُكُمْ وَ اَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًاؕ فَرِیْضَةً مِّنَ اللّٰهِؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ﴾[1]

(جزء۴، سورۃ النساء، رکوع۲)

ترجمہ اس کا یہ ہے ''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے پھر اگر صرف لڑکیاں ہوں اگرچہ دو سے اوپر، تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اُس کے لئے آدھا، اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا حصہ اگر میت کے اولاد ہو، پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی حصہ، پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ، بعد اس وصیّت کے جو کر گیا اور بعد دین کے، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا، یہ حصہ باندھا ہوا ہے اللہ کی طرف سے بیشک اللہ علم والا حکمت والا ہے۔''

قرآن مجید کے چوتھے پارے میں سورۂ نساء کے اس دوسرے رکوع میں اللہ تعالیٰ نے وصیّت کا ذکر چار مرتبہ فرمایا جس میں تقسیم وراثت کو ادائیگی وصیّت اور ادائیگی قرض کے بعد رکھا اسی رکوع کی آخری آیات سے کچھ پہلے فرمایا:

﴿ مِنْۢ بَعْدِ وَصِیَّةٍ یُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَیْنٍۙ غَیْرَ مُضَآرٍّۚ وَصِیَّةً مِّنَ اللّٰهِؕ وَ اللّٰهُ عَلِیْمٌ حَلِیْمٌؕ ﴾[2]

''میت کی وصیّت اور دَین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا ہو، یہ اللہ کا ارشاد ہے اور اللہ علم والا حلم والا ہے۔''

اور فرماتا ہے:

﴿ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ بَیْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِیْنَ الْوَصِیَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ اٰخَرٰنِ مِنْ غَیْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِیْبَةُ الْمَوْتِؕ ﴾[3] (سورۂ مائدہ، پ۷)

---

1 ......پ ٤، النساء: ١١.
2 ......پ ٤، النساء: ١٢.
3 ......پ٧، المائدہ: ١٠٦

''یعنی اے ایمان والو! تمہاری آپس کی گواہی، جب تم میں کسی کو موت آئے وصیّت کرتے وقت، تم میں کے دو معتبر شخص ہیں یا غیروں میں کے دو جب تم ملک میں سفر کو جاؤ پھر تمہیں موت کا حادثہ پہنچے۔''

احادیثِ وصیت

حدیث ۱: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کسی مسلمان کے لئے یہ مناسب نہیں کہ اس کے پاس وصیّت کے قابل کوئی شے ہو اور وہ بلا تاخیر اس میں اپنی وصیّت تحریر نہ کر دے۔[1] (مشکوٰۃ، باب الوصایا، ص ۲۶۵)

حدیث ۲: صحیح بخاری وصحیح مسلم سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، وہ فرماتے ہیں کہ میں فتح مکہ کے سال اس قدر بیمار ہوا کہ موت کے قریب ہو گیا تو میرے پاس رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عیادت فرمانے کے لئے تشریف لائے میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے پاس کثیر مال ہے اور میری بیٹی کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں (اصحاب فرائض میں سے) تو کیا میں اپنے کل مال کی وصیّت کر دوں، آپ نے جواب ارشاد فرمایا: ''نہیں''، میں نے عرض کیا: تو کیا دو ثلث کی وصیّت کر دوں، آپ نے فرمایا: ''نہیں''، میں نے عرض کیا: تو کیا آدھے مال کی، آپ نے فرمایا: ''نہیں''، میں نے عرض کیا کہ کیا تہائی مال کی وصیّت کر دوں، آپ نے فرمایا: ''تہائی مال'' اور تہائی مال بہت ہے۔ تیرا اپنے ورثاء کو غنی چھوڑنا اس سے بہتر ہے کہ تو انہیں محتاج چھوڑے کہ وہ لوگوں کے سامنے ہاتھ پھیلائیں اور بلاشبہ تو اللہ کی راہ میں اللہ کی رضا جوئی کے لئے کچھ خرچ نہیں کرے گا مگر یہ کہ تجھے اس کا اجر دیا جائے گا یہاں تک کہ وہ لقمہ جو تو اپنی بیوی کے مونھ میں اٹھا کر رکھے۔[2] (متفق علیہ، مشکوٰۃ، باب الوصایا ص ۲۶۵)

حدیث ۳: امام ترمذی نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا انھوں نے کہا کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میری بیماری میں عیادت کے لئے تشریف لائے آپ نے فرمایا کہ کیا تم نے وصیّت کر دی؟ میں نے عرض کیا: جی ہاں، آپ نے فرمایا: کتنے مال کی وصیّت کی؟ میں نے عرض کیا: راہ خدا میں اپنے کل مال کی، آپ نے فرمایا: اپنی اولاد کے لئے کیا چھوڑا؟ میں نے عرض کیا: وہ لوگ اغنیا یعنی صاحب مال ہیں، آپ نے فرمایا: دسویں حصہ کی وصیّت کرو۔ تو میں برابر کم کرتا رہا یہاں تک کہ آپ نے فرمایا: ثلث مال کی وصیّت کرو اور ثلث مال بہت ہے۔[3] (مشکوٰۃ، ص ۲۶۵)

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب الوصايا، باب الوصايا...إلخ، الحديث: ۲۷۳۸، ج ۲، ص ۲۳۰.

2 ......"مشكاة المصابيح"، كتاب الفرائض والوصايا، باب الوصايا، الحديث: ۳۰۷۱، ج ۱، ص ۵٦٦.

3 ......"جامع الترمذي"، كتاب الجنائز، باب ماجاء في الوصية بالثلث...إلخ، الحديث: ۹۷۷، ج ۲، ص ۲۹۲.

حدیث ۴: ابوداوداورابن ماجہ حضرت ابوامامہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی، انھوں نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کو حجۃ الوداع کے سال اپنے خطبہ میں ارشادفرماتے سنا کہ بے شک اللہ تعالٰی نے ہرحق والے کواس کا حق عطا فرمادیا پس وارث کے لئے کوئی وصیّت نہیں۔[1] (مشکوۃ،ص ۲۶۵) ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ مزید ہیں کہ ''بچہ عورت کا ہےاورزانی کے لئے سنگساری، اوران کا حساب اللہ پر ہے۔''[2] دارقطنی کی روایت میں ہے آپ نے فرمایا: ''وارث کے لئے کوئی وصیّت نہیں مگر یہ کہ ورثہ چاہیں۔''[3] (مشکوۃ،ص ۲۶۵)

حدیث ۵: امام ترمذی، ابوداود، ابن ماجہ اورامام احمد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت بیان کی کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ مردوعورت اللہ جل جلالہ کی اطاعت وفرمانبرداری ساٹھ سال (لمبے زمانہ) تک کرتے رہیں پھران کا وقت موت قریب آجائے اوروصیّت میں ضرر پہنچائیں توان کے لئے دوزخ کی آگ واجب ہوتی ہے، پھرحضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آیت تلاوت فرمائی۔

﴿مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَآرٍّ ۚ﴾ اللہ تعالٰی کے کلام ﴿وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ﴾ تک۔[4] (مشکوۃ،ص ۲۶۵)

حدیث ۶: ابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کی موت وصیّت پر ہو(جووصیت کرنے کے بعدانتقال کرے) وہ عظیم سنت پر مرااوراس کی موت تقوٰی اورشہادت پر ہوئی اوراس حالت میں مراکہ اس کی مغفرت ہوگئی۔[5] (مشکوۃ، باب الوصایا،ص ۲۶۶)

حدیث ۷: ابوداود حضرت عمروبن شعیب سے روایت کرتے ہیں وہ اپنے باپ شعیب سےاورشعیب اپنے باپ عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت بیان کرتے ہیں کہ عاص بن وائل نے وصیّت کی کہ اس کی جانب سے ننوغلام آزاد کئے جائیں تواس کے بیٹے ہشام نے پچاس غلام آزاد کئے پھراس کے بیٹے عمرو نے چاہا کہ اس کی جانب سے بقایا پچاس غلام آزادکردے پس اس نے (اپنے بھائی یاساتھیوں یااپنے دل میں) کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دریافت کرلوں پس وہ آئے نبی

1 ......"سنن ابن ماجة"،کتاب الوصایا، باب لا وصیة لوارث،الحدیث:۲۷۱۳،ج۳،ص۳۱۰.

2 ......"جامع الترمذي"،کتاب الوصایا،باب ما جاء لا وصیة لوارث،الحدیث: ۲۱۲۷،ج٤،ص٤۲.

3 ......"سنن الدار قطني"،کتاب الفرائض...إلخ،الحدیث:٤١٠٤،ج٤،ص١١٢.

4 ......"جامع الترمذي"،کتاب الوصایا،باب ما جاء فی الضرارفی الوصیة،الحدیث:۲۱۲٤،ج٤،ص٤١.

5 ......"سنن ابن ماجة"،کتاب الوصایا،باب الحث علی الوصیة،الحدیث:۲۷۰۱،ج۳،ص۳۰٤.

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں اورعرض کیا: یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم) میرے باپ نے وصیّت کی تھی کہ اس کی جانب سے سَو غلام آزاد کئے جائیں اور یہ کہ ہشام نے اس کی جانب سے پچاس غلام آزاد کردیئے ہیں اوراس پر پچاس باقی رہ گئے ہیں تو کیا میں اس کی طرف سے (اپنے باپ کی طرف سے) یہ پچاس آزاد کردوں؟ تو رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے ارشادفرمایا کہ اگر وہ مسلمان ہوتا پھرتم اس کی طرف سے غلام آزاد کرتے یا صدقہ کرتے یاحج ادا کرتے تو اس کو یہ پہنچتا۔ [1] (مشکوٰۃ،ص۲۶۶)

حدیث۸: ابن ماجہ وبیہقی حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایارسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے: ''جو شخص اپنے وارث کی میراث کاٹے گا اللہ تعالٰی قیامت کے دن جنت سے اس کی میراث کو کاٹ دے گا۔'' [2] (مشکوٰۃ،ص۲۶۶)

مسائل فقہیّہ

وصیّت کرنا جائز ہے قرآن کریم سے، حدیث شریف سے اوراجماع امت سے اس کی مشروعیت ثابت ہے۔ حدیث شریف میں وصیت کرنے کی ترغیب دی گئی ہے۔ [3] (جوہرہ نیرہ ج۲، وبدائع ج۷،ص۳۳۰) شریعت میں ایصاء یعنی وصیّت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بطوراحسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا [4] (تبیین از عالمگیری ج۶،ص۹۰) وصیّت کا رکن یہ ہے کہ یوں کہے ''میں نے فلاں کے لئے اتنے مال کی وصیّت کی یا فلاں کی طرف میں نے یہ وصیّت کی۔ [5] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶،ص۹۰) وصیّت میں چار چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ ① موصی یعنی وصیّت کرنے والا ② موصٰی لہ یعنی جس کے لئے وصیّت کی جائے ③ موصٰی بہ یعنی جس چیز کی وصیّت کی جائے ④ وصی یعنی جس کو وصیّت کی جائے۔ [6] (کفایہ،عنایہ وعالمگیری، کفایہ از عالمگیری ج۶،ص۹۰ مطبوعہ کوئٹہ پاکستان، مصری چھاپہ)

مسئلہ۱: وصیّت کرنا مستحب ہے جب کہ اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی نہ ہو، اگر اس پر حقوق اللہ کی ادائیگی باقی ہے جیسے اس پر کچھ نمازوں کا ادا کرنا باقی ہے یا اس پر حج فرض تھا ادا نہ کیا یا روزہ رکھنا تھا نہ رکھا تو ایسی صورت میں ان کے لئے وصیّت کرنا واجب ہے۔ [7] (تبیین از عالمگیری ج۶،ص۹۰ وقدوری، درمختار، ردالمحتار)

---

1 ......"سنن أبي داود"، کتاب الوصایا، باب ما جاء في وصیة الحربي...إلخ، الحدیث:۲۸۸۳، ج۳، ص۱۶۳.

2 ......"سنن ابن ماجة"، کتاب الوصایا، باب الحیف فی الوصیة، الحدیث:۲۷۰۳، ج۳، ص۳۰۴.

3 ......"بدائع الصنائع"، کتاب الوصایا، ج۶، ص۴۲۲.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج۶، ص۹۰.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ۲: وصیّت چار قسم کی ہے۔① واجبہ جیسے زکوٰۃ کی وصیت اور کفارات واجبہ کی وصیّت اور صدقہ، صیام وصلوٰۃ کی وصیّت ② مباحہ، جیسے وصیت اغنیا کے لئے[1] ③ وصیّت مکروہہ، جیسے اہل فسق ومعصیت کے لئے وصیّت جب یہ گمان غالب ہو کہ وہ مال وصیّت گناہ میں صرف کرے گا۔ (درمختار وردالمحتار ج ۵ ص ۴۵۳) ④ اس کے علاوہ کے لئے وصیّت مستحب ہے۔[2]

مسئلہ۳: وصیّت کا رکن ایجاب وقبول ہے، ایجاب وصی کی طرف سے اور قبول موصیٰ لہ کی طرف سے، امام اعظم اور صاحبین کے نزدیک۔[3] (بدائع ج ۷، ص ۳۳۱)

مسئلہ۴: موصٰی لہ صراحتاً یا دلالۃً موصی کی وصیّت کو قبول کرلے، صراحتاً یہ ہے کہ صاف الفاظ میں کہہ دے کہ میں نے قبول کیا اور دلالۃً یہ ہے کہ مثلاً موصٰی لہ وصیّت کو منظور یا نامنظور کرنے سے قبل انتقال کرجائے تو اس کی موت اس کی قبولیت سمجھی جائے گی اور وہ چیز اس کے ورثاء کو وراثت میں دیدی جائے گی۔[4] (الوجیز لکردری از عالمگیری ج ۶ ص ۹۰)

مسئلہ۵: وصیّت قبول کرنے کا اعتبار موصی کی موت کے بعد ہے اگر موصیٰ لہ نے موصی کی زندگی ہی میں اسے قبول کیا یا رد کیا تو یہ باطل ہے، موصیٰ لہ کو اختیار رہے گا کہ وہ موصی کے انتقال کے بعد وصیّت کو قبول کرے۔[5] (سراجیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۰)

مسئلہ۶: وصیّت کو قبول کرنا کبھی عملاً بھی ہوتا ہے جیسے وصی کا وصیّت کو نافذ کرنا یا موصی کے ورثاء کے لئے کوئی چیز خریدنا یا موصی کے قرضوں کو ادا کرنا وغیرہ۔[6] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۹۰)

مسئلہ۷: وصیّت کی شرط یہ ہے کہ موصی مالک بنانے کا اہل ہو اور موصیٰ لہ مالک بننے کا اہل ہو اور موصیٰ بہ موصی کی موت کے بعد قابل تملیک مال یا منفعت ہو۔[7] (کفایہ، عالمگیری ج ۶ ص ۹۰، بدائع ج ۷، ص ۳۳۲، ردالمحتار ج ۵ ص ۴۵۴)

مسئلہ۸: ایصاء کا حکم یہ ہے کہ مال وصیّت[8] موصیٰ لہ کی ملکیت میں اسی طرح داخل ہوجاتا ہے جیسے ہبہ کیا ہوا مال۔[9] (کفایہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۰، درمختار وبدائع ج ۷، ص ۳۳۳)

---

1 ......یعنی مالداروں کے لیے۔

2 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"، کتاب الوصایا، ج۱۰، ص۳۵٤.

3 ......"بدائع الصنائع"، کتاب الوصایا، ج ٦ ص٤٢٥.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا... إلخ، ج٦، ص٩٠.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی جس مال کے متعلق وصیت کی گئی ہے۔

9 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج٦، ص٩٠.

مسئلہ ۹: مستحب یہ ہے کہ انسان اپنے تہائی مال سے کم میں وصیّت کرے خواہ ورثاء مالدار ہوں یا فقراء۔[1] (ہدایہ و عالمگیری ج۶ ص۹۰، قدوری، جوہرہ نیرہ)

مسئلہ ۱۰: جس کے پاس مال تھوڑا ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ وصیّت نہ کرے جب کہ اس کے وارث موجود ہوں اور جس شخص کے پاس کثیر مال ہو اس کے لئے افضل یہ ہے کہ وہ اپنے ثلث مال[2] سے زیادہ کی وصیّت نہ کرے۔[3] (ردالمحتار ج۵، بدائع ج۷، خزانة المفتيين از عالمگیری ج۶ ص۹۰)

مسئلہ ۱۱: موصیٰ لہٗ[4] وصیّت قبول کرتے ہی موصیٰ بہٖ کا مالک بن جاتا ہے خواہ اس نے موصیٰ بہٖ کو قبضہ میں لیا ہو یا نہ لیا ہو اور اگر موصیٰ لہٗ نے وصیّت کو قبول نہ کیا رد کر دیا تو وصیّت باطل ہو جائے گی۔[5] (کافی از عالمگیری ج۶ ص۹۰)

مسئلہ ۱۲: وصیّت ثلث مال سے زیادہ کی جائز نہیں مگر یہ کہ وارث اگر بالغ ہیں اور نابالغ یا مجنون نہیں، اور وہ موصی[6] کی موت کے بعد ثلث مال سے زائد کی وصیّت جائز کر دیں تو صحیح ہے۔ موصی کی زندگی میں اگر وارثوں نے اجازت دی تو اس کا اعتبار نہیں۔ موصی کی موت کے بعد اجازت معتبر ہے۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۹۰ و ہدایہ)

مسئلہ ۱۳: وارثوں کی اجازت کے بغیر اجنبی شخص کے لئے تہائی مال میں وصیّت صحیح ہے۔[8] (تبیین از عالمگیری ج۶ ص۹۰)

مسئلہ ۱۴: موصی نے اگر اپنے کل مال کی وصیّت کر دی اور اس کا کوئی وارث نہیں ہے تو وصیّت نافذ ہو جائے گی بیت المال سے اجازت لینے کی حاجت نہیں۔[9] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج۶ ص۹۰)

مسئلہ ۱۵: احناف کے نزدیک وارث کے لئے وصیّت جائز نہیں مگر اس صورت میں جائز ہے کہ وارث اس کی اجازت

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج ٦، ص ٩٠.

2 ......یعنی تہائی مال۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج ٦، ص ٩٠.

4 ......جس کے لئے وصیت کی گئی۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج ٦، ص ٩٠.

6 ......وصیت کرنے والا۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج٦، ص ٩٠.

8 ......المرجع السابق. 9 ......المرجع السابق.

دیدیں اور اگر کسی نے وارث اور اجنبی دونوں کے لئے وصیّت کی تو اجنبی کے حق میں صحیح ہے اور وارث کے حق میں ورثہ کی اجازت پر موقوف رہے گی اگر انھوں نے جائز کردی تو جائز ہے اور اجازت نہیں دی تو باطل، اور یہ اجازت موصی کی حیات میں معتبر نہیں یہاں تک کہ اگر وارثوں نے موصی کی حیات میں اجازت دی تھی پھر بھی انھیں موصی کی موت کے بعد رجوع کر لینے کا حق ہے۔[1] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج۶ ص۹۰)

مسئلہ ۱۶: وارث اور غیر وارث ہونے کا اعتبار موصی کی موت کے وقت ہے نہ کہ بوقت وصیّت یعنی اگر موصیٰ لہ بوقت وصیّت موصی کا وارث تھا اور موصی کی موت کے وقت وارث نہ رہا تو وصیّت صحیح ہوگی اور بوقت وصیّت وارث نہیں تھا پھر بوقت موت وارث ہوگیا تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔ مثال کے طور پر اگر موصی نے اپنے بھائی کے لئے وصیّت کی اس حال میں کہ بھائی وارث تھا پھر موت سے پہلے موصی کے لڑکا پیدا ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیت صحیح ہوگئی۔ اور اگر اس نے اپنے بھائی کے لیے اس حال میں وصیت کی کہ موصی کا لڑکا موجود ہے پھر موت سے پہلے اس کے لڑکے کا انتقال ہوگیا تو بھائی کے حق میں وصیّت باطل ہوجائے گی۔[2] (تبیین از عالمگیری ج۶ ص۹۱)

مسئلہ ۱۷: وارثوں کی اجازت سے جب وصیّت جائز ہوگئی تو جس کے حق میں وصیّت جائز کی گئی وہ موصیٰ بہ کا مالک ہوجائے گا خواہ اس نے قبضہ نہ لیا ہو وارث کو اب رجوع کرنے کا حق نہیں رہا، وارث کی اجازت صحیح ہونے کے لئے شیوع مانع نہیں (یعنی موصیٰ بہ کا مشترک ہونا)۔[3] (کافی از عالمگیری ج۶ ص۹۱)

مسئلہ ۱۸: کسی نے وارث کے لئے وصیّت کی دوسرے وارث نے اس کی اجازت دیدی اگر یہ اجازت دینے والا وارث بالغ مریض ہے تو اگر یہ اپنے مرض سے صحت یاب ہوگیا تو اس کی اجازت صحیح ہوگئی اور اگر اس بیماری میں فوت ہوگیا تو اس کی یہ اجازت بمنزلہ ابتدائے وصیّت کے قرار پائے گی یہاں تک کہ اگر موصیٰ لہ اس متوفیٰ[4] اجازت دینے والے کا وارث ہے تو یہ وصیّت جائز نہ ہوگی مگر یہ کہ متوفّٰی کے دوسرے ورثاء اس کی اجازت دیدیں اور اگر اس صورت میں موصیٰ لہ وارث نہیں بلکہ اجنبی تھا تو یہ وصیّت صحیح ہوگی مگر ثلث مال میں جاری ہوگی۔[5] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۹۱ مطبوعہ پاکستان)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرها...إلخ، ج۶، ص۹۰.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص۹۱.

4 ......فوت شدہ۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرها...إلخ، ج۶، ص۹۱.

مسئلہ ۱۹: جس وصیّت کا جواز ونفاذ[1] ورثہ کی اجازت پر ہے اُن میں اگر بعض ورثہ نے اجازت دے دی اور بعض نے اجازت نہ دی یعنی بعض نے رد کردی تو اجازت دینے والے ورثہ کے حصہ میں نافذ ہوگی اور دوسرے کے حق میں باطل۔[2] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ۲۰: ہر وہ مقام جہاں ورثہ کی اجازت کی حاجت ہے اس اجازت میں شرط یہ ہے کہ مجیز اہل اجازت سے ہو مثلاً بالغ اور عاقل اور صحیح یعنی غیر مریض ہو۔[3] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ۲۱: موصی کی وصیّت اپنے قاتل کے لئے جائز نہیں خواہ موصی کا قتل اس نے عمداً کیا ہو یا خطاءً، خواہ موصی نے اپنے قاتل کے لئے وصیّت زخمی ہونے سے قبل کی ہو یا بعد میں لیکن اگر وارثوں نے اس وصیّت کو جائز کردیا تو امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ کے نزدیک جائز ہے۔[4] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ٩١ وقدوری)

مسئلہ ۲۲: ان صورتوں میں قاتل کے لئے وصیّت جائز ہے جب کہ قاتل نابالغ بچہ یا پاگل ہو اگرچہ ورثہ اس کو جائز نہ کریں یا یہ کہ قاتل کے علاوہ موصی کا کوئی دوسرا وارث نہ ہو یہ امام ابوحنیفہ اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ۲۳: کسی عورت نے مرد کو کسی دھاردار لوہے کی چیز سے یا بغیر دھار چیز سے مارا پھر اُسی مرد نے اس قاتلہ کے لئے وصیّت کی پھر اس سے نکاح کرلیا تو اس عورت کو اس مرد کی میراث نہ ملے گی نہ وصیّت، اس کو صرف اس کا مہر مثل ملے گا، مہر مثل مہر معین سے جس قدر زیادہ ہوگا وہ وصیت شمار ہوکر باطل قرار پائے گا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ۲۴: عمداً[7] قتل میں معاف کردینا جائز ہے اور اگر خطاءً قتل ہوا اور معاف کردیا تو یہ وصیّت شمار ہوگا لہٰذا ثُلث مال میں نافذ ہوگا۔[8] (عالمگیری ج ٦ ص ٩١)

مسئلہ ۲۵: موصی نے کسی شخص کے لئے وصیّت کی پھر موصٰی لہ کے خلاف دلیل قائم ہوگئی کہ وہ موصی کا قاتل ہے اور

---

1 ...... یعنی جائز ونافذ ہونا۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج٦، ص٩١.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج٦، ص٩١.

7 ......ارادۃً، جان بوجھ کر۔

8 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرھا...إلخ، ج٦، ص٩١.

بعض ورثاء نے اس کی تصدیق کی اور بعض نے تکذیب، تو موصیٰ لہ مقتول کی دیت ادا کرنے میں تکذیب کرنے والے وارثوں کے بقدر حصہ بری ہوگا اور موصی کی وصیت ان کے حصہ میں بقدر ثلث نافذ ہوگی اور تصدیق کرنے والے ورثہ کو موصیٰ لہ بقدر ان کے حصہ کے دیت ادا کرے گا اور ان کے حصہ میں اُس کے لئے وصیّت باطل ہوگی۔[1] (عالمگیری ج٦،ص٩١)

مسئلہ ٢٦: وصیّت جائز ہے اپنے وارث کے بیٹے کے لئے اور جائز ہے وصیّت قاتل کے باپ دادا کے لئے اور قاتل کے بیٹے پوتے کے لئے۔[2] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج٦،ص٩١)

مسئلہ ٢٧: اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کے گھوڑے پر ہر ماہ دس روپے خرچ کئے جائیں تو وصیّت صاحب فرس (یعنی گھوڑے کے مالک) کے لئے ہے لہٰذا اگر مالک نے گھوڑا بیچ دیا تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔[3] (ظہیریہ از عالمگیری ج٦،ص٩١)

مسئلہ ٢٨: مسلم کی وصیّت ذمی کے لئے اور ذمی کی وصیّت مسلمان کے لئے جائز ہے۔[4] (کافی از عالمگیری ج٦،ص٩١)

مسئلہ ٢٩: ذمی کی وصیّت کافر حربی غیر مستامن کے لئے (جو دارالاسلام میں امان لئے نہ ہو) صحیح نہیں۔[5] (بدائع از عالمگیری ج٦،ص٩١)

مسئلہ ٣٠: کافر حربی دارالحرب میں ہے اور مسلمان دارالاسلام میں ہے اس مسلمان نے اس کافر حربی کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت جائز نہیں اگر چہ ورثہ اس کی اجازت دیں اور اگر حربی موصیٰ لہ دارالاسلام میں امان لے کر داخل ہوا اور اپنی وصیّت حاصل کرنے کا قصد وارادہ کیا تو اسے مال وصیّت سے کچھ لینے کا اختیار نہیں خواہ ورثاء اس کی اجازت دیں اور اگر موصی بھی دارالحرب میں ہو تو اس میں مشائخ کا اختلاف ہے۔[6] (محیط از عالمگیری ج٦،ص٩٢)

مسئلہ ٣١: کافر حربی دارالاسلام میں امان لے کر آیا مسلمان نے اس کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت ثُلث مال میں جائز ہوگی خواہ ورثاء اس کی اجازت دیں یا نہ دیں لیکن ثُلث مال سے زائد میں ورثہ کی اجازت کی ضرورت ہے، کافر حربی مستامن کے لئے یہی حکم ہبہ کرنے اور صدقہ نافلہ دینے کا ہے۔[7] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج٦،ص٩٢)

مسئلہ ٣٢: مسلمان کی وصیّت مرتد کے لئے جائز نہیں۔[8] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج٦،ص٩٢)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الاول فی تفسيرها...إلخ،ج٦،ص٩١.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص٩٢.

7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۳: کسی شخص نے وصیّت کی لیکن اس پر اتنا قرض ہے کہ اس کے پورے مال کو محیط ہے[1] تو یہ وصیّت جائز نہیں مگر یہ کہ قرض خواہ اپنا قرض معاف کردیں۔[2] (ہدایہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۴: وصیّت کرنا اس کا صحیح ہے جو اپنا مال بطور احسان وحسن سلوک کسی کو دے سکتا ہو لہٰذا پاگل، دیوانے اور مکاتب و ماذون کا وصیّت کرنا صحیح نہیں اور یونہی اگر مجنون نے وصیّت کی پھر صحت پا کر مر گیا یہ وصیّت بھی صحیح نہیں کیونکہ بوقت وصیّت وہ اہل نہیں تھا۔[3] (ہدایہ والاختیار شرح المختار از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۵: بچہ کی وصیّت خواہ وہ قریب البلوغ ہو جائز نہیں۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۶: وصیّت مذاق میں، جبر واکراہ کی حالت میں اور خطاءً مونھ سے نکل جانے سے صحیح نہیں۔[5] (بدائع از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۷: آزاد عاقل خواہ مرد ہو یا عورت اس کی وصیّت جائز ہے اور وہ مسافر جو اپنے مال سے دور ہے اس کی وصیّت جائز ہے۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۸: پیٹ کے بچہ کی اور پیٹ کے بچے کے لئے وصیّت جائز ہے بشرطیکہ وہ بچہ وقت وصیّت سے چھ ماہ سے پہلے پہلے پیدا ہو جائے۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۳۹: اگر کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ ''میری یہ لونڈی فلاں کے لئے ہے مگر اس کے پیٹ کا بچہ نہیں'' تو یہ وصیّت اور استثناء دونوں جائز ہیں۔[8] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۹۲)

مسئلہ ۴۰: موصی نے اپنی بیوی کے پیٹ میں بچہ کے لئے وصیّت کی پھر وہ بچہ موصی کے انتقال اور اسکی وصیّت کے ایک ماہ بعد مرا ہوا پیدا ہوا تو اس کے لئے وصیّت صحیح نہیں اور اگر زندہ پیدا ہوا پھر مر گیا تو وصیّت جائز ہے موصی کے تہائی مال میں نافذ ہوگی اور اس بچہ کے وارثوں میں تقسیم ہوگی، اور اگر موصی کی بیوی کے دو جڑواں بچے ہوئے یعنی ایک ہی حمل میں اور ان میں سے ایک زندہ اور ایک مردہ ہے تو وصیّت زندہ کے حق میں نافذ ہوگی اور اگر دونوں زندہ پیدا ہوئے پھر ایک انتقال کر گیا تو وصیّت ان دونوں کے درمیان نصف نصف نافذ ہوگی اور جس بچہ کا انتقال ہو گیا اس کا حصہ

---

1 ......یعنی گھیرے ہوئے ہے۔

2 ......''الفتاوی الهندیة''، کتاب الوصایا، الباب الاول فی تفسیرها...إلخ، ج٦، ص٩٢.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

اس کے وارثوں کی میراث ہوگا۔[1] (عالمگیری ج٦،ص٩٢)

مسئلہ۴۱: موصی نے یہ وصیّت کی کہ اگر فلاں عورت کے پیٹ میں لڑکی ہے تو اس کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت ہے اور اگر لڑکا ہے تو اس کے لئے دو ہزار روپے کی وصیّت ہے پھر اس عورت نے چھ ماہ سے ایک یوم قبل لڑکی کو جنم دیا اور اس کے دو دن یا تین دن بعد لڑکا جنا تو دونوں کے لئے وصیّت نافذ ہوگی اور موصی کے تہائی مال سے دی جائے گی۔[2] (عالمگیری ج٦،ص٩٢)

وصیّت سے رجوع کرنے کا بیان

مسئلہ۱: وصیّت کرنے والے کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ اپنی وصیّت سے رجوع کرلے، یہ رجوع کبھی صریحاً ہوتا ہے اور کبھی دلالۃً۔ صریحاً کی صورت یہ ہے کہ صاف لفظوں میں کہے کہ میں نے وصیّت سے رجوع کرلیا یا اسی قسم کے اور کوئی صریح لفظ بولے اور دلالۃً رجوع کرنے کی صورت یہ ہے کہ کوئی ایسا عمل کرے جو رجوع کر لینے پر دلالت کرے، اس کے لئے اصل کلی[3] یہ ہے کہ ہر ایسا فعل جسے ملکِ غیر[4] میں عمل میں لانے سے مالک کا حق منقطع[5] ہوجائے، اگر موصی ایسا کام کرے تو یہ اس کا اپنی وصیّت سے رجوع کرنا ہوگا۔ اسی طرح ہر وہ فعل جس سے موصٰی بہ میں زیادتی اور اضافہ ہوجائے اور اس زیادتی کے بغیر موصٰی بہ[6] کو موصٰی لہ[7] کے حوالے نہ کیا جاسکے تو یہ فعل بھی رجوع کرنا ہے، اسی طرح ہر وہ تصرف جو موصٰی بہ کو موصی کی ملکیت سے خارج کردے یہ بھی رجوع کرنا ہے۔[8] (عالمگیری ج٦،ص٩٢) ان اصولوں سے مندرجہ ذیل مسائل نکلتے ہیں:

مسئلہ۲: موصی نے کسی کپڑے کی وصیّت کی پھر اس کپڑے کو کاٹا اور سی لیا یا روئی کی وصیّت کی پھر اسے سوت بنالیا یا سوت کی وصیّت کی پھر اسے بُن لیا یا لوہے کی وصیّت کی پھر اُسے برتن بنالیا تو یہ سب صورتیں وصیّت سے رجوع کر لینے کی ہیں۔[9] (عالمگیری ج٦،ص٩٣)

مسئلہ۳: چاندی کے ٹکڑے کی وصیّت کی پھر اس کی انگوٹھی بنالی یا سونے کے ٹکڑے کی وصیت کی پھر اس کا کوئی زیور

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج٦، ص٩٢.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی قاعدہ کلیہ۔

4 ......یعنی دوسرے کی ملکیت۔

5 ......ختم۔

6 ......جس چیز کی وصیت کی گئی۔

7 ......جس کے لیے وصیت کی گئی۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج٦، ص٩٢.

9 ......المرجع السابق، ص٩٢، ٩٣.

بنالیا یہ رجوع صحیح نہیں ہے۔[1] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ٩٣)

مسئلہ ۴: اگر موصی نے موصیٰ بہ کو فروخت کردیا پھر اس کو خرید لیا یا اس نے موصیٰ بہ کو ہبہ کردیا پھر اس سے رجوع کرلیا تو وصیّت باطل ہوجائے گی۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٣)

مسئلہ ۵: جس بکری کی وصیّت کردی تھی اُسے ذبح کرلیا یہ بھی وصیّت سے رجوع کرلینا ہے لیکن جس کپڑے کی وصیّت کی تھی اسے دھویا تو یہ رجوع نہیں۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٣)

مسئلہ ٦: پہلے وصیّت کردی پھر اس سے منکر ہوگیا تو اس کا یہ انکار اگر موصیٰ لہ کی عدم موجودگی میں ہو تو یہ رجوع نہیں لیکن اگر موصیٰ لہ کی موجودگی میں انکار کیا تو یہ وصیّت سے رجوع ہے۔[4] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ٩٣)

مسئلہ ۷: موصی نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے جو بھی وصیّت کی وہ حرام ہے یا ربو (سود) ہے تو یہ رجوع نہیں لیکن اگر یہ کہا کہ وہ باطل ہے تو یہ رجوع ہے۔[5] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ٩٣)

مسئلہ ۸: لوہے کی وصیّت کی پھر اس کی تلوار یا زرہ[6] بنالی تو یہ رجوع ہے۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٣)

مسئلہ ۹: گیہوں کی وصیّت کی پھر اس کا آٹا پسوالیا یا آٹے کی وصیّت کی پھر اس کی روٹی پکالی تو یہ وصیّت سے رجوع کرلینا ہے۔[8] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٣)

مسئلہ ۱۰: گھر کی وصیّت کی پھر اس میں گچ کرایا[9] یا اس کو گرادیا تو یہ رجوع نہیں اگر اس کی بہت زیادہ لہسائی[10] کرائی تو یہ رجوع ہے۔[11] (قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ٩٣)

مسئلہ ۱۱: زمین کی وصیّت کی پھر اس میں انگور کا باغ لگایا یا دیگر پیڑ لگادیئے تو یہ رجوع ہے اور اگر زمین کی وصیّت کی پھر اس میں سبزی اگائی تو یہ رجوع نہیں۔[12] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ٩٣)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فى تفسيرها... إلخ، ج٦، ص٩٣.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......جنگ میں پہنا جانے والا لوہے کا لباس۔

7 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فى تفسيرها... إلخ، ج٦، ص٩٣.

8 ......المرجع السابق.

9 ......یعنی چونے کا پلستر کرایا۔ 10 ......گیلی مٹی یا گارے سے دیواروں کو لیپ کر ہموار کرنا، لپائی۔

11 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فى تفسيرها... إلخ، ج٦، ص٩٣.

12 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۲: انگور کی وصیّت کی پھر وہ منقّٰی ہوگیا یا چاندی کی وصیّت کی پھر وہ انگوٹھی میں تبدیل ہوگئی یا انڈے کی وصیّت کی پھر اس سے بچہ نکل آیا، گیہوں کی بال کی وصیّت کی پھر وہ گیہوں ہوگیا اگر یہ تبدیلیاں موصی کی موت سے پہلے وقوع میں آئیں تو وصیّت باطل ہوگئی اور اگر موصی کے انتقال کے بعد یہ تبدیلیاں ہوئیں تو وصیّت نافذ ہوگی۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۹۴ مطبوعہ پاکستان)

مسئلہ ۱۳: ایک شخص نے دوسرے کے مال میں ایک ہزار روپے کی وصیّت کسی کے لئے کردی یا اُس کے کپڑے کی وصیّت کردی اور اس دوسرے شخص یعنی مالک نے وصیّت کرنے والے کی موت سے پہلے یا موت کے بعد اسے جائز کردیا تو اس مالک کے لئے اس وصیّت سے رجوع کرلینا جائز ہے جب تک موصٰی لہ کے سپرد نہ کردے لیکن اگر موصٰی لہ نے قبضہ لے لیا تو وصیّت نافذ ہوجائے گی کیونکہ مالِ غیر کی وصیّت ایسی ہے جیسے مالِ غیر کو ہبہ کرنا لہٰذا بغیر تسلیم اور قبضہ کے صحیح نہیں۔[2] (مبسوط از عالمگیری ج۶ ص۹۴)

وصیّت کے الفاظ کا بیان

''کن الفاظ سے وصیّت ثابت ہوتی ہے اور کن الفاظ سے نہیں نیز کونسی وصیّت جائز ہے اور کونسی نہیں۔''

مسئلہ ۱: کسی شخص نے دوسرے سے کہا کہ تو میرے مرنے کے بعد میرا وکیل ہے تو وہ اس کا وصی ہوگا اور اگر یہ کہا کہ تو میری زندگی میں میرا وصی ہے تو وہ اس کا وکیل ہوگا۔[3] (ظہیریہ از عالمگیری ج۶ ص۹۴)

مسئلہ ۲: اگر کسی نے دوسرے شخص سے کہا کہ تجھے سَو روپے اجرت ملے گی اس شرط پر کہ تو میرا وصی بن جائے، تو یہ شرط باطل ہے سَو روپے اس کے حق میں وصیّت ہیں اور وہ اس کا وصی مانا جائے گا۔[4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۹۴)

مسئلہ ۳: ایک شخص نے کہا کہ تم لوگ گواہ رہو کہ میں نے فلاں شخص کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کردی اور میں نے وصیّت کی کہ میرے مال میں فلاں کے ایک ہزار روپے ہیں تو پہلی صورت وصیّت کی ہے اور دوسری صورت اقرار کی ہے۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۹۴)

مسئلہ ۴: کسی نے وصیّت میں یہ لفظ کہے کہ میرا تہائی مکان فلاں کے لئے ہے میں اس کی اجازت دیتا ہوں، تو یہ وصیّت ہے اور اگر یہ الفاظ کہے کہ میرے مکان میں فلاں شخص کا چھٹا حصہ ہے تو یہ اقرار ہے۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۹۴) اسی

---

1 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الاول فی تفسيرها...إلخ، ج٦، ص٩٤.

2 ……المرجع السابق.

3 ……المرجع السابق، الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٤.

4 ……المرجع السابق، ص٩٤.

5 ……المرجع السابق.

6 ……المرجع السابق.

اصول پر اگر اس نے وصیّت کے موقع پر یوں کہا کہ فلاں کے لئے میرے مال سے ہزار درہم ہیں تو یہ استحساناً وصیّت ہے اور اگر یوں کہا کہ فلاں کے میرے مال میں ہزار درہم ہیں تو یہ اقرار ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۴)

مسئلہ۵: اگر کسی شخص نے یہ کہا کہ میرا یہ مکان (گھر) فلاں کے لئے اور اس وقت وصیّت کا کوئی ذکر نہ تھا نہ یہ کہا کہ میرے مرنے کے بعد، تو یہ ہبہ ہے اگر موہوب لہ نے ہبہ کرنے والے کی زندگی ہی میں قبضہ لے لیا تو صحیح ہو گیا اور اگر قبضہ نہ لیا تھا کہ ہبہ کرنے والے کی موت واقع ہو گئی تو ہبہ باطل ہو گیا۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۴)

مسئلہ۶: وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میں نے وصیت کی کہ فلاں شخص کو میرے مرنے کے بعد میرا تہائی مکان ہبہ کر دیا جائے تو یہ وصیت ہے اور اس میں موصی کی زندگی میں قبضہ لینا شرط نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۴)

مسئلہ۷: مریض نے کسی شخص سے کہا کہ میرے ذمہ کا قرض ادا کر دے تو یہ شخص اس کا وصی بن گیا۔[4] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج ۶ ص ۹۴)

مسئلہ۸: کسی شخص نے حالت مرض یا حالت صحت میں کہا کہ اگر میرا حادثہ ہو جائے تو فلاں کے لئے اتنا ہے تو یہ وصیّت ہے، اور حادثہ کا مطلب موت ہے، اسی طرح اگر اس نے یہ کہا کہ فلاں کے لئے میرے ثلث مال سے ہزار درہم ہیں تو یہ وصیّت شمار ہو گی۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۴)

مسئلہ۹: کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ میرے والد کی وصیت سے جو تحریر شدہ وصیّت ہے اور میں نے اسے نافذ نہ کیا ہو تو تم اسے نافذ کر دینا یا اس نے بحالت مرض اپنے نفس پر اس کا اقرار کیا (یعنی یہ اقرار کیا کہ میرے والد کی وصیّت کا نفاذ میرے ذمہ باقی ہے) تو وصیّت ہے اگر ورثا اس کی تصدیق کر دیں اور اگر ورثہ نے اس کی تکذیب کی تو یہ موصی کے ثلث مال میں نافذ ہو گی۔[6] (ظہیریہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۴)

مسئلہ۱۰: مریض نے صرف اتنا کہا کہ میرے مال سے ایک ہزار نکال لو یا یہ کہا ''ایک ہزار درہم نکال لو' اور اس کے علاوہ کچھ نہ کہا پھر وہ مر گیا تو اگر یہ الفاظ وصیّت میں کہے تو وصیّت صحیح ہو گئی، اتنا مال فقراء پر صرف کیا جائے گا۔ اسی طرح کسی مریض سے کہا گیا کہ کچھ مال کی وصیّت کر دو اس نے کہا ''میرا تہائی مال''، اس سے زیادہ نہ کہا، تو اگر یہ سوال کے فوراً بعد کہا تو اس کا تہائی مال فقراء پر صرف کیا جائے گا۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۵)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية... إلخ، ج٦، ص٩٤.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق، ص٩٥.

مسئلہ ۱۱: ایک شخص نے وصیّت کی کہ لوگوں کو ایک ہزار درہم دیئے جائیں تو یہ وصیّت باطل ہے اگر اس نے یہ کہا ایک ہزار درہم صدقہ کردو تو یہ جائز ہے فقراء پر خرچ کئے جائیں۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مسئلہ ۱۲: ایک شخص نے یہ کہا کہ اگر میں اپنے اس سفر میں مرجاؤں تو فلاں شخص کے مجھ پر ہزار درہم قرض ہیں تو یہ وصیّت شمار ہوگی اور اس کے تہائی مال میں نافذ ہوگی۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مسئلہ ۱۳: کسی شخص نے وصیّت کی کہ میرا جنازہ فلاں بستی یا شہر میں لے جایا جائے اور وہاں دفن کیا جاوے اور وہاں میرے تہائی مال سے ایک رباط (سرائے)[3] تعمیر کیا جائے تو یہ رباط تعمیر کرنے کی وصیّت جائز ہے اور جنازہ وہاں لے جانے کی وصیّت باطل اور اگر وصی بغیر ورثہ کی اجازت و رضامندی کے اُس کا جنازہ وہاں لے گیا تو اس کے اخراجات کا ضامن خود ہوگا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مسئلہ ۱۴: اگر کسی شخص نے اپنی قبر کو پختہ خوبصورت بنانے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مسئلہ ۱۵: کوئی شخص یہ وصیّت کرے کہ میرے مرنے کے بعد کھانا تیار کیا جائے اور تعزیت کرنے کے لئے آنے والوں کو کھلایا جائے تو یہ وصیّت ثلث مال میں نافذ ہوگی یہ کھانا ان لوگوں کے لئے ہوگا جو میت کے مکان پر طویل قیام رکھتے ہیں یا وہ دور دراز علاقے سے آئے ہوں اور اس میں غریب امیر سب برابر ہیں سب کو یہ کھانا جائز ہے لیکن جو لمبی مسافت طے کر کے نہیں آیا یا اس کا قیام طویل نہیں ہے ان کے لئے یہ کھانا جائز نہیں، اگر وصی نے کھانا زیادہ تیار کرادیا کہ یہ لوگ کھا چکے اور کھانا بہت زیادہ بچ رہا تو وصی اس زیادہ خرچ کا ضامن ہوگا اور کھانا بہت تھوڑا بچا تو وصی ضامن نہ ہوگا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥)

مسئلہ ۱٦: ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد لوگوں کے لئے تین دن کھانا پکوایا جائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ٩٥، **جد الممتار حاشیہ ردالمحتار** مخطوطہ)

فائدہ: اہلِ مصیبت یعنی جس کے گھر میں موت ہوئی ان کو کھانا پکا کر دینا اور کھلانا پہلے دن میں جائز ہے کیونکہ وہ

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیة...إلخ، ج٦، ص٩٥.

2 ......المرجع السابق.

3 ......مسافرخانہ۔

4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب الثانی فی بیان الالفاظ التی تکون وصیة...إلخ، ج٦، ص٩٥.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

میت کی تجہیز و تکفین میں مشغولیت اور شدتِ غم کی وجہ سے کھانا نہیں پکا سکتے ہیں لیکن موت کے بعد تیسرے دن غیر مستحب مکروہ ہے۔[1] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۹۵، کشف الغطاء و تاتارخانیہ از فتاویٰ رضویہ) اور اگر تعزیت کے لئے عورتیں جمع ہوں کہ نوحہ کریں تو انہیں کھانا نہ دیا جائے کہ گناہ پر مدد دینا ہے۔[2] (فتاویٰ قاضی خاں)

مسئلہ ۱۷: کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ اسے ایک ہزار دینار یا دس ہزار درہم کی قیمت کا کفن دیا جائے تو یہ وصیّت نافذ نہ ہوگی اسے اوسط درجہ کا کفن دیا جائے گا جس میں نہ فضول خرچی ہو اور نہ بخل اور نہ تنگی۔ (واقعات الناطفی از عالمگیری ج۶ ص۹۵) اسی میں دوسری جگہ بیان کیا گیا ہے کہ ایسے شخص کو کفن مثل دیا جائے گا اور کفن مثل یہ ہے کہ وہ اپنی زندگی میں جمعہ و عیدین اور شادیوں میں شرکت کے لئے جس قسم کا اور جس قیمت کا کپڑا پہنتا تھا اسی قیمت اور اسی قسم کے کپڑے کا کفن اُسے دیا جائے گا۔[3] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۱۸: عورت نے اپنے شوہر کو وصیّت کی کہ اس کا کفن وہ اس کے مہر میں سے دے جو شوہر پر واجب ہے تو عورت کا اپنے کفن کے بارے میں کچھ کہنا یا منع کرنا باطل ہے۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۱۹: اپنے گھر میں دفن کرنے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے لیکن اگر اس نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھر مسلمانوں کے لئے قبرستان بنا دیا جائے تو پھر اس گھر میں اس کا دفن کرنا جائز و صحیح ہے۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۲۰: یہ وصیّت کی کہ مجھے اپنے کمرے میں دفن کیا جائے تو یہ وصیّت صحیح نہیں، اسے مقابر مسلمین میں دفن کیا جائے گا۔[6] (الفتاویٰ الخلاصہ از عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۲۱: یہ وصیّت کی کہ میرے جنازے کی نماز فلاں شخص پڑھائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[7] (العیون والفتاویٰ الخلاصہ از عالمگیری ج۶ ص۹۵)

مسئلہ ۲۲: کسی نے وصیّت کی کہ میرا ثلث مال مسلمان میتوں کے کفن یا اُن کی گورکنی میں[8] یا مسلمانوں کو پانی پلانے میں خرچ کیا جائے، تو یہ وصیّت باطل ہے اور اگر وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فقرائے مسلمین کے کفن میں خرچ کیا جائے یا ان کی قبریں کھودوانے میں خرچ کیا جائے تو یہ جائز ہے وصیّت صحیح ہے۔[9] (عالمگیری ج۶ ص۹۵)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.
2 ......"الفتاوی الخانية"، كتاب الوصايا، ج٢، ص٤٢٢.
3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.
4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.
6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.
8 ......یعنی قبریں کھودنے میں۔
9 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٥.

مسئلہ ۲۳: موصی نے وصیّت کی کہ میرا گھر قبرستان بنادیا جائے پھراس کے کسی وارث کا انتقال ہوا تو اس میں اس وارث کو دفن کرنا جائز ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۵)

مسئلہ ۲۴: کسی شخص نے وصیّت کی کہ میرا گھر لوگوں کو ٹھہرانے کے لئے سرائے بنادیا جائے تو یہ وصیّت صحیح نہیں۔[2] (فتاویٰ الفضلی از عالمگیری ج ۶، ص ۹۵) بخلاف اس کے کہ اگر یہ وصیّت کی کہ میرا گھر سقایہ[3] بنادیا جائے تو وصیّت صحیح ہے۔[4] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۹۵)

مسئلہ ۲۵: مرنے والے نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے اسی ٹاٹ یا کمبل میں دفن کیا جائے یا میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی لگادی جائے یا میرے پاؤں میں بیڑی ڈال دی جائے تو یہ وصیّت خلاف شرع اور باطل ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶) اور اسے کفن مثل دیا جائے گا اور اسے عام مسلمانوں کی طرح دفن کیا جائے گا۔

مسئلہ ۲۶: اپنی قبر کو مٹی گارے سے لیپنے کی وصیّت کی یا اپنی قبر پر قبہ[6] تعمیر کرنے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت باطل ہے لیکن اگر قبر ایسی جگہ ہے جس کو درندوں اور جانوروں کے خوف سے لیپنے کی ضرورت ہے تو وصیّت نافذ ہوگی۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۲۷: اپنے مرض الموت میں کسی نے اپنی لڑکی کو پچاس روپے دیئے اور کہا کہ اگر میری موت ہوجائے تو میری قبر تعمیر کرانا اور اسی کے قریب رہنا اور اس میں سے تیرے لئے پانچ روپے ہیں باقی روپے سے گیہوں خرید کر کے صدقہ کردینا تو اس لڑکی کو یہ پانچ روپے لینا جائز نہیں اور اگر قبر کو مضبوطی کے لئے بنانے کی ضرورت ہے نہ کہ زینت وآرائش کے لئے تو بقدر ضرورت اسے تعمیر کرایا جائے گا اور باقی فقراء پر صدقہ کردیا جائے گا۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۹۶)

مسئلہ ۲۸: یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے کسی آدمی کو اتنا مال دیا جائے کہ وہ میری قبر پر قرآن پاک کی تلاوت

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ،ج٦،ص٩٥.

2 ......المرجع السابق.

3 ......پانی کی سبیل، پانی پلانے کی جگہ۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ،ج٦،ص٩٥.

5 ......المرجع السابق،ص٩٥.

6 ......یعنی گنبد۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تكون وصية...إلخ،ج٦،ص٩٦.

8 ......المرجع السابق.

کرے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[1] (عالمگیری ج٦،ص٩٦)

مسئلہ۲۹: کسی نے وصیّت کی کہ اس کی کتابیں دفن کردی جائیں تو ان کتابوں کو دفن کرنا جائز نہیں مگر یہ کہ ان کتابوں میں ایسی چیزیں ہوں جو کسی کی سمجھ میں نہ آتی ہوں یا ان کتابوں میں ایسا مواد ہو جس سے فساد پیدا ہوتا ہو۔[2] (محیط) فساد معاشرہ کا ہو یا عقیدہ و مذہب کا۔ (عالمگیری ج٦،ص٩٦)

مسئلہ۳۰: بیت المقدس کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی تو جائز ہے اور یہ مال بیت المقدس کی عمارت اور چراغ بتی و روشنی وغیرہ پر خرچ ہوگا۔ (عالمگیری ج٦،ص٩٦) فقہاء نے اس مسئلہ سے وقف مسجد کی آمدنی سے مسجد کے اندر روشنی کرنے کے جواز کا قول کیا ہے۔[3] (عالمگیری ج٦،ص٩٦)

مسئلہ۳۱: موصی نے اپنے مال سے جہاد فی سبیل اللہ کرنے کی وصیّت کی تو وصی کو جہاد کرنے والے شخص کو اس کے کھانے پینے آنے جانے اور مورچہ پر رہنے کا خرچہ موصی کے مال سے دینا ہوگا، لیکن مجاہد کے گھر کا خرچ اس میں نہیں، اگر مجاہد پر خرچ کرنے سے کچھ مال بچ گیا تو وہ موصی کے ورثہ کو واپس کردیا جائے گا اور مناسب یہ ہے کہ موصی کی طرف سے جہاد کے لئے موصی کے گھر سے روانہ ہو جیسے کہ حج کی وصیّت میں موصی کے گھر سے روانہ ہونا ہے۔[4] (عالمگیری ج٦،ص٩٦)

مسئلہ۳۲: مسلمان کی وصیّت عیسائی فقراء کے لئے جائز ہے لیکن ان کے لئے گرجا تعمیر کرنے کی وصیّت جائز نہیں کیوں کہ یہ گناہ ہے اور جو شخص اس گناہ میں اعانت کریگا گناہگار ہوگا۔[5] (عالمگیری ج٦،ص٩٦)

مسئلہ۳۳: یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال مسجد پر خرچ کیا جائے تو یہ جائز ہے اور یہ مال مسجد کی تعمیر اور اس کے چراغ و بتی وغیرہ پر خرچ ہوگا۔[6] (عالمگیری ج٦،ص٩٦)

مسئلہ۳۴: ایک شخص نے اپنی اس زمین کی وصیّت کی جس میں کھیتی[7] کھڑی ہے لیکن کھیتی کی وصیّت نہیں کی تو یہ جائز ہے اور یہ کھیتی کٹنے کے وقت تک اس میں باقی رہے گی اور اس کا معاوضہ دیا جائے گا۔[8] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج٦،ص٩٦)

مسئلہ۳۵: کسی نے وصیّت کی کہ میرا گھوڑا میری طرف سے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے میں استعمال کیا جائے تو یہ وصیّت جائز ہے اور اسے غزوہ میں استعمال کیا جائے گا، استعمال کرنے والا امیر ہو یا غریب اور جب غازی غزوہ سے واپس آئے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تکون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٦.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

7 ......یعنی فصل۔

8 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الثانی فی بيان الالفاظ التی تکون وصية...إلخ، ج٦، ص٩٦.

تو گھوڑا ورثہ کو واپس کردے اور ورثہ اس گھوڑے کو ہمیشہ غزوہ کے لئے دیتے رہیں گے۔[1] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۹۶)

مسئلہ ۳۶: اگر کسی نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھوڑا اور میرے ہتھیار فی سبیل اللہ ہیں تو اس کا مطلب کسی کو مالک بنادینا ہے لہٰذا کوئی غریب وفقیر آدمی ان کا مالک بنادیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۹۶)

مسئلہ ۳۷: کسی شخص نے یہ وصیّت کی کہ اس کی آراضی[3] مساکین کے لئے قبرستان کردی جائے یا یہ وصیّت کی کہ اسے آنے جانے والوں کے لئے سرائے بنادیا جائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۹۷)

مسئلہ ۳۸: مصحف[5] کی وصیّت کی کہ وہ مسجد میں وقف کردیا جائے تو یہ وصیّت جائز ہے۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۹۷)

مسئلہ ۳۹: یہ وصیّت کی کہ اس کی زمین مسجد بنادی جائے تو یہ بلا اختلاف جائز ہے۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۹۷)

مسئلہ ۴۰: وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میرا تہائی مال اللہ تعالیٰ کے لئے ہے تو یہ وصیّت جائز ہے اور یہ مال نیکی و بھلائی کے راستے میں خرچ ہوگا اور فقراء پر صرف کیا جائے گا۔[8] (عالمگیری ج۶ ص۹۷)

مسئلہ ۴۱: وصیّت کرنے والے نے کہا میرا تہائی مال فی سبیل اللہ (راہ خدا میں) ہے یہاں فی سبیل اللہ کا مطلب غزوہ ہے۔[9] (عالمگیری ج۶ ص۹۷)

مسئلہ ۴۲: اگر یہ کہا کہ میرا تہائی مال نیک کاموں کے لئے ہے تو اسے تعمیر مسجد اور اسکی چراغ وبتی میں خرچ کرنا جائز ہے لیکن مسجد کی آرائش وزیبائش میں خرچ کرنا جائز نہیں۔[10] (عالمگیری ج۶ ص۹۷)

مسئلہ ۴۳: اگر کسی نے اپنے تہائی مال کی وجوہ خیر میں خرچ کرنے کی وصیّت کی تو اُسے پل بنانے، مسجد بنانے اور طالبانِ علم پر خرچ کیا جائے گا۔[11] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج۶ ص۹۷)

مسئلہ ۴۴: کسی نے وصیّت کی کہ میرا تہائی مال گاؤں کے مصالح میں خرچ کیا جائے تو یہ وصیّت باطل ہے۔[12] (عالمگیری ج۶ ص۹۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الوصايا،الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ،ج٦،ص٩٦.

2 ......المرجع السابق.

3 ......زمین۔

4 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الوصايا،الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ،ج٦،ص٩٧.

5 ......قرآن شریف۔

6 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الوصايا، الباب الثاني في بيان الالفاظ التي تكون وصية...إلخ،ج٦،ص٩٧.

7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق. 9 ......المرجع السابق.

10 ......المرجع السابق. 11 ......المرجع السابق. 12 ......المرجع السابق.

ثلث مال کی وصیّت کا بیان

''وصیت ثُلث مال کی یا زیادہ یا کم کی، ورثہ نے اس کی اجازت دی یا نہ دی یا بعض نے اجازت دی، بعض نے نہ دی، بیٹی یا بیٹے کے حصہ کے برابر کی وصیّت وغیرہ۔''

مسئلہ ۱: مرنے والے نے کسی آدمی کے حق میں اپنے چوتھائی مال کی وصیّت کی اور ایک دوسرے آدمی کے حق میں اپنے نصف مال کی، اگر ورثہ نے اس وصیّت کو جائز رکھا تو نصف مال اس کو ملے گا جس کے حق میں نصف مال کی وصیّت ہے اور چوتھائی مال اسے دیا جائے گا جس کے لئے چوتھائی مال کی وصیت کی اور باقی مال وارثوں کے درمیان مقررہ حصوں کے مطابق تقسیم کیا جائے گا اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو اس صورت میں مرنے والے موصی کی وصیّت اس کے ثلث مال میں صحیح ہوگی اور اس کا ثلث مال سات حصوں میں منقسم [1] ہوکر چار حصے نصف مال کی وصیّت والے کو اور تین حصے چوتھائی مال کی وصیّت والے کو ملیں گے۔ [2] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۲: ایک شخص کے حق میں اپنے ثُلث مال (تہائی مال) کی وصیّت کی اور دوسرے کے حق میں اپنے سدس مال کی (چھٹے حصے کی) تو اس صورت میں اس کے ثلث مال کے تین حصے کئے جائیں گے اس میں سے ۲ حصے ثلث مال کی وصیّت والے کے لئے اور ایک حصہ اسے جس کے حق میں سدس مال کی وصیّت کی۔ [3] (ہدایہ از عالمگیری ج۶ ص ۹۷)

مسئلہ ۳: ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرا کل مال فلاں شخص کو دیدیا جائے اور ایک دوسرے شخص کے لئے وصیت کی کہ اسے میرے مال کا تہائی حصہ دیا جائے تو اگر اس کے وارث نہیں ہیں یا ہیں مگر انھوں نے اس وصیت کو جائز کر دیا تو اس کا مال دونوں (موصیٰ لہما) [4] کے درمیان بطریقِ منازعت تقسیم ہوگا اور اس کی صورت یہ ہے کہ ثلث مال نکال کر بقیہ کل اس کو دیدیا جائے گا جس کے حق میں کل مال کی وصیّت ہے رہا ثلث مال تو وہ دونوں کے مابین نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا۔ [5] (عالمگیری ج۶، ص ۹۸)

مسئلہ ۴: موصی نے ایک شخص کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی اور دوسرے شخص کے لئے بھی اپنے ثلث مال کی

---

1 ...... تقسیم۔

2 ......''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال...إلخ، ج۶، ص۹۷.

3 ......المرجع السابق، ص۹۸.

4 ......یعنی جن دونوں کے لئے وصیت کی گئی۔

5 ......''الفتاوی الھندیۃ''، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیۃ بثلث المال...إلخ، ج۶، ص۹۸.

وصیّت کردی اور ورثہ اس کے لئے راضی نہ ہوئے تو اس کا ثلث مال دونوں کے مابین تقسیم ہوگا۔[1] (کافی از عالمگیری ج٦ ص ٩٨)

مسئلہ۵: کسی نے وصیّت کی کہ میرے مال کا ایک حصہ یا میرا کچھ مال فلاں شخص کو دیدیا جائے تو اسکی تشریح کا حق موصی کو ہے اگر وہ زندہ ہے اور اسکی موت کے بعد اس کی تشریح کا حق ورثہ کو ہے۔[2] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج٦ ص ٩٨)

مسئلہ٦: کسی نے اپنے مال کے ایک جزو کی وصیت کی تو ورثہ سے کہا جائے گا کہ تم جتنا چاہو موصیٰ لہ کو دیدو۔[3] (عالمگیری ج٦ ص ٩٨)

مسئلہ۷: اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیّت کی پھر اُس کا انتقال ہوگیا اور اس کا کوئی وارث بھی نہیں ہے تو موصیٰ لہ کو نصف ملے گا اور نصف بیت المال[4] میں جمع ہوگا۔[5] (محیط السرخسی از عالمگیری ج٦ ص ٩٩)

مسئلہ۸: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے وارثوں میں ایک ماں اور ایک بیٹا چھوڑا اور یہ وصیّت کر گیا کہ فلاں کو میرے مال سے بیٹی کا حصہ ہے (اگر بیٹی ہوتی اور اُسے حصہ ملتا) تو وصیّت جائز ہے اور اس کا مال سترہ حصوں میں منقسم ہو کر موصیٰ لہ کو پانچ حصے ملیں گے دو حصے ماں کو اور دس حصے بیٹے کو ملیں گے۔[6] (عالمگیری ج٦ ص ٩٩)

مسئلہ۹: اگر میت نے اپنے ورثہ میں ایک بیوی اور ایک بیٹا چھوڑا اور ایک دوسرے بیٹے کے برابر حصہ کی وصیّت کسی کے لئے کی (اگر دوسرا بیٹا ہوتا) اور وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز رکھا تو اس کا ترکہ پندرہ حصوں میں منقسم ہوگا، موصیٰ لہ (جس کے حق میں وصیّت کی) کو سات حصے، بیوہ بیوی کو ایک حصہ اور بیٹے کو سات حصے دیئے جائیں گے۔[7] (عالمگیری ج٦ ص ٩٩)

مسئلہ۱۰: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے وارثوں میں ایک لڑکی اور ایک بھائی چھوڑا اور کسی شخص کے لئے بقدر حصہ بیٹے کے وصیّت کی (اگر ہوتا) اور وارثوں نے اس وصیّت کو جائز رکھا تو اس صورت میں موصیٰ لہ کو اس کے مال کے دو ثلث (دو تہائی) حصے ملیں گے اور ایک ثلث بھائی اور بیٹی کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو اس صورت میں موصیٰ لہ کو ایک ثلث ملے گا اور دو ثلث بھائی اور بیٹی میں نصف نصف تقسیم ہوں گے۔[8] (عالمگیری ج٦ ص ١٠٠)

مسئلہ۱۱: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ورثہ میں ایک بھائی اور ایک بہن چھوڑے اور یہ وصیّت کی کہ فلاں کو میرے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص٩٨.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......آج کل بیت المال کا وجود نہیں اس لئے یہ مال کسی مسلم مسکین یا مدارس دینیہ میں دے دیا جائے۔ ۱۲ عطاء المصطفیٰ قادری۔

5 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص٩٩.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق، ص١٠٠.

مال سے بقدر بیٹے کے حصے کے دینا (اگر بیٹا ہوتا) اور وارثوں نے اس کی اجازت دیدی تو اس صورت میں کل مال موصی لہ کو ملے گا اور بھائی اور بہن کو اس کے مال سے کچھ حصہ نہ ملے گا اور اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کو بیٹے کے حصے کے مثل دینا تو اس صورت میں موصٰی لہ کو اس کے مال کا نصف ملے گا اور باقی نصف میں بھائی بہن شریک ہوں گے بھائی کو ۲ حصے اور بہن کا ایک حصہ۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۰)

مسئلہ ۱۲: وصیّت کرنے والے نے وصیّت کی کہ میرے مال سے فلاں کو بقدر بیٹی کے حصے کے دیا جائے اور وارثوں میں اس نے ایک بیٹی، ایک بہن چھوڑی تو اس صورت میں موصٰی لہ کو اس کا تہائی مال ملے گا ورثہ اجازت دیں یا نہ دیں۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۰)

مسئلہ ۱۳: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے اپنے وارثوں میں ایک بیٹا اور باپ چھوڑے اور وصیّت کی کہ فلاں شخص کو میرے بیٹے کے حصہ کے مثل حصہ دیا جائے تو اگر وارثوں نے اس کی وصیت کو جائز رکھا تو اس کا مال گیارہ حصوں میں تقسیم ہو کر موصٰی لہ کو پانچ حصے، باپ کو ایک حصہ اور بیٹے کو پانچ حصے ملیں گے اور اگر وارثوں نے اس کی وصیّت کو جائز نہ رکھا تو موصٰی لہ کو اس کے مال کا تہائی حصہ ملے گا اور باقی باپ اور بیٹے کے درمیان حصہ رسدی تقسیم ہوگا باپ کو ایک حصہ، بیٹے کو پانچ، یعنی کل مال کے نو حصے کئے جائیں گے، تین حصے موصٰی لہ کو، ایک حصہ باپ کو اور پانچ حصے بیٹے کو دیئے جائیں گے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۰)

مذکورہ بالا صورتوں میں میت کے وارثوں میں سے اگر ایک نے میت کی وصیّت کو جائز نہ کیا اور ایک نے جائز کر دیا تو جائز کرنے والے وارث کے حصے میں موصٰی لہ کو حصہ ملے گا اور جائز نہ کرنے والے وارث کے حصے میں سے نہیں ملے گا بلکہ اس کا پورا پورا حصہ ملے گا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ اگر ایک وارث نے وصیّت کو جائز کیا اور دوسرے وارث نے جائز نہ کیا تو دیکھا جائے گا کہ دونوں وارثوں کے اجازت دینے کی صورت میں مسئلہ کا حساب گیارہ حصوں سے ہوا تھا اور اجازت نہ دینے کی صورت میں مسئلہ کا حساب نو ۹ سے ہوا تھا، ان دونوں کو باہم ضرب کیا جائے ۹x۱۱=۹۹ ہوئے، اب دونوں کے وصیّت کو جائز نہ کرنے کی صورت میں ننانوے ۹۹ میں سے ایک ثلث یعنی ۳۳ حصے موصٰی لہ کو ملیں گے اور بقیہ ۶۶ حصوں میں سے ایک سدس (چھٹا حصہ) یعنی گیارہ باپ کو ملیں گے اور بقیہ پانچ سدس یعنی ۵۵ حصے بیٹے کو ملیں گے کل میزان ۹۹۔ اور وارثوں کے اس وصیّت کو جائز کرنے کی صورت میں موصٰی لہ کو گیارہ میں سے ۹x۵=۴۵، باپ کو گیارہ میں سے ۹x۱=۹، اور بیٹے کو بقیہ ۹x۵=۴۵ حصے ملیں گے (کل میزان ۹۹) اس تفصیل سے معلوم ہوا کہ ان دونوں حالتوں کے درمیان موصٰی لہ کو بارہ حصے زیادہ ملے جن میں سے دو حصے باپ کے حق میں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال... إلخ، ج۶، ص ۱۰۰.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

سے اور دس حصے بیٹے کے حق میں سے، کیونکہ اجازت نہ دینے کی صورت میں باپ کو گیارہ حصے ملے اور اجازت دینے کی صورت میں نو ۹، فرق دو حصوں کا ہوا اور بیٹے کو اجازت دینے کی صورت میں ۴۵ حصے ملے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں ۵۵، فرق دس حصوں کا ہوا۔ اس طرح دس ۱۰ اور دو ۲ بارہ ۱۲ حصے موصیٰ لہ کو زیادہ ملتے ہیں۔ اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ موصیٰ لہ کو باپ کے حق میں سے دو حصے اور بیٹے کے حق میں سے دس حصے ملے لہٰذا اگر باپ نے وصیّت کو جائز رکھا اور بیٹے نے نہیں تو باپ کے حق میں سے دو حصے موصیٰ لہ کو مل جائیں گے اور بیٹے کو اس کا پورا حق ملے گا۔ اس طرح ننانوے میں سے ۳۳+۲=۳۵ حصے موصیٰ لہ کو، نو ۹ حصے باپ کو اور ۵۵ حصے بیٹے کو ملیں گے، کل میزان ۹۹ ہوا۔ اور اگر بیٹے نے وصیّت کو جائز رکھا اور باپ نے نہیں تو بیٹے کے حق میں سے دس حصّے موصیٰ لہ کو مل جائیں گے باپ کو اس کا پورا حق ملے گا یعنی ننانوے میں سے ۳۳+۱۰=۴۳ حصّے موصیٰ لہ کو، گیارہ حصے باپ کو اور ۴۵ حصے بیٹے کو ملیں گے کل میزان ۹۹ ہوا۔ [1] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۰)

فائدہ: اس سلسلہ میں ضابطہ یہ ہے کہ مسئلہ کی تصحیح ایک بار کی جائے۔ اس صورت میں کہ سب وارثوں نے اجازت دیدی اور دوسری بار مسئلہ کی تصحیح کی جائے اس صورت میں کہ کسی وارث نے اجازت نہیں دی پھر دونوں تصحیحوں کو ایک مبلغ سے کر دیا جائے (یعنی دونوں تصحیحوں کو باہم ضرب دیدی جائے) پھر اس صورت میں کہ ایک وارث نے اس وصیّت کو جائز کر دیا اور دوسرے نے جائز نہ کیا یا اس کی اجازت معتبر نہ ہو جیسے بچہ اور پاگل کی اجازت معتبر نہیں، تو جائز کرنے والے وارثوں کے سہام کو مسئلہ اجازت سے لیا جائے اور باقی دوسروں کے سہام کو مسئلہ عدم اجازت سے لیا جائے وہ ہر وارث کا حصہ ہوگا اور جو باقی بچے گا وہ موصیٰ لہ کے لئے ثلث پر زیادہ ہوگا (یعنی موصیٰ لہ کے ثلث میں بڑھا دیا جائے گا) [2] (جدالممتار حاشیہ ردالمحتار از افادات اعلیٰ حضرت مولانا احمد رضا خاں (رحمۃ اللہ علیہ) ص ۶۳۹) اس کی مثال یہ ہے موصی نے باپ اور بیٹے کو چھوڑا اور موصیٰ لہ کے لئے بیٹے کے مثل حصہ کی وصیّت کی۔

ورثہ کے اجازت دینے کی صورت میں مسئلہ گیارہ سے ہوگا۔

اب	ابن	موصیٰ لہ
۱	۵	۳
۱۱	۵۵	۳۳

ورثہ کے اجازت نہ دینے کی صورت میں مسئلہ ۹ سے ہوگا۔

اب	ابن	موصیٰ لہ
۱	۵	۵
۹	۴۵	۴۵

1 ……"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص ١٠٠.

2 ……"جدالممتار" على "ردالمحتار"، كتاب الوصايا، ج٥، ص ١٣٥، ١٣٦. (مخطوطه)

ضابطہ کے مطابق دونوں تصحیحوں کا مبلغ واحد کیا ۱۱×۹=۹۹ مبلغ واحد ہوا۔

مجیز[1] اگر باپ ہو تو اجازت کی صورت میں باپ کا حصہ ۹ سہام ہے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں باقی دوسروں کا حصہ ۸۸ سہام ہے دونوں کو جمع کیا ۹+۸۸=۹۷، فرق ۹۹-۹۷=۲ سہام لہٰذا موصیٰ لہ کو دو سہام زائد علی الثلث ملیں گے یعنی ۳۳+۲=۳۵ سہام اور مجیز اگر بیٹا ہو تو اجازت کی صورت میں اس کا حصہ ۴۵ سہام ہے اور اجازت نہ دینے کی صورت میں باقی دوسروں کا حصہ ۴۴ سہام ہے، دونوں کو جمع کیا ۴۵+۴۴=۸۹ فرق ۹۹-۸۹=۱۰ لہٰذا موصیٰ لہ کو دس ۱۰ سہام زائد علی الثلث ملیں گے، ۳۳+۱۰=۴۳ سہام۔

مسئلہ ۱۴: مرنے والے نے دو بیٹے چھوڑے اور ایک شخص کے لئے اپنے ثلث مال (تہائی مال) کی وصیّت کی اور ایک دوسرے شخص کے لئے مثل ایک بیٹے کے حصے کی وصیّت کی اور دونوں وارث بیٹوں نے مرنے والے باپ کی دونوں وصیّتوں کو جائز رکھا تو اس صورت میں جس کے لئے تہائی مال کی وصیّت کی اسے میت کے مال کا تہائی حصہ ملے گا اور بقیہ دو ثلث دونوں بیٹوں اور اس شخص کے درمیان جس کے لئے بیٹے کے مثل حصّہ کی وصیّت کی تہائی تہائی تقسیم ہوگا۔ حساب اس کا اس طرح ہوگا کہ کل مال نو حصوں میں منقسم ہوگا اس میں سے تین حصے اُسے ملیں گے جس کے لئے ثلث مال (تہائی مال) کی وصیّت ہے باقی رہے چھ حصے تو دو۲ دو حصے دونوں بیٹوں کے درمیان اور دو۲ حصے اُس کے جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل وصیّت کی ہے۔ (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۰) اور اگر ان دونوں بیٹوں نے باپ کی وصیّت کو جائز نہ کیا تو ایک تہائی مال اُن دونوں موصٰی لہ کو دیا جائے گا جن کے حق میں وصیّت ہے اور بقیہ دو ثلث (دو تہائی) دونوں بیٹوں کو مل جائے گا۔ (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۰) اور اگر دونوں بیٹوں نے ثلث مال کی وصیّت کو جائز نہ رکھا اور اس وصیّت کو جائز جو اس نے دوسرے شخص کے لئے مثل ایک بیٹے کے حصے کے کی تھی تو اس صورت میں صاحب ثلث یعنی ثلث مال کی وصیّت والے کو نصف ثلث یعنی سدس (چھٹا حصہ) ملے گا اور صاحبِ مثل یعنی جس شخص کے حق میں مثل حصہ بیٹے کے وصیّت کی اسے بقیہ مال کا ایک ثلث ملے گا۔ اس صورت میں حساب ایسے عدد سے ہوگا جس میں سے اگر سدس (چھٹا حصہ) نکالا جائے تو بقیہ مال ایک ایک تہائی کے حساب سے تقسیم ہو جائے اور ایسا چھوٹے سے چھوٹا عدد اٹھارہ ہے لہٰذا کل مال وصیّت اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہوگا، چھٹا حصہ یعنی تین حصے ثلث مال کی وصیّت والے کو، باقی پندرہ حصوں میں ایک ثلث یعنی پانچ حصے اس شخص کو جس کے لئے مثل بیٹے کے حصے کی وصیّت کی بقیہ ایک ثلث یعنی پانچ پانچ حصے دونوں بیٹوں کو۔[2] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۰) اور اگر یہ صورت ہے کہ ایک بیٹے نے صاحب مثل کے حق میں وصیّت کو جائز رکھا اور صاحب ثلث کے حق میں وصیّت کو رد کر دیا اور دوسرے بیٹے نے دونوں وصیّتوں کو رد کر دیا تو مسئلہ اس طرح ہوگا کہ صاحب مثل کو چار حصے اور

---

1 ......یعنی اجازت دینے والا۔

2 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیة بثلث المال...إلخ، ج۶، ص۱۰۰.

صاحب ثلث کو تین حصے اور جس بیٹے نے ایک وصیت کو جائز کیا اس کو پانچ حصے اور جس بیٹے نے دونوں وصیتوں کو رد کردیا اس کو چھ۶ حصے، کل میزان اٹھارہ حصے، اس طرح صاحب مثل کے حق میں وصیّت جائز رکھنے والے بیٹے کا ایک حصہ صاحب مثل کو ملا اور اُس کا حصہ بجائے تین کے چار ہوگیا اور اس بیٹے کے چھ کے بجائے پانچ حصے رہ گئے۔[1] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۰)

مسئلہ ۱۵: ایک شخص کے پانچ بیٹے ہیں اس نے وصیّت کی........کہ فلاں شخص کو میرے ثلث مال میں سے میرے ایک بیٹے کے حصے کے مثل دینا اور ثلث مال میں سے یہ حصہ نکال کر بقیہ کا ثلث ایک دوسرے شخص کو دیا جائے، تو اس وصیّت کرنے والے کا کل مال اکیاون۵۱ حصوں میں تقسیم ہوکر ان میں سے آٹھ حصے اس موصٰی لہ کو ملیں گے جس کے حق میں بیٹے کے حصہ کے مثل کی وصیّت کی اور تین حصے دوسرے موصٰی لہ کو ملیں گے جس کے حق میں ثلث مابقی من الثلث کی وصیّت کی (یعنی جس کے حق میں باقی ماندہ ثلث مال سے ایک ثلث کی وصیّت کی)۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۰۰) اور ہر بیٹے کو آٹھ آٹھ حصے ملیں گے۔ (مؤلف)

مسئلہ ۱۶: ایک شخص کے پانچ بیٹے ہیں اس نے وصیت کی کہ فلاں شخص کو میرے ثلث مال سے میرے ایک بیٹے کے حصے کے مثل دیا جائے اور اس ثلث مال سے یہ حصہ نکال کر جو باقی بچے اس کا ثلث (یعنی تہائی) ایک دوسرے شخص کو دیا جائے تو اس صورت میں اس وصیّت کرنے والے کا مال اکیاون۵۱ حصوں میں تقسیم ہوکر جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل کی وصیّت کی ہے اسے آٹھ حصے ملیں گے، اور اسکے ثلث مال میں سے یہ آٹھ نکال کر جو باقی بچے گا اس کا ایک ثلث یعنی تین حصے اس کو ملیں گے، جس کے لئے ثلث مابقی من الثلث (یعنی اس کے تہائی مال سے آٹھ حصے نکال کر جو باقی بچا اس کا تہائی حصہ) کی وصیّت کی تھی اور پانچ بیٹوں میں سے ہر ایک کو آٹھ آٹھ حصے ملیں گے۔ مسئلہ کی تخریج اس طرح ہوگی کہ پانچ بیٹوں کو بحساب فی کس ایک حصہ = پانچ حصے اور ایک حصہ اس میں صاحب مثل کا بڑھایا (یعنی اس کا جس کے لئے بیٹے کے حصے کے مثل کی وصیّت کی) اس طرح کل چھ حصے ہوئے چھ کو تین میں ضرب دیا جائے ۶ x ۳ = ۱۸ ہوئے، اٹھارہ۱۸ میں ایک کم کیا جو زیادہ کیا گیا تھا تو سترہ۱۷ رہ گئے یہ سترہ۱۷ اس کے کل مال کا ایک ثلث ہے اس کے دو ثلث چونتیس۳۴ ہوئے، اس طرح کل حصے اکیاون۵۱ ہوئے، جب یہ معلوم ہوگیا کہ ثلث مال (تہائی مال) سترہ۱۷ حصے ہیں تو اس میں سے صاحب مثل کا حصہ (یعنی جس کے لئے ایک بیٹے کے حصہ کی مثل کی وصیّت کی) معلوم کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اصل حصہ کی طرف دیکھا جائے وہ پانچ بیٹوں کے پانچ اور صاحب مثل کا ایک تھا، اس ایک کو تین سے ضرب کیا تو تین ہوئے پھر تین کو تین سے ضرب کیا تو نو۹ ہوئے، نو۹ میں سے ایک جو بڑھایا تھا کم کیا تو آٹھ باقی رہے، یہ حصہ ہوا صاحب مثل کا، پھر اس آٹھ کو سترہ میں سے گھٹایا تو نو۹ باقی رہے اس کا ایک تہائی یعنی تین حصے دوسرے شخص کے جس کے حق میں

---

[1] ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص ١٠٠.

[2] ......المرجع السابق.

ثلث مابقی من الثلث کی (بقیہ تہائی مال کے تہائی کی) وصیّت کی تھی، نو میں سے تین نکال کر چھ بچے، ان چھ کو دو تہائی مال یعنی چونتیس حصوں میں جمع کیا تو چالیس ہوگئے اور یہ چالیس پانچ بیٹوں میں برابر برابر بحساب فی کس آٹھ حصے تقسیم ہوں گے یہ کل ملا کر اکیاون ہوئے یعنی موصٰی لہ نمبر ایک کو آٹھ، موصٰی لہ نمبر۲ کو تین اور پانچ بیٹوں کو چالیس = کل اکیاون[1] (عالمگیری ج٦ ص١٠١)

مسئلہ ١٧: کسی شخص نے وصیّت کی کہ ''میرے مال کا چھٹا حصہ فلاں شخص کے لئے ہے'' پھر اسی مجلس میں یا دوسری مجلس میں کہا کہ اسی کے لئے میرے مال کا تہائی حصہ ہے اور وارثوں نے اسے جائز کر دیا تو اسے تہائی مال ملے گا اور چھٹا حصہ اسی میں داخل ہو جائے گا۔[2] (ہدایہ ج۴، عالمگیری ج٦ ص١٠١)

مسئلہ ١٨: کسی نے وصیّت کی کہ فلاں شخص کے لئے ایک ہزار روپیہ ہے اور اس کا کچھ مال نقد ہے اور کچھ دوسروں کے ذمہ ادھار ہے، تو اگر یہ ایک ہزار روپیہ اس کے نقد مال سے نکالا جا سکتا ہے تو یہ ایک ہزار روپیہ موصٰی لہ کو ادا کر دیا جائے گا اور اگر یہ روپیہ اس کے نقد مال سے نہیں نکالا جا سکتا تو نقد مال کا ایک تہائی جس قدر رہتا ہے وہ فی الوقت ادا کر دیا جائے گا اور ادھار میں پڑا ہوا روپیہ جیسے جیسے اور جتنا جتنا وصول ہوتا جائے گا وصول شدہ روپیہ کا ایک تہائی موصٰی لہ کو دیا جاتا رہے گا تا آنکہ اس کی ایک ہزار کی رقم پوری ہو جائے جو کہ مرنے والے نے اس کے لئے وصیّت کی تھی۔[3] (ہدایہ ج۴، عالمگیری ج٦ ص١٠٥)

مسئلہ ١٩: زید نے وصیّت کی کہ اس کا ایک تہائی مال عمرو اور بکر کے لئے ہے اور بکر کا انتقال ہو چکا ہے خواہ اس کا علم موصی یعنی وصیّت کرنے والے کو ہو یا نہ ہو، یا یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال عمرو اور بکر کے لئے ہے اگر بکر زندہ ہو حالانکہ وہ انتقال کر چکا ہے یا یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور اس شخص کے لئے ہے جو اس گھر میں ہو اور اس گھر میں کوئی نہیں ہے یا یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور اس کے بعد ہونے والے بیٹے کے لئے، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال عمرو کے لئے اور بکر کے بیٹے کے لئے اور بکر کا بیٹا وصیّت کرنے والے سے پہلے مر گیا تو ان تمام صورتوں میں اس کا تہائی مال پورا پورا صرف اکیلے عمرو کو ملے گا۔[4] (عالمگیری ج٦ ص١٠٥)

مسئلہ ٢٠: کسی نے وصیّت کی کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے مابین تقسیم کر دیا جائے اور بکر کا اس وقت انتقال ہو چکا ہو، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے درمیان تقسیم کیا جائے اگر وہ میرے بعد زندہ ہو، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور فقیر کے مابین تقسیم ہو پھر اس کا انتقال ہو گیا اور فقیر زندہ ہے یا مر چکا یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے مابین تقسیم ہو اگر بکر گھر میں ہو اور

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الثالث فی الوصیة بثلث المال...إلخ، ج٦، ص١٠٠.

2 ......المرجع السابق، ص١٠٤. 3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق، ص١٠٥.

وہ گھر میں نہیں ہے، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور بکر کے لڑکے کے درمیان تقسیم ہو اور بکر کے یہاں لڑکا پیدا ہوا یا لڑکا موجود تھا پھر مرگیا اور دوسرا لڑکا پیدا ہوگیا، یا یہ کہا کہ میرا تہائی مال زید اور فلاں کے لڑکے کے مابین تقسیم ہوا گر وہ لڑکا فقیر ہو اور وہ لڑکا فقیر و محتاج نہ ہوا تھا یہاں تک کہ موصی کا انتقال ہوگیا، یا یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال زید اور اس کے وارث کے لئے ہے، یا زید اور اس کے دو بیٹوں کے لئے ہے اور اس کے بیٹا صرف ایک ہے تو ان تمام صورتوں میں زید کو نصف ثلث یعنی اس کے مال کا چھٹا حصہ ملے گا۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۰۵)

مسئلہ۲۱: موصی (وصیّت کرنے والا) نے زید اور عمرو کے لئے اپنے ثلث مال (تہائی مال) کی وصیّت کی، یا یہ کہا کہ میرا ثلث مال زید اور عمرو کے مابین تقسیم کیا جائے پھر موصی کا انتقال ہوگیا اس کے بعد زید اور عمرو دونوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہوگیا تو جو زندہ رہا اس کو ثلث مال (تہائی مال) کا آدھا ملے گا اور آدھا مرنے والے کے وارثوں کو ملے گا یہی حکم اس وقت ہے جب موصی کے انتقال کے بعد موصیٰ لہما یعنی زید اور عمرو میں سے کسی کے وصیّت قبول کرنے سے پہلے ایک کا انتقال ہوجائے اور دوسرا جو زندہ رہا اس نے وصیّت کو قبول کرلیا تو دونوں وصیّت کے مال کے مالک ہوں گے آدھا زندہ کو اور آدھا مرنے والے کے وارثوں کو ملے گا، اور اگر ان دونوں میں سے ایک وصیّت کرنے والے سے پہلے انتقال کرگیا تو اس کا حصہ موصی کو واپس ہوجائے گا۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶ ص۱۰۵)

مسئلہ۲۲: یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال (تہائی مال) زید کے لئے ہے اور اس کے لئے جو عبد اللّٰہ کے بیٹوں میں سے محتاج وفقیر ہو پھر موصی (وصیّت کرنے والے) کا انتقال ہوگیا اور عبد اللّٰہ کے سب بیٹے اس وقت غنی اور مالدار ہیں تو اس کا ثلث مال سب کا سب زید کو مل جائے گا، اور اگر موصی کی موت سے قبل عبد اللّٰہ کے کچھ بیٹے (یعنی سب نہیں) غریب وفقیر ہوگئے تو اس کا ثلث مال زید اور عبد اللّٰہ کے غریب بیٹوں کے درمیان بحصہ مساوی ان کی تعداد کے مطابق تقسیم ہوگا اور اگر عبد اللّٰہ کے سب ہی بیٹے غریب وفقیر ہیں تو ان کو کچھ حصہ نہ ملے گا وصیّت کا کل مال زید کو مل جائے گا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۰۵)

مسئلہ۲۳: ایک عورت کا انتقال ہوا اس نے اپنے وارثوں میں صرف اپنا شوہر چھوڑا اور اپنے نصف مال کی وصیّت کردی کسی اجنبی شخص کے لئے، تو یہ وصیّت جائز ہے اس صورت میں شوہر کو ثلث ملے گا، اجنبی کو نصف، بچا سدس (چھٹا حصہ) وہ بیت المال میں جمع ہوگا، تقسیم اس طرح ہوگی کہ پہلے متوفیہ کے مال سے بقدر ثلث مال کے نکال لیا جائے گا کیونکہ وصیّت وراثت پر مقدم ہے، تہائی مال نکالنے کے بعد دو تہائی مال باقی بچا اس میں سے نصف شوہر کو وراثت میں دیا جائے گا جو کہ کل مال کے ایک

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٥.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

ثلث کے برابر ہے اب باقی رہا ایک ثلث اس کا کوئی وارث ہے ہی نہیں لہٰذا متوفیہ کی باقی وصیت اس میں جاری ہوگی اور موصیٰ لہ جس کو ثلث ملا تھا اس کا نصف پورا کرنے کے لئے اس بقیہ ثلث میں سے ایک حصہ دے کر اس کا نصف پورا کر دیا جائے گا، اب باقی بچا ایک سدس (چھٹا حصہ) وہ بیت المال میں جمع ہوگا کیونکہ اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٥)

مسئلہ ۲۴: شوہر کا انتقال ہوا، وارثوں میں اس نے ایک بیوی چھوڑی اور اپنے کل مال کی کسی اجنبی کے لئے وصیت کر دی لیکن اس کی زوجہ نے اس وصیّت کو جائز نہ کیا تو اس کا کل مال چھ حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ زوجہ کو اور پانچ حصے اجنبی کو ملیں گے جس کے حق میں کل مال کی وصیّت کی تھی، مال ترکہ کی تقسیم اس طرح ہوگی کہ کل مال کے چھ حصے کر کے پہلے اس میں سے ایک ثلث یعنی دو حصے اجنبی کو ملیں گے کیونکہ وصیّت وراثت پر مقدم ہے بقیہ چار حصوں میں سے ایک ربع یعنی ایک حصہ بیوی کو ملے گا باقی رہے تین حصے، یہ بھی اجنبی کو مل جائیں گے کیونکہ وصیّت بیت المال پر بھی مقدم ہے۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٥)

مسئلہ ۲۵: یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فلاں کے بیٹوں کے لئے ہے اور بوقت وصیّت فلاں کے بیٹے نہیں تھے بعد میں پیدا ہوئے اس کے بعد موصی (وصیّت کرنے والے) کا انتقال ہوا تو اس کا تہائی مال اس فلاں کے بیٹوں میں تقسیم ہوگا اور اگر بوقت وصیّت فلاں کے بیٹے موجود تھے لیکن وصیّت کرنے والے نے نہ اُن بیٹوں کے نام لئے نہ ان کی طرف اشارہ کیا۔ (یعنی اس طرح کہنا کہ ان بیٹوں کے لئے) تو یہ وصیت ان بیٹوں کے حق میں نافذ ہوگی جو موصی کی موت کے وقت موجود ہوں گے خواہ یہ بیٹے وہی ہوں جو بوقت وصیّت موجود تھے یا وہ بیٹے مر گئے ہوں اور دوسرے پیدا ہوئے اور اگر بوقت وصیّت فلاں کے بیٹوں میں سے ہر ایک کا نام لیا تھا یا ان کی طرف اشارہ کر دیا تھا تو یہ وصیّت خاص انہی کے حق میں ہوگی، اگر ان کا انتقال موصی کی موت سے پہلے ہو گیا تو وصیّت باطل ٹھہرے گی۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٠٥)

مسئلہ ۲۶: یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال عبد اللہ اور زید اور عمرو کے لئے ہے اور عمرو کو اس میں سے سو روپے دیں اور اس کا تہائی مال کل ۱۰۰ ہی روپے ہے تو یہ کل عمرو کو ملے گا اور اگر اس کا تہائی مال ایک سو پچاس ۱۵۰ روپے ہے تو اس صورت میں ۱۰۰ روپے عمرو کو اور باقی پچاس میں آدھے آدھے عبد اللہ اور زید کو ملیں گے۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٠٥)

مسئلہ ۲۷: کسی کے لئے ثلث مال کی وصیّت کر دی اور وصیّت کرنے والے کی ملکیت میں بوقت وصیّت کوئی مال ہی نہ تھا بعد میں اس نے کما لیا تو بوقت موت وہ جتنے مال کا مالک ہے اس کا ثلث موصیٰ لہ (جس کے حق میں وصیّت کی) کو ملے گا جب

❶ ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٥.

❷ ......المرجع السابق. ❸ ......المرجع السابق. ❹ ......المرجع السابق.

کہ موصٰی بہ شئے معین اور نوع معین نہ ہو۔[1] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۶)

مسئلہ۲۸: اگر کسی نے اپنے مال میں سے کسی خاص قسم کے مال کے ثلث حصہ کی وصیّت کی مثلاً کہا کہ میری بکریوں یا بھیڑوں کا تہائی حصہ فلاں کو دیا جائے اور یہ بکریاں یا بھیڑیں موصی کی موت سے پہلے ہلاک ہو جائیں تو یہ وصیت باطل ہو جائے گی حتیٰ کہ اس نے ان کے ہلاک ہونے کے بعد دوسری بکریاں یا بھیڑیں خریدیں تو موصٰی لہ کا ان بکریوں یا بھیڑوں میں کوئی حصہ نہیں۔[2] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۶)

مسئلہ۲۹: وصیّت کرنے والے نے وصیّت کی کہ فلاں کے لئے میرے مال سے ایک بکری ہے اور اس کے مال میں بکری موجود نہیں تو موصٰی لہ کو بکری کی قیمت دی جائے گی اور اگر یہ کہا تھا کہ فلاں کے لئے ایک بکری ہے یہ نہیں کہا تھا کہ "میرے مال سے" اور اس کی ملکیت میں بکری نہیں ہے تو بقول بعض وصیّت صحیح نہیں اور بقول بعض وصیّت صحیح ہے اور اگر یوں وصیّت کی کہ فلاں کے لئے میری بکریوں میں سے ایک بکری ہے اور اس کی ملکیت میں بکری نہیں ہے تو وصیّت باطل ٹھہرے گی اسی اصول پر گائے، بھینس اور اونٹ کے مسائل کا استخراج کیا جائے گا۔[3] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۶)

مسئلہ۳۰: یہ وصیّت کی کہ میرے مال کا تہائی حصہ صدقہ کر دیا جائے اور کسی شخص نے وصی سے وہ مال غصب کر لیا اور ضائع کر دیا اور وصی یہ چاہتا ہے کہ وصیّت کے اس مال کو اس غاصب پر بھی صدقہ کر دے اور غاصب اس مال کا اقراری ہے تو یہ جائز ہے۔[4] (عالمگیری بحوالہ محیط السرخسی ج۶،ص۱۰۶)

مسئلہ۳۱: وصیّت کرنے والے نے کہا کہ میں نے تیرے لئے اپنے مال سے ایک بکری کی وصیّت کی تو اس وصیّت کا تعلق اس بکری سے نہ ہوگا جو وصیّت کرنے کے دن اس کی ملکیت میں تھی بلکہ اس کا تعلق اس بکری سے ہوگا جو موصی کی موت کے دن اس کی ملکیت میں ہوگی اور جب یہ وصیّت صحیح ہے تو موصی کی موت کے بعد اگر اس کے مال میں بکری ہے تو وارثوں کو اختیار ہے اگر وہ چاہیں تو موصٰی لہ کو بکری دیدیں یا چاہیں تو بکری کی قیمت دیدیں۔[5] (محیط از عالمگیری ج۶،ص۱۰۶)

مسئلہ۳۲: ایک شخص نے کہا کہ میرا سرخ رنگ کا عجمی النسل گھوڑا فلاں کے لئے وصیّت ہے تو یہ وصیّت اس میں جاری ہوگی جس کا وہ وصیّت کے دن مالک تھا نہ کہ اس میں جو وہ بعد میں حاصل کرلے ہاں اگر اس نے یہ کہا کہ میرے گھوڑے فلاں کے لئے وصیّت ہیں اور ان کی تعیین یا تخصیص نہ کی تو اس صورت میں وصیّت بوقتِ وصیّت موجود گھوڑوں اور بعد میں حاصل کئے جانے والے گھوڑوں دونوں کو شامل ہوگی۔[6] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۶)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال...إلخ، ج٦، ص١٠٥.

2 ......المرجع السابق، ص١٠٦ 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۳: اگر کسی نے اپنے ثلث مال کی فلاں شخص اور مساکین کے لئے وصیّت کی تو اس ثلث مال کا نصف فلاں کو دیا جائے گا اور نصف مساکین کو۔[1] (ہدایہ جلد ۴ از عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۶)

مسئلہ ۳۴: کسی نے اپنے ثلث مال کی وصیّت ایک شخص کے لئے کی، پھر دوسرے شخص سے کہا کہ میں نے تجھے اس وصیّت میں اس کے ساتھ شریک کر دیا تو یہ ثلث ان دونوں کے لئے ہے اور اگر ایک کے لئے سو روپے کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے سو کی پھر تیسرے شخص سے کہا کہ میں نے تجھے ان دونوں کے ساتھ شریک کیا تو اس تیسرے کے لئے ہر سَو میں تہائی حصہ ہے۔[2] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۶)

مسئلہ ۳۵: کسی اجنبی شخص اور وارث کے لئے وصیّت کی تو اجنبی کو وصیّت کا نصف حصہ ملے گا اور وارث کے حق میں وصیّت باطل ٹھہرے گی، اس طرح اپنے قاتل اور اجنبی کے حق میں وصیّت کی تھی تو وصیّت قاتل کے حق میں باطل اور اجنبی کو نصف حصہ ملے گا۔ (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۶) اس کے برخلاف اجنبی یا وارث کے لئے عین (نقد) یا دین کا اقرار کیا تو اجنبی کے لئے صحیح نہیں اور وارث کے لئے صحیح ہے۔[3] (تبیین از عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۶)

مسئلہ ۳۶: متعدد کمروں پر مشتمل ایک مکان دو آدمیوں کے درمیان مشترک ہے ان میں سے ایک نے کسی کے لئے ایک معین کمرے کی وصیّت کر دی تو مکان تقسیم کیا جائے گا پس اگر وہ معین کمرہ موصی کے حصہ میں آ گیا تو وہ موصیٰ لہ کو دے دیا جائے گا اور اگر وہ معیّن کمرہ دوسرے شریک کے حصہ میں آیا تو موصیٰ لہ کو بقدر کمرے کے زمین ملے گی۔[4] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۷، درمختار، ردالمحتار ج ۵، ص ۴۷۳)

مسئلہ ۳۷: وارث نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے فلاں کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی اور کچھ گواہوں نے گواہی دی کہ اس کے باپ نے کسی دوسرے کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی تو فیصلہ گواہوں کی گواہی کے مطابق ہوگا اور وارث نے جس کے لئے اقرار کیا اسے کچھ نہ ملے گا۔[5] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۷)

مسئلہ ۳۸: اگر کسی وارث نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے اپنے ثلث مال کی وصیّت فلاں کے لئے کی پھر اس کے بعد کہا کہ بلکہ اس کی وصیّت فلاں کے لئے کی، تو اس صورت میں جس کے لئے پہلے اقرار کیا اس کو ملے گا اور دوسرے کے لئے کچھ نہیں۔ (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۷) اور اگر اس نے دونوں کے لئے متصلاً بلافصل اقرار کیا تو ثلث مال دونوں کے مابین نصف نصف کر دیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۰۷)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث في الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٦.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص١٠٧.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۹: وارث تین ہیں اور مال تین ہزار ہے ہر وارث نے ایک، ایک ہزار پایا پھر اُن میں سے ایک نے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے فلاں کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی تھی اور باقی دو وارثوں نے انکار کیا تو اقرار کرنے والا اپنے حصے میں سے ایک تہائی اس کو دے گا جس کے لئے اس نے اقرار کیا۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۰۷)

مسئلہ ۴۰: اگر دو بیٹوں میں سے ایک نے تقسیم ترکہ کے بعد اقرار کیا کہ مرحوم باپ نے ثلث مال کی وصیّت فلاں کے لئے کی تھی تو اس کا اقرار صحیح ہے اور اس اقرار کرنے والے ہی کے حصے کے ثلث میں نافذ ہوگی۔[2] (درمختار) اور یہی حکم اس صورت میں ہے جبکہ اس کے کئی بیٹوں میں سے ایک نے اقرار کیا ہو تو اقرار کرنے والے کے حصہ کے ثلث میں وصیّت نافذ ہوگی۔[3] (مجمع و ردالمحتار ج ۵، ص ۴۷۳)

مسئلہ ۴۱: وارث دو ہیں اور مال ایک ہزار نقد ہے اور ایک ہزار ان میں سے ایک پر اُدھار ہے پھر اس وارث نے جس پر اُدھار نہیں ہے اقرار کیا کہ اس کے باپ نے کسی کے حق میں ایک ثلث کی وصیّت کی تھی تو اس ایک ہزار نقد میں سے تہائی حصہ لے کر موصیٰ لہ کو دیا جائے گا اور اقرار کرنے والے کو باقی دو تہائی ملے گا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۰۷)

تنبیہ: موصیٰ بہ[5] سے پیدا ہونے والی کوئی بھی زیادتی جیسے بچہ، یا غلہ وغیرہ اگر موصی کی موت کے بعد اور موصیٰ لہ کے قبول وصیّت سے پہلے ہو تو وہ زیادتی اور اضافہ موصیٰ بہ میں شمار ہوگا اور ثلث مال میں شامل ہوگا لیکن اگر یہ اضافہ اور زیادتی موصیٰ لہ کے قبول وصیّت کے بعد مگر مال تقسیم ہونے سے پہلے ہو تب بھی وہ موصیٰ بہ میں شامل ہوگی۔[6] (عالمگیری بحوالہ محیط السرخسی ج ٦ ص ۱۰۷) مثال کے طور پر ایک شخص کے پاس چھ سو درہم اور ایک لونڈی قیمتی تین سو درہم کی ہیں اس نے کسی آدمی کے لئے لونڈی کی وصیّت کی اور مر گیا پھر لونڈی نے ایک بچہ جنا جس کی قیمت تین سو درہم کے برابر ہے پس یہ ولادت اگر تقسیم مال اور قبول وصیّت سے پہلے ہوئی تو موصیٰ لہ کو وصیّت میں وہ لونڈی ملے گی اور اس بچہ کا تہائی حصہ، اور اگر موصیٰ لہ کے وصیّت قبول کرنے کے بعد اور مال تقسیم ہو جانے کے بعد ولادت ہوئی تو بلا اختلاف موصیٰ لہ کی ملکیت ہے اور اگر موصیٰ لہ نے وصیّت قبول کر لی تھی اور مال ابھی تقسیم نہ ہوا تھا کہ لونڈی کے بچہ پیدا ہو گیا تب بھی وہ موصیٰ بہ میں شامل ہوگا جیسا کہ قبول وصیّت سے قبل

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٧.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، ج١٠، ص٤٠١.

3 ......"ردالمحتار"، كتاب الوصايا، باب الوصية بثلث المال، ج١٠، ص٤٠١.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٧.

5 ......جس چیز کی وصیت کی گئی۔

6 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٧.

کی صورت میں وہ موصیٰ بہ میں شامل کیا گیا تھا، اور اگر لونڈی نے موصی کی موت سے پہلے بچہ جنا تو وہ وصیّت میں داخل نہ ہوگا۔[1]
(کافی از عالمگیری ج۶،ص۱۰۸)

بیٹے کا اپنے مرض الموت میں اپنے باپ کی وصیّت کوجائز کرنے اور اپنے اوپر یا اپنے باپ کے اوپر دین (ادھار) کا اقرار کرنے کا بیان

مسئلہ۱: ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے تین ہزار روپے اور ایک بیٹا چھوڑا اور دو ہزار روپے کی کسی شخص کے لئے وصیّت کی پھر بیٹے نے اپنے مرض الموت میں اس وصیّت کو جائز کر دیا اور مر گیا اور بیٹے کا بجز اس وراثت کے اور کوئی مال بھی نہیں تو اس صورت میں موصیٰ لہ ایک ہزار روپے تو بیٹے کی اجازت کے بغیر ہی پانے کا مستحق ہے اور بقیہ دو ہزار میں سے ایک ثلث اور پائے گا جو کہ بیٹے کے مال کا تہائی حصہ ہوتا ہے۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶،ص۱۰۸)

مسئلہ۲: وارث کی طرف سے مرض الموت میں اپنے مورث کی وصیّت کو جائز کرنا بمنزلہ وصیّت کرنے کے ہے اسی طرح مرض الموت میں اپنی موت کے بعد غلام کو آزاد کرنا بھی بمنزلہ وصیّت کے ہے اور جب دو وصیّتیں جمع ہوں جن میں سے ایک عتق (آزاد کرنا) ہو تو عتق مقدم واولیٰ ہے اور دَین (یعنی ادھار) مقدم ہے وصیّت پر۔[3] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶،ص۱۰۸)

مسئلہ۳: وارث نے اگر بحالت صحت وتندرستی اپنے مورث کی وصیّت کو جائز کر دیا تو وہ اولیٰ اور مقدم ہے عتق سے، اور ادھار کے اقرار سے اور وصیّت سے۔[4] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۸)

مسئلہ۴: وارث نے اگر بحالت صحت اپنے باپ کی وصیّت کو جائز کر دیا پھر اپنے باپ پر ادھار ہونے کا اقرار کیا تو پہلے باپ کی وصیّت پوری کی جائے گی اس کے بعد اگر کچھ بچے گا تو ادھار والوں کو ادا کیا جائے گا لیکن وارث کمی کی صورت میں ان اُدھار والوں کے ادھار کی کامل ادائیگی کا ذمہ دار نہ ہوگا ہاں اگر وصیّت پوری کرنے کے بعد اتنا مال بچ رہا کہ ادھار کی کامل ادائیگی ہو جائے تو اُدھار کا اقرار کرنے کے بعد وہ اس کی کامل ادائیگی کا ذمہ دار ہے اور اگر وہ بچا ہوا مال قرض کی ادائیگی کے لئے پورا نہ ہو تو اقرار کرنے والا وارث اتنا ادا کرنے کا ضامن ہوگا جتنے کا اُس نے اقرار کیا ہے۔[5] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۸)

مسئلہ۵: ایک شخص نے اپنے باپ پر دَین کا دعویٰ کیا اور موصیٰ لہ نے میت کی طرف سے دعویٰ کیا کہ اس نے اپنے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الثالث فی الوصية بثلث المال... إلخ، ج٦، ص١٠٨.

2 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب الرابع فی اجازة الولد من وصية... إلخ، ج٦، ص١٠٨.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

باپ کی وصیّت کو جائز کر دیا ہے اور اس شخص نے ان دونوں باتوں کی تصدیق کی تو دَین کی ادائیگی مقدم ہوگی اور وہ صاحب اجازت کے لئے کسی چیز کا ذمہ دار نہ ہوگا خواہ اس نے یہ تصدیق بحالت صحت کی ہو یا بحالت مرض۔[1] (عالمگیری ج٦ ص١٠٨)

مسئلہ٦: مریض وارث نے اپنے باپ کی وصیّت کو جائز کیا پھر اس نے اپنے باپ پر دَین (اُدھار) کا اقرار کیا اور اپنی ذات پر بھی دَین کا اقرار کیا تو پہلے باپ کا دَین ادا کیا جائے گا پھر اس کا اپنا دَین ادا کیا جائے گا۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج٦ ص١٠٨)

مسئلہ٧: وارث نے اپنے باپ کی وصیّت کی اجازت دے دی پھر اپنی ذات پر دَین کا اقرار کیا تو دین مقدم واولیٰ ہے، پہلے دین ادا ہوگا اس کے بعد دیکھا جائے گا اگر دَین کی ادائیگی کے بعد کچھ بچ رہا تو اگر اس وارث کے ورثہ نے اس وصیّت کو جائز نہیں کیا جس کو وارث نے جائز کر دیا تھا تو بقیہ مال کا ثلث اس وصیّت میں دیا جائے گا۔[3] (محیط از عالمگیری ج٦ ص١٠٨)

مسئلہ٨: ایک مریض جس کے پاس دو ہزار روپے ہیں اور اس کے پاس ان کے علاوہ اور کوئی مال نہیں، اس کا انتقال ہوا اس نے کسی شخص کے لئے ان میں سے ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اور ایک دوسرے شخص کے لئے بقیہ ایک ہزار کی وصیّت کر دی اور اس کے وارث بیٹے نے اس کی ان دونوں وصیّتوں کو یکے بعد دیگرے اپنی بیماری کی حالت میں جائز کر دیا اور اس وارث بیٹے کے پاس سوائے ان دو ہزار روپے کے جو وراثت میں ملے اور مال نہیں ہے تو اس صورت میں ان دو ہزار کا تہائی حصہ ان دونوں کو نصف نصف تقسیم کر دیا جائے گا جن کے لئے میت اول نے وصیّت کی تھی۔[4] (محیط از عالمگیری ج٦ ص١٠٨)

مسئلہ٩: ایک شخص کے پاس ایک ہزار درہم ہیں اس نے ان کی کسی شخص کے لئے وصیّت کر دی اور انتقال کر گیا اس کا وارث جو اس کے مال کا مالک ہوا اس کی ملکیت میں بھی ایک ہزار درہم تھے۔ (یعنی اس کے پاس کل دو ہزار درہم ہوگئے) پھر اس وارث نے کسی شخص کے لئے اپنے ذاتی ایک ہزار درہم کی اور ان ایک ہزار درہم کی جو وراثت میں ملے تھے دونوں کی وصیّت کر دی پھر اس وارث کا انتقال ہوگیا اور اس نے اپنا ایک وارث چھوڑا اس نے اپنے باپ اور اپنے دادا کی وصیّت کو اپنے مرض الموت میں جائز کر دیا اور مر گیا اور اس مرنے والے کا بجز اس ترکہ کے اور کوئی مال نہیں تو اس صورت میں پہلے والے موصیٰ لہ کو یعنی دادا کے موصیٰ لہ کو پہلے ایک ہزار درہم کا ایک ثلث وصیّت جائز کئے بغیر ہی ملے گا پھر باقی دو تہائی کو دوسرے ایک ہزار درہم میں ملا دیا جائے گا اور اس مجموعہ کا ایک ثلث موصیٰ لہ دوم کو یعنی اس میت کے باپ کے موصیٰ لہ کو ملے گا اور یہ بھی وصیّت کو جائز کئے بغیر ہی دے دیا جائے گا۔ یہ ثلث ادا کرنے کے بعد اس تیسری میّت کے بقیہ مال کو دیکھا جائے اور اسے موصیٰ لہ اول اور موصیٰ لہ دوم کے درمیان وصیّت جائز کر دینے کے بعد بقدر اپنے اپنے بقیہ حصے کے تقسیم کر دیا جائے گا۔[5] (محیط از عالمگیری ج٦ ص١٠٩)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب الرابع فی اجازة الولد من وصیة... إلخ، ج٦، ص١٠٨.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص١٠٩.

کس حالت میں وصیّت معتبر ہے

مسئلہ ۱: مریض نے کسی عورت کے لئے دَین (اُدھار) کا اقرار کیا یا اس کے لئے وصیّت کی یا اُسے کچھ ہبہ کیا اس کے بعد پھر اس سے نکاح کرلیا اس کے بعد اس مریض کا انتقال ہوگیا تو اس کا اقرار جائز ہے اور وصیّت اور ہبہ باطل ہے۔[1] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ ۲: مریض نے اپنے کافر بیٹے یا غلام کے لئے وصیّت کی یا اسے کچھ ہبہ کیا اور اسے سونپ دیا، یا اس کے لئے دَین کا اقرار کیا، بعد میں وہ کافر بیٹا مسلمان ہوگیا یا غلام آزاد ہوگیا اور یہ مریض کی موت سے پہلے پہلے ہوگیا تو یہ وصیّت یا ہبہ یا اقرار باطل ہوجائے گا۔[2] (کافی از عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ ۳: مریض نے وصیّت کی اس حالت میں کہ وہ ضعف وناطاقتی کی وجہ سے بات کرنے پر قادر نہ تھا، اس نے سر سے اشارہ کیا اور یہ معلوم ہو کہ اگر اس کا اشارہ سمجھ لیا گیا تو وہ جان لے گا کہ اس کا اشارہ سمجھ لیا گیا ہے تو اس کی وصیّت جائز ہے ورنہ نہیں۔ یہ اس صورت میں ہے کہ وہ مریض کلام کرنے پر قدرت حاصل ہونے سے قبل ہی انتقال کر جائے کیوں کہ اس صورت میں یہ ظاہر ہوگا کہ اس کے کلام کرنے سے ناامیدی ہوگئی ہے لہٰذا وہ اخرس یعنی گونگے کی طرح ہے۔[3] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ ۴: جس کے ہاتھ مارے گئے ہوں یا جس کے پیر مارے گئے ہوں، فالج زدہ اور تپ دق[4] کا مارا جبکہ ان کے امراض کو لمبی مدت گزر جانے اور ان مرحلوں کی وجہ سے موت کا اندیشہ نہ رہے تو یہ سب صحیح الجسم[5] کے حکم میں ہیں کہ اگر یہ اپنا تمام مال ہبہ کردیں تو یہ ہبہ کرنا صحیح ہے لیکن اگر دوبارہ ان کو مرض ہو تو وہ بمنزلہ نئے مرض کے ہے اگر اس وقت ان کی موت کا اندیشہ ہو تو یہ ان کا مرض الموت ہوگا لہٰذا ایسی صورت میں ان کا ہبہ کرنا صرف تہائی مال میں معتبر ہوگا یعنی وہ اپنا تہائی مال ہبہ کرسکتے ہیں زیادہ نہیں۔ (کافی از عالمگیری ج۶،ص۱۰۹) اگر اُسے ان امراض میں سے کوئی مرض لاحق ہوا اور وہ صاحبِ فراش ہوا تو یہ اس کا مرض الموت ہوگا اور اُس کا ہبہ ثلث مال میں جاری ہوگا۔[6] (کافی از عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ ۵: کسی نے وصیّت کی پھر اس پر جنون طاری ہوگیا اگر اس کا جنون مطبق ہے (یعنی ہمہ وقت مستقل ہے) تو معاملہ قاضی کی رائے پر ہے اگر وہ اس کی وصیّت کو جائز قرار دے تو جائز ہے ورنہ باطل، اور اگر جنون سے اچھا ہونے کی

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الرابع فى اجازة الولد... إلخ، فصل فى اعتبار حالة الوصية، ج٦، ص١٠٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......ٹی بی کا بخار۔

5 ......یعنی غیر مریض۔

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الرابع فى اجازة الولد... إلخ، فصل فى اعتبار حالة الوصية، ج٦، ص١٠٩.

میعاد مقرر کرنے کی ضرورت ہو تو فتویٰ اس پر ہے کہ حق تصرفات میں جنون مطبق کی مدت ایک سال مقرر کی جاتی ہے۔[1] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ۶: جو شخص قید خانے میں محبوس ہے، قصاص میں قتل کیا جائے یا رجم (سنگسار) کیا جائے وہ مریض کے حکم میں نہیں ہے۔ (عالمگیری) لیکن جب وہ قتل کرنے کے لئے نکالا جائے اس حالت میں وہ مریض کے حکم میں داخل ہے۔[2] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ۷: جو شخص میدان کارزار میں قتال کرنے والوں کی صف میں ہو وہ صحیح وتندرست کے حکم میں ہے لیکن جب وہ جنگ وقتال شروع کردے تو وہ مریض کے حکم میں ہے۔[3] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ۸: جو شخص کشتی میں سفر کررہا ہے اس کا حکم صحیح وتندرست آدمی کا ہے لیکن اگر دریا میں زبردست تموّج ہو کہ کشتی ڈوب جانے کا اندیشہ ہو تو اس حالت میں وہ مریض کے حکم میں ہے۔[4] (عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ۹: قیدی قتل کے لئے لایا گیا لیکن قتل نہیں کیا گیا قید خانہ واپس بھیج دیا گیا یا جنگ کرنے والا جنگ کے بعد بخیریت اپنی صف میں واپس آگیا یا دریا کا تموج ٹھہر گیا اور کشتی سلامت رہی تو ان صورتوں میں اس شخص کا حکم اس مریض جیسا ہے جو اپنے مرض سے شفا پا گیا اچھا ہو گیا اب اس کے تمام تصرفات اس کے تمام مال میں نافذ ہوں گے۔[5] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ۱۰: مجذوم (کوڑھی) اور باری سے بخار والا خواہ چوتھے دن بخار آتا ہو یا تیسرے دن، یہ لوگ اگر صاحب فراش ہوں تو اس مریض کے حکم میں ہیں جو مرض الموت میں ہے۔[6] (عینی شرح الہدایہ از عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ۱۱: کسی شخص پر فالج گرا اور اس کی زبان جاتی رہی یعنی بیکار ہوگئی یا کوئی شخص بیمار ہوا اور کلام کرنے پر قدرت نہیں پھر اس نے کچھ اشارے سے کہا یا کچھ لکھ دیا اور اس کا یہ مرض طویل ہوا یعنی ایک سال تک چلتا رہا تو وہ بمنزلہ گونگے کے ہے۔[7] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶،ص۱۰۹)

مسئلہ۱۲: عورت کو دردزہ[8] ہوا، اس حالت میں وہ جو کچھ کرے اس کا نفاذ ثلث مال میں ہوگا اور اگر وہ اس دردزہ

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا،الباب الرابع فی اجازة الولد...إلخ، فصل فی اعتبار حالة الوصیة،ج٦،ص١٠٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی بچے کی پیدائش کا درد۔

سے جانبر ہوگئی[1] تو جو کچھ اس نے کیا پورا پورا نافذ ہوگا۔[2] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج٦ ص١٠٩)

کون سی وصیّت مقدم ہے کون سی مؤخر

مسئلہ ۱: جب متعدد وصیّتیں جمع ہوجائیں تو اس میں بہت سی صورتیں ہیں، اگر ثلث مال سے وہ تمام وصیّتیں پوری ہوسکتی ہیں تو وہ پوری کردی جائیں گی اور اگر ثلث مال میں وہ تمام وصیّتیں پوری نہیں ہوسکتیں لیکن ورثہ نے ان کو جائز کردیا تب بھی وہ تمام وصیّتیں ادا کی جائیں گی لیکن اگر ورثہ نے اجازت نہ دی تو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ تمام وصیّتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں یا بعض تَقَرُّبْ اِلَی اللہ کے لئے اور بعض بندوں کے لئے یا کل وصیّتیں بندوں کے لئے ہیں، اگر کُل وصیّتیں اللہ عزوجل کے لئے ہیں تو دیکھا جائے گا کہ آیا وہ کُل ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں یا کُل وصیّتیں واجبات سے ہیں یا کُل کی کُل نوافل سے ہیں، اگر کُل وصیّتیں ایک ہی درجہ کے فرائض سے ہیں تو پہلے وہ وصیّت پوری کی جائے گی جس کا ذکر موصی نے پہلے کیا۔[3] (بدائع از عالمگیری ج٦ ص١١٤)

مسئلہ ۲: حج اور زکوٰۃ میں اگر حج فرض ہے تو وہ زکوٰۃ پر مقدم ہے خواہ موصی نے زکوٰۃ کا ذکر پہلے کیا ہو، اور کفارۂ قتل اور کفارۂ یمین[4] میں اس کو مقدم کیا جائے گا جس کو موصی نے مقدم کیا اور ماہِ رمضان کے روزے توڑنے کے کفارہ میں اور قتل خطاء کے کفارہ میں کفارۂ قتل خطاء مقدم ہوگا۔[5] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج٦ ص١١٥)

مسئلہ ۳: حج اور زکوٰۃ مقدم ہیں کفارات پر، اور کفارات مقدم ہیں صدقۃ الفطر پر، اور صدقۃ الفطر مقدم ہے قربانی پر، اور اگر قربانی سے پہلے منذور بہ[6] کو ذکر کیا تو منذور بہ مقدم ہے قربانی پر، اور قربانی مقدم ہے نوافل پر۔ (عالمگیری) اور ان سب پر اعتاق مقدم ہے خواہ اعتاق منجز ہو یا اعتاق معلق بالموت ہو۔[7] (عالمگیری ج٦ ص١١٥)

مسئلہ ۴: حج کی وصیّت کی اور کچھ دیگر تقرُّب اِلی اللہ تعالیٰ چیزوں کی وصیّت کی اور مسجد معیّن کے مصالح کے لئے اور کسی قوم کے کچھ مخصوص و مشخص[8] لوگوں کے لئے وصیّت کی اور ثلث مال میں یہ سب پوری نہیں ہوئی تو ثلث مال کو ان کے مابین

1. ......یعنی زندہ بچ گئی۔
2. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الرابع فی اجازة الولد...إلخ، فصل فی اعتبار حالة الوصية، ج٦، ص١٠٩.
3. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الخامس فی العتق والمحاباة...إلخ، ج٦، ص١١٤، ١١٥.
4. ......قسم کا کفارہ۔
5. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الخامس فی العتق والمحاباة...إلخ، ج٦، ص١١٥.
6. ......جس کی منت مانی گئی۔
7. ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الخامس فی العتق والمحاباة...إلخ، ج٦، ص١١٥.
8. ......معلوم ومعین۔

تقسیم کر دیا جائے گا، جتنا مال مشخص و معین لوگوں کو ملے گا اس میں سے وہ اپنا اپنا حصہ لے لیں گے اور جتنا مال تَقَرُّب اِلی اللہ کے حصہ میں آئے گا اگر ان میں سوائے حج کے کوئی دوسرا واجب نہیں ہے تو حج مقدم ہے اگر یہ تمام مال حج ہی کے لئے پورا ہو گیا تو تقرُّب الی اللہ تعالیٰ کی بقیہ وصیّتیں باطل ٹھہریں گی اور اگر کچھ بچ گیا تو تقرب کی وہ وصیّت مقدم ہے جس کو موصی نے پہلے ذکر کیا۔[1] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۵)

مسئلہ۵: کچھ وصیّتیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں اور کچھ بندوں کے لئے تو اگر موصی نے قوم کے خاص خاص معیّن لوگوں کے لئے وصیّت کی تو وہ ثلث مال میں شریک ہیں، ان کو ثلث مال میں جو حصہ ملے گا وہ بلا تقدیم و تاخیر ان سب کے لئے ہے اور جو حصہ ثُلث مال میں سے اللہ تعالیٰ کے تقرب کے لئے ملے گا اس میں فرائض مقدم ہوں گے پھر واجبات پھر نوافل۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۵)

مسئلہ۶: اگر یہ وصیّت کی کہ میرا تہائی مال حج، زکوٰۃ، کفارات میں اور زید کے لئے ہے اس صورت میں ثلث مال چار حصوں میں تقسیم ہوگا ایک حصہ موصیٰ لہٗ زید کے لئے، ایک حصہ حج کے لئے، ایک حصہ زکوٰۃ کے لئے اور ایک حصہ کفارات کے لئے۔[3] (بدائع از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۵)

مسئلہ۷: کل وصیّتیں بندوں کے لئے ہیں اس صورت میں اقویٰ غیر اقویٰ پر مقدم ہوگی، اس کا لحاظ نہ کیا جائے گا کہ میت نے کس کا ذکر پہلے کیا تھا اور کس کا بعد میں، اگر وہ سب قوت میں برابر ہوں تو ہر ایک کو ثلث مال میں سے بقدر اس کے حق کے ملے گا اور اول و آخر کا لحاظ نہ ہوگا۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۵)

مسئلہ۸: اگر تمام وصیّتیں از قسم نوافل ہوں اور ان میں کوئی چیز مخصوص و معیّن نہ ہو تو ایسی صورت میں میت نے جس کا ذکر پہلے کیا وہ مقدم ہوگی۔ (ظاہر الروایہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۵) جیسے اس نے وصیّت کی کہ میرا نفلی حج کرا دینا یا ایک جان میری طرف سے آزاد کر دینا یا اُس نے وصیّت کی کہ میری طرف سے غیر معیَّن فقراء پر صدقہ کر دینا تو ان صورتوں میں جس کا ذکر پہلے کیا وہ پوری کی جائے گی۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۵)

مسئلہ۹: ایک شخص نے وصیّت کی کہ سَو درہم فقراء کو دیئے جائیں اور سَو درہم اقرباء کو اور اس کی چھوٹی ہوئی نمازوں کے بدلے میں کھانا کھلایا جائے، پھر اس کا انتقال ہو گیا اور اس پر ایک ماہ کی نمازیں باقی تھیں اور اس کا ثلث مال تمام وصیّتوں کے لئے نا کافی ہے تو اس صورت میں ثلث مال کو اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ سو درہم فقراء پر اور سو درہم اقرباء پر اور اس کی ہر نماز

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الخامس في العتق والمحاباة...إلخ، ج۶، ص۱۱۵.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

کے بدلے نصف صاع گیہوں کی جو قیمت ہو اس پر، پس جو حصہ اقرباء کو پہنچے گا وہ ان کو دیدیا جائے گا اور جو حصہ فقراء اور کھانے کا ہے اس سے کھانا کھلایا جائے اور جو کمی پڑے گی وہ فقراء کے حصہ میں آئے گی۔[1] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

مسئلہ۱۰: حَجَّۃُ الْاِسْلَام یعنی حج فرض کی وصیت کی تو یہ حج مرنے والے کے شہر سے سواری پر کرایا جائے گا لیکن اگر وصیت کے لئے خرچ پورا نہ ہو تو وہاں سے کرایا جائے جہاں سے خرچ پورا ہو جائے اور اگر کوئی شخص حج کرنے کے لئے نکلا اور راستہ میں انتقال ہو گیا اور اس نے اپنی طرف سے حج ادا کرنے کی وصیت کی تو اس کا حج اس کے شہر سے کرایا جائے، یہی حکم اس کے لئے ہے جو حجِ بدل کرنے والا حج کے راستہ میں مر گیا وہ حجِ بدل پھر اُس کے شہر سے کرایا جائے۔[2] (کافی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

اقارب و همسایه وغیرهم کے لئے وصیّت کا بیان

مسئلہ۱: اقارب کے لئے وصیّت کی تو وہ اس کے ذی رحم محرم میں سے درجہ بدرجہ زیادہ قریب کے لئے ہے اور اس میں والدین داخل نہیں اور یہ وصیّت ایک سے زیادہ کے لئے ہے۔[3] (ہدایہ ج ۴، عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶) امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اس سلسلہ میں چھ چیزوں کا اعتبار فرمایا ہے۔ پہلی یہ کہ اس لفظ کے مستحق موصی کے ذی رحم محرم ہیں، دوسری یہ کہ ان کے باپ اور ماں کی طرف سے ہونے میں کوئی فرق نہیں، تیسری یہ کہ وہ وارثوں میں سے نہ ہوں، چوتھی یہ کہ زیادہ قریب مقدم ہوگا اور اَبْعَدُ[4] اَقْرَبُ[5] سے محجوب (محروم) ہو جائے گا، پانچویں یہ کہ مستحق دو۲ یا دو۲ سے زیادہ ہوں، اور چھٹی یہ کہ اس میں والد اور ولد[6] داخل نہیں۔[7] (ہدایہ مع الکفایہ ج ۴ و درمختار)

مسئلہ۲: اقارب کے لئے وصیّت کی تو اس میں دادا اور پوتا داخل نہیں۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶ و ہدایہ مع الکفایہ ج ۴)

مسئلہ۳: اقارب کے لئے وصیّت کی تو اگر دو۲ چچا اور دو۲ ماموں ہیں اور وہ وارث نہیں کہ مرنے والے کا بیٹا موجود ہے تو اس صورت میں یہ وصیّت دونوں چچاؤں کے لئے ہے، دونوں ماموؤں کے لئے نہیں۔[9] (بدائع از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الخامس فی العتق والمحاباة...إلخ، ج٦، ص١١٥.

2 ...... المرجع السابق، ص١١٦.

3 ...... "الهداية"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج٢، ص٥٣٠.

4 ...... دور کا رشتہ دار جس کے بیچ میں کسی رشتے کا فاصلہ ہو مثلاً باپ کے ہوتے ہوئے دادا۔

5 ...... قریب کا رشتہ دار جس کے بیچ میں کسی رشتے کا فاصلہ نہ ہو مثلاً باپ۔

6 ...... بیٹا۔

7 ...... "الكفاية" على هامش "الفتح القدير"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج٩، ص٤٠١.

8 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١١٦.

9 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۴: اقارب کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور دو ماموں ہیں تو چچا کو ثلث کا نصف ملے گا اور نصفِ آخر دونوں ماموؤں کو۔ (ہدایہ ج ۴، عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶ و بدائع) اور اگر فقط ایک ہی چچا ہے اور ذی رحم محرم میں سے کوئی اور نہیں تو چچا کو نصف ثُلث اور باقی نصف ثلث ورثہ پر رد ہوگا۔[1] (بدائع)

مسئلہ ۵: اقارب کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور ایک پھوپھی، ایک ماموں اور ایک خالہ چھوڑے تو یہ وصیّت چچا اور پھوپھی کے درمیان برابر تقسیم کی جائے گی۔[2] (ہدایہ ج ۴ و عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

مسئلہ ۶: اپنے ذی قرابت یا اپنے ذی رحم کے لئے وصیّت کی اور ایک چچا اور ایک ماموں چھوڑے تو اس صورت میں اکیلا چچا کل وصیّت کا مالک ہوگا۔[3] (محیط السرخسی وہدایہ ج ۴ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

مسئلہ ۷: اپنے اہل بیت کے لئے وصیّت کی تو اس میں اس کے مورث اعلیٰ (اقصی الاب فی الاسلام) کی تمام اولاد شامل ہوگی حتی کہ اگر موصی علوی ہے تو اس کی وصیّت میں ہر وہ شخص شامل ہوگا جو اپنے باپ کی طرف سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منسوب ہے۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

مسئلہ ۸: اپنے نسب یا حسب کے لئے وصیّت کی تو وہ اس کے ہر اس رشتہ دار کے لئے ہے جس کا نسب اس کے مورث اعلیٰ (اقصیٰ الاب) سے ثابت ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶)

مسئلہ ۹: اپنے ثلث مال کی وصیت کی اپنے اہل کے لئے یا کسی[6] کے اہل کے لئے کی تو یہ خاص طور سے زوجہ کے لئے ہے مگر استحساناً تمام گھر والوں کے لئے ہے جو اس کی عیال داری میں ہیں[7] اور جن کے نفقہ کا وہ کفیل ہے لیکن اس میں اس کے غلام شامل نہیں۔ (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۶) اور اگر اُس کے اہل دو شہروں میں یا دو گھروں میں رہتے ہیں وہ بھی اس وصیّت میں داخل ہیں۔[8] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۷)

مسئلہ ۱۰: کسی نے یہ کہا کہ میں نے اپنے ثلث مال کی وصیّت اپنے قرابت داروں اور غیر کے لئے کی تو یہ کل وصیّت قرابت داروں کے لئے ہے۔[9] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۱۷)

---

1 ......"بدائع الصنائع"، کتاب الوصایا، وصایااھل الذمۃ، ج ٦، ص ٤٥٣.

2 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للأقارب... إلخ، ج ٦، ص ١١٦.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

6 ......بہارشریعت میں اس مقام پر ''دونوں کے اہل کے لئے'' لکھا ہوا ہے، جبکہ فتاوی عالمگیری کے مطابق عبارت یوں ہونی چاہئے ''یا کسی کے اہل کے لئے''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔... **علمیہ**

7 ......یعنی پرورش میں ہیں۔

8 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب السادس فی الوصیۃ للأقارب... إلخ، ج ٦، ص ١١٧.

9 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱۱: اپنے بھائیوں کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی تو ان تمام بھائیوں کو ملے گی جو اس کے بھائیوں کی حیثیت سے مشہور ہیں اور اس کی طرف منسوب ہیں۔[1] (خزانة المفتیین از عالمگیری ج ٦ ص ۱۱۷)

مسئلہ ۱۲: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے زوجہ چھوڑی اور اس زوجہ کے سوا اس کا کوئی وارث نہیں، اس نے کسی اجنبی کے لئے اپنے تمام مال کی وصیّت کی اور اپنی زوجہ کے لئے جمیع مال کی وصیّت کی تو اس صورت میں اجنبی کو پہلے اس کے تمام مال کا ثلث حصہ مل جائے گا بقیہ دوثلث کا ربع (چوتھائی) میراث میں بیوی کو ملے گا جو کہ کل کا چھٹا حصہ بنتا ہے باقی رہ گیا نصف مال تو وہ اس بیوی اور اجنبی میں برابر برابر آدھا آدھا تقسیم ہوگا۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۱۷) مثال کے طور پر موصی نے بارہ روپے چھوڑے اس میں سے ایک ثلث یعنی چار روپے تو اجنبی کو بلا منازعت پہلے ہی مل جائیں گے باقی رہے دوثلث یعنی آٹھ روپے اس کا ربع یعنی دو روپے بیوی کو میراث میں مل جائیں گے جو کہ کُل کا چھٹا حصہ ہے، اب باقی رہا نصف مال یعنی چھ روپے تو یہ اجنبی اور بیوی کے مابین آدھے آدھے تقسیم ہوں گے اس طرح بیوی کو اس کے مال سے پانچ حصے اور اجنبی کو سات حصے ملیں گے۔ (مؤلف)

مسئلہ ۱۳: عورت کا انتقال ہوا اس نے اپنے تمام مال کی شوہر کے لئے وصیّت کی اور اس کا کوئی دوسرا وارث نہیں اور کسی اجنبی کے لئے بھی تمام مال کی وصیّت کی یا دونوں کے لئے نصف نصف مال کی وصیّت کی اس صورت میں اجنبی کو پہلے کل مال کا ایک ثلث ملے گا بقیہ دوثلث میں سے آدھا میراث میں شوہر کو ملے گا باقی رہا ایک ثلث، اس کے تین حصے کئے جائیں گے اُن میں سے ایک حصہ اجنبی کو اور دو حصے شوہر کو ملیں گے۔[3] (فتاوی قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ۱۱۷) اس صورت میں اس کا کل مال اٹھارہ حصوں میں تقسیم ہوگا، پہلے اجنبی کو چھ حصے یعنی ایک تہائی ملے گا، باقی رہے دو تہائی یعنی بارہ حصے اس میں سے آدھا یعنی چھ حصے شوہر کو ملیں گے باقی رہے چھ حصے جو کہ کل مال کا ایک ثلث ہیں اس میں سے اجنبی کو ایک ثلث یعنی دو۲ حصے اور شوہر کو دوثلث یعنی چار حصے ملیں گے، اس طرح شوہر کو بیوی کے کل مال میں سے دس۱۰ حصے اور اجنبی کو آٹھ۸ حصے ملیں گے۔ (مؤلف)

مسئلہ ۱۴: اولادِ فُلاں کے لئے وصیّت کی اور فلاں کے لئے کوئی صلبی اولاد ہی نہیں تو اس وصیّت میں اس کے بیٹوں کی اولاد داخل ہوگی۔[4] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ۱۱۸)

مسئلہ ۱۵: فلاں کے ورثہ کے لئے وصیّت کی تو وصیّت اس طرح تقسیم ہوگی کہ مذکر کو دو حصے اور مونث کو ایک حصہ۔[5] (ہدایہ، عالمگیری ج ٦ ص ۱۱۸)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب... إلخ، ج٦، ص١١٧.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق، ص١١٧، ١١٨.

5 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۱۶: فلاں کی بیٹیوں (بنات) کے لئے وصیّت کی اور اس کے بیٹے اور بیٹیاں دونوں ہیں تو وصیّت خاص طور سے بیٹیوں کے لئے ہے اور اگر اس کے بیٹے ہیں اور پوتیاں ہیں تو وصیّت پوتیوں کے لئے ہے۔[1] (عالمگیری ج۶ ص ۱۱۸)

مسئلہ ۱۷: فُلاں فُلاں کے آباء کے لئے وصیّت کی اور ان کے آباء واُمّہات[2] دونوں ہیں تو یہ دونوں وصیّت میں داخل ہیں لیکن اگر ان کے آباء اور اُمّہات نہیں بلکہ دادا اور دادیاں ہیں تو یہ وصیّت میں داخل نہیں۔[3] (عالمگیری ج۶ ص ۱۱۸)

مسئلہ ۱۸: آلِ فُلاں کے لئے وصیّت کی تو یہ اس کے تمام گھر والوں کے لئے ہے۔[4] (ہدایہ، جلد۴) مگر اس میں بیٹیوں اور بہنوں کی اولاد داخل نہیں نہ ہی ماں کے قرابت دار داخل ہیں۔[5] (زیلعی از حاشیہ ہدایہ)

مسئلہ ۱۹: اپنے پڑوسیوں کے لئے وصیّت کی تو اس میں امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک وہ تمام لوگ شامل ہیں جو اس کے گھر سے ملے ہوئے ہوں لیکن صاحبین کے نزدیک وہ تمام لوگ شامل ہیں جو محلّہ کی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں۔[6] (درمختار ج۵ ص ۴۷۶)

مسئلہ ۲۰: اپنے پڑوسیوں کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی اگر وہ گنتی کے ہیں تو یہ ثلث مال ان کے اغنیاء وفقراء دونوں میں تقسیم کیا جائے گا یہی حکم اس وصیّت کا ہے جو اہل مسجد کے لئے کی جائے۔[7] (عالمگیری ج۶ ص ۱۱۹)

مسئلہ ۲۱: بنی فلاں کے یتامٰی (یعنی فلاں خاندانوں کے یتیموں) کے لئے وصیّت کی اور وہ گنتی کے ہیں تو وصیّت صحیح ہے، ان سب پر خرچ کی جائے گی۔ یہی حکم اس وقت ہے جب یہ کہے کہ میں نے اس گلی کے یتامٰی یا اس گھر کے یتامٰی کے لئے وصیّت کی، اگر وہ گنتی کے ہیں تو غنی وفقیر دونوں پر خرچ ہوگی اور اگر وہ ان گنت ہیں تو وصیّت جائز ہے اس صورت میں صرف فقراء پر خرچ ہوگی۔[8] (عالمگیری ج۶ ص ۱۱۹) کتنی تعداد کو ان گنت کہیں گے، بعض علماء نے اس کو رائے قاضی پر رکھا ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، امام محمد (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) فرماتے ہیں کہ سَو سے زیادہ تعداد تو لاتحصٰی (ان گنت) ہے اور یہ سہل ہے۔[9] (فتاوٰی قاضی خاں)

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١١٨.

2 ...... یعنی باپ اور مائیں۔

3 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١١٨.

4 ...... "الهداية"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج٢، ص٥٣١.

5 ...... "تبيين الحقائق"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج٧، ص٤١٢، ٤١٣.

6 ...... "الدر المختار"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج١٠، ص٤٠٧.

7 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١١٩.

8 ...... المرجع السابق.

9 ...... "الفتاوی الخانية"، كتاب الوصايا، فصل فی مسائل متفرقة، ج٢، ص٤٢٩.

مسئلہ۲۲: فلاں خاندان کی بیواؤں کے لئے وصیّت کی وہ خواہ گنتی کی ہوں یا ان گنت ہوں دونوں صورتوں میں وصیّت جائز ہے، اگر گنتی کی ہیں تو وصیّت اُن پر خرچ ہوگی اور اگر ان گنت ہیں تو جومل جائیں ان پر خرچ ہوگی۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۹)

مسئلہ۲۳: اپنے پڑوس یا فلاں کے پڑوسی کے لئے وصیّت کی اور وہ پڑوسی ان گنت ہیں تو وصیّت باطل ہے ایسے ہی اگر اس نے اہل مسجد کے لئے وصیّت کی یا اہل جیل خانہ (قیدیوں) کے لئے وصیّت کی وہ اَن گنت ہیں تو وصیت باطل ہے۔[2] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج۶ ص۱۱۹)

مسئلہ۲۴: فلاں خاندان کے اندھوں کے لئے وصیّت کی یا فلاں خاندان کے لُنجوں (یعنی اعضا سے اپاہج) کے لئے وصیّت کی یا قرض دار یا مسافرین یا قیدیوں کے لئے، اگر وہ قابلِ شمار ہیں تو غنی اور فقیر دونوں شامل ہوں گے اور اگر بے شمار ہیں تو صرف فقراء کے لئے مالِ وصیّت خرچ ہوگا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۱۹)

مسئلہ۲۵: اپنے اصہار یعنی سسرال والوں کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت اس کی بیوی کے ہر ذی رحم محرم کے لئے ہے، اسی طرح اُس میں اس کے باپ کی بیوی کے ذی رحم محرم بھی داخل ہوں گے اور اُس کے ہر ذی رحم محرم کی زوجہ بھی داخل ہے، یہ سب اس وقت داخل ہوں گے جب موصی کی موت کے دن یہ اس کے صہر ہوں۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۰)، یعنی موصی کی زوجہ اس کی زوجیت میں ہو، طلاقِ بائن یا طلاقِ مغلظہ سے عدّت میں نہ ہو، اگر طلاقِ رجعی سے عدّت میں ہے تو وہ زوجیت میں داخل ہے۔[5] (درمختار، ردالمحتار ج۵ ص۴۷۳)

مسئلہ۲۶: اپنے اَختان یعنی دامادوں کے لئے وصیّت کی تو اس میں اس کے ہر ذی رحم محرم کا شوہر داخل ہے، جیسے بیٹیوں کے شوہر، بہنوں کے شوہر، پھوپھیوں کے شوہر اور خالاؤں کے شوہر۔ (محیط از عالمگیری ج۶ ص۱۲۰) بیوی کی لڑکی جو اس کے شوہر اول سے ہے اس کا شوہر موصی کے دامادوں میں شامل نہیں۔[6] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج۶ ص۱۲۰)

مسئلہ۲۷: اولادِ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے وصیّت کی تو اس وصیّت میں صرف اولادِ امام حسن اور امام حسین رضی اللہ تعالٰی عنہما داخل ہوگی۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۰)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الوصايا،الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ،ج٦،ص١١٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق،ص١٢٠.

5 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،كتاب الوصايا،باب الوصية للأقارب وغيرهم،ج١٠،ص٤٠٨.

6 ......"الفتاوی الهندية"،كتاب الوصايا،الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ،ج٦،ص١٢٠.

7 ......المرجع السابق،ص١٢١.

مسئلہ ۲۸: علویوں [1] کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت جائز نہیں کیونکہ وہ بے شمار ہیں اور وصیّت میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو فقیر و حاجت مندی کا اشارہ کرے، ہاں اگر فقراء علویوں کے لئے وصیّت کی تو جائز ہے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۱)

مسئلہ ۲۹: فقہاء کے لئے وصیّت کی تو جائز نہیں اور اگر ان کے فقراء کے لئے وصیت کی تو جائز ہے اسی طرح اگر طلبائے علم کے لئے وصیّت کی تو ناجائز اور اگر ان کے فقراء کے لئے کی تو جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۱)

مسئلہ ۳۰: کسی شہر کے اہل علم کے لئے وصیّت کی، اس میں اہل فقہ اور اہل حدیث شامل ہیں، لیکن اہل منطق و اہل فلسفہ شامل نہیں، نہ ہی اس میں علم کلام پڑھنے والے داخل ہیں۔ حضرت ابوالقاسم فقیہ سے روایت ہے کہ کتبِ کلام کتبِ علم نہیں۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۱)

مسئلہ ۳۱: اپنے ثلث مال کی وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فلاں کے لئے ہے اور مسلمانوں میں سے ایک شخص کے لئے، تو نصف ثلث فُلاں کو دیا جائے گا اور اس شخص کے لئے کچھ نہیں۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۱)

مسئلہ ۳۲: قبر کو لیپنے پوتنے کی [6] وصیّت کی اگر یہ حفاظتِ قبر کے لئے ہے تو جائز اور اگر تزئین کے لئے [7] ہے تو ناجائز، اور یہی حکم مزارات پر قبہ [8] بنانے کا ہے خصوصاً اولیاء اللہ کے مزارات پر بہ نیتِ آسائش زائرین [9] وتحصینِ قبر [10]۔[11] (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۱۵۱ بحوالہ درمختار، عالمگیری و بزازیہ)

مسئلہ ۳۳: اپنی قبر پر قرآن شریف پڑھنے کی وصیّت کی یہ وصیّت جائز ہے مگر اجرت پر جائز نہیں۔[12] (درمختار، ردالمحتار ج ۵ ص ۴۸۵)

مسئلہ ۳۴: وصیّت کی کہ مجھے میرے گھر میں دفن کریں تو یہ وصیّت باطل ہے کہ یہ خاص ہے انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے لئے، امت کے حق میں مشروع نہیں۔[13] (فتاویٰ رضویہ ج ۱۱ ص ۱۵۲ بحوالہ خلاصہ، بزازیہ، تاتارخانیہ و ہندیہ)

---

1 ......علوی کی جمع، حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ اولاد جو حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بطن مبارک سے نہ ہو۔

2 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السادس فی الوصية للأقارب...إلخ، ج٦، ص١٢١.

3 ......المرجع السابق

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......یعنی پلستر وغیرہ کرنے کی۔

7 ......سجاوٹ وخوبصورتی کے لیے۔

8 ......گنبد۔

9 ......یعنی زیارت کرنے والوں کے سکون وآرام کے لیے۔

10 ......یعنی حفاظت قبر کے لیے۔

11 ......"الدرالمختار"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج١٠، ص٤١٩.
و"الفتاوی الرضوية"، كتاب الوصاية، ج٢٥، ص٤٢٤.

12 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، كتاب الوصايا، باب الوصية للأقارب وغيرهم، ج١٠، ص٤٢٠.

13 ......"الفتاوی الرضوية"، كتاب الوصاية، ج٢٥، ص٤٢٥.

مکان میں رہنے اور خدمت کرنے، درختوں کے پھلوں، باغ کی آمدنی اور زمین کی آمدنی اور پیداوار کی وصیّت کا بیان

مسئلہ۱: گھر کے کرایہ کی آمدنی کی وصیّت کی تو موصٰی لہ کو اس میں رہنے کا حق نہیں اور اگر زید کے لئے ایک سال تک اپنے دار (گھر) میں سکونت کی وصیّت کی اور دار کے موصی کا اور کچھ مال نہیں ہے تو زید اس میں سے تہائی دار میں رہے گا اور ورثہ دو تہائی دار میں، ورثہ کو اختیار نہیں کہ وہ اپنا مقبوضہ فروخت کردیں۔[1] (بدائع از عالمگیری ج۶ ص۱۲۲)

مسئلہ۲: یہ کہا یہ بھوسا فلاں کے جانوروں کے لئے ہے، تو یہ وصیت باطل ہے اور اگر یہ وصیّت کی کہ فلاں کے جانوروں کو کھلایا جائے تو وصیّت جائز ہے۔[2] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۱۲۲)

مسئلہ۳: کسی شخص کے لئے اپنے گھر میں رہنے کی وصیّت کی اور مدت اور وقت مقرر نہیں کیا تو یہ وصیّت تاحیاتِ موصٰی لہ ہے۔[3] (المنتقٰی از عالمگیری ج۶ ص۱۲۲)

مسئلہ۴: کسی شخص کے لئے اپنے گھر میں رہنے کی وصیّت کی تو اسے اس گھر کو کرایہ پر دینے کا حق نہیں۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶ ص۱۲۲)

مسئلہ۵: کسی نے اپنے باغ کے محاصل و پیداوار کی وصیّت کی تو موصٰی لہ کے لئے اس کے موجودہ محاصل و پیداوار ہیں اور جو کچھ آئندہ ہوں۔[5] (کافی از عالمگیری ج۶ ص۱۲۲) **ملحوظ رہے** کہ عربی زبان میں بستان اس باغ کو کہتے ہیں جس کی چار دیواری بنی ہو، اس چہار دیواری کے اندر جو درخت یا زراعت ہو وہ سب بستان میں شامل ہے اور باغ سے ان مسائل میں مراد ایسا ہی باغ ہے۔(مؤلف)

مسئلہ۶: کسی کے لئے اپنے باغ کے پھلوں کی وصیّت کی تو اس کی دو صورتیں ہیں یا یہ کہا کہ ہمیشہ کے لئے یا ہمیشہ کا لفظ نہیں کہا۔ اگر ہمیشہ کا لفظ نہیں کہا تو اس کی بھی دو صورتیں ہیں اگر اس کے باغ میں اس کی موت کے دن پھل لگے ہیں تو موصٰی لہ کے لئے اس کے ثلث مال میں سے صرف ان ہی پھلوں سے دیا جائے گا اور اس کے بعد جو پھل آئیں گے موصٰی لہ کا ان میں کوئی حصہ نہ ہوگا۔ اور اگر موصی کی موت کے دن باغ میں پھل نہیں لگے تھے تو قیاس یہ ہے کہ یہ وصیّت باطل مگر استحسان میں وصیّت باطل نہیں بلکہ موصٰی لہ کو اس کی تاحیات اس باغ کے پھل ملتے رہیں گے بشرطیکہ وہ بستان اس کے ثلث مال سے زائد نہ ہو، یہ تمام صورتیں اس وقت ہیں جب موصی نے وضاحت نہیں کی اور اگر اس نے وضاحت کردی اور یوں کہا کہ میں نے تیرے لئے ہمیشہ کے واسطے اپنے

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب السابع فی الوصية بالسكنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٢.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب السابع فی الوصية بالسكنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٢.

باغ کے پھلوں کی وصیّت کی تو اسے موجودہ پھل بھی ملیں گے اور جو بعد میں پیدا ہوتے رہیں وہ بھی۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۲)

مسئلہ۷: اپنے باغ کے پھلوں و پیداوار کی ہمیشہ کے لئے کسی کے لئے وصیّت کی پھر اس کے کھجور کے درختوں کی جڑوں سے اور درخت پیدا ہو گئے تو ان کی پیداوار اور محاصل بھی وصیّت میں داخل ہوں گے۔[2] (المنتقٰی از عالمگیری ج۶ ص۱۲۲)

مسئلہ۸: اپنے باغ کے پھلوں کے ثلث کی وصیّت کی اور موصی کا اور کوئی مال سوائے اس بستان (باغ) کے نہیں ہے تو یہ وصیّت جائز ہے اور موصٰی لہ اس کا ثلث پانے کا مستحق ہے اگر موصٰی لہ نے باغ کا تہائی حصہ ورثہ سے تقسیم کرلیا پھر اس حصہ سے آمدنی ہوئی جو موصٰی لہ کے پاس آیا اور ورثہ کے حصے میں آمدنی نہیں ہوئی یا ورثہ کے حصہ میں آمدنی ہوئی اور موصٰی لہ کے حصہ میں آمدنی نہیں ہوئی تو دونوں صورتوں میں وہ ورثہ اور موصٰی لہ ایک دوسرے کے شریک ہوں گے۔[3] (عالمگیری، ج۶ ص۱۲۲)

مسئلہ۹: کسی کے لئے ثلث بستان کی وصیّت کی تو ورثہ کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے حصہ کا دو ثلث بستان فروخت کردیں، ایسی صورت میں دو ثلث کا خریدار موصٰی لہ کے ساتھ شریک ہوجائے گا۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۳)

مسئلہ۱۰: ایک شخص نے کسی کے لئے اپنی زمین کی پیداوار کی وصیّت کی اور اس زمین میں کھجور کے درخت ہیں اور نہ اور کوئی درخت ہے اور موصی کا اس کے سوا اور مال بھی نہیں ہے تو اس کو کرایہ پر اٹھایا جائے گا اور اس کرایہ کا ایک ثلث موصٰی لہ کو دیا جائے گا اور اگر اس میں کھجور کے درخت ہیں اور اور بھی درخت ہیں تو ان درختوں کی پیداوار کا ثلث موصٰی لہ کو ملے گا۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۳)

مسئلہ۱۱: وصیّت کرنے والے نے کسی کے لئے اپنی بکریوں کی اُون کی یا اپنی بکریوں کے بچوں کی یا ان کے دودھ کی ہمیشہ کے لئے وصیّت کی تو ان تمام صورتوں میں موصٰی لہ کو ان بکریوں کا وہی اون ملے گا جو وصیّت کرنے والے کی موت کے دن ان کے جسم پر ہے اور وہی بچے ملیں گے جو موصی کی موت کے دن ان کے پیٹوں میں ہیں اور وہی دودھ ملے گا جو موصی کی موت کے دن ان کے تھنوں میں ہے خواہ موصی نے وصیّت میں ہمیشہ کا لفظ کہا یا نہ کہا۔[6] (ہدایہ از عالمگیری ج۶ ص۱۲۳)

مسئلہ۱۲: کسی شخص نے اپنے بستان (باغ) کی پیداوار کی وصیت کی پھر موصٰی لہ نے میت کے ورثہ سے غلہ کے عوض پورا باغ خرید لیا تو یہ جائز ہے اس صورت میں وصیّت باطل ہوجائے گی اسی طرح اگر ورثہ نے باغ اس کو فروخت نہیں کیا لیکن انھوں نے کچھ مال دے کر موصٰی لہ کو اپنے حصہ کے غلّہ سے بری ہونے پر راضی کرلیا تو یہ بھی جائز ہے۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۱۲۳)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع فی الوصية بالسكنٰی... إلخ، ج٦، ص١٢٢، ١٢٣.

2 ...... المرجع السابق، ص١٢٣.

3 ...... المرجع السابق.

4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق.

6 ...... المرجع السابق.

7 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۱۳: اپنے گھر کے کرایہ کی مساکین میں تقسیم کرنے کی وصیّت کی تو یہ اس کے ثلث مال میں سے جائز ہے اور اگر مساکین کے لئے اپنے گھر میں رہنے یا اپنی سواری پر سوار ہونے کی وصیّت کی تو یہ جائز نہیں مگر یہ کہ موصیٰ لہ معلوم ہو۔[1] (محیط از عالمگیری ج ۶، ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۴: مساکین کے لئے اپنے انگور کے باغ کی بہار کی تین سال تک کے لئے وصیّت کی اور مر گیا اور تین سال تک اس کے انگور کے باغ میں انگور کی بہار نہ آئی تو بعض کے قول پر یہ باغ موقوف رہے گا جب تک اس کی تین سال کی بہار مساکین پر صدقہ نہ کردی جائے، فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ تعالی علیہ نے فرمایا یہ قول ہمارے اصحاب کے مطابق ہے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۵: اپنے جسم کے لباس کی وصیّت کی تو یہ جائز ہے اور موصیٰ لہ کو اس کے جُبّے، قمیص، چادریں اور پاجامے ملیں گے، اس کی ٹوپیاں، موزے، جرابیں اس میں شامل نہ ہوں گے۔[3] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶، ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۶: یہ وصیّت کی کہ یہ کپڑے صدقہ کردو تو یہ جائز ہے کہ وہ کپڑے فروخت کرکے ان کی قیمت صدقہ کردیں یا چاہیں تو کپڑے فروخت نہ کریں رکھ لیں اور ان کی قیمت دے دیں۔[4] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۲۳)

مسئلہ ۱۷: کسی آدمی کو یہ وصیّت کی کہ میری زمین سے دس جریب (گھٹ) زمین ہر سال کاشت کرے اس صورت میں بیج، خراج (مالگذاری) اور آبپاشی[5] موصیٰ لہ[6] کے ذمہ ہوگی اور اگر وصیّت میں یہ کہا کہ ہر سال میری دس جریب زمین میرے لئے کاشت کرے اس صورت میں بیج، مالگذاری اور آبپاشی متوفٰی موصی کے مال سے دیئے جائیں گے۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۱۸: کسی شخص کے لئے کھجور کے باغ کی کھجوروں کی وصیّت کی جو کہ تیار تھیں یا کاشت کی وصیّت کی جو کاٹے جانے کے قریب تھیں لیکن فصل کاٹی نہیں گئی تھی تو مال گزاری موصیٰ لہ پر ہے لیکن اگر باغ کے پھل توڑ لئے گئے اور کھیتی کاٹ لی گئی تو متوفٰی موصیٰ لہ کے مال سے مال گزاری دی جائے گی۔[8] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶، ص ۱۲۴)

مسئلہ ۱۹: موصی نے کسی کے لئے اپنی تلوار کی وصیّت کی تو اس میں تلوار کا پرتلہ[9] اور حمائل[10] داخل ہے۔[11] (عالمگیری ج ۶، ص ۱۲۴)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع فی الوصية بالسكنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٣.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......یعنی زمین کو پانی دینا۔ 6 ......جس کے لیے وصیت کی۔

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع فی الوصية بالسكنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٤.

8 ......المرجع السابق.

9 ......وہ پٹی یا تسمہ جس میں تلوار لٹکی رہتی ہے۔ 10 ......وہ پرتلا جو شانے پر ترچھا پڑتا ہے۔

11 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع فی الوصية بالسكنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٤.

مسئلہ ۲۰: کسی کے لئے مصحف (قرآن پاک) کی وصیّت کی اور مصحف کا غلاف بھی ہے تو اس کو مصحف ملے گا غلاف نہیں۔[1] (قدوری از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۱: سرکہ کے مٹکے کی وصیّت کی تو اس میں مٹکا شامل ہے اور اگر جانوروں کے گھر (یعنی وہ گھر جس میں جانور رکھے جاتے ہیں) کی وصیّت کی تو وصیّت دار (گھر) کی ہے اس میں جانور شامل نہیں، ایسے ہی کھانے کی کشتی (ٹرے) کی وصیّت کی تو اس میں کا کھانا دیا جائے گا کشتی (ٹرے) نہیں۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۲: کسی کے لئے میزان (ترازو) کی وصیّت کی تو اس میں اس کا عمود (ڈنڈی) پلڑے اور اس کی ڈسیں[3] شامل ہیں، باٹ،[4] بٹہ اور مٹھیہ (علاق)[5] شامل نہیں لیکن اگر ترازو معین کر دی تو اس میں باٹ اور علاق بھی شامل ہوں گے۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۳: اپنی بکریوں میں سے کسی کے لئے ایک بکری کی وصیّت کی اور یہ نہیں کہا کہ میری ان بکریوں میں سے، پھر وارثوں نے اسے وہ بکری دی جس نے موصی کی موت کے بعد بچہ جنا تو یہ بچہ بکری کے ساتھ شامل نہ ہوگا یعنی فقط بکری ملے گی۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۴: اور اگر یہ کہا کہ میں نے فلاں کے لئے اپنی بکریوں میں سے ایک بکری کی وصیّت کی اور وارثوں نے اس موصٰی لہ کو وہ بکری دی جس نے موصی کی موت کے بعد بچہ دیا تو وہ بچہ اس بکری کا تابع ہوگا یعنی بکری مع بچہ کے موصٰی لہ کو دی جائے گی اور اگر وارثوں نے بکری معیّن کرنے سے پہلے پہلے بچہ کو ضائع کر دیا یعنی ہلاک کر دیا تو ان پر اس کا ضمان نہیں۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۵: دار (گھر) کی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور اس کی بنیاد کی دوسرے کے لئے، یا یہ کہا کہ یہ انگوٹھی فلاں کے لئے ہے اور اس کا نگینہ دوسرے کے لئے یا یہ کہا کہ یہ کنڈیا (زنبیل)[9] فلاں کے لئے اور اس میں کے پھل فلاں کے لئے، تو ان تمام صورتوں میں اگر اس نے متصلاً بلافصل کہا تو ہر شخص کو وہی ملے گا جس کی وصیّت اس کے لئے کی اور اگر متصلاً نہیں کہا بلکہ

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج ۶، ص ۱۲۴.

2 ......المرجع السابق.

3 ......ترازو کی ڈوریاں۔ 4 ......اشیاء تولنے کے لیے ترازو پر رکھا جانے والا پتھر وغیرہ۔

5 ......موٹھ جہاں سے ترازو کو پکڑتے ہیں۔

6 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیۃ بالسکنٰی... إلخ، ج ۶، ص ۱۲۴.

7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

9 ......پھلوں کی ٹوکری۔

فصل کیا تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک یہی حکم ہے اور امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا کہ اصل (یعنی دار یا انگوٹھی یا کنڈیا) تنہا پہلے کو ملے گی اور تابع میں دونوں شریک ہوں گے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۵ بحوالہ کافی) یعنی اس صورت میں گھر تنہا پہلے کو ملے گا بناء مشترک ہوگی، کنڈیا پہلے کو ملے گی پھل مشترک ہوں گے اور انگوٹھی پہلے کو ملے گی اور نگینہ مشترک ہوگا۔

مسئلہ ۲۶: اور اگر یہ وصیّت کی کہ یہ گھر فلاں کے لئے ہے اور اس میں رہائش فلاں کے لئے یا یہ درخت فلاں کے لئے ہے اور اس کا پھل فلاں کے لئے یا یہ بکری فلاں کے لئے اور اس کی اُون فلاں کے لئے تو جس کے لئے جو وصیّت کی اس کو بلا اختلاف وہی ملے گا خواہ اس نے یہ متصلاً کہا ہو یا درمیان میں فصل کیا ہو۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۴)

مسئلہ ۲۷: کسی شخص کے لئے اپنے دار (مکان) کی وصیّت کی اور اس میں بنے ہوئے ایک خاص بیت (کمرہ) کی وصیّت کسی دوسرے کے لئے کی تو وہ خاص بیت ان دونوں کے درمیان بقدر ان کے حصہ کے مشترک ہوگا۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۵)

مسئلہ ۲۸: کسی کے لئے معینہ ایک ہزار درہم کی وصیّت کی اور ان میں سے ایک سو درہم کی دوسرے کے لئے وصیت کی تو ایک ہزار والے کو نو سو درہم ملیں گے اور سو درہم دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۵)

مسئلہ ۲۹: اگر ایک شخص کے لئے مکان کی وصیّت کی اور اس کی بناء[5] کی دوسرے کے لئے تو بناء ان دونوں کے درمیان حصۂ رسدی[6] تقسیم ہوگی۔[7] (بدائع از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۵)

مسئلہ ۳۰: موصی نے اپنے جانور کی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور اس کی سواری اور منفعت کی دوسرے کے لئے وصیّت کی تو ہر موصٰی لہ کے لئے وہی ہے جس کی اس کے لئے وصیّت کی۔[8] (مبسوط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۵)

مسئلہ ۳۱: ایک شخص کے لئے اپنے گھر کے کرایہ کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے اس میں رہنے کی وصیّت کی اور تیسرے شخص کے لئے اس کے رقبہ کی وصیّت کی اور یہ ایک ثلث ہے پس کسی شخص نے موصی کی موت کے بعد اس کو منہدم کر دیا تو جتنا اس نے گرایا ہے اس کی قیمت کا تاوان اُس پر ہے پھر اس قیمت سے مکان بنائے جائیں جیسے بنے ہوئے تھے اور کرایہ پر دیا جائے، تو جس کے لئے کرایہ کی وصیّت کی اسے کرایہ اور جس کے لئے سکونت کی وصیّت کی اسے حق سکونت ملے گا، یہی حکم بستان (باغ) کی وصیّت کا ہے کہ اس نے ایک شخص کے لئے بستان کی پیداوار کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے اس کے رقبہ کی، پھر کسی شخص نے اس میں سے درخت کاٹ لئے تو اس پر درختوں کی قیمت کا تاوان ہے اس قیمت سے

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٥.

2 ......المرجع السابق.
3 ......المرجع السابق.
4 ......المرجع السابق.

5 ......بنیاد۔
6 ......جو حصے میں آتا ہے اس کے مطابق۔

7 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٥.

8 ......المرجع السابق، ص١٢٦.

درخت خرید کر لگائے جائیں گے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ۳۲: موصی نے ایک شخص کے لئے اپنے باغ کی آمدنی کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے باغ کے رقبہ کی وصیّت کی اور یہ اس کا ثلث مال ہے تو باغ کا رقبہ اس کے لئے ہے جس کے واسطے رقبہ کی وصیّت کی اور اس کی آمدنی اس کے لئے جس کے واسطے اس کی آمدنی کی وصیّت کی جب تک موصیٰ لہ زندہ ہے اور اس صورت میں باغ کی آبپاشی، مال گذاری اور اس کی اصلاح ومرمت آمدنی والے پر ہے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ۳۳: موصی نے ہمیشہ کے لئے اپنی بکریوں کی اُون کی یا ان کے دودھ کی یا ان کے گھی کی یا ان کے بچوں کی کسی کے لئے وصیّت کی تو یہ وصیّت صرف اس اون میں جاری ہوگی جو موصی کی موت کے دن ان بکریوں کی پیٹھوں پر ہے یا وہ دودھ جو ان کے تھنوں میں ہے یا وہ گھی جو ان کے تھنوں کے دودھ سے برآمد ہو یا وہ بچے جو ان کے پیٹ میں ہوں جس دن کہ موصی کی موت ہوئی، اس کی موت کے بعد پھر جو کچھ پیدا ہوگا اس میں وصیّت جاری نہ ہوگی۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ۳۴: موصی نے کسی کے لئے ہمیشہ کے واسطے اپنے کھجوروں کے باغ کے محاصل (آمدنی) کی وصیّت کی اور دوسرے کے لئے اس باغ کے رقبہ کی وصیّت کی اور اس باغ میں بہار (پھل) نہیں آئی تو اس صورت میں اس کی آبپاشی اور اس کی اصلاح کا خرچہ ومرمت صاحب رقبہ پر ہے پھر جب اس پر پھل آجائیں تو یہ خرچہ آمدنی لینے والے پر ہے اور اگر ایک سال پھل آئے پھر نہ آئے تب بھی اس کی اصلاح وخرچہ کی ذمہ داری آمدنی لینے والے پر ہے، اگر آمدنی لینے والے نے خرچہ نہ کیا اور صاحب رقبہ نے خرچہ کیا یہاں تک کہ باغ میں پھل آگئے تو صاحب رقبہ اس سے اپنا خرچہ وصول کرے گا۔[4] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ۳۵: یہ وصیّت کی کہ ان تِلوں کا تیل فلاں کے لئے اور اس کی کَھلی[5] دوسرے کے لئے ہے تو تیل نکالنے کی ذمہ داری اس کی ہے جس کے لئے تیل کی وصیّت کی۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ۳۶: انگوٹھی کے حلقہ[7] کی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور اس کے نگینہ کی دوسرے کے لئے تو یہ وصیّت جائز ہے اگر اس کا نگ نکالنے میں انگوٹھی کے خراب ہونے کا اندیشہ ہے تو دیکھا جائے گا اگر حلقہ کی قیمت نگ سے زیادہ ہے تو حلقہ والے سے کہا جائے گا کہ وہ نگ والے کو نگ کی قیمت ادا کرے اور اگر نگ کی قیمت زیادہ ہے تو نگ والے سے

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......تیل نکالنے کے بعد تلوں کا بچا ہوا پھوک۔

6 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٧.

7 ......نگینے کے علاوہ دھات کی بقیہ انگوٹھی۔

کہا جائے گا کہ وہ انگوٹھی کے حلقہ کی قیمت ادا کرے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٣٧: ایک شخص نے کسی کے لئے اپنے بستان (باغ) کے ان پھلوں کی وصیّت کی جو اُس میں موجود ہیں اوراس نے اس کے لئے اس کے پھلوں کی ہمیشہ کے لئے بھی وصیّت کی، اس کے بعد موصی کا انتقال ہوگیا اور موصی کا اس کے سوا اور مال نہیں ہے اور باغ میں پھل ١٠٠ سو روپے کی قیمت کے ہیں اور پورے باغ کی قیمت تین ٣٠٠ سو روپے کے مساوی ہے، اس صورت میں موصٰی لہ کے لئے باغ میں موجود پھلوں کا تہائی حصہ ہے اور آئندہ جو پھل آئیں گے ان میں سے ہمیشہ اس کو ایک ثلث ملتا رہے گا۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٣٨: یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے فلاں شخص پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں تو اس کے مال کا ایک ثلث رکھ لیا جائے گا تاکہ موصٰی لہ پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جاتے رہیں جیسا کہ موصی نے وصیّت کی ہے۔[3] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٢٨)

مسئلہ ٣٩: ایک شخص نے دو آدمیوں کے لئے وصیّت کی کہ ان میں سے ہر ایک پر میرے مال سے اتنا اتنا خرچ کیا جائے تو اس کا ایک ثلث مال ان دونوں پر خرچ کے لئے رکھ لیا جائے گا پھر اگر وارثوں نے ان میں سے کسی ایک سے کچھ دے کر مصالحت کر لی اور وہ وصیّت سے دستبردار ہوگیا تو اس صورت میں موصی کا کل ثلث مال دوسرے پر خرچ کرنے کے لئے رکھ لیا جائے گا اور وارثوں کے حق میں دستبرداری دینے والے کا حق وارثوں کو نہ ملے گا۔[4] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٢٧)

مسئلہ ٤٠: ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرے مال میں سے فلاں شخص پر اس کی تاحیات ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں اور ایک دوسرے شخص کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی اور ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو اس صورت میں اس کا مال چھ حصوں میں تقسیم ہوکر ایک حصہ موصٰی لہ ثلث[5] کو ملے گا اور باقی پانچ حصے محفوظ رکھے جائیں گے ان میں سے پانچ درہم والے پر ہر ماہ پانچ درہم خرچ کئے جائیں گے اور اگر یہ شخص جس کے لئے پانچ درہم ہر ماہ خرچ کرنے کی وصیّت کی تھی اپنے حصہ کا محفوظ روپیہ خرچ ہونے سے پہلے ہی مرگیا تو جس کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی تھی اس کا ثلث پورا کیا جائے گا اور یہ ثلث مال اس دن کے حساب سے لگایا جائے گا جس دن کہ موصی کی[6] موت ہوئی لیکن اگر مال کا دوثلث حصہ سے زیادہ خرچ ہو چکا تھا اور اب جو باقی بچا اس سے موصٰی لہ ثلث کا ثلث پورا نہیں ہوتا تو اس صورت میں اس مرنے والے کے حصہ میں سے جو نفقہ بچا ہے وہ اسے دے دیا جائے گا اور اس کا ثلث پورا نہیں کیا جائے گا اور اگر مال اتنا بچ گیا تھا کہ موصٰی لہ ثلث کا ثلث پورا ہوکر بچ گیا تو جو باقی بچا وہ موصی کے ورثہ کو ملے گا نہ کہ اس کے ورثہ کو جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ خرچ کرنے کی وصیّت کی تھی۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٨)

1 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٧.
2 ...... المرجع السابق.
3 ...... المرجع السابق، ص١٢٨.
4 ...... المرجع السابق.
5 ...... یعنی جس کے لیے ثلث مال کی وصیت کی ہے۔
6 ...... وصیت کرنے والے کی۔
7 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب السابع فی الوصیة بالسکنٰی...إلخ، ج٦، ص١٢٨.

مسئلہ ۴۱: اگر دو آدمیوں کے لئے یہ وصیت کی کہ ان دونوں پر ان کی تاحیات میرے مال سے ہر ماہ دس درہم خرچ کئے جائیں اور ایک تیسرے کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دی تو اس کا مال چھ حصوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ورثہ نے اجازت نہ دی تو دو برابر حصوں میں تقسیم ہوگا اور اگر ان دونوں آدمیوں سے جن کے لئے تاحیات دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی ایک آدمی کا انتقال ہوگیا تو اس کا حصہ اس کو نہیں ملے گا جس کے لئے ثلث مال کی وصیت کی تھی بلکہ جو کچھ ان دو آدمیوں کے لئے محفوظ رکھا تھا وہ ویسے ہی محفوظ رہے گا اور اسے اس ایک پر خرچ کیا جائے گا جو ان دونوں میں سے زندہ باقی ہے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٨، کتاب الوصایا)

مسئلہ ۴۲: اگر میت نے یہ وصیّت کی کہ میں نے فلاں کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی اور فلاں کے لئے اس پر تاحیات ہر ماہ پانچ درہم خرچ کرنے کی وصیّت کی اور ایک دوسرے کے لئے تاحیات اُس کی اُس پر پانچ درہم خرچ کرنے کی وصیت کی تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو اس کا مال نو حصوں میں منقسم ہوگا، جس کے لئے ثلث مال کی وصیّت کی اس کو ایک حصہ اور بقیہ بعد والے دونوں موصٰی لہما کے لئے چار چار حصے محفوظ رکھے جائیں گے اور ان پر ہر ماہ خرچ ہوں گے۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٨)

مسئلہ ۴۳: اگر میت نے وصیّت کی کہ میرے مال سے فلاں پر اس کی تاحیات پانچ درہم ماہانہ خرچ کیا جائے اور فلاں اور فلاں پر ان کی تاحیات دس درہم ماہانہ خرچ کئے جائیں، ہر ایک کے لئے پانچ درہم، اور ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو مال موصٰی لہ اور موصٰی لہما کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا اس طرح کہ جس کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیّت کی اسے ایک نصف اور جن دو کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی انھیں دوسرا نصف، اس طرح نصف مال پہلے ایک کے لئے اور نصف مال دوسرے دو کے لئے محفوظ رکھا جائے گا اور ان پر ماہ بماہ خرچ ہوگا۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٨) اور اگر اس ایک کا انتقال ہوگیا جس ایک کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی تو جو کچھ بچا وہ ان دو پر خرچ ہوگا جن دو کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی اور اگر ان دونوں میں سے ایک کا انتقال ہوگیا جن کے لئے ایک ساتھ دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی اور پانچ درہم والا زندہ رہا تو اس صورت میں مرنے والے کا حصہ اس کے شریکِ وصیّت کے لئے محفوظ رکھا جائے گا اور اس پر خرچ کیا جائے گا، یہ اس صورت میں ہے جب ورثہ نے اجازت دے دی اور اگر ورثہ نے اجازت نہیں دی تو میت کا ثلث مال نصف نصف دو برابر حصوں میں تقسیم ہوگا، نصف ثلث اس کو ملے گا جس ایک کے لئے پانچ درہم ماہانہ کی وصیّت کی اور نصف ثلث ان دونوں کو ملے گا جن دونوں کو ایک ساتھ ملا کر ان کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٢٩)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص١٢٨.

2 ......المرجع السابق.   3 ......المرجع السابق، ص١٢٩.   4 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۴۴: ایک شخص نے وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فلاں کے لئے رکھا جائے اور اس پر اس میں سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں جب تک کہ وہ زندہ رہے اور میں نے وصیّت کی کہ میرا ثلث مال فلاں فلاں کے لئے ہے ان دونوں پر ہر ماہ تا حیات ان کی دس درہم خرچ کئے جائیں تو اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو چار درہم والے کو اس میت کے مال کا کامل ثلث (پورا تہائی حصہ) ملے گا وہ جو چاہے کرے اور دس درہم والے دونوں کو اس میت کے مال کا دوسرا ثلثِ کامل ملے گا اور یہ ثلث ان دونوں کے درمیان برابر برابر تقسیم ہوگا اور محفوظ کچھ نہ رکھا جائے گا، اور اگر ان تینوں موصیٰ لہم (جن کے لئے وصیّت کی گئی) میں سے کسی کا انتقال ہوگیا تو اس کے حصہ کا مال اس انتقال کر جانے والے کے وارثوں کو ملے گا اور اگر ورثہ نے میت کی اس وصیّت کو جائز نہیں کیا تو اس صورت میں چار درہم والے کو نصف ثلث (تہائی مال کا آدھا) ملے گا اور ان دونوں کو جن کے لئے دس درہم ماہانہ کی وصیّت کی تھی نصف ثلث ملے گا اور یہ نصف ثلث ان دونوں کے مابین آدھا آدھا بٹے گا۔[1] (بحوالہ جامع الصغیر از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۹)

مسئلہ ۴۵: میت نے کہا میں نے فلاں کے لئے ایک ثلث مال کی وصیّت کی اس پر اس میں سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں اور میں نے فلاں فلاں کے لئے وصیّت کی کہ فلاں پر پانچ درہم ماہانہ اور فلاں پر تین درہم، پس اگر ورثہ نے اس کی اجازت دے دی تو چار درہم والے کو ماہانہ اس کے کل مال کا ایک ثلث ملے گا اور بقیہ دو کو دو ثلث ملیں گے اور یہ دو ثلث ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوں گے، یہ لوگ اپنے اپنے حصہ کو جیسے چاہیں استعمال کریں، اور اگر ورثہ نے اس کی اس وصیّت کو جائز نہ کیا تو چار درہم والے کو نصف ثلث ملے گا اور بقیہ دو کو دوسرا نصف ثلث ملے گا اور یہ ان کے مابین آدھا آدھا بٹ جائے گا اور اگر ان میں سے کسی کا انتقال ہوگیا تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کو میراث میں ملے گا۔[2] (محیط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۹)

مسئلہ ۴۶: میت نے وصیّت کی کہ فلاں پر میرے مال سے ہر ماہ چار درہم خرچ کئے جائیں اور ایک دوسرے پر ہر ماہ پانچ درہم میرے بستانی (چہار دیواری والا باغ) کی آمدنی سے خرچ کئے جائیں اور میت نے بجز بستان کے اور کوئی مال نہیں چھوڑا تو اس صورت میں میت کا ثلث (تہائی) بستان ان دونوں کے لئے نصف نصف ہے پھر بستان (باغ) کی ثلث پیداوار فروخت کی جائے گی اور اس کی قیمت وصی کے قبضہ میں یا اگر وصی نہیں ہے تو کسی ایماندار وثقہ آدمی کے قبضہ میں دے دی جائے گی، وہ وصی اور ثقہ ان دونوں پر حصہ رسدی ماہ بماہ خرچ کرے گا اور اگر ان دونوں کا انتقال ہوگیا تو جو کچھ رہے گا وہ موصی کے ورثہ کو ملے گا۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۲۹)

مسئلہ ۴۷: یہ وصیّت کی کہ فلاں شخص پر میرے مال سے چار روپے ماہانہ خرچ کئے جائیں اور فلاں پر پانچ

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص١٢٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

روپے ماہانہ تو اس صورت میں تنہا ایک کے لئے مال وصیّت کا چھٹا حصہ اور دوسرے دونوں کے لئے، دوسرا چھٹا حصہ خرچ کرنے کے لئے محفوظ رکھا جائے گا۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۰) یعنی میت کا مال بارہ حصوں میں تقسیم ہوگا اس میں سے ایک ثلث یعنی چار حصے وصیّت میں دیئے جائیں گے باقی دو ثلث یعنی آٹھ حصے ورثہ کو ملیں گے پھر ثلث مال کی وصیّت کے ان چار حصوں میں سے دو حصے تنہا پہلے موصیٰ لہ کے لئے اور دوسرے دو حصے دوسرے دونوں موصیٰ لہما کے لئے، اور ان پر ہر ماہ خرچ ہوگا۔

مسئلہ ۴۸: میت نے اپنی آراضی کی پیداوار کی کسی ایک شخص کے لئے وصیّت کی اور دوسرے شخص کے لئے اس آراضی کے رقبہ کی وصیّت کی اور وہ ثلث مال میں ہے پھر اس کو صاحبِ رقبہ نے (یعنی جس کے لئے رقبہ کی وصیّت کی تھی) فروخت کردیا اور اس شخص نے اس بیع کو تسلیم کرلیا جس کے لئے پیداوار کی وصیّت کی تھی تو بیع جائز ہوگئی، اور پیداوار کی وصیّت جس کے لئے تھی وہ وصیّت باطل ہوگئی اب اس کا اس پیداوار کی قیمت میں بھی کوئی حصہ نہیں۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۰)

مسئلہ ۴۹: مریض نے اپنے بستان کی پیداوار کی وصیّت کسی کے لئے کی اور موصی کی موت سے قبل کئی سال اس میں پیداوار ہوئی پھر موصی کا انتقال ہوگیا تو موصیٰ لہ کا اس پیداوار میں حصہ ہے جو موصی کی موت کے وقت یا اس کے بعد پیدا ہو۔[3] (مبسوط از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۰) جو پیداوار موصی کی موت سے پہلے ہوئی اس میں کوئی حصہ نہیں۔

مسئلہ ۵۰: یہ کہا کہ میں نے ان ایک ہزار کی فلاں کے لئے وصیّت کی اور میں نے فلاں کے لئے اس میں سے سَو ۱۰۰ کی وصیّت کردی ہے تو یہ رجوع نہیں ہے، اس صورت میں نوسَو ۹۰۰ پہلی وصیّت والے کے لئے ہیں اور سَو ۱۰۰ میں دونوں آدھے آدھے کے شریک ہیں۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۰)

مسئلہ ۵۱: مریض نے کہا کہ میرا ثلث مال فلاں اور فلاں کے لئے اور فلاں کے لئے اس میں سے ایک سو ہے اور اس کا ثلث مال کل ستّر ۷۰ درہم ہی ہے تو یہ کل ثلث اسی کو ملے گا جس کے لئے سَو ۱۰۰ مقرر کئے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۰)

مسئلہ ۵۲: یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال عبداللہ کے لئے زید و عَمرو کے لئے اور عمرو کے لئے اس میں سے سَو ۱۰۰ روپے، اور اس کا ثلث مال کل سَو ۱۰۰ روپے ہی ہے تو یہ سَو ۱۰۰ روپے عَمرو کو ملیں گے اور اگر اس کا ثلث مال ڈیڑھ سو ۱۵۰ روپے تھے تو عمرو کو سو روپے ملیں گے اور جو بچا اس میں عبداللہ اور زید نصف نصف کے شریک ہیں۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۰)

1 ..... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع فی الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص١٢٩.

2 ..... المرجع السابق، ص ١٣٠.

3 ..... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع فی الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص ١٣٠.

4 ..... المرجع السابق.

5 ..... المرجع السابق. 6 ..... المرجع السابق.

مسئلہ ۵۳: یہ وصیّت کی کہ یہ ایک ہزار فلاں اور فلاں کے لئے، فلاں کے لئے اس میں سے ننوّ روپے، تو وہ اس طرح تقسیم ہوں گے فلاں کو ننوّ روپے اور دوسرے کو نوسو روپے، اگر اس میں سے کچھ ضائع ہوگئے تو باقی کے دس حصے کر کے ایک حصہ ننوّ والے کو اور باقی نو حصے دوسرے کو دیئے جائیں گے۔ (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۰) اور اگر اس نے ایک تیسرے شخص کے لئے دیگر ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اور اس کا ثلث مال کل ایک ہزار روپے ہے تو اس صورت میں نصف ہزار تیسرے موصیٰ لہ کو ملے گا اور نصف ہزار پہلے دو موصیٰ لہما کو دیا جائے گا اور وہ دس حصوں میں تقسیم ہو کر پہلے کو ایک حصہ اور دوسرے کو ۹ حصے ملیں گے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۰)

مسئلہ ۵۴: اگر کہا کہ یہ ایک ہزار فلاں اور فلاں کے لئے، اس میں سے پہلے فلاں کے لئے سو روپے اور دوسرے کے لئے مابقی یعنی نوسو روپے، تو پہلے والے کو سو روپے ملیں گے اور اگر تقسیم سے پہلے ہزار میں سے نوسو ہلاک ہوگئے تو پہلے کے لئے سو روپے ہیں اور دوسرے کے لئے کچھ نہیں اور اگر یہ کہا کہ میں نے اپنے ثلث مال سے فلاں کے لئے سو روپے کی وصیّت کی اور فلاں کے لئے بقیہ کی اور میں نے فلاں کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کر دی اس صورت میں بقیہ والے کو کچھ نہ ملے گا اور میت کا ثلث مال پہلے والے موصیٰ لہ اور تیسرے والے موصیٰ لہ میں گیارہ حصوں میں تقسیم ہو کر ایک حصہ پہلے والے کو اور دس حصے ایک ہزار والے کو یعنی تیسرے والے کو ملیں گے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۰)

مسئلہ ۵۵: یہ کہا کہ میں نے اس ایک ہزار کی فلاں فلاں کے لئے وصیّت کی اور فلاں کے لئے سات سو اور فلاں کے لئے چھ سو تو اس صورت میں یہ ایک ہزار ان دونوں کے درمیان تیرہ حصوں میں تقسیم ہوگا، سات حصے سات سو والے کو اور چھ حصے چھ سو والے کو ملیں گے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۱ محیط السرخسی)

مسئلہ ۵۶: یہ کہا کہ فلاں کے لئے اس ایک ہزار میں سے ہزار اور فلاں کے لئے ہزار، تو اس صورت میں یہ ایک ہزار ان دونوں کے درمیان نصف نصف تقسیم ہوگا۔[4] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۱)

مسئلہ ۵۷: یہ کہا کہ میں نے اس ایک ہزار کی فلاں اور فلاں کے لئے وصیّت کی فلاں کے لئے اس میں سے ایک ہزار، تو اس صورت میں ایک ہزار سب کے سب دوسرے موصیٰ لہ کو ملیں گے۔[5] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۱)

مسئلہ ۵۸: ایک شخص نے کچھ لوگوں کے لئے کچھ وصیّتیں کیں، اُن میں سے کوئی آیا اور اس نے اپنے لئے وصیّت کا ثبوت پیش کیا اور یہ چاہا کہ اس کا حصہ اسے دے دیا جائے تو اس کا حصہ اسے دے دیا جائے اور باقی لوگوں کا حصّہ محفوظ رکھا جائے

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص ١٣٠.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

پس اگران باقی لوگوں کا حصہ صحیح وسالم رہا تو وہ ان کو دے دیا جائے گا اور اگر ضائع ہوگیا تو یہ سب اس کے حصّہ میں شریک ہوں گے جس نے اپنا حصّہ لے لیا تھا اور اس کو حصّہ دے دینا بقیہ لوگوں کے لئے تقسیم کا حکم نہیں رکھتا۔[1] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۱)

مسئلہ ۵۹: کسی نے وصیّت کی کہ فلاں شخص کو ایک ہزار درہم دے دیئے جائیں جن سے وہ قیدیوں کو خرید لے پس اگر وہ شخص روپے لینے سے قبل ہی انتقال کر گیا تو حاکم کو یہ روپیہ دے دیا جائے گا وہ اس کام کے لئے لوگوں میں سے کسی کو ولی بنا دے گا تا کہ وہ اس روپے سے قیدیوں کو خرید لے۔[2] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۱)

مسئلہ ٦٠: ایک شخص نے یہ وصیّت کی کہ میرا گھر فروخت کیا جائے اور اس کی قیمت سے دس بوجھا گیہوں (مثلاً دس کوئنٹل) اور ایک ہزار من روٹیاں خریدی جائیں۔ (من ۔۔۔۔ ۲/۱ ۶۷ تولہ کا ایک پیمانہ تھا،[3] فتاویٰ رضویہ ج ۴) اور اس نے کچھ اور وصیّتیں بھی کیں، پس اس کا گھر فروخت کیا گیا اور اس کی قیمت مذکورہ مقدار گیہوں اور روٹیوں کے لئے پوری نہیں ہوئی اور اس گھر کے علاوہ اس کا اور بھی مال ہے تو اگر اس کا ثلث مال اس کی تمام وصیّتوں کے لئے گنجائش رکھتا ہو تو وہ تمام وصیّتیں اس کے ثلث مال سے پوری کر دی جائیں گی۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۱)

مسئلہ ٦١: ایک شخص نے کچھ وصیّتیں کیں اس کے ورثہ کو معلوم ہوا کہ ان کے باپ نے کچھ وصیّتیں کی ہیں، لیکن یہ نہیں معلوم کہ کس چیز کی ہیں انھوں نے کہا کہ ہمارے باپ نے جس چیز کی وصیّت کی ہم نے اس کو جائز کیا تو ان کی یہ اجازت صحیح نہیں، صرف اس صورت میں اجازت صحیح ہوگی جب کہ انھیں علم ہو جائے۔[5] (المنتقى از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۱)

مسئلہ ٦٢: ایک شخص نے کسی آدمی کے لئے کچھ مال کی وصیّت کی اور فقراء کے لئے کچھ مال کی وصیّت کی اور موصیٰ لہ محتاج ہے تو اس کو فقراء کا حصہ بھی دیا جا سکتا ہے۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۱)

مسئلہ ٦٣: ایک شخص نے کچھ وصیّتیں کیں پھر کہا اور باقی فقراء پر صدقہ کیا جائے پھر اپنی کچھ وصیّتوں سے رجوع کر لیا جن کے لئے وصیّتیں کی تھیں (موصیٰ لہم)، یا ان میں سے بعض موصیٰ لہم موصی کی موت سے پہلے ہی مر گئے تو باقی مال فقراء پر صدقہ کیا جائے گا اگر اُس نے فقراء کے لئے وصیّت سے رجوع نہیں کیا ہے۔[7] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۱)

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص ١٣١.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوی رضويه"، ج١٠، ص٢٩٨.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب السابع في الوصية بالسكنى...إلخ، ج٦، ص ١٣١.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

متفرق مسائل

مسئلہ ۱: ایک شخص نے قسم کھائی کہ وہ کوئی وصیت نہیں کرے گا پھر اس نے اپنے مرض الموت میں کوئی چیز ہبہ کی یا اس نے اس حالت میں اپنا غلام بیٹا خریدا جو کہ آزاد ہو گیا تو اس کی قسم نہیں ٹوٹی اور وہ حانث نہیں ہوا۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

مسئلہ ۲: ایک مریض نے کچھ وصیّتیں کیں لیکن یہ الفاظ نہیں کہے کہ اگر میں اپنے اس مرض سے مرجاؤں یا یہ کہ اگر میں اس مرض سے اچھا نہ ہوں تو میری یہ وصیّتیں ہیں، وصیّتیں کرنے کے بعد وہ اس مرض سے اچھا ہو گیا اور کئی سال زندہ رہا تو مرض سے اچھا ہونے کے بعد اس کی وصیّتیں باطل ہو جائیں گی۔[2] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۳: مریض نے کہا اگر میں اسی بیماری سے مرجاؤں تو میرے مال سے فلاں کو اتنا روپیہ اور میری طرف سے حج کرایا جائے پھر اپنی بیماری سے اچھا ہو گیا پھر دوبارہ بیمار ہو گیا اور اس نے ان گواہوں سے جن کو پہلی وصیت پر گواہ بنایا تھا، کہا یا دوسرے لوگوں سے کہا: ''تم گواہ ہو جاؤ کہ میں اپنی پہلی وصیت پر قائم ہوں'' تو یہ استحساناً جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۴: کسی نے وصیّتیں کیں اور دستاویز لکھ دی اور اچھا ہو گیا پھر اس کے بعد بیمار ہوا اور کچھ وصیّتیں کیں اور دستاویز لکھ دی، اگر اس نے اس دوسری دستاویز میں یہ واضح نہیں کیا کہ اس نے پہلی وصیّتوں سے رجوع کر لیا ہے تو ایسی صورت میں دونوں وصیّتوں پر عمل کیا جائے گا۔[4] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۵: ایک شخص نے وصیّت کی پھر اسے وسوسوں اور وہم نے گھیر لیا اور فاتر العقل ہو گیا اور ایک زمانہ تک اسی حالت پر رہا پھر انتقال ہو گیا تو اس کی وصیّت باطل ہے۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۶: ایک شخص نے کسی کو ایک ہزار روپیہ دیا اور کہا کہ یہ فلاں کے لئے ہے جب میں مرجاؤں تو اُس کو دے دینا، پھر مر گیا تو وہ شخص میت کی وصیّت کے مطابق وہ ایک ہزار روپے فلاں شخص کو دے گا اور اگر مرنے والے نے یہ نہیں کہا تھا کہ یہ روپے فلاں کے لئے ہیں صرف اتنا کہا کہ اس کو دے دینا پھر وہ مر گیا، اس صورت میں یہ روپیہ فلاں شخص کو نہیں دیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

مسئلہ ۷: ایک شخص نے کہا کہ یہ روپے یا کپڑے فلاں کو دے دو اور یہ نہیں کہا کہ یہ اس کے لئے ہیں نہ یہ کہا کہ یہ اس کے لئے وصیّت ہے تو یہ باطل ہے، یہ نہ وصیّت ہے نہ اقرار۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۳)

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٢.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق، ص١٣٣. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق. 6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

مسئلہ۸: ایک شخص نے کچھ وصیّتیں کیں، لوگوں نے اس کی وصیّتیں کھوٹے اور ردی درہموں سے پوری کر دیں اس صورت میں اگر وصیّت معین لوگوں کے لئے تھی اور وہ علم واطلاع کے باوجود ان کھوٹے درہموں سے راضی ہیں تو جائز ہے اور اگر غیر معین فقیروں کے لئے وصیت تھی تب بھی جائز ہے۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ۹: ایک شخص نے کچھ وصیّتیں کیں اور مختلف سکوں کا چلن ہے تو خرید وفروخت میں جن سکوں کا چلن غالب ہے ان سکوں سے وصیّتوں کو پورا کیا جائے گا۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ۱۰: مریض سے لوگوں نے کہا کہ تو وصیّت کیوں نہیں کر دیتا، اس نے کہا کہ میں نے وصیّت کی کہ میرے ثلث مال سے نکالا جائے پھر ایک ہزار روپیہ مسکینوں پر صدقہ کر دیا جائے اور ابھی کچھ زیادہ نہ کہہ پایا تھا کہ مرگیا اور اس کا ثلث مال دو ہزار روپے ہے، اس صورت میں صرف ایک ہزار روپیہ صدقہ کیا جائے گا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ۱۱: مریض نے اگر یہ کہا کہ میں نے وصیّت کی کہ میرے ثلث مال سے نکالا جائے اور کچھ نہ کہہ پایا تو اس کا کل تہائی مال فقیروں پر صدقہ کیا جائے گا۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ۱۲: مریض نے کہا کہ میں نے فلاں کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی جو ایک ہزار ہے لیکن ثلث ایک ہزار سے زیادہ ہے تو امام حسن بن زیاد کے نزدیک موصیٰ لہ کو ثلث مال ملے گا وہ جتنا بھی ہو۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ۱۳: ایسے ہی اگر یہ کہا کہ میں نے اس گھر سے اپنے حصہ کی وصیّت کی اور وہ تہائی ہے پھر دیکھا تو اس کا حصہ نصف تھا تو موصیٰ لہ کو نصف گھر ملے گا اگر نصف گھر میت کے کل مال کا تہائی حصہ یا اس سے کم ہے۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ۱۴: اگر اس نے یہ کہا کہ میں نے فلاں کے لئے ایک ہزار روپے کی وصیّت کی اور وہ میرے مال کا دسواں حصہ ہے تو موصیٰ لہ کو صرف ایک ہزار روپیہ ملے گا اس کے مال کا دسواں حصہ کم ہو یا زیادہ۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۳)

مسئلہ۱۵: یہ کہا کہ اس تھیلی میں جو کچھ ہے میں نے فلاں کے لئے وصیّت کی اور وہ ایک ہزار درہم ہیں اور یہ ایک ہزار درہم آدھا ہے جو اس تھیلی میں ہے پھر دیکھا تو تھیلی میں تین ہزار درہم ہیں تو موصیٰ لہ کو صرف ایک ہزار ملیں گے اور اگر تھیلی میں ایک ہزار ہی ہیں تو وہ کل موصیٰ لہ کو ملیں گے، اور اگر تھیلی میں صرف پانچ سو درہم تھے تو موصیٰ لہ کو یہی ملیں گے اس کے علاوہ نہیں، اور اگر تھیلی میں درہم نہیں ہیں بلکہ جواہرات اور دینار ہیں تو مناسب ہے کہ موصیٰ لہ کو اس سے ایک ہزار روپے دیئے

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٣.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

جائیں۔[1] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج٦ ص١٣٤)

مسئلہ ١٦: مریض نے کہا کہ جو کچھ اس گھر میں ہے میں نے اس تمام کی وصیّت کی اور وہ ایک پیمانہ کھانا ہے پھر دیکھا تو اس میں کئی پیمانے کھانا ہے اور اس میں گیہوں اور جو بھی ہیں تو یہ سب موصیٰ لہ کے لئے ہیں اگر ثلث مال کے اندر اندر ہیں۔[2] (خزانة المفتیین از عالمگیری ج٦ ص١٣٤)

مسئلہ ١٧: اگر کسی نے مخصوص اور معیّن ایک ہزار درہم صدقہ کرنے کی وصیّت کی اور وصی نے ان کے بدلے متوفی موصی کے مال سے دوسرے ایک ہزار درہم صدقہ کر دیئے تو جائز ہے لیکن اگر وصی کے صدقہ کرنے سے پہلے ہی وہ پہلے والے معیّن درہم ضائع ہو گئے اور وصی نے موصی کے اور مال سے ایک ہزار درہم صدقہ کر دیئے تو وصی ایک ہزار درہم کا ورثہ کے لئے ضامن ہے اور اگر موصی نے ایک ہزار معیّن درہم صدقہ کرنے کی وصیّت کی پھر وہ ہلاک ہو گئے تو وصیّت باطل ہو جائے گی۔[3] (عالمگیری ج٦ ص١٣٤)

مسئلہ ١٨: ایک آدمی نے وصیّت کی کہ اُس کے مال میں سے کچھ حاجی فقیروں پر صرف کیا جائے تو اگر وہ مال حاجی فقیروں کے سوا دوسرے فقیروں پر صدقہ کر دیا جائے تو جائز ہے۔[4] (عالمگیری ج٦ ص١٣٤)

مسئلہ ١٩: ایک آدمی نے اپنے ثلث مال کو صدقہ کرنے کی وصیّت کی پھر وصی سے کسی نے اس مال کو غصب کر لیا چھین لیا اور اس مال کو ہلاک کر دیا اب وصی یہ چاہتا ہے کہ وہ اس مال کو اس غاصب پر ہی صدقہ کر دے اور غاصب یعنی مال چھیننے والا بھی غریب و تنگدست ہے تو یہ جائز ہے۔[5] (عالمگیری ج٦ ص١٣٤)

مسئلہ ٢٠: ایک شخص کو حرام مال ملا اس نے وصیّت کی کہ اسے مال کے مالک کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے اگر مال کا مالک معلوم ہے تو یہ مال اسے واپس کیا جائے گا اور اگر معلوم نہیں تو اس کی طرف سے صدقہ کر دیا جائے گا اور اگر موصی کے ورثہ نے اس کے اس اقرار کو (یہ حرام مال ہے) جھٹلایا اور نہ مانا تو وصیّت کے مطابق اس میں سے ایک تہائی صدقہ کر دیا جائے گا۔[6] (عالمگیری ج٦ ص١٣٤)

مسئلہ ٢١: ایک آدمی نے اپنے ثلث مال کی مسکینوں کے لئے وصیّت کی اور وہ اپنے وطن سے باہر کسی دوسرے شہر میں ہے اگر مال اس کے ساتھ ہے تو جس شہر میں وہ ہے وہ مال اسی شہر کے مسکینوں پر خرچ کیا جائے گا اور اس کا جو مال اس کے وطن میں ہے وہ وطن کے فقیروں و مسکینوں پر خرچ ہوگا۔[7] (عالمگیری ج٦ ص١٣٤)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، مسائل شتی، ج٦، ص١٣٤.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۲۲: اگر کسی نے وصیّت کی کہ اس کا ثلث مال فقرائے بلخ پر صدقہ کیا جائے تو افضل یہ ہے کہ ان پر ہی خرچ کیا جائے اور اگر وہ مال ان کے علاوہ دوسروں پر صدقہ کر دیا تو جائز ہے، امام ابو یوسف کے نزدیک اسی پر فتویٰ ہے۔ [1] (شرنبلالیہ خلاصہ درمختار از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۳: یہ وصیّت کی کہ اس کا مال دس دن میں خرچ کر دیا جائے اس نے ایک ہی دن میں خرچ کر دیا تو جائز ہے۔ [2] (نوازل از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۴: اگر یہ وصیّت کی کہ ہر فقیر کو ایک درہم دیا جائے، وصی نے ہر فقیر کو آدھا درہم دیا پھر آدھا درہم اور دے دیا اور اس وقت تک فقیر نے آدھا خرچ کرلیا تھا تو جائز ہے وصی ضامن نہ ہوگا۔ [3] (نوازل وخلاصہ از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۴)

مسئلہ ۲۵: موصی نے وصیّت کی کہ میری طرف سے کفارہ میں دس مسکین کھلا دیئے جائیں، وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا پھر دسوں مرگئے تو وصی دوسرے دس کو صبح وشام کا کھانا کھلائے گا اور اس پر ضمان نہیں، اور اگر اس نے یہ کہا کہ میری طرف سے دس مسکینوں کو صبح وشام کا کھانا کھلا دیا جائے کفارہ کا ذکر نہیں کیا اور وصی نے دس مسکینوں کو صبح کا کھانا کھلایا تھا کہ وہ مرگئے تو اس صورت میں بھی مفتیٰ بہ یہی ہے کہ وصی دوسرے دس مسکینوں کو صبح وشام کا کھانا کھلائے گا اور پہلے دس کے کھلانے کا تاوان نہ دے گا۔ [4] (خزانة المفتيين از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۲٦: ایک آدمی نے وصیّت کی کہ میرے مرنے کے بعد تین سو قفیز گیہوں صدقہ کیا جائے (قفیز گیہوں ناپنے کے ایک پیمانہ کا نام ہے) وصی نے موصی کی زندگی ہی میں دو سو قفیز گیہوں صدقہ میں تقسیم کر دیئے تو وصی اس کا ضامن ہوگا موصی کے مرنے کے بعد حاکم کے حکم سے تقسیم کرے، اگر اس نے موصی کی موت کے بعد بغیر حاکم کے حکم تقسیم کر دیئے تب بھی وہ تاوان دینے سے نہ بچے گا اور اگر موصی کے انتقال کے بعد وصی نے ورثہ کے حکم سے تقسیم کئے تو اگر ورثہ میں نابالغ بھی ہیں تو ان کا حکم کرنا جائز نہیں، اگر سب بالغ ہیں تو حکم صحیح ہے اگر تقسیم کر دے گا تو اس پر تاوان نہیں، اگر ورثہ میں نابالغ بھی ہیں اور بالغ ورثہ نے گیہوں تقسیم کرنے کا حکم دیا تو یہ بالغوں کے حصہ میں صحیح اور نابالغوں کے حصہ میں صحیح نہ ہوگا۔ [5] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۲۷: یہ وصیّت کی کہ میرے مال سے گیہوں اور روٹی خریدی جائے اور انھیں مسکینوں پر صدقہ کیا جائے تو اگر موصی نے گیہوں اور روٹی اٹھا کر لانے والے حمالوں (بوجھ برداروں) کی اُجرت دینے کی بھی وصیّت کی تو وہ متوفی موصی کے

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٤.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق، ص١٣٥.

مال سے دی جائے گی اور اگر موصی نے اپنی وصیّت میں اس اُجرت کے دینے کو نہیں کہا تو ایسی صورت میں وصی کے لئے مناسب ہے کہ وہ ایسے لوگوں سے اٹھوا کر لائے جو بغیر اُجرت کے اٹھالائیں پھر اس گیہوں اور روٹی میں سے بطور صدقہ کچھ دے دے اور اگر موصی نے یہ وصیّت کر دی تھی کہ ان کو مساجد میں لے جایا جائے تو اس کی اُجرت متوفیٰ موصی کے مال سے ادا کی جائے گی۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۲۸: موصی نے ایک شخص کو وصیّت کی اور اسے اپنا ثلث مال صدقہ کرنے کا حکم دیا تو اگر اس شخص نے وہ مال خود ہی رکھ لیا تو جائز نہیں لیکن اگر اس نے اپنے بالغ بیٹے کو دیا یا ایسے چھوٹے بیٹے کو دیا جو قبضہ کرنا جانتا ہے تو جائز ہے اور اگر وہ چھوٹا بیٹا قبضہ کرنا نہیں جانتا تو جائز نہیں۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۲۹: بادشاہ کے عامل (محاصل وصول کرنے والے) نے وصیّت کی کہ فقیروں کو اس کے مال سے اتنا اتنا دے دیا جائے تو اگر یہ معلوم ہے کہ اس کا مال اس کا نہیں دوسرے کا ہے تو اس کا لینا حلال نہیں اور اگر اس کا مال دوسرے کے مال سے ملا جلا ہے تو اس کا لینا جائز ہے بشرطیکہ متوفیٰ موصی کا بقیہ مال اس قدر ہو کہ اس سے دعویداروں کے مطالبات ادا ہو جائیں۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۳۰: ایک شخص نے اپنے ثلث مال کی فقراء کے لئے وصیّت کی اور وصی نے وہ مال لاعلمی میں اغنیاء کو دے دیا تو یہ جائز نہیں وصی فقراء کو اتنا مال دینے کا ضامن ہے۔[4] (تاتارخانیہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۵)

مسئلہ ۳۱: ایک شخص کے پاس سَو درہم نقد ہیں اور سَو درہم کسی اجنبی پر ادھار ہیں اس نے ایک آدمی کے لئے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی تو موصیٰ لہٗ نقد مال کا ثلث لے لے گا۔[5] (ظہیریہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۶)

مسئلہ ۳۲: ایک شخص کا کسی آدمی پر ادھار تھا اس نے وصیّت کی کہ اسے ثواب کے کاموں میں صرف کیا جائے تو اس وصیّت کا تعلق صرف ادھار سے ہے اگر موصی نے اپنے ادھار میں سے کچھ حصہ مقروض کو ہبہ کر دیا تو جس قدر ہبہ کر دیا اتنے مال میں وصیّت باطل ہے۔[6] (فتاویٰ الفضلی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۶)

مسئلہ ۳۳: اپنے جسم کے سامان کی وصیّت کی تو اس میں ٹوپی، موزے، لحاف، بستر، قمیص، فرش اور پردے شامل ہیں۔[7] (سیر از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۶)

---

1 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٥.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... المرجع السابق، ص ١٣٦. 6 ...... المرجع السابق. 7 ...... المرجع السابق.

مسئلہ ۳۴: حریر کے جُبّہ کی وصیّت کی اور موصی کا ایک جُبّہ ہے جس کا بالائی کپڑا بھی حریر ہے اور استر بھی حریر ہے تو وہ وصیّت میں شامل ہے اور اگر بالائی حصہ حریر ہے اور استر غیر حریر تب بھی وصیّت میں داخل ہے اور اگر استر حریر ہے اور بالائی کپڑا حریر نہیں تو موصیٰ لہ کو نہیں ملے گا۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۶)

مسئلہ ۳۵: اگر زیورات کی وصیّت کی تو اس میں ہر وہ چیز داخل ہے جس پر زیور کا لفظ بولا جائے خواہ یاقوت[2] وزمرد[3] سے جڑاؤ ہو یا نہ ہو، اور یہ سب موصیٰ لہ کو ملے گا۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۶)

مسئلہ ۳۶: زیور کی وصیّت کی تو اس میں سونے کی انگوٹھی داخل ہے اور اس میں چاندی کی وہ انگوٹھی بھی داخل ہے جو عورتیں پہنتی ہیں لیکن اگر چاندی کی انگوٹھی ایسی ہے جس کو مرد پہنتے ہیں وہ اس میں داخل نہیں اور اگر لُؤلُؤ اور زمرد وغیرہ چاندی سونے کے ساتھ مرکب ہیں تو یہ بھی زیور میں داخل ہیں ورنہ نہیں۔[5] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۱۳۶)

وصی اور اس کے اختیارات کا بیان

آدمی کو وصیّت قبول کرنا مناسب بات نہیں کیونکہ یہ خطرات سے پُر ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں: پہلی بار وصیّت قبول کرنا غلطی ہے دوسری بار خیانت اور تیسری بار سرقہ ہے۔ حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: وصیّت میں نہیں داخل ہوتا ہے مگر بے وقوف اور چور۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۱۳۷)

وصی: اس شخص کو کہتے ہیں جس کو وصیّت کرنے والا (موصی) اپنی وصیّت پوری کرنے کے لئے مقرر کرے۔ وصی تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (۱) ایک وصی وہ ہے جو امانت دار ہو اور وصیّت پوری کرنے پر قادر ہو، قاضی کے لئے اس کو معزول اور برطرف کرنا جائز نہیں۔ (۲) دوسرا وصی وہ ہے جو امانت دار تو ہو مگر عاجز ہو یعنی وصیّت کو پورا کرنے کی قدرت نہ رکھتا ہو، قاضی اس کی مدد کے لئے کوئی مددگار مقرر کردے گا۔ (۳) تیسرا وصی وہ ہے جو فاسق وبدعمل ہو یا کافر ہو یا غلام ہو، قاضی کے لئے ضروری ہے کہ اسے برطرف اور معزول کردے اور اس کی جگہ کسی دوسرے امانت دار مسلمان کو مقرر کرے۔[7] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۱۳۷)

مسئلہ ۱: ایک شخص نے کسی کو اس کے سامنے اپنا وصی بنایا یا موصٰی الیہ یعنی وصی نے کہا کہ میں قبول نہیں کرتا تو اس کا

---

[1] ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٦.

[2] ......ایک قیمتی پتھر جو سرخ، نیلا، زرد، یا سفید ہوتا ہے۔

[3] ......ایک قیمتی پتھر جو سبز رنگ کا ہوتا ہے۔

[4] ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، مسائل شتى، ج٦، ص١٣٦.

[5] ......المرجع السابق.

[6] ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٣٦.

[7] ......المرجع السابق.

انکاراوررد کرنا صحیح ہے اور وہ وصی نہیں ہوگا پھر اگر موصی نے موصی الیہ سے یہ کہا کہ میرا خیال تمہارے بارے میں ایسا نہ تھا کہ تم قبول نہ کرو گے اس کے بعد موصی الیہ نے کہا: ''میں نے وصیّت قبول کی'' تو یہ جائز ہے اور اگر وہ موصی کی حیات میں خاموش رہا، نہ قبول کیا نہ انکار پھر موصی کا انتقال ہوگیا تو اسے اختیار ہے چاہے تو اس کی وصیت قبول کرلے یا رد وانکار کر دے۔[1] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ۲: موصی نے کسی کو وصی بنایا، وہ غائب (موجود نہ) تھا اسے موصی کی موت کے بعد یہ خبر پہنچی، اس نے کہا مجھے قبول نہیں پھر کہا قبول کرلیا میں نے، اگر بادشاہ نے ابھی اسے وصی ہونے سے خارج نہیں کیا تھا اور اس نے پہلے ہی قبول کرلیا تو جائز ہے۔[2] (السراج الوہاج از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ۳: موصی نے کسی کو وصیّت کی اس نے موصی کی زندگی میں قبول کرلیا تو اس کے لئے وصی ہونا لازم ہوگیا اب اگر وہ موصی کی موت کے بعد اس سے نکلنا چاہے تو اس کے لئے یہ جائز نہیں اور اگر اس نے موصی کی زندگی میں اس کے علم میں لاکر قبول کرنے سے انکار کر دیا تو صحیح ہے اور اگر انکار کر دیا مگر موصی کو اس کا علم نہیں ہوا تو صحیح نہیں۔[3] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ۴: کسی کو وصیّت کی اور یہ اختیار دیا کہ جب وہ چاہے وصی ہونے سے نکل جائے تو یہ جائز ہے اور وصی کو یہ حق ہے کہ جس وقت چاہے اور جب چاہے وصی ہونے سے نکل جائے۔[4] (**خزانة المفتيين** از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ۵: کسی کو وصیّت کی، اس نے کہا میں قبول نہیں کرتا پھر موصی خاموش ہوگیا اور انتقال کرگیا پھر موصی الیہ یعنی اس شخص نے جس کو وصیّت کی تھی کہا کہ میں نے قبول کیا تو صحیح نہیں، اور اگر موصی الیہ نے سکوت اختیار کیا اور موصی کے سامنے یہ نہ کہا کہ میں قبول نہیں کرتا پھر اس کی پس پشت موصی کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد ایک جماعت کی موجودگی میں کہا کہ میں نے قبول کرلیا تو اس کا قبول کرنا جائز ہے اور یہ وصی بن جائے گا خواہ اس کا یہ قبول کرنا قاضی کے سامنے ہو یا اس کی عدم موجودگی میں، اور اگر قاضی نے اسے اس کے یہ کہنے کے بعد کہ میں قبول نہیں کرتا، وصی ہونے سے خارج کر دیا پھر اس نے کہا میں قبول کرتا ہوں تو یہ قبول کرنا صحیح نہیں۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٧)

مسئلہ٦: موصی نے کسی کو وصی بنایا اس نے موصی کی عدم موجودگی میں کہا کہ میں قبول نہیں کرتا اور اس انکار کی اطلاع کے لئے اس نے موصی کے پاس قاصد بھیجا یا خط بھیجا اور وہ موصی تک پہنچ گیا پھر اس نے کہا کہ میں قبول کرتا ہوں

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي وما يملكه، ج٦، ص١٣٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق.

تو یہ قبول کرنا صحیح نہیں۔[1] (عالمگیری ج٦ ص ١٣٧)

مسئلہ۷: موصی الیہ (وصی) نے موصی کے سامنے وصیّت کو قبول کرلیا پھر جب وصی چلا گیا، موصی نے کہا گواہ رہو میں نے اسے وصیّت سے خارج کر دیا تو یہ اخراج صحیح ہے اور اگر وصی نے موصی کی عدم موجودگی میں وصی بننے کو رد کر دیا قبول نہیں کیا تو اس کا یہ رد کرنا باطل ہے۔[2] (عالمگیری ج٦ ص ١٣٧)

مسئلہ۸: موصی نے کسی شخص کو اپنا وصی بنایا اور اسے اپنا وصی ہونا معلوم نہیں پھر اس وصی نے موصی کی موت کے بعد اس کے ترکہ سے کوئی چیز فروخت کی تو اس کا فروخت کرنا جائز ہے اور اسے وصی ہونا لازم ہوگیا۔[3] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج٦ ص ١٣٧)

مسئلہ۹: موصی نے دو آدمیوں کو وصیّت کی ایک نے قبول کرلیا، دوسرا خاموش رہا پھر موصی کی موت کے بعد قبول کرنے والے نے سکوت کرنے والے سے کہا کہ موصی کی میت کے لئے کفن خرید لے اس نے خرید لیا یا کہا ''ہاں اچھا'' تو یہ صورت وصیّت قبول کرنے کی ہے۔[4] (خزانة المفتیین از عالمگیری ج٦ ص ١٣٧)

مسئلہ۱۰: وصی نے وصیّت قبول کرلی پھر اس نے ارادہ کیا کہ وصیّت سے نکل جائے، یہ بغیر حاکم کی اجازت کے جائز نہیں موصی الیہ یعنی وصی کو جب وصیّت لازم ہوگئی پھر وہ حاکم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے اپنے آپ کو وصی ہونے سے خارج کیا تو حاکم معاملہ پر غور کرے گا اگر وہ وصی امانت دار اور وصیّت نافذ کرنے پر قادر ہے تو اسے وصی ہونے سے نہیں نکالے گا اور اگر وہ عاجز ہے اور اس کے مشاغل کثیر ہیں تو نکال دے گا۔[5] (السراج الوہاج از عالمگیری ج٦ ص ١٣٧)

مسئلہ۱۱: کسی فاسق کو وصی بنایا جس سے اس کے مال کو خطرہ ہے تو یہ وصیّت یعنی اس کو وصی بنانا باطل ہے یعنی اُسے قاضی وصی ہونے سے خارج کر دے گا۔[6] (عالمگیری ج٦ ص ١٣٧)

مسئلہ۱۲: فاسق کو وصی بنایا تو قاضی کو چاہیے کہ اس کو وصی ہونے سے خارج کر دے اور اس کے غیر کو وصی بنا دے، اگر یہ قاضی وصی ہونے کے لائق نہیں ہے اور اگر قاضی نے وصیت کو نافذ کیا اور اس فاسق وصی نے اس سے پہلے کہ قاضی اسے وصی ہونے سے خارج کر دے، میت کے دَین (اُدھار) کو ادا کر دیا اور بیع وشریٰ کی تو اس نے جو کچھ کر دیا جائز ہے اور اگر اسے قاضی نے نہیں نکالا تھا کہ اس فاسق نے توبہ کی اور صالح ہوگیا تو قاضی اسے بدستور وصی بنائے رکھے گا۔[7] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج٦ ص ١٣٧)

مسئلہ۱۳: اگر قاضی کو معلوم نہ تھا کہ میت کا کوئی وصی ہے اور پہلے وصی کی موجودگی میں اس نے ایک دوسرے شخص کو

---

1 ......''الفتاوی الهندیة''، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکه، ج٦، ص١٣٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص١٣٨. 7 ......المرجع السابق.

وصی مقرر کردیا پھر پہلے وصی نے وصیّت میں داخل ہونا چاہا یعنی وصیّت کونافذ کرنا چاہا تو اسے اس کا حق ہے اور قاضی کا یہ فعل اسے وصی ہونے سے خارج نہیں کرتا ہے۔[1] (فتاویٰ خلاصہ از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ١٤: قاضی کو علم نہ تھا کہ میت کا وصی ہے اور وصی غائب ہے قاضی نے کسی اور شخص کو وصی بنادیا تو قاضی کا بنایا ہوا یہ وصی میت ہی کا وصی ہوگا قاضی کا نہیں۔[2] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ١٥: مسلمان نے حربی کافر کو خواہ وہ مستامن ہے یا غیر مستامن اپنا وصی بنایا تو یہ باطل ہے یہی حکم مسلمان کا ذمی کو وصی بنانے کا ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ١٦: حربی کافر امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا اس نے کسی مسلمان کو اپنا وصی بنایا تو یہ جائز ہے۔[4] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ١٧: مسلم نے حربی کو وصی بنایا پھر حربی اسلام لے آیا تو وہ بدستور وصی رہے گا اور یہی حکم مرتد کا بھی ہے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ١٨: عاقل کو وصی بنایا پھر اس عاقل کو جنونِ مطبق ہوگیا (جنون مطبق یہ ہے کہ وہ کم از کم ایک ماہ تک مسلسل پاگل رہے) تو قاضی کو چاہیے کہ اس کی جگہ کسی اور کو وصی مقرر کردے اگر قاضی نے ابھی کسی دوسرے کو وصی مقرر نہیں کیا تھا کہ اس کا پاگل پن جاتا رہا اور صحیح ہوگیا تو یہ بدستور وصی بنا رہے گا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ١٩: اگر کسی نے بچے کو یا معتوہ (پاگل) کو وصی بنایا تو یہ جائز نہیں خواہ بعد میں وہ اچھا ہو جائے یا نہ ہو۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ٢٠: کسی شخص نے عورت کو یا اندھے کو وصی بنایا تو یہ جائز ہے، اسی طرح تہمتِ زنا میں سزا یافتہ کو بھی وصی بنانا جائز ہے۔[8] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ٢١: نابالغ بچہ کو وصی بنایا تو قاضی اس کو وصی ہونے سے خارج کردے گا اور اس کی جگہ کوئی دوسرا وصی بنادے گا اگر قاضی کے اس کو وصی ہونے سے خارج کرنے سے قبل اس نے تصرف کردیا تو نافذ نہ ہوگا۔[9] (عالمگیری ج ٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ٢٢: کسی شخص کو وصی بنایا اور کہا کہ اگر تو مرجائے تو تیرے بعد فلاں شخص وصی ہے پھر پہلا وصی جنون مطبق (لمبا پاگل پن) میں مبتلا ہوگیا تو قاضی اس کی جگہ دوسرا وصی مقرر کردے گا اور جب یہ پاگل مرجائے تب وہ فلاں شخص وصی بنے گا

---

1 ...."الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی وما یملکه، ج٦، ص١٣٨.

2 ....المرجع السابق. 3 ....المرجع السابق. 4 ....المرجع السابق. 5 ....المرجع السابق.

6 ....المرجع السابق. 7 ....المرجع السابق. 8 ....المرجع السابق. 9 ....المرجع السابق.

جس کوموصی نے پہلے کے بعد نامزد کیا تھا۔[1] (عالمگیری ج٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ۲۳: کسی شخص نے اپنے نابالغ بیٹے کو وصی بنایا تو قاضی اس کے لئے دوسرے کو وصی مقرر کرے گا، جب یہ نابالغ لڑکا بالغ ہو جائے تو اسے وصی بنادے گا اور اگر چاہے تو اس کو خارج کر دے جسے لڑکے کی نابالغی کی وجہ سے وصی بنا دیا تھا لیکن وہ بغیر قاضی کے نکالے ہوئے نکل نہیں سکتا۔[2] (محیط از عالمگیری ج٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ۲۴: وصی امین ہے اور تصرّف کرنے پر قادر ہے تو قاضی اسے معزول نہیں کرسکتا اور اگر سب وارثوں نے یا بعض نے قاضی سے وصی کی شکایت کی تو قاضی کے لئے مناسب نہیں کہ وہ اسے معزول کر دے جب تک قاضی پر اس کی خیانت ظاہر نہ ہو جائے اگر خیانت ظاہر ہو جائے تو معزول کر دے۔[3] (کافی از عالمگیری ج٦ ص ١٣٨)

مسئلہ ۲۵: اگر قاضی کے نزدیک وصی متہم ہو جائے[4] تو قاضی اس کے ساتھ دوسرے کو مقرر کر دے گا یہ امام اعظم کے نزدیک ہے لیکن امام ابو یوسف کے نزدیک قاضی اس متہم کو وصیّت سے نکال دے گا۔[5] (عالمگیری ج٦ ص ١٣٩)

مسئلہ ۲٦: وقف کے لئے وصی تھا یا میت کے ترکہ کے لئے وصی تھا وہ ترکہ میں میت کی وصیّت پوری کرنے میں یا وقف کا انتظام قائم رکھنے میں عاجز رہا تو حاکم ایک اور قیم مقرر کرے گا پھر وصی نے کچھ دنوں کے بعد کہا کہ اب میں ان چیزوں کو قائم کرنے پر قادر ہو گیا ہوں جو موصی نے میرے سپرد کی تھیں تو وہ بدستور وصی ہے، حاکم کو دوبارہ مقرر کرنے کی ضرورت نہیں۔[6] (محیط از عالمگیری ج٦ ص ١٣٩)

مسئلہ ۲۷: موصی نے دو آدمیوں کو اپنا وصی بنایا تو دونوں میں سے ایک تنہا تصرف نہیں کرسکتا اور اس کا تصرف بغیر دوسرے کی اجازت کے نافذ نہیں ہوگا لیکن چند چیزوں میں ہوسکتا ہے جیسے میت کی تجہیز و تکفین، میت کے دَین کی ادائیگی، ودِیعت (امانت) کی واپسی اور غصب کردہ چیز کی واپسی، حقوق میت سے متعلق مقدمات، نابالغ وارث کے لئے ہبہ قبول کرنا اور جس چیز کی ہلاکت کا اندیشہ ہے اسے فروخت کرنا، لیکن وہ تنہا میت کی ودیعت (امانت) پر قبضہ نہیں کرسکتا نہ میت کا دَین وصول کر کے قبضہ کرسکتا ہے۔[7] (عالمگیری ج٦ ص ١٣٩)

مسئلہ ۲۸: موصی نے وصیّت کی اور دو آدمیوں کو وصی بنایا کہ اس کا اتنا اتنا مال اس کی طرف سے صدقہ کر دیں اور کسی فقیر کو معین نہیں کیا تو دونوں میں سے کوئی وصی اکیلے صدقہ نہیں کرے گا اور اگر موصی نے فقیر کو معین کر دیا تھا تو ایک وصی اکیلے ہی

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی و ما یملکه، ج٦، ص١٣٨.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص١٣٩.

4 ......یعنی اس پر خیانت کی تہمت لگے۔

5 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی و ما یملکه، ج٦، ص١٣٩.

6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

صدقہ کرسکتا ہے۔[1] (عالمگیری ج٦،ص١٣٩)

مسئلہ۲۹: موصی نے دوآدمیوں کووصی بنایااورکہا کہ تم دونوں میں سے ہرایک پوراپوراوصی ہےتو ہرایک کے لئے تنہا تصرف کرنا جائز ہے۔[2] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج٦،ص١٣٩)

مسئلہ۳۰: ایک شخص نے ایک آدمی کوکسی مخصوص ومعیّن شے میں وصی بنایااور دوسرے آدمی کوکسی دوسری قسم کی چیز میں وصی بنایا مثلاً یہ کہا کہ میں نے تجھے اپنے قرضوں کی ادائیگی میں وصی بنایااور دوسرے سے کہا کہ میں نے تجھے اپنے امورِمالیہ کے قیام میں وصی بنایاتو ان میں سے ہروصی تمام کاموں میں وصی ہے۔[3] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج٦،ص١٣٩)

مسئلہ۳۱: کسی آدمی کواپنے بیٹے پروصی بنایااورایک دوسرے آدمی کواپنے دوسرے بیٹے پروصی بنایایااس نے ایک وصی بنایااپنے موجودہ مال میں،اور دوسرے کووصی بنایااپنے غائب مال میں تواگراس نے یہ شرط لگادی تھی کہ ان دونوں میں سے کوئی اس معاملہ میں وصی نہیں ہوگا جس کا وصی دوسراہےتو جیسی اس نے شرط لگائی بالاتفاق ایسا ہی ہوگااوراگر یہ شرط نہیں لگائی تھی تواس صورت میں ہروصی پورے پورے معاملات میں وصی ہوگا۔[4] (محیط از عالمگیری ج٦،ص١٣٩)

مسئلہ۳۲: ایک شخص نے دوآدمیوں کووصی بنایا پھرایک وصی کا انتقال ہوگیاتو زندہ باقی رہنے والا وصی اس کے مال میں تصرف نہیں کرے گا وہ معاملہ قاضی کے سامنے لے جائے گا اگر قاضی مناسب خیال کرے گا تو تنہا اس کووصی بنادے گا اور تصرف کا اختیار دے دے گا یا اگر مناسب سمجھے گا تو اس کے ساتھی مرنے والے وصی کے بدلہ میں کوئی دوسرا وصی مقرر کرے گا۔[5] (عالمگیری ج٦،ص١٣٩)

مسئلہ۳۳: ایک شخص نے دوآدمیوں کووصی بنایاتوان دونوں وصیوں میں سے کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ اپنے ساتھی سے یتیم کے مال سے کچھ خریدے،اسی طرح دویتیموں کے لئے دووصی تھےان میں سے کسی کو یتیم کا مال خریدنا جائز نہیں۔[6] (عالمگیری ج٦،ص١٤٠)

مسئلہ۳۴: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے دو وصی بنائے تھے پھرایک شخص آیا اوراس نے میت پر اپنے دَین (قرض) کا دعویٰ کیا دونوں وصیوں نے بغیر دلیل قائم ہوئے اس کا دَین ادا کردیا پھران دونوں وصیوں نے قاضی کے پاس جا کر اس دعوائے ادھار پرشہادت دی توان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی اور جو کچھ انھوں نے مدعی کو دیا ہے وہ اس کے ضامن ہیں اوراگرانھوں نے اس کا دین (ادھار) ادا کرنے سے پہلے شہادت دی پھرقاضی نے انھیں دَین ادا کرنے کا حکم دیااورانھوں نے ادا کردیاتو اب ان پرضمان نہیں۔[7] (عالمگیری ج٦،ص١٤٠)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي و ما يملكه، ج٦، ص١٣٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق، ص ١٤٠.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۳۵: میت کے وصی نے میت کا دَین شاہدوں کی شہادت کے بعد ادا کیا تو جائز ہے اور اس پر ضمان نہیں اور اگر بغیر قاضی کے حکم کے بعض کا دَین ادا کر دیا تو میت کے قرض خواہوں کے لئے ضامن ہوگا اور اگر قاضی کے حکم سے ادا کیا تو ضامن نہیں۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

مسئلہ ۳۶: ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا ان میں سے ایک کا انتقال ہوا پھر مرتے وقت اس نے اپنے ساتھی کو وصی بنا دیا تو یہ جائز ہے اور اب اس کو تنہا تصرف کرنے کا حق ہے۔[2] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

مسئلہ ۳۷: وصی جب مرنے کے قریب ہو تو اس کو حق ہے کہ وہ دوسرے کو وصی بنا دے چاہے موصی نے اسے وصی بنانے کا اختیار نہ دیا ہو۔[3] (ذخیرہ از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

مسئلہ ۳۸: ایک شخص نے وصیّت کی اور انتقال کر گیا اور اس کے پاس کسی کی ودیعتیں (امانتیں) رکھی ہیں پھر ایک وصی نے دوسرے وصی کی اجازت کے بغیر میت کے گھر سے امانتیں قبضہ میں کر لیں یا کسی ایک وارث نے دونوں وصیوں کی اجازت کے بغیر یا بقیہ وارثوں کی اجازت کے بغیر ان ودیعتوں پر قبضہ کر لیا اور اس کے قبضہ میں آ کر وہ مال امانت ہلاک ہو گیا تو اس پر ضمان نہیں۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

مسئلہ ۳۹: دو وصی ہیں ان میں سے ایک نے قبرستان تک جنازہ اٹھانے کے لئے مزدور کرایہ پر لئے اور دوسرا وصی بھی موجود ہے لیکن خاموش رہا تو یہ جائز ہے، یہ اجرت میت کے مال سے ادا کی جائے گی۔ (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠) یا وارثوں میں سے کسی نے دونوں وصیوں کی موجودگی میں جنازہ اٹھانے کے لئے مزدور کرایہ پر لئے اور دونوں وصی خاموش ہیں تو جائز ہے ان کی مزدوری میت کے مال سے دی جائے گی۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٠)

مسئلہ ۴۰: میت نے دو وصیوں کو جنازہ اٹھانے سے قبل فقراء کو گندم صدقہ کرنے کی وصیّت کی ان میں سے ایک وصی نے گندم صدقہ کر دیا، اگر یہ گندم میت کے مال متروکہ میں موجود تھا تو جائز ہے اور دوسرے وصی کو منع کرنے کا حق نہیں، اگر خرید کر صدقہ کیا تو خود اس کی طرف سے ہوگا، یہی حکم کپڑے اور کھانے کا ہے۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤١)

مسئلہ ۴۱: ایک شخص نے دو آدمیوں کو وصی بنایا اور ان سے کہا کہ میرا ثلث مال جہاں چاہو دیدو یا جس کو چاہو دیدو پھر ان میں سے ایک وصی کا انتقال ہو گیا تو یہ وصیّت باطل ہو جائے گی اور یہ ثلث مال ورثہ کو مل جائے گا اور اگر یہ وصیّت کی تھی کہ میں

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٤٠.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص١٤٠، ١٤١.

نے ثلث مال مساکین کے لئے کردیا پھرایک وصی کا انتقال ہوگیا تو قاضی اس کی جگہ اگر چاہے تو دوسرا وصی بنادے اگر چاہے تو زندہ رہنے والے وصی سے کہے، تو تنہا اس کو تقسیم کردے۔[1] (عالمگیری ج٦ ص١٤١)

مسئلہ ۴۲: دونابالغوں کے گھروں کے بیچ میں ایک دیوار ہے اس دیوار پران کا اپنا اپنا حمولہ (بوجھ) یعنی وزنی سامان ہے اور دیوار کے گرنے کا اندیشہ ہے اور ہرنابالغ کے لئے ایک وصی ہے ان میں سے ایک کے وصی نے دوسرے کے وصی سے دیوار کی مرمت کا مطالبہ کیا اور دوسرے نے انکار کردیا تو قاضی امین کو بھیجے گا کہ اگر دیوار کو اسی حالت میں چھوڑ دینے سے نقصان کا خطرہ ہے تو انکار کرنے والے وصی کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ دوسرے وصی کے ساتھ مل کر دیوار کی مرمت کرائے۔[2] (عالمگیری ج٦ ص١٤١)

مسئلہ ۴۳: کسی شخص کو یہ وصیّت کی کہ میرا ثلث مال جہاں تو پسند کرے رکھ دے تو اس وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس مال کو اپنی ذات کے لئے کرے اور اگر یہ وصیّت کی تھی کہ جس کو چاہے دیدے تو اس صورت میں وہ یہ مال خود کو نہیں دے سکتا۔[3] (محیط السرخسی از عالمگیری ج٦ ص١٤١)

مسئلہ ۴۴: ایک شخص نے کسی کو وصی بنایا اس سے کہا کہ تو فلاں کے علم کے ساتھ عمل کر، تو وصی کے لئے جائز ہے کہ وہ فلاں کے علم کے بغیر ہی عمل کرے، اور اگر یہ کہا تھا کہ کوئی کام نہ کر مگر فُلاں کے علم کے ساتھ تو وصی کے لئے جائز نہیں کہ وہ فلاں کے علم کے بغیر عمل کرے۔[4] (عالمگیری ج٦ ص١٤١)

مسئلہ ۴۵: اگر میت نے وصی سے یہ کہا کہ فلاں کی رائے سے عمل کر یا کہا عمل نہ کرنا مگر فلاں کی رائے سے تو پہلی صورت میں صرف وصی مخاطب ہے وہ تنہا وصی رہے گا اور دوسری صورت میں وہ دونوں وصی ہیں۔[5] (خزانة المفتیین از عالمگیری ج٦ ص١٤١)

مسئلہ ۴۶: کسی شخص نے اپنے وارث کو وصی بنایا تو یہ جائز ہے اگر یہ وصی اپنے مورث کی موت کے بعد مرگیا اور ایک شخص سے یہ کہا تھا کہ میں نے تجھے اپنے مال میں وصی بنایا اور اس میت کے مال میں وصی بنایا جس میں میں وصی ہوں تو یہ دوسرا وصی دونوں کے مال میں وصی ہوگا۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج٦ ص١٤١)

مسئلہ ۴۷: ایک شخص نے کسی کو اپنا وصی بنایا پھر ایک اور شخص نے اس موصی کو اپنا وصی بنادیا پھر یہ دوسرا موصی انتقال کرگیا تو موصی اول اس کا وصی ہے، پھر اس کے بعد اگر موصی اول بھی مرجائے تو اس کا وصی ان دونوں مرنے والوں کا وصی ہوگا، مثال کے طور پر زید نے خالد کو اپنا وصی بنایا اور کلیم نے زید کو اپنا وصی بنایا پھر دوسرا موصی یعنی کلیم انتقال کرگیا تو زید اس کا وصی ہے

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٤١.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

اور موصیٔ اول زید بھی اس کے بعد انتقال کر گیا تو اس کا وصی خالد ان دونوں کا وصی ہوگا۔[1] (شرح الطحاوی از عالمگیری ج۶ ص۱۴۱)

مسئلہ۴۸: مریض نے ایک جماعت کو مخاطب کرکے کہا کہ میرے مرنے کے بعد ایسا کرنا، اگر انھوں نے قبول کرلیا تو وہ سب وصی بن گئے، اور اگر خاموش رہے پھر اس کے مرنے کے بعد بعض نے قبول کرلیا تو اگر قبول کرنے والے دو یا زیادہ ہیں تو وہ اس کے وصی بن جائیں گے اور انھیں اس کی وصیت نافذ کرنے کا حق ہے لیکن اگر قبول کرنے والا ایک ہے تو وہ بھی وصی بن جائے گا لیکن اسے تنہا وصیّت نافذ کرنے کا اختیار نہیں تاوقتیکہ وہ حاکم سے رجوع نہ کرے، حاکم اس کے ساتھ ایک اور وصی مقرر کرے گا۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۱)

مسئلہ۴۹: دو وصیوں میں اس امر میں اختلاف ہوا کہ مال کس کے پاس رہے گا تو اگر مال قابل تقسیم ہے تو دونوں کے پاس آدھا آدھا رہے گا اور اگر قابل تقسیم نہ ہو تو اگر دونوں چاہیں تو کسی دوسرے کے پاس ودیعت رکھ دیں اور چاہیں تو دونوں میں سے کسی ایک کے پاس رہے، سب صورتیں جائز ہیں۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۲)

مسئلہ۵۰: یتیموں کے لئے دو وصی تھے ان میں سے ایک نے مال تقسیم کرلیا تو جائز نہیں جب تک دونوں ایک ساتھ موجود نہ ہوں یا جو غائب ہے اس کی اجازت حاصل ہو۔ (عالمگیری ج۶ ص۱۴۲) یہی حکم نابالغ کے مال کے فروخت کرنے کا ہے کہ دونوں وصی حاضر ہوں تو فروخت کرنا جائز ہے، اگر ایک غائب ہے تو دوسرا اس سے اجازت لئے بغیر فروخت نہیں کرسکتا۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۲)

مسئلہ۵۱: وصی نے میت کی زمین فروخت کی تاکہ اس کا دین ادا کردے اور وصی کے قبضہ میں اتنا مال ہے کہ اس سے میت کا ادھار بیباق کردے[5]، اس صورت میں بھی یہ بیع جائز ہے۔[6] (خزانۃ المفتیین از عالمگیری ج۶ ص۱۴۲)

مسئلہ۵۲: باپ کی طرف سے مقرر کردہ وصی نابالغ کے لئے مال کا مقاسمہ کرسکتا ہے چاہے مال منقولہ جائداد ہو یا جائداد غیر منقولہ، اس میں اگر معمولی گڑبڑ ہو (یعنی معمولی غبن ہو) تب بھی جائز ہے لیکن اگر غبن فاحش ہے (بڑا غبن ہے) تو جائز نہیں، اس قسم کے مسائل میں اصل وقاعدہ یہ ہے کہ جو شخص کسی چیز کو فروخت کرنے کا اختیار رکھتا ہے اسے اس میں مقاسمہ کرنے کا اختیار بھی حاصل ہے۔[7] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۱۴۲)

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٤١.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق، ص١٤٢. 4 ......المرجع السابق.

5 ......یعنی ادا کردے۔

6 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٤٢.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۵۳: وصی کے لئے جائز ہے کہ موصٰی لہ کے حصہ کی تقسیم کردے سوائے عقار کے[1] اور نابالغوں کا حصہ روک لے اگرچہ بعض بالغ اور غائب ہوں۔[2] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢)

مسئلہ ۵۴: وصی نے ورثہ کے لئے موصی کا مال تقسیم کیا اور ترکہ میں کسی شخص کے لئے وصیّت بھی ہے اور موصٰی لہ غائب ہے تو وصی کی تقسیم غائب موصٰی لہ پر جائز نہیں موصٰی لہ اپنی وصیّت میں ورثہ کا شریک ہوگا اور اگر تمام ورثہ نابالغ ہیں اور وصی نے موصٰی لہ سے مال تقسیم کیا اور اسے ثلث مال دے کر دوثلث ورثہ کے لئے روک لیا تو یہ جائز ہے اب اگر وصی کے پاس سے وہ مال ہلاک ہوگیا تو ورثہ موصٰی لہ کے حصہ میں شریک نہ ہوں گے۔[3] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢)

مسئلہ ۵۵: قاضی نے یتیم کے لئے ہر چیز میں وصی مقرر کرلیا پھر اس نے جائداد غیر منقولہ میں اور سامان میں تقسیم کی تو جائز ہے جبکہ قاضی نے ہر چیز میں وصی مقرر کیا ہو لیکن اگر اسے یتیم کے نفقہ اور کسی خاص شے کی حفاظت کے لئے وصی مقرر کیا تو اسے تقسیم کرنا جائز نہیں۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٢)

مسئلہ ۵٦: کسی نے ایک ہزار درہم کے ثلث کی وصیّت کی، ورثہ نے یہ قاضی کے حوالہ کردیئے قاضی نے اس کو تقسیم کیا اور موصٰی لہ غائب ہے تو قاضی کی تقسیم صحیح ہے یہاں تک کہ اگر موصٰی لہ کے حصہ کے یہ درہم ہلاک ہوگئے بعد میں موصٰی لہ حاضر ہوا تو ورثہ کے حصہ میں وہ شریک نہ ہوگا۔[5] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٣)

مسئلہ ۵۷: دو۲ یتیموں کے لئے ایک وصی ہے اس نے یتیموں کے بالغ ہوجانے کے بعد ان سے کہا کہ میں تم دونوں کو ایک ہزار درہم دے چکا ہوں ان میں سے ایک نے وصی کی تصدیق کی اور دوسرے نے تکذیب کی اور انکار کیا تو اس صورت میں انکار کرنے والا اپنے بھائی سے ڈھائی سو درہم لینے کا حقدار ہے اور اگر دونوں نے وصی کی بات تسلیم کرنے سے انکار کردیا تو وصی پر ان کے لئے کچھ نہیں، اور اگر وصی نے یہ کہا تھا کہ میں نے تم میں سے ہر ایک کو پانچ پانچ سو درہم علیحدہ علیحدہ دیئے تھے اور ان میں سے ایک نے تصدیق کی دوسرے نے انکار کیا تو اس صورت میں انکار کرنے والا وصی سے ڈھائی سو درہم لے لے گا۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٣)

مسئلہ ۵۸: ایک شخص نے دو چھوٹے لڑکے چھوڑے اور ان کے لئے وصی بنادیا، انھوں نے بالغ ہونے کے بعد وصی سے اپنی میراث طلب کی، وصی نے کہا کہ تمہارے باپ کا کل ترکہ ایک ہزار درہم تھا اور میں تم میں سے ہر ایک پر پانچ پانچ سو درہم خرچ کرچکا ہوں۔ ان دونوں بیٹوں میں سے ایک نے وصی کی تصدیق کی اور دوسرے نے انکار کیا تو انکار کرنے والا تصدیق

---

1 ......یعنی غیر منقولہ جائداد کے علاوہ۔

2 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٤٢.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص١٤٣. 6 ......المرجع السابق.

کرنے والے سے ڈھائی سودرہم لے لے گا وصی سے کچھ نہیں۔[1] (محیط السرخسی از عالمگیری ج ٦ ص ۱۴۳)

مسئلہ ۵۹: جو وصی بچہ کی ماں نے مقرر کیا وہ اس بچہ کے لئے اس کی وہ منقولہ جائداد تقسیم کرنے کا حقدار ہے جو بچہ کو اس کی ماں کی طرف سے ملی ہے، یہ حق اس وقت ہے جب بچہ کا باپ زندہ نہ ہو اور نہ باپ کا وصی، لیکن ان دونوں میں سے اگر ایک بھی ہے تو ماں کے وصی کو تقسیم کا حق نہیں لیکن ماں کا وصی کسی حال میں بھی بچہ کے لئے اس کی جائداد غیر منقولہ[2] تقسیم نہیں کرسکتا اور نہ اسے اس جائداد کی تقسیم کا اختیار ہے جو بچہ کی ماں کے علاوہ کسی اور سے ملی چاہے وہ جائداد منقولہ ہو یا غیر منقولہ۔ یہی حکم نابالغ کے بھائی کے وصی اور اس کے چچا کے وصی کا ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۴۳)

مسئلہ ٦٠: باپ کے وصی نے باپ کے ترکہ سے کچھ فروخت کیا تو اس کی دو صورتیں ہیں، ایک یہ کہ میت پر دَین نہ ہو اور نہ وصیّت ہو، دوسری صورت یہ ہے کہ میت پر دین ہو یا اس نے وصیّت کی ہو تو پہلی صورت میں حکم یہ ہے۔ (کتاب الصغیر میں ہے) وصی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ ہر چیز فروخت کرسکتا ہے خواہ وہ زمین ہو یا اسباب جبکہ ورثہ نابالغ ہوں، دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میت پر دَین ہے اور پورے ترکہ کے برابر ہے تو کل ترکہ فروخت کرنا بالا جماع جائز ہے۔ اگر دَین پورے ترکہ کے برابر نہیں تو بقدرِ دَین ترکہ فروخت کرے گا۔[4] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ۱۴۵)

مسئلہ ٦١: اگر وصی نے اپنے مال سے میت کو کفن دیا تو وہ میت کے مال سے لے گا اور یہی حکم وارث کا بھی ہے۔[5] (عقود الدریہ بزازیہ برہامش ہندیہ ج ٦ ص ۴۴٦)

مسئلہ ٦٢: اگر وصی یا وارث نے میت کا دین اپنے مال سے ادا کیا تو وہ میت کے مال سے لینے کا مستحق ہے۔[6] (عقود الدریہ بزازیہ برہامش ہندیہ ج ٦ ص ۴۴٦)

مسئلہ ٦٣: باپ کی طرف سے چھوٹے بچہ کے لئے جو وصی مقرر ہے اسے بچہ کی جائیداد غیر منقولہ صرف اس صورت میں فروخت کرنے کا اختیار و اجازت ہے جب میت پر دَین ہو جو صرف زمین کی قیمت سے ہی ادا کیا جاسکتا ہے یا بچہ کے لئے زمین کی قیمت کی ضرورت ہو یا کوئی خریدار زمین کی دوگنی قیمت ادا کرنے کو تیار ہو۔[7] (کافی از عالمگیری ج ٦ ص ۱۴۵)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٤٣.

2 ......وہ جائداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوسکے۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٤٣.

4 ......المرجع السابق.

5 ......"البزازية" علی هامش "الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الفصل السادس فی تصرفات الوصی، ج٦، ص٤٤٦.

6 ......المرجع السابق.

7 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٤٤.

مسئلہ۶۴: وصی نے یتیم کے لئے کوئی چیز خریدی اگر اس میں غبنِ فاحش ہے یعنی کھلی بے ایمانی ہے تو یہ خریداری جائز نہیں۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۵)

مسئلہ۶۵: ورثہ اگر بالغ وحاضر ہیں تو ان کی اجازت کے بغیر وصی کو میت کے ترکہ سے کچھ فروخت کرنا جائز نہیں اگر بالغ ورثہ موجود نہیں ہیں تو ان کی عدم موجودگی میں وصی کو جائیداد غیر منقولہ کو فروخت کرنا جائز نہیں، جائیداد غیر منقولہ کے علاوہ اور چیزوں کی بیع جائز ہے، جائیداد غیر منقولہ کو صرف اس صورت میں وصی کو فروخت کرنا جائز ہے جب کہ اس کے ضائع و ہلاک ہونے کا خطرہ ہو۔ اگر میت نے وصیّت مرسلہ (مطلقہ) کی تو وصی بقدر وصیّت بیع کرنے کا بالاتفاق مالک ہے اور امام اعظم کے نزدیک کل کی بیع کرسکتا ہے۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۵)

مسئلہ۶۶: اگر ورثہ میں کوئی نابالغ بچہ ہے اور باقی سب بالغ ہیں اور میت پر کوئی دَین اور اس کی کوئی وصیّت بھی نہیں اور ترکہ سب ہی از قسم مال واسباب ہے (یعنی جائیداد غیر منقولہ نہیں) تو وصی نابالغ بچہ کا حصہ فروخت کرسکتا ہے۔ امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک وہ وصی باقی ماندہ بڑوں کے حصہ کو بھی بیع کرسکتا ہے اور اگر وہ کل کی بیع کرے گا تو اس کی بیع جائز ہوگی۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۴)

مسئلہ۶۷: ماں کا انتقال ہوا اس نے نابالغ بچہ چھوڑا اور اس کے لئے وصی بنایا تو اس وصی کو بجز جائیداد غیر منقولہ اس کے ترکہ سے ہر چیز بیع کرنا جائز ہے اور اس وصی کو اس بچہ کے لئے کھانے کپڑے کے علاوہ کوئی اور چیز خریدنا جائز نہیں۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶ ص۱۴۴)

مسئلہ۶۸: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے اپنے نابالغ بچے چھوڑے اور اپنے باپ کو چھوڑا اور کسی کو اپنا وصی نہیں بنایا اس صورت میں میت کا باپ (یعنی بچوں کا دادا) بجائے وصی متصور ہوگا اسے بچوں کی حفاظت اور مال میں ہر قسم کے تصرفات[5] کا اختیار ہے لیکن اگر میت پر دَین کثیر ہو تو اس میت کے باپ کو دین کی ادائیگی کے لئے اس کا ترکہ فروخت کرنے کا اختیار نہیں۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۵)

مسئلہ۶۹: میت کے وصی نے دیون کی[7] ادائیگی کے لئے اس کا ترکہ فروخت کیا اور دین ترکہ کو محیط نہیں ہے تو جائز ہے لیکن اگر ترکہ میں دین نہیں ہے اور وارثوں میں چھوٹے بچے بھی ہیں اور قاضی نے کل ترکہ فروخت کردیا تو یہ بیع

1 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملکه، ج٦، ص١٤٤.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق. 4 ...... المرجع السابق.

5 ...... معاملات، لین دین۔

6 ...... "الفتاوی الهندية"، کتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملکه، ج٦، ص١٤٥.

7 ...... یعنی قرضوں کی۔

نافذ ہو جائے گی۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۰: میت نے باپ چھوڑا اور وصی بھی چھوڑا تو وصی زیادہ مستحق ہے باپ سے اگراس نے وصی نہیں بنایا تھا تو باپ مستحق ہے اور باپ بھی نہیں تو دادا پھر دادا کا وصی پھر قاضی کی طرف سے مقرر کیا ہوا وصی۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۱: بچہ ماں کا وارث ہوا اور اس کا باپ نہایت فضول خرچ ہے اور وہ ممنوع التصرف ہونے کے لائق ہے[3] تو اس صورت میں اس باپ کو اس کے مال میں ولایت نہیں۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۶) یعنی وہ بچہ کے مال میں تصرف کا مالک نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۷۲: قاضی نے یتیم بچہ کے لئے وصی مقرر کیا تو قاضی کا یہ وصی اس کے باپ کے وصی کی جگہ ہوگا اگر قاضی نے اسے تمام معاملات میں وصی عام بنایا ہے اور اگر قاضی نے اسے کسی خاص معاملہ میں وصی بنایا تو وہ اس معاملہ کے ساتھ خاص رہے گا دوسرے معاملات میں اسے کچھ اختیار نہیں بخلاف اس وصی کے جس کو باپ نے مقرر کیا کہ اسے کسی معاملہ کے ساتھ خاص نہیں کیا جاسکتا یعنی اگر اس نے کسی کو ایک معاملہ میں وصی بنایا تو وہ ہر معاملہ میں وصی رہے گا۔[5] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۳: وصی نے میت کے ترکہ سے کوئی چیز ادھار فروخت کی اگر اس میں یتیم کے نقصان کا اندیشہ ہو مثلاً یہ کہ خریدار قیمت دینے سے انکار کردے یا میعاد مقررہ پر اس سے قیمت وصول نہ ہونے کا اندیشہ ہو تو اس صورت میں یہ بیع جائز نہیں اور اگر اندیشہ نہ ہو تو جائز ہے۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۴: یتیم کا ایک گھر ہے ایک شخص نے اسے آٹھ روپے ماہانہ پر کرایہ پر لینا چاہا اور دوسرا اسے دس روپے ماہانہ کرایہ پر لینا چاہتا ہے لیکن آٹھ روپے ماہانہ دینے والا مالدار و قادر ہو (یعنی کرایہ دیتا رہے گا) تو گھر اس کو دیا جائے گا دس روپے ماہانہ والے کو نہیں جب کہ اس سے کرایہ نہ دینے کا اندیشہ ہو۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۵: وصی نے یتیم کے مال میں سے کوئی چیز صحیح قیمت پر فروخت کی، دوسرا اس سے زیادہ دے کر لینا چاہتا ہے تو قاضی یہ معاملہ ایماندار ماہرینِ قیمت کے سپرد کردے گا، اگر ان میں سے دو صاحبِ امانت لوگوں نے کہہ دیا کہ وصی نے اسے صحیح قیمت پر فروخت کیا ہے اور اس کی قیمت یہی ہے تو قاضی زیادہ قیمت دینے والے کی طرف توجہ نہ کرے گا یہی حکم مال وقف کو اجارہ پر دینے کا ہے۔[8] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۴۶)

مسئلہ ۷۶: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے ثلث مال کی وصیّت کی اور مختلف قسم کی جائیداد غیر منقولہ چھوڑیں اب وصی ان میں سے کسی ایک جائیداد کو میت کی وصیّت پوری کرنے کے لئے فروخت کرنا چاہتا ہے تو ورثہ کو یہ حق ہے کہ وہ صرف اس

---

1 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی و مایملکه، ج۶، ص۱۴۶.
2 ......المرجع السابق.
3 ......یعنی معاملات، لین دین وغیرہ کرنے کے قابل نہیں۔
4 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی و مایملکه، ج۶، ص۱۴۶.
5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

صورت میں اپنی رضا مندی دیں جب میت کی ہر قسم کی جائیداد غیر منقولہ میں سے ایک ثلث فروخت کیا جائے، اگر اس کی ہر جائیداد میں سے اس کا ثلث فروخت کرنا ممکن ہو۔[1] (فتاویٰ ابی اللیث از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٧٧: ایک عورت کا انتقال ہوا اس نے وصیّت کی کہ میرا مال ومتاع فروخت کیا جائے اور اس کی قیمت کا ثلث (تہائی حصہ) فقراء پر خرچ کیا جائے، اس کے بالغ ورثہ بھی ہیں اب وصی نے چاہا کہ اس کا تمام ساز وسامان فروخت کردے، ورثہ نے انکار کیا اور بقدرِ مقدارِ وصیّت فروخت کرنے کو کہا اگر ثلث مال کی خریداری میں نقص وخرابی ہے اور اس سے ورثہ اور اہل وصیّت (موصیٰ لہم) کو نقصان پہنچتا ہے تو وصی کو کل مال فروخت کردینے کا اختیار ہے ورنہ نہیں، صرف اتنا فروخت کرے گا جس میں وصیّت پوری کی جاسکے۔[2] (ذخیرہ از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٧٨: وصی کو مال یتیم سے تجارت کرنا جائز ہے۔[3] (مبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٧٩: وصی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یتیم یا میت کے مال سے اپنی ذات کے لئے تجارت کرے اگر اس نے تجارت کی اور منافع ہوا تو وہ یتیم یا میت کے اصل مال کا ضامن ہوگا اور منافع کو صدقہ کرے گا۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٨٠: وصی مال یتیم سے یتیم کو فائدہ پہنچانے کے لئے تجارت کرسکتا ہے۔[5] (المبسوط از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٨١: وصی نے میت کے ترکہ کا کچھ حصہ طویل مدت کے لئے اجارہ پر دیا تاکہ اس سے میت کا دَین (ادھار) ادا کردے تو یہ جائز نہیں۔[6] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ٨٢: ایک شخص کا انتقال ہوا وہ مدیون ہے (یعنی اس پر اُدھار ہے) اس نے وصی بنایا اور وصی غائب ہے، کسی وارث نے اس کا ترکہ[7] فروخت کیا اور اس کا دین[8] ادا کردیا اور اس کی وصیّتوں کو نافذ کردیا تو یہ بیع فاسد ہوگی لیکن اگر قاضی کے حکم سے بیع کیا تھا تو بیع جائز ہے، یہ اس صورت میں ہے جب کہ پورا ترکہ دین میں مستغرق ہو[9]، اگر ترکہ دین میں مستغرق نہیں ہے تو وارث کا تصرف صرف اسی کے حصہ میں نافذ ہوگا۔[10] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧) مگر یہ کہ مبیع[11] اگر بیت معین[12]

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصی و مايملكه، ج٦، ص١٤٦.

2 ......المرجع السابق، ص١٤٧.
3 ......المرجع السابق.
4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.
6 ......المرجع السابق.

7 ......یعنی میت کا چھوڑا ہوا مال۔
8 ......قرض، ادھار۔
9 ......یعنی قرض میں گھرا ہوا ہو۔

10 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصی و مايملكه، ج٦، ص١٤٧.

11 ......بیچی گئی چیز۔
12 ......یعنی مخصوص گھر۔

ہوتواس صورت میں وارث کا تصرف اُسی کے حصہ میں ہی نافذ ہوگا۔

مسئلہ ۸۳: بالغ وارث نے میت کے ترکہ سے یااس کی غیرمنقولہ جائیداد سے کچھ فروخت کیا پھر بھی میت پر دین اور وصیّتیں باقی رہ گئیں وصی نے چاہا کہ وارث کی بیع کورد کردے تو اگر وصی کے قبضہ میں اس کے علاوہ بھی میت کا کچھ مال ہے جسے فروخت کرکے وہ میت کا قرضہ اوروصیّتیں بے باق کرسکتا ہے تو وہ وارث کی بیع کورد نہیں کرے گا۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ۸۴: وصی اگر یتیم کا مال کسی کوقرض دینا چاہے تواس کو یہ اختیار نہیں ہے۔[2] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧) اگرقرض دے گا توضامن ہوگا۔

مسئلہ ۸۵: میت کے وصی یاباپ نے یتیم کا مال اپنے دَین (ادھار) میں رہن کردیا تو یہ استحساناً جائز ہے اگر وصی نے یتیم کے مال سے اپنا قرض ادا کیا تو جائز نہیں اگر باپ نے ایسا کیا تو جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٧)

مسئلہ ۸۶: وصی نے بچہ کوکسی عمل خیر کے لئے اجرت پر رکھا تو یہ جائز ہے۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٨)

مسئلہ ۸۷: وصی نے یتیم کے لئے کوئی اجیراس سے زیادہ اجرت پر لیا جواس کی ہے تو یہ اجارہ جائز ہے لیکن اسے اتنی ہی اجرت دی جائے گی جواس کی ہوتی ہے اور جوزیادہ ہے وہ اس یتیم بچہ کوواپس کردی جائے گی۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١٤٨)

مسئلہ ۸۸: وصی نے نابالغ بچہ کا مکان اس سے کم کرایہ پر دیا جتنا کرایہ اس کا لینا چاہیے تھا تو مستاجر کویعنی مکان کرایہ پر لینے والے کواس کا پورا کرایہ دینا لازم ہے (یعنی اتنا کرایہ جتنے کرایہ کا اس جیسا مکان ملتا ہے) لیکن اگرکم کرایہ لینے میں یتیم کا فائدہ ہے توکم کرایہ پرمکان دینا واجب ہے۔[6] (ذخیرہ از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٨)

مسئلہ ۸۹: وصی اپنی ذات کونابالغ یتیم کا آجر[7] نہیں بنا سکتا لیکن باپ یعنی یتیم کا دادا اجیر[8] بن سکتا ہے اوراس یتیم کواپنا اجیر بنا سکتا ہے۔[9] (قدوری از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٨)

مسئلہ ۹۰: وصی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ یتیم کے مال کو بالمعاوضہ یا بلا معاوضہ ہبہ کرے باپ کے لئے بھی یہی حکم ہے۔[10] (فتاویٰ قاضی خان از عالمگیری ج ٦ ص ١٤٨)

---

1 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج٦، ص١٤٧.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص١٤٨.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق.

7 ......اجرت پرکام لینے والا۔ 8 ......اجرت پرکام کرنے والا، مزدور، ملازم۔

9 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکہ، ج٦، ص١٤٧.

10 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۹۱: وصی نے نابالغ یتیم کا مال خود اپنے ہاتھ فروخت کیا یا اپنا مال یتیم نابالغ کے ہاتھ فروخت کیا تو اگر ان سودوں (خرید و فروخت) میں یتیم کے لئے کھلا ہوا نفع ہے تو جائز ہے اور اگر منفعتِ ظاہر (کھلا ہوا نفع) نہیں ہے تو جائز نہیں منفعتِ ظاہر کی تشریح بعض مشائخ علماء نے یہ کی ہے کہ یتیم کا ۱۰۰ سو کا مال ۱۲۵ سوا سو میں فروخت کرے یا اپنا ۱۰۰ سو کا مال ۷۵ پچھتّر روپے میں یتیم کو دیدے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۹۲: دو یتیموں کے ایک وصی نے ایک یتیم کا مال دوسرے یتیم کو فروخت کیا تو یہ جائز نہیں۔[2] (ذخیرہ از عالمگیری ج ٦ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۹۳: میت کے باپ نے یا اس کے وصی نے نابالغ کو تجارت کی اجازت دیدی تو صحیح ہے اور اس نابالغ کے خرید و فروخت کرتے وقت ان کا سکوت بھی اجازت ہے اور اگر نابالغ کے بالغ ہونے سے پہلے میت کے باپ کا یا وصی کا انتقال ہوگیا تو ان کی اجازت باطل ہو جائے گی۔ اگر نابالغ بالغ ہوگیا اور باپ یا وصی زندہ ہے تو اجازت باطل نہیں ہوگی۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۴۸)

مسئلہ ۹۴: نابالغ کا مال فروخت کرنے کے لئے باپ نے یا وصی نے وکیل بنایا پھر باپ کا انتقال ہوگیا یا نابالغ بالغ ہوگیا تو وکیل معزول ہوجائے گا۔[4] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۵: قاضی نے نابالغ کو یا کم سمجھ کو تجارت کی اجازت دیدی تو صحیح ہے۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۶: قاضی نے نابالغ کو تجارت کی اجازت دیدی اور باپ یا وصی نے منع کیا تو ان کا منع کرنا باطل ہے اور ایسے ہی اگر اجازت دینے والے قاضی کا انتقال ہوگیا تو یہ اجازت اس وقت تک ممنوع نہ ہوگی جب تک دوسرا قاضی ممنوع نہ قرار دے۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۷: وصی کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ یتیم کے مال سے اس کا صدقۂ فطر ادا کردے یا اس کے مال سے اُس کی طرف سے قربانی کرے جب کہ یتیم مالدار ہو۔[7] (عالمگیری ج ٦ ص ۱۴۹)

مسئلہ ۹۸: وصی کو اختیار نہیں کہ وہ مَیت کے قرضداروں کو بَری کردے[8] یا ان کے ذمہ قرض میں سے کچھ کم کردے یا

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع في الوصي ومايملكه، ج٦، ص١٤٨.

2 ......المرجع السابق، ص١٤٨، ١٤٩. 3 ......المرجع السابق، ص١٤٩. 4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

8 ......یعنی ان کے قرض ادا کردے۔

قرض کی ادائیگی کے لئے میعاد[1] مقرر کرے جب کہ وہ دَین میت کے خود اپنے کئے ہوئے معاملہ کا ہو اور اگر معاملہ وصی نے کیا تھا اس کا دین ہے تو وصی کو مدیون[2] کو بری کرنے یا دین کو کم کرنے یا اس کی مدّت مقرر کرنے کا اختیار ہے لیکن اس کے نقصان کا ضامن ہوگا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۹)

مسئلہ۹۹: وصی نے میت کے کسی قرضدار سے میت کے دَین میں مصالحت کرلی، اگر میت کی طرف سے اس دَین کا ثبوت ہے یا قرضدار خود اقراری ہے یا قاضی کو اس کے حق کا علم ہے تو ان تمام صورتوں میں وصی کی یہ مصالحت جائز نہیں، اگر اس حق (دین) پر دلیل وبیّنہ قائم نہیں ہے تو وصی کا مصالحت کرلینا جائز ہے لیکن اگر وصی نے اس دَین میں صلح کی جو میت پر واجب تھا یا یتیم پر تھا تو اگر مدعی کے پاس دلیل وبیّنہ ہے یا قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ کردیا تو وصی کا صلح کرلینا جائز ہے اور اگر مدعی کے لئے اس کے حق میں دلیل نہیں ہے اور نہ قاضی نے مدعی کے حق میں فیصلہ دیا تو صلح کرنا جائز نہیں۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۱۴۹)

مسئلہ۱۰۰: وصی یتیم کا مال لے کر کسی ظالم وجابر کے پاس سے گزرا اور اُسے اندیشہ ہے کہ اگر اس نے اس کے ساتھ حسن سلوک نہ کیا یعنی اسے کچھ نہ دیا تو یہ سب مال اس کے قبضہ سے نکل جائے گا۔ اس نے یتیم کے مال سے اس کو کچھ دیدیا تو استحساناً جائز ہے یہی حکم مضارب کے لئے ہے مال مضاربت میں۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۰)

مسئلہ۱۰۱: وصی نے قاضی کی عدالت میں مقدمات پر خرچ کیا اور بطور اجارہ کچھ دیا تو وصی اس کا ضامن نہیں لیکن بطور رشوت کچھ خرچ کیا ہے تو اس کا ضامن ہے، فقہاء فرماتے ہیں اپنی جان اور مال سے رفع ظلم کے لئے[6] مال خرچ کرنا اس کے حق میں رشوت دینے میں داخل نہیں لیکن اگر دوسرے پر کوئی حق ہے اس حق کو نکلوانے میں مال خرچ کرنا رشوت ہے۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۰)

مسئلہ۱۰۲: ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس نے اپنی عورت کو وصی بنایا اور نابالغ بچے اور ترکہ چھوڑا[8] پھر اس کے گھر ظالم حکمراں آیا، اس وصی عورت سے کہا گیا اگر تو اس کو کچھ نہیں دے گی تو یہ گھر اور جائیداد غیر منقولہ[9] پر قبضہ اور غلبہ کرے گا اس

---

1 ......مدت۔ 2 ......مقروض۔

3 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٤٩.

4 ......المرجع السابق. 5 ......المرجع السابق، ص١٥٠.

6 ......یعنی اپنی جان ومال کو ظلم سے بچانے کے لئے۔

7 ......"الفتاوی الهندیة"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٥٠.

8 ......یعنی مال وجائیداد چھوڑا۔ 9 ......وہ جائیداد جو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل نہ ہوسکے۔

وصی عورت نے جائیداد غیر منقولہ سے اسے کچھ دیدیا تو یہ معاملہ صحیح ہے۔[1] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۰)

مسئلہ ۱۰۳: وصی نے یتیم کا مال یتیم کی تعلیم قرآن اور ادب میں خرچ کیا، اگر بچہ اس کی (یعنی تعلیم ادب کی) صلاحیت رکھتا تھا تو جائز ہے بلکہ وصی ثواب پائے گا اور اگر بچہ میں علم حاصل کرنے کی صلاحیت نہیں تو بقدر ضرورتِ نماز قرآن مجید کی تعلیم دلائے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۰، درمختار ج ۵ ص ۵۰۴ علی ہامش ردالمحتار)

مسئلہ ۱۰۴: وصی کو چاہیے کہ وہ بچہ کے نفقہ میں وسعت کرے[3]، نہ فضول خرچی کرے نہ تنگی، یہ وسعت بچے کے مال اور حال کے لحاظ سے ہوگی، وصی بچہ کے مال اور حال کو دیکھ کر اس کے لائق خرچہ کرے گا۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۰)

مسئلہ ۱۰۵: وصی اگر یتیم کے کاموں کے لئے جائے گا اور یتیم کے مال سے سواری کرایہ پر لے گا اور اپنے اوپر خرچ کرے گا تو استحساناً یہ اس کے لئے جائز ہے بشرطیکہ وہ خرچہ ضروری و ناگزیر ہو۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۰، درمختار علی ردالمحتار ج ۵ ص ۵۰۴)

مسئلہ ۱۰۶: وصی نے میت کے ترکہ سے اگر کوئی چیز اپنے لئے خریدی اور میت کا چھوٹا بڑا کوئی وارث نہیں تو جائز ہے۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۰)

مسئلہ ۱۰۷: ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کے پاس مختلف لوگوں کی ودیعتیں (امانتیں) تھیں اس نے ترکہ میں مال چھوڑا لیکن اس پر دَین ہے جو اس کے پورے مال کو محیط ہے اور وصی نے میت کے گھر سے تمام ودیعتوں پر قبضہ کرلیا تاکہ وہ ودیعت رکھنے والوں کو واپس کردے یا اس نے میت کے تمام مال پر قبضہ کرلیا تاکہ اس سے میت کا دَین ادا کردے پھر وہ مال یا ودیعتیں وصی کے قبضہ میں ہلاک ہوگئیں تو وصی پر کوئی ضمان نہیں، اسی طرح اگر میت پر دین نہ تھا اور وصی نے میت کے تمام مال کو قبضہ میں لیا پھر وہ مال ہلاک ہوگیا تو بھی وصی پر کوئی ضمان نہیں۔[7] (ذخیرہ از عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۱)

مسئلہ ۱۰۸: ایک شخص نے اپنا مال کسی کے پاس امانت رکھا اور کہا کہ اگر میں مرجاؤں تو یہ مال میرے بیٹے کو دیدینا اور اس نے وہ مال بیٹے کو دیدیا اور اس کے دوسرے وارث بھی ہیں تو وصی وارث کے حصہ کا ضامن ہوگا اور ان الفاظ سے وہ وصی نہیں بن جائے گا۔[8] (عالمگیری ج ۶ ص ۱۵۱)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٥٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......یعنی خرچ میں میانہ روی کرے۔

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٥٠.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق، ص١٥٠، ١٥١.

8 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٥١.

مسئلہ ۱۰۹: مریض کے پاس اس کے عزیز واقارب ہیں جواس کے مال سے کھاپی رہے ہیں اگر مریض ان کی آمدورفت کا اپنے مرض میں محتاج ہےاور وہ اُس کےاور اُس کے عیال کے ساتھ بغیر اسراف کے کھاتے پیتے ہیں تو استحساناً ان پرکوئی ضمان نہیں، اگر مریض ان کا محتاج نہیں ہے تو اگر وہ مریض کے حکم سے کھاتے پیتے ہیں تو جواُن میں سے وارث ہیں اُن پراُن کے کھانے پینے کے خرچہ کا ضمان ہےاور جو وارث نہیں ان کا خرچہ میت کے ثلث مال میں محسوب ہوگا[1] اگر مریض نے اس کا حکم دیا تھا۔[2] (عالمگیری ج۶،ص۱۵۱، ردالمحتار بحوالہ بزازیہ کتاب الوصایاص ۴۵۷)

مسئلہ ۱۱۰: وصی نے دعویٰ کیا کہ میت کے ذمہ میرا دَین ہے تو قاضی اس کے دَین کی ادائیگی کے لئے ایک وصی مقرر کرے گا جوثبوت قائم ہونے کے بعداس کا دَین ادا کردے گا اور قاضی میت کے وصی کو وصی ہونے سے خارج نہیں کرے گا اسی پرفتویٰ ہے۔[3] (عالمگیری ج۶،ص۱۵۱)

مسئلہ ۱۱۱: میت نے اپنی بیوی کو وصی بنایا اور مال چھوڑا اور بیوی کا میت پرمُہر ہے تو اگر میت نے اس کے مُہر کے برابر سونا چاندی چھوڑا ہے تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس سونے چاندی سے اپنا مہر لے لے، اوراگر میت نے سونا چاندی نہیں چھوڑا ہے تو بیوی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس چیز کوفروخت کردے جوفروخت کرنے کے لئے زیادہ مناسب ہےاور اس کی قیمت سے اپنا مہر لے لے۔[4] (عالمگیری ج۶،ص۱۵۳)

مسئلہ ۱۱۲: میت پردَین ہےاور جس کا دَین ہے وہ اس کا وارث یا وصی ہے تو اس کو یہ حق ہے کہ وارثوں کے علم میں لائے بغیر اپنا حق لے لے۔[5] (عالمگیری ج۶،ص۱۵۳)

مسئلہ ۱۱۳: ایک شخص کا انتقال ہوا اس نے نابالغ بچے چھوڑے اور کسی کو وصی نہیں بنایا پھر قاضی نے کسی شخص کو وصی مقرر کیا پھرایک آدمی نے میت پراپنے دین کا یا ودیعت کا دعویٰ کیا اور بیوی نے اپنے مہر کا دعویٰ کیا اس صورت میں دَین یا ودیعت کی ادائیگی تو ثبوت ہوجانے کے بعد کی جائے گی ،لیکن نکاح اگر معروف ہے تو مہر کے بارے میں عورت کا قول معتبر ہے اگر وہ مہرمثل کے اندر ہے، وہ مہر عورت کو ادا کیا جائے گا۔[6] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج۶،ص۱۵۴)

مسئلہ ۱۱۴: وصی نے میت کی وصیّت اپنے مال سے ادا کردی اگر یہ وصی وارث ہے تو میت کے ترکہ سے لے لے گا

1 ……یعنی تہائی مال میں شمار ہوگا۔

2 ……"الفتاوی الھندیة"،کتاب الوصایا،الباب التاسع فی الوصی ومایملکه،ج٦،ص١٥١.

3 ……المرجع السابق،ص١٥٣.

4 ……المرجع السابق.

5 ……المرجع السابق.

6 ……المرجع السابق،ص١٥٣،١٥٤.

ورنہ نہیں۔(عالمگیری ج ٦ ص ١۵۵) اورفتویٰ یہ ہے کہ وصی ہر حال میں میت کے تر کہ سے اپنا مال لے لے گا۔[1]

مسئلہ ۱۱۵: وصی نے اقرار کیا کہ میں نے میت کا دین جولوگوں پر تھا قبضہ کرلیا پھرایک مقروض آیا اور وصی سے کہا کہ میں نے تجھے میت کے دین کا اتنا اتنا روپیہ دیا، وصی نے انکار کیا اور کہا کہ میں نے تجھ سے کچھ بھی نہیں لیا اور نہ مجھے علم ہے کہ تجھ پر میت کا قرضہ تھا تو اس صورت میں وصی کا قول قسم لے کر تسلیم کرلیا جائے گا۔[2] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١۵۴)

مسئلہ ۱۱٦: وصی نے نابالغ بچوں کے لئے کپڑا خریدا یا جو کچھ ان کا خرچ ہے وہ خریدتا رہتا ہے اپنے مال سے تو وہ یہ روپیہ میت کے مال اور تر کہ سے لے لے گا یہ وصی کی طرف سے تَطَوُّ عاً یا احسان کے طور پر نہیں ہے۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ١۵۵)

مسئلہ ۱۱۷: کوئی مسافر کسی آدمی کے گھر آیا اور اس کا انتقال ہوگیا اس نے کسی کو وصی بھی نہیں بنایا اور جو کچھ روپے چھوڑے تو معاملہ حاکم کے سامنے پیش ہوگا اور اس کو حاکم کے حکم سے درمیانی درجہ کا کفن دیا جائے گا اور اگر حاکم نہ ملے تو بھی درمیانی درجہ کا کفن دیا جائے گا اور اگر اس میت پر دَین ہے تو یہ شخص اس کے مال کو دین کی ادائیگی کے لئے فروخت نہ کرے گا۔[4] (فتاویٰ قاضی خاں از عالمگیری ج ٦ ص ١۵۵)

مسئلہ ۱۱۸: عورت نے اپنے ثلث مال کی وصیّت کی اور کسی کو اپنا وصی بنادیا، اس وصی نے اس کی کچھ وصیّتوں کو نافذ کردیا اور کچھ ورثہ کے قبضہ میں باقی رہ گئیں اگر ورثہ دیانتدار ہیں اور وصی کو ان کی دیانت کا علم ہے کہ وہ میت کے ثلث مال سے ان باقی ماندہ وصیّتوں کو پورا کردیں گے تو اس کو ان کے لئے چھوڑ دینا جائز ہے اور اس کا علم اس کے خلاف ہے تو وصی ان کے لئے نہ چھوڑے گا بشرطیکہ وہ ورثہ سے مال برآمد کرسکتا ہو۔[5] (عالمگیری ج ٦ ص ١۵۵)

مسئلہ ۱۱۹: وصی نے یتیم سے کہا کہ میں نے تیرا مال تیرے نفقہ میں خرچ کردیا، فلاں فلاں چیز میں فُلاں فُلاں سامان میں، اگر اتنی مدت میں اتنا مال نفقہ میں خرچ ہوجاتا ہے تو وصی کی تصدیق کردی جائے گی زیادہ میں نہیں، نفقہ مثل کا مطلب یہ ہے کہ بین بین ہو نہ اسراف نہ تنگی۔[6] (محیط از عالمگیری ج ٦ ص ١۵۵)

مسئلہ ۱۲۰: وصی نے دعویٰ کیا کہ اس نے یتیم کو ہر ماہ ١٠٠ سو روپے دیئے اور یہ مقررہ تھا اور یتیم نے اس کو ضائع کردیا پھر میں نے اسے اسی ماہ دوسرے سو روپے دیئے، اس صورت میں وصی کی تصدیق کی جائے گی جب تک وصی سراسر اور کھلی ہوئی غلط بات نہ کہے مثلاً یہ کہے کہ میں نے اس یتیم کو ایک ماہ میں بہت بار ١٠٠ سو، ١٠٠ سو روپے دیئے اور اس نے ضائع کردیئے تو ایسی بات وصی کی

1 ......"الفتاوی الهندية"، کتاب الوصایا، الباب التاسع فی الوصی ومایملکه، ج٦، ص١٥٤، ١٥٥.

2 ......المرجع السابق، ص١٥٤.

3 ......المرجع السابق، ص١٥٥.

4 ......المرجع السابق.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

نہیں مانی جائے گی۔[1] (عالمگیری ج٦ص١٥٦)

مسئلہ۱۲۱: وصی نے یتیم سے یہ کہا کہ تو نے اپنے چھٹپن[2] میں اس شخص کا اتنا اتنا مال ہلاک کردیا پھر میں نے اپنی طرف سے ادا کردیا یتیم نے اس کی تکذیب کی اور نہیں مانا تو یتیم کی بات قبول کرلی جائے اور وصی اتنے مال کا ضامن ہوگا۔[3] (نوازل از عالمگیری ج٦ص١٥٦)

مسئلہ۱۲۲: میت کے وصی نے اقرار کیا کہ میت کا فلاں شخص پر جتنا واجب تھا وہ تمام میں نے پورا وصول پایا اور وہ سو روپے تھے، جس پر دَین تھا اس نے کہا مجھ پر اس کا ایک ہزار روپے کا دَین تھا اور وہ تو نے لے لیا تو قرضدار اپنے تمام دَین سے بری ہے اب وصی اس سے کچھ بھی نہیں لے سکتا اور وصی ورثہ کے لئے اتنے ہی کا ذمہ دار ہوگا جتنے کے وصول کرنے کا اس نے اقرار کیا ہے۔[4] (عالمگیری ج٦ص١٥٧)

مسئلہ۱۲۳: قرضدار نے اولاً ایک ہزار روپے قرض ہونے کا اقرار کیا پھر وصی نے اقرار کیا کہ جو کچھ اس پر قرض تھا وہ میں نے پورا وصول پالیا اور وہ ایک سَو روپے تھے اس صورت میں قرضدار بری ہوگیا اور وصی ورثہ کے لئے باقی نوسو روپے کا ضامن ہوگا۔[5] (عالمگیری ج٦ص١٥٧)

مسئلہ۱۲۴: وصی نے اقرار کیا کہ اس نے فلاں شخص سے سو روپے پورے وصول کرلئے اور یہ کل قیمت ہے، مشتری یعنی خریدار نے کہا کہ نہیں بلکہ قیمت ڈیڑھ سو روپے ہے تو وصی کو حق ہے کہ وہ بقیہ پچاس روپے اس سے اور طلب کرے۔[6] (عالمگیری ج٦ص١٥٧)

مسئلہ۱۲۵: وصی نے اقرار کیا کہ اُس نے میت کے گھر میں جو کچھ مال ومتاع اور میراث تھی اس پر قبضہ کرلیا، پھر کہا کہ وہ کل سو روپے اور پانچ کپڑے تھے اور وارثوں نے دعویٰ کیا کہ اس سے زیادہ تھا اور ثبوت دیدیا کہ جس دن میت کا انتقال ہوا اس کی میراث اس دن اس گھر میں ایک ہزار روپے اور سَو کپڑے تھی تو وصی کو اتنا ہی دینا لازم ہے جتنے کا اس نے اقرار کیا ہے۔[7] (محیط از عالمگیری ج٦ص١٥٨)

مسئلہ۱۲۶: وصی نے میت پر دَین کا اقرار کیا تو اس کا اقرار صحیح نہیں۔[8] (ذخیرہ از عالمگیری ج٦ص١٥٨)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٥٦.

2 ......بچپن۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا،الباب التاسع فی الوصی ومايملكه، ج٦، ص١٥٦.

4 ......المرجع السابق، ص١٥٧.

5 ......المرجع السابق.

6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق، ص١٥٨.

8 ......المرجع السابق.

وصیّت پر شہادت کا بیان

مسئلہ۱: دووصیّوں نے گواہی دی کہ میت نے ان کے ساتھ فلاں کو وصی بنایا ہے اور خود وہ بھی وصی ہونے کا دعویدار ہے تو یہ شہادت قبول کرلی جائے گی اور اگر وہ فلاں دعویدار نہیں ہے تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی۔[1] (محیط السرخسی از عالمگیری ج۶،ص ۱۵۸)

مسئلہ۲: میت کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ ان کے باپ نے فلاں کو وصی بنایا اور وہ فلاں بھی اس کا مدعی ہے تو یہ شہادت استحساناً قبول کرلی جائے گی لیکن اگر وہ فلاں مدعی نہیں ہے بلکہ انکاری ہے اور باقی ورثہ اس کے وصی ہونے کا دعوٰی نہیں کررہے تو ان (بیٹوں) کی شہادت مقبول نہیں۔[2] (عالمگیری ج۶،ص ۱۵۸)

مسئلہ۳: دوآدمیوں نے جن کا میت پر قرضہ ہے گواہی دی کہ میت نے فلاں کو وصی بنایا ہے اور اس نے وصی ہونا قبول کرلیا ہے اور فلاں بھی اس کا مدعی ہے تو یہ شہادت استحساناً مقبول ہے لیکن اگر وہ مدعی نہیں ہے تو یہ شہادت قبول نہ ہوگی۔[3] (عالمگیری ج۶،ص ۱۵۹)

مسئلہ۴: ایسے دوآدمیوں نے جن پر میت کا قرضہ ہے گواہی دی کہ میت نے فلاں کو وصی بنایا ہے اور وہ فلاں بھی مدعی ہے تو استحساناً ان کی گواہی مقبول ہے اور اگر وہ فلاں مدعی نہیں تو مقبول نہیں۔[4] (عالمگیری ج۶،ص ۱۵۹)

مسئلہ۵: وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ فلاں نے ہمارے باپ کو وصی بنایا ہے اور وصی بھی دعویدار ہے لیکن ورثہ اس کے مدعی نہیں ہیں تو یہ شہادت نامقبول ہے قاضی کے لئے جائز نہیں کہ وہ اس کو وصی مقرر کرے۔[5] (عالمگیری ج۶،ص ۱۵۹)

مسئلہ۶: دووصیّوں میں سے ایک وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ میت نے ہمارے باپ کو وصی بنایا اور ساتھ ہی فلاں کو بھی وصی بنایا تو اگر باپ اس کا مدعی ہے تو اُن کی شہادت نہ باپ کے حق میں قابلِ قبول ہے نہ اجنبی کے حق میں قابلِ قبول، ہاں اگر باپ وصی ہونے کا مدعی نہیں بلکہ دعوٰی ورثہ کی طرف سے ہے اس صورت میں اُن کی شہادت قبول کرلی جائے گی۔[6] (عالمگیری ج۶،ص ۱۵۹)

مسئلہ۷: دوگواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس شخص کو وصی بنایا اور اس سے رجوع کرکے اس دوسرے کو وصی بنایا تو یہ شہادت قبول کرلی جائے گی۔[7] (عالمگیری ج۶،ص ۱۵۹)

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الوصايا، الباب العاشر في الشهادة على الوصية، ج٦، ص١٥٨.
2 ......المرجع السابق . 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص١٥٩.
5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق. 7 ......المرجع السابق.

مسئلہ۸: دو گواہوں نے گواہی دی کہ میت نے اس شخص کو وصی بنایا پھر وصی کے دو بیٹوں نے گواہی دی کہ موصی نے ان کے باپ کو معزول کر دیا اور فلاں کو وصی بنا دیا تو ان دونوں بیٹوں کی گواہی مقبول ہے۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۹)

مسئلہ۹: دو گواہوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی کہ میت نے جمعرات کے دن وصیّت کی اور دوسرے گواہ نے گواہی دی کہ اس نے جمعہ کے دن وصیّت کی تو یہ شہادت مقبول ہے۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۱۵۹)

مسئلہ۱۰: دو وصیوں نے نابالغ وارث کے حق میں شہادت دی کہ میت نے اُن کے لئے اپنے کچھ مال کی وصیّت کی ہے یا کسی دوسرے کے کچھ مال کی وصیّت کی ہے تو ان کی شہادت قبول نہیں کی جائے گی یہ شہادت باطل ہے، اگر انھوں نے یہ شہادت بالغ وارث کے حق میں دی تو امام اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک میت کے مال میں نامقبول ہے اور غیر کے مال میں قبول کر لی جائے گی، اور صاحبین[3] کے نزدیک دونوں قسم کے مال میں شہادت جائز ہے۔[4] (ہدایہ از عالمگیری ج۶ ص۱۵۹)

مسئلہ۱۱: موصٰی لہ معلوم ہے لیکن موصٰی بہ معلوم نہیں، گواہوں نے موصٰی لہ کے لئے اس کی وصیّت کی گواہی دی تو یہ گواہی مقبول ہے اور موصٰی بہ کی تفصیل ورثہ سے معلوم کی جائے گی۔[5] (محیط از عالمگیری ج۶ ص۱۵۹)

مسئلہ۱۲: دو شخصوں نے دوسرے دو آدمیوں کے حق میں گواہی دی کہ اُن کا میت پر ایک ہزار روپے دَین ہے اور ان دونوں نے پہلے دو شخصوں کے حق میں گواہی دی کہ ان کا میت پر ایک ہزار روپے دَین ہے تو ان دونوں فریقوں کی شہادت ایک دوسرے کے حق میں قبول کر لی جائے گی لیکن اگر ان دونوں فریقوں نے ایک دوسرے کے لئے ایک ایک ہزار کی وصیّت کی گواہی دی تو اس صورت میں اُن کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔[6] (عالمگیری ج۶ کتاب الوصایا، ص۱۵۹)

ذمی کی وصیّت کا بیان

مسئلہ۱: یہودی یا نصرانی نے صومعہ[7] یا کنیسہ[8] بحالت صحت بنایا پھر اس کا انتقال ہو گیا تو وہ میراث ہے ورثہ میں تقسیم ہو گا۔[9] (جامع الصغیر از ہدایہ ج۴ و عالمگیری ج۶ ص۱۳۲)

1. ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج۶، ص۱۵۹.
2. ......المرجع السابق.
3. ......امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے دو مشہور شاگرد امام محمد اور امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہما کو صاحبین کہتے ہیں۔
4. ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب العاشر فی الشھادۃ علی الوصیۃ، ج۶، ص۱۵۹.
5. ......المرجع السابق.
6. ......المرجع السابق.
7. ......یہودیوں کی عبادت گاہ۔
8. ......نصرانیوں کی عبادت گاہ۔
9. ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیۃ الذمی والحربی، ج۶، ص۱۳۲.

مسئلہ ۲: یہودی یا عیسائی نے بوقت موت اپنے گھر کو گرجا بنانے کی متعین ومعدود لوگوں کے لئے وصیّت کر دی تو اس کی یہ وصیّت اس کے ثلث حصہ میں جاری ہوگی۔[1] (جامع الصغیر وعالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

مسئلہ ۳: اگر اس نے اپنے گھر کو غیر محصور وغیر معدود لوگوں کے لئے کنیسہ بنانے کی وصیّت کی تو یہ وصیّت جائز ہے۔[2] (جامع صغیر از ہدایہ ج ۴)

مسئلہ ۴: ذمی کی وصیّت کی چار قسمیں ہیں① ایک یہ کہ وہ ایسی شے کی وصیّت کرے جو اس کے اعتقاد میں قربت و عبادت ہو اور مسلمانوں کے نزدیک قُربت وعبادت نہ ہو جیسے کہ ذمی وصیّت کرے کہ اس کے خنزیر کاٹے جائیں اور مشرکوں کو کھلائے جائیں تو اگر وصیّت متعین ومعدود لوگوں کے لئے ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں، ② دوسرے یہ کہ ذمی ایسی چیز کی وصیّت کرے جو مسلمانوں کے نزدیک قربت وعبادت ہو اور خود ذمیوں کے نزدیک عبادت نہ ہو جیسے وہ حج کرنے کی وصیّت کرے یا مسجد تعمیر کرانے کی وصیّت کرے یا مسجد میں چراغ روشن کرنے کی وصیّت کرے تو اس کی یہ وصیّت بالاجماع باطل ہے لیکن اگر مخصوص ومتعین لوگوں کے لئے ہو تو جائز ہے، ③ تیسرے یہ کہ ذمی ایسی چیز کی وصیّت کرے جو مسلمانوں کے نزدیک بھی عبادت وقربت ہو اور ان کے نزدیک بھی جیسے بیت المقدس میں چراغ روشن کرنے کی وصیّت کرے تو یہ وصیّت جائز ہے، ④ چوتھے یہ کے وہ ایسی چیز کی وصیّت کرے جو نہ مسلمانوں کے نزدیک قربت وعبادت ہو اور نہ ذمیوں کے نزدیک جیسے وہ گانے بجانے والی عورتوں یا نوحہ گر عورتوں کے لئے وصیّت کرے تو یہ وصیّت جائز نہیں۔[3] (ہدایہ ج ۴، عالمگیری ج ۶، کتاب الوصایا ص ۱۳۱)

مسئلہ ۵: فاسق فاجر بدعتی جس کا فسق وفجور حدِ کفر تک نہ پہنچا ہو وصیّت کے معاملہ میں بمنزلہ مسلمانوں کے ہے اور اگر اس کا فسق وفجور کفر کی حد تک ہے تو وہ بمنزلہ مرتد کے ہے جو حکم مرتد کی وصیّت کا ہے وہی اس کی وصیّت کا ہے کہ اس کی وصیّت موقوف رہے گی، اگر اس نے اپنے کفر وارتداد سے توبہ کرلی تو وصیت نافذ ہوگی ورنہ نہیں۔[4] (ہدایہ ج ۴ وعالمگیری ج ۶ ص ۱۳۱)

مسئلہ ۶: حربی کافر امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا اور اس نے اپنے کل مال کی وصیّت کسی مسلمان یا ذمی کے لئے کی تو اس کی وصیّت کل مال میں جائز ہے۔[5] (جامع صغیر از ہدایہ وعالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

مسئلہ ۷: حربی کافر امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا اور اس نے اپنے مال کے ایک حصہ کی وصیّت کسی مسلمان یا ذمی کے لئے کی تو یہ وصیّت جائز ہے اس کا بقیہ مال اس کے ورثہ کو واپس دیا جائے گا۔[6] (ہدایہ ج ۴ ومحیط السرخسی از عالمگیری ج ۶ ص ۱۳۲)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیة الذمی والحربی، ج ۶، ص ۱۳۲.

2 ......"الھدایة"، کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی، ج ۲، ص ۵۳۶.

و"الجامع الصغیر"، کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی ببیعةاو کنیسة، ص ۵۲۸.

3 ......"الھدایة"، کتاب الوصایا، باب وصیة الذمی، ج ۲، ص ۵۳۶.

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الوصایا، الباب الثامن فی وصیة الذمی والحربی، ج ۶، ص ۱۳۲.

5 ......المرجع السابق. 6 ......المرجع السابق، ص ۱۳۲.

مسئلہ۸: حربی مُستامن کے لئے کسی مسلمان یا ذمی نے وصیّت کی تو یہ جائز ہے۔[1] (ہدایہ) مستامن اس شخص کو کہتے ہیں جو امان لے کر دارالاسلام میں داخل ہوا۔

مسئلہ۹: ذمی نے اپنے ثلث مال سے زیادہ میں وصیّت کی یا اپنے بعض وارثوں کے لئے وصیّت کی تو جائز نہیں۔[2] (ہدایہ) اوراگر اپنے غیر مذہب والے کے لئے وصیّت کی تو جائز ہے۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۲)

مسئلہ۱۰: مسلمان یا ذمی نے دارالاسلام میں ایسے کافر حربی کے لئے وصیّت کی جو دارالاسلام میں نہیں ہے تو یہ وصیت جائز ہے۔[4] (ہدایہ ج۴ و مستصفٰی از عالمگیری ج۶ ص۱۳۲)

مسئلہ۱۱: اگر مسلمان مرتد ہوگیا (معاذ اللہ) پھر وصیّت کی، امامِ اعظم علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہ موقوف رہے گی، اگر اسلام لے آیا اور وصیّت اسلام میں صحیح ہے تو جائز ہے اور جو اسلام کے نزدیک صحیح نہیں وہ باطل ہوجائے گی۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۱۳۲)

☆☆☆☆☆

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن کہ بہارشریعت کے انیسویں حصّہ کی تالیف مورخہ ۲۹ شوال المکرّم ۱۴۰۰ھ مطابق ۱۰ ستمبر ۱۹۸۰ء یوم چہارشنبہ اختتام کو پہنچی مولیٰ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس میں اپنی کم علمی کی وجہ سے اگر کچھ خامیاں ہوں تو مجھے معاف فرمائے اور اس کتاب کو میرے لیے ذخیرہ آخرت بنائے۔ آمین

میں اس سلسلہ میں ہدیہ شکر پیش کرتا ہوں حضرت مولانا قاری رضاء المصطفٰی صاحب خطیب نیومیمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی کو، جن کی محبت اور خلوص نے مجھ سے دین کی یہ خدمت لے لی۔ بلاشبہ اگر اُن کے مخلصانہ اصرار کا زبردست دباؤ نہ ہوتا تو شاید میں دین کی اِس خدمت سے محروم رہتا۔ اللہ تعالیٰ ان کو اس پر ماجور فرمائے اور سعادتِ دارین سے سرفراز فرمائے۔

الفقیر الی اللہ الصّمد ظہیر احمد بن سیّد دائم علی زیدی

از ساداتِ قصبہ نگینہ ضلع بجنور

وائس پرنسپل مسلم یونیورسٹی سٹی ہائی اسکول علی گڑھ

غَفَرَ اللّٰهُ لَهٗ وَلِوَالِدَيْهِ وَلِمَشَائِخِهٖ وَاَسَاتِذَتِهٖ وَاِخوانِهٖ وَاَوْلَادِهٖ اَجْمَعِيْنَ.

---

1 ......"الهداية"، كتاب الوصايا، باب وصية الذمی، ج۲، ص۵۳۷.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن فی وصية الذمی والحربی، ج۶، ص۱۳۲.

4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الوصايا، الباب الثامن فی وصية الذمی والحربی، ج۶، ص۱۳۲.

5 ......المرجع السابق.

اسلام اور علم کی اہمیت، آدابِ فتویٰ، طبقات فقہاء، قواعدِ فقہیہ

بہارِ شریعت

حصہ نہد ہم (19) (ضمیمہ)
(......تسہیل وتخریج شدہ......)

﴿ حسب وصیت ﴾

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

﴿ مصنِّف ﴾

حضرت علامہ مولانا سید ظہیر احمد زیدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیشکش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوت اسلامی)

شعبہ تخریج

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

ارتسام

اسلافِ کرام اور سابق عُلماء مصنفین اصحاب نفوس قدسیہ کا یہ طریقہ رہا ہے کہ وہ اپنی تصنیفات میں حمد وثناء وصلوۃ وسلام کے بعد خطبۃ الکتاب میں اپنا تعارف کراتے ہیں اس لئے کہ قارئین صرف کتاب ہی نہیں پڑھتے بلکہ کتاب لکھنے والے سے بھی واقف ہونا چاہتے ہیں اور یوں بھی کلام کی عظمت اور اس کی تاثیر متکلم ومصنف کی عظمت اور اس کے صالح کردار کے تابع ہے۔ اگر مصنف ومتکلم صاحبِ فکر ونظر، صاحبِ عقل وتدبیر، صاحبِ علم وفضل اور صاحبِ عمل صالح ہے تو اس کی تصنیف کی قوتِ تاثیر اتنی ہی زیادہ ہوگی اور پڑھنے والوں پر اس بات کے گہرے اثرات ہوں گے۔

یہ کم علم وبے بضاعت اگرچہ ان بزرگوں کے شمار وقطار میں تو کجا ان کی گردِ پا بھی نہیں ہے مگر ان کا عقیدت مند ہے اور ان سے روحانی تعلق رکھتا ہے اور ان کے فیوض وبرکات سے مستفید ہے۔ ان کے اس طریقہ کی اتباع میں مناسب خیال کیا کہ اپنے نام ونسبت سے قارئین کو روشناس کرے اِس اُمید کے ساتھ کہ اِس کتاب کو پڑھنے والے اِس گنہگار کے لئے دعائے مغفرت فرمائیں۔ اہلِ علم سے عاجزانہ گزارش ہے کہ وہ اس کتاب کا مطالعہ بہ نظر غائر فرمائیں اور مخلصانہ اصلاح وعفو ودرگزر سے نوازیں۔

اس ناچیز کا نام ظہیر احمد زیدی ابن سید دائم علی زیدی ابن سید عالم علی زیدی رحمھم اللہ تعالٰی ہے۔ حضرت مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ فقیر کا نام ظہیر الدین احمد فرماتے تھے۔ آبائی وطن قصبہ نگینہ ضلع بجنور (یوپی) حال متوطن شہر علی گڑھ محلّہ دودھ پور بیت السادات۔ دار العلوم حافظیہ سعیدیہ ریاست دادوں ضلع علی گڑھ سے درسِ نظامیہ سے فراغت حاصل کی اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی شعبہ دینیات میں تدریس کی خدمت انجام دی اور پھر اسی کو وطن بنالیا۔

فقیر کے دامن میں اگر کچھ فضل وکمال، علمی جاہ وجمال یا کچھ مکارم ومحاسن ہوں تو ان کا اظہار حقیقت پسندی وصداقت شعاری سے کیا جائے مگر یہاں تو تہی دامانی اپنا طرۂ امتیاز بن گیا ہے۔ دار العلوم ریاست دادوں میں سرتاج علماء، منبع الاساتذہ، صدر الشریعۃ، ابو الْمَجدِ وَالعُلٰی حضرت مولانا امجد علی علیہ الرحمہ صاحبِ بہارِ شریعت سے علم وفضل کا جو خزانہ ملا تھا مسلم یونیورسٹی کی مخصوص تدریسی بے قرار فضاؤں میں اس کا بہت سا حصہ تحلیل ہوگیا۔ اب کیا رہا کہ پیش کیا جائے اور بے اصل وغیر واقعی اور خلافِ حقیقت ستائش سخت مذموم بلکہ ممنوع، رب فرماتا ہے۔

﴿لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اَتَوْا وَّ یُحِبُّوْنَ اَنْ یُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ یَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِۚ وَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ(۱۸۸)﴾

ہرگز نہ سمجھنا انہیں جو خوش ہوتے ہیں اپنے کئے پر اور چاہتے ہیں کہ بے کئے ان کی تعریف ہو، ایسوں کو ہرگز عذاب سے دور نہ جاننا اور ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔ (پ۴، آل عمران آیت ۱۸۸)

اسی لئے میں ڈاکٹر مولوی یحیٰی انجم ریڈر فیکلٹی اسلامک اسٹڈیز ہمدرد یونیورسٹی نئی دہلی نے جب اپنی محبت وحسن خلوص میں میرے بارے میں کچھ لکھنا چاہا تو میں نے سختی کے ساتھ ہدایت کی کہ وہ ہرگز کسی مبالغہ یا غیر واقعی ستائش سے کام نہ لیں۔اور لفظ ''علامہ'' بھی استعمال نہ کریں۔ان کا وہ مقالہ کتاب بہارِشریعت حصہ انیسویں میں شائع ہوگیا ہے۔اس ناچیز کو اگر کچھ حاصل ہے تو چند عظیم واعظم نسبتیں ہیں جن پر مجھے فخر ہے ان شاءاللہ تعالیٰ دنیا وآخرت میں سربلند رکھیں گی۔

(۱) پہلی نسبت تو مجھے باعث تخلیق کائنات،افضل الخلق،رحمۃ للعالمین،سیدالانبیاء والمرسلین،محبوب رب العالمین،احمد مجتبیٰ،محمد مصطفٰے صَلٰوتُ اللّٰہِ وسَلامُہٗ عَلَیْہِ کی ذات اقدس واطہر سے ہے اور یہ نسبت نسبی ہے۔بلاشبہ میں اپنے اسلاف ومشائخ کے واسطے سے حضور پاک علیہ الصلوۃ والسلام کے سایہ رحمت وعاطفت میں ہوں اوراس جناب کی بارگاہِ منبعِ علم وقاسمِ نعمت سے مجھے اپنے رب کی نعمتیں وبرکتیں بےشمار حاصل ہیں جو بیان نہیں کی جاسکتی۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ حَمْدًا کَثِیْرًا طَیِّبًا

(۲) دوسری نسبت اس ناچیز کو سیدالفقہاء والعلماء،صاحب الاخلاص والاحسان والعمل،استاذی واستاذ علماء برصغیر، صدرالشریعۃ حضرت مولانا الحاج ابوالعلیٰ امجد علی اعظمی رضوی طَابَ اللّٰہُ ثَرَاہُ وَجَعَلَ الْجَنَّۃَ مَثْوَاہُ سے ہے جن کے نورِعلم سے ہندو پاک کی سرزمین منور وروشن ہے اور جن کی تصنیف بہارِشریعت نے دِین سے شغف رکھنے والوں کے لئے چمنستانِ علم وفقہ کے دریچے کھول دیئے ہیں اس ذاتِ گرامی سے مجھے شرف تلمذ حاصل ہے اور یہ تصنیف انہیں کا کرم انہیں کا فیضان اورانہیں کی عطا ہے۔

(۳) تیسری نسبت مجھے سیدالاصفیاء،صاحب الصدق والصفا،مظہر حسن مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء سیدی وسندی شیخ العلماء و حجۃ الاسلام حضرت مولانا شاہ حامد رضا علیہ الرحمہ سے ہے جن کو آقائے نعمت،سیدالکونین،نُوْرٌ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰہ،سلطان الکائنات، قدسی صفات،صاحبِ اَعْظَمِ الْمُعْجِزات،مِنَّۃُ اللّٰہِ عَلَی الْمُؤمِنِیْن،شَفِیْعُ الْمُذْنِبِیْن،رَحْمَۃٌ لِّلْعَالَمِیْن علیہ الصلوۃ والسلام کی بارگاہ حسن وجمال سے وہ حصہ ملا تھا کہ دل ان کی طرف کھنچتے تھے اور نگاہیں ان سے آسودہ ہوتی تھیں اورنفوس ان سے روحانی راحت و سکون حاصل کرتے تھے۔حسن وجمال وشیریں مقال،صاحبِ فضل وکمال،مرشد ملکوتی خصال،قدوۃ السالکین،زبدۃ العارفین، راحَۃُ الطَّالِبِیْن، ھادِی الْمُرِیْدِیْن ،یہ تمام خصائص وکمالات آپ کو بارگاہِ قاسمِ نعمت محبوبِ ربّ العالمین علیہ التحیۃ والسلام سے حاصل تھے۔اس فقیر کو ایسے شیخ کامل سے بیعت وارادت کی سعادت حاصل ہے۔

(۴) چوتھی نسبت مجھے قطب الارشاد،سیدالاتقیاء والزھاد،مختار العباد،افضل الامجاد،شانِ جمال مصطفائی،عکس کمال مرتضائی،سیدی ومولائی،صدرنشین منصب افتاء،مفتی اعظم ہند حضرت مولانا الحاج مصطفیٰ رضا علیہ الرحمہ سے ہے جن کے ظاہری وباطنی فیوض وبرکات سے ہندو پاک کے تشنگانِ مئے طریقت وشریعت سیراب ہورہے ہیں اور ہزاروں ہزار نفوس داخلِ سلسلہ ہوکر آپ سے فیضیاب ہیں اس خادم کو ایسی پاکیزہ ومقرب بارگاہ سے اجازت وخلافت حاصل ہے۔

(۵) پانچویں نسبت راقم السطور کوشہ ضیا، حاضر دربار مصطفےٰ، حضرت مولانا الحاج ضیاء الدین مدنی علیہ الرحمہ سے حاصل ہے جو مدینۃ الرسول وجوار روضۂ رحمۃ للعالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم میں بعمر ۱۸ سال حاضر ہوئے اور تقریباً بہتّر حج ادا کئے۔سوائے زمانہ حج ادا کرنے کے مدینہ منورہ کی پاک زمین سے باہر قدم نہ رکھا۔قریب قریب بہتّر ۷۲ سال بارگاہِ رسالت مآب علیہ الصلوٰۃ والسلام میں حاضر رہے اور آپ کے فیوض و برکات اور رحمتوں سے حصہ پاتے رہے نہایت درجہ صالح العمل اور صاحبِ تقویٰ وطہارت اور پاکیزہ صورت وسیرت تھے سعودی حکومت انہیں مرعوب نہ کرسکی۔ان کی نگاہِ کرم نے مجھے بھی اِجازت وخلافت کے لئے انتخاب فرمایا۔

اب میرے پاس ان عظیم مقدس اور مُطَہَّر نسبتوں کے سوا کچھ نہیں جو کچھ ہے وہ ان کے فیوض وبرکات سے ہے۔یہ انہیں کا فیضانِ کرم ہے کہ اہلِ سنت کے علمی حلقوں میں اس ذرۂ بے مقدار کو معرفت حاصل ہے اور اہلِ علم ودانش نگاہِ احترام سے دیکھتے ہیں۔ جملہ اصحاب علم ومعرفت سے دعائے مغفرت کا طالب ہوں۔یہی نسبتیں میری دنیا وآخرت کی فلاح ونجات کا مستحکم سہارا ہیں۔

ایک واقعہ کا اظہار اپنے لئے باعثِ رحمت وسعادت تصور کرتا ہوں۔آج مورخہ ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۲ھ یوم جمعۃ المبارک ہے،گزشتہ شب یعنی ۲۰ و ۲۱ جمادی الاولیٰ کی درمیانی رات یعنی شبِ جمعۃ المبارک میں ۴ بجے شب کے بعد میں نے ایک خواب دیکھا کہ میں ایک ایسے مقام پر ہوں جہاں اعمال کا حساب ہورہا ہے، بہت سے لوگ ہیں اور میں بھی اپنے نمبر کا منتظر ہوں کہ مجھے میرے اعمال کا حساب لینے کے لئے طلب کیا گیا، میں حاضر ہوا لیکن حساب لینے والی ذات نظر نہیں آرہی تھی۔ تھوڑی دیر میں حساب لے کر مجھے حکم ہوا کہ ''جاؤتم جنت میں'' میں وہاں سے رخصت ہوا تو میں نے دیکھا کہ جنت میں جانے والے کچھ اور لوگ بھی اس جگہ بیٹھے ہیں جو جنت میں جانے والوں کے لئے ہے، میں بھی ان ہی کے پاس چلا گیا،اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی۔اس خواب سے مجھے کافی روحانی سرور حاصل ہوا اور میں نے دعا کی کہ ''اے رب العالمین اگر یہ خواب شیطان کی طرف سے ہے تو مجھے اس کے مکروفریب سے اپنی حفاظت میں رکھ اور میرے ایمان ویقین کو سلامت رکھ اور ہر قسم کی گمراہی سے محفوظ رکھ اور اگر یہ خواب تیری جانب سے ایک بشارت ہے تو مجھے توفیق توبہ وانابت عطا فرما اور زیادہ سے زیادہ اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما۔آمین ثم آمین۔

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِ نَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْن

خادمُ العلماو الفقراء

الفقیر ظہیر احمد زیدی ابن سید دائم علی زیدی غفر لھما

۲۱ جمادی الاول ۱۴۱۲ھ یوم جمعۃ المبارک ۲۹ نومبر ۱۹۹۱ء

بیت السادات دودھ پور علی گڑھ۔انڈیا

مقدمہ

بِاسْمِہٖ تَبَارَکَ وَتَعَالٰی جَلَّ وَ عَلا فَلَہُ الْحَمْدُ وَالثَّنَاءُ وَالسَّلَامُ عَلٰی نَبِیِّہٖ صَاحِبِ الشَّفَاعَۃِ وَالدَّرَجَاتِ الْعُلٰی وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ ذَوِی الصِّدْقِ وَالصَّفَا.

سید الفقہاء، استاذ العلماء، افضل الاصفیاء، صدر الشریعۃ ابو العلی حضرت مولانا امجد علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ مصنفِ ''بہارِشریعت'' نے بہ توفیقِ الٰہی عزم فرمایا کہ جملہ ابوابِ فقہ کو بہ شمول عقائد اسلام علمِ دین سے شغف رکھنے والوں کے لئے ان کی مادری زبان میں منتقل فرما کر مرتب فرمادیں۔ ابھی آپ نے ابوابِ فقہ میں سے کل سترہ ابواب کے مسائل ضروریہ عامۃ الورود کو مکمل فرمایا تھا کہ سفرِ آخرت کا دعوت نامہ مل گیا اور آپ اپنے رب سے واصل ہوگئے۔ باقی ابوابِ فقہ تشنہ تکمیل رہ گئے جن کے بارے میں آپ نے اپنے تلامذہ سے توقع فرمائی کہ ان میں سے کوئی سعادت مند ان کی تکمیل کرے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ جس کو چاہتا ہے اپنے فضل وکرم سے نوازتا ہے یہ اس بندۂ ناچیز کی خوش نصیبی ہے کہ ''بہارِشریعت'' کے انیسویں حصہ ''باب الوصیۃ'' کی تالیف وترتیب کی سعادت میرے حصہ میں آئی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ثُمَّ الْحَمْدُ لِلّٰہ (رب تعالیٰ قبول فرمائے)

''بہارِشریعت'' وہ منفرد اور عجوبہ روزگار کتاب ہے جس میں جملہ ابواب فقہ کے مسائل ضروریہ کو اردو داں مسلمانوں کے لئے ان کی مادری زبان میں منتقل کردیا گیا ہے۔ ہندوستان و پاکستان کے مسلمانوں پر حضرت ممدوح علیہ الرحمہ کا یہ وہ احسان ہے جس کا شکر وہ تا صبح قیامت ادا نہیں کرسکتے۔ رب کریم مصنف علیہ الرحمہ کو اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔ (آمین)

وجہ تالیف:

۱۹۸۰ء میں جب میں نے ''بہارِشریعت'' کے انیسویں حصہ کا کام شروع کیا اس وقت ذہن میں یہ بات اِلقاء ہوئی کہ ''بہارِشریعت'' کو اب یہ مقام حاصل ہوگیا ہے کہ ملت کے نوجوان علماء جو مدارس عربیہ سے تحصیل علم کی فراغت کرکے نکلتے ہیں وہ روزمرہ پیش آنے والے مسائل سے متعلق فتویٰ ''بہارِشریعت'' کے مطالعے سے لکھتے ہیں۔ صرف تحقیقی اور دشوار طلب مسائل میں اکابرین سابق اور مستند علماء فقہ کی تصانیف کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اسی لئے مناسب ہے کہ نوخیز علماء کو فتویٰ نویسی کے آداب وقواعد سے متعارف کرایا جائے اور ''**بہارِشریعت**'' کی طرح وہ بھی مادری زبان اردو میں ہو۔ چنانچہ انیسویں حصہ کی تالیف سے فراغت کے بعد فتویٰ نویسی سے متعلق قواعد وضوابط اور اس سے متعلق مفتی کے لئے ضروری اور اہم اُمور کی معلومات کی تالیف کا کام شروع کردیا اور قواعد فقہیہ واُصول کلیہ میں سے بھی کچھ اُصول وضوابط بیان کئے جو دورِ جدید کے مفتیانِ کرام کی

معلومات میں اضافہ کریں اور انہیں ان قواعد واُصول کی روشنی میں فتویٰ لکھنے میں سہولت ہو۔ بارگاہِ حق تعالیٰ میں دست بدُعا ہوں کہ وہ میری اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس کو علماء وطلباء وعوام کے لئے نافع بنائے۔ آمین

بلاشک اس سے دینی رجحان رکھنے والے عامۃ المسلمین بھی اپنے علم میں اضافہ کرسکتے ہیں۔ اور اپنے دینی جذبے اور علم کی تشنگی کو تسکین دے سکتے لیکن مسائل کے احکام بیان کرنے اور فتویٰ دینے کا حق صرف ان ہی علماء کو حاصل ہے جنہوں نے علوم دینیہ عربیہ مستند صحیح العقیدہ علماء سے معیاری مدارس عربیہ میں حاصل کیے ہوں۔ قرآن پاک کا ترجمہ پڑھنے اور یاد کرلینے سے یا احادیث کا ترجمہ اردو زبان میں پڑھ لینے سے عام مسلمان احکام کی روح اور مسائل کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتے۔ خلفائے راشدین کے زمانہ مسعود ومبارک میں بھی مخصوص افراد صحابہ وتابعین میں سے ایسے تھے جن سے مسائل کے احکام معلوم کرنے میں رجوع کیا جاتا تھا۔ ہر صحابی یا ہر تابعی کو یہ مقام حاصل نہ تھا۔ اس لئے احکامِ شرعیہ کو حاصل کرنے میں اور دوسروں کو بتلانے میں فقہی کتابوں کے مطالعے کے ساتھ صاحبِ فہم وادراک صحیح العقیدہ دینی عالم سے رجوع کرنا بہرحال ضروری ہے غیر عالم عامۃ المسلمین کے لئے قرآن کریم کا یہی حکم ہے۔ فرمایا: ﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[1]

دنیائے علم کے عجائبات میں سب سے بڑا اعجوبہ فقہ الاسلام ہے:

تعلیمات اسلام کی روشنی میں علماء اسلام نے دنیا کو جن علوم سے آشنا کیا ان میں سے علم حدیث، علم اسماء الرجال اور علم فقہ وہ علوم ہیں جن کی کوئی مثال ونظیر نہیں۔ ان علوم کی تدوین میں محققین اسلام نے جو محنتیں، کاوشیں کیں، دور دراز سفر کی جو مشقتیں برداشت کیں اور جس طرح خدمتِ دین کو اپنی زندگی کا نصب العین بنایا اور خالصاً لوجہ اللہ دن رات اسی میں لگے رہے یہ بھی اپنی نظیر آپ ہے۔

احکامِ فقہیہ کی خصوصیت یہ ہے کہ یہ انسانی زندگی کے ہر پہلو کو محیط ہیں۔ افعال واعمال انسانی کا کوئی فعل ایسا نہیں ہے جس کے لئے فقہ اسلام میں جواز یا عدم جواز کا حکم نہ بیان کیا گیا ہو۔ اگر کسی مسئلہ اجنبی سے متعلق صراحۃً حکم نہ ملے تو ایسے اصول وقواعد ضرور ملیں گے جن کے ذریعہ حکم معلوم کیا جاسکتا ہے۔ فقہ اسلام نے اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ عالمی تمدن ومعاشرت پر بھی گہرے نقوش قائم کئے ہیں اور ایک بہتر صالح اور فلاحی معاشرہ قائم کیا ہے اور دنیا کی اس کی طرف راہ نمائی کی ہے۔ بہت سے غیر مسلم محققین بھی اس کا اعتراف کرنے پر مجبور ہیں اور انہوں نے اس کی جامعیت اور ہمہ گیری کا اعتراف بھی کیا ہے۔ جن غیر مسلم اہل علم اور قانون داں محققین نے فقہ اسلامی کی عظمت، جامعیت اور ہمہ گیری کا اعتراف کیا ہے ان میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

(۱) فرانسیسی پروفیسر لامبیر (۲) پروفیسر لیوی اوکان یہ پیرس کے کالج میں استاد تھے (۳) ڈاکٹر انتر یکوانسایا (۴)

[1] ......ترجمۂ کنز الایمان: تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں۔ (پ ۱۴، النحل: ۴۳)

پروفیسر بیوارکا زیللی (۵) عظیم عیسائی رہنما فارس الخوری (۶) مشہور مستشرق سانتیلانا (۷) لبنان کے عیسائی عالم سلیم باز (۸) جرمن کے مشہور قانون داں جوزف کوسلر (۹) وائنا یونیورسٹی کے لاء کالج کے پرنسپل شپرل (۱۰) پروفیسر ومبری (۱۱) امریکن ہارورڈ یونیورسٹی میں فلسفہ کے پروفیسر ہوکنگ اپنی کتاب میں ایک مقام پر لکھتے ہیں: ''میں اپنے آپ کو حق وصداقت پر محسوس کرتا ہوں جب یہ اندازہ لگاتا ہوں کہ اسلامی شریعت میں وہ تمام اصول ومبادیات موجود ہیں جو ترقی کے لئے ضروری ہیں۔'' یہ کتاب عربی میں ترجمہ ہوکر ''روح السیاسة العالیه'' کے نام سے شائع ہوئی۔ (فقہ الاسلام مصنفہ حسن احمد الخطیب باب ہفتم فصل ہفتم)

کیا اسلامی فقہ رومی قوانین سے متاثر یا ماخوذ ہے

بعض مستشرقین نے اسلام دشمنی کے اندھے تعصب کا شکار ہوکر یہ الزام تراشا کہ ''اسلامی فقہ رومی قانون سے ماخوذ ہے۔'' اس قسم کے خیالات کا اظہار گولڈز یہر، سانتیلانا، شیرمان اور ایموس کی تحریروں میں کیا گیا بعد میں دیگر غیر مسلم عیسائی مصنفوں نے بھی اس کو ہوادی۔ اور اس دعویٰ کو دوراز کار، بے سروپا دلائل سے ثابت کرنے کی کوشش کی گئی انہوں نے اس سے یہ تو فائدہ حاصل کیا کہ عیسائی رائے عامہ کو گمراہ کیا لیکن کاغذ کی ناؤ دیر تک باقی نہیں رہ سکتی اور دیر تک چل نہیں سکتی۔ بہت جلد اس دعویٰ کی قلعی کھل گئی اور حقیقت صادقہ صاف صاف سامنے آگئی۔

(۱) رومی قوانین بقول پروفیسر گبن اپنے دورِاول میں صرف بارہ تختیوں کی تدوین پر مشتمل تھے۔ پھر یہ وقتاً فوقتاً شہنشاہوں کی خواہشات کے مطابق مختلف ادوار میں تبدیل ہوتے رہے ارتقاء رومی قانون کے مورخین نہایت صراحت کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رومی شہنشاہِ جستنیان کے دور میں اس پر زوال آیا اور اس شہنشاہ کی وفات ۵۶۵ء کے بعد تو یہ بدترین اضمحلال کا شکار ہوا اور پھر اس کا چراغ ہی بجھ گیا۔ اس کے بعد یہ رومی قانون کلیساؤں میں محدود ہوکر رہ گیا خود اہل یورپ بھی اس سے آشنا نہ رہے تقریباً ساڑھے چار سو سال کے بعد پھر اس کی نشاۃِ ثانیہ ہوئی۔ (کتاب مبادی قانون روما) یعنی قانون روما چھٹی صدی عیسوی کے نصف آخر سے لے کر گیارھویں صدی کے ربع اول تک گوشۂ گمنامی میں رہا جب کہ فقہ اسلامی کی ابتداء ساتویں صدی عیسوی کی دوسری دہائی سے ہوئی اور دسویں صدی عیسوی تک اپنے عروج کو پہنچ کر مکمل ہوگئی اس سے صاف ظاہر ہوگیا کہ جو زمانہ رومی قانون کے اضمحلال اور گوشہ گمنامی میں رہنے کا ہے۔ عین وہی زمانہ فقہ اسلامی کی ابتداء، نشوونما اور عروج وکمال تک پہنچنے کا ہے۔ لہٰذا فقہائے اسلام کا رومی قانون سے واقف ہونے اور اِستفادہ کرنے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے برعکس ایسے تاریخی شواہد موجود ہیں کہ رومی قانون کے علماء نے اس کی نشاۃ ثانیہ کے دور میں فقہ اسلامی سے استفادہ کیا اور اس کی چھاپ رومی قانون میں صاف دکھائی دیتی ہے۔ جرمن مورخ موسیہم اپنی کتاب ''تاریخ کلیساء'' میں لکھتا ہے کہ ''پاپائے روم ہر برٹ فرانسیسی اپنی تعلیم میں اُندلس کے عربوں کی کتابوں اور ان کے مدارس کا مرہونِ منت ہے۔ وہ ۱۰۳۵ء میں علم حاصل کرنے کے لئے ہسپانیہ گیا

اور وہاں قرطبہ اور اشبیلہ میں عرب علماء کا شاگرد رہا۔'' تفصیلات بیان کرتے ہوئے وہ آگے لکھتا ہے: ''لہٰذا انہوں نے یعنی پوپ ہربرٹ اور اس کے ساتھ اندلس میں عرب علماء سے علم حاصل کرنے والے عیسائیوں نے اس وقت جو دیوانی یا فوجداری قوانین فقہ اسلامی سے اَخذ کئے یہ وہی قوانین تھے جنہیں انہوں نے جدید رومی قانون سے موسوم کیا تھا۔'' (فقہ اسلام بحوالہ تاریخ کلیساء)

(۲) ''ہدایہ'' کی شرح ''النہایہ'' کے حواشی میں ابوالولید عبد اللّٰہ نے جو بیان کیا ہے اس سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اور یہی ثابت ہوتا ہے کہ رومی قوانین فقہ اسلامی سے مستفاد ہیں۔ ابوالولید اس حاشیہ میں بیان کرتے ہیں کہ یورپ کے طلباء جو اندلس کے شہر غرناطہ میں تحصیل علم کے لئے آتے تھے فقہ اسلامی کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کے لئے بہت سرگرمی کا اظہار کرتے تھے کیونکہ چوتھی و پانچویں صدی ہجری میں ان کے ملکی قوانین بہت خراب تھے اس لئے وہ چاہتے تھے کہ اسلامی قوانین ان کے ممالک میں رائج ہوں۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے فقہ اسلامی کو اپنے طور پر مرتب کرلیا تھا اور اپنے ملک کے حالات کے مطابق اس میں تبدیلی کرلی تھی۔ (فقہ الاسلام ۵۲۸)

(۳) مِلَل و اَدیان کا تقابلی مطالعہ کرنے والے عُلماء مذاہب عالم، مورخین اور اہل دانش خوب جانتے ہیں کہ قانون روما کوئی مکمل قانون نہیں ہے۔ دورِ اوّل میں وہ صرف بارہ تختیوں پر تحریر تھا۔ گیارھویں صدی کی چوتھی دہائی کے بعد اس کی نشاۃ ثانیہ میں اسلامی اثرات سے اس میں توسیع کی گئی رفتہ رفتہ اس کی ضخامت میں اضافہ ہوا پھر بھی وہ جملہ حقوق انسانی اور اس کی قانونی ضرورتوں کا کفیل نہ ہوسکا نہ آج تک اس میں اتنی وسعت پیدا ہوسکی کہ وہ انسانی معاشرہ کی جملہ انواع و اقسام اور عدل و انصاف کے جملہ تقاضوں کو پورا کرسکے اور انفرادی و اجتماعی حقوق انسانی کا تحفظ کرسکے۔ وہ ایک محدود دائرے میں محدود ہے جس میں انسانی زندگی کی وسیع تر ضرورتیں پوری نہیں ہوسکتیں۔ اس کے مقابلے میں فقہ اسلامی ایک بحرِ ناپیدا کنار ہے جس میں انسانی زندگی کے جملہ امور و معاملات خواہ وہ انفرادی ہوں یا اجتماعی و جماعتی حیات سے متعلق ہوں یا موت سے، صحت و تندرستی سے متعلق ہوں یا امراض و اسقام اور ادویات و معالجات سے، حکومت و مملکت سے متعلق ہوں یا رعایا اور محکوموں سے، جنگوں سے متعلق ہوں یا صلح و امن سے، مفاد عامہ سے ان کا تعلق ہو یا شخصی و ذاتی مفاد سے یا طہارت جسم، طہارت نفس اور طہارتِ فکر و خیال سے، غرض ہر شے کے فقہ اسلامی میں احکام بیان کئے گئے ہیں اور کسی بھی چیز کو چھوڑا نہیں گیا ہے۔ یہ خصوصیت و امتیاز قوانین روما کو کہاں حاصل ہے۔

یہ امر بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن و حدیث کی اپنی ایک زبان ہے۔ اپنا مخصوص اندازِ بیان ہے۔ اپنی اصطلاح ہے جو کسی دوسرے سے نہ مستعار ہے نہ مستفاد۔ رومی قوم قانون اور قوانین کا لفظ استعمال کرتی ہے جب کہ قرآن و حدیث اس لفظ کو

استعمال نہیں کرتے قرآن کریم اوراحادیث شریفہ میں کہیں یہ لفظ استعمال نہیں کیا گیا بلکہ اس کی بجائے وہ اپنی اصطلاح استعمال کرتا ہے اور وہ ہے احکام، امرونہی، حرام وحلال، اثم ومعصیت اور حدود وشعائر وشرائع وغیرھا، فقہ اسلامی نے بھی قرآن و احادیث کی ان ہی اصطلاح کو استعمال کیا ہے۔ یہ سب کچھ اس امر کا بین ثبوت ہے کہ فقہ اسلامی قوانینِ روما سے قطعاً مستفاد نہیں۔ یہ مستشرقین کا خودساختہ خیال ہے اوراس خیال کے پردے میں وہ اپنی چوری اور کمزوری کی پردہ پوشی کرنا چاہتے ہیں۔

کتاب لکھنے کا مقصد:

(ا) میں نے اس کتاب میں کوشش کی ہے کہ میں علماءفقہ کوان کی ذمہ داریوں کی طرف متوجہ کروں کہ انہیں مسائل بیان کرتے وقت اور کسی استفتاء کا جواب لکھنے میں کن کن اُمور کو پیشِ نظر رکھنا چاہیے اور یہ کہ مسائل شرعیہ بیان کرنے اورفتویٰ نویسی کے لئے معیارِعلم کیا ہے اس کے ساتھ ساتھ انہیں اُن اکابر فقہاء ومجتہدین کی عظیم شخصیتوں کی معرفت بھی حاصل ہونی چاہئے جن کے اقوال وتصنیفات مستند اور مُفتیٰ بہا ہیں اور جن پر اعتماد کیا جاتا ہے اس سلسلے میں مَیں نے سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی عظمت وفضائل کوخاص طور سے بیان کیا ہے اوران کے مُعتَمَد تلامذہ اوران کی مستند تصنیفات سے بھی روشناس کرادیا ہے۔

(۲) قرآنِ کریم کا دعویٰ ہے کہ وہ ﴿تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ﴾ [1] ہے یعنی اس میں ہر شے کا بیان ہے اور یہ کہ دین ودنیا کی تمام خشک وتر چیزوں کا بیان قرآنِ مبین میں ہے۔ ﴿وَ لَا رَطْبٍ وَّ لَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ﴾ [2]

اس سلسلہ میں، میں نے کوشش کی ہے کہ اس امر کی وضاحت کروں کہ ہمارے اکابرفقہائے کرام خصوصاً مجتہدین فقہ نے فقہ اسلام مدون ومرتب فرما کر قرآن مجید کے اس دعویٰ کو بقدرِ استطاعت ثابت کردیا ہے۔انہوں نے قرآن وحدیث کی روشنی میں طاقت بشری کے مطابق شمار واندازہ سے زیادہ اتنے مسائل واحکام بیان کردیئے ہیں کہ کوئی چیز بیان کرنے سے رہ نہیں گئی ہے۔انہوں نے مسائل شرعیہ وفقہیہ میں اتنی کثیر تعداد میں اوراتنی ضخیم اور جامع کتابیں تصنیف فرمائی ہیں جن کی صحیح تعداد بھی شمار میں نہیں پھران میں اتنے کثیر مسائل بیان فرمادیئے ہیں جن کا نہ کوئی شمار نہ حدونہایت، اُمتِ مسلم ان کے احسان سے سبکدوش نہیں ہوسکتی۔ فَجَزٰھُمُ اللّٰہُ خَیْرَ الْجَزَا صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے مستقبل میں پیش آنے والے ممکنہ اور جدید مسائل کا حکمِ شرعی معلوم کرنے کے لئے قرآن کریم اوراحادیث شریفہ کی روشنی میں کچھ ایسے اصول کلیہ مرتب فرمادیئے جن سے علمائے دین جدید مسائل کا علم حاصل کرسکیں۔ان کی تعداد بھی سینکڑوں میں ہے میں نے علمائے فقہ کے لئے اُن میں سے

---

1 ......ترجمۂ کنزالایمان: (اس قرآن پاک میں) ہر چیز کا روشن بیان ہے۔(پ ۱۴،النحل: ۸۹)

2 ......ترجمۂ کنزالایمان: اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جوایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔(پ۷،الانعام: ۵۹)

کچھ بیان کئے ہیں تا کہ ہمارے علماء کو سہولت ہو اور یہ سب کچھ فیضان ہے میرے اساتذہ خصوصاً حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ اور میرے اَکابر کا جن کے فیوض و برکات سے میں اس قابل ہوسکا کہ یہ تصنیف پیش کرسکوں ورنہ ''من آنم کہ من دانم''۔ [3]

اصحابِ علم و علمائے کرام سے گزارش ہے کہ اس تصنیف میں میری کم مائیگی اور بے بضاعتی کی وجہ سے جو کوتاہیاں اور خامیاں ہوں از راہ کرم ان پر مجھے مطعون نہ کریں اور ہدف ملامت نہ بنائیں بلکہ اخلاص کے ساتھ اصلاح فرمادیں اور میرے لئے دعائے خیر و استغفار فرمائیں ربّ کریم انہیں اس کا اجرِ عظیم عطا فرمائے گا۔

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَظِیْمِ اِلَیْہِ الْمَرْجِعُ وَاِلَیْہِ مَآبُ

وَاَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ لِیْ وَلَکُمْ وَلِسَائِرِ الْمُسْلِمِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَصَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِہٖ وَنُوْرِ عَرْشِہٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ

وَعَلٰی جَمِیْعِ عُلَمَاءِ اُمَّتِہٖ اَجْمَعِیْنَ آمِیْنَ بِرَحْمَتِکَ یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ ط

اَلْفَقِیْرُ الْعَبْدُ اِلَی اللّٰہِ الصَّمَد

العبد الضعیف ظہیر احمد زیدی القادری

ابن السید دائم علی زیدی غفرلہ ولوالدیہ

متوطن قصبہ نگینہ ضلع بجنور محلّہ سیدواڑہ ساکن حال

بیت السادات دودھ پور علی گڑھ

مورخہ ۱۷ صفر المظفر ۱۴۱۲ھ مطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۱ء یوم چہارشنبہ

---

1 ......فارسی محاورہ ہے جس کا مطلب ہے کہ ''میں اپنے بارے میں جانتا ہوں کہ میں کیا ہوں۔''

جنتی اعرابی

حضرتِ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ ایک اَعرابی نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور عرض کیا: ''یارسول اللہ (صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم)! ایسے عمل کی طرف میری راہنمائی فرمائیے کہ جب میں وہ عمل کروں تو جنت میں داخل ہو جاؤں؟'' تو رسول اللہ صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''اللہ تعالٰی کی عبادت اس طرح کرو کہ کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہراؤ اور فرض نماز ادا کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو اور رمضان کے روزے رکھا کرو۔'' یہ سن کر اعرابی نے کہا ''اس ذات پاک کی قسم! جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے میں اس پر زیادتی نہ کروں گا۔'' پھر جب وہ اَعرابی لوٹا تو نبی کریم صلَّی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: ''جو کسی جنتی کو دیکھنا چاہے وہ اسے دیکھ لے۔'' (صحیح بخاری، کتاب الزکاۃ، باب وجوب الزکاۃ، الحدیث: ۱۳۹۷، ج۱، ص ۴۷۲)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

رَبِّ یَسِّرۡ وَلَا تُعَسِّرۡ وَتَمِّمۡ بِالۡخَیۡرِط

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ

سَیِّدِنَا وَمَوۡلَانَا مُحَمَّدٍوَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ اَمَّابَعۡدُ:

اسلام اور علم کی اهمیت

دنیا کے تمام مِلَل و اَدیان میں صرف اسلام ہی وہ دین ہے جس کو یہ فخر وشرف حاصل ہے کہ اس نے اپنے ہر ماننے والے کے لئے علم حاصل کرنا فرض قرار دیا ہے۔ سب سے پہلی وحی جو رسول کل وسید الکائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم پر غار حرا میں نازل ہوئی اس کا پہلا لفظ یہی ہے۔ اقرأ (پڑھو) یعنی علم حاصل کرو۔ پہلی وحی یہ ہے۔

{ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ﴿۱﴾ خَلَقَ الۡاِنۡسَانَ مِنۡ عَلَقٍ ۚ﴿۲﴾ اِقۡرَاۡ وَرَبُّکَ الۡاَکۡرَمُ ۙ﴿۳﴾ الَّذِیۡ عَلَّمَ بِالۡقَلَمِ ۙ﴿۴﴾ عَلَّمَ الۡاِنۡسَانَ مَا لَمۡ یَعۡلَمۡ ؕ﴿۵﴾ }[1]

ترجمہ: پڑھو اپنے ربّ کے نام سے جس نے پیدا فرمایا، آدمی کو خون کی پھٹک سے بنایا۔ پڑھو اور تمہارا رب ہی سب سے بڑا کریم ہے جس نے قلم سے لکھنا پڑھنا سکھایا۔ آدمی کو سکھا دیا جو نہ جانتا تھا۔

آیتِ کریمہ کا ایک ایک لفظ ظاہر کررہا ہے کہ اسلام میں علم کی اہمیت کس درجہ ہے کہ ایک ہی مقام پر دوبار علم حاصل کرنے کا حکم دیا پھر اس احسان کا اظہار فرمایا کہ یہ اس کا کرم ہے اس نے انسان کو علم بھی عطا فرمایا اور لکھنا بھی سکھایا۔ علم حاصل کرنے کا حکم دینے کے بعد قرآن نے دیگر جگہ علم حاصل کرنے والوں اور اہلِ علم کی عظمت وفضیلت بیان فرمائی اور جہالت کی سخت مذمت بیان فرمائی صاف صاف الفاظ میں فرمادیا کہ عالم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے۔ فرمایا:

﴿ هَلۡ یَسۡتَوِی الَّذِیۡنَ یَعۡلَمُوۡنَ وَالَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ ؕ ﴾[2]

کیا جاننے والے اور نہ جاننے والے برابر ہیں۔

مطلب یہ کہ ہرگز ہرگز عالم اور جاہل برابر نہیں ہوسکتے۔ جاہل تو کندۂ ناتراش ہے اور علماء کو کتاب الٰہی اور انبیاء کرام علیہم السلام کا وارث بنایا گیا ہے۔

---

1 ...... "صحیح البخاری"، کتاب التفسیر، سورۃ (اقرأ باسم ربّك الذی خلق)، باب ۱، الحدیث: ۴۹۵۳، ج۳، ص ۳۸۴.
پ ۳۰، العلق: ۱-۵.

2 ......پ ۲۳، الزمر: ۹.

قرآن فرماتا ہے:

﴿ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ﴾[1]

ترجمہ: پھر ہم نے اپنے منتخب اور چنیدہ بندوں کو قرآن کا وارث بنایا۔

یعنی کہ اولاً کتاب ہم نے اپنے پیارے رسول اور حبیب علیہ الصلوۃ والسلام پر نازل فرمائی اور انہیں ما کان وما یکون کا علم[2] عطا فرمایا۔ پھر آپ کے بعد ہم نے اپنی کتاب کا وارث ان کو بنایا جنہیں ہم نے اپنے بندوں میں سے چن لیا۔ اس لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: ''اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِیَاءِ'' بے شک علماء ہی انبیاء کے وارث ہیں۔ انبیاء کی وراثت درہم ودینار نہیں ہوتی ان کی وراثت تو علم الٰہی اور علمِ دین ہے تو جو اِسے پالے گا وہ علم کا بڑا حصہ پالے گا۔[3]

ایک اور مقام پر قرآن پاک میں فرمایا۔

﴿یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ﴾[4]

اللہ تعالیٰ تمہارے ایمان لانے والوں کو اور ان ایمان والوں کو جو تم میں سے علم دیئے گئے درجوں بلند فرماتا ہے۔

ظاہر ہے کہ ایمان لانے کا دارومدار بھی علم ومعرفت ہی پر ہے اور پھر ایمان لانے کے بعد مزید علم حاصل کرنا درجوں بلند ہونے کا سبب ہے یہ رفعت وبلندی، یہ عظمت وفضیلت ہرگز کسی جاہل، بے علم وبے شعور کا نصیب نہیں ہوسکتی۔

ان آیاتِ کریمہ کی تشریح میں علم کی اہمیت کے اِظہار کے لئے نیز ایک مسلمان کو سچا اور پختہ مسلمان ہونے کے لئے رسول پاک علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی كُلِّ مُسْلِمٍ[5] وَمُسْلِمَةٍ علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرضِ عین ہے۔

دوسری جگہ فرمایا: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ مِنَ الْمَهْدِ اِلَى اللَّحْدِ[6] علم حاصل کرو پیدائش سے لے کر قبر میں جانے تک۔

اور فرمایا: اُطْلُبُوا الْعِلْمَ وَلَوْ كَانَ بِالصِّیْنِ[7]

---

1 ...... پ ۲۲، فاطر: ۳۲.

2 ......یعنی جو کچھ ہو چکا اور جو کچھ ہوگا اس کا علم۔

3 ......"جامع الترمذی"، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه ... إلخ، الحدیث: ۲۶۹۱، ج ٤، ص ۳۱۲.

4 ...... پ ۲۸، المجادلة: ۱۱.

5 ......"سنن ابن ماجه"، کتاب السنة، باب فضل العلماء إلخ، الحدیث: ۲۲٤، ج ۱، ص ۱٤٦.

6 ......ہمیں یہ روایت بطور حدیثِ رسول کہیں بھی نہیں ملی، البتہ روح البیان میں ''وارد ہوا ہے'' کے الفاظ کے ساتھ موجود ہے، لیکن ''وارد ہوا ہے'' کے الفاظ سے حدیث کا اشارہ نہیں ملتا لہٰذا اسے حدیثِ رسول نہ کہا جائے۔۔۔**علمیه**

"روح البیان"، الجزء الخامس عشر، سورة الکهف، تحت الآیة: ٦٦، ج ٥، ص ۲۷٤.

7 ...... "الجامع الصغیر"، الحدیث: ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ص ۷۲.

علم حاصل کرو چاہے تمہیں اس کے لئے چین تک جانا پڑے۔

ان تمام آیات اور احادیث سے بلا شک وشبہ یہ ثابت ہوتا ہے کہ اسلام نے علم حاصل کرنے کو ہر چیز پر ترجیح دی ہے اور اسلام قطعاً یہ اجازت نہیں دیتا کہ کوئی بھی مسلمان خود کو علم سے محروم رکھے۔

اب سوال یہ ہے کہ وہ کون سا علم ہے جس کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض قرار دیا گیا ہے اور جس کو حاصل کرنے کا پیدائش سے لے کر موت تک حکم دیا گیا ہے اور اگر اس کے حصول میں چین جیسے دور دراز ملک میں جانے کی مشقت اور تکلیف بھی اٹھانا پڑے تو ضرور اٹھائے مگر علم حاصل کرے۔ ظاہر ہے کہ اس کا مطلب یہ تو نہیں ہوسکتا کہ تمام علوم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض ہے۔ کیونکہ اول تو علوم کی تعداد ہی شمار سے باہر ہے پھر ہر علم کی وسعت اس قدر ہے کہ اس کا احاطہ ناممکن، تو اگر تمام علوم کا حاصل کرنا فرض قرار دیا جائے تو یہ تکلیف مالایطاق ہوگی، یعنی یہ ایسا حکم ہوگا جس کا پورا کرنا انسان کی طاقت وقدرت سے باہر ہوگا اور شریعت ہرگز ہرگز کوئی ایسا حکم نہیں دیتی جو انسان کی قوت واستطاعت سے باہر ہو۔ نہ ہی اس حکم کا یہ مطلب ہے کہ علم حاصل کرو خواہ وہ کوئی سا بھی علم ہو کیونکہ بہت سے علم ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا شریعت حرام یا ناجائز قرار دیتی ہے۔ بلکہ بعض علم ایسے ہیں جن کا حاصل کرنا کفر ہے۔ یعنی جو علوم انسان کو گمراہی کی طرف لے جائیں فسق وفجور اور معصیت الٰہی میں مبتلا کریں، ان کا حاصل کرنا سخت حرام ہے اور جو علوم انکار خدا اور کفر و اِلحاد وغیرہ میں مبتلا کردیں، ان کا حاصل کرنا کفر ہے۔ تو حدیث پاک میں جس علم کا حاصل کرنا ہر مسلمان مرد وعورت پر فرض قرار دیا ہے اس سے مراد نہ کلی علوم ہیں اور نہ یہ کہ کوئی سا بھی علم حاصل کرو تو لازمی طور سے اس علم سے وہی علم مراد ہوسکتا ہے جو انسان کو حق وصداقت کی طرف لے جائے۔ شرک وکفر اور ہر قسم کی گمراہی سے بچائے اور اللّٰہ کا فرمانبردار اور اطاعت شعار بندہ بنائے کیونکہ اسلامی تعلیمات اور بعثت و رسالت کا مقصد ہی یہ ہے کہ انسان اپنے خالق کو پہچانے، اس کی وحدانیت کا اقرار کرے، کفر وشرک اور ہر قسم کی گمراہی ومعصیت سے بچے، اپنے رب کے احکام سے واقفیت حاصل کرے تاکہ ان پر عمل کر کے اس کی رضا اور خوشنودی حاصل کرے اور انسانی معاشرت کو پاک وصاف بنائے اور ایسا علم سوائے علم شریعت وعلم دین کے کوئی دوسرا علم نہیں ہوسکتا۔ اس تشریح سے یہ بات واضح ہوگئی کہ جو علم حاصل کرنا فرض قرار دیا گیا ہے وہ صرف علمِ دین ہے باقی علوم فرض کا درجہ نہیں رکھتے۔ اگر وہ گمراہی کی طرف نہیں جاتے تو ان کا حاصل کرنا جائز ہے، جیسا کہ آئندہ بیان کیا جائے گا۔ علمِ دین حاصل کرنے والوں کی فضیلت میں بہت سی احادیث ہیں۔ ''مشتے نمونہ ازخروارے'' یہ چند احادیث بیان کی جاتی ہیں۔ [1]

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا:

[1] ......یعنی علم کی فضیلت میں احادیث بہت کثرت سے وارد ہوئی ہیں لیکن یہاں بطورِ نمونہ چند احادیث پیش کی جاتی ہیں۔

مَنْ سَلَکَ طَرِیْقًا یَّلْتَمِسُ فِیْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِیْقًا إِلَی الْجَنَّةِ

جس نے تلاش علم کی راہ اختیار کی اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت کی راہ آسان فرمادے گا۔ رواہ مشکوٰۃ[1]

حضرت ابودرداء کی روایت میں اس حدیث میں مزید تفصیل ہے اس میں مذکورہ بالا حدیث کے ساتھ یہ بھی روایت ہے کہ ''ملائکہ علم حاصل کرنے والے کی رضا اور خوشی کے لئے اپنے پر بچھاتے ہیں اور عالم کے لئے زمین وآسمان کی ہر چیز دعائے مغفرت کرتی ہے حتی کہ سمندر کی تہہ کی مچھلیاں بھی اس کے لئے دعائے استغفار کرتی ہیں اور عالم کی عظمت اور علومرتبت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے ماہِ تمام کو باقی تمام ستاروں پر۔[2]

ایک اور حدیث میں آپ نے فرمایا: فَضْلُ الْعَالِمِ عَلَی الْعَابِدِ کَفَضْلِیْ عَلٰی أَدْنَاکُمْ

عالم کو عابد پر اتنی ہی فضیلت ہے جتنی مجھے تمہارے کمتر درجے کے آدمی پر۔ رواہ مشکوٰۃ[3]

ابوداوٗد اور ابن ماجہ نے حضرت عبداللّٰہ بن عَمْرو[4] رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا:

اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ آیَةٌ مُّحْکَمَةٌ أَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ أَوْ فَرِیْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَاسِوٰی ذٰلِکَ فَهُوَ فَضْلٌ[5]

یعنی یہ کہ علم دین تین چیزیں ہیں: (۱) قرآن پاک کی آیات محکمہ جو منسوخ نہیں ہیں (۲) صحیح وثابت شدہ احادیث (۳) وہ احکام جو قیاس واجتہاد سے مستنبط ہوں اور جو ان کے علاوہ علوم ہیں وہ مدزائد ہیں۔ یعنی علم دین اور علم شریعت تو یہی تین علوم ہیں۔ رہے دیگر علوم تو ان کا حاصل کرنا اگر جائز بھی ہو وہ علمِ شریعت میں داخل نہیں مدزائد میں شامل ہیں کہ اگر کسب معاش کے لئے کوئی علم حاصل کیا جائے اور اس کا حاصل کرنا شرعاً ممنوع نہ ہو اور وہ حاصل کیا جاتا ہے، وہ ایک مدزائد ہے۔ ان تفصیلات سے ان حضرات کی یہ غلط فہمی دور ہونی چاہیے کہ حدیث: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِیْضَةٌ عَلٰی کُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ[6] میں طلب العلم سے مراد کوئی سا بھی علم حاصل کرنا ہے اگر ایسا ہو تو پھر قرآنِ پاک کا نزول اور رسول پاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم

---

1 ...... سنن ابن ماجه، کتاب السنة، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، الحدیث ۲۲۳، ج۱، ص۱۴۵.

2 ...... "جامع الترمذی"، کتاب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العباد، الحدیث: ۲۶۹۱، ج۴، ص۳۱۲.

3 ...... المرجع السابق، الحدیث: ۲۶۹۴، ج۴، ص۳۱۳.

4 ...... بہارِشریعت میں اس مقام پر "عبداللّٰہ بن عمر" رضی اللہ تعالیٰ عنہما لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ ''ابوداوٗد اور ابن ماجہ'' میں ''عبداللّٰہ بن عَمْرو'' رضی اللہ تعالیٰ عنہما مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیه

5 ...... "سنن ابن ماجه"، کتاب السنة، باب إجتناب الرأی والقیاس، الحدیث: ۵۴، ج۱، ص۴۱.
و"سنن ابی داؤد"، کتاب الفرائض، باب (ماجاء) فی تعلیم الفرائض، الحدیث: ۲۸۸۵، ج۳، ص۱۶۴.

6 ...... "المعجم الکبیر"، الحدیث: ۱۰۴۳۹، ج۱۰، ص۱۹۵.
و"روح البیان"، الجزء الحادی عشر، سورة التوبة، تحت الآیة ۱۲۲، ج۳، ص۵۳۶.

کے ارشادات یعنی ذخیرۂ حدیث بے مقصد ہوکر رہ جائیں گے کیونکہ نزولِ قرآن کا مقصد ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام اس کے بندوں تک پہنچیں ارشادات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم ان کی تشریح وعملی تفسیر بیان کریں تاکہ امت ان کا علم حاصل کرے اور ان پر رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے عمل پیرا ہو۔

فقہ کیا ہے؟

لغت میں فقہ کے معنی ہیں کسی شے کا جاننا پھر یہ لفظ علم الشریعہ کے ساتھ خاص ہوگیا۔ علماءِ اُصول کی اصطلاح میں علم فقہ کی تعریف یہ ہے کہ فقہ وہ علم ہے جس میں احکامِ شرعیہ فرعیہ کا علم ان کے تفصیلی دلائل کے ساتھ حاصل کیا جائے اور فقہاء کے یہاں علم فقہ کی جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ علم فقہ نام ہے احکامِ شرعیہ اور مسائل شرعیہ کا علم حاصل کرکے ان کو حفظ کرلینا اور اہلِ حقیقت ومعرفت نے علم فقہ کی تعریف ان لفظوں میں بیان فرمائی ہے کہ علم فقہ کا مطلب ہے علم احکام شریعت کو عمل میں لانا۔ بقول سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ کے فقیہ تو وہی ہے جو دنیا سے اعراض کرے اور آخرت کی طرف راغب ہو اور اپنے عیوب پر نظر رکھے۔[1] (درمختار وردالمحتار)

فقہ کی ضرورت:

فقہ کی تعریف سے یہ امر واضح ہوگیا کہ فقہ کا مطلب احکام ومسائل شریعت سے واقفیت حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ درحقیقت فقہ ہر مسلمان کی بنیادی ضرورت ہے۔ سید الکل، ختم الرسل حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے مقاصد بعثت ہی میں اللہ عزوجل نے اس طرف اشارہ فرمایا:

﴿ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ بَعَثَ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَۚ ﴾[2]

یقیناً اللہ تعالیٰ نے مومنین پر یہ احسان عظیم فرمایا کہ ان میں انہیں کے نفوس میں سے ایک عظمت والا رسول مبعوث فرمایا جو ان پر اللہ کی آیات تلاوت کرتا ہے (یعنی احکامِ الٰہیہ بیان کرتا ہے) اور ان کا تزکیۂ نفس فرماتا ہے اور ان کو کتاب (یعنی قرآنِ پاک) اور حکمت ودانائی کی تعلیم دیتا ہے۔

مطلب یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم خاص سے مومنین پر یہ انعام واحسان فرمایا کہ اپنے احکام ومرضیات اور اپنی کتاب وحکمت کی تعلیم کے لئے اپنا ایک عظمت والا رسول بھیجا تاکہ وہ تمہارے سامنے اللہ تعالیٰ کے احکام بیان فرمائے اور

1 ...... "الدرالمختار" و "ردالمحتار"، المقدمة، ج ۱، ص ۹۷، ۱۰۰.

2 ...... پ ٤، آل عمران: ١٦٤.

ان پر عمل کرا کے تمہارے نفوس کو پاکیزہ تر بنائے۔ اوراحکامِ الٰہیہ کے جاننے کا نام ہی فقہ ہے اس آیتِ کریمہ میں اللہ عزوجل نے مقصدِ رسالت کی وضاحت کے ساتھ آپ کی مقدس ذات کی عظمت ورفعت کو بھی بیان فرمایا جس کا اظہار لفظ ''مَنَّ'' سے ہوتا ہے۔

دوسری آیت میں تمام امت کو یہ حکم دیا کہ ﴿ وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۗ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ ﴾ [1]

جو کچھ تمہیں عظمت والے رسول دیں وہ لے لو (یعنی اس پر عمل کرو) اور جس چیز سے یہ تمہیں روکیں منع فرمائیں اس سے باز رہو (یعنی اس پر عمل نہ کرو اس سے رک جاؤ)۔

اس آیت سے بھی مراد احکامِ الٰہی ہی ہیں اور انہیں کا دوسرا نام علم فقہ ہے۔ ایک جگہ قرآن کریم میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خطاب کر کے فرمایا:

﴿ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ ؕ ﴾ [2]

اے رسول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم)! جو کچھ تمہاری طرف نازل کیا گیا ہے تمہارے رب کی طرف سے تم اس کی تبلیغ کردو یعنی دوسروں تک پہنچادو اور اگر تم نے یہ نہ کیا اور پیغام الٰہی کو امت تک نہ پہنچایا تو تم نے کار رسالت کو [3] انجام نہ دیا۔''

خلاصہ کلام یہ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے حضور سید الکائنات رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کی بعثت وتشریف آوری کو احسان عظیم قرار دیا اور احکامِ الٰہی اور کتاب وحکمت کی تعلیم اور ان پر عمل کر کے تزکیۂ نفس کرنا مقصدِ رسالت بیان فرمایا۔ امت کو حکم دیا کہ وہ آپ کی تعلیمات کو حاصل کرے اور جن چیزوں سے منع کیا گیا ہے ان سے باز رہے پھر جو ان احکام الٰہیہ پر عمل کرے آپ کی اتباع اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری کرے اس کے لئے فوز عظیم کی خوشخبری سنائی، فرمایا:

﴿ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ فَازَ فَوْزًا عَظِيْمًا ۝ ﴾ [4]

اور جو اللہ جل وعلا اور اس کے رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت وفرمانبرداری کرے تو اس نے عظیم کامیابی حاصل کی۔

اس سے معلوم ہوا کہ علم فقہ حاصل کیے بغیر نہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی جاسکتی ہے نہ رسول پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فرمانبرداری اور اتباع کی جاسکتی ہے نہ حکمت حاصل ہوسکتی ہے اور نہ تزکیۂ نفس، اس لئے علم فقہ تمام امت کے لئے ایک لازمی ضرورت ہے جو اسے حاصل کرے گا وہ فائز المرام ہوگا اور جو اس سے جاہل ونابلد رہے گا اسے اپنے ایمان کو قائم رکھنا اور اس کی

1 ......پ ۲۸، الحشر: ۷.
2 ......پ ٦، المآئدہ: ٦٧.
3 ......یعنی رسالت کے کام کو۔
4 ......پ ۲۲، الأحزاب: ۷۱.

حفاظت کرنا بھی مشکل ہے۔اس لئے ہر مسلمان کو چاہیے کہ وہ لازمی طور پر فقہ کا علم حاصل کرے کُل نہ سہی تو بقدرِ ضرورت ہی فقہ کا علم حاصل کرے تاکہ اپنے ایمان کا تحفظ تو کر سکے۔

علم فقہ کی فضیلت:

علماء کرام فرماتے ہیں کہ کتب فقہ کا مطالعہ کرنا قیام اللیل سے[1] بہتر ہے۔[2] (خلاصہ از درمختار) صاحب ملتقط نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے یہ روایت کیا ہے کہ حضرت امام محمد علیہ الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں کہ انسان کو سب سے پہلے حلال وحرام اور احکام شرعیہ ومسائل فقہیہ کا علم حاصل کرنا چاہیے اس کے مقابلے میں اسے دیگر علوم کو ترجیح نہیں دینی چاہیے صرف ان ہی میں انہماک مناسب ہے۔[3]

تمام علوم میں علم فقہ ہی اپنے وسیع مفہوم کے ساتھ اشرف واعلیٰ ہے۔کسی صاحبِ ذوق نے کیا خوب کہا ہے ؎

إِذَا مَا اعْتَزَّ ذُوعِلْمٍ بِعِلْمٍ　　فَعِلْمُ الْفِقْهِ أَوْلٰى بِاعْتِزَازٍ
فَكَمْ طِيبٍ يَّفُوحُ وَلا كَمِسْكٍ　　وَكَمْ طَيْرٍ يَّطِيرُ وَلا كَبَازِي[4]

مطلب:

جب کوئی ذی علم کسی علم سے عزوشرف حاصل کرنا چاہے تو صرف علم فقہ ہی کو یہ عظمت حاصل ہے کہ اس سے عزوشرف حاصل کیا جائے کیونکہ خوشبوئیں تو ساری مہکتی ہیں لیکن مشک جیسی کوئی خوشبو نہیں اور پرندے تو سب ہی اڑتے ہیں لیکن ہر ایک کا اڑنا باز جیسا نہیں ہے۔

علم فقہ کی عظمت وفضیلت یہ ہے کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے اس کی تعریف فرمائی اور اس کو لفظ ''خیر'' سے تعبیر فرمایا جو کسی شے کی مدح میں ایک جامع اور وسیع المفہوم لفظ ہے فرمایا:

﴿وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ؕ﴾[5]

یعنی جس کو حکمت دی گئی اسے یقیناً خیر کثیر عطا کی گئی۔ارباب تفسیر نے لفظ حکمت کی تفسیر فقہ سے فرمائی ہے اس تفسیر کی روشنی

---

1 ......یعنی رات کی عبادت سے۔

2 ......"الدرالمختار"،المقدمة،ج۱،ص ۱۰۱.

3 ......"الملتقط"،کتاب المخارج،باب الفوائد والحکایات،ص۴۵۹.

4 ......"الدرالمختار"، المقدمة، ج ۱،ص ۱۰۳.

5 ...... پ ۳، البقرہ : ۲۶۹.

6 ......"صحیح البخاری"،کتاب العلم، باب من یرداللّٰہ بہ...إلخ،الحدیث:۷۱،ج۱،ص۴۲.

میں علم فقہ خیرکثیر ہے اور فقہائے کرام کو اللّٰہ تعالیٰ نے خیر کثیر سے نوازا ہے حضور شافع یوم النشور، شارع علیہ الصلوۃ والسلام فرماتے ہیں: مَن یُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ[6] اللّٰہ تعالیٰ جس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے اسے دین میں فقیہ بنادیتا ہے۔

علامہ ابن نجیم ''الاشباہ والنظائر'' میں فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن بندوں سے ہر شے کے بارے میں سوال کیا جائے گا لیکن علم نافع جو موصل اِلَی اللّٰہ ہو اور حسن نیت اور اخلاص عمل کے ساتھ آفات نفس سے بچنے کے لئے حاصل کیا گیا اور اس کے بارے میں کوئی سوال نہ ہوگا کیونکہ وہ خیر محض ہے۔[1]

رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلّم کا ارشاد ہے: اللّٰہ تعالیٰ قیامت کے دن بندوں کو اٹھائے گا پھر علماء کو اٹھائے گا پھر فرمائے گا: اے علماء میں نے تمہیں اپنا علم نہیں دیا مگر اس لئے کہ میں تمہیں جانتا تھا اور میں نے تمہیں اپنا علم اس لئے نہیں دیا کہ میں تمہیں عذاب دوں۔ جاؤ میں نے تم سب کو بخش دیا۔[2]

یہ وہ لوگ ہیں جن کا علم و عمل خالصتاً لوجہ اللّٰہ ہے اور جنہوں نے ﴿وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۬ۙ﴾[3] کے مقتضی کو سمجھا اور اس پر عمل فرمایا۔ علماء فرماتے ہیں کہ ایسے علماء صالحین سے قیامت میں ان کے علم سے متعلق سوال اس لئے بھی نہ ہوگا کہ اللّٰہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے حبیب پاک علیہ الصلوۃ والسلام کو دعا کرنے کا حکم دیا ﴿رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا﴾[4] اے رب تو مجھے علم عظیم عطا فرما کر درجات بلند فرما۔ تو اللّٰہ تبارک وتعالیٰ اپنے پیارے حبیب سے اور آپ کی اتباع میں آپ کی امت سے زیادہ سے زیادہ علم حاصل کرنے کا طالب ہے اس لئے یہ اس کی شان کرم نہیں ہے کہ یہ حکم دینے کے بعد پھر علماء سے ان کے علم کے بارے میں سوال کرے۔ اس لئے فقہ کی مدح و ثناء اور اس کی فضیلت میں کہا گیا ہے۔

وَخَيْرُ عُلُوْمٍ عِلْمُ فِقْهٍ لِاَنَّهٗ يَكُوْنُ اِلٰى كُلِّ الْعُلُوْمِ تَوَسُّلا

فَاِنَّ فَقِيْهًا وَّاحِدًا مُّتَوَرِّعًا عَلٰى اَلْفِ ذِىْ زُهْدٍ تَفَضَّلَ وَاعْتَلٰى[5]

ترجمہ: تمام علوم کے مقابلہ میں علم فقہ ہی سب سے بہتر علم ہے کیونکہ یہی علم تمام عظمتوں اور بلندیوں کے لئے وسیلہ و

---

1 ...... "الأشباه والنظائر"، الفن الثالث: الجمع والفرق، فائده: كل شيئ يسأل عنه...إلخ، ص ٣٣٨.

2 ...... "المعجم الأوسط"، الحديث: ٤٢٦٤، ج٣، ص ١٨٤.
و"إحياء علوم الدين"، كتاب العلم، الباب الأول فى فضل العلم...إلخ، ج١، ص ٢٢،

3 ...... پ ٣٠، البينة: ٥.
ترجمۂ کنز الایمان: اور ان لوگوں کو تو یہی حکم ہوا کہ اللّٰہ کی بندگی کریں نرے اسی پر عقیدہ لاتے۔

4 ...... پ ١٦، طٰهٰ: ١١٤.
ترجمۂ کنز الایمان: اے میرے رب مجھے علم زیادہ دے۔

5 ...... "الدر المختار"، المقدمة، ج١، ص ١٠٣.

ذریعہ ہے بلاشبہ ایک صاحب ورع وتقویٰ فقیہ ہزار عابدوں، زاہدوں پر فضیلت و بلندی رکھتا ہے۔

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو علم و معرفت کی عظمتوں کے حامل ہیں:

مَا الْفَضْلُ إِلَّا لِأَهْلِ الْعِلْمِ اَنَّهُمْ عَلَى الْهُدٰى لِمَنِ اسْتَهْدٰى أَدِلَّاءُ

وَوَزْنُ كُلِّ امْرِئٍ مَّا كَانَ يُحْسِنُهُ وَالْجَاهِلُوْنَ لِأَهْلِ الْعِلْمِ أَعْدَاءُ

فَفُزْ بِعِلْمٍ وَّلَا تَجْهَلْ بِهٖ أَبَداً اَلنَّاسُ مَوْتٰى وَأَهْلُ الْعِلْمِ أَحْيَاءُ [1]

مطلب:

فضل و شرف تو صرف علمائے شریعت کے لئے ہی ہے کیونکہ یہی علماء رشد و ہدایت چاہنے والوں کی ہدایت کے راہ نما ہیں۔ ہر شخص کی قدر و قیمت اس کے حسن عمل سے ہے اور جاہل و بے علم لوگ اہلِ علم کے دشمن ہیں۔ پس تم حصول علم میں کامیابی حاصل کرو اور جہالت سے ہمیشہ بچتے رہو کیونکہ اہلِ علم حیات اَبدی پاتے ہیں اور جاہل عوام بحالت زندگی بھی مردہ ہیں۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ''احیاء العلوم'' میں فرماتے ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا فرمان ہے کہ ''حکمت (یعنی تَفَقُّه فِي الدِّيْن) اہل شرف کے شرف کو بڑھاتی ہے غلام کا درجہ بلند کرتی ہے اور اسے شاہوں کی مجلسوں میں بٹھا دیتی ہے۔''[2] اور یہ بھی ایک مشہور مقولہ ہے: لَوْ لَا الْعُلَمَاءُ لَهَلَكَ الْأُمَرَاءُ [3] اگر علماء نہ ہوتے تو امراء ہلاک ہو جاتے۔ مطلب یہ کہ امراء جب اپنی انانیت، امارت اور حکومت کے زعم میں اللّٰہ و رسول (عزوجل وصلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) کی نافرمانی اور خواہش نفس کی پیروی میں کفر و ضلالت کا راستہ اختیار کرتے ہیں اس وقت علماء حق ہی انہیں اس سے روکتے ہیں اور عذاب آخرت سے انہیں بچاتے ہیں۔

شرعی اور فقہی اعتبار سے علم کی اقسام:

شرعی نقطہ نگاہ سے حصولِ علم کی کئی قسمیں ہیں۔ پہلی قسم تو وہ علم ہے جس کا حاصل کرنا شریعت میں ہر مسلمان مرد اور عورت پر فرض عین ہے جیسے عقائد اسلام کا علم کہ اگر وہ اسلام کے ضروری عقائد کو نہ جانے گا جو کہ اسلام کی بنیاد ہیں تو وہ کس طرح اسلام پر قائم رہے گا اور جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج جو اسلام کے پانچ ارکان سے ہیں ان پر عمل کرنے کے لئے ان کے فرائض وواجبات اور ضروری مسائل کا علم، یہ علم کہ شریعت میں حلال کیا ہے اور اس چیز کا علم کہ کن کن چیزوں سے دین ختم اور برباد ہو جاتا ہے تاکہ ایسی چیزوں سے بچے اور دور رہے اور فرائض وواجبات کی ادائیگی صحیح طریقہ سے انجام دے اور متشابہات میں مبتلا نہ ہو

---

1 ...... ''الدرالمختار''، المقدمة، ج ١، ص ١٠٥.

2 ......''احياء علوم الدين''، كتاب العلم، الباب الأول فى فضل العلم...إلخ، ج١، ص٢٠.
و''حلية الأولياء''، الحديث: ٨٢٣٥، ج٦، ص١٨٥.

3 ......''الدرالمختار''، المقدمة، ج١، ص ١٠٦.

جیسا کہ ''تبیین'' میں ہے کہ ''بلا شک وشبہ اسلام کے بنیادی ارکان خمسہ کا علم حاصل کرنا فرض عین ہے اور علم الاخلاص کا حاصل کرنا بھی کیونکہ عمل کے صحت وثواب کا دارومدار اسی پر ہے اسی طرح حلال وحرام اور ریاء وسمعہ کا علم بھی کیونکہ اگر عمل میں ریاء شامل ہوجائے تو ہر عبادت بے روح اور عابد ثواب سے محروم ہوجاتا ہے اور عجب[1] وغرور اور حسد کا علم حاصل کرنا بھی فرض عین کیونکہ یہ چیزیں بھی اعمال کو سوخت اور ضائع کردیتی ہیں اور بیع وشرا کا علم،[2] نکاح وطلاق اور دیگر معاملات کا علم ان لوگوں کو حاصل کرنا ضروری ہے جو ان معاملات سے متعلق ہوں اور محرمات الفاظ کا علم اور کفریہ کلمات کا علم بھی حاصل کرنا ضروری ہے۔'' فرماتے ہیں: بخدا یہ اہم ترین چیز ہے اس زمانے میں محرمات الفاظ اور مُکَفِّر کلمات کا علم حاصل کرنا بہت ضروری ہے کیونکہ اب عوام بلا خوف وبلا جھجک ایسے الفاظ اور ایسے جملے بے تکلف بول دیتے ہیں جو انہیں دائرہ اسلام سے خارج کردیتے ہیں اور وہ اپنی غفلت، لا علمی اور بے توجہی سے ان کی خطرناکی کو نہیں سمجھتے اور اپنا ایمان ضائع کر بیٹھتے ہیں اس لئے احتیاط کا تقاضا ہے کہ وہ روزانہ ہی اپنے ایمان کی تجدید کرلیا کریں کہ کہیں لاعلمی میں کوئی کفری کلمہ یا کفری عمل کا صدور تو نہیں ہوگیا۔[3]

دوسری قسم:

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا شریعت میں فرض کفایہ ہے یعنی جس کا حاصل کرنا اور بجالانا ضروری تو ہو مگر ہر فرد پر نہیں یعنی یہ ضروری نہیں کہ ہر آدمی کرے بلکہ اگر کچھ لوگ بھی اسے کرلیں گے تو مقصود حاصل اور فرض کی ادائیگی ہوجائے گی، باقی لوگ گنہگار اور تارک فرض نہ ہوں گے۔ ''تبیین'' میں فرض کفایہ کی یہ تشریح کی گئی ہے کہ فرض کفایہ وہ علم ہے کہ انسانی معاشرت اور امور دنیا کو قائم رکھنے میں اس سے استغنا وصرف نظر نہ کیا جاسکے جیسے علم طب، علم لغت، علم قراءت، اسناد احادیث کا علم، وصایا وراثت کی تقسیم، کتابت، معانی وبدیع وبیان، معرفت، ناسخ ومنسوخ اور علم عام، خاص، نص اور ظاہر کا، یہ علوم تفسیر وحدیث کے لئے ضروری ہیں۔ ایسے ہی علم الاثار والاخبار، علم اسماء الرجال،[4] علم اسماء صحابہ ان کے فضائل اور ان کے عدالت فی الروایۃ، ان کی عمریں اور علوم صنعت وحرفت، فلاحت وکاشت وغیرہا یہ تمام علوم فرض کفایہ میں داخل ہیں۔[5]

تیسری قسم:

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا شرعاً مندوب ومستحسن ہے اور وہ ہے فقہ میں تبحر ومہارت پیدا کرنا اور اس پر عبور حاصل کرنا، اور علم القلب میں مہارت پیدا کرنا۔ تبحر فی الفقہ کا مطلب یہ ہے کہ فقہ میں اس کی معلومات زیادہ سے زیادہ ہوں اور اس کی

---

1 ......خود پسندی۔ 2 ......یعنی خرید وفروخت کا علم۔

3 ......''ردالمحتار''،المقدمۃ،مطلب: فی فرض الکفایۃ وفرض العین،ج۱،ص۱۰۷۔۱۰۸.

4 ......احادیث کے راویوں کے بارے میں جاننے کا علم۔

5 ......''ردالمحتار''، المقدمۃ،مطلب:فی فرض الکفایۃ وفرض العین، ص ۱۰۸.

گہرائیوں اور باریکیوں پر نظر رکھتا ہو اور اس سے متعلق دیگر علوم شرعیہ میں بھی اسے مہارت تامہ اور ملکہ حاصل ہو۔ علم القلب سے مراد علم الاخلاق ہے اور علم الاخلاق کا مطلب ہے کہ انواع فضائل اخلاق کون کون سی ہیں اور ان فضائل کو حاصل کرنے کے کیا طریقے ہیں اور رذائل اخلاق کی قسمیں کیا کیا ہیں اور ان سے بچنے اور محفوظ رہنے کے راستے کون کون سے ہیں۔[1]

چوتھی قسم:

علم کی وہ ہے جو حرام ہے جیسے فلسفہ کا وہ حصہ جس میں عالَم کے قدیم ہونے، خدا کا انکار کرنے، آسمانوں کے وجود کا انکار کرنے اور دیگر کفریات و محرمات کی تعلیم دی جاتی ہو لیکن اگر کوئی شخص اپنے اسلام کی پختگی کے ساتھ ان کا رد کرنے کے لئے اور لوگوں کو اس علم کی گمراہی سے بچانے کے لئے اس کا علم حاصل کرے تو یہ جائز ہے۔ شعبدہ بازی، سحر، کہانت اور منطق کے علم کا وہ حصہ جس سے ضلالت و گمراہی پیدا ہو ان سب کا حاصل کرنا حرام ہے اسی طرح علم تَنْجِیْم[2] بھی ہے کہ اگر اِس علم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے ماہ و سال، اوقات صلوٰۃ و سمتوں اور موسموں کی اقسام کا حال معلوم کیا جائے اور زکوۃ و حج کے اوقات کو جانا جائے تو مضائقہ نہیں یہ جائز ہے اور اگر علم تنجیم سے مقصود یہ ہو کہ اس کے ذریعہ سے آنے والے حوادث کو معلوم کیا جائے اور غیبی امور بتانے کے لئے استعمال کیا جائے اور ستاروں کی گردش کے دنیا پر اثرات ظاہر کرنے کے لئے حاصل کیا جائے تو حرام ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''نجوم کا اتنا علم حاصل کرو جس سے تم اپنے بحری و بری سفر میں راستوں کی شناخت کرسکو اس سے زیادہ نہیں۔'' علم نجوم اگر چہ آسمانی علم ہے جو سیّدنا حضرت ادریس علیہ السلام کو دیا گیا تھا اور وہ ان کا معجزہ تھا اس میں ظن و تخمین[3] یا حسابیات کو دخل نہ تھا وہ ایک روحانی قوت تھی جو منجانب اللہ عطا کی گئی تھی وہ علم باقی نہیں رہا بعد میں لوگوں نے ظن و تخمین اور حسابیات سے کام لینا شروع کر دیا اور ستاروں کے اثرات کو موثر بالذات مان لیا جو اسلام کے قطعاً منافی ہے۔[4]

علم رمل[5] بھی انہیں علوم میں شامل ہے جن کا حاصل کرنا حرام ہے علامہ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں بیان فرماتے ہیں کہ ''اس علم کا سیکھنا سخت حرام ہے کیونکہ اس علم سے عوام کے دماغوں میں یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ **نعوذ باللّٰہ** اس علم کا جاننے والا **اللّٰہ** عالم الغیب کا شریک ہے۔''[6]

علم سحر، علم کہانت، علم الحروف اور علم الموسیقی وغیرہ بھی علوم محرمات میں داخل ہیں اور علم طبعی کا وہ حصہ حرام علم میں داخل

---

1 ......''الدرالمختار'' و''ردالمحتار''، المقدمة، مطلب: فرض العین افضل من فرض الکفایة، ج۱، ص۱۰۸.

2 ......یعنی علم نجوم۔ 3 ......یعنی گمان و اندازہ۔

4 ......''الدرالمختار'' و''ردالمحتار'' المقدمة، ج۱، ص۱۰۹۔۱۱۰.

5 ......ایک علم جس میں ہندسوں اور خطوط وغیرہ کے ذریعہ سے غیب کی بات دریافت کرتے ہیں۔

6 ......''الفتاوی الحدیثیة''، مطلب: ماحکم علم الرمل، ص۱۶۰.

7 ......''الدرالمختار'' و''ردالمحتار'' المقدمة، ج۱، ص ۱۱۰، ۱۱٤.

ہے جوفلاسفہ کے باطل نظریات کے مطابق ہو جو اسلامی اعتقادات کو فاسد کرتے ہوں۔ جیسے عالَم کے قدیم ہونے کا اعتقاد کہ یہ سراسر باطل اور کفر ہے۔[7]

پانچویں قسم:

علم کی وہ ہے جو مکروہ ہے جیسے شعراء مولدین کے وہ عشقیہ اشعار جن میں عورتوں اور نوخیز نوجوانوں کے حسن، ناز وادا، ان کے ہجر و وصال اور شراب و کباب کی باتیں ہوں یا لغوگوئی اور کذب بیانی ہو یا ان میں مسلمان کی ہجو کی گئی ہو جیسا کہ صاحب فتح القدیر علیہ الرحمہ نے بیان فرمایا، ایسے ہی اشعار کے لئے حدیث پاک میں ہے: "لأن یَّمتَلِیءَ جَوفُ أَحدِکُم قَیْحًا خَیْرٌ لَّهُ مِنْ أَن یَّمْتَلِیءَ شِعْراً "، یعنی تمہارے پیٹ میں قے بھری ہو وہ بہتر ہے اس سے کہ شعر بھرے ہوں۔"

عربی شعراء بلغا اور خطباء کے عربی ادب میں چھ طبقات بیان کیے گئے ہیں:

(۱) اَلْجَاهِلِیَّةُ الاولیٰ (۲) اَلْمُخضَرَمُوْنَ (۳) اَلْإِسلامِیُّوْنَ (۴) اَلْمُوَلَّدُوْن (۵) اَلْمُحدَثُوْنَ اور (۶) اَلْمُتَأَخِّرُوْنَ

ان میں سے پہلے تین طبقات کے بارے میں فقہائے اسلام فرماتے ہیں کہ ان تین طبقات کا کلام چونکہ عربی ادب میں سند کی حیثیت رکھتا ہے اور فصاحت و بلاغت اور جزالت[1] میں اس کا وہ مقام ہے کہ قواعد زبان عربی انہیں کے کلام سے مرتب کیے گئے اور قواعد عربیہ پر ہی قرآن کریم اور احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کو سمجھنے کا دارومدار ہے اس لئے ان تینوں طبقات کے اشعار کی روایت اور ان کے ادب و لغت کی معرفت فرض کفایہ کا درجہ رکھتی ہے۔ فقہاء فرماتے ہیں۔" کلام جاہلیت کے معانی و مفاہیم اور مطالب ناپسندیدہ لغو اور خلاف شریعت اگر ہوں بھی تاہم الفاظ و تراکیب میں لسانی اعتبار سے کوئی غلطی نہیں ہے اہلِ زبان کے نزدیک وہ نہایت فصیح و بلیغ اور مستند ہیں۔"[2] (ردالمحتار، ج۱، مقدمہ)

چھٹی قسم:

علم کی وہ ہے جس کا حاصل کرنا مباح ہے جیسے شعراء کے وہ اشعار جن میں نہ کسی مسلمان کی ہجو ہو نہ اس کی عزت وآبرو پر حملہ ہو نہ اس کا استخفاف یا تذلیل ہو اور وہ تمام علوم جن کے حصول میں کوئی شرعی قباحت نہ ہو مباح علم کے زمرے میں آتے ہیں۔[3]

بہرحال ان تمام علوم کی شرعی حیثیت ہمیں علم فقہ سے معلوم ہوئی اور یہ صرف علم فقہ ہے جس کے ذریعہ سے ہم کسی بھی علم کے

---

1 ......فصاحت، روانی۔

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: فی الکلام علی إنشاد الشعر، ج۱، ص۱۱٤۔ ۱۱٦۔

و"فتح القدیر"، کتاب الشهادات، باب من تقبل شهادته و من لا تقبل، ج٦، ص٤٨٢.

و"صحیح البخاری"، کتاب الأدب، باب مایکره أن یکون الغالب علی الإنسان...إلخ، الحدیث ٦١٥٤، ج٤، ص١٤٢.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: فی الکلام علی إنشاد الشعر، ج۱، ص۱۱٦.

جائز یا ناجائز ہونے کو معلوم کر سکتے ہیں اور یہ ہمارے فقہاء کرام ہیں جنہوں نے شریعت اسلامیہ کی روشنی میں افعالِ مکلفین کے ہر ہر فعل کے جواز یا عدم جواز کو بیان فرما دیا ہے۔

ان کی فقہی خدمات نے یہ ثابت کر دیا کہ اسلام ایک ہمہ گیر اور جامع نظام زندگی ہے جو انسانی حیات کے ہر پہلو کی اصلاح کرتا ہے اور قرآن پاک کا یہ فرمان: { وَلَا رَطْبٍ وَّلَا یَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ﴿۵۹﴾ }[1] یعنی قرآن کریم میں ہر شے کا بیان ہے ایک ایسا دعویٰ ہے جس کی صداقت شک وشبہ سے بالاتر ہے۔ یہ ہے فقہ کی عظمت وفضیلت ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے کہ فقہ حدیث کا ثمرہ ہے اور فقیہ کا اجر وثواب محدث سے کم نہیں ہے۔[2] بلکہ درحقیقت فقیہ قرآن، حدیث تفسیر اور فقہ کا جامع ہوتا ہے۔ ''اشباہ'' میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انبیاء کرام کے علاوہ کوئی دوسرا انسان یہ نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ جب اس کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمائے تو اسے کیا اور کتنا ثواب دے گا اور اللہ اسے کیا کیا صفات حمیدہ عطا فرمائے گا کیونکہ ارادہ الٰہی مغیبات میں سے ہے مگر فقہائے کرام اس ارادہ کو جانتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرماتا ہے تو اسے دین میں فقیہ بنا دیتا ہے۔[3]

شارح مسلم شریف امام نووی فرماتے ہیں ''حضرت مسروق رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہ کا تمام علم ان چھ حضرات میں تھا سیدنا حضرت علی، سیدنا حضرت عمر، سیدنا حضرت ابی بن کعب، سیدنا حضرت ابودرداء، حضرت زید اور سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم[4] (تقریب از ردالمحتار ج ۲/۳۴)

علماء محققین فرماتے ہیں، فقہ کی کاشت سیدنا عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمائی، حضرت علقمہ رضی اللہ عنہ نے اس کی آبیاری کی۔ حضرت ابراہیم نخعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کھیتی کو کاٹا، حضرت حماد علیہ الرحمۃ نے اس کا دانہ جدا کیا، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کو باریک پیسا، حضرت امام ابو یوسف نے اس کا آٹا گوندھا اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اس کی روٹیاں پکائیں اب تمام اُمت ان روٹیوں سے شکم سیر ہو رہی ہے اور حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی عظمت اور جلالت علم ان کی تصانیف سے ظاہر ہے جیسے جامع صغیر، جامع کبیر، مبسوط، زیادات اور النوادر وغیرہ۔

ایک روایت کے مطابق فقہ میں امام محمد علیہ الرحمۃ کی تصنیفات کی تعداد نوسوننانوے ۹۹۹ ہے آپ کے ہی تلامذہ میں سے

1 ......ترجمۂ کنز الایمان: اور نہ کوئی تر اور نہ خشک جو ایک روشن کتاب میں لکھا نہ ہو۔ (پ۷، الانعام: ۵۹)

2 ......''الأشباہ والنظائر''، الفن الثالث: الجمع والفرق، ص ۳۳۰.

3 ......''الأشباہ والنظائر''، الفن الثالث: الجمع والفرق، ص ۳۳۷.

و''صحیح البخاری''، کتاب العلم، باب من یرد اللہ بہ ... إلخ، الحدیث: ۷۱، ج ۱، ص ۴۲.

4 ......''ردالمحتار''، المقدمة، مطلب: یجوز تقلید المفضول ... إلخ، ج ۱، ص ۱۲۱.

امام شافعی علیہ الرحمہ ہیں۔آپ نے حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ کی بیوہ ماں سے عقد کرلیا تھا اور امام شافعی علیہ الرحمہ ہی کو اپنا تمام مال اور کتب خانہ دے دیا تھا۔امام شافعی کے فقیہ و مجتہد ہونے کا سب سے بڑا اور حقیقی سبب یہی ہے خود امام شافعی فرماتے ہیں کہ جو شخص علم فقہ حاصل کرنا چاہے اسے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور ان کے تلامذہ واصحاب (رحمہم اللہ تعالیٰ) کا دامن تھام لینا چاہیے کیونکہ حقائق ان پر منکشف کردیئے گئے ہیں اور معانی، مفاہیم تک رسائی ان کے لئے سہل بنادی گئی ہے پھر فرمایا واللہ میں ہرگز فقیہ نہ ہوتا اگر میں محمد بن الحسن شیبانی کا دامن نہ تھام لیتا اور ان کی کتابیں میرے پاس نہ ہوتیں۔

حضرت اسمٰعیل بن ابی رجاء فرماتے ہیں: میں نے حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو خواب میں دیکھا میں نے سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا انہوں نے جواب دیا: اللہ تعالیٰ نے میری مغفرت فرمادی اور فرمایا اگر میں تجھے عذاب دینے کا ارادہ رکھتا تو یہ علم تجھے نہ دیتا۔حضرت اسماعیل نے دوسرا سوال کیا کہ ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کہاں ہیں جواب میں فرمایا ہم سے دو درجہ اوپر، پھر میں نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے بارے میں سوال کیا فرمایا: وہ تو بہت ہی بلند اعلیٰ علیین میں ہیں۔

صاحبِ درمختار علامہ علاؤالدین **الحصکفی** رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ سیدنا امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا اعلیٰ علیین میں ہونا قطعاً تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ آپ اس درجہ عابد و زاہد، متقی اور صاحب ورع تھے کہ چالیس سال تک آپ نے عشاء کے وضو سے فجر کی نماز ادا فرمائی اور آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے اپنے رب (عزوجل) کا سو بار خواب میں دیدار فرمایا، آپ نے اپنے آخری بار حج میں **حِجَبَۃُ الْکَعْبَہ** (محافظین کعبہ) سے کعبہ کے اندر داخل ہوکر اندرون عمارت کعبہ نماز ادا کرنے کی اجازت چاہی آپ اندر داخل ہوئے اور دو ستونوں کے درمیان عالَمِ شوق میں صرف داہنے پیر پر کھڑے ہوکر بایاں پیر سیدھے پیر کے اوپر رکھ لیا یہاں تک کہ اسی حالت میں قرآن پاک نصف پڑھ لیا پھر رکوع و سجدہ کیا دوسری رکعت میں بائیں پیر پر کھڑے ہوکر داہنا پیر اٹھا کر بائیں پیر پر رکھا اور نصف آخر قرآن پاک ختم فرمایا، جب سلام پھیر کر نماز سے فارغ ہوئے تو بے ساختہ روتے ہوئے اپنے رب (عزوجل) سے مناجات کی اور عرض کیا: اے میرے معبود! اس کمزور و ضعیف بندے نے تیرا کچھ بھی حقِ عبادت ادا نہیں کیا لیکن تیری معرفت حاصل کرنے میں حق معرفت ادا کیا پس تو اس کے حقِ عبادت کی ادائیگی میں نقصان کو اس کے کمال معرفت کے بدلے بخش دے۔اس وقت خانہ کعبہ کے ایک گوشہ سے یہ غیبی آواز آئی: اے ابوحنیفہ! بے شک تو نے حقِ معرفت ادا کیا اور ہماری عبادت کی اور بہترین عبادت کی یقیناً ہم نے تیری مغفرت فرمادی اور اس کی بھی جس نے تیری اتباع کی اور جس نے تیرا مسلک اختیار کیا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔حضرت امام ابوحنیفہ (رحمہ اللہ تعالیٰ) سے کسی نے سوال کیا کہ آپ اس بلند مقام پر کیسے پہنچے آپ (رحمہ اللہ تعالیٰ) نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اپنے علم سے دوسروں کو فائدہ پہنچانے میں کبھی بخل نہیں کیا اور جو مجھے نہیں آتا تھا اس میں دوسروں سے استفادہ کرنے سے میں کبھی نہیں رکا۔[1]

[1]...... "الدرالمختار"، المقدمۃ، ج۱، ص۱۲۰۔۱۲۷۔

امام ابو یوسف(رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) کی روایت یہ ہے کہ حضرت امامِ اعظم رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ سے کسی نے سوال کیا کہ آپ نے علم کا یہ درجہ کس طرح حاصل کیا۔ آپ(رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) نے فرمایا کہ میں نے علم حاصل کرنے میں سخت محنت کی اور بیش از بیش شکرِ الٰہی ادا کیا کہ جب بھی مجھے کسی چیز کی فہم ملی اور علم وحکمت حاصل ہوا تو میں نے الحمد للّٰہ کہا تو اللّٰہ تعالیٰ میرا علم زیادہ فرماتا رہا۔[1]

مسافر بن کرام یا بقول امام شامی مِسعر بن کدام کہتے ہیں جس نے امام ابوحنیفہ(رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) کو اپنے اور اللّٰہ(عزوجل) کے درمیان میں لے لیا مجھے اُمید ہے کہ پھر اسے کوئی خوف نہ رہے گا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت ہے کہ سیدنا آدم علیہ السلام نے مجھ پر فخر فرمایا اور میں اپنی اُمت میں سے ایک شخص پر فخر کروں گا جس کا نام نعمان اور اس کی کنیت ابوحنیفہ ہے۔ ایک دوسری روایت یہ ہے کہ تمام انبیاء کرام مجھ پر فخر کریں گے اور میں ابوحنیفہ پر فخر کروں گا جو اس سے محبت کرے گا اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے اس سے بغض رکھا اس نے مجھ سے بغض رکھا (تقدمہ شرح مقدمہ ابی اللیث) علامہ ابن جوزی نے اس حدیث کے بارے میں فرمایا کہ یہ موضوع حدیث ہے۔ لیکن "اَلضِّیَاءُ الْمَعْنَوِی" میں ابن جوزی کے اس قول کو تعصُّب پر محمول کیا ہے کیونکہ یہ حدیث متعدد اور مختلف طریقہ پر روایت کی گئی ہے۔[2]

علامہ ابن حجر مکی شافعی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "اَلْخَیْرَاتُ الْحَسَان فِیْ تَرْجَمَةِ أَبِیْ حَنِیْفَةَ النَّعْمَان" میں فرمایا: امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ کے حالات، کرامات اور اخلاق وسیرت جو اس کتاب میں بیان کئے گئے ہیں جو شخص بھی ان کا مطالعہ کرے گا وہ جان لے گا کہ آپ کی عظیم بلند شخصیت اس امر سے بے نیاز ہے کہ آپ کے فضائل میں موضوع احادیث کا سہارا لے۔ نیز فرمایا کہ جو چیز آپ کی عظمت شان اور علومرتبت کے لئے استدلال کا کام دیتی ہے وہ یہ حدیث ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: ۱۵۰ھ میں زینت دنیا اٹھائی جائے گی۔ شمس الائمہ کردری فرماتے ہیں کہ یہ حدیث حضرت امام ابوحنیفہ(رحمۃ اللّٰہ علیہ) کی ذات پر محمول ہے کیونکہ آپ کا وصال ۱۵۰ھ میں ہوا۔[3]

علامہ ابن حجر مکی(رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں کہ اور احادیث صحیحہ بھی آپ کی شان میں وارد ہیں جو آپ کی فضیلت کی طرف اشارہ کرتی ہیں۔ بخاری ومسلم حضرت ابو ہریرہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ سے راوی، اور شیرازی وطبرانی قیس بن سعد بن عبادہ سے ان الفاظ میں روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر علم ثریا کے پاس معلق ہوتا تو بھی

1 ......"ردالمحتار"،المقدمة، مطلب:یجوز تقلید المفضول...إلخ،ج١،ص ١٢٧.

2 ......"الدرالمختار"،المقدمة،ج١،ص١٢٧-١٢٩.

3 ......"مسندأبی یعلی"،مسند عبدالرحمن بن عوف،الحدیث:٨٤٨،ج١،ص٣٥٢.

و"الخیرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنیفة النعمان"،المقدمة الثالثة،ص٢٥ .

ابنائے فارس اسے حاصل کرلیتے۔[1] اور طبرانی کے لفظ بروایت قیس یہ ہیں کہ عرب اسے نہ پائیں گے ابنائے فارس ضرور حاصل کرلیں گے۔[2] روایت مسلم ابو ہریرہ سے ہے: اگر ایمان ثریا کے پاس ہوتا تو بھی ابنائے فارس جاتے حتی کہ اسے حاصل کرلیتے۔[3] اور روایت شیخین میں[4] حضرت ابو ہریرہ(رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ) سے ہے: قسم اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے اگر دین ثریا پر معلق ہوتا تو بھی فارس کا ایک شخص اس کو حاصل کرلیتا۔[5] اور فارس سے مراد اس کے مشہور شہر نہیں ہیں بلکہ عجمی قوم مراد ہے اور وہ فارس کے لوگ ہیں کیونکہ دیلمی کی روایت ہے،"خَیْرُ الْعَجَمِ فَارِسٌ"[6] اور امام ابوحنیفہ کے دادا فارس ہی سے تھے، اکثر علماء کی یہی تحقیق ہے[7]

علامہ حافظ سیوطی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں یہ حدیث جس کی امام بخاری نے روایت کی ہے اصل ہے صحیح ہے اس پر اعتماد کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ یہ اشارہ حضرت امام ابوحنیفہ(علیہ الرحمۃ) کی طرف ہے اور''حاشیہ شَبْرَامَلِّسِیْ عَلَی الْمَوَاھِب''میں علامہ شامی جو کہ حافظ سیوطی کے تلمیذ ہیں، فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ کا یہ جزم کہ اس حدیث سے امام ابوحنیفہ(علیہ الرحمۃ) مراد ہیں یہ وہ جزم و یقین ہے کہ جس میں شک وشبہ کی گنجائش نہیں کیونکہ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ ابنائے فارس میں آج تک کوئی فرد بھی علم کی اس بلندی اور مقام پر نہیں پہنچا جس پر امام ابوحنیفہ رضی اللّٰہ عنہ ہیں۔[8] علامہ جرجانی امام ابوحنیفہ(رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) کے فضائل ومناقب میں بحوالہ سند حضرت سہل بن عبد اللّٰہ التستری(رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم نے فرمایا: اگر امت موسٰی اور عیسٰی میں امام ابوحنیفہ(رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) جیسے ہوتے تو ان کی اُمت یہود اور نصاری نہ بن سکتی۔[9]

---

1 ......"صحیح مسلم"، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم، باب فضل فارس، الحدیث: ۲۳۰۔ (۲۵۴٦)، ص۱۳۷۸.
و"کنزالعمال"، کتاب الفضائل، القبائل و ذکرھم، الحدیث: ۳٤۱۲٦، ج۱۲، ص ٤۲.

2 ......"المعجم الکبیر"، ما أسند قیس بن سعد، الحدیث: ۹۰۰، ج۱۸، ص۳۵۳.
و"کنزالعمال"، کتاب الفضائل، القبائل و ذکرھم، الحدیث: ۳٤۱۲٤، ج۱۲، ص٤۲.

3 ......"صحیح مسلم"، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم، باب فضل فارس، الحدیث: ۲۳۰، ۲۳۱۔ (۲۵٤٦)، ص۱۳۷۸.

4 ......یعنی بخاری ومسلم میں۔

5 ......"صحیح مسلم"، کتاب فضائل الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہم، باب فضل فارس، الحدیث: ۲۳۰۔ (۲۵٤٦)، ص ۱۳۷۸.
و"کشف الخفاء"، حرف الواو، الحدیث: ٦۲۲۹، ج۲، ص۳۱۳.

6 ...... "فردوس الاخبار"، الحدیث ۲۷۱٤، ج۱، ص ۳٦٦.

7 ......"الخیرات الحسان"، فی مناقب الامام الاعظم ابی حنیفۃ النعمان، المقدمۃ الثالثۃ، ص۲۳۔۲٤.

8 ......"ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج۱، ص ۱۳۰.

9 ......"الدر المختار"، المقدمۃ، ج۱، ص ۱۳۱.

یعنی اُن کی امت میں اس طرح کے عقائد ضالہ باطلہ داخل نہ ہوسکتے اگران امتوں میں امام اعظم ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) جیسا روشن دماغ، صاحبِ فہم وادراک، صاحبِ عقل وبصیرت، علومِ دینیہ کا ماہر وکامل، صاحبِ صدق وصفا اور عارف بالحق ہوتا تو وہ ان کے عقائد باطلہ اور نظریات فاسدہ ضالہ کا رد کرتا اور ان امتوں کو ہلاکت کے گڑھے میں گرنے سے روک دیتا۔[1]

امام الائمہ حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) کے فضائل ومناقب اور کمالات احاطہ شمار سے زیادہ ہیں سبط ابن جوزی نے دو بڑی جلدوں میں ان مناقب کو بیان کیا ہے اور ان کا نام ''اَلا نتِصَار لِإمَامِ آئِمَّۃِ الأ مْصَار''رکھا۔[2] جن علماء عظام نے آپ کے فضائل ومناقب میں تصنیفات کیں اور آپ پر حاسدوں کی طرف سے کئے جانے والے (اعتراضات کے)[3] جوابات دیئے ان میں علامہ سیوطی علیہ الرحمہ ہیں۔ انہوں نے ''تَبْیِیْضُ الصَّحِیْفَۃ'' تصنیف کی اور علامہ ابن حجر المکی الشافعی نے جو کتاب لکھی اس کا نام ''خَیْرَاتُ الْحَسَان'' رکھا جس کا ذکر کچھ ہی پہلے کیا جاچکا ہے۔ اسی موضوع پر علامہ یوسف ابن عبدالہادی کی کتاب ''تَنْوِیْرُ الصَّحِیْفَۃ'' ہے اس میں علامہ یوسف بن عبدالہادی نے ابن عبدالبر کا یہ قول بیان کیا: ''حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) کی شان میں کوئی برا لفظ ہرگز نہ کہا جائے اور نہ کسی ایسے شخص کی تصدیق یا موافقت کی جائے جو آپ کی شان میں بدگوئی کرے بخدا میں نے آپ (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) سے زیادہ افضل، متورّع اور آپ سے زیادہ فقیہ کسی کو نہیں پایا۔ آگے چل کر مزید فرمایا کہ کوئی شخص خطیب کے کلام سے جو انہوں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) کے خلاف لکھا ہے، دھوکہ نہ کھائے کیونکہ خطیب تو بہت سے علماء کے خلاف شدید عصبیت کا شکار ہیں، نہ ان کی عصبیت سے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) محفوظ رہے، نہ امام احمد بن حنبل رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ اور نہ ان کے اصحاب، انہوں نے سب ہی پر بھرپور حملے اور تنقیدیں کی ہیں۔ خطیب کی ان تحریروں اور تنقیدوں کے جوابات بھی لکھے گئے اور ''اَلسَّھْمُ الْمُصِیْبُ فِیْ کَبِدِ الْخَطِیْب'' نام کا رسالہ خطیب بغدادی کے جواب ہی میں ہے۔ رہا معاملہ ابن الجوزی کا، انہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) پر طعن وتنقید میں جو کچھ کہا وہ خطیب بغدادی کی آواز بازگشت ہے خود ابن الجوزی کے پوتے نے اپنی کتاب ''مِرْآۃُ الزَّمَان'' میں اپنے دادا کے کلام پر حیرت کا اظہار کیا ہے وہ لکھتے ہیں کہ علامہ خطیب بغدادی اگر طعن کرتے ہیں تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ انہوں نے بہت سے علماء پر طعن کیا ہے، (گویا یہ ان کی عادت ہے) تعجب تو اپنے جد محترم ابن الجوزی پر ہے کہ انہوں نے خطیب کا اسلوب وطریقہ کیوں اختیار کیا اور اتنی بڑی بات کہی۔ سبط ابن الجوزی فرماتے ہیں۔ امام ابوحنیفہ (رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ) سے تعصب رکھنے والوں میں دارقطنی اور ابونعیم (صاحب الدلائل) بھی ہیں کیونکہ انہوں نے کتاب ''حلیہ'' میں ان علماء کا ذکر کیا جو حضرت امام اعظم

---

1 ......''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب:یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج۱، ص۱۳۱.

2 ......''الدر المختار''، المقدمۃ، ج۱، ص۱۳۱، ۱۳۲.

3 ......اس بریکٹ کی عبارت، تقاضۂ عبارت کی وجہ سے لکھ دی گئی۔...علمیہ

(رضی اللّٰہ تعالٰی عنه) سے علم وفضل اور زہدوتقویٰ میں کمتر ہیں لیکن امام اعظم (رضی اللّٰہ تعالٰی عنه) کا ذکر نہیں کیا۔[1]

علامہ تاج السبکی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: جن لوگوں کی یہ خواہش ہے کہ انہیں رشد وہدایت حاصل ہوجائے انہیں چاہئے کہ وہ تمام ائمہ سابقین کے ساتھ ادب واحترام کا طریقہ اپنائیں اوران کے باہمی مکالمات کی طرف توجہ نہ دیں مگر جب کہ ان ائمہ میں سے کسی کا کلام کسی واضح اور مضبوط دلیل کا حامل ہو۔ پھر بھی اگر تم ان اقوال میں کوئی بہتر تاویل اورحسنِ ظن قائم کرسکتے ہوتو اسی پرمحمول کرو بصورت دیگر اسے نظرانداز کردو (یعنی ان کی مذمت ومنقصت نہ کرو اور انہیں مطعون نہ کرو) ہرگز ہرگز تم ان مکالمات کی طرف کان نہ لگاؤ جو حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیھما کے درمیان وقوع پذیر ہوئے یا حضرت امام مالک اور حضرت ابن ابی الذئب (رحمھما اللّٰہ تعالٰی) کے درمیان ہوئے یا حضرت امام احمد بن صالح[2] اور امام نسائی یا امام احمد اور حضرت حارث المحاسبی کے مابین ہوئے (رحمھم اللّٰہ تعالٰی)۔[3]

علامہ تاج السبکی علیہ الرحمۃ والرضوان نے اس کے بعد حضرت امام مالک علیہ الرحمۃ پرتنقید کرنے والوں اور حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ پر ابن معین کے اعتراض وکلام کو ذکر کرکے فرمایا کہ ایسے ایسے ائمہ کرام اور اکابرین پر اعتراض کرنے والوں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی نادان پہاڑ کے پتھروں سے اپنا سر ٹکرائے۔ظاہر ہے کہ نقصان خوداس کے سر کا ہوگا پتھر کا کچھ نہ بگڑے گا۔

جیسا کہ حسن بن ہانی نے کہا ہے۔

یَانَاطِحَ الْجَبَلِ الْعَالِي لِيَكْلِمَهُ أَشْفِقْ عَلَى الرَّأْسِ لَا تُشْفِقْ عَلَى الْجَبَلِ[4]

ترجمہ: ''اے پہاڑ سے سر ٹکرانے والے تاکہ پہاڑ کو پھوڑ دے اپنا سر پھٹ جانے سے ڈر پہاڑ کی فکر نہ کر۔''

ائمہ سلف نے اور علمائے متاخرین نے حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللّٰہ عنه کی تعریف وتوصیف میں اورآپ کے علم وفضل، فہم وفراست، عقل ودرایت، زہدوتقویٰ، عبادت وریاضت اوراحتیاط وخشیت الٰہی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے وہ ایک عظیم ذخیرہ ہے اسے اگر مرتب کیا جائے تو صدہا کتابیں مولف ہوجائیں۔علامہ تاج السبکی نے اس کو بالتفصیل بیان فرمایا ہے حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیه) کے خلاف لکھا ہے یہ قطعاً غلط ہے اس کی تردید کے لیے یہ کافی ہے کہ حضرت امام غزالی (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیه) نے اپنی مشہور ومستند کتاب ''احیاء العلوم'' میں جہاں ائمہ اربعہ کے تراجم وحالات بیان فرمائے ہیں وہاں امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ علیه کے بارے میں ان کے الفاظ یہ ہیں: ''آپ نہایت درجہ

1 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب:يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١،ص١٣٢،١٣٣.

2 ......بہارشریعت میں اس مقام پر''امام احمد ابن ابی صالح'' لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل میں یہ''امام احمد بن صالح'' ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...علمیه

3 ......"ردالمحتار"،المرجع السابق،ص١٣٤.

4 ......المرجع السابق،ص١٣٤،١٣٥.

عابدوزاہداور عارف باللّٰہ تھے،اللہ (عزوجل) سے ڈرنے والے اور اللہ (عزوجل) کی خوشنودی اور رضا چاہنے والے تھے۔[1]

علامہ شامی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اگر بزرگانِ سلف باہم ایک دوسرے کے بارے میں کوئی کلام یا اعتراض کریں تو کوئی تعجب کی بات ہے، نہ قابلِ اعتراض اور قابلِ مواخذہ جیسا کہ ہمارے مقتدیٰ وذوالاحترام صحابہ (رضوان اللہ تعالٰی علیھم) کے درمیان واقعات پیش آئے کیونکہ وہ سب ہی مجتہدین کے درجہ اور مقام میں تھے،اس لئے یہ فطری امر ہے کہ وہ اپنے مخالف قول پر گرفت کریں اور اسے ناپسند خیال فرمائیں خاص طور سے اس صورت میں جبکہ ان کے پاس دوسرے کے خطا پر ہونے کی دلیل بھی ہو اس سے ان کا حقیقی مقصد دین کی خیرخواہی اور دین کی مدد ہی ہوتا ہے۔تعجب کی بات تو یہ ہے کہ لوگ اس زمانے میں بھی (چھوٹا منہ بڑی بات) سیدنا امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور ان کے تلامذہ واصحاب پر زبان طعن دراز کرنے سے باز نہیں آتے حالانکہ ان کے پاس علم ہے نہ عمل اور اپنے کھانے پینے، پہننے اوڑھنے اور معمولات زندگی میں امام اعظم علیہ الرحمۃ کی تقلید پر خواہی نہ خواہی مجبور بھی ہیں۔ان لوگوں کی مثال اس مکھی کی سی ہے جو گھوڑے کی دم سے جنگ کرتی ہے وہ یہ نہیں دیکھتے کہ خود ان مخالفین کے اکابر اور ان کے امام مذہب نے سیدنا امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی جلالت علم،عظمت شان ان کی مدح وتوصیف اور ادب واحترام میں کیا فرمایا کس طرح ان کی صداقت وحقانیت کو تسلیم کیا ہے۔محققین علماء کرام نے اپنی تالیفات میں آئمہ ثلثہ اور دیگر علماء کے وہ اقوال بیان کردیئے ہیں جوانہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی تعریف وتوصیف میں کہے ہیں خاص طور سے حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی شان بلندنشان میں اظہارِ عقیدت ومحبت۔بے شک نیک وکامل سے نیکی وکمال کا ہی ظہور ہوتا ہے اور ناقص وبداعمال سے نقص وبدی ہی کا ظہور ہوگا۔معترض اور بدخواہ کے لئے یہی سزا کافی ہے کہ وہ اس کامل کے فیوض وبرکات سے محروم ہوجاتا ہے۔اللہ تعالٰی ہمیں ہر محرومی سے محفوظ رکھے۔[2] آمین۔

امام شافعی علیہ الرحمہ کا بارگاہِ امام ابوحنیفہ (علیہ الرحمہ) میں ادب واحترام کا یہ عالم تھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ سے برکت حاصل کرتا ہوں اور آپ کی قبر پر حاضری دیتا ہوں اور جب مجھے کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو میں دو رکعت نماز نفل ادا کرتا ہوں اور ان کی قبر کے قریب آکر اس کے حل کے لئے اللہ تعالٰی سے دعا کرتا ہوں تو میری حاجت جلد پوری ہوجاتی ہے۔[3] (ردالمحتار) اور ایک مستند روایت یہ ہے کہ حضرت امام شافعی علیہ الرحمہ نے نماز فجر امام اعظم علیہ الرحمہ کی قبر کے نزدیک ادا کی تو اس میں قنوت نہیں کیا۔جبکہ شوافع کے یہاں قنوت نماز فجر میں پڑھی جاتی ہے کسی نے آپ سے سوال کیا کہ حضور

1 ......"ردالمحتار"،المقدمة،مطلب:يجوز تقليد المفضول...إلخ،ج١،ص١٣٥.
و"إحياء علوم الدين"،كتاب العلم،الباب الثانى فى العلم المحمود...إلخ،القسم الثانى،ج١،ص٤٤.

2 ......"ردالمحتار"،المقدمة،مطلب:يجوز تقليد المفضول...إلخ،ج١،ص١٣٥.

3 ......المرجع السابق.

یہ کیا کیا، آپ نے فجر میں قنوت نہیں کیا۔ آپ نے جواب میں فرمایا کہ یہ صاحبِ قبر کا ادب واحترام ہے۔[1]

حضرت سیدنا علی الخواص رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے فرمایا: آئمہ مجتہدین کے متبعین پر ضروری ولازم ہے کہ وہ ہر اس عالم کی تعظیم واحترام کریں جس کی مدح وتوصیف ان کے امام مذہب نے کی ہے تقلید واتباع اوراعتماد کا تقاضا تو یہی ہے۔[2]

علامہ سبط ابن الجوزی کے علاوہ بھی دیگر علمائے عظام نے حضرت امام اعظم (علیہ رحمۃ اللہ اکبر) کی ذاتِ مقدسہ کی توصیف وتکریم میں بہت سی کتابیں لکھی ہیں جیسے امام طحاوی، الحافظ الذہبی اورعلامہ کردری رحمہم اللہ تعالٰی اجمعین۔

حاصل کلام یہ ہے کہ سیدنا امام اعظم حضرت ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سید الکل، فخر الرسل، حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم کے عظیم معجزات میں سے ایک معجزہ ہیں کیونکہ رسول اللّٰہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلَّم نے آپ کے بارے میں پہلے ہی خبر دے دی تھی جیسا کہ ہم نے ان احادیث میں بیان کردیا ہے جو اس سے قبل تحریر کی ہیں۔[3] جس طرح علمائے محدثین کے نزدیک یہ حدیث:

لا تَسُبُّوْا قُرَيْشًا فَإِنَّ عَالِمَهَا يَمْلأُ الارْضَ عِلْماً[4]

قریش کو بُرا نہ کہو کیونکہ ان میں کا ایک عالم زمین کو علم سے بھر دے گا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ پر محمول کی جاتی ہے اور ایک اور حدیث حضرت امام مالک رحمۃ اللہ علیہ پر محمول کی جاتی ہے۔ جس میں فرمایا گیا:

يُوْشِكُ أَنْ يَّضْرِبَ النَّاسُ أَكْبَادَ الْإِبِلِ يَطْلُبُوْنَ الْعِلْمَ فَلا يَجِدُوْنَ أَحَداً أَعْلَمَ مِنْ عَالِمِ الْمَدِيْنَةِ[5]

یعنی عنقریب لوگ طلبِ علم کے لئے لمبے لمبے سفر کریں گے لیکن وہ مدینہ منورہ کے عالم کے مقابلہ میں زیادہ علم والا کہیں اور نہ پائیں گے۔

علماء فرماتے ہیں کہ پہلی حدیث کا اشارہ امام شافعی علیہ الرحمۃ کی طرف اور دوسری حدیث کا اشارہ امام مالک علیہ الرحمہ کی طرف ہے لیکن اس میں احتمال غیر بھی ہے مگر وہ حدیثیں جو سیدنا امام الائمہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے بارے میں بیان کی گئی ہیں ان میں مراد حضرت امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) ہیں۔ ان میں احتمالِ غیر نہیں ہے کیونکہ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالٰی عنہ اگرچہ حضرت امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ سے بلاشک وشبہ بہت بلند اور افضل ہیں کیونکہ وہ صحابی رسول علیہ الصلٰوۃ والسلام ہیں لیکن یہ بھی

1 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب:يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص١٣٥.

2 ......المرجع السابق، ص١٣٦.

3 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب:يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص١٣٦.

4 ......"حلية الأولياء"، الحديث:١٣١٥٤، ج٩، ص٧٣.

5 ......"جامع الترمذی"، كتاب العلم، باب ماجاء فی عالم المدينة، الحديث ٢٦٨٩، ج٤، ص ٣١١.

مُسلَّمات میں سے ہے کہ ان کا مقامِ علم، اِجتہاد، نشرِ دین اور تدوینِ احکامِ شرعیہ میں امام اعظم جیسا نہیں اور یہ اللہ (عزوجل) کا فضل ہے کہ وہ مفضول کو وہ مقام عطا فرمادے جو افضل کو نہ ملے۔[1]

آپ کے مناقب وفضائل کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کا مسلک و مذہب اس درجہ شائع وذائع ہے کہ دنیا کے تمام ممالک، بلاد واَمصار میں پھیلا ہوا ہے بعض ممالک اور علاقے ایسے ہیں جہاں آپ کے مسلک کو ماننے والے بھاری اکثریت میں ہیں اور دیگر ائمہ ثلاثہ کے متبعین کی تعداد اقل قلیل ہے نیز علمائے احناف کی کثرت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ علاقہ ماوراء النہر اور سمرقند میں ایک ایسا قبرستان تھا جس میں فقہ حنفی کے ماہر علماء جن میں سے ہر ایک کا نام محمد تھا چار سو کی تعداد میں دفن ہوئے اس قبرستان کا نام ہی "تُرْبَۃُ الْمُحَمَّدِین" تھا اسی لئے جب صاحب ہدایہ علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر مرغینانی کا وصال ہوا تو وہاں کے لوگوں نے انہیں "تُربَۃُ الْمُحَمَّدِین" میں دفن نہیں ہونے دیا کیونکہ آپ کا نام محمد نہیں تھا حالانکہ آپ اپنے وقت کے جلیل القدر اور ماہر وکامل عالم تھے، مجبوراً آپ کو اسی قبرستان کے قریب دوسری جگہ دفن کیا گیا۔ ایک روایت یہ ہے کہ جن علماء نے امام اعظم علیہ الرحمہ کے مسلک و مذہب کو نقل کیا اور پھیلایا ان کی تعداد چار ہزار ہے پھر ان میں سے ہر ایک کے تلامذہ اور روایت کرنے والے ان کی تعداد بھی اس قدر ہے اس سے بھی فقہ حنفی کی عظمت ومقبولیت اور اس کے علماء کی کثرت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔[2]

علامہ ابن حجر مکی[3] فرماتے ہیں کہ کچھ ائمہ کرام نے فرمایا کہ اسلام کے مشہور ترین ائمہ میں سے کسی سے اس درجہ دین کی خدمت نظر نہیں آتی جتنی امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ اور ان کے اصحاب وتلامذہ نے کی اور جس درجہ علم کے فیوض وبرکات اور دین کا نفع علماء اور عوام نے آپ سے اور آپ کے تلامذہ سے حاصل کیا کسی دوسرے سے حاصل نہیں ہوا۔ اس معاملے میں کوئی بھی حضرت امام ابوحنیفہ (رضی اللہ تعالٰی عنہ) کا مثیل ونظیر نہیں ہے۔ بعض علماء نے فقہ حنفی کے تقریباً آٹھ سو ماہرین کے تراجم (حالاتِ زندگی) اپنی کتاب میں بیان فرمائے ہیں جن میں ان کے نام اور نسب تک محفوظ کر دیئے ہیں۔[4] اور یہ اس دعوی کی دلیل ہے کہ واقعۃً آپ کی ذات سرورکائنات علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک عظیم معجزہ ہے آپ کے مسلک ومذہب کو اللہ جل وعلا نے وہ فضیلت وعظمت اور قبولیت عطا فرمائی کہ صدیوں تک عہدۂ قضا احناف ہی کے پاس رہا بلکہ ایسی مثالیں شاذ و نادر ملیں گی کہ عہدۂ قضا کسی غیر حنفی عالم کو ملا ہو، حکومت عباسیہ کے پورے دور میں یہ عہدہ حنفی علماء کے پاس ہی رہا حالانکہ بنی عباس مسلکاً حنفی نہ تھے۔

1 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب:يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص١٣٦.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب:يجوز تقليد المفضول...إلخ، ج١، ص١٣٧.

3 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر "شارح بخاری" لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ شارح بخاری علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ہیں نہ کہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ، اسی وجہ سے ہم نے متن میں "مکی" لکھ کر تصحیح کردی ہے۔... علمیہ

4 ......"الخيرات الحسان فی مناقب الإمام الأعظم أبی حنيفة النعمان"، الفصل الثامن، ص٣٧.

پھران کے بعد سلاطینِ سلجوقی اور خوارزمی کے زمانے میں بھی عہدۂ قضا پر علماء احناف ہی مقرر تھے اور ان کے بعد سلاطین آل عثمان نے بھی عہدۂ قضاء پر حنفی علماء ہی کو مقرر کیا۔ ہندوستان میں بھی اسلامی حکومت کے پورے دور میں حنفی علماء ہی اس عہدہ پر رہے اور یہ پورا زمانہ ہزار سال پر مشتمل ہے۔اس کے بعد تو حکومتِ اسلام اِنتشار کا شکار ہوگئی صرف ایک مصر کا علاقہ ایسا تھا جس میں عہدۂ قضا شافعی المسلک علماء کے ساتھ خاص رہا وہ بھی سلطان بیبرس کے زمانے تک۔[1] (ردالمحتار)

فقہ حنفی کی فضیلت میں بعض علماء کا ایک قول یہ ہے کہ سیدنا حضرت عیسٰی علٰی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام اس مذہب کے مطابق فیصلہ فرمائیں گے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ فقہ حنفی کے پیرو ہوں گے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قرآنی احکام کا استفادہ براہِ راست حضرت خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام سے فرمائیں گے، کیونکہ آپ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہی خلیفہ ہوں گے لیکن حنفی مسلک اس اِستفادہ کے عین مطابق ہوگا۔ اسی طرح سیدنا حضرت امام مہدی شرفہ اللّٰہ تعالٰی جب ظہور فرمائیں گے تو چونکہ وہ خود مجتہد مطلق ہوں گے اس لیے وہ خود مسائل کا استنباط فرمائیں گے، لیکن ان کا استنباط بھی فقہ حنفی پر مُنطبق ہوگا۔ یہ تمام اُمور اس امر کے شاہد ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جمیع علماء اسلام میں آپ کو وہ فضیلت وشرافت اور وہ امتیاز وخصوصیت عطا فرمائی تھی جو آپ کے سوا کسی دوسرے امام کو نہ ملی۔[2]

آپ (رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ) نے فقہ حنفی کی تدوین کی اور اس کو ایک مستقل علم کی شکل عطا فرمائی اور قرآن کریم اور احادیث نبویہ کے اصولوں پر اس کے احکام کو مُتَفَرّع کیا اور قیامت تک کے لئے امت کو بے نیاز کر دیا۔ بعض علماء نے آپ کو اس فضیلت میں سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے تشبیہ دی ہے کہ جس طرح وہ اول شخص ہیں جنہوں نے بمشورہ حضرت عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قرآن پاک کو ایک جگہ جمع فرما دیا، اسی طرح حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ نے سب سے پہلے قرآن وحدیث سے اصول مستخرج فرمائے پھر ان پر احکامِ شرعیہ متفرع کرکے فقہ کی تدوین کی اور اس علم کی بنیاد قائم کی بالیقین حضرت امام ابوحنیفہ کو خود اس پر عمل کرنے، فقہ کی تدوین کرنے اور مسائل متفرع کرنے کا اجر ملے گا اور اس کو بھی قیامت تک اجر ملتا رہے گا جس نے اس کی تدوین وتفریع میں تالیفات کیں اور مسائل کا استخراج کیا تاکہ امت بہ سہولت مسائل شرعیہ سے آگاہی حاصل کرکے اس پر عمل کرے۔[3] حدیث شریف میں ہے: جس نے نیک اور اچھا راستہ ایجاد کیا اسے اس کا اجر ہے اور جو اس پر عمل کرے گا اس کا بھی اجر ہے اور یہ اجر اسے قیامت تک ملتا رہے گا بغیر اس کے کہ اس پر عمل کرنے والوں کے اجر میں کمی ہو اور جس نے برا راستہ

---

1 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج۱، ص۱۳۷.

2 ......"الدرالمختار"، المقدمة، ج۱، ص۱۳۸۔۱۳۹.

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، المقدّمة، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج۱، ص۱۳۹۔۱۴۰.

نکالا تو اس پر اس کا گناہ ہے اور جو اس برے راستہ پر چلے اس کا گناہ ہے بغیر اس کے کہ بعد میں اس پر چلنے والوں کے گناہ میں کمی ہو۔[1] نیز حدیث پاک ہے کہ جو شخص خیر کی طرف رہنمائی کرے اس کو بھی اتنا ہی ثواب ہے جتنا اس پر عمل کرنے والے کو[2] یہ حدیثیں دراصل قواعد شرعیہ اسلامیہ کی بنیاد ہیں جن سے بڑی تعداد میں مسائل متفرع ہوتے ہیں جو نص، سنت، قیاس اور اجماع سے ثابت نہیں ہیں۔[3] (**عمدۃ المرید للقانی**)

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک و مذہب کی ایک عظیم خصوصیت یہ بھی ہے کہ اس مسلک کو اولیاء کرام کی بہت بڑی تعداد نے اختیار فرمایا جو اپنے سخت مجاہدہ میں ثابت قدم رہے اور مشاہدہ حق سے سرفراز ہوئے جیسے حضرت ابراہیم ابن ادھم بن منصور البَلخی، شقیق البَلخی بن ابراہیم الزاہد تلمیذ امام ابو یوسف القاضی متوفی ۱۹۴ھ، حضرت معروف الکرخی بن فیروز استاذ سری السقطی متوفی ۲۰۰ھ (یہ وہ بزرگ ہیں جن کی قبر سے بارانِ رحمت طلب کیا جاتا تھا)، ابی یزید بسطامی آپ کا نام طیفور بن عیسٰی ہے آپ کے دادا مجوسی سے مسلمان ہوئے متوفی ۱۶۱ھ، فضیل بن عیاض الخراسانی متوفی ۱۸۷ھ، یہ امام ابوحنیفہ کے شاگرد اور حضرت امام شافعی کے استاد ہیں اور بخاری و مسلم نے ان سے روایت کی ہے۔ حضرت داؤد طائی ابن نصر بن نصیر بن سلیمان الکوفی تلمیذ امام اعظم متوفی ۱۶۰ھ، خلف بن ایوب تلمیذ حضرت امام محمد وزفر علیہما الرحمہ متوفی ۲۱۵ھ یہ فرمایا کرتے تھے کہ **اللہ** تبارک و تعالیٰ نے اپنا علم محمد رسول **اللہ** صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم کو عطا فرمایا (جتنا چاہا) آپ سے وہ علم صحابہ کو منتقل ہوا، پھر تابعین کو، ان کے بعد حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو اب جو چاہے خوش ہو اور جو چاہے وہ ناخوش و ناراض۔ ابی حامد اللفاف ان کا نام احمد بن خضرویہ البلخی ہے متوفی ۲۶۰ھ، کبار مشائخ خراسان سے ہیں۔ عبد **اللہ** بن المبارک، آپ نہایت عابد و زاہد، فقیہ اور محدث تھے۔ ادب ونحو، لغت اور فصاحت و بلاغت میں بھی ماہر و کامل تھے۔ آئمہ اربعہ میں سے حضرت امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ کے اساتذہ میں سے ہیں اور حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں ۱۸۱ھ میں وفات پائی۔ وکیع بن الجراح بن ملیح بن عدی الکوفی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) صائم الدھر تھے، ہر رات ایک بار ختم قرآن فرماتے۔ حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے تلامذہ میں سے ہیں اور حضرت امام شافعی کے شیوخ میں ہیں ۱۹۸ھ میں وفات پائی۔ ابوبکر الوراق ان کا نام محمد بن عَمرو الترمذی ہے، اولیاء کرام سے ہیں، ان اکابر اولیاء کرام کے علاوہ حاتم اصم اور سید محمد الشاذلی بکری حنفی صاحب کشف و کرامت ہیں۔[4]

غرض ساڑھے بارہ سو سال میں مسلک احناف کے جس قدر اولیائے کرام گزرے ان کا شمار کرنا مشکل ہے ان میں سے

---

1 ......"صحیح مسلم"، کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقۃ...إلخ، الحدیث ٦٩-(١٠١٧). ص ٥٠٨.

2 ......"صحیح مسلم"، کتاب الإمارۃ، باب فضل إعانۃ الغازی...إلخ، الحدیث ١٣٣-(١٨٩٣)، ص ١٠٥٠.

3 ......"ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج١، ص ١٤٠.

4 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمۃ، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج١، ص ١٤٠-١٤٤.

ہر ایک صاحبِ علم وفضل تھے اور صاحبِ زہد وتقویٰ بھی اور صاحبِ مجاہدہ وریاضت بھی اور صاحبِ کشف وکرامت بھی۔ {ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَآءُ} (1) اگر ان حضرات کاملین کوامام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے مذہب میں ذرا بھی شک وشبہ ہوتا کہ اس کی کوئی بات بھی جادۂ حق کے خلاف ہے تو اپنے کشف وکرامت کے ہوتے ہوئے ہرگز ہرگز اس مذہب کواختیار نہ فرماتے۔ علامہ ابوالقاسم قشیری (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) حالانکہ نہایت درجہ شافعی المذہب ہیں وہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد ابوعلی الدقاق (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے طریقت ومعرفت ابو القاسم النصر أباذی سے حاصل کی، ابوالقاسم فرماتے ہیں مَیں نے اس کو شبلی رحمۃ اللّٰہ علیہ سے حاصل کیا اور انہوں نے سری سقطی (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) سے اور انہوں نے حضرت معروف کرخی (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) سے اور انہوں نے داؤد طائی (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) سے اور داؤد طائی نے یہ علم وطریقت حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ سے حاصل کیا جو کہ اس میدان کے شہسوار ہیں کیونکہ علم حقیقت کا مبنیٰ علم شریعت اور عمل بالشریعہ اور تہذیب وتصفیہ نفس ہے اور تمام بزرگانِ اسلاف نے اعتراف کیا ہے کہ امام اعظم علم شریعت وطریقت اور تہذیب وتزکیہ نفس میں کامل تھے۔ امام احمد بن حنبل علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ''امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) علم، ورع اور زہد وایثار کے اس مقام پر تھے جہاں تک کسی کی رسائی نہیں۔'' عبداللّٰہ بن مبارک (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) فرماتے ہیں: امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) کے مقابلہ میں کسی کو یہ حق نہیں کہ اس کی اقتداء کی جائے کیونکہ آپ نہایت متورّع، متقی، پاکیزہ تر اور عالم وفقیہ تھے آپ نے علم میں وہ انکشاف کیے جو دوسروں کی دسترس سے باہر تھے۔ امام ثوری (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) نے اس شخص سے جو امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) کے پاس ہوکر آیا تھا فرمایا کہ بلاشبہ تو ایسے شخص کے پاس سے آیا ہے جو تمام روئے زمین میں سب سے زیادہ عبادت گزار ہے۔ (2)

غرض تمام ہی علماء اصفیاء عرفاء نے آپ کی مدح سرائی کی ہے اور آپ کے فضل کا اقرار کیا ہے پس جو لوگ حضرت امام الائمہ ابوحنیفہ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ پر اعتراض کرتے ہیں ان کے لیے یہ ایک لمحہ فکریہ ہے کہ اگر آپ کی ذاتِ اقدس اس قدر کامل، افضل، اعلم اور اتقیٰ نہ ہوتی تو یہ عارفین کاملین اور ماہرین علم شریعت وطریقت کس طرح آپ کے جلالت علم، کمال تفقہ، زہد وورع اور فضیلت وشرف کا اقرار کرتے اور کیوں آپ کی قصیدہ خوانی کرتے اور آپ کی ذاتِ مقدسہ کو صد باعث افتخار سمجھتے اور آج تک آپ کی عظمت وجلالت کا اقرار پوری ملت اسلامیہ کو ہے یقیناً آپ اپنے فضل وکمال میں منفرد ہیں۔ حضرت عبداللّٰہ بن مبارک علیہ الرحمۃ نے آپ کی شان میں جو مدحیہ اشعار کہے اور ان میں جن خیالات کا اظہار کیا اس میں انہوں نے قطعاً مبالغہ نہیں کیا بلکہ فی الحقیقت وہ امام اعظم (رحمۃ اللّٰہ تعالیٰ علیہ) کی مدح کا حق ادا نہ کر پائے۔

اس امر میں اختلاف ہے کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ نے صحابہ (رضوان اللّٰہ تعالیٰ علیہم) سے روایت کی یا نہیں، تاریخ ابن خلکان

1 ......ترجمہ کنز الایمان: یہ اللّٰہ کا فضل ہے جسے چاہے دے۔ پ ٦، المائد: ٥٤.

2 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: یجوز تقلید المفضول...إلخ، ج١، ص ١٤٤، ١٤٦.

میں بروایت خطیب حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے پوتے کا بیان ہے کہ میں اسمٰعیل بن حماد بن النعمان بن ثابت بن النعمان بن المرزبان ابناء فارس سے ہوں اور احرار میں سے...... ہم کبھی غلام نہیں رہے۔ میرے جدِ محترم امام ابوحنیفہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے اور ثابت بن النعمان بن المرزبان حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اس وقت وہ (یعنی ثابت) صغیرُ السِّن تھے تو حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے آپ (یعنی ثابت) کے لئے دعائے خیر و برکت دی اور ان کی اولاد کے لیے برکت کی دعا کی، ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تعالٰی نے ہمارے بارے میں وہ دعا قبول فرمائی۔[1]

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کو دیکھا اور کچھ اور صحابہ (رضوان اللہ تعالٰی علیہم) کا زمانہ بھی پایا لیکن ان سے روایت نہیں کی اور ان کی رویت سے مشرف ہوئے، جن صحابہ کا زمانہ آپ نے پایا ان سے عدمِ سماع (یعنی روایت نہ کرنے) کی وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ابتداءً اس علم کی طرف متوجہ نہ تھے بلکہ اپنے کسبِ معاش میں مشغول رہتے تھے۔ جب حضرت علامہ شعبی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے آپ کی ذہانت و فطانت اور ذکاوتِ طبع کو دیکھا تو علامہ موصوف نے آپ کو علمِ دین کے حصول کی طرف متوجہ کیا اس وقت غالباً صحابہ کی وہ جماعت باقی نہ رہی ہوگی یا ان سے ملاقات نہ ہوسکی کہ آپ ان سے احادیث کا سماع کرتے۔[2] (ردالمحتار ۴۳ ج ۱)

سیدنا امام الائمہ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی وفات بغداد کے جیل خانے میں ہوئی جس میں آپ کو خلیفہ منصور عباسی نے اس جرم میں قید کر دیا تھا کہ آپ نے اس کے حکم کی خلاف ورزی کی اور عہدۂ قضاء قبول نہ فرمایا۔ روزانہ آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کو قید خانے سے باہر لایا جاتا، کوڑے لگائے جاتے، سر بازار گشت کرایا جاتا۔ ایک دن آپ کو اتنا مارا گیا کہ کمر سے خون کے فوارے چھوٹ گئے اور سخت ترین اذیت پہنچائی گئی خورد و نوش بھی بند کر دیا گیا۔ آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے بارگاہِ الٰہی میں دعا فرمائی جو قبول ہوئی اور اس کے پانچ دن بعد آپ کا وصال ہوگیا۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ منصور کی موجودگی میں آپ کو زہر کا پیالہ پینے کے لیے دیا گیا آپ نے انکار فرمایا کہ میں اپنے نفس کو خود قتل نہ کروں گا۔ پھر زبردستی آپ کے حلق میں انڈیل دیا گیا جب آپ کو اپنی موت کا یقین ہوگیا آپ نے نماز ادا فرمائی اور بحالتِ سجدہ آپ کا وصال ہوا۔[3] اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ

بِنا کردَنْد خوش رسمے بخاک و خوں غَلطیدَن ۔۔۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را[4]

---

1 ...... "وفيات الأعيان"، أبو حنيفة (٧٦٥)، ج٤، ص٥٧٧.

2 ...... "الدر المختار" و "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: فيما إختلف فيه من رواية... إلخ، ج١، ص١٤٧-١٥٣.

3 ...... المرجع السابق، مطلب: يجوز تقليد المفضول... إلخ، ج١، ص١٥٦-١٥٧.

4 ...... ترجمہ: ایک اچھی رسم کی بنیاد ڈال کر خاک و خون میں لتھڑ گئے، اللہ عزوجل ان عاشق بزرگ ہستیوں پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔

آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی ولادت ۸۰ھ میں ہوئی وفات ۱۵۰ھ میں عمر مبارک ۷۰ سال تھی۔ باقی آئمہ ثلاثہ کی تاریخ ولادت ووفات بالترتیب یہ ہے۔ حضرت سیدنا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۹۰ھ میں ہوئی اور وفات ۱۷۹ھ میں، نواسی سال عمر مبارک ہوئی۔ حضرت سیدنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۵۰ھ میں ہوئی اور وفات ۲۰۴ھ میں، چوّن ۵۴ سال عمر مبارک پائی۔ سیدنا حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت ۱۶۴ھ میں ہوئی اور وفات ۲۴۱ھ میں، ستتر سال عمر مبارک ہوئی۔ [1]

امام صاحب اور آپ کے تلامذہ میں اختلاف کی وجہ:

سیدنا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ اور آپ کے اصحاب وتلامذہ کے مابین اختلاف کی حکمت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک بار حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ ایک راستہ سے گزر رہے تھے آپ نے دیکھا کہ ایک کم سن بچہ کیچڑ میں کھیل رہا ہے آپ نے ازراہ تَلَطُّف فرمایا: کہیں گر نہ جانا۔ اس بچہ نے برجستہ جواب دیا: آپ بچئے کہیں آپ پھسل کر گر نہ جائیں کیونکہ اگر آپ گریں گے تو عـــالَـم کے گر جانے کا اندیشہ ہے۔ کم سن بچہ کے اس معنی خیز جواب سے آپ متاثر ہوئے اور آپ نے اپنے اصحاب وتلامذہ سے فرمایا: اگر تمہیں مسائل شرعیہ میں میرے قول کے خلاف کوئی قوی دلیل ملے تو اسے اختیار کرلو۔ آپ کی اس ہدایت کے بعد آپ کے تلامذہ میں سے ہر ایک آپ ہی کی روایت سے مسائل اخذ کرتا تھا۔ [2] اس طرح آپ کے اصحاب کا کوئی قول ایسا نہیں ہے جو امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کے قول سے باہر ہو۔ "ولوالجیہ" کتاب الجنایات میں ہے امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے فرمایا: میں نے کوئی بات ایسی نہیں کہی جس میں، مَیں نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) کی مخالفت کی ہو۔ میں نے وہی بات کہی جو آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے فرمائی تھی۔ حضرت امام زُفر علیہ الرحمہ سے بھی یہی منقول ہے کہ میں نے کبھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مخالفت نہیں کی مگر یہ کہ قولِ امام بیان کیا پھر آپ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) نے اس سے رجوع فرمایا۔ اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اصحابِ امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) آپ کے طریقہ کے خلاف نہیں گئے بلکہ انہوں نے جو کچھ کہا وہ اجتہاداً ورائے اور قیاس سے کہا اور اسی قول کا اتباع کیا جو ان کے استاد نے فرمایا۔ [3]

"اَلْحَاوِیُ الْقُدْسِی" کے اواخر میں ہے: جب اصحاب امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) میں سے کسی کے قول کو اخذ کیا جائے تو یقین سے جان لینا چاہیے کہ ان کا یہ قول امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) ہی سے اخذ کیا گیا ہے۔ کیونکہ آپ کے تمام اکابر تلامذہ سے یہی روایت ہے (جیسے امام ابو یوسف، امام محمد، امام زُفر اور امام حسن رحمہم اللہ تعالٰی) کہ ہم نے کسی مسئلہ میں وہی قول کیا ہے

1 ......"ردالمحتار" المقدمة، مطلب : فی مولد الآئمة... إلخ، ج ۱، ص ۱۵۷.

2 ......"الدر المختار"، المقدمة، ج ۱، ص ۱۵۸.

3 ......"ردالمحتار" المقدمة، مطلب : فی مولد الآئمة... إلخ، ج ۱، ص ۱۵۹.

جوہم نے امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے روایت کیا ہے اور یہ بات انہوں نے بڑی یقین دہانی کے ساتھ بیان کی ہے لہٰذا فقہ میں کوئی مسئلہ اور مذہب، مذہب امام کے علاوہ نہیں ہے اور جس قول کی نسبت کسی دوسرے کی طرف ہے وہ مجازاً ہے اور ظاہر میں ہے فی الحقیقت وہ امام ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ کا قول ہی ہے۔[1] خصوصاً جب امام اعظم علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ جب کسی مسئلہ پر تمہیں اقوی دلیل مل جائے اسے اختیار کرلو۔ تو اگر چہ یہ الفاظ اپنے قول سے رجوع کرنا ثابت کرتے ہیں، تاہم چونکہ آپ کے اصحاب نے قوی دلیل سے مسئلہ کے علم کو انہیں اصول وقواعد سے ثابت کیا ہے جو آپ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) نے خود مقرر فرما دیئے ہیں اس لئے درحقیقت آپ کے اصحاب کا وہ قول بھی امام اعظم ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا قول ہی مانا جائے گا اور وہ مرجوع عنہ نہ ہوگا۔

علامہ بیری نے اپنی کتاب ''شرح الاشباہ'' میں بیان کیا ہے کہ کوئی حدیث ایسی ملے جو مذہب امام کے خلاف ہو تو حدیث ہی پر عمل کیا جائے اور یہی حدیث امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا مذہب ہے کیونکہ صحیح روایت سے آپ سے مروی ہے۔ ''اِذَا صَحَّ الْحَدِیْثُ فَھُوَمَذْھَبِیْ'' حدیث اگر صحیح ہے تو یہی میرا مذہب ہے۔[2]

حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے اختلاف روایت کی وجوہات:

حضرت امام ابوحنیفہ علیہ الرحمہ کے اصحاب وتلامذہ نے ایک ہی مسئلہ میں آپ سے مختلف روایات بیان کی ہیں اور یہی ایک وجہ ان کے مابین مسائل میں اختلاف حکم کی ہے امام ابوبکر البلیغی اس مسئلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے ''درر'' میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) سے اختلاف روایت کئی وجوہات سے ہوسکتا ہے: **اوّل** یہ کہ سامع کو سننے میں غلطی ہوگئی ہو۔ **دوم** یہ کہ امام نے اپنے قول سے رجوع فرمالیا ہو کسی نے یہ رجوع خود اپنے کانوں سے سن لیا اور کسی نے نہیں سنا تو اسے رجوع کا علم نہ ہوا۔ **سوم** یہ کہ امام نے ایک قول علی وجہ القیاس فرمایا اور دوسرا قول بروجہ استحسان فرمایا تو جس نے جو سنا روایت کردیا۔ **چہارم** یہ کہ کسی مسئلہ کے مختلف پہلو تھے آپ نے ایک پہلو سامنے رکھ کر ایک جواب دیا اور دوسرے پہلو کو مدنظر رکھ کر دوسرا جواب دے دیا، ان کے علاوہ بھی علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اپنے رسالہ ''شرح عقود رسم المفتی المنظوم'' میں کچھ اور صورتیں بھی اختلاف روایات کی وجوہ میں بیان فرمائی ہیں۔[3] (رسائل ابن عابدین شرح عقود رسم المفتی المنظوم ۲۳)

---

1 ......''الحاوی القدسی''، کتاب الحیل، فصل اذا إختلف الروایات... إلخ، ص ۱۸۱.

2 ......''ردالمحتار''، المقدمۃ، مطلب: صح عن الإمام أنہ قال... إلخ، ج ۱، ص ۱۵۹، ۱۶۰.

3 ......''مجموعۃ رسائل ابن عابدین''، الرسالۃ الثانیۃ: شرح ''عقود رسم المفتی''، ج ۱، ص ۲۲.

آداب الافتاء:

مفتی کے لئے ضروری ہے کہ مسائل شرعیہ اور کتب فقہیہ میں اس کا مطالعہ وسیع ہو، اُصولِ فقہ اور قواعدِ فقہیہ سے واقف ہو، اس کے ساتھ ساتھ قرآنی احکام، احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اور تفسیر پر بھی اس کی نگاہ ہو، نیز استدلال اور روایت و درایت سے بھی اسے حصہ ملا ہو کیونکہ بغیر علم شریعت فتویٰ لکھنا سراسر جہالت ہے اس لئے ضروری ہے کہ مفتی کو یہ علم حاصل ہو کہ طبقاتِ مسائل کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں نیز طبقات الفقہاء کتنے ہیں اور کون کون سے ہیں اس لئے سب سے پہلے ہم ان دونوں کو بیان کریں گے اس کے بعد آداب الافتاء پر روشنی ڈالیں گے۔

طبقات مسائل:

علماء احناف کے نزدیک مسائل تین طبقات پر ہیں۔

(۱) مسائل الاصول: ان کو ظاہر الروایۃ بھی کہتے ہیں۔ یہ وہ مسائل ہیں جو اصحاب المذہب سے مروی ہیں۔ یعنی سیدنا حضرت حسن بن زیاد رحمہ اللہ تعالیٰ وغیرہ اور وہ حضرات جنہوں نے حضرت امام ابوحنیفہ، سیدنا حضرت امام ابو یوسف، سیدنا امام محمد علیہم الرحمۃ والرضوان سے روایت کی، لیکن مشہور واغلب ظاہر الروایہ کے بارے میں یہ ہے کہ ظاہر الروایہ حضرت امام اعظم، امام ابو یوسف اور امام محمد علیہم الرحمہ کے اقوال ہی کو کہتے ہیں اور ظاہر الروایہ کا اطلاق جن کتابوں پر ہے وہ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ کی یہ چھ کتابیں ہیں:

(۱) مبسوط (۲) جامع صغیر (۳) جامع کبیر (۴) زیادات (۵) سیر صغیر (۶) سیر کبیر۔ ان کو ظاہر الروایہ اس لئے کہا جاتا ہے کیونکہ یہ کتابیں حضرت امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے ثقہ راویوں نے روایت کی ہیں اس لئے یہ آپ سے بہ تواتر ثابت یا مشہور ہیں۔[1]

(۲) مسائل نوادر:

یہ وہ مسائل ہیں جن کے راوی تو مذکورہ بالا اصحاب ہی ہیں لیکن یہ مسائل مذکورہ بالا چھ کتابوں میں نہیں ہیں جن کو ظاہر الروایہ کے نام سے موسوم کیا گیا ہے بلکہ یہ مسائل یا تو امام محمد علیہ الرحمہ کی دوسری کتابوں میں مذکور ہیں جیسے کیسانیات، ہارونیات، جرجانیات اور رقیات۔ ان کتابوں کو غیر ظاہر الروایہ کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ کتابیں امام محمد علیہ الرحمۃ سے ایسی روایات صحیحہ ثابتہ اور ظاہرہ سے مروی نہیں ہیں جیسی کہ پہلی چھ کتابیں ہیں یا پھر وہ مسائل ان کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں مذکور ہیں جیسے حسن بن زیاد کی ''اَلْمُجَرَّد''، وغیرہا اور کتب الامالی جو حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ نے املاء کرائی تھیں۔[2]

---

1 ......''ردالمحتار''،المقدمۃ،مطلب:رسم المفتی،ج۱،ص۱۶۳.

2 ......المرجع السابق.

(۳)الواقعات:

طبقات مسائل کی یہ تیسری قسم ہے۔ یہ وہ مسائل ہیں جن کو بعد کے مجتہدین نے مرتب ومولف فرمایا(1) جوکہ امام ابو یوسف اورامام محمد کے تلامذہ یا ان کے تلامذہ کے تلامذہ ہیں ان کی بہت بڑی تعداد ہے صاحبین (امام ابو یوسف وامام محمد) کے تلامذہ میں عصام بن یوسف، ابن رستم، محمد بن سماعۃ، ابوسلیمان جرجانی، ابوحفص البخاری وغیرہم ہیں اوران کے بعد کا گروہ محمد بن مسلمہ، محمد بن مقاتل، نصیر بن یحیٰی، ابوالنصر القاسم بن سلام وغیرہم پر مشتمل ہے کبھی ایسا ہوا ہے کہ ان حضرات نے اپنے قوی دلائل واسباب کی بناء پر اصحاب مذہب کے خلاف کسی مسئلہ کو ثابت کیا ہے ان کے فتاویٰ میں جو کتاب سب سے پہلے منظر عام پر آئی وہ کتاب **النوازل** ہے جوفقیہ ابواللیث سمرقندی کی ہے ان کے بعد دیگر فقہاء نے بہت سے مجموعے مرتب فرمائے جیسے **مجموع النوازل** ،**واقعات الناطفی** اور**واقعات صدرالشہید** وغیرہا۔ پھر بعد کے فقہاء نے ان کے مسائل کو مخلوط وغیر متمیز طور پر بیان فرمایا جیسا کہ ''**فتاویٰ قاضی خان**'' اور''**الخلاصہ**''وغیرہما میں ہیں اور بعض فقہاء نے ان کو ترتیب وتمیز کے ساتھ بیان فرمایا جیسے رضی الدین السرخی کی کتاب''**المحیط**''انہوں نے اس کی ترتیب میں اولاً مسائل الاصول بیان فرمائے پھر نوادر پھر فتاویٰ کو ذکر کیا۔ یہ ذکر کرنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مسائل اصول میں الحاکم الشہید کی تصنیف کتاب''**الکافی**''،نقل مذہب میں بڑی معتمد کتاب ہے اس کو قبول عام حاصل ہوا اور بڑے بڑے اکابر علماء، فقہاء نے اس کی شرحیں لکھیں جیسے امام شمس الائمہ السرخسی کی''**مبسوط سرخسی**'' اس کے بارے میں علامہ طرسوسی کا بیان ہے کہ''مبسوط سرخسی'' کا مقام یہ ہے کہ اسی پر اعتماد کیا جاتا ہے۔اس کے مطابق فتویٰ دیا جاتا ہے اوراس کے خلاف پر عمل نہیں کیا جاتا۔ کتب مذہب میں ایک اور کتاب''**اَلْمُنْتَقٰی**'' بھی ہے یہ بھی انہیں کی ہے لیکن اس کا وہ مقام نہیں، اس میں کچھ نوادر بھی ہیں''**المبسوط**''، جوحضرت امام محمد رحمۃ اللّٰہ علیہ سے روایت کی گئی ہے اس کے متعدد نسخے ہیں ان میں سب سے بہتر وہ نسخہ ہے جوابوسلیمان جوزجانی سے مروی ہے متاخرین علماء فقہ نے مبسوط کی بہت سی شروح لکھی ہیں۔ (2)

امام محمد علیہ الرحمہ کی ہر وہ تصنیف جس میں لفظ صغیر لگا ہوا ہے اس میں وہ مسائل ہیں جن کی روایت حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے آپ کے شاگرد امام محمد نے بواسطہ حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کی ہے لیکن جن مسائل کی روایت امام محمد(رحمۃاللّٰہ تعالیٰ علیہ) نے بلاواسطہ اور براہ راست حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ والرضوان سے کی ان کے ساتھ''کبیر'' کا لفظ لگایا گیا۔(3) اسی طرح نوادران مسائل کے لئے استعمال کیا گیا جن کی روایت امام محمد علیہ الرحمۃ نے ان مذکورہ چھ۶ کتابوں کے علاوہ دوسری کتابوں میں امام اعظم اورامام ابو یوسف رحمہمااللّٰہ تعالیٰ سے کی ان کو''**الکیسانیات**''،''**الھارونیات**''،''**الجرجانیات**''

---

1 ......یعنی استنباط کیا۔

2 ......"ردالمحتار"،المقدمۃ،مطلب: رسم المفتی،ج۱،ص۱٦٤۔۱٦٦.

3 ......المرجع السابق،ص۱٦٧.

اور''الرقیات'' سے موسوم کیا[1] اور نوازل ان مجموعہ مسائل کو کہا گیا ہے جن مسائل کو مشائخ مجتہدین مذہب سے دریافت کیا گیا اور انہوں نے ان مسائل میں کوئی نص نہ پائی اور اپنے اجتہاد سے ان مسائل کی تخریج کی اور ان کے احکام بیان فرمائے۔[2]

صاحب البحر نے فرمایا: محمد بن الحسن کی ہر وہ تصنیف جس میں لفظ'' صغیر'' لگا ہوا ہے اس میں امام محمد اور امام ابو یوسف (رحمۃاللہ تعالٰی علیہما) متفق ہیں بخلاف اس تصنیف کے جس میں لفظ'' کبیر'' لگا ہوا ہے وہ امام ابو یوسف (علیہ الرحمہ) پر پیش نہیں کی گئی۔[3] (مبحث التشھد)

(امام محمد علیہ الرحمۃ کی) کتاب ''اصل'' کا نام اس لئے اصل رکھا گیا کہ امام محمد علیہ الرحمہ نے اسے سب سے پہلے تصنیف فرمایا اس کے بعد ''الجامع الصغیر'' پھر ''الجامع الکبیر''، [4] صاحب البحر نے فرمایا کہ '' الجامع الصغیر'' کو امام محمد علیہ الرحمۃ نے ''اصل'' کے بعد تصنیف فرمایا اس میں جو کچھ ہے وہ معتمد علیہ ہے۔[5] (باب الصلوۃ)

کتاب الجامع الصغیر کی وجہ تصنیف:

اس کتاب کی وجہ تصنیف یہ ہے کہ حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ نے امام محمد علیہ الرحمہ سے فرمایا کہ تم میرے لئے وہ تمام روایات ایک کتاب میں جمع کردو جو تم نے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے کی ہیں۔اس حکم کی تعمیل میں حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے وہ تمام مرویات ایک جگہ جمع فرمادیں اور ان کو حضرت امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے سامنے پیش کیا جن کو انہوں نے بے حد پسند فرمایا یہ کتاب (یعنی الجامع الصغیر) ۱۵۳۲ پندرہ سو بتیس مسائل پر مشتمل ایک مبارک کتاب ہے، بقول علامہ بزدوی: امام ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ) اپنے جلالت علم وعظمت کے باوجود اس کتاب کو ہمیشہ سفر وحضر میں اپنے ساتھ رکھتے تھے۔علی الرازی فرماتے ہیں: جس شخص نے اس کتاب کو سمجھ لیا وہ ہمارے تمام ساتھیوں میں سب سے زیادہ صاحبِ فہم مانا جاتا ہے۔اس دور میں کسی شخص کو اس وقت تک قاضی نہیں بنایا جاتا جب تک اسے پرکھ نہ لیا جائے کہ وہ الجامع الصغیر کو سمجھتا ہے اور پڑھتا ہے۔[6]

وجہ تصنیف ''السیر الکبیر'':

امام شمس الائمہ سرخسی ''السیر الکبیر'' کی شرح میں فرماتے ہیں کہ ''السیر الکبیر'' امام محمد علیہ الرحمہ کی آخری تصنیف ہے

1 ......''مجموعۃ رسائل ابن عابدین''، الرسالۃ الثانیۃ:شرح ''عقود رسم المفتی''،ج۱،ص۱۶،۱۷.

2 ......''ردالمحتار''،المقدمۃ،مطلب:رسم المفتی،ج۱،ص۱۶۴.

3 ......''البحرالرائق''،کتاب الصلاۃ،باب صفۃ الصلاۃ،ج۱،ص۵۷۹.

4 ......''النہرالفائق''،کتاب الصلاۃ،باب صلاۃ العیدین،ج۱،ص۳۶۶.

5 ......''البحرالرائق''،کتاب الصلاۃ، باب صلاۃ العیدین،ج۲،ص۲۷۶.

6 ......''مجموعۃ رسائل ابن عابدین''، الرسالۃ الثانیۃ:شرح''عقود رسم المفتی''،ج۱،ص۱۹.

اس کی وجہ تصنیف یہ تھی کہ آپ کی کتاب "السیر الصغیر" اہلِ شام کے ایک جلیل القدر عالم حضرت عبدالرحمٰن بن عَمْرو الاوزاعی کے پاس پہنچی۔ انہوں نے پوچھا یہ کس کی تصنیف ہے بتایا گیا کہ امام محمد بن الحسن عراقی کی برجستہ ان کی زبان سے نکلا "اہلِ عراق کو اس موضوع میں تصنیف سے کیا لگاؤ وہ علم السیر اور مغازی رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلَّم کو کیا جانیں کیونکہ غزوات زیادہ تر شام میں ہوئے۔ غزوات کا علم وہاں کے لوگوں کو زیادہ ہے اور حجاز کے لوگوں کو، نہ کہ عراق والوں کو۔ امام اوزاعی کی یہ بات جب امام محمد علیہ الرحمۃ کو پہنچی آپ کو بہت شاق گزری اور اس کا عملی جواب دینے کے لئے "السیر الکبیر"، تصنیف فرمائی۔ آپ کی یہ کتاب جب عبدالرحمٰن بن عمرو الاوزاعی نے مطالعہ فرمائی تو وہ حیرت زدہ رہ گئے اور فرمایا: اگر اس کتاب میں احادیث صحیحہ نہ ہوتیں تو میں کہہ دیتا کہ وہ من گھڑت علم سے کام لیتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کی رائے کو صحیح جواب کے لئے متعین فرمایا ہے۔ اللہ رب العزت نے صحیح فرمایا ﴿وَفَوْقَ كُلِّ ذِيْ عِلْمٍ عَلِيْمٌ۝۷۶﴾[1] اس کتاب کو تصنیف فرمانے کے بعد حضرت امام محمد علیہ الرحمہ نے اس کو ساٹھ جلدوں (دفتروں) میں لکھوایا اور اس کو خلیفہ وقت کے دربار میں بھجوایا۔ خلیفہ وقت نے اسے بے حد پسند کیا اور اس کو اپنے زمانۂ حکومت کا عظیم اور قابلِ فخر کارنامہ قرار دیا۔ (مجموعہ رسائل ابن عابدین، ج۱)[2]

طبقات الفقهاء

ایک مفتی کے لئے جس طرح طبقات المسائل اور معتبر و مستند کتبِ فقہیہ اور فتاویٰ کا علم ہونا ضروری ہے اسی طرح اس کے علم میں یہ بات بھی ہونی چاہئے کہ طبقات الفقہاء کتنے ہیں اور کس فقیہ کا درجہ کیا ہے تاکہ اسے یہ معلوم ہو سکے کہ کس فقیہ کا قول معتبر اور قابلِ اِستناد ہے اور کون درجہ اعتبار میں نہیں اس لئے ہم طبقات الفقہاء کا بیان کرنا بھی ضروری خیال کرتے ہیں۔ علمائے ماہرین فقہ و شریعت نے فقہاء کے سات طبقات بیان فرمائے ہیں۔

۱ ۔ طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الشَّرْعِ:

جیسے ائمہ اربعہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنھم) اور وہ لوگ جو قواعدِ اصول کی تاسیس میں نیز اَدِلۂ اربعہ (قرآن پاک، احادیث، قیاس اور اجماع) سے احکام فرعیہ کے استنباط میں اصول و فروع میں بغیر کسی اور کی تقلید کے ان ہی ائمہ اربعہ کے مسلک پر ہی رہے۔[3]

---

1 ......پ ۱۳، یوسف: ۷۶.

2 ......"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتي"، ج۱، ص۱۹، ۲۰.

3 ......المرجع السابق، ص ۱۱.

۲ ۔ طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الْمَذْهَب:

جیسے امام ابو یوسف، امام محمد اور جملہ تلامذہ امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہم ، یہ حضرات اس امر کی قدرت رکھتے تھے کہ ادلۂ اربعہ سے اپنے استاد حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مستخرجہ قواعد واُصول کے مطابق احکام شرعیہ کا استخراج کرسکیں۔[1]

۳ ۔ طَبَقَةُ الْمُجْتَهِدِيْنَ فِي الْمَسَائِل:

یہ وہ حضرات ہیں جو ایسے مسائل کا استنباط جن کے بارے میں کوئی روایت صاحبِ المذہب سے نہیں ملتی اپنے آئمہ کرام کے مقرر کردہ قواعد واُصول کے مطابق کرتے ہیں جیسے علامہ خصاف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ متوفی ۲۶۱ھ، علامہ ابو جعفر الطحاوی متوفی ۳۲۱ھ، حضرت ابو الحسن الکرخی متوفی ۳۴۰ھ، حضرت شمس الائمہ الحلوانی متوفی ۴۵۶ھ، حضرت شمس الائمہ السرخسی متوفی ۵۰۰ھ، حضرت فخر الاسلام بزدوی متوفی ۴۸۲ھ، علامہ فخر الدین قاضی خان متوفی ۵۹۳ھ وغیرہم، یہ حضرات نہ اصول میں نہ فروع میں کسی میں بھی اپنے امام کی مخالفت نہیں کرسکتے۔[2]

۴ ۔ طَبَقَةُ اَصْحَابِ التَّخْرِيْجِ مِنَ الْمُقَلِّدِيْنَ:

جیسے امام رازی متوفی ۳۷۰ھ وغیرہ یہ حضرات اجتہاد پر بالکل قادر نہیں لیکن چونکہ یہ جملہ قواعد واُصول کا پورا علم اور مسائل وقواعد کے ماخذ سے پوری واقفیت رکھتے تھے اس لئے ان میں یہ صلاحیت تھی کہ ایسے اُمور کی تفصیل بیان کردیں جہاں امام مذہب سے ایسا قول مروی ہو جو مجمل ہے اور اس میں دو صورتیں نکل رہی ہوں یا کوئی ایسا قول جو دو چیزوں کا محتمل ہے اور وہ صاحبِ مذہب سے یا ان کے تلامذۂ مجتہدین میں سے کسی ایک سے مروی ہے اس کی تشریح وتفصیل اُصول وقیاس اور امثال و نظائر کی روشنی میں بیان کردیں صاحبِ ہدایہ نے جہاں کہیں کہا ہے **كذا في تخريج الكرخي يا كذا في تخريج الرازي**، اس کا یہی مطلب ہے جو ابھی بیان کیا گیا ہے۔[3]

۵ ۔ طَبَقَةُ اَصْحَابِ التَّرْجِيْحِ مِنَ الْمُقَلِّدِيْنَ:

جیسے ابو الحسن قدوری متوفی ۴۲۸ھ، صاحب الہدایہ متوفی ۵۹۳ھ وغیرہما۔ ان کا مقام یہ ہے کہ یہ حضرات بعض روایات کو بعض پر تفضیل دینے کی اہلیت رکھتے تھے جیسے وہ کسی روایت کی تفضیل میں فرماتے ہیں: **هذا أولى يا هذا أصح يا هذا أوضح يا هذا أوفق للقياس وغيرها**۔[4]

---

1 ......"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتي"، ج١، ص١١.

2 ......المرجع السابق، ص١٢.

3 ......المرجع السابق، ص١٢.

4 ......المرجع السابق.

٦ـ طَبَقَةُ الْمُقَلِّدِيْنَ الْقَادِرِيْنَ عَلَى التَّمْيِيْزِ:

جیسے صاحب کنز، صاحب المختار، صاحب الوقایہ، اور صاحب المجمع اور اصحاب المتون المعتبرة۔ ان کا درجہ یہ ہے کہ یہ حضرات اپنی کتابوں میں ضعیف ومردود اقوال بیان نہیں کرتے اور روایات میں قوی، اقویٰ، ضعیف، ظاہر الروایۃ، ظاہر المذہب اور روایت نادرہ میں امتیاز وتمیز کرنے کے اہل ہیں۔[1]

٧ـ طَبَقَةُ الْمُقَلِّدِيْنَ الَّذِيْنَ لَايَقْدِرُوْنَ عَلَى مَا ذُكِرَ:

یہ حضرات کھرے کھوٹے، کمزور وقوی اور دائیں بائیں میں امتیاز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے بلکہ انہیں جہاں سے بھی جو کچھ موادمل جاتا ہے اسے جمع کرتے ہیں اور اندھیرے میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہیں یہ لوگ ہرگز ہرگز اس قابل نہیں کہ ان کی تقلید کی جائے یا ان سے مسائل میں رجوع کیا جائے۔[2] (شرح عقود رسم المفتی المنظوم لابن عابدین ١١، ردالمحتار ١ ٥١۔٥٢ ج ١)

تنبیه:

١۔ احکام شریعت کا علم حاصل کرنے کے لئے افتاء ایک لازمی اور ضروری امر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا: ﴿فَسْـَٔلُوْۤا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ﴾[3] اگر تم نہیں جانتے ہو تو جاننے والوں یعنی اہل علم سے پوچھ لو۔

اس سے معلوم ہوا کہ ایک طبقہ ملت کا ایسا ہوگا جسے علمِ دین پر عبور حاصل نہ ہوگا اور ایک طبقہ ایسا ہوگا جو صاحبِ علم وفضل ہوگا اور اسے علمِ دین میں بصیرت حاصل ہوگی چونکہ ہر مسلمان کے لئے وہی راستہ اختیار کرنا ضروری ہے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ الصلوۃ والسلام کا پسندیدہ راستہ ہے اس لئے ہر شخص کو اپنا ہر عمل اسلام کے احکام کے مطابق رکھنا چاہیے اور اگر کسی کو کسی معاملہ میں شریعت کا حکم معلوم نہیں ہے تو اسے اہلِ علم کی طرف رجوع کرنا چاہئے اور ان سے سوال کر کے حکم شرعی معلوم کرنا چاہئے اسی اُصول کے مطابق زمانۂ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے آج تک مسلمانوں کا یہی طریقہ رہا ہے کہ اگر انہیں کسی چیز کے جواز یا عدم جواز کا علم نہیں ہے تو انہوں نے بلا تأمل اہل علم سے اس کا حکمِ شرعی معلوم کرلیا ہے ہر زمانہ میں لوگ علمائے شریعت کی طرف مسائل شرعیہ کا علم حاصل کرنے کے لئے رجوع کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ دارالافتاء کا قیام عمل میں آیا اور اب وہ یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے یہ جان لینا ضروری ہے کہ مفتی کون ہے۔

صاحب فتح القدیر شارح ہدایہ فرماتے ہیں: ''اصولیین مضبوطی کے ساتھ یہ رائے رکھتے ہیں کہ مفتی کا درجہ صرف مجتہد

---

1 ......"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتي"، ج١، ص١٢.

2 ......المرجع السابق.

و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: في طبقات الفقهاء، ج١، ص١٨١۔١٨٤.

3 ......پ ١٧، الانبياء: ٧.

کو حاصل ہوتا ہے۔ جو شخص خود مجتہد نہیں ہے لیکن اسے مجتہد کے اقوال زبانی یاد ہیں وہ مفتی نہیں ہے اس سے جب مسئلہ دریافت کیا جائے تو اسے بطورِ نقل وحکایت کسی مجتہد کا قول جواب میں بتانا چاہئے۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ ہمارے زمانے میں (یعنی زمانہ مصنف فتح القدیر میں) جو علماء فتویٰ دیتے ہیں حقیقت میں وہ فتویٰ نہیں ہے بلکہ اصل میں کسی مجتہد مفتی کا قول ہے جو نقل کر دیا گیا ہے تا کہ مُستَفتی اس پر عمل کرے۔ مجتہد سے اس کا قول نقل کرنے کے دو طریقے ہیں **اول** یہ کہ یا تو وہ قول اس کے پاس کسی صحیح سند سے پہنچا ہو۔ **دوم** یہ کہ اس نے مجتہد کا وہ قول کسی ایسی مشہور کتاب سے لیا ہو جو دیگر علماء کے ہاتھوں میں رہتی ہو جیسے امام محمد بن الحسن رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کی کتابیں اور ایسے ہی دوسری کتب فقہیہ جو اپنی روایت واسناد کے اعتبار سے خبر متواتر یا خبر مشہور کے درجہ میں ہیں۔[1] (ردالمحتار ۴۷ج ۱)

۲۔ آداب الافتاء کے سلسلے میں دوسری بات یہ ہے کہ علمائے احناف روایات ظاہرہ میں جن مسائل پر متفق ہیں فتویٰ یقیناً انہیں پر ہوگا لیکن اگر روایات ظاہرہ میں ہمارے علماء کا اتفاق نہیں ہے تو واضح یہ ہے کہ فتویٰ علی الاطلاق امام اعظم علیہ الرحمہ کے قول پر ہوگا لیکن اگر حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ سے اس مسئلہ میں کوئی روایت نہ ملے تو پھر فتویٰ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے قول پر دیا جائے گا اور اگر ان سے بھی کوئی قول نہ ملے تو پھر فتویٰ حضرت امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول پر دیا جائے۔[2]

''سراجیہ'' میں ہے: ایک قول یہ ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں امام ابو حنیفہ (رحمۃ اللہ علیہ) ایک جانب اور آپ کے صاحبین دوسری جانب ہوں تو مفتی کو اختیار ہے کہ وہ جس قول کو چاہے اختیار کرے اور اگر مفتی مجتہد نہ ہو تو اول قول اصح ہے۔[3] ان تینوں کے بعد پھر امام زُفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول پر فتویٰ دیا جائے گا اور پھر امام حسن بن زیاد کے قول پر[4] (درمختار) اور ''الحاوی القدسی'' میں اس امر کی تصحیح فرمائی ہے کہ اگر ان میں سے کسی کے قول کی تائید میں قوۃ مدرکہ یعنی قوی دلیل موجود ہے تو ایسی صورت میں وہ قول اختیار کیا جائے ورنہ یہی ترتیب قائم رکھی جائے گی۔[5] اسی وجہ سے علمائے احناف کبھی کبھی حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے بعض اصحاب کے قول کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ اس کی تائید میں دلیل قوی موجود ہو جیسے کہ سترہ ۱۷ مسائل[6] میں علماء نے امام زُفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول کو ترجیح دی ہے لہٰذا وہ ہمارے لئے بھی قابل ترجیح ہیں کیونکہ وہ دلیل

---

1 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب : رسم المفتی ، ج ۱ ، ص ۱۶۲ .
و"فتح القدير"، كتاب أدب القاضی، ج٦، ص ٣٦٠ .

2 ......"الدرالمختار"، المقدمة ، ج ۱، ص ۱۶۲ ـ ۱۶۹ .

3 ......"الفتاوی السراجية"، كتاب أدب المفتی والتنبيه علی الجواب، ص ۱۵۷ .
تفصیلات کے لیے ''فتاویٰ رضویہ'' (مُخَرَّجہ)، ج ۱، حصہ الف، ص ۱۰۵ تا ۱۰۸ ملاحظہ فرمالیں۔

4 ......"الدرالمختار"، المقدمة ، ج ۱ ، ص ۱۶۹ .

5 ......"الحاوی القدسی"، كتاب الحيل، فصل إذا اختلف الروايات...إلخ، ص ۱۸۱ .
و"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتی"، ج ۱، ص ۲٦ .

6 ...... یہاں ۱۷ مسائل کا ذکر ہے جبکہ علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ نے ردالمحتار، ج ۵، ص ۳۳۸، میں ۲۰ ایسے مسائل کی صراحت ذکر کی ہے جہاں امام زفر رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے قول پر فتویٰ ہے۔... **علمیہ**

میں گہری نظر رکھتے ہیں۔[1] (مجموعہ رسائل ابن عابدین)

۳۔ جب امام اعظم رحمۃاللّٰہ تعالٰی علیہ سے کسی مسئلہ میں روایات مختلف ہوں یا اس مسئلہ میں آپ سے یا آپ کے اصحاب سے کوئی روایت نہ ملے تو پہلی صورت میں جو روایت حجت و دلیل کے اعتبار سے اقوی ہو اُسے اختیار کیا جائے اور دوسری صورت میں یعنی جبکہ امام اعظم اور آپ کے اصحاب سے اس مسئلہ میں کوئی روایت ہی موجود نہ ہو دیکھے کہ متأخرین کا اس میں کیا قول ہے اگر متأخرین ایک ہی قول پر متفق ہیں تو اس قول کو اختیار کرے اور اگر متأخرین میں اختلاف ہے تو جس قول پر اکثر ہیں، پھر اسے اختیار کرے جس پر کہ مشہور اکابرین نے اعتماد کیا ہو جیسے امام ابو حفص، امام ابوجعفر، ابواللیث اور امام طحاوی وغیرہم، اگر مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر کوئی نص نہیں ملتی، نہ قولِ مجتہد، نہ اقوال متأخرین، تو پھر مفتی خود ہی اس پر علم شریعت کی روشنی میں غور وفکر کرے اور تدبّر سے کام لے اور حتی الوسع کوشش کرے کہ اس کا حکم نکل آئے تا کہ اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو۔ لیکن جزاف یعنی اٹکل اور بے تکی باتوں سے کام نہ لے،[2] اللّٰہ (عزوجل) سے ڈرتا رہے اور گہرا غور وفکر کرے کیونکہ یہ نہایت عظیم ذمہ داری ہے اس میں جزاف کی جسارت وہی کرسکتا ہے جو جاہل اور بد بخت ہے[3] (ردالمحتار ۴۸ ج ۱)

فائدہ :

علامہ شامی رحمۃاللّٰہ تعالٰی علیہ فرماتے ہیں: ''علماء کرام نے بیان فرمایا ہے عبادات کے مسائل میں فتویٰ مطلقاً قول امام اعظم پر ہے۔ مسائل ذوی الارحام میں فتویٰ قول امام محمد پر ہے اور مسائل قضا میں فتویٰ قول امام ابو یوسف پر ہے جیسا کہ ''قنیہ'' اور ''بزازیہ'' میں مذکور ہے اور ''شرح بیری'' میں مزید یہ ہے کہ مسائل شہادت میں بھی فتوی قول امام ابو یوسف رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ پر ہے اور صرف سترہ ۱۷ مسائل[4] میں فتویٰ قول امام زفر پر ہے رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہم اجمعین۔[5]

۴۔ جب کسی مسئلہ میں قیاس ہو اور استحسان ہو تو معدودے چند مسائل کو چھوڑ کر عمل استحسان پر ہوگا۔

۵۔ جب کوئی مسئلہ ظاہر الروایۃ میں مذکور نہ ہو بلکہ کسی دوسری روایت سے ثابت ہو تو اس کا حوالہ دینا چاہئے۔

۶۔ حضرت امام نسفی (رحمۃ اللّٰہ تعالٰی علیہ) نے ''مُسْتَصْفٰی'' میں بیان فرمایا ہے جب فقہاء کسی مسئلہ میں تین اقوال بیان فرمائیں تو ان میں راجح قول اول ہے یا قول آخر، درمیانی قول راجح نہ ہوگا ''شرح المنیہ'' میں ہے کہ اگر روایت درایت کے مطابق ہے تو اس سے عدول نہ کیا جائے۔[6] (ردالمحتار ۴۹)

---

1 ......''مجموعة رسائل ابن عابدين''، الرسالة الثانية:شرح''عقود رسم المفتی''، ج۱،ص ۲۸.

2 ...... بہارِشریعت میں اس مقام پر ''بے تکی باتوں سے کام لے'' لکھا ہوا تھا، جو واضح کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔... علمیه

3 ......''ردالمحتار''،المقدمة، مطلب:إذا تعارض التصحيح،ج۱،ص ۱۷۰.

4 ...... اس کی وضاحت کے لئے گزشتہ صفحہ کا حاشیہ نمبر ۶ ملاحظہ فرمائیں۔... علمیه

5 ......''ردالمحتار''،المرجع السابق،ص ۱۷۰،۱۷۱.

6 ......المرجع السابق،ص ۱۷۱.

۷۔ ''بحر'' کے باب الوقف میں ہے جب مسئلہ میں دو قول ہوں اور دونوں صحیح ہوں تو ان میں سے کسی بھی ایک کو افتاؤقضاء کے لئے اختیار کیا جاسکتا ہے[1] بشرطیکہ دونوں قول برابر حیثیت کے ہوں لیکن اگر ایک قول لفظ اصح سے موکد ہو[2] تو اسے اختیار کیا جائے۔[3]

۸۔ جب فتویٰ ایک قول پر ہو اور تصحیح دوسرے قول کی تو اولیٰ یہ ہے کہ وہ قول اختیار کیا جائے جو متون کے موافق ہو۔[4] (بحر) اور اگر ایک قول شروح میں ہے اور اس کے خلاف دوسرا قول فتاویٰ میں تو وہ قول اختیار کیا جائے جو شروح میں ہے کیونکہ فقہائے کرام کی تصریح ہے کہ متون مقدم ہیں (شروح پر اور شروح مقدم ہیں)[5] فتاوی پر، یہ صورت اسی وقت اختیار کی جائے گی جب ان دونوں اقوال میں سے ہر ایک کی تصحیح کی گئی ہو یا دونوں میں سے کسی کی بھی تصحیح منقول نہ ہو لیکن اگر مسئلہ متون میں ہے (اور اس کی تصحیح بالتصریح نہیں کی گئی بلکہ اس کے مقابل)[6] کی تصحیح بالتصریح کی گئی ہے تو وہ ہی مسئلہ اختیار کیا جائے جس کی تصحیح بالتصریح کی گئی ہے کیونکہ تصحیح بالتصریح تصریح التزامی پر مقدم ہے اگرچہ متون میں یہ التزام کیا گیا ہے کہ وہ مذہب صحیح ہی بیان کریں گے تاہم یہ تصحیح سے کم تر درجہ ہے اور اگر ایک مسئلہ میں دو قول ہیں اور دونوں کی تصحیح کی گئی ہے تو اگر ان میں سے ایک قولِ امام ہے اور دوسرا قول کسی اور مجتہد کا، تو مفتی کو قولِ امام ہی اختیار کرنا چاہئے اس لئے کہ دونوں تصحیح متعارض ہوکر ساقط ہوجائیں گی پھر اصل کی طرف رجوع کیا جائے گا اور اصل یہ ہے کہ قولِ امام مقدم ہے۔[7] (ردالمحتار ۴۹)

۹۔ وہ الفاظ جو فقہائے کرام فتویٰ دینے میں استعمال فرماتے ہیں:

(۱) وَعَلَيْهِ الْفَتْوٰى (۲) وَبِهٖ يُفْتٰى (۳) وبِهٖ نَأْخُذُ (۴) وَعَلَيْهِ الإعْتِمَادُ (۵) وَعَلَيْهِ عَمَلُ الْيَوْمِ اَیْ عَلَيْهِ عَمَلُ النَّاسِ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ الْحَاضِرِ (۶) عَلَيْهِ عَمَلُ الأمَّةِ (۷) وَهُوَ الصَّحِيْحُ (۸) وَهُوَ الاصَحُّ (۹) وَهُوَ الاظْهَرُ (۱۰) وَهُوَ الاَشْبَهُ بِالْمَنْصُوْصِ رِوَايَةً وَالرَّاجِحُ دِرَايَةً فَيَكُوْنُ عَلَيْهِ الْفَتْوٰى (۱۱) وَهُوَ الأوْجَهُ (۱۲) وَهُوَ الْمُخْتَارُ (۱۳) وَبِهٖ جَرَى الْعُرْفُ

---

1 ...... " البحرالرائق"، کتاب الوقف، ج۵، ص۳۳۷.

2 ......یعنی دونوں قول صحیح ہوں لیکن ایک قول اصح (زیادہ صحیح) ہو۔

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: إذا تعارض التصحيح، ج۱، ص۱۷۱.

4 ......"البحرالرائق"، کتاب الصلاة، باب قضاء الفوائت، ج۲، ص۱۵۲.

5 ......بہارشریعت میں اس مقام پر" متون مقدم ہیں فتاوٰی پر" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، کیونکہ اصل عبارت اس طرح ہے (متون مقدم ہیں شروح پر اور شروح مقدم ہیں فتاوی پر) اسی وجہ سے بریکٹ میں اس کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔...علمیه

6 ......بہارشریعت میں اس مقام پر (اور اس کی تصحیح بالتصریح نہیں کی گئی بلکہ اس کے مقابل)، لکھنے سے رہ گیا تھا جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، لہٰذا بریکٹ میں اس کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔...علمیه

7 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب : اذا تعارض التصحيح، ج ۱، ص ۱۷۱.

(۱۴) وَهُوَ الْمُتَعَارِفُ (۱۵) وَبِهٖ اَخَذَ عُلَمَاءُ نَا۔

مندرجہ بالا الفاظ سے بقول صاحب الفتاویٰ الخیریہ للشیخ الرَّمْلِي: بعض الفاظ بعض پر فضیلت رکھتے ہیں مثلاً لفظ فتویٰ زیادہ موکد و جاندار ہے، لفظ صَحِیح، أَصَحُّ اور اَشْبَهُ وغیرھا سے اور لفظ وَبِهٖ یُفْتٰی زیادہ موکد و باوزن ہے لفظ "اَلْفَتْوٰی عَلَیْهِ" سے اور لفظ اَصَحُّ، صحیح کے مقابلہ میں زیادہ قوت والا ہے اور اَلاحْوَطُ زیادہ موکد ہے اَلإِحْتِیَاطُ سے۔[1] (ردالمحتار ۵۰ ج۱)

۱۰۔ اگر ائمہ ترجیح میں سے دو اماموں کے اقوال متعارض ہوں ایک نے اپنے قول کو "هُوَ الصَّحِیْحُ" سے تعبیر کیا اور دوسرے نے اپنے قول کو "هُوَ الأَصَحُّ" سے۔ اس صورت میں "هُوَ الصَّحِیْحُ" والے قول کو اختیار کرنا بہتر ہے کیونکہ ایسی صورت میں ظاہر ہے کہ صحیح پر دونوں متفق ہیں اور أصح میں اختلاف ہے تو متفق قول کو اختیار کرنا بہتر ہے۔[2]

۱۱۔ صاحب درمختار نے "رساله آداب المفتی" سے نقل فرمایا کہ "جب کوئی قول یا روایت کسی معتبر کتاب میں أَصَحُّ، اَوْلٰی، اَوْفَقُ اور اسی قسم کے کسی لفظ سے مخصوص کی جائے تو مفتی کے لئے جائز ہے کہ وہ اس قول یا روایت کو اختیار کرے یا اس کے مقابل قول کو، لیکن اگر وہ قول یا روایت صحیح یا الماخوذ به یا بہٖ یفتٰی سے مزین ہے تو مفتی کے لئے ضروری ہے کہ اسی قول کو اختیار کرے، مخالف قول کو اختیار کرنا جائز نہیں کیونکہ اس صورت میں صحت اسی قول میں محصور ہے اور پہلی صورت میں جبکہ کسی روایت یا قول کو أَصَحُّ کہا تو اس کا مطلب ہے کہ مخالف قول بھی صحیح ہے اس لئے مفتی کو اختیار ہے کہ وہ أَصح پر فتویٰ دے یا صحیح پر۔[3]

۱۲۔ علامہ علاء الدین الحصکفی مؤلف درمختار شیخ قاسم کی کتاب "اَلتَّصْحِیْحُ وَالتَّرْجِیْحُ" کے حوالہ سے بیان فرماتے ہیں کہ مفتی اور قاضی میں کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ مفتی احکام شریعت بیان کرتا ہے اور قاضی احکام شریعت کو لازم و نافذ کرتا ہے اور یہ کہ قولِ مرجوح پر فتویٰ دینا سخت جہالت ہے اور خلافِ اجماع ہے اور یہ کہ حکم ملفق (یعنی باطل سے مزین) بِالْاِجماع باطل ہے اور یہ کہ عمل کرنے کے بعد تقلید سے رجوع کرنا بالاتفاق باطل ہے۔[4]

۱۳۔ مفتی کے لئے ضروری ہے کہ وہ جس فقیہ کے قول کے مطابق فتویٰ دے رہا ہے اس سے کَمَا حَقُّهٗ واقف ہو کہ اس فقیہ کا روایت و درایت میں کیا درجہ اور مقام ہے اور وہ طبقاتِ فقہاء میں سے کس طبقہ سے ہے تاکہ وہ اقوالِ مختلفہ میں سے کسی قول کو علم و بصیرت کی روشنی میں ترجیح دے سکے۔[5] (ردالمحتار ۵۱ ج۱)

1 ......"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب :إذا تعارض التصحيح، ج ١، ص ١٧٢.
و"الفتاوى الخيرية"، مسائل شتّى، الجزء الثاني، ص ٢٣١.
2 ......"الدرالمختار"، المقدمة، ج ١، ص ١٧٤.
3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص ١٧٥-١٧٦.
5 ......"ردالمحتار"، المقدمة، مطلب: في طبقات الفقهاء، ج ١، ص ١٨١.

۱۴۔ ''فتاویٰ خیریہ'' کے آخر میں ہے کہ مفتی اور قاضی کے لئے راجح ومرجوح اور قوی وضعیف اقوال کا علم رکھنا ضروری ہے۔ان کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ مسئلہ کا جواب دینے اور قضیہ کا فیصلہ کرنے میں جلد بازی سے کام نہ لیں۔ بلکہ حقیقت کی جستجو کریں یعنی تَثَبُّت سے کام لیں۔اور اپنے نفس کی خواہش اور اس کی اِتباع پر کسی حلال شے کو حرام اور کسی حرام شے کو حلال نہ بنائیں کہ اللہ تعالیٰ پر افتراء کرنا سب سے بڑا گناہ ہے ایسا وہی کرسکتا ہے جو عاقبت سے بے خوف ہے اور جاہل و بدبخت ہے۔[1]

۱۵۔علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ناقابلِ اِعتماد کتابوں سے فتویٰ نہیں لکھنا چاہئے۔خواہ اس لئے ناقابل اعتماد ہوں کہ ان کی نقل وکتابت میں اغلاط وخامیاں ہیں یا اس لئے ناقابلِ اِعتماد ہوں کہ ان کے مصنف **مُعْتَمَدعَلَیْہ** نہیں یا اس لئے کہ وہ بے حد پیچیدہ اور ان کا فہم دشوار طلب ہو اور ان کی عبارات انجلک غیر واضح الدّ لالۃ ہوں کیونکہ ایسی کتابوں کے سمجھنے میں کم علم لوگوں کے غلط فہمیوں میں مبتلا ہونے کا قوی اندیشہ ہے اور اس سے فتویٰ دینے میں غلطیوں کا قوی امکان ہے۔ماضی میں ایسا ہوا ہے اور فتوے غلط ہوگئے ہیں۔علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنے رسالہ ''**شرح عقود رسم المفتی**'' میں اس کی کچھ مثالیں بھی بیان فرمائی ہیں۔[2] (شرح عقود رسم المفتی المنظوم ۱۳،۱۵)

۱۶۔جب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ اور صاحبین علیہماالرحمہ کسی قول پر متفق ہوں تو پھر بغیر کسی شدید تر ضرورت کے اس سے عدول نہیں کیا جاسکتا لیکن اگر امام صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک طرف اور صاحبین علیہماالرحمہ دوسری طرف ہوں،اس وقت اگر صاحبین کی رائے بھی الگ الگ ہے تو فتویٰ قولِ امام پر ہوگا لیکن اگر صاحبین ایک رائے پر ہیں اور امام اعظم علیہ الرحمہ دوسری رائے پر تو عبداللہ بن مبارک کے نزدیک اس صورت میں بھی فتویٰ قولِ امام پر ہوگا۔دیگر علماء کا قول یہ ہے کہ اس صورت میں مفتی کو اختیار ہے کہ جس کے قول پر چاہے فتویٰ دے صاحبین کے قول پر یا امام اعظم کے قول پر۔اس اختیار کا مطلب یہ ہے کہ وہ یعنی مفتی دلیل میں غور کرے اور جو دلیل قوی ہو اس پر فتویٰ دے۔(سراجیہ از شرح عقود رسم المفتی) ''الحاوی'' میں بھی یہی ہے کہ اعتبار قوت دلیل کا ہے کیونکہ مفتی کی شان یہی ہے وہ قوتِ دلیل پر نظر رکھے۔[3]

۱۷۔مجموعہ رسائل ابن عابدین ۱۳۱ پر ہے: مفتی کے لئے یہ مناسب نہیں کہ وہ صرف ان ہی امور کو سامنے رکھے جو کہ کتب ظاہر الروایہ میں منقول ہیں اور زمانہ اور اہل زمانہ کے حالات کو نگاہ میں نہ رکھے اگر وہ ایسا کرے گا تو اس سے بہت سے

---

1 ......"الفتاوی الخیریة"، مسائل شتی، ج۲، ص ۲۳۱.

2 ...... "مجموعة رسائل ابن عابدین"،الرسالة الثانیة:شرح"عقود رسم المفتی"،ج۱،ص۱۳.

3 ......المرجع السابق، ص ۲۶.

و"الفتاوی السراجیة"،مسائل شتّی،الجزء الثانی،ص۱۵۷.

و"الحاوی القدسی"،کتاب الحیل، فصل اذا اختلف الروایات...إلخ،ص ۱۸۱.

تفصیلات کے لیے ''فتاوی رضویہ'' (مُخرَّجه)،ج۱،حصہ الف،ص۱۰۵ تا ۱۰۸ ملاحظہ فرمالیں۔

حقوق ضائع ہوجائیں گے اوراس کا نقصان نفع کے مقابلہ میں کہیں زیادہ ہوگا۔[1] کیونکہ یہ بات مشاہدہ میں آئی ہے کہ ایک شخص کبھی اس لئے کوئی حکم شرعی حاصل کرنا چاہتا ہے کہ دوسروں کونقصان پہنچائے تواگر مفتی اس کوحالات وزمانے کوملحوظ رکھے بغیر فتویٰ دے گا تو گویا وہ بھی ایک طرح سے اس گناہ میں شریک ہوگیا کیونکہ مفتی کے اس فتوے کی وجہ سے دوسروں کو یہ نقصان اٹھانا پڑا مثلاً ایک شخص اپنی بہن یا بیٹی کوجواس کی ماں یااس کی بیوی کی پرورش میں ہے چاہتا ہے کہ ان کی مدت حضانت ختم ہوتے ہی وہ اپنی اس بہن یا بیٹی کواپنی ماں یا بیوی سے لے لے اوراس فعل سے اس کا مقصداپنی ماں یا بیوی کواذیت پہنچانا یااس کے مال پر قبضہ کرنا یااس کا نکاح کسی دوسرے سے کردینا ہوتو مفتی کوچاہیے کہ جب وہ ایسے حالات کا اندازہ کرلےتو جواب میں اس کا لحاظ رکھےاور مستفتی کو بتلادے کہ اضرار جائز نہیں ہے اگروہ اپنی اس بہن یا بیٹی کواپنی ماں یا بیوی سے حاصل کرے گا تو گنہ گار ہوگا۔

آداب الافتاء کے ان اصول وقواعداور احکام سے معلوم ہوا کہ فتویٰ دینا اور حکم شریعت قرآن کریم یا احادیث پاک یا کتب فقہ سے بیان کرنا کوئی سہل کام نہیں کہ جس کو ہر عالم یا عامی وجاہل یا کم علم اور قلیل البصیرت انجام دے سکےقرون اولیٰ میں افتاء کے لئے اجتہاد کی شرط تھی غیر مجتہد، مفتی نہ ہوتا تھا نہ کہلایا جاتا تھا اس دور میں جب کہ علم کا زوال اور علماء کمیاب ہیں بے علم لوگ چنداحادیث کا ترجمہ یاد کرکے احکام شرعیہ بیان کرنے لگتے ہیں اوراللہ (عزوجل) کا خوف ان کے دل میں نہیں آتا۔ کچھ لوگ محض اپنی عقل کی بنیاد پر کسی امر کے جائز یا ناجائز ہونے کا حکم کردیتے ہیں۔ قرآنِ کریم کا ترجمہ پڑھ کراس کی تفصیل اوراصول و قواعد کا علم حاصل کئے بغیر بڑی بے باکی سے حکم شرعی بیان کردیتے ہیں ایسے لوگوں کواللہ واحد قہار (عزوجل) سے خوف کھانا چاہئے اوراپنا دین وعاقبت برباد نہیں کرنا چاہیے آج کل کے نوآموز علماء بلاخوف ریاونفاق خوداپنے قلم سے خودکومفتی اعظم، شیخ الحدیث، فقیہ العصراور محدث کبیر وغیرہا اعظم المرتبت الفاظ اپنے نام کے ساتھ لکھتے ہیں یا لکھواتے ہیں اوراگران کے نام کے ساتھ یہ ضخیم الفاظ وہ خطابات نہ لکھے جائیں تواپنی توہین محسوس کرتے ہیں اوراس کا برامناتے ہیں۔ یہ سب کچھ ان کی کم علمی اور ظرف کے چھوٹا ہونے کی دلیل ہے۔ انہیں اللہ (عزوجل) سے ڈرنا چاہئے اوراپنی اصلاح کرنی چاہئے اگروہ صاحبِ علم صحیح ہوتے تو اس آیت کا مصداق ہوتے { اِنَّمَا یَخْشَی اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ }[2] اللہ (عزوجل) کے بندوں میں علماء ہی کو خوفِ الٰہی ہوتا ہے اللہ تعالیٰ ہم سب کو صراطِ مستقیم پر قائم رکھے ہمیں عملِ صالح کی توفیق دے اور ہماری عاقبت بخیر فرمائے۔ آمین

وَمَا تَوْفِیْقِیْ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلا حَوْلَ وَلا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَنُوْرِ عَرْشِهٖ سَیِّدِ نَا وَمَوْلانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْن۔

---

1 …… "مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة الثانية: شرح "عقود رسم المفتي"، ج ١، ص ٤٦، ٤٧.

2 …… پ ٢٢، فاطر: ٢٨.

القواعد الفقهيه......والاصول الكليه
فقہ اسلامی کی بنیادیں

اسلامی احکام شرعیہ کا سرچشمہ اور ماخذ:

شریعت اسلامیہ کے جملہ احکام ومسائل کا سرچشمہ، منبع اور مآخذ دوقسم کے امور ہیں ایک وہ جو تمام آئمہ اور جمہور علماء کے نزدیک متفق علیہا ہیں اور وہ چار چیزیں ہیں:

(۱) کتاب اللّٰہ العظیم (۲) سنت نبوی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام (۳) اجماع امت (۴) قیاس، ان چاروں پر تمام آئمہ کرام اور علماء فقہ کا اجماع ہے کہ یہ شریعت مطہرہ کے جملہ احکام ومسائل کی بنیادیں ہیں۔[1]

دوسری قسم وہ ہے جو ان کے علاوہ ہیں اگر چہ یہ امور بھی نورِ قرآن کریم اور احادیث مبارکہ سے منور ہیں اور ان ہی کے فیضان سے مستفیض ہیں لیکن وہ اصول ایسے ہیں جن کو احکام شریعت ومسائل فقہیہ کی بنیاد تسلیم کرنے اور حجت شرعیہ اور قابل استدلال ماننے میں علماء فقہ باہم اختلاف رائے رکھتے ہیں۔ نیز ان کے مفہوم کی تحدید وتعریف اور ان کے دائرۂ عمل کی توسیع میں بھی اختلاف ہے ایسے اصولوں کو فقہ کی اصطلاح میں ''استدلال'' سے موسوم کیا جاتا ہے ان کی تعداد پانچ ہے:

(۱) استحسان (۲) مصالح مرسلہ (۳) استصحاب (۴) سابقہ شرائع (۵) صحابی کا مسلک، تفصیلات کے لیے اصول فقہ کی کتابوں کی طرف رجوع کریں۔[2] ہمارے آئمہ ذوی الاحترام ومجتہدین عظام اور ماہرین علم فقہ علیہم الرحمۃ والرضوان نے مذکورہ بالا تمام ہی بنیادی اصولوں کی روشنی میں ان کو منبع وماخذ بنا کر مسائل فقہ واحکام شریعت کا استخراج کیا، فقہ کی کتابیں اور فتاویٰ مرتب فرمائے جن میں بے شمار احکام، مسائل اور جزئیات فقہیہ کو بیان فرمایا جن سے آنے والی نسلیں مستفید ہوئیں اور ہوتی رہیں گی تاہم وہ اپنی مدۃ العمر کوششوں کے باوجود تمام جزئیات کا احاطہ نہ کر سکے بے شمار مسائل ایسے ابھر کر آئے جن سے متعلق صریح حکم ان کتابوں میں نہیں ملتا اور قیامت تک نئے نئے مسائل پیدا ہوتے ہی رہیں گے اسلام چونکہ ایک مکمل مذہب ہے اور قرآن کا یہ نہایت سچا دعویٰ ہے کہ وہ ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾[3] ہے اس لئے یہ علماء اسلام کی ذمہ داری ہے کہ وہ ہر نئے ابھرنے والے مسئلہ کا حکم قرآن کریم، احادیث نبویہ اور ان سے ماخوذ منابع ومآخذ سے بیان کریں بلاشبہ ہمارے عظیم علماء کرام نے ان نو مولود مسائل کے احکام شرعیہ معلوم کرنے کے لئے بھی نیک کوششیں فرمائیں اور مذکورہ بالا منابع ومآخذ کے سایہ میں فقہ کے کچھ ایسے

1 ...... ''أصول الشاشي''، مقدمة الكتاب، ص ٢.

2 ...... کتبِ اصول میں ان کی تعداد آٹھ، چھ اور پانچ سے کم بھی بیان کی گئی ہیں تفصیل کے لیے کتبِ اصول، مثلاً ''التقرير والتحبير شرح التحرير''، ج٣، ص ٣٨٢، و''فواتح الرحموت''، ج٢، ص ٤٠١ ملاحظہ فرمائیں۔

3 ...... پ ١٤، النحل: ٨٩.

قواعد وضوابط اور اصول کلیہ مرتب فرمادیئے جن کے ذریعہ سے ہر دور اور ہر زمانے کے مفتیان کرام (بشرطیکہ وہ فقہ میں مہارت و کمال رکھتے ہوں) ہر نومولود مسئلہ کا حکم شرعی بیان کرسکیں۔ الحمدلِلّٰہ کہ ہمارے علمائے فقہ کی یہ عظیم کوشش قرآنِ کریم کے اس دعویٰ کی کہ وہ {تِبْیَانًا لِّكُلِّ شَیْءٍ} ہے ایک مستحکم دلیل اور حجت قاطعہ ہے اللہ تعالیٰ ان کی ارواح طیبات پر اپنی رحمت و نور کی بارش برسائے، آمین!

بے شک اُمت اسلامیہ ان کے احسان کا بدلہ نہیں چکا سکتی صرف اللّٰہ تعالیٰ ان کو اپنے فضل وکرم سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔ اس مختصر میں یہ فقیر فقہ کے ان ہی قواعد وضوابط اور اصول کلیہ میں سے کچھ کو بیان کر رہا ہے جو ہمارے فقہائے کرام نے نومولود مسائل احکامِ شریعہ سے معلوم کرنے کے لئے بیان فرمائے ہیں اُمید ہے کہ دورِ حاضر اور بعد میں آنے والے مفتیان کرام اور علماء فقہ کے لئے بیان احکام میں یہ معاون و مددگار ثابت ہوں گے یہ سب کچھ اس ناچیز نے اپنے اساتذہ اور اپنے علماء کرام کی کتابوں سے حاصل کئے ہیں ان میں جو صحیح ہیں وہ ان کی طرف سے ہیں اور اگر ان میں کوئی نقص یا غلطی ہے تو وہ یقیناً اس فقیر کی ہے اصحابِ علم تصحیح فرمادیں اور اس خطا کار کو معاف فرمادیں۔ اسی کے ساتھ یہ بندۂ ناچیز تمام پڑھنے والوں اور استفادہ کرنے والوں سے امید رکھتا ہے اور درخواست کرتا ہے کہ وہ ضرور ہی اسے پڑھ کر رب کریم وعفو، غفور کی بارگاہ میں میرے لئے دعائے حسن عاقبت کریں گے اور میرے لئے بے حساب مغفرت کی دعا فرمائیں گے۔

ذیل میں ان قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ کو بیان کیا جاتا ہے جن کے ذریعہ سے ہر اس نومولود مسئلہ کا حکم شرعی معلوم کیا جاسکتا ہے جس کا ذکر نہ کتبِ فقہیہ میں ہے نہ اس پر کوئی نص شرعی ہے نہ اس پر کوئی استدلال شرعی ہے؟ جن مسائل کا حکم کتب فقہ میں بیان کردیا گیا یا اس سے متعلق کوئی نص شرعی موجود ہے یا اس پر استدلال شرعی موجود ہے ایسے مسائل کا حکم وہی ہے جو ان کتابوں میں ہے ان قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ کو وہاں استعمال نہیں کیا جائے گا۔ کسی کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ نصوص شرعیہ کو چھوڑ کر استدلال کو نظر انداز کر کے ان قواعد فقہیہ سے حکم بیان کرے اگر وہ ایسا کرے گا تو یہ اس کی اتباعِ نفس اور جہالت ہوگی۔ العیاذ باللّٰہ تعالیٰ۔

قاعدہ نمبر۱:

لَاثَوَابَ اِلَّا بِالنِّیَّةِ

یہ قاعدہ حدیث "اَلْأَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ"[1] سے ماخوذ ہے مطلب یہ کہ ثواب اُخروی کا مدار اخلاص نیت پر ہے یہ قاعدہ فقہیہ تمام اعمال وافعال پر حاوی ہے۔ عبادت خواہ مقصودہ ہو یا غیر مقصودہ اگر ان کا فاعل اخلاص نیت نہیں رکھتا تو وہ ماجور ومثاب نہ ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے، "اَلْأَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" یعنی اعمال کا حکم نیت پر موقوف ہے تمام عبادات مقصودہ کی صحت ادائے نیت پر موقوف ہے جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج میں اگر نیت نہیں کرے گا تو ان میں سے کوئی عبادت صحیح ادا نہ ہوگی اور

1 ......"صحیح البخاری"، کتاب بدء الوحی، باب کیف کان بدء الوحی...إلخ، الحدیث: ۱، ج۱، ص٦.

جب عبادت صحیح ادا نہ ہوئی تو ثواب اخروی کیسے مرتب ہوگا۔نماز، روزہ، زکوۃ اور حج اپنے تمام اقسام کے ساتھ عبادات مقصودہ میں داخل ہیں لہٰذا ان میں سے کوئی بھی بغیر نیت کئے صحیح ادا نہ ہوں گے وضو اگرچہ نماز کے لئے فرض اور شرط ہے مگر یہ عبادت غیر مقصودہ ہے اس لئے یہ نیت کے بغیر بھی صحیح ہو جائے گی لیکن اگر کوئی شخص بغیر نیت کئے ہوئے وضو کرے گا وہ مستحق ثواب نہیں ہے اسی طرح وہ اپنے کسی عمل میں بھی بغیر نیت کے ثواب کا مستحق نہ ہوگا۔فقہ کا یہ قاعدہ بے شمار مسائل کا حل ہے اور انسان کے مذہبی معاشرتی اعمال کی فلاح و بہبود اور بہت سے علوم کے اباحت حصول کی بنیاد اسی پر ہے اور مباح میں بہت سی چیزوں کا جواز یا عدم جواز یا ثواب یا عدم ثواب اسی سے متعلق ہے۔[1]

قاعدہ نمبر۲:

اَلأُمُوْرُ بِمَقَاصِدِهَا

یعنی اعمال اور معاملات کا دار و مدار ان کے مقاصد پر ہے یعنی کسی چیز کے جائز یا ناجائز ہونے، حلال یا حرام ہونے یا کسی عمل پر اجر یا سزا ملنے کا دار و مدار اس کے مقصد اور نیت پر ہے جیسے کسی نے ناراض ہو کر اپنے مسلمان بھائی سے ترک سلام و کلام کیا اگر بلا سببِ شرعی اس نے تین دن سے زیادہ اس عمل کو جاری رکھا تو حرام ہے کیونکہ حدیث شریف میں تین دن سے زیادہ ترک سلام و کلام کی مُمانعت ہے[2] اور اگر سببِ شرعی کی وجہ سے تین دن سے زیادہ بھی ترک سلام و کلام کیا کہ وہ بدکار، یا شرابی یا تارک الصلوٰۃ[3] ہے تو جائز ہے۔اسی طرح شیرے کی بیع[4] جائز ہے لیکن اگر بائع نے شیرہ شراب بنانے والے کو اس مقصد سے فروخت کیا کہ وہ شراب بنائے تو اس بیع پر وہ گناہ گار ہوگا اور اس کا یہ فعل حرام ہے اور ناجائز ورنہ نہیں، کوئی پڑی ہوئی چیز ملی اگر اس مقصد سے اٹھائی کہ مالک کو پہنچا دے گا تو جائز ورنہ ناجائز۔سکہ پر اسم جلالت نقش کرایا اگر بقصد علامت ہے تو جائز اگر بقصدِ تہاون و اہانت ہے تو ناجائز و حرام بلکہ کفر۔نماز کی کوئی آیت تلاوت کی جو کسی سائل کا جواب بھی ہوسکتی ہے اگر اس سے مقصد جواب دینا ہے تو یہ فعل حرام اور نماز فاسد، ورنہ نہیں۔اصل میں یہ دونوں قاعدے تقریباً ہم معنی ہیں اور بے شمار مسائل ان سے متخرج ہیں۔[5]

---

1 ......"الأشباه و النظائر"،الفن الأول:القواعد الكلية،النوع الاول،القاعدة الأولى،ص١٧،١٨.

2 ......"سنن ابی داود"،كتاب الأدب،فيمن يهجراخاه المسلم،الحديث:٤٩١٣،ج٤،ص٣٦٤.

3 ......یعنی بلاعذر شرعی نماز نہیں پڑھتا۔

4 ......یعنی انگور وغیرہ کے رس کی فروخت۔

5 ......"الأشباه و النظائر"، الفن الأول:القواعد الكلية،النوع الاول،القاعدة الثانية،ص٢٣.

و"غمزعيون البصائر"،الفن الأوّل فی القواعد الكلية،النوع الأوّل،القاعدة الثانية،ج١،ص١٠٢۔١٠٨.

قاعدہ نمبر۳:

اَلْیَقِیْنُ لایَزُوْلُ بِالشَّکِّ "۳۴"

یعنی یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ یہ قاعدہ اس حدیث مبارکہ سے ماخوذ ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے۔**إِذَا وَجَدَ أَحَدُکُمْ فِيْ بَطْنِهٖ شَیْئًا فَأَشْکَلَ عَلَیْهِ أَخَرَجَ شَيْءٌ أَمْ لا؟ فَلا یَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا اَوْیَجِدَ** [1] **رِیْحًا**"[2] یعنی جب کوئی شخص اپنے پیٹ میں کچھ محسوس کرے اور یہ یقین مشکل ہوجائے کہ اس میں سے کچھ نکلا یا نہیں یعنی ریح وغیرہ خارج ہوئی یا نہیں تو اس وقت تک مسجد سے باہر نہ آئے جب تک وہ ریح خارج ہونے کو محسوس نہ کرے [3] یا اس کی آواز نہ سن لے۔" جیسے کسی شخص کو اپنے باوضو ہونے کا یقین ہے اور وضو ٹوٹنے میں شک ہے تو وہ باوضو مانا جائے گا [4] اور جیسے کسی شخص کے زندہ ہونے کا یقین ہے اور مرنے میں شک ہو تو اسے زندہ ہی مانا جائے گا اور اس کی وراثت تقسیم نہ کی جائے گی۔ اس قاعدہ کے ماتحت اور بھی احکام شرعیہ ہیں۔

قاعدہ نمبر۴:

اَلأَصْلُ بَرَاءَ ۃُ الذِّمَّةِ

اصل یہ ہے کہ ہر شخص بری الذمہ ہے جب تک اس پر کوئی حق یا دعویٰ ثابت نہ ہو جیسے مدعی کا دعویٰ ہے کہ اس پر میرا قرض ہے اور مدعیٰ علیہ کہتا ہے کہ مجھ پر کوئی قرض نہیں اور مدعی کے پاس کوئی دلیل اور شہادت بھی ثبوت قرض کے لئے نہیں ہے تو اس صورت میں مدعیٰ علیہ کا قول تسلیم کیا جائے گا اور وہ بری الذمہ ہے کیونکہ بری الذمہ ہونا یعنی اس پر قرض نہ ہونا اصل ہے اسی لئے ثبوت اور دلیل ہمیشہ مدعی پر ہوتی ہے کیونکہ مدعی کا قول اور دعویٰ اصل کے خلاف ہوتا ہے۔[5]

قاعدہ نمبر۵: **مَنْ شَکَّ هَلْ فَعَلَ شَیْئًا اَمْ لا فَالأَصْلُ أَنَّهٗ لَمْ یَفْعَلْ**

یعنی اگر کسی کو یہ شک ہو کہ اس نے یہ کام کیا یا نہیں کیا تو اصل یہ ہے کہ اس نے وہ کام نہیں کیا۔ مثلاً یہ شک ہوا کہ میں نے اس وقت کی نماز پڑھی یا ابھی نہیں پڑھی تو اگر اس نماز کا وقت باقی ہے جس میں شک کر رہا ہے تو نماز دوبارہ پڑھے اور اگر اس

---

1 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں "یسمع صوتًا اوریحًا" جبکہ مسلم شریف اور دیگر کتب احادیث میں اس طرح ہیں "یسمع صوتًا اویجد ریحًا" اسی لیے ہم نے متن میں "یجد" کا اضافہ کردیا ہے۔...علمیه

2 ......"صحیح مسلم"، کتاب الحیض، باب الدلیل علی من تیقن...إلخ، الحدیث:۹۹۔(۳۶۲)، ص۱۹۳.

3 ......یعنی جب تک ہوا کی بو محسوس نہ کرے۔

4 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول: القواعد الکلیة، النوع الاول، القاعدۃ الثالثة، ص۴۷، ۴۹.

5 ......"الأشباہ والنظائر"، المرجع السابق، ص۵۰.

نے شک کیا نماز کا وقت گزر جانے کے بعد تو اعادہ نہیں۔[1]

قاعدہ نمبر٦:

مَنْ تَيَقَّنَ الْفِعْلَ وَشَكَّ فِي الْقَلِيْلِ وَالْكَثِيْرِ حُمِلَ عَلَى الْقَلِيْلِ

جیسے کسی کو عمل کرنے کا تو یقین ہے لیکن شک یہ ہے کہ وہ کام زیادہ کیا یا کم کیا تو اس کا فعل کم پر محمول کیا جائے گا کیونکہ کم کا تو یقین ہے۔ مثلاً یہ شک ہوا کہ نماز میں کتنی رکعتیں پڑھیں اگر پہلی بار ایسا ہوا ہے تو نماز ازسرنو پڑھے اور اگر بکثرت ایسا ہوتا ہے تو تحری کرے ورنہ اقل رکعت قرار دے۔ یہ اس وقت ہے جب شبہ نماز کی حالت میں ہوا گر نماز سے فراغت کے بعد یہ شبہ ہوا تو اس پر کچھ نہیں۔[2]

قاعدہ نمبر٧:

مَاثَبَتَ بِيَقِيْنٍ لَّا يَرْتَفِعُ اِلَّا بِيَقِيْنٍ

یعنی جو چیز یقین سے ثابت ہوتی ہے وہ صرف یقین ہی سے زائل ہوسکتی ہے[3] جیسے کسی کو اپنے باوضو ہونے کا یقین ہے اور وضو ٹوٹ جانے کا شک ہے تو وہ باوضو ہی ہے محض شک سے باوضو ہونے کا یقین زائل نہیں ہوسکتا۔ کنواں پاک ہونے کا یقین ہے اور ناپاک ہونے کا شک ہے تو کنواں پاک ہی قرار دیا جائے گا۔

قاعدہ نمبر٨:

اَلأَصْلُ الْعَدَمُ فِي الصِّفَاتِ الْعَارِضَةِ[4]

قاعدہ نمبر٩:

وَالأَصْلُ الْوُجُوْدُ فِي الصِّفَاتِ الأَصْلِيَّةِ

ان دونوں کی مثال یہ ہے کہ کسی نے ایک غلام خریدا اس شرط پر کہ روٹی پکانا جانتا ہے یعنی خباز ہے یا وہ کتابت جانتا ہے۔ پھر خریدار نے کہا کہ وہ خباز نہیں یا کاتب نہیں تو قول مشتری کا مانا جائے گا کیونکہ خباز اور کاتب ہونا صفات عارضہ سے ہے اور اصل اس میں عدم ہے۔ دوسرے قاعدہ کی مثال یہ ہے کہ کسی نے باندی خریدی اس شرط پر کہ وہ باکرہ (کنواری) ہے پھر مشتری نے اس میں بکارت کا انکار کیا اور بائع کہتا ہے کہ باکرہ ہے تو اس صورت میں بائع کا قول تسلیم کیا جائے گا کیونکہ بکارت صفات اصلیہ سے ہے اور اصل اس میں وجود ہے۔[5] (فتح القدیر، باب خیار الشرط)

---

1 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول:القواعد الكلية،النوع الاول،القاعدة الثالثة،ص ٥٠،٥١.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق،ص ٥١. 4 ......المرجع السابق،ص ٥٣،٥٤.

5 ......"الفتح القدير"،كتاب البيوع،باب خيار الشرط،ج٥،ص ٥٢٩.

و"الأشباه والنظائر"، الفن الأول:القواعد الكلية،النوع الاول،القاعدة الثالثة،ص ٥٤.

قاعدہ نمبر۱۰:

اَلأَصْلُ فِی الأَشْیَاءِ الإِبَاحَةُ

یعنی ہر چیز اصل میں مباح وجائز ہے۔ یہ اصل حضرت امام شافعی اور احناف میں حضرت امام کرخی کے نزدیک ہے [1] متاخرین احناف نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان بھی اس کو سند لائے ہیں۔ دلیل اس کی یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے قرآنِ کریم میں ارشاد فرمایا:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ﴾ [2]

اللہ ہی نے تمہارے لئے جو کچھ زمین میں ہے پیدا فرمایا۔

لہٰذا ہر چیز مباح اور جائز ہے جب تک اس کے عدم جواز یا تحریم پر کوئی دوسرا حکم نہ ہو صاحبِ ہدایہ علیہ الرحمۃ کا بھی یہی مسلک ہے۔ [3] حدیث شریف میں ہے: اَلْحَلالُ مَا أَحَلَّ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ وَالْحَرَامُ مَاحَرَّمَ اللّٰهُ فِیْ کِتَابِهٖ وَمَاسَکَتَ عَنْهُ فَهُوَ مِمَّا عَفَا عَنْهُ [4] ''حلال وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حلال فرمادیا اور حرام وہ ہے جو اللہ عزوجل نے اپنی کتاب میں حرام فرمادیا اور جن چیزوں سے سکوت اختیار فرمایا وہ معاف ہیں اور مباح''۔

لہٰذا ہر وہ چیز جس سے اللہ عزوجل نے سکوت اختیار فرمایا وہ جائز ومباح ہے اگر اسے کوئی شخص ناجائز یا حرام یا گناہ کہے اس پر لازم ہے کہ وہ دلیل شرعی لائے کیونکہ مسکوت عنہا (جس سے سکوت کیا گیا) کو مباح وجائز کہنے کے لئے یہ حدیث ہی کافی ہے۔قرآنِ پاک کی ایک آیت اس مفہوم کو ثابت کرنے والی اوپر بیان ہوچکی ہے دوسری آیت جس سے یہ مفہوم اور زیادہ وضاحت سے ثابت ہوتا ہے یہ ہے!

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْــٴَـلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ﴾ [5]

''اے ایمان والو تم ایسی چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرو جن کا حکم نازل نہیں کیا گیا کہ اگر ان کا حکم ظاہر کردیا جائے تو تمہیں تکلیف پہنچے'' اسی لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے شرعی احکام میں کثرت سوال سے منع فرمایا کہ اس سے شریعت کے احکام کے

1 ......''الأشباه والنظائر''،الفن الأول:القواعد الكلية،النوع الاول،القاعدة الثالثة،ص٥٦،٥٧.

2 ......پ١،البقرة:٢٩.

3 ......''الهداية''،كتاب الطلاق،باب العدة ،ج١،ص٢٧٨.

و''الأشباه والنظائر''،الفن الأول:القواعد الكلية،النوع الاول،القاعدة الثالثة،ص٥٧.

4 ......''سنن ابن ماجة''، كتاب الأطعمة، باب أكل الجبن والسمن ، الحديث: ٣٣٦٧، ج ٤، ص ٥٦.

5 ......پ٧،المآئدة:١٠١.

سخت ہونے کا اندیشہ ہے اس آیت کا واضح مفہوم یہی ہے کہ جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ عفو میں داخل ہیں۔ اگر ان کی ممانعت یا فرضیت کا حکم نازل ہو گیا تو تمہیں تکلیف پہنچے گی۔ لہٰذا جن چیزوں کے بارے میں کوئی حکم نازل نہیں ہوا وہ آیت مذکورہ { هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًاۗ } کی رو سے جائز و مباح ہیں { تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا } [2] "اور یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود ہیں تو ان سے تجاوز نہ کرو۔" لہٰذا جو ان مسکوت عنہا کو ناجائز یا حرام یا بدعت سیئہ یا فرض یا واجب کہے وہ قرآن یا حدیث یا قواعد فقہیہ سے دلیل لائے ورنہ یہ اللہ عزوجل کی بیان کردہ حدود سے آگے بڑھنا ہے اور اللہ عزوجل اور رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام اور شریعت کاملہ پر افتراء ہوگا۔ جس کی قرآن میں شدید مذمت آئی ہے اور سخت ممانعت وتہدید کی گئی ہے لہٰذا میت کو ایصالِ ثواب کے لئے تعین وقت کے ساتھ قرآن خوانی یا سوا لاکھ بار کلمہ شریف پڑھنا یا پڑھوانا فاتحہ و درود، انعقاد محافل میلاد شریف اور صلوٰۃ وسلام اور بیعت وارادت وغیرہا کے عدم جواز و بدعت کے قائلین کو قرآن یا احادیث یا اقوال صحابہ یا اَقل درجہ میں قواعد فقہیہ سے ان کے عدم جواز پر دلیل لانا چاہیے۔ بلا دلیل شرعی ان کے عدم جواز کا قول اللہ عزوجل اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم پر افتراء ہے، وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ تَعَالٰی۔

یہ امر بھی ملحوظ رکھنا اشد ضروری ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا قول وفعل اور صحابۂ کرام کا قول وفعل تو حجت شرعیہ ہے مگر ان کا عدم قول اور عدم فعل، عدم جواز کے لئے حجت شرعیہ نہیں وہ اسی قاعدہ کے مطابق جائز ومباح ہے کہ اَلأَصْلُ فِی الْأَشْیَاءِ الإِبَاحَةُ بلکہ امر مباح بہ نیت خیر باعث اجر وثواب ہے اور مستحسن کہ "اَلأَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ" حدیث صحیح ہے بلکہ وہ تمام امور مباح جن سے دین کی ترقی یا تعلیماتِ اسلام کی اشاعت اور شریعت کا تحفظ ہوتا ہے سب مستحسن ہیں۔

قاعدہ نمبر ۱۱:

اَلأَصْلُ إِضَافَةُ الْحَادِثِ إِلٰی أَقْرَبِ أَوْقَاتِهٖ

اصل اور قاعدہ یہ ہے کہ ہر واقعہ کو اس کے قریب تر وقت کی طرف منسوب کیا جائے۔ جیسے کوئی عورت یہ دعویٰ کرے کہ اس کے شوہر نے اس کو اپنے مرض الموت میں طلاق دی ہے اور دیگر ورثہ کہتے ہیں کہ حالتِ صحت میں طلاق دی ہے تو ایسی صورت میں عورت کا قول مانا جائے گا کیونکہ اس کا قول اقرب کی طرف منسوب ہے اور وہ متوفی شوہر کی وارث ہوگی۔ [2]

قاعدہ نمبر ۱۲:

اَلْمَشَقَّةُ تَجْلُبُ التَّیْسِیْرَ "۵٦۴"

1 ......پ ۱، البقرة: ۲۹.

2 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة الثالثة، ص ۵۵.

یعنی مشقت آسانی لاتی ہے[1] اس قاعدہ کا ماخذ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

﴿ یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ ﴾[2]

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی کا ارادہ فرماتا ہے تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا۔

دوسری جگہ فرماتا ہے:

﴿ وَمَا جَعَلَ عَلَیۡکُمۡ فِی الدِّیۡنِ مِنۡ حَرَجٍ ﴾[3]

اللہ تعالیٰ نے تم پر دین میں تنگی اور حرج نہیں رکھا۔

اس لئے شریعت نے مسائل کثیرہ میں مسلمانوں کے لئے آسانیاں فراہم کی ہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا: **لَوۡلَا أَنۡ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِیۡ لَفَرَضۡتُ عَلَیۡهِمُ[4] السِّوَاکَ[5]** "اگر میں اپنی امت پر مسواک کرنے کی پابندی باعثِ مشقت نہ جانتا تو میں مسواک کرنے کو واجب کر دیتا۔" جب حج فرض ہونے کی آیت نازل ہوئی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم نے اعلان فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر حج فرض کر دیا ہے تو ایک صحابی حضرت عکاشہ بن محصن[6] یا سراقہ بن مالک نے عرض کیا کہ یارسول اللہ کیا ہر سال؟ یہ سوال آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم پر گراں گزرا فرمایا خدا کی قسم اگر میں ہاں کہہ دوں تو ہر سال فرض ہو جائے گا۔[7] اسی طرح نمازِ تہجد صرف آپ (صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہٖ وسلّم) پر واجب تھی امت پر واجب نہیں ہے، روزہ بھی سال میں ایک ہی ماہ کا فرض کیا گیا۔ ان آیات واحادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رب تعالیٰ اور اس کے رسول رحمت علیہ السلام مسلمانوں کو آسانیاں عطا فرماتے ہیں اسی کی روشنی میں فقہ کا یہ قاعدہ ہے کہ مشقت آسانیاں لاتی ہے۔

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب "الاشباہ والنظائر" میں عبادات وغیرہا میں سات قسم کے اسباب تخفیف بیان فرمائے ہیں۔ صاحب نور الانوار نے اس کی دو قسمیں کی ہیں اور اٹھارہ اسباب بیان فرمائے ہیں جو بعد میں بیان کئے جائیں گے۔

---

1 ...."الأشباه والنظائر"، الفن الأول:القواعد الكلية،النوع الاول،القاعدة الرابعة،ص٦٤.

2 ....پ٢،البقرة:١٨٥. 3 ....پ١٧،الحج:٧٨.

4 .... بہارِ شریعت میں اس مقام پر "لَأوجبتُ المسوَاكَ" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ کتب حدیث میں اصل عبارت اس طرح ہے "لَفرضتُ عليهم السِّوَاكَ" یا "لَأمرتُهم بالسِّوَاك"، اسی وجہ سے ہم نے متن کے الفاظ کو حدیث کے مطابق کر دیا۔... **علميه**

5 ...."المسند"للإمام أحمد بن حنبل،حديث تمام بن العباس،الحديث:١٨٣٥،ج١،ص٤٥٩.

6 .... بہارِ شریعت میں اس مقام پر "**عكاشه بن محض**" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ حدیث پاک میں "**عكاشه بن محصن**" مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... **علميه**

7 ...."صحيح مسلم"،كتاب الحج،باب فرض الحج مرة فى العمر،الحديث٤١٢-(١٣٣٧)،ص٦٩٨.

و"التفسير الكبير"،سورة المآئدة،تحت الآية:١٠١،ج٤،ص٤٤٤.

(۱) سفر:

سفر کی دو قسمیں ہیں پہلی قسم یہ ہے کہ اتنا طویل فاصلہ طے کیا جائے جو درمیانی رفتارِ انسانی سے تین دن تین رات میں طے ہو اس کو سفر طویل کہتے ہیں اور اس کی تخفیفات شرعیہ یہ ہیں کہ اتنا طویل سفر کرنے والا مسافر نماز قصر ادا کرے گا[1] اسے روزہ چھوڑ دینے کی اجازت ہے اور موزوں پر تین دن اور تین رات مسح کرسکتا ہے۔ دورانِ سفر اس پر قربانی واجب نہیں وغیرہ وغیرہ دوسری قسم سفر کی یہ ہے کہ اتنا طویل نہ ہو اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے شہر سے باہر نکل جائے خواہ چند میل باہر ہی سہی اس کو شریعت کی طرف سے جو تخفیف وتیسیر دی گئی ہے وہ یہ ہیں کہ وہ جمعہ چھوڑ سکتا ہے اس پر نماز باجماعت موکدہ نہیں اور وہ سواری پر نفل نماز ادا کرسکتا ہے اور پانی میسر نہ ہو تو تیمّم کرسکتا ہے وغیرہا۔

(۲) مرض:

اسبابِ تخفیف میں سے دوسری قسم مرض ہے اس کی شرعی رخصت اور تخفیفات بھی بہت زیادہ ہیں۔ اگر بیماری بڑھ جانے یا جان کا اندیشہ ہو تو غسل اور وضو کے بجائے تیمّم کرسکتا ہے۔ اگر کھڑا نہیں ہوسکتا تو بیٹھ کر نماز ادا کرے گا اور بیٹھ کر نماز نہیں پڑھ سکتا تو لیٹ کر نماز ادا کرنے کی اجازت ہے، نماز جماعت میں شریک نہ ہونے کی اجازت ہے، اسی طرح جمعہ وعیدین میں نہیں جاسکتا تو اجازت ہے کوئی گناہ نہیں، رمضان کے روزے بھی قضا کرنے کی اجازت ہے وغیرہا۔

(۳) اکراہ:

تخفیف کا تیسرا سبب اکراہ ہے۔

نمبر(۴) نسیان۔

نمبر(۵) جہالت۔

نمبر(۶) نقص اور

نمبر(۷) عُسر اور عموم بلویٰ:

عسر اور عموم بلویٰ پر بھی شریعت کے بہت سے مسائل واحکام متفرع ہیں، عسر کا مطلب ہے تنگی اور دشواری اور عموم بلویٰ کا مطلب ہے ایسا ابتلاء عام جس سے بچنا دشوار اور مشکل ہو جیسے اس کپڑے سے نماز پڑھنے کی اجازت ہے جس پر چوتھائی کپڑے سے کم میں نجاست خفیفہ لگی ہو یا بقدر درہم نجاست غلیظ لگی ہو، یا جیسے معذور کے جسم سے برابر نجاست خارج ہو رہی ہے۔ جب بھی وہ کپڑا دھوئے نجاست نکل کر پھر لگ جائے اسے اس کپڑے میں نماز کی اجازت ہے، وہ نجاست جس کا زائل ہونا دشوار

---

1 ......یعنی چار رکعت فرض والی نماز کی ادائیگی دو رکعت سے کرے گا۔

ہو یا زائل نہ ہو سکے وہ بھی عفو میں داخل ہے جیسے کپڑے پر نجس پختہ رنگ ہو یا نجس مہندی ہاتھوں پر لگائی اب دھونے سے اس نجاست کا اثر زائل نہیں ہوتا اس حالت میں اس کا حکم پاکی کا ہے اور نماز اس سے جائز ہے اونٹ کی مینگنی اگر دودھ میں پڑ جائے اور پھوٹنے سے قبل فوراً نکال لی جائے وہ دودھ نجس نہیں، کپڑے کو نجس بخارات لگے تو صحیح یہ ہے کہ کپڑا نجس نہیں۔ مُشک[1] حالانکہ وہ خون ہے مگر اس کے پاک ہونے کا حکم ہے، پاک مٹی ناپاک پانی میں یا ناپاک مٹی پاک پانی میں ملا کر گارا بنایا جائے تو اس کے پاک ہونے کا حکم ہے، بچوں کو تعلیم حاصل کرنے کے لئے بلا وضو قرآن کو چھونا جائز ہے، میت کو غسل دینے والے پر اگر میت کے غسالہ (غسل کا پانی) کی چھینٹیں آ جائیں تو نجاست کا حکم نہیں۔ راستے کی کیچڑ اگر کپڑے یا پیر پر لگے تو کپڑا یا پیر نجس نہیں، شریعت نے مکلّف و مامور سے عسر دفع کرنے کے لئے یہ سہولت دی کہ شہر سے باہر نوافل سواری پر اشارے سے پڑھ سکتا ہے اور نوافل بیٹھ کر پڑھ سکتا ہے بلا کسی عذر کے اور ظہر کی نماز کے لئے ابراد (وقت کو ٹھنڈا کرنا) مستحب قرار دیا اور جمعہ اور جماعت کو بارش کی وجہ سے ترک کرنے کو جائز قرار دیا۔ پتھر سے استنجا مشروع فرمایا حالانکہ پتھر مزیل نجاست[2] نہیں، وصی اور ولی کے لئے یہ جائز قرار دیا کہ وہ مال یتیم سے اتنا لے لیں جو ان کے عمل کے بقدر معاوضہ ہو، طبیب اور شاہد (گواہ) کو بوقتِ ضرورت مستور اعضاء یا شکل وصورت پردہ دار کی دیکھنا جائز ہے، اسی طرح دایہ کے لئے عورتوں کے اندام نہانی میں نگاہ کرنا جائز ہے۔ بوقت موت مرنے والے کو وصیت کرنا جائز رکھا تا کہ وہ تلافی مافات کر سکے اور ورثاء کو ضرر سے بچانے کے لئے ثلث مال سے زائد میں وصیت کو جائز و نافذ نہ فرمایا۔ اور شریعت نے ترکہ پر میت کی ملکیت اس وقت تک باقی رکھی جب تک میت کے قرضوں و وصیت اور تجہیز وتکفین وحوائج ضرور یہ پورے نہ کر دیئے جائیں اور مجتہدین سے خطا پر گناہ نہیں رکھا ان کے لئے ظن غالب پر اکتفا جائز رکھا اور اخذ بالیقین کی تکلیف نہ دی کیونکہ کسی اجتہاد میں یقین کامل حاصل کرنا سخت دشوار ہے مذکورہ تمام مسائل دفع عسر[3] اور عموم بلوی سے تعلق رکھتے ہیں جو تفصیلات معلوم کرنا چاہے ان کتابوں کا مطالعہ کرے۔

نقص:

اسباب تیسیر میں سے یہ بھی ایک سبب ہے جیسے صبی ومجنون کو تکلیفات شرعیہ سے مکلّف نہیں کیا گیا جب تک وہ اس حالت میں رہیں ان کا معاملہ ان کے ولی کے سپرد کیا گیا اور عورتوں کو نماز باجماعت، نماز جمعہ وعیدین اور جہاد کی تکلیف نہیں دی گئی وغیرہا[4] صاحب نور الانوار علیہ الرحمہ نے اسباب تخفیف وتیسیر کو مبحث اھلیة کے زیر عنوان بیان فرمایا ہے۔ انہوں نے ان اسباب کو زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھا ہے اولاً ان کو دو قسموں میں تقسیم فرمایا:

---

1 ...... خوشبودار سیاہ رنگ کا مادّہ جو ایک قسم کے ہرن کی ناف سے نکلتا ہے۔ 2 ...... یعنی نجاست زائل کرنے والا۔ 3 ...... یعنی تنگی کو دور کرنے۔

4 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الاول، القاعدة الرابعة، ص ٦٤، ٧٠.

(۱) اسباب تخفیف عوارض سماویہ کی وجہ سے۔

(۲) اسباب تخفیف عوارض مکتسبہ کی وجہ سے۔

عوارض سمٰویہ کی وجہ سے جن اسباب پر شریعت نے جو آسانیاں دی ہیں وہ اسباب یہ ہیں:

۱۔صغر: عبادات، حدود اور کفارات صغیر پر واجب نہیں لیکن فرضیت ایمان ساقط نہیں۔ ''۲۸۷''

۲۔جنون: جنون ممتد [1] میں صاحبِ جنون پر عبادات فرض نہیں، اس کی طلاق بھی نافذ نہیں۔ ''۲۸۸''

۳۔عتہ: یعنی دماغی خلل کبھی عقل کی بات کرے اور کبھی پاگلوں کی سی اس کی طلاق نافذ نہیں اس پر عبادات اور عقوبات بھی نہیں ہیں۔

۴۔نسیان: ناسی کا روزہ میں بھول کر کھالینا، ذبح کے وقت تسمیہ پڑھنا بھول جانا اور بھول کر دوسری رکعت پر سلام پھیر دینا معافی میں ہے۔

۵۔نوم [2]**:** نائم کی [3] طلاق اور اس کا ارتداد نافذ نہیں اور نماز میں نائم کا کام کرنا مفسد صلوٰۃ نہیں نہ اس کا نماز میں قہقہہ ناقض وضو ہے۔

۶۔اغماء: یہ از قسم بیہوشی ایک مرض ہے جس میں انسان کی قوتیں مضمحل ہوجاتی ہیں [4] اس میں عقل وتمیز اور شعور نہیں رہتا اس حالت میں اس کی طلاق نافذ نہیں نہ اس سے کلمہ کفر صادر ہوجانے سے ارتداد کا حکم دیا جائے گا اگر اغماء چوبیس گھنٹہ یا اس سے زیادہ دیر تک رہے تو اس سے نمازیں ساقط ہوجاتی ہیں یعنی جن اوقات میں وہ اغماء میں رہا ان اوقات کی نمازیں ساقط ہوں گی۔

۷۔رق: یعنی غلامی، غلام کے تصرفات نافذ نہیں، اس پر حج فرض نہیں، شریعت نے اس کو اور بھی تخفیفات دی ہیں جو فقہ کی کتابوں میں ہیں۔

۸۔مرض: مریض حالت مرض وضعف [5] میں بیٹھ کر یا لیٹ کر اشارے سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ روزہ اور حج مؤخر کرسکتا ہے وغیرہ۔

۹۔حیض: اس حالت میں عورتوں کو نمازیں معاف ہیں اور روزہ مؤخر کریں گی وغیرہ۔ (حیض کا مطلب ہے ماہواری کا خون)۔

۱۰۔نفاس: یہ وہ خون ہے جو بچہ کی ولادت کے بعد عورتوں کے جسم سے جاری ہوتا ہے۔ اس عرصہ کی نمازیں ان عورتوں سے معاف ہیں اور وہ روزہ مؤخر کریں گی دورانِ حج اگر ایسی حالت ہوئی تو دونوں حالتوں میں طواف زیارت مؤخر کریں گی۔

۱۱۔موت: اگر کسی پر حج فرض ہوا لیکن ابھی حج کا وقت نہیں آیا تھا کہ موت واقع ہوگئی تو اس پر حج ادا نہ کرنے کا گناہ نہیں یا حج کا زمانہ بھی آگیا اور اس نے سفر حج کی تیاری بھی کرلی تھی کہ موت آگئی تو بھی حج نہ کرنے کا گناہ نہیں ہاں ان دونوں صورتوں میں اگر حج بدل کی وصیت کرے تو بہتر ہے۔ اسی طرح بقدر نصاب مال کا مالک ہوگیا اور وہ حوائج اصلیہ سے زائد بھی ہے لیکن سال

[1] ......وہ جنون جو مسلسل ایک ماہ تک رہے۔ [2] ......نیند۔ [3] ......یعنی سونے والے کی۔
[4] ......یعنی کمزور ہوجاتی ہیں۔ [5] ......کمزوری۔

گزرنے میں کچھ دن باقی تھے کہ انتقال ہوگیا تو اس پر زکوٰۃ ادا نہ کرنے کا گناہ نہیں۔[1] ''۲۹۷''

اسباب تخفیف وتیسیر عوارض مکتسبہ کی وجہ سے، یہ سات ہیں:

۱۔جہل: جہل کئی قسم کا ہوتا ہے جن میں بعض جہل تیسیر وتخفیف کے لیے عذر نہیں اور بعض جہل عذر مسموع ہیں[2] کافر کا جہل اس کے عدم ایمان کے لئے عذر مسموع نہیں ایسے ہی اصحاب الہوٰی کا جہل صفات الٰہیہ اور احکام آخرت نہ ماننے میں عذر نہیں اور امام برحق کے خلاف بغاوت کرنے میں باغی کا جہل عذرِ مسموع نہیں جب کہ وہ دلیل فاسد کا سہارا لے کر بغاوت کررہا ہو۔

وہ امور جن میں شرع نے جہل کو عذر مسموع تسلیم کیا ہے اور اس بنیاد پر تخفیف دی ہے، یہ ہیں:

(۱) جیسے وہ مسلمان جو دارالحرب میں ہے اور وہاں سے ہجرت کرنے سے معذور رہا۔ وہ اپنے جہل کی وجہ سے اسلام کے احکام و عبادات پر عمل نہ کر سکے تو نہ وہ گنہگار ہے نہ اس پر قضا واجب۔(۲) ایسے ہی وہ شخص جو دارالحرب میں مسلمان ہوا اور احکام اسلام پر اپنے جہل کی وجہ سے عمل نہ کر سکے تو اس پر گناہ نہیں۔(۳) حق شفعہ رکھنے والا متعلقہ جائیداد کی بیع سے جاہل رہا تو اس کا یہ جہل عذر ہے اسے شفعہ حاصل رہے گا۔(۴) باندی اپنے آزاد ہونے یا صاحب خیار ہونے سے جاہل رہی[3] تو اس کا جہل عذر مسموع ہے اس کو خیار حاصل رہے گا۔(۵) وہ صغیر وصغیرہ جن کا نکاح ان کے باپ یا دادا کے علاوہ کسی اور نے کیا ہو، بالغ ہوتے ہی انھیں اسے جائز یا باطل کرنے کا اختیار ہے لیکن اگر وہ بلوغ کے وقت اس نکاح سے جاہل رہے تو یہ جہل عذر مسموع ہے ان کو اختیار حاصل رہے گا وغیرہا اس قسم کے صدہا مسائل ہیں۔''۳۰۱۔۳۰۰''

۲۔سکر: یعنی نشہ کی حالت، کسی حلال ومباح شے کے استعمال سے سکر ونشہ کی حالت پیدا ہوئی یا جبر واکراہ کی وجہ سے[4] نشہ آور چیز استعمال کی یا جان بچانے کے لئے شراب پی اور حالت سکر ہوئی تو ان صورتوں میں اس کا حکم اغماء جیسا ہے یعنی جس طرح حالتِ اغمامی والے کی طلاق وعتاق اور دیگر تصرفات نافذ نہیں ہوتے مذکورہ سکر کی حالت میں بھی اس کی طلاق وعتاق اور دیگر تصرفات نافذ نہ ہوں گے لیکن اگر کوئی حرام وممنوع شے یا شراب بغیر عذر شرعی پی جیسے شراب پی اور نشہ ہوا تو اس کے تصرفات نافذ ہوں گے اور اس کے طلاق وعتاق،[5] بیع وشرا[6] اور اقرار کے الفاظ صحیح تسلیم کئے جائیں گے مگر ارتداد اور اقرار حدود میں اس کے الفاظ پر حکم ارتداد یا حکم نفاذ حدود نہ دیا جائے گا۔''۳۰۱ن''

۳۔ہزل: ہزل کا مطلب یہ ہے کہ مذاق میں ایسے الفاظ استعمال کرنا جن کے حقیقی یا مجازی معنی مقصود نہ ہوں بلکہ محض

---

1 ......"نور الأنوار"، بيان الأهلية، ج٢، ص١٥٥، ١٧٧.

2 ......یعنی قابل قبول ہیں۔

3 ......یعنی خیار عتق سے۔

4 ......یعنی زور وزبردستی کی وجہ سے۔

5 ......یعنی غلام یا باندی کو آزاد کرنا۔

6 ......خرید وفروخت۔

لہوولعب [1] اورتفریح میں استعمال کئے جائیں ہازل یعنی مذاق میں بات کہنے والا الفاظ تواپنے اختیار سے اپنی مرضی سے استعمال کرتا ہے لیکن ان کے اصل مفہوم اوران کے حکم شرعی سے راضی نہیں ہوتا۔امور غیر مالیہ جیسے طلاق وعتاق، یمین، [2] کفراورارتداد میں ہزل کے الفاظ نافذ ہوں گےاور بیع، اجارہ اوراقرار میں بعض صورتوں میں نافذ ہوں گےاور بعض میں نہیں۔ [3] ''۳۰۵ن''(درمختار)

۴۔سَفَہ: یعنی مقتضائے شرع یا مقتضائے عقل کے خلاف مال کوتبذیر سے ضائع کرنا [4] سفیہ پر جملہ احکام شرع نافذ ہوں گے لیکن اسے مال خرچ کرنے سے روکا جائے گااور صاحبین کے نزدیک [5] اسے بیع، اجارہ، ہبہ اور دیگر تصرفات مالیہ جیسے صدقات وخیرات سے روکا جائے گا کیونکہ وہ اسراف وتبذیر کرے گا [6] پھر مسلمانوں یا بیت المال پر بوجھ بنے گا۔''۳۰۸ن''

۵۔سفر: شریعت کی مقررہ مسافت طے کرنے والا مسافر چار رکعت والی نماز میں قصر کرے گا، روزہ مؤخر کرے گا، تین دن تین رات موزوں پرمسح کرے گااور سننِ واجب کو [7] سواری پراشارہ سے بھی ادا کرسکتا ہے۔قبلہ رو ہونا بھی اس کے لیے ضروری نہیں۔''۳۰۹ن''

۶۔خطاء: خطا کا مطلب ہے کوئی کام بلا ارادہ ہوجانا یاارادہ کے خلاف ہوجانا لہٰذا اگر مجتہد سے اپنی تمام تر مخلصانہ کوشش کے بعد استخراج مسائل وحکم شرعی میں خطا ہوجائے تو وہ آثم وماخوذ نہیں [8] بلکہ ایک گونہ اجروثواب کا مستحق ہے۔قتل اگرخطاءً ہوا ہو تواس پر حد یا قصاص نہیں۔اسی طرح زفاف میں [9] اگرخطاءً کسی اجنبی عورت سے وطی کرلی [10] تواس پر حدزنا نہیں لیکن خطاءً حقوق العباد میں عذر مسموع نہیں خاطی کی طلاق واقع ہوجائے گی۔''۳۱۰ن''

۷۔اکراہ: مکرَہ [11] کے لئے حالت اکراہ میں بعض صورتوں میں عمل فرض ہوتا ہے جیسے اپنی جان بچانے کے لئے مردار کھانا اور شراب پی لینا اور بعض صورتوں میں اس پر عمل کرنا حرام جیسے زنا کرنا اور کسی بے گناہ کوقتل کرنا اور بعض صورتوں میں عمل مباح ہے جیسے روزہ توڑنا اور بعض صورتوں میں عمل کرنا رخصت ہے جیسے بہ کراہتِ قلب وبعدمِ رضا بادلِ ناخواستہ اپنی جان بچانے کی خاطر فقط زبان سے کلمہ کفرادا کردینا۔ [12] ''۳۱۱ن''

---

1 ......یعنی کھیل کود۔ 2 ......قسم۔

3 ......"الدرالمختار"و"ردالمحتار"،كتاب البيوع،مطلب:فی حكم البيع مع الهزل،ج۷،ص۱۷.

4 ......یعنی فضول خرچی سے ضائع کرنا۔ 5 ......یعنی امام ابو یوسف وامام محمد رحمهما الله تعالیٰ۔

6 ......یعنی فضول خرچی کرے گا۔

7 ......سننِ واجب سے مراد سننِ مؤکدہ ہیں اوراس میں سنّتِ مؤکدہ وغیرِ مؤکدہ اورنفل سب شامل ہیں سوائے سنّت فجر کے، کہ ایک روایت میں سنّتِ فجر کوواجب بھی کہا گیا ہے،تفصیل کے لیے"البحرا لرائق"، ج ۲ ، ص ۱۱۳ ، ۱۱۴ ، "ردالمحتار"، ج ۲ ،ص ۵۸۸ ، بہارِشریعت، ج۱،حصہ دوم،ص۲۸۳،حصہ چہارم،ص۶۷۱،۶۷۳ ملاحظہ فرمائیں۔... علمیه

8 ......یعنی گنہگار وقابل مؤاخذہ نہیں۔ 9 ......یعنی سہاگ رات میں۔ 10 ......یعنی ہم بستری کرلی۔

11 ......یعنی جس پر اکراہ کیا گیا۔ 12 ......"نورالأنوار"،بيان الأهلية،ج۲،ص۱۸۳-۲۱۱.

تخفیفاتِ شرعیہ: ۷ اسباب تخفیف وتیسیر بیان کرنے کے ساتھ ساتھ شریعت مطہرہ نے وہ تخفیفات اور سہولتیں بھی معین فرمادی ہیں جو ان اسباب میں سے کسی سبب تخفیف کے موجود ہونے کی صورت میں دی گئی ہیں یہ سہولتیں بھی سات قسم کی ہیں:

(۱) بوقتِ عذر شرعی اسقاط عبادت کی تخفیف وسہولت جیسے جنون واغماء ممتد کی صورت میں فرضیت نماز کا سقوط وغیرہا (۲) تخفیف تنقیص (کم کرنا) جیسے حالت سفر میں نماز قصر کرنا (۳) تخفیف ابدال جیسے وضو اور غسل کے بدلے میں تیمّم، نماز میں قیام کے بدلے قعود اور روزہ کے بدلے فدیہ وغیرہا (۴) تخفیف تقدیم جیسے حج کے موقع پر عرفات میں ظہر کی نماز سے ملا کر نماز عصر ادا کرنا اور زکوٰۃ وصدقہ فطر کو پہلے ہی ادا کرنا (۵) تخفیف تاخیر جیسے حج کے دنوں میں مزدلفہ میں نماز مغرب کو موخر کرکے وقتِ عشاء میں پڑھنا اور مریض ومسافر کے لئے روزہ موخر کرنا اور کسی ڈوبنے والے کو بچانے کے لئے نماز موخر کردینا (۶) تخفیف ترخیص جیسے نجاست خفیفہ ربع ثوب سے کم تک[1] لگ جانے کی صورت میں یا نجاست غلیظ بقدر ایک درہم لگی ہونے کی صورت میں نماز پڑھنے کی رخصت (۷) تخفیف تغییر جیسے بوقت جہاد دشمن کے خوف سے نماز کے نظم میں تغییر۔[2] ''۵۷''

قاعدہ نمبر۱۳:

اَلْمَشَقَّةُ وَالْحَرَجُ إِنَّمَا يُعْتَبَرَانِ فِيْ مَوْضَعٍ لا نَصَّ فِيْهِ

یعنی مشقت اور حرج کا اعتبار اس جگہ ہے جہاں نص شرعی موجود نہ ہو اگر کسی مسئلہ میں نص موجود ہے تو پھر اس کا اعتبار نہ کیا جائیگا۔ جیسے حرم کی گھاس اُکھاڑنا کہ اس پر نص موجود ہے کہ یہ جائز نہیں لہٰذا یہاں اس قاعدہ کا اعتبار نہیں۔[3]

قاعدہ نمبر۱۴:

الأَمْرُ إِذَا ضَاقَ اتَّسَعَ وَإِذَا اتَّسَعَ ضَاقَ

یعنی معاملہ جب تنگ و دشوار ہو جائے تو وسعت ملتی ہے اور جب وسیع ہو تو سخت کیا جاتا ہے۔ بعض فقہاء نے ان دونوں قاعدوں کو ایک جملہ میں جمع کردیا ہے ''كُلُّ مَّاتَجَاوَزَعَنْ حَدِّهٖ اِنْعَكَسَ اِلٰى ضِدِّهٖ'' ہر وہ چیز جو اپنی حد سے آگے بڑھ جائے اپنی ضد کی طرف لوٹ جاتی ہے[4] جیسے نماز کا وقت اگر زیادہ تنگ ہو جائے اس وقت وضو کی سنن ترک کی جاسکتی ہیں اور اگر وقت میں گنجائش ہے تو وضو میں زیادہ پانی بہانا یا وضو کے فرائض وسنن اور مستحبات پر اضافہ جائز نہیں۔

---

1 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر ''نجاستِ خفیفہ ربع ثوب تک'' لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل میں عبارت اس طرح ہے ''نجاستِ خفیفہ ربع ثوب سے کم تک''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں ''سے کم'' کا اضافہ کردیا ہے، تفصیل کے لیے بہارشریعت ج۱، حصۂ دوم، ص۳۸۹، ۳۹۰ ملاحظہ فرمایئے۔...**علمیه**

2 ......''الأشباه والنظائر''، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الأول، القاعدة الرابعة، ص ۷۱، ۷۲.

3 ......''الأشباه والنظائر''، الفن الأول: القواعد الكلية، النوع الأول، القاعدة الرابعة، ص ۷۲.

4 ......المرجع السابق.

قاعدہ نمبر۱۵:

اَلضَّرَرُ يُزَالُ "۵۸"

یعنی ضرر ونقصان کو دور کیا جائے۔اس قاعدہ کی بنیاد یہ حدیث پاک ہے''لا ضَـرَرَ وَلا ضِرَارَ'' [1] اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اپنے بھائی کو نہ ابتداءً ضرر پہنچائے نہ ضرر کے انتقام اور بدلہ میں انتہاءً اس قاعدہ پر بھی بہت سے مسائل فقہیہ کی بنیاد ہے۔اس قاعدہ کے پیش نظر مشتری کو خیار عیب حاصل ہے کہ اگر اس کی خریدی ہوئی چیز میں عیب ہے تو اسے واپس کرنے کا اختیار ہے اور شریک اور پڑوسی کو اپنے سے دفع ضرر کے لئے حق شفعہ حاصل ہے۔اس قاعدہ کی رو سے وہ وقف جائز نہیں جس کا مقصد قرض خواہوں کو محروم کرنا ہو۔کسی ایسی بلند جگہ پر چڑھنا جہاں سے دوسروں کی عورتوں کی بے پردگی ہو یہ با آواز بلند اعلان کئے بغیر جائز نہیں۔ [2]

قاعدہ نمبر۱۶:

اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيحُ الْمَحْظُوْرَاتِ

یعنی ضرورتیں ممنوعات کو جائز کر دیتی ہیں اس قاعدہ کی اصل قرآن پاک کی یہ آیت ہے: ﴿اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَاۤ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَاۤ اِثْمَ عَلَيْهِؕ﴾ [3]

اس قاعدہ کے ماتحت بہ حالت اضطرار مردار سے بقدر ضرورت کچھ کھالینا یا شراب کا گھونٹ پی لینا یا اکراہ کی حالت میں جان بچانے کے لئے بکراہت قلب [4] کلمۂ کفر ادا کر دینا جائز ہے۔اسی طرح اس قاعدہ کے مطابق اگر کشتی میں اتنا سامان بھر دیا کہ اس کے ڈوبنے کا خطرہ ہے اور اس میں مسافروں کی جان کا خطرہ ہے تو اس میں سے مال نکال کر سمندر میں پھینک دینا جائز ہے اور کشتی کو بچانا جائز ہے حالانکہ عام حالات میں دوسرے کا مال ضائع کرنا حرام ہے۔ [5] "۵۸"

---

1 ......"سنن ابن ماجة"،كتاب الأحكام، باب من بنٰى فى حقه...إلخ،الحديث:٢٣٤٠،ج٣،ص١٠٦.

2 ......"الأشباه و النظائر"،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الاوّل،القاعدة الخامسة،ص٧٢،٧٣.

3 ......پ٢،البقرة:١٧٣.

ترجمۂ کنز الایمان: اس نے یہی تم پر حرام کئے ہیں مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا تو جو ناچار ہو نہ یوں کہ خواہش سے کھائے اور نہ یوں کہ ضرورت سے آگے بڑھے تو اس پر گناہ نہیں بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

4 ......یعنی دلی ناپسندیدگی کے ساتھ۔

5 ......"الأشباه و النظائر"،الفن الأوّل:القواعد الكلية،النوع الاوّل،القاعدة الخامسة،ص٧٣.

و"غمزعيون البصائر"،الفن الاول فى القواعدالكلية،النوع الاوّل،القاعدة الخامسة،ج١،ص٢٥١،٢٥٢.

قاعدہ نمبر ۱۷:

مَا أُبِيحَ لِلضَّرُوْرَةِ يُقَدَّرُ بِقَدْرِهَا "۵۸"

یعنی جو چیز ضرورت کے تحت جائز ہے وہ صرف بقدرِ ضرورت ہی جائز ہے۔ مردار کھانا یا شراب پی لینا صرف اتنا ہی جائز ہے جس سے جان بچ جائے۔ زیادہ بالکل نہیں۔ اسی طرح طبیب کو بوقتِ ضرورت شرعی پردہ کی جگہ کا صرف وہ حصہ دیکھنا جائز ہے جس کے دیکھنے کی ضرورت ہے زیادہ نہیں اسی طرح دایہ کو، دارالحرب میں بقدرِ ضرورت دشمن کے مال سے کھانا حاصل کیا جائے گا اور جانوروں کا چارہ، جلانے کے لئے لکڑی اور ہتھیار وغیرہ لینا جائز ہے جب کہ مالِ غنیمت کی ابھی تقسیم نہ ہوئی ہو اور اگر ضرورت سے بچ رہا تو مالِ غنیمت میں واپس کر دیا جائے گا۔[1] (کنز) "۵۹"

قاعدہ نمبر ۱۸ (الف):

مَا جَازَ بِعُذْرٍ بَطَلَ بِزَوَالِهِ "۵۹"

یعنی جو چیز کسی عذر کی وجہ سے جائز ہوئی تو اگر عذر زائل ہو جائے تو اس کا جواز بھی باطل ہو جائے گا جیسے پانی کے استعمال کرنے پر قادر نہ تھا تو تیمّم کرنا جائز ہے اور پانی کے استعمال پر قادر ہو گیا تیمّم باطل ہو جائے گا۔[2]

قاعدہ نمبر ۱۸ (ب): اَلضَّرَرُ لا يُزَالُ بِالضَّرَرِ

یعنی نقصان کو نقصان پہنچا کر زائل نہ کیا جائے گا جیسے ایک شخص جو حالت اضطرار میں ہے دوسرے ایسے اشخاص کا کھانا نہیں کھا سکتا جو خود بھی حالتِ اضطرار میں ہے۔[3]

قاعدہ نمبر ۱۹:

يُتَحَمَّلُ الضَّرَرُ الْخَاصُ لأَجْلِ دَفْعِ الضَّرَرِ الْعَامِ "۵۹"

یعنی ضررِ خاص کو برداشت کر لیا جائے گا ضررِ عام سے بچنے کے لئے جیسے ان کافروں پر گولہ باری یا تیر اندازی کی جائے گی جو خود کو بچانے کے لئے مسلمانوں کے بچوں کو ڈھال بنالیں۔ اسی طرح اس بوسیدہ دیوار کو گرا دیا جائے گا جو راستہ کی طرف جھک گئی ہو اور جس کے گرنے سے راہگیروں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو اگرچہ اس کا مالک رضا مند نہ ہو۔ ایسے ہی نان فروش اگر روٹیوں کی قیمت زیادہ بڑھا دیں تو بھاؤ مقرر کیا جائے گا اگر غلہ فروش قحط کے زمانے میں مہنگا بیچنے کے لیے غلہ اسٹور کریں تو ان کا

1 ...... "الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص ۷۳، ۷۴.
و "كنز الدقائق"، كتاب السير والجهاد، باب الغنائم وقسمتها، ص ۲۰۳.

2 ...... "الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص ۷۴.

3 ...... المرجع السابق.

غلہ جبراً فروخت کردیا جائے گا۔ اسی طرح اگر باپ اولاد کا واجب الادا نفقہ نہ دے اور انھیں فاقہ کشی پر مجبور کرے تو باپ کو ان کے نفقہ کی ادائیگی کے لئے قید کیا جائے گا۔ غیر سنجیدہ و عدیم الحیا مفتی کو اور جاہل طبیب کو فتویٰ دینے اور علاج کرنے سے روکنا جائز ہے۔ اسی طرح اگر کسی نے زمین غصب کرلی اور اس پر عمارت بنالی یا پیڑ لگادیئے تو اگر زمین کی قیمت عمارت یا پیڑوں کی قیمت سے زیادہ ہے تو عمارت گرادی جائے گی یا پیڑ اکھڑوادیئے جائیں ورنہ زمین غصب کرنے والا زمین کی پوری قیمت کا ضامن ہوگا اس سے مالک کو زمین کی قیمت دلوائی جائے گی۔ [1]

قاعدہ نمبر ۲۰:

مَنِ ابْتُلِيَ بِبَلِيَّتَيْنِ وَهُمَا مُتَسَاوِيَتَانِ يَأْخُذُ بِأَيِّتِهِمَا شَاءَ وَإِنِ اخْتَلَفَتَا يَخْتَارُ أَهْوَنَهُمَا "۶۱"

اگر کوئی شخص دو مصیبتوں میں گرفتار ہوجائے اور دونوں برابر کی ہوں تو جس کو چاہے اختیار کرے اور اگر دونوں برابر کی نہ ہوں تو ان میں سے جو ہلکی ہو اُسے اختیار کرے کیونکہ حرام کا ارتکاب بوجہ مجبوری جائز کیا گیا ہے لہٰذا کم سے کم ہو اس لئے بڑی مصیبت کو ترک کردے کہ اس میں بلاضرورت زیادہ حرام کرنا پڑے گا۔ جیسے کسی کے جسم میں زخم ہے اگر وہ سجدہ کرتا ہے تو زخم بہنے لگتا ہے اور زخم بہے گا تو وضو ٹوٹے گا جسم ناپاک ہوگا اور سجدہ نہیں کرتا تو زخم نہیں بہتا اس صورت میں نماز کا سجدہ ترک کرنا پڑے گا تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے اور رکوع وسجدہ اشارہ سے ادا کرے کیونکہ سجدہ ترک کردینا اس سے کمتر ہے اور آسان ہے کہ نماز حالتِ حدث اور نجس جسم کے ساتھ پڑھے۔ ایسے ہی اگر کوئی ضعیف و ناتواں بوڑھا ہے اگر وہ کھڑے ہوکر نماز پڑھتا ہے تو قراءت قرآن نہیں کرسکتا اور بیٹھ کر نماز پڑھتا ہے تو قراءت کرلیتا ہے وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے گا اور قیام ترک کردے گا کیونکہ ترک قیام تو نوافل میں بھی جائز ہے مگر ترک قراءت قرآن جائز نہیں ایسے ہی کوئی جاں بلب فاقہ زدہ ہے [2] اس کے پاس کھانے کے لیے مردار ہے اور کسی دوسرے کا کھانا ہے تو اسے مال غیر حلال نہیں بقدر ضرورت مردار کھائے گا یہ اَھْــوَن ہے۔ بعض فقہاء کا قول ہے کہ مردار نہیں کھائے گا مال غیر کھائے گا ابن سماعہ وطحاوی اور امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ کا یہی قول ہے [3] ابن سماعہ فرماتے ہیں: مال غیر کو غصب کرنا مردار کھانے سے اھون ہے۔ [4]

قاعدہ نمبر ۲۱:

دَرْءُ الْمَفَاسِدِ أَوْلٰى مِنْ جَلْبِ الْمَصَالِحِ "۶۳"

''یعنی خرابیوں کو دور کرنا زیادہ بہتر ہے حصولِ منافع سے'' پس جب مفاسد اور مصالح میں تضاد واقع ہو تو مصالح کو ترک

---

1 ......''الأشباہ والنظائر''، الفن الأوّل: القواعد الکلیة، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص ۷۴، ۷۵.

2 ......یعنی بھوک کی وجہ سے اس کی جان پر بنی ہوئی ہے۔

3 ......''اشباہ'' اور دیگر کتب فقہ میں ہے کہ امام کرخی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ایسی صورت میں مضطر کو اختیار ہے چاہے تو مردار کھالے چاہے تو مال غیر۔...علمیه

4 ......''الأشباہ والنظائر''، الفن الأوّل: القواعد الکلیة، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص ۷۶، ۷۷.

کر کے مفاسد کو دور کیا جائے گا کیونکہ شریعت مطہرہ کی توجہ محرمات وممنوعات ومفاسد کو دور کرنے میں زیادہ سخت ہے بہ نسبت ماموراتِ ومصالح کو بروئے کار لانے کے، سیدالکائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

إِذَا أَمَرْتُكُمْ بِشَيْءٍ فَأْتُوا مِنْهُ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَإِذَا نَهَيْتُكُمْ عَنْ شَيْءٍ فَاجْتَنِبُوْهُ [1]

یعنی جب میں تمہیں کسی چیز کا حکم دوں تو حتی المقدور اسے بجالا ؤ اور جب کسی شے سے منع کروں تو اس سے دور رہو۔

صاحب الکشف نے یہ حدیث روایت کی ہے: لَتَرْكُ ذَرَّةٍ مِّمَّا نَهَى اللّٰهُ عَنْهُ أَفْضَلُ مِنْ عِبَادَةِ الثَّقَلَيْنِ [2]

یعنی منہیات الٰہیہ میں سے ایک ذرہ سے بھی اجتناب کرنا اور بچنا جن وانس کی عبادت سے افضل ہے۔

فتاویٰ بزازیہ نے یہ مسئلہ بیان کیا ہے: مَنْ لَّمْ يَجِدْ سُتْرَةً تَرَكَ الإِسْتِنْجَاءَ وَلَوْ عَلٰى شَطِّ نَهْرٍ [3]

جسے سترہ نہ ملے (یعنی پردہ کرنے کی چیز) وہ استنجاء کو ترک کرے خواہ وہ نہر کے کنارے پر ہو۔

عورت پر غسل واجب ہوا اور وہ مردوں سے پردہ کی جگہ نہ پائے تو غسل موخر کرے گی اور مرد پر اگر غسل واجب ہے اور اسے مردوں سے پردے کی جگہ نہ ملے تو غسل کو موخر نہ کرے گا کیسے بھی ہو غسل کرے گا لیکن اگر مرد کو استنجاء کے لئے پردہ کی جگہ نہ ملے تو استنجاء موخر کرے گا۔ غسل اور استنجاء میں یہ فرق اس لئے ہے کہ نجاست حکمیہ نجاست ظاہری سے اقوٰی ہے۔ ایسے ہی اگرچہ وضو میں کلی کرنے اور ناک صاف کرنے میں مبالغہ کرنا مسنون ہے لیکن بحالت روزہ یہ عمل مکروہ ہے مبادا پانی اندر پہنچ جائے اور روزہ کو توڑ دے۔ کبھی مصالح مفاسد پر بدرجہا غالب ہوتے ہیں ایسی صورت میں مصالح کو اختیار کیا جائے جیسے متحارب گروہوں [4] کے درمیان صلح کرانے کے لیے دروغ بیانی [5] کرنا جائز ہے حالانکہ دروغ منہیات شرع سے ہے [6]۔ [7]

قاعدہ نمبر۲۲:

اَلْحَاجَةُ تَنَزَّلُ مَنْزِلَةَ الضَّرُوْرَةِ "۲۳"

یعنی حاجت ضرورت کا مقام حاصل کر لیتی ہے۔ اسی قاعدہ کے ماتحت اجارہ کا جواز ہے اگرچہ اجارہ داری خلاف قیاس

---

1 ......"صحيح مسلم"، كتاب الحج، باب فرض الحج مرة فى العمر، الحديث: ٤١٢ ـ (١٣٣٧)، ص٦٩٨.

و"صحيح البخارى"، كتاب الاعتصام... إلخ، باب الاقتداء بسنن رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم، الحديث: ٧٢٨٨، ج٤، ص٥٠٢.

2 ......"كشف الأسرار"، المتشابه، ج١، ص١٥٤.

3 ......

4 ......یعنی آپس میں دولڑنے والے گروہ۔ 5 ......یعنی جھوٹ بولنا۔ 6 ......یعنی جھوٹ ممنوعات شریعت میں سے ہے۔

7 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاوّل، القاعدة الخامسة، ص٧٨.

ہے مگر یہ ایک حاجت ہے جوضرورت بن گیا ہے۔ایسے ہی بیع سلم کا جواز خلاف قیاس ہے کیونکہ یہ معدوم شے کی بیع ہے [1] مگر غرباء کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اس کا جواز ہے۔اسی قاعدہ کے ماتحت جب حاجت شدید داعی ہوئی تو بیع الوفاء کے جواز کا فتویٰ ہوا۔[2]

قاعدہ نمبر۲۳:

اَلْعَادَةُ مُحَكَّمَةٌ "٦٣"

یعنی عادت حکم شرعی کی بنیاد ہے۔مقصد یہ ہے کہ جو چیز عرف و عادت کے لحاظ سے درست ہو شریعت اسے جائز قرار دیتی ہے۔[3] یہ قاعدہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ والہٖ وسلّم کی اس حدیث سے ماخوذ ہے۔

مَارَآهُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَناً فَهُوَ عِنْدَ اللّٰهِ حَسَنٌ [4]

یعنی وہ چیز جس کو مسلمان (اہلِ علم واہل تقویٰ) اچھا سمجھیں وہ اللہ کے نزدیک بھی اچھی ہے۔

یہ حدیث حضرت **عبداللہ** بن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے جس کو حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالٰی نے اپنی مسند میں روایت کی ہے بعض محدثین اسے مرفوع کہتے ہیں اور بعض اس کو موقوف کہتے ہیں۔[5] عرف و عادت کی تعریف علامہ ابن عابدین علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''شرح عقود رسم المفتی المنظوم'' میں فرماتے ہیں: **قَالَ فِي "الْمُسْتَصْفٰى": اَلْعَادَةُ مَااسْتَقَرَّفِي النُّفُوْسِ مِنْ جِهَةِ الْعُقُوْلِ وَتَلَقَّتْهُ الطِّبَاعُ السَّلِيْمَةُ بِالْقُبُوْلِ وَفِيْ "شَرْحِ التَّحْرِيْرِ" اَلْعَادَةُ هِيَ الأَمْرُالْمُتَكَرِّرُمِنْ غَيْرِعِلاقَةٍ عَقْلِيَّةٍ** [6]

اور ''**الأشباه والنظائر**'' میں علامہ زین الدین ابن نجیم الحنفی المصری فرماتے ہیں: **وذكر الامام الهندى فى "شرح المغنى" اَلْعَادَةُ عِبَارَةٌ عَمَّا يَسْتَقِرُّفِي النُّفُوْسِ مِنَ الأُمُوْرِالْمُتَكَرِّرَةِ الْمَقْبُوْلَةِ عِنْدَالطِّبَاعِ السَّلِيْمَةِ** [7]

ان سب کا مفہوم و مطلب یہ ہے کہ انسان دیدہ و دانستہ کسی کام کو بار بار کرتے ہوئے اس درجہ پر پہنچ جائے کہ بلاتکلف

---

1 ......یعنی ایسی چیز کی بیع ہے جو ابھی موجود نہیں۔

2 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الاوّل،القاعدةالخامسة،ص٧٨،٧٩.

3 ......المرجع السابق،القاعدة السادسة،ص٧٩.

4 ......"المسند"الامام احمد بن حنبل،مسند عبدالله بن مسعود،الحديث:٣٦٠٠،ج٢،ص١٦.

5 ......"كشف الخفاء"،حرف الميم،الحديث:٢٢١٢،ج٢،ص١٦٨.

و"الأشباه والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الاوّل،القاعدة السادسة،ص٧٩.

6 ......"مجموعة رسائل ابن عابدين"،الرسالة الثانية شرح عقود رسم المفتى،الجزالاول،ص٤٤.

7 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الاوّل،القاعدة السادسة،ص٧٩.

اس سے اس کام کا صدور ہونے لگے وہ اگر قول ہے تو وہ بلا تکلف اسی معنی میں سمجھا جانے لگے جس میں وہ حقیقت کے برخلاف استعمال کیا جا رہا ہے۔ صاحب الاشباہ نے عرف وعادت کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(ا) اَلْعُرْفِيَّةُ الْعَامَّةُ (۲) وَالْعُرْفِيَّةُ الْخَاصَّةُ (۳) وَالْعُرْفِيَّةُ الشَّرْعِيَّةُ[1] "۶۴۰"

عرف اور عادت کو فقہائے کرام نے بڑی اہمیت دی ہے فقہ کے کثیر مسائل کا حکم عرف وعادت پر مبنی ہے "مبسوط" میں ہے: جو چیز عادت اور عرف کے ذریعہ ثابت ہو جائے وہ ایسی ہے جیسے نص شرعی سے ثابت ہو۔ "ردالمحتار" جلد پنجم میں جہاں نابالغوں کے سن بلوغ سے بحث کی گئی ہے اسی موقع پر فرمایا کہ "ان معاملات میں جہاں نص شرعی موجود نہ ہو عرف وعادت ہی شرعی حجت ہے۔"[2]

امام شہاب الدین القرافی فرماتے ہیں: "احکام عرف اور عادت کے ساتھ ساتھ نافذ ہوتے رہتے ہیں۔"

عادت کس چیز سے اور کس طرح ثابت ہوتی ہے مختلف امور میں اس کے مختلف طریقے ہیں:

ا۔ کبھی عادت ایک ہی دفعہ سے ثابت وتسلیم ہو جاتی ہے جیسے وہ لڑکی جسے پہلی بار حیض آیا تو جتنے دن یہ رہے گا اتنے ہی دن اس کی عادت شمار ہوگی لیکن تربیت کئے ہوئے شکاری کتے کی عادت اس وقت تسلیم ہوگی جب وہ مسلسل تین بار شکار کر کے اسے نہ کھائے۔

۲۔ عرف وعادت کا اعتبار اس وقت ہے جب وہ عام ہو اور غالب ہو۔ جب تک عام لوگوں میں اس کا رواج عام نہ ہو جائے اس کو حکم شرعی کی بنیاد نہیں بنایا سکتا۔

۳۔ عادت اور عرف جب عام رواج ہو جائیں تو کیا وہ شرط کا درجہ حاصل کر لیتے ہیں۔

فتاویٰ ظہیریہ مبحث الاجارہ میں ہے: اَلْمَعْرُوْفُ عُرْفاً كَا لْمَشْرُوْطِ شَرْعًا۔

بزازیہ میں ہے: اَلْمَشْرُوطُ عُرْفاً كَالْمَشْرُوْطِ شَرْعًا

۴۔ الفاظ کا مفہوم حقیقت کے خلاف عرف پر اس وقت محمول کیا جائے گا جب وہ عرف ایک زمانے سے چلا آ رہا ہو کسی نئے رواج وعرف پر الفاظ کو حقیقت کے خلاف محمول نہ کیا جائے گا اسی لئے فقہاء فرماتے ہیں کہ "لا عِبْرَةَ بِالْعُرْفِ الطَّارِیءِ" نیز یہ کہ عرف کا اعتبار معاملات میں ہے تعلیق میں نہیں۔ تعلیق میں وہ اپنے حقیقی معنی اور اصلی مفہوم میں لیا جائے گا جیسے کسی ظالمہ بیوی نے اپنے شوہر سے کہلوایا کہ میں اگر تیرے اوپر کسی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق اس نے یہ کہہ دیا اور نیت یہ کی کہ

1 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الاوّل، القاعدة السادسة، ص۷۹.

2 ......"ردالمحتار"، كتاب الحجر، فصل بلوغ الغلام...إلخ، ج۹، ص۲٦٠.

اگر میں تیرے اوپر یعنی تیرے کندھوں پر یا کمر پر بٹھا کر کسی عورت سے نکاح کروں تو اسے طلاق، تو اس کی یعنی شوہر کی نیت کے مطابق عمل کیا جائے گا کیونکہ اس نے اپنے الفاظ سے حقیقی معنی مراد لئے ہیں اور اس کی بیوی نے ظلماً اسے یہ قسم دلائی تھی اور مظلوم کی نیت اس کی قسم میں معتبر ہے نیز اس کا یہ کلام از قسم تعلیق ہے اور تعلیق میں عرف کا اعتبار نہیں اس لئے اس کا کلام عرف پر محمول نہیں کیا جائے گا اور اگر وہ کسی عورت سے نکاح کرے گا تو اسے طلاق واقع نہ ہوگی۔

۵۔عرف اور شرع میں جب تضاد ہوگا تو عرف الاستعمال مقدم رکھا جائے گا خصوصاً اَیـمَـان میں لہٰذا اگر کسی نے یہ قسم کھائی کہ وہ فرش یا بساط پر نہیں بیٹھے گا یا یہ قسم کھائی کہ وہ سراج (چراغ) سے روشنی حاصل نہیں کرے گا پھر وہ زمین پر بیٹھا یا سورج سے روشنی حاصل کی تو وہ حانث نہیں ہوگا (یعنی اس کی قسم نہ ٹوٹے گی) اگرچہ قرآن کریم میں زمین کو فراش اور بساط فرمایا گیا ہے اور سورج کو سراج فرمایا گیا ہے مگر یہاں اس کے عرفی معنی مراد لئے جائیں گے۔اسی طرح اگر اس نے قسم کھائی کہ وہ گوشت نہیں کھائیگا پھر اس نے مچھلی کھائی تو حانث نہ ہوگا کیونکہ عرف میں گوشت کا استعمال مچھلی کے گوشت میں نہیں ہوتا۔اگرچہ قرآن کریم نے مچھلی کے لئے **لَحماً طَرِیّاً**[1] کا لفظ استعمال کیا ہے اس طرح کی بہت سی مثالیں ہیں۔[2]

۶۔عرف اور لغوی معنی میں جب تضاد ہوگا تو عرف میں اگر شرائط معتبرہ پائی گئیں تو لفظ کو عرف پر محمول کیا جائے گا لغوی معنی پر نہیں زیلعی وغیرہ نے یہ تصریح فرمائی ہے:**اِنَّ الأَیـمَانَ مَبْنِیَّۃٌ عَلَی الْعُرْفِ لا عَلَی الْحَقَائِقِ اللُّغَوِیَّۃِ**[3] اَیمان عرف پر مبنی ہوتے ہیں نہ کہ لغوی معنی پر۔اس پر مسائل متفرعہ میں سے ایک یہ ہے کہ اگر کسی نے قسم کھائی کہ وہ روٹی نہیں کھائے گا تو وہ صرف اس صورت میں حانث ہوگا جب وہ روٹی کھائے جو اس کے شہر میں بالعموم کھائی جاتی ہے جیسے مغربی یوپی اور پنجاب میں گیہوں کی روٹی، اور بقول صاحب الاشباہ والنظائر ان کے زمانے میں قاہرہ[4] میں گیہوں کی روٹی، طبرستان میں چاول کی روٹی، زبید[5] میں باجرہ کی روٹی کھانے سے حانث ہوجائے گا اگر ان تمام علاقوں میں مروج روٹی کے علاوہ کسی اور چیز سے بنی ہوئی روٹی کھائی تو حانث نہ[6] ہوگا۔[7]

---

1 ……یعنی تازہ گوشت۔

2 ……"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الاوّل،القاعدۃ السادسۃ،ص۸۲.

3 ……"تبیین الحقائق"،کتاب الأیمان،باب فی الدخول...إلخ،ج۳،ص۴۳۹.
و"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الاوّل،القاعدۃ السادسۃ،ص۸۳.

4 ……مصر کا دارالحکومت۔

5 ……یمن کے ایک شہر کا نام۔

6 ……بہارشریعت میں اس مقام پر"حانث ہوگا" لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے "حانث نہ ہوگا"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...**علمیہ**

7 ……"الأشباہ والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الاوّل،القاعدۃ السادسۃ،ص۸۳.

تنبیہ:

عرف وعادت پرشریعت کے بے شماراحکام ومسائل کا دارومدار ہے اور یہ تمام غیر منصوص علیھا مسائل میں بنیادی حیثیت رکھتے ہیں لیکن عرف وعادت اور ایسے ہی عموم بلوٰی کو سمجھنے کے لئے بڑے وسیع مطالعہ اور دقتِ نظر کی ضرورت ہے۔مفتیانِ کرام کو ان تمام اُمور سے واقفیت رکھنا ضروری ہے ورنہ وہ مسئلہ کا حکم بیان کرنے میں اکثر وبیشتر غلطیوں کا شکار ہوسکتے ہیں۔فقہ کی کتابوں میں عرف اور اس سے مستخرجہ مسائل پر سیر حاصل اور مفصل بحثیں کی گئی ہیں۔مفتی کے لئے ان کا مطالعہ بے حد ضروری ہے۔فقہائے کرام علیہم الرحمۃ والرضوان فرماتے ہیں عرف وعادت کے مقابلہ میں کسی شے کے مفہوم کی وضاحت وتعین میں حقیقت کو ترک کردیا جائے گا۔[1] ''الاشباہ''میں ہے:عادت وعرف وہی معتبر ہے جب اس کا استعمال عرف وعادت میں غالب ہوگیا ہو۔اسی لئے فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ اگر کسی شہر میں مختلف قسم کے درہم ودینار چل رہے ہوں (یعنی مختلف قسم کے سکے چل رہے ہوں) وہاں اگر کسی نے کوئی چیز دس۱۰ درہم یا دس دینار میں خریدی یا فروخت کی تو بائع وہ درہم یا دینار لینے کا مستحق ہوگا جن کا غالب چلن وہاں کا عرف و عادت ہو۔اگر خریدار کوئی دوسرا سکہ یا دوسرے قسم کے درہم ودینار دینا چاہے تو بائع کو (بیچنے والے کو) انکار کا حق ہوگا۔[2] ''شرح بیری''میں بہ حوالہ''مبسوط''بیان کیا گیا ہے جو چیز عرف سے ثابت ہو وہ ایسی ہے جیسے نص سے ثابت ہو۔[3] (رسائل ابن عابدین)

فائدہ:

بہت سے وہ احکام جن پر صاحب مذہب مجتہد نے اپنے زمانے کے عرف وعادت کی بنیاد پر نص قائم کی زمانہ اور حالات کے بدل جانے سے تبدیل ہوگئے ہیں اہل زمانہ میں فساد آجانے کی وجہ سے یا عموم ضرورت کی وجہ سے جیسے تعلیم القرآن کی اجرت کا جواز اور ظاہری عدالت پر اکتفاء نہ کرنا[4] اور غیر سلطان سے اکراہ کا تحقق کیونکہ فقہائے متقدمین کے زمانہ میں اکراہ صرف بادشاہ ہی سے متحقق ہوسکتا تھا غیر سلطان سے اکراہ نہیں ہوسکتا تھا لیکن بعض عوام الناس میں سے لوگ قتل و خونریزی پر اتنے جری ہوگئے کہ ان سے بھی اکراہ کا تحقق ہوگیا فقہائے متقدمین ضمان مباشر پر واجب کرتے تھے متسبب پر نہیں لیکن بعد میں ضمان متسبب پر عائد کیا گیا اس کی وجہ فساد اہل زمانہ اور حالات کا متغیر ہونا بیان کیا گیا ایسے ہی وصی اب مال یتیم میں مضاربت نہیں کرسکتا اور وقف اور یتیم کی زمین کا غاصب ضمان دے گا اور مکان موقوفہ ایک سال سے زیادہ اور وقف زمین کو تین سال سے زیادہ مدت کے لئے اجارہ پر نہیں دیا جائے گا اور قاضی کو اپنے ذاتی علم کی بنا پر فیصلہ دینے سے روکا جائے گا اور

---

1 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الاوّل،القاعدة السادسة،ص۷۹.

2 ......المرجع السابق،ص۸۱.

3 ......"مجموعة رسائل ابن عابدين"،الرسالة الثانية شرح عقود رسم المفتي،ج۱،ص۴۴.

4 ......بہارِ شریعت میں اس مقام پر''عدالت پر اکتفاء کرنا''لکھا ہوا تھا،جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے''عدالت پر اکتفاء نہ کرنا''،اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کردی ہے۔...**علمیه**

شوہر کو روکا جائے گا اس سے کہ وہ اپنی بیوی کو سفر میں ساتھ لے جائے (جبکہ بیوی رضامند ہو) اگرچہ شوہر نے اس کا مہر معجّل ادا کر دیا ہو۔ (نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف، مجموعہ رسائل ابن عابدین وشرح عقود رسم المفتی)[1]

عرف و عادت کی بنیاد پر یہ حکم ہے کہ دخول کے بعد بیوی اگر یہ کہے کہ اس نے قبل دخول اپنا مہر معجّل وصول نہیں کیا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی اور اگر شوہر نے کہا کہ ہر حلال چیز مجھ پر حرام ہے تو اس کی بیوی مطلّقہ ہو جائے گی بشرطیکہ یہ جملہ اور الفاظ اس علاقے میں طلاق کے لئے استعمال کئے جاتے ہوں (یعنی وہاں کا عرف یہ ہو) ایسی صورت میں اس کی نیت کا اعتبار نہیں کیا جائے گا طلاق واقع ہو جائے گی اور اگر عرف و عادت میں ان الفاظ کا استعمال طلاق کے لیے نہیں ہے تو اس کی نیت کا اعتبار کر لیا جائے گا۔ اگر باپ یہ کہے کہ میں نے اپنی بیٹی کو جو سامان جہیز دیا، میں نے اپنی بیٹی کو اس کی تملیک نہیں کی[2] تو اس کا مدار عرف پر ہے اگر اس علاقہ کا عرف تملیک ہے تو جہیز کی ہر چیز بیٹی کی ملکیت قرار دی جائے گی ورنہ جیسا عرف ہو ویسا ہی حکم ہوگا۔ غرض یہ اور اس قسم کے صدہا مسائل کے جواز یا عدم جواز کا مدار عرف و عادت، فساد زمان، عموم بلویٰ، ضرورت اور قرائن احوال پر ہے ان میں سے کوئی حکم نہ مذہب سے خارج ہے نہ خلاف، کیونکہ مجتہد اگر اس زمانہ میں حیات ہوتے تو بلاشبہ یہی حکم شرعی بیان فرماتے یہی وہ نکتہ ہے جس نے مجتہدین فی المذاہب اور متاخرین میں سے صحیح وصواب پر نگاہ رکھنے والوں کو جرأت دلائی کہ وہ صاحب المذہب سے منقول کتب ظاہر الروایہ میں منصوص مسائل سے اختلاف کریں۔ عرف و عادت اگر زمانے کے تغیر سے تبدیل ہو جائیں اور نیا عرف و عادت بن جائے تو مفتیِ زمانہ کو نئے عرف و عادت کا لحاظ کر کے اس کے مطابق حکم شرعی بیان کرنا چاہیے مگر اس کے لیے شرط یہ ہے کہ چونکہ متقدمین فقہاء نے مفتی کے لئے اجتہاد کی شرط رکھی تھی جواب مفقود ہو چکی ہے کیونکہ فی زمانہ کوئی فقیہ شرائط اجتہاد کو پورا نہیں کرتا اس لئے مجتہد مفتی تو اب معدوم ہو چکے ہیں پھر بھی عرف و عادت کے مطابق فتویٰ دینے کے لئے کم سے کم یہ شرط رکھی گئی ہے کہ مفتی وقت مسائل کی معرفت ان کی شروط وقیود کے ساتھ رکھتا ہو نیز اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ اپنے زمانے کے عرف سے کما حقہ، واقف ہو اور اہل زمانہ کے حالات سے بھی واقفیت رکھتا ہو اور کسی ماہر استاذ سے اس نے مسائل کے استخراج کا طریقہ بھی سیکھا ہو ''منیۃ المفتی' اور ''قنیہ'' میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔[3] (شرح عقود رسم المفتی المنظوم لابن عابدین) ''۴۶''

فائدہ: قرینہ حال بھی حکم شرعی کی بنیاد بن سکتا ہے اس کا ثبوت قرآن پاک کی یہ آیت ہے:

---

1 ......''مجموعة رسائل ابن عابدين''، الرسالة الثانية شرح عقود رسم المفتي، الجزء الأول، ص٤٤.
و''مجموعة رسائل ابن عابدين، نشر العرف''، الجزء الثاني، ص١٢٦.

2 ......یعنی ملکیت میں نہیں دیا۔

3 ......''مجموعة رسائل ابن عابدين''، الرسالة الثانية شرح عقود رسم المفتي، الجزء الأول، ص٤٤، ٤٦.

﴿ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِیْنَ ﴾[1]

یعنی بے شک اس میں نشانیاں ہیں اہل فراست کے لیے یعنی جو قرائن سے علم حاصل کر لیتے ہیں۔

دوسری آیت اس کے ثبوت کی یہ ہے:

﴿ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِیْصُهٗ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ ﴾الآیة[2]

یعنی اور عورت کے گھر والوں میں سے ایک گواہ نے گواہی دی اگر ان کا کرتا آگے سے چرا ہے تو عورت سچی ہے اور انہوں نے غلط کیا اور اگر ان کا کرتا یعنی (یوسف علیہ السلام کا) پیچھے سے چاک ہوا[3] تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچے ہیں۔ یہ گواہی قطعاً قرینۂ حال کی بنیاد پر تھی اور علاماتِ ظاہری سے علم حاصل کر کے گواہی دی گئی جو شرعاً قبول ہوئی اس لئے قرینۂ حال اور علامات ظاہری بھی حکم شرعی کی ایک بنیاد تسلیم کئے گئے۔[4]

قاعدہ نمبر ۲۴:

اَلإِجْتِهَادُ لا يَنْقُضُ بِالإِجْتِهَادِ

یعنی ایک اجتہاد دوسرے اجتہاد سے ساقط نہیں ہوتا یعنی ٹوٹتا نہیں ہے اس قاعدہ کی بنیاد صحابہ کرام کا عمل ہے کہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے چند مسائل کے سلسلے میں حکم صادر فرمایا جس کی مخالفت سیدنا حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کی مگر سیدنا حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا حکم اس سے نہ ساقط ہوا نہ کالعدم اسی طرح فدک کے بارے میں خلیفہ اول کا حکم حضرت عباس حضرت فاطمہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کے اجتہاد سے نہ ٹوٹا نہ ساقط ہوا۔ حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کے خلاف فیصلہ دیا اس نے یہ بات حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بتلائی آپ نے فرمایا اگر میں فیصلہ کرتا تو تمہارے حق میں کرتا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ اب کیا چیز مانع ہے کہ آپ فیصلہ دیں آپ نے فرمایا چونکہ اس معاملہ میں کوئی نص شرعی ہے نہیں لہٰذا رائے اور اجتہاد دونوں برابر ہیں۔ اس قاعدہ پر جو مسائل متفرع ہیں ان میں سے ایک یہ ہے کہ سمت قبلہ کے بارے میں کسی نے اجتہاد تحری کر کے اس طرف نماز شروع کی۔ درمیان میں اس کی رائے واجتہاد بدل گیا اس نے رخ دوسری طرف کر لیا اسی طرح اس نے اگر چار رکعتیں چار سمت کی طرف رخ کر کے پڑھیں تو نماز درست ہے اس کی قضا نہیں دوسرے اجتہاد نے پہلے اجتہاد کو کالعدم وساقط نہیں کیا اس لئے ہر رکعت صحیح ادا ہوئی اور وہ نماز قضا نہیں کرے گا۔ اگر قاضی نے کسی فاسق کی شہادت کو اس کے فسق و فجور کی

---

1 ......پ ١٤، الحجر: ٧٥.

2 ......پ ١٢، يوسف: ٢٦.

3 ......یعنی پھٹا ہوا۔

4 ......"مجموعة رسائل ابن عابدين"، الرسالة نشر العرف... إلخ، الجزء الثاني، ص ١٢٨.

وجہ سے رد کر دیا پھر اس نے اپنے فسق سے توبہ کر کے اس شہادت کو دوبارہ دیا تو قبول نہیں کی جائے گی۔(الاشباہ ۳۷وغیرہا)[1]

قاعدہ نمبر ۲۵:

إِذَا اجْتَمَعَ الْحَلالُ وَالْحَرَامُ غَلَبَ الْحَرَامُ

یعنی حلال اور حرام جب جمع ہوں گے تو غلبہ حرام کو ہوگا اس قاعدہ کے ماتحت اگر کتے اور بکری کے اختلاط سے بکری کے بچہ ہوا تو وہ حرام ہے اور سکھایا ہوا کتا جب بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر شکار پر چھوڑا گیا پھر اس کے ساتھ کلب غیر معلم (یعنی غیر تربیت یافتہ کتا) شریک ہوگیا یا وہ کتا شریک ہوگیا جس کو بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر نہ چھوڑا تھا تو وہ شکار حرام ہے (اگر وہ ذبح سے قبل مرگیا) شکار پر تیر چلایا، وہ پانی میں گرا، یا چھت پر گرا پھر چھت سے زمین پر گرا تو وہ شکار حرام ہے کیونکہ ممکن ہے کہ وہ پانی کی وجہ سے یا زمین پر گرنے کی وجہ سے مرا ہو۔ ایسے ہی اگر پالتو بکرا ہرنی سے ملا اور ہرنی سے بچہ ہوا تو اس کی قربانی جائز نہیں۔ مسلم نے شکار پر تیر چلایا اور مجوسی یا مشرک نے مسلم کے ہاتھ کو تیر چلانے میں مدد دی تو وہ شکار حرام ہے اگر درخت کا ایک حصہ حرم میں ہے اور ایک حصہ حل میں ہے تو اس درخت کو کاٹنا جائز نہیں۔[2]

اسی قاعدہ میں یہ قاعدہ بھی شامل ہے: **إِذَا تَعَارَضَ الْمَانِعُ وَالْمُقْتَضٰى فَإِنَّهُ يُقَدِّمُ الْمَانِعُ**

یعنی مانع اور مقتضی میں جب تعارض ہوگا تو مانع مقدم کیا جائے گا اس صورت میں حکم عدم جواز کا ہوگا لہٰذا اگر وقت تنگ ہے یا پانی کی مقدار کم ہے اس صورت میں سنن وضو ادا کرتا ہے تو وقت نماز ختم ہو جائے گا یا پانی پورا نہ ہوگا تو سنن ادا کرنا جائز نہیں اس قاعدے کے بھی کچھ مستثنیات ہیں۔[3]

قاعدہ نمبر ۲۶:

لَا إِيْثَارَ فِي الْقُرَبِ "۴۸۰"

یعنی قربات وعبادات میں ایثار نہیں ہے۔ سیدنا شیخ عزالدین علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ چونکہ قربات وعبادات میں ایثار نہیں ہے اس لئے اگر کسی کے پاس صرف اتنا کپڑا ہے کہ جس سے اپنا مفروضہ ستر[4] چھپا سکے اسے یہ کپڑا دوسرے کو ستر چھپانے کے لیے دینا جائز نہیں۔ اسی طرح اگر نماز کا وقت آ گیا اور اس کے پاس صرف اتنا پانی ہے کہ اپنا وضو کرے اور وہ پانی کسی دوسرے کو وضو کے لئے دیدے تو یہ جائز نہیں کیونکہ ایثار ان معاملات میں ہے جن کا تعلق نفوس سے ہے نہ ان معاملات میں جن

---

1 ...... "الأشباه والنظائر"،الفن الأول:القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة الأولى،ص۸۹، ۹۰،وغيرها.

2 ...... "الأشباه والنظائر"،الفن الأول:القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة الثانية،ص۹۳۔۹۵.

3 ...... المرجع السابق،ص۱۰۰.

4 ...... یعنی جسم کا وہ حصہ جسے چھپانا فرض ہے۔

کا تعلق قربات وعبادات سے ہے۔[1] ''شرح المہذب'' باب الجمعۃ میں یہ جزئیہ بیان کیا گیا ہے کہ جو شخص صف میں جہاں بیٹھا ہے وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھایا جائے گا کہ دوسرا آدمی اس کی جگہ بیٹھے ہاں اگر وہ بااختیار خود اٹھے تو کراہت نہیں۔[2] اگر کوئی جاں بلب بھوکا (مضطر) اپنا کھانا دوسرے مضطر کو کھلا دے تو یہ ایثار محمود ہے اور اس پر وہ ماجور ہوگا[3] یہ اپنا ایثار فی النفس ہے اور آیت ﴿وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰۤى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ﴾[4] کے تحت میں آتا ہے۔[5]

قاعدہ نمبر ۲۷:

اَلتَّابِعُ تَابِعٌ

یعنی تابع متبوع کے حکم میں داخل ہے۔ جیسے حمل والے جانور کی بیع میں حمل اپنی ماں کے تابع ہے اس کی بیع الگ سے نہ ہوگی ایسے ہی راستے اور پانی زمین کے تابع ہیں ان کی بیع الگ سے نہ ہوگی۔[6]

قاعدہ نمبر ۲۸:

اَلتَّابِعُ يَسْقُطُ بِسُقُوْطِ الْمَتْبُوْعِ "۸۵"

متبوع کا حکم ساقط ہونے سے تابع کا حکم بھی ساقط ہوجاتا ہے۔ جیسے جس کی نمازیں ایام جنون میں جنون کی وجہ سے ساقط ہوگئیں وہ ان نمازوں کے ساتھ کی سنتوں کی قضا بھی نہ کرے گا وہ بھی ساقط ہوجائیں گی۔ اسی طرح جس کا حج فوت ہوگیا اور اس نے عمرہ ادا کرکے احرام کھول دیا اس پر منٰی میں رمی جمار[7] اور شب گزارنا بھی نہیں رہا۔ کیونکہ یہ دونوں چیزیں وقوف عرفہ کے تابع ہیں اور وہ ساقط ہوگیا اس کے برعکس دیوان خراج سے جن لوگوں کے وظائف مقرر ہیں جیسے مجاہدین، علماء کرام، طلبہ اور مفتیان عظام اور فقہاء یہ لوگ اگر وفات پاجائیں تو ان کے وظائف ان کی اولاد کے لئے مقرر کردیئے جائیں گے۔ اسی قاعدے کے قریب قریب یہ قاعدہ بھی ہے: يَسْقُطُ الْفَرْعُ إِذَا سَقَطَ الأَصْلُ اس پر یہ مسئلہ متفرع ہے کہ جب اصیل بری ہوجائے گا تو اس کا کفیل بھی بری ہوجائے گا۔[8]

---

1. ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول في القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة الثالثة،ص١٠١.
2. ......"المجموع شرح المهذب"،كتاب الجمعة،باب هيئة الجمعة،ج٤،ص٥٤٥.
3. ......یعنی اس پر اسے اجر ملے گا۔
4. ......پ٢٨،الحشر:٩.
5. ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول في القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة الثالثة،ص١٠١.
6. ......المرجع السابق،القاعدة الرابعة،ص١٠٢.
7. ......یعنی شیطان کو کنکریاں مارنا۔
8. ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول في القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة الرابعة،ص١٠٣.

قاعدہ نمبر۲۹:

اَلتَّابِعُ لا یَتَقَدَّمُ عَلَی الْمَتْبُوْعِ "۸۶"

یعنی تابع اپنے متبوع پر مقدم نہ ہوگا لہٰذا نماز کی تکبیر افتتاح میں مقتدی امام سے پہلے تکبیر تحریمہ نہیں کہہ سکتا۔اسی طرح ارکان نماز کی ادائیگی میں امام پر تقدیم نہیں کرسکتا،لہٰذا مقتدی کو چاہیے کہ وہ امام کے ساتھ نماز ادا کرنے میں امام سے پہلے رکوع و سجود میں نہ جائے نہ امام سے پہلے سجدہ سے سر اٹھائے۔[1] فتاویٰ قاضی خان میں اس کی تفریعات موجود ہیں۔[2]

قاعدہ نمبر۳۰:

تَصَرُّفُ الإِمَامِ عَلَی الرَّعِیَّةِ مَنُوْطٌ بِالْمَصْلِحَةِ "۸۷"

یعنی غیر منصوص اُمور میں امام کا تصرف رعایا پر مصلحت پر موقوف ہے یہ قاعدہ فقہ کی متعدد کتابوں میں بیان کیا گیا ہے۔ حضرت امام ابو یوسف رحمة الله تعالى عليه نے بھی اپنی کتاب ''الخراج'' میں اس کا متعدد مقامات پر ذکر فرمایا ہے لہٰذا امام، سلطان یا خلیفہ کے لیے یہ صحیح نہیں ہے کہ وہ ایسے قاتل کو معاف کردے جس کا مقتول لاوارث ہو یعنی اس کا کوئی ولی ووارث نہ ہو بلکہ اسے رعایا کی مصلحت کی خاطر یا قصاص لینا چاہیے یا دیت۔عامۃ المسلمین کے مصالح کے پیش نظر امام زیلعی نے بیت المال کے سرمایہ کو چار شعبوں میں تقسیم فرمایا ہے وہ فرماتے ہیں کہ امام کو چاہیے کہ وہ ان چار شعبوں کے اموال کو الگ الگ رکھے تاکہ ایک دوسرے کا مال مل نہ سکے کیونکہ ان میں سے ہر ایک کے احکام ومسائل جداگانہ ہیں جو اسی شعبہ کے ساتھ خاص ہیں۔[3]

''محیط'' کی کتاب الزکوٰۃ میں بیان کیا گیا ہے کہ عامۃ المسلمین کی مصلحتوں کے تقاضہ کے مطابق یہ بات رائے امام پر ہے کہ وہ کسی کو امداد زیادہ دیدے اور کسی کو کم یا سب کو برابر برابر لیکن اس فرق یا تسویہ میں اس کی خواہش نفس یا اغراض فاسدہ کو دخل نہ ہونا چاہیے لیکن ہر ایک کو اتنا ہی حلال ہے جو اس کی ضروریات اور اس کے عیال واعوان کی ضروریات کو کفایت کرے اگر بیت المال میں اہل حقوق کی ادائیگی کے بعد بھی کچھ روپیہ بچ جائے تو اس کو عامۃ المسلمین کے کام میں لائے اگر اس نے اس عمل میں کوتاہی کی تو اس کا حساب اللہ تعالیٰ لے گا۔امام زیلعی فرماتے ہیں امام پر واجب ہے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور ہر مستحق کو اس کی ضرورت کے مطابق دے نہ کم نہ زیادہ اگر وہ اس میں کوتاہی کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے حساب لے گا۔[4]

1. ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأول في القواعد الكلية،النوع الثاني،القاعدة الرابعة،ص۱۰۳.
2. ......"الفتاوى الخانية"،كتاب الصلوة،باب افتتاح الصلوة،ج۱،ص۴۲.
3. ......"تبيين الحقائق"،كتاب السير،باب العشر والخراج والجزية،ج۴،ص۱۷۱.
و"الأشباه والنظائر"،الفن الأول في القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدة الخامسة،ص۱۰۵.
4. ......"تبيين الحقائق"،كتاب السير،باب العشر والخراج والجزية،ج۴،۱۷۱.

حضرت سعید بن منصور نے حضرت یرفا رضی اللہ تعالٰی عنہ [1] سے روایت بیان کی وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا یہ قول بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ میں خود کو اللہ کے مال کا (یعنی بیت المال واموال غنائم واموال عشر و خراج وزکوٰۃ وغیرہا کا) ایسا ہی ذمہ دار سمجھتا ہوں جیسے کوئی یتیم کا والی اس کے مال کا ذمہ دار ہوتا ہے (جب تنگدست ہوتا ہوں تو اس سے بقدرِ کفایت لے لیتا ہوں اور جب خوشحال ہوتا ہوں) [2] تو اسے بیت المال کو واپس کر دیتا ہوں اور جب غنی ہوتا ہوں تو اس سے بچتا ہوں۔ [3] اسی قاعدہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول وعمل کے مطابق یہ مسئلہ ہے کہ اگر امام یا سلطان یا خلیفہ یا اُولی الامر اُمورِ عامۃ المسلمین کے پیشِ نظر کوئی حکم دے تو وہ اسی وقت نافذ ہوگا جب وہ شرعاً مصلحت عامہ کے مطابق ہو ورنہ نہیں۔ [4]

''فتاویٰ قاضی خان'' کتاب الوقف میں یہ جزیہ مذکور ہے کہ اگر بادشاہ نے مسلمانوں کو یہ اجازت دی کہ مقبوضہ شہر کی کسی اراضی پر دوکانیں بنوا کر مسجد پر وقف کر دیں یا مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنی مسجد میں برابر کی زمین لے کر توسیع کر لیں تو اگر یہ شہر جنگ سے فتح کیا گیا تھا اور مسجد کی یہ توسیع یا دوکانوں کی تعمیر گزرنے والوں اور راستہ چلنے والوں کے لئے تکلیف دہ ثابت نہ ہوگی، اس صورت میں بادشاہ کا حکم نافذ ہو جائے گا اور اگر یہ شہر بذریعہ جنگ نہیں بلکہ بذریعہ صلح قبضہ میں آیا تھا تو وہ اراضی علیٰ حالہ اپنے مالک کی ملکیت میں باقی رہے گی اور بادشاہ کا حکم نافذ نہ ہوگا۔'' [5] اسی طرح قاضی کا تصرف اموال یتامی اور ترکات اور اوقاف میں مصلحت سے مقید ہے یعنی اگر اس میں مصلحت شرعیہ ہے اور شریعت اسے جائز کرتی ہے تو قاضی کا تصرف نافذ ہوگا ورنہ نہیں۔ ''ذخیرہ'' و ''ولواجیہ'' میں بیان کیا گیا ہے کہ اگر قاضی بغیر شرط واقف کسی مسجد میں فراش [6] مقرر کر دے تو یہ اس کے لئے جائز نہیں اور نہ فراش کو وہ تنخواہ کھانی حلال ہے جو اسے اس وقف سے ملی ہو۔ اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ بلا شرطِ واقف وقف میں سے وظائف دینا بطریق اولیٰ ناجائز ہے حالانکہ مسجد کو فراش کی ضرورت ہے پھر بھی بغیر شرط واقف اس میں فراش مقرر نہیں کیا جا سکتا پھر اس میں سے وظائف کیسے مقرر کئے جا سکتے ہیں۔ [7] (الاشباہ ۸۹)

1 ......کتبِ حدیث وتراجم اعلام کی مراجعت کے بعد یہ ہی ثابت ہوا کہ مذکورہ حدیث کے راوی ''براء'' نہیں بلکہ ''یرفا'' ہیں جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے غلام ہیں، اس کی وضاحت خود ''سنن سعید بن منصور'' میں اسی مقام پر موجود ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔...**علمیه**

2 ......بہارِ شریعت میں اس مقام پر کچھ عبارت لکھنے سے رہ گئی تھی جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، لہٰذا بریکٹ میں ہم نے ''سنن سعید بن منصور'' سے اصل حدیث کو دیکھ کر مذکورہ عبارت کا اضافہ کر دیا۔...**علمیه**

3 ......''سنن سعید بن منصور''، تفسیر سورة المآئدة، الحدیث: ۷۸۸، ج ٤، ص ۱۵۳۸.

4 ......''الأشباه والنظائر''، الفن الأول فی القواعد الکلیة، النوع الثانی، القاعدة الخامسة، ص ۱۰۶.

5 ......''الفتاوی الخانیة''، کتاب الوقف، باب الرجل یجعل دارهٗ...إلخ، ج ۲، ص ۲۹۸.

6 ......خادمِ مسجد یعنی مسجد میں صفائی، ستھرائی کی خدمت کرنے والا۔

7 ......''الأشباه والنظائر''، الفن الأول فی القواعد الکلیة، النوع الثانی، القاعدة الخامسة، ص ۱۰٤، ۱۰۷.

قاعدہ نمبر ۱۳:

اَلْحُدُوْدُ تُدْرَءُ بِالشُّبُهَاتِ "٩٠"

یعنی حدود شک وشبہ سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ یہ حدیث ہے جس کو علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے روایت کیا ہے [1] اور ابن ماجہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی "اِدْفَعُوا الْحُدُوْدَ مَا اسْتَطَعْتُمْ" [2] جہاں تک ممکن ہو حدود کو دور کرو، امام ترمذی وحاکم نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حدیث بیان کی "اِدْرَؤُا الْحُدُوْدَ عَنِ الْمُسْلِمِيْنَ مَا اسْتَطَعْتُمْ فَاِنْ وَّجَدْتُّمْ لِمُسْلِمٍ مَّخْرَجًا فَخَلُّوْا سَبِيْلَهٗ" [3] مسلمانوں سے حدود کو دور کرو جہاں تک ممکن ہو اور اگر تم کسی مسلمان کے لئے اس سے نکلنے کا راستہ پاؤ تو اس کا راستہ چھوڑ دو کیونکہ امام اگر معاف کردینے میں خطا کرے یہ اس سے بہتر ہے کہ سزا دینے میں غلطی کرجائے۔"

صاحبِ فتح القدیر فرماتے ہیں: فقہائے امصار و بلاد کا اس پر اجماع ہے کہ حدود شبہات سے ساقط ہوجاتے ہیں۔ شبہ وہ ہے جو ثابت تو نہ ہو لیکن ثابت کے مشابہ ہو، علمائے احناف نے شبہ کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) شُبْهَةٌ فِي الْفِعْلِ اس کو **شُبْهَةُ الْإِشْتِبَاه** بھی کہتے ہیں۔ **(۲) شُبْهَةٌ فِي الْمَحَلِ (۳) شُبْهَةٌ فِي الْعَقْد**

پہلی قسم شُبْهَةُ الاشْتِبَاه کی صورت یہ ہے کہ جیسے کسی پر اس شے کی حلت وحرمت مشتبہ ہوجائے جیسے وہ یہ بدگمانی کرے اس کی بیوی کی لونڈی سے مجامعت ووطی کرنا حلال ہے یا اپنے باپ ماں یا دادا کی باندی سے وطی کرنا اس کے لیے جائز ہے یا یہ گمان کرے کہ اسے اپنی مطلقہ ثَـلٰثہ سے دورانِ عدت وطی کرنا جائز ہے۔ ان صورتوں میں اگر اس نے وطی کرلی تو اس پر حد قائم نہ ہوگی لیکن اگر اس نے یہ کہا کہ مجھے اس کا علم تھا کہ یہ حرام ہیں تو اس پر حد قائم کردی جائے گی۔

دوسری قسم شُبْهَةٌ فِي الْمَحَلِ کی صورت یہ ہے کہ وہ اپنے بیٹے کی باندی، طلاق بالکنایہ سے مطلقہ، فروخت کردہ باندی جس کو ابھی خریدار کے قبضہ میں نہیں دیا ہے اور وہ باندی جو اپنی بیوی کے مہر میں دی لیکن ابھی اس کو بیوی کے قبضہ میں نہیں دیا ہے وغیرہا ان تمام صورتوں میں اگر وہ ان کے ساتھ وطی کرے گا تو اس پر حد قائم نہ ہوگی اگرچہ وہ یہ اقرار کرے کہ میں ان کے حرام ہونے کو جانتا تھا۔

تیسری قسم شُبْهَةٌ فِي الْعَقْد کی صورتیں یہ ہیں کہ کسی ایسی عورت سے نکاح کیا جس سے نکاح کرنا حرام تھا بعد عقد نکاح اس سے وطی کی اگر وہ یہ کہے کہ مجھے اس کے حرام ہونے کا علم تھا تو فتویٰ اس پر ہے کہ اس پر حد قائم کی جائے گی اور اگر اسے علم نہ تھا حد

---

1 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأول في القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة السادسة، ص١٠٨.

2 ......"سنن ابن ماجة"، كتاب الحدود، باب السّر على المؤمن...إلخ، الحديث: ٢٥٤٥، ج٣، ص٢١٩.
و"الأشباه والنظائر"، الفن الأول في القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة السادسة، ص١٠٨.

3 ......"سنن الترمذي"، كتاب الحدود، باب ماجاء في درء الحدود، الحديث: ١٤٢٩، ج٣، ص١١٥.
و"المستدرك" للحاكم، كتاب الحدود، باب ان وجدتم لمسلم...إلخ، الحديث: ٨٢٢٤، ج٥، ص٥٤٩.

قائم نہ ہوگی۔ ایسے ہی اس عورت سے وطی کرنا جس کے ساتھ نکاح صحیح ہونے میں اختلاف ہے۔ اسی طرح شراب کو دوا کے طور پر پیا (بشرطیکہ معالج نے ضروری قرار دیا ہو) ان تمام صورتوں میں حد قائم نہ کی جائے گی۔ چونکہ حدود شبہ سے ساقط ہو جاتی ہیں اسی لئے حدود عورتوں کی شہادت سے ثابت نہیں ہوتیں نہ کتابُ الْقاضِی اِلَی الْقاضِی سے اور نہ شَہادَت عَلَی الشَّہادَت سے نہ حالت نشہ میں حدود خالصہ کے اقرار سے کہ ان تمام صورتوں میں شبہات ہیں ان کے علاوہ شبہات کی اور صورتیں بھی ہیں۔[1]

فائدہ:

حدود میں مُتَرْجِمْ[2] کا قول قبول کر لیا جائے گا جس طرح دیگر معاملات میں مترجم کا قول قابلِ قبول ہے اور قصاص بھی شبہ سے ساقط ہو جاتا ہے جس طرح کہ حدود شبہات سے ساقط ہو جاتے ہیں اور قصاص بھی انہیں چیزوں سے ثابت ہوتا ہے جن سے حدود ثابت ہوتے ہیں برخلاف تعزیر کے کہ وہ شبہ کی موجودگی میں بھی ثابت ہو جاتی ہے، اس میں قسم بھی لی جاتی ہے جب کہ حدود و قصاص میں قسم نہیں لی جاتی، تعزیر میں انکارِ جرم کے باوجود فیصلہ دیا جاتا ہے۔[3]

قاعدہ نمبر ۳۲:

اَلْحُرُّ لایَدْخُلُ تَحتَ الْیَدِ

یعنی آزاد مرد و عورت پر کوئی قبضہ نہیں ہو سکتا لہٰذا اگر کوئی شخص کسی آزاد مرد و عورت یا بچہ کو غصب کر کے لے گیا اور پھر وہ اس کے قبضہ میں اچانک قدرتی موت مر گیا تو غاصب اس کی جان کا ضمان دینے کا ذمہ دار نہ ہوگا۔[4] اس کے برخلاف اگر وہ ان کو غصب کر کے ہلاکت کی جگہ لے گیا جہاں خونخوار درندے یا زہریلے سانپ رہتے ہوں یا وہاں بالعموم بجلیاں گرتی ہوں یا وہاں مہلک بیماریاں پھیلی ہوں اور وہاں ہلاک ہو گئے تو اس صورت میں غاصب کے عاقلہ پر (ورثاء پر) ان کی دیت واجب ہوگی لیکن یہ ضمان اتلاف جان ہے، ضمانِ غصب نہیں۔ اس قاعدہ سے زوجہ خارج ہے۔[5]

قاعدہ نمبر ۳۳:

إِذَا اجْتَمَعَ أَمْرَانِ مِنْ جِنْسٍ وَّاحِدٍ وَّلَمْ یَخْتَلِفْ مَقْصُوْدُ ھُمَا دَخَلَ أَحَدُ ھُمَا فِی الْاٰخَرِ.

---

1 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول فی القواعد الکلیة، النوع الثانی، القاعدة السادسة، ص۱۰۸، ۱۰۹.
و "الفتح القدیر"، کتاب الحدود، باب الوطء الذی یوجب الحد... إلخ، ج۵، ص ۳۲، ۳۳.

2 ......یعنی ترجمان۔

3 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول فی القواعد الکلیة، النوع الثانی، القاعدة السادسة، ص۱۰۸۔۱۱۱.

4 ......بہارِشریعت میں اس مقام پر "ضمان دینے کا ذمہ دار ہوگا" لکھا ہوا تھا، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے "ضمان دینے کا ذمہ دار نہ ہوگا"، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... **علمیه**

5 ......"الأشباہ والنظائر"، الفن الأول فی القواعد الکلیة، النوع الثانی، القاعدة السابعة، ص۱۱۱.

یعنی جب دو چیزیں ایک ہی جنس کی جمع ہو جائیں اور ان کا مقصد بھی مختلف نہ ہو تو وہ ایک دوسرے میں داخل ہو جاتی ہیں جیسے حدث و جنابت جب ایک ہی شخص میں جمع ہوں یا جنابت اور حیض ایک ہی عورت میں جمع ہوں تو ان پر ایک ہی غسل فرض ہوگا اور ایک ہی غسل دونوں کے لیے کافی ہے اور جیسے اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا اور اس نے نماز فرض و سنت ادا کی تو یہی نماز تَحِیَّةُ الْمَسْجِد کے لئے بھی کافی ہے یا جیسے کسی سے ایک ہی نماز میں دو واجب یا ایک واجب کئی بار سہواً ترک ہوا تو اس کے لئے ایک ہی بار سجدۂ سہو کر لینا کافی ہے۔[1]

قاعدہ نمبر ۳۴:

إِعْمَالُ الْكَلَامِ أَوْلٰى مِنْ إِهْمَالِهِ مَتٰى أَمْكَنَ فَإِنْ لَّمْ يُمْكِنْ أُهْمِلَ "۹۶"

یعنی جہاں تک ممکن ہو کلام کو با معنی بنایا جائے مہمل قرار نہ دیا جائے ہاں اگر اسے با معنی بنانا ممکن نہ ہو تو پھر اسے مہمل قرار دیا جائے۔ اسی بنیاد پر ہمارے علمائے اصول اس امر پر متفق ہیں کہ کسی کلام کو اگر اس کی حقیقت پر محمول کرنا متعذر ہو[2] تو وہ مجاز پر محمول کیا جائے گا اسے مہمل قرار نہ دیا جائے گا اگر وہ حقیقت اور مجاز میں سے کسی پر بھی محمول نہ کیا جا سکے تو اسے مہمل قرار دیا جائے گا یا اگر یہ صورت ہے کہ کوئی لفظ ایسا ہو جو حقیقت اور مجاز میں مشترک ہو اور وجہ ترجیح موجود نہ ہو تب بھی وہ مہمل قرار دیا جائے گا۔

اس قاعدہ کے مطابق اگر کوئی شخص یہ قسم کھائے کہ میں اس درخت سے کچھ نہیں کھاؤں گا پھر اس نے اس کا پھل کھایا یا اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے کوئی کھانے کی چیز خرید کر کھائی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ واجب ہوگا یا اس نے یہ قسم کھائی کہ میں یہ آٹا نہیں کھاؤں گا پھر اس نے اس آٹے سے پکی ہوئی روٹی کھائی تو اس کی قسم ٹوٹ جائے گی اور کفارہ واجب ہوگا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں کلام کو حقیقت پر محمول کرنا متعذر ہے لہٰذا مجازی معنی لیے گئے اور اگر اس نے اپنی بیوی سے جس کا باپ معلوم و معروف ہے کہا کہ یہ میری بیٹی ہے تو وہ عورت اس پر حرام نہ ہوگی کیونکہ یہاں حقیقت و مجاز دونوں متعذر ہیں لہٰذا یہ کلام مہمل قرار دیا جائے گا۔ اگر کسی شخص نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک سے کہا تجھے چار طلاقیں ہیں اس نے کہا مجھے تو تین ہی کافی ہیں اس پر شوہر نے کہا[3] تین طلاقیں تیرے لئے اور باقی تیری ساتھی پر اس صورت میں پہلی پر طلاقیں ہو جائیں گی اور دوسری پر کوئی طلاق واقع نہ ہوگی کیونکہ اس صورت میں کلام کو عمل میں لانا ممکن نہیں لہٰذا مہمل قرار دیا جائے گا کیونکہ شریعت نے صرف تین طلاقیں مقرر فرمائی ہیں اور زیادہ کو باطل کیا ہے لہٰذا چوتھی طلاق واقع کرنا ممکن نہیں اس لئے باقی تیری ساتھی پر اس کا یہ کلام مہمل قرار دیا جائے گا اور دوسری بیوی پر کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی[4] اسی قاعدہ میں یہ قاعدہ شامل ہے "اَلتَّاسِيْسُ خَيْرٌ مِّنَ التَّاكِيْد" تاکید کے مقابلے میں تاسیس بہتر ہے یعنی کسی کلام کو تاکید قرار دینے

---

1 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأول فی القواعدالكلية، النوع الثانی، القاعدة الثامنة، ص ۱۱۲.

2 ......یعنی مشکل ہو۔

3 ......بہارِ شریعت میں اس مقام پر (تجھے چار طلاقیں ہیں، اس نے کہا مجھے تو تین ہی کافی ہیں اس پر شوہر نے کہا)، لکھنے سے رہ گیا تھا جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، لہٰذا بریکٹ میں اس کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔...علمیہ

4 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأول فی القواعدالكلية، النوع الثانی، القاعدة التاسعة، ص ۱۱٤.

کے مقابلے میں اصل بنیاد اور بناء کلام قرار دینا مختار ہے لہٰذا اگر کسی نے اپنی بیوی سے کہا تجھے طلاق طلاق طلاق تو اسے تین طلاقیں واقع ہوں گی اگر شوہر یہ کہے کہ میں نے تاکید مراد لی تھی تو دیانۃً اس کی تصدیق کردی جائے گی لیکن قضاءً نہیں۔[1]

قاعدہ نمبر ۳۵:

اَلْخَرَاجُ بِالضَّمَان

یعنی منافع ضامن ہونے کے عوض ہیں یعنی کسی شے سے نفع حاصل کر لینے کا کوئی معاوضہ دینا نہ ہوگا لیکن نفع حاصل کرنے والا اس شے کے ہلاک ہوجانے کی صورت میں اس کی قیمت کا ضامن ہوگا۔ ''**الخراج بالضّمان**'' حدیث صحیح ہے جس کو امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وابن حبان رضی اللہ عنھم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے بعض راویوں نے اس کا سبب بھی بیان فرمایا ہے واقعہ یہ تھا کہ ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) نے ایک غلام خریدا کچھ دنوں وہ ان کے پاس رہا پھر انھیں اس غلام میں کوئی نقص اور عیب معلوم ہوا انہوں نے معاملہ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی خدمت میں پیش کیا، خیارِ عیب کی وجہ سے آپ نے اس غلام کو واپس کرادیا۔ بائع نے عرض کیا: ''یارسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلّم !اس مشتری (خریدار) نے میرے غلام سے منافع حاصل کئے ہیں۔'' (مطلب یہ تھا کہ ان منافع کا معاوضہ مجھے دلایا جائے) آپ (صلی اللہ تعالی علیہ والہٖ وسلّم) نے فرمایا: ''**الخَراج بِالضَّمان**'' یعنی منافع ضمان کے عوض میں ہیں۔[2]

حضرت ابوعبید (رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ) نے فرمایا اس حدیث میں **الخَراج** کا مطلب غلام کے منافع ہیں کہ خریدار نے غلام خریدا اور اسے اپنے کام میں استعمال کیا اور ایک مدت کے بعد اس کے عیب پر مطلع ہوا جو کہ بائع نے اسے نہیں بتلایا تھا تو وہ اسے بائع کو واپس کردے گا اور اس کی پوری قیمت واپس لے لے گا اور اس کے منافع سے فیضیاب ہوگا کیونکہ غلام اس کی ذمہ داری اور ضمان میں تھا کہ اگر وہ اس مدت میں ہلاک ہوجاتا تو یہ اس مشتری کا مال ہلاک ہوتا بائع پر کوئی ضمان وذمہ داری نہ ہوتی۔ کتاب ''الفائق'' میں الخراج کی تشریح میں بتایا کہ کسی چیز سے جو بھی فائدہ پہنچے وہ اس کا خراج ہے۔ درخت کا خراج اس کا پھل ہے اور جانوروں کا خراج ان کا دودھ اور ان کی نسل ہے۔ علامہ فخر الاسلام فرماتے ہیں یہ حدیث پاک جوامع الکلم میں سے ہے لہٰذا اس کی روایت بالمعنی جائز نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ یہ حدیث کثیر المعنی ہے اس لئے اس کو ایک معنی میں متعین نہیں کرسکتے اور روایت بالمعنی میں ایک معنی کے ساتھ خاص اور متعین ہوجائے گی۔[3]

---

1 ......''الأشباہ والنظائر''،الفن الأول فی القواعدالکلیۃ،النوع الثانی،القاعدۃ التاسعۃ،ص ۱۲۶.

2 ......''سنن ابن ماجۃ''،کتاب التجارات، باب الخراج بالضمان،الحدیث:۲۲۴۳،ج۳،ص۵۷.

3 ......''أصول البزدوی''،باب شرط نقل المتون،ص۱۹۱.

و''الأشباہ والنظائر''،الفن الأوّل:القواعدالکلیۃ،النوع الثانی،القاعدۃ العاشرۃ،ص۱۲۷.

قاعدہ نمبر ۳۶:

اَلسُّوَالُ مُعَادٌ فِی الْجَوَابِ

یعنی سوال کے جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے۔علامہ بزازی اپنے ''فتاویٰ بزازیہ'' میں مسائل وکالت کے آخر میں بیان فرماتے ہیں کہ کسی نے کہا کہ زید کی بیوی مطلّقہ ہے اگر وہ اس گھر میں داخل ہو یا[1] اس پر بیت اللّٰہ جانا ہے۔زید نے یہ سن کر کہا ہاں تو زید ان دونوں باتوں کا حالف قرار دیا جائے گا کیونکہ یہ جواب اس مضمون کے اعادہ کو متضمن ہے جس کا سوال میں ذکر ہے ایسے ہی بیوی نے اپنے شوہر سے کہا کہ میں طلاق والی ہوں (مطلقہ ہوں) شوہر نے کہا! ہاں، تو بیوی کو طلاق ہوجائے گی۔[2]

''قنیہ'' میں ہے ایک شخص نے دوسرے سے کہا کہ میرا تجھ پر اتنا قرضہ ہے وہ مجھے ادا کر دوسرے نے مذاق واستہزاء میں کہا ہاں بہت خوب تو یہ اس کا اقرار ہے، یہ قرضہ اس سے لے لیا جائے گا۔[3]

قاعدہ نمبر ۳۷:

لا یُنْسَبُ اِلٰی سَاکِتٍ قَوْلٌ

اس قاعدہ کی توضیحی مثالیں یہ ہیں کہ اگر مالک نے دیکھا کہ کوئی اجنبی اس کا مال فروخت کررہا ہے اور وہ دیکھ کر خاموش رہا اسے منع نہیں کیا تو اس کے سکوت سے وہ اس کا وکیل بالبیع[4] نہیں بنے گا۔ایسے میں قاضی نے اپنے زیرولایت نابالغ بچے یا معتوہ بے عقل یا کم عقل کو دیکھا کہ وہ خرید وفروخت کررہا ہے اور یہ دیکھ کر قاضی نے سکوت اختیار کیا[5] تو قاضی کا یہ سکوت ان کے حق میں اذن فی التجارۃ نہیں ہوگا۔[6] ایسے ہی اگر کسی نے دیکھا کہ کوئی شخص اس کا مال تلف اور ضائع کررہا ہے اور وہ خاموش رہا تو اس کی یہ خاموشی مال کے تلف کرنے کی اجازت نہیں قرار دی جائے گی۔اگر عورت نے بغیر اجازت ولی غیر کفو سے نکاح کرلیا تو ولی کا سکوت اس کی رضا نہیں تسلیم کیا جائے گا اگرچہ لمبی مدت گزر جائے عنین (نامرد) کی عورت کا سکوت اس کی رضا نہ مانا جائے گا خواہ وہ اس عنین کے ساتھ برسوں گزار دے۔[7] (جامع الفصولین)

علامہ ابن نجیم حنفی مصری صاحب الاشباہ والنظائر نے اس قاعدہ کے کچھ مستثنیات فرمائے ہیں جن کو ''جامع الفصولین''

---

1 ...... بہارشریعت میں اس مقام پر ''اگر وہ اس گھر میں داخل ہوتو'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے ''اگر وہ اس گھر میں داخل ہویا''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں سے ''تو'' کی جگہ ''یا'' کردیا ہے۔...علمیه

2 ......"الفتاوی البزازیة"علی هامش الهندیة،کتاب الو کالة،الفصل السابع فی الطلاق والعتاق،ج٥،ص٤٩٠.

3 ......"القنیة"،کتاب الاقرار،باب الجواب الذی یکون اقراراً،ص٤٣٩.

و"الأشباه والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیة،النوع الثانی،القاعدةالحادیة عشرة،ص١٢٨،١٢٩.

4 ......یعنی بیچنے کا وکیل۔ 5 ......یعنی خاموش رہا۔ 6 ......یعنی تجارت کی اجازت نہیں سمجھا جائے گا۔

7 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیة،النوع الثانی،القاعدةالثانیة عشرة،ص١٢٩.

و"جامع الفصولین"،الفصل الرابع والثلاثون فی الأحکامات:الجزء الثانی،ص١٤٠.

سے نقل کیا ہے ان کی تعداد تیس ہے پھر مزید سات کا اضافہ فرمایا دو ''قنیہ'' سے نقل فرمائے اور پانچ اپنی طرف سے کل ۳۷ سینتیس مستثنیات فرمائے ہیں۔[1] لیکن ان میں اکثر ایک دوسرے قاعدہ کے اندر آجاتے ہیں اور وہ قاعدہ ہے۔

قاعدہ نمبر ۳۸:

اَلسُّکُوتُ فِیْ مَعْرِضِ الْبَیَانِ بَیَانٌ

یعنی مقام اظہار و بیان میں سکوت اختیار کرنا اظہار و بیان ہی مانا جائے گا جیسے نکاح سے قبل ولی[2] نے باکرہ (کنواری) سے اس کے نکاح کی اجازت طلب کی اور وہ ساکت رہی تو یہ اس کا نطق[3] و بیان مانا جائے گا اور اس کی اجازت شمار ہوگی ایسے ہی غیر باپ نے کسی نابالغہ باکرہ کا نکاح کر دیا اور وہ بوقتِ بلوغ خاموش رہی تو اس کی یہ خاموشی اس کی اجازت شمار ہوگی۔ کسی عورت نے قسم کھائی کہ وہ نکاح نہیں کرے گی پھر اس کے باپ نے اس کا نکاح کر دیا اور وہ خاموش رہی تو وہ حانث ہوجائے گی۔ (یعنی اس کی قسم ٹوٹ جائے گی) حق شفعہ رکھنے والے کو جائیداد غیر منقولہ کی بیع کا علم ہوا اور وہ ساکت رہا تو اس کا حق شفعہ باطل ہوجائے گا اس کا یہ سکوت اس کی رضا مانا جائے گا۔ باکرہ (کنواری) لڑکی کو خبر دی گئی کہ تمہارے ولی نے تمہارا نکاح کر دیا ہے یہ سن کر اس نے سکوت اختیار کیا تو یہ اس کی رضا ہے ماں نے اپنی بیٹی کا جہیز باپ کے مال و متاع سے دیا اور باپ نے سکوت اختیار کیا تو یہ اس کی رضا ہے اب اسے واپس لینے کا اختیار نہیں وغیرہا۔ ۱۱۳[4]

درحقیقت ان دونوں قاعدوں کی صورتوں میں امتیاز کرنا مفتی وفقیہ کے لئے کثرت مطالعہ اور دقت نظر کا طالب ہے۔ لہٰذا مفتی کے لئے لازم ہے کہ وہ خوب غور و فکر اور کتب فقہیہ کا عمیق مطالعہ کر کے ایسے مسائل کا جواب تحریر کرے جس طرح عرف پر موقوف مسائل کا جواب بھی دقت نظر، مفتی کی ذہانت اور عرف زمانہ سے واقفیت کا طالب ہے۔

قاعدہ نمبر ۳۹:

اَلْفَرْضُ أَفْضَلُ مِنَ النَّفَلِ إِلَّا فِیْ مَسَائِلَ

یعنی فرض و واجب نفل سے افضل ہے اس کی صدہا مثالیں ہیں جو اظہر من الشمس ہیں لیکن اس میں کچھ مستثنیٰ مسائل بھی ہیں جیسے نادار و تنگ دست مقروض کو اس کے قرض سے بری کر دینا یہ اس کو مہلت دینے سے افضل ہے جب کہ بری کر دینا مستحب

---

1 ......''الأشباه والنظائر''،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدةالثانية عشرة،ص ۱۲۹۔۱۳۱.
و''جامع الفصولين''،الفصل الرابع والثلاثون في الأحكامات،الجزء الثاني،ص۱۳۸.

2 ...... یہاں ولی سے مراد ولی اقرب ہے، تفصیل کے لیے بہارشریعت، ج۲، حصہ۷، ص۵۰ ملاحظہ فرمائیے۔...**علمیه**

3 ......یعنی بولنا۔

4 ......''الأشباه والنظائر''،الفن الأوّل:القواعدالكلية،النوع الثاني،القاعدةالثانية عشرة،ص۱۲۹،۱۳۱،وغيرها.

ہے اور مہلت دینا واجب ہے۔ ایسے ہی سلام میں پہل کرنا سنت ہے مگر یہ افضل ہے سلام کا جواب دینے سے جو کہ واجب ہے، اسی طرح وقت سے پہلے وضو کرنا مستحب ومندوب ہے مگر یہ افضل ہے اس وضو کرنے سے جو نماز کا وقت شروع ہونے کے بعد نماز ادا کرنے کے لئے کیا جائے حالانکہ یہ وضو فرض ہے۔[1]

قاعدہ نمبر ۴۰:

مَاحَرُمَ أَخْذُهُ حَرُمَ إِعْطَاؤُهُ

یعنی جس چیز کا لینا حرام ہے اس کا دینا بھی حرام ہے۔ جیسے سود، زنا کی اجرت، کاہن اور نجومی کی فیس، رشوت اور گانے والے کی اجرت وغیرہا کہ ان میں سے ہر ایک کا لینا بھی حرام ہے اور دینا بھی حرام ہے لیکن قیدی کو قید سے چھڑانے کے لیے یا اپنی عزت وآبرو بچانے کے لئے یا کسی کو اپنی ہجو سے روکنے کے لئے رشوت دینا جب کہ اس کے بغیر کام نہ چلے، دینے والے پر گناہ نہیں۔[2] لیکن لینے والے کے لئے بہرحال حرام وگناہ ہے۔[3] کہ یہ صورتیں اَلضَّرُوْرَاتُ تُبِيْحُ الْمَحْذُوْرَاتِ کے ماتحت آتی ہیں، اسی قاعدہ کے قریب یہ قاعدہ بھی ہے، یعنی قاعدہ نمبر ۴۱۔

قاعدہ نمبر ۴۱:

مَاحَرُمَ فِعْلُهُ حَرُمَ طَلَبُهُ

جس چیز کا کرنا حرام ہے اس کی طلب بھی حرام ہے۔ ذمی کو جزیہ دینا حرام ہے مگر اس سے طلب کرنا جائز ہے یہ مسئلہ اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔[4]

قاعدہ نمبر ۴۲:

مَنِ اسْتَعْجَلَ الشَّيْءَ قَبْلَ أَوَانِهٖ عُوْقِبَ بِحِرْمَانِهٖ

یعنی جو شخص کسی شے کو وقت سے پہلے حاصل کرنے میں جلدی کرے تو سزاءً وہ اس شے سے محروم کر دیا جائے گا جیسے اگر کوئی وارث اپنے مورث کو قتل کر دے تا کہ جلد ہی اسے وراثت مل جائے تو قاتل وارث، مقتول مورث کی وراثت سے محروم ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر کوئی شوہر اپنے مرض الموت میں اپنی بیوی کو بغیر اس کی طلب اور رضا مندی کے تین طلاقیں دیدے تا کہ وہ

---

1 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الثالثة عشرة، ص ١٣١.

2 ......المرجع السابق، القاعدة الرابعة عشرة، ص ١٣٢.

3 ......"غمز عيون البصائر"، الفنن الأوّل في القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الرابعة عشرة، ج ١، ص ٣٩١.

4 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الرابعة عشرة، ص ١٣٢.

وراثت سے محروم ہوجائے تو وہ عورت اس کی وراثت سے محروم نہ قرار دی جائے گی یہ شوہر اپنا مقصد حاصل کرنے میں محروم ہوگا۔[1]

قاعدہ نمبر۴۳:

اَلْوِلَايَةُ الْخَاصَّةُ أَقْوٰى مِنَ الْوِلَايَةِ الْعَامَّةِ

یعنی ولایت خاصہ ولایت عامہ سے قوی تر ہوتی ہے جیسے قاضی کو کسی یتیم لڑکی یا لڑکے کے نکاح وتزویج[2] کا حق نہیں اگر اس کا ولی ہے خواہ وہ ولی عصبات میں سے ہو یا ذوی الارحام میں سے کیونکہ ولی کو ولایت خاصہ حاصل ہے اور قاضی کو ولایت عامہ، ولی خاص کو قصاص لینے صلح کرنے اور قاتل کو بلا معاوضہ معاف کرنے کا حق ہے، امام کو معاف کرنے کا حق نہیں۔

فائدہ:

ولی خاص تین قسم کے ہیں:

(۱) مال اور نکاح میں ولی، یہ صرف باپ دادا ہی ہوسکتے ہیں یہ ان کا ذاتی وصف ہے یہ اگر خود کو ولایت سے معزول بھی کرنا چاہیں تو یہ معزول نہ ہوں گے۔

(۲) فقط نکاح میں ولی، یہ تمام عصبات ہوسکتے ہیں اور ماں اور ذوی الارحام نیز ولایت وکیل، اس کی ولایت کو مؤکل معزول کرسکتا ہے اور وکیل اور ذوی الارحام بھی خود کو ولایت سے معزول کرسکتے ہیں۔

(۳) فقط مال میں ولی، اور وہ وہ اجنبی ہے جو وصی بنایا گیا ہو۔ وصی کی ولایت کو وصی بنانے والا معزول کرسکتا ہے اور غیر ایماندار و بددیانت وصی کو قاضی بھی معزول کرسکتا ہے۔ لیکن وصی خود کو معزول نہیں کرسکتا۔[3] (الاشباہ والنظائر ۱۱۵) قاضی وصی کی موجودگی میں مال یتیم میں تصرف کا حق نہیں رکھتا۔

قاعدہ نمبر۴۴:

لَاعِبْرَةَ بِالظَّنِّ الْبَيِّنِ خَطَؤُهٗ

یعنی جس گمان کا غلط ہونا ظاہر ہوگیا پھر اس کا اعتبار نہیں۔ باب قضاء الفوائت میں اسی قاعدے کے ماتحت یہ جزیہ ہے اگر کسی صاحب ترتیب کی نماز عشاء قضاء ہوئی نماز فجر کے وقت اس نے گمان کیا کہ وقت فجر تنگ ہوگیا ہے اس نے فجر کی نماز ادا کرلی پھر یہ معلوم ہوا کہ وقت میں گنجائش ہے تو اس کی فجر کی نماز باطل[4] ہوجائے گی پھر یہ دیکھے کہ وقت میں گنجائش ہے تو پہلے نماز

---

1 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة الخامسة عشرة، ص ۱۳۲، ۱۳۳.

2 ......یعنی شادی کرانے کا۔

3 ......"الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة السادسة عشرة، ص ۱۳۳، ۱۳۴.

4 ......یہاں لفظ باطل سے مراد نماز کا موقوف ہونا ہے ورنہ نفل نماز میں تبدیل ہوجانا، تفصیل بہارشریعت، ج۱، حصہ چہارم، ص ۷۰۶، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ پر ملاحظہ فرمائیے۔... علمیہ

عشاء ادا کرے کیونکہ یہ صاحب ترتیب ہے پھر فجر کی نماز پڑھے اور اگر وقت میں گنجائش نہ رہی ہوتو فقط فجر کی نماز کا اعادہ کرے۔[1] (شرح الزیلعی) اسی قاعدہ کے ماتحت دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ کسی نے پانی کونجس گمان کیا اور اس سے وضوکرلیا پھر معلوم ہوا کہ وہ پانی پاک تھا تو اس کا وضو جائز ہے۔[2] (خلاصہ) اسی طرح اگر صاحبِ نصاب زکوٰۃ نے مال زکوٰۃ ادا کرتے وقت زکوٰۃ دیئے جانے والے کوغیر مصرف زکوٰۃ[3] گمان کیا اور اس کوزکوٰۃ دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ مصرف ہے[4] تو جائز ہے بالاتفاق زکوٰۃ ادا ہوگئی۔اس کے برعکس اگر اس نے کسی کومصرف زکوٰۃ گمان کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ غنی ہے یا خود اس کا بیٹا ہے تو طرفین کے نزدیک ادا ہوگئی،امام ابویوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک ادا نہ ہوئی۔اگر اس نے ایک کپڑے میں نماز پڑھی اور گمان یہ کیا کہ یہ کپڑا نجس ہے پھر معلوم ہوا کہ کپڑا پاک ہے تو نماز کا اعادہ کرے۔اگر اس نے نماز پڑھی اور خود کو محدث[5] گمان کیا پھر معلوم ہوا کہ وہ باوضو ہے تو نماز جائز نہ ہوئی۔ایسے ہی اگر کسی نے فرض نماز پڑھی اور اس کا گمان یہ ہے کہ ابھی وقت نہیں ہوا پھر معلوم ہوا کہ وقت ہوگیا ہے تو اس کی نماز جائز نہیں[6] (کما فی فتح القدیر) آخر کے چاروں مسائل میں مکلّف کے گمان کا اعتبار کیا گیا ہے نہ کہ نفس حقیقت کا اور اِن چار مسائل سے قبل کے مسائل میں اعتبار نفس الامر اور حقیقت واقعیہ کا ہے[7] اس لئے اگرچہ یہ تمام مسائل ظاہری طور پر ہم شکل سے نظر آتے ہیں لیکن ان کے حکم شرعی میں فرق ہے اور یہ وہ باریکیاں ہیں جن پر فقیہ کی نظر رہنی چاہیے۔

قاعدہ نمبر ۴۵:

ذِکْرُ بَعْضِ مَالا یَتَجَزَّأُ کَذِکْرِ کُلِّہٖ

یعنی ایسی چیز جس کی تجزی نہیں ہوتی اگر اس کے بعض کا ذکر کیا جائے تو کل کا ذکر کرنا ہے جیسے کسی نے اپنی بیوی کو نصف طلاق دی تو ایک طلاق واقع ہوگی یا اس نے نصف عورت کو طلاق دی تو کل کو طلاق واقع ہوگی۔قاتل کے ایک حصہ جسم کو معاف کیا تو کل کو معاف ہوجائے گا اسی طرح اگر بعض وارثوں نے معاف کردیا تو کل کی جانب سے قصاص ساقط ہوجائے گا مگر اس صورت میں باقی وارثوں کا حصہ مال میں تبدیل ہوجائے گا جو قاتل کے اولیاء کو ادا کرنا ہوگا۔[8]

---

1 ......"تبیین الحقائق"،کتاب الصلاۃ،باب قضاء الفوائت،ج۱،ص٤٦٠.

2 ......"خلاصة الفتاوی"،کتاب الطهارة،الجزء الأول،ج۱،ص٥.

3 ......یعنی جس کوزکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ 4 ......یعنی اسے زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ 5 ......بے وضو۔

6 ......"فتح القدیر"،کتاب الصلاۃ،باب شروط الصلاۃ التی تتقدمها،ج۱،ص٢٣٦.

7 ......"الأشباه والنظائر"،الفن الأوّل:القواعدالکلیة،النوع الثانی،القاعدةالسابعة عشرة،ص١٣٤،١٣٥.

8 ......المرجع السابق،النوع الثانی،القاعدةالثامنة عشرة،ص١٣٥.

قاعدہ نمبر ۴۶:

إِذَا اجْتَمَعَ الْمُبَاشِرُ وَالْمُتَسَبِّبُ أُضِيفَ الْحُكْمُ إِلَى الْمُبَاشِرِ

یعنی مباشر اور متسبب یعنی کسی فعل کا مرتکب اور سبب بننے والا دونوں جمع ہوں تو حکم مباشر کی طرف منسوب کیا جائے گا۔

مثلاً کسی شخص نے زیادتی کرتے ہوئے ایک کنواں کھودا اور اس میں کسی دوسرے شخص نے کسی شے کو ڈال کر ضائع کر دیا تو ضمان کنواں کھودنے والے پر نہیں بلکہ کنوئیں میں ڈالنے والے پر ہے کیونکہ ڈالنے والا ہی فعل کا مرتکب ہے۔ ایسے ہی ایک شخص نے چور کو کسی کے مال کی مخبری اور راہ نمائی کی اور چور نے اسے چرالیا تو سارق[1] ضامن ہے بتلانے والے پر کچھ نہیں۔ ایسے ہی اگر کسی نے ناسمجھ بچے کو چھری دے دی یا ہتھیار دیا کہ وہ اسے تھامے رہے بچہ نے خود کو ہلاک کر لیا تو چھری یا ہتھیار دینے والے پر ضمان نہیں ہے لیکن بعض صورتیں ایسی بھی ہیں کہ جن میں ضمان مباشر پر نہیں بلکہ متسبب پر ہے جیسے ودیعت جس کے پاس رکھی گئی ہے اس نے خود چور کو اس امانت اور ودیعت کی جگہ بتلائی اور چور نے اسے چرالیا تو اس صورت میں امانت دار ضامن ہوگا۔

کسی عورت کے ولی نے کہا کہ وہ عورت آزاد ہے اس سے نکاح کرلو یا اس عورت کے وکیل نے یہی کہا کہ وہ عورت آزاد ہے اس سے نکاح کرلو پھر بچہ پیدا ہونے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ دوسرے کی باندی[2] ہے تو مباشر، متسبب سے بچہ کی قیمت واپس لے گا۔ بچہ کو چھری دی کہ وہ اسے رکھ لے وہ چھری بچہ پر گری اور اسے زخم پہنچا تو اس کا ضمان دافع (دینے والے) یعنی متسبب پر ہوگا۔[3]

متاخرین علماء فقہ نے تغیرِ احوالِ زمانہ کے پیشِ نظر بہت سی صورتوں میں ضمان مباشر کی بجائے متسبب پر رکھا ہے جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔[4]

فائدہ: مفہوم مخالف مع اپنی اقسام کے امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک معتبر ہے (سوائے مفہوم لقب کے)[5] اور احناف کے نزدیک کلام شارع میں مفہوم مخالف معتبر نہیں ''شرح تحریر'' میں ہے: **فَقَدْ نَقَلَ الشَّيْخُ جَلَالُ الدِّيْنِ الْخَبَّازِيُ فِيْ حَاشِيَةِ الْهِدَايَةِ عَنْ شَمْسِ الأَئِمَّةِ الْكُرْدَرِيِّ أَنَّ تَخْصِيْصَ الشَّيْءِ بِالذِّكْرِ لا يَدُلُّ عَلٰى نَفْيِ الْحُكْمِ عَمَّا عَدَاهُ فِيْ خِطَابَاتِ الشَّارِعِ فَأَمَّا فِيْ مُتَفَاهِمِ النَّاسِ وَعُرْفِهِمْ وَفِي الْمُعَامَلاتِ وَالْعَقْلِيَاتِ يَدُلُّ انْتَهٰى وَتُدَاوِلُهُ الْمُتَأَخِّرُوْنَ.**[6] (رسائل ابن عابدین، ج۱ ص۴۱)

---

1 ...... چور۔ 2 ...... لونڈی۔

3 ...... بہارِشریعت میں اس مقام پر ''ضمان دافع (دینے والے) یعنی متسبب پر نہ ہوگا'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے ''ضمان دافع (دینے والے) یعنی متسبب پر ہوگا''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... علمیه

4 ...... "الأشباه والنظائر"، الفن الأوّل: القواعد الكلية، النوع الثاني، القاعدة التاسعة عشرة، ص۱۳۵، ۱۳۶.

5 ...... مفہوم مخالف کی پانچ قسمیں ہیں، مفهوم الصفة، مفهوم الشرط، مفهوم الغاية، مفهوم العدد، مفهوم اللقب، امام شافعی رحمة الله تعالٰی علیه کے نزدیک مفہوم اللقب معتبر نہیں ہے جیسا کہ علامہ شامی رحمة الله تعالٰی علیه نے وضاحت فرمائی ہے اسی لئے ہم نے متن میں بریکٹ لگا کر اضافہ کر دیا ہے۔... علمیه

6 ...... "مجموعة رسائل ابن عابدين"، شرح عقود رسم المفتي، الجزء الاول، ص ۴۱.
و"التقرير والتحبير شرح التحرير"، مفهوم المخالفة، ج۱، ص ۱۵۴.

یعنی شیخ جلال الدین خبازی نے ''ہدایہ'' کے حاشیہ میں شمس الائمہ کردری سے نقل کیا کہ خطابات شارع میں کسی حکم میں کسی شے کو خصوصیت کے ساتھ بیان کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس حکم کی اس شے کے ماسوا سے نفی کردی گئی ہاں لوگوں کے عرف اور فہم، معاملات اور عقلیات میں کسی شے کے خصوصیت سے ذکر کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ ماسوا سے اس حکم کی نفی ہے اس پر متاخرین کا عمل ہے۔

قواعد کلیہ اور اصول فقہیہ میں سے ہم نے یہ صرف چھیالیس قواعد مشتے نمونہ ازخروارے بیان کئے ہیں ورنہ ایسے قواعد کی تعداد سینکڑوں سے متجاوز ہے مشہور مالکی فقیہ امام قرافی نے اس قسم کے ۵۴۸ قواعد جمع فرمائے ہیں۔جن کو انہوں نے اپنی کتاب ''أَنْوَارُالْبُرُوق فِیْ أَنْوَاءِ الْفُرُوق'' میں بیان فرمایا ہے۔

بہت سی احادیث اور آیاتِ قرآنیہ ایسی ہیں جن سے اس قسم کے قواعد کلیہ اخذ کئے جاسکتے ہیں جیسے۔

(۱)اِتَّقُوْامَوَاضِعَ التُّهَمَةِ [1] **(۲)مَارَآه الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَهُوَعِنْدَاللّٰهِ حَسَنٌ** [2] **(۳)اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ أَحَبَّ** [3] **(۴) وَتَعَاوَنُوْاعَلَى الْبِرِّوَالتَّقْوٰى** [4] **(۵) كُلُّ مُسْكِرٍ حَرَامٌ** [5] **(۶) اَللّٰهُ فِي عَوْنِ عَبْدِهٖ مَا كَانَ الْعَبْدُ فِيْ عَوْنِ أَخِيْهِ** [6] **(۷) وَجَزٰٓؤُاسَیِّئَةٍسَیِّئَةٌمِّثْلُهَا** [7] **(۸) وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ** [8] **(۹)مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ** [9] **(۱۰) كُلُّ قَرْضٍ جَرَّنَفْعاً فَهُوَرِبًا** [10] **(۱۱) دَمُ الْمُسْلِمِ وَمَالُهٗ وَعِرْضُهٗ حَرَامٌ** [11] **(۱۲) لاطَاعَةَ لِمَخْلُوْقٍ فِيْ**

---

1 ......"اتحاف السادة المتقين"،كتاب عجائب القلب،بيان تفضيل مداخل...إلخ،ج۸،ص۵۲۴.

2 ......"المعجم الأوسط"،الحديث:۳۶۰۲،ج۲،ص۳۸۳.

3 ......"صحيح مسلم"،كتاب البر والصلة...إلخ،باب المرء مع من أحب، الحديث:۱۶۵ـ(۲۶۴۰)،ص۱۴۲۰.

4 ......پ۶،المآئدة:۲.

5 ......"صحيح مسلم"،كتاب الأشربة،باب بيان أن كل مسكر خمر...إلخ،الحديث:۷۲ـ (۲۰۰۲)،ص۱۱۰۹.

6 ......"صحيح مسلم"،كتاب الذكر والدعاء...إلخ،باب فضل الاجتماع...إلخ،الحديث:۳۸ـ(۲۶۹۹)،ص۱۴۴۸.

7 ......پ۲۵،الشوریٰ:۴۰.

8 ......پ۲،البقرة:۲۲۸.

9 ......"سنن أبی داؤد"،كتاب اللباس،باب فی لبس الشهرة،الحديث:۴۰۳۱،ج۴،ص۶۲.

10 ......"كنزالعمال"،كتاب الدين والمسلم، قسم الاقوال ، فضل فی الواحق كتاب الدين، الحديث: ۱۵۵۱۲،ص ۹۹.
و"كشف الخفاء"،حرف الكاف،الحديث:۱۹۸۹،ج۲،ص۱۱۵.

11 ......"صحيح مسلم"،كتاب البر والصلة...إلخ،باب تحريم ظلم المسلم، الحديث ۳۲ـ(۲۵۶۴) ص ۱۳۸۷.
یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ حدیث کی کسی کتاب میں ہمیں نہیں ملی، ''صحیح مسلم'' میں یہ حدیث ان الفاظ کے ساتھ ''**كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه**''ملی،لہٰذا اس کا حوالہ دیا گیا۔...**علمیه**

مَعْصِيَةِ الْخَالِقِ [1] (۱۳) مَنْ سَنَّ سُنَّةً حَسَنَةً فَلَهٗ أَجْرُهَا وَأَجْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا [2] (۱۴) مَنْ سَنَّ سُنَّةً سَيِّئَةً فَعَلَيْهِ وِزْرُهَا وَوِزْرُ مَنْ عَمِلَ بِهَا [3] (۱۵) بَشِّرُوْا وَلَاتُعَسِّرُوْا [4] (۱۶) دَوَاعِيُ الْحَرَامِ حَرَامٌ [5] (۱۷) خَيْرُ الأُمُوْرِ أَوْسَطُهَا [6] (۱۸) اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ [7]

ان تمام قواعد کے ماتحت بے شمار جزئیات ہیں مفتی اور فقیہ غیر منصوص مسائل میں جن پر کوئی شرعی استدلال نہ ہو نئے پیش آنے والے مسائل میں ان اصول وقواعد کی روشنی میں حکمِ شرعی کی تخریج کرسکتا ہے بشرطیکہ فقہ پر اس کی نظر ہو۔ بارھویں صدی کے بعد سوائے علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے کسی فقیہ نے ان قواعد فقہیہ اور اصول کلیہ سے مسائل کا استنباط نہیں کیا اور یہ بات علامہ شامی کی خصوصیات میں سے ہو کر رہ گئی۔ تیرھویں اور چودھویں صدی کے ہندوستانی علماء فقہ میں واحد شخصیت علامہ احمد رضا علیہ الرحمہ کی ہے جنہوں نے مسائل کے استنباط میں بہ کثرت ان قواعد فقہیہ سے استنباط واستخراج فرمایا۔ ان کے فتاویٰ رضویہ میں بڑی تعداد میں ان اصول اور قواعد فقہیہ کا ذکر ملے گا یہ اس امر کا شاہد عادل ہے کہ علامہ شامی کی طرح امام احمد رضا علیہ الرحمہ بھی فقہ میں مہارت کاملہ رکھتے تھے جن کی نظیر گزشتہ دو صدیوں میں نظر نہیں آتی۔

هٰذَا مَا وَفَّقَنِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى جَلَّ وَعَلٰى بِفَضْلِهٖ وَكَرَمِهٖ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ تَعَالٰى، رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ وَ نُوْرِ عَرْشِهٖ سَيِّدِ نَاوَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَأَهْلِ بَيْتِهٖ أَجْمَعِيْنَ.

مُحِبُّ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَعُلَمَاءِ مِلَّتِهٖ

الفقیر ظہیر الدین احمد زیدی غفرلہ

۲۱ ذی الحجہ ۱۴۰۸ھ یوم

☆☆☆☆☆

1 ......"المعجم الكبير"، هشام بن حسان على الحسن عن عمران، الحديث ۳۸۱، ج۱۸، ص ۱۷۰.

2 ......"صحيح مسلم"، كتاب الزكاة، باب الحث على الصدقة...إلخ، الحديث: ۶۹ (۱۰۱۷)، ص ۵۰۸.
و"الترغيب والترهيب"، كتاب الجهاد، الترغيب في الرباط...إلخ، الحديث: ۱۹۱۰، ج۲، ص۱۲۹.

3 ......المرجع السابق.

4 ......

5 ......

6 ......"شعب الايمان"، باب في الملابس والأواني، فصل في كراهية لبس الشهرة...إلخ، الحديث: ۶۲۲۸، ج۵، ص۱۶۹.
و"كشف الخفاء"، حرف الخاء المعجمة، الحديث: ۱۲۴۵، ج۱، ص۳۴۶.

7 ......"سنن الترمذي"، كتاب العلم، باب ماجاء الدال على الخير كفاعله، الحديث: ۲۶۷۹، ج۴، ص۳۰۵.

میراث کے مسائل کا بیان

بہارِ شریعت

حصہ بستم (20)

(......تسہیل وتخریج شدہ......)

﴿ حسبِ وصیت ﴾

صدر الشریعہ بدر الطریقہ حضرت علامہ مولانا مفتی محمد امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ الغنی

﴿ مصنّف ﴾

حضرت علامہ مولانا مفتی وقار الدین رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

پیشکش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوتِ اسلامی)

شعبہ تخریج

ناشر

مکتبۃ المدینہ باب المدینہ کراچی

پیش لفظ

یہ کتاب المیراث کا وہ حصّہ ہے جس کے لیے فقیہ العصر علامۃ الدہر حضرت صدر الشریعہ مفتی ابو العلا محمد امجد علی صاحب رضوی اعظمی حنفی قادری قدس سرہ العزیز نے بہارِ شریعت کے سترھویں حصہ میں وصیت فرمائی ہے کہ ''بہارِ شریعت کا آخری حصہ تھوڑا سا باقی رہ گیا ہے۔ جو زیادہ سے زیادہ تین حصوں پر مشتمل ہوگا۔ اگر توفیقِ الٰہی سعادت کرتی اور یہ بقیہ مضامین بھی تحریر میں آ جاتے تو فقہ کے جمیع ابواب پر مشتمل یہ کتاب ہوتی اور کتاب مکمل ہوجاتی اور اگر میری اولاد یا تلامذہ یا علماء اہل سنّت میں سے کوئی صاحب اس کا قلیل حصہ جو باقی رہ گیا ہے اس کی تکمیل فرما دیں تو میری عین خوشی ہوگی۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہ حضرت مُصنف علیہ الرحمۃ کی وصیت کے مطابق میں نے یہ سعادت حاصل کرنے کی کوشش کی ہے اور اس میں یہ اہتمام بالالتزام کیا ہے کہ مسائل کے مآخذ کتب کے صفحات کے نمبر اور جلد نمبر بھی لکھ دیئے ہیں، تاکہ اہلِ علم کو مآخذ تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ اکثر کتب فقہ کے حوالہ جات نقل کر دیئے گئے ہیں۔ جن پر آج کل فتویٰ کا مدار ہے۔ حضرت مصنف علیہ الرحمۃ کے طرزِ تحریر کو حتی الامکان برقرار رکھنے کی کوشش کی گئی ہے۔ فقہی موشگافیوں اور فقہاء کے قیل وقال کو چھوڑ کر صرف مُفْتٰی بِہٖ اقوال کو سادہ اور عام فہم زبان میں لکھا ہے۔ تاکہ کم تعلیم یافتہ سُنّی بھائیوں کو بھی اس کے پڑھنے اور سمجھنے میں دشواری پیش نہ آئے۔ تصحیح کتابت میں حتی المقدور دیدہ ریزی سے کام لیا گیا ہے۔ پھر بھی اگر کہیں اغلاط رہ گئی ہوں تو اس کے لیے قارئین کرام سے معذرت خواہ ہوں۔ آخر میں محبت مکرم حضرت علامہ عبدالمصطفٰے الازہری مدظلہ العالی شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ وممبر قومی اسمبلی و عزیز مکرم مولانا حافظ قاری رضاء المصطفٰی اعظمی سَلَّمَہٗ خطیب نیو میمن مسجد بولٹن مارکیٹ کراچی کا شکر گزار ہوں کہ اِن حضرات نے اپنے والد ماجد حضرت مصنّف علیہ الرحمۃ کی وصیت کی تکمیل کے لیے میرا انتخاب فرمایا۔ میں اپنی اس حقیر خدمت کو حضرت صدر الشریعہ بدر الطریقہ استاذ نا العلام ابو العلیٰ محمد امجد علی صاحب رضوی قدس سرّہ العزیز مصنف ''**بہارِ شریعت**'' کی بارگاہ میں نذرانہ عقیدت پیش کرتا ہوں۔ اور اس کا ثواب واجر اُن کی روح پُر فتوح کو ایصال کرتا ہوں اور بارگاہِ ایزد متعال میں دست بہ دعا ہوں کہ اس کتاب کو مقبول فرمائے۔ آمین!

محمد وقار الدین
قادری رضوی بریلوی غفرلہ
مفتی ونائب شیخ الحدیث دار العلوم امجدیہ
عالمگیر روڈ، کراچی ۵
جنوری ۱۹۸۵ء

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

آیات قرآنی ــــ بسلسہ ــــ وراثت

﴿ یُوۡصِیۡکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ ٭ لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ۚ فَاِنۡ کُنَّ نِسَآءً فَوۡقَ اثۡنَتَیۡنِ فَلَہُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَکَ ۚ وَ اِنۡ کَانَتۡ وَاحِدَۃً فَلَہَا النِّصۡفُ ؕ وَ لِاَبَوَیۡہِ لِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَکَ اِنۡ کَانَ لَہٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّہٗ وَلَدٌ وَّ وَرِثَہٗۤ اَبَوٰہُ فَلِاُمِّہِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنۡ کَانَ لَہٗۤ اِخۡوَۃٌ فَلِاُمِّہِ السُّدُسُ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ یُّوۡصِیۡ بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ؕ اٰبَآؤُکُمۡ وَ اَبۡنَآؤُکُمۡ لَا تَدۡرُوۡنَ اَیُّہُمۡ اَقۡرَبُ لَکُمۡ نَفۡعًا ؕ فَرِیۡضَۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیۡمًا حَکِیۡمًا ﴿۱۱﴾ وَ لَکُمۡ نِصۡفُ مَا تَرَکَ اَزۡوَاجُکُمۡ اِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّہُنَّ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ کَانَ لَہُنَّ وَلَدٌ فَلَکُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکۡنَ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ یُّوۡصِیۡنَ بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ؕ وَ لَہُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَکۡتُمۡ اِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّکُمۡ وَلَدٌ ۚ فَاِنۡ کَانَ لَکُمۡ وَلَدٌ فَلَہُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَکۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ تُوۡصُوۡنَ بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ؕ وَ اِنۡ کَانَ رَجُلٌ یُّوۡرَثُ کَلٰلَۃً اَوِ امۡرَاَۃٌ وَّ لَہٗۤ اَخٌ اَوۡ اُخۡتٌ فَلِکُلِّ وَاحِدٍ مِّنۡہُمَا السُّدُسُ ۚ فَاِنۡ کَانُوۡۤا اَکۡثَرَ مِنۡ ذٰلِکَ فَہُمۡ شُرَکَآءُ فِی الثُّلُثِ مِنۡۢ بَعۡدِ وَصِیَّۃٍ یُّوۡصٰی بِہَاۤ اَوۡ دَیۡنٍ ۙ غَیۡرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِیَّۃً مِّنَ اللّٰہِ ؕ وَ اللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَلِیۡمٌ ﴿ؕ۱۲﴾ [1]

یَسۡتَفۡتُوۡنَکَ ؕ قُلِ اللّٰہُ یُفۡتِیۡکُمۡ فِی الۡکَلٰلَۃِ ؕ اِنِ امۡرُؤٌا ہَلَکَ لَیۡسَ لَہٗ وَلَدٌ وَّ لَہٗۤ اُخۡتٌ فَلَہَا نِصۡفُ مَا تَرَکَ ۚ وَ ہُوَ یَرِثُہَاۤ اِنۡ لَّمۡ یَکُنۡ لَّہَا وَلَدٌ ؕ فَاِنۡ کَانَتَا اثۡنَتَیۡنِ فَلَہُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَکَ ؕ وَ اِنۡ کَانُوۡۤا اِخۡوَۃً رِّجَالًا وَّ نِسَآءً فَلِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ ؕ یُبَیِّنُ اللّٰہُ لَکُمۡ اَنۡ تَضِلُّوۡا ؕ وَ اللّٰہُ بِکُلِّ شَیۡءٍ عَلِیۡمٌ ﴿۱۷۶﴾ ﴾ [2]

ترجمہ: اللہ (عزوجل) تمہیں حکم دیتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں بیٹے کا حصہ دو بیٹیوں کے برابر ہے۔ اور پھر اگر نری لڑکیاں اگرچہ دو سے اوپر تو ان کو ترکہ کی دو تہائی اور اگر ایک لڑکی ہو تو اس کا آدھا اور میت کے ماں باپ میں ہر ایک کو اس کے ترکہ سے چھٹا اگر میت کے اولاد ہو پھر اگر اس کی اولاد نہ ہو اور ماں باپ چھوڑے تو ماں کا تہائی پھر اگر اس کے کئی بہن بھائی ہوں تو ماں کا چھٹا بعد اس وصیت کے جو کر گیا اور دَین کے، تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے تم کیا جانو کہ ان میں کون تمہارے زیادہ کام آئے گا۔ یہ حصہ باندھا ہوا ہے۔ اللہ (عزوجل) کی طرف سے بے شک اللہ (عزوجل) علم والا حکمت والا ہے۔

ترجمہ: اور تمہاری بیویاں جو چھوڑ جائیں اس میں سے تمہیں آدھا ہے اگر ان کی اولاد نہ ہو پھر اگر ان کی اولاد ہو تو ان

[1] ......پ ٤، النساء: ١١، ١٢.

[2] ......پ ٦، النساء: ١٧٦.

کے ترکہ میں سے تمہیں چوتھائی ہے جو وصیّت وہ کر گئیں اور دَین نکال کر، اور تمہارے ترکہ میں عورتوں کا چوتھائی ہے اگر تمہارے اولاد نہ ہو پھر اگر تمہارے اولاد ہو تو ان کا تمہارے ترکہ میں سے آٹھواں جو وصیت تم کر جاؤ اور دَین نکال کر، اور اگر کسی ایسے مرد یا عورت کا ترکہ بٹتا ہو جس نے ماں باپ اولاد کچھ نہ چھوڑے اور ماں کی طرف سے اس کا بھائی یا بہن ہے تو ان میں سے ہر ایک کو چھٹا۔ پھر اگر وہ بہن بھائی ایک سے زیادہ ہوں تو سب تہائی میں شریک ہیں۔ میت کی وصیت اور دَین نکال کر جس میں اس نے نقصان نہ پہنچایا، یہ **اللّٰه** (عزوجل) کا ارشاد ہے۔ اور **اللّٰه** (عزوجل) علم والا، حلم والا ہے۔

ترجمہ: اے محبوب! تم سے فتویٰ پوچھتے ہیں تم فرمادو کہ **اللّٰہ** (عزوجل) تمہیں کلالہ میں فتویٰ دیتا ہے اگر کسی مرد کا انتقال ہو جو بے اولاد ہے اور اس کی ایک بہن ہے تو ترکہ میں اس کی بہن کا آدھا ہے اور مرد اپنی بہن کا وارث ہوگا۔ اگر بہن کی اولاد نہ ہو پھر اگر دو بہنیں ہوں ترکہ میں ان کا دو تہائی اور اگر بھائی بہن ہو مرد بھی اور عورتیں بھی تو مرد کا حصہ دو عورتوں کے برابر۔ **اللّٰه** (عزوجل) تمہارے لئے صاف بیان فرماتا ہے کہ کہیں بہک نہ جاؤ اور **اللّٰه** (عزوجل) ہر چیز جانتا ہے۔

(احادیث)

حدیث ۱: بخاری و مسلم ابن عباس رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے راوی ہیں کہ رسول **اللّٰہ** صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''فرض حصوں کو فرض حصے والوں کو دے دو اور جو بچ جائے وہ میت کے قریب ترین مرد کو دے دو۔'' [1]

حدیث ۲: بخاری و مسلم حضرت اسامہ ابن زید رضی اللّٰہ تعالٰی عنہما سے راوی کہ رسول **اللّٰہ** صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ''مسلمان کافر کا وارث نہ ہوگا اور کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوگا۔'' [2]

حدیث ۳: ترمذی و ابن ماجہ حضرت ابوہریرہ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی ہیں کہ رسول **اللّٰہ** صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''قاتل وارث نہیں ہوتا ہے۔'' [3]

حدیث ۴: ابوداؤد حضرت بریدہ[4] رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ سے راوی کہ نبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم نے دادی کے لئے چھٹا حصہ مقرر فرمایا جب ماں نہ ہو۔[5]

---

1 ......"صحيح البخاري"، كتاب الفرائض، باب ميراث الولد... إلخ، الحديث: ٦٧٣٢، ج٤، ص٣١٦.

2 ......"صحيح البخاري"، كتاب الفرائض، باب لا يرث المسلم الكافر... إلخ، الحديث: ٦٧٦٤، ج٤، ص٣٢٥.

3 ......"جامع الترمذي"، كتاب الفرائض، باب ما جاء في إبطال ميراث القاتل، الحديث: ٢١١٦، ج٤، ص٣٦.

4 ......بہارِ شریعت کے نسخوں میں اس مقام پر "ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ" لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ "سنن ابوداود" میں "حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ" مذکور ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... **علمیه**

5 ......"سنن أبي داود"، كتاب الفرائض، باب في الجدة، الحديث: ٢٨٩٥، ج٣، ص١٦٨.

حدیث ۵: ترمذی وابن ماجہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فیصلہ فرمایا کہ وصیت سے پہلے قرض ادا کیا جائے گا اور حقیقی بہن بھائی وارث ہوں گے نہ علاتی[1] بہن بھائی۔[2]

حدیث ۶: احمد، ترمذی، ابوداوٗد وابن ماجہ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سعد ابن ربیع کی بیوی سعد سے اپنی دو بیٹیوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں لائی اور عرض کیا یارسول اللہ! (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) یہ دونوں سعد کی بیٹیاں ہیں۔ ان کا باپ آپ کے ساتھ اُحد میں شہید ہوگیا اور ان کے چچا نے کُل مال لے لیا ہے ان کے لئے کچھ نہیں چھوڑا اور جب تک ان کے پاس مال نہ ہو ان کی شادی نہیں کی جاسکتی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''اس بارے میں اللہ تعالیٰ فیصلہ فرمادے گا۔'' تو آیت میراث نازل ہوگئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے ان لڑکیوں کے چچا کے پاس یہ حکم بھیجا کہ سعد کی دونوں بیٹیوں کو دوثلث (دوتہائی) دے دو اور لڑکیوں کی ماں کو آٹھواں حصہ دے دو اور جو باقی بچے وہ تمہارا ہے۔[3]

حدیث ۷: بخاری ہزیل ابن شرحبیل سے راوی کہ حضرت عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا گیا کہ میت کی ایک بیٹی اور ایک پوتی اور ایک بہن کو ترکہ کس طرح تقسیم کیا جائے گا؟ تو انہوں نے فرمایا کہ میں وہی فیصلہ کروں گا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلّم نے فیصلہ کیا تھا۔ بیٹی کا نصف ہے، پوتی کا چھٹا حصہ (تکملة للثلثين) اور جو باقی بچا وہ بہن کا ہے۔[4]

حدیث ۸: امام مالک واحمد وترمذی، ابوداوٗد ودارمی وابن ماجہ حضرت قبیصہ بن ذویب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھا کہ حضور (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا۔[5]

حدیث ۹: ابن ماجہ ودارمی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''جب بچہ زندہ پیدا ہو تو اس پر نماز بھی پڑھی جائے گی اور اس کو وارث بھی بنایا جائے گا۔''[6]

حدیث ۱۰: امام مالک واحمد وترمذی وابوداوٗد ودارمی وابن ماجہ حضرت قَبِیْصَہ بن ذُوَیْب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ ایک دادی نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اپنی میراث کے بارے میں سوال کیا تھا تو آپ نے صحابہ کرام سے

---

1 ...... یعنی باپ شریک۔

2 ...... "جامع الترمذي"، كتاب الفرائض، باب ما جاء في ميراث الإخوة...إلخ، الحديث: ۲۱۰۱، ج٤، ص۲۹.

3 ...... "جامع الترمذي"، كتاب الفرائض، باب ما جاء في ميراث البنات، الحديث: ۲۰۹۹، ج٤، ص۲۸.

4 ...... "صحيح البخاري"، كتاب الفرائض، باب ميراث ابنة...إلخ، الحديث: ٦٧٣٦، ج٤، ص۳۱۷.

5 ...... "سنن أبي داود"، كتاب الفرائض، باب في الجدة، الحديث: ۲۸۹٤، ج۳، ص۱٦۸.

6 ...... "سنن ابن ماجة"، كتاب الجنائز، باب ماجاء في الصلاة على الطفل، الحديث: ۱۵۰۸، ج۲، ص۲۲۲.

معلومات کی تو حضرت مُغِیرَہ ابن شُعبَہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے میری موجودگی میں دادی کو چھٹا حصہ دیا تھا تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہی فیصلہ کیا اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھی ایک دوسری دادی نے اپنی میراث کا سوال کیا تھا تو آپ نے فرمایا وہی چھٹا حصہ دادیوں کا ہے اگر دو ہوں گی تو دونوں اس میں شریک ہو جائیں گی اور ایک ہوگی تو اسے مل جائے گا۔[1]

حدیث ۱۱: دارمی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی ہیں کہ انہوں نے فرمایا: ''فرائض کو سیکھو اس لئے کہ وہ تمہارے دین میں سے ہے۔''[2]

حدیث ۱۲: دارمی نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ انہوں نے فرمایا: ''جب کسی عورت کے مرنے کے وقت اس کا شوہر اور ماں باپ ہوں تو شوہر کو نصف ملے گا اور ماں کو باقی کا تہائی۔''[3]

حدیث ۱۳: دارمی نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ ''شوہر کے مرنے کے وقت جب اس کی بیوی اور ماں باپ ہوں تو بیوی کو چوتھائی اور ماں کو باقی کا تہائی ملے گا۔''[4]

حدیث ۱۴: دارمی اسود ابن یزید سے راوی ہیں کہ حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بیٹی اور ایک بہن وارث ہونے کی صورت میں یہ فیصلہ کیا کہ بیٹی کو نصف اور بہن کو نصف ملے گا۔[5]

حدیث ۱۵: دارمی میں حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، خنثٰی[6] کے بارے میں کہ جب اس میں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء ہوں تو جس عضو سے پیشاب کرے گا اس کے اعتبار سے ترکہ دیا جائے گا۔[7]

حدیث ۱۶: دارمی میں روایت ہے کہ حضرت زید ابن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب چندلوگ دیوار گرنے یا ڈوب جانے کی وجہ سے ایک ساتھ مر جائیں تو وہ آپس میں ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے زندہ لوگ ان کے وارث ہوں گے۔[8]

---

1 ......"سنن أبي داود"، كتاب الفرائض، باب في الجدة، الحديث:٢٨٩٤، ج٣، ص١٦٨.
2 ......"سنن الدارمي"، كتاب الفرائض، باب في تعليم الفرائض، الحديث:٢٨٥١، ج٢، ص٤٤١.
3 ......"سنن الدارمي"، كتاب الفرائض، باب في زوج وابوين... إلخ، الحديث:٢٨٦٥، ج٢، ص٤٤٣.
4 ......المرجع السابق،الحديث:٢٨٦٧.
5 ......"سنن الدارمي"، كتاب الفرائض، باب في بنت واخت، الحديث:٢٨٧٩، ج٢، ص٤٤٥.
6 ......ہیجڑا، مخنث۔
7 ......"سنن الدارمي"، كتاب الفرائض، باب في ميراث الخنثى، الحديث:٢٩٧٠، ج٢، ص٤٦١.
8 ......المرجع السابق،باب ميراث الغرقى،الحديث:٣٠٤٤،ج٢،ص٤٧٣.

حدیث ۱۷: دارمی میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ''ماموں اس میت کا وارث ہے جس کا اور کوئی وارث نہ ہو۔''[1]

ان حقوق کا بیان جن کا تعلق میّت کے ترکہ سے ھے

مسئلہ ۱: جب کوئی مسلمان اس دار فانی سے[2] کوچ کر جائے[3] تو شرعاً[4] اس کے ترکہ سے کچھ احکام متعلق ہوتے ہیں۔ یہ احکام چار ہیں:

① اس کے چھوڑے ہوئے مال سے اس کی تجہیز وتکفین[5] مناسب انداز میں کی جائے۔ (محیط بحوالہ عالمگیری ص ۴۴۷)[6] اس کا تفصیلی بیان اس کتاب کے حصہ چہارم میں موجود ہے۔

② پھر جو مال بچا ہو اس سے میّت کے قرضے چکائے جائیں۔ قرض کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے[7] کیونکہ قرض فرض ہے جب کہ وصیت کرنا ایک نفلی کام ہے۔ پھر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو دیکھا آپ نے قرض وصیت سے پہلے ادا کرایا۔[8] (ابن ماجہ، دارقطنی وبیہقی)

مسئلہ ۲: قرض سے مراد وہ قرض ہے جو بندوں کا ہو، اس کی ادائیگی وصیت پر مقدم ہے۔

مسئلہ ۳: اگر میت نے کچھ نمازوں کے فدیہ کی وصیت کی یا روزوں کے فدیہ کی یا کفارہ کی یا حج بدل کی تو تمام چیزیں ادائیگی قرض کے بعد ایک تہائی مال سے ادا کی جائیں گی اور اگر بالغ ورثاء اجازت دیں تو تہائی سے زیادہ مال سے بھی ادا کی جاسکتی ہیں۔[9]

وصیّت: ادائیگی قرض کے بعد وصیت کا نمبر آتا ہے۔ قرض کے بعد جو مال بچا ہو اس کے تہائی سے وصیتیں پوری کی جائیں گی۔ ہاں اگر سب ورثہ بالغ ہوں اور سب کے سب تہائی مال سے زائد سے وصیت پوری کرنے کی اجازت دے دیں تو

---

1 ...... ''سنن الدارمي''، كتاب الفرائض، باب ميراث ذوي الأرحام...إلخ، الحديث: ٣٠٥٢، ج٢، ص ٤٧٤.

2 ...... یعنی دنیا سے۔ 3 ...... یعنی مرجائے۔ 4 ...... اسلامی قانون کے مطابق۔ 5 ...... کفن دفن کا بندوبست۔

6 ...... ''الفتاوى الهندية''، كتاب الفرائض، الباب الاول فى تعريفها...إلخ، ج٦، ص ٤٤٧.

7 ...... یعنی وصیت پر عمل کرنے سے پہلے قرض ادا کرنا ہوگا۔

8 ...... ''سنن ابن ماجة''، كتاب الوصايا، باب الدّين قبل الوصية، الحديث: ٢٧١٥، ج٣، ص ٣١١.

و''الشريفية'' شرح ''السراجية''، ص٥.

9 ...... ''الشريفية'' شرح ''السراجية''، ص٥، ٦.

و''الفتاوى الهندية''، كتاب الفرائض، الباب الاول فى تعريفها...إلخ، ج٦، ص ٤٤٧.

جائز ہے۔[1] (خانیہ بحوالہ عالمگیری ج۶ ص۴۴۷)

میراث: وصیت کے بعد جو مال بچا ہو اس کی تقسیم درج ذیل ترتیب کے ساتھ عمل میں آئے گی۔

① ان وارثوں میں تقسیم ہوگا جو قرآن، حدیث یا اجماع امت کی رو سے اصحاب فرائض (مقررہ حصوں والے) ہیں اگر اصحاب فرائض بالکل نہ ہوں یا ان کے بعد بھی کچھ مال بچا ہو تو درج ذیل وارثوں میں علی الترتیب تقسیم ہوگا۔ ② عصبات نسبیہ۔ ③ عصبات سببیہ۔ (یعنی آزاد کردہ غلام کا آقا) ④ عصبۂ سببی کا نسبی عصبہ پھر سببی عصبہ۔ ⑤ ذوی الفروض النسبیہ کو ان کے حقوق کی مقدار میں دوبارہ دیا جائے گا۔ ⑥ ذوی الارحام۔ ⑦ مولی الموالاۃ۔ ⑧ پھر وہ شخص جس کے نسب کا مرنے والے نے کسی دوسرے پر اس طرح اقرار کیا ہو کہ اس کا نسب اس کے اقرار کی وجہ سے ثابت نہ ہوسکا یعنی جس پر نسب کا اقرار کیا ہو اس نے تصدیق نہ کی ہو بشرطیکہ اقرار کنندہ[2] اپنے اقرار پر مرا ہو مثلاً مرنے والے نے ایک شخص کے بارے میں یہ اقرار کیا کہ یہ میرا بھائی ہے اب اس اقرار کا مفہوم یہ ہوا کہ اس شخص کا نسب میرے باپ سے ثابت ہے اور باپ اس کو اپنا بیٹا تسلیم نہیں کرتا ہے۔ ⑨ پھر جو بچا ہو وہ اس شخص کو دیا جائے جس کے لئے میّت نے کُل مال کی وصیت کی تھی۔ ⑩ اور پھر بھی بچے تو بیت المال میں جمع ہوگا۔[3] (عالمگیری ج۶ ص۴۴۷) اس زمانے میں بیت المال کا نظام نہیں ہے، اس لئے صدقہ کردیا جائے۔

واضح رہے کہ یہ دس قسم کے وارث ہیں ان کی تفصیلات آئیں گی۔

میراث سے محروم کرنے والے اسباب

بعض اسباب ایسے ہیں جو وارث کو میراث سے شرعاً محروم کردیتے ہیں اور وہ چار ہیں:

① غلام ہونا۔ یعنی اگر وارث غلام ہے خواہ کلیۃً غلام ہو یا مدبر ہو یا ام ولد ہو یا مکاتب ہو تو وہ وارث نہ ہوگا۔[4] (شریفیہ ص۱۰ و عالمگیری ج۶ ص۴۵۴ و تبیین الحقائق ص۲۴۱)

② مورث کا[5] قاتل ہونا۔ اس سے مراد ایسا قتل ہے جس کی وجہ سے قاتل پر قصاص یا کفارہ واجب ہوتا ہو۔[6] ان امور کی تفصیلات اس کتاب کے اٹھارہویں حصے میں مذکور ہیں۔

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الاول فی تعريفها...إلخ، ج٦، ص٤٤٧.

2 ......اقرار کرنے والا۔

3 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الاول فی تعريفها...إلخ، ج٦، ص٤٤٧.

4 ......المرجع السابق، الباب الخامس فی الموانع، ج٦، ص٤٥٤.

5 ......یعنی میت کا۔

6 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، فصل موانع الإرث، ص١١.

③ دین کا اختلاف۔ یعنی مسلمان کافر اور کافر مسلمان کا وارث نہ ہوگا۔ عام صحابہ رضی اللہ عنہم اور علی و زید رضی اللہ عنہما کا یہی فیصلہ ہے[1] نیز یہ حدیث بھی ہے **لَا یَتَوَارَثُ اَھْلُ مِلَّتَیْنِ شَتّٰی** یعنی دو مختلف ملتوں کے افراد ایک دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔[2] (سنن دارمی، ابوداؤد وغیرہ)

مسئلہ ۱: اگر کوئی مسلمان مرتد ہوگیا **معاذ اللہ** تو مرتد ہونے کی وجہ سے اس کے اموال اس کی ملکیت سے خارج ہو جاتے ہیں پھر اگر وہ دوبارہ اسلام لے آئے اور کفر سے توبہ کرلے تو مالک ہوجائے گا اور اگر کفر ہی پر مرگیا[3] تو زمانہ اسلام کے جو اموال ہیں ان سے زمانہ اسلام کے قرضے ادا کئے جائیں گے اور باقی اموال مسلمان ورثاء لے لیں گے اور ارتداد کے[4] زمانے میں جو کمایا ہے اس سے ارتداد کے زمانے کے قرضے ادا کئے جائیں گے اور اگر کچھ بچ جائے گا تو وہ غرباء پر صدقہ کردیا جائے گا۔[5] (ہدایہ ج ۲ ص ۶۰۱، عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۵)

مسئلہ ۲: گمراہ اور بدعتی لوگ جن کی تکفیر نہ کی گئی ہو وہ وارث بھی بنیں گے اور مورث بھی۔

مسئلہ ۳: قادیانی بھی مرتد ہیں، ان کا بھی یہی حکم ہے۔

مسئلہ ۴: مرتد عورت جب اپنے ارتداد پر مرجائے تو اس کے زمانہ اسلام اور زمانہ ارتداد کے تمام اموال اس کے وارثوں پر تقسیم کردیئے جائیں گے۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۵)

مسئلہ ۵: وہ لوگ جو انبیاء علیہم السلام کی صریح توہین کے مرتکب ہوں یا شیخین رضی اللہ عنہما کو گالیاں دیں، وہ بھی وارث نہ ہوں گے۔

④ ملکوں کا اختلاف۔ یعنی یہ کہ وارث اور مورث (یعنی مرنے والا شخص کہ جس کی میراث تقسیم ہوگی) دو مختلف ملکوں کے باشندے ہوں تو اب یہ ایک دوسرے کے وارث نہیں ہوں گے۔

مسئلہ ۱: ملکوں کے اختلاف سے شرعاً مراد یہ ہے کہ دونوں ملکوں کی اپنی الگ افواج ہوں اور وہ ایک دوسرے کا خون حلال سمجھتے ہوں۔[7] (شریفیہ ص ۲۰ و عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۴)

---

1 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، فصل موانع الارث، ص ١٤.

2 ......"سنن أبي داود"، كتاب الفرائض، باب هل يرث المسلم الكافر؟، الحديث: ٢٩١١، ج٣، ص١٧٤.

3 ......یعنی مرتد ہی مرگیا۔ 4 ......مرتد ہونے کے۔

5 ......"الهداية"، كتاب السير، باب احكام المرتدين، ج١، ص٤٠٧.

و"الفتاوى الهندية"، كتاب السير، الباب التاسع فى احكام المرتدين، ج٢، ص٢٥٤.

6 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الفرائض، الباب السادس فى ميراث اهل الكفر، ج٦، ص٤٥٥.

7 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، فصل موانع الارث، ص١٦.

مسئلہ۲: ملکوں کا اختلاف غیر مسلموں کے حق میں ہے یعنی یہ کہ اگر ایک عیسائی مسلمانوں کے ملک میں ہے اور اس کا رشتہ دار دوسرے ملک میں ہے جو دارالحرب ہے تو اب یہ ایک دوسرے کے وارث نہ [1] ہوں گے۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۴۵۴)

مسئلہ۳: اگر مسلمان تجارت کی غرض سے یا کسی اور غرض سے دارالحرب میں چلا گیا اور وہیں مر گیا یا مسلمان کو حربیوں نے قیدی بنا کر رکھ لیا اور وہ دارالحرب میں مر گیا تو اس کے رشتہ دار جو دارالاسلام میں ہیں اس کے وارث ہوں گے۔[3] (شریفیہ ص۲۱ و عالمگیری ج۶ ص۴۵۴)

مسئلہ۴: پاکستان کے مسلمان اور وہ مسلمان جو ہندوستان، امریکہ، یورپ یا کہیں اور رہتے ہوں، ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔ (م)

مسئلہ۵: اگر وارث اور مورث مسلمانوں کے دو گروہوں سے تعلق رکھتے ہیں جو آپس میں نبرد آزما ہیں[4] اور دونوں کی الگ فوجیں ہیں تب بھی وہ ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔[5] (شریفیہ ص۲۱)

مسئلہ۶: مستأمن اگر ہمارے ملک میں مر جائے اور اس کا مال ہو تو ہم پر لازم ہے کہ اس کا مال اس کے وارثوں کو بھیجیں اور اگر ذمی مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو تو اس کا مال بیت المال میں جائے گا۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۴۵۴)

مسئلہ۷: کفار کے مختلف گروہ مثلاً نصرانی، یہودی، مجوسی، بت پرست سب ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔[7] (عالمگیری، ج۶ ص۴۵۴)

اصحاب فرائض کا بیان

یہ حصے جن کا ذکر ہوا شرعی طور پر بارہ قسم کے افراد کے لئے مقرر ہیں ان کو اصحاب فرائض کہتے ہیں ان میں سے چار مرد اور آٹھ عورتیں ہیں۔

مرد یہ ہیں: ① باپ ② جد صحیح یعنی دادا، پردادا۔ (اوپر تک) ③ ماں جایا بھائی۔ ④ شوہر۔

عورتیں یہ ہیں: ① بیوی۔ ② بیٹی۔ ③ پوتی۔ (نیچے تک) ④ حقیقی بہن۔ ⑤ باپ شریک بہن۔ ⑥ ماں شریک بہن۔ ⑦ ماں۔ ⑧ اور جدّۂ صحیحہ۔

---

1 ...... بہارِ شریعت میں اس مقام پر ''وارث ہوں گے'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل کتاب میں عبارت اس طرح ہے ''وارث نہ ہوں گے''، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔...علمیہ

2 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع، ج٦، ص٤٥٤.

3 ......المرجع السابق.

4 ......جنگ لڑ رہے ہیں۔

5 ......''الشريفية'' شرح ''السراجية''، فصل موانع الارث، ص١٦.

6 ......''الفتاوی الهندية''، كتاب الفرائض، الباب الخامس فی الموانع، ج ٦، ص٤٥٤.

7 ......المرجع السابق.

مسئلہ ۱: جدصحیح اس دادا کو کہتے ہیں کہ جس کی میت کی طرف نسبت میں مونث کا واسطہ بیچ میں نہ آئے۔ جیسے باپ کا باپ اور دادا کا باپ۔[1] (عالمگیری ج۶ص ۴۴۸)

مسئلہ ۲: جدفاسداس کو کہتے ہیں جس کی میت کی طرف نسبت میں مونث کا واسطہ آئے جیسے ماں کا باپ جس کو ہم نانا کہتے ہیں یا ماں کے باپ کا باپ یا دادی کا باپ۔[2]

مسئلہ ۳: جدۂ صحیحہ وہ دادی ہے جس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں جدفاسد کا واسطہ نہ آئے لہٰذا باپ کی ماں اور ماں کی ماں دونوں جدۂ صحیحہ ہیں۔

مسئلہ ۴: جدۂ فاسدہ وہ دادی یا نانی ہے جس کی میت کی طرف نسبت میں جدفاسد آجائے۔ جیسے نانا کی ماں اور دادی کے باپ کی ماں۔[3] (شریفیہ ص ۲۳)

مسئلہ ۵: جدصحیح اور جدۂ صحیحہ اصحاب فرائض میں سے ہیں جب کہ جدفاسد اور جدۂ فاسدہ اصحاب فرائض میں سے نہیں ہیں بلکہ ذَوی الارحام میں سے ہیں[4] ان کا مفصل بیان ذوی الارحام کی بحث میں آئے گا۔ (شریفیہ ص ۲۳)

باپ کے حصوں کا بیان

مسئلہ ۱: باپ کی تین مختلف حالتیں ہیں اور ہر حالت میں اس کا الگ حصہ ہے۔

مسئلہ ۲: جب باپ کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا پوتا (نیچے تک) ہو تو باپ کو کُل مال میں سے صرف چھٹا حصہ ملے گا یعنی $\frac{1}{6}$۔[5] (عالمگیری ج۶ص ۴۴۸)

مثلاً ۔۱۔ مسئلہ۶ یا ۔۲۔ مسئلہ۶

باپ	بیٹا
۱	۵

باپ	پوتا
۱	۵

مسئلہ ۳: اگر باپ کے ساتھ میت کی بیٹی یا پوتی (نیچے تک) ہے تو باپ کو چھٹا حصہ بطور صاحب فرض کے ملے گا اور اگر تقسیم کے بعد بچ جائے گا تو وہ باپ کو بطور عصبہ کے ملے گا۔[6] (عالمگیری ج۶ص ۴۴۸، خزانۃ المفتین)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج٦، ص٤٤٨ ـ ٤٥٠.

2 ......المرجع السابق، ص٤٤٨.

3 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، باب معرفة الفروض و مستحقيها، ص١٨.

4 ......المرجع السابق.

5 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج٦، ص٤٤٨.

6 ......المرجع السابق.

مثلاً۔۱۔

مسئلہ۶	
باپ	بیٹی
۱+۲=۳	۳

یا۔۲۔

مسئلہ۶	
باپ	پوتی
۱+۲=۳	۳

مسئلہ۴: جب باپ کے ساتھ میت کا بیٹا یا بیٹی یا پوتا یا پوتی (نیچے تک) نہ ہوتو باپ کوصرف بطور عصوبت اصحاب فرائض سے بچ جانے کے بعد ہی ملے گا اوراس صورت میں کوئی معین حصہ نہیں بلکہ جو کچھ بچا ہوگا وہ سب باپ کو ملے گا۔[1] (سراجی ص ۷)

مثلاً=

مسئلہ۳	
ماں	باپ
۱	۲

جد صحیح کے حصوں کا بیان

مسئلہ۱: جب باپ نہ ہوتو دادا (جدِ صحیح) سوائے چند صورتوں کے باپ ہی کی طرح ہے۔[2] (سراجی ص ۷، شریفیہ ص ۲۴)

مثال۔۱۔

مسئلہ۶	
دادا	بیٹا
۱	۵

مثال۔۲۔

مسئلہ۶	
دادا	پوتا
۱	۵

مثال۔۳۔

مسئلہ۶	
دادا	بیٹی
۱+۲=۳	۳

مثال۔۴۔

مسئلہ۶	
دادا	پوتی
۱+۲=۳	۳

مثال۔۵۔

مسئلہ۳	
ماں	دادا
۱	۲

---

1 ......"السراجی"، باب معرفة الفروض ومستحقیها، ص٦.

2 ......"السراجی"، باب معرفة الفروض ومستحقیها، ص٧.

و"الشریفیة شرح السراجیة"، باب معرفة الفروض ومستحقیها، ص١٩.

مسئلہ۲: باپ کی ماں، باپ کے ہوتے ہوئے میراث سے محروم ہوگی مگر دادا کے ہوتے ہوئے محروم نہ ہوگی۔[1] (شریفیہ ص۲۴)

مثال۔۱۔ مسئلہ۱

دادی	باپ
محروم	۱

مثال۔۲۔ مسئلہ۶

دادا	دادی
۵	۱

مسئلہ۳: اگر شوہر یا بیوی کا انتقال ہوجائے اور دونوں میں سے کوئی ایک زندہ ہو اور اس کے ساتھ میت کے ماں باپ بھی ہوں تو اس صورت میں باپ تو ماں کے حصہ کو گھٹا دے گا کہ شوہر یا بیوی کے حصہ کے بعد جو بچے گا وہ اس کا تہائی[2] پائے گی اور اگر باپ کی جگہ دادا ہو تو وہ ماں کا حصہ نہیں گھٹا سکتا بلکہ ماں، دادا کے ہوتے ہوئے پورے مال کا تہائی پائے گی۔ اس کو مثال سے یوں سمجھنا چاہیئے۔

مثال۔۱۔ مسئلہ۶

باپ	ماں	شوہر
۲	۱	۳

اس کی توضیح یہ ہے کہ شوہر کو نصف ملا، اور ماں کو شوہر کا حصہ نکالنے کے بعد جو بچا تھا اس میں سے تہائی ملا حالانکہ ماں کا حصہ کل مال کا تہائی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر ہم ماں کو کل مال کا تہائی دیتے تو اس کا حصہ باپ کے برابر ہوجاتا جو درست نہیں، اس لئے باپ نے ماں کے حصہ کو گھٹا دیا جب کہ دادا ایک واسطہ ہوجانے کی وجہ سے ایسا نہیں کرسکتا۔ مثال ملاحظہ ہو۔ (مصنف)

مثال۔۲۔ مسئلہ۱۲

ماں	بیوی	دادا
۴	۳	۵

اس صورت میں ماں کو پورے مال کا تہائی ملے گا۔ یہی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا قول ہے۔

مسئلہ۴: حقیقی بھائی بہن ہوں یا علاتی[3] ہوں یا اخیافی[4] سب کے سب باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق محروم ہوجاتے ہیں۔ جب کہ دادا کے ہوتے ہوئے بھی امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک محروم ہوتے ہیں فتویٰ اسی

[1] ...... "الشريفية" شرح "السراجية"، باب معرفة الفروض ومستحقيها، ص۱۹.

[2] ...... تیسرا حصہ۔ [3] ...... یعنی باپ شریک۔ [4] ...... یعنی ماں شریک۔

پر ہے۔[1] (عالمگیری ج ٦ ،ص ۴۴۸، کافی ۔سراجی ص ۱۱) مثالیں ملاحظہ ہوں۔

مثال۔۱۔ مسئلہ۱

باپ	حقیقی بہن	حقیقی بھائی
۱	محروم	محروم

مثال۔۲۔ مسئلہ۱

دادا	بھائی	بہن
۱	م	م

مسئلہ۵: باپ کے ہوتے ہوئے دادا محروم رہے گا کیونکہ رشتہ داری میں اصل باپ ہی ہے۔[2]

مثال۔ مسئلہ۱

باپ	دادا
۱	م

ماں شریک بھائیوں اور بہنوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ۱: اگر ماں شریک بھائی یا بہن صرف ایک ہے تو اسے چھٹا حصہ ملے گا $\frac{1}{6}$ ۔[3] (عالمگیری ج٦ ص ۴۴۸)

مثال۔ مسئلہ٦

شوہر	ماں شریک بھائی	چچا
۳	۱	۲

مسئلہ۲: اگر ماں شریک بھائی یا بہن دو یا دو سے زائد ہوں تو وہ سب ایک تہائی $\frac{1}{3}$ میں شریک ہو جائیں گے اور ان بھائی بہنوں کو برابر حصہ ملے گا۔[4] (سراجی ص ۷)

مثال۔ مسئلہ۱۲

بیوی	ماں شریک بھائی	ماں شریک بہن	چچا
۳	۲	۲	۵

❶ ......"السراجی"،باب معرفة الفروض ومستحقيها، فصل فی النساء، ص ۱۱.

❷ ......"السراجی"، باب معرفة الفروض ومستحقيها، ص۷.

❸ ......"الفتاوی الھندية"،كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج٦، ص٤٤٨.

❹ ......"السراجی"، باب معرفة الفروض ومستحقيها،ص۷.

مسئلہ۳: ماں شریک بھائی یا بہن میت کے بیٹا بیٹی، پوتا، پوتی (نیچے تک) باپ یا دادا کے ہوتے ہوئے محروم ہو جائیں گے۔[1] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰)

مثال۔۱۔ مسئلہ۱

باپ	ماں شریک بھائی
۱	م

مثال۔۲۔ مسئلہ۱

دادا	ماں شریک بھائی
۱	م

نوٹ: ماں شریک بہنیں بھی عام حالتوں میں ماں شریک بھائیوں کی طرح ہیں۔

شوہر کے حصوں کا بیان

مسئلہ۱: شوہر کو کل مال کا آدھا $\frac{۱}{۲}$ اس صورت میں ملے گا جبکہ اس کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) نہ ہو۔[2] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰، درمختار ج۵ص۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ۲

شوہر	باپ
۱	۱

مسئلہ۲: اگر شوہر کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی (نیچے تک) ہو تو اس صورت میں شوہر کو چوتھائی حصہ $\frac{۱}{۴}$ ملے گا۔[3] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰، درمختار ج۵ص۶۷۶)

مثال۔۱۔ مسئلہ۴

بیٹا	شوہر
۳	۱

مثال۔۲۔ مسئلہ۴

بیٹی	چچا	شوہر
۲	۱	۱

---

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، ج٦، ص٤٥٠.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق.

مثال۔۳۔ مسئلہ۴

شوہر	پوتا
۱	۳

بیویوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ۱: اگر میّت کی بیوی کے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی نہ ہو تو اس کو کُل مال کا چوتھائی $\frac{1}{4}$ ملے گا۔[1] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰، درمختار ج۵ص۶۷۴)

مثال۔ مسئلہ۴

بیوی	بھائی
۱	۳

مسئلہ۲: اگر میت کی بیوی کے ساتھ میت کا بیٹا بیٹی یا پوتا پوتی ہو تو اس کو آٹھواں حصہ[2] ملے گا $\frac{1}{8}$ ۔[3] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰، درمختار ج۵ص۶۷۴)

مثال۔ مسئلہ۸

بیٹا	بیوی
۷	۱

مثال۔ مسئلہ۸

پوتا	بیوی
۷	۱

حقیقی بیٹیوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ۱: اگر صرف ایک بیٹی ہو تو اس کو آدھا[4] $\frac{1}{2}$ ملے گا۔[5] (عالمگیری ج۶ص۴۴۸، درمختار ج۵ص۶۷۶)

---

1 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،ج٦،ص٤٥٠.

2 ......یعنی کل مال میں سے آٹھواں حصہ۔

3 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،ج٦،ص٤٥٠.

4 ......یعنی کل مال میں سے آدھا مال۔

5 ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض،ج٦،ص٤٤٨.

مثال۔ مسئلہ۶

بیٹی	باپ
۳	۱+۲=۳

مسئلہ۲: اگر بیٹیاں دو یا دو سے زائد ہوں تو ان سب کو دو تہائی $\frac{۲}{۳}$ ملے گا اور ان میں برابر برابر تقسیم ہوگا۔ [1] (عالمگیری ج۶ص۴۴۸، درمختار ج۵ص۶۷۶)

مسئلہ۳

بھائی	بیٹی	بیٹی
۱	۱	۱

مسئلہ۳: اور اگر بیٹی کے ساتھ میت کا لڑکا بھی ہو تو بیٹی اور بیٹا دونوں عصبہ بن جائیں گے اور مال بطور عصوبت دونوں میں اس طرح تقسیم ہوگا کہ بیٹے کو بہ نسبت بیٹی کے دوگنا دیا جائے گا۔ [2] (عالمگیری ج۶ص۴۴۸، درمختار ج۵ص۶۷۶)

مثال۔۱۔ مسئلہ۴

بیٹا	بیٹی	شوہر
۲	۱	۱

مثال۔۲۔ مسئلہ۴ ع۲۴

بیٹا	بیٹا	بیٹی	بیٹی	شوہر
۶	۶	۳	۳	$\frac{۱}{۶}$

پوتیوں کے حصوں کا بیان

مسئلہ۱: اگر میت کے بیٹا بیٹی نہیں صرف ایک پوتی ہے تو اس کو آدھا $\frac{۱}{۲}$ ملے گا۔ [3] (عالمگیری ج۶ص۴۴۸، درمختار ج۵ص۶۷۶)

[1] ......"الفتاوی الھندیة"،کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض،ج٦، ص٤٤٨.

[2] ......المرجع السابق.

[3] ......المرجع السابق.

مثال۔ مسئلہ۸

بیوی	چچا	پوتی
۱	۳	۴

مسئلہ۲: اگر میت کا بیٹا بیٹی نہیں ہے دو پوتیاں ہیں یا دو سے زائد تو وہ دو تہائی میں شریک ہوں گی۔[1] (عالمگیری ج ٦ ص ۴۴۸ ، درمختار ج ۵ ص ٦٧٦)

مثال۔ مسئلہ۱۲

شوہر	چچا	پوتی	پوتی	پوتی	پوتی
۳	۱	۲	۲	۲	۲

مسئلہ۳: اگر میت کی ایک بیٹی ہے تو پوتی ایک ہو یا ایک سے زائد وہ سب کی سب چھٹے حصے $\frac{1}{6}$ میں شریک ہوں گی تا کہ لڑکیوں کا حصہ دو تہائی پورا ہو جائے اس سے زائد نہ ہو کیونکہ قرآن کریم میں لڑکیوں کا حصہ دو تہائی سے زائد کسی صورت میں نہیں ہے۔ اب آدھا تو حقیقی بیٹی نے قوت قرابت کی وجہ سے لے لیا تو صرف چھٹا حصہ ہی باقی رہا جو پوتیوں کو مل جائے گا۔[2] (شریفیہ ص ۳۴، عالمگیری ج ٦ ص ۴۴۸ ، درمختار ج ۵ ص ٦٧٦)

مثال۔ مسئلہ۱۲

شوہر	بیٹی	پوتی	پوتی	چچا
۳	٦	۱	۱	۱

مسئلہ۴: پوتیاں میت کی دو حقیقی بیٹیوں کے ہوتے ہوئے محروم ہو جائیں گی بشرطیکہ میت کا کوئی پوتا، پر پوتا (نیچے تک) موجود نہ ہو۔[3] (عالمگیری ج ٦ ص ۴۴۸ ، درمختار ج ۵ ص ٦٧٦)

مثال۔ مسئلہ۲۴

زوجہ	بیٹی	بیٹی	پوتی	چچا
۳	۸	۸	م	۵

---

1 ...... "الفتاوى الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثانى فى ذوى الفروض، ج٦، ص٤٤٨.

2 ...... المرجع السابق.

3 ...... المرجع السابق.

مسئلہ۵: اگر پوتیوں کے ساتھ میت کی دو حقیقی بیٹیاں بھی ہوں اور پوتا یا پر پوتا (نیچے تک) ہو تو پوتیاں، پوتے یا پر پوتے کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔[1] (عالمگیری ج٦ ص ٤٤٨، درمختار ج۵ ص٦٧٦)

مثال۔١۔ مسئلہ ٣ ء ٩

بیٹی	بیٹی	پوتی		پوتا
١/٣	١/٣	١	(١/٣)	٢

مثال۔٢۔ مسئلہ ٣ ء ٩

بیٹی	بیٹی	پوتی		پر پوتا
١/٣	١/٣	١	(١/٣)	٢

مسئلہ٦: پوتیوں کے ساتھ اگر میت کا بیٹا ہو تو پوتیاں محروم ہو جائیں گی۔[2] (عالمگیری ج٦ ص ٤٤٨، درمختار ج۵ ص٦٧٦)

مثال۔١۔ مسئلہ١

پوتی	پوتی	بیٹا
م	م	١

حقیقی بہنوں کے حصّوں کا بیان

مسئلہ١: اگر بہن ایک ہے تو اسے آدھا ١/٢ ملے گا۔[3] (عالمگیری ج٦ ص ٤٤٨، درمختار ج۵ ص٦٧٦)

مثال۔ مسئلہ٢

بہن	چچا
١	١

---

1. ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج٦، ص٤٤٨.
2. ......المرجع السابق.
3. ......المرجع السابق، ص٤٥٠.

مسئلہ۲: اگر بہنیں دو یا دو سے زائد ہیں تو وہ دو تہائی ۲/۳ میں شریک ہوں گی۔[1]

(عالمگیری ج۶ ص ۴۴۸، درمختار ج۵ ص ۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ۳

بہن	بہن	چچا
۱	۱	۱

مسئلہ۳: اگر میت کی بہنوں کے ساتھ میت کا کوئی بھائی بھی ہو تو وہ اس کے ساتھ مل کر عصبہ ہو جائیں گی اور تقسیم مال لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ کی بنیاد پر ہوگی یعنی مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۴۴۸، درمختار ج۵ ص۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ۴

بہن	بہن	بھائی
۱	۱	۲

مسئلہ۴: اگر بہنوں کے ساتھ میت کی کوئی بیٹی، پوتی یا پر پوتی (نیچے تک) ہو تو اب بہن عصبہ بن جائے گی یعنی جو کچھ باقی بچے گا وہ لے گی، کیونکہ حدیث میں فرمایا: ''بہنوں کو بیٹیوں کے ساتھ عصبہ بناؤ۔'' [3] (درمختار ج۵ ص۶۷۶، بحرالرائق، تبیین)

مثال۔ مسئلہ۶

بیٹی	پوتی	بہن
۳	۱	۲

باپ شریک بهنوں کے حصّوں کا بیان

مسئلہ۱: اگر باپ شریک بہن ایک ہو اور حقیقی بہن کوئی نہ ہو تو اُسے آدھا ملے گا۔[4] (عالمگیری ج۶ ص۴۵۰، درمختار ج۵ ص۶۷۶)

---

1 ......''الفتاوی الهندية''،کتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض،ج ٦،ص ٤٥٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......''الدرالمختار''،کتاب الفرائض، فصل فی العصبات،ج ١٠،ص ٥٥٢،٥٥٣.

و''سنن الدارمی''،کتاب الفرائض،باب فی بنت وأخت،الحديث: ٢٨٨١،ج٢،ص٤٤٦.

4 ......''الفتاوی الهندية''،کتاب الفرائض،الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج ٦،ص ٤٥٠.

مثال۔ مسئلہ۲

چچا	باپ شریک بہن
۱	۱

مسئلہ۲: اگر دو یا دو سے زائد باپ شریک بہنیں ہوں تو وہ دو تہائی $\frac{2}{3}$ میں شریک ہوں گی۔[1] (درمختار ج۵ص۶۷۶، عالمگیری ج۶ص۴۵۰)

مثال۔ مسئلہ۳

چچا	باپ شریک بہن	باپ شریک بہن
۱	۱	۱

مسئلہ۳: اگر میت کی باپ شریک بہن یا بہنوں کے ساتھ ایک حقیقی بہن ہو تو باپ شریک بہن یا بہنوں کو صرف چھٹا تَكْمِلَةً لِلثُّلُثَيْنِ ملے گا۔[2] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰، درمختار ج۵ص۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ۶

چچا	باپ شریک بہن	بہن
۲	۱	۳

مسئلہ۴: اگر باپ شریک بہن کے ساتھ میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں تو اس کو کچھ نہ ملے گا اس لئے کہ دو تہائی جو زائد سے زائد بہنوں کا حصہ تھا وہ پورا ہو چکا۔[3] (عالمگیری ج۶ص۴۵۰، درمختار ج۵ص۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ۳

چچا	باپ شریک بہن	بہن	بہن
۱	م	۱	۱

مسئلہ۵: اگر باپ شریک بہن کے ساتھ میت کی دو حقیقی بہنیں ہوں اور باپ شریک بھائی بھی ہو تو حقیقی بہنوں کے حصہ کے بعد جو کچھ بچے گا وہ ان کے درمیان لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ کی بنیاد پر منقسم ہوگا۔[4] (بزازیہ علی عالمگیری ج۶ص۴۰۴، عالمگیری ج۶ص۴۵۰، درمختار ج۵ص۶۷۶)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق.

مثال۔ مسئلہ ۳ ع ۹

بہن	بہن	باپ شریک بہن		باپ شریک بھائی
۱/۳	۱/۳	۱	(۱/۳)	۲

مسئلہ ۶: اگر باپ شریک بہنوں کے ساتھ میت کی بیٹیاں یا پوتیاں (نیچے تک) ہوں تو یہ بہنیں ان کے ساتھ عصبہ ہو جائیں گی۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۰، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

مثال۔ مسئلہ ۲

بیٹی	باپ شریک بہن
۱	۱

مسئلہ ۷: حقیقی بھائی بہن ہوں یا باپ شریک سب کے سب بیٹے یا پوتے (نیچے تک) اور باپ کے ہوتے ہوئے بالاتفاق محروم رہتے ہیں اور امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک دادا کے ہوتے ہوئے بھی محروم ہو جاتے ہیں اور فتوٰی اسی پر ہے۔[2] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۰، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

مثال ۔۱۔ مسئلہ ۱

بیٹا	حقیقی بھائی	حقیقی بہن	باپ شریک بھائی	باپ شریک بہن
۱	م	م	م	م

مثال ۔۲۔ مسئلہ ۱

باپ	حقیقی بھائی	حقیقی بہن	باپ شریک بھائی	باپ شریک بہن
۱	م	م	م	م

مسئلہ ۸: باپ شریک بھائی یا بہن، حقیقی بھائی کے ہوتے ہوئے محروم ہو جاتے ہیں۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۰، درمختار ج ۵ ص ۶۷۶)

---

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثانی فی ذوی الفروض، ج ٦، ص ٤٥٠.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق.

مثال۔ مسئلہ۱

حقیقی بھائی	باپ شریک بھائی	باپ شریک بہن
۱	م	م

ماں کے حصوں کا بیان

مسئلہ۱: اگر میت کی ماں کے ساتھ میت کا کوئی بیٹا یا بیٹی یا پوتا پوتی ہو تو ماں کو چھٹا حصہ $\frac{۱}{۶}$ ملے گا۔[1] (عالمگیری ج۶ص۴۴۹، درمختار ج۵ص۵۳۹)

مثال۔ مسئلہ۱۸/۶

ماں	بیٹا		بیٹی
$\frac{۱}{۳}$	۱۰	$\frac{۵}{۱۵}$	۵

مسئلہ۲: اگر میت کی ماں کے ساتھ میت کے دو بھائی بہن ہوں خواہ وہ حقیقی ہوں، باپ شریک ہوں یا ماں شریک ہوں تو ماں کو اس صورت میں بھی چھٹا حصہ $\frac{۱}{۶}$ ملے گا۔[2] (عالمگیری ج۶ص۴۴۹، درمختار ج۵ص۶۷۵)

مثال۔ مسئلہ۱۸/۶

ماں	بھائی		بہن
$\frac{۱}{۳}$	۱۰	$\frac{۵}{۱۵}$	۵

مسئلہ۳: اگر ماں کے ساتھ میت کے مذکورہ رشتہ دار نہ ہوں تو ماں کو کُل مال کا تہائی حصہ $\frac{۱}{۳}$ ملے گا۔[3] (عالمگیری ج۶ص۴۴۹)

مثال۔ مسئلہ۳

ماں	چچا
۱	۲

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثاني في ذوي الفروض، ج ٦، ص٤٤٩.

2 ......المرجع السابق. 3 ......المرجع السابق.

مسئلہ۴: اگر ماں کے ساتھ شوہر اور بیوی میں سے بھی کوئی ایک ہو تو پہلے شوہر یا بیوی کا حصہ دیا جائے گا پھر جو بچے گا اس میں سے ایک تہائی ماں کو دیا جائے گا اور یہ صرف دوصورتوں میں ہے۔[1] (عالمگیری ج۶ ص۴۴۹، درمختار ج۵ ص۶۷۵)

مثال۔۱۔ مسئلہ۶

ماں	باپ	شوہر
۱	۲	۳

مثال۔۲۔ مسئلہ۴

ماں	باپ	بیوی
۱	۲	۱

مسئلہ۵: اگر مذکورہ صورتوں میں بجائے باپ کے دادا ہو تو ماں کو کل مال کا تہائی ملے گا $\frac{۱}{۳}$۔[2] (عالمگیری ج۶ ص۴۵۰)

مثال۔ مسئلہ۱۲

ماں	بیوی	دادا
۴	۳	۵

دادی کے حصوں کا بیان

مسئلہ۱: جدہ صحیحہ جس کا بیان ہو چکا ہے اس کو چھٹا حصہ ملے گا۔ دادیاں اور نانیاں ایک سے زائد ہوں اور سب درجے میں برابر ہوں تو وہ بھی چھٹے حصے میں شریک ہوں گی۔[3] (شریفیہ ص۴۱، عالمگیری ج۶ ص۴۵۰، درمختار ج۵ ص۶۷۶)

مثال۔۱۔ مسئلہ۶

دادی	چچا
۱	۵

1 ......"الفتاوى الهندية"،كتاب الفرائض،الباب الثاني في ذوى الفروض،ج٦،ص٤٤٩.

2 ......المرجع السابق.

3 ......المرجع السابق،ص٤٥٠.

مثال ۔۲۔ مسئلہ ٦

دادی		نانی	چچا
١	$(\frac{١}{٢})$	١	$\frac{٥}{١٠}$

مسئلہ۲: اگر دادی و نانی کے ساتھ میت کی ماں بھی ہو تو دادی و نانی دونوں محروم ہو جائیں گی۔[1] (عالمگیری ج٦ص ٤٥٠، درمختار ج٥ص٦٧٦)

مثال ۔۱۔ مسئلہ ١٢

بیوی	ماں	نانی	نانی	چچا
٣	٤	م	م	٥

مثال ۔۲۔ مسئلہ ١٢

بیوی	ماں	دادی	چچا
٣	٤	م	٥

مسئلہ۳: وہ دادیاں جو باپ کی طرف سے ہوں وہ باپ کے ہوتے ہوئے بھی محروم ہو جائیں گی۔[2] (شریفیہ ص ٤٢، عالمگیری ج٦ص٤٥٠، درمختار ج٥ص٦٧٦)

مثال ۔ مسئلہ ٦

بیٹا	باپ	دادی (باپ کی ماں)
٥	١	م

مسئلہ۴: وہ دادیاں جو باپ کی طرف سے ہوں اور دادا سے اوپر ہوں وہ دادا کے ہوتے ہوئے ساقط ہو جائیں گی لیکن باپ کی ماں ساقط نہ ہوگی کیونکہ اس کی رشتہ داری دادا کے واسطے سے نہیں۔[3] (درمختار ج٥ص٦٧٦)

مثال ۔۱۔ مسئلہ ٤

بیوی	دادا	(پردادی) دادا کی ماں
١	٣	م

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الرابع فی الحجب، ج ٦، ص ٤٥٣.

2 ......المرجع السابق.

3 ......"الدرالمختار"، كتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج١٠، ص٥٦٣.

مثال۔۲۔ مسئلہ۱۲

بیوی	دادا	دادی (باپ کی ماں)
۳	۷	۲

مسئلہ۵: قریب والی دادی و نانی، دور والی دادی اور نانی کو محروم کردے گی۔

مسئلہ۱۲

بیوی	باپ کی ماں	دادا	نانی کی ماں
۳	۲	۷	م

عصبات کا بیان

مسئلہ۱: عصبات سے مراد وہ لوگ ہیں جن کے مقررشدہ حصے نہیں البتہ اصحاب فرائض سے جو بچتا ہے انہیں ملتا ہے اور اگر اصحاب فرائض نہ ہوں تو تمام مال انہی میں تقسیم ہو جاتا ہے۔[1] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۱، الاختیار شرح المختار بحوالہ عالمگیری، درمختار ج ۵ ص ۷۷۶) عصبات کی دو قسمیں ہیں: ① عصبہ نسبی۔ اور ② عصبہ سببی۔

مسئلہ۲: عصبہ نسبی سے مراد وہ رشتہ دار ہیں جن کے مقررہ حصے نہیں ہیں بلکہ اصحاب فرائض سے اگر کچھ بچتا ہے تو انہیں ملتا ہے عصبہ نسبی کی تین قسمیں ہیں: ① عصبہ بنفسہٖ۔ ② عصبہ بغیرہٖ۔ ③ عصبہ مع غیرہٖ۔[2] (شریفیہ ص ۴۵)

مسئلہ۳: عصبہ بنفسہٖ سے مراد وہ مرد ہے کہ جب اس کی نسبت میت کی طرف کی جائے تو درمیان میں کوئی عورت نہ آئے۔ عصبہ بنفسہٖ کی چار قسمیں ہیں:

پہلی قسم: جزو میت، یعنی بیٹے پوتے (نیچے تک)

دوسری قسم: اصل میت، یعنی میت کا باپ دادا (اوپر تک)

تیسری قسم: میت کے باپ کا جزو، یعنی بھائی پھر ان کی مذکر اولاد در اولاد (نیچے تک)

چوتھی قسم: میت کے دادا کا جزء یعنی چچا پھر انکی مذکر اولاد در اولاد (نیچے تک)

مسئلہ۴: ان چاروں قسموں میں وراثت بالترتیب جاری ہوگی اور ترتیب وہی ہے جو ہم نے تقسیم میں اختیار کی ہے یعنی اگر پہلی قسم کے لوگ موجود ہیں تو دوسری قسم کے لوگ عصبہ نہیں بنیں گے اور دوسری قسم کے ہوتے ہوئے تیسری قسم کے عصبہ

1 ...... "الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب الثالث في العصبات، ج٦، ص ٤٥١.

2 ...... "الشريفية" شرح "السراجية"، باب العصبات، ص٣٧.

نہیں بنیں گے اور تیسری قسم کے ہوتے ہوئے چوتھی قسم کے نہیں بنیں گے۔[1] (درمختار ج۵ص ۶۷۷)

مثال ۔۱۔ مسئلہ ۱۲

شوہر	بیٹا	باپ
۳	۷	۲

مذکورہ صورت میں باپ کو بطور عصوبت کچھ نہیں ملا ہے $\frac{1}{6}$ بطور فرضیت دیا گیا ہے۔

مثال ۔۲۔ مسئلہ ۴

شوہر	بیٹا	چچا
۱	۳	م

مسئلہ۵: عصبات میں ترتیب وترجیح کا ایک اصول تو ہم نے ذکر کر دیا کہ رشتہ داری کا قرب[2] دیکھا جائے گا اس کے بعد دوسرا اصول یہ ہے کہ قوۃ قرابت کو دیکھا جائے گا یعنی دوہری[3] رشتہ داری والے کو اکہری[4] رشتہ داری والے پر ترجیح ہوگی اس میں مرد وعورت کی بھی تفریق نہیں۔[5]

مثال ۔۱۔ مسئلہ ۴

بیوی	حقیقی بھائی	باپ شریک بھائی
۱	۳	م

مثال ۔۲۔ مسئلہ ۸

بیوی	بیٹی	باپ شریک بھائی	حقیقی بہن
۱	۴	م	۳

مسئلہ۶: عصبہ بغیرہٖ چار عورتیں ہیں، یہ وہ عورتیں ہیں جن کا مقررہ حصہ نصف یا دوتہائی ہے یہ عورتیں اپنے بھائیوں کی موجودگی میں عصبہ بن جائیں گی اور بجائے فرض کے صرف بطور عصوبت جو ملے گا وہ لیں گی، وہ عورتیں یہ ہیں: ① بیٹی۔ ② پوتی۔ ③ حقیقی بہن۔ ④ باپ شریک بہن۔[6] (درمختار ج۵ص ۶۷۹)

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج ۱۰، ص ۵۵۰.

2 ......یعنی قریبی تعلق۔ 3 ......دوطرفہ۔ 4 ......یک طرفہ۔

5 ......"الدرالمختار"، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج ۱۰، ص ۵۵۱.

6 ......المرجع السابق، ص ۵۵۲.

مثال۔۱۔ مسئلہ۴

شوہر	بیٹا	بیٹی
۱	۲	۱

مثال۔۲۔ مسئلہ۲ عـــ۶ـــ

شوہر	بھائی		بہن
$\frac{۱}{۳}$	۲	($\frac{۱}{۳}$)	۱

مسئلہ۷: وہ عورتیں جن کا فرض حصہ نہیں ہے مگران کا بھائی عصبہ ہے وہ اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ نہیں ہوں گی۔ کیونکہ قرآن کریم میں صرف بیٹیوں اور بہنوں کو ہی اپنے بھائیوں کے ساتھ عصبہ قرار دیا گیا ہے۔[1] (درمختار ج۵ ص۶۷۹)

مثال۔۱۔ مسئلہ۴

زوجہ	چچا	پھوپھی
۱	۳	م

اس صورت میں باقی کُل مال چچا کو ملے گا اور اس کی بہن جو میت کی پھوپھی ہے محروم رہے گی۔

مسئلہ۸: عصبہ مع غیرہ سے مراد وہ عورت ہے جو دوسری عورت کے ساتھ مل کر عصبہ بن جاتی ہے جیسے حقیقی بہن یا باپ شریک بہن بیٹی کے ہوتے ہوئے عصبہ بن جاتی ہے۔

مثال مسئلہ۸

بیوی	حقیقی بہن	بیٹی
۱	۳	۴

مسئلہ۸ =

بیوی	باپ شریک بہن	بیٹی
۱	۳	۴

مسئلہ۹: سببی عصبہ مولی العتاقہ ہے۔ اگر ہمیں کتاب کے نامکمل رہ جانے کا خطرہ نہ ہوتا تو ہم مولیٰ العتاقہ کی بحث کو حذف کر دیتے کیونکہ اب درحقیقت اس کا کوئی وجود نہیں بہرحال اس سے مراد وہ شخص ہے جس نے کوئی غلام آزاد کیا

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۵۲.

ہواور وہ غلام مر گیا ہواور غلام کا کوئی رشتہ دار نہ ہوصرف اس کو آزاد کرنے والا شخص ہواب اس کا آقا[1] اس کو آزاد کرنے کے سبب اس کی میراث کا[2] مستحق ہوگا کیونکہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: ''**اَلْوَلَاءُ لُحْمَةٌ كَلُحْمَةِ النَّسَبِ**''[3] وَلاء کا تعلق نسبی تعلق ہی کی طرح ہے۔[4] (درمختار ج۵ ص۶۸۰)

مسئلہ۱۰: اگر آزاد کرنے والا بھی زندہ نہ ہوتو مال اس کے عصبات کو اُسی ترتیب کے مطابق ملے گا جو ہم عصبات کی ترتیب میں بیان کر آئے ہیں۔ البتہ فرق یہ ہے کہ آزاد کرنے والے کے عصبات میں اگر عورتیں ہیں تو ان کو کچھ نہ ملے گا۔ اس لئے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا ہے: ''**لَيْسَ لِلنِّسَاءِ مِنَ الْوَلَاءِ**''[5] عورتوں کے لئے وَلاء نہیں یعنی انہیں اس سبب سے میراث نہ ملے گی کہ ان کے کسی رشتہ دار نے کسی شخص کو آزاد کیا تھا اور اگر کسی عورت نے خود غلام آزاد کیا تھا تو وہ اس کی میراث لے لے گی۔[6] (شریفیہ ص۵۱، درمختار ج۵ ص۶۸۱)

حَجُب کا بیان

مسئلہ۱: علم الفرائض کی اصطلاح میں حجب سے مراد یہ ہے کہ کسی وارث کا حصہ کسی دوسرے وارث کی موجودگی کی وجہ سے یا تو کم ہو جائے یا بالکل ہی ختم ہو جائے اس کی دو قسمیں ہیں: ① حجب نقصان اور ② حجب حرمان۔[7] (شریفیہ ص۵۷)

مسئلہ۲: حجبِ نقصان یعنی وارث کے حصہ کا کم ہو جانا پانچ قسم کے وارثوں کیلئے ہے۔ ① شوہر کیلئے۔

مثال۔۱۔ مسئلہ۴

شوہر	بیٹا
۱	۳

شوہر کا حصہ نصف $\frac{1}{2}$ تھا مگر میت کی اولاد کی وجہ سے چوتھائی $\frac{1}{4}$ ہوگیا، ② بیوی کا بھی یہی حال ہے۔

مثال۔۲۔ مسئلہ۸

بیوی	بیٹا
۱	۷

1. مالک۔
2. یعنی ترکہ کا۔
3. ''صحیح ابن حبان''، کتاب البیوع، باب البیع المنهی عنه، الحدیث: ۴۹۲۹، ج۷، ص۲۲۰.
4. ''الدرالمختار''، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۵۵.
5. ''سنن الدارمی''، کتاب الفرائض، باب ما للنساء من الولاء، الحدیث: ۳۱۵۲، ج۲، ص۴۸۹.
6. ''الشریفیة'' شرح ''السراجیة''، باب العصبات، ص۴۲.
7. ''الشریفیة'' شرح ''السراجیة''، باب الحجب، ص۴۷.

بیوی کو اگر اولاد نہ ہو تو چوتھائی ملتا ہے مگر اولاد حصہ کم کر دیتی ہے یعنی بجائے چوتھائی کے آٹھواں ملے گا۔

③ ماں کا حصہ بھی اولاد یا دو بھائی بہنوں کی موجودگی میں بجائے تہائی کے چھٹا رہ جاتا ہے۔

مثال۔۳۔ مسئلہ۶

ماں	بیٹا
۱	۵

④ پوتی۔ پوتی کا حصہ ایک حقیقی بیٹی کی موجودگی میں نصف سے کم ہو کر چھٹا رہ جاتا ہے۔

⑤ باپ شریک بہن۔ اس کا حصہ ایک حقیقی بہن کی موجودگی میں نصف کے بجائے چھٹا رہ جاتا ہے۔[1]

مثال۔۴۔ مسئلہ۶

بیٹی	پوتی	چچا
۳	۱	۲

مثال۔۵۔ مسئلہ۶

بہن	باپ شریک بہن	چچا
۳	۱	۲

مسئلہ۳: حجب حرمان۔ یعنی کسی وارث کا دوسرے وارث کی وجہ سے محروم ہو جانا۔[2] (شریفیہ ص ۵۷)

مسئلہ۴: ہر وہ شخص جس کو میت سے کسی شخص کے ذریعہ سے تعلق ہو وہ اس درمیانی شخص کی موجودگی میں وراثت سے محروم رہے گا۔ البتہ ماں شریک بہن اور بھائی اس قانون کے اطلاق سے مستثنیٰ ہیں مثلاً دادا باپ کے ہوتے ہوئے محروم رہے گا۔[3]

مثال۔۱۔ مسئلہ۴

بیوی	باپ	دادا
۱	۳	م

مثال۔۲۔ مسئلہ۱۲

بیوی	ماں	نانی	بھائی
۳	۴	م	۵

1 ...... "الشريفية" شرح "السراجية"، باب الحجب، ص٤٧.

2 ...... المرجع السابق. 3 ...... المرجع السابق، ص٤٨.

مسئلہ۵: قریبی رشتہ دار دور والے رشتہ دار کو محروم کر دیتا ہے۔[1]

مثال۔۱۔ مسئلہ۸

بیوی	بیٹا	پوتا
۱	۷	م

پوتا خواہ اس بیٹے سے ہو یا دوسرے بیٹے سے ہو محروم رہے گا کیونکہ بیٹا بہ نسبت پوتے کے زیادہ قریب ہے۔

مسئلہ۶: جو وارث خود میراث سے محروم ہو گیا ہے وہ دوسرے وارث کا حصہ کم یا بالکل ختم کر سکتا ہے۔[2]

مثال۔۱۔ مسئلہ۶

باپ	بھائی	بھائی	ماں
۵	م	م	۱

اب بھائی باپ کے ہوتے ہوئے محروم ہیں مگر اس کے باوجود انہوں نے ماں کا حصہ تہائی سے کم کر کے چھٹا کر دیا۔

مثال۔۲۔ مسئلہ۴

بیوی	دادی	باپ	نانی کی ماں
۱	م	۳	م

اس صورت میں دادی باپ کی وجہ سے محروم ہے مگر اس نے پرنانی کو محروم کر دیا۔

حصوں کے مخارج کا بیان

مسئلہ۱: اصطلاح فرائض میں مخرج سے مراد وہ چھوٹے سے چھوٹا عدد ہے جس میں سے تمام ورثہ کو بلا کسر ان کے حصے تقسیم کئے جاسکیں۔[3] (درمختار جلد۵)

مثال۔ مسئلہ۶

ماں	بیٹی	پوتی	چچا
۱	۳	۱	۱

یہاں چھ اصطلاح میں مخرج المسئلہ ہے، اگرچہ مسئلہ۱۲ سے بھی بلا کسر درست تھا اور چوبیس سے بھی مگر چھ سب سے چھوٹا عدد ہے۔ لہٰذا یہی مخرج المسئلہ ہے۔

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الفرائض، فصل فی العصبات، ج۱۰، ص۵۶۰.
2 ......المرجع السابق، ص۵۶۱.
3 ......"رد المحتار"، کتاب الفرائض، باب المخارج، ج۱۰، ص۵۹۱.

مسئلہ۲: ہم پہلے بیان کرچکے ہیں کہ مقررہ حصے چھ ہیں، جن کو دو قسموں پر منقسم کیا گیا ہے۔

پہلی قسم: آدھا، چوتھائی، آٹھواں۔ **دوسری قسم:** دوتہائی، تہائی، چھٹا۔

اب اگر کسی مسئلہ میں ایک ہی فرض حصہ ہو تو اس کا مخرج اس حصہ کا ہمنام عدد ہوگا۔[1] (شریفیہ ص۶۱) مثلاً اگر چھٹا ہے تو مخرجِ مسئلہ ۶ قرار پائے گا۔ آٹھواں ہے تو آٹھ قرار پائے گا۔ اور آپ نے مثالوں میں دیکھ لیا کہ مخرج مسئلہ وارثوں کے اوپر کھینچے جانے والے خط پر دائیں جانب لکھا جاتا ہے۔ آدھا حصہ اگر ہو تو اس کا مخرج دو ہے اور دو تہائی ہو تو اس کا مخرج تین ہے۔[2]

مثال۔ مسئلہ۳

بیٹی	بیٹی	چچا
۱	۱	۱

مسئلہ۳: اگر کسی مسئلہ میں ایک سے زیادہ حصے جمع ہو جائیں مگر وہ ایک ہی قسم کے ہوں (اُن دو قسموں میں سے جو ہم نے بیان کی ہیں) تو سب سے چھوٹے حصے کا جو مخرج ہوگا وہی تمام حصوں کا ہوگا۔[3]

مثال۔۱۔ مسئلہ۶

ماں	حقیقی بہن	حقیقی بہن	چچا
۱	۲	۲	۱

اس مثال میں ماں کا چھٹا حصہ ہے اور دو بہنوں کا دو تہائی ہے مگر چھٹا دو تہائی سے کم ہے، لہٰذا ہم نے چھٹے کے ہم نام عدد کو مخرج مسئلہ قرار دیا ہے۔

مثال۔۲۔ مسئلہ ۶/۷

ماں	حقیقی بہن	حقیقی بہن	ماں شریک بہن	ماں شریک بہن
۱	۲	۲	۱	۱

اس مثال میں دوسری قسم کے تمام حصے جمع ہو گئے ہیں، لہٰذا جو سب سے چھوٹے حصے کا مخرج تھا وہی تمام کا مخرج قرار پایا۔

مسئلہ۴: اگر پہلی قسم کا نصف $\frac{1}{2}$ دوسری قسم کے کسی حصہ کے ساتھ آجائے یا سب کے ساتھ آجائے تو مسئلہ چھ ۶ سے ہوگا۔[4]

---

1 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، باب مخارج الفروض، ص ٥١.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الفرائض، باب المخارج، ج١٠، ص٥٩٢.

3 ......المرجع السابق. 4 ......المرجع السابق، ص٥٩٣.

مثال ۔۱۔ مسئلہ ۶ ۱۰

شوہر	ماں	حقیقی بہن ۲	ماں شریک بہن ۲
۳	۱	۴	۲

اس مثال میں شوہر کا حصہ نصف ہے جو دوسری قسم کے تمام حصوں کے ساتھ آ گیا ہے یعنی ۱/۶ ، ۱/۳ ، ۲/۳ ، کے ساتھ، اس لئے مسئلہ ۱/۶ سے ہوگا پھر مُؤَوَّل ہوکر ۱۰ سے ہو جائے گا۔

مثال ۔۲۔ مسئلہ ۶ ۷

شوہر	بہنیں ۲
۳	۴

مثال ۔۳۔ مسئلہ ۶

شوہر	ماں شریک بہنیں ۲	چچا
۳	۲	۱

مثال ۔۴۔ مسئلہ ۶

ماں	بیٹی	چچا
۱	۳	۲

مثال ۔۵۔ مسئلہ ۶ ۸

شوہر	حقیقی بہنیں ۲	ماں
۳	۴	۱

مسئلہ۵: اگر چوتھائی دوسری قسم کے کسی حصے یا تمام حصوں کے ساتھ جمع ہو جائے تو مخرج مسئلہ ۱۲ بارہ ہوگا۔[1] (شریفیہ ص ۶۳)

مثال ۔۱۔ مسئلہ ۱۲ ۱۷

بیوی	ماں	حقیقی بہنیں ۲	ماں شریک بہنیں ۲
۳	۲	۸	۴

اس مثال میں چوتھائی ۱/۴ کے ساتھ ۱/۶ ، ۲/۳ ، ۱/۳ سب ہی جمع ہیں، اس لئے مخرج مسئلہ ۱۲ ہے۔

مسئلہ۶: اگر آٹھواں حصہ دوسری قسم کے تمام حصوں یا بعض حصوں کے ساتھ آ جائے تو مخرج مسئلہ چوبیس ۲۴ ہوگا۔[2]

مثال ۔۱۔ مسئلہ ۲۴

بیوی	بیٹیاں ۲	ماں	چچا
۳	۱۶	۴	۱

اس مثال میں آٹھواں، دوتہائی اور چھٹے کے ساتھ آیا ہے اس لئے مسئلہ چوبیس سے کیا گیا ہے۔

---

1 ...... "الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب مخارج الفروض، ص ۵۳.

2 ...... "السراجی"، باب مخارج الفروض، ص ۱۹.

مثال ۔۲۔　　مسئلہ ۲۴

بیوی	بیٹیاں ۲	چچا
۳	۱۶	۵

عَول کا بیان

مسئلہ ۱: عول سے مراد اصطلاح فرائض میں یہ ہے کہ مخرجِ مسئلہ جب ورثاء کے حصوں پر پورا نہ ہوتا ہو یعنی حصّے زائد ہوں اور مخرج کا عدد حصوں کے مجموعی اعداد سے کم ہو تو مخرج مسئلہ کے عدد میں اضافہ کر دیا جاتا ہے، اس طرح کی تمام ورثاء پر ان کے حصوں کی نسبت سے ہو جاتی ہے۔[1] (درمختار ج۵ ص ۵۳۷)

مسئلہ ۲: عول کا فیصلہ سب سے پہلے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا ان کے عہد میں درج ذیل مسئلہ پیش آیا، آپ نے صحابہ سے مشورہ کیا تو ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے عول کا مشورہ دیا۔

مسئلہ ۶ عــ ۸

شوہر	ماں	بہن
۳	۲	۳

اس پر کسی نے انکار نہ کیا۔[2] (درمختار ج۵ ص ۶۸۸) پھر بعد میں یہی طریقہ رائج ہو گیا، اب اس مسئلہ میں حصوں کی تعداد آٹھ ہے جب کہ مخرج چھ ہے لہٰذا دو عدد کا اضافہ کر دیا گیا ہے اور ایک نشان عــ جو عول کا مخفف ہے لگا دیا گیا ہے۔

مسئلہ ۳: ۶ چھ کا عول طاق عدد میں بھی ہوتا ہے اور جُفت میں بھی مگر یہ عول صرف دس تک ہوتا ہے۔[3] (درمختار ج۵ ص ۶۸۹)

مثال ۔۱۔　　مسئلہ ۶ عــ ۷

شوہر	بہن	بہن
۳	۲	۲

---

1 ......"الدرالمختار"، كتاب الفرائض، باب العول، ج۱۰، ص۵۶۹.

2 ......"الدرالمختار"، كتاب الفرائض، باب العول، ج۱۰، ص۵۶۹.

3 ......المرجع السابق، ص۵۷۰.

مثال ۔۲۔ مسئلہ ۶ عــ ۸

ماں	شوہر	بہن	بہن
۱	۳	۲	۲

مثال ۔۳۔ مسئلہ ۶ عــ ۹

ماں	شوہر	بہن	بہن	ماں شریک بھائی
۱	۳	۲	۲	۱

مثال ۔۴۔ مسئلہ ۶ عــ ۱۰

ماں	شوہر	بہن	بہن	ماں شریک بھائی	ماں شریک بھائی
۱	۳	۲	۲	۱	۱

مسئلہ ۴: بارہ کا عول سترہ تک ہوتا ہے مگر یہ عول جفت عدد میں نہیں ہوگا صرف طاق میں ہوگا۔[1] (درمختار ج ۵ ص ۶۸۹ شریفیہ ص ۵۷)

مثال ۔۱۔ مسئلہ ۱۲ عــ ۱۳

بیوی	بہن	بہن	ماں
۳	۴	۴	۲

مثال ۔۲۔ مسئلہ ۱۲ عــ ۱۵

بیوی	بہن	بہن	ماں	ماں شریک بھائی
۳	۴	۴	۲	۲

مثال ۔۳۔ مسئلہ ۱۲ عــ ۱۷

بیوی	بہن	بہن	ماں	ماں شریک بھائی	ماں شریک بھائی
۳	۴	۴	۲	۲	۲

مسئلہ ۵: چوبیس ۲۴ کا عول صرف ستائیس ہے۔[2] (درمختار ج ۵ ص ۶۸۹)

---

1 ......"الدرالمختار"، کتاب الفرائض، باب العول، ج ۱۰، ص ۵۷۰.

2 ......المرجع السابق.

مثال۔۱۔ مسئلہ ۲۴ عــ ۲۷

بیوی	بیٹی	بیٹی	ماں	باپ
۳	۸	۸	۴	۴

اعداد کے درمیان نسبتوں کا بیان

تخریج مسائل کے وقت ورثاء کی تعداد، انکے حصوں کی تعداد، مخرج مسئلہ کا عدد، سب ہی کو مدنظر رکھنا ہوتا ہے پھر ان اعداد کی باہمی نسبتیں بھی تخریج مسائل کے سلسلے میں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں ہم ان نسبتوں کا ذکر کرتے ہیں۔

تماثل: اگر دو عدد آپس میں برابر ہیں تو ان میں تماثل کی نسبت ہے جیسے ۴=۴۔

تداخل: دو مختلف عددوں میں سے چھوٹا عدد اگر بڑے کو کاٹ دے یعنی بڑا چھوٹے پر پورا پورا تقسیم ہو جائے تو ان دونوں میں نسبت تداخل ہے جیسے ۱۶ اور ۴۔

توافق: دو مختلف عددوں میں سے اگر چھوٹا بڑے کو نہ کاٹے بلکہ ایک تیسرا عدد دونوں کو کاٹے تو ان دونوں میں نسبت توافق ہوگی جیسے ۸، اور ۲۰ کہ انہیں ۴ کاٹتا ہے ان دونوں میں توافق بالرُبع ہے اور ۵ بیس کا عدد وفق ہے جب کہ دو آٹھ کا عدد وفق ہے۔

تباین: اگر دو مختلف عدد اس قسم کے ہوں کہ نہ تو وہ آپس میں ایک دوسرے کو کاٹیں اور نہ ہی کوئی تیسرا ان کو کاٹے تو ان میں نسبت تباین ہے۔ جیسے ۹ اور ۱۰۔ [1]

نسبتوں کی پہچان

دو عددوں میں مماثلت اور مساوات تو ظاہر ہی ہوتی ہے البتہ تداخل اور توافق اور تباین کی پہچان کا قاعدہ معلوم ہونا ضروری ہے اور وہ یہ ہے۔

دو عددوں میں اگر چھوٹا عدد بڑے عدد کو پورا پورا تقسیم کر دے تو یہ تداخل ہے اور اگر پورا پورا تقسیم نہ کرے تو چھوٹے عدد کو بڑے عدد سے تقسیم کریں اور اس کا جو باقی بچے اُس سے چھوٹے عدد کو تقسیم کریں پھر اس کا جو باقی بچے اس سے پہلے کے باقی کو تقسیم کریں اسی طرح ایک کو دوسرے سے تقسیم کرتے رہیں یہاں تک کہ باقی کچھ نہ بچے تو اگر آخری تقسیم کرنے والا عدد ایک ہے تو ان دو عددوں میں تباین ہے اور اگر ایک سے زیادہ دو تین چار وغیرہ کوئی عدد ہے تو ان میں توافق ہے اور اُس عدد کے نام کی مناسبت سے اس توافق کا نام بھی ہوتا ہے۔

1 ......"السراجی"، فصل فی معرفة التماثل والتداخل...إلخ، ص ۲۰، ۲۱.

مثلاً آخری تقسیم کرنے والا عدد دو تھا تو توافق بالنصف اور تین تھا تو توافق بالثلث اور چار تھا تو توافق بالربع ہے۔اس کی مثالیں یہ ہیں۔

۱۳ اور ۴۵ کو اور ۱۰۔۱۶ کو اور ۹۔۱۵ کو اس طرح تقسیم کیا جائے۔

۱۳) ۴۵ (۳
۳۹
۶) ۱۳ (۲
۱۲
۱) ۶ (۶
۶
×

۱۰) ۱۶ (۱
۱۰
۶) ۱۰ (۱
۶
۴) ۶ (۱
۴
۲) ۴ (۲
۴
×

۹) ۱۵ (۱
۹
۶) ۹ (۱
۶
۳) ۶ (۲
۶
×

پہلی مثال میں آخری تقسیم کرنے والا عدد ایک ہے لہٰذا ۱۳ اور ۴۵ میں تباین ہے۔دوسری مثال میں آخری تقسیم کرنے والا عدد دو ہے لہٰذا ۱۰ اور ۱۶ میں توافق بالنصف ہے۔اور تیسری مثال میں آخری تقسیم کرنے والا عدد تین ہے۔لہٰذا ۹ اور ۱۵ میں توافق بالثلث ہے۔

توافق کی صورت میں ان دونوں عددوں کو تقسیم کرنے والے عدد سے ان دونوں کو تقسیم کرکے جو عدد حاصل ہوگا وہ اس کا وفق کہلاتا ہے مثلاً ۱۶ اور ۱۰ کو ۲ سے تقسیم کیا تو ۱۶ کا وفق ۸ ہے اور ۱۰ کا وفق ۵ ہے اور ۹ اور ۱۵ کو ۳ سے تقسیم کیا تو ۹ کا وفق ۳ ہے اور ۱۵ کا وفق ۵ ہے۔[1]

تصحیح: اگر وارثوں کی تعداد اور اصل مسئلہ سے ملنے والے حصوں میں کسر واقع ہوجائے تو اس کسر کے دور کرنے کو تصحیح کہتے ہیں۔[2] (ضوء السراج حاشیہ شریفیہ ص ۲۷) اور کبھی حصوں کے کم از کم عدد سے حاصل کرنے کو بھی تصحیح کہتے ہیں۔[3] (شریفیہ ص ۲۷) یعنی اصل مسئلہ پر بھی تصحیح کا اطلاق ہوتا ہے۔اس سلسلہ میں مجموعی طور پر سات اصول کارفرما ہیں۔تین تو حصوں اور اعداد رؤس (یعنی جو لوگ حصہ پانے والے ہیں انکی تعداد) کے درمیان ہیں اور چار خود اعداد رؤس کے درمیان ہیں۔

---

1 ...... "الشريفية" شرح "السراجية"، فصل فى معرفة التماثل و التداخل...إلخ، ص ۵۷،۵۸.

2 ...... "ضوء السراج" حاشية "الشريفية"، باب التصحيح، ص ٦١.

3 ...... "الشريفية" شرح "السراجية"، باب التصحيح، ص ٦١.

مسئلہ۱: اگر ہر فریق کے حصے اس پر بلا کسر کے منقسم ہورہے ہیں تو تصحیح کی کوئی ضرورت نہیں۔[1] (شریفیہ ص۲۷)

مثال۔۱۔ مسئلہ۶

ماں	باپ	بیٹیاں ۲
۱	۱	۴

اب یہاں وارثوں کے تین فریق ہیں اور ہر فریق کو پورا پورا حصہ بغیر کسر کے مل گیا دو بیٹیاں جو ایک فریق ہیں ان کا مجموعی حصہ ۴ ہے جس میں سے دو۲ دو۲ ہر ایک کو مل گئے۔

مسئلہ۲: اگر ایک فریق پر کسر واقع ہو اور ان کے عدد سہام (حصوں کی تعداد) اور عدد رؤس میں نسبت توافق ہو تو اس فریق کے عدد رؤس کا عدد وفق نکال کر اسے اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور اگر مسئلہ عائلہ ہے تو اس کے عول میں ضرب دیں گے اب جو حاصل ہوگا وہ تصحیح مسئلہ ہے۔ پھر اسی عدد وفق کو ہر فریق کے حصے میں ضرب دی جائے گی اس طرح اس فریق کا حصہ بلا کسر نکل آئے گا۔ اب رہا فریق کے ہر ہر فرد کا حصہ تو اس کی تخریج کا طریقہ ہم بعد میں بیان کریں گے۔[2]

مثال۔۱۔ مسئلہ۶ ت۳۰ المضروب ع۵

ماں	باپ	بیٹیاں۔۱۰ (۵)
۱	۱	۴
۵	۵	۲۰

صورت مذکورہ میں کسر صرف ایک فریق پر تھی یعنی بیٹیوں پر، انکے عدد رؤس ۱۰ اور عدد سہام ۴ میں توافق بالنصف ہے، یعنی دونوں کو کاٹنے والا عدد ۲ ہے۔ لہٰذا اس کا عدد وفق ۵ نکلا۔ اب اس کو ہم نے اصل مسئلہ (جو ۶ سے ہے) میں ضرب دیا تو تیس۳۰ حاصل ضرب نکلا۔ یہ تیس۳۰ تصحیح مسئلہ ہے جس کو ''ت'' سے ظاہر کیا گیا ہے جو تصحیح کا مخفف ہے پھر اسی مضروب ۵ کو ہر فریق کے حصے سے ضرب دی گئی جس سے ہر فریق کا حصہ بلا کسر معلوم ہوگیا۔

مثال۔۲۔ مسئلہ۱۲ ع۱۵ ت۴۵ المضروب ع۳

شوہر	ماں	باپ	بیٹیاں ۶ (۳)
۳	۲	۲	۸
۹	۶	۶	۲۴

---

[1]...... "الشريفية" شرح "السراجية"، باب التصحيح، ص٦١.

[2]...... المرجع السابق، ص٦٢.

اس صورت میں حصے مخرج مسئلہ سے بڑھ گئے تھے، لہٰذا مسئلہ عائلہ ہوگیا پھر سہام اور رؤس میں نسبت دیکھی گئی تو صرف ایک ہی فریق پر کسر تھی، وہ بیٹیاں ہیں، ان کے اور ان کے حصوں کے درمیان نسبت توافق بالنصف ہے لہٰذا ہم نے عدد رؤس کے عدد وفق کو عول مسئلہ میں ضرب دی اور اس طرح حاصل ضرب مخرجِ مسئلہ بن گیا۔ پھر اُسی مضروب کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب دے دی گئی۔ (1)

مسئلہ ۳: اگر کسر ایک ہی فریق پر ہو مگر ان کے عدد سہام اور عدد رؤس میں نسبت تباین ہو تو تصحیح کا طریقہ یہ ہے کہ جس فریق پر کسر ہے اس کے کُل عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں یا عول مسئلہ میں (اگر مسئلہ عائلہ ہے) ضرب دیں اور اسی طرح ہر فریق کے حصہ میں۔

مثال۔۱۔ مسئلہ ۶ ت ۱۸ — المضروب ع ۳

شوہر	دادی	اخوات الام ۳
۳	۱	۲
۹	۳	۶

مثال۔۲۔ مسئلہ ۶ عـ ۷ ۳۵ — المضروب ع ۵

شوہر	بہنیں۔ ۵
۳	۴
۱۵	۲۰

مسئلہ ۴: مذکورہ تین اصول اس وقت جاری ہوں گے جب کسر ایک فریق پر ہو لیکن ایک سے زائد فریقوں پر کسر ہونے کی صورت میں مندرجہ ذیل چار اصولوں سے کام لیا جائے گا۔ (2)

مسئلہ ۵: اگر کسر ایک سے زائد فریقوں پر ہو تو رؤس اور رؤس کے درمیان نسبت دیکھی جائے گی اگر اعداد رؤس آپس میں متماثل ہوں تو کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ میں یا اس کے عول میں (اگر مسئلہ عائلہ ہو) ضرب دیں گے پھر اسی مضروب کو ہر فریق کے حصے میں ضرب دیں گے۔ (3)

مثال۔۱۔ مسئلہ ۶ ت ۱۸ — المضروب ع ۳

بیٹیاں ۶	دادیاں ۳	چچا ۳
۴	۱	۱
۱۲	۳	۳

---

1 ...... "الشريفية" شرح "السراجية"، باب التصحيح، ص ٦٢.

2 ...... المرجع السابق، ص ٦٣.

3 ...... المرجع السابق، ص ٦٣، ٦٤.

توضیح اس کی یہ ہے کہ اصل مسئلہ ٦ سے ہوا جس میں سے ٦ بیٹیوں کو دوتہائی یعنی ٤ ملے اب چونکہ چار، چھ پر پوری طرح تقسیم نہیں ہوتا اور ٤۔٦ میں توافق [1] ہے، لہٰذا ٦ کا وفق عدد ٣ ہو گیا اور تین دادیوں کو ایک اور تینوں چچوں کو ایک ملا جوان پر پورا تقسیم نہیں ہوتا اب ہمارے پاس یہ عدد رؤس ہیں۔٣۔٣۔٣، ان میں تماثل ہے لہٰذا کسی ایک عدد کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے اور پھر مضروب کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب دی جائے گی۔

مسئلہ ٦: اگر کسر ایک سے زائد فریقوں پر ہے مگر ان کے اعداد رؤس میں آپس میں نسبت تداخل ہے تو جو بڑا عدد ہے اسے اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے یا اگر عائلہ ہے تو اسکے عول میں دیں گے۔ [2]

مسئلہ ٧: اگر کسر وارثوں کے ایک سے زائد فریقوں پر ہو اور اُن کے اعداد رؤس میں توافق ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ایک عدد رؤس کے وفق کو دوسرے فریق کے کل عدد رؤس میں ضرب دیں گے۔ پھر حاصل ضرب کی نسبت تیسرے فریق کے عدد رؤس سے دیکھیں گے۔ اگر ان میں توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کُل میں ضرب دیں گے اور اگر حاصل ضرب اور تیسرے فریق کے عدد رؤس میں تباین کی نسبت ہو تو پورے ایک عدد کو دوسرے میں ضرب دے لیں گے۔ پھر حاصل ضرب کو چوتھے فریق کے عدد رؤس کے ساتھ اسی طرح دیکھیں گے۔ اگر توافق ہوگا تو ایک کے وفق کو دوسرے کل عدد میں ضرب دیں گے اور اگر تباین ہو تو ایک عدد کو دوسرے سے ضرب کر دیں گے۔ اسی طرح جتنے فریق میں کسر ہوگی، کریں گے۔ آخر میں جو حاصل ضرب ہوگا اس کو اصل مسئلہ میں یا عول والے مسئلے میں عول سے ضرب دے دیں گے اور اسی عدد کو ہر فریق کے حصے میں بھی ضرب دے دیں گے۔ [3]

---

[1] ...... بہارِشریعت میں اس مقام پر'' تداخل'' لکھا ہوا ہے، جو کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے کیونکہ اصل لفظ یہاں پر'' توافق'' ہے، اسی وجہ سے ہم نے متن میں تصحیح کر دی ہے۔... علمیه

[2] ......''الشريفية''شرح''السراجية''، باب التصحيح، ص ٦٤.

مثال۔ مسئلہ ١٢ ات ١٤٤

بیویاں۔٤۔	دادیاں۔٣۔	چچا۔١٢۔
٣	٢	٧
٣٦	٢٤	٨٤

توضیح: اصل مسئلہ ١٢ ہے، جس سے سدس یعنی دو حصے تین دادیوں کے ہیں لیکن دو، تین میں تباین ہے لہٰذا جدات کی تعداد تین ہی رہے گی چوتھائی بیویوں کا یعنی تین حصے لیکن تین اور چار میں بھی تباین ہے اس لیے زوجات کی تعداد بھی یہی رہے گی باقی مال اعمام (چچوں) کو بطور عصبہ ملے گا اور وہ سات حصے ہیں لیکن اعمام کی تعداد ١٢ ہے جبکہ ١٢ اور ٧ میں بھی تباین ہے اس لیے اعمام کی تعداد ١٢ ہی رہے گی پھر ہم نے عدد رؤس کی آپس میں نسبت دیکھی تو زوجات اور جدات کی تعداد یعنی ٤ اور ٣ ان میں اور ١٢ میں تداخل ہے لہٰذا ہم نے بڑے عدد رؤس ١٢ کو اصلِ مسئلہ ١٢ میں ضرب دی تو ایک سو چوالیس حصے ہو گئے اب ہر فریق کے حصے کو مضروب یعنی ١٢ سے ضرب دیں گے پس بیویوں کے ٣٦، دادیوں کے ٢٤ اور چچوں کے ٨٤ حصے ہوں گے جو کہ ہر فریق کے عدد رؤس پر پورے پورے تقسیم ہو جائیں گے۔... علمیه

[3] ......''الشريفية''شرح''السراجية''، باب التصحيح، ص ٦٥.

مثال۔[1] مسئلہ ۲۴ ت ۴۳۲۰ المضروب ۱۸۰

بیویاں ۔۴۔	بیٹیاں ۱۸ (۹)	دادیاں ۱۵	چچا۔ ۶۔
۳	۱۶	۴	۱
۵۴۰	۲۸۸۰	۷۲۰	۱۸۰

جیسا کہ آپ واضح طور پر دیکھ رہے ہیں اس مسئلہ میں ہر فریق پر کسر ہے لہٰذا ہم پہلے تو اعداد سہام[2] اور اعداد رؤس[3] کی نسبت دیکھیں گے تو ۳۔۴ میں تباین ہے لہٰذا یہ اعداد یونہی رہیں گے۔ ۱۶، ۱۸ میں توافق بالنصف ہے لہٰذا ۱۸ کا عدد وفق نکالیں گے جو ۹ ہے اب گویا یہ عدد ۹ ہی ہے اور رؤس کے درمیان نسبت دیکھتے ہوئے ۱۸ کا لحاظ نہ ہوگا۔ بلکہ ۹ کا ہی ہوگا۔ ۴، ۱۵ اور ۱، ۶ میں بھی نسبت تباین ہے۔ لہٰذا یہ اعداد بھی اپنی جگہ ہی رہیں گے اب رؤس کی نسبت دیکھی گئی تو ۴۔۶ میں نسبت توافق ہے تو ان میں سے کسی ایک کا عدد وفق نکال کر دوسرے میں ضرب دے سکتے ہیں یہاں ۶ کا عدد وفق نکالا تو تین ۳ نکلا اب ۴ کو تین میں ضرب دی تو ۱۲ حاصل ہوئے اب ۱۲ اور ۹ میں بھی نسبت توافق بالثلث کی ہے تو ۹ کا عدد وفق نکالا جو ۳ ہے اور ۱۲ کو ۳ میں ضرب دی ۳۶ حاصل آیا۔ اب ۳۶ اور ۱۵ میں بھی توافق بالثلث ہے لہٰذا ۱۵ کے عدد وفق ۵ کو ۳۶ میں ضرب دی تو ۱۸۰ حاصل ہوئے اب اس کو اصل مسئلہ ۲۴ میں ضرب دی تو ۴۳۲۰ چار ہزار تین سو بیس حاصل آیا جو مخرج مسئلہ ہے پھر اسی مضروب ۱۸۰ کو ہر فریق کے حصہ میں ضرب دی گئی تو وہ حاصل آیا جو ہم نے ہر ایک فریق کے نیچے لکھ دیا ہے۔

مسئلہ ۸: اگر کسر ایک سے زائد فریقوں پر ہو اور اعداد میں تباین ہو تو کسی ایک کو دوسرے عدد رؤس میں ضرب دی جائے گی پھر اس کی نسبت دوسرے عدد رؤس سے دیکھی جائے گی اگر تباین کی نسبت ہو تو اس کو دوسرے عدد رؤس سے ضرب دیں گے اور بالآخر جو حاصل ہوگا اس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیں گے۔[4]

مثال۔ مسئلہ ۲۴ ت ۵۰۴۰ المضروب ۲۱۰

بیویاں ۔۲۔	دادیاں۔ ۶۔(۳)	بیٹیاں ۔۱۰۔(۵)	چچا۔۷۔
۳	۴	۱۶	۱
۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰

توضیح= اب ۳۔۲ میں تباین ہے لہٰذا یہ اسی طرح رہیں گے اور ۴۔۶ میں توافق بالنصف ہے تو ۶ کا عدد وفق ۳ نکال لیا گیا۔ اس طرح ۱۶۔۱۰ میں توافق بالنصف ہے تو ۱۰ کا عدد وفق نکال لیا جو ۵ ہے اور ۱۔۷ میں تباین ہے لہٰذا وہ اپنی جگہ رہا۔ اب ہمارے پاس یہ اعداد رؤس ہیں ۔۲۔۳۔۵۔۷ یہ سب آپس میں متباین ہیں۔ لہٰذا ۲ کو ۳ میں ضرب دی تو حاصل ۶ ہوا۔ اس کو ۵ میں ضرب دی تو ۳۰ حاصل ہوا۔ اس کو ۷ میں ضرب دی تو حاصل ۲۱۰ دو سو دس آیا۔ اب اس کو ۲۴ اصل مسئلہ میں ضرب دی تو حاصل پانچ ہزار چالیس

[1]...... یہ مثال مسئلہ ۶ کے تحت مذکور تھی جبکہ یہ مسئلہ ۷ کی مثال ہے لہٰذا ہم نے اسے مسئلہ ۷ کے تحت ذکر کر دیا۔...علمیه
[2]...... حصوں کی تعداد۔ [3]...... ہر فریق کی تعداد۔
[4]......"الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب التصحیح، ص ٦٦.

آیا، ۵۰۴۰۔ اور یہ مخرج مسئلہ ہے، پھر اسی مضروب ۲۱۰ کو ہر فریق کے حصے میں ضرب دی تو وہ حاصل آیا جو ہر فریق کے نیچے لکھا ہے۔

مسئلہ۹: استقراء سے [1] یہ بات ثابت ہے کہ چار فریقوں سے زائد پر کسر نہیں آسکتی۔ [2] (شریفیہ ص ۷۸)

ہر وارث کا حصہ معلوم کرنے کا اُصول

ہر فریق یا وارثوں کے ہر گروپ کا مجموعی حصہ معلوم کرنے کا طریقہ تو ہم بیان کر چکے ہیں اب اگر ہر گروپ کے ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کے کئی طریقے ہیں چند ہم ذکر کرتے ہیں۔

① ہر فریق کے حصہ کو (جو اس فریق کو اصل مسئلہ سے ملا ہے) ان کے عدد رؤس پر تقسیم کر دیں پھر جو خارج قسمت ہے اُسے اس عدد میں ضرب دیں جس کو تصحیح کے لئے اصل مسئلہ میں ضرب دیا تھا، اب جو حاصل ہوگا وہ اس فریق کے ہر فرد کا حصہ ہوگا۔ [3]

مثال۔ مسئلہ ۲۴ ت ۵۰۴۰ المضروب ع ۲۱۰

بیویاں۔۲	دادیاں۔۶	بیٹیاں۔۱۰	چچا۔۷
۳	۴	۱۶	۱
۶۳۰	۸۴۰	۳۳۶۰	۲۱۰
لک	لک	لک	لک
۳۱۵	۱۴۰	۳۳۶	۳۰

توضیح= اب اس مسئلہ میں بیویوں کو ۳ ملے جبکہ عدد رؤس ۲ ہے لہٰذا ہم نے ۳ کو دو پر تقسیم کیا تو خارج قسمت $1\frac{1}{2}$ نکلا پھر اس کو المضروب ۲۱۰ میں ضرب دیا تو حاصل ۳۱۵ آیا جو ہر بیوی کا حصہ ہے اس کو قاعدہ کے مطابق فریق کے حصہ کے نیچے لک ۳۱۵ لکھ دیا گیا۔ لِکُ دراصل لکل واحد (ہر ایک کا) کا مخفف ہے۔ اس طرح بیٹیوں کا مجموعی حصہ ۱۶ ہے اور عدد رؤس ۱۰ ہے، لہٰذا ۱۶ کو ۱۰ پر تقسیم کیا گیا $1\frac{3}{5}$ پھر اس کو مضروب ۲۱۰ میں ضرب دیا گیا تو ۳۳۶ حاصل ہوا اور یہی ہر بیٹی کا حصہ ہے یہی عمل تمام فریقوں کے ساتھ کیا جائے گا۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ المضروب کو فریق کے اعداد رؤس پر تقسیم کر دیا جائے پھر خارج قسمت کو اسی فریق کے حصہ میں (جو اصل مسئلہ سے ان کو ملا ہے) ضرب دے دیا جائے تو حاصل ہر فرد کا حصہ ہوگا۔ اب مذکورہ مثال ہی کو لے لیں اس میں

---

1 ...... غور و فکر سے، تجربے سے۔

2 ...... "الشريفية" شرح "السراجية"، باب التصحيح، ص ٦٧.

3 ...... المرجع السابق، فصل في معرفة نصيب كل فريق، ص ٦٨.

بیویوں کا حصہ ۳ ہے اور ان کی تعداد ۲ ہے، جب مضروب (جس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی تھی) ۲۱۰ کو ۲ پر تقسیم کیا تو ایک سو پانچ ۱۰۵ حاصل ہوا۔ اب اسکو بیویوں کے مجموعی حصے ۳ سے ضرب دی تو ۳۱۵ حاصل ہوا جو ہر بیوی کا انفرادی حصہ ہے یہی عمل دوسرے فریقوں کے ساتھ کیا جائے گا۔ (1)

تیسرا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کے حصہ کو (جو اصل مسئلہ سے اس کو ملا ہے) ان کے عدد رؤس سے نسبت دیں پھر اس نسبت کے لحاظ سے مضروب سے اس فریق کے ہر فرد کو دے دیں، مثلاً اسی مسئلہ میں جب بیویوں کے حصہ ۳ کو عدد رؤس ۲ سے نسبت دی $\frac{1}{2}$ ۱ کی نسبت نکلی، اب اسی نسبت کے اعتبار سے مضروب سے ہر بیوی کو دیا تو ۳۱۵ آیا۔ یہی عمل ہر ایک فریق کے ساتھ کیا جائے گا، اس کے علاوہ اور طریقے بھی ہیں جو حساب داں حضرات (2) کے لئے مشکل نہیں۔ (3)

وارثوں اور دوسرے حقداروں میں ترکہ کی تقسیم کا طریقہ

جو کچھ مال میت نے چھوڑا ہو اس کی تقسیم اسی ترتیب پر ہوگی جس کا ذکر شروع کتاب میں ہوا۔ اب وارثوں اور دوسرے حقداروں میں ترکہ تقسیم کرنے کا طریقہ ذکر کیا جاتا ہے۔

① اگر ترکہ اور تصحیح میں مماثلت ہو تو ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں اور مسئلہ درست ہے۔ (4)

مثال۔

مسئلہ ۶		ترکہ ۶ روپیہ
ماں	باپ	بیٹیاں ۴
۱	۱	۴

توضیح= اب ترکہ یعنی وہ مال جو میت نے چھوڑا ہے اس کا عدد ۶ ہے جو ۶ سے مماثلت رکھتا ہے اس لئے پورا پورا تقسیم ہوگیا۔

مسئلہ۱: اگر میت کے پاس کچھ نقد روپیہ ہو اور کچھ دوسرا مال تو سب کی مناسب قیمت لگائی جائے پھر تقسیم کیا جائے۔

مسئلہ۲: اگر ترکے اور تصحیح میں تباین ہو تو وارث کے سہام کو (5) جو اُسے تصحیح سے ملے ہیں کُل ترکے میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو تصحیح سے تقسیم کریں جو جواب ہوگا وہ اس وارث کا حصہ ہے۔ (6)

---

1 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح ،فصل في معرفة نصيب كل فريق،ص٦٨.

2 ......علم حساب کے ماہرین۔

3 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح ،فصل في معرفة نصيب كل فريق،ص٦٩.

4 ......المرجع السابق،ص٧٠.

5 ......حصوں کو۔

6 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح ، فصل في قسمة التركات...إلخ،ص٧٠.

مسئلہ٦			ترکہ ٧ روپے
بنت	بنت	ماں	باپ
٢	٢	١	١

توضیح= اس صورت میں تصحیح کا عدد چھ ہے اور ترکہ سات روپیہ ہے چھ اور سات میں تباین ہے اس لئے ایک لڑکی کے حصے یعنی دو کو سات میں ضرب دیا تو حاصل ضرب چودہ ہوا۔ اس کو چھ سے تقسیم کیا تو $\frac{1}{3}$ ٢ روپیہ بیٹی کا حصہ ہوا اور باپ کا ترکہ ایک ہے اس کو ٧ سے ضرب دیا تو ٧ ہوئے اس کو ٦ سے تقسیم کیا تو $\frac{1}{6}$ ١ روپیہ باپ کا حصہ ہوا۔

مسئلہ٣: اگر ترکے اور تصحیح میں توافق ہو تو وارث کے سہام کو ترکے کے وفق میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو تصحیح کے وفق سے تقسیم کریں جو جواب ہوگا وہ اس وارث کا حصہ ہے۔[1]

مسئلہ ٦/٢		ترکہ١٥ روپے/٥
باپ	ماں	بیٹی
٢	١	٣

توضیح:۔ تصحیح کا عدد چھ ہے اور ترکہ پندرہ روپیہ۔ چھ اور پندرہ میں توافق بالثلث ہے۔ چھ کا وفق دو ہوا اور پندرہ کا وفق پانچ۔ لہٰذا باپ کے حصے یعنی دو کو پندرہ کے وفق پانچ میں ضرب دیا حاصل ضرب دس ہوا۔ دس کو چھ کے وفق دو سے تقسیم کیا تو پانچ جواب آیا۔ یہ باپ کا حصہ ہے بیٹی کے حصے تین کو پندرہ کے وفق پانچ میں ضرب دیا تو پندرہ ہوا۔ اسے چھ کے وفق دو سے تقسیم کیا تو $\frac{1}{2}$ ٧ بیٹی کا حصہ ہوا۔ ماں کے حصے ایک کو پانچ پر ضرب دیا تو جواب پانچ ہوا۔ اُس کو دو سے تقسیم کیا تو جواب $\frac{1}{2}$ ٢ ہوا، یہ ماں کا حصہ ہے۔

قاعدہ: اگر ترکے اور تصحیح مسئلہ میں تداخل ہو تو چھوٹے عدد سے بڑے عدد کو تقسیم کرنے کے بعد جو جواب آئے گا اس کو اس عدد کا وفق مان کر وہی عمل کیا جائے گا جو توافق کی صورت میں کیا جاتا ہے۔ یعنی اگر ترکے کا عدد تصحیح سے زیادہ ہے تو تصحیح سے ترکے کو تقسیم کرنے کے بعد جو عدد حاصل ہوگا اس کو ہر وارث کے سہام میں ضرب دے دینے سے اس وارث کا حصہ معلوم ہو جائے گا اور اگر تصحیح کا عدد ترکے سے زیادہ ہے تو ترکے سے تصحیح کو تقسیم کر کے جو عدد حاصل ہوگا وہ تصحیح کا وفق ہوگا اس سے ہر وارث کے سہام کو تقسیم کرنے سے اُس وارث کا حصہ معلوم ہو جائے گا۔[2]

---

1 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح ،فصل في قسمة التركات...إلخ، ص ٧٠.

2 ......المرجع السابق، ص ٧١.

مسئلہ ۶ ترکہ ۱۸/۳

اب	ام	بنت
۲	۱	۳

توضیح: تصحیح مسئلہ چھ اور ترکہ اٹھارہ روپیہ میں تداخل ہے تو چھ سے اٹھارہ کو تقسیم کیا تو تین جواب آیا۔ تین کو بیٹی کے حصے یعنی تین سہام کو اٹھارہ کے وفق تین میں ضرب دیا تو نو روپیہ بیٹی کا حصہ ہوگیا۔ اسی طرح دوسرے وارثوں کا نکال دیا جائے گا۔

مسئلہ ۲۴/۲ ترکہ ۱۲ روپے

اب	ام	بنت	زوجہ
۵	۴	۱۲	۳

توضیح:۔ تصحیح کے عدد چوبیس[۲۴] اور ترکہ کے عدد بارہ[۱۲] میں تداخل ہے تو بارہ سے چوبیس کو تقسیم کیا جواب دو آیا۔ یہ چوبیس کا وفق ہے بیٹی کا حصہ جو بارہ سہام تھا اسے دو سے تقسیم کیا تو لڑکی کا حصہ چھ روپے ہوگیا اور باپ کے پانچ سہام کو دو سے تقسیم کیا تو $\frac{1}{2}$ ۲ روپیہ باپ کا حصہ ہوا۔ ماں کے چار سہام کو دو سے تقسیم کیا تو دو روپیہ ماں کا حصہ ہوا۔ بیوی کے تین سہام کو دو سے تقسیم کیا ڈیڑھ روپیہ بیوی کا حصہ ہوگیا۔

مسئلہ۴: اگر ہر فریق کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر فریق کو جو کچھ اصل مسئلہ سے ملا ہے تو توافق کی صورت میں اسے ترکہ کے وفق میں ضرب دیں اور حاصل ضرب کو تصحیح مسئلہ کے وفق پر تقسیم کریں اب جو خارج ہوگا وہ اس فریق کا حصہ ہے۔[1]

مثال = مسئلہ ۶ تعول الیٰ ۹ (۳) ترکہ ۳۰/(۱۰) روپے

شوہر	بہنیں ۔۴	ماں شریک بہنیں ۔۲
۳	۴	۲
۱۰	$\frac{1}{3}$ ۱۳	$\frac{2}{3}$ ۶

توضیح = بہنوں کو اصل مسئلہ سے مجموعی طور پر ۴ ملے تھے ان چار کو ترکہ کے وفق ۱۰ میں ضرب دی تو حاصل ۴۰ آیا۔ اب اس ۴۰ کو وفق مسئلہ پر تقسیم کیا تو خارج قسمت $\frac{1}{3}$ ۱۳ آیا۔ یہی چار بہنوں کے ترکہ سے مجموعی حصہ ہے، یہی حال باقی فریقوں کا ہے۔

مسئلہ۵: اگر تصحیح اور ترکہ میں تبایُن کی نسبت ہو تو ہر فریق کے حصہ کو کُل ترکہ میں ضرب دیں گے اور حاصل کو کل تصحیح پر تقسیم کردیں گے اب خارج قسمت اس فریق کا مجموعی حصہ ہوگا۔[2]

1 ......"الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب التصحیح ، فصل فی قسمة الترکات...إلخ، ص ۷۱.

2 ......المرجع السابق.

مثال = مسئلہ ۶ تعول الیٰ ۹ — ترکہ/۳۲ روپے

شوہر	بہنیں ۔۴۔	ماں شریک بہنیں ۔۲۔
۳	۴	۲
۱۰ ۲/۳	۱۴ ۲/۹	۷ ۱/۹

مسئلہ۶: اگرفریق کے ہر ہر فرد کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کا طریقہ بھی وہی ہے جو اوپر مذکور ہوا۔[1] صرف فرق اتنا ہے کہ بجائے فریق کے حصے کو ضرب دینے کے ہر ہر فرد کے حصے کو ضرب دی جائے گی۔

مثال = مسئلہ ۶ تعول الیٰ ۹ (۳) — ترکہ /۳۰روپے (۱۰)

شوہر	بہنیں ۔۴۔	ماں شریک بہنیں ۔۲۔
۳	۴	۲
۱۰	۱۳ ۱/۳	۶ ۲/۳
	لک ۳ ۱/۳	لک ۳ ۱/۳

توضیح: اب مثال مذکور میں شوہر کا حصہ تو واضح ہے، ایک بہن کا حصہ اگر معلوم کرنا ہو تو ایک بہن کے حصہ کو وفق ترکہ میں ضرب دیں گے یعنی ایک کو دس میں دیں گے تو حاصل دس آیا اب دس کو تین پر تقسیم کیا تو حاصل ۳ ۱/۳ آیا۔

قرض خواهوں میں مال کی تقسیم

مسئلہ۱: اگر میت کا مال اتنا ہے کہ ہر قرض خواہ کو اس کا پورا پورا حق مل سکتا ہے جب تو ظاہر ہے کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔لیکن اگر صورت یہ ہو کہ قرض خواہ[2] زائد ہیں اور ترکہ کم ہے اب کسی ایک کو پورا ادا کرنا اور باقی کو کم دینا انصاف کے تقاضوں کے خلاف ہے۔اس لئے ایک ایسا طریقہ وضع کیا گیا ہے کہ ہر قرض خواہ کو انصاف سے مل جائے، اور وہ یہ کہ ہر قرض خواہ کا دَین بمنزلہ سہم کے تصور کیا جائے اور تمام قرض خواہوں کے قرض کا مجموعہ بمنزلہ تصحیح یعنی مخرج مسئلہ کے تصور کیا جائے اور پھر وہی عمل کیا جائے جو تقسیم ترکہ میں ہوتا ہے۔

مثلاً۔ ایک شخص مرگیا اور ترکہ ۹ روپے چھوڑے جب کہ اس پر ایک شخص کے ۱۰ روپے تھے۔دوسرے کے ۵ تو مجموعہ ۱۵

1 ......یعنی مسئلہ۴: کے تحت جو مذکور ہوا۔ 2 ......یعنی میت جن کا مقروض تھا۔

روپے ہوا۔اس کو بمنزلہ مخرج مسئلہ کے کیا،اور ۹۔۱۵ میں توافق بالثلث ہے اب ہم نے دس والے کو (جو ایک شخص کا قرض تھا) ۳ میں (جو وفق ترکہ ہے) ضرب دی تو حاصل تیس آیا اب اس حاصل کو وفق تصحیح (۵) پر تقسیم کیا تو خارج دس والے کا حصہ قرار پایا اور وہ ٦ ہے۔[1]

مثال۔

مسئلہ ۱۵ (۵)	ترکہ ۹ روپے (۳)
قرض زید ۱۰	قرض خالد ۵
۱۰	۵
٦ روپیہ	۳ روپیہ

اس پر قیاس کرتے ہوئے تباین کی صورت کا حل کچھ مشکل نہ ہوگا۔

تخارُج کا بیان

اس سے مراد یہ ہے کہ وارثوں میں کوئی یا قرض خواہوں میں سے کوئی تقسیم ترکہ سے پہلے میت کے مال میں سے کسی معین چیز کو لینا چاہے اور اس کے عوض اپنے حق سے دستبردار ہو جائے خواہ وہ حق اس چیز سے زائد ہو یا کم اور اس پر تمام ورثہ یا قرض خواہ متفق ہو جائیں تو اس کا نام فقہ کی اصطلاح میں ''تخارج'' یا ''تصالح'' ہے۔اس صورت میں طریق تقسیم یہ ہے کہ اس شخص کے حصہ کو تصحیح سے خارج کر کے باقی مال تقسیم کر دیا جائے۔[2] (شریفیہ ص ۸۵، درمختار ج ۵ ص ۵٦۵)

مثلاً۔ ایک عورت نے ورثہ میں شوہر، ماں اور چچا چھوڑے، اب شوہر نے کہا میں اپنا حصہ مہر کے بدلہ چھوڑتا ہوں، اس پر باقی ورثہ راضی ہو گئے تو مال اس طرح تقسیم ہوگا۔

مثال۔

مسئلہ ۳	
ماں	چچا
۲	۱

توضیح: اب اصل مسئلہ شوہر کے ہوتے ہوئے ٦ تھا جس میں سے ۳ شوہر کو ملنا تھے اور تہائی ۔۲۔ ماں کو ملنا تھے، جبکہ ۱ چچا کا تھا، اس لئے شوہر کا حصہ مہر کے عوض ساقط ہو گیا اور باقی وارثوں کے حصے حسب سابق رہے۔خلاصہ یہ کہ وارثوں کو وہی حصے ملیں گے جو تخارج سے قبل خارج ہونے والے وارث کی موجودگی میں ملتے تھے۔[3] (درمختار ج ۵ ص ۵٦۵)

1 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب التصحيح، فصل فی قسمة التركات...إلخ، ص۷۲،۷۳.

2 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، فصل فی التخارج، ص ۷۳،۷٤.

3 ......"الدر المختار"،كتاب الفرائض،باب المخارج،ج۱۰،ص٦۰۲.

ردّ کا بیان

مسئلہ۱: ردّ عول کی ضد ہے کیونکہ عول میں حصے مخرج سے زائد ہوجاتے ہیں اور مخرج مسئلہ میں اضافہ کرنا پڑتا ہے جب کہ ردّ میں حصے گھٹ جاتے ہیں اور مخرج مسئلہ میں کمی کرنا پڑتی ہے، اب اگر یہ صورت واقع ہو کہ مخرج سے اصحاب فرائض کو انکے مقررہ حصوں کے دینے کے بعد بھی کچھ بچ جائے اور کوئی عصبہ بھی موجود نہ ہو تو باقی ماندہ کو اصحاب فرائض پر اُن کے حصوں کی نسبت سے دوبارہ تقسیم کیا جائے گا۔[1] (شریفیہ ص۸۶، عالمگیری ج۶ ص۴۶۹، درمختار ج۵ ص۵۴۷، تبیین الحقائق ج۶ ص۲۴۷)

مسئلہ۲: شوہر اور بیوی پر ردّ نہیں کیا جائے گا، جمہور صحابہ رضی اللہ عنھم کا یہی قول ہے۔[2] (شریفیہ ص۸۶ ومحیط سرخسی بحوالہ عالمگیری ج۶ ص۴۶۹، درمختار ج۵ ص۵۴۷، تبیین الحقائق ج۶ ص۲۴۷)

اس زمانے میں بیت المال کا نظام نہیں ہے اس لئے زوجین[3] پر ردّ کردیا جائے گا جب کہ اور کوئی وارث نہ ہو۔[4] (شامی ودرمختار ج۵ ص۶۸۹)

مسئلہ۳: ردّ کے مسائل چار اقسام پر مشتمل ہیں۔ پہلی قسم یہ ہے کہ مسئلہ میں ان وارثوں میں سے جن پر ردّ ہوتا ہے صرف ایک قسم ہو اور جن پر ردّ نہیں ہوتا ہے یعنی (زوجین) میں سے کوئی نہ ہو اس صورت میں مسئلہ انکے عدد رؤس سے کیا جائے گا کیونکہ مال سب کا سب انہی کو دینا ہے اور چونکہ رؤس ومخرج میں تماثل ہے اس لئے مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں۔[5] (عالمگیری ج۶ ص۴۶۹، تبیین الحقائق ج۶ ص۲۴۷)

مثال۔۱۔ بالرد مسئلہ۲

بیٹی	بیٹی
۱	۱

مثال۔۲۔ بالرد مسئلہ۲

بہن	بہن
۱	۱

مسئلہ۴: اگر مسئلہ میں ایک سے زائد اجناس[6] ان وارثوں کی ہیں جن پر رد ہوتا ہے اور جن پر رد نہیں ہوتا ہے وہ نہیں ہیں تو مسئلہ ان کے سہام سے کیا جائے گا۔[7] (عالمگیری ج۶ ص۴۶۹، درمختار ج۵ ص۵۴۷، تبیین الحقائق ج۶ ص۲۴۷)

---

1 ...... "الفتاوی الھندیة"، کتاب الفرائض، الباب الرابع عشر فی الردّ وھو ضدّ العول، ج٦، ص ٤٦٩.
و"الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب الردّ، ص ٧٤، ٧٥.

2 ......"الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب الردّ، ص ٧٤، ٧٥.

3 ......یعنی میاں بیوی۔

4 ......"الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب العول، ج١٠، ص٥٧٠.

5 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الفرائض، الباب الرابع عشر فی الردّ وھو ضدّ العول، ج٦، ص ٤٦٩.

6 ......اقسام۔

7 ......"الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب العول، ج١٠، ص٥٧٢.

مثال۔۱۔ بالرد مسئلہ۲

ماں شریک بہن	دادی
۱	۱

توضیح= اس مسئلہ میں دادی کا حصہ چھٹا ہے اور ماں شریک بہن کا بھی یہی ہے، مسئلہ اگر۶ سے کیا جاتا ہے تو ہر ایک کو ایک ایک ملتا اور۴ بچتے، اس لئے مسئلہ انکے سہام یعنی۲ سے کر دیا گیا۔

مثال۔۲۔ مسئلہ۳

ماں شریک بہنیں۔۲۔	ماں
۲	۱

توضیح= چونکہ ماں شریک بہنیں دو ہیں، اس لئے انکا مقررہ حصہ ثلث $\frac{۱}{۳}$ ہے، جبکہ ماں کا حصہ چھٹا ہے۔اب اگر مسئلہ۶ سے کیا جائے تو بہنوں کو چھ میں سے۲ ملتے ہیں اور ماں کو ایک۔لہٰذا ان کے مجموعی سہام [1] ۳ ہوئے پس بجائے اس کے کہ۶ سے مسئلہ کریں۳ ہی سے کر دیا۔اس طرح فرض حصہ دینے کے بعد جو کچھ بچا وہ بھی انہی کی طرف رڈّ ہو گیا۔

مثال۔۳۔ بالرد مسئلہ۴

بیٹی	پوتی
۳	۱

توضیح: اصل مسئلہ۶ سے تھا جن میں سے نصف (یعنی۳) بیٹی کا ہے اور چھٹا یعنی ایک پوتی کا ہے تو کل حصے۴ ہوئے انہی سے مسئلہ کر دیا گیا۔

مثال۔۴۔ بالرد مسئلہ۵

بیٹی۔۲۔	ماں
۴	۱

توضیح: چونکہ بیٹیاں۲ ہیں ان کو چھ کا دو تہائی یعنی۴ ملنا ہے جب کہ ماں کو ایک ملے گا اس طرح مجموعی سہام۵ بنتے ہیں اور انہی سے مسئلہ کر دیا گیا۔

مثال۔۵۔ بالرد مسئلہ۵

بیٹی	پوتی	ماں
۳	۱	۱

---

[1] .....کل حصے۔

مثال۔۶۔ بالرد مسئلہ ۵

بہن	ماں شریک بہنیں ۲
۳	۲

مسئلہ۵: اگر من یرد علیہ[1] کی ایک جنس ہو اور من لایُرد علیہ بھی ہوں تو من لایُرد علیہ[2] کا حصہ پہلے اس کے اقل مخارج سے دیا جائے گا اور اس مخرج سے جو بچے گا اس کو من یرد علیہ کے رؤس پر تقسیم کر دیا جائے گا اب اگر یہ باقی انکے رؤس پر پورا پورا تقسیم ہو جائے تب تو ضرب وغیرہ کی ضرورت نہیں جیسا کہ آگے آئے گا۔[3] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۷۰، درمختار ج ۵ ص ۵۴۷، تبیین الحقائق ج ۶ ص ۲۴۷)

مثال۔۱۔ بالرد مسئلہ ۴

شوہر	بیٹیاں۔۳۔
۱	۳

توضیح= جیسا کہ آپ دیکھ رہے ہیں، اس مسئلہ میں شوہر من لایُرد علیہ میں سے ہے جب کہ بیٹیاں من یُرد علیہ میں سے ہیں۔اب شوہر کے لئے دو مخرج تھے ایک نصف اور دوسرا ربع، ربع اقل مخارج ہے۔پس ہم نے ۴ سے مسئلہ کیا اور شوہر کا حصہ دے دیا۔اب ۳ بچے تو ان کے من یرد علیہ یعنی بیٹیوں کے عدد رؤس ۳ پر تقسیم کر دیا گیا جو پورا تقسیم ہو گیا، لہٰذا مزید کسی عمل کی ضرورت نہیں۔

مسئلہ۶: اگر من لا یرد علیہ کو انکے اقل مخارج سے دینے کے بعد باقی ماندہ من یرد علیہ کے رؤس پر پورا تقسیم نہ ہو بلکہ اس میں اور ان کے اعداد رؤس میں نسبت توافق ہو تو انکے عدد رؤس کے وفق کو من لا یرد علیہ کے مخرج مسئلہ میں ضرب دی جائے گی اور حاصل کو مخرج مسئلہ قرار دیا جائے گا۔[4]

مثال۔۱۔ مسئلہ ۸

شوہر	بیٹیاں ۶ (۲)
۱/۲	۳/۶

توضیح= یہاں من لا یرد علیہ میں سے شوہر ہے جس کا اقل مخرج ۴ ہے لہٰذا مسئلہ ۴ سے ہی کیا گیا اور شوہر کو ایک دے دیا اب ۳، چھ پر پوری طرح تقسیم نہیں ہوتا، لہٰذا ہم نے ۳ اور ۶ میں نسبت دیکھی تو وہ تداخل کی ہے جو حکم توافق میں ہے، اب بیٹیوں کے رؤس کا عدد وفق ۲ ہے، ۲ کو شوہر کے مخرج مسئلہ ۴ سے ضرب دی تو حاصل ۸ آیا، پھر اسی دو کو شوہر کے حصہ میں ضرب دی تو حاصل ۲ آیا اور بیٹیوں کے حصہ میں ضرب دی تو حاصل ۶ آیا اور ہر لڑکی کو ایک ایک ملا۔

1 ......یعنی جس پر رد ہوتا ہے۔ 2 ......یعنی جس پر رد نہیں ہوتا ہے۔

3 ......"الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب العول، ج ۱۰، ص ۵۷۲.
و"الشریفیة" شرح "السراجیة"، باب الردّ، ص ۷۸.

4 ......"الدر المختار" و"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب العول، ج ۱۰، ص ۵۷۳.

مسئلہ۷: اگر من لا یردعلیہ کے دینے کے بعد باقی ماندہ[1] میں اور من یردعلیہ کے رؤوس میں نسبت تباین ہو تو کل عددرؤوس کو من لا یردعلیہ کے مخرجِ مسئلہ میں ضرب دی جائے گی اور حاصل ضرب مخرجِ مسئلہ ہوگا۔[2]

مثال۔ مسئلہ ع۲۰

شوہر	بیٹیاں ۵
۱	۳
۵	۱۵

توضیح= شوہر کا حصہ ادا کرنے کے بعد ۳ اور ۵ میں تباین ہے، لہٰذا ۵ کو ۴ میں ضرب دیا تو حاصل بیس آیا جو مخرج مسئلہ بنایا گیا ہے پھر اس ۵ کو ہر فریق کے حصہ سے ضرب دے دی۔ ع

مسئلہ۸: مسائل ردّ میں چوتھی قسم یہ ہے کہ من لا یردعلیہ کے ساتھ من یردعلیہ کی دو جنسیں ہوں تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ من لا یردعلیہ سے باقی ماندہ کو مسئلہ من یردعلیہ پر تقسیم کیا جائے اگر پورا تقسیم ہو جائے تو ضرب کی ضرورت نہیں اور اس کی ایک ہی صورت ہے اور وہ یہ کہ بیوی کو چوتھائی ملتا ہو اور باقی من یردعلیہ پر اَثلاثاً[3] تقسیم ہو رہا ہو[4]۔

مثال۔ بالرد مسئلہ ۴ (۴۸

بیوی	دادیاں۔۴۔	ماں شریک بہنیں۔۶۔
۱	۱	۲
۱۲	۱۲	۲۴

توضیح= یہاں بیوی کو چوتھائی دیا گیا ہے اور مسئلہ ۴ سے کیا گیا ہے اور من یردعلیہ کا مسئلہ الگ کیا گیا ہے وہ اس طرح کہ اگر صرف دادیاں اور ماں شریک بہنیں ہوتیں تو مسئلہ بالرد ۳ ہوتا جن میں سے ۲ بہنوں کو اور ایک دادی کو ملتا۔ اب من یردعلیہ کا مسئلہ ۳ سے ہے اور من لا یردعلیہ کا حصہ دے کر ۳ بچتے ہیں لہٰذا اب ضرب کی ضرورت نہیں لیکن دادیوں پر ایک پورا تقسیم نہیں ہوتا جبکہ بہنوں پر ۲ پورے تقسیم نہیں ہوتے، دادیوں کے سہام اور اعداد رؤوس میں تباین ہے لہٰذا ان کو اپنے حال پر رکھا گیا جب کہ بہنوں کے سہام اور اعداد رؤوس میں توافق ہے لہٰذا بہنوں کا عدد وفق نکالا گیا جو ۳ ہے اب ہمارے پاس یہ اعداد رؤوس ہیں: ۱، ۴، ۳ جو سب متباین ہیں۔ لہٰذا ہم نے بہنوں کے اعداد رؤوس کے وفق کو دادیوں کے کُل اعداد رؤوس میں ضرب دیا تو حاصل ۱۲ آیا۔ پھر

---

1. ......بچاہوا۔
2. ......"الدر المختار"و"ردالمحتار"، كتاب الفرائض، باب العول، ج١٠، ص٥٧٢.
و"الشريفية"شرح"السراجية"، باب الردّ، ص٧٨.
3. ......یعنی تین حصوں میں۔
4. ......"السراجی"، باب الردّ، ص٢٨.

اس حاصل کو من لا یرد علیہ کے مسئلہ ۴ سے ضرب دی تو حاصل اڑتالیس ۴۸ آیا پھر اسی بارہ ۱۲ سے ہر فریق کے حصہ کو ضرب دی تو جو حاصل آیا وہ ہر ایک فریق کا حصہ ہے جیسا کہ آپ مثال میں دیکھ رہے ہیں۔

مسئلہ۹: اگر من لا یرد علیہ کا حصہ دینے کے بعد باقی ماندہ من یرد علیہ کے مخرج مسئلہ پر پورا تقسیم نہ ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ من یرد علیہ کے کل مسئلہ کو من لا یرد علیہ کے مسئلہ میں ضرب دیں اب جو حاصل ہوگا وہ دونوں فریقوں کا مخرج مسئلہ ہوگا۔[1]

مثال۔ بالرد مسئلہ ۸×۵ / ۴۰×۳۶ / ۱۴۴۰ المضروب ع۵ المضروب ع۳۶

بیویاں ۔۴۔	بیٹیاں ۔۹۔	دادیاں ۔۶۔	
۱/۵	۴/۲۸	۱/۷	
۱۸۰ / لک ۴۵	۱۰۰۸ / لک ۱۱۲	۲۵۲ / لک ۴۲	(لک ۔ لکل واحد)

توضیح= اصولی طور پر یہ مسئلہ ۲۴ سے ہونا تھا کیونکہ آٹھواں دو تہائی اور چھٹے کے ساتھ آرہا ہے لیکن حصے بچتے تھے اس لئے مسئلہ ردّ کا ہوگیا تو پہلے بیویوں کو ان کے اقل مخارج ۸ سے حصہ دیا پھر من یرد علیہ کا مسئلہ الگ حل کر کے دیکھا تو وہ ۵ ہو رہا ہے۔ جس میں سے ۴ بیٹیوں کے حصہ میں آرہے ہیں اور ایک دادی کے، اب بیویوں کا حصہ نکالنے کے بعد ۷ بچے جو ۵ پر پورے تقسیم نہیں ہوتے، اب من لا یُرد علیہ کے باقی ماندہ ۷ اور مسئلہ من یرد علیہ ۵ میں تباین ہونے کی وجہ سے مسئلہ من یرد علیہ ۵ کو کل مسئلہ من لا یرد علیہ میں ضرب دی تو حاصل چالیس ۴۰ آیا جو فریقین کا مخرج مسئلہ ہے۔ اب ان میں سے ہر فریق کا حصہ معلوم کرنا ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ من لا یرد علیہ کے سہام کو[2] مسئلہ من لا یرد علیہ میں ضرب دیں جیسے یہاں ایک کو ۵ سے ضرب دی تو حاصل ۵ آیا یہ من لا یرد علیہ کا حصہ ہے اور من یرد علیہ میں سے ہر فریق کے حصہ کو مسئلہ من لا یرد علیہ کے باقی ماندہ سے ضرب دی جائے گی تو بیٹیوں کو ۴ ملے تھے انہیں جب ۷ میں ضرب دی گئی تو حاصل ۲۸ آیا جو بیٹیوں کا مجموعی حصہ ہے، اور دادیوں کے حصے کو جب سات میں ضرب دی تو ۷ آیا یہ دادیوں کا مجموعی حصہ ہے اب اگر ہر فریق یا بعض کے حصے انکے رؤوس پر[3] پوری طرح تقسیم نہ ہوتے ہوں تو وہی عمل دہرایا جائے گا جو تصحیح کے باب میں ہم بیان کرآئے ہیں، مثلاً اسی مسئلہ میں بیویوں کی تعداد ۴ اور انکے حصے ۵ ہیں جن میں تباین ہے اس لئے ان اعداد کو یونہی رکھا گیا۔ بیٹیاں ۹ ہیں اور ان کے حصے ۲۸ ان میں بھی تباین کی نسبت ہے لہٰذا یہ بھی اپنی جگہ رہے اور یہی حال دادیوں کا ہے اب صرف رؤوس کے درمیان نسبت تلاش کی تو دادیاں ۶ اور بیویاں ۴ ہیں۔ ان میں توافق بالنصف ہے

---

1 ......"السراجی"، باب الردّ، ص۲۸.

2 ......حصوں کو۔

3 ......یعنی ان کی تعداد پر۔

لہٰذا ہم نے ۴ کے نصف ۲ کو ۶ میں ضرب دی تو حاصل ۱۲ آیا۔اور یہ عدد بیٹیوں کی تعداد ۹ سے توافق بالثلث کی نسبت رکھتا ہے لہٰذا ۱۲ کے ثلث ۴ کو ۹ میں ضرب دی تو حاصل ۳۶ آیا اس کو ۴۰ میں ضرب دی تو حاصل ایک ہزار چار سو چالیس آیا۔ پھر اسی مضروب سے ہر فریق کے حصوں کو ضرب دی بیویوں کے حصے ۵ کو ۳۶ سے ضرب دی تو حاصل ایک سو اسّی ۱۸۰ آیا، جب اس کو ۴ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کو ۴۵ ملا۔ بیٹیوں کے حصہ ۲۸ کو جب ۳۶ سے ضرب دی تو حاصل ایک ہزار آٹھ آیا۔ اس کو ۹ پر تقسیم کیا ہر لڑکی کو ۱۱۲ ملا پھر دادیوں کے حصے ۷ کو ۳۶ سے ضرب دی تو حاصل دو سو باون آیا اور اس کو ۶ پر تقسیم کیا تو ہر ایک کا حصہ بیالیس نکلا۔[1] (تبیین الحقائق ج ۶ ص ۲۴۸)

مُناسَخہ کا بیان

یہ لفظ نسخ سے نکلا ہے جس کے معنی بدلنے کے ہیں اور فرائض کی اصطلاح میں اس سے مراد یہ ہے کہ میت کے ترکہ کی تقسیم سے قبل ہی اگر کسی وارث کا انتقال ہو جائے تو اس کا حصہ اس کے وارثوں کی طرف منتقل کر دیا جائے۔[2] (شریفیہ ص ۱۰۴، عالمگیری ج ۶ ص ۴۷۰)

مسئلہ ۱: اگر دوسری میت کے وُرَثہ بعینہٖ وہی ہیں جو پہلی میت کے تھے اور تقسیم میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا ہے تو ایک ہی مرتبہ تقسیم کافی ہوگی کیونکہ تکرار بے کار ہے۔[3]

مثال = مسئلہ ۷

بیٹے ۲	بیٹیاں ۳
۴	۳

اب ان بیٹیوں میں سے اگر کوئی مر جائے اور اس کا کوئی وارث نہ ہو سوائے حقیقی بھائی اور بہنوں کے تو اب ظاہر ہے کہ ان کے درمیان ترکہ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ کی بنیاد پر تقسیم کیا جائے گا اور اس طرح ان کے حصوں میں تقسیم کے اعتبار سے کچھ فرق نہ ہوگا لہٰذا بجائے اس کے کہ ہم دوبارہ علیحدہ مسئلہ کی تصحیح کریں ہم نے شروع سے مال اس طرح تقسیم کیا کہ مرنے والی بیٹی کو بالکل ساقط کر دیا۔ جیسے مثال سابق کو اس طرح حل کریں گے۔

مثال = مسئلہ ۶

بیٹے ۲	بیٹیاں ۲
۴	۲

---

1 ......"التبیین الحقائق"، کتاب الفرائض، ج۷، ص۵۰۵.

2 ......"الشریفیة"شرح"السراجیة"، باب المناسخة، ص ۹۰.

3 ......المرجع السابق.

یعنی اب بیٹیاں بجائے ۳ کے دو ہی ہیں اور مرنے والی بیٹی کا ترکہ از خود اس کے بھائیوں اور بہنوں پر منقسم ہوگا۔

مسئلہ۲: اگر دوسری میت کے ورثہ پہلی میت کے ورثہ سے مختلف ہیں تو اس کی تصحیح کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے پہلی میت کا ترکہ بیان کردہ اصولوں کے مطابق تقسیم کیا جائے پھر دوسری میت کا ترکہ بھی اصول مذکورہ کی روشنی میں تقسیم کریں، اب مناسخہ کا عمل شروع ہوگا اور وہ یہ ہے کہ دوسری میت کے مسئلہ کی تصحیح اور اس کے مافی الید (یعنی جو حصہ اس کو پہلی میت سے ملا ہے) میں تین حالتوں میں سے کوئی حالت ہوگی ① یا ان دونوں میں نسبت تماثل ہوگی ② یا توافق ہوگی ③ یا تباین ہوگی۔ اگر نسبتِ تماثل ہے تب تو ضرب کی ضرورت نہیں بلکہ پہلی تصحیح بمنزلہ اصل مسئلہ کے ہو جائے گی اور دوسری تصحیح کے ورثہ گویا پہلی تصحیح کے ورثہ بن جائیں گے۔ اس طرح دونوں میتوں کے وارثوں کا مخرج مسئلہ ایک ہی رہے گا اور اگر نسبت توافق ہو تو تصحیح ثانی کے عدد وفق کو پہلی تصحیح کے کُل میں ضرب دی جائے گی اور اگر نسبت تباین ہو تو تصحیح ثانی کو تصحیح اول میں ضرب دی جائے گی۔ اب جو حاصل آئے گا وہ دونوں مسئلوں کا مخرج ہوگا پھر ان دونوں آخری صورتوں میں پہلی تصحیح کے ورثہ کے حصوں کو دوسری تصحیح کے کُل یا وفق میں ضرب دی جائے گی، جبکہ دوسری تصحیح کے ورثہ کو مافی الید کے کُل یا وفق میں ضرب دی جائے گی۔[1]

مسئلہ۳: اگر مافی الید اور تصحیح ثانی میں نسبت تداخل ہو تو چھوٹے عدد کو کسی سے ضرب نہیں دی جائے گی بڑے عدد کے وفق سے ضرب دی جائے گی۔

مسئلہ۴: اگر دوسرے کے بعد تیسرا چوتھا (آگے تک) مرتا رہے تو یہی اصول جاری ہوں گے صرف یہ خیال رہے کہ پہلی اور دوسری تصحیح کا مبلغ، پہلے مسئلہ کی تصحیح کے قائم مقام ہوگا اور تیسرا بمنزلہ دوسری تصحیح کے ہوگا۔[2] وعلیٰ ھذا القیاس۔

مثال۔۱

بالرد مسئلہ ۴×۴ / ۲×۱۶ / ۴×۳۲ / ۱۲۸

شوہر	بیٹی	ماں
حامد	کریمہ	عظیمہ
۱	۳	۱
۴	۹	۳
		۶

❶ ......"الشريفية"شرح"السراجية"، باب المناسخة، ص ۹۱۔۹۴.

❷ ......السراجی، باب المناسخة، ص ۳۴.

۲۔ مسئلہ ۴ — تماثل — حامد

بیوی	باپ	ماں
حلیمہ	عمرو	رحیمہ
۱	۲	۱
۲	۴	۲
۸	۱۶	۸

۳۔ مسئلہ ۲/۶ — توافق بالثلث — کریمہ مف ۹/۳ (مف۔مافی الید کا مخفف ہے)

بیٹی	بیٹا	بیٹا	نانی
رقیہ	خالد	عبداللہ	عظیمہ
۲	۲	۲	۱
۳	۶	۶	۳
۱۲	۲۴	۲۴	

۴۔ مسئلہ ۲/۴ — تباین — عظیمہ ع ۹ (مف۔مافی الید کا مخفف ہے)

شوہر	بھائی		بھائی
عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	(۱)	عبدالکریم
۱	۱		۱
۲	۹		۹
۱۸			

المبلغ ۱۲۸

الأحیــــاء

حلیمہ	عمرو	رحیمہ	رقیہ	خالد	عبداللہ	عبدالرحمٰن	عبدالرحیم	عبدالکریم
۸	۱۶	۸	۱۲	۲۴	۲۴	۱۸	۹	۹

توضیح = اصطلاح میں ایک میت کے ورثہ کو ایک بطن کہتے ہیں۔اب یہ مسئلہ چار بطون پر مشتمل ہے۔بطن اوّل میں مسئلہ ردّ کا ہے۔ ۱/۴ حصہ شوہر کو، ۱/۲ بیٹی کو اور ۱/۶ ماں کو۔حسب قاعدہ شوہر کو اقلِّ مخارج یعنی ۴ سے حصہ دیا گیا پھر ماں اور بیٹی کا مسئلہ الگ کیا تو ۶ سے ہوا، اس میں سے نصف یعنی ۳ بیٹی کو اور چھٹا یعنی ۱۔ ماں کو دیا۔اب انکے حصوں کو بمنزلہ رؤس کے قرار

دیا گیا اوران کی نسبت شوہر کا حصہ الگ کرنے کے بعد باقی مسئلہ سے کی تو تباین کی نسبت نکلی کیونکہ ۳اور۴ میں تباین ہے پھر چار کو چار سے ضرب دی تو حاصل ۱۶ آیا اب جن پرردکیا جاتا ہے انکے سہام کو ان لوگوں کے سہام میں ضرب دیا جن پر رد نہیں کیا جاتا ہے تو حاصل چار آیا اور جن پر رد کیا جاتا ہے انکے سہام کو جن لوگوں پر رد نہیں کیا جاتا انکے باقی میں ضرب دی یعنی ۔۳۔ تو بیٹی کو ۹ ملے اور ماں کو ۶ ملے پھر شوہر کا انتقال ہو گیا اوراس نے اپنی دوسری بیوی اور باپ اور ماں چھوڑے۔ مسئلہ چار سے کیا چوتھائی بیوی کو دیا اور باقی ماندہ کا ایک تہائی ماں کو دیا اور باقی ۲ بطور عصوبت[1] باپ کو دیئے، اب چونکہ مخرج مسئلہ ثانی ۴ اور مافی الید ۴ میں مماثلت ہے اسلئے ضرب کی کوئی ضرورت نہیں اور دونوں مسئلوں کا مخرج وہی سولہ رہا جو پہلے تھا۔ پھر کریمہ کا انتقال ہوا اس نے ایک بیٹی دو بیٹے اور نانی چھوڑی، مسئلہ ۶ سے ہوا ایک بیٹی کو ایک دادی کو ملا اور دو دو ہر بیٹے کے حصہ میں آئے۔ اب مافی الید ۹ اور مسئلہ ۶ میں توافق بالثلث ہے تو چھ کے وفق یعنی ۲ کو پہلے مسئلے سے ضرب دی تو حاصل بتیس آیا پھر اسی دو کو بطن نمبر ۲ کے ورثہ کے حصوں میں ضرب دی اور مافی الید کے وفق یعنی ۳ سے بطن نمبر ۳ کے ورثہ کے حصوں کو ضرب دی۔ اب عظیمہ کا انتقال ہوا اس نے شوہر اور ۲ بھائی چھوڑے مسئلہ ۲ سے ہوا جن میں ایک شوہر کو ملا اور چونکہ ایک دو بھائیوں پر پورا منقسم نہیں ہوتا تھا اس لئے عدد رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دی تو حاصل ۴ آیا پھر اسی مضروب کو ہر ایک کے حصے میں ضرب دے دی اب مافی الید ۹ اور مسئلہ ۴ میں نسبت تباین ہے لہٰذا ۴ کو ۳۲ سے ضرب دی تو حاصل ایک سو اٹھائیس آیا۔ پھر اس چار کو اوپر والے بطون کے ورثہ کے حصوں سے ضرب دی اور ۹ کو اسی میت کے ورثہ سے ضرب دی۔

فائدہ: یہ خیال رہے کہ ضرب صرف انہی ورثہ کے حصوں میں دی جائے گی جو زندہ ہوں اور جو مُردہ ہو چکے ہیں ان کو ایک مربع خانہ میں محصور کر دیا جائے گا تا کہ ضرب دیتے وقت غلطی کا امکان نہ رہے۔ مناسخہ میں ورثہ کے نام ضرور لکھے جائیں خواہ فرضی کیوں نہ ہوں، اس لئے کہ جب ان میں سے بعض ورثہ کا انتقال ہوگا تو ان کے باہمی رشتہ کے تعین میں آسانی ہوگی۔ نیز اختتام عمل پر لفظ **الاحیاء المبلغ** لکھ کر جو زندہ وارث ہوں ان کے مجموعی حصص[2] لکھے جائیں گے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ ایک ہی شخص کئی بطون سے[3] مختلف حصے پاتا ہے۔ مثلاً خالد نے بطن اول سے ۲ بطن ثانی سے ۴ بطن ثالث سے ۶ حصے پائے تو اب **الاحیاء** کے نیچے اس کا نام لکھ کر ۱۲ لکھیں گے اس طرح عمل مناسخہ تکمیل کو پہنچے گا۔

ذوی الارحام کا بیان

مسئلہ ۱: اگر چہ ذوی الارحام کے معنی مطلق رشتہ داروں کے ہیں لیکن اصحاب فرائض کی اصطلاح میں اس سے مراد

1 ......یعنی عصبہ ہونے کی وجہ سے۔ 2 ......کل حصے۔ 3 ......یعنی کئی میتوں سے۔

صرف وہ رشتہ دار ہیں جو نہ تو اصحاب فرائض میں سے ہیں اور نہ ہی عصبات میں سے ہیں۔[1] (عالمگیری ج۶ ص ۴۵۸، سراجی ص ۳۴، شامی ج۵ ص ۶۹۳)

مسئلہ۲: ذوی الارحام کی چار اقسام ہیں: ① پہلی قسم میں وہ لوگ ہیں جو میت کی اولاد میں ہوں۔ یہ بیٹیوں یا پوتیوں کی اولاد ہے۔ ② دوسری قسم، یہ وہ لوگ ہیں جن کی اولاد خود میت ہے یہ جد فاسد یا جدہ فاسدہ ہے خواہ ان کی تعداد کتنی ہی کیوں نہ ہو۔ ③ تیسری قسم، یہ وہ لوگ ہیں جو میت کے ماں باپ کی اولاد میں ہوں جیسے حقیقی بھائیوں کی بیٹیاں یا علاتی[2] بھائیوں کی بیٹیاں اور اخیافی[3] بھائیوں کے بیٹے بیٹیاں اور ہر قسم کی بہنوں کی اولاد۔ ④ چوتھی قسم، یہ وہ لوگ ہیں جو میت کے دادا دادی، نانا نانی کی اولاد میں ہوں۔ جیسے باپ کا ماں شریک بھائی اور اس کی اولاد، پھوپھیاں اور ان کی اولاد، ماموں اور ان کی اولاد، خالائیں اور ان کی اولاد اور ماں باپ دونوں یا باپ کی طرف سے چچاؤں کی بیٹیاں یا ان کی اولاد۔[4] (عالمگیری ج۶ ص ۴۵۹)

مسئلہ۳: ان میں ترتیب یہی ہے کہ پہلی قسم کے ہوتے ہوئے دوسری قسم کے ذوی الارحام وارث نہ ہوں گے اور دوسری قسم کے ہوتے ہوئے تیسری قسم کے وارث نہ ہوں گے۔ تیسری قسم کے ہوتے ہوئے چوتھی قسم کے وارث نہ ہوں گے۔[5] (عالمگیری ج۶ ص ۴۵۹، کافی بحوالہ عالمگیری، شامی ج۵ ص ۶۹۳)

مسئلہ۴: ذوی الارحام اسی وقت وارث ہوں گے جب کہ اصحاب فرائض میں سے وہ لوگ موجود نہ ہوں جن پر مال دوبارہ رد کیا جاسکتا ہو اور عصبہ بھی نہ ہو۔[6] (عالمگیری ج۶ ص ۴۵۹)

مسئلہ۵: اس پر اجماع ہے کہ زوجین کی وجہ سے ذوی الارحام محجوب نہ ہوں گے یعنی زوجین کا حصہ لینے کے بعد ذوی الارحام پر تقسیم کیا جائے گا۔[7] (عالمگیری ج۶ ص ۴۵۹)

مسئلہ۶: پہلی قسم کے ذوی الارحام میں میراث کا زیادہ مستحق وہ ہے جو میت سے اقرب ہو جیسے نواسی، پر پوتی سے زیادہ مستحق ہے۔[8]

مسئلہ۷: اگر قربِ درجہ میں سب برابر ہیں تو ان میں سے جو وارث کی اولاد ہے وہ زیادہ مستحق ہے خواہ وہ عصبہ کی اولاد ہو یا صاحب فرض کی ہو، جیسے پر پوتی نواسی کے بیٹے سے زیادہ مستحق ہے اور پوتی کا بیٹا نواسی کے بیٹے سے زیادہ مستحق ہے۔[9] (کافی بحوالہ عالمگیری ج۶ ص ۴۵۹، شامی ج۵ ص ۶۹۳)

---

1 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الارحام، ج۶، ص۴۵۸.

2 ......باپ شریک۔ 3 ......ماں شریک۔

4 ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر في ذوي الارحام، ج۶، ص۴۵۸.

5 ......المرجع السابق، ص۴۵۹. 6 ......المرجع السابق.

7 ......المرجع السابق. 8 ......المرجع السابق.

9 ......المرجع السابق.

مسئلہ۸: اگر قرب میں[1] سب برابر ہوں اور ان میں وارث کی اولاد کوئی نہ ہو یا سب وارث کی اولاد ہوں تو مال سب میں برابر تقسیم کیا جائے گا جب کہ تمام ذوی الارحام مرد ہوں یا تمام عورتیں ہوں اور اگر کچھ مرد ہوں اور کچھ عورتیں ہوں تو لِلذَّکرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنثَیَین کے مطابق تقسیم ہوگا۔ اس حکم پر ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے جب کہ ان ذوی الارحام کے آبا وامہات[2] ذکورۃ وانوثت کی صفت میں متفق ہوں۔[3]

مسئلہ۹: اگر اصول کی صفات ذکورت وانوثت کے اعتبار سے[4] مختلف ہوں تو امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کے نزدیک ابدان فروع کا اعتبار ہوگا اور مال انکے درمیان برابر تقسیم ہوگا۔ بشرطیکہ وہ سب مرد ہوں یا سب عورتیں ہوں اور اگر ملے جُلے ہوں تو لِلذَّکرِ مثل حظِّ الْاُنثیین کے مطابق تقسیم ہوگا۔[5]

مثال۔۱۔ مسئلہ۳

نواسہ	نواسی
۲	۱

توضیح: اب چونکہ یہاں صفت اُصول متفق ہے یعنی دونوں بیٹی کی اولاد ہیں تو مال کی تقسیم باعتبار ابدان ہوگی۔ یعنی نواسہ مرد ہونے کی وجہ سے بمنزلہ دو عورتوں کے ہے گویا کُل ۳ وارث ہوئے تو مال کے تین حصہ کر لئے گئے۔ دو حصے نواسے کو اور ایک حصہ نواسی کو دے دیا گیا۔[6] (عالمگیری ج۶ ص۴۵۹، شامی ج۵ ص۶۹۴)

مثال۔۲۔ مسئلہ۳

نواسی کے بیٹے کا بیٹا (ابن ابن بنت بنت)	نواسی کی بیٹی کی بیٹی (بنت بنت بنت بنت)
۲	۱

توضیح= اب چونکہ اصول دونوں کے متفق ہیں یعنی مونث ہیں تو اب مال وارثوں کے ابدان کے اعتبار سے تقسیم ہوگا یعنی مرد کو دو گنا اور عورت کو اکہرا[7] ملے گا۔[8]

مثال۔۳۔ مسئلہ۲

نواسی کی بیٹی (بنت بنت بنت)	نواسہ کی بیٹی (بنت ابن بنت)
۱	۱

---

1. ......یعنی رشتہ داری کے تعلق میں۔
2. ......یعنی اصول۔
3. ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الفرائض، الباب العاشرفی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۵۹.
4. ......یعنی مرد وعورت ہونے کے اعتبار سے۔
5. ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الفرائض، الباب العاشرفی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۵۹.
6. ......المرجع السابق.
7. ......یعنی ایک حصہ۔
8. ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الفرائض، الباب العاشرفی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۵۹.

توضیح= اس صورت میں امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک ابدان کا اعتبار کرتے ہوئے مال ان کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کردیا جائے گا۔[1]

مثال ۔۴۔ مسئلہ۴

نواسہ کی بیٹی نفر۲	نواسی کا بیٹا ایک نفر
۲	۲

توضیح= اس صورت میں بھی امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے نزدیک وارثوں کے ابدان کا اعتبار کر کے نواسی کے بیٹے کو نواسے کی دونوں بیٹیوں کے برابر قرار دے کر، دو نواسی کے بیٹے کو اور ایک ایک نواسے کی دونوں بیٹیوں کو دیا جائے گا۔[2]

فائدہ: ذوی الارحام کے بارے میں امام اسبیجابی نے مبسوط میں فرمایا کہ ابو یوسف (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کا قول اصح ہے کیونکہ وہ سہل تر ہے۔ صاحب محیط کا بیان ہے کہ بخارا کے مشائخ[3] نے ان مسائل میں ابو یوسف کے قول پر ہی فتویٰ دیا ہے۔[4] (کافی بحوالہ عالمگیری ج۶ص۴۶۰، بحرالرائق ج۸ص۵۰۸) اس لئے اس کتاب میں ابو یوسف کا قول ہی اختیار کیا گیا ہے۔

ذوی الارحام کی دوسری قسم

مسئلہ۱: ذوی الارحام کی دوسری قسم وہ لوگ ہیں جن کی اولاد میں میت خود ہے، جیسے فاسد دادا اور دادی ان میں میراث کا مستحق وہی ہوگا جو میت سے زیادہ قریب ہوگا خواہ وہ باپ کی جانب کا ہو یا ماں کی جانب کا اور قریب والے کے ہوتے ہوئے دور والا محروم رہے گا خواہ یہ قریب والا مؤنث ہو اور بعید والا مذکر ہو۔[5] (طحطاوی ص۳۹۹ ج۴، شامی ج۵ص۶۹۵، بحرالرائق ج۸ص۵۰۷، سراجی ص۴۶)

مثال۔ مسئلہ۱

نانا	نانی کا باپ	دادی کا باپ
۱	م	م

چونکہ ان تینوں میں نانا میت کے زیادہ قریب ہے اس لئے کل مال نانا ہی کو ملے گا اور باقی دونوں محروم ہوں گے۔

مسئلہ۲: اگر یہ لوگ رشتہ داری کے قرب کے اعتبار سے برابر ہوں تو انکی چھ صورتیں ہیں۔

① ان میں سے بعض کی نسبت میت کی جانب وارث کے واسطے سے ہو اور بعض کی نسبت وارث کے واسطے سے نہ

1 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشرفی ذوی الارحام، ج٦، ص٤٥٩.
2 ......المرجع السابق، ص٤٦٠.
3 ......یعنی بخارا کے علمائے کرام۔
4 ......"الفتاوی الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج٦، ص٤٦٠.
5 ......"السراجی"، باب ذوی الارحام، فصل فی الصنف الثانی، ص٤١.

ہو۔ جیسے ابِ ام الام یعنی نانی کا باپ، اب ابُ الام یعنی نانا کا باپ۔

توضیح: ان میں نانی کے باپ کی رشتہ داری میت سے نانی کے واسطے سے ہے اور نانی ذوی الفروض میں ہے اور نانا کے باپ کی رشتہ داری نانا کے واسطے سے ہے وہ خود ذوی الفروض میں سے نہیں ہے بلکہ ذوی الارحام میں ہے لیکن نانی کا باپ اور نانا کا باپ درجہ میں برابر ہیں اس لئے مذہب صحیح پر دونوں وارث ہوں گے اور وارث کے ذریعہ سے رشتہ داری سبب ترجیح نہ ہوگی۔[1] (شامی ج۵ص۶۹۵ طحطاوی ج۴ص۳۹۹، بحرالرائق ج۸ص۵۰۸، عالمگیری ج۶ص۴۶۰)

② ان سب کی نسبت میت کی طرف وارث کے واسطے سے ہو جیسے اب ام اب یعنی دادی کا باپ اور جیسے ابِ ام ام یعنی نانی کا باپ۔

توضیح: دادی کے باپ کی رشتہ داری دادی کے ذریعہ سے ہے اور دادی ذوی الفروض میں ہے اسی طرح نانی کے باپ کی رشتہ داری نانی کے ذریعہ سے ہے وہ بھی ذوی الفروض میں سے ہے تو دونوں وارث ہوں گے۔

③ ان میں سے کسی کی نسبت میت کی طرف وارث کے واسطے سے نہ ہو۔ جیسے اب اب ام یعنی نانا کا باپ وام اب ام یعنی نانا کی ماں۔

توضیح: نانا کے باپ کی رشتہ داری نانا کے واسطے سے ہے اور نانا ذوی الارحام میں ہے۔ یہی رشتہ نانا کی ماں کا بھی ہے لہٰذا دونوں کی رشتہ داری وارث کے واسطے سے نہیں ہے تو دونوں وارث ہو جائیں گے۔

④ ان سب کی میت سے رشتہ داری میت کے باپ کی طرف سے ہو۔ جیسے اب اب ام الاب یعنی دادی کا دادا اور ام اب ام الاب یعنی دادی کی دادی۔

⑤ ان سب کی میت سے رشتہ داری میت کی ماں کی جانب سے ہو جیسے اب اب الام نانا کا باپ اور جیسے ام اب ام نانا کی ماں۔

⑥ ان میں سے بعض کی رشتہ داری میت کے باپ کی جانب سے اور بعض کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہو، جیسے اب ام الاب یعنی دادی کا باپ اور اب ام الام نانی کا باپ۔

مسئلہ ۳: جب درجہ میں مساوی ذوی الارحام کی میت سے قرابت میں اتحاد ہو مثلاً سب میت کے باپ کی جانب کے رشتہ دار ہوں جیسا چوتھی صورت میں ہے یا سب کی قرابت میت کی ماں کی جانب سے ہو جیسے پانچویں صورت میں ہے، اور جس کے ذریعہ سے قرابت ہے وہ مذکر و مؤنث ہونے میں بھی یکساں ہے تو یہ ذوی الارحام بھی اگر خود سب مذکر ہوں یا سب مؤنث ہوں تو سب کو برابر حصہ ملے گا۔ اور اگر بعض مذکر ہیں اور بعض مؤنث تو لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ حصہ ہوگا اور اگر جن کے ذریعہ سے

---

[1] ......"الفتاوى الهندية"، كتاب الفرائض، الباب العاشرفي ذوي الارحام، ج٦، ص ٤٦٠.

نسبت تھی ان کے مذکر ومؤنث ہونے میں اختلاف ہوتو سب سے پہلی جگہ جہاں اختلاف ہوا تھا وہاں مذکروں کو[1] دو حصے اور مؤنثوں کو[2] ایک حصہ دیا جائے گا۔[3] (طحطاوی ج ۴ص ۳۹۹،شامی ج ۵ص ۶۹۵،شریفیہ ص ۱۰۹) پھر مذکروں کے حصے کوانکے وارثوں میں اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ سب مذکر ہوں یاسب مؤنث تو ان کے ابدان پر برابر برابر تقسیم کردیا جائے گا اوراگر کچھ مذکر ہیں اور کچھ مؤنث تو لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ، بالکل اسی طرح مؤنثوں کے حصے ان کے وارثوں میں تقسیم کئے جائیں گے۔

چوتھی صورت کی یہ تین مثالیں ہیں:

نمبر۱:		نمبر۲:		نمبر۳:	
اب اب ام الاب =	اب ام ام الاب	ام اب ام الاب =	ام ام ام الاب	اب اب ام الاب =	ام اب ام الاب
یعنی دادی کا دادا	یعنی دادی کا نانا	یعنی دادی کی دادی	یعنی دادی کی نانی	یعنی دادی کا دادا	یعنی دادی کی دادی

توضیح مثال۱: اس میں دادی کے دادا اور دادی کے نانا دونوں کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں بھی دونوں برابر ہیں اور دونوں مذکر ہیں لیکن دادی کے دادا کی قرابت دادی کے باپ کی وجہ سے ہے اور وہ مذکر ہے اور دادی کے نانا کی قرابت دادی کی ماں کی وجہ سے ہے اور وہ مؤنث ہے لہٰذا مال کے تین حصے کرکے دادی کے دادا کو دو حصے اور دادی کے نانا کو ایک حصہ ملے گا۔

توضیح مثال۲: اس میں دادی کی نانی اور دادی کی دادی دونوں کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں دونوں برابر ہیں اور دونوں مؤنث ہیں لیکن دادی کی دادی کی نسبت میت کی جانب دادی کے باپ کے ذریعہ سے ہے اور وہ مذکر ہے اور دادی کی نانی کی نسبت دادی کی ماں کے ذریعہ سے ہے اور وہ مؤنث ہے لہٰذا مال کے تین حصے کرکے دو حصے دادی کی دادی کو اور ایک حصہ دادی کی نانی کو ملے گا۔

توضیح مثال۳: دادی کا دادا اور دادی کی دادی دونوں کی رشتہ داری تو باپ کی جانب سے ہے اور درجہ میں بھی برابر ہیں اور جس کے ذریعہ سے قرابت ہے وہ بھی دونوں جگہ مذکر ہے مگر یہ مذکر ومؤنث ہونے میں مختلف ہیں لہٰذا مال کے تین حصہ کرکے دو حصہ دادی کے دادا کو اور ایک حصہ دادی کی دادی کو دیا جائے گا۔

پانچویں صورت کی یہ تین مثالیں ہیں:

نمبر۱:		نمبر۲:	
اب اب اب الام	اب اب ام الام	ام اب اب الام	ام ام اب الام
نانا کا دادا	نانی کا دادا	نانا کی دادی	نانا کی نانی

1 ......یعنی مردوں کو۔ 2 ......یعنی عورتوں کو۔

3 ......"ردالمحتار"، کتاب الفرائض،باب توریث ذوی الارحام،ج ۱۰،ص ۵۸۱.

نمبر۳:

اب اب الام	ام اب ام
نانا کا باپ	نانا کی ماں

توضیح مثال۱: نانا کے دادا اور نانی کا دادا دونوں کی رشتہ داری ماں کی طرف سے ہے اور درجہ میں دونوں برابر ہیں اور دونوں مذکر ہیں۔ لیکن ذریعہ قرابت میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف ماں کے اوپر نانی اور نانا میں ہوا۔ لہٰذا وہیں مال اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ نانا کو دو حصے اور نانی کو ایک حصہ ملے گا پھر نانا کا حصہ اس کے دادا کو اور نانی کا حصہ اس کے دادا کو دیا جائے گا۔

توضیح مثال۲: نانا کی دادی اور نانا کی نانی دونوں کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے اور دونوں درجہ میں برابر ہیں اور دونوں مؤنث ہیں لیکن ذریعۂ قرابت میں اختلاف ہے اور یہ اختلاف نانا کے اوپر سے شروع ہوا نانا کی دادی کی قرابت نانا کے باپ کی وجہ سے ہے اور نانا کی نانی کی قرابت نانا کی ماں کی وجہ سے ہے، لہٰذا نانا کی ماں اور باپ میں پہلے مال اس طرح تقسیم کیا جائے گا کہ نانا کے باپ کو دو حصے اور نانا کی ماں کو ایک حصہ دیا جائے گا پھر نانا کے باپ کا حصہ اس کی ماں کو اور نانا کی ماں کا حصہ اس کی ماں کو دے دیا جائے گا۔

توضیح مثال۳: نانا کا باپ اور نانی کی ماں دونوں کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے اور دونوں درجہ میں برابر ہیں مگر مؤنث و مذکر میں مختلف ہیں لہٰذا کوئی اور وارث نہ ہونے کی صورت میں مال کے تین حصہ کر کے نانا کے باپ کو دو حصے اور ایک حصہ نانی کی ماں کو ملے گا۔

ذوی الارحام کی تیسری قسم

میت کے بھائی بہنوں کی وہ اولادیں ہیں جو عصبات و ذوی الفروض میں نہیں ہیں مثلاً ہر قسم کے بھائیوں یعنی عینی[1]، علاتی[2]، اخیافی[3] بھائیوں کی بیٹیاں اور ہر قسم کی بہنوں کے بیٹے بیٹیاں اور اخیافی بھائیوں کے بیٹے۔

مسئلہ۱: ان ذوی الارحام میں اگر درجہ میں تفاوت ہو تو جو زیادہ قریب ہوگا اگرچہ مؤنث ہو وہ وارث ہوگا بعید والا وارث نہیں ہوگا[4] (شامی ج۵ص۶۹۵، عالمگیری ج۶ص۴۶۱، بحر الرائق ج۸ص۵۰۸، شریفیہ ص۱۱۰، طحطاوی ج۴ص۳۹۹)

1 ......یعنی حقیقی بہن بھائی۔

2 ......یعنی ایسے سوتیلے بہن بھائی جن کا باپ ایک اور مائیں مختلف ہوں۔

3 ......یعنی ایسے سوتیلے بہن بھائی جن کی ماں ایک اور باپ مختلف ہوں۔

4 ......"الفتاوی الھندیة"، کتاب الفرائض، الباب العاشر فی ذوی الارحام، ج۶، ص۴۶۱.

مثال۔ مسئلہ ۱

میت

بنت الاخت	ابن بنت الاخ
بہن کی لڑکی	بھتیجی کا لڑکا
ا	م

توضیح: چونکہ بھانجی اور بھتیجی کا لڑکا دونوں ذوی الارحام کی تیسری قسم میں ہیں بھانجی قریب ہے اس لئے جب ذوی الارحام کی قسم اول اور ثانی نہ ہو تو قسم ثالث میں بھانجی وارث ہو جائے گی بھتیجی کا بیٹا وارث نہیں ہوگا۔

مسئلہ ۲: اور اگر درجہ میں سب برابر ہوں تو تین صورتیں ہوں گی یا تو سب وارث کی اولاد ہوں گے یا کوئی وارث کی اولاد نہ ہوگا یا بعض وارث کی اولاد ہوں گے اور بعض وارث کی اولاد نہ ہوں گے۔ تو اگر بعض وارث کی اولاد ہوں اور بعض وارث کی اولاد نہ ہوں تو وارث کی اولاد مقدم ہوگی غیر وارث کی اولاد پر۔[1] (شامی ج۵ ص۶۹۵، عالمگیری ج۶ ص۴۶۱، شریفیہ ص۱۰۱، طحطاوی ج۴ ص۳۹۹)

مثال۔ مسئلہ ۱

میت

بنت ابن اخ	ابن بنت اخت
بھتیجے کی بیٹی	بھانجی کا بیٹا
ا	م

توضیح: بھتیجے کی بیٹی اور بھانجی کا بیٹا درجہ میں دونوں برابر ہیں مگر بھتیجہ خود عصبہ ہے اور بھانجی ذوی الارحام میں ہے اس لئے بھتیجے کی بیٹی وارث کی اولاد ہونے کی وجہ سے وارث ہوگی اور بھانجی کا بیٹا وارث نہیں ہوگا خواہ یہ بہن بھائی جن کی اولادیں یہ ہیں حقیقی ہوں یا علاتی ہوں یا ایک علاتی اور ایک عینی ہو تینوں صورتوں کا یہی حکم ہے۔[2] (شامی ج۵ ص۶۹۵)

مسئلہ ۳: اگر تیسری قسم کے ذوی الارحام سب وارث کی اولاد ہیں تو اس کی بھی تین صورتیں ہیں: ① سب عصبہ کی اولاد ہوں۔ ② سب ذوی الفروض کی اولاد ہوں۔ ③ بعض عصبہ کی اولاد ہوں اور بعض ذوی الفروض کی۔

مثال ۱: بنت ابن اخ حقیقی۔[3] بنت ابن اخِ حقیقی۔ بنت ابن اخ علاتی۔[4] بنت ابن اخ علاتی۔

مثال ۲: بنت اخت عینی۔[5] بنت اخت عینی۔ بنت اخت علاتی۔[6] بنت اخت علاتی۔

مثال ۳: بنت اخ عینی۔[7] بنت اخِ اخیافی۔[8] بنت اخ علاتی[9] اور بنت اخ اخیافی۔

---

1 ......"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، ج۱۰، ص۵۷۹.

2 ......المرجع السابق.

3 ......سگے بھائی کی پوتی۔ 4 ......باپ شریک بھائی کی پوتی۔

5 ......سگی بھانجی۔ 6 ......باپ شریک بہن کی بیٹی، (سوتیلی بھانجی)۔

7 ......سگی بھتیجی۔ 8 ......ماں شریک بھائی کی بیٹی، (سوتیلی بھتیجی)۔ 9 ......باپ شریک بھائی کی بیٹی، (سوتیلی بھتیجی)۔

مسئلہ۴: ذوی الارحام کی تیسری قسم میں جب کوئی عصبہ اور ذوی الفروض کی اولاد نہ ہو جیسے بنت بنت اخ[1] اور جیسے ابن بنتِ اخ[2] مسئلہ۲ اور ۳ کی تمام صورتوں میں جب ذوی الارحام درجہ میں مساوات کے ساتھ قوت اور ضعف میں بھی برابر ہوں اور مذکر ومؤنث ہونے میں بھی یکساں ہوں تو سب کو برابر حصہ ملے گا اور اگر مذکر ومؤنث ہونے میں مختلف ہوں تو لِلذَّکر مِثل حظِّ الاُنثیین ملے گا اور اگر قوت وضعف میں مختلف ہوں گے تو امام ابو یوسف کے قول پر جس کو ذوی الارحام کے بارے میں ہم نے لیا ہے جو رشتہ میں قوی ہوگا وہ اولیٰ ہوگا اس سے جو رشتہ میں ضعیف ہے، یعنی حقیقی بھائی کی اولادیں علاتی بھائی کی اولادوں کے مقابلہ میں اولیٰ ہوں گی اور علاتی بھائی کی اولادیں اخیافی بھائی کی اولاد سے اولیٰ ہوں گی۔[3] (شامی ج ۵ ص ۶۹۵، عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۱، بحرالرائق ج ۸ ص ۵۰۹، شریفیہ ص ۱۱۱، طحطاوی ج ۴ ص ۳۹۹)

مسئلہ۵: اگر ذوی الارحام کی تیسری قسم میں اخیافی بھائی بہنوں کی اولادیں ہوں اور ان سے مقدم کوئی مستحق وارث نہ ہو تو مذکر ومؤنث کو برابر برابر حصہ ملے گا اس میں مذکر کو مؤنث پر کوئی فضیلت نہیں ہوگی۔[4] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۱، بحرالرائق ج ۸ ص ۵۰۹، شریفیہ ص ۱۱۱، طحطاوی ج ۴ ص ۴۰۰)

ذوی الارحام کی چوتھی قسم کا بیان

مسئلہ۱: چوتھی قسم کے ذوی الارحام میں وہ رشتہ دار ہیں جو میت کے دادا دادی، نانا نانی کی اولاد میں ہوں جیسے ماموں، خالہ، پھوپھی اور باپ کے ماں شریک بہن بھائی، اسی طرح ان کی اولادیں اور چچا کی مؤنث اولادیں۔[5] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۵۹، شریفیہ ص ۱۱۵)

مسئلہ۲: اگر چوتھی قسم میں کا صرف ایک ہی ذورحم ہو اور پہلی تینوں قسموں میں سے کوئی نہ ہو تو کُل مال اسی کو مل جائے گا۔[6] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۲، شریفیہ ص ۱۱۵)

مسئلہ۳: ان کی اولادوں میں جو میت سے زیادہ قریب ہوگا وہ وارث ہوگا بعید والا وارث نہیں ہوگا۔ یہ قریب خواہ باپ کی جانب کا ہو یا ماں کی جانب کا اور خواہ مذکر ہو یا مؤنث۔[7] (عالمگیری ج ۶ ص ۴۶۳، شریفیہ ص ۱۱۷)

1...... بھائی کی نواسی۔ 2...... بھائی کا نواسہ۔

3......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الفرائض،الباب العاشر فی ذوی الارحام،ج٦،ص ٤٦١.
و"ردالمحتار"،کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الارحام، ج ١٠، ص٥٧٩.

4......"الفتاوی الهندیة"،کتاب الفرائض،الباب العاشر فی ذوی الارحام ،ج٦،ص ٤٦١.

5......المرجع السابق،ص٤٥٩. 6......المرجع السابق،ص٤٦٢. 7......المرجع السابق.

مثال ۱: مسئلہ ۱
میت

بنت العمۃ یعنی پھوپھی کی بیٹی	بنت بنت العمۃ یعنی پھوپھی کی بیٹی کی بیٹی
ا	م

مثال ۲: مسئلہ ۱
میت

بنت العمۃ پھوپھی کی بیٹی	ابن بنت العمۃ پھوپھی کی بیٹی کا بیٹا
ا	م

مثال ۳: مسئلہ ۱
میت

بنت الخالۃ خالہ کی بیٹی	بنت بنت الخالۃ خالہ کی بیٹی کی بیٹی
ا	م

مثال ۴: مسئلہ ۱
میت

بنت الخالۃ خالہ کی بیٹی	ابن بنت الخالۃ خالہ کی بیٹی کا بیٹا
ا	م

مثال ۵: مسئلہ ۱
میت

بنت العمۃ	بنت بنت الخالہ
ا	م

مثال ٦: مسئلہ ۱
میت

بنت الخالہ	ابن بنت العمۃ
ا	م

مندرجہ بالا مثالوں میں جو قریب تھا وہ وارث ہوا اور بعید والا وارث نہ ہوا۔

مسئلہ ۴: ان ذوی الارحام میں درجہ میں مساوی چند موجود ہوں خواہ سب باپ کی جانب کے ہوں یا سب ماں کی جانب کے ہوں یا کچھ باپ کی جانب کے یا کچھ ماں کی جانب کے تو ان میں سے جو وارث کی اولاد ہوگا وہ ذوی الارحام کی اولاد

کے مقابلہ میں راجح ہوگا۔یعنی وارث کی اولاد کوتر کہ ملے گا اور ذی رحم کی اولاد کونہیں ملے گا۔[1] (مبسوط ج۳۰ ص۲۱)

مثال۱: مسئلہ۱
میت

بنت العم	بنت العمۃ
۱	م

مثال۲: مسئلہ۱
میت

بنت الخال ماموں کی بیٹی	ابن الخالہ خالہ کا بیٹا
۱	۲

مثال۳: مسئلہ۳
میت

بنت العم چچا کی بیٹی	ابن الخال ماموں کا بیٹا
۱	م

توضیح مثال۱: چچا کی بیٹی اور پھوپھی کی بیٹی دونوں رشتہ میں مساوی ہیں اور دونوں کی قرابت بھی باپ کی طرف سے ہےلیکن چچا کی بیٹی عصبہ کی اولاد ہےاور پھوپھی کی بیٹی ذوی الارحام کی اولاد ہےاس لئےکُل مال چچا کی بیٹی کو ملے گا اور پھوپھی کی بیٹی محروم ہوگی۔

توضیح مثال۲: ماموں کی بیٹی اور خالہ کا بیٹا دونوں رشتہ میں برابر ہیں اور دونوں ماں کی جانب سے ہیں اوران میں وارث کی اولاد کوئی نہیں ہےاس لئے دونوں وارث ہوں گے تین حصے کر کے دو حصے خالہ کے بیٹے کواور ایک حصہ ماموں کی بیٹی کو ملے گا۔

توضیح مثال۳: چچا کی بیٹی اور ماموں کا بیٹا دونوں رشتہ میں تو برابر ہیں مگر چچا کی بیٹی کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہےاور ماموں کے بیٹے کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہےلیکن چچا کی بیٹی عصبہ کی اولاد ہےاور ماموں کا بیٹا ذی رحم کی اولاد ہے اس لئے چچا کی بیٹی کوکُل مال مل جائے گا اور ماموں کا بیٹا محروم ہوگا۔

مسئلہ۵: اگر درجہ میں مساوی صرف ایک جانب کے ذوی الارحام نہ ہوں اوران میں وارث کی اولاد کوئی نہ ہوتو ان میں قوتِ قرابت بھی وجہ ترجیح ہوگی یعنی حقیقی رشتہ داری علاتی پر راجح ہوگی اور علاتی اخیافی پر اور اگر دونوں طرف کے ذوی

1 ......"المبسوط"، باب میراث ذوی الارحام، فصل فی میراث اولادالعمات...إلخ، ج۱۵، الجزء الثلاثون، ص۲٦.

الارحام ہوں گے تو ایک جانب کی قوتِ قرابت دوسری جانب پر اثر انداز نہیں ہوتی بلکہ دوتہائی حصہ باپ کی طرف والوں کو اور ایک تہائی ماں کی طرف والوں کو ملے گا اور ایک حیثیت کے مساوی ذوی الارحام میں ہر جگہ اس اصول پر بھی عمل کیا جائے گا لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ ۔[1] (مبسوط ج ۳۰ ص ۲۱)

مثال ۱: مسئلہ ۱

میت

حقیقی پھوپھی کا بیٹا	علاتی پھوپھی کا بیٹا	اخیافی پھوپھی کا بیٹا
ا	م	م

توضیح مثال ۱: چونکہ تینوں پھوپھیوں کے بیٹے قرابت میں[2] برابر ہیں مگر حقیقی پھوپھی کے بیٹے کی قرابت ماں اور باپ دونوں جانب سے ہے اس لئے وہ علاتی اور اخیافی پھوپھیوں کے بیٹوں پر راجح ہوگا اور کل مال اس کو مل جائے گا اور وہ دونوں محروم ہو جائیں گے۔

مثال ۲: مسئلہ ۱

میت

علاتی پھوپھی کا بیٹا	اخیافی پھوپھی کا بیٹا
ا	م

توضیح مثال ۲: دونوں پھوپھیوں کے بیٹے درجہ میں برابر ہیں مگر علاتی پھوپھی کے بیٹے کی قرابت باپ میں شرکت کی وجہ سے ہے اور اخیافی پھوپھی کے بیٹے کی قرابت باپ کی ماں کی وجہ سے ہے باپ کی قرابت ماں کی قرابت سے قوی ہے۔ لہٰذا علاتی پھوپھی کا بیٹا وارث ہوگا اخیافی پھوپھی کا بیٹا وارث نہیں ہوگا۔

مثال ۳: مسئلہ ۱

میت

حقیقی ماموں کا بیٹا	علاتی ماموں کا بیٹا	اخیافی ماموں کا بیٹا
ا	م	م

توضیح مثال ۳: تینوں ماموں کے بیٹے درجہ میں برابر ہیں اور سب کی قرابت ماں کی وجہ سے ہے لیکن حقیقی ماموں کے بیٹے کی رشتہ داری نانا نانی دونوں کی وجہ سے ہے اور علاتی ماموں کے بیٹے کی قرابت صرف نانا سے ہے اور اخیافی ماموں کے بیٹے کی قرابت صرف نانی کی وجہ سے ہے، لہٰذا حقیقی ماموں کا بیٹا وارث ہوگا اور دوسرے دونوں ماموں کے بیٹے محروم ہوں گے۔

1 ......"المبسوط"، باب میراث ذوی الارحام، فصل فی میراث اولادالعمات...إلخ، ج۱۵، الجزء الثلاثون، ص۲۶.

2 ......یعنی رشتہ داری کے تعلق میں۔

مثال۴: مسئلہ ا
میت

علاتی خالہ کی بیٹی	اخیافی خالہ کی بیٹی
ا	م

توضیح مثال۴: علاتی اخیافی دونوں خالاؤں کی بیٹیاں درجہ میں مساوی ہیں اور دونوں کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہےلیکن علاتی خالہ کی بیٹی کی رشتہ داری ماں کے باپ یعنی نانا کی وجہ سے ہےاوراخیافی خالہ کی بیٹی کی رشتہ داری ماں کی ماں یعنی نانی کی وجہ سے ہے۔ باپ کی رشتہ داری ماں کی رشتہ داری سےقوی ہےلہٰذاکُل مال علاتی خالہ کی بیٹی کومل جائے گااوراخیافی خالہ کی بیٹی محروم ہوگی۔

مثال۵: مسئلہ۳
میت

علاتی پھوپھی کا بیٹا	حقیقی ماموں کا بیٹا
۲	ا

توضیح مثال۵: علاتی پھوپھی کا بیٹا اورحقیقی ماموں کا بیٹا درجہ میں دونوں برابر ہیں لیکن جہت قرابت علیٰحدہ علیٰحدہ ہے پھوپھی کے بیٹے کی قرابت باپ کی جانب سے ہےاورصرف دادا کی وجہ سے ہےاور ماموں کے بیٹے کی قرابت ماں کی جانب سے ہےاوراس کی قرابت نانا نانی دونوں کی جانب سے ہے تو جہتِ قرابت مختلف ہونے کی وجہ سے ماموں کے بیٹے کی قوتِ قرابت سے پھوپھی کا بیٹاضعفِ قرابت کے باوجودمحروم نہیں ہوگا۔

مسئلہ۶: جہت قرابت مختلف ہونے کے بعدجیسا اوپر بیان کیا گیاقوتِ قرابت وجہ ترجیح نہیں ہوتی ہے بلکہ باپ کی طرف والے ذوی الارحام کودو حصےاور ماں کی طرف والے ذوی الارحام کوایک حصہ ملتا ہے پھر باپ کی طرف والے رشتہ دارایک فریق بن جائیں گےاور ماں کی طرف کےرشتہ دارایک فریق۔ ان میں آپس میں قوتِ قرابت سے ترجیح ہوگی اور ہرفریق میں اگرصرف مذکریاصرف مؤنث ذوی الارحام ہوں توان کو برابر برابرحصہ ملے گااوراگرمختلف ہوں تو لِلذَّ کَرِمِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ پربھی عمل ہوگا۔

مثال۳: مسئلہ۳×۳ ت ۹
میت

حقیقی پھوپھی کا بیٹا	حقیقی پھوپھی کی بیٹی	حقیقی ماموں کا بیٹا	حقیقی خالہ کی بیٹی
۲		ا	
۴	۲	۲	ا

توضیح مثال۳: پھوپھی کے بیٹے اور بیٹی کی رشتہ داری باپ کی جانب سے ہے اور ماموں کے بیٹے اور خالہ کی بیٹی کی رشتہ داری ماں کی جانب سے ہے اس لئے تین سے مسئلہ کرکے دو حصے پھوپھی کی اولاد کو اور ایک حصہ ماموں اور خالہ کی اولاد کو دیا گیا پھر پھوپھی کی اولاد علیحدہ ایک فریق ہو کر اپنا حصہ اس طرح تقسیم کریں گے کہ مذکر کو دو حصے اور مؤنث کو ایک حصہ ملے گا اسی طرح ماموں کا بیٹا اور خالہ کی بیٹی ایک فریق بن کر اپنا حصہ اس طرح تقسیم کرلیں گے کہ ماموں کے بیٹے کو دو حصے اور خالہ کی بیٹی کو ایک حصہ ملے گا اس لئے تین سے تصحیح کر کے نو سے مسئلہ ہو گیا ان میں کے دو تہائی یعنی چھ باپ کے فریق والوں کے ہیں وہ اس طرح تقسیم ہو گئے کہ چار پھوپھی کے بیٹے نے اور دو پھوپھی کی بیٹی نے لے لئے اور ماں کی طرف والے ماموں کے بیٹے اور خالہ کی بیٹی نے نو کا ایک تہائی یعنی تین اس طرح تقسیم کرلیا کہ دو ماموں کے بیٹے نے اور ایک خالہ کی بیٹی نے لے لیا۔

مثال۱: مسئلہ ۳×۲ ت ۶

میت

علاتی پھوپھی کی بیٹی	علاتی پھوپھی کی بیٹی	حقیقی ماموں کا بیٹا	حقیقی خالہ کا بیٹا
۲← ۲ ←۲		۱← ۱ ←۱	

توضیح مثال۱: پھوپھی اور ماموں خالہ کی اولادیں درجہ میں برابر ہیں اور جہتِ قرابت میں مختلف اس لئے تین سے مسئلہ کرکے دو باپ کی قرابت والی پھوپھی کی بیٹیوں کو اور ایک ماں کی قرابت والے ماموں اور خالہ کے بیٹوں کو دیا گیا۔ پھر تین سے تصحیح کرکے مسئلہ کو صحیح کر دیا گیا یہاں ماں کی قرابت ماموں اور خالہ قوتِ قرابت رکھتے تھے مگر ان کی قوتِ قرابت نے باپ کی طرف علاتی پھوپھی کی اولاد کو محروم نہ کیا۔

مثال۲: مسئلہ ۳

میت

حقیقی پھوپھی کا بیٹا	علاتی پھوپھی کا بیٹا	علاتی ماموں کا بیٹا	اخیافی خالہ کی بیٹی
۲	م	۱	م

توضیح مثال۲: باپ اور ماں دونوں جانب کے ذوی الارحام ہیں اور درجہ میں سب برابر ہیں اور حقیقی پھوپھی کا بیٹا قوی قرابت رکھتا ہے لیکن جہت مختلف ہونے کی وجہ سے وہ ماں کی طرف والے ذوی الارحام علاتی ماموں کے بیٹے اور اخیافی خالہ کی بیٹی کو محروم نہیں کرے گا لہٰذا تین حصے کرکے دو حصے باپ کی طرف والے ذوی الارحام کو اور ایک حصہ ماں کی طرف والے ذوی الارحام کو دیا گیا پھر ہر فریق میں قوت قرابت نے اثر کیا تو حقیقی پھوپھی کے بیٹے نے اپنے فریق کا کُل حصہ یعنی دو سہام لے لیا اور علاتی پھوپھی کا بیٹا محروم ہو گیا اسی طرح ماں کی طرف والے ذوی الارحام میں علاتی ماموں کے بیٹے نے قوت قرابت کی وجہ

سے اپنے فریق کا پورا حصہ ایک سہام لے لیا اور اخیافی خالہ کی بیٹی کو محروم کر دیا۔

مخنثین کی میراث کا بیان

اگر چہ اس کا موقع شاذ و نادر ہی آتا ہے تاہم اگر آجائے تو حکم شرع معلوم ہونا ضروری ہے اس لئے ہم کتاب کی تکمیل کے لئے اس باب کو شامل کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔

مسئلہ ا: مخنث وہ شخص ہے جس میں مرد اور عورت دونوں کے اعضاء ہوں یا دونوں میں سے کوئی عضو نہ ہو۔ اگر دونوں عضو ہوں تو یہ دیکھا جائے گا کہ وہ پیشاب کون سے عضو سے کرتا ہے اگر مردانہ عضو سے پیشاب کرتا ہے تو مرد کا حکم ہے اور اگر زنانہ عضو سے پیشاب کرتا ہے تو عورت کا حکم ہے اور اگر دونوں سے پیشاب کرتا ہے تو یہ دیکھا جائے گا پہلے پیشاب کون سے عضو سے کرتا ہے، جس سے پہلے پیشاب کرے گا اس کا حکم ہوگا اور اگر دونوں عضو سے ایک ساتھ پیشاب کرتا ہے تو اس کو خنثیٰ مشکل کہتے ہیں یعنی اس کے مرد و عورت ہونے کا کچھ پتہ نہیں چلتا، اسی کے احکام یہاں بیان کئے جاتے ہیں اور یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ بچہ ہے اور اگر بلوغ کی عمر کو پہونچ گیا اور اس کو داڑھی نکل آئی یا مردوں کی طرح احتلام ہو یا جماع کرنے کے لائق[1] ہو جائے تو اسے مرد مانا جائے گا اور اگر اس کے پستان ظاہر ہوئے یا ماہواری آئی تو عورت مانا جائے گا اور اگر دونوں قسم کی علامتیں نہ پائی گئیں یا دونوں قسم کی علامتیں پائی گئیں جب بھی خنثیٰ مشکل کہلائے گا۔[2] (درمختار و شامی ج ۵ ص ۶۳۶، بزازیہ برعالمگیری ج ۶ ص ۴۷۶، عالمگیری ج ۶ ص ۴۳۷)

مسئلہ ۲: خنثیٰ مشکل کا حکم یہ ہے کہ اس کو مذکر و مؤنث مان کر جس صورت میں کم ملتا ہے وہ دیا جائے گا اور اگر ایک صورت میں اسے حصہ ملتا ہے اور ایک صورت میں نہیں ملتا تو نہ ملنے والی صورت اختیار کی جائے گی۔[3] (درمختار و شامی ج ۵ ص ۶۳۸)

مثال ا: مسئلہ ۵

میت

ابن	بنت	خنثیٰ	
۲	۱	۲	(بصورتِ مفروضہ مذکر)

---

1 ......یعنی عورت سے مباشرت کرنے کے قابل ہو جائے۔

2 ......"الفتاوی الھندیۃ"، کتاب الخنثی، الفصل الاول فی تفسیرہ...إلخ، ج ٦، ص ٤٣٧.

3 ......"الدرالمختار" و "ردالمحتار"، کتاب الخنثی، ج ١٠، ص ٤٨٢.

مسئلہ۴
میت

ابن	بنت	خنثیٰ	(بصورتِ مفروضہ مؤنث)
۲	۱	۱	

تشریح: اگر خنثیٰ کولڑکا مانتے ہیں تو اسے ۵حصوں میں سے دو حصے ملتے ہیں اور اگر اسے لڑکی مانتے ہیں تو چار حصوں میں سے ایک حصہ ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ $\frac{۲}{۵}$ $\frac{۱}{۴}$ سے زیادہ ہے، لہٰذا اس کو مؤنث والا حصہ یعنی $\frac{۱}{۴}$ دیا جائے گا۔

مثال ۔۲۔ مسئلہ۲
میت

زوج	حقیقی بہن	خنثیٰ	(باپ کی طرف سے مفروضہ بھائی)
۱	۱	م	

مسئلہ۶ تعول الی ۷
میت

زوج	حقیقی بہن	خنثیٰ	(باپ کی طرف سے مفروضہ بہن)
۳	۳	۱	

تشریح: اگر خنثیٰ کو باپ کی طرف سے بھائی قرار دیا جائے تو وہ عصبہ بنے گا اور اس کے لئے کچھ نہ بچے گا اس لئے کہ نصف شوہر کا اور نصف حقیقی بہن کا فرض حصہ ہے اور عصبہ کو اس وقت ملتا ہے جب ذوی الفروض سے کچھ بچے، اور جب خنثیٰ کو باپ کی طرف سے بہن فرض کیا گیا تو وہ ذوی الفروض میں سے ہے اور ۶ سے مسئلہ بنانے کے بعد نصف یعنی ۳ شوہر کو ملے اور نصف حقیقی بہن کو اور خنثیٰ کو چھٹا حصہ یعنی ایک، بہنوں کا دو تہائی حصہ پورا کرنے کے لئے اور مسئلہ عول ہو کرے سے ہو گیا لہٰذا خنثیٰ کو مذکر مان کر محروم رکھا جائے گا۔[1] (شریفیہ ص۱۲۶، عالمگیری ج۶ ص ۴۳۷)

حمل کی وراثت کا بیان

اگر تقسیم وراثت کے وقت بیوی کے پیٹ میں بچہ ہے تو اس کا حصہ محفوظ رکھا جائے گا جس کی تفصیل حسبِ ذیل ہے۔

مسئلہ۱: بچہ ماں کے پیٹ میں زیادہ سے زیادہ دو سال رہ سکتا ہے اور کم از کم مدت حمل چھ ماہ ہے۔[2]

مسئلہ۲: اگر حمل میت کا ہے اور دو سال کے دوران بچہ پیدا ہوا اور عورت نے ابھی تک عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کیا

---

1 ......"الشريفية"شرح"السراجية"، كتاب الفرائض، فصل في الخنثى، ص١٢٦.

2 ......"السراجي"، فصل في الحمل، ص٥١.

ہو تو یہ بچہ وارث بھی ہوگا اور اس کے مال کے اور لوگ بھی وارث ہوں گے اور اگر دو سال پورے ہونے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو یہ بھی وارث نہیں ہوگا اور اس کا بھی وارث کوئی نہیں ہوگا۔[1] (شامی ج۵ ص۷۰۲، سراجی ص ۵۸)

مسئلہ ۳: حمل سے پیدا ہونے والا بچہ اس وقت وارث ہوگا جب کہ وہ زندہ پیدا ہو یا اس کا اکثر حصہ زندہ باہر ہوا ہو اور زندگی کو اس طرح جانا جائے گا کہ وہ روئے یا چھینکے یا کوئی آواز نکالے یا اس کے اعضا حرکت کریں۔[2] (تبیین ج۶ ص۲۴۱، سراجی ص ۵۸، شامی ج۵ ص۷۰۱، عالمگیری ج۶ ص۴۵۶)

مسئلہ ۴: اگر بچہ اس طرح پیدا ہوا کہ اس کا سر پہلے نکلا تو سینہ پر دارو مدار ہے اگر سینہ زندہ رہ کر نکل آیا تو وارث ہوگا اور اگر سینہ نکلنے سے پہلے مرگیا تو وارث نہیں ہوگا اور اگر پیر پہلے نکلے ہیں تو ناف کا اعتبار ہوگا اگر ناف ظاہر ہونے تک زندہ تھا تو وارث ہوگا ورنہ نہیں۔[3] (سراجی ص ۵۹، عالمگیری ج۶ ص۴۵۶)

مسئلہ ۵: بہتر تو یہ ہے کہ ترکہ تقسیم کرنے میں بچہ کی پیدائش کا انتظار کرلیا جائے تاکہ حساب میں کوئی تبدیلی نہ کرنا پڑے اور اگر ورثا انتظار کرنے کو تیار نہ ہوں تو حمل کے احکام پر عمل کیا جائے۔

مسئلہ ۶: حمل کی دو صورتیں ہیں: ① میت کا حمل ہے ② میت کے علاوہ کسی دوسرے رشتہ دار کا حمل ہو جو میت کا وارث بن سکتا ہو۔ اگر میت کا حمل ہے تو اس کو لڑکا فرض کرنے اور لڑکی فرض کرنے کی صورتوں میں سے جس صورت میں زیادہ حصہ ملتا ہے وہ حصہ محفوظ رکھا جائے گا۔

حمل کا حصہ نکالنے کا قاعدہ

مسئلہ ۷: ایک مرتبہ حمل کو مذکر مان کر مسئلہ نکالا جائے اور ایک مرتبہ حمل کو مؤنث مان کر مسئلہ نکالا جائے پھر دونوں مسئلوں کی تصحیح میں اگر توافق ہو تو ہر ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں ضرب دیا جائے اور اگر دونوں تصحیح میں تباین ہو تو ہر تصحیح کو دوسری تصحیح میں ضرب دے دیا جائے اور دونوں صورتوں میں حاصل ضرب دونوں مسئلوں کی تصحیح قرار پائے گی اور دونوں مسئلوں میں سے ہر وارث کو جو سہام ملے ہیں ان میں بھی یہ عمل کیا جائے کہ دونوں مسئلوں کی تصحیح میں توافق ہونے کی صورت میں ایک مسئلہ کے وفق تصحیح کو دوسرے مسئلہ میں سے ہر وارث کے سہام میں ضرب دی جائے اور دونوں تصحیحوں میں تباین کی صورت

[1] ......"السراجی"، فصل فی الحمل، ص۵۲.

[2] ......المرجع السابق، ص۵۳

[3] ......"السراجی"، فصل فی الحمل، ص۵۳.

و"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، فصل فی الغرقی...إلخ، ج۱۰، ص۵۸۷.

میں ہر تصحیح کو دوسری تصحیح میں سے ہر وارث کے سہام میں ضرب دیجائے اب دونوں مسئلوں میں ہر وارث کے حصوں کو دیکھا جائے جو کم ہو وہ ہر وارث کو اس وقت دے دیا جائے اور جتنا زیادہ ہے وہ محفوظ رکھا جائے گا بچہ پیدا ہونے کے بعد جو مال محفوظ رکھا گیا تھا اس میں سے جس وارث کے حصہ میں سے کاٹ کر اسے کم دیا گیا تھا اس کا حصہ پورا کر دیا جائے گا اور اگر وہ اپنا حصہ پورا لے چکا تھا تو اس کے حصہ میں کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور حمل سے پیدا ہونے والا بچہ اپنا حصہ لے لے گا۔

مثال اوّل

مسئلہ ۲۴   ۸×۲۷   لعــ ۲۱۶

میت

اب	ام	زوجہ	بنت	حمل (مفروضہ لڑکا)
۴	۴	۳	۱۳	
			۱۱۷	
۳۶	۳۶	۲۷	۳۹	۷۸

مسئلہ ۲۷   تعول الی   ۹×۲۴   لعــ ۲۱۶

میت

اب	ام	زوجہ	بنت	حمل (مفروضہ لڑکی)
۴	۴	۳	۸	۸
۳۲	۳۲	۲۴	۶۴	۶۴

توضیح: حمل کو مذکر ماننے کی صورت میں مسئلہ ۲۴ سے تھا اور مؤنث ماننے کی صورت میں مسئلہ ۲۷ سے تھا اور ۲۴ اور ۲۷ میں توافق بالثلث ہے یعنی ۳ دونوں کو تقسیم کر دیتا ہے اس لئے ۲۴ کے وفق ۸ کو ۲۷ میں ضرب دیا تو ۲۱۶ ہوا اور ۲۷ کے وفق ۹ کو ۲۴ میں ضرب دیا جب بھی ۲۱۶ ہوئے لہٰذا اب دونوں مسئلوں کی تصحیح ۲۱۶ ہے اور حمل کو مذکر ماننے کی صورت میں عدد تصحیح ۲۴ تھا اس کا وفق ۸ ہے لہٰذا ۸ کو دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۲۷ میں سے ہر وارث کو جو سہام ملے تھے اس میں ضرب دیا گیا اور حمل کو مؤنث ماننے کی صورت میں تصحیح کا عدد ۲۷ تھا اس کا وفق ۹ ہے اس لئے ۹ کو دوسرے مسئلے میں سے ہر وارث کے سہام میں ضرب دیا گیا اب دونوں مسئلوں میں ہر وارث کے حصوں کو دیکھا باپ کو پہلے مسئلہ میں ۳۶ اور دوسرے مسئلے میں ۳۲ سہام ملے اس لئے اس کو ۳۲ دے دیئے جائیں گے اور چار سہام محفوظ رکھے جائیں گے۔ اسی طرح ماں کو بھی پہلے مسئلہ میں ۳۶ اور دوسرے میں ۳۲ سہام ملے اس کو بھی ۳۲ دیئے جائیں گے چار سہام محفوظ رکھے جائیں گے۔ بیوی کو پہلے مسئلہ میں ۲۷ اور دوسرے مسئلہ میں ۲۴ سہام ملے ۲۴ اس کو دے دیئے جائیں گے اور ۳ محفوظ رکھے جائیں گے۔ لڑکی کو پہلے مسئلہ میں ۳۹ اور دوسرے مسئلہ میں ۶۴ سہام ملے اس لئے ۳۹ دیئے جائیں گے اور ۲۵ سہام محفوظ رکھے جائیں گے۔ پھر اگر حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو ۷۸ سہام جو پہلے مسئلہ میں اسے ملے تھے اس کو دے دیئے

جائیں گے اور باپ کے جو۴ سہام محفوظ تھے وہ اسکو اور ماں کے جو۴ سہام محفوظ تھے وہ اس کو اور بیوی کے تین سہام محفوظ تھے وہ اس کو دے دیئے جائیں گے۔ اس طرح ۲۱۶ سہام پورے ہو جائیں گے۔ اور اگر حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو ماں باپ اور بیوی اپنا پورا حصہ لے چکے ہیں ان کو محفوظ سہام سے کچھ نہیں ملے گا لیکن بیٹی کے جو۲۵ سہام محفوظ تھے وہ اس کو دے دیئے جائیں گے اور ۶۴ سہام پیدا ہونے والی لڑکی کو دے دیئے جائیں گے۔ اس طرح پھر مجموعہ ۲۱۶ سہام پورا ہو جائے گا اور اگر حمل سے مردہ بچہ پیدا ہوا تو لڑکی نصف مال کی مستحق تھی اور اسے ۳۹ سہام دیئے گئے تھے لہٰذا اس کو ۶۹ سہام اور دے دیئے جائیں گے اس طرح اس کا کُل حصہ ۲۱۶ کا نصف ۱۰۸ سہام ہو جائے گا اور ماں اور باپ کے ۴، ۴ سہام جو کاٹے گئے تھے وہ ان کو دیدیئے جائیں گے اور ۳ سہام بیوی کے کاٹے گئے تھے وہ اس کو دیدیئے جائیں گے اور ۹ سہام محفوظ مال میں سے بچیں گے وہ باپ کو عصبہ ہونے کی وجہ سے دے دیئے جائیں گے۔ (1)

مسئلہ ۶×۷ تصح ۴۲

میت

ابن	ابن	بنت	حمل مفروضہ لڑکا	زوجہ خلع سے متعلقہ بائنہ محروم
۲/۱۲	۲/۱۲	۱/۶	۲/۱۲	

مسئلہ ۶×۷ تصح ۴۲

میت

ابن	ابن	بنت	حمل مفروضہ لڑکی	زوجہ خلع سے متعلقہ بائنہ
۲/۱۴	۲/۱۴	۱/۷	۱/۷	

توضیح: حمل کو مذکر ماننے کی صورت میں مسئلہ ۷ سے ہوا تھا اور مؤنث ماننے کی صورت میں ۶ سے اور ۶ اور ۷ میں تباین ہے اس لئے ۷ کو دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۶ میں ضرب دیا تو ۴۲ ہوئے اور دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۶ کو ۷ میں ضرب دیا جب بھی ۴۲ ہوئے اسی طرح پہلے مسئلہ کی تصحیح ۷ کو دوسرے مسئلہ میں سے وارثوں کے ہر حصہ میں ضرب دیا اور دوسرے مسئلہ کی تصحیح ۶ کو پہلے مسئلہ کی تصحیح میں سے ہر وارث کے حصہ میں ضرب دیا تو لڑکوں کو حمل مذکر ماننے کی صورت میں ۱۲، ۱۲ سہام اور لڑکی کو ۶ سہام ملے

(1) ......"السراجی"، فصل فی الحمل، ص۵۲.

و"الدرالمختار" و"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، فصل فی الغرقی...إلخ، ج۱۰، ص۵۸۷.

اورحمل کومؤنث ماننے کی صورت میں لڑکوں کو۱۴، ۱۴ سہام اورلڑکی کو ۷ سہام ملے لہٰذا کم والے حصے یعنی لڑکوں کو ۱۲، ۱۲ اور لڑکی کو ۶ سہام دیئے جائیں گے اور باقی ۱۲ سہام محفوظ رکھے جائیں گے اگر حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو اس کو ۱۲ سہام دے دیئے جائیں گے وہی اس کا پورا حصہ تھا اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو اس کے حصہ کے ۷ سہام اس کو دے دیئے جائیں گے اور ۲، ۲ سہام ہر لڑکے کو اور ایک سہم لڑکی کو دے کر ان کے حصے پورے کر دیئے جائیں گے۔ اس لئے کہ وہ اب زیادہ کے مستحق ہیں زوجہ خلع سے طلاق بائن حاصل کرنے کی وجہ سے محروم رہے گی۔

مسئلہ۵: اگر میت کے علاوہ کسی دوسرے کا حمل ہو تو مورث کی موت کے چھ ماہ یا اس سے کم میں بچہ پیدا ہونے سے وارث ہوگا اور چھ ماہ کے بعد پیدا ہونے سے وارث نہیں ہوگا لیکن اگر چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا اور عورت نے عدت ختم ہونے کا اقرار نہ کیا ہو اور دوسرے ورثا یہ اقرار کریں کہ یہ حمل میت کی موت کے وقت موجود تھا تو چھ ماہ کے بعد پیدا ہونے سے بھی وارث ہوجائے گا۔[1] (شامی ج۵ ص۷۰۲، شریفیہ ص۱۳۲، سراجی ص۵۸، عالمگیری ج۶ ص۴۵۵)

مسئلہ۶: مذکورہ بالا صورت میں بھی وہی حکم ہے کہ حمل کو مذکر و مؤنث مان کر علیحدہ علیحدہ دو مسئلے بنائیں جائیں گے اور ورثا کو دونوں مسئلوں میں سے جو کم حصہ ملتا ہوگا وہ دے دیا جائے گا اور باقی محفوظ رکھ کر بچہ پیدا ہونے کے بعد جو صورت ہوگی اس پر عمل کیا جائے گا۔[2] (شامی ج۵ ص۷۰۲)

مسئلہ ۶×۴   ۲۴   ھندہ

میت

زوج	ماں حاملہ	حمل مفروضہ مذکر
۳/۱۲	۲/۸	۱/۴

مسئلہ ۶   تعول الی ۸×۳=۲۴   ھندہ

میت

زوج	ماں حاملہ	حمل مفروضہ مؤنث
۳/۹	۲/۶	۳/۹

---

1 ......"السراجی"، فصل فی الحمل، ص۵۳.
و"الشریفیة" شرح "السراجیة"، کتاب الفرائض، فصل فی الحمل، ص۱۳۲.

2 ......"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، فصل فی الغرقی...إلخ، ج۱۰، ص۵۸۸.

توضیح: حمل مذکر ماننے کی صورت میں شوہر کو ۱۲ سہام اور حمل کو مؤنث ماننے کی صورت میں ۹ سہام ملیں گے لہٰذا اسے ۹ سہام دے دیئے جائیں گے اور ۳ سہام محفوظ رکھے جائیں گے ماں کو حمل مذکر ماننے کی صورت میں ۸ سہام اور مؤنث ماننے کی صورت میں ۶ سہام ملیں گے لہٰذا اسے ۶ سہام دیئے جائیں گے۔ اس طرح دونوں کو ۱۵ سہام دینے کے بعد ۹ سہام محفوظ رہیں گے۔ اگر حمل سے لڑکی پیدا ہوئی تو یہ ۹ سہام اس کا حصہ ہے اس کو دے دیئے جائیں گے اور شوہر اور ماں اپنا پورا حصہ لے چکے تھے اس لئے کوئی تبدیلی نہیں ہوگی اور حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ بچہ ۴ سہام کا مستحق[1] ہے لہٰذا ۴ سہام اس کو دے دیئے جائیں گے اور تین سہام شوہر کو اور ۲ سہام ماں کو دیدیئے جائیں گے کیونکہ وہ اس کے مستحق ہیں اور انہیں کے حصہ سے یہ سہام محفوظ کئے گئے تھے۔ اس مسئلہ میں حمل کو لڑکا فرض کرنے کی صورت میں چونکہ وہ بھائی ہے اس لئے عصبہ ہوگا اور ماں اور شوہر ذوی الفروض میں سے ہیں ان دونوں کا فرض حصہ نکالنے کے بعد جو باقی بچا وہ اس کو دے دیا گیا اور حمل کو مؤنث ماننے کی صورت میں وہ حقیقی بہن ہوگی اور ذوی الفروض میں ہونے کی وجہ سے نصف مال کی مستحق ہوگی۔ لہٰذا ماں اور شوہر کے ساتھ مل کر اس کے حصہ کی وجہ سے عول کیا گیا اور اسے اس کا فرض حصہ دیا گیا وہ عصبیت[2] کے حصہ سے زیادہ ہے۔

مسئلہ ۷: حمل کی ان تمام صورتوں میں حمل میں ایک بچہ مان کر تخریج مسائل کی گئی ہے[3] اس لئے کہ اسی قول پر فتویٰ ہے لیکن یہ احتمال[4] ہے کہ حمل سے ایک سے زیادہ بچے پیدا ہوں اس لئے تمام وارثوں کی طرف سے ضامن لیا جائے گا تاکہ اگر زیادہ بچے پیدا ہوں تو ان وارثوں سے مال واپس دلانے کا وہ ضامن ذمہ دار ہو۔[5] (شامی ج ۵ ص ۷۰۱، شریفیہ ص ۱۳۲، سراجی ص ۵۸)

مسئلہ ۸: ان تمام مسائل میں حصہ محفوظ رکھنے کا حکم ان وارثوں کے حق میں ہے جن کا حصہ زیادہ سے کمی کی طرف تبدیل ہو جاتا ہے اور جن کا حصہ تبدیل نہیں ہوتا ہے ان کے حق میں محفوظ رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں، مثلاً دادی، نانی اور حاملہ زوجہ اور جن وارثوں کی یہ حالت ہو کہ حمل کے مذکر و مؤنث ہونے کی صورتوں میں سے ایک صورت میں محروم ہوتے ہیں اور ایک صورت میں وارث ہوتے ہیں تو انہیں کچھ نہیں دیا جائے گا اور ان کا حصہ محفوظ بھی نہیں رکھا جائے گا مثلاً بھائی اور چچا جب حاملہ زوجہ کے ساتھ ہوں تو اگر حمل سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لوگ محروم رہیں گے اور اگر لڑکی پیدا ہوئی تو یہ عصبہ ہو کر وارث ہو جائیں گے لہٰذا ان کے لئے کوئی حصہ محفوظ نہیں رکھا جائے گا۔[6] (شامی ج ۵ ص ۷۰۲)

---

1 ......یعنی حق دار۔ 2 ......یعنی بطورِ عصبہ حصہ لینے۔ 3 ......یعنی ترکہ کی تقسیم کی گئی ہے۔ 4 ......گمان، شبہ۔

5 ......"السراجی"، فصل فی الحمل، ص ۵۲.

و "ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، فصل فی الغرقی...إلخ، ج ۱۰، ص ۵۸۸.

6 ......"ردالمحتار"، کتاب الفرائض، باب توریث ذوی الأرحام، فصل فی الغرقی...إلخ، ج ۱۰، ص ۵۸۸.

گمشدہ شخص کی وراثت کا بیان

مسئلہ۱: اگر کوئی شخص گم ہو جائے اور اس کی زندگی یا موت کا کچھ علم نہ ہو تو وہ شخص اپنے مال کے اعتبار سے زندہ متصور ہوگا یعنی اس کے مال میں وراثت جاری نہ ہوگی مگر دوسرے کے مال کے اعتبار سے مردہ شمار ہوگا یعنی کسی سے اس کو وراثت نہ ملے گی۔[1] (شریفیہ ص ۱۳۷، سراجی ص ۶۲، عالمگیری ج ۶ ص ۵۵، شامی ج ۳ ص ۴۵۴)

مسئلہ۲: گمشدہ شخص کے مال کو محفوظ رکھا جائے گا یہاں تک کہ اس کی موت کا حکم دے دیا جائے اور اس کی مقدار صاحب فتح القدیر کی رائے میں یہ ہے کہ مفقود کی عمر کے ستر برس گزر جائیں تو قاضی اس کی موت کا حکم دے گا اور اس کی جو املاک ہیں وہ ان لوگوں پر تقسیم ہوں گی جو اس موت کے حکم کے وقت موجود ہیں۔[2] (شریفیہ ص ۱۵۲، فتح القدیر ج ۸ ص ۴۴۵، بہار شریعت حصہ دہم ص ۱۷، شامی ج ۳ ص ۴۵۷)

مسئلہ۳: مفقود کا اپنا مال تو پورا محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ اس کی موت کا حکم دیا جائے اگر اس حکم سے پہلے وہ واپس آ گیا تو اپنے مال پر قبضہ کر لے گا اور اگر واپس نہ آیا تو جس وقت موت کا حکم کیا جائے گا اس وقت جو وارث موجود ہوں گے ان پر تقسیم کر دیا جائے گا جیسا کہ اوپر بیان ہوا۔[3] (شامی ج ۳ ص ۴۵۴)

مسئلہ۴: مفقود کے کسی مورث کا انتقال ہوا جس کے وارثوں میں مفقود کے علاوہ دوسرے بھی ہیں تو جن ورثا کا حصہ مفقود کی زندگی اور موت سے تبدیل نہیں ہوتا ہے ان کو پورا حصہ دے دیا جائے گا اور جو وارث مفقود کو زندہ ماننے سے محروم ہوتے ہیں اور مردہ ہونے سے وارث ہوتے ہیں ان کا حصہ ابھی محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ مفقود واپس آ جائے یا اس کی موت کا حکم کر دیا جائے اور جن وارثوں کا حصہ مفقود کو زندہ ماننے کی صورت میں کم ہوتا ہے اور مردہ ماننے کی صورت میں زیادہ ہوتا ہے تو ان کو کم حصہ دے دیا جائے گا اور باقی کو محفوظ رکھا جائے گا تاوقتیکہ مفقود کا حال معلوم ہو۔

مثال: زید کا انتقال ہوا اور اس کی دو بیٹیاں اور ایک مفقود بیٹا اور ایک پوتا اور دو پوتیاں ہیں اس میں اگر گمشدہ بیٹے کو زندہ مانا جائے تو پوتا پوتی محروم ہوتے ہیں اور دونوں بیٹیوں کو نصف مال اور مفقود کو نصف مال ملتا اور اگر گمشدہ کو

1 ......"السراجی"، فصل فی المفقود، ص٥٦.

2 ......"السراجی"، فصل فی المفقود، ص٥٦.

و"فتح القدیر"، کتاب المفقود، ج٥، ص٣٧٤.

3 ......"ردالمحتار"، کتاب المفقود، مطلب: فی الإفتاء بمذہب مالك... إلخ، ج٦، ص٤٥٦.

مُردہ مانا جائے تو پوتا پوتی وارث ہوں گے اور دونوں بیٹیوں کو دو تہائی حصہ ملے گا لہٰذا فی الحال ۱۲ سے مسئلہ کر کے تین تین سہام یعنی نصف مال دونوں بیٹیوں کو دے دیا جائے گا اور باقی چھ سہام[1] محفوظ رکھے جائیں گے اگر مفقود آ گیا تو لے لے گا ورنہ اس کی موت کے حکم کے بعد ان چھ سہام میں سے دو سہام ایک ایک دونوں لڑکیوں کو اور دے کر ان کا دو تہائی حصہ پورا کر دیا جائے گا اور باقی چار سہام میں سے دو پوتے کو اور ایک ایک دونوں پوتیوں کو دے دیا جائے گا کیونکہ بیٹا نہ ہونے کی صورت میں اسی طرح زید کا مال تقسیم ہوتا۔[2] (شامی ص ۴۵۶)

مرتد کی وراثت کا بیان

مسئلہ ۱: جب مرتد مرجائے یا قتل کر دیا جائے یا دار الحرب بھاگ جائے اور قاضی اس کے دار الحرب چلے جانے کا فیصلہ دے دے تو جو کچھ اس نے اسلام کی حالت میں کمایا تھا وہ اس کے مسلمان وارثوں میں تقسیم ہوگا اور جو کچھ ارتداد کے زمانہ[3] میں کمایا تھا وہ بیت المال میں چلا جائے گا۔[4] (شریفیہ ص ۱۵۴، شامی ج ۳ ص ۴۱۴، عالمگیری ج ۲ ص ۲۵۴، طحطاوی ج ۲ ص ۴۸۷)

مسئلہ ۲: دار الحرب چلے جانے کے بعد جو اس نے کمایا ہے وہ بالاتفاق فـــیٔ ہے اسے بیت المال میں جمع کر دیا جائے گا۔

مسئلہ ۳: مذکورہ احکام مرتد مرد کے تھے لیکن مرتدہ (عورت) کی تمام کمائی خواہ کسی زمانے کی ہو مسلمان وارثوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔[5] (شریفیہ ص ۱۵۴)

مسئلہ ۴: مرتد مرد اور عورت نہ تو مسلمان کے وارث ہوں گے اور نہ ہی مرتد کے۔[6] (شریفیہ ص ۱۵۵)

---

1 ......یعنی چھ حصے۔

2 ......"ردالمحتار"، کتاب المفقود، مطلب: فی الإفتاء بمذهب مالك...إلخ، ج٦، ص٤٥٦.

3 ......یعنی مرتد ہونے کے زمانہ میں

4 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، كتاب الفرائض، فصل فی المرتد، ص ١٤٠.

و"الفتاوی الهندية"، كتاب السير، الباب التاسع فی أحكام المرتدين، ج٢، ص٢٥٤ .

5 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، كتاب الفرائض، فصل فی المرتد، ص ١٤٠.

6 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، كتاب الفرائض، فصل فی المرتد، ص ١٤١.

قیدی کی وراثت کا بیان

مسئلہ ۱: وہ مسلمان جسے کافر قید کر کے لے گئے اس کا حکم عام مسلمانوں جیسا ہے وہ دوسروں کا وارث ہوگا اور اس کے انتقال کے بعد اس کے وارث اس کے مال سے ترکہ پائیں گے جب تک وہ اپنے مذہب پر باقی رہے گا اور اگر اس نے کافروں کی قید میں جانے کے بعد مذہب اسلام کو چھوڑ دیا تو اس پر وہی احکام ہوں گے جو مرتد کے ہیں اور اگر اس قیدی کی موت وزندگی کا کچھ علم نہ ہو تو اس کا حکم مفقود یعنی گمشدہ کا حکم ہوگا جیسا کہ اوپر مذکور ہوا۔[1] (شریفیہ ص ۱۵۶)

حادثات میں ہلاک ہونے والوں کا بیان

مسئلہ ۱: اگر کسی حادثہ میں چند رشتہ دار ہلاک ہو جائیں اور یہ معلوم نہ ہو سکے کہ ان میں پہلے کون ہلاک ہوا مثلاً جہاز ڈوب گیا یا ہوائی جہاز گر گیا، ٹرین، بس وغیرہ کے حادثات یا آگ لگ گئی یا عمارت گر گئی اب ان کا حکم یہ ہے کہ یہ آپس میں تو کسی کے وارث نہ ہوں گے البتہ ان کا مال انکے زندہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا۔[2] (شریفیہ ص ۱۵۶)

ختم شد

وصلی اللّٰہ تعالٰی علٰی خیر خلقہٖ ونور عرشہٖ وقاسم رزقہ سیّدنا ومولٰینا

محمّد وعلٰے اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین۔ برحمتک یاارحم الراحمین.

مؤلفہ: مولانا مفتی وقارالدّین ومفتی سیّد شجاعت علی صاحبان

☆☆☆☆☆

---

1 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، كتاب الفرائض، فصل في الأسير، ص١٤٢.

2 ......"الشريفية" شرح "السراجية"، فصل في الغرقى والحرقى والهدمى، ص١٤٢.

مآخذ و مراجع

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعات
1	قرآن مجید	کلام الٰہی	
2	كنز الإيمان (ترجمۂ قرآن)	اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

کتب تفسیر

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعات
1	تفسير الطبری	ابو جعفر محمد بن جریر طبری، متوفی ۳۱۰ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ
2	التفسير الكبير	امام فخر الدین محمد بن عمر بن حسین رازی، متوفی ۶۰۶ ھ	دار احیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۲۰ھ
3	تفسیر بیضاوی	امام ابو سعید عبد اللہ بن محمد شیرازی بیضاوی، متوفی ۶۵۶ ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۲۰ھ
4	الدر المنثور	امام جلال الدین عبد الرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۰۳ھ
5	روح البيان	شیخ اسماعیل حقی بروسی، متوفی ۱۱۳۷ھ	کوئٹہ ۱۴۱۹ھ

کتب احادیث

نمبر شمار	نام کتاب	مصنف / مؤلف	مطبوعات
1	الموطأ لامام مالک	امام مالک بن انس اصبحی، متوفی ۱۷۹ھ	دار المعرفۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ
2	مسند الطيالسی	امام سلیمان بن داؤد بن جارود طیالسی، متوفی ۲۰۴ھ	مکتبہ حسینیہ، گوجرانوالہ
3	المسند لامام شافعی	امام محمد بن ادریس شافعی، متوفی ۲۰۴ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت
4	المصنف لعبد الرزاق	امام ابو بکر عبد الرزاق بن ہمام بن نافع صنعانی، متوفی ۲۱۱ھ	دار الکتب العلمیہ بیروت، ۱۴۱۴ھ
5	سنن سعيد بن منصور	سعید بن منصور، متوفی ۲۲۷ھ	دار الصمیعی، ریاض ۱۴۲۰ھ
6	المصنف لإبن أبی شيبه	امام ابو بکر عبد اللہ بن محمد بن ابی شیبہ، متوفی ۲۳۵ ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
7	المسند للامام أحمد	امام احمد بن حنبل، متوفی ۲۴۱ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
8	سنن الدارمی	حافظ عبد اللہ بن عبد الرحمٰن دارمی، متوفی ۲۵۵ھ	دار الکتاب العربی بیروت، ۱۴۰۷ھ

9	صحيح البخاري	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۹ھ
10	الأدب المفرد	امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، متوفی ۲۵۶ھ	تاشقند ایران، ۱۳۹۰ھ
11	صحيح مسلم	امام ابوالحسین مسلم بن حجاج قشیری، متوفی ۲۶۱ھ	دارابن حزم بیروت، ۱۴۱۹ھ
12	سنن ابن ماجه	امام ابوعبداللہ محمد بن یزید ابن ماجہ، متوفی ۲۷۳ھ	دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ
13	سنن أبي داود	امام ابوداوٗد سلیمان بن اشعث سجستانی، متوفی ۲۷۵ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ
14	جامع الترمذي	امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی، متوفی ۲۷۹ھ	دارالفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
15	الموسوعة لابن ابی الدنيا	حافظ امام ابوبکر عبداللہ بن محمد قُرشی، متوفی ۲۸۱ھ	مکتبۃ العصریہ بیروت ۱۴۲۶ھ
16	البحر الزخار المعروف بمسند البزار	امام ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزار، متوفی ۲۹۲ھ	مکتبۃ العلوم والحکم، المدینۃ المنورۃ ۱۴۲۴ھ
17	سنن النسائي	امام ابوعبدالرحمٰن بن احمد شعیب نسائی، متوفی ۳۰۳ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۶ھ
18	مسند أبی یعلیٰ	شیخ الاسلام ابویعلی احمد بن علی بن مثنی موصلی، متوفی ۳۰۷ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ
19	صحيح ابن خزيمه	امام محمد بن اسحاق بن خزیمہ، متوفی ۳۱۱ھ	المکتب الاسلامی، بیروت ۱۴۱۲ھ
20	شرح معانی الآثار	امام ابوجعفر احمد بن محمد طحاوی، متوفی ۳۲۱ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۲ھ
21	المعجم الكبير	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۲ھ
22	المعجم الأوسط	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۰ھ
23	المعجم الصغير	امام ابوالقاسم سلیمان بن احمد طبرانی، متوفی ۳۶۰ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۰۳ھ
24	الكامل فی ضعفاء الرجال	امام ابواحمد عبداللہ بن عدی جرجانی، متوفی ۳۶۵ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۸ھ
25	سنن الدارقطنی	امام علی بن عمر دار قطنی، متوفی ۳۸۵ھ	مدینۃ الأولیاء ملتان ۱۴۲۱ھ
26	المستدرک	امام ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ حاکم نیشاپوری، متوفی ۴۰۵ھ	دارالمعرفۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ
27	حلية الاولياء	امام ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، متوفی ۴۳۰ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۸ھ
28	السنن الکبری	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۴ھ

29	شعب الإيمان	امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۱ھ
30	تاريخ بغداد	حافظ ابوبکر احمد علی بن خطیب بغدادی، متوفی ۴۶۳ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۷ھ
31	فردوس الأخبار	حافظ ابوشجاع شیرویہ بن شھردار بن شیرویہ دیلمی، متوفی ۵۰۹ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۷ھ
32	شرح السنة	امام ابومحمد حسین بن مسعود بغوی، متوفی ۵۱۶ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۲۴ھ
33	تاريخ دمشق لابن عساكر	علامہ علی بن حسن، متوفی ۵۷۱ھ	دار الفکر، بیروت ۱۴۱۵ھ
34	الأحاديث المختارة	امام ضیاء الدین محمد بن عبدالواحد مقدسی، متوفی ۶۴۳ھ	دار خضر، بیروت ۱۴۱۲ھ
35	الترغيب والترهيب	امام زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی منذری، متوفی ۶۵۶ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۱۸ھ
36	الإحسان بترتيب صحيح ابن حبان	علامہ امیر علاء الدین علی بن بلبان فارسی، متوفی ۷۳۹ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۷ھ
37	مشكاة المصابيح	علامہ ولی الدین تبریزی، متوفی ۷۴۲ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۲۱ھ
38	مجمع الزوائد	حافظ نور الدین علی بن ابی بکر، متوفی ۸۰۷ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۲۰ھ
39	عمدة القاری	امام بدر الدین ابومحمد محمود بن احمد عینی، متوفی ۸۵۵ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۱۸ھ
40	شرح سنن أبی داود للعینی	امام ابومحمد محمود بن احمد بن موسی بدر الدین عینی، متوفی ۸۵۵ھ	مکتبۃ الرشد الریاض، ۱۴۲۰ھ
41	المقاصد الحسنة للسخاوی	شیخ محمد عبدالرحمٰن سخاوی، متوفی ۹۰۲ھ	دار الکتاب العربی بیروت
42	التوشيح شرح صحيح البخاری	امام جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی، متوفی ۹۱۱ھ	مکتبۃ الرشد، ریاض ۱۴۱۹ھ
43	كنز العمال	علامہ علی متقی بن حسام الدین ہندی برہان پوری، متوفی ۹۷۵ھ	دار الکتب العلمیۃ بیروت، ۱۴۱۹ھ
44	مرقاة المفاتيح	علامہ ملا علی بن سلطان قاری، متوفی ۱۰۱۴ھ	دار الفکر بیروت، ۱۴۱۴ھ
45	أشعة اللمعات	شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	کوئٹہ
46	كشف الخفاء	شیخ اسماعیل بن محمد عجلونی، متوفی ۱۱۶۲ھ	دار الکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۲ھ
47	مرآة المناجيح	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی، متوفی ۱۳۹۱ھ	ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

کتب فقہ حنفی

1	كتاب الآثار	امام محمد بن حسن شیبانی، متوفی ۱۸۹ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۳ھ
2	المختصر للقدوری	علامہ ابوالحسین احمد بن محمد بن احمد القدوری، متوفی ۴۲۸ھ	مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی
3	المبسوط	شمس الائمہ محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی، متوفی ۴۸۳ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۱۴۲۱ھ
4	خلاصة الفتاوی	علامہ طاہر بن عبدالرشید بخاری، متوفی ۵۴۲ھ	کوئٹہ
5	الملتقط	ناصرالدین ابوالقاسم محمد بن یوسف حسینی سمرقندی، متوفی ۵۵۶ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت ۲۰۰۰ء
6	بدائع الصنائع	علامہ علاؤالدین ابوبکر بن مسعود کاسانی، متوفی ۵۸۷ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت، ۱۴۲۱ھ
7	الفتاوی الخانية	علامہ حسن بن منصور قاضی خان، متوفی ۵۹۲ھ	پشاور
8	الهداية	برھان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی، متوفی ۵۹۳ھ	داراحیاء التراث العربی بیروت
9	الحاوی القدسی	امام احمد بن محمود بن سعید جمال الدین القابسی الغزنوی، متوفی ۵۹۳ھ	مخطوطہ
10	القنية	مختار بن محمود الزاہدی، متوفی ۶۵۸ھ	مخطوطہ
11	كنز الدقائق	امام ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد نسفی، متوفی ۷۱۰ھ	باب المدینہ، کراچی، ۱۳۳۱ھ
12	تبيين الحقائق	امام فخرالدین عثمان بن علی زیلعی حنفی، متوفی ۷۴۳ھ	دارالکتب العلمیۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ
13	العناية على هامش فتح القدير	امام اکمل الدین محمد بن محمود بابرتی، متوفی ۷۸۶ھ	کوئٹہ
14	الجوهرة النيرة	علامہ ابوبکر بن علی حداد، متوفی ۸۰۰ھ	باب المدینہ، کراچی
15	الفتاوی البزازية (الجامع الوجيز)	علامہ محمد شہاب الدین بن بزاز کردری، متوفی ۸۲۷ھ	دارالفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ
16	شرح الوقاية	عبیداللہ بن مسعود بن محمود المعروف صدرالشریعۃ، متوفی ۷۴۷ھ	باب المدینہ ۱۳۲۶ھ

17	جامع الفصولين	محمود بن اسرائیل المعروف ابن قاضی ۸۲۳ھ	کوئٹہ
18	فتح القدير	علامہ کمال الدین بن ہمام، متوفی ۸۶۱ھ	کوئٹہ، ۱۳۱۹ھ
19	غرر الأحكام	علامہ قاضی احمد بن فراموز ملاخسرو حنفی، متوفی ۸۸۵ھ	باب المدینہ، کراچی
20	درر الحكام شرح غرر الأحكام	علامہ قاضی احمد بن فراموز ملاخسرو حنفی، متوفی ۸۸۵ھ	باب المدینہ، کراچی
21	البحر الرائق	علامہ زین الدین بن ابراہیم، ابن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ	کوئٹہ، ۱۴۲۰ھ
22	الفتاوى الحديثية	شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی، متوفی ۹۷۴ھ	داراحیاء التراث العربی، بیروت ۱۴۱۹ھ
23	نتائج الأفكار تكملة فتح القدير	شمس الدین احمد بن قودر المعروف قاضی زادہ، متوفی ۹۸۸ھ	کوئٹہ ۱۳۱۹ھ
24	تنوير الأبصار	علامہ شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد تمر تاشی، متوفی ۱۰۰۴ھ	دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ
25	النهر الفائق	علامہ سراج الدین عمر بن ابراہیم، متوفی ۱۰۰۵ھ	کوئٹہ
26	حاشية الشلبي على تبيين الحقائق	شہاب الدین احمد شلبی متوفی ۱۰۲۱ھ	دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ۲۰۰۰ء
27	غنية ذوي الأحكام	حسن بن عمار بن علی الوفائی الشرنبلالی الحنفی، متوفی ۱۰۶۹ھ	باب المدینہ، کراچی
28	الفتاوى الخيرية	علامہ خیر الدین رملی متوفی ۱۰۸۱ھ	باب المدینہ کراچی
29	الدر المختار	علامہ علاء الدین محمد بن علی حصکفی، متوفی ۱۰۸۸ھ	دار المعرفۃ، بیروت، ۱۴۲۰ھ
30	تكملة البحر الرائق	محمد بن حسین بن علی طوری، متوفی بعد از ۱۱۳۸ھ	کوئٹہ، ۱۴۲۰ھ
31	حاشية الطحطاوي على الدر المختار	سید احمد بن محمد بن اسماعیل طحطاوی الحنفی، متوفی ۱۲۳۱ھ	کوئٹہ

32	الفتاوى الهندية	ملا نظام الدین، متوفی ۱۱۶۱ھ، وعلمائے ہند	دارالفکر بیروت، ۱۴۱۱ھ
33	منحة الخالق	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	کوئٹہ
34	ردالمحتار	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	دارالمعرفۃ، بیروت ۱۴۲۰ھ
35	الفتاوى الرضوية	مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	رضا فاؤنڈیشن، لاہور ۱۴۱۲ھ
36	جدالممتار	مجدد اعظم اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان، متوفی ۱۳۴۰ھ	مخطوطہ
37	الكفاية هامش على فتح القدير	جلال الدین خوارزمی	کوئٹہ
39	الشريفية شرح السراجية	محمد بن عبد الرشید سجاوندی	پشاور

كتب أصول الفقه

1	اصول البزدوی	فخر الاسلام علی بن محمد بزدوی ۴۸۲ھ	باب المدینہ کراچی
2	التوضيح والتلويح	عبیداللہ بن مسعود بن تاج الشریعہ متوفی ۷۹۲ھ	باب المدینہ کراچی
3	النامي شرح الحسامي	مولوی ابو محمد عبد الحق الحقانی بن محمد امیر	مدینۃ الاولیاء ملتان
4	الأشباه والنظائر	الشیخ زین الدین بن ابراہیم المعروف ابن نجیم، متوفی ۹۷۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۱۹ھ
5	غمزعيون البصائر	شیخ سید احمد بن محمد حموی متوفی ۱۰۹۸ھ	باب المدینہ کراچی ۱۴۱۸ھ
6	نور الأنوار	علامہ احمد ابن ابی سعید حنفی المعروف ملاجیون، متوفی ۱۱۳۰ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان
7	فواتح الرحموت	علامہ عبد العلی محمد بن نظام الدین لکھنوی، متوفی ۱۲۲۵ھ	باب المدینہ کراچی
8	رسائل ابن عابدين	علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی، متوفی ۱۲۵۲ھ	سہیل اکیڈمی لاہور
9	اصول الشاشي	ابو علی احمد بن محمد بن اسحاق نظام الدین شاشی	مکتبۃ المدینہ ۲۰۰۸ء

كتب التصوف

1	إحياء علوم الدين	امام ابو حامد محمد بن محمد غزالی، متوفی ۵۰۵ھ	دارصادر، بیروت ۲۰۰۰ء

2	الحديقة الندية	عارف باللہ سیدی عبدالغنی نابلسی حنفی، متوفی ۱۱۴۱ھ	پشاور
3	اتحاف السادة المتقين	سیدمحمد بن محمد حسینی زبیدی، متوفی ۱۲۰۵ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت

كتب السيرة

1	دلائل النبوة	امام ابوبکراحمد بن الحسین بن علی بیہقی، متوفی ۴۵۸ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۳ھ
2	البداية والنهاية	عمادالدین اسماعیل بن عمر ابن کثیر دمشقی، متوفی ۷۷۴ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۸ھ
3	شرح الشفا	علی بن سلطان محمد المعروف علامہ ملاعلی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۴۲۱ھ
4	جمع الوسائل في شرح الشمائل	علی بن سلطان محمد المعروف علامہ ملاعلی قاری حنفی، متوفی ۱۰۱۴ھ	مدینۃ الاولیاء ملتان
5	مدارج النبوة	شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	نوریہ رضویہ لاہور ۱۹۹۷ء

كتب المتفرقه

1	الطبقات الكبرٰى	محمد بن سعد بن منیع ھاشمی متوفی ۲۳۰ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۷ء
2	وفيات الأعيان	ابوالعباس احمد بن محمد بن ابراھیم بن ابی بکر، متوفی ۶۸۱ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۹۸ء
3	سير أعلام النبلاء	شمس الدین محمد بن احمد ذہبی، متوفی ۷۴۸ھ	دارالفکر، بیروت ۱۴۱۷ھ
4	شرح العقائد النسفية	علامہ مسعود بن عمر سعدالدین تفتازانی، متوفی ۷۹۳ھ	باب المدینہ کراچی
5	الخيرات الحسان	شیخ شھاب الدین احمد بن حجر ھیتمی مکی، متوفی ۹۷۳ھ	دارالکتب العلمیہ، بیروت ۱۹۸۳ء
6	أخبار الأخيار	شیخ عبدالحق محدث دہلوی، متوفی ۱۰۵۲ھ	خیرپور پاکستان

مجلس المدینۃ العلمیۃ کی طرف سے پیش کردہ204کتب ورسائل
مع عنقریب آنے والی13 کتب ورسائل

{شعبہ کُتُبِ اعلیٰ حضرت علیہ رحمۃ رب العزت }

اردو کتب:

1......الملفوظ المعروف بہ ملفوظاتِ اعلیٰ حضرت (مکمل چار حصے) (کل صفحات 561)
2......کرنسی نوٹ کے شرعی احکامات (کِفْلُ الْفَقِیْهِ الْفَاهِمِ فِیْ اَحْکَامِ قِرْطَاسِ الدَّرَاهِمِ) (کل صفحات:199)
3......فضائلِ دعا (اَحْسَنُ الْوِعَاءِ لِآدَابِ الدُّعَاءِ مَعَهٗ ذَیْلُ الْمُدَّعَاءِ لِاَحْسَنِ الْوِعَاءِ) (کل صفحات:326)
4......والدین، زوجین اور اساتذہ کے حقوق (اَلْحُقُوْقُ لِطَرْحِ الْعُقُوْقِ) (کل صفحات:125)
5......اعلیٰ حضرت سے سوال جواب (إِظْهَارُ الْحَقِّ الْجَلِيْ) (کل صفحات:100)
6......ایمان کی پہچان (حاشیہ تمہیدِ ایمان) (کل صفحات:74)
7......ثبوتِ ہلال کے طریقے (طُرُقُ إِثْبَاتِ هِلَالٍ) (کل صفحات:63)
8......ولایت کا آسان راستہ (تصورِ شیخ) (اَلْيَاقُوْتَةُ الْوَاسِطَةُ) (کل صفحات:60)
9......شریعت وطریقت (مَقَالُ عُرَفَا بِإِعْزَازِ شَرْعٍ وَعُلَمَاء) (کل صفحات:57)
10......عیدین میں گلے ملنا کیسا؟ (وِشَاحُ الْجِيْدِ فِيْ تَحْلِيْلِ مُعَانَقَةِ الْعِيْدِ) (کل صفحات:55)
11......حقوق العباد کیسے معاف ہوں (اعجب الامداد) (کل صفحات 47)
12......معاشی ترقی کا راز (حاشیہ وتشریح تدبیر فلاح ونجات واصلاح) (کل صفحات:41)
13......راہِ خدا عزوجل میں خرچ کرنے کے فضائل (رَادُّ الْقَحْطِ وَالْوَبَاءِ بِدَعْوَةِ الْجِيْرَانِ وَمُوَاسَاةِ الْفُقَرَاءِ) (کل صفحات:40)
14......اولاد کے حقوق (مشعلۃ الارشاد) (کل صفحات 31)
15......الوظیفۃ الکریمۃ (کل صفحات46)

عربی کتب:

16، 17، 18، 19، 20......جَدُّ الْمُمْتَارِ عَلٰی رَدِّالْمُحْتَارِ (المجلد الاول والثانی والثالث والرابع والخامس) (کل صفحات:570، 672، 713، 650، 483)

21...... اَلزَّمْزَمَةُ الْقُمْرِيَّةِ (کل صفحات:93)
22...... تَمْهِيْدُ الْإِيْمَان ـ (کل صفحات:77)
23......كِفْلُ الْفَقِيْهِ الْفَاهِمُ (کل صفحات:74)
24...... اَجْلَى الْإِعْلَامِ (کل صفحات:70)
25......اِقَامَةُ الْقِيَامَةِ (کل صفحات:60)
26...... اَلْإِجَازَاتُ الْمَتِيْنَةَ (کل صفحات:62)
27......اَلْفَضْلُ الْمَوْهَبِيُ (کل صفحات:46)
28......التعلیق الرضوی علی صحیح البخاری (کل صفحات:458)

عنقریب آنے والی کتب

1......جَدُّ الْمُمْتَارِ عَلٰی رَدِّالْمُحْتَارِ (المجلد السادس)
2......اولاد کے حقوق کی تفصیل (مشعلۃ الارشاد)

{شعبہ تراجمِ کتب }

1......جہنم میں لے جانے والے اعمال (جلداول)(الزواجرعن اقتراف الکبائر)(کل صفحات:853)

2......جنت میں لے جانے والے اعمال(اَلْمَتْجَرُ الرَّابِحُ فِیْ ثَوَابِ الْعَمَلِ الصَّالِحِ)(کل صفحات:743)

3......احیاءالعلوم کا خلاصہ (لباب الاحیاء)(کل صفحات:641)

4......عُیُوْنُ الْحِکَایَات(مترجم،حصہ اول)(کل صفحات:412)

5......عیون الحکایات(مترجم حصہ دوم)(کل صفحات:413)

6...... الدعوۃ الی الفکر (کل صفحات:148)

7......آنسوؤں کا دریا(بَحْرُالدُّمُوْع)(کل صفحات:300)

8......راہِ علم (تَعْلِیْمُ الْمُتَعَلِّم طَرِیقَ التَّعَلُّم)(کل صفحات :102)

9......حسنِ اخلاق(مَکَارِمُ الْاَخلَاق)(کل صفحات:74)

10......بیٹے کو نصیحت(اَیُّھَاالْوَلَد)(کل صفحات:64)

11......شاہراہ اولیاء(مِنْھَاجُ الْعَارِفِیْنَ)(کل صفحات:36)

12...... آدابِ دین (الأدب فی الدین)(کل صفحات:63)

13......نیکیوں کی جزائیں اور گناہوں کی سزائیں(قُرَّۃُالْعُیُوْن وَمُفَرِّحُ الْقَلْبِ الْمَحْزُوْن)(کل صفحات:138)

14......مدنی آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے روشن فیصلے(اَلْبَاھِرُفِیْ حُکْمِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِالْبَاطِنِ وَالظَّاھِر)(کل صفحات:112)

15......دنیا سے بے رغبتی اور امیدوں کی کمی(اَلزُّھْدُوَ قَصْرُالْاَمَل) (کل صفحات:85)

16......سایۂ عرش کس کس کو ملے گا...؟(تَمْھِیْدُ الْفَرْشِ فِی الْخِصَالِ الْمُوْجِبَۃِ لِظِلِّ الْعَرْشِ)(کل صفحات:28)

17......حکایتیں اور نصیحتیں(الروض الفائق)(کل صفحات:649)

18...... امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیتیں(وصایاامام اعظم)(کل صفحات:46)

19......نیکی کی دعوت کے فضائل(الامربالمعروف والنھی عن المنکر)(کل صفحات:98)

20...... نصیحتوں کے مدنی پھول بوسیلۂ احادیثِ رسول(المواعظ فی الاحادیث القدسیہ)(کل صفحات:54)

21......اچھے برے عمل(رِسَالَۃُالْمُذَاکرَۃ)(کل صفحات:120)

22......اصلاحِ اعمال جلداول(اَلْحَدِیْقَۃُالنَّدِیَّۃ شَرْحُ طَرِیْقَۃِ الْمُحَمَّدِیَّۃ)(کل صفحات:866)

23......شکر کے فضائل(اَلشُّکْرُلِلّٰہ)(کل صفحات:122)

24......حلیۃ الاولیاء(جلد1)(کل صفحات:695)

25......عاشقانِ حدیث کی حکایات(اَلرِّحْلَۃ فِی طَلَبِ الْحَدِیْث)(کل صفحات:105)

عنقریب آنے والی کتب

1......راہ نجات ومہلکات جلددوم (الحدیقۃالندیۃ)

2......حلیۃ الاولیاء (مترجم،جلد1)

{ شعبہ درسی کتب }

1...... اتقان الفراسۃ شرح دیوان الحماسہ(کل صفحات:325)

2......نصاب الصرف (کل صفحات:343)

3...... اصول الشاشی مع احسن الحواشی(کل صفحات:299)

4......نحو میرمع حاشیۃ نحو منیر(کل صفحات:203)

5......دروس البلاغۃ مع شموس البراعۃ(کل صفحات:241)

6......خاصیات ابواب(کل صفحات:141)

7......مراح الارواح مع حاشیۃضیاء الاصباح (کل صفحات:241)

8......نصاب التجوید (کل صفحات:79)

9......نزهة النظر شرح نخبة الفكر (كل صفحات:175)
10......صرف بهائى مع حاشية صرف بنائى(كل صفحات :55)
11......عناية النحو فى شرح هداية النحو(كل صفحات:280)
12......تعريفاتِ نحويه (كل صفحات:45)
13......الفرح الكامل على شرح مئة عامل(كل صفحات: 158)
14......شرح مئة عامل(كل صفحات:44)
15......الاربعين النووية فى الأحاديث النبوية (كل صفحات:155)
16...... المحادثة العربية(كل صفحات:101)
17......نصاب النحو (كل صفحات:288)
18...... نصاب المنطق(كل صفحات:168)
19......مقدمةالشيخ مع التحفةالمرضية (كل صفحات:119)
20......تلخيص اصول الشاشى(كل صفحات144)
21......نورالايضاح مع حاشيةالنوروالضياء (كل صفحات392)
22......نصاب اصولِ حديث(كل صفحات95)
23......شرح العقائدمع حاشيةجمع الفرائد(كل صفحات:384)

عنقریب آنے والی کتب

1...... قصيده برده مع شرح خرپوتى
2......نصاب الادب

{شعبہ تخریج}

1......بہارِشریعت،جلداوّل (حصہ اول تا ششم،کل صفحات:1360)
2......بہارِشریعت جلددوم (حصہ 7 تا13) (کل صفحات:1304)
3......عجائب القرآن مع غرائب القرآن (کل صفحات:422)
4......بہارِشریعت (سولہواں حصہ،کل صفحات 312)
5......صحابہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنھم کا عشقِ رسول (کل صفحات:274)
6......علم القرآن (کل صفحات:244)
7......جہنم کے خطرات (کل صفحات:207)
8......اسلامی زندگی (کل صفحات:170)
9......تحقیقات (کل صفحات:142)
10......اربعین حنفیہ (کل صفحات:112)
11......آئینۂ قیامت (کل صفحات:108)
12......اخلاق الصالحین (کل صفحات:78)
13 ......کتاب العقائد (کل صفحات:64)
14......اُمہات المؤمنین (کل صفحات:59)
15...... اچھے ماحول کی برکتیں (کل صفحات:56)
16......حق وباطل کا فرق (کل صفحات:50)
17 تا23......فتاوی اہل سنت (سات حصے)
24......بہشت کی کنجیاں (کل صفحات:249)
25......سیرتِ مصطفٰی صلی اللہ تعالٰی علیہ والہ وسلّم (کل صفحات:875)
26......بہارِشریعت حصہ ۷ (کل صفحات:133)
27......بہارِشریعت حصہ ۸ (کل صفحات:206)
28......کراماتِ صحابہ علیہم الرضوان (کل صفحات:346)
29......سوانح کربلا (کل صفحات:192)
30......بہارِشریعت حصہ ۹ (کل صفحات:218)
31......بہارِشریعت حصہ ۱۰ (کل صفحات:169)
32......بہارِشریعت حصہ ۱۱ (کل صفحات:280)
33......بہارِشریعت حصہ ۱۲ (کل صفحات:222)
34......منتخب حدیثیں (کل صفحات:246)
35......بہارِشریعت حصہ ۱۳ (کل صفحات:201)
36......جنتی زیور (کل صفحات:679)
37......بہارِشریعت حصہ ۱۴ (کل صفحات:243)
38......بہارِشریعت حصہ ۱۵ (کل صفحات:219)

39......گلدستہ عقائد واعمال (کل صفحات : 244) 40......آئینۂ عبرت (کل صفحات:212)

41......بہارِشریعت جلدسوم(3)(کل صفحات : 1332)

عنقریب آنے والی کتب

1......معمولات الابرار 2......جواہرالحدیث

{شعبہ اصلاحی کتب}

1......ضیائے صدقات (کل صفحات:408) 2......فیضانِ احیاء العلوم (کل صفحات:325) 3......رہنمائے جدول برائے مدنی قافلہ (کل صفحات:255)

4 ......انفرادی کوشش (کل صفحات:200) 5...... نصاب مدنی قافلہ (کل صفحات:196) 6 ......تربیتِ اولاد (کل صفحات:187)

7......فکرِ مدینہ (کل صفحات:164) 8......خوفِ خداعزوجل (کل صفحات:160) 9......جنت کی دوچابیاں (کل صفحات:152)

10......توبہ کی روایات وحکایات (کل صفحات:124) 11......فیضانِ چہل احادیث (کل صفحات:120) 12......غوثِ پاک رضی اللہ عنہ کے حالات (کل صفحات:106)

13...... مفتی دعوتِ اسلامی (کل صفحات:96) 14......40فرامین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (کل صفحات:87) 15......احادیثِ مبارکہ کے انوار (کل صفحات:66)

16......کامیاب طالب علم کون؟ (کل صفحات:63) 17......آیاتِ قرآنی کے انوار (کل صفحات:62) 18......بدگمانی (کل صفحات:57)

19......کامیاب استاذ کون؟ (کل صفحات:43) 20......نماز میں لقمہ کے مسائل (کل صفحات:39) 21......تنگ دستی کے اسباب (کل صفحات:33)

22 ......ٹی وی اور مووی (کل صفحات:32) 23......امتحان کی تیاری کیسے کریں؟ (کل صفحات:32) 24......طلاق کے آسان مسائل (کل صفحات:30)

25......فیضانِ زکوٰۃ (کل صفحات:150) 26......ریاکاری (کل صفحات:170) 27......عشر کے احکام (کل صفحات:48)

28......اعلیٰ حضرت کی انفرادی کوششیں (کل صفحات:49) 29......نور کا کھلونا (کل صفحات:32) 30......تکبر (کل صفحات:97)

31......قوم جِنّات اور امیر اہلسنّت (کل صفحات:262) 32......شرح شجرہ قادریہ (کل صفحات:215) 33......تعارفِ امیر اہلسنّت (کل صفحات:100)

{شعبہ امیر اہلسنت دامت برکاتهم العالیه}

1...... آدابِ مرشدِ کامل (مکمل پانچ حصے) (کل صفحات:275) 2......مدینے کا مسافر (کل صفحات:32)

3......دعوتِ اسلامی کی مَدَنی بہاریں (کل صفحات:220) 4......معذور بچی مبلغہ کیسے بنی؟ (کل صفحات: 32)

5......فیضان امیر اہلسنّت (کل صفحات:101) 6......فلمی اداکار کی توبہ (کل صفحات:32)

7...... گونگا مبلغ (کل صفحات:55) 8......تذکرۂ امیر اہلسنت قسط(1) (کل صفحات:49)

9...... تذکرۂ امیر اہلسنت قسط(2) (کل صفحات:48) 10......قبر کھل گئی (کل صفحات:48)

11 ......غافل درزی (کل صفحات:36) 12......میں نے مدنی برقع کیوں پہنا؟ (کل صفحات:33)

13......کرسچین مسلمان ہوگیا (کل صفحات:32) 14......ہیرونچی کی توبہ (کل صفحات:32)

15......ساس بہو میں صلح کا راز (کل صفحات:32) 16......مردہ بول اٹھا (کل صفحات:32)

17......بدنصیب دولہا (کل صفحات:32) 18......عطاری جن کا غسلِ میّت (کل صفحات:24)

19......حیرت انگیز حادثہ (کل صفحات:32)
20...... دعوتِ اسلامی کی جیل خانہ جات میں خدمات (کل صفحات:24)
21......قبرستان کی چڑیل (کل صفحات:24)
22......تذکرۂ امیرِ اہلسنت قسط سوم (سنّت نکاح) (کل صفحات:86)
23......تذکرۂ امیرِ اہلسنت (قسط4) (کل صفحات:49)
24...... کفن کی سلامتی (کل صفحات:33)
25......کرسچین کا قبولِ اسلام (کل صفحات:32)
26......جنوں کی دنیا (کل صفحات:32)
27......25 کرسچین قیدیوں اور پادری کا قبولِ اسلام (کل صفحات:33)
28......صلوٰۃ وسلام کی عاشقہ (کل صفحات:33)
29......سرکار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا پیغام عطار کے نام (کل صفحات:49)
30......بے قصور کی مدد (کل صفحات:32)
31......نومسلم کی درد بھری داستان (کل صفحات:32)
32......شرابی کی توبہ (کل صفحات:32)
33......وضو کے بارے میں وسوسے اور ان کا علاج (کل صفحات:48)
34......خوفناک دانتوں والا بچہ (کل صفحات:32)
35......پانی کے بارے میں اہم معلومات (کل صفحات:48)
35......مقدس تحریرات کے ادب کے بارے میں سوال جواب (کل صفحات:48)
36......کفن کی سلامتی (کل صفحات:33)
37......بُلند آواز سے ذکر کرنے میں حکمت (کل صفحات:48)
38......مخالفت محبت میں کیسے بدلی؟ (کل صفحات:33)
39......گمشدہ دولہا (کل صفحات:33)
40......اصلاح کا راز (مدنی چینل کی بہاریں حصہ دوم) (کل صفحات:32)
41......ماڈرن نوجوان کی توبہ (کل صفحات:32)
42......چل مدینہ کی سعادت مل گئی (کل صفحات:32)
43......اغوا شدہ بچوں کی واپسی (کل صفحات:32)
44......شرابی، مؤذن کیسے بنا؟ (کل صفحات:48)
45......بدکردار کی توبہ (کل صفحات:32)
46......نادان عاشق (کل صفحات:32)
47......میں نیک کیسے بنا؟ (کل صفحات:32)
48......بابرکت روٹی (کل صفحات:32)
49......ولی سے نسبت کی برکت (کل صفحات:32)
50......خوش نصیبی کی کرنیں (کل صفحات:32)
51......نورانی چہرے والے بزرگ (کل صفحات:32)
52......ناکام عاشق (کل صفحات:32)
53......آنکھوں کا تارا (کل صفحات:32)
54......میوزیکل شو کا متوالا (کل صفحات:32)

عنقریب آنے والے رسائل

1......V.C.D کی مدنی بہاریں (قسط3) (رکشہ ڈرائیور کیسے مسلمان ہوا؟)
2......اولیائے کرام کے بارے میں سوال جواب
3......دعوت اسلامی اصلاحِ امت کی تحریک

ثواب سے محرومی

طبرانی نے عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی، کہ **اللہ** عزوجل کے **محبوب**، دانائے غُیُوب، مُنَزَّہٌ عَنِ الْعُیُوب صلَّی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: کچھ لوگوں کو جنت کا حکم ہوگا، جب جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اوراس کی خوشبو سونگھیں گے اورمحل اور جو کچھ جنت میں اللہ تعالیٰ نے جنتیوں کے لیے سامان تیار کررکھا ہے، دیکھیں گے۔

پکارا جائے گا کہ انھیں واپس کرو، جنت میں ان کے لیے کوئی حصہ نہیں۔ یہ لوگ حسرت کے ساتھ واپس ہوں گے، کہ ایسی حسرت کسی کو نہیں ہوئی اور یہ لوگ کہیں گے کہ اے رب! اگر تو نے ہمیں پہلے ہی جہنم میں داخل کر دیا ہوتا، ہمیں تو نے ثواب اور جو کچھ اپنے اولیا کے لیے جنت میں مہیا کیا ہے نہ دکھایا ہوتا تو یہ ہم پر آسان ہوتا۔

ارشاد فرمائے گا: ''ہمارا مقصد ہی یہ تھا اے بدبختو! جب تم تنہا ہوتے تھے تو بڑے بڑے گناہوں سے میرا مقابلہ کرتے تھے اور جب لوگوں سے ملتے تھے تو خشوع کے ساتھ ملتے جو کچھ دل میں میری تعظیم کرتے اس کے خلاف لوگوں پر ظاہر کرتے، لوگوں سے تم ڈرے اور مجھ سے نہ ڈرے، لوگوں کی تعظیم کی اور میری تعظیم نہیں کی، لوگوں کے لیے گناہ چھوڑے میرے لیے نہیں چھوڑے، لہٰذا تم کو آج عذاب چکھاؤں گا اور **ثواب** سے محروم کروں گا۔'' ("المعجم الكبير" للطبراني، الحديث: ۱۹۹، ج۱۵، ص۸۵، و "مجمع الزوائد"، كتاب الزهد، باب ماجاء في الرياء، الحديث: ۱۷۶۴۹، ج۱۰، ص۳۷۷)

فقہ حنفی کی عالم بنانے والی کتاب

بہارِ شریعت

تخریج شدہ

جلد سوم (3)

حصہ 14 تا 20

مزار صدر الشریعہ

صدر الشریعہ بدر الطریقہ

حضرت علامہ مولانا مفتی **محمد امجد علی اعظمی** علیہ رحمۃ اللہ القوی

پیشکش

مجلس المدینۃ العلمیۃ (دعوت اسلامی)

شعبہ تخریج

مکتبۃ المدینہ

(دعوتِ اسلامی)

SC1286